بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکَ اَنْ تَقْرَاَ اُمَّتُکَ الْقُرْاٰنَ عَلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ فَاَیُّ مَا حَرْفٍ قَرَءُوْا عَلَیْہِ فَقَدْ اَصَابُوْا

(رَوَی الْحَدِیْثَ بِطُوْلِہٖ مُسْلِمٌ [illegible])

محشّٰی و تصحیح شدہ

عنایاتِ رحمانی

یوسفی

جلد اوّل

شرح قصیدۂ لامیہ حرز الامانی و وجہ التہانی المعروف بہ

www.KitaboSunnat.com

شاطبیہ

مؤلفہ

شیخ المشائخ حضرت مولنا المقری قاری فتح محمد اعمٰی بن محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی حال مقیم مہاجر مدینہ منورہ سعودیہ

حواشی و تصحیح و ضمیمہ

قاری محمد طاہر رحیمی حال مقیم جامعہ رحیمیہ اشاعۃ القراآت مسجد باب رحمت ملتان

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ کتاب "عنایاتِ رحمانی" اپنی پوری جامعیت کے ساتھ حلۂ طبع سے آراستہ ہو کر ہدیۂ ناظرین ہو رہی ہے حق تعالیٰ شانہ خلعتِ قبولیت سے مشرف فرما کر طلبا اور شائقین فن کے لئے زیادہ سے زیادہ نافع بنائے ——— آمین یا رب العالمین

حواشی اور ضمیمہ کے حقوق بحق محشی محفوظ ہیں

دوسرا ایڈیشن سنہ ۱۴۰۴ھ مطابق سنہ ۱۹۸۴ء

(شرح کی طبع کی عام اجازت ہے مگر پوری احتیاط اور صحت کے ساتھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قَالَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أُمَّتُكَ الْقُرْآنَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَأَيُّمَا حَرْفٍ قَرَءُوْا عَلَيْهِ فَقَدْ أَصَابُوْا

(روى الحديث بطوله مسلم نشر ص۹)

محشّٰی و تصحیح شدہ

عنایاتِ رحمانی

ہر سفی

جلد اوّل

www.KitaboSunnat.com

شرح قصیدۂ لامیہ حرز الامانی و وجہ التہانی المعروف بہ

شاطبیہ

مؤلّفہ

شیخ المشائخ حضرت مولانا المقری قاری فتح محمد اعمیٰ بن محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی حال مقیم مہاجر مدینہ منورہ سعودیہ

حواشی و تصحیح و ضمیمہ

قاری محمد طاہر رحیمی حال مقیم جامعہ رحیمیہ اشاعۃ القرآت مسجد باب رحمت ملتان

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ کتاب "عنایاتِ رحمانی" اپنی پوری جامعیت۔ کے ساتھ ملا طبع سے آراستہ ہو کر ہدیۂ ناظرین ہو رہی ہے حق تعالیٰ شانہٗ خلعتِ قبولیت سے مشرف فرما کر طلبا اور شائقینِ فن کے لئے زیادہ سے زیادہ نافع بنائے ——— آمین یا ربّ العالمین

حواشی اور ضمیمہ کے حقوق بحق محشّی محفوظ ہیں

دوسرا ایڈیشن سنہ ۱۴۰۴ھ مطابق سنہ ۱۹۸۴ء

(شرح کی طبع کی عام اجازت ہے مگر پوری احتیاط اور صحت کے ساتھ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اعتذار اور شکریہ

اِس جلد کی اشاعت میں کئی سال کی تاخیر ہوئی اور ناظرین کو طویل انتظار کی تکلیف اُٹھانی پڑی اس کی سب سے بڑی وجہ مؤلف کی آنکھوں سے معذوری ہے جس کے سبب کام جلدی نہ ہو سکا۔ دوسرے گذشتہ ایک سال تک کاغذ بالکل نایاب رہا۔ ان کے علاوہ اور رکاوٹیں بھی پیش آتی رہیں۔ جی چاہتا ہے کہ یہاں ان حضرات کے اسمائے گرامی بھی درج کرا دیئے جائیں جنہوں نے مالی یا جانی امداد فرما کر اِس کام میں میرا ہاتھ بٹایا ہے حق تعالیٰ شانہٗ ان کی اس مخلصانہ خدمت کو قبول فرمائے اور ان کو حلال اور پاک اور خوب فراغتی اور برکت والا رزق عطا فرما کر توفیق بخشے کہ اس کام میں آئندہ بھی زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر برکتوں سے مالا مال ہوں اور ان کو خود بھی حق تعالیٰ کے اس احسان کا دل سے شکر گذار ہونا چاہیئے کہ محض اپنے فضل سے ان کو اس عظیم الشان خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔

(۱) خدیجہ بیگم چنیوٹ والی سعید منزل پٹیل پارک کراچی (۲) محمد یوسف محمد سعید صاحبان سیٹھی موتی مل تیج بھانداس بلڈنگ فریر روڈ کراچی، (۳) ضیاء الرحمٰن صاحب انگلش کلاتھ ہاؤس کراچی۔ (۴) حاجی قائم الدین صاحب مالک نیو کلاتھ مارکیٹ کراچی (۵) گلزار احمد صاحب انصاف کلاتھ بمبئی بازار کراچی (۶) محمد ادریس صاحب باڑی پارچہ فروش کراچی (۷) حافظ محمد ادریس صاحب دہلوی برتن فروش کراچی (۸) حکیم محمد تقی صاحب مشہور پریس کراچی (۹) حافظ محمد کرامت اللہ صاحب عثمانی پانی پتی منیجر مشہور پریس کراچی (۱۰) محمد الیاس صاحب چرم فروش کراچی (۱۱) زین العابدین صاحب پارچہ فروش جامع کلاتھ کراچی (۱۲) متفرق حضرات از کراچی (۱۳) ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب سکھر (۱۴) ڈاکٹر محمود الٰہی صاحب سکھر (۱۵) حکیم محمد ابراہیم صاحب غریب آباد سکھر (۱۶) حافظ علاؤ الدین صاحب امام مسجد فوجداری سکھر (۱۷) حافظ محمد الیاس صاحب زری والے سکھر (۱۸) حافظ سلطان احمد صاحب و محمد سعید صاحب و محمد احمد صاحب ابنائے حافظ عبد اللطیف صاحب مرحوم نشتر روڈ سکھر (۱۹) عبد الحمید صاحب رنگ فروش سکھر (۲۰) اہل پانی پت میں سے بہت سے حضرات سبزی مارکیٹ والے سکھر (۲۱) محمد عمر و غفران الدین صاحبان شکار پور (۲۲) ایک مقامی بزرگ۔ (۲۳) حافظ عبد الرحیم صاحب پانی پتی چنیوٹ (۲۴) حاکم علی صاحب چنیوٹ (۲۵) مولانا محمد شفیع صاحب جامع مسجد سرگودھا (۲۶) حافظ محمد علی صاحب پنڈ دادن خان (۲۷) قاری محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی حیدرآباد سندھ (۲۸) حافظ عظیم اللہ صاحب شکار پور سندھ (۲۹) شیخ عبد العزیز صاحب شکار پور سندھ و دیگر حضرات جن کے نام یاد نہیں۔

یہ تمام حضرات وہ ہیں جنہوں نے پہلی طباعت میں حصہ لیا۔ دوسری طباعت میں میرے محب مخلص صادق جناب حاجی محمد مسلم صاحب بن حاجی فیض الحسن صاحب مرحوم (فیض انٹرپرائز ٹھٹائی کمپاؤنڈ ایم اے جناح روڈ کراچی) نے مصارف برداشت کئے ہیں۔ فجزاهم الله احسن الجزاء ________ چونکہ الحاد اور بے دینی کی ترقی اور دینی علوم کے تنزل کے اس دور میں علم قرآءت کی اس ضخیم جلد کا طبع ہو کر ناظرین تک پہنچ جانا اور ایک معذور اور مجبور انسان کے ہاتھوں اس کام کا انجام پذیر ہونا محض حق تعالیٰ کے لطف و کرم اور مذکورہ بالا حضرات کی مخلصانہ امدادوں اور کوششوں کا نتیجہ ہے اس لئے شائقین فن میں سے جو حضرات بھی اس شرح کے مطالعہ سے بہرہ اندوز ہوں ان کی خدمت میں میری جانب سے پُر زور الفاظ میں درخواست ہے کہ اول تو دل سے حق تعالیٰ شانہٗ کے شکر گزار ہوں اور دوسرے ان حضرات کو بھی اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد فرماتے رہیں۔ فقط

۲۶ رجب لرجب ۱۳۹۳ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۷۵ء یوم پنجشنبہ

(قاری) فتح محمد پانی پتی اعمیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

2353
8-22

علمائے اسلام کی نظر میں

تقریظات

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ اما بعد قرآت سبعہ متواترہ میں جو مرتبہ عظیم کتاب شاطبیہ کا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ منظوم ہونے کی وجہ سے اس کی توضیح اور تشریح کے لئے اب تک جتنی شروح مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ہیں وہ سب عربی میں ہیں۔ جن سے عربی داں حضرات ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ سلیس اور آسان با محاورہ اردو زبان میں اس کی کوئی شرح نہ تھی خدا کا شکر ہے کہ قاری فتح محمد صاحب نے اس کمی کو پورا کر دیا اور بڑی کاوش اور تحقیق کے ساتھ نہایت عمدہ پیرایہ میں آسان اور سلیس اردو میں پوری کتاب کی شرح لکھ دی جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ مقدمۃ القصیدہ اور شرح کو میں نے متعدد جگہ سے دیکھا مقدمہ میں اصطلاحاتِ قصیدہ کی تشریح نہایت وضاحت کے ساتھ کی ہے قراء اور رواۃ کے نام اور ان کی رموز حرفی اور کلمی مفرد اور جمع کی عمدہ شرح کے علاوہ وہ ضروری فوائد اور مضامین متعلقہ اصطلاحاتِ قصیدہ جن پر تمام کتاب کا سمجھنا موقوف تھا ایسے طرز سے بیان کئے ہیں جو آسانی سے طلبہ کے ذہن نشین ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح بقیہ کتاب بھی کافی تحقیق کے ساتھ لکھی ہے۔ اس ایک شرح کا مطالعہ متعدد شرحوں کے قائم مقام ہو سکتا ہے میری دلی تمنا ہے کہ ایسی نافع شرح ضرور چھپ کر شائع ہو جائے تاکہ طلبائے قراۃ مستفید ہو سکیں ؛

خادم القرآن والتجوید **عبدالمالک** صدر شعبۂ تجوید دارالعلوم اسلامیہ۔ ٹنڈو اللہ یار (حیدرآباد سندھ)

(۱۲ ربیع الثانی سنہ ۱۳۷۰ھ)

۱۔ یہ شرح اردو میں مفصل و مشرح لکھی گئی ہے جو اُردو جاننے والوں کے لئے نعمتِ عظمیٰ ہے۔ ضرورت ہے کہ یہ کتاب طبع ہو کر اہلِ ذوق میں پھیلے۔ اللہ تعالیٰ اہلِ کرم اصحاب کو توفیق بخشے کہ وہ اس فرض کو محسوس کریں۔ اللہ تعالیٰ شارح موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ ظاہری بصارت سے محرومی کے باوجود اس عظیم الشان کام کو انجام دیا ؛

سید سلیمان (نور اللہ مرقدہ) ۲۲ ربیع الثانی سنہ ۱۳۷۰ھ

۲۔ حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتی، اپنے فنِ تجوید میں زمانے کے مغتنمات میں سے ایک ہیں۔ یہ شرح صرف اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے کہ آنکھوں سے معذوری کے باوجود اتنی بڑی علمی خدمت انجام دی۔ اگر اہلِ ثروت اس گراں بہا کتاب کو اپنی ہمت سے چھپوا دیں تو علاوہ اجرِ آخرت کے یہ بہت بڑی قدردانی اور مرتبہ شناسی ہوگی۔ والسلام ؛

بندہ **احتشام الحق**۔ تھانوی۔ کراچی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳ - فنِ تجوید و قراءۃ کی ہر فن و ہر زمانہ اور ہر زبان میں اتنی خدمت ہوئی کہ اس پر تصانیف کا شمار نہیں ہو سکتا اور زیرِ نظر تصنیف اس کی ایک اہم کڑی اور اپنی شان میں نرالی ہے +

بندہ **محمد شفیعؒ** - ۲۴ ربیع الثانی سنہ ۱۳۷۰ھ

۴ - قرآن کے عشاق حضرات سے التجا ہے کہ اس طرف توجہ فرمائیں اور اس انمول کتاب کی اشاعت میں حصّہ لے کر اس فن کے پیاسوں کی پیاس بجھا کر ثوابِ دارین حاصل کریں +

احقر الخلق **شمس الحق** فریدپوری صدر مہتمم مدرسہ اشرف العلوم (ڈھاکہ)

۵ - حضرت قاری صاحب موصوف چونکہ اس فن کے بہترین ماہر ہیں اس لئے خدا تعالیٰ کی ذات سے توقع ہے کہ اس سے مخلوق کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ اہلِ خیر و وسعت کو توفیق عطا فرمائے کہ حتی المقدور اس کی اشاعت و طباعت میں بیش از بیش کوشش وسعی فرمادیں +

بندہ **عبدالرحمٰن** غفرلہٗ مدرس دارالعلوم ٹنڈو الہ یار (حیدر آباد سندھ)

۶ - مقامِ مسرت ہے کہ قاری فتح محمد صاحب پانی پتی نے کتاب شاطبیہ کی شرح اردو زبان میں سہل و مفصل لکھ کر تمام مسلمانوں پر احسان فرمایا +

بندہ **خیر محمد** جالندھریؒ - ۱۶ ربیع الثانی سنہ ۱۳۷۰ھ

۷ - شرح نہایت عمدہ اور مفید ہے۔ مبارک اور خوش نصیب ہے اللہ تعالیٰ کا وہ بندہ جو اس دینی وعلمی خدمت کی نشر و اشاعت میں اعانت و امداد کرے۔ آمین +

بندہ **محمد ادریس** غفرلہٗ شیخ الجامعہ ریاست بہاولپور

۸ - شاطبیہ کا مقدمہ جو جناب نے لکھا دیکھکر دل اس قدر خوش ہوا کہ الفاظ اس کی ادا سے قاصر ہیں بارہا دل میں آیا کہ آپ کی خدمت میں اپنی خوشی ظاہر کروں اس تحریر میں تصوّف کی جان اور روح درج فرمائی گئی مجھکو یقین ہے کہ اگر حضرت تھانویؒ ملاحظہ فرماتے آپ کو بہت دعا دیتے آپ کے الفاظ بھی اس کتاب میں الہامی ہیں حق تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں اور ذریعۂ قرب و رضا فرمائیں اس کا ایک نسخہ احقر کے نام وی۔پی فرمائیں +

محمد حسنؒ دعا جو و دعا گو (مہتمم جامع اشرفیہ نیلا گنبد) لاہور

اظہار افسوس

کم قسمتی سے شرح شاطبیہ کی پہلی جلد ایسے وقت میں چھپ کر مکمل ہوئی کہ میرے شیخ باطن حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ بھی دس سال کا عرصہ ہوا وفات پا چکے ہیں اور استاذنا شیخ القراء مولانا الحافظ القاری ابو محمد محی الاسلام صاحب پانی پتی غفر اللہ لہٗ بھی گیارہ ماہ ہوئے واصل باللہ ہو چکے اس لئے ان شیوخ کی قیمتی رائے شامل نہ ہو سکی ناظرین سے درخواست ہے کہ ان دونوں شیوخ کو بھی خصوصی دعاؤں میں یاد فرما لیا کریں۔

ضروری گذارش

میرے اکثر دوستوں کو معلوم ہے کہ میں ایک عرصہ سے قراءۃ کے فن پر تالیف کے کام میں مشغول ہوں اور الحمد للہ اس عرصہ میں فن کی تین کتابیں تنویر ترجمہ تیسیر از محبی قاری رحیم بخش صاحب پانی پتی و شرح شاطبیہ اور ترجمہ وجوہ المسفرہ طبع ہو کر دوستوں اور شائقینِ فن کے پاس پہنچ بھی چکی ہیں اس سلسلہ میں تقریباً سات ہزار روپیہ اہلِ خیر حضرات کی طرف سے آیا اور خرچ ہوا ہے جس میں سے تقریباً سات سو روپے باقی بھی ہیں دل سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ان اصحاب خیر حضرات کی پوری پوری مدد فرما کر ہر ہر مراد میں کامیابی عطا فرمائے اور کاروبار میں ہر قسم کی برکتیں زیادہ سے زیادہ نصیب فرمائے اور ان دوستوں کو خصوصی برکتیں عطا ہوں جنھوں نے اس خدمتِ قرآن میں اوروں سے زیادہ حصّہ لیا ہے اور وہ حضرات یہ ہیں:۔

(۱) محمد یوسف سیٹھی صاحب کراچی (۲) خدیجہ بیگم پٹیل پارک سعید منزل کراچی (۳) حافظ سلطان صاحب نشتر روڈ سکھر (۴) محمد عمرو عفران الدین شکار پور (۵) مولانا محمد شریف صاحب اندرون حرم گیٹ ملتان۔ چونکہ ابھی اس سلسلہ کا بہت سا کام باقی ہے اس لئے اہل علم اور اہل فن دوستوں کی اور خصوصاً قاری محمد طاہر صاحب رحیمی کی خدمتِ بابرکت میں تو یہ عرض ہے کہ میری وفات کے بعد بھی اس کام کو چلاتے رہیں ....

.... اور عام اہل خیر دوستوں کی خدمات میں یہ درخواست ہے کہ وہ آئندہ بھی مالی اعانت میں بیش از بیش حصّہ لیکر ذخیرۂ آخرت جمع فرماتے رہیں اور یہ بھی واضح رہے کہ جو کتابیں اس رقم میں سے طبع ہوتی ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر تو مفت تقسیم کی جاتی ہیں اور کچھ کتابیں جو قیمتاً جاتی ہیں ان کی آمدنی بھی اسی فن کے لئے جمع کر دی جاتی ہے اور جو صاحب حساب معلوم کرنا چاہیں بفضلہ تعالیٰ ان کو حساب بھی بتایا جا سکتا ہے چونکہ آجکل گرانی حد سے بڑھی ہوئی ہے اس لئے زیادہ رقم کا خرچ ہونا باعثِ تردّد نہ ہونا چاہیئے اور کاغذ کی گرانی اور کمیابی تو بیان کی محتاج نہیں۔ فقط

(قاری) فتح محمد (پانی پتی)

ـــــہ حضرت شارح و مؤلف شرح مدظلہٗ کے فرمان پر حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے باعث یہاں ان کی بجائے قاری محمد طاہر رحیمی کا نام درج کیا گیا ہے (وضاحت از مولوی عبدالقادر خادم حضرت دالا دامت برکاتہم) - ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرح شاطبی اُردو

جلد اوّل

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	تمہید	۱
۲	قصیدۂ شاطبیہ کی چند خوبیاں	۲
۳	شرح شاطبیہ کی ضرورت	۳
۴	وہ کتابیں جن سے شرح میں مدد لی گئی	۳
۵	شرح کی خصوصیات اور اصطلاحات	۴
۶	امید و آرزو	۵
۷	مقدمہ اس کے دو حصے ہیں	۶
۸	معلم کے آداب	۷
۹	شاگرد کے آداب	۹
۱۰	پہلی فصل: ان چند امور میں جن کا معلوم کر لینا فائدہ سے خالی نہیں۔	۱۰
۱۱	قرآت و روایات و طُرُق کا فرق	۱۰
۱۲	اختلافِ واجب اور جائز کا فرق	۱۰
۱۳	دوسری فصل افراد و جمع قرآت میں	۱۰
۱۴	جمع کی کیفیت میں تین مذہب ہیں	۱۲
۱۵	تیسری فصل قرآن اور اس کے خادموں کے فضائل میں	۱۳
۱۶	چوتھی فصل قرأت کا مدار نقل پر ہے	۱۴
۱۷	پانچویں فصل صاحب اختیار ائمہ	۱۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۸	چھٹی فصل ضابطۂ قرآت یعنی صحیح اور شاذ قراءۃ کے معلوم کرنے کا طریقہ۔	۱۶
۱۹	ضابطے کے تینوں رکنوں کی مزید توضیح پہلا رکن نحوی وجہ کی موافقت	۱۷
۲۰	دوسرا رکن رسم کی موافقت	۱۸
۲۱	صحابہ کی تعریف کے بارہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کا کلام	۱۹
۲۲	اسی رسم کے بارہ میں تین عجیب و غریب فوائد	۱۹
۲۳	رسم کے جملہ تغیرات ان چھ چیزوں میں منحصر ہیں	۲۲
۲۴	تیسرا رکن قراءۃ کا صحیح اور متصل سند سے ثابت ہونا	۲۲
۲۵	ساتویں فصل خلطِ روایات و طُرُق یعنی ایک قراءۃ پڑھتے ہوئے دوسری کے پڑھ دینے کا حکم۔	۲۵
۲۶	آٹھویں فصل قرآن کے سات حروف پر نازل ہونے کی حدیث اور اس میں دس بحثیں ہیں۔	۲۶
۲۷	اوّل سات حروف پر نازل ہونے کا سبب امت کو آسانی اور وسعت دینا ہے۔	۲۷
۲۸	دوم حروف کے معنیٰ	۲۸
۲۹	سوم سات حروف کا مقصد	۲۹
۳۰	چہارم اس کی وجہ کہ سات ہی حروف پر کیوں نازل ہوا	۳۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	کم یا زیادہ پر کیوں نہیں ہوا۔	
۲۱	پنجم۔ آیا سات حروف کے اختلاف سے کچھ احکام اور علمی فوائد بھی نکلتے ہیں۔	۳۱
۲۲	ششم۔ سات حروف کے کے معنیٰ ہیں۔	۳۲
۲۳	ہفتم۔ آیا یہ ساتوں حروف قرآن میں متفرق اور پھیلے ہوئے ہیں	۳۲
۲۴	ہشتم۔ آیا عثمانی مصاحف میں ساتوں حروف ہیں۔	۳۳
۲۵	نہم۔ جو قرآآت اس وقت پڑھی جاتی ہیں آیا وہ سات حروف کا کل ہیں یا بعض۔	۳۳
۲۶	دہم۔ قرآآت کے اختلاف کی حقیقت اور اس کے فوائد	۳۴
۲۷	مصداق کے متعدد رہنے اور بدل جانے کے لحاظ سے اختلاف کی قسمیں	۳۵
۲۸	نویں فصل سات احرف سے قرآآت سبعہ مراد نہیں۔	۳۸
۲۹	دسویں فصل سبعہ کے بعد کی تین قراءتیں شاذ نہیں۔	۳۹
۴۰	گیارھویں فصل قرآآت سبعہ تیسیر و شاطبیہ اور تبصرہ و عنوان وغیرہ میں منحصر نہیں ہیں۔	۴۱
۴۱	بارھویں فصل فن قرآآت کے مصنفین اور ان کی تصنیفات	۴۳
۴۲	تیسری صدی اس میں سات (۷) کتابیں لکھی گئیں۔	۴۳
۴۳	چوتھی صدی اس میں پچیس (۲۵) کتابیں لکھی گئیں۔	۴۳
۴۴	پانچویں صدی اس میں چون (۵۴) کتابیں لکھی گئیں۔	۴۴
۴۵	چھٹی صدی اس میں تیس (۳۰) کتابیں لکھی گئیں۔	۴۵
۴۶	ساتویں صدی اس میں تیس (۳۰) کتابیں لکھی گئیں۔	۴۶
۴۷	آٹھویں صدی اس میں اکیاون (۵۱) کتابیں لکھی گئیں۔	۴۷
۴۸	نویں صدی اس میں چھتیس (۳۶) کتابیں لکھی گئیں۔	۴۸
۴۹	دسویں صدی اس میں مصر کے علماء نے پندرہ (۱۵) کتابیں لکھیں۔	۴۹
۵۰	گیارھویں صدی اس میں دو (۲) کتابیں لکھی گئیں۔	۵۰
۵۱	بارھویں صدی اس میں صرف دو (۲) لیکن معتبر اور معتدبہ کتابیں تصنیف ہوئیں۔	۵۰
۵۲	تیرھویں صدی اس میں تین (۳) کتابیں تصنیف ہوئیں۔	۵۰
۵۳	چودھویں صدی اس میں ایک سو چھیالیس (۱۴۶) کتابیں تصنیف ہوئیں	۵۰
۵۴	تتمہ ان فقہی مسائل میں جو تجوید و قرآآت سے متعلق ہیں۔	۶۲
۵۵	ناظم یعنی علامہ شاطبی کے مختصر حالات	۶۴
۵۶	قصیدۂ لامیہ یعنی شاطبیہ کا دیباچہ	۱
۵۷	بسم اللہ ۔ درود ۔ حمد ۔	۰
۵۸	مصیبت کا علاج	۳
۵۹	حمد و صلوٰۃ کے بعد قرآن مجید اور قراء کے فضائل۔	۵
۶۰	قاری کے فضائل اور اس کے لئے بشارت۔	۷
۶۱	قرآن مجید کے فضائل کی طرف رجوع۔	۱۰
۶۲	قبر کے ہولناک منظر میں قرآن مجید کی روشنی۔	۱۳
۶۳	فضائل قرآن پر تفریع۔	۱۵
۶۴	قراءت کے علماء کی تعریف اور محسن شناسی اور شکر گزاری کے طور پر ان کے لئے دعا۔	۲۰
۶۵	سات قاریوں اور ان کے چودہ (۱۴) راویوں کا بیان جن کی مجموعی تعداد اکیس (۲۱) ہے۔	۲۶
۶۶	قراء کے عربی یا عجمی النسل ہونے کا بیان۔	۳۸
۶۷	ان چودہ (۱۴) راویوں کے طرق کا اجمالی بیان۔	۳۹
۶۸	وہ رموز و اصطلاحات جو قصیدہ میں استعمال کی گئی ہیں	۴۲
۶۹	رموز کے استعمال کے متعلق مفید ترین فوائد۔	۴۳
۷۰	اضداد کا بیان	۵۳
۷۱	ضدوں کی مثالیں	۵۳
۷۲	تحریک کے متعلق ابوشامہ کی مفید اور عجیب تحقیق	۶۰
۷۳	اس اصطلاح کے فائدہ کی مزید وضاحت	۶۲
۷۴	نہایت مفید و ضروری تنبیہات	۶۳
۷۵	باب اطلاق یا ایک بلیغ اور نہایت مختصر اصطلاح	۶۵
۷۶	قصیدہ کی تعریف	۶۹
۷۷	طلباء اور سالکین کی اصلاح اور ان کے لئے عمدہ اور مفید نصیحتیں۔	۷۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۷۸	پہلا باب: اعوذ پڑھنے کے بیان میں -	۹۰
۷۹	دوسرا باب: بسم اللہ کے بیان میں -	۹۸
۸۰	سورۃ اُمّ القرآن - یعنی سورۃ فاتحہ -	۱۰۷
۸۱	اس میم جمع کا حکم جس کے بعد ساکن ہو -	۱۱۳
۸۲	تیسرا باب: ادغام کبیر کے بیان میں -	۱۱۶
۸۳	ایک کلمہ کے مثلین کا ادغام	۱۱۸
۸۴	دو کلموں کے مثلین کا ادغام	۱۱۹
۸۵	ادغام کے چار موانع -	۱۲۰
۸۶	ال کی تعلیل کا بیان -	۱۲۵
۸۷	مذکورہ بالا علت پر نقض	۱۲۶
۸۸	چوتھا باب - ان دو حرفوں کے ادغام کے بیان میں جو مخرج اور صفت کے اعتبار سے قریب قریب ہوں اور یہ ایک کلمہ میں بھی ہوتے ہیں اور دو کلموں میں بھی	۱۳۰
۸۹	ایک کلمہ کے متقاربین کا بیان -	۱۳۰
۹۰	دو کلموں کے متقاربین کا بیان -	۱۳۲
۹۱	ادغام متقاربین کے چار موانع	۱۳۴
۹۲	ان حروف کی تفصیل جن جن میں ان سولہ حرفوں کا ادغام ہوتا ہے -	۱۳۵
۹۳	پہلی تنبیہ	۱۴۵
۹۴	دوسری تنبیہ	۱۴۶
۹۵	تیسری تنبیہ	۱۴۷
۹۶	پانچواں باب: واحد مذکر غائب کی ضمیر کے صلہ اور عدم صلہ اور سکون کے بیان میں -	۱۵۰
۹۷	چھٹا باب. مد اور قصر کے بیان میں -	۱۶۱
۹۸	پہلے سبب یعنی ہمزۂ متصل کا بیان -	۱۶۲
۹۹	دوسرے سبب یعنی ہمزۂ منفصل کا بیان -	۱۶۲
۱۰۰	مدّ متصل و منفصل کی مثالیں	۱۶۳
۱۰۱	تیسرے سبب ہمزۂ مقدم یعنی مدّ بدل کا بیان	۱۶۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۰۲	مد کے چوتھے اور پانچویں سبب سکونِ لازم و سکونِ عارض کا بیان -	۱۷۲
۱۰۳	مقطعات کا مد -	۱۷۳
۱۰۴	مد حروفِ لین	۱۷۷
۱۰۵	ساتواں باب: ان دو ہمزوں کے احکام کے بیان میں جو ایک کلمہ میں جمع ہو رہے ہوں -	۱۸۲
۱۰۶	دوسرے ہمزہ کی تسہیل -	۱۸۳
۱۰۷	دوسرے ہمزہ کا الف سے ابدال	۱۸۳
۱۰۸	مفتوحتین کے وہ پانچ کلمات جن کو اپنی اصل کے خلاف بعض نے ایک ہمزہ سے پڑھا ہے اور دو ہمزوں والوں میں سے تحقیق والوں نے بھی تسہیل کی ہے -	۱۸۶
۱۰۹	دو متحرک ہمزوں کی دوسری قسم جس میں پہلا استفہامی اور دوسرا وصلی ہو -	۱۹۰
۱۱۰	دو قطعی ہمزوں کے جمع ہونے کی تین قسمیں اور ان کی مثالیں اور یہ ادخال کے مسئلہ کی تمہید ہے -	۱۹۳
۱۱۱	تیسری قسم فتحہ اور ضمہ والی دو ہمزوں کے درمیان ادخال کا بیان -	۱۹۴
۱۱۲	ادخال و تسہیل اور قراآت کی تفصیل -	۱۹۶
۱۱۳	آٹھواں باب: دو کلموں کے دو ہمزوں کے بیان میں -	۱۹۸
۱۱۴	پہلی صورت یکساں حرکت والی ہمزوں کی تین قسمیں پہلے ہمزہ کی تخفیف -	۱۹۹
۱۱۵	یکساں حرکت والے ہمزوں کی تینوں قسموں میں دوسرے ہمزہ کی تخفیف -	۲۰۲
۱۱۶	دوسری صورت مختلفتین دو طرح کی حرکت والے دو ہمزوں کی پانچ قسمیں اور پانچوں میں دوسرے کی تخفیف -	۲۰۵
۱۱۷	ابدال و تسہیل کی تعریف -	۲۰۷
۱۱۸	نواں باب: اس اکیلے ہمزہ کے بیان میں جس کے	۲۱۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	ساتھ دوسرا ہمزہ نہ ہو	
۱۱۹	ابدال کے بارہ میں سوسی کا قاعدہ	۲۱۱
۱۲۰	دسواں باب: ہمزہ کی حرکت اس سے پہلے ساکن کی طرف نقل کرنے اور اس ساکن پر سکتہ کرنے کے بیان میں۔	۲۱۸
۱۲۱	لام تعریف کی طرف نقل کرنے کی صورت میں ہمزۂ وصل یا لام سے ابتدا کرنے کا بیان۔	۲۲۵
۱۲۲	گیارھواں باب ہشام اور حمزہ کے اس مذہب کے بیان میں جو ہمزہ پر وقف کرنے کے بارہ میں ہے۔	۲۲۹
۱۲۳	پہلی قسم ہمزہ ساکنہ اور اس کی چھ شاخیں ہیں۔	۲۳۱
۱۲۴	دوسری قسم ہمزۂ متحرک جس سے پہلا حرف ساکن ہو اور اس کی بارہ شاخیں ہیں۔	۲۳۴
۱۲۵	تیسری قسم وہ ہمزہ جو خود بھی متحرک ہو اور اس سے پہلے حرف پر بھی حرکت ہو اور اس کی نو شاخیں ہیں۔	۲۳۸
۱۲۶	تخفیفِ قیاسی متفق علیہ کی ساتوں صورتوں سے فارغ ہونے کے بعد اس کے متعلق دو تنبیہیں اور رسمی تخفیف اور تخفیفِ قیاسی مختلف فیہ کی ایک صورت	۲۴۳
۱۲۷	رسمی تخفیف کی کیفیت اور تخفیف قیاسی مختلف فیہ کی پہلی قسم	۲۴۴
۱۲۸	رسمی تخفیف	۲۴۵
۱۲۹	فائدہ نمبر۱: فَتَی الیٰ بِالیٰ والے شعر کے متعلق چند ضروری وضاحتیں	۲۴۶
۱۳۰	فائدہ نمبر۲: جلیلہ ہمزہ کی رسم کے قواعد میں	۲۴۷
۱۳۱	فائدہ نمبر۳: ہمزہ ساکنہ کے بیان میں	۲۴۸
۱۳۲	فائدہ نمبر۴: اس ہمزہ کے بیان میں جو الف کے سوا کسی اور ساکن کے بعد ہو۔	۲۴۹
۱۳۳	فائدہ نمبر۵: الف کے بعد ہمزہ متوسط بنفسہٖ کے بیان میں۔	۲۴۹
۱۳۴	فائدہ نمبر۶: الف کے بعد متطرفہ کے بیان میں۔	۲۵۰
۱۳۵	فائدہ نمبر۷: اس ہمزہ متطرفہ میں جو زبر کے بعد حرکت والا ہو۔	۲۵۰
۱۳۶	فائدہ نمبر۸: اس ہمزۂ متوسط میں جو حرکت کے بعد حرکت والا ہو۔	۲۵۱
۱۳۷	متوسط بزائدہ۔	۲۵۳
۱۳۸	ان زائد حروف کی مثالیں جن کی بنا پر ہمزہ متوسط بزائدہ بن جاتا ہے۔	۲۵۳
۱۳۹	فائدہ نمبر۹: متوسط بزائدہ بھی چند کلمات میں قیاس کے خلاف لکھا ہوا ہے۔	۲۵۴
۱۴۰	اشمام و روم وقفی کے جائز و ناجائز ہونے کے موقعوں کا بیان۔	۲۵۷
۱۴۱	تخفیفِ قیاسی مختلف فیہ کی دوسری قسم یعنی واو یائے زائدہ کی طرح اصلیہ کے بعد کے ہمزہ میں بھی ابدال و ادغام۔	۲۵۹
۱۴۲	تخفیفِ قیاسی مختلف فیہ کی تیسری قسم تسہیل مع الروم	۲۵۹
۱۴۳	تتمہ۔ تسہیل مع الروم کے بارہ میں دو مذہبوں کا رد جن میں سے اول پر تینوں حرکتوں میں ناجائز اور دوم پر تینوں میں جائز ہے۔	۲۶۰
۱۴۴	بارھواں باب: اظہار اور ادغام صغیر کے بیان میں۔	۲۶۹
۱۴۵	ایک نئی اصطلاح کا بیان	۲۷۰
۱۴۶	اِذْ کی ذال کا بیان۔	۲۷۲
۱۴۷	قَدْ کی دال کا بیان۔	۲۷۵
۱۴۸	تانیث کی تا کا بیان۔	۲۷۸
۱۴۹	ھَلْ اور بَلْ کے لام کا بیان۔	۲۸۱
۱۵۰	تیرھواں باب: اِذْ اور قَدْ اور تانیث کی تا اور ھَلْ اور بَلْ کے لام کے اس ادغام کے بیان میں جس پر سب کا اتفاق ہے۔	۲۸۴
۱۵۱	چودھواں باب: ان حروف کے ادغام کے بیان میں جن کے مخرج قریب قریب ہیں۔	۲۸۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
152	ادغام کا بیان جس کی ضد اظہار ہے۔	289
153	اظہار کا بیان جس کی ضد ادغام ہے۔	292
154	پندرھواں باب: نون ساکن اور تنوین کے احکام کے بیان میں۔	298
155	سولھواں باب: فتح اور امالہ محضہ اور امالہ بین بین کے بیان میں	303
156	فائدہ ۱: فتح و امالہ سے متعلق چند بنیادی معلومات	304
157	فائدہ ۲: امالہ کے بارہ اسباب میں	305
158	ان بارہ اسباب میں سے نمبر ایک اور نمبر دو اور پانچ کی مزید تفصیل۔	306
159	فائدہ ۳: امالہ کی وجوہ میں۔	306
160	امالہ بوجہ یا حمزہ اور کسائی دونوں کے امالہ کا بیان۔	307
161	کلمہ کے یائی اور واوی ہونے کی پہچان۔	307
162	ذوات الیاء کی مثالیں۔	308
163	صرف نہ جاننے والوں کی رعایت سے تانیث کے الف کے موقعوں کی توضیح۔	308
164	وہ سولہ کلمات جن میں صرف کسائی کے لئے امالہ ہے حمزہ کیلئے نہیں۔	315
165	وہ پانچ واوی کلمات جن میں حمزہ اور کسائی دونوں کے لئے امالہ ہے۔	320
166	وہ پانچ کلمات جن میں کسائی کے دوری کے لئے امالہ ہے حمزہ اور ابو الحارث کے لئے نہیں۔	321
167	وہ گیارہ سورتیں جن کی آیات کے آخری الفاظ میں حمزہ اور کسائی دونوں کے لئے امالہ ہے۔	321
168	وہ کلمات جن میں حمزہ اور کسائی کے ساتھ اوروں نے بھی امالہ کیا ہے۔	324
169	وہ قسم جس کے امالہ میں حمزہ اور کسائی کے ساتھ ابوعمرو نے بھی شرکت کی ہے۔	327
170	ورش کی تقلیل کا قاعدہ۔	332
171	ابوعمرو کی تقلیل کا قاعدہ	339
172	وہ چار کلمات جن میں ابوعمرو کے دوری ہی کے لئے تقلیل ہے۔	341
173	ثلاثی مجرد کے دس افعال جن میں حمزہ نے اور بعض میں ان کے ساتھ اوروں نے بھی امالہ کیا ہے۔	342
174	امالہ بوجہ کسرہ یہ الف کے بعد آتا ہے رائے ہو خواہ کسی اور حرف پر اور یہ امالہ کا دوسرا سبب ہے۔	344
175	فائدہ ۱: اس قسم میں سے مختلف کلمات کے متعلق مفید فوائد	346
176	فائدہ ۲: علی قاری کی شرح سے اس قاعدہ کی گیارہ شرطیں اور ان کے فوائد	347
177	ان دونوں کلمات کے امالہ کی چھ شرطیں اور ان کے فوائد	349
178	اس الف کا امالہ جو دو راؤں کے درمیان ہو۔	350
179	وہ بارہ کلمات جن میں صرف کسائی کے دوری کے لئے امالہ محضہ ہے۔	352
180	وہ چھ کلمات جن میں ابن ذکوان کے لئے امالہ ہے۔	354
181	پہلی تنبیہ۔	356
182	دوسری تنبیہ۔	358
183	ساکن منفصل کے بعد ساکن متصل کے نحوی حکم میں۔	360
184	سترھواں باب: تانیث کی ھا میں وقفاً امالہ کرنے کے بارہ میں کسائی کے مذہب کے بیان میں۔	364
185	اٹھارھواں باب: قراء کے ان قواعد کے بیان میں	372
186	جو راءات کے پُر اور باریک پڑھنے کے بارہ میں ہیں ورش کے قواعد	
187	ذکراً کے وزن والی وہ قسم جس کی راء میں تفخیم و ترقیق دونوں ہیں لیکن پُر پڑھنا اولیٰ ہے۔	375
188	مذکورہ بالا قاعدہ کی شرطیں اور اس کے فوائد۔	378
189	یا کی سات شرطیں اور ان کے فوائد۔	378
190	کسرہ کی شرطیں اور ان کے فوائد۔	378

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۹۱	تین اجماعی قواعد - پہلا قاعدہ	۳۸۴
۱۹۲	دوسرا قاعدہ -	۳۸۵
۱۹۳	تیسرا قاعدہ -	۳۸۵
۱۹۴	جو قاعدہ ائمہ سے منقول ہو اس پر قیاس کر کے محض رائے سے دوسرا کلیہ قاعدہ بنا لینے کا رد -	۳۸۹
۱۹۵	وقف والی را کے باریک اور پُر پڑھنے کا قاعدہ -	۳۹۲
۱۹۶	انیسواں باب: لام کے پُر اور باریک پڑھنے کے بیان میں -	۳۹۶
۱۹۷	ان تینوں حروف کی شرطیں -	۳۹۷
۱۹۸	وہ چار صورتیں جن میں لام میں دونوں وجوہ ہیں اور پہلی تین میں دونوں مساوی اور چوتھی میں ترقیق افضل بلکہ صرف وہی صحیح ہے -	۳۹۸
۱۹۹	بیسواں باب: کلمات کے آخر پر سکون و روم و اشمام سے وقف کرنے کے بیان میں -	۴۰۴
۲۰۰	روم کی تعریف -	۴۰۷
۲۰۱	اشمام کی تعریف -	۴۰۷
۲۰۲	روم کی قیود کے فوائد -	۴۰۹
۲۰۳	اشمام کی قیود کے فوائد -	۴۱۰
۲۰۴	وہ پانچ صورتیں جن میں روم و اشمام بالاتفاق ناجائز ہیں -	۴۱۱
۲۰۵	ضمیر کی ہا کی وہ چار صورتیں جن میں اکثر کے قول پر روم و اشمام منع اور بعض کے قول پر جائز ہیں	۴۱۱
۲۰۶	تانیث کی ہا کی قیود اور ان کے فوائد -	۴۱۴
۲۰۷	وقف کے اجماعی احکام -	۴۱۷
۲۰۸	وقف کے اختلافی احکام -	۴۱۷
۲۰۹	اکیسواں باب: رسم الخط کے موافق وقف کرنے کے بیان میں -	۴۲۲
۲۱۰	رسم کی اختلافی موافقت کا بیان -	۴۲۵
۲۱۱	ابدال -	۴۲۵
۲۱۲	تائے مجرورہ کے وہ پانچ کلمات جن میں بعض نے اس کلیہ کے خلاف وقف کیا ہے جو ابھی شعر میں بیان ہوا ہے -	۴۲۶
۲۱۳	تائے مجرورہ کے جو پانچ کلمات کلیہ کے خلاف ہیں ان میں کا پانچواں کلمہ اور حذف یعنی کسی حرف کا کم کر دینا -	۴۲۶
۲۱۴	فصل یا قطع یعنی جو کلمہ رسم میں دوسرے سے متصل ہو اس کو وقفاً جدا کر دینا -	۴۲۸
۲۱۵	زیادت یا اثبات یعنی کلمہ کے آخر میں وقفاً کوئی حرف زیادہ کر دینا -	۴۳۰
۲۱۶	فصل و قطع ایضاً	۴۳۲
۲۱۷	وصل یعنی جو کلمہ رسماً دوسرے سے جدا ہو اس کو وقفاً متصل کر دینا -	۴۳۴
۲۱۸	اثبات ایضاً	۴۳۵
۲۱۹	رسم کی اجماعی موافقت کا بیان -	۴۳۶
۲۲۰	الف مدہ کا بیان	۴۳۶
۲۲۱	یائے مدہ کا بیان	۴۳۷
۲۲۲	واؤ مدہ کا بیان	۴۳۸
۲۲۳	دوسری بحث مقطوع و موصول کلمات پر وقف کرنے کے بیان میں -	۴۳۸
۲۲۴	فائدہ عجیبہ ملا علی قاری کی علمی تحقیقات میں -	۴۴۰
۲۲۵	وقف کی اجماعی صورتیں -	۴۴۱
۲۲۶	تیقظ اور بیداری پیدا کرنے کی غرض سے علماء کی چند لغزشوں کا ذکر -	۴۴۲
۲۲۷	بائیسواں باب: قراء کے ان قواعد میں جو اضافت کی یا کے (فتحہ اور سکون) کے بارہ میں ہیں -	۴۴۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۲۸	اضافت کی یا کی حقیقت	۴۴۵
۲۲۹	اضافت کی یا کی علامت	۴۴۶
۲۳۰	تعریف اور علامت کے بعد مقصود کا بیان۔	۴۴۷
۲۳۱	پہلی قسم وہ ننانوے ۹۹ یا آت جن کے بعد فتحہ والا ہمزۂ قطعی ہو۔	۴۴۹
۲۳۲	وہ چار یا آت جن میں سب کیلئے سکون ہے اور یہ ان ننانوے ۹۹ کے علاوہ ہیں۔	۴۵۰
۲۳۳	پہلی قسم وہ چوبیس ۲۴ یا آت جن کو سَمَا والوں میں سے بھی بعض نے اپنے قاعدہ کے خلاف ساکن پڑھا ہے۔	۴۵۱
۲۳۴	پہلی قسم وہ دس ۱۰ یا آت جن کے فتحہ میں سَمَا والوں کے ساتھ دوسرے بعض حضرات بھی شامل ہیں اور گیارھویں وہ یا جس میں ان تینوں میں سے ابن کثیر کے لئے دونوں وجوہ ہیں۔	۴۵۳
۲۳۵	دوسری قسم وہ باون ۵۲ یا آت جن کے بعد کسرہ والا ہمزۂ قطعی ہو۔	۴۵۷
۲۳۶	باون میں سے وہ پچیس ۲۵ یا آت جو نافع اور ابوعمرو کے فتحہ کے عام قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں اول وہ آٹھ یا آت جن میں صرف نافع کے لئے فتحہ ہے۔	۴۵۸
۲۳۷	وہ نو یا آت جن میں سب کے لئے سکون ہے۔	۴۵۹
۲۳۸	تیسری قسم وہ دس یا آت جن کے بعد ضمہ والا ہمزۂ قطعی ہو۔	۴۵۹
۲۳۹	چوتھی قسم وہ چودہ ۱۴ یا آت جن کے بعد ہمزۂ وصلی مع لام ہے۔	۴۶۱
۲۴۰	اس قسم میں سے جن یا آت میں اختلاف ہے ان کا شمار۔	۴۶۱
۲۴۱	پانچویں قسم ان سات ۷ یا آت میں جن کے بعد ہمزۂ وصلی بلا لام ہے۔	۴۶۳
۲۴۲	چھٹی قسم وہ تیس ۳۰ یا آت جن کے بعد ہمزہ کے سوا دوسرے حروف آرہے ہیں۔	۴۶۵
۲۴۳	تیئسواں ۲۳ باب: قراء کے ان قواعد میں جو یا آتِ زوائد کے اثبات و حذف کے بارہ میں ہیں۔	۴۷۱
۲۴۴	وہ قراء جو ان یا آت کو وصل و وقف دونوں حالتوں میں ثابت رکھتے ہیں۔	۴۷۲
۲۴۵	وہ چار قراء جو ان یا آت کو صرف وصل میں ثابت رکھتے ہیں	۴۷۲
۲۴۶	ان باسٹھ ۶۲ یا آت کی تفصیل۔	۴۷۵
۲۴۷	باسٹھ ۶۲ میں سے وہ انیس ۱۹ یا آت جن میں صرف ورش کیلئے وصلاً اثبات ہے۔	۴۸۲
۲۴۸	آخری خطبہ از مؤلف۔	۴۹۱

فہرست ضمیمہ شرح شاطبیہ

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۴۹	ترجمۂ امام شاطبی رح	۴۹۲
۲۵۰	قصیدہ کے اوزان	۴۹۶
۲۵۱	اترج اور ترنجبین کی نفیس بحث	۵۰۲
۲۵۲	اَل کی وقفی تخفیف کی تحقیق و بحث	۵۰۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعارفِ شارح و مؤلف عنایاتِ رحمانی

امام القراء، اسوۃ الصلحاء احقر مولانا المقری قاری فتح محمد بن محمد اسمٰعیل ادام اللہ برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

(۱) **قدرت کا عجیب نمونہ اور خاص نشانِ قدرت** یہ ہے کہ امام شاطبیؒ کی طرح شارح شاطبی بھی ظاہری بصارت سے محروم ہیں مگر اس کے باوجود دونوں ہی حضرات باطنی بصیرت، روحانی مراتبِ قرب، ولایت و معرفتِ خداوندی، نسبت و تعلق مع اللہ کی دولتوں سے بھرپور اور خوب ہی خوب مالا مال ہیں۔ یہ خاص عطیۂ خداوندی ہے جو دونوں حضرات کے درجات کی یکسانی و ہم آہنگی اور بارگاہِ خداوندی میں دونوں ہی کی مقبولیت و مقربیت کی کھلی دلیل و نشانی ہے۔ واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ (از محمد طاہر رحیمی)

(۲) آپ اپنے زمانے کے ماہر تجوید و قراءات، جامع طرق و روایات اور قصیدۂ شاطبیہ مشتمل بر ۱۱۷۳ اشعار، درّہ ۲۴۲، طیبہ ...، نظم احکام قولہ تعالیٰ آلٓنٰ ۴۷، الفوائد المعتبرہ ۵۷، ناظمۃ الزہر ۲۹۷، قصیدہ رائیہ ۲۹۸، مقدمہ جزریہ ۱۰۹، تحفہ ۶۱ ان نو نظموں کے جیّد حافظ اور عالم باعمل اور صاحبِ باطن بزرگ ہیں۔

آپ کا اسم مبارک **فتح محمدؒ** اور والد کا نام محمد اسمٰعیلؒ ہے۔

آپ کا وطن مألوف پانی پت ہے جو ایک طویل عرصہ تک بہت سے علوم بالخصوص حفظِ قرآن، تجوید و قراءۃ اور حدیث و تفسیر کا مرکز رہا ہے ___ ۱۳۲۲ھ کے وسط میں پیدا ہوئے۔ اپنی عمر میں سے ابھی ایک سال چھ ماہ ہی طے کرنے پائے تھے کہ نابینا ہو گئے ___ اسی حالت میں پانچ سال کی عمر میں آپ نے ایک استانی صاحبہ کے پاس حفظ شروع کیا ___ ستائیس ۲۷ پارے حفظ ہوئے تھے کہ آپ کے ساتھی جو آپ کو سبق یاد کرایا کرتے تھے، اس درس گاہ کو چھوڑ کر مدرسہ اشرفیہ میں حضرت قاری شیر محمد خاں صاحب مرحوم کی خدمت میں چلے گئے "مجبوراً" آپ کو بھی جانا پڑا۔ وہاں داخل ہو کر آپ نے پہلے وہ رہے ہوئے پارے پورے کیے، پھر دوبارہ باتجوید شروع کیا اور تمام قرآن بالتجوید یاد کیا اور حفظ میں بحمدہ تعالیٰ ایسا کمال حاصل کیا کہ کوئی صاحب کسی سورت یا رکوع کے آخر کی طرف سے سننا چاہتے تو اس طرح سنا دیتے کہ سب سے پہلے رکوع کی آخری آیت پڑھتے پھر اس سے اوپر والی، پھر اس سے اوپر والی۔ اسی طرح رکوع کی شروع والی آیت تک پڑھتے اور پڑھنے میں لا والی اور بغیر لا والی تمام آیات کی ترتیب کا پورا پورا لحاظ رکھتے۔ غرض جس طرح کسی رکوع کو شروع کی طرف سے بلا تکلف پڑھتے تھے، اسی طرح آخر کی طرف سے پڑھنے میں بھی آپ کو تکلف پیش نہیں آتا تھا۔ بعد میں آپ کے شیخ نے اس طرح پڑھنے سے آپ کو منع فرما دیا تھا۔

اور یہ تو قریب زمانے ہی کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ پورے قرآن پاک کے رؤسِ آیات (آیات کے ختم والے کلمات) اس طرح سنائے تھے کہ بغیر پوری آیت پڑھے صرف رأس آیت پڑھتے تھے اور آپ کو اس میں ذرا بھی رکاوٹ اور جھجک نہ ہوتی تھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلکہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا آپ مسلسل قرآن پاک پڑھ رہے ہیں۔
اور یہ سُنانا اِس غرض سے تھا کہ یہ معلوم کرلیں کہ رؤس آیات کے جو مواقع میرے علم میں ہیں آیا قرآنوں میں انہی موقعوں میں گول نشانات ہیں یا کسی جگہ فرق ہے۔
حفظ سے فارغ ہوتے ہی اپنے شفیق استاذ کے زیر سایہ پڑھانا شروع کر دیا تھا۔ کچھ وقت کے لئے آپ مدرسہ عربیہ گنبذان میں تشریف لے جاتے، اور فارسی و عربی کی تعلیم حاصل کرتے۔ اس سے کچھ وقت فارغ ہوتا تو پانی پت کے مایۂ ناز سیّد القراء حضرت مولانا قاری ابو محمد محی الاسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور تجوید وقراءۃ کی تعلیم حاصل کرتے اس میں بھی آپ کو حق تعالیٰ شانہٗ نے ایسا کمال عطا فرمایا کہ خود شیخ موصوف آپکی تعریف فرماتے۔
ایک موقعہ پر جمعہ کا دن تھا اور دہلی کی جامع مسجد میں ایک بڑا اجتماع تھا جس میں آپ بھی تھے اور آپ کے شیخ موصوف بھی تشریف رکھتے تھے تو حضرت شیخ نے اثنائے گفتگو میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ امام جماعت تبلیغی سے آپ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ "اس نے پورا قرآن حرفاً حرفاً مجھ سے پڑھا ہے اور اب مجھ سے بہت آگے بڑھ گیا ہے۔"
اس پر جناب شیخ التبلیغ نے فرمایا کہ "نہیں حضرت اُستاذ تو اُستاذ ہی ہوتے ہیں۔"
آپ کی قراءۃ تصنیع وتطنین، ترعید وترقیص، تطویل وتعجیل، زمزمہ وصرصرہ، تصنّع اور تکلّف سے بالاتر، نہایت حسین و دلکش، خوف وعظمتِ الٰہی سے بھرپور اور قلوب کو بے حد متاثر کرنے والی ہے۔
حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک بار آپ نے قرآن پاک پڑھا تو حضرت والا نے بہت تعریف فرمائی، نیز فرمایا کہ پہلے تو کانوں ہی سے کام لیتا رہا اور پھر آنکھوں سے بھی کام لیا اور دیکھا کہ چہرے پر کوئی تغیر نہیں تھا۔ (واضح ہو کہ حضرت تھانوی حضرت شیخ القراء جناب قاری محمد عبداللہ صاحب مہاجر مکی کے مخصوص شاگرد اور تمام علوم میں ماہر اور اللہ تعالیٰ کے کامل ولی تھے)۔
۱۳۴۶ھ میں آپ نے شیخ القراء حضرت مولانا قاری ابو محمد محی الاسلام صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ہاں سے سند اور اجازت حاصل کی ——— پھر باقی علوم کی تکمیل کی غرض سے آپ نے دارالعلوم دیوبند کا سفر اختیار کیا اور ۱۳۴۷ھ میں دورۂ حدیث مکمل کرکے وطن تشریف لائے ——— اور اپنے استاذ جناب قاری شیر محمد خاں صاحبؒ کے مدرسہ میں پہلے کی طرح باقاعدہ معلّم کی حیثیت سے پڑھانے لگے اور کم و بیش ۲۵ سال اس مدرسہ میں آپ نے قرآن پاک کی خدمت انجام دی اور یہ خدمت بتوفیقہٖ تعالیٰ چند ایام بہت ہی قلیل مشاہرہ کے ساتھ اور باقی تمام مدت بلا مشاہرہ نصیب ہوئی۔
۱۳۶۵ھ میں حج کو تشریف لے گئے۔ قیام حجاز کے زمانے میں شیخ القراء مدینہ حضرت مولانا الحافظ القاری "حسن" شاعر مصری ثم المدنی سے مسائل قراءۃ پر گفتگو ہوتی رہی، آپ کی علوِّ شان کی وجہ سے موصوف نے اپنے خلوص کے سبب آپکو "شیخ وقت" کے لقب سے یاد فرمایا ——— پھر ۱۳۶۶ھ کے ہنگامہ میں آپ کو پاکستان آنا پڑا اور یہاں پہنچ کر بھی بحمدہٖ تعالیٰ اسی طرح بلا معاوضہ خدمتِ قرآن میں مشغول ہیں، اور آج کل دارالعلوم ناتک واڑہ کراچی میں صدر مدرسی کے فرائض انجام دے رہے ہیں ..... اطال اللہ تعالیٰ عمرکم ومتعنا بطول بقائہٖ۔ آمین۔
آپ سے اتنی مخلوق نے فیض حاصل کیا کہ اس کا شمار اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

ف یہ کافی عرصہ پہلے کی بات ہے۔ اور اب بحمدہٖ تعالیٰ مدینہ منورہ میں مقیم ہیں۔ جہاں ہر ملک کے انسان آپ کے علوم و فیوض سے مستفیض ہو رہے ہیں — ۱۲ b

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی اثنا میں آپ نے شیخ القراء جناب قاری عبد المالک صاحب رحمہ اللہ اور دیگر حضرات کی خواہش پر دُرہؒ کی مکمل اور بےنظیر شرح فرمائی اور عقیلۃ اتراب القصائد معروف بہ قصیدہ رائیہ کی لاجواب شرح مسمّٰی بہ اسہل الموارد، عمدۃ المبانی فی اصلاح عدۃ من ابیات حرز الامانی، ترجمۃ الوجوہ المفسرہ۔ ترجمہ جزریہ، مفتاح الکمال شرح تحفۃ الاطفال، تسہیل القواعد وغیرہ متعدد کتب قلم بند فرمائیں۔ اور قصیدہ شاطبیہ (حرز الامانی) کی تین ضخیم جلدوں میں ایسی جامع شرح کی کہ ہماری نظر میں روئے زمین پر اس کی نظیر نہیں ——— حفظ و اتقان میں آپ بلاشبہ فائق الاقران ہیں۔

آپ کے حافظہ کا تھوڑا سا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مذکورۂ بالا قصائد کے علاوہ آپ کو قراآت عشرہ مع طرق کے ایسی یاد ہیں تحقیقاً، ترتیلاً اور تدویراً، حدراً ہر طرح ہر جگہ ہر حالت (نماز فرض نوافل میں) ہر وقت اور ہر مجلس میں پڑھ سکتے ہیں۔ اور متشابہ لگنا تو کجا، اختلافِ قراآت میں بھی ذرا تامل کی گنجائش نہیں حالانکہ اب عمر کا وہ حصّہ آچکا ہے جس میں عموماً لوگوں کا حافظہ کمزور ہو جایا کرتا ہے۔ اس پر اتفاق ہے کہ آپ عالم باعمل اور صاحبِ باطن بزرگ ہیں۔

تمام دینی امور کی انجام دہی میں آپ کو بحمدہٖ تعالیٰ ایک خاص مقام حاصل ہے، مثلاً نماز باجماعت ہی کے بارے میں آپ حضرات کا روزمرّہ کا مشاہدہ ہے کہ عوام تو عوام حتّٰی کہ بہت سے خواص بھی اس کا کوئی خاص اہتمام نہیں کرتے لیکن حضرت والا کو اس میں بھی یدِطولیٰ حاصل ہے، معذوری کے باوجود سفر و حضر کسی حالت میں بھی بحمدہٖ تعالیٰ آپ کی کوئی جماعت فوت نہیں ہوتی۔ احقر نے ایک طویل عرصہ موصوف کی خدمتِ عالی میں گزارا ہے اور اب بھی اکثر معیت حاصل رہتی ہے، لیکن میں نے کبھی بھی آپکو جماعت سے رہا ہوا نہیں دیکھا، بلکہ بارہا دیکھنے میں آیا ہے کہ بشری ضرورت کی بنا پر کبھی آپ کو تاخیر ہو بھی جاتی ہے اور اس بنا پر اپنی مسجد میں آپ کو جماعت نہیں ملتی تو دوسری مسجد میں تیسری مسجد میں، چوتھی میں، غرض جس مسجد میں بھی آپکو نماز باجماعت میسر آنے کی توقع اور اُمید ہوتی ہے وہاں تشریف لے جاتے ہیں۔ .... اور اگر اس کوشش اور جدوجہد کے باوجود بھی شہر میں آپ کو جماعت نہیں ملتی ہے تو شہر سے باہر کسی ایسی مسجد میں تشریف لے جاتے ہیں جہاں اذان و جماعت نہ ہوتی ہو۔ وہاں پہنچ کر آپ اس فریضہ کو پُورا فرماتے ہیں۔

اسی طرح باقی سنن و مستحبات و نوافل کا پُورا پُورا اہتمام ہے۔

آپ کو کسی وقت بھی کسی نے فارغ نہ دیکھا ہوگا، تمام وقت طلبہ کی تعلیم، نوافل، ذکر میں گزر جاتا ہے، اکثر روتے رہتے ہیں ——— اور اللہ کی یاد سے تو آپ کی زبان اتنی تر ہے کہ سوتے وقت بھی اکثر زبان اور ہونٹ متحرک رہتے ہیں ——— آپ کے پاس بیٹھنے والے تھوڑی دیر کی ہی مجلس میں اپنے اندر نمایاں فرق پاتے ہیں۔

دل سے دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ آپ کی جُملہ عبادات اور خدمات کو محض اپنے فضل سے قبول فرمائے اور آپ کے درجات عالیہ میں ترقی فرمائے اور آپ کو اسی طرح خلوص کے ساتھ خدمتِ دین فرماتے ہوئے تادیر بصحت و عافیت قائم رکھے اور ہم سب کو آپکا صحیح اتباع نصیب فرمائے ——— اٰمین یا ربّ العٰلمین،

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیّدنا و مولٰنا محمدٍ وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین :

از۔ ادنیٰ خوشہ چین حضرت والا مدظلہٗ رحیم بخش پانی پتی عفا اللہ عنہ مقیم مدرسہ خیر المدارس ملتان شہر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۳) آپ کی ذات "بڑے قاری صاحب" کے لقب سے معروف عام وخاص ہے۔ آپ بلا شبہ عالم اسلام کے بہترین اور علوم قراءۃ وتجوید کے سب سے ممتاز عالم ہیں، ان فنون میں آپ کو ایسی مہارت اور ملکہ حاصل ہے جس کی نظیر سلف وخلف میں بہت کم ملتی ہے ساتھ ہی، آپ بے مثال اور قابل رشک حافظہ کے مالک ہیں، آپ کا حافظہ منکرین حدیث کے خلاف حجت، اور برہان قاطع کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کو دیوبند میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے مؤطا امام مالک پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

اوریا ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ میں پانی پت ضلع کرنال میں آپ کی ولادت ہوئی ابھی ڈیڑھ سال ہی کے تھے کہ قضائے الٰہی سے نابینا ہوگئے، پانچ سال کی عمر میں ایک استانی امۃ اللہ مرحومہ کے ہاں قرآن کریم شروع کیا۔ ستائیس پارے حفظ کرنے کے بعد بعض وجوہات کی بناء پر مدرسہ اشرفیہ چلے آئے اور قاری شیر محمد خانؒ سے حفظ کی تکمیل کرنے کے بعد دوبارہ تجوید کے ساتھ قرآن حکیم پڑھا، اس کے بعد اپنے مشفق استاذ کے زیر سایہ اسی مدرسہ میں تدریس شروع کی ساتھ ہی مدرسہ "گنبدان" میں فارسی وعربی کی تعلیم حاصل کرنے جاتے نیز سید القراء مولانا ابو محمد محی الاسلامؒ سے تجوید وقرائت کی بھی تعلیم حاصل کرتے۔

۱۳۴۶ھ میں سید القراء سے سند اور اجازت حاصل کی، پھر تکمیل علوم کے لئے دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے، امتحان داخلہ حضرت مفتی صاحبؒ نے لیا، .... آپ کو اب تک امتحان داخلہ کے وقت حضرت مفتی صاحبؒ کے سوالات اور اپنے جوابات بخوبی یاد ہیں۔ ۱۳۴۷ھ میں دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ وطن واپس آکر دوبارہ اپنے استاذ قاری شیر محمد خاں صاحبؒ کی معیت میں تدریس شروع کی، اس مدرسہ میں تقریباً پچیس سال تک آپ قرآن پاک کی خدمت انجام دیتے رہے ۱۳۶۵ھ میں حج کی سعادت حاصل ہوئی، مدینہ منورہ میں شیخ القراء حافظ حسن الشاعر سے ملاقات ہوئی وہ آپ کی علمی قابلیت اور زبردست حافظہ سے بیحد متاثر ہوئے، بعد میں ۱۳۶۶ھ میں آپ پاکستان تشریف لے آئے، اور عرصہ دراز تک دار العلوم کراچی کے شعبۂ حفظ وتجوید کے سرپرست اور صدر مدرس رہے، اب چند سالوں سے آپ مدینہ منورہ ہجرت کر کے وہیں قیام پذیر ہیں۔

شروع میں حضرت تھانویؒ سے بیعت ہوئے ان کے بعد مفتی محمد حسن صاحب امرتسری خلیفۂ حضرت تھانویؒ وبانی جامعہ اشرفیہ لاہور سے بیعت ہوئے اور خلافت سے نوازے گئے۔ آج کل بہت سے طالبان حق آپ سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

آپ کی قوت حافظہ انتہائی مضبوط اور حیران کن ہے جس کا تھوڑا سا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کو قصیدۂ شاطبیہ کے ۱۱۷۳ طیبہ کے ۱۰۰۰، الفوائد المعتبرہ کے ۵۷، قصیدۂ رائیہ کے ۲۹۸ ناظمۃ الزہر کے ۲۹۷، دُرّہ کے ۲۴۰، مقدمہ جزریہ کے ۱۰۷؎ اور تحفہ کے ۶۱ اکسٹھ اشعار بالکل حفظ اور ازبر ہیں ان کے علاوہ بے شمار دعائیہ حمدیہ اور نعتیہ نظمیں اور احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ حفظ ہے نیز قرآت عشرہ مع طرق اس قدر پختہ یاد ہیں کہ تحقیقاً ترتیلاً تدویراً حدراً ہر طرح ہر جگہ سے ہر حالت میں اور ہر مجلس میں بلا تکلف پڑھ سکتے ہیں ہند وپاک کے ممتاز قراء آپ کے شاگرد ہیں قاری رحیم بخش پانی پتی جو خود تجوید وعلم قرأت کی بے شمار کتب کے مؤلف ہیں آپ کے شاگرد اور عقیدتمندوں میں داخل ہیں۔

آپ انتہائی متقی قائم اللیل اور صائم النہار بزرگ ہیں قرآن پاک کی خدمت کرنے کا جو بلند اور عظیم جذبہ قادر مطلق نے آپ کو عطا فرمایا ہے وہ شاذ ونادر ہی کسی کو نصیب ہوتا ہے، چنانچہ علم تجوید وقرأت میں آپ کی بہترین علمی تصانیف ہیں

؎ یہ شمار اس صورت میں ہے جبکہ پہلا شعر یقول راجی اور آخری شعر ابیاتہا قاف وذال شمار نہ کریں ورنہ مکمل شمار ایک سو نو ہے ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۔ عنایاتِ رحمانی جو "حرز الامانی" یعنی شاطبیہ کی شرح ہے اور بڑے سائز کی تین ضخیم جلدوں میں ہے اس پر حضرت مفتی صاحبؒ کے علاوہ علامہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مفتی محمد حسن امرتسریؒ، مولانا خیر محمد صاحبؒ جالندھری جیسے اجلۂ علماء کی تقاریظ موجود ہیں ۲۔ شرح درہ مکمل ۳۔ ترجمہ الوجوہ المسفرہ " ۴۔ ترجمہ جزریہ ۵۔ مفتاح الکمال شرح تحفۃ الاطفال ۶۔ اسہل الموارد شرح قصیدہ رائیہ ۷۔ تسہیل القواعد ۸۔ عمدۃ المبانی فی اصلاح عدۃ من ابیات حرز الامانی ۹۔ کاشف العسر شرح ناظمۃ الزہر مختصر یہ کہ دور حاضر میں آپ بلا شبہ آیۃ من آیات اللہ کی حیثیت رکھتے ہیں

مَتَّعَنَا اللّٰهُ بِطُوْلِ حَيَاتِهٖ

(از مولانا رشید اشرف صاحب استاذ دار العلوم کراچی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؁

(۴)

سالِ ولادت

١٣٢٢؁ھجری ، ١٩٠٤؁ء

از آیاتِ قرآنیہ / بشمول اوصافِ حمیدہ

حافظِ قراءاتِ عشرہ، اُستاذِ ذی، شیخ القرّاء قبلہ قاری فتح محمد صاحب پانی پتی دامت فیوضہم

١ ۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ۴۹/۱۰

(مسلمان توسب بھائی بھائی ہیں)

کُل اعداد ١٣٢٢ ——— سالِ ولادت ١٣٢٢؁ھجری

٢ ۔ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ ۵۶ ۷۷تا۷۹

(بیشک یہ قرآن ہے عزت والا لکھا ہوا ہے ایک پوشیدہ کتاب میں، اسکو وہی چھوتے ہیں جو پاک بنائے گئے ہیں)

کُل اعداد ١٩٠٤ ——— سالِ ولادت ١٩٠٤؁ء

٣ ۔ سالِ ولادت (۵۳۲) باحِلم (۸۱) پاک باطن (۸۵) واجب الادب (۵۰)

(شیخ القرّاء قبلہ قاری) فتح محمد صاحب پانی پتی (١١۵۶) (دامت فیوضہم)

کُل اعداد ١٩٠٤ ——— سالِ ولادت ١٩٠٤؁ء

نتیجۂ فکر :

قاری عبدالحلیم چشتی

کراچی ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرح شاطبیہ

تمہید

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی: اَمَّا بَعْد۔ چونکہ علم تجوید وعلم قراءت دونوں کا تعلق کلام الٰہی کے الفاظ کے ساتھ ہے۔ اس لئے یہ دونوں علم باقی تمام علوم سے افضل ترین علم ہیں۔ علم تجوید وہ علم ہے جس میں حروف کو صحت اور خوبصورتی سے پڑھنے کے قواعد بیان کئے جاتے ہیں اور علم قراءت اس علم کا نام ہے جس میں وہ الفاظ ومسائل بیان کئے جاتے ہیں جو نزول کے اعتبار سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی کئی طرح آئے ہیں۔ علمائے سلف کی نظر میں علم قراءت کا یہی مقام تھا۔ اسی بناء پر اس کی خدمت کے لئے انھوں نے اپنی عمریں وقف کردی تھیں اور تعلیم وتصنیف دونوں طریقوں سے اس کی خدمت کرتے رہے تیسری صدی ہجری سے دسویں صدی تک دوسو ساٹھ[۲۶۰] کے قریب کتابیں لکھی گئیں۔ لیکن اس کے بعد گذشتہ چار سو سال میں صرف گنتی کی دو چار کتابیں تصنیف ہوئیں۔ اس فن کی تصنیفات مختصر بھی تھیں اور مطول بھی۔ اور نثر میں بھی تھیں اور نظم میں بھی۔ نظم میں لکھنے کا منشاء یہ تھا کہ رغبت وشوق کے سبب اس فن کو آسانی سے یاد کیا جاسکے۔ اور ان دوسو ساٹھ کے قریب کتب میں سے تقریباً بیس[۲۰] کتابیں طبع ہوئی ہیں باقی سب شاید بیرونی ممالک کے کتب خانوں میں ہوں گی اور کیڑوں کی غذا بن رہی ہوں گی۔ ان مطبوعہ میں سے ہندوستان میں صرف دو[۲]، تین[۳] چھپی ہیں باقی سب مصر کی مطبوعات ہیں۔ ان میں نشر نہایت بلند پایہ اور محققانہ کتاب ہے جو آٹھویں صدی میں لکھی گئی اور بعد کے تمام علماء اسی کی تحقیقات پر اعتماد کرتے ہیں۔ لیکن یہ سب کتابیں عربی زبان میں ہیں اردو میں علمائے کرام نے تجوید پر تو چھوٹے بڑے کافی رسالے لکھے۔ فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ خَیْرَ الْجَزَاءِ لیکن علم قراءت پر جہاں تک مجھ علم ہے صرف چار[۴] تصانیف وجود میں آئیں۔

(۱) قرآن مجید جو ساڈھورہ ضلع انبالہ میں چھپا تھا اس کے شروع میں مقدمہ کے طور پر اس فن کے ماہر وامام مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڈھ کے ایک قاری صاحب نے جو مظاہر العلوم سہارنپور میں شیخ القراءت تھے ہر روایت کے اصول الگ الگ لکھے تھے اور فرشی اختلافات حاشیہ میں درج فرمائے تھے۔ فَرَحِمَہُ اللّٰہُ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲) ہدایت القراء مطبوعہ بھوپال مصنفہ مولانا قاری ہادی حسن صاحب بھوپالی جو قرآت سبعہ میں ہے۔

(۳) تنشیط الطبع فی اجراء السبع، اس میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے ہر روایت کے تھوڑے تھوڑے اصول الگ الگ بتلا کر چوتھائی سپارے میں سب قراءتوں کو جمع کے ساتھ پڑھنے کی ترکیب بیان فرمائی ہے لیکن افسوس کہ پاکستان میں یہ تینوں تصانیف نایاب ہیں۔

(۴) شرح سبعہ۔ مصنفہ استاذنا شیخ القراء مولانا الحافظ القاری ابو محمد محی الاسلام صاحب پانی پتی۔ اس میں فن کی عجیب و غریب معلومات اور قراء اور رواۃ اور مصنفین قرات کے مختصر حالات بھی دلچسپ پیرائے میں درج ہیں اور قرات کے مسائل بھی پوری تحقیق و جانفشانی کے ساتھ لکھے گئے ہیں پس اس کتاب میں تاریخ و علم قراءت یہ دونوں جزیں ہیں لیکن افسوس کہ قلتِ وسعت کے سبب اس کی دوسری جلد نہ چھپ سکی گو تیار رکھی ہوئی ہے اس لئے اس کا فائدہ بھی نامکمل رہا اور ابو جعفر و یعقوب و خلف کی آٹھویں۔ نویں۔ دسویں قراءت پر تو اُردو میں آج تک کوئی کتاب بھی نہیں لکھی گئی اب پاکستان و ہندوستان میں اس فن اور اس کی کتابوں کے جاننے والے اس قدر کم ہیں کہ ان کو انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے اس لئے قوی اندیشہ ہے کہ کہیں ان حضرات کے ختم ہونے کے ساتھ ہی خدانخواستہ یہ مبارک فن بھی ہمارے ملک سے ختم نہ ہو جائے پس اسکی حفاظت اور بقا کیلئے دو باتیں ضروری ہیں۔

ایک یہ کہ عربی کے تمام مدارس میں شعبۂ تجوید و شعبۂ قراءت دونوں کو ضروری قرار دیا جائے اور بحمد اللہ بعض علماء کو اس کمی کا احساس ہے بھی۔ چنانچہ مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی مہتمم دارالعلوم ٹنڈوالہ یار نے اس فن کے لئے شیخ القراء مولانا قاری عبدالمالک صاحب کی خدمات حاصل کی تھیں اور مولانا خیر محمد صاحب مہتمم خیر المدارس ملتان کو بھی اس فن کے قریب قریب ختم ہو جانے کا بہت زیادہ احساس تھا - اسی طرح اگر دوسرے علماء بھی اس طرف توجہ فرمائیں تو قوی اُمید ہے کہ انشاء اللہ یہ فن پھر عروج حاصل کرے گا۔

دوسرے یہ کہ علماء دیگر فنون کی طرح اس فن پر بھی تصنیف و تالیف فرمائیں اور اہل وسعت ان کتابوں کی نشر و اشاعت کی طرف توجہ کریں۔

قصیدہ شاطبیہ: اب اصل مقصود کی طرف آئیے شاطبیہ (جس کا اصل نام حرز الامانی و وجہ التہانی ہے اور اسی کو قصیدہ لامیہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کا ہر شعر لام الف پر ختم ہوتا ہے) فن قراءت کا عجیب و غریب قصیدہ ہے اس کی خوبیوں اور لذتوں سے پوری طرح تو وہی حضرات واقف ہیں جو شوق و رغبت کے ساتھ ہمیشہ اس کے پڑھنے اور پڑھانے میں مشغول ہیں لیکن ان میں سے چند خوبیاں جن کو عوام بھی سمجھ سکتے ہیں یہ ہیں (۱) عربی میں ہے جو سب زبانوں کی سردار ہے (۲) الفاظ بھی نہایت فصیح اور بلیغ ہیں (۳) تشبیہات و مجازات بھی استعمال کئے ہیں جن سے کلام کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے (۴) نظم میں ہے جو طبعی طور پر دل پسند ہوتی ہے (۵) قرآن پاک کے الفاظ بھی جا بجا آتے رہتے ہیں جن سے اس کی خوبیوں کو چار چاند لگ جاتے ہیں (۶) یہ کہ اس میں پُر اثر نصیحتیں بھی ہیں (۷) قراءتیں بیان کرکے بہت سے مواقع میں صرفی و نحوی اعتبار سے اس کی وجہ بھی بتلاتے ہیں جو عربی کے طلباء کے لئے خصوصی طور پر مفید ہوتی ہے (۸) چونکہ قرآت سبعہ کے تمام مسائل کو اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے اور تھوڑے سے الفاظ سے بہت سے مطالب نکالنے پڑتے ہیں اسلئے یہ نظم علمی واقفیت کے ساتھ طلباء کی عقل و فہم اور ذہانت میں بھی نمایاں ترقی کا باعث ہوتی ہے

ے خدا کا فضل و احسان ہے کہ حضرات اساتذہ کی برکت و دعا سے بندہ ناچیز کو اردو میں ان تین قراءتوں پر ایک رسالہ بنام "فتوح الفجر فی القرآت الثلاث المتممۃ للعشر" لکھنے کی سعادت حاصل ہو گئی۔ ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور صرفی ونحوی استعداد میں بھی روز افزوں اضافہ ہوتا رہتا ہے (۹) ان سب کے علاوہ چونکہ اس کے مصنف اللہ کے بہت بڑے ولی ہیں اور یہ نظم انہوں نے اللہ ہی کے لئے لکھی ہے جیسا کہ ایک جگہ خود بیان فرمایا ہے۔ اس لئے بھی باعث برکت ہے۔ (۱۰) نیز ناظم نے قصیدے کے یاد کرنے والوں کیلئے دعا بھی کی ہے جس کی قبولیت کے آثار پڑھنے والوں کو کھلی آنکھوں نظر آتے ہیں اور بعض شارحین نے اس کا اقرار بھی کیا ہے کہ اس قصیدے کے یاد کرنے کے بعد ہمیں اپنی استعداد میں نمایاں ترقی معلوم ہوئی اور اب بھی جس کا جی چاہے اس کو شوق و رغبت سے پڑھے اور تجربہ کرکے دیکھ لے (۱۱) مخارج کے بیان میں ناظم نے اپنی خداداد ذہانت سے ایک انوکھا طرز اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ دوسرے مصنفین تو ہر مخرج کے ساتھ یہ بھی بتاتے جاتے ہیں کہ اس سے فلاں فلاں حروف نکلتے ہیں۔ لیکن ناظم نے ایسا نہیں کیا بلکہ ہر مخرج کے ساتھ اس کے حروف کی تعداد تو بیان کی ہے کہ اس مخرج سے اتنے حروف نکلتے ہیں لیکن ان حروف کو متعین نہیں کیا کہ وہ کون کون سے ہیں۔ پھر مخارج ختم کرنے کے بعد دو شعروں کے ۲۶ کلمات میں اُنتیس کے اُنتیس حروف کو جمع کر دیا ہے۔ اور کلمات سے ان کے حاصل کرنے کا طریق بھی بتا دیا ہے پھر لطف یہ ہے کہ اس مقصد کے لئے جو کلمات استعمال کئے ہیں وہ بے معنی نہیں بلکہ ان میں قراءت اور قاری کے متعلق نہایت باثر اور مفید مضمون بیان کیا ہے جیسا کہ ناظرین کو مطالعہ سے معلوم ہوگا اس پیرایہ میں جو لطف ہے اس کو قدر دان ہی خوب جانتے ہیں اور وہی اس کی قدر کر سکتے ہیں۔

شرح شاطبیہ ! چونکہ اُردو زبان میں اس کتاب کی کوئی شرح نہ تھی اس لئے اُردو دان طبقہ اس کی لذتوں سے محروم تھا۔ الحمدللہ کہ مدتوں کی کوششوں کے بعد اس کی ایک شرح نہایت آسان اُردو میں تیار ہوگئی ہے شائقین کے لئے مسرت کا موقع ہے اور درحقیقت یہ میرے ایک دوست قاری محمد اسماعیل صاحب پانی پتیؒ سابق مدرس دینیات نور محمد ہائی اسکول حیدر آباد سندھ کی انتھک محنت اور مستعدانہ ہمت کا نتیجہ ہے کیونکہ میں خود تو بوجہ آنکھوں سے معذور ہونے کے کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا اس لئے ناظرین سے درخواست ہے کہ موصوف اور ان کی اہلیہ کی صحت اور دیگر جملہ مقاصد کے لئے دل سے دُعا فرماتے رہیں تاکہ اُن کی محنت کی پوری نہیں تو کسی درجہ میں تو قدر دانی ہو جائے اور جن حضرات نے اس کوشش میں کسی قسم کا بھی حصہ لیا ہے ان سب کے لئے اور ان کے والدین کے لئے خاتمہ بالخیر اور مغفرت کی دعا فرماتے رہیں۔

وہ کتابیں جن سے شرح میں مدد لی گئی ہے

(۱) شرح مُلّا علی قاریؒ[۵] یہ نہایت نفیس اور جامع شرح ہے جو مضمون صرف ونحو ولغت وغیرہ سے متعلق ہے وہ اکثر و بیشتر اسی سے لیا ہے (۲) ابراز المعانی مصنفہ امام کبیر عبدالرحمٰن ابن اسماعیل ابن ابراہیم ابن عثمان دمشقی شافعی جو ابو شامہ کے لقب سے مشہور ہیں۔ المتوفی سنہ ۶۶۵ھ یہ بھی قصیدے کی عمدہ شرح ہے۔ (۳) ارشاد المرید جو علی ابن محمد ضباع کی تصنیف ہے جو اس زمانے میں مصر کے شیخ القراء اور یکتائے روزگار ہیں یہ قصیدے کی بہت مختصر شرح ہے اس میں فن کے تمام مسائل نہایت تحقیق کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔ فجزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین احسن الجزاء۔ (۴) سراج القاری لابن القاصح یہ بھی قصیدے کی شرح ہے۔ (۵) نشر کبیر مصنفہ علامہ شمس الدین ابوالخیر محمد ابن محمد جزری یہ دو جلدوں میں ہے اور اس فن کا بیش بہا خزانہ ہے۔ مسائل کی تحقیق اس قدر کی ہے کہ اس سے زیادہ ناممکن ہے۔ درحقیقت موصوف نے اُمت محمدیہ پر بہت ہی بڑا احسان فرمایا ہے۔ (۶) غیث النفع للسید علی النوری الصفاقسیؒ یہ بھی اپنے طرز

[۵] نور الدین لقب اور علی نام ہے۔ والد گرامی کا اسم گرامی سلطان محمد ہے۔ ۱۰۱۴ھ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں نرالی اور محققانہ تصنیف ہے (۷) اتحاف فضلاء البشر فی القراآت الاربع عشر للشیخ احمد ابن محمد دمیاطی جو بناء سے مشہور ہیں متوفی ۱۱۱۷ھ یہ بھی نہایت محققانہ تصنیف ہے اور چودہ قراتوں میں ہے (۸) شرح سبعہ مصنفہ استاذنا شیخ القراء مولانا الحافظ القاری ابو محمد محی الاسلام صاحب قدس سرہٗ پانی پتی یہ فن کا تاریخی اور علمی بیش بہا خزانہ ہے عبارت بھی نہایت فصیح اور بلیغ ہے اور اپنی مثال آپ ہی ہے اللہ کرے اس کی دوسری جلد بھی چھپ کر امت مسلمہ کے لئے زیادہ سے زیادہ نافع اور مفید ہو (۹) بیان القرآن مصنفہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی وغیرہ وغیرہ -

شرح کی خصوصیات اور اصطلاحات

(۱) شعر کے ترجمہ میں مطلب واضح کرنے کیلئے کچھ عبارت بڑھائی گئی ہے لیکن اس زائد عبارت کو قوسین میں (یعنی دو لکیروں کے درمیان) لکھا ہے تاکہ اصل ترجمہ اور اس کے مطلب میں جدائی رہے (۲) ترجمہ ترکیب خیز کیا ہے۔ پس جو حضرات صرف و نحو سے تھوڑی سی بھی واقفیت رکھتے ہیں وہ ترجمہ ہی میں غور کرنے سے نحوی ترکیب بھی نکال سکیں گے اور گو بعض جگہ عبارت اردو محاورے کے خلاف بھی ہو گئی ہے لیکن اس کے باوجود بھی ترکیبی ترجمہ ہی کو اہم سمجھا گیا ہے کیونکہ اس سے صرفی اور نحوی استعداد کو قوت پہونچتی ہے اور وہ قرآن و حدیث کے مطالب کے سمجھنے میں معین ہوتی ہے۔ (۳) جو ہے کا لفظ خبر کو مبتدا کے ساتھ مرتبط کرنے کے لئے استعمال کیا ہے پس جو لفظ کے بعد جو ہے آئے اس کو مبتدا سمجھیں۔ (۴) ترجمہ میں لفظ (یعنی) بدل بتانے کے لئے استعمال کیا ہے پس یعنی کے بعد والے لفظ کو ترکیب میں بدل تصور کریں۔ (۵) پہلے شعر کا ترجمہ لکھا گیا ہے پھر شرح اور ضرورت کے موقعوں پر نحوی ترکیب بھی بتائی گئی ہے جہاں زیادہ تفصیل تھی وہاں النحو والعربیہ کے زیر عنوان اور دوسرے موقعوں میں حواشی پر درج کی گئی ہے۔ (۶) شرح میں صرف مطلب لکھا ہے اور زیادہ مفصل مضمون کو فائدہ اور توضیح کا عنوان لکھ کر اس میں بیان کیا گیا ہے اور ایک بات کو دوسری سے جدا کرنے کیلئے یا تو نمبر لگائے گئے ہیں یا الف با جیم وغیرہ حروف لکھے گئے ہیں تاکہ ہر ایک چیز کے یاد کرنے اور سمجھنے میں آسانی رہے (۷) بعض حروف پر دو یا تین حرکتیں بھی لکھی گئی ہیں جس سے یہ مراد ہے کہ باعتبار لغت اس میں دو یا تین وجوہ جائز ہیں۔ اسی طرح اگر ضمیر کی ہا پر پڑا زیر بھی ہو اور کھڑا بھی یا سیدھا پیش بھی ہو اور الٹا بھی تو اس سے یہ سمجھنا چاہئے کہ اس ہا میں عدم صلہ اور صلہ دونوں جائز ہیں (۸) با تا ثا حا خا را طا ظا فا ہا یا یہ گیارہ حروف اصل کے اعتبار سے سہ حرفی ہیں یعنی ان میں الف کے بعد ہمزہ بھی ہے پس با کی اصل باء اور تا کی اصل تاء ہے پھر آسانی کے لئے ہمزہ کو حذف کر دیا اس لئے اگر یہ حرف کسی مصرع یا شعر کے آخیر میں ہوں گے تب تو ان میں ہمزہ کا حذف امام حمزہ کی قرأت کے موافق وقفاً اور لغتاً ہوگا اور اگر درمیان میں ہوں گے تو پھر ہمزہ کا حذف شعری ضرورت کی بنا پر ہوگا۔ (۹) لفظ محقق سے ہر جگہ علامہ جزری صاحب نشر مراد ہوں گے جن کی بابت علماء کا اتفاق ہے کہ زمانے میں آپ کے بعد کوئی ایسا بلند پایہ محقق آپ کا ثانی پیدا نہیں ہوا۔ موصوف نے اپنی کتاب نشر میں قرأت کے ہر ہر مسئلہ کی پوری تحقیق درج فرمائی ہے اور بعد کے تمام علماء آپ ہی کی تحقیقات پر اعتماد کرتے ہیں۔ (۱۰) اگر کسی الف پر مد بنا ہوا ہو اور اس کے بعد ہمزہ نہ ہو تو اس سے یہ سمجھنا چاہئے کہ اصل میں اس الف کے بعد ہمزہ تھا جو حذف ہو گیا اور یہ حذف بھی شعر و مصرعہ کے آخر میں حمزہ کی قرأت کے موافق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لفظاً اور درمیان میں ضرور تا ہو گا - (۱۱) بعض اشعار پر ص لکھا گیا ہے - یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس شعر میں شارحین نے اصلاح کی ہے - احقر نے اس قسم کے تمام اشعار کو ایک جگہ ایک رسالہ کی شکل میں جمع کر دیا ہے جس کا نام "اصلاحات شاطبیہ" ہے (۱۲) "صَفَ" یہ صُرِفَ ضَرُورَةً کا مختصر ہے اس سے یہ مراد ہے کہ جس اسم پر یہ علامت ہو وہ دراصل غیر منصرف تھا پھر شعری ضرورت کی بنا پر منصرف کر لیا گیا ہے - (۱۳) بعض جگہ کئی کئی اشعار کی شرح یکجا لکھی گئی ہے اور ہر شعر کا مطلب دوسرے سے ممتاز کرنے کیلئے عبارت میں اشعار کے نمبر لگا دئے ہیں - (۱۴) کتابوں کی عبارتیں اکثر جگہ الفاظ کے اعتبار سے نہیں بلکہ معنیٰ اور مفہوم کے لحاظ سے لی گئی ہیں یعنی آسانی کی غرض سے الفاظ میں قدرے تغیر کر دیا -

اُمید و آرزو

اب مقدمے میں نہایت ضروری و مفید اور عجیب و غریب مضامین جمع کئے جاتے ہیں اور منشا صرف یہ ہے کہ علماء کرام خصوصاً اور دیگر حضرات عموماً اس عظیم الشان اور جلیل القدر فن کی پوری طرح قدر کریں اور اپنی خصوصی توجہات اس کی طرف مبذول فرمائیں اور عربی مدارس کیلئے اس علم کی کتب کو درسیات کا جزو لازم قرار دیں اگر اہلِ علم تمہید کے بعد مقدمہ کی چھٹی اور آٹھویں فصل کا پورے غور سے مطالعہ فرمائیں گے تو مجھے قوی امید بلکہ یقین ہے کہ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اس فن کی محبت عشق کے درجہ میں ہونی چاہئے پھر وہ اس کے فروغ دینے کیلئے اپنی کوشش کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھیں گے - حق تعالیٰ میری اس اُمید کو پورا فرمائے - آمین یارب العالمین +

(قاری) فتح محمد پانی پتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

مقدمہ

اس کے دو[2] حصے ہیں حصہ اوّل اس میں قرائت کے مبادی اور مقری[2] اور قاری[3] کی تعریف اور ان کے آداب ان تین چیزوں کا ذکر ہے۔ اوّل قراءت کے مبادی (ابتدائی اصطلاحات) جو شخص کسی علم میں ماہر بننا چاہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس علم کے مبادی بھی معلوم کر لے پس قراءت کے مبادی یہ دس[10] چیزیں ہیں:۔ تعریف[1]۔ موضوع[2]۔ ثمرہ[3]۔ فضیلت[4]۔ نسبت[5] واضع[6]۔ علم کا نام[7]۔ علم کا استمداد[8] (کہ اس کا سہارا اور ثبوت کس ذریعہ سے ہوتا ہے) فن کا حکم[9]۔ فن کے مسائل[10]۔ **تعریف**[1] یہ ہے کہ قرائت اس علم کو کہتے ہیں جس سے کلماتِ قرآنیہ میں قرآن مجید کے ناقلین کا وہ اتفاق اور اختلاف معلوم ہو جو آنحضرت سے سُن لینے کی بنا پر ہے اپنی رائے کی بنا پر نہیں۔ **قراءت**[2] کا موضوع قرآن مجید کے کلمات ہیں کیونکہ اس علم میں ان کلمات ہی کے تلفظ کے حالات کی بحث کی جاتی ہے۔ اس کا **ثمرہ**[3] (فائدہ) یہ ہے کہ اس سے قرآن مجید تبدیل اور غلطی سے محفوظ رہتا ہے اور ائمہ کی سب قراءتیں بھی معلوم ہو جاتی ہیں۔ اس کی **فضیلت**[4] یہ ہے کہ یہ سب علوم سے افضل ہے کیونکہ اس کا تعلق کلام الٰہی کے ساتھ ہے جو اشرف الکلام ہے۔ اس کی **نسبت**[5] دوسرے علوم کے ساتھ تباین ہے یعنی یہ دوسرے علوم سے بالکل جدا اور ممتاز ہے۔ اس کے[6] **واضع** قراءت کے آئمہ ہیں کیونکہ اس کو انھیں حضرات نے مرتب کیا ہے اور بعض کے قول پر ابو عمر حفص ابن عمر دوری ہیں۔ اس کا[7] نام **علم قراءت** ہے اور قراآت قراءت کی جمع ہے یعنی وہ وجہ جس کے موافق پڑھا جائے۔ اس[8] کا **استمداد** اور سہارا آئمہ کی ان صحیح اور متواتر نقلوں سے ہے جو ان کو آنحضرت سے پہنچی ہیں یعنی کسی کا ایجاد کیا ہوا نہیں ہے۔ اس کا[9] **حکم** یہ ہے کہ اس کا سیکھنا اور سکھانا واجب علی الکفایہ ہے پس اگر ایک بھی نہ سیکھے گا تو سب گنہگار ہوں گے۔ اس کے[10] **مسائل** قواعد ہیں مثلاً جب دو ہمزہ قطعی ایک کلمہ میں جمع ہوں تو حرمی اور بصری ان میں سے دوسرے کی تسہیل کرتے ہیں اور جو ہمزہ ساکنہ فا کلمہ میں ہو ورش اس کا ماقبل کی حرکت کے موافق حرفِ مد سے ابدال کرتے ہیں۔ **دوم** (ا) مقری (یعنی قراءت کا اُستاد) وہ ہے جو قراءت کو جانتا بھی ہو اور زبان سے ادا کرنے پر بھی قادر ہو اور ان کو ایسے اُستاد سے روایت کرتا ہو جس کے درس میں طلباء قراءت کو زبان سے ادا کر کے پڑھتے ہوں اور اس کے بھی اپنے اساتذہ سے اسی طرح پڑھا ہو پس اگر کوئی اُستاد سے پڑھے بغیر کسی کتاب سے قراءت نقل کرنے لگے تو وہ مُقری نہیں۔ (ب) اور مُقری کیلئے شرط یہ ہے کہ اس میں یہ صفات ہوں مسلم ہو۔ عاقل ہو۔ بالغ ہو۔ اعتماد کے قابل ہو مامون ہو کہ اُس کی طرف سے بددینی کا اندیشہ نہ ہو۔ ضابط ہو کہ جو کچھ اساتذہ سے پڑھا ہے اس کو صحیح طور پر یاد رکھتا ہو۔ فاسق فاجر نہ ہو کہ علانیہ شریعت کے خلاف کام کرتا ہو۔ کمینوں اور کم ہمتوں کے سے کام نہ کرتا ہو (ج) نیز قراءت کے اُستاد پر واجب ہے کہ خالص حق تعالیٰ کی رضا کی نیت سے پڑھائے اور دنیاوی اغراض میں سے کسی غرض کا

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طالب نہ ہو جیسے تنخواہ لینا کہ اسی نیت سے پڑھائے کہ مجھے تنخواہ ملے گی اور حق تعالیٰ کی رضا مقصود نہ ہو یا یہ کہ لوگ میری تعریف کریں گے یا ان کے دلوں پر میرا سکہ بیٹھ جائے گا اور وہ میری عزت کریں گے۔ (د) اور یہ بھی واجب ہے کہ اپنے شاگردوں سے کسی ادنیٰ نفع کی بھی اُمید نہ رکھے نہ خدمت کی نہ مال کی خواہ تھوڑا ہی ہو اور چاہے ہدیہ ہی کے طور پر ہو۔ جس کی صورت یہ ہو کہ اگر وہ اس کے پاس نہ پڑھتا تو اس کو وہ ہدیہ نہ دیتا اور اگر حالت یہ ہو کہ پڑھنا شروع کرنے سے پہلے بھی ہدیہ دیا کرتا ہو یا اس کی محبت سے اندازہ ہوتا ہو کہ پڑھنے کے بعد بھی یہی دستور رکھے گا۔ تو اس صورت میں ہدیہ کے قبول کر لینے میں مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: قرآن مجید کے پڑھانے پر تنخواہ لینے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ پس امام ابوحنیفہؒ اور ایک جماعت کے مذہب پر تو ناجائز ہے اور ایک دوسری جماعت (حسنؒ۔ ابن سیرینؒ و شعبیؒ) کے مذہب پر جائز ہے جبکہ اس طرح شرط نہ کرے کہ تنخواہ ملے گی تو پڑھاؤں گا ورنہ نہیں اور امام شافعیؒ اور امام مالکؒ و عطاءؒ کے نزدیک اگر شرط کر لے تب بھی جائز ہے مگر یہ ضروری ہے کہ معاملہ کو شرعی قواعد کے موافق طے کر لے کہ تنخواہ کی مقدار اور کام کرنے کا وقت دونوں چیزوں کو معین کر لے اور یہ بھی ضروری ہے کہ شہر میں تعلیم کا کام کرنے والے اس کے علاوہ اور لوگ بھی ہوں غالباً مطلب یہ ہے کہ اگر اس کے سوا کوئی اور کام کرنے والا نہ ہو تو شرط کر کے تنخواہ لینا جائز نہیں اور چونکہ بعض علماء کے نزدیک تنخواہ لینا ناجائز بھی ہے اس لئے اولیٰ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی کارسازی پر بھروسہ کر کے لوجہ اللہ کام شروع کر دے اور اگر اتنی ہمت نہ ہو یا عیال وغیرہ کا ساتھ ہو اور اُن کے حقوق کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو تو تنخواہ لے لے۔ مگر لینے کے وقت جیسا کہ صاحب غیث وغیرہ نے فرمایا ہے یہ نیت کرے کہ یا اللہ میں آپ کا بندہ ہوں میرے ذمہ آپ کے دین کی خدمت ضروری ہے اور میں یہ تنخواہ اس کے عوض کے طور پر نہیں بلکہ اپنی حاجات کی غرض سے لیتا ہوں۔ **معلم کے آداب**۔ اُستاد کیلئے مناسب ہے کہ پسندیدہ اخلاق اختیار کرے یعنی دنیا[1] کی طرف زیادہ رغبت نہ رکھے اور دنیا کے مال و دولت سے اور دنیا داروں سے بے پروا رہے اور سخاوت[2] بردباری صبر شریفانہ اخلاق اختیار کرے۔ لوگوں[3] کے ساتھ کشادہ روئی سے پیش آئے لیکن اس قدر نہ ہو کہ ہنسی اور ٹھٹھے کی حد تک پہونچ جائے۔ تقویٰ[4] اور عاجزی اور خشوع و خضوع اختیار کرے۔ اپنے[5] نفس کو ریا اور حسد اور کینہ اور غیبت سے پاک رکھے۔ کسی[6] کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ وہ مرتبے میں اس سے کم ہی کیوں نہ ہو۔ خود پسندی[7] سے بھی پرہیز کرے مگر اس سے بہت کم لوگ محفوظ رہتے ہیں۔ اپنی[8] نظر کی بھی حفاظت رکھے کہ بلاضرورت ادھر اُدھر نہ دیکھے۔ ہاتھوں[9] سے فضول حرکت نہ کرے۔ بغلوں[10] کی بدبو بھی دور کرے۔ بدبو[11] دار چیزوں کے استعمال سے بچے۔ اگر میسر[12] ہو تو خوشبو بھی لگائے۔ صورت[13] بھی شرع کے موافق رکھے یعنی مونچھیں اور ناخن کترے اور داڑھی میں کنگھا کرے۔ تمام[14] اعضا کو ساکن رکھے۔ قرآن[15] مجید کے معانی میں غور کرتا رہے۔ جو چیزیں[16] دھیان بٹانے والی ہوں ان سے اپنے دل کو فارغ رکھے۔ اگر شاگرد[17] کسی جگہ بھول جائے یا کوئی غلطی کرے تو زمین پر ہاتھ مار کر یا خود ہاتھ سے یا سر سے اشارہ کر دے تاکہ وہ اپنی غلطی کو سمجھ جائے اور ذرا ٹھہرا رہے کہ اس کو غلطی یاد آ جائے اگر اس پر بھی نہ سمجھے تو اس کو غلطی سے آگاہ کر دے اس طرح عمل کرنے سے تدبر کا موقعہ زیادہ ملتا ہے۔ اپنی[18] ہئیت بھی خوبصورت بنائے اور کپڑے صاف اور ستھرے رکھے۔ ناجائز[19] لباس سے پرہیز رکھے اور اس لباس سے بھی بچے جو اساتذہ کی شان کے لائق نہیں۔ تمام[20] حالات میں ظاہر و باطن دونوں سے حق تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ رہے اور اسی پر بھروسہ رکھے۔ یہ خواہش نہ کرے کہ میرے پاس لوگ کثرت سے آئیں تاکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجلس بارونق رہے۔ جب[22] درسگاہ میں پہونچے تو دو رکعت نفل پڑھے اور اگر مسجد میں بیٹھ کر پڑھاتا ہو تو ان نفلوں کا اور بھی زیادہ خیال رکھے لیکن تنخواہ دار کیلئے مسجد میں بیٹھ کر پڑھانا جائز نہیں۔ یہ بھی[23] مستحب ہے کہ بیٹھنے کیلئے کشادہ جگہ اختیار کرے تاکہ سب شاگردوں کے لئے کافی ہو جائے۔ شاگردوں[24] کے ساتھ خندہ پیشانی اور کشادہ روئی سے پیش آئے سب[25] کا برابر خیال رکھے البتہ اگر ان میں سے کوئی مسافر ہو یا سمجھ اور قابلیت زیادہ رکھتا ہو تو اس کو ترجیح دینے میں مضائقہ نہیں۔ جو پہلے[26] آیا ہو اس کو سب سے پہلے اور اس کے بعد والے کو اس کے بعد پڑھائے ہاں اگر پہلے آنے والا دوسرے کو خوشی سے اجازت دیدے تو اس کو پہلے پڑھانے میں کچھ حرج نہیں۔ جو شخص[27] تعظیم و اکرام کے لائق ہو فاضل طلبا میں سے ہو یا اور لوگوں میں سے اگر استاد اس کے آنے پر کھڑا ہو جائے تو یہ بھی جائز ہے۔ استاد[28] کو چاہئے کہ شاگردوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور عزت اور خیر خواہی کا برتاؤ رکھے۔ جو چیزیں[29] ان کے لئے مفید ہوں ان پر آگاہ کرتا رہے۔ ان کے[30] آنے پر مرحبا کہے اور خوشی ظاہر کرے اور ان کی دلجوئی کرتا رہے اور مہربانی سے پیش آئے۔ اپنی[31] حیثیت کے موافق ان کے ساتھ اچھا سلوک اور ان کی امداد کرتا رہے۔ ان کو[32] شوق دلاتا رہے کہ وہ معلم بننے کی استعداد پیدا کریں۔ قرآن[33] کی قرأت اور تمام شرعی علوم میں مشغول رہنے کی فضیلت بھی سناتا رہے تاکہ ان کا شوق روز بروز بڑھتا چلا جائے۔ دنیا[34] سے کم رغبتی کی عادت ڈالے۔ دنیا[35] کا فانی اور بے حقیقت ہونا بتاتا رہے تاکہ ناپائیدار زندگی پر بھروسہ کرکے آخرت سے غافل نہ ہو جائیں۔ ان[36] کو اپنی اولاد کی طرح سمجھے۔ ان[37] کی تعلیمی ضروریات کا پورا اہتمام رکھے۔ ان[38] کی شرارت اور بے ادبی پر صبر کرتا رہے کیونکہ آدمی اپنی اولاد کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کیا کرتا ہے۔ اگر کوئی[39] شاگرد کسی اور معتبر استاد سے بھی پڑھنا چاہے جس سے اس کو نفع پہونچنے کی امید ہو تو اس کو خوشی سے اجازت دیدے اور یہ خیال نہ کرے کہ جب یہ دوسرے سے بھی پڑھے گا تو اس کے دل میں میری وقعت نہیں رہے گی یا دوسرے استاد کو مجھ سے بڑھ کر سمجھنے لگے گا۔ ان[40] کے ساتھ بڑا اور اونچا بن کر نہ رہے بلکہ تواضع کا معاملہ رکھے تاکہ جو بات پوچھنے کی ہو بے تکلف پوچھ سکیں۔ جو بھلائیاں[41] اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی ان کے لئے پسند کرے اور جن چیزوں کو اپنے لئے پسند نہیں کرتا ان کیلئے بھی پسند نہ کرے۔ ان[42] کو آہستہ آہستہ شرعی آداب اور عمدہ عادتیں سکھاتا رہے۔ اس[43] بات کی عادت ڈالے کہ ہر معاملہ میں احتیاط سے کام لیا کریں۔ اس[44] کا بھی شوق دلائے کہ اعمال میں خلوص اور صداقت اور نیت میں عمدگی پیدا کریں۔ اپنے[45] تمام حالات میں حق تعالیٰ ہی کی طرف دھیان رکھیں۔ ان[46] کو تعلیم دینے اور مسائل کے سمجھانے پر اس قدر حریص رہے کہ اپنے ذاتی کام جو غیر ضروری ہوں ان سے بھی ان کی تعلیم کو بڑھ کر سمجھے اس[47] کی بھی تاکید رکھے کہ پڑھے ہوئے حصہ کو لوٹاتے رہیں۔ اگر کسی[48] شاگرد میں کوئی شرافت یا علمی کمال پائے تو اس پر اس کی تعریف بھی کرے۔ بشرطیکہ اس سے تکبر اور عجب کی بلا میں پھنسنے کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر وہ[49] کوئی قصور کرے تو اس کو خفیف سی سزا بھی دے مگر اس حد تک نہ ہو کہ اس کو علم سے نفرت ہو جائے۔ اگر اس[50] کی نیت میں کچھ خرابی معلوم ہو تو اس سے تعلیم کو بند نہ کرے بلکہ جہاں تک ہو سکے اس کی نیت کے درست کرنے کی کوشش کرے۔ علم[51] کی بیقدری بھی نہ کرے پس پڑھانے کے لئے کسی کے مکان پر نہ جائے چاہے وہ خلیفہ ہو یا کوئی اور عہدہ دار ہو۔ راستہ[52] میں چلتے ہوئے پڑھانا بھی جائز ہے گو بعض حضرات نے اس کو معیوب سمجھا ہے مگر اس پر فتویٰ نہیں لیکن قرآن کھول کر نہ پڑھے۔ کیونکہ راہ چلتے لوگوں کی بیٹھ ہو گی البتہ حفظ پڑھنے اور پڑھانے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ قرآن مجید کی تعظیم کا پورا لحاظ رکھا جائے۔ جو[53] شاگرد اس لائق ہو جائے کہ اس کو پڑھانے کی اجازت دیدی جائے تو کچھ مال وغیرہ حاصل کرنے کے لالچ سے اجازت دینے میں دیر نہ کرے کیونکہ اجازت کوئی قیمت کی چیز نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس کو مال کے بدلے بیچا جائے۔ سوم۔ **شاگرد کے آداب**: قاری اس کو کہتے ہیں جس نے قراءتیں پڑھی ہوں اور اس میں ان کے نقل کرنے کی بھی اہلیت ہو پس اگر تین قراءتیں پڑھی ہیں تو مبتدی ہے اور اگر چار یا پانچ پڑھی ہیں تو متوسط ہے اور اگر اکثر قراءت کے نقل کرنے کی لیاقت رکھتا ہے تو منتہی ہے اور قاری اور شاگرد کے لئے ضروری ہے کہ ذیل کی باتوں کا لحاظ رکھے:۔ نیت[1] خالص رکھے جو چیزیں[2] علم کی طرف پوری طرح متوجہ ہونے سے روکتی ہوں ان کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ جوانی[3] کے اوقات کو غنیمت جان کر ان میں علم حاصل کرنے کی کوشش کرے گو مسائل[4] کا لکھ لینا بھی نہایت مفید ہے لیکن اس پر اعتماد کر کے بیفکر نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہ طالب علم کیلئے بڑی آفت ہے۔ اگر کسی[5] کو کوئی علمی اور کام کی بات معلوم ہو تو اس سے پوچھنے میں عار اور تکبر نہ کرے۔ استاد[6] ایسے شخص کو بنائے جو علمی معلومات اور استعداد اور دینداری میں کمال رکھتا ہو اور جو شرطیں اوپر معلم کے آداب میں بیان ہوئی ہیں۔ اس میں وہ سب یا اکثر پائی جاتی ہوں۔ اپنے[7] دل کو گناہوں کی ظلمتوں اور دنیاوی تعلقات سے پاک رکھے تاکہ اس میں قرآن کے قبول کرنے اور اس کے حفظ کرنے اور اس کے معانی اور مطالب کے سمجھنے کی قابلیت پیدا ہو۔ علم سیکھنے[8] کیلئے ہر وقت حریص اور بے صبر بنا رہے لیکن طاقت سے زیادہ محنت نہ کرے۔ جو[9] قراءآت اور مسائل پڑھ چکا ہے پوری پابندی کے ساتھ ان کی حفاظت رکھے اگر ساتھیوں[10] میں سے کسی کو حق تعالیٰ نے کوئی فضیلت عطا فرمائی ہو تو اس کی وجہ سے اس سے حسد نہ رکھے بلکہ اس کی فضیلت کا اقرار کرے اور اس پر اس کی تعریف بھی کیا کرے۔ اپنے استاد کے ساتھ ذیل کی باتوں کا لحاظ رکھے:۔

اس[1] کے ساتھ ادب اور احترام اور تعظیم سے پیش آئے۔ اس[2] کے سامنے عاجز بن کر رہے اگرچہ وہ شہرت اور نسب اور نیک بختی میں اس سے کمتر ہی ہو اور عمر میں اس سے چھوٹا ہو جو بات[3] اور جو حرکت کرے سوچ سمجھ کر کرے۔ بچوں کی طرح بے پروائی اختیار نہ کرے۔ اگر وہ[4] کھڑا ہو تو اس کا کپڑا نہ پکڑے۔ جب[5] اس کو تکان ہو اس وقت تنگ نہ کرے۔ اس[6] کی صحبت سے کبھی سیر نہ ہو۔ اگر زیادہ دیر تک صحبت میسر آجائے تو اس کو غنیمت سمجھے۔ اس[7] کا تابعدار رہے۔ اپنے[8] تمام معاملات میں اس سے مشورہ لیتا رہے۔ اس[9] کی مجلس میں شاگردوں کی طرح بیٹھے نہ کہ استادوں کی طرح نیز کسی اور کے ساتھ ہاتھ کے یا آنکھ کے اشارے سے بات نہ کرے۔ اس[10] کی بابت یہ اعتقاد رکھے کہ یہ استعداد اور اہلیت میں اپنے زمانہ کے تمام شیوخ سے افضل ہے۔ اس[11] کی خوشنودی کو اپنی خوشنودی پر مقدم رکھے اگر وہ کسی جگہ کسی خاص ضرورت سے گیا ہو تو وہاں اس کے پاس اجازت کے بغیر نہ جائے۔ اس[12] کا بھید کسی پر ظاہر نہ کرے۔ اس[13] کے سامنے اس کے ہمعصروں میں سے کسی کا ذکر نہ کرے اور نہ یہ کہے کہ فلاں شخص آپ کی تحقیق کے خلاف اس طرح کہتا ہے۔ اگر کوئی[14] استاد کی غیبت کرنے لگے تو اس کی تردید کر دے اور اس کو روک دے۔ اگر یہ نہ کر سکے تو اس مجلس سے اٹھ کر چلا جائے۔ جب[15] شیخ کی درسگاہ کے قریب پہونچے تو حاضرین کو السلام علیکم کہے اور شیخ کے ساتھ زیادہ تعظیم سے پیش آئے اور جاتے وقت بھی استاد اور حاضرین سب کو سلام کہے اور لوگوں کی گردنوں پر سے پھاند کر نہ جائے بلکہ مجلس میں جہاں بھی جگہ ملے وہیں بیٹھ جائے۔ ہاں اگر شیخ خود یا اس کے ساتھی ایثار کر کے آگے بڑھنے کی اجازت دیدیں تو مضائقہ نہیں اور کسی کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائے اگر کوئی خود ہی ایثار کر کے اپنی جگہ دینا چاہے تو اس کو تین حالتوں میں قبول کرے۔ شیخ[1] کا بھی یہی حکم ہو۔ اس[2] کے وہاں بیٹھنے میں حاضرین کو کچھ فائدہ پہونچتا ہو۔ اس[3] ایثار کرنے والے کو قسم دے کہ آیا وہ اس میں خوش بھی ہے۔ حلقہ[16] کے بیچ میں بھی نہ بیٹھے مگر ضرورت کے وقت مضائقہ نہیں۔ دو[17] آدمیوں کے درمیان بھی ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔ اپنے[18] ساتھیوں کے ساتھ اور جو لوگ شیخ کی مجلس میں حاضر ہوں ان کے ساتھ مجلس کے آداب کا لحاظ رکھے پڑھنے[19]

سے چنانچہ ربیع تلمیذ شافعی فرماتے ہیں کہ جب امام شافعی میری جانب دیکھ رہے ہوتے تو مجھے ان کی ہیبت و تعظیم کے پیش نظر اتنی جرأت و ہمت نہ ہوتی کہ پانی ہی پی لوں اور بعض علماء کے متعلق آتا ہے کہ جب وہ اپنے شیخ کے پاس پڑھنے کے لئے یا اور کسی غرض سے جاتے تو کچھ صدقہ اور خیرات کرتے اور یہ دعا کرتے اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَیْبَ ...

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور بات کرنے میں آواز کو زیادہ بلند بھی نہ کرے۔ ضرورت[20] کے بغیر زیادہ باتیں نہ کرے۔ دائیں[21] بائیں بھی نہ دیکھے بلکہ شیخ کی طرف متوجہ رہے اور اس کی تقریر کو غور سے سُنے۔ شیخ[22] کے سامنے نہ توکسی کی غیبت کرے نہ اس کی مجلس میں کسی سے مشورہ کرے جب[23] یہ دیکھے کہ شیخ کسی کام میں مشغول ہے یا تکان اور غم اور تشویش اور بھوک اور پیاس اور نیند کی حالت یا اِن کے سوا کوئی اور ضرورت درپیش ہے تو اس وقت سبق نہ پڑھے کیونکہ اس صورت میں پڑھانے سے شیخ کو بہت تکلیف ہوگی۔ پوری حضوری اور خوشدلی کے ساتھ نہیں پڑھا سکے گا۔ اگر[24] اُس کی طرف سے کوئی ناگواری یا بدخلقی کی بات پیش آئے تو اس کو بھی برداشت کرے یہ نہ ہو کہ اس کے سبب اس کی صحبت کو ترک کردے یا اس کے کمال کا معتقد نہ رہے اگر[25] یہ دیکھے کہ شیخ سو رہا ہے یا کسی ضروری کام میں مشغول ہے تو چاہے اس کے جاگنے اور فارغ ہونے تک منتظر رہے اور چاہے لوٹ جائے۔ اگر[26] شیخ موجود نہ ہو تو اس کا انتظار کرے اور سبق ناغہ نہ کرے ہاں اگر شیخ کی عادت یہ ہو کہ وہ ایک خاص وقت ہی میں پڑھاتا ہو تو ناغہ میں مضائقہ نہیں کیونکہ یہ مجبوری کی بنا پر ہے۔ اگر تلاوت[27] کرتے وقت اس کا شیخ یا کوئی ایسا شخص آجائے جو کسی طرح کی فضیلت یا بزرگی رکھتا ہو مثلاً عالم ہو نیک بخت ہو یا عمر میں اس سے بڑا ہو یا اسلامی حاکم ہو یا کوئی اور دینی فضیلت رکھتا ہو تو اس کی تعظیم کیلئے کھڑا ہونا بھی جائز ہے اور نووی نے اس کو مستحب بتایا ہے لیکن یہ شرط لگائی ہے کہ تعظیم کی غرض سے ہو ریا کے طور پر نہ ہو۔

مقدمہ کا دوسرا حصّہ - اس میں بارہ[28] فصلیں ہیں :- **پہلی فصل** ان چند اُمور میں جن کا معلوم کر لینا فائدے سے خالی نہیں۔

قرآت و روایات و طرق کا فرق

اختلاف کی نسبت اگر پورے امام کی طرف ہو تو قراءت ہے اور اگر راوی کی طرف ہو تو روایت اور راوی کے شاگرد کی طرف ہو تو طریق ہے پس راوی کے شاگرد کو طریق کہتے ہیں برابر ہے کہ یہ خود راوی کا شاگرد ہو یا اس کے شاگرد کا شاگرد ہو۔ غرض اس کے سلسلہ میں داخل ہو جیسے دو سورتوں کے درمیان بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنا ابن کثیر کی قراءت ہے اور قالون کی روایت ہے نافع سے اور ابو عدی کا طریق ہے ابن سیف سے جس کو انھوں نے اَزْرَق سے اور اَزْرَق نے ورش سے نقل کیا ہے۔

اختلافِ واجب اور جائز کا فرق: جو اختلاف اماموں اور راویوں اور شاگردوں سے اس طرح منقول ہو کہ اس میں اختیار نہ دیا ہو کہ اس طرح بھی پڑھ سکتے ہیں اور دوسری طرح بھی اس کو اختلافِ واجب کہتے ہیں اس کی مثال وہی بسم اللہ ہو سکتی ہے جو ابھی بیان ہوئی کیونکہ مذکورین نے اس کے پڑھنے نہ پڑھنے میں اختیار نہیں دیا بلکہ صرف پڑھنے کو ضروری سمجھا ہے اس قسم کے تمام اختلافات کا پڑھنا ضروری ہے جبکہ قراءت کو جمع کرکے پڑھ رہے ہوں اس کے بغیر جمع کی تکمیل نہ ہوگی اور ورش کیلئے بدل کی تینوں وجوہ بھی اسی قسم سے ہیں اور جس میں ناقلین نے اختیار دیا ہو وہ اختلافِ جائز ہے جیسے الرَّحِیْم اور الْعٰلَمِیْنَ اور نَسْتَعِیْنُ اور مَآب وغیرہ کی وقفی وجوہ کہ ان میں ناقلین نے طول۔ توسط۔ قصر۔ اسکان۔ اشمام۔ روم میں اختیار دیا ہے۔ اس قسم کی تمام وجوہ کا ہر جگہ جمع کرنا ضروری نہیں ہاں اگر طالب علم کو سکھانے کیلئے چند مواقع میں جمع کرلی جائیں تو مضائقہ نہیں اور حمزہؒ کی وقفی وجوہ بھی اسی قبیل سے ہیں مگر چونکہ ان کا سمجھنا دشوار ہے اس لئے دستور یہ ہے کہ ان کو ہر جگہ جمع کر لیتے ہیں۔

دوسری فصل افراد و جمعِ قراآت میں: طرق و روایات کے الگ الگ پڑھنے کو افراد اور کئی روایتوں اور قراءتوں کے یا ایک قراءت کے اکٹھا پڑھنے کو جمع کہتے ہیں سلفِ صالحین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چونکہ بلند ہمت تھے اس لئے وہ طرق اور روایات کو الگ الگ پڑھتے تھے تاکہ علم میں پوری مہارت حاصل ہو جائے اور پانچویں صدی کے شروع تک یہی حال رہا اس کے بعد روایات اور قراءات کو جمع کرکے پڑھنا ظہور میں آیا مگر اس وقت بھی احتیاط والے آئمہ جمع کو سلف صالحین کے طریق کے خلاف ہونے کی بنا پر مکروہ جانتے تھے اور جو آئمہ جمع پڑھاتے تھے وہ بھی مبتدی کو ہرگز نہیں پڑھاتے تھے بلکہ جب روایات کو علیحدہ علیحدہ پڑھ کر خوب ماہر ہو جاتا تھا تب جمع کی اجازت دیتے تھے اور چھٹی صدی تک یہی حال رہا کہ مبتدی کو اولاً کسی ایک قرارت کے جمع کرنے کی بھی اجازت نہیں دی جاتی تھی ہاں جو اساتذہ طلبا کے حق میں نرمی اور تساہل برتتے تھے وہ مبتدی کو بھی ایک ایک قرارت کے جمع کرنے کی اجازت دیدیتے تھے لیکن قالون ورش خلف اور خلاد کی روایتوں کو وہ بھی الگ الگ پڑھاتے تھے۔ محقق فرماتے ہیں کہ جب میں دمشق کے شیوخ سے افراداً .... قرارت پڑھ چکا تو میں نے اُستاد امین الدین عبدالوہاب کو ابوعمرو اور حمزہ کی قرارت ایک ایک ختم میں سُنا کر (تمام قرآت کو) جمعاً پڑھنے کی درخواست کی تو انھوں نے انکار کر دیا اور فرمایا چونکہ تم نے مجھے افراداً تمام قرآت نہیں سنائیں اس لئے میں جمعاً نہیں سنتا پھر اصرار پر نافع ابن کثیر کی قرآت جمع کرا دیں انتہیٰ کس قدر احتیاط تھی کہ اتنے بڑے ماہر کو بھی جمع کی اجازت نہیں دی نیز فرماتے ہیں کہ میں کسی کو نہیں جانتا کہ جس نے امام تقی الدین ابو عبداللہ الصائغ سے اکیس ختم سنائے بغیر قرآت سبعہ جمعاً پڑھی ہوں ہاں اگر کسی کی بابت ائمہ کو یہ اطمینان ہو جاتا تھا کہ یہ کسی دوسرے اُستاد سے افراداً و جمعاً پڑھ چکا ہے تو اس کو اپنے یہاں افراداً پڑھنے پر مجبور نہیں کرتے تھے بلکہ جمع کی اجازت دیدیتے تھے۔ اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ پسندیدہ اور احتیاط کی بات تو یہی ہے کہ ہر روایت کو علیحدہ علیحدہ پڑھا جائے لیکن اگر جمعاً پڑھنا چاہیں تو اس میں اس کا ضرور لحاظ رکھیں کہ اولاً قرآت کو افراداً پڑھیں پھر جمعاً پڑھیں اور جمع میں ذیل کی چار شرطوں کا لحاظ رکھیں:-

(۱) وقف کی خوبی کی رعایت کہ وقف نامناسب موقعہ پر نہ ہو پس وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اور وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ میں اَلَّا سے پہلے وقف کرکے وجوہ پوری نہ کرے کیونکہ اس صورت میں معنیٰ نامناسب ہو جاتے ہیں۔ (۲) ابتدا کی خوبی کی رعایت کہ یہ بھی نامناسب موقعہ سے نہ ہو مثلاً اِنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ اور اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ اور وَاِیَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا سے ابتدا نہ کرے کیونکہ اس میں بھی مراد کے خلافِ معنیٰ کا وہم ہوتا ہے۔ (۳) حسن ادا کی رعایت کہ تجوید کی پوری پابندی کی جائے اس کا آجکل بالکل خیال نہیں کیا جاتا بلکہ قابل و ناقابل سب کو قراءات پڑھا دی جاتی ہیں اور اس کمی سے قراءات کے اختلافات جو قرآن مجید کے کمالات ظاہر کرتے ہیں وحشت ناک بن جاتے ہیں اور عام طبیعتیں قراءات کی طرف مائل ہونے کے بجائے اُن سے نفرت کرنے لگتی ہیں اب خیال فرما لیا جائے کہ یہ کتنا بڑا نقصان ہے اور سلف کے طریقے کے کس قدر خلاف ہے۔ (۴) اُس کی رعایت کہ قراءت میں ترکیب نہ بہنے پائے پس جس قاری کی وجہ سب کے اخیر میں پڑھی ہو آیندہ ابتدا بھی اسی قاری کی وجہ سے کرے۔ اس بات کا خیال رکھنا جمع بالحرف میں ضروری اور جمع بالوقف میں بہتر ہے کیونکہ جمع بالحرف میں اس کے خلاف کرنے سے بعض صورتوں میں ایسی ترکیب پیدا ہو جاتی ہے جس سے کلام نحو کے خلاف ہو کر مہمل بن جاتا ہے جیسے سورۂ حدید میں وَقَدْ اَخَذَ مِیْثَاقَكُمْ ہے کہ اس میں اوّلاً اَخَذَ میں ہمزہ اور خا دونوں کا فتحہ پھر ابوعمرو کے لئے ہمزہ کا ضمہ اور خا کا کسرہ پڑھا جائیگا اس کے بعد مِیْثَاقُكُمْ میں ابتدا بھی ابوعمرو ہی کیلئے قاف کے رفع سے ضروری ہوگی اور اگر مِیْثَاقَكُمْ میں قاف کے نصب سے ابتدا کی جائے گی تو فعل مجہول کے فاعل کا منصوب ہونا لازم آئے گا اور جمع بالوقف میں چونکہ یہ صورت پیدا نہیں ہوتی اس لئے اس میں اس بات کی رعایت (کہ جس کی قراءت پر وقف ہو اسی کی قراءت سے ابتداء بھی ہو) ضروری نہیں بہتر ہے اس کی مثال یہ ہے کہ جب عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ میں حمزہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیلئے سکتہ پڑھ کر یَکِیْدُوْنَ پر وقف کریں تو آئندہ وَإِذَا قِیْلَ لَهُمْ میں ابتدا بھی حمزہؒ ہی کی قراءت سے ہونی چاہیئے اس کے بعد اوروں کو پڑھا جائے۔ رہی قرآئکے ناموں کی ترتیب سو اس کا لحاظ رکھنا ضروری نہیں ہے ہاں اکثر کے نزدیک پسندیدہ بات یہ ہے کہ پہلے قالون کو پڑھیں پھر ورش کو پھر ترتیب وار کسائیؒ کے دوری تک پہونچ جائیں لیکن ضروری نہیں اس لئے بعض حضرات ترتیب میں تناسب کی رعایت رکھتے ہیں۔ قرائے ناموں کی نہیں پس اگر پہلے قصر پڑھتے ہیں تو اس کے بعد سب سے کم مرتبہ کا مد پھر اس سے زائد مرتبہ کا مد پڑھتے ہیں یہاں تک کہ مد کے مراتب کے اخیر تک پہونچ جاتے ہیں اور بعض اس کا الٹ کرتے ہیں کہ مد طویل سے شروع کر کے قصر پر ختم کرتے ہیں اور بعض فتحہ اور امالہ کے لحاظ سے پڑھتے ہیں۔ پس پہلے فتحہ پھر امالۂ صغریٰ پھر امالۂ کبریٰ پڑھتے ہیں اور بعض اس طرح کرتے ہیں کہ پہلے نقل پھر تحقیق بلا سکتہ پھر سکتہ قلیلہؒ پھر سکتہ طویلہ مثلاً لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۞ الٓمٓصٓ میں پہلے ورش کو نقل کے ساتھ پھر ابوعمرو ابن عامر کو تحقیق بلا سکتہ کے ساتھ پھر حمزہؒ کو تحقیق معہ سکتہ قلیلہ کے ساتھ پھر ورش ابوعمرو ابن عامر کو اس سکتہ طویلہ کے ساتھ جو دو سورتوں کے درمیان ہوتا ہے ----- مگر اس مناسبت کی رعایت سے ترتیب پر وہی شخص عمل کر سکتا ہے جو قراءت میں پورا ماہر اور محقق ہو۔ **(اور اس جمع کی کیفیت میں تین مذہب ہیں)**

(۱) جمع بالوقف اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ جس راوی کو اپنے نزدیک مقدم سمجھ رکھا ہو اس کی قراءت کو شروع کر کے اس موقعہ تک پڑھتا چلا جائے جس کے بعد سے ابتدا بہتر ہو پھر وہاں وقف کر دے پھر اُس راوی یا قاری کو پڑھے جو مرتبہ میں اس پہلے قاری کے بعد ہو۔ اگر پہلے قاری کے ساتھ متفق نہ ہو ورنہ پڑھنے کی ضرورت نہیں پھر ہر راوی کو اسی طرح یکے بعد دیگرے پڑھتا چلا جائے اور ہر ایک کیلئے ابتدا اسی جگہ سے کرے جس جگہ سے پہلے قاری کے لئے کی تھی یہاں تک کہ تمام قراء کو پورا کر دے اور ہر مرتبہ میں وقف اسی موقعہ پر کرے جس پر پہلے کیا تھا پھر اس وقف کے مابعد سے اسی طریق سے ابتدا کرے اور یہ اہل شام کا مذہب ہے

(۲) جمع بالحرف اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ جب قاری قراءت کو شروع کرے اور ایسے کلمہ پر پہنچے کہ جس میں اختلاف ہو تو اس پر وقف کر کے فقط اسی کلمہ کو لوٹاتا رہے۔ یہاں تک کہ اس کے تمام اختلافات کو پورا کر دے پھر اگر اس کلمہ پر وقف جائز ہو تو اس پر وقف کر دے اور اس کے بعد والے کلمہ سے ابتدا کرے اور اس کلمہ میں سب سے پہلے اس قاری کی وجہ پڑھے جس کی وجہ پہلے کلمہ میں سب کے آخیر میں پڑھی تھی تاکہ ترکیب پیدا نہ ہو اور اگر پہلے کلمہ پر وقف جائز نہ ہو تو اسی قاعدہ کے موافق اس کا دوسرے کلمہ کے ساتھ وصل کر دے اور اسی طرح کرتا رہے یہاں تک کہ وقف کے موقعہ تک پہونچ جائے پھر وقف کر دے اور اگر اختلاف ایسا ہو جو دو کلموں سے تعلق رکھتا ہو تو دوسرے کلمہ پر وقف کر کے اختلاف کو پورا کرے پھر اسی حکم کے موافق اس کے بعد والے کلمہ کو پڑھے اور یہ اہل مصر کا مذہب ہے اور یہ طریق اختلافی وجوہ کے پورا کرنے میں نہایت مضبوط اور حاصل کرنے میں آسان ہے اور پہلا طریق یعنی جمع بالوقف حفظ کرنے میں نہایت مضبوط ہے کہ اس سے اختلافات خوب یاد ہو جاتے ہیں کیونکہ ہر مرتبہ ابتدا، وقف سے پڑھنا پڑتا ہے اس لئے ہر قراءت دوسری سے پوری طرح ممتاز اور جُدا ہو کر خوب ذہن نشین ہو جاتی ہے۔ محقق فرماتے ہیں کہ میں نے اِن دونوں طریقوں کو ملا کر ایک تیسرا طریق نکالا ہے اس کا نام جمع مرکب ہے اور یہ

نوٹ: سکتہ قلیلہ اور سکتہ لطیفہ وہ ہے جس میں بہت کم ٹھہریں۔ جیسے امام حمزہؒ یا خلفؒ کا وہ سکتہ جو ہمزہ سے پہلے ساکن پر کرتے ہیں جیسے وَالْأَرْضَ اور عَذَابٌ أَلِيْمٌ اور رَحِيْمٌ ۞ الٓمٓصٓ میں ہے جس کا بیان باب النقل میں آئیگا اور اسی طرح حفص کا وہ سکتہ جو عِوَجًا اور مَنْ مَّرْقَدِنَا اور مَنْ رَاقٍ اور بَلْ رَانَ میں کرتے ہیں اور سکتہ طویلہ وہ ہے جس میں کچھ زیادہ دیر ٹھہریں جیسے ورشؒ ابوعمرو ابن عامر کا وہ سکتہ جو دو سورتوں کے درمیان ہوتا ہے۔ وَاللّٰہُ أَعْلَمُ ۞ — ۱۲ منہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جمع کی خوبیوں کے بارے میں نہایت خوبصورت اور عمدہ ہے۔ پس میں ایک قاری کو شروع کرتا ہوں اور خیال رکھتا ہوں کہ قرأ میں سے کونسا قاری اس کے ساتھ زیادہ موافق ہے پھر جب ایسے کلمہ پر پہنچتا ہوں جس میں ان دونوں قاریوں کا (یعنی جس کو پڑھ رہا ہوں اس کا اور زیادہ موافقت والے کا) اختلاف ہو تو اس کلمہ پر وقف کرکے اس زیادہ موافقت والے کی وجہ کو بھی اسی کے ساتھ پڑھ لیتا ہوں اور اُن دونوں کو شریک کر لیتا ہوں پھر اس کلمہ کا وصل کر دیتا ہوں یہاں تک کہ وقف کے جائز موقعہ تک پہونچکر وقف کر دیتا ہوں اور اختلافات کے پورا ہونے تک اسی طرح کرتا رہتا ہوں یعنی جو قرا باقی رہ گئے ہیں ان کیلئے پھر اسی جگہ سے پڑھتا ہوں جس جگہ سے پہلے شروع کیا تھا اور ان میں بھی اسی دستور کو کام میں لاتا ہوں جو اوپر مذکور ہوا۔ (۳) وہ جمع جو آجکل مروّج ہے اور محقق کے نکالے ہوئے طریق کی مکمل ترین صورت ہے اور اس کو مصر و شام کے علماء نے جاری کیا ہے اور یہ بھی پہلے دو طریقوں سے مرکب ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ پہلے قالون کو اس موقعہ تک پڑھیں جس پر وقف صحیح ہو اب جو قرا اوّل سے آخیر تک اُن کے ساتھ شریک رہے ہوں وہ تو ان کے ساتھ ہی پورے ہوگئے۔ ان کے تو لوٹانے کی ضرورت نہیں اور جو رہ گئے ہیں ان میں سے دیکھنا چاہئے کہ وقف کے زیادہ قریب کون ہے اس کو پہلے پڑھیں پھر اس کو جو اس سے پہلے رہا ہو۔ اسی طرح اوپر تک دیکھتے اور پڑھتے چلے جائیں اور اگر ایک ہی جگہ کئی قاری رہ گئے ہوں تو ان کو اس ترتیب سے پڑھیں جس طرح شاطبی میں نام آئے ہیں یا جس کتاب کے طُرُق سے پڑھ رہے ہوں اس کی ترتیب کا لحاظ رکھیں اور اگر فتحہ اور امالہ میں کئی قاری رہ گئے ہوں تو فتحہ والوں کو پہلے اور امالہ والوں کو بعد میں پڑھیں۔ صاحب غیث فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے تمام شیوخ سے اسی طرح پڑھا ہے اور اسی طرح پڑھاتا ہوں۔ مزید تفصیل کیلئے شرح سبعہ کا مطالعہ فرمائیے۔ اُس میں فاتحہ میں اور بقرہ کی چند آیات میں اس جمع کی تشریح بھی درج کی گئی ہے۔

تیسری فصل قرآن اور اس کے خادموں کے فضائل

(۱) ارشاد باری تعالیٰ۔ ہم ہی نے اس نصیحت نامہ کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ (۲) یہ کتاب عزت والی ہے۔ اس میں غلط بات نہ آگے سے آکر شامل ہو سکتی ہے اور نہ پیچھے سے۔ (۳) یہ قرآن مجید ہی کی خصوصیت ہے کہ حق تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور اسی لئے وہ ہر زمانے میں اپنے بے شمار بندوں کو اس کی خدمت اور حفاظت کیلئے کمربستہ رکھتا ہے جو قرآن کو سینوں میں محفوظ رکھتے ہیں اور سفر میں ہوں خواہ حضر میں دریا میں ہوں یا خشکی میں پہاڑ پر ہوں یا نرم زمین پر ہر حال میں رات و دن لوح قلب سے اس کی تلاوت کرتے ہیں نہ ان کو کتاب کی ضرورت ہے نہ صحیفہ کی اور آج تک کوئی اس میں ایک نقطہ کی بھی تبدیلی نہ کر سکا۔ بخلاف دوسری الہامی کتابوں کے کہ ان کی حفاظت انبیاء علیہم السلام اور زاہدوں اور علماء کے سپرد تھی۔ جب یہ حضرات نہ رہے تو ان میں تبدیلی ہوگئی۔ وہ اپنی حفاظت کیلئے صحیفہ کی محتاج تھیں اور آنکھ کی مدد ہی سے پڑھی جاتی تھیں۔ اسی لئے اور اُمتوں کو ہر زمانے میں نبی کی ضرورت رہتی تھی قرآن کا اس طرح محفوظ چلا آنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اعلیٰ ترین دلیل ہے قرآن کے خادموں کے بارے میں بہت احادیث آئی ہیں:- (۱) میری اُمت میں سے شریف لوگ حاملین قرآن اور رات کو عبادت کرنے والے ہیں (بیہقی عن ابن عباسؓ) (۲) تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن پڑھتے اور پڑھاتے ہیں (طبرانی عن ابن مسعودؓ) (۳) تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو خود قرآن مجید سیکھیں اور دوسروں کو اس کی تعلیم دیں (بخاری و ترمذی عن عثمانؓ) امام عاصم کے شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمی اس حدیث کو روایت کرکے فرماتے تھے کہ مجھے اس حدیث نے یہاں (کوفہ کی جامع مسجد میں)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بٹھا رکھا ہے حالانکہ موصوف بڑے عالم اور بڑے درجہ کے تابعی تھے اور لوگ آپ کے علم کے محتاج تھے لیکن اس کے باوجود بھی آپ چالیس سال سے زیادہ عرصہ تک کوفہ کی جامع مسجد میں بیٹھ کر قرآن مجید ہی پڑھاتے رہے (۴) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس کو قرآن کی تلاوت کے سبب میرے ذکر کی اور مجھ سے سوال کرنے کی فرصت نہ ملے میں اس کو مانگنے والوں سے بہتر تینڈ دوں گا اور خدا کے کلام کی بزرگی تمام کلاموں ..... پر ایسی ہے جیسے اللہ کی بزرگی تمام مخلوق پر۔ (ترمذی عن ابی سعید خدری) اس لئے اسلاف کرام قرآن پڑھانے کو ہر چیز سے مقدم جانتے تھے (۵) میری اُمت کی بہترین عبادت قرآن کی تلاوت ہے (بیہقی عن نعمان ابن بشیر) (۶) صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ پڑھ اور چڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ترتیل سے پڑھتا تھا پس تیرا مقام اس آخر آیت پر ہے جس کو تو پڑھے (ترمذی عن ابن عمرؓ) (۷) اسی لئے ابن مسعودؓ قرآن مجید کی تلاوت کو روزہ سے اور سفیان ثوری قرآن پڑھانے کو جہاد سے افضل سمجھتے تھے (۸) ابن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ قرآن پڑھنے والا اس نکمی عمر سے محفوظ رہتا ہے جس میں انسان علم کے بعد بے علم ہوجاتا ہے (۹) عبدالملک ابن عمیر کہتے ہیں کہ قراء قرآن کی عقلیں سب لوگوں سے زیادہ دیر تک باقی رہتی ہیں۔

چوتھی فصل قرأت کا مدار نقل پر ہے:۔

(۱) عمر۔ علی۔ زید ابن ثابت رضی اللہ عنہم کا ارشاد ہے۔ اَمَرَکُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ تَقْرَؤُا الْقُرْاٰنَ کَمَا عُلِّمْتُمْ۔ تم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ قرآن کو اسی طرح پڑھو جس طرح تمہیں سکھایا گیا ہے (۲) ابن المنکدر عروہ ابن زبیر عمر ابن عبدالعزیزؒ اور عامر شعبی فرماتے ہیں کہ قرارت سنت متبعہ ہے کہ پچھلا پہلے سے اخذ کرتا چلا آتا ہے پس تم کو جس طرح پڑھائی جائے اسی طرح پڑھو (۳) امام نافع اور ابوعمرو کا ارشاد ہے کہ اگر یہ پابندی نہ ہوتی کہ جس طرح ہم نے پڑھا ہے اسی طرح پڑھیں تو ہم فلاں حرف کو اس طرح اور فلاں حرف کو اس طرح پڑھتے (۴) شاطبیہ میں ہے:۔

وَمَا لِقِیَاسٍ فِی الْقِرَاءَۃِ مَدْخَلٌ + فَدُوْنَکَ مَا فِیْہِ الرِّضَا مُتَکَفِّلَا

قرارت میں قیاس کو کوئی دخل نہیں پس تو ان کی حفاظت کا ذمہ دار بن کر اس کو مضبوط پکڑ لے جس میں ناقلین کی پسندیدگی ہے (۵) ان اقوال کے نقل کرنے کے بعد محقق اپنی نشر میں فرماتے ہیں کہ قرارت کا فقہی قیاس اور اجتہادی رائے سے کوئی تعلق نہیں ہے انتہی۔ پس یہ خیال بالکل غلط ہے کہ قرائتیں قراء اور اماموں نے خود بنالی ہیں (۶) ہم اسی سلسلہ میں علامہ جعبری کی (جو قصیدہ کے معتبر شارح اور فن کے مسلّم امام ہیں) ایک مفید تقریر بھی نقل کرتے ہیں۔ جو سوال و جواب کی صورت میں ہے وَھُوَ ھٰذَا:۔

سوال ۱ ۔ جب قرارت کی تمام وجوہ کا سرچشمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور سب قرائتیں اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی ہیں تو پھر قراءتوں کی نسبت آپ ہی کی طرف کیوں نہیں کی گئی اور مثلاً نافع۔ ابن کثیر وغیرہ کی قرارت کیوں کہتے ہیں سوال ۲ ۔ اگر کسی دلیل کی بناء پر ان حضرات کی طرف قرارت کی نسبت جائز اور صحیح ہے تو پھر ایسا معین جماعت کے ساتھ خاص کردینے کی کیا وجہ ہے جب کہ خود ان کے زمانے میں اور ان سے پہلے اور ان کے بعد اور حضرات بھی فن کے جاننے والے تھے ان کی طرف نسبت کیوں نہیں کی گئی۔ سوال ۳ ۔ اگر یہ خصوصیت و انحصار بھی کسی دلیل سے ثابت ہے تو پھر قریب زمانے والوں کو چھوڑ کر ان کی طرف نسبت کرنے کی وجہ کیا ہے جن کا زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہے۔ **جواب** ۔ چونکہ قرارت کی وجوہ عرب کی اقسام اور ان کے لغات کے موافق نازل ہوئی ہیں اس لئے ہر وجہ کی نسبت اس کی طرف کی گئی ہے جس نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے تاکہ ان تمام وجوہ کو ناقلین سے معلوم کرکے پوری طرح یاد اور محفوظ کرسکیں۔ نیز ہم ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متواتر طریق (کثیر مجمع) کے محتاج ہیں جس سے اس وجہ کے قرآن ہونے کا یقین اور علم حاصل ہو جائے جو ہم تک پہونچی ہے اسی لئے ناقلین نے ہر وجہ کی نسبت اس شخص کی طرف کی جو اپنے زمانے میں اس کو پڑھتا تھا۔ پس صحابہ کے زمانے میں عثمانؓ، علیؓ، زید ابن مسعود۔ ابی وغیرہ رضی اللہ عنہم کی قراءت کہتے تھے اور تابعین کے زمانہ میں ابو جعفر۔ مجاہد سلمی وغیرہ رحمہم اللہ کی قراءت کہلاتی تھیں۔ پھر تابعین کے بعد علماء کئی حصّوں میں تقسیم ہو گئے ۱؎ وہ جنھوں نے اپنے آپ کو قرآن پڑھانے اور اس کا طریقہ ادا سکھانے کیلئے مخصوص اور فارغ کر دیا۔ ۲؎ وہ جو قرآن کے مطالب حل کرنے اور قرآن و حدیث سے مسائل نکالنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ ۳؎ وہ جو ان کے علاوہ دوسرے علوم میں مشغول ہو گئے ۴؎ وہ جو مخلوق سے الگ تھلگ ہو کر خالص حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ پس جس نے جس علم کیلئے اپنے آپ کو فارغ کیا وہ اسی میں مشہور ہو گیا اور اس علم کی نسبت اسی کی طرف ہونے لگی حالانکہ اسی زمانہ میں دوسرے حضرات بھی اس علم میں ماہر تھے۔ لیکن چونکہ اس قدر مشہور نہ تھے اور نہ خالص اسی کیلئے فارغ تھے اس لئے ان کی طرف نسبت نہیں کی گئی کیونکہ جو شخص کسی علم میں مشہور ہوتا ہے اور اس کیلئے اپنے آپ کو مخصوص کر دیتا ہے اس کی طرف لوگوں کے دل زیادہ مائل ہوتے ہیں اور مقلدین اور شاگرد اس کی فرمانبرداری بھی بڑے شوق سے کرتے ہیں پس اس کی تحقیقات کو بھی اعتماد کے قابل سمجھتے ہیں اور مقصود یہی ہے کہ علمی مسائل کی تحقیق صحیح طریقہ سے کی جائے اس صورت میں یہ مقصود آسانی سے پورا ہو جاتا ہے اور غیر مشہور آدمی میں یہ بات نہیں ہوتی کیونکہ اس کی تحقیقات پر اعتماد نہیں ہوتا پھر جب ان سات یا دس مشہور اماموں کا زمانہ آیا تو چونکہ ان پر عوام و خواص سب اعتماد کرتے تھے اس لئے اب قراءت کی نسبت ان حضرات کی طرف ہونے لگی اور اس وقت حالت یہ تھی کہ صدر اول جو علم کے عروج کا زمانہ تھا وہ دور ہو چکا تھا اور اس فن کے حاصل کرنے کی طرف توجہ کم ہو گئی تھی ہمتوں میں ضعف آ گیا تھا۔ ترقی کی طرف قدم سست پڑ چکے تھے اور زمانہ میں شدت کے ساتھ یہ احساس ہو رہا تھا کہ ان حضرات کے بعد اتنے بڑے عالم پیدا نہ ہو سکیں گے اس لئے اس وقت کے ارباب حل و عقد (بڑے بڑے علماء) نے فن کی امامت کا عہدہ ان ہی حضرات کے سپرد کیا اور ان کو امام مان کر خود ان کے مقلد بن گئے اور قریب و بعید سب کے مقابلے میں انھیں کو پسند کیا پھر ان کے شاگرد شاخ در شاخ ہو کر ملکوں میں پھیل گئے اور ان کے تمام علوم کو نقل کر کے دنیا میں پھیلا دیا (یہ وجہ ہے ان کی طرف قراءت کے منسوب ہونے کی کہ ان حضرات کے ذریعہ علم قراءت نے رواج و شہرت پائی) اور جب تم میری اس تقریر میں غور کرو گے تو تمہارے پیچیدہ سوالات خود بخود حل ہو جائیں گے۔ اِنْتَہٰی بِمَفْہُوْمِہٖ +

پانچویں فصل صاحب اختیار آئمہ:- صاحب اختیار ان اماموں کو کہتے ہیں جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہونچی ہوئی وجوہ میں سے آحاد۔ غیر مشہور۔ شاذ کو چھوڑ کر اپنے لئے ان وجوہ کو اختیار کر لیا تھا جو ان کے نزدیک عربیت میں قوی تر اور رسم کے موافق تھیں اس اختیار کا سلسلہ بیحد وسیع تھا اور صدر اول میں چونکہ علم عروج پر تھا اس لئے صاحب اختیار ائمہ بھی بے شمار تھے۔ ابُو محمد مکی ابن ابی طالب فرماتے ہیں کتابوں میں ان ستر اماموں کی قراءتیں مذکور ہیں جو قراء سبعہ پر مقدم تھے۔ اس سے قیاس کر لو کہ ان کے ہم مرتبہ اور کم اور کتنے کتنے ہوں گے۔ محقق شمس الدین ابو الخیر محمد ابن الجزری فرماتے ہیں کہ ابو عبید۔ قاضی اسماعیل۔ امام ابو جعفر ابن جریر طبری نے اپنی کتابوں میں قراء سبعہ سے مقدم وہ پندرہ قراءتیں بیان کی ہیں جو صحابہؓ کے زمانے میں پڑھی جاتی تھیں اور جن سے وہ نماز پڑھتے تھے واقعہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ دو طرح کے ہیں۔ (۱) متفق علیہ جن کو تمام صحابہ نے ایک ہی طرح روایت کیا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان میں کوئی اختلاف نہیں ہوسکتا۔ (ب)۔ مختلف فیہ جن کو لغات کے مختلف ہونے کی بناء پر حق تعالیٰ نے کئی کئی طرح نازل فرمایا ہے۔ دوسری قسم کے الفاظ میں سے اماموں نے اپنے شیوخ کی قراءت سے شرائط کی پابندی کرتے ہوئے جُدا جُدا ترتیبیں اختیار کرلیں تھیں مثلاً ایک نے صلہ۔ اظہار۔ تسہیل۔ فتحہ کو لیا۔ دوسرے نے عدم صلہ۔ اظہار۔ تسہیل۔ فتحہ کو اختیار کیا۔ تیسرے نے اپنی ترتیب میں عدم صلہ۔ تسہیل۔ ادغام۔ امالہ کو رکھ لیا۔ اسی طرح اور بہت سی صورتیں نکل سکتی ہیں چونکہ ان اختلافات کی کوئی مخصوص ترتیب واجب نہیں تھی اس لئے گنجائش تھی کہ شرائط کی پابندی کے ساتھ جو ترتیب چاہیں اختیار کریں اسی لئے صدر اول میں قراءتیں بے شمار تھیں جن کے مقابلے میں موجودہ دس یا چودہ قراءتیں دریا کے مقابلے میں ایک جرعہ ہیں یہ اختیار کا سلسلہ صدیوں تک جاری رہا اور خدا جانے اس عرصہ میں کتنے صاحب اختیار پیدا ہوئے پھر ان اماموں کے شاگرد بھی اَنگِنت تھے اور ہر ایک کی جانشین ایک جماعت بنی اور کسی مصنّف کی طاقت نہیں کہ ان اماموں کا احاطہ کرسکے (شرح سبعہ)

چھٹی فصل۔ ضابطۂ قراآت:-

۱؎ محقق نشر میں فرماتے ہیں۔ اماموں کے شاگرد پھر ان شاگردوں کے شاگرد بے شمار تھے ان میں بعض تو وہ تھے جن کا حافظہ نہایت مضبوط اور عقل کامل تھی اور روایت میں بھی احتیاط سے کام لیتے تھے اور بعض میں ان میں سے کسی وصف کی کمی تھی اس لئے اختلاف ظہور میں آنے لگا اور قریب تھا کہ حق و باطل میں کوئی تمیز نہ رہے اور غلط کو صحیح اور صحیح کو غلط سمجھنے لگیں لیکن امت میں سے علمائے محققین و ماہرین کتاب اللہ کی خدمت کیلئے کھڑے ہوگئے انھوں نے طرق و روایات کو جانچا حروف کی پڑتال کی متواتر کو آحاد سے مشہور کو شاذ سے ممتاز کیا ان میں فرق کرنے کیلئے ارکان و اصول مقرر کردئے۔ چنانچہ ہم ان کی طرف اشارہ بھی کرتے ہیں اور جس طرح متقدمین نے ان اصول وارکان پر اعتماد کیا ہے ہم بھی انھیں پر اعتماد کرتے ہیں جو قراءت (۱) نحوی وجوہ میں سے کسی ایک وجہ کے موافق ہو۔ (۲) مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کی رسم کے مطابق ہو عام ہے کہ یہ مطابقت ظاہراً ہو یا احتمالاً اور تقدیراً (۳) صحیح اور متصل سند سے ثابت ہو یعنی اس کی سند نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتی ہو۔ جس میں یہ تینوں رکن پائے جائیں وہ قراءت صحیح ہے اور ان سات حروف (لغات) میں سے ہے جن پر قرآن نازل ہوا ہے اور اس کا رد و انکار جائز نہیں بلکہ مسلمانوں پر اس کا قبول کرنا واجب ہے خواہ وہ سبعہ میں سے ہو یا عشرہ میں سے یا عشرہ کے بھی بعد والیوں میں سے ہو اور اگر ان تینوں رکنوں میں سے کوئی رکن خلل پذیر ہوجائے تو وہ ضعیف یا شاذ یا باطل ہے عام ہے کہ قراء سبعہ سے ہو یا ان اماموں سے ہو جو مرتبہ میں ان سے بھی بڑھ کر ہیں۔ سلف اور خلف میں سے تمام محققین اس تعریف کو صحیح کہتے ہیں

۲؎ ابو محمد مکی نے متعدد مقامات میں اور حافظ ابو عمرو عثمان ابن سعید دانیؒ اور ابو العباس احمد ابن عمار مہدوی نے بھی یہی بیان کیا ہے اور ابو شامہ کی تحقیق بھی یہی ہے اور باقی تمام متقدمین کا بھی یہی مذہب ہے۔ اس میں کسی کا بھی خلاف نہیں

۳؎ حافظ ابو شامہ مرشد الوجیز میں فرماتے ہیں کہ اس مغالطے اور دھوکے میں رہنا مناسب نہیں کہ وہ ہر ایک وجہ صحیح ہے جو قراء سبعہ میں سے کسی ایک کی طرف منسوب ہو اور صحیح اور منزل من اللہ کہلاتی ہو بلکہ صرف وہی وجہ صحیح ہے جو مذکورۂ بالا ضابطہ میں آجائے اور اس میں تینوں رکن موجود ہوں۔ پس اس صورت میں کوئی مصنف اس کی نقل میں متفرد نہیں ہوسکتا اور نہ وہ ان قراء سبعہ کے ساتھ مخصوص ہوسکتی ہے۔ بلکہ جو قراءتیں ان کے سوا اور اماموں سے منقول ہیں اگر ان میں تینوں رکن موجود ہوں تو ان کو بھی صحیح ماننا پڑے گا۔ کیونکہ اصل اعتماد ان تین ارکان پر ہے نہ کہ اس امام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر جس کی طرف اس قرأت کی نسبت کی گئی ہو۔

ان تینوں رکنوں کی مزید توضیح

پہلا رکن نحوی وجہ کی موافقت ع۱ محققین کے مختار مذہب پر نحوی موافقت کے رکن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی لفظ یا جملے میں نحوی قواعد کی رو سے کئی وجوہ ہوں تو قرأت ان میں سے کسی ایک وجہ کے موافق ہو عام ہے کہ وہ وجہ فصیح ہو یا فصیح تر نیز متفق علیہ ہو یا مختلف فیہ کیونکہ جو قرأت مشہور اور شائع ہو اور صحیح سند سے ثابت ہونے کی بناء پر آئمہ نے اس کو قبول کیا ہو۔ نحاۃ کے اختلاف سے اس کے معتبر ہونے میں ذرا بھی فرق نہیں آتا۔ اس لئے کہ صحیح سند ہی سب سے بڑی اصل اور مضبوط ترین رکن ہے چنانچہ بہت سی قرأتوں کا بعض یا اکثر نحویوں نے انکار کیا ہے (مثلاً بَارِئْكُمْ يَأْمُرْكُمْ وغیرہ اور مِنْ سَبَأْ نمل ع۔ لِسَبَأْ۔ سبا ع۔ يٰبُنَيْ۔ مَكْرَ السَّيِّئْ فاطر ع۔ نُجِّي الْمُؤْمِنِينَ انبیاء ع۔ نِعِمَّا بقرہ ع ونساء ع۔ لَا يَهَدِّي یونس ع کے اسکان اور بزی کی تا آت اور ابو عمرو کے ادغامات اور حمزہ کی قرأت پر فَمَا اسْطَّاعُوا میں اجتماع ساکنین اور تُزَّيِّتِي اور يَتَّقِ اور اَفْئِدَةً میں صلہ کی یا اور ابو جعفر کی قرأت پر لِلْمَلٰٓئِكَةُ اسْجُدُوا میں تا کا ضمہ اور لِيُجْزٰى قَوْمًا جاثیہ ع میں قَوْمًا کا نصب اور كُنْ فَيَكُوْنَ میں نون کا نصب اور قَتْلُ اَوْلَادَهُمْ شُرَكَائِهِمْ انعام ع میں مضاف اور مضاف الیہ میں مفعول سے جدائی اور وَلَا تَتَّبِعٰنِ یونس ع میں نون کی تخفیف اور وَاِنَّ اِلْيَاسَ۔ صٰفّٰت ع میں ہمزہ وصلی اور وَالْاَرْحَامِ میں حمزہ کے لئے میم کا جر اور نافع ابن کثیر ابن عامر۔ ابو جعفر کی قرأت پر شعراء ع وصٓ ع میں اَصْحٰبُ لَيْكَةَ اور قنبل کی روایت پر سَاقَيْهَا نمل ع کا ہمزہ اور ابو عمرو کی قرأت پر اِنَّ هٰذَيْنِ طٰہٰ ع کا الف وغیرہ وغیرہ) لیکن ان کا انکار درجۂ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ جن ائمہ کے ارشادات پیروی کے لائق ہیں ان کا ان سب قرأتوں کے قبول کرنے پر اجماع ہے۔

ع۲ حافظ ابو عمرو دانی جامع البیان میں بَارِئْكُمْ کے اسکان پر سیبویہ کا اعتراض نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں اسکان نقلاً صحیح تر اور اداءً اکثر کا مذہب ہے اور میرے نزدیک مختار ہے اور میں اسی کو لیتا ہوں پھر ابو عمرو کے رواۃ کی تصریحات نقل کر کے کہتے ہیں قرأت کے امام قرآن کے کسی حرف میں اس پر عمل نہیں کرتے جو لغت میں زیادہ مشہور اور عربیت میں قیاس کے زیادہ موافق ہو بلکہ اس پر عمل کرتے ہیں جو اثر کے اعتبار سے ثابت تر اور نقل و روایت کے لحاظ سے صحیح تر ہو۔ اور جب کوئی حرف اس طرح ثابت ہو جائے تو اس کو نہ عربیت کا قیاس رد کر سکتا ہے اور نہ لغت کی شہرت کیونکہ قرأت سنت متبعہ ہے جس کا قبول کرنا واجب اور اس پر اعتماد لازم ہے۔

دوسرا رکن رسم کی موافقت قرأت کے رسم عثمانی کے مطابق ہونے سے مراد یہ ہے کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو آٹھ مصاحف لکھوائے تھے وہ قرأت ان میں سے کسی ایک مصحف میں لکھی ہوئی ہو گو سب میں نہ ہو۔ اب تعریف ان کلمات کو بھی شامل ہو جائے گی جو صرف بعض مصاحف عثمانیہ میں لکھے ہوئے ہیں۔ سب میں نہیں چنانچہ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ بقرہ ع کو ابن عامر ع۲ وَسَارِعُوا آل عمران ع کو نافع۔ ابن عامر۔ ابو جعفر واؤ عاطفہ کے بغیر قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ اور سَارِعُوا پڑھتے ہیں ع۳ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ آل عمران ع میں ہشام دونوں اسموں میں با زیادہ کر کے وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ پڑھتے ہیں۔ ع۴ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ براءۃ ع۔ میں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ابن کثیر مِنْ زیادہ کرکے مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ پڑھتے ہیں ۵ مِنْهَا مُنْقَلَبًا کہف ع۵ میں نافع۔ ابن کثیر۔ ابن عامر۔ ابوجعفر مِنْهَا میں هَا اور الف کے درمیان میم زیادہ کرکے تثنیہ کی ضمیر سے مِنْهُمَا مُنْقَلَبًا پڑھتے ہیں ۶ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ حدید ع۳ کو نافع۔ ابن عامر۔ ابوجعفر هُوَ کے بغیر فَاِنَّ اللّٰهَ الْغَنِيُّ پڑھتے ہیں اور ۱و۲ شامی مصحف میں اور ۲و۶ مدنی وشامی اور ۴ مکی ۵ مکی۔ شامی مصاحف میں اسی طرح لکھے ہوئے بھی ہیں اسی طرح اور بھی بہت سے کلمات ہیں جن کے بارے میں مصاحف مختلف ہیں کہ بعض میں تو مرسوم ہیں اور بعض میں نہیں اور تمام مقامات کے ائمہ کی قراءت بھی ان کلمات میں اپنے اپنے مصاحف کے مطابق وارد ہوئی ہے اور اگر یہ کلمات ان مصاحف میں اس طرح مرسوم نہ ہوتے تو یہ سب قراءتیں متفق علیہ رسم کے خلاف ہونے کی بناء پر شاذ ہوجاتیں۔ ۲ رسم کے بارے میں احتمالاً اور تقدیرًا اس لئے کہا گیا کہ رسم کی موافقت دو طرح پر ہے۔ اول۔ تحقیقی اور وہ یہ ہے کہ کلمہ کی رسم اور لکھائی صراحتاً اور ظاہرًا اس کے تلفظ کے موافق ہو اور اکثر ویشتر کلمات ایسے ہی ہیں جن کی کتابت ان کے تلفظ کے مطابق ہوتی ہے۔ دوم۔ احتمالی اور تقدیری اور وہ یہ ہے کہ کسی معقول علت اور حکمتﷺ کی بناء پر کلمہ کی رسم اس کے تلفظ کے خلاف دوسری طرح ہو پس اس حکمت کے سبب اس رسم کو حکماً موافق ہی سمجھا جاتا ہے اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ متعدد قراءتوں کے لحاظ سے رسم کی تین صورتیں ہیں:۔

اوّل:۔ یہ کہ کلمہ ایک قراءت پر ظاہرًا اور دوسری پر احتمالاً و تقدیرًا رسم کے موافق ہو۔ چنانچہ سورۂ فاتحہ میں جو مٰلِكِ ہے وہ تمام مصاحف میں الف کے بغیر لکھا ہوا ہے پس الف کے حذف والی قراءت تو تحقیقاً اور ظاہرًا رسم کے موافق ہے اور اس صورت میں مَلِكِ بادشاہ کے معنیٰ میں ہوگا چنانچہ مَلِكِ النَّاسِ میں بھی بالاتفاق الف کے بغیر ہے اور اسی معنیٰ میں ہے اور الف والی قراءت احتمالاً اور تقدیرًا رسم کے موافق ہوگی اور اب یہ مالک کے معنی میں ہوگا جیسا کہ مٰلِكَ الْمُلْكِ آل عمران ع۳ میں بالاجماع الف کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور رسم الف کے بغیر ہے پس اس الف کا حذف اختصار کی بناء پر ہوگا جو فَاعِل کے وزن میں جبکہ وہ عَلَم ہو شائع اور مشہور ہے اور اَلنَّشْاَةَ عنکبوت ع۲ وَالنَّجْمِ ع۳ واقعہ ع۲ تینوں جگہ تمام مصاحف میں شین کے بعد الف کے ساتھ لکھا ہوا ہے پس الف مدہ والی قراءت ظاہرًا اور الف کے حذف والی تقدیرًا اور احتمالاً رسم کے موافق ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ہمزہ قیاس کے خلاف الف کی صورت میں لکھا گیا ہو۔ جیسا کہ مَوْئِلًا میں قیاس کے خلاف ہمزہ یا کی صورت میں مرسوم ہے۔

دوم:۔ یہ کہ تمام قراءتیں احتمالاً رسم کے مطابق ہوں ظاہرًا نہ ہوں چنانچہ تمام مصاحف میں اَلسَّمٰوٰتِ اَلصّٰلِحٰتِ دونوں الفوں کے حذف سے اور اَلَّيْلِ ایک لام سے اور اَلصَّلٰوةِ اَلزَّكٰوةِ اَلرِّبٰوا وغیرہ واؤ کے ساتھ اور وَجِايْٓءَ زمر ع۷ اور فجر دونوں جگہ بعض مصاحف میں جیم کے بعد الف کے ساتھ اور لِنَنْظُرَ یونس ع۲ ضعیف روایت کی بناء پر بعض مصاحف میں ایک نون سے لکھا ہوا ہے حالانکہ قراءت ان میں سے کسی ایک کلمے میں بھی ظاہرًا رسم کے مطابق نہیں ہے۔

سوم:۔ یہ کہ تمام قراءتیں ظاہرًا رسم کے مطابق ہوں جیسے اَنْصَارَ اللّٰهِ صف ع۲ (اس میں دو قراءتیں اوّل تنوین اور لام جارہ دونوں کے بغیر دوم ۲ پر تنوین اور لام جارہ دونوں کے اثبات کے ساتھ اَنْصَارًا لِلّٰهِ لیکن حروف کی شکلوں کے لحاظ سے دونوں قراءتوں پر رسم ایک ہی طرح ہے) اور جیسے نَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ تَعْلَمُوْنَ۔ هِيْتَ۔ يُغْفَرْ۔ اِنْ نَّعْفُ۔ نُعَذِّبْ۔ اور ان کے مانند دیگر کلمات کیونکہ مصاحف عثمانیہ میں نقطے اور حرکتیں نہیں تھیں۔ اس لئے اکثر کلمات میں ایک ہی رسم سے تمام قراءتیں نکل آتی تھیں اور حذف واثبات کے موقعوں میں بعض مصاحف میں ایک طرح اور بعض میں دوسری طرح

ﷺ مثلاً اختصار، فرقِ دو کلمات، رعایتِ اصلِ کلمہ وغیر ذٰلک۔ ۱۲ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لکھا تھا۔ ع۳ اور اس رسم الخط سے بالخصوص علم ہجا میں صحابہ کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور تمام علوم کی تحقیق میں ان کی سمجھ کی نورانیت کا پتہ چلتا ہے اور حیرت ہوتی ہے کہ جب علم ہجا میں ان کا یہ حال تھا تو معنیٰ کی تحقیق میں کیا شان ہو گی۔ پس وہ اللہ نرالی شان والا ہے جس نے ان کو یہ کمالات عطا فرمائے۔ اور اُمت کے باقی افراد پر فوقیت دی۔ دیکھو امام شافعی رحمہ اللہ نے ان کے کمالات کا کس خوبی سے اعتراف کیا ہے فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے قرآن۔ توریت اور انجیل میں صحابہ کرام کی تعریف کی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ان کو وہ سبقت اور فضیلت عطا کی ہے جو بعد کے لوگوں میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔ پس اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرما کر ان کی کوششوں کا بدلہ عطا فرمائے اور ان کو شہدا اور صدیقین اور صالحین کے اعلیٰ ترین مقامات پر فائز فرمائے۔ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہم تک پہونچائیں اور اس بابرکت زمانے میں آپ کی زیارت کی جبکہ آپ پر وحی نازل ہوتی تھی اور وہ آپ کی مراد کو خوب سمجھتے تھے کہ یہ حکم عام ہے اور یہ خاص ہے اور اسی طرح فرض۔ سنت۔ مستحب کو بھی جانتے تھے اور ان کو وہ احادیث بھی معلوم تھیں جنھیں ہم جانتے ہیں اور وہ بھی جن سے ہم واقف نہیں اور وہ تمام علوم۔ اجتہاد۔ پرہیزگاری عقل میں اور جن عبارتوں سے احکام نکلتے ہیں ان کے سمجھنے میں ہم پر فائق تھے اور ان کی رائے ہمارے لئے ہماری رائے سے بدرجہا محمود اور اولیٰ ہے۔ انتہیٰ۔

فائدہ:- (۱) صحابہ کی تعریف ہی کے سلسلہ میں یہ بات بھی قابلِ غور اور نہایت عجیب ہے کہ صِرَاطَ اور اَلْمُصَیْطِرُوْنَ دونوں اصل لغت میں سین کے ساتھ ہیں لیکن اس پر بھی ان دونوں کو اصل کے خلاف صاد سے لکھا ہے جو سین سے بدلا ہوا ہے تاکہ صاد والی قرأت تو رسم صریح سے نکل آئے اور سین والی مِنْ وَجْہٍ رسم کے خلاف ہونے کے باوجود اصل ہے سمجھ لی جائے اور دونوں قراءتیں اس بات میں معتدل اور برابر ہو جائیں۔ کہ صاد تو رسم کے موافق اور اصل کے خلاف ہے اور سین اصل کے موافق اور رسم کے کسی قدر خلاف ہے اور اشمام والی قرأت کو رسم احتمالاً اور تقدیراً شامل ہو جائے اور اگر ان دونوں کلمات کو اصل کے موافق سین سے لکھتے تو نہ تو اعتدال ہی باقی رہتا اور نہ رسم اشمام والی قرأت کو احتمالاً شامل ہو سکتی بلکہ اس صورت میں خالص صاد والی اور اشمام والی دونوں قراءتیں رسم و اصل دونوں ہی کے خلاف ہو جاتیں اور یہ خلاف قابلِ تحمل نہ رہتا اور یہی وجہ ہے کہ مشہور قرأت کی بنا پر فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً اعراف ع۹ میں تو خلاف ہے کہ بعض اس کو صاد سے اور بعض سین سے پڑھتے ہیں۔ لیکن بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ بقرہ ع۳۲ میں خلاف نہیں بلکہ یہ مشہور قراءتوں میں سین ہی کے ساتھ ہے (اور گو ابن شنبوذ کے تمام طرق سے قنبل کے لئے اس میں صاد بھی ہے لیکن سین کی طرح مشہور نہیں گو صحیح ہے) اور یہ فرق اس لئے ہے کہ بَصْۜطَةً اعراف میں تو صاد سے لکھا ہوا ہے اور اس میں سین کی طرف اشارہ موجود ہے لیکن بقرہ میں سین سے لکھا ہوا ہے جس سے صاد کی طرف اشارہ نہیں نکلتا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ بَسْطَةً بقرہ میں صاد کی قرأت رسم کے خلاف ہے۔ کیونکہ رسم صریح کی جو مخالفت ادغام۔ ابدال۔ اثبات۔ حذف۔ وصل۔ فصل کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ اہل رسم اس کو مخالفت شمار نہیں کرتے۔ بشرطیکہ وہ قرأت سنداً صحیح اور ائمہ کے نزدیک مشہور اور ثابت ہو مثلاً اَتُمِدُّوْنَنِیْ نمل ع۳ میں حمزہ کیلئے ادغام ہے اور وہ اس کو ایک نون سے پڑھتے ہیں حالانکہ رسم دو نونوں کے ساتھ ہے اور بِضَنِیْنٍ تکویر میں ابن کثیر اور ابو عمرو۔ کسائی۔ رویس ضاد کے بجائے ظاد پڑھتے ہیں حالانکہ رسم ضاد کے ساتھ ہے اور وَاَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ منافقون میں ابو عمرو وَاَکُوْنَ میں واؤ کا اثبات اور نون کا نصب پڑھتے ہیں حالانکہ رسم واؤ کے بغیر ہے اسی طرح نافع۔ ابن کثیر۔ ابو عمرو حمزہ۔ کسائی۔ ابوجعفر۔ یعقوب۔ یاآتِ زوائد کا اثبات کرتے ہیں حالانکہ وہ یاآت لکھی ہوئی نہیں ہیں اور کَاَیِّنْ میں ابو عمرو نون کو حذف کرکے یا پر وقف کرتے ہیں حالانکہ یہ نون کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ اسی طرح فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ کہف ع۱۰ میں ابن ذکوان یا کو حذف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں حالانکہ تمام مصاحف میں یا کے ساتھ ہے اور وَیکَاَنَّہٗ قصص میں کسائی یا پر اور ابو عمرو کاف پر وقف کرتے ہیں حالانکہ رسماً ھا تک کا پورا کلمہ متصل ہے ان میں سے ۱ ادغام کی اور ۲ ابدال کی اور ۳،۴ اثبات کی اور ۵،۶ حذف کی اور ۷ وصل و فصل کی مثالیں ہیں۔ پس اس قسم کی مخالفت کو قابل رد نہیں سمجھا گیا۔ کیونکہ یہ خلاف معمولی اور درگذر کر دینے کے لائق ہے اس لئے کہ دونوں قراءتیں مآل کے اعتبار سے متحد ہیں۔ نیز یہ قراءتیں صحیح بھی ہیں اور مشہور بھی اور آئمہ نے ان کو قبول بھی کیا ہے یہ تائیدات مزید برآں ہیں۔ البتہ اگر کوئی ایسا کلمہ زیادہ کر دیا جائے جو مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک میں بھی نہ ہو یا کم کر دیا جائے۔ جو بعض یا تمام مصاحف میں موجود ہو یا مقدم یا مؤخر کر دیا جائے۔ تو اس طرح کی مخالفت جائز نہیں گو وہ حروف معانی میں سے ہو۔ اور ایک ہی حرف ہو وہ بھی اس بارے میں پورے کلمے کے حکم میں ہے۔ کہ یہ زیادت اور نقصان اور تقدیم و تاخیر ایک حرف میں بھی جائز نہیں اور یہی وہ حد فاصل ہے جس سے رسم کی موافقت و مخالفت کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے خلاصہ یہ کہ معمولی سا خلاف ہو تو قابل قبول ہے اور بڑے درجہ کا ہو تو لائق رد ہے۔ (از نشر مع زیادۃ علیہ للتشریح)

فائدہ:۔ ۱ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ رسم کی موافقت دو طرح پر ہے (۱) تحقیقی (۲) تقدیری۔ پس مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ الف کے حذف والی قراءت پر تحقیقاً اور اثبات والی قراءت پر تقدیراً رسم کے موافق ہے۔ اور یہ اختلاف تغایر اور جدائی کا ہے جو موافق کے حکم میں ہے تناقض اور ضدیت کا نہیں اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ خط کی دو قسمیں ہیں ۱ وہ جو لفظ کی جہت کو گھیرے ہوئے ہو یعنی اس کو ایک ہی طریقہ سے لکھ سکتے ہوں۔ دوسری طرح لکھنے کی گنجائش نہ ہو پس اگر کوئی اس خط کے خلاف تلفظ کرے گا تو وہ رسم کی مخالفت کرنے والا شمار ہوگا۔ ۲ وہ جو لفظ کی جہت کو گھیرے ہوئے نہ ہو۔ بلکہ اس کو کئی طرح لکھ سکتے ہوں لیکن ان میں سے ایک طریق پر لکھا گیا ہو۔ یہاں کتابت کے موافق تلفظ کرنے والے کو تحقیقاً اور اس کے خلاف دوسری طرح تلفظ کرنے والے کو تقدیراً رسم کی موافقت کرنے والا تصور کریں گے۔ اس بناء پر کہ اس لفظ کے لکھنے کی جہتیں متعدد ہیں کیونکہ بدل مبدل کے حکم میں ہے۔ پس بِظَنِیۡنٍ اور بِضَنِیۡنٍ دونوں متحد ہیں اور جو حرف زائد ہو وہ معدوم کے حکم میں ہے۔ پس اَلدَّاعِیۡ اور اَلدَّاعِ دونوں ایک ہیں اور محذوف ثابت کے حکم میں ہیں پس فَلَا تَسۡئَلۡنِ فَلَا تَسۡئَلۡنِیۡ کے قائم مقام ہے اور جو کلمہ رسماً موصول ہو وہ مفصول کے اور جو مفصول ہو وہ موصول کے حکم میں ہے اور ان دونوں کی مثالیں مَالِ ھٰذَا اور وَیۡکَاَنَّہٗ وغیرہ ہیں اور اس کا حاصل یہ ہے کہ بدل۔ زیادت۔ حذف۔ وصل۔ فصل ان پانچوں کی تین تین صورتیں ہیں اور تفصیل یہ ہے:۔

بدل:۔ رسم میں ایک حرف کے عوض دوسرا حرف لکھنا اور اس کی تین صورتیں یہ ہیں (۱) وہ عوض میں آنے والا حرف رسم میں بھی ہو اور اس کے تلفظ پر بھی اتفاق ہو جیسے اِصۡطَبِرۡ اس میں افتعال کی تا کے عوض طا لکھی ہوئی ہے اور اس کی تمام قراءتیں بھی طا ہی کے ساتھ ہیں۔ (۲) عوض والا حرف رسم میں تو ہو لیکن تلفظ سے بالاتفاق متروک ہو جیسے اَلصَّلٰوۃَ۔ اَلزَّکٰوۃَ وغیرہ ان میں واؤ لکھا ہوا تو ہے لیکن پڑھنے میں کسی قراءت پر بھی نہیں آتا (۳) عوض والا حرف رسم میں تو ہو لیکن تلفظ میں اختلاف ہو جیسے بِالۡغَدٰوۃِ انعام ع و کہف ع اس میں دونوں جگہ الف کے عوض واؤ لکھا ہوا ہے لیکن ابن عامر دونوں جگہ بِالۡغُدۡوَۃِ واؤ کے ساتھ اور باقی حضرات بِالۡغَدٰوۃِ واؤ کے بغیر الف کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

زیادت:۔ رسم میں کوئی حرف زیادہ لکھ دیا جیسے لَاۡاَوۡضَعُوۡا اور لَاۡاَذۡبَحَنَّہٗ میں لام کے بعد الف اور مِنۡ وَّرَآیِٔ اور اٰنَآیِٔ میں یا اور اُولُوۡا اور اُولٰتِ میں واؤ زائد ہے اور اس کی تین صورتیں یہ ہیں (۱) وہ زائد حرف لکھنے میں بھی آئے اور اس کے تلفظ پر بھی اتفاق ہو جیسے حِسَابِیَہۡ الحاقۃ ع اس میں ھا زائد ہے اور اس کی تمام قراءتیں بھی ھا ہی کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ہیں اتحاف میں یہی مثال لائے ہیں۔ لیکن چونکہ یعقوب اس میں بھی وصلاً ھَا کو حذف کرتے ہیں اس لئے بجائے اس کے کوئی دوسری مثال مناسب تھی۔ (۲) وہ زائد حرف رسم میں تو ہو لیکن تلفظ سے بالاتفاق متروک ہو جیسے اُولٰٓئِكَ مِائَةٌ اول میں واؤ اور ثانی میں الف زائد ہے لیکن قراتیں تمام کی تمام واؤ اور الف کے حذف ہی کے ساتھ ہیں۔ (۳) وہ زائد حرف رسم میں تو ہو لیکن تلفظ میں اختلاف ہو جیسے مَالِیَهْ۔ سُلْطٰنِیَهْ۔ مَا هِیَهْ ان تینوں میں سکتے کی ھا رسماً تو ہے لیکن حمزہ اور یعقوب اس کو وصلاً حذف کرتے ہیں اور باقی حضرات دونوں حالتوں میں پڑھتے ہیں۔

حذف:۔ رسم میں سے کسی حرف کو کم کردینا اس کی تین صورتیں یہ ہیں (۱) حرف رسم سے بھی محذوف ہو اور تلفظ بھی بالاتفاق حذف ہی سے ہو جیسے بِسْمِ اللّٰهِ۔ یٰرَبِّ اول میں اسم کا ہمزہ اور ثانی میں متکلم کی یا نہ رسم میں ہے نہ قراءت میں (۲) حرف رسم سے تو محذوف ہو لیکن تلفظ میں بالاتفاق ثابت ہو جیسے الرَّحْمٰنُ اس میں میم کے بعد کا الف رسم میں تو نہیں ہے لیکن قراتیں تمام کی تمام الف کے ساتھ ہیں (۳) حرف رسم سے محذوف ہو لیکن تلفظ میں اختلاف ہو جیسے وَاتَّقُوْنِ بقرہ ع۲۵ اس میں متکلم کی یا رسماً محذوف ہے لیکن ابوعمرو۔ ابوجعفر۔ یعقوب اس میں یا کو ثابت رکھتے ہیں اور باقی حضرات رسم کے مطابق حذف کرتے ہیں۔

وصل:۔ رسم میں دو کلموں کو متصل کردینا جیسے فِیْ مَا سے فِیْمَا اور اس کی تین صورتیں یہ ہیں (۱) رسم میں ایک حرف دوسرے کے ساتھ متصل ہو اور اس کی قراءت بھی رسم کے مطابق ہو جیسے مَنَاسِكَكُمْ اور عَلَیْهِمْ یہاں كُمْ اور هِمْ قراءۃً بھی ماقبل کے ساتھ متصل ہے اور رسماً بھی اسی لئے مَنَاسِكَ اور عَلَیْ پر وقف جائز نہیں (۲) کلمہ یا حرف رسماً دوسرے کے ساتھ متصل ہو لیکن قراءۃً رسم کے خلاف جدا جدا ہوں جیسے كٓهٰيٰعٓصٓ اور يٰبْنَؤُمَّ اول میں پانچوں حرف رسماً متصل ہیں لیکن قراءۃً سب جدا ہیں اسی لئے ابوجعفر حروف ہجا میں سے ہر ایک پر سکتہ کرتے ہیں اور ثانی میں بھی تینوں کلمے رسماً متصل ہیں لیکن اس میں وقفاً حمزہ کے لئے اُمَّ کے ہمزہ میں دو وجوہ ہیں ۱ ہمزہ کی تحقیق ۲ واؤ کے مانند تسہیل اور یہ اسی لئے ہیں کہ اس میں ہمزہ کو متوسط بغیرہٖ قرار دیا ہے کیونکہ اگر متوسط بنفسہٖ ہوتی تو اس میں صرف تسہیل ہوتی (۳) رسماً ایک کلمہ دوسرے کے ساتھ متصل ہو لیکن قراءۃً اختلاف ہو جیسے وَیْكَاَنَّ کہ یہ رسماً تو متصل ہے لیکن اس میں کسائی یا پر اور ابوعمرو کاف پر وقف کرکے اس کو جدا کردیتے ہیں اور باقی حضرات صرف نون پر وقف کرتے ہیں یا اور کاف پر نہیں کرتے۔

فصل:۔ کلمہ یا حرف کو دوسرے سے جدا لکھنا اور اس کی تین صورتیں یہ ہیں (۱) کلمہ یا حرف رسماً بھی دوسرے سے جدا ہو اور قراءۃً بھی جیسے حٰمٓ۔ عٓسٓقٓ اس میں حٰمٓ کتابت میں مابعد سے جدا ہے اسی بنا پر تمام قراء کے لئے اس پر وقف جائز ہے۔ (۲) رسماً تو دوسرے سے جدا ہو لیکن قراءۃً متصل ہو جیسے اِسْرَآءِیْلَ اس میں ئِیْلَ ماقبل سے جدا ہے لیکن اِسْرَا پر وقف کسی کے لئے بھی جائز نہیں (۳) کلمہ یا حرف رسماً دوسرے سے جدا ہو لیکن قراءۃً اس میں اختلاف ہو جیسے مَالِ هٰذَا کہف ع۶ فرقان ع۱ اس میں لام مَا کے ساتھ متصل ہے لیکن اس میں کسائی بخلاف اور ابوعمرو بلاخلاف مَا پر وقف کرکے مَا کو لام سے جدا کردیتے ہیں اور باقی حضرات مَا پر وقف نہیں کرتے۔

فائدہ:۔ اور مصاحف کی رسم اکثر جگہ تو عربی قواعد کے موافق ہے لیکن بعض کلمات ایسے بھی ہیں۔ جن کی رسم ان قواعد کے مطابق نہیں بلکہ دوسری طرح وارد ہوئی ہے اور ہم پر واجب ہے کہ ان کو اسی رسم الخط سے لکھیں یہ گنجائش نہیں کہ ان کو عربی قواعد کے موافق لکھدیں ان میں سے کچھ کلمات تو ایسے ہیں جن کے اس طرح مرسوم ہونے کی حکمتیں ہمیں معلوم ہوگئیں ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کی حکمتوں کے سمجھنے سے ہماری عقلیں قاصر ہیں اور ہم ان کے علم سے محروم ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ صحابہ نے بھی ان کلمات کو بالحاظ حکمت و مصلحت جس طرح چاہا لکھ دیا تھا۔ بلکہ ان حضرات نے خاص حکمتوں اور مصلحتوں کی بناء پر ایسا کیا تھا جو ان کے نزدیک ثابت اور صحیح تھیں۔

رسم کے جملہ تغیرات ان چھ چیزوں میں منحصر ہیں

(۱) بدل (۲) زیادت (۳) حذف (۴) فصل و وصل (۵) ہمز یعنی ہمزہ کی مختلف شکلیں۔ (۶) وہ کلمہ جس میں دو قراءتیں ہوں اس کو ایک کے موافق لکھا جاتا ہے۔ پس اسی رسم سے ایک قراءت تحقیقاً اور دوسری تقدیراً نکل آتی ہے ان میں سے بدل اکثر و بیشتر الف۔ تانیث کی تا اور وَلَيَكُونًا یوسف ع اور لَنَسْفَعًا علق کے نون خفیفہ اور اِذًا کے نون اور كَاَيِّنْ کے تنوین میں واقع ہوا ہے پس جو الف یا سے بدلا ہوا ہو اس کے بجائے یا اور جو واؤ سے بدلا ہوا ہو اس کے بجائے واؤ اور نون خفیفہ اور اِذًا کے نون کے بجائے الف اور كَاَيِّنْ کے تنوین کے بجائے نون لکھا جاتا ہے اور تانیث کی تا کے بجائے ھا لکھی جاتی ہے اور زیادت و حذف بھی اکثر حروف مدہ میں واقع ہوئے ہیں اور وصل و فصل کا کچھ بیان بَابُ الْوَقْفِ عَلٰى مَرْسُوْمِ الْخَطِّ میں اور ہمزہ کی رسم کا کچھ ذکر وقف حمزہ و ہشام میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ (اتحاف) یہ رسم کی اصولی بحثیں ہیں باقی رسم کے قواعد کی پوری تفصیل اگر حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے توفیق عطا فرمائی تو علامہ شاطبی کے قصیدہ رائیہ کی شرح میں ہدیۂ ناظرین ہوگی۔

تیسرا رکن قراءت کا صحیح اور متصل سند سے ثابت ہونا

سنداً صحیح ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس قراءت کو ایسا شخص روایت کرے جو خود بھی عادل (معتبر) ضابط (قوی حافظہ والا) ہو اور جس سے روایت کرے وہ بھی ایسا ہی ہو اور سند کے آخر تک کے تمام راویوں کا یہی حال ہو۔ نیز وہ قراءت اس فن کے ضابط ائمہ کے نزدیک مشہور ہو اور وہ اس کو غلط شمار نہ کرتے ہوں اور بعض متاخرین نے اس رکن میں تواتر (کثیر جماعت سے منقول ہونے) کی شرط بھی لگائی ہے اور سند کی صحت کو کافی نہیں سمجھا اور ان کا خیال یہ ہے کہ قرآن تواتر ہی سے ثابت ہوتا ہے اور آحاد کی روایت سے قرآن ثابت نہیں ہوتا (یہ مصر کے بعض علماء کی رائے تھی جس پر وہ صدیوں تک قائم رہے اسی لئے سید علی النوری صفاقسی نے غیث النفع میں تواتر کی شرط نہ لگانے والوں کا بڑے شد و مد سے رد کیا ہے تفصیل کیلئے شرح سبعہ کا مطالعہ کیجئے) اور اس میں جو خرابی ہے وہ ظاہر ہے۔ کیونکہ جب کوئی وجہ تواتر سے ثابت ہو جائے تو پھر باقی دو رکنوں (رسم و نحو کی موافقت) کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی اسلئے کہ جو اختلافی وجوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہیں ان کا قبول کرنا واجب اور ان کے قرآن ہونے کا پختہ یقین کرنا ضروری ہے عام ہے کہ وہ رسم کے موافق ہوں یا خلاف ہوں اور جب ہم اختلافی وجوہ میں سے ہر وجہ میں تواتر کی شرط لگا دیں گے تو بہت سی اختلافی وجوہ ختم ہو جائیں گی جو قراء سبعہ اور ان کے ماسوا سے ثابت ہیں۔ صاحب نشر فرماتے ہیں کہ پہلے میری بھی یہی رائے تھی پھر جب اس کی خرابی ظاہر ہوئی تو میں نے آئمۂ سلف اور خلف کی رائے کی طرف رجوع کر لیا۔

امام کبیر ابو شامہ فرماتے ہیں کہ متاخرین میں سے جو حضرات قرآن کے معلم ہیں ان میں کی ایک جماعت میں اس بات کا بڑا چرچا ہے کہ قراء سبعہ کی ہر ہر وجہ متواتر ہے اور اس کے منزل من اللہ ہونے کا قطعی یقین کرنا واجب ہے ہم بھی یہی کہتے ہیں لیکن صرف ان وجوہ میں جن کے اُن قراء سے نقل کرنے پر تمام طرق کا اجماع ہو اور ان پر تمام جماعتوں کا اتفاق ہو اور ان میں سے کسی نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی انکار نہ کیا ہو نیز مشہور و شائع ہو لیکن چونکہ ان ہی کی بعض وجوہ ایسی بھی ہیں جن میں تواتر نہیں پایا جاتا اس لئے ان میں ضابطہ کے تینوں رکن پائے جانے کی شرط ضرور لگانی پڑے گی۔

عہ قصیدہ شاطبیہ کے معتبر شارح ابو محمد ابراہیم ابن عمر جعبری فرماتے ہیں کہ اس ضابطہ میں شرط تو ایک ہی ہے اور وہ نقل و سند کی صحت ہے جس قراءت میں یہ ہوگی اس میں باقی دو چیزیں رسم و نحو کی موافقت لازمی طور پر پائی جائیں گی۔ پس یہی ایک شرط ہے جو قرأت سبعہ اور ان کے سوا دوسری قراءتوں کی صحت معلوم کرنے کا ضابطہ ہے اور جو ناقلین کے حالات سے خوب واقف ہو اور عربیت میں گہری نظر رکھتا ہو اور رسم عثمانی کو پوری مضبوطی سے محفوظ رکھتا ہو اس کے لئے یہ شبہ خود بخود حل ہو جاتا ہے۔

عہ ابو محمد کی کتاب الکشف کے تکملہ میں فرماتے ہیں کہ قرآن میں جو کچھ روایت کیا جاتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں اوّل وہ جس میں تینوں رکن موجود ہوں اس کو یقینی طور پر صحیح اور برحق ماننا پڑے گا اور یہ مقبول بھی ہے اور اس کا پڑھنا بھی صحیح ہے۔ کیونکہ یہ رسم کے بھی موافق ہے اور اجماع سے لی گئی ہے اور اس کا منکر کافر ہے (جیسے مَالِكِ۔ مَلِكِ۔ وَمَا يَخْدَعُونَ وَمَا يُخَادِعُونَ وَوَصّٰى وَأَوْصٰى وغیرہ وہ تمام قراءتیں جو مشہور ہیں) دوم وہ جو آحاد ثقہ (قلیل اور معتبر افراد) سے منقول ہو اور نحو کی کسی وجہ کے بھی موافق ہو لیکن رسم کے خلاف ہو (جیسے وَاللَّيْلِ میں إِذَا تَجَلّٰى کے بعد وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى یعنی مَا خَلَقَ کے بغیر۔ یہ ابن مسعودؓ اور ابو الدرداءؓ کی قراءت ہے ۔ کہف ع میں وَكَانَ وَرَآءَهُمْ کے بجائے وَكَانَ أَمَامَهُمْ اور كُلَّ سَفِينَةٍ کے بعد صَالِحَةٍ اور وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ کے بعد کافراً یہ ابن عباسؓ کی قراءت ہے اسی طرح اس قسم کی وہ تمام قراءتیں جو ثقات کی روایت سے ثابت ہوں) یہ مقبول تو ہے مگر اس کا پڑھنا صحیح نہیں۔ کیونکہ اوّل تو اس کو اجماع (کثیر جماعت) کے بجائے آحاد (قلیل افراد) سے لیا گیا ہے اور خبر واحد (قلیل جماعت کے نقل سے) قرآن ثابت نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ اس رسم کے بھی خلاف ہے جس پر اجماع ہو چکا ہے اس لئے اس کو یقینی طور پر صحیح نہیں کہہ سکتے اور اسی لئے قرآن میں اس کا پڑھنا صحیح نہیں لیکن اس کا منکر کافر نہیں گو انکار بُرا ہے۔ سوم۔ وہ جو ہر وجہ سے اس لغت و عربیت کے خلاف ہو جس پر قرآن نازل ہوا ہے عام ہے کہ اس کو غیر ثقہ نے نقل کیا ہو خواہ ثقہ نے۔ انتہیٰ

اس قسم میں سے غیر ثقہ کی روایت کی مثالیں شاذ قراآت کی کتابوں میں بہت ہیں جن کی سند کا اکثر حصہ ضعیف ہے (۱) یونس ع کے نُنَجِّيكَ میں جیم کے بجائے حاء مہملہ اور اس کے بعد خَلْفَكَ آيَةً میں لام کا فتحہ یہ ابن سمیقع ابو السمال وغیرہ کی قراءت ہے (۲) فاطر ع کے إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا میں اللّٰہ کی ھا کا رفع اور الْعُلَمٰٓؤُا کے ہمزہ کا نصب یہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے اس کو ابو الفضل محمد ابن جعفر خزاعی نے اپنی کتاب میں جمع کیا ہے اور ابو القاسم ہذلی وغیرہ نے ان سے نقل کیا ہے لیکن یہ بالکل بے اصل ہے۔ ابو العلاء واسطی کہتے ہیں کہ خزاعی نے خود ایک کتاب قرأت میں لکھی اور اس کو امام ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب کر دیا نیز دارقطنی اور ایک جماعت کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب محض من گھڑت اور بے اصل ہے اور اکثر مفسرین کو اس کی تفسیر میں دشواری پیش آئی ہے اور اس کی توجیہ میں تکلف اختیار کیا ہے اور حق یہ ہے کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس سے بالکل بری ہیں۔

اسی تیسری قسم میں سے ان قراءتوں کی مثالیں (جن کو ثقہ نے نقل کیا ہو اور عربیت کے بالکل خلاف ہوا ور یہ صورت صرف سہواً اور غلطی ہی سے پائی جا سکتی ہے) نہایت قلیل ہیں عہ مَعَايِشَ میں یا کے بجائے ہمزہ اس کو خارجہ نے نافع سے روایت کیا ہے عہ وَإِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ انبیاء ع میں یا کا فتحہ اور أَقَرِيبٌ کے ہمزہ کا اثبات اس کو ابن بکار نے ایوب سے اور ایوب نے یحییٰ سے اور انھوں نے ابن عامر سے روایت کیا ہے نیز زید اور ابو حاتم نے یعقوب سے نقل کیا ہے عہ سِحْرَانِ تَظَّاهَرَا قصص ع میں ظا پر تشدید اس کو ابو علی عطار نے عباسؓ سے اور انھوں نے ابو عمرو سے روایت کیا ہے اور اس تیسری قسم میں وہ وجوہ بھی داخل ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جن کو شاطبیہ کے شارحین میں سے بعض متاخرین نے امام حمزہ کے لئے وقفاً عربیت کے خلاف بیان کر دیا ہے جیسے بَاَسْمَآئِهِمْ اور اُولٰٓئِكَ میں دوسری ہمزہ کا خالص یا سے اور مُتَّكَـُٔوْنَ كَاُوْهُمْ وَاَحِبَّاۤؤُهٗ میں خالص واؤ سے اور يَدَاكُمْ اور اَخَاكَ میں خالص الف سے ابدال اور فَادّٰرَءْتُمْ میں ہمزہ کا حذف اور اس کو رسمی تخفیف کہتے ہیں اور یہ (یعنی صاحب نشر) نے ان کی خوب تحقیق کی ہے ان کو حمزہ سے نہ ثقات کے طریقہ سے منقول پایا نہ غیر ثقات کے طریق سے۔ پھر فرماتے ہیں کہ ایک چوتھی قسم اور ہے یعنی جو حرف رسم کے مطابق اور نحو کی کسی وجہ کے موافق ہو لیکن منقول نہ ہو اس کا رد و منع واجب اور انکار لازم ہے اور اس کا مرتکب گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے بعض کہتے ہیں کہ ابوبکر محمد ابن حسن ابن مِقْسَم جو اشنانی کے شاگرد ہیں اور چوتھی صدی میں گذرے ہیں ان کی رائے یہ تھی کہ ایسی وجوہ کا قبول کر لینا جائز ہے۔ امام ابو طاہر ابن ابی ہاشم اس رائے کی بابت اپنی کتاب۔ البیان میں کہتے ہیں کہ یہ ایسی بدعت ہے جس نے ان لوگوں کو راہ راست سے گمراہ کر دیا۔ محقق فرماتے ہیں کہ اسی رائے کی وجہ سے بغداد میں ایک مجلس منعقد ہوئی۔ جس میں فقہاء اور قراء جمع ہوئے سب نے بالاجماع اس رائے کا انکار کیا اس پر قائل کو سزا کیلئے کھڑا کیا گیا پھر اس نے توبہ کی اور اس رائے سے رجوع کر لیا اور اس کے متعلق ایک محضر نامہ بھی لکھوا لیا گیا۔ (ابوبکر خطیب فی تاریخ البغداد) اور اسی لئے قرأت میں قیاس مطلق پر عمل کرنا ناجائز ہے اور مطلق اسی لئے کہا کہ قیاس کی دو قسمیں ہیں (۱) قیاس مطلق اور اس کو قیاس الکلی علی الکلی بھی کہہ سکتے ہیں (۲) قیاس مقید اس کو قیاس الجزئی علی الکلی بھی کہہ سکتے ہیں اوّل ناجائز اور مردود اور ثانی جائز و مقبول ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ قیاس مطلق وہ ہے جس کیلئے نہ تو کوئی اصل ہو جو اس کا مرجع بن سکے اور نہ کوئی مضبوط رکن ہو جو اس کا معتمد علیہ اور مؤید بن سکے بلکہ بلا سند ہی ایک مستقل اور منقول قاعدے پر قیاس کر کے دوسرا مستقل قاعدہ اپنی طرف سے بنا لیا جائے مثالیں ۱؎ نَرَى اللّٰهَ اور وَ مَيِّرَى اللّٰهِ میں موسی کے لئے امالے کی تقدیر پر اللہ کے لام میں تفخیم و ترقیق دونوں صحیح اور ثابت ہیں اس پر قیاس کر کے بعض حضرات اَغَيْرَ اللّٰهِ۔ ذِكْرُ اللّٰهِ جیسی مثالوں میں را کی ترقیق کے بعد بھی جو ورش کے لئے ہوا کرتی ہے اللہ کے لام میں دونوں وجہ جائز بتاتے ہیں حالانکہ را کی ترقیق کے بعد لام کی ترقیق نقل کے بھی خلاف ہے اور یہ قیاس بھی مع الفارق ہے کیونکہ امالے کی صورت میں ترقیق کا سبب یہ ہے کہ کامل فتحہ باقی نہیں رہتا اور را کی ترقیق پر اس کا فتحہ اور ضمہ پورا کا پورا باقی رہتا ہے پھر لام کی ترقیق کا سبب کیا ہے ۲؎ جس طرح فِرْعَوْنَ۔ اَلْفِرْدَوْسَ میں۔ اور وقفاً خَيْرٌ اور الطَّيْرَ میں را کی ترقیق ہوتی ہے اسی طرح بعض حضرات مَرْيَمَ اور قَرْيَةٍ جیسی مثالوں میں اور بَيْنَ الْمَرْءِ میں بھی را کی ترقیق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب را سے پہلے کسرے اور یا کا آنا ترقیق کا سبب ہے تو انہیں دونوں چیزوں کا را کے بعد آنا بھی ترقیق کا باعث ہونا چاہئے یہ قیاس بھی نقل کے خلاف ہے ۳؎ میم ساکن اصلی کے بعد بَا ہو جیسے هُمْ بِهٖ میں ہے تو اس میم میں اخفا۔ اظہار دونوں صحیح ہیں اور اخفاء اولیٰ ہے اس پر قیاس کر کے بعض کند ذہن لوگ اَنْۢبِيَآءَ اور اَلِيْمٌۢ بِمَا جیسی مثالوں میں نون ساکن اور تنوین سے بدلے ہوئے میم میں بھی اظہار جائز رکھتے ہیں۔ جو محض بے سند ہے ۴؎ اسی طرح غیر منقول کا منقول پر اور ضعیف وجہ کا قوی پر قیاس کرنا بھی قیاس مع الفارق ہے محقق فرماتے ہیں ہم نے ان تمام اقسام میں سلف کا طریق اختیار کیا ہے اور متأخرین کی ملمع کاری کی طرف مائل نہیں ہوئے اور اسی لئے بعض آئمہ نے قرأت میں ترکیب اور خلط کر دینے کو ناجائز رکھا ہے۔ اور قیاس مقید وہ ہے جو منعقد شدہ اجماع یا کسی قابل اعتماد قاعدے پر کیا گیا ہو۔ پس جب کسی مقام میں نص نہ ملنے کی بناء پر یہ فیصلہ دشوار ہو جائے کہ یہاں اس قاری کے لئے کون سی وجہ پڑھی جائے تو وہاں ایسے قیاس کا قبول کر لینا جائز ہے اور اس کا رد کرنا مناسب نہیں بالخصوص جبکہ اس مقصد کیلئے اس کی ضرورت بھی پیش آ رہی ہو کہ یہ قیاس وجہ ترجیح کے لئے مؤید اور قرأت کے صحیح ادا کرنے پر معین بن جائے اور حق یہ ہے کہ اس کو اصطلاحاً قیاس کہنا بھی نہ چاہئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ اس کی حقیقت تو صرف اس قدر ہے کہ ایک جزئی جس کا حکم معلوم نہیں تھا اس کو اس کلی میں داخل کر دیا جس کا حکم معلوم تھا۔ مثالیں ۱؎ بعض ہمزوں کی وہ تخفیف جس کو اہل ادا نے پسند کیا ہے ۲؎ بعض قراء کے لئے بِسْمِ اللّٰهِ کا اثبات اور اس کا ترک ۳؎ كِتَٰبِيَهْ إِنِّي حاء میں ورش کے لئے نقل ۴؎ اسی نقل پر قیاس کر کے مَالِيَهْ هَلَكَ میں ادغام کیونکہ جب كِتَٰبِيَهْ إِنِّي میں ھا کی طرف ہمزہ کی حرکت نقل کردی تو ہائے سکتہ زائدہ اصلی حرف کے قائم مقام بن گئی اسی لئے مَالِيَهْ کی ھا کو بھی اصلی حرف کا حکم دے کر بعد کی ھا میں ادغام کر دیا ۵؎ قَالَ رَبِّ اور قَالَ رَبُّكُمْ اور قَالَ رَبُّنَا اور قَالَ رَبُّكَ وغیرہ میں لام کا را میں ادغام ابو عمرو سے نصاً بھی ثابت ہے اور اداءً بھی اس پر قیاس کر کے قَالَ رَجُلَانِ اور وَقَالَ رَجُلٌ میں بھی ادغام کر دیا کیونکہ یہ ہر اعتبار سے قَالَ رَبِّ اور قَالَ رَبُّكَ وغیرہ کی طرح ہیں۔ اور نص و ادا سے کوئی تائید مل نہیں سکی اسی طرح وہ تمام قیاسات جو نہ تو کسی نص کے خلاف ہوں اور نہ کسی معتبر قاعدے اور اجماع کے منافی ہوں اور ایسے مواقع نہایت کم ہیں۔

اور تبصرہ کے آخر میں مکی ابن ابی طالب نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ اس کتاب میں بیان کیا ہے اس کی تین قسمیں ہیں ۱؎ وہ جس کو میں نے پڑھا بھی ہے اور نقل بھی کیا ہے اور فن کی کتابوں میں بھی صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ ۲؎ وہ جس کو میں نے پڑھا ہے اور اساتذہ سے خود پڑھ کر یا ان سے سن کر حاصل کیا ہے لیکن فن کی کتابوں میں نہیں ہے ۳؎ وہ جس کو نہ تو میں نے پڑھا ہے اور نہ کتابوں میں پایا ہے۔ لیکن اس کو پڑھے ہوئے پر قیاس کیا ہے اس لئے کہ روایت نہ ہونے کے وقت اس کے سوا کوئی اور صورت ممکن ہی نہیں اور یہ قسم نہایت ہی قلیل ہے (نشر) قیاس کی ان دونوں قسموں کو ذہن نشین کر لینے سے یہ اشکال رفع ہو جائے گا کہ قصیدہ میں بعض جگہ تو قیاس کرنے کا حکم دیتے ہیں باب الامالہ ۳۲؎ اور بعض جگہ فرماتے ہیں کہ قرأت میں قیاس کا کوئی دخل نہیں باب الراآت ۱۲؎ اور اسی طرح اور بھی بہت سے شبہات حل ہو جائیں گے۔

ساتویں فصل۔ خلط روایات وطرق

اگر کوئی ایک قراءت یا روایت پڑھتے ہوئے دوسری بھی پڑھ دے تو اس بارے میں پانچ قول ہیں:۔ (۱) ہر حال میں ناجائز ہے چنانچہ امام ابوالحسن سخاوی جمال القراء میں کہتے ہیں کہ ایک قراءت کا دوسری کے ساتھ ملانا خطا ہے (۲) امام ابوزکریا نووی تبیان میں کہتے ہیں جب کوئی شخص قراء سبعہ میں سے کسی قاری کی قراءت پڑھے تو اس کو لازم ہے کہ مضمون کے ختم تک وہی قراءت پڑھتا رہے اس کے بعد دوسری پڑھ سکتا ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ ایک مجلس میں ایک ہی قراءت پڑھے (۳) جعبری کہتے ہیں اگر ایک کلمہ دوسرے سے متعلق ہو تو دو قراءتوں کو ملا کر پڑھنا منع ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو مکروہ ہے (۴) بہت سے ائمہ نے ہر حال میں جائز بتایا ہے اور ناجائز کہنے والوں کو غلطی پر کہتے ہیں (۵) بعض اعتدال کی طرف گئے ہیں (۶) محقق فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس میں تفصیل ہے اگر ایک قراءت دوسری پر مرتب ہو۔ (مثلاً کوئی فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَٰتٍ بقرہ ع ۴ میں دو قراءتوں کو مرکب کر کے آدَمُ اور كَلِمَٰتٍ دونوں کا رفع یا دونوں کا نصب پڑھے یا کوئی وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا آل عمران ع ۴ میں اسی طرح فا کی تشدید اور ہمزہ کے رفع سے یا فا کی تخفیف اور ہمزہ کے نصب سے پڑھے یا کوئی أَخَذَ مِيثَٰقَكُمْ حدید ع ۱ میں أَخَذَ کو معروف کے صیغہ سے اور مِيثَٰقَكُمْ کو قاف کے رفع سے أَخَذَ مِيثَٰقُكُمْ پڑھے یا أُخِذَ کو مجہول اور مِيثَٰقَكُمْ کو قاف کے نصب سے أُخِذَ مِيثَٰقَكُمْ پڑھے) تو اس طرح ملا کر پڑھنا ہر حال میں حرام ہے کیونکہ اس سے کلام اس لغت اور عربیت کے بالکل خلاف ہو جاتا ہے جس پر قرآن نازل ہوا ہے اور اگر ایک قراءت دوسری پر مرتب نہ ہو تو دو قراءتوں کو ملا کر پڑھنا روایت کے موقع پر تو منع ہے کیونکہ اس سے روایت میں کذب اور ایک معتبر امام کی طرف اس وجہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی نسبت کرنا لازم آتا ہے جو اس نے نہیں پڑھی۔ اور اگر تلاوت میں ایک قرأت کے ساتھ دوسری پڑھ دی جائے تو بلاشبہ جائز صحیح و مقبول ہے کوئی ممانعت وحرج نہیں کیونکہ ہر وجہ حق تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعلیم فرمائی ہے اور قرآن ہے۔ پس جو حرف پڑھا جائے وہی کافی ہے۔ طبرانی معجم کبیر میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خطا یہ ہے کہ قرآن میں وہ چیز پڑھی جائے جو قرآن نہ ہو باقی ایک وجہ کو دوسری وجہ سے ملا کر پڑھنا خطا نہیں انتہیٰ۔

لیکن جو شخص طرق و روایات میں ماہر اور قرآات کے اختلافات کا عارف ہو اس کیلئے ہم اس کو بھی عیب جانتے ہیں کیونکہ اس سے علماء اور عوام مساوی ہو جاتے ہیں اس لئے نہیں کہ وہ مکروہ یا حرام ہے اس بارہ میں حضرت محقق کا یہ بہترین فیصلہ ہے خدائے تعالیٰ ان کو تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر دے اور یہی وہ اصول ہے جس پر صاحب مذاہب ائمہ نے قرائتیں اختیار کی ہیں (از شرح بس)

آٹھویں فصل قرآن کے سات حروف پر نازل ہونے کی حدیث

۱؎ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے ہشام ابن حکیم کو سورہٗ فرقان دوسری طرح پڑھتے ہوئے سنا۔ تو پوچھا کہ یہ سورۃ تم نے کس سے پڑھی ہے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ میں ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا اور واقعہ عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں سے سُن کر درست بتایا اور فرمایا۔ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَؤُا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ (بخاری و مسلم مثلہ)

۲؎ امام ابو عبیدؒ کہتے ہیں۔ یہ حدیث متواتر ہے اور محققؒ نے اس کے طرق کو علیحدہ ایک رسالہ میں جمع کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ اس حدیث کو متن کے اختلاف کے ساتھ حضرت عمرؓ۔ ہشام ابن حکیم ابن حزامؓ۔ عبدالرحمٰن ابن عوفؓ۔ ابی رضہ ابن کعب۔ عبداللہ ابن مسعود۔ معاذ ابن جبل۔ ابوہریرہ۔ عبداللہ ابن عباس۔ ابوسعید خدری۔ حذیفہ ابن الیمان۔ ابو بکرہ۔ عمرو ابن العاص۔ زید ابن ارقم۔ انس ابن مالک۔ سمرہ ابن جندب۔ عمر ابن ابی سلمہ۔ ابوجہم۔ ابوطلحہ۔ ام ایوب انصاری۔ یہ ان اٹھارہ صحابہ اور ایک صحابیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے روایت کیا ہے۔

۳؎ حافظ ابو یعلیٰ موصلی مسند کبیر میں کہتے ہیں۔ حضرت عثمان رضؓ نے ایک روز ممبر پر کھڑے ہو کر صحابہ کرام سے کہا میں ان حضرات کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ سنے ہوں۔ اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ كُلُّهَا شَافٍ كَافٍ وہ کھڑے ہو جائیں۔ اس پر صحابہ کرام کی اتنی بڑی جماعت مسجد میں کھڑی ہو گئی۔ جس کی گنتی نہیں ہو سکتی۔ اور سب نے اس پر گواہی دی۔ پھر حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا میں بھی اس پر گواہ ہوں۔

۴؎ اہل علم نے اس حدیث پر مختلف عنوانوں سے بحث کی ہے۔ اور حافظ ابوشامہ نے ان کو ایک مستقل کتاب میں جمع کیا ہے۔ ان کے بعد بعض علماء نے چند نئی بحثیں بھی کی ہیں۔ محقق کہتے ہیں۔ مجھے غور کرنے سے یہ تمام مباحث دس عنوانوں میں منحصر معلوم ہوتے ہیں:۔

(۱) سات حروف پر نازل ہونے کا سبب۔ (۲) حروف کے حقیقی اور مجازی معنیٰ۔ (۳) حروف کا مقصد کہ قوی قول کی بناء پر حروف کے معنی کیا ہیں۔ (۴) اس کی وجہ کہ سات ہی حروف پر کیوں نازل ہوا زیادہ اور کم پر کس لئے نہیں ہوا۔ (۵) آیا حروف کے اختلاف سے کچھ احکام اور علمی فوائد بھی نکلتے ہیں۔ (۶) سات حروف کے جو معنی ہیں آیا ضبط و احاطہ میں آسکتے ہیں یا نہیں (۷) آیا یہ سات حروف قرآن میں متفرق ہیں۔ (۸) آیا عثمانی مصاحف میں ساتوں حروف ہیں۔ (۹) جو قرآآت اس وقت پڑھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہیں۔ آیا وہ سات حروف کا کل ہیں یا بعض۔ (۱۰) قرآات کے اختلاف کی حقیقت اور اس کے فوائد۔

اوّلؔ۔ سات حروف پر نازل ہونے کا سبب اُمّت کو آسانی اور وسعت دینا ہے

چونکہ حق تعالیٰ نے اس امت کو اعلیٰ ترین کتاب اور اشرف ترین رسول عطا فرما کر سب اُمتوں پر فوقیت دی تھی اور ان کو وسعت دینا اور رحمت فرمانا اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا قبول کرنا منظور تھا۔ اس لئے اُمت کی مزید آسانی اور سہولت کے پیش نظر قرآن کو سات حروف پر نازل فرمایا۔ چنانچہ جبرئیل علیہ السلام نے آکر عرض کیا کہ حق تعالیٰ آپ کو یہ حکم دیتے ہیں کہ آپ کی اُمت قرآن مجید کو ایک ہی حرف پر پڑھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے عافیت اور مدد کی درخواست کرتا ہوں۔ کیونکہ میری اُمت اس پر عمل نہیں کر سکے گی۔ اور آپ بار بار سوال کرتے رہے۔ حتیٰ کہ شمار سات حروف تک پہونچ گیا اور صحیح روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ میرے رب نے میرے پاس یہ حکم بھیجا کہ قرآن کو ایک حرف پر پڑھوں۔ سو میں نے بعر درخواست کی۔ کہ میری اُمت کیلئے آسانی کر دیجئے۔ اور آپ بار بار درخواست پیش کرتے رہے حتیٰ کہ شمار سات حروف تک پہونچ گیا۔ نیز صحیح روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ قرآن ساتؔ دروازوں سے ساتؔ حروف پر نازل ہوا۔ اور پہلی کتابیں ایک ہی دروازے سے ایک ہی حرف پر نازل ہوتی تھیں اور یہ فرق اس لئے تھا کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کو صرف ان کی قوم کیلئے بھیجا جاتا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب و عجم۔ سرخ و سیاہ۔ تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا۔ اور قرآن عرب کے لغت میں نازل ہوا تھا اور ان کے لغات جدا جدا تھے۔ اور زبانیں متفرق تھیں اور ایک لغت اور حرف والے کو دوسروں کے لغت اور حرف میں پڑھنا دشوار تھا بلکہ بعض پڑھ ہی نہیں سکتے تھے اور تعلیم و تدبیر سے بھی ممکن نہیں تھا۔ خصوصاً بڈھوں۔ عورتوں۔ ان پڑھ لوگوں کو اور بھی دشواری تھی۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ میری اُمت سے اس پر عمل نہیں ہو سکے گا۔ پس اگر اس حالت میں یہ حکم ہوتا کہ جا رنا جار سب کو ایک ہی لغت میں پڑھنا ہوگا۔ تو یہ تکلیف تحمل سے باہر ہوتی یا سخت مشقت پیش آتی اور طبیعتیں اس کی تلاوت سے ہٹ جاتیں۔ اور اسی سلئے علمار کا اختلاف ہوا ہے کہ کیا عربی کے سوا دوسری زبانوں میں قرآن پڑھنا جائز ہے۔ اس میں تینؔ قول ہیں:۔ [(۱) ہر صورت میں جائز (۲) ہر حالت میں ناجائز (۳) اگر عربی میں پڑھنے سے بالکل عاجز ہو تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔ لیکن اس کو ترجمہ کہیں گے نہ کہ قرآن] رہا یہ کہ ان میں سے ترجیح کس کو ہے۔ سو یہ اپنے مقام پر بیان کیا گیا ہے۔ ابو محمد عبداللہ ابن قتیبہ اپنی کتاب "مشکل" میں کہتے ہیں کہ حق تعالےٰ نے آسانی عطا کرنے کیلئے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا۔ کہ اپنی اُمت کو ان کی زبان اور عادت کے مطابق الفاظ میں قرآن پڑھائیں چنانچہ ھذیل حَتّٰی کے بجائے عَتّٰی بولتے تھے اور اسدی تِعلَمُوْنَ اور تِعلَمُ۔ وَ تِسْوَدُّ وُجُوْهٌ اور اَلَمْ اِعْهَدْ اِلَيْكُمْ میں علامت مضارع کو کسرے سے ادا کرتے تھے اور بنی تمیم یَالْمُوْنَ۔ بِشْتُ۔ یُوْمِنُوْنَ میں ہمزہ پڑھتے تھے اور قریش ابدال کرتے تھے اور بعض قِيلَ لَهُمْ اور غِيضَ الْمَاءُ میں اشمام کرتے تھے اور مَالَكَ لَا تَأْمَنَّا میں ادغام اور ضمہ کا اشمام کرتے تھے۔ اور بعض عَلَيْهُمْ۔ فِيهُمْ اور بعض عَلَيْهِمُو۔ مِنْهُمُوْ پڑھتے تھے۔ اور بعض قَدْ اَفْلَحَ۔ قُلُ اُوْحِيَ۔ خَلَوْا اِلٰى میں نقل کرتے تھے اور بعض مُوْسٰى۔ عِيْسٰى دُنْيَا کو امالے سے اور بعض تقلیل (تھوڑے امالے) سے اور بعض خَبِيْرًا اور بَصِيْرًا کو ترقیق سے اور بعض اَلصَّلٰوةَ اور اَلطَّلَاقَ کو لام کی تغلیظ سے پڑھتے تھے۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں اگر ان حضرات میں سے ہر گروہ یہ چاہتا کہ وہ اپنے لغت کو اور اپنی بچپن اور جوانی اور بڑھاپے کی پڑی ہوئی عادت کو چھوڑ دے تو اس میں ان کو بڑی دشواری پیش آتی اور بڑی محنت پڑتی اور عرصہ تک مشق کرنے اور زبان کو مسخر کرنے اور عادت کے ترک کرنے کے بعد ممکن ہوتا۔ پس حق سبحانہ وتعالیٰ نے جس طرح اُمت کو دین میں آسانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دی تھی۔ اسی طرح اپنے لطف و انعام سے قرآن کے لغات اور حرکات میں بھی وسعت عطا کر دی۔ (نشر) اور آسانی کے علاوہ اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ الخ اسراع پیش کر کے تمام مخلوق کو چیلنج دیا تھا کہ قرآن جیسی کوئی کتاب بنا کر لائیں۔ پس اگر قرآن ایک ہی لغت میں نازل ہوتا تو دوسرے لغت والوں کو یہ کہنے کی گنجائش رہتی کہ اگر ہمارے لغت میں ہوتا تو ہم اس کا مثل بنا لاتے اور حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں کذب کا وہم ہو جاتا حالانکہ وہ اس سے پاک اور بری ہیں۔ سوال: جب سات حروف سے مراد سات لغات ہیں جن میں ایک لغت قریش کا بھی ہے تو پھر سورۂ فرقان میں عمر رضی اللہ عنہ اور ہشام بن حکیم کی قراتیں جدا جدا کیوں تھیں کیا وہ دونوں قرشی نہیں تھے۔ **جواب**:۔ دونوں قرشی تو تھے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دونوں کا لغت بھی ایک ہی ہو۔ کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شخص قریشی ہو اور اس کی پرورش کسی دوسری قوم میں ہوئی ہو اور اس نے ان کا لغت سیکھ لیا ہو اور اسی زبان میں گفتگو کرتا ہو۔ اور عربوں میں یہ بات کثرت سے پائی جاتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ میں تم سب سے زیادہ فصیح ہوں اور میری زبان سعد ابن بکر کی زبان ہے اور یہ بھی آیا ہے کہ میں خالص عرب ہوں اور قریش میں پیدا ہوا ہوں اور بنی سعد میں پرورش پائی ہے میرے پاس لحن غلطی کہاں سے آسکتی ہے اور قرآن میں ہے وَهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ۔ پس عرب کو عام رکھا ہے اور کسی قبیلہ کو خاص نہیں کیا اور ان سات حروف میں وہ دس قراتیں بھی داخل ہیں جو ہمیں تواتر کے ساتھ پہونچی ہیں اور وہ قراتیں بھی جو پہلے انھیں کی طرح متواتر تھیں لیکن اب باقی نہیں رہیں۔ کیونکہ قرآن مجید ہمیشہ غلطی سے محفوظ رہا ہے اور آیندہ بھی رہے گا۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ (غیث النفع)

دوم۔ حروف کے معنیٰ

اہل لغت کے قول پر حرف ان چھ معنیٰ میں آتا ہے:۔ (۱) حافہ (۲) ناحیہ (کنارہ) (۳) وجہ (۴) طرف (۵) حد۔ (۶) کسی چیز کا ٹکڑا۔ اور اسی لئے حروف ہجا میں سے کسی ایک کو بھی حرف کہتے ہیں گویا وہ بھی کلمہ کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے۔ حافظ ابوعمرو دانی کے قول پر حدیث میں جو اَحْرُف ہے۔ اس کے دو معنیٰ ہو سکتے ہیں۔ (۱) وجہ یہ لغوی معنیٰ ہیں یعنی قرآن سات وجوہ پر نازل ہوا ہے اور وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ج ع بھی اسی قبیل سے ہے یعنی بعض لوگ اللہ کی عبادت ایک وجہ پر کرتے ہیں پھر آگے اس کی توضیح فرمائی ہے کہ اگر اس کو خیر (نعمت و راحت۔ مال۔ عافیت۔ دعا کی قبولیت یہ چیزیں) حاصل ہوتی ہے تو ایمان پر جما رہتا ہے اور عبادت کرتا رہتا ہے اور اگر سختی اور نقصان کی حالت پیش آجاتی ہے۔ تو کفر اختیار کر لیتا ہے اور عبادت چھوڑ دیتا ہے۔ (۲) قراءت۔ یہ مجازی معنیٰ ہیں اس بناء پر کہ عرب کی عادت ہے کہ کبھی کسی شے کا وہ نام بھی رکھ دیتے ہیں جو اس کے جزو یا متقارب و مناسب یا سبب کا یا اس سے تعلق رکھنے والی چیز کا نام ہوتا ہے۔ پس چونکہ مختلف قراتیں حرف ہی میں تغیر ہونے سے پیدا ہوتی ہیں۔ (چنانچہ حرکات کی تبدیلی ایک حرف کا دوسرے سے ابدال۔ تقدیم و تاخیر۔ امالہ۔ زیادتی و کمی یہ سب تبدیلیاں حرف ہی میں ہوتی ہیں) اس لئے عرب کی عادت اور ان کے استعمال پر اعتماد کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءت کو (گو وہ طویل کلام ہو) مجازاً حرف فرما دیا پس یہاں کل کے بجائے جزو کا نام استعمال کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ حدیث میں جو حرف ہے وہ لغتہً وجہ کے اور مجازاً قراءت کے معنیٰ میں ہے۔ محقق فرماتے ہیں کہ حدیث میں دونوں معنیٰ مراد ہو سکتے ہیں۔ لیکن قوی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ میں تو

ـه ای تسمیۃ الکل باسم جزئہ - ۱۲ - ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احرف سے وجوہ مراد لی جائیں اور عمر رضی اللہ عنہ کے قول (سَمِعْتُ ھِشَامًا یَقْرَءُ سُوْرَۃَ الْفُرْقَانِ عَلٰی حُرُوْفٍ کَثِیْرَۃٍ لَمْ یُقْرِئْنِیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) میں حروف سے قراآت مراد لی جائیں +

سوم - سات حروف کا مقصد

اس میں تقریباً چالیس قول ہیں - لیکن علامہ دانی اور اکثر محققین اور جمہور اہل ادا کی رائے پر سات حروف سے سات لغات مراد ہیں - لیکن ان تین باتوں پر اجماع ہے :- (۱) جِبْرِیْلَ - اَرْجِہْ - ھَیْتَ - اُفٍّ - ھَیْھَاتَ وغیرہ قلیل کلمات کے سوا ہر ایک کلمہ سات طرح نہیں پڑھا جاتا - (۲) عوام کے گمان کے موافق ان سات سے قرا سبعہ کی قراتیں مراد نہیں ہیں کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سات حروف کی حدیث ارشاد فرمائی تھی - اس وقت قرا سبعہ تو پیدا بھی نہیں ہوئے تھے - ان کی قراتوں کو سب سے پہلے چوتھی صدی میں ابوبکر ابن مجاہد نے جمع کیا ہے - (۳) قرا سبعہ کی قراتیں بھی ان سات حروف میں داخل ہیں - پھر اس میں اختلاف ہوا ہے کہ یہ سات لغات کس کس قبیلے کے ہیں - پس ابو عبید کے قول پر - قریش - ہذیل - ثقیف - ہوازن - کنانہ - تمیم - یمن - ان سات قبیلوں کے لغات ہیں یعنی قرآن کا کچھ حصہ قریش کے لغت میں ہے اور کچھ ہذیل کے لغت میں اور باقی پانچ کو بھی اسی طرح سمجھ لو اور دیگر حضرات کہتے ہیں کہ پانچ لغت تو ہوازن کے پانچ شعبوں (سعد و ثقیف - کنانہ - ہذیل - قریش) کے ہیں اور دو لغت تمام اہل عرب کی زبانوں کے ہیں - محقق فرماتے ہیں کہ یہ اقوال شبہ سے خالی نہیں ہیں کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے - کہ عمرؓ اور ہشامؓ رضی اللہ عنہما نے سورۂ فرقان کی قرات میں اختلاف کیا حالانکہ دونوں قریشی ہیں جن کا قبیلہ بھی ایک ہے اور لغت بھی ایک ہے (اور اس کا جواب پہلے عنوان کے آخر میں گذر چکا ہے) نیز محقق نے چار قول اور بیان کئے ہیں ۱؎ بعض کہتے ہیں کہ ان سات سے احکام کے معنیٰ (حلال - حرام - محکم - متشابہ - امثال - انشاء - اخبار) مراد ہیں - ۲؎ اور بعض کے قول پر ناسخ - منسوخ - خاص - عام - مجمل - مبین - مفسر ہیں - ۳؎ بعض کی رائے پر امر - نہی - طلب - دعا - خبر - استخبار - زجر ہیں - ۴؎ بعض کے قول پر وعد - وعید - مطلق - مقید - تفسیر - اعراب - تاویل ہیں - پھر فرماتے ہیں کہ یہ چار وں قول بھی صحیح نہیں ہیں - کیونکہ صحابہ کا اختلاف تفسیر و احکام میں نہیں تھا بلکہ کلمات کی قرات میں تھا - سوال :- طبرانی نے عمر ابن سلمہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اور کتابیں تو آسمان کے ایک دروازے سے اُترتی تھیں اور قرآن سات دروازوں سے سات حروف پر نازل ہوا ہے اور وہ ابواب یا حروف یہ ہیں :- حلال - حرام - محکم - متشابہ - ضرب امثال - امر - زاجر - پس اس کے حلال کو حلال جانو اور حرام کو حرام سمجھو اور اس کے حکم پر عمل کرو اور متشابہ میں رائے کو دخل دینے سے رُک جاؤ اور اس کی امثال سے عبرت حاصل کرو - کیونکہ یہ سب حق تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور غور و فکر تو عقل والے ہی کرتے ہیں - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سات حروف سے سات چیزیں مراد ہیں پھر ان سب اقوال کو غیر صحیح کہنا کیونکر درست ہوگا - جواب :- (۱) سبعہ (سات) کا لفظ اس حدیث میں بھی آیا ہے اور سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ والی حدیث میں بھی لیکن سات سے یہاں اور چیزیں مراد ہیں اور وہاں اور چیزیں اور دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سبعہ کی تفسیر ان سات چیزوں سے فرمائی ہے اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھنے کا حکم بھی دیا ہے اور اخیر میں فَاِنَّ کُلًّا مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا لاکر اس کو مؤکد بھی کردیا ہے۵؎ - (۲) یا یوں کہو کہ سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ تو دونوں جگہ ایک ہی ہے اور اس سے دونوں جگہ وجوہ اور قرارت ہی مراد ہیں - لیکن حَلَالٍ وَّحَرَامٍ الخ ابواب کی تفسیر ہے نہ کہ اَحْرُفٍ کی - (۳) یا یوں کہو کہ حَلَالٍ وَّحَرَامٍ نہ سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ کی تفسیر ہے

۵؎ گویا اس حدیث میں احرف سے وجوہ معنوی اور پہلی حدیث میں وجوہ لفظی مراد ہیں - ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ سَبْعَۃ اَبْوَاب کی بلکہ اس میں ایک مستقل اور جداباب بتائی ہے کہ قرآن میں یہ چیزیں بھی ہیں اور یہ بھی سات ہیں۔

چہارم۔ اس کی وجہ کہ سات ہی حروف پر کیوں نازل ہوا کم یا زیادہ پر کیوں نہیں ہوا

اکثر حضرات کہتے ہیں کہ عرب کے اصل اور بڑے بڑے قبیلے سات ہی تھے یا فصیح لغات سات تھے۔ (اسی لئے سات ہی پر نازل ہوا) لیکن یہ دونوں محض دعوے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ سبعہ سے سات کا مخصوص عدد مراد نہیں۔ جس میں زیادتی وکمی کی گنجائش نہ ہو۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اس میں وسعت و سہولت دیکر حق تعالیٰ نے اجازت دیدی ہے کہ قرآن کو عرب کے لغات میں سے جس لغت میں پڑھنا چاہیں پڑھ سکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ نزول کے خلاف نہ ہو اور اہل عرب کی عادت ہے کہ سَبْعَۃ سَبْعِیْنَ سَبْعِمِائَۃ بولتے ہیں اور اس سے معین عدد کے بجائے کثرت مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ بقرہ ع ۳۶ اور اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً توبہ ع ۱۰ اور حدیث وَالْحَسَنَةُ اِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ اِلٰى اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ اور اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً اسی قبیل سے ہے یہ توجیہ بظاہر تو عمدہ تھی لیکن حقیقت کے اعتبار سے صحیح نہیں کیونکہ ذیل کی حدیث جو بہت سے طرق سے آئی ہے۔ اس کے معارض ہے۔ چنانچہ جب جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآن کو ایک حرف پر لے کر آئے تو میکائیل ؑ نے آپ سے عرض کیا کہ زیادتی کی درخواست کیجئے۔ اس پر آپ نے حق تعالیٰ سے اپنی امت کیلئے آسانی کی درخواست کی۔ پھر دو حرفوں میں لے کر آئے۔ میکائیل علیہ السلام نے پھر کہا کہ زیادتی کی درخواست کیجئے۔ سو آپ نے پھر آسانی کا سوال کیا تو تین حرفوں پر لائے اور اسی طرح ہوتا رہا۔ حتی کہ شمار سات حروف تک پہونچ گیا۔ ابوبکرہؓ کی حدیث میں ہے کہ اس کے بعد میں نے میکائیل ؑ کو دیکھا تو وہ خاموش ہوگئے۔ میں نے اس سے سمجھ لیا کہ اب شمار ختم ہوچکا ہے (اس پر زیادتی نہیں ہوگی) پس یہ دلیل ہے اس پر کہ معین عدد مراد ہے نہ کہ کثرت۔ محقق فرماتے ہیں کہ میں قرآن کے سات حروف پر نازل ہونے کی حدیث میں تیس سال سے زیادہ تک غور وفکر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے مجھ پر اس کا ایک مطلب ظاہر فرمادیا۔ ممکن ہے کہ وہ صحیح ہو وہ یہ ہے کہ میں نے صحیح۔ شاذ۔ ضعیف۔ منکر۔ تمام قراءتوں کو تلاش کیا تو ان کے تغیر کو ذیل کی سات قسموں سے باہر نہیں پایا۔ انھیں سات قسموں میں سے کسی نہ کسی طرح کا تغیر ہوتا ہے ۱ حرکات میں تغیر ہو جائے لیکن لفظ کی صورت اور معنیٰ میں بالکل نہ ہو جیسے بِالْبُخْلِ بِالْبَخَلِ اس میں چار وجوہ ہیں۔ جن میں سے باقی دو شاذ ہیں اور جیسے یَحْسِبُ۔ یَحْسَبُ۔ ۲ حرکات اور معنیٰ میں تغیر ہو جائے صورت میں نہ ہو جیسے فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ اور اٰدَمَ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٌ ۳ حروف اور معنیٰ اور صورت میں تغیر ہو جائے لیکن معنیٰ میں نہ ہو جیسے بَصْطَةً۔ بَسْطَةً اور اَلصِّرَاطَ۔ اَلسِّرَاطَ ۴ حروف اور معنیٰ میں تغیر ہو جائے لیکن صورت میں نہ ہو جیسے تَبْلُوْا۔ تَتْلُوْا اور نُنَجِّيْكَ۔ نُنَحِّيْكَ ۵ حروف و معنیٰ وصورت تینوں ہی میں تغیر ہو جائے جیسے اَشَدَّ مِنْكُمْ۔ اَشَدَّ مِنْهُمْ۔ يَأْتَلِ يَتَأَلَّ اور فَامْضُوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۶ تقدیم وتاخیر کا تغیر ہو جیسے فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ اور فَيُقْتَلُوْنَ وَيَقْتُلُوْنَ اور شاذ قراءت میں وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْحَقِّ بِالْمَوْتِ ۷ حروف کی زیادتی وکمی کا تغیر جیسے وَاَوْصٰى وَوَصّٰى اور وَالذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى اور رہے اصولی اختلافات جیسے اظہار۔ ادغام۔ روم۔ اشمام۔ تفخیم۔ ترقیق۔ مد۔ قصر۔ امالہ۔ فتحہ۔ تحقیق۔ تسہیل۔ ابدال۔ نقل سو ان میں لفظ و معنیٰ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ بلکہ صرف کیفیت ہی میں ہوتی ہے اور اگر یہ مان لیں کہ ان سے بھی لفظ میں تغیر ہوتا ہے تو پھر یہ ان سات میں سے پہلی قسم میں داخل ہوں گے پھر ہم نے دیکھا تو ابوالفضل رازی اور ابن قتیبہ نے بھی دوسرے عنوان سے یہی تقریر کی ہے جو ہم نے کی ہے یعنی ان حضرات نے بھی سات حروف سے لفظی تغیر کی سات قسمیں مراد لی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پنجم - آیا سات حروف کے اختلاف سے کچھ احکام اور علمی فوائد بھی نکلتے ہیں

ہاں اس اختلاف سے بہت سے احکام اور علمی فوائد نکلتے ہیں جن میں ضدیت و مخالفت قطعاً نہیں ہوتی۔ جس کی توضیح اسی فصل کے دہم میں اختلاف کی حقیقت کے ذیل میں آئے گی۔ یہاں نمونے کے طور پر علمی فوائد کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں:-

(۱) متفق علیہ حکم کا اظہار جیسے نساء ع میں وَلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ کے بعد سعد ابن ابی وقاص رضؓ کی قرأت میں مِنْ اُمٍّ کا لفظ بھی ہے۔ اس سے خوب ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہاں وہ بہن بھائی مراد ہیں جو اخیافی (ماں شریک) ہوں اور اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے اور اسی لئے مسئلہ مشترکہ میں علماء کی رائے مختلف ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ کسی مرنے والے نے چار قسم کے وارث چھوڑے۔ ۱ میاں بیوی میں سے کوئی ایک ۲ ماں یا دادی اور نانی میں سے کوئی ایک ۳ اخیافی بہن بھائی ۴ عینی بھائی بہنوں میں سے ایک یا زائد۔ پس اکثر صحابہ اور ان کے بعد والے لوگوں کی رائے پر اخیافی اور عینی دونوں قسم کے بہن بھائی ایک تہائی میں شریک ہوں گے۔ کیونکہ سب ایک ماں سے ہیں اور یہی شافعیؒ۔ مالکؒ۔ اسحٰقؒ وغیرہ کا مذہب ہے اور صحابہؓ وغیرہ کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ صحیح قرأت کے ظاہر الفاظ کی بناء پر تہائی حصہ صرف اخیافی بہن بھائیوں کو ملے گا اور عینی بھائی بہن محروم رہیں گے۔ اور یہی ابو حنیفہؒ اور ان کے تینوں اصحاب کا اور احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری وغیرہ کا مذہب ہے۔

(۲) مختلف فیہ مسئلے میں ایک جانب کو ترجیح دینا۔ جیسے قسم کے کفارے میں جو غلام آزاد کیا جاتا ہے۔ شافعیؒ وغیرہ کے مذہب پر اس کا مومن ہونا شرط ہے اور ابو حنیفہؒ کے مذہب پر شرط نہیں بلکہ کافر غلام سے بھی کفارہ ادا ہو جاتا ہے۔ پس مائدہ ع ۱۲ میں اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ کے بعد مُؤْمِنَةٍ کی قرأت سے شافعیؒ کے مذہب کو ترجیح ہو جاتی ہے اور ابو حنیفہ رحمہم اللہ کا جواب یہ ہے کہ مشہور قرأت میں مُؤْمِنَةٍ کا لفظ نہیں ہے اس لئے مطلق کو مقید کرنا مناسب نہیں۔

(۳) دو مختلف حکموں کو جمع کر دینا جیسے بقرہ ع ۲۸ میں ہے حَتّٰى يَطْهُرْنَ اور يَطَّهَّرْنَ پس گویا یوں ارشاد ہوا ہے حَتّٰى يَطْهُرْنَ وَيَطَّهَّرْنَ پہلے يَطْهُرْنَ میں دو احتمال تھے۔ ۱ یہ کہ خون بند ہو جائے ۲ غسل کرلیں مگر تشدید کی قرأت نے بتا دیا کہ حیض والی عورتوں سے صحبت کرنا اس وقت جائز ہے جب دونوں شرطیں پائی جائیں۔ یعنی خون بند بھی ہو جائے اور غسل بھی کرلیں ۴ دو قراءتوں سے دو جدا جدا حکموں کا اظہار مثلاً وَاَرْجُلَكُمْ مائدہ ع میں ایک قرأت پر لام کا نصب اور دوسری پر جر ہے پس نصب کی قرأت یہ چاہتی تھی کہ وضو میں پیروں کا دھونا فرض ہو اور جر والی قرأت کا تقاضا یہ تھا کہ پیروں کا مسح فرض ہو سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیان سے ظاہر فرما دیا کہ پاؤں کا دھونا تو اس پر فرض ہے جو موزے پہنے ہوئے نہ ہو اور مسح کی فرضیت اس کیلئے ہے جس نے موزے پہن رکھے ہوں اور مزید تفصیل ۲۳ کی اقرء میں اور ۲۷ کی مائدہ میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور اسی لئے زمخشری نے محض وہم کی بناء پر ہود ع کے ۸ اِمْرَاَتَكَ میں رفع اور نصب کی قراءتوں کے اختلاف کو مفسرین کے اختلاف پر محمول کر لیا۔ ۵ مراد کے خلاف دوسرے معنی کے اس وہم کو دور کر دینا جو ایک قرأت کے ظاہر سے پیدا ہوتا ہے جیسے جمعہ ع میں فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ کے بجائے فَامْضُوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ پس دوسری قرأت نے یہ بتا دیا کہ پہلی قرأت سے جو یہ وہم ہوتا ہے کہ اذان کے بعد جمعہ کے لئے دوڑ کر چلنا چاہئے یہاں یہ معنی مراد نہیں بلکہ صرف چلنا کافی ہے گو آہستہ ہو۔ ۶ اس مشکل لفظ کی تفسیر کر دینا جس میں یہ احتمال ہو کہ سننے والا سمجھ نہیں سکے گا جیسے القارعہ میں كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ کے بجائے كَالصُّوْفِ الْمَنْفُوْشِ پس لفظ صوف نے بتا دیا کہ عہن اُون کے معنی میں ہے ۷ اہل حق کیلئے حجت اور اہل باطل اور کج روی اختیار کرنے والوں کے رد کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سبب بن جاتا ہے جیسے دہر ع میں ابن کثیر وغیرہ کی ایک قراءت پر وَمُلْكًا كَبِيرًا میں میم کا فتحہ اور لام کا کسرہ ہے اور یہ اس بات کی اعلیٰ ترین دلیل ہے کہ آخرت میں مومنین کو حق تعالیٰ شانہ کا دیدار نصیب ہوگا پس معتزلہ کا انکار بالکل مردود ہے۔ ۵ بعض علماء کے قول کی ترجیح و تقویت کا باعث بن جاتا ہے جیسے اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ نساء ع ومائدہ ع کیونکہ لمس جماع کے بھی معنی دیتا ہے اور ہاتھ سے چھونے کے بھی چنانچہ انعام ع میں ہے فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ ای مَسُّوْهُ اور حدیث میں ہے لَعَلَّكَ قَبَّلْتَ اَوْ لَمَسْتَ اور شاعر کا قول ہے وَلَمَسْتُ كَفِّي كَفَّهُ اَطْلُبُ الْغِنٰى ع ۹ بعض نحاۃ کے قول کے صحیح ہونے کی دلیل بنتا ہے جیسے وَالْاَرْحَامِ نساء ع میں میم کے جر کی قراءت سے معلوم ہوگیا کہ کوفیین کا یہ قول صحیح ہے کہ ضمیر مجرور پر جار کے اعادے کے بغیر عطف کرنا جائز ہے اور جیسے لِيُجْزٰى قَوْمًا بِمَا كَانُوْا جاثیہ ع میں ابوجعفر کی قراءت پر لِيُجْزٰى فعل مجہول ہے اور اس کا نائب فاعل سمین کے قول پر بِمَا ہے اور یہ اخفش اور کوفیین کے مذہب کے صحیح ہونے کی دلیل ہے کہ وہ مفعول بہ کے ہوتے ہوئے غیر مفعول کا نائب فاعل قرار دینا جائز رکھتے ہیں اور دوسری تقدیر یہ ہے کہ لِيُجْزٰى کا نائب فاعل اَلْجَزَاءُ مقدر ہو جو مَا يُجْزٰى بِهٖ کے معنیٰ میں ہے نہ کہ مصدری معنیٰ میں کیونکہ مصدر کا نائب فاعل بنانا ضعیف ہے بالخصوص جبکہ مفعول بہ بھی موجود ہو (قاضی بیضاوی)

ششم۔ سات حروف کے کیا معنیٰ ہیں؟

چونکہ یہ حروف صحیح اور شاذ دونوں قسم کی قراءتوں میں آتے ہیں اور بار بار واقع ہوتے ہیں اس لئے ان کے معنیٰ تعداد کے لحاظ سے ضبط و احاطہ میں نہیں آسکتے لیکن مآل اور انجام کے اعتبار سے حروف کے دو معنیٰ ہیں یعنی دو کلیاں ہیں جن میں تمام جزئیات داخل ہیں۔ (۱) لفظ میں فرق ہوتا ہے معنیٰ میں نہیں ہوتا جیسے خُطُوٰتِ۔ خُطْوٰتِ۔ هُزُوًا۔ هُزْوًا۔ هُزُؤًا۔۔۔۔ هُزُوًّا۔ صِرَاطَ۔ سِرَاطَ۔ يَحْسَبُ۔ يَحْسِبُ۔ عَلَيْهِمْ۔ عَلَيْهُمْ۔ قُدُسِ۔ قُدْسِ۔ (۲) لفظاً و معنیً دونوں میں تغیر ہوجاتا ہے۔ جیسے قُلْ رَبِّ۔ قَالَ رَبِّ۔ يَنْشُرُكُمْ۔ يُسَيِّرُكُمْ۔ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ۔ لَنُثْوِيَنَّهُمْ۔ يَقُصُّ۔ يَقْضِ۔ يَكْذِبُوْنَ۔ يُكَذِّبُوْنَ۔ نُنْشِزُهَا۔ نُنْشِرُهَا۔ مَا نُنْسِخْ۔ مَا نَنْسَخْ۔ لَقَدْ عَلِمْتَ۔ عَلِمْتُ۔ اور تیسری قسم یہ بھی ہے کہ لفظ و معنیٰ دونوں متحد رہیں لیکن تلفظ کی کیفیت میں قسم قسم کی تبدیلیاں ہوجائیں۔ جیسے تغلیظ و ترقیق۔ مد و قصر۔ تحقیق و تسہیل۔ فتح و امالہ۔ صلہ و عدم صلہ وغیرہ تمام اصولی اختلافات۔ محقق فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس قسم کے اختلاف سے لفظ و معنیٰ میں کوئی تغیر نہیں آتا اور ابوعمرو ابن حاجب نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ہفتم: آیا یہ ساتوں حروف قرآن میں متفرق ہیں

محقق نے چونکہ سات حروف سے لفظی تغیر کی سات قسمیں مراد لی ہیں جو اسی فصل میں چہارم کے آخر میں گذری ہیں۔ اسلئے فرماتے ہیں کہ بیشک ہر روایت و قراءت میں قرآن میں سات حروف متفرق ہیں۔ پس اگر کوئی قرآن کا کچھ حصہ بھی پڑھ لے جس میں وہ ساتوں طرح کے تغیرات آگئے ہوں تو اس پر بھی یہ صادق آئے گا کہ اس نے سات حروف پڑھ لئے لیکن اس کو سات حروف کے پورے مجموعہ کا پڑھنے والا نہیں کہیں گے کیونکہ وہ تو دریائے بے پایاں ہے اور علامہ دانی نے چونکہ حروف کی تفسیر لغات سے کی ہے۔ اس لئے وہ کہتے ہیں کہ قرآن میں سات لغات کا کل نہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہشتم - آیا عثمانی مصاحف میں ساتوں حروف ہیں

فقہاء اور قراء اور متکلمین کی ایک جماعت کہتی ہے کہ ہاں ہیں - کیونکہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اور اُمت کیلئے جائز نہیں کہ ان میں سے کوئی چیز ترک کرے اور جمہور علماء و آئمہ متقدمین و متاخرین کہتے ہیں کہ عثمانی مصاحف میں وہ سات حروف ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آخری دور میں باقی رہ گئے تھے جو آپ ہر سال جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ کیا کرتے تھے ان میں سے ایک حرف بھی ترک نہیں ہوا۔ محقق کہتے ہیں یہی حق معلوم ہوتا ہے - (شرح سبعہ)

نہم - جو قراآت اس وقت پڑھی جاتی ہیں، آیا وہ سات لغات کا کُل ہیں یا بعض

اس کا جواب اس سے پہلی بحث پر موقوف ہے - فقہاء وغیرہ کہتے ہیں کہ کُل ہیں اور دوسرے گروہ کے قول پر بعض ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ موجودہ قراتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے اور تابعین اور تبع تابعین کے زمانے کی قراتوں کے مقابلے میں اس قدر کم ہیں جیسے دریا کے مقابلے میں ایک گھونٹ اور کثیر کے مقابلے میں قلیل ہوتا ہے - (شرح سبعہ)

سورۂ فاتحہ کی وہ شاذ قرائتیں جو نحوی وجہ اور رسم کے موافق ہیں اور ان کی توجیہات

۱۔ اَلْحَمْدُ لُلّٰهِ (ابراہیم ابن ابی عبلہ) اس میں لام کا ضمہ دال کے ضمہ کی مناسبت سے ہے -

۲۔ اَلْحَمْدِ لِلّٰهِ اس میں دال کا کسرہ لام کے کسرے کی مناسبت سے ہے اور نحوی وجہ کے لحاظ سے ۱ و ۲ دونوں میں بعد ہے

۳۔ اَلْحَمْدَ لِلّٰهِ اس میں دال کا نصب اس لئے ہے کہ اَلْحَمْدَ اِحْمَدُوا مقدر کا مفعول مطلق ہے -

۴۔ اَلْحَمْدَ لَلّٰهِ اس میں دال کا نصب مذکورۂ بالا تقدیر کی بناء پر ہے اور لام جارہ کا فتحہ دال کے فتحہ کی مناسبت سے ہے - [۵۱]

(حسن البصری)

۵۔ ھا کے کسرے کی وجہ سے لِلّٰهِ کے الف میں امالہ (قتیبہ عن الکسائی)

۶۔ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ میں بَا کا رفع یا نصب (ابو زید سعید ابن اوس انصاری نَاقِلاً ذٰلِکَ عَنِ الْعَرَبِ) کیونکہ جب کئی نعتیں پے درپے آجاتی ہیں تو ان کے اعراب میں اتحاد رکھنا واجب نہیں رہتا بلکہ یہ جائز ہوجاتا ہے کہ بعض کو فعل مقدر کا مفعول بناکر نصب دیدیں اور بعض کو مبتدا محذوف کی خبر بناکر رفع دیدیں لیکن ایک صفت کو جر سے رفع اور نصب کی طرف منتقل کرلینے کے بعد آئندہ صفات میں جر جائز نہیں رہتا۔ ۷۔ بعد کے کسرے کی بناء پر اَلْعٰالَمِیْنَ اور اَلرَّحْمٰنِ کے الف میں امالہ (قتیبہ عن الکسائی بخلاف)

۸۔ مَلِكُ يَوْمِ الدِّيْنِ اس بناء پر کہ تقدیر یا مَلِکُ ہے (ابو صالح و محمد ابن سمیفع یمانی) اور یہ عمدہ قرأت ہے۔ ۹۔ مَلِکَ یَوْمِ الدِّیْنِ (ابوحیوۃ) ۱۰۔ مَلَکَ یَوْمَ الدِّیْنِ اس بناء پر کہ مَلَکَ فعل اور یَوْمَ اس کا مفعول ہے (علی ابن ابی طالب) ۱۱۔ مَلْکِ یَوْمِ الدِّیْنِ اس میں لام کا سکون تخفیف کی بناء پر ہے (عبد الوارث عن ابی عمرو ونسب ایضاً الی عمر ابن عبد العزیز) ۱۲۔ مَلِکٌ یَوْمَ الدِّیْنِ ای ھُوَ مَلِکٌ اور اس میں مَلِکٌ کو یَوْمَ کا عامل قرار دیا ہے۔ (عاصم جحدری) ۱۳۔ مَلِیْکِ یَوْمِ الدِّیْنِ (عون ابن ابی شداد عقیلی وغیرہ) [۵۲] ۱۴۔ مَلّٰاکِ یَوْمِ الدِّیْنِ مبالغہ کے صیغے سے کیونکہ اس دن حق تعالٰی کا مالک ہونا بخوبی واضح ہو جائے گا (علی ابن ابی طالب) اور یہ حمزہ وکسائی کی قرأت پر عَلّٰامُ الْغَیْبِ صبّاغ کی طرح تقدیراً رسم کے موافق ہے۔ ۱۵۔ مَلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ (یمانی) اور یہ جبرئیلؑ اور میکائیلؑ کی اور ابو عمرو کی قرأت پر وَاَکُوْنَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ منافقون کی طرح تقدیراً رسم کے موافق ہے ۱۶۔ مٰلِکِ کے الف میں امالہ (سورہ ابن المبارک وقتیبہ

[۵۱] زید بن علی بن حسین بن علیؓ، رؤبہ بن عجاج، ہارون بن موسیٰ عتکی نیز یہ تیمیں میں سے بعض حضرات کا لغت ہے۔ ۱۲ط [۵۲] ابوہریرہؓ ابوحیوۃؒ عمر بن عبد العزیزؒ ۱۲ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عن الکسائی) ۱۷۔ اِیَاکَ میں دونوں جگہ یا کی تخفیف (عمرو ابن فائد اسواری) اور چونکہ یہ تلفظ میں اِیَا الشمس ای ضیاءھا کے مشابہ ہوجاتی ہے اور اس معنیٰ کا وہم ہوتا ہے کہ ہم آپ کی روشنی کو پوجتے ہیں اس لئے بعض متاخرین نے اس کو مکروہ سمجھا ہے۔ ۱۸۔ أیاکَ میں دونوں جگہ ہمزہ کا فتحہ (فضل ابن محمد رقاشی و ایضاً سفیان الثوری عن علی) اور کسرہ کی طرح ہمزہ کا فتحہ بھی لغت ہے۔ ۱۹۔ ہمزہ کے کسرے کے سبب اِیَاکَ میں دونوں جگہ الف کا امالہ (عبداللہ ابن داؤد خریبی عن ابی عمرو) ۲۰۔ تخفیف کی غرض سے نعبُدُ میں دال کا سکون جیسا کہ یأمُرکُمْ وغیرہ میں ابوعمرو کی قراءت ہے (بعض اہل مکہ) اور ایک قول پر سکون کی وجہ یہ ہے کہ یہ ان کے نزدیک راس آیت ہے اس لئے سنت پر عمل کرنے کیلئے وقف کی نیت کرلی اور وصل کو وقف کا قائم مقام بنادیا۔

۲۱۔ مَالِکِیْ } کردم عن نافع واھوازی عن ورش
۲۲۔ نَعْبُدُوْ }

اور یہ یا اور واؤ کسرے اور ضمہ کے صلہ سے پیدا ہوئی ہے۔

۲۳۔ اِیَاکَ یُعْبَدُ (حسن بصریؒ) اور اس کی توجیہ مشکل ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں غیبت، استعارہ اور التفات کی بنا پر ہے اور تقدیر اِیَّاکَ الذی یُعْبَدُ ہے یعنی آپ ہی وہ ہیں جن کی عبادت کی جاتی ہے۔ ۲۴۔ نِسْتَعِیْنُ میں پہلے نون کا کسرہ (یحییٰ ابن وثاب) اور یہ مشہور اور عمدہ لغت ہے۔ ۲۵۔ اَلزِّرَاطَ میں صاد کے بجائے خالص زا (اصمعی عن ابی عمرو و ایضاً عن حمزہ) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب صفیرکے حروف میں سے ایک کو دوسرے سے بدل لیتے ہیں اور سین کی قراءت کی طرح زا والی بھی تقدیراً رسم کے موافق ہے۔ عَلَیْھِمْ میں تین قراءتیں تو مشہور ہیں:۔ ۱۔ عَلَیْھِمْ ۲۔ عَلَیْھُمْ ۳۔ عَلَیْھُمُ اور سات قراءتیں اور ہیں اس لئے کل دس[۱۰] ہو جاتی ہیں۔

۲۶۔ عَلَیْھُمُوْ۔ (عبدالرحمٰن ابن ہرمز الاعرج وغیرہ[۵]) ۲۷۔ عَلَیْھِمِ (حسن بصریؒ و عمرو ابن فائد)

۲۸۔ عَلَیْھُمُوْ } ابن ہرمز الاعرج
۲۹۔ عَلَیْھِمُ }

۳۰۔ عَلَیْھِمُوْ ۳۱۔ عَلَیْھِمِ } ابوالحسن اخفش
۳۲۔ عَلَیْھِمِیْ . . . . . }

اور یہ سب لغات ہیں اور وقف کی صورت میں میم بالاتفاق ساکن پڑھا جائے گا۔

۳۳۔ غَیْرُ الْمَغْضُوْبِ میں را کا رفع اس بناء پر کہ یہ ھُمْ یا اُولٰئِکَ مقدر کی خبر ہے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) ۳۴۔ غَیْرِ میں را کا نصب اس بناء پر کہ غَیْرَ یا تو حال ہے یا صِرَاطَ کی صفت ہے (حسن و خلیل ابن احمد عن ابن کثیر) ۳۵۔ وَلَا الضَّأَلِّیْنَ یعنی الف کے بجائے فتحہ والی ہمزہ اور یہ کلام عرب میں قلیل ہے (ایوب سختیانی)

دہم۔ قراءت کے اختلاف کی حقیقت اور اس کے فوائد

یہ اختلاف تنوع اور تغایر کی قسم سے ہوتا ہے۔ تضاد اور تناقض کے قبیل سے نہیں ہوتا یعنی قراءت کے اختلاف سے طرح طرح کے عجیب و غریب معنیٰ پیدا ہوتے ہیں جو ایک دوسرے سے بالکل الگ ہوتے ہیں۔ مگر ان میں باہم ضدیت اور مخالفت نہیں ہوتی کیونکہ کتاب اللہ میں یہ محال ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ (الیٰ) کَثِیْرًا ۔ پس ناممکن ہے کہ ایک قراءت میں امر اور دوسری میں نہی ہو یا اور کسی طرح تعارض ہوسکے۔ (شرح سبعہ)

[۵] مسلم بن جندب، عیسیٰ بن عمر ثقفی بصری، عبداللہ بن یزید قصیر ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مصداق کے متحد رہنے اور بدل جانے کے لحاظ سے اختلاف کی قسمیں

محقق رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے تمام قراءتوں کے اختلاف میں غور وفکر کیا۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ مصداق کے اعتبار سے اختلاف کی تین قسمیں ہیں اوّل یہ کہ لفظ میں تبدیلی ہو جائے لیکن معنیٰ دونوں قراءتوں پر ایک ہی رہیں جیسے اَلصِّرَاطَ - اَلسِّرَاطَ - عَلَيْهِمْ - الْقُدُسِ - يَحْسَبُ - يُؤَدِّهٖ - اور اسی طرح قراءت کی وہ تمام تبدیلیاں جن کی بابت فن کے علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ سب اس لفظ کے لغات ہیں یعنی لغت کی تبدیلی سے معنیٰ نہیں بدلتے۔ دوم لفظ اور معنیٰ دونوں میں تبدیلی ہو جائے لیکن دونوں کا مصداق ایک ہو یعنی دونوں ایک ہی ذات پر صادق آتے ہوں جیسے ۱ فاتحہ میں مٰلِكِ اور مَلِكِ دونوں حق تعالیٰ ہی کی صفتیں ہیں۔ اس لئے کہ وہ قیامت کے دن کے مالک بھی ہیں اور اس روز کے بادشاہ بھی ہیں۔ چنانچہ اس دن مجازی سلطنتیں بھی سب ختم ہو جائیں گی۔ ۲ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ اور يُكَذِّبُوْنَ بقرہ ع۲ اس میں دونوں قراءتوں پر فعل کی ضمیر منافقین کیلئے ہے اور پہلی قراءت پر معنیٰ یہ ہیں کہ یہ منافقین اپنے آپ کو مومن بتانے میں جھوٹ بولتے ہیں اور دوسری قراءت کے معنیٰ یہ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا بتاتے ہیں ۳ كَيْفَ نُنْشِزُهَا اور نُنْشِرُهَا بقرہ ع۳۵ اس میں بھی دونوں قراءتوں پر مفعول کی ضمیر مؤنث عظام (ہڈیوں) کیلئے ہے اور پہلی قراءت کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہڈیوں کو دیکھو ہم ان کو کس طرح ایک دوسرے پر ابھارتے ہیں حتیٰ کہ وہ سب جڑ کر ایک ہو جاتی ہیں۔ اور ۔را۔ والی قراءت پر معنیٰ یہ ہوں گے کہ دیکھو ہم ہڈیوں میں جان ڈال کر ان کو کس طرح زندہ کر دیتے ہیں۔ پس حق تعالیٰ نے دونوں معنیٰ کو دو قراءتوں کے ذریعہ بیان کر دیا۔ سوم لفظ و معنیٰ دونوں میں تبدیلی ہو جائے اور دونوں کا مصداق بھی جدا جدا ہو لیکن کوئی ایسی وجہ بھی نکل سکے جو دونوں کو متحد کر دے اور ضدیت پیدا نہ ہونے دے مثالیں ۱ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ انعام ع۲ میں جماعت قراء کی مشہور قراءتوں پر تو پہلا فعل معروف اور دوسرا مجہول ہے اور دوسری قراءت پر اس کا عکس ہے یعنی وَهُوَ يُطْعَمُ وَلَا يُطْعِمُ اور تیسری پر دونوں فعل معروف ہیں یعنی وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يَطْعَمُ اور آخری دونوں قراءتیں شاذ ہیں پس اگر تینوں میں هُوَ کی ضمیر کا مرجع حق تعالیٰ کو قرار دیں تو قراءتوں میں تناقض اور ضدیت کا شبہ ہو جائے گا اور مطلب یہ نکلے گا کہ حق تعالیٰ بھی دوسروں کو رزق دیتے ہیں اور دوسرے لوگ انہیں رزق دیتے ہیں اور اس کا حل یہ ہے کہ پہلی اور تیسری قراءت پر هُوَ کی ضمیر حق تعالیٰ کیلئے ہے۔ اور دوسری پر وَلِيًّا کیلئے جو آیت میں موجود ہے اور پہلی قراءت پر معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو رزق دیتے ہیں اور اللہ کو کوئی رزق نہیں دیتا کیونکہ وہ رزق کے محتاج نہیں ہیں اور دوسری قراءت پر یہ معنیٰ ہوں گے کہ اس ولی کو حق تعالیٰ کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے اور وہ خود کسی کو بھی رزق نہیں دے سکتا اور تیسری پر مطلب یہ ہوگا کہ حق تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں رزق دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں رزق نہیں دیتے۔ ۲ وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا اور قَدْ كُذِّبُوْا یوسف ع۱۲ پس ذال کی تخفیف والی قراءت پر ظن وہم کے معنیٰ میں ہے اور جمع کی تینوں ضمیریں مُرْسَلْ اِلَيْهِمْ (یعنی کفار) کیلئے ہیں اور معنیٰ یہ ہیں کہ کفار کو یہ وہم ہو گیا کہ رسولوں نے جو خبریں ہمیں دی ہیں ان میں ہم سے جھوٹ بولا گیا ہے اور تشدید کی صورت میں ظن یقین کے معنیٰ میں ہے اور تینوں ضمیریں رسولوں کے لئے ہیں یعنی رسولوں کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب ان کی قوم نے انہیں پوری طرح جھٹلا دیا اور ضد اور مخالفت کے سبب اب ان کے ایمان لانے کی کوئی امید نہیں رہی ۳ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ اور لَتَزُوْلُ مِنْهُ الْجِبَالُ ابراہیم ع۶ پس پہلی قراءت پر اِنْ نافیہ ہے اور کسرے والا لام نفی کی تاکید کیلئے ہے اور مضارع اَنْ مقدرہ کی بنا پر منصوب ہے اور الْجِبَالُ سے مجاز کے طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور دین اسلام اور قرآن مراد ہے یعنی کفار کی تدبیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گو ان کی تدبیریں بڑی بڑی اور مضبوط تھیں لیکن اس کے باوجود بھی ان کی تدبیر ایسی نہ تھی جن سے پہاڑ (نبوت و قرآن و دین حق) اپنی جگہ سے ہٹ جاتے اور دین الٰہی مٹ جاتا بلکہ ان کی مخالفت کے باوجود بھی دین حق غالب ہی رہا اور ان کی تدبیریں نیست و نابود ہو گئیں اور دوسری قراءت پر اِنْ مخففہ ہے جو اصل میں اِنَّ تھا اور لَتَزُوْلُ کے پہلے لام پر فتحہ ہے اور یہ لام ابتدائیہ ہے اور دوسرے لام کا رفع ہے اور اَلْجِبَالُ حقیقی معنی میں ہے پس اس سے یہی ظاہری پہاڑ مراد ہیں یعنی یہ بات یقینی ہے کہ کفار کی تدبیریں اس قدر مضبوط اور سنگین تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جاتے لیکن اس پر بھی وہ دین الٰہی کو مغلوب نہ کر سکے جو دین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ظاہر ترین دلیل ہے ۔ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا اور فُتِنُوْا نحل ع پس نحل مجہول کی ضمیر مہاجرین کیلئے ہے اور معروف کی اَلْمُشْرِکُوْنَ کیلئے ہے اس صورت میں ذرا بھی اشکال پیدا نہیں ہوگا ۔ ۔ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ اور عَلِمْتُ اسراء ع۱۲ پس تا کے فتحہ کی صورت میں عَلِمْتَ کا فاعل اور مخاطب فرعون ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام نے ڈانٹنے کیلئے فرمایا کہ اے فرعون تو خوب جانتا ہے کہ یہ آیات و معجزات حق تعالیٰ نے نازل کئے ہیں۔ پس علم کے باوجود تیرا انکار عند اور عناد کی بنا پر ہے شک و شبہ کے طور پر نہیں اور تا کے ضمہ والی قراءت پر فاعل موسیٰ علیہ السلام ہیں اور اس میں فرعون کے قول (اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ) کا رد ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو مجنون کہا تھا پس قَالَ لَقَدْ عَلِمْتُ میں فرمایا کہ مجھے اس بات کا پورا علم ہے کہ یہ احکام و آیات آسمان اور زمین کے رب کے نازل کئے ہوئے ہیں اور آیا مجنون عالم ہو سکتا ہے پس عالم کو مجنون کہنے والا خود جنون میں گرفتار ہے ۔ ان مثالوں میں غور کرنے سے خوب واضح ہو جائے گا کہ ضدیت و منافات کسی قراءت میں کہیں نہیں ہے (اگر کہیں کسی قراءت میں ضدیت کا شبہ ہوتا ہے) تو وہ ہماری ہی کم فہمی کا نتیجہ ہے۔ کلام الٰہی اس سے بالکل بری اور پاک ہے ؎ اور جو قراءت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہو جائے اس کا قبول کرنا واجب ہے اور امت میں سے کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ اس کو رد کر دے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس پر بھی کہ ہر قراءت حق تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوئی ہے کیونکہ ہر ایک قراءت کا دوسری کے ساتھ ایسا ہی تعلق ہے جیسا کہ ایک آیت کا دوسری آیت کے ساتھ ہے پس ہر آیت کی طرح ہر قراءت پر بھی ایمان لانا واجب ہے اور وہ آیت اور قراءت جس معنیٰ پر مشتمل ہے ۔ اعتقاداً بھی اس کی پیروی کرنا واجب ہے اور عملاً بھی اور یہ بھی جائز نہیں کہ دو قراءتوں میں تعارض و مخالفت کا گمان کر کے ایک پر تو عمل کر لے اور جو حکم دوسری سے نکلتا ہے اس کو نظر انداز کر دے ۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ لَا تَخْتَلِفُوْا فِی الْقُرْاٰنِ وَلَا تَنَازَعُوْا فِيْهِ فَاِنَّهٗ لَا يَخْتَلِفُ وَلَا يَتَسَاقَطُ الخ قرآن میں اختلاف اور جھگڑا نہ کرو کیونکہ نہ تو اس میں اختلاف کی گنجائش ہے نہ اس کا کوئی حصہ حذف ہو سکتا ہے فقہاء اور قراء کے اختلاف میں یہی فرق ہے ۔ یعنی فقہاء کا اختلاف اجتہادی ہوتا ہے اور قراء کا اختلاف روایتی اسی وجہ سے فقہ کی اختلافی وجوہ میں سے واقع میں ایک صحیح حق اور درست ہے اور ہر مذہب دوسرے کی نسبت سے درست ہے لیکن خطا کا احتمال رکھتا ہے اور قراءت کی اختلافی وجوہ میں سے واقع میں ہر ایک صحیح ۔ حق اور منزل من اللہ اور کلام الٰہی ہے ۔ جس پر ہم ایمان رکھتے ہیں اور ہمارا اعتقاد ہے کہ جس صحابی یا تابعی کی طرف اس وجہ کی نسبت ہوتی ہے اس نے اس کو اسی طرح پڑھا تھا اور اپنے لئے لازم کر رکھا تھا اور وہ اس کیلئے اضبط اور اقرأ تھا ۔ یعنی اس کو سب سے زیادہ محفوظ رکھتا تھا اور نہایت عمدگی سے پڑھتا تھا اور قراءت کے اماموں اور راویوں کی طرف جو قراءت اور روایات کی نسبت ہوتی ہے اس کے بھی یہی معنیٰ ہیں کہ قاری اور راوی نے معتبر حضرات سے پڑھ کر ان وجوہ کو ماسوا پر اختیار کر لیا تھا اور اپنے لئے ہمیشہ کے واسطے لازم کر رکھا تھا ۔ اور ہمیشہ انھیں کو پڑھتا اور پڑھاتا تھا اور لوگ اس سے روایت کرتے تھے ۔ پس یہ نسبت ترتیب و اختیار و لزوم اور ہمیشگی کی وجہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے ہے۔ اس لئے نہیں کہ اس نے ان وجوہ کو اپنے اجتہاد و رائے سے خود بنا لیا تھا۔ اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف وجوہ پڑھنے والوں میں سے ہر ایک کو اَحْسَنْتَ۔ اَصَبْتَ اور هٰكَذَا اُنْزِلَتْ فرما کر درستی پر بتایا تھا۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اسی بیان میں اوپر گزر چکی۔ ابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے مسجد میں آکر سورۂ نحل اس کے خلاف پڑھی جس طرح میں پڑھتا تھا۔ میں نے پوچھا کہ تجھے یہ سورت کس نے پڑھائی ہے۔ کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے بھی سورۂ نحل پڑھی اور ہم دونوں کے خلاف تیسری طرح پڑھی میں نے اس سے بھی پوچھا تو اس نے بھی وہی جواب دیا۔ جس سے میرے دل میں شک پیدا ہوا اور میں ان دونوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا آپ نے ایک سے سُن کر فرمایا اَحْسَنْتَ تو نے اچھی طرح پڑھی اور دوسرے سے سُن کر فرمایا اَصَبْتَ۔ تو درستی کو پہونچا پھر مجھ سے سُن کر فرمایا۔ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ یہ سورت اسی طرح نازل کی گئی ہے اور پھر میرے سینہ پر ہاتھ رکھکر ارشاد فرمایا:۔ اُعِيذُكَ بِاللّٰهِ يَا اُبَيُّ مِنَ الشَّكِّ اے ابی میں تمہیں شک سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ان میں سے جو وجہ پڑھو وہ ہی درست ہے۔ مگر شک نہ کرو۔ کیونکہ ان میں شک کرنا کفر ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو شخص ایک حرف پڑھے۔ وہ اس کو ترک کرکے دوسرے کی طرف نہ جائے یعنی کسی وجہ کا انکار نہ کرے۔

اُمت کے لئے وسعت اور آسانی پیدا کرنے کے علاوہ قرارت کے اختلاف کے اور بھی بہت سے فائدے ہیں ان میں سے چند فوائد یہ ہیں :۔ (۱) انتہا درجہ کی بلاغت اور کامل درجہ کا اعجاز اور مکمل ترین اختصار اس لئے کہ جب ہر قرارت ایک آیت کے مرتبے میں ہے تو ایک کلمہ کی متعدد قراءتیں کئی آیتوں کے قائمقام ہوں گی۔ پس اگر ہر قرارت کے بجائے ایک مستقل آیت نازل ہوتی تو ظاہر ہے کہ عبارت بہت ہی طویل ہو جاتی۔ (۲) یہ اختلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کی صداقت پر عظیم الشان اور واضح ترین دلیل ہے۔ اس لئے کہ جدا جدا قراءتوں میں طرح طرح کا اختلاف ہوتے ہوئے بھی ضدیت و مخالفت نہیں ہے بلکہ ہر ایک قرارت سے دوسری کی تصدیق و تشریح و تائید و تفسیر ہوتی ہے اور ہر عاقل جانتا ہے کہ یہ صفت اللہ تعالیٰ ہی کے کلام میں ہو سکتی ہے۔ پس جب قرآن کلام الٰہی ہے تو جس نبی پر یہ نازل ہوا ہے وہ بھی بلا شک صادق ہے (۳) اسی انتہائی بلاغت و اختصار کے سبب اُمت کو قرآن کا یاد کرنا اور اس کا نقل کرنا آسان ہو گیا۔ کیونکہ ہر قرارت کیلئے مستقل جملوں اور آیتوں کا یاد کرنا، نقل کرنا دشوار ہے اور ایک ہی کلمہ میں اس کی متعدد قراءتوں کا یاد کر لینا (بالخصوص جبکہ اس کلمہ کا رسم الخط بھی ایک ہی ہو) آسان ہے۔ (۴) اسی اختلاف کے سبب اُمت کے علماء کے اجر و ثواب میں روز افزوں اضافہ ہوتا ہے اس لئے کہ وہ ہر قرارت کے معنیٰ تلاش کرنے اور ہر لفظ کی دلالت سے احکام نکالنے اور پوشیدہ بھیدوں اور اشارات کے ظاہر کرنے میں پوری طرح کوشش کرتے ہیں اور گہری نظر سے توجہ کرکے اپنے علم و فہم کے اندازے کے مطابق ہر قرارت کی توجیہ۔ تعلیل اور اس کی ترجیح کے اسباب اور اس کے مضمون کی تفصیل بیان کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کا دستور ہے کہ وہ محنت و مشقت کے اندازے کے موافق اجر عطا فرمایا کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ آلِ عمران ع ۲۰۔ (۵) اسی سے باقی اُمتوں کے مقابلے میں اس اُمت کی فضیلت اور بزرگی ظاہر ہوتی ہے اس لئے کہ اسی نے کتاب الٰہی کو پورے شوق اور کامل توجہ کے ساتھ پڑھا اور پڑھایا۔ اس کے ایک ایک لفظ کی بحث کی۔ ایک ایک صیغے کی تحقیق کی۔ اس کی صحت و درستی کو آشکارا کیا اس کی تصحیح کو درجہ کمال تک پہونچایا۔ اس کی تجوید کی حفاظت کی اور کسی گمراہ کو اس میں ادل بدل اور زیادتی و کمی کرنے کا موقع نہیں دیا۔ حرکت و سکون۔ تفخیم و ترقیق حتی کہ مدات کی مقداروں اور اِمالوں کے تفاوت کو بھی ضبط کیا۔ غرض اس قدر اہتمام کیا کہ کسی اور اُمت کا فکر و وہم بھی اس حد تک نہ پہونچ سکا اور توفیق و الہام الٰہی کے بغیر اس درجہ تک کسی کی رسائی ہو ہی نہیں سکتی فَسُبْحَانَ مَنِ اصْطَفَاهُمْ وَوَفَّقَهُمْ لِحِفْظِ كِتَابِهِ الْجَلِيلِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَاَعْطَاهُمْ بِذٰلِكَ الْاَجْرَ الْجَزِيْلَ - (۶) ہر قاری اپنی اختیار کی ہوئی وجوہ کو متصل سند کے ذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچاتا ہے۔ جس سے اہل باطل کے شبہات کا قلع قمع ہوجاتا ہے اور یہ صرف اسی امت اور اسی کتاب کی خصوصیت ہے اور یہ ایسی عظیم الشان فضیلت اور اعلیٰ ترین فائدہ ہے کہ اگر اس کے سوا اختلاف قراءت کا اور کوئی بھی فائدہ نہ ہوتا تو یہی کافی و وافی تھا۔ (۷) حق سبحانہ وتعالیٰ ہر زمانے میں ایسے اماموں کو موجود رکھتا ہے جو فن میں حجت ہوتے ہیں اور ان کا وجود صرف قراآت کی خدمت کیلئے وقف ہوتا ہے اور وہ طرق وروایات ووجوہ کی تحقیق کرتے رہتے ہیں اور ان کی بقا سے قرآن عظیم لوگوں کے سینوں اور مصاحف میں صحت ودرستی کے ساتھ باقی رہتا ہے اور اس سے قدرت الٰہی کا کرشمہ ظاہر ہوتا ہے کہ اپنی کتاب پاک کی کس کس طرح حفاظت فرماتے ہیں (از نشر)

نویں فصل سات احرف سے قراءت سبعہ مراد نہیں

(۱) اکثر لکھے پڑھے لوگ کہا کرتے ہیں کہ حدیث میں جو سَبْعَةِ اَحْرُفٍ ہے اس سے قراء سبعہ کی سات قرائتیں مراد ہیں لیکن یہ ان کا وہم ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قراء سبعہ کا وجود ہی نہیں تھا۔ اس لئے کہ ابن عامر سنہ ۲۱ھ میں ابن کثیر سنہ ۴۵ھ میں، عاصم اس کے قریب نافع سنہ ۷۰ھ میں ابوعمرو سنہ ۶۸ھ میں حمزہ سنہ ۸۰ھ میں کسائی تقریباً سنہ ۱۱۹ھ میں پیدا ہوئے۔ ان میں سے بعض نے صحابہ وتابعین دونوں سے اور بعض نے صرف تابعین سے اور بعض نے تبع تابعین سے قرائتیں پڑھی ہیں اور ان میں سے اکثر حضرات دوسری صدی میں ہوئے ہیں۔ صحابہؓ وتابعین کے زمانے میں ان قراء کی ترتیب دی ہوئی قرائتیں موجود نہیں تھیں۔ (۲) ابو محمد مکی کہتے ہیں کہ ابو حاتم وغیرہ نے ابن عامر۔ حمزہ۔ کسائی کی قرائتیں بیان نہیں کیں۔ اور سبعہ کے علاوہ دوسرے بیسؔ اماموں کی قرائتیں بیان کی ہیں اور یہ سب قراء سبعہ سے پہلے زمانے میں گزرے ہیں۔ پھر یہ گمان کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کہ پچھلے زمانے کے ان سات قاریوں کی قرائتیں، ان حروف سبعہ میں سے ایک ایک ہیں جو حدیث میں مذکور ہیں بلکہ یہ کہنا واقعہ کے خلاف ہے اور آیا یہ دعویٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ارشاد کی بناء پر کیا جاتا ہے یا کسی اور سند سے اور یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ حالانکہ کسائی مامون کے زمانے میں تھے اور کل قراء سبعہ میں داخل کئے گئے ہیں پہلے یعقوبؒ۔ حضرمی رح بصری رح کی قراۃ ساتویں تھی۔ ابن مجاہد نے ان کے بجائے کسائی کو لے لیا۔ (۳) دانیؒ جامع البیان میں حروف سبعہ کے معنیٰ بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں بلاشبہ قراء سبعہ اور ان کے مانند دوسرے اماموں کی ان قراءتوں کی پیروی واجب ہے جو شاذ نہ ہوں۔ ہذلی رح کہتے ہیں کہ کسی کیلئے یہ بات جائز نہیں کہ ان قراءتوں کو شاذ کہدے جو مسبعہ نہ بھی ہوں کیونکہ جو قراءۃ پڑھی جائے اور روایت کی جائے اور رسم کے موافق ہو اور اجماع کے خلاف نہ ہو وہ صحیح ہے۔ (۴) بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صرف قراآت سبعہ متواترہ ہیں۔ باقی شاذ ہیں یہ خطا ہے۔ (الف) آیا صحابہؓ کرام اور تابعین رح عظام جن قراآت سے قرآن و نماز پڑھتے تھے وہ شاذ تھیں۔ (ب) کیا کوئی عقل سلیم اس بات کا یقین کرسکتی ہے کہ دونوں مقدس جماعتیں جن کی نقل پر دین کا مدار ہے قرآن میں کوئی ایسی چیز پڑھیں جو منزل من اللہ اور قرآن نہ ہو۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْعَقِيْدَةِ الْبَاطِلَةِ (ج) کیا یہ ممکن ہے کہ صحابہ وتابعین کو تو متواتر وشاذ کا علم نہ ہو۔ اور دوسری صدی کے لوگ اس کی تحقیق کریں (د) کیا قراء سبعہ کی قراآت جن قراءتوں سے لی گئی ہیں وہ شاذ تھیں۔ (۵) محققؒ فرماتے ہیں بعض بے علم خیال کرتے ہیں کہ قراآت صحیحہ صرف وہی ہیں جو قراء سبعہ سے منقول ہیں۔ بلکہ بعض جاہل یہ یقین رکھتے ہیں کہ صحیح قراآت صرف وہی ہیں جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیسیر و شاطبیہ میں ہیں اور حدیث میں انہیں کی طرف اشارہ ہے اور جو چیز ان دونوں کتابوں میں نہیں وہ شاذ ہے حالانکہ بعض وجوہ جو قراء سبعہ کے علاوہ دوسرے اماموں سے منقول ہیں۔ وہ تیسیر و شاطبیہ کی بیان کی ہوئی وجوہ سے صحیح تر ہیں۔ ان لوگوں کو یہ شبہ اس لئے ہو گیا کہ انھوں نے پہلے تو اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ والی حدیث سنی پھر قراء سبعہؒ کی قراآت دیکھیں۔ اسی لئے متقدمین میں سے اکثر امام ابن مجاہد کے قراء سبعہ ہی کی قرارت کے بیان پر بس کرنے کو ناپسند سمجھتے تھے۔ اور ان کو غلطی پر بتاتے تھے۔ چنانچہ مہدوی کہتے ہیں۔ بعض متاخرین نے قراء سبعہ کو اختصار کی غرض سے اختیار کیا تھا۔ عام لوگوں نے اس کو لازمی فرض سمجھ لیا۔ اب اگر اس کے خلاف کچھ سنتے ہیں تو پڑھنے والے کو غلط کار اور کافر تک کہدیتے ہیں۔ حالانکہ بسا اوقات وہ وجہ ظاہر تر اور مشہور تر ہوتی ہے۔ پھر کم ہمت لوگوں نے قراء سبعہ میں سے بھی ہر امام کے دو دو راویوں پر بس کر لی۔ اگر انہیں کے کسی اور راوی کی روایت سنتے ہیں تو اس کو باطل کہدیتے ہیں۔ خواہ وہ ان راویوں سے مشہور تر ہو۔ سبعہ کے بیان پر بس کرنے والے کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ کیونکہ اس سے عام لوگ دھوکے میں مبتلا ہو گئے۔ اور معلومات کی کمی نے ان کو غافل کر دیا۔ کاش ابن مجاہدؒ سبعہ سے کم یا زیادہ قرائتیں بیان کرتے۔ تاکہ یہ شبہ نہ ہوتا۔ نیز فرماتے ہیں کہ جس قرارت میں تینوں رکن پائے جائیں اس کا قبول کرنا واجب ہے۔ اور کسی کے لئے اس کا رد و انکار جائز نہیں۔ خواہ ائمہ سبعہ سے ہو یا کسی اور سے۔ (۶) شیخ الاسلام ابو الفضل عبدالرحمن بن احمد رازی حروف سبعہ کی حدیث سے پیدا ہونے والے شبہ کو بیان کر کے کہتے ہیں کہ بعد کے علماء نے اسی وہم کو دور کرنے کیلئے آٹھ آٹھ اور دس دس قراءتوں میں کتابیں لکھی ہیں۔ کیونکہ حروف سبعہ پر نازل ہونے کا یہ مقصد نہیں کہ خاص افراد یا کسی مخصوص زمانے کے لوگوں کی قراآت پڑھی جائیں۔ اگر امت کے انگنت افراد کسی زمانے یا کسی مقام میں منقول قراآت میں سے اختیار کی شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے۔ اپنی اپنی قرأت الگ الگ مقرر کریں تو وہ اُن حروف سبعہ سے خارج نہ ہوں گی۔ جو حق تعالیٰ کے یہاں سے نازل ہوئے ہیں بلکہ اس میں قیامت تک وسعت ہے۔ (۷) امام ابو العباسؒ بن یوسف کواشی موصلی تبصرہ کی تفسیر میں کہتے ہیں۔ جو قراءت تینوں ارکان کے موافق ہو۔ وہ ان حروف سبعہ میں سے ہے۔ جو حدیث میں مذکور ہیں۔ گو اس کو ستر ہزار افراد مجتمع یا متفرق طور پر روایت کریں۔ قراءۃ کے قبول کرنے کا یہی ضابطہ ہے۔ خواہ سبعہ سے ہو یا ستر ہزار سے اور جب کسی رکن میں فرق آجائے تو وہ شاذ ہے۔ (۸) امام اسماعیل ابن ابراہیم بن محمد القراب۔ شافی میں کہتے ہیں۔ حروف سبعہ کی حدیث سے یہ وہم نہ ہونا چاہیئے۔ کہ اس میں ان قراء سبعہ کی طرف اشارہ ہے۔ جو تابعین کے بعد پیدا ہوئے۔ کیونکہ اس صورت میں حدیث اس وقت تک بے فائدہ ہو جاتی ہے۔ جب تک یہ قراء سبعہ پیدا ہو کر تعلیم نہ پائیں اور قراءات اختیار نہ کریں اور ان سے نقل نہ کی جائیں۔ نیز لازم آئے گا کہ صحابہؓ وغیرہ کو اس وقت تک قرآن پڑھنا جائز نہ ہو جب تک وہ یہ معلوم نہ کر لیں کہ یہ قراء فلاں فلاں قراءت اختیار کریں گے یہ عین جہالت ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ قراآت کے حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ معتبر امام سے لفظاً سیکھی جائیں۔ اور متصل سند کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچائی جائیں (اُخِذَ کُلُّ مَا فِیْ هٰذَا الْفَصْلِ مِنْ شَرْحِ سَبْعَةٍ)

دسویں فصل۔ سبعہ کے بعد کی تین قراءتیں شاذ نہیں

گذشتہ بیان اور قرأت کے ضابطے میں غور کرنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ سبعہ کے بعد والی تین قراءتیں شاذ نہیں ہیں۔ لیکن طلباء کی معلومات میں اضافہ کرنے کیلئے قرأت ثلثہ کے متعلق چند عبارتوں کے خلاصے اور درج کئے جاتے ہیں:۔

(۱) ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ ماہر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو وجوہ اور قراآت شاطبیہ میں بیان کی گئی ہیں۔ وہ

www.KitaboSunnat.com

یقینی طور پر متواتر ہیں۔ اور عثمانی مصاحف کی رسم کے موافق اور صرفی اور نحوی قواعد کے مطابق ہیں۔ اور مدار پہلی بات پر ہے۔ رہیں سبعہ کے بعد کی تین قراءتیں سو حنفیہ میں سے عام علماء اور شافعیہ میں سے جمہور فقہاء ان کو شاذ کہتے ہیں۔ اور رافعی اور نو سے بھی یہی منقول ہے۔ صرف جزریؒ اور سبکیؒ وغیرہ نے بغویؒ کی پیروی کرتے ہوئے اس کے خلاف کہا ہے۔ اور د کے بعد والی قراءتیں بالاتفاق شاذ ہیں۔ جن کا پڑھنا حرام اور روایت جائز ہے۔ تعجب ہے کہ ملا علیؒ قاری جیسے علامہ روز اور فاضل نے یہ رائے کیونکر قائم کر لی۔ جو صراحۃً حقیقت کے خلاف ہے اول تو شافعیؒ اور حنفیؒ کی تفریق کے کیا م کیا یہ بھی اجتہادی بحث ہے۔ جس میں فقہاء رائے زنی کر سکیں۔ دوم ہزار سال کے بعد کا ایک عالم متقدمین کے خلاف کس شہادت کی بناء پر ایسا فیصلہ کرتا ہے۔ (۲) ابو العلاء ہمدانی نمایت میں کہتے ہیں۔ یہ ان قراء عشرہ کے اختلافات کا تذکرہ ہے جن کی قرأات کا حجازی۔ شامی۔ عراقی حضرات اقتدا کرتے ہیں۔ (۳) ابو حیان کہتے ہیں کہ ابو جعفر مدینہ طیبہ کے رہنے والے ہیں جس میں بے شمار علماء موجود تھے۔ نیز آپ مفسر قرآن ابن عباس رضؓ کے شاگرد ہیں۔ ناممکن ہے کہ اس مرتبہ کا شخص کتاب اللہ میں ایسی چیز پڑھے جو ناجائز و حرام ہو حالانکہ اس وقت تک سند بھی طویل نہیں ہوئی تھی۔ اور کم حافظے والے لوگ بھی سلسلے میں داخل نہیں ہوئے تھے اور یعقوب حضرمی بصرہ کی جامع مسجد میں روزانہ مسلمانوں کی امامت کرتے تھے اور بصرہ علماء سے بھرا ہوا تھا۔ کبھی کسی نے ایک حرف کا بھی انکار نہیں کیا۔ نیز آپ سلام طویلؒ کے اور د عاصمؒ کے شاگرد ہیں۔ پس یعقوب کا مرتبہ یحییٰؒ۔ علیمیؒ اور دوریؒ کے برابر ہے۔ (۴) امام ابو الحسن منہاج کی شرح میں کہتے ہیں ہمارے فقہاء کی رائے ہے کہ قراءات سبعہ سے نماز درست ہے۔ شاذ سے نہیں۔ اس سے لوگوں کو یہ وہم ہو گیا کہ سبعہ مشہورہ کے علاوہ تمام قراءتیں شاذ ہیں۔ حالانکہ بغوی رحؒ نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ سبعہ کی طرح ابو جعفر و یعقوب کی قراءت کے پڑھنے پر بھی اجماع ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اس بارے میں بغوی کی رائے پر اعتماد کرنا اولیٰ ہے۔ کیونکہ یہ مقری (محدث) مفسر اور علوم کے جامع تھے اور شاذ قراءتوں سے نماز نہیں ہوتی۔ عام ہے کہ وہ قراء سبعہ سے منقول ہوں (کیونکہ ان سے بھی ایسی بعض وجوہ آتی ہیں گو کم ہیں) یا دوسرے اماموں سے۔ (۵) جمع الجوامع کی شرح منع الموانع میں قاضی القضاۃ ابو نصرؒ ابن امام سبکیؒ کہتے ہیں۔ عشرہ کے سوا باقی سب قراءتیں شاذ ہیں اور ابو جعفرؒ۔ یعقوب رحؒ۔ خلف رحؒ کی تین قراءتوں کو شاذ کہنا حد سے گرا ہوا قول ہے۔ جس کی بات کا دین میں اعتبار کیا جائے وہ ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ اور محقق جزری کے استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں "الحمد للہ قراءات سبعہ جو شاطبی نے بیان کی ہیں اور ان کے بعد کی تین قراءتیں متواترہ معلومہ اور ضروریات دین سے ہیں اور اسی طرح ہر وہ حرف جس کو عشرہ میں سے کوئی ایک امام روایت کر منزل من اللہ اور ضروریات دین سے ہے۔ اس میں جاہل ہی مکابرہ کر سکتا ہے اور یہ قراءات انھیں کے لئے متواتر نہیں جنہوں نے ان کو روایتاً پڑھا ہو بلکہ کلمۂ شہادت پڑھنے والے ہر مسلمان کے لئے متواتر ہیں۔ گو وہ ایسا عامی ہو جس نے قرآن کا ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو۔ (۶) ان متقدمین اور محققین کے مقابلے میں وہ رائے کیا حقیقت رکھتی ہے۔ جو بلا تحقیق محض تقلیدی طور پر قائم کی گئی ہے۔ (۷) حقیقت یہ ہے کہ ابو جعفر نے ابن عباس رضؓ وغیرہ سے اور یعقوبؒ نے معتبر حضرات کے واسطے سے ابو موسیٰ رضؓ اور ابن عباس رضؓ سے قرآن پڑھا ہے اور اسی طرح خلفؒ نے بھی معتبر اماموں سے پڑھا ہے اور ابو جعفرؒ کی قراءت نافع کی قراءت کے اور یعقوبؒ کی قراءت ابو عمرو کی قراءت کے اور خلفؒ کی قراءت حمزہؒ کی قراءت کے مشابہ ہے اور ان حضرات نے کوئی حرف ایسا نہیں پڑھا جو ضابطے کے خلاف اور غیر مشہور ہو اور خلف کی قراءت کسی جگہ بھی کوفیین کی قراءت سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلاف نہیں ہے۔ پھر ان کو شاذ کہنے کی وجہ کیا ہے۔ اس کو بیان کیا جائے۔ اگر اختلافی حروف کی بناء پر شاذ ہیں تو وہ حروف بتائے جائیں جو ان تینوں اماموں نے ضعیف یا فاسد یا شاذ اختیار کئے ہیں۔ حالانکہ ایک کلمہ بھی ایسا نہیں ہے۔ اور اگر ترتیب کی بناء پر شاذ ہیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ قراء سبعہ کی ترتیب منزل من اللہ ہے۔ اور یہی وہ ترتیب ہے جو حدیث میں مذکور ہے اور یہ بھی ثابت کرنا ہوگا کہ صحابہ اور تابعین انہیں ترتیبوں کے موافق قرآن پڑھتے تھے اور اس کا غلط ہونا بالکل ظاہر ہے۔ (اُخِذَ جَمِیْعُ مَا فِیْ ھٰذَا الْفَصْلِ مِنْ شَرْحِ سَبْعَہ)

گیارھویں فصل۔ قراءت سبعہ تیسیر و شاطبیہ اور تبصرہ و عنوان وغیرہ میں منحصر نہیں ہیں

(۱) بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ قراء سبعہ سے صرف اتنی ہی وجوہ منقول ہیں۔ جو تیسیر و شاطبیہ وغیرہ میں درج ہیں۔ لیکن ان کا یہ خیال صحیح نہیں۔ کیونکہ ان مختصر کتابوں میں ہر ایک امام کے دو دو راوی بیان کئے گئے ہیں حالانکہ ان ساتوں اماموں نے پچھتر سال سے ننانوے سال تک عمر پائی اور ہر ایک نے قرآن مجید کی خدمت میں ساٹھ برس سے زیادہ صرف کئے۔ تذکروں اور طبقات سے معلوم ہوتا ہے کہ روزانہ بیشمار طلباء درس میں شریک ہوتے تھے۔ نافع فجر سے پہلے پڑھانا شروع کر کے عشاء تک برابر پڑھاتے رہتے تھے۔ اور ہر شخص کیلئے تیس آیتوں کا وقت مقرر تھا بڑی کوشش پر درس کو تہجد کے بعد زیادہ وقت ملتا تھا۔ ابو عمرو کے گرد طلباء کا زیادہ مجمع دیکھ کر حسن بصریؒ نے تعجب سے کہا تھا کہ کیا علماء ارباب بن گئے۔ عاصمؒ سے پڑھنے کا موقع مشکل سے ملتا تھا۔ کسائیؒ سے دَورا اور قراءۃ کے طور پر پڑھنا ناممکن ہوگیا تھا بلکہ طلباء کی کثرت کی بناء پر دور بیٹھنے والوں کو شکل دیکھنی بھی دشوار تھی۔ اسی لئے کسائی ممبر پر بیٹھ کر خود پڑھتے تھے اور شائقین آپ کی قراءت سے حاصل کرتے جاتے تھے۔ دوسرے اماموں کا بھی یہی حال تھا۔ خدائے تعالیٰ کے سوا کسی کو خبر نہیں کہ ان سے کتنی مخلوق نے پڑھا۔ اور فیض حاصل کیا۔ اسلامی دنیا کی کون سی بستی ان کے خوشہ چینوں اور شاگردوں سے خالی تھی کیا ان حالات میں کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہر ایک امام کے دو ہی راوی تھے۔ (۲) ابو حیان فرماتے ہیں۔ ان اماموں کے زمانے میں قراءت کے نقل کرنے والے اور اختیار کرنے والے بے شمار تھے حق تعالیٰ کی مشیت یہی تھی کہ علم کم ہو جائے پڑھانے والوں نے جب لوگوں کا کسل اور ان کی ہمتوں میں قصور و فتور دیکھا تو پہلے سبعہ پر پھر ان میں سے بھی قلیل حصے پر اکتفا کر لی۔ (۳) بعض لوگ یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ تیسیر و شاطبیہ کی بیان کی ہوئی تمام وجوہ متواتر ہیں اور جو وجوہ باقی کتابوں میں ہیں وہ غیر متواتر و شاذ ہیں۔ یہ جاہلوں کی اصطلاح ہے حقیقت یہ ہے کہ تیسیر و شاطبیہ میں بھی ضعیف وجوہ موجود ہیں جو اپنے موقعوں پر بیان کی جائیں گی۔ لیکن چونکہ ان دونوں کتابوں میں متواتر و صحیح وجوہ بکثرت ہیں اور ضعیف بہت ہی کم ہیں۔ اس لئے قراءت کے فن میں دانیؒ اور شاطبیؒ کا مرتبہ ایسا ہے۔ جیسا حدیث میں بخاری و مسلم کا۔ (۴) خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ جن جن وجوہ سے قرآن پڑھتے تھے وہ سب صحیح اور منزل من اللہ تھیں یعنی جس صحابی کو جو حرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا تھا وہ اس کیلئے بلاشک حجت تھا چونکہ صحابہؓ نے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قراءتیں پڑھی تھیں اس لئے نہ ان کو کسی کی تائید و تصدیق کی ضرورت تھی نہ کسی گواہ و دلیل کی۔ اور ان کیلئے نہ کوئی قراءت شاذ تھی نہ ضعیف۔ پھر صحابہؓ نے عثمانی مصاحف پر اجماع کر لیا تو اُمت کیلئے ان کی پیروی ضروری ہوگئی۔

تابعینؒ نے صحابہؓ سے قرآن پڑھا اور عثمانی مصاحف کے مطابق تبع تابعین کو پڑھایا اور ان دونوں متبرک جماعتوں کے بہت سے حضرات نے کئی کئی شیوخ سے پڑھا اور مشہور وجوہ کو چن کر اپنے لئے جدا جدا قراءات اختیار کر لیں۔ اور رسم کی پیروی کرتے ہوئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی اختیار کی ہوئی قراءت کو آحاد و غیر مشہور سے بچایا۔ اور جو وجہ صرف و نحو کے لحاظ سے قوی تر تھی اس کو اختیار کیا اور چونکہ ان حضرات نے براہ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرائتیں نہیں سنی تھیں۔ اس لئے ان کے حق میں کچھ قرائتیں شاذ اور ضعیف بھی ہو گئی تھیں

(۵) پہلے تینوں زمانوں میں بے شمار قرائتیں پڑھی اور پڑھائی جاتی تھیں۔ پھر جب تیسری صدی میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوا تو ہر مصنف اپنی کتاب میں وہ قرائتیں بیان کرتا تھا جو اس کو متصل اور صحیح سند سے پہونچی تھیں۔ چنانچہ ابو عبیدؒ اور قاضی اسماعیلؒ نے پچیس ۲۵ پچیس ۲۵ قراآت بیان کی ہیں۔ پھر ان بہترین زمانوں کے بعد جب سند طویل ہو گئی اور اکثر لوگوں میں سستی پیدا ہو گئی اور بعض کے ضبط اور حافظہ اور شوق و ہمت میں ضعف آگیا۔ تو علماء نے پہلی تعداد میں کمی کر دی چنانچہ ابوبکر ابن مجاہد بغدادی نے جو قراءت کے معلم اور اپنے وقت کے سب سے بڑے امام تھے۔ سب سے پہلے کتاب السبعہ لکھی جس میں اس وقت کی مروّج قراءتوں میں سے صرف قراء سبعہ کی قرائتیں بیان کیں۔ اس بناء پر کہ بہ نسبت دوسروں کے ان کی قراءتوں میں صحیح اور مشہور وجوہ زیادہ تھیں جو عربیت میں بھی قوی تر اور رسم سے بھی بہت زیادہ موافق تھیں اور اسی کتاب کے موافق روایات و قراءت پڑھانی شروع کر دیں اور یہ بات منجانب اللہ تھی کہ ابن مجاہد کو انھیں کے منتخب کرنے کا خیال آیا حالانکہ ابو محمد مکیؒ کے قول کے موافق اُس وقت ستّر اماموں کی قرائتیں اور بھی موجود تھیں۔ جو زمانے کے لحاظ سے قراء سبعہ سے مقدم تھے۔ اور سبعہ کے بعد والے تین اماموں کی قرائتیں تو ہر لحاظ سے ان کے برابر تھیں۔ لیکن امام ابن مجاہدؒ کا یہ اعتقاد ہرگز نہ تھا کہ ان کے سوا دوسری قرائتیں شاذ یا غیر صحیح ہیں اور اس وقت کے اکثر بڑے بڑے اماموں نے اس عمل کو ناپسند کیا۔ اور سات ۷ کی تعداد پر تو خاص طور سے اعتراض تھا مگر چونکہ امام ابن مجاہد بہت مشہور تھے اور اس فن میں اپنی نظیر آپ ہی تھے اس لئے ان کی کتاب السبعہ خوب مشہور ہو گئی اور باقی قراآت کی تعلیم میں کمی آنے لگی۔ پھر ابو عبد اللہ قیروانی۔ ابو القاسمؒ طرسوسی۔ ابو العباسؒ مہدوی نے مشرق میں سبعہ کو اور مشہور کر دیا۔

چوتھی صدی کے آخر تک اندلس اور مغربی شہروں میں قراآت سبعہ کا رواج نہ تھا سب سے پہلے ابو عمر طلمنکیؒ نے پھر ابو محمد مکیؒ قیروانیؒ اور علامہ حافظ ابو عمرو دانیؒ نے مصر وغیرہ سے پڑھکر سبعہ قراآت اندلس میں پہنچائیں۔

پانچویں صدی کے شروع تک قراآت سبعہ اکثر مشہور طرق و روایات کے ساتھ پڑھی اور پڑھائی جاتی تھیں۔ چنانچہ علامہ دانیؒ نے جامع البیان میں پانسو روایات و طرق بیان کئے ہیں۔ پھر ہمتیں اور گھٹ گئیں اور طلباء مزید اختصار کی درخواست کرنے لگے اس پر علامہ دانی نے تیسیر لکھی اور اس میں ہر امام سے فقط دو ۲ دو ۲ روایتیں بیان کیں تاکہ طلباء آسانی سے یاد کر سکیں۔ پھر علامہ شاطبی نے تیسیر کو نظم کر کے اس کی روایات و طرق کو چار چاند لگا دئے اور تمام عالم میں مشہور کر دیا۔ جن قراءتوں کا رواج کم ہوتا گیا وہ ختم ہوتی گئیں۔ اسی طرح سبعہ کے بعد کی تین قراءتیں بھی غائب ہو جاتیں لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ نے ابن مہران ابن غلبون۔ ابن شیطا اہوازی قلانسی۔ ابو العلا اور محقق ابن جزری وغیرہ اماموں کو توفیق عطا فرمائی اور وہ ان کے پڑھنے اور پڑھانے اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے اور اہل مصر بھی خدمت کرتے رہے اس لئے محفوظ رہ گئیں اور قراء سبعہ کی باقی روایات بھی تیسیر کے بعد ختم ہو گئیں۔ اور سبعہ کی یہ روایات اور ان سے پہلے اماموں کی قراآت اس لئے غائب نہیں ہوئیں کہ وہ شاذ تھیں بلکہ اصل سبب یہ ہے کہ علماء فوت ہو گئے اور علم ان کے ساتھ چلا گیا۔ آئندہ کوئی جانشین نہیں بنا اب اُمت کے پاس صرف دس ۱۰ متواتر قرائتیں اور ان کی دو ۲۔ دو ۲ روایتیں باقی ہیں ان کے علاوہ چار ۴ قرائتیں اور ہیں جو صرف کتابوں میں درج ہیں۔ پڑھی پڑھائی نہیں جاتیں۔ دس ۱۰ قرائتیں پڑھی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ان کی حفاظت کریں۔ اور طلباء یہ بھی یاد رکھیں کہ کوئی قراءت اوّل سے آخر تک شاذ نہیں ہوتی بلکہ ہر ایک قراءت کی وہی وجوہ شاذ ہوتی ہیں جو ضابطۂ قرأت کے خلاف ہوں۔ (مُلخّصًا مِن شَرحِ السَّبعَۃِ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بارھویں فصل - فنِ قراءت کے مصنّفین اور اُن کی تصنیفات

یہاں ان کو سن وفات کے اعتبار سے صدی وار بیان کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ تصنیف کا سال اس سے پہلی صدی میں ہو۔

تیسری صدی میں سات کتابیں لکھی گئیں

(۱) کتاب القراآت یہ سبعہ سمیت پچیس۲۵ قراءتوں میں ہے۔ ابو عبید قاسم ابن سلام کی تصنیف ہے۔ ابو قدامہ کہتے ہیں کہ شافعیؒ فہم میں احمد پرہیزگاری میں اسحاق حافظہ میں سب پر فائق ہیں اور ابو عبید لغت و عربیت میں اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم ہیں ذہبی کہتے ہیں بیس۲۰ سے زیادہ تصانیف آپ کی یادگار ہیں جو ان کو دیکھتا ہے اس کو آپ کے حفظ و ضبط علم و فضل کا پتہ چلتا ہے۔

(۲) کتاب القراآت اس میں پچیس۲۵ قراءتیں ہیں لیکن سبعہ میں سے ابن عامرؒ - حمزہؒ اور کسائیؒ کی اس میں درج نہیں یہ ابو حاتم سہل ابن محمد بن عثمان سجستانی نحوی مقری بصری کی تصنیف ہے۔ بہت سی کتابیں آپ کی یادگار ہیں ۲۴۸ھ میں وفات پائی رحمۃ اللہ علیہ

(۳) کتاب القراآت۔ اس میں سبعہ سمیت بیس۲۰ سے زیادہ قراءتیں ہیں یہ قاضی اسماعیل ابو اسحٰق بن اسحٰق بن اسماعیل کی تصنیف ہے جو قالون کے شاگرد ہیں۔ احکام القرآن اور معانی القرآن بھی آپؒ کی تصنیف ہیں ۱۷۹ھ تا ۲۸۲ھ۔ (۴) کتاب القراآت۔ (۵) کتاب الشواذ۔ یہ دونوں ثعلب ابو العباس احمد بن یحییٰ بن زید بن یسار شیبانی کوفی ثم البغدادی کی تصنیف ہیں ۲۰۰ھ تا ۲۹۱ھ

(۶) کتاب القراءات۔ احمد بن جبیر بن محمد کوفی نزیل انطاکیہ متوفی ۲۵۸ھ۔ (۷) آداب القراءت۔ عبد اللہ ابن مسلم نحوی بغدادی معروف بابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ۔ (شرح سبعہ)

چوتھی صدی

اس میں پچیس۲۵ سے زیادہ کتابیں لکھی گئیں اور نصف سے زیادہ بغداد سے ہیں:- (۱) الجامع۔ بیس۲۰ سے زیادہ قراءتوں میں۔ طبری ابو جعفر۔ محمد ابن جریر ابن کثیر ۲۲۴ھ تا ۳۱۰ھ مشہور مؤرخ ہیں۔ (۲) کتاب القراءات اس میں آٹھ قراءتیں ہیں۔ داجونی ابو بکر محمد ابن احمد بن عمر بن احمد بن سلیمان کی تصنیف ہے۔ ۳۲۴ھ میں وفات پائی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۳) کتاب السبعہ۔ یہ پہلی کتاب ہے جس میں قراءات سبعہ پر اکتفا کی گئی ہے اور نافع کو سب سے پہلے لائے ہیں اور اسی کتاب سے قراءات سبعہ کا رواج ہو گیا بعد کے سب حضرات انہیں کے مقلد ہیں۔ ابو بکر ابن مجاہدؒ موصوف کی تصنیف ہے۔ (۴) البیان سات۷ قراءتوں میں عبد الواحد موصوف کی تصنیف ہے (۵) کتاب السبعہ (۶) معجم کبیر (۷) معجم اوسط (۸) معجم صغیر۔ چاروں نقاش موصوف کی تصنیف ہیں۔ (۹) کتاب القراءات۔ شذائی۔ ابو بکر احمد بن نصر بن منصور بن عبد المجید بن عبد المنعم کی تصنیف ہے۔ ابن بویان۔ داجونی اور ابن شنبوذؒ وغیرہ سے قراءات پڑھیں ۳۷۰ھ میں وفات پائی۔ (۱۰) الغایہ فی العشرہ۔ یہ دس۱۰ قراءتوں میں ہے۔ (۱۱) شامل دونوں ابو بکر احمد بن حسین ابن مہران[5] کی تصانیف ہیں۔ ابن بویانؒ ابو بکر بن مقسمؒ بکار وغیرہ آئمہ سے قراءات پڑھیں۔ شوال ۳۸۱ھ میں وفات پائی۔ (۱۲) کتاب القراءات۔ یہ ان کتابوں میں سب سے پہلی کتاب ہے جس میں اول اصول پھر فروش بیان کئے ہیں اور بعد کے مصنفین نے یہ ترتیب اسی کتاب سے لی ہے۔ دار قطنیؒ۔ ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بغدادی کی تصنیف ہے۔ ۳۰۶ھ تا ۳۸۵ھ ۸ ذیقعدہ۔ (۱۳) ارشاد فی العشرہ۔ دس۱۰ قراءتوں میں۔ (۱۴) مُعَوَّل۔ دونوں ابو الطیب عبد المنعم بن عبید اللہ بن غلبونؒ بن مبارک حلبی ثم المصری کی تصنیف ہیں۔ آپ معلم قراءۃ ہیں۔ ابو سہل دراق وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ جمادی الاولیٰ ۳۸۹ھ میں وفات پائی۔

۵ ابن مہران کی مزید چار۴ تصانیف یہ ہیں (۱) کتاب مذہب حمزہ فی الہمز فی الوقف (۲) کتاب طبقات القراء (۳) کتاب المدات (۴) کتاب الاستعاذہ ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۵) تذکرہ فی الثمان۔ یہ آٹھ قراءتوں میں ہے۔ سات تو سبعہ مشہورہ کی ہیں اور آٹھویں یعقوبؒ کی۔ ابوالحسن طاہر ابن امام ابوالطیب عبدالمنعم موصوف کی تصنیف ہے۔ (۱۶) منشاء القراءت۔ یہ آٹھ قراءتوں میں ہے اور آٹھویں ابوجعفر کی ہے اور سات سبعہ کی۔ ابوالفتحؒ موصوف کی تصنیف ہے۔ (۱۷) احتجاج القراء۔ لابن السراج شمس الدین محمد ابن اسدی مصری متوفی ۳۱۶ھ کی تصنیف ہے۔ (۱۹) کتاب القراءت۔ (۲۰) ابن مجاہد کی کتاب السبعہ کی شرح دونوں ابن خالویہ حسین بن عبداللہ نحوی متوفی ۳۷۰ھ کی تصنیف ہیں۔ (۲۱) ابن مجاہدؒ کی کتاب السبعہ پر شرح۔ جو بڑی بڑی تین جلدوں میں ہے۔ ابو علی الحسنؒ ابن احمد فارسی متوفی ۳۷۷ھ کی تصنیف ہے۔ (۲۲) تذکرہ فی سبعہ۔ ابوالحسنؒ طاہر بن احمد نحوی بغدادی المتوفی ۳۸۰ھ کی تصنیف ہے۔ (۲۳) المفصح۔ عبیداللہ بن محمد اسدی نحوی متوفی ۳۸۷ھ۔ (۲۴) المحتسب۔ یہ ابن مجاہدؒ کی کتاب الشواذ کی شرح ہے۔ ابوالفتح عثمان بن جنیؒ نحوی متوفی ۳۹۲ھ (۲۵) توضیح المشکل۔ ابوعثمان سعید بن محمد معروف بابن حداد قیروانی مقتول ۳۰۲ھ۔ (شرح سبعہ)

پانچویں صدی

اس میں پچاس۵۰ سے زیادہ کتابیں لکھی گئیں۔ اکثر محققانہ اور معتبر متن ہیں ان میں سے نصف کے قریب اندلس کے علماء نے لکھیں۔

(۱) المنتہیٰ فی العشر۔ دس۱۰ قراءتوں میں اس میں تمام متقدمین سے زیادہ طرق وغیرہ جمع کئے ہیں۔ خزاعی ابوالفضل محمد ابن جعفر آپ نے ابواحمد سامری مطوعی۔ شذائی وغیرہ بزرگوں سے قراءتیں پڑھیں۔ ۴۰۸ھ میں وفات پائی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۲) الہادی فی السبعہ۔ سات قراءتوں میں ابوعبداللہ محمد ابن سفیان قیروانی مالکی نزیل مکہ۔ ابن غلبون وغیرہ سے قراءت پڑھیں مہدوی جیسے مجتہد آپ کے شاگرد ہیں۔ یکم صفر ۴۱۵ھ کی رات کو مدینہ میں وفات ہوئی۔ بقیع میں دفن ہوئے۔ (۳) المجتبیٰ فی السبعہ سات قراءتوں میں ابوالقاسم عبدالجبار ابن احمد بن عمر طرسوسی نزیل مصر۔ ابواحمد سامری ابوبکر اذفوی ابن نفیس وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ ۴۲۰ھ ربیع الاوّل کی آخری تاریخ کو مصر میں وفات پائی۔ (۴) الروضہ فی العشرہ۔ دس۱۰ قراءات میں ابوعمر احمد ابن عبداللہ بن طالب طلمنکی قرطبی اندلسی۔ ابن غلبون کے شاگرد ہیں ذی الحجہ ۴۲۹ھ میں قرطبہ میں وفات پائی۔ (۵) الہدایہ فی السبعہ (۶) التیسیر دونوں ابوالعباس۔ احمد بن ابی العباس مہدوی کی تصنیف ہیں۔ ابوالحسن قنطری اور ابوعبداللہ قیروانی کے شاگرد ہیں۔ حدیث و فقہ میں فاضل تفسیر و قراءات و عربیت میں امام تھے ذہبی کے قول پر ۴۳۰ھ کے بعد وفات پائی۔ (۷) تبصرہ فی السبعہ (۸) تذکرہ۔ (۹) ابن الفارسی کی اس شرح کا اختصار جو انہوں نے ابن مجاہدؒ کی کتاب سبعہ پر لکھی تھی۔ (۱۰) کتاب الادغام (۱۱) کشف (۱۲) موجز (۱۳) یاآت مشددہ۔ ساتوں کتابیں ابومحمد مکی ابن ابی طالب ابن محمد ابن مختار قیسی قیروانی ثم الاندلسی کی تصنیف ہیں ابن غلبون اور ان کے شیخ ابوعدی مصری سے قراءات پڑھیں تمام علوم میں فاضل عربیت اور قراءات میں امام تھے۔ ۲ محرم ۴۳۷ھ کو قرطبہ میں وفات پائی۔ (۱۴) الروضہ فی العشرہ۔ (۱۵) قراۃ اعمش۔ دونوں ابوعلی الحسن محمد ابن ابراہیم مالکی بغدادی نزیل مصر کی تصنیف ہیں۔ رمضان ۴۳۸ھ میں مصر میں وفات پائی۔ (۱۶) المفید فی العشر ابونصر احمد بن مسرور بن عبدالوہاب بغدادی۔ جمادی الاول ۴۴۲ھ میں وفات پائی۔ (۱۷) جامع البیان اس میں پانسو روایات اور طرق ہیں۔ (۱۸) تمہید۔ (۱۹) مفردہ یعقوب (۲۰) الایجاز (۲۱) الموضح فی الفتح والامالہ (۲۲) المحتویٰ فی الشواذ (۲۳) المقنع فی الرسم (۲۴) التیسیر جو سبعہ کی مایۂ ناز کتاب ہے (۲۵) طبقات القراء۔ یہ نو۹ کتابیں حافظ ابوعمرو۔ عثمان ابن سعید ابن عثمان ابن سعید اموی دانی اندلسی کی تصنیف ہیں۔ ۳۷۱ھ تا ۴۴۴ھ وسط شوال ان نو۹ کتابوں کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں صرف قراءات اور اس کے متعلقات پر یادگار ہیں اور مختلف علوم پر ایک سو بیس۱۲۰ کتابیں لکھیں۔ اس وقت روئے زمین پر آپ ہی کی سند سے قراءتیں پڑھی جاتی ہیں۔ (۲۶) تذکار فی العشر۔ اس میں ایک سو طرق درج ہیں۔ ابوالفتح عبدالواحد حسین ابن شیطا بغدادی صفر ۴۴۵ھ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بغداد میں وفات پائی (۲۷) الوجیز فی الثمان آٹھ قراتوں میں۔ (۲۸) مفردات السبعہ (۲۹) الایضاح (۳۰) الاتضاح (۳۱) الموجز (۳۲) النیر الجلی فی قراءة زید ابن علی (۳۳) جامع المشہور (۳۴) قراءت حسن (۳۵) قراءت ابن محیصن۔ (۳۶) الاقناع فی الشواذ یہ دس کتابیں ابو علی الحسن ابن علی بن ابراہیم بن یزداذ بن ہرمز اہوازی نزیل دمشق کی تصنیف ہیں۔ ۴ ذی الحجہ سنہ ۴۴۶ھ کو دمشق میں وفات پائی۔ (۳۷) القاصد۔ ابو القاسم عبد الرحمٰن بن حسن بن سعید خزرجی قرطبی اندلسی سنہ ۴۴۶ھ میں قرطبہ میں وفات پائی۔ (۳۸) کتاب الاشارہ ابو نصر منصور ابن احمد عراقی وفات نامعلوم (۳۹) الجامع فی العشرہ (۴۰) قراۃ اعمش دونوں ابو الحسن علی بن محمد بن علی بن فارس بغدادی خیاط کی تصنیف ہیں سنہ ۴۵۰ھ کے قریب وفات پائی۔ (۴۱) العنوان یہ سبعہ کی بہترین کتابوں میں سے ہے (۴۲) الاکتفاء (۴۳) کتاب السبعہ کی شرح مصنفہ ابن فارسی کا خلاصہ تینوں ابو طاہر اسماعیل بن خلف بن سعید بن عمران انصاری کی تصنیف ہیں سنہ ۴۵۵ھ میں مصر میں وفات پائی۔ (۴۴) الجامع فی العشرہ ابو الحسین نصر بن عبد العزیز ابن احمد فارسی سنہ ۴۶۱ھ میں مصر میں وفات پائی۔ (۴۵) مدخل فی القراءت (۴۶) الاکتفا نافع ابو عمرو کی قراءت میں دونوں ابو عمر یوسف ابن عبد اللہ ابن محمد ابن عبد اللہ بن عاصم نمری مالکی قرطبی اندلسی کی تصنیف ہیں۔ ربیع الثانی سنہ ۳۶۸ھ تا سنہ ۴۶۳ھ قرطبہ میں وفات پائی۔ (۴۷) کامل۔ پچاس قراءتوں میں دس تو عشرہ متواترہ ہیں اور چالیس دوسری ہیں اور چودہ سو انسٹھ ۱۴۵۹ روایات وطرق ہیں۔ ابو القاسم یوسف بن علی بن جبارہ بن محمد بن عقیل ہذلی نزیل نیشاپور۔ تین سو پینسٹھ شیوخ سے پڑھا سنہ ۴۶۵ھ میں نیشاپور میں وفات پائی۔ (۴۸) الکافی۔ سبعہ میں مشہور متن ہے۔ ابو عبد اللہ محمد بن شریح بن احمد بن محمد بن شریح رُعَینی اندلسی اشبیلی شوال سنہ ۴۷۶ھ میں اشبیلیہ میں وفات پائی۔ (۴۹) تلخیص فی الثمان۔ مشہور متن ہے۔ (۵۰) سوق العروس۔ ضخیم کتاب ہے۔ اس میں پندرہ سو پچاس روایات وطرق درج ہیں دونوں ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد بن محمد بن علی بن محمد طبری شافعیؒ نزیل مکہ کی یادگار ہیں سنہ ۴۷۸ھ میں مکہ میں وفات پائی۔ (۵۱) الروضہ۔ ابو اسمٰعیل موسیٰ بن حسین بن اسمٰعیل بن موسیٰ مُعدل معاصرین کا یہی زمانہ ہے۔ (۵۲) قصیدۂ حصریہ۔ نافع کی قراءت میں۔ ابو الحسن علی بن عبد الغنی حصری سنہ ۴۸۸ھ میں وفات پائی۔ (۵۳) النبذ النامیہ فی الثمان۔ ابو الحسین یحییٰ بن ابراہیم بن بیاز مرسی اندلسی سنہ ۴۹۴ھ میں سو ۱۰۰ سال کی عمر پاکر مرسیہ میں وفات پائی۔ (۵۴) المستنیر فی العشرہ۔ اس میں ایک سو چھپن ۱۵۶ روایات وطرق ہیں۔ ہر اختلافی حرف کو متصل سند کے ساتھ اماموں تک پہونچایا ہے۔ ابو طاہر احمد بن علی بن عبید اللہ بن عمر بن سوار بغدادی سنہ ۴۹۶ھ میں بغداد میں وفات پائی (۵۵) کتاب المہذب فی العشر ابو منصور محمد بن احمد بن علی الخیاط بغدادی، سبط الخیاط کے دادا اور اُستاد ہیں سنہ ۴۹۹ھ ۱۶ محرم کو وفات پائی۔ (شرح سبعہ)

چھٹی صدی

اس میں تیس ۳۰ کتابیں لکھی گئیں اکثر محققانہ اور بعض زندہ جاوید متون ہیں اور علماء بغداد و مصر و اندلس کی یادگار ہیں :-

(۱) تلخیص العبارات۔ ابو علی الحسن بن خلف بن عبد اللہ بن بلیمہ ہواری قیروانی نزیل اسکندریہ ۱۲ رجب سنہ ۵۱۴ھ کو اسکندریہ میں وفات پائی۔ (۲) التجرید فی السبعہ (۳) مفردہ یعقوب دونوں ابو القاسم عبد الرحمٰن بن ابی بکر عتیق بن خلف بن الفحام صقلی کی یادگار ہیں۔ ذیقعدہ سنہ ۵۱۶ھ میں اسکندریہ میں وفات پائی۔ (۴) ارشاد المبتدی (۵) کفایہ کبریٰ دونوں ابو العز محمد بن حسین بن بندار قلانسی واسطی کی تصنیف ہیں۔ شوال سنہ ۵۲۱ھ کو واسط میں وفات پائی۔ (۶) المفتاح (۷) الموضح۔ دونوں ابو منصور محمد بن عبد الملک بن حسن ابن خیرون عطار بغدادی حصری کی تصنیف ہیں۔ ۱۶ رجب سنہ ۵۳۹ھ کو بغداد میں وفات پائی۔ (۸) الاقناع (۹) الغایہ۔ دونوں سبعہ میں ہیں اور اعلیٰ پایہ کی ہیں۔ ابو جعفر احمد بن علی بن احمد بن خلف بن باذش انصاری غرناطی اندلسی نحوی کی تصنیف ہیں۔[۵] جمادی الثانی سنہ ۵۴۰ھ کو غرناطہ میں وفات پائی۔ (۱۰) تبصرہ۔ (۱۱) ارادۃ الطالب۔ عشرہ میں (۱۲) کفایہ فی الست

[۵] ابن باذش کی ایک تصنیف "کتاب الطرق المتداولہ فی القراءات" بھی ہے اس میں مصنفؒ نے اپنی سندیں اور ان کے طرق ورُوات بیان کئے ہیں لیکن افسوس کہ وفات کے سبب اس کو مکمل نہ فرما سکے۔ ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۳) ایجاز (۱۴) المبہج فی الثمان - پانچوں ابو محمد عبداللہ بن علی بن احمد بن عبداللہ بغدادی سبط الخیاط کی تصنیف ہیں۔ ربیع الثانی ۵۴۱ھ کو بغداد میں وفات پائی - (۱۵) المصباح الزاہر فی العشرۃ المتواترۃ - اس میں پانسو طرق ہیں ابو الکرم مبارک بن حسن ابن احمد بن علی بن فتحان شہرزوری بغدادی ۱۲ ذی الحجہ ۵۵۰ھ کو بغداد میں وفات پائی - (۱۶) المفید یہ ابو معشر طبری کی تلخیص کا خلاصہ ہے جس میں فوائد کا اضافہ بھی کیا ہے - ابو عبداللہ محمد ابن ابراہیم حضرمی یمنی ۵۶۰ھ میں وفات پائی - (۱۷) غایۃ الاختصار فی العشرہ - اس میں دس ۱۰ قراءتیں ہیں ابو جعفر کو سب سے اور یعقوب کو کوفیین سے پہلے لائے ہیں - (۱۸) مفردہ یعقوب - دونوں شیخ القراء والمحدثین حافظ مشرق ابو العلا حسن بن احمد ہمدانی کی تصنیف ہیں - ۱۹ جمادی الاول ۵۶۹ھ کو ہمدان میں وفات پائی - (۱۹) شاطبی اس میں گیارہ سو تہتر ۱۱۷۳ اشعار ہیں جن میں تیسیر کو معہ اضافہ زرالے طرز پر نظم کیا ہے - ابو القاسم محمد بن فیرہ بن ابی القاسم خلف ابن احمد رعینی شاطبی اندلسی ۵۳۸ھ تا ۵۹۰ھ ان کے باقی حالات مقدمہ کے بعد شرح کے شروع میں آئیں گے - (۲۰) احتجاج القراء حسین بن محمد بن راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ (۲۱) الشمس المنیرہ فی السبعہ - حسین بن محمد دہاس بکری ادیب متوفی ۵۲۴ھ (۲۲) تعلیل ابو عبداللہ محمد بن سلیمان مالقی متوفی ۵۲۵ھ - (۲۳) کشف - نور الدین جامع ابو الحسن علی بن الحسین بن علی باقولی متوفی ۵۴۳ھ - (۲۴) المحیط - ابو جعفر احمد بن علی جعفرک متوفی ۵۴۴ھ (۲۵) الایماء - ابو محمد بن محمد بن عبداللہ اشبیلی تلیلی متوفی ۵۵۳ھ - (۲۶) المفاتیح - ابو العلا محمد بن ابی المحاسن بن ابی الفتح کرمانی متوفی ۵۶۳ھ (۲۷) قصیدہ فی السبعہ بلارموز - ابو عبداللہ محمد بن احمد بن محمد معافری اندلسی متوفی ۵۹۱ھ (۲۸) خیرۃ فی العشرہ - ابو الفتح مبارک بن احمد بن رزاق واسطی بن حداد مقری متوفی ۵۹۶ھ (۲۹) تذکرہ - علامہ ابو الفرج عبدالرحمٰن بن علی ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ - (۳۰) قصیدہ حصیریہ کی شرح - مرجی بن یونس غافقی متوفی ۶۰۱ھ (شرح سبعہ)

ساتویں صدی

اس میں تیس ۳۰ کتابیں لکھی گئیں ان میں سے پندرہ ۱۵ کے قریب شاطبیہ کی شروح اور حواشی وغیرہ ہیں :-

(۱) الجامع الاکبر والبحر الازخر - اس میں سات ہزار طرق وروایات ہیں اسم بامسمٰی ہے - آپ سے پہلے کسی نے بھی اتنا ذخیرہ جمع نہیں کیا - ابو القاسم عیسیٰ بن عبدالعزیز لخمی اسکندری ۶۲۹ھ کو اندلس میں وفات پائی - (۲) اعلان فی السبعہ - یہ تیسیر و شاطبیہ کے ہم مرتبہ کتاب ہے - ابو القاسم عبدالرحمٰن بن عبدالمجید بن اسمٰعیل بن عثمان بن یوسف صفراوی اسکندری ربیع الثانی ۶۳۶ھ میں اسکندریہ میں وفات پائی - (۳) شاطبیہ کی سب سے پہلی شرح - (۴) جمال القراء - اس میں تجوید و قراءۃ وقف - ابتداء - ناسخ - منسوخ وغیرہ قراءۃ کے تمام متعلقات پر مفصل بحث کی ہے - (۵) افصاح - (۶) اقوی العدد - (۷) الطود الراسخ - (۸) نثر الدرر - (۹) منہاج التوقیف - (۱۰) مراتب الاصول - (۱۱) وسیلہ شرح عقیلہ (۱۲) ہدایۃ المرتاب - وغیرہ یہ دس اور ان کے سوا اور بہت سی کتابیں قراءۃ پر لکھیں - علم الدین - ابو الحسن - علی بن محمد بن عبدالصمد سخاوی - مصری نزیل دمشق شافعی - ابن خلکان کہتے ہیں کہ ایک وقت میں کئی شاگردوں کا جُداجُدا مقامات سے قرآن سنتے تھے اور غلطیوں پر ہر ایک کو ٹوکتے تھے - ۱۲ جمادی الثانی ۶۴۳ھ کو دمشق میں وفات پائی - (۱۳) مفردۂ یعقوب - ابو محمد عبدالباری بن عبدالرحمٰن بن عبدالکریم صعیدی اسکندری ۶۵۰ھ کے بعد اسکندریہ میں وفات پائی - (۱۴) الشمعۃ المضیئۃ فی السبعہ (۱۵) کنز المعانی - یہ شاطبیہ کی مختصر شرح ہے - شعلہ کمال الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن محمد موصلی حنبلی ۶۵۶ھ میں موصل میں وفات پائی - (۱۶) المفید - یہ شاطبیہ کی مختصر شرح ہے - علم الدین ابو محمد قاسم بن احمد بن موفق لورقی اندلسی نزیل دمشق مناظرے میں بے مثل تھے - سیف المناظرین کے لقب سے مشہور تھے - ۶۶۱ھ میں دمشق میں وفات پائی - (۱۷) ابراز المعانی - شاطبیہ کی نفیس شرح ہے - (۱۸) مفردہ - ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں یادگار ہیں - (۱۹) شاطبیہ کی شرح کبیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ تینوں ابوالقاسم عبدالرحمن بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن عثمان مقدسی دمشقی شافعیؒ عرف ابوشامہ کی تصنیف ہیں۔ سنہ ۵۹۹ھ تا سنہ ۶۶۵ھ دو بدنصیبوں نے سخت ضربوں سے زخمی کر دیا تھا۔ نام پوچھا گیا تو فرمایا میں نے اپنا معاملہ خدائے تعالیٰ پر چھوڑ دیا ہے انھیں ضربوں کے باعث شہید ہوئے تکلف سے بہت نفرت تھی۔ (۲۰) حرز المعانی عرف قصیدۂ دالیہ۔ یہ شاطبیہ کا اختصار ہے۔ تعجب ہے کہ مختصر کو بھی مختصر کر دیا جمال الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن مالک نحوی جیانی اندلسی نزیل دمشق صرف و نحو کا مشہور قصیدہ الفیہ بھی آپ ہی کی یادگار ہے۔ سنہ ۶۷۲ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ ۲۱ تا ۲۶ شاطبیہ کی چھ شرحیں۔ (۲۱) ابوالعباس احمد بن علی اندلسی متوفی سنہ ۶۴۰ھ۔ (۲۲) مجیب الدین ابوعبداللہ محمد بن محمود بن نجار بغدادی متوفی سنہ ۶۴۳ھ (۲۳) منتخب الدین حسین ابن ابی العز بن رشید ہمدانی اسکندری متوفی سنہ ۶۴۳ھ (۲۴) ابوعبداللہ محمد بن حسن ابن محمد فارسی متوفی سنہ ۶۷۲ھ۔ (۲۵) عماد الدین ابوالحسن علی بن یعقوب بن شجاع بن زہران موصلی متوفی سنہ ۶۸۲ھ۔ (۲۶) تقی الدین یعقوب بن بدران جرائدی متوفی سنہ ۶۸۸ھ۔ (۲۷) عنوان کی شرح۔ عبدالظاہر بن نشوان رومی متوفی سنہ ۶۴۹ھ۔ (۲۸) المبہرہ فی العشرہ۔ (۲۹) الجہرہ فی العشرہ منظوم۔ احمد بن محمد بن ابی المکارم ...... متوفی سنہ ۶۵۱ھ (۳۰) المواقیت فی القرآت۔ موفق الدین ابوالعباس احمد بن یوسف کواشی موصلی متوفی سنہ ۶۸۰ھ۔ (از شرح سبعہ)[1]

آٹھویں صدی

اس میں پچاس سے زیادہ کتابیں لکھی گئیں ہیں۔ اکثر مقلدانہ ہیں اور عربیت کے قیاسات سے پُر ہیں ان میں سے پچیس[25] شاطبیہ کے متعلق ہیں۔ ۱۱ شرحیں ۱۲ خلاصے اور ۲ تکملے۔

(۱) شاطبیہ کی سب سے بہتر شرح سنہ ۶۹۱ھ میں لکھی گئی ہے۔ محققانہ ہے۔ صحیح وجوہ درج ہیں۔ لغوی اور نحوی تحقیقات کے بعد فن کے لحاظ سے ایسے نکات و فوائد بیان کئے ہیں جو آپ ہی کا حصہ تھا۔ اسے دیکھکر اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کَمْ تَرَكَ الْاَوَّلُوْنَ لِلْاٰخِرِیْنَ

(۲) احکام الہمزہ۔ لہشام و حمزہ (۳) الشرعۃ فی السبعہ (۴) نزہۃ البررہ فی العشرہ (۵) نہج الاباثہ[2] فی الثلثہ۔ منظوم تین قراءتوں میں (۶) خلاصۃ الابحاث فی شرح نہج الاباثہ (۷) رسالہ شواذ۔ ساتوں علامہ جعبری برہان الدین ابو اسحاق ابراہیم بن عمر بن ابراہیم بن خلیل کی تصنیف ہیں جو ابوشامہ کے شاگرد اور ابوبکر جندی کے شیخ اور محقق کے شیخ الشیخ ہیں سنہ ۷۳۲ھ میں بلدۂ خلیل میں وفات پائی (۸) شاطبیہ کی شرح (۹) الشرعۃ فی السبعہ جو نہایت عمدہ بدیع الترتیب کتاب ہے۔ فرش کو بھی اصول ہی کے ابواب میں بیان کیا ہے۔ دونوں شرف الدین ابوالقاسم ہبۃ اللہ ابن عبدالرحیم بارزی حموی شافعی امام ابوالمعالی کے شیخ اور محقق کے شیخ الشیخ ہیں سنہ ۷۳۸ھ میں حماۃ میں وفات پائی۔ (۱۰) کفایہ منظوم (۱۱) الکنز (۱۲) المختار۔ تینوں۔ دس قراءتوں میں ہیں۔ ان میں کنز نہایت عمدہ ہے۔ جس میں دانی کی تیسیر اور قلانسی کی ارشاد کو جمع کیا ہے۔ تینوں نجم الدین ابو محمد عبداللہ بن عبدالمومن بن وجیہ واسطی کی تصنیف ہیں شوال سنہ ۷۴۰ھ میں وفات پائی۔ (۱۳) روضۃ التقریر فی الخلف بین الارشاد والتیسیر (۱۴) جمع الاصول فی المشہور والمنقول دونوں بلندپایہ قصیدے ہیں۔ ابوالحسن علی بن ابی محمد بن ابی سعد دیوانی واسطی کی تصنیف ہیں۔ سنہ ۷۴۳ھ میں واسط میں وفات پائی۔

قراء سبعہ اور یعقوب کی آٹھ قراءتوں پر جدا جدا آٹھ قصیدے

(۱۵) النافع (۱۶) الاثیر (۱۷) الورد القمر (۱۸) المزن الہامر (۱۹) الروض الباسم۔ (۲۰) الرمزہ (۲۱) تقریب النائی (۲۲) غایۃ المطلوب (۲۳) عقد اللآلی فی السبع العوالی۔ یہ نہایت بلندپایہ قصیدہ ہے جو شاطبیہ کے وزن اور ردی پر ہے اور رموز سے خالی ہے۔ یہ نو کتابیں ابوحیان شیخ النحاۃ والمحدثین ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیانؒ غرناطی اندلسی کی تصنیف ہیں۔ سنہ ۶۵۴ھ میں غرناطہ کے قصبہ مشخارش میں پیدا ہوئے۔ پانسو شیوخ سے علم پڑھا۔ ۹۱ سال کی عمر پا کر

لہ (۳۱) حلیۃ القراء و زینۃ الاقراء اسمیں عجیب و غریب فوائد درج ہیں حامد بن علی بن حسنویہ ابوالفخر جاجانی ۱۲ ط

لہ منجد المقرئین میں نہج الاثاثہ ہے ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۸ صفر ۷۴۵ھ میں قاہرہ میں وفات پائی۔ (۲۴) بستان ثلثہ عشرہ میں۔ (۲۵) جعبری کی شرح پر مزید شرح نہایت اعلیٰ پایہ کتاب ہے۔ سیف الدین ابوبکر عبداللہ۔ ایدغدی بن عبداللہ شمسیؒ قاہری مصری۔ شوال ۷۶۵ھ کو قاہرہ میں وفات پائی۔ (۲۶) دانی کی تیسیر کی شرح۔ ابومحمد عبدالواحد بن محمد بن علی باہلیؒ اندلسی متوفی ۷۰۵ھ۔

شاطبیہ کی سات شرحیں

(۲۷) علاء الدین علی بن احمد متوفی ۷۰۶ھ (۲۸) ابن الخطیب یوسف بن ابی بکر میت الاباریؒ متوفی ۷۲۵ھ (۲۹) شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن عبدالولی بن جبارہ مقدسی ان کی شرح شاطبی بعید احتمالات سے پُر ہے متوفی ۷۲۸ھ۔ (۳۰) ابن ام قاسم بدرالدین حسن بن القاسم مرادی مصری متوفی ۷۴۹ھ (۳۱) شہاب الدین احمد بن یوسف حلبی متوفی ۷۵۶ھ۔ (۳۲) الشریف عبداللہ بن محمد بن حسین متوفی ۷۷۶ھ (۳۳) تقی الدین عبدالرحمن بن احمد واسطی متوفی ۷۸۱ھ (۳۴) التکملۃ المفیدہ۔ یہ بھی شاطبیہ پر ہے۔ اس میں مکی کی تبصرہ۔ ابن شریح کی کافی اہوازی کی وجیز سے منتخب کرکے زیادات نظم کی ہیں۔ ابوالحسن علی بن عمر بن ابراہیم کتانی قیجاتی اندلسی متوفی ۷۲۳ھ (۳۵) تکملۃ النظیرۃ۔ فخر الدین احمد بن علی بن احمد معروف بابن فصیح ہمدانی متوفی ۷۵۵ھ۔ (۳۶) شاطبی کا اختصار۔ عبدالصمد تبریزی متوفی ۷۶۵ھ۔ (۳۷) الدرالجلاء۔ یہ شاطبیہ کا خلاصہ ہے۔ (۳۸) عمدۃ الخلف۔ یہ خلف کی دسویں قرات میں ہے (۳۹) غایۃ الاختصار۔ ابوعمرو کی قرات میں ہے۔ تینوں امین الدین عبدالوہاب بن احمد بن وہبان دمشقی حنفی متوفی ۷۶۸ھ کی تصنیف ہیں۔ (۴۰) لذۃ السمع فی السبع۔ ابوجعفر احمد بن حسن مالقی نحوی متوفی ۷۲۸ھ۔ (۴۱) علم الاہتدا۔ ابوعبداللہ محمد بن محمد بن علی بن ہمام متوفی ۷۴۵ھ۔ (۴۲) النجوم الزاہر فی السبعہ۔ ابوعبداللہ محمد بن سلیمان مقدسی بکری شامی متوفی ۷۸۱ھ۔ (۴۳) قصیدہ طاہریہ فی العشرہ۔ (۴۴) قصیدہ اختلاف آیات۔ دونوں شیخ طاہر بن عرب شاہ بن احمد اصبہانی متوفی ۷۸۶ھ کی تصنیف ہیں۔ (۴۵) احکام السبعہ (۴۶) نہایۃ الجمع فی السبع۔ دونوں زین الدین سریجا ابن محمد ملطی متوفی ۷۸۸ھ کی تصنیف ہیں۔ (۴۷) سراج القاری یہ شاطبیہ کی شرح ہے۔ (۴۸) مصطلح الاشارات یہ تیرہ قراتوں میں ہے۔ (۴۹) العلویہ فی السبعہ (۵۰) شرح العلویہ (۵۱) قرۃ العین فی الفتح والامالہ وبین اللفظین اس میں فتح اور امالے کا بیان ہے۔ یہ پانچ کتابیں لکھیں جو عربیت کے قیاسات سے پُر ہیں۔ پانچوں کتابیں نورالدین ابوالبقا علی بن عثمان بن محمد بن احمد بن الحسن القاصح عذری بغدادی متوفی ۸۰۱ھ کی تصانیف ہیں۔ (شرح سبعہ)

نویں صدی

اس میں تیس۳۰ سے زیادہ کتابیں لکھی گئیں افسوس کہ اب بغداد سے سلسلہ بند اور اندلس سے قطعاً مسدود ہوگیا

(۱) اصول قرات۔ (۲) التحبیر علی التیسیر نثر میں (۳) الدرۃ علی الشاطبیہ منظوم دونوں سبعہ کے بعد والی تین قراتوں میں۔ (۴) الطیبہ فی العشرہ منظوم (۵) غایۃ المہرۃ فی الزیادۃ علی العشرۃ دس۱۰ کے بعد والی شاذ قراتوں میں۔ (۶) قرآۃ شاذہ منظوم (۷) النشر الکبیر فی العشرہ دو۲ ضخیم جلدوں میں۔ (۸) تقریب النشر نشر کا خلاصہ۔ (۹) مقدمہ جزریہ تجوید میں (۱۰) الاہتدا فی الوقف والابتدا (۱۱) طبقات القراء صغریٰ۔ (۱۲) طبقات القراء کبریٰ بارہ۱۲ کتابیں قرات میں اور بہت سی کتابیں حدیث و فقہ و تفسیر پر یادگار ہیں۔ ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف الجزری دمشقی ثم الشیرازی شافعی ۲۵ رمضان شنبہ کی رات میں ۷۵۱ھ کو دمشق میں پیدا ہوئے۔ ۵ ربیع الاول ۸۳۳ھ کو جمعہ کے دن دوپہر کے وقت شیراز میں وفات پائی۔ (۱۳) فوائد مظفریہ جس میں ہمدانی کے اختصار کو نظم کیا۔ کمال الدین احمد متوفی بعد از ۸۰۶ھ۔ (۱۴) شاطبیہ پر تکملہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تین قرآآت میں شہاب الدین احمد بن محمد بن سعید یمنی شرجی متوفی بعد ۸۲۰ھ (۱۵) مسند القرآآت اسماعیل بن اسحاق ازدی متوفی ۸۲۰ھ (۱۶) قراءۃ یعقوب منظوم محمد بن محمد بن عرفہ ورغمی ٹونسی مالکی متوفی ۸۲۳ھ۔ (۱۷) جعبری کی شرح شاطبی پر حاشیہ مولیٰ شمس الدین محمد بن حمزہ فناری متوفی ۸۳۳ھ۔ (۱۸) قرآآت ثلثہ (۱۹) قرآآت زائدہ علی العشرہ دونوں منظوم اول میں سبعہ کے بعد والی تین اور ثانی میں دس کے بعد والی چار قراءتیں ہیں۔ دونوں شہاب الدین احمد بن حسین رملی مقدسی متوفی ۸۴۴ھ کی تصنیف ہیں۔ (۲۰) ایضاح الرموز چودہ قراءتوں میں شمس الدین محمد بن خلیل بن القباقبی متوفی ۸۴۹ھ (۲۱) آکہ فی معرفۃ الوقف الامالہ وقف و امالہ کے بیان میں۔ (۲۲) نکات علی الشاطبیہ (۲۳) حل الرمز فی وقف حمزہ وہشام علی الہمز۔ تینوں برہان الدین ابراہیم بن محمد کرکی مقری شافعی متوفی ۸۵۳ھ کی تصنیف ہیں۔ (۲۴) غایۃ المطلوب فی قراءۃ ابی جعفر و خلف و یعقوب۔ زین الدین عبدالباسط بن احمد مکی متوفی ۸۵۲ھ۔

طیبہ کی تین شرحیں

(۲۵) ابوبکر احمد جو محقق جزری کے صاحبزادے ہیں۔ (۲۶) زین الدین عبدالدائم ازہری متوفی ۸۶۰ھ (۲۷) ابوالقاسم محمد نویری مالکی متوفی ۸۵۷ھ۔ (۲۸) الضوابط والاشارات نہایت عمدہ کتاب ہے۔ (۲۹) کفایہ فی القراءۃ۔ برہان الدین ابوالحسن ابراہیم بن عمر بقاعی متوفی ۸۸۵ھ (۳۰) عبقری جعبری شرح شاطبیہ کی شرح۔ ابو عمرو شمس الدین ابوالعباس احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ (۳۱) درہ کی شرح جو محقق کے کسی شاگرد نے لکھی۔ (۳۲) البدور الزاہرہ فی العشرۃ المتواترہ۔ (۳۳) المکرر فی السبعہ۔ (۳۴) البدر المنیر شرح تیسیر دانی (۳۵) القطر المصری فی قراءۃ ابی عمرو البصری چاروں ضربی وجوہ کی حامل اور سراج الدین ابوحفص عمر بن قاسم بن محمد انصاری عرف نشّار کی تصنیف ہیں جو علامہ قسطلانی کے شیخ ہیں۔

دسویں صدی

اس میں مصر کے علماء نے پندرہ کتابیں لکھیں:۔

(۱) شاطبیہ کی شرح (۲) الدر النثیر فی قراءۃ ابن کثیر دونوں جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی شافعی قاہری مصری کی تصنیف ہیں۔ ۸۴۹ھ تا ۹۱۱ھ چار سو کے قریب تصانیف یادگار ہیں۔ تفسیر اتقان اور الدر المنثور بھی انہیں میں سے ہیں اور تفسیر جلالین آپ کی اور آپ کے شیخ جلال الدین محلی کی تصنیف ہے۔ (۳) شاطبیہ کی شرح (۴) کنز فی وقف حمزہ وہشام علی الہمز (۵) لطائف الاشارات لفنون القرآآت۔ تینوں قرآآت میں ہیں اور لطائف الاشارات بجلد نافع اور بہت بڑی کتاب ہے۔ جس میں قراءۃ کے ہر مسئلہ سے بحث کی گئی ہے۔ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی شافعی مصری ۸۵۲ھ تا ۹۲۳ھ کی تصنیف ہیں۔ مواہب لدنیہ۔ سیرۃ النبیؐ پر اور بخاری کی مشہور شرح قسطلانی بھی آپ ہی کی یادگار ہے۔ (۶) ابن القاصح کی قرۃ العین کا خلاصہ۔ (۷) الدقائق المحکمہ مقدمہ جزریہ کی شرح۔ دونوں زین الدین ابو یحییٰ زکریا ابن محمد خزرجی انصاری ازہری قاہری۔ مصری شافعی کی تصنیف ہیں۔ ۹۲۶ھ میں مصر میں وفات پائی۔ آپ ایک واسطہ سے علامہ جزری کے شاگرد ہیں اور اس وقت روئے زمین پر قرآآت اور صحاح ستہ آپ ہی کی سند سے پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں (۸) الغایہ شاطبیہ کی شرح (۹) الجوہرۃ فی العشرۃ (۱۰) الغرہ شرح درہ۔ (۱۱) کشف عن احکام ہمز فی الوقف (۱۲) کفایۃ المحررہ منظوم۔ (۱۳) تحفۃ البررہ دونوں عشرہ میں چھٹوں کتابیں۔ جمال الدین حسین بن علی الحصنی مصری کی تصنیف ہیں۔ متوفی ۹۶۴ھ۔ (۱۴) قرآآت ثلثہ شاطبیہ کے وزن اور روی پر (۱۵) اسی قرآآت ثلثہ کی شرح دونوں محمد عمری سعدی متوفی قبل ۱۰۰۰ھ کی تصنیف ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۵) شرح درہ جو اسی زمانے کے کسی عالم نے لکھ کر سلطان محمد خاں کی نذر کی۔

گیارہویں صدی

اس میں دو۲ کتابیں تصنیف ہوئیں :-

(۱) شرح ملا علی قاری - یہ شاطبیہ کی عجیب اور محققانہ شرح ہے۔ اس کے مضامین سخاوی اور جعبری اور ابو شامہ کی شرح سے لیے گئے ہیں۔ ہر شعر کی صرفی اور نحوی تحقیق کے بعد فن کے لحاظ سے اس کا خلاصہ بیان کیا ہے۔

(۲) المنح الفکریہ۔ مقدمہ جزریہ کی محققانہ شرح ہے۔ دونوں ملا علی قاری - ہروی - حنفی - نزیل مکہ کی تصنیف ہیں سنہ ۱۰۱۴ھ میں مکہ میں وفات پائی۔ ان کے علاوہ آپ کی دوسرے فنون میں بھی مفید اور نہایت نافع تصانیف ہیں۔ حنفیہ آپ کو مجدد کہتے ہیں۔

بارہویں صدی

اس میں صرف دو۲ لیکن معتبر اور محققانہ کتابیں تصنیف ہوئیں :-

(۱) اتحاف فضلاء البشر بالقرآت الاربع عشر۔ آج یہی ایک کتاب امت کے پاس ہے جس میں چودہ۱۴ قرآتیں نہایت تحقیق کے ساتھ درج کی گئی ہیں۔ احمد بن محمد دمیاطی عرف البناء۔ محرم سنہ ۱۱۱۷ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

(۲) غیث النفع۔ نشر کے بعد ایسی محققانہ بدیع الترتیب کتاب نہیں لکھی گئی۔ ان کا ترجمہ اس سے زیادہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ شیخ شحاذہ یمنی کے شاگرد ہیں۔ سید علی نوری الصفاقسی مصری بارہویں صدی میں وفات پائی۔

یہ چار۴ چیزیں منجملہ قراءۃ کی دوسری کتابوں کے اتحاف کی خصوصیات میں سے ہیں

۱۔ عثمانی رسم خط کا علم ۲۔ جن آیات میں اختلاف ہے کہ بعض نے اس جگہ آیت شمار کی ہے اور بعض نے نہیں کی ان کا بیان ۳۔ چودہ۱۴ قراءتوں کا بیان نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ یعنی ضعیف وجوہ سے بالکل پرہیز کیا ہے ۴۔ عربیت کے لحاظ سے قرآت کی توجیہ اور تحقیق غرض کتاب نہایت جامع ہے اور موصوف علم باطن میں بھی نہایت بلند پایہ تھے۔ بہت سے شاگرد بھی آپ سے فیض حاصل کر کے ظاہری اور باطنی علوم میں امامت کے درجہ پر فائز ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ علامات قیامت پر بھی ایک کتاب لکھی۔ اور صرف ایک جلد میں سیرۃ حلبیہ کا خلاصہ بھی آپ ہی کی یادگار ہے۔ اب دنیا ایسے فاضلوں کو ترس رہی ہے۔

تیرہویں صدی

(۱) الوجوہ المسفرہ۔ نشر میں نہایت اختصار کے ساتھ علامہ جزری کی درہ کے طرز پر ساتوں کے بعد والی تین۳ قراءتوں میں ہیں۔

(۲) نظم احکام قولہ تعالیٰ آلئٰن۔ اس میں سینتیس۳۷ شعر ہیں جن میں آلئٰن میں ورش کی وجوہ بیان کی ہیں۔

(۳) الفوائد المعتبرہ۔ یہ دس۱۰ کے بعد والی چار۴ قراءتوں میں ہے جو شاذ ہیں اور اس کے پانچسو پچھتر۵۷۵ شعر ہیں تینوں علامہ محمد بن احمد شمس متولی کی یادگار ہیں۔ اہل فن آپ کو خاتمۃ القراء والمحققین کہتے ہیں۔ آپ مصر میں شیخ القراء تھے۔ سنہ ۱۳۱۳ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ اس صدی کی اور تصانیف مجھے معلوم نہیں ہو سکیں۔

چودہویں صدی

اس صدی میں کافی کتابیں تصنیف ہوئیں جن میں سے چند یہ ہیں۔ (۱) ارشاد المرید یہ شاطبیہ کی مختصر اور محققانہ شرح ہے (۲) البہجۃ المرضیہ محقق ابن الجزری کی درہ کی مختصر شرح ہے (۳) فتح الکریم المنان یہ غالباً قرآن کے آداب میں ہے اور نووی کی تبیان کے

سے (۴ و ۵) تحقیق البیان اور سعی نظم یہ دونوں اختلافی آیات کے عدد وغیرہ میں (۶) توضیح المقام منظوم غالباً حمزہ اور ہشام کی وقفی وجوہ کی تحقیق و تفصیل میں (۷) الروض اس کے متعلق پوری تحقیق نہیں ہو سکی کہ کس موضوع میں ہے یہ چاروں بھی علامہ شمس متولی کی تصنیفات ہیں ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاشیہ پر چھپی ہے (۴) تقریب النفع یہ قراآت سبعہ میں ہے اور محققانہ ہے (۵) صریح النص یہ حفص کی روایت کے اختلافی کلمات میں ہے (۶) الفرائد المرتبہ علی الفوائد المهذبہ اس میں حفص کی وہ وجوہ بیان کی ہیں جو طیبہ کے طریق سے ہیں۔ (۷) المطلوب اس میں غالباً ابو یعقوب ازرق کی وجوہ کا بیان ہے جو ورش کی روایت کا ایک طریق ہے۔ ساتوں علی بن محمد عرف ضباع کی تصانیف ہیں جو قریب زمانہ میں مصر میں شیخ القراء تھے اور مصاحف اور قراءۃ کی کتابوں کی تصحیح کی خدمت بھی آپ کے سپرد ہے۔ اعلیٰ پایہ کے محقق ہیں مَتَّعَ اللّٰہُ الْمُسْلِمِیْنَ بِطُوْلِ فُیُوْضِہٖ۔ (۸) درہ کی ایک اور شرح قلمی مصنف نے اپنا نام ظاہر نہیں فرمایا۔ اس میں قراآت کی توجیہات بھی نہایت عمدہ عمدہ درج ہیں مختصر اور جامع شرح ہے (۹) محقق ابن الجزری رحمہ اللہ کی طیبہ کی شرح یہ بھی قلمی ہے جو قاری عبد المالک صاحب اور قاری محمد اسماعیل صاحب پانی پتی اور قاری حبیب اللہ صاحب ٹونکی مقیم کراچی کے یہاں موجود ہے اور جس جگہ کبھی دیکھی گئی ہے ناتمام ہی ہے یعنی شروع کے پندرہ سولہ شعر نہیں ہیں۔ اس کے بعد سب ہیں۔ (۱۰) سعادۃ الدارین۔ اس میں آیات کا شمار اور ان کا اختلاف نہایت تحقیق اور جامعیت اور اختصار سے بیان کیا ہے۔ (۱۱) السُّیُوف الحداد یہ ان بے دین لوگوں کے رد میں ہے جو قراآت کے نازل شدہ ہونے کے منکر ہیں۔ (۱۲) الکواکب الدریہ: اس میں ان احادیث کو جمع کیا ہے جو قرآن کے سات لغات (اور مختلف وجوہ) پر نازل ہونے کے بارہ میں آئی ہیں یہ تینوں محمد بن علی بن خلف حسینی عرف حداد کی تصانیف ہیں ان میں سے سعادۃ دارین کی تصنیف یکم رجب ۱۳۴۲ھ کو ختم ہوئی۔ (۱۳) الاٰیَاتُ الْبَیِّنَات قراءۃ کے جمع کرنے کے حکم میں ابو بکر خلف الحسینی۔ (۱۴) البرہان القویم: اس بیان میں کہ قرآن کی آیات کا شمار کرنا بھی ضروری ہے۔ احمد امین الدین۔ (۱۵) البہجۃ الفریدہ: ابو عمرو کی قراءۃ میں محمد قندیل۔ (۱۶) الدر المنیر: ابن کثیر کی قراءۃ میں شیخ موسیٰ احمد کنیسی۔ (۱۷) الرحیق المختوم: یہ علامہ متولی کے کسی قصیدہ کی شرح ہے۔ حسن بن خلف (۱۸) رسالہ ورش القاری: فِیْمَا خَالَفَ فِیْہِ حَفْصًا ن الْقَارِیْ: اس میں وہ موقع بتائے ہیں جن میں ورش نے حفص سے اختلاف کیا ہے۔ (۱۹) زبدۃ العرفان: اس میں دس متواتر قراءتیں ہیں۔ شیخ محمد امین آفندی۔ (۲۰) شرح السمنودی: یہ محقق ابن جزری رحمہ اللہ کی درہ کی شرح ہے۔ (۲۱) عقیلۃ اتراب القصائد: شاطبی کے قصیدہ رائیہ کی شرح موسیٰ بن جار اللہ نازانی روستو ندونی یہ ۱۳۲۶ھ میں لکھی گئی اور کل دس روز میں پوری ہو گئی تھی۔ فرماتے ہیں کہ میرے پاس اس وقت سوائے قرآن پاک اور عقیلہ کے چند نسخوں کے اور کچھ بھی نہ تھا۔ مختصر اور محققانہ شرح ہے۔ (۲۲) غنیۃ المقری: شرح مقدمہ ورش المصری للقاری یہ ورش کی قراءۃ کے کسی رسالہ کی شرح ہے۔ (۲۳) الکلمات الحسان: سات لغات کے اور قرآن کے جمع کئے جانے کے بیان میں شیخ بخیت (۲۴) الکوکب المنیر: ابن کثیر کی قراءۃ میں یہ شیخ محمد سعودی کی نظم ہے۔ (۲۵) منار الہدیٰ: یہ وقف وابتدا کے بیان میں نہایت عمدہ کتاب ہے۔ عبد الکریم اشمونی۔ (۲۶) المقصد: جس میں شیخ الاسلام زکریا انصاری کی المرشد کا خلاصہ درج ہے اور یہ منار الہدیٰ کے حاشیہ پر چھپی ہے۔ اس وقت جو منار الہدیٰ بندہ کے استعمال میں ہے اس کے ساتھ تبیان چھپی ہے۔ شاید کسی مرتبہ کی طباعت میں اس کے ساتھ اَلْمَقْصِد بھی چھپی ہو۔ (۲۷) منجد المقرئین و مرشد الطالبین۔ محمد بن جزری۔ (۲۸) المنظومۃ السخاویہ: اس میں وہ آیات درج ہیں۔ جن میں حفاظ کو متشابہ لگ جاتے ہیں۔ علم الدین ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الصمد سخاوی ان کا ذکر اوپر ساتویں صدی میں بھی آچکا ہے۔۔ (۲۹) وجوہ المثانی: اس میں نہایت اختصار اور جامعیت کے ساتھ ساتوں قراءتیں اور ان کی توجیہات درج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور خاتمہ میں قواعد مد بھی بیان کیے ہیں لیکن اس میں بہت سی ضعیف وجوہ بھی آ گئی ہیں۔

(۳۰) تنشیط الطبع: اردو میں اس میں قرآت سبعہ میں سے ہر ہر روایت کے قواعد بتا کر پارۂ سیپارہ میں قرآت کو جمع کر کے پڑھنے کی ترکیب بتائی ہے اور ان کا اجرا کرایا ہے۔ دونوں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ اسرارہم کی تصنیف ہیں۔ آپ نے رجب کی سترہویں شب میں سہ شنبہ اور چہار شنبہ کے درمیان ۱۳۶۲ھ میں وفات پائی فرحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

(۳۱) ہدایۃ القراء: اُردو میں اس میں قرآت سبعہ نہایت آسان عبارت میں بیان کی گئی ہیں اور گویا شاطبیہ کی شرح سراج القاری کا ترجمہ ہے اس میں بعض وجوہ ضعیف بھی آ گئی ہیں۔ مولانا قاری حافظ بادی حسن صاحب بھوپالی رحمہ اللہ۔

(۳۲) شرح سبعہ: اُردو میں اس میں قراء سبعہ اور ان کے رواۃ کے مختصر حالات نہایت دلچسپ پیرایہ میں درج ہیں اس کے بعد قرآت سبعہ کے اصولی اور فرشی مسائل نہایت تحقیق اور تدقیق کے ساتھ فصیح اور بلیغ اور مختصر اور جامع عبارت میں بیان کئے گئے ہیں۔ قابل مطالعہ ہیں لیکن افسوس کہ اس کی ایک ہی جلد صرف اصول والی چھپی تھی اور وہ بھی انقلاب کے سبب نایاب ہو گئی۔ استاذنا شیخ القراء مولانا الحافظ القاری ابو محمد محی الاسلام صاحب قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ وَنَوَّرَ مَرْقَدَهٗ نے ۱۳۵۳ھ میں رحلت فرمائی۔ رَفَعَ اللّٰهُ دَرَجَاتِهٖ وَاَعْلٰی مَنْ اَنْتَبَهٗ ـــــ عمر کا اکثر و بیشتر حصہ کتاب اللہ کی مخلصانہ اور بلا معاوضہ خدمت میں گذرا ہے۔

(۳۳) منہاج التجوید: فارسی میں اس میں بھی قرآت سبعہ اور ان کے متعلقات پوری تفصیل اور تحقیق سے درج ہیں لیکن افسوس کہ چھپ نہیں سکی کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فن کی تحقیق میں مصنف نہایت بلند پایہ تھے۔ مولانا حافظ قاری محمد علی صاحب جلال آبادی۔

(۳۴) شاطبیہ کا ترجمہ فارسی میں یہ پشاور کے مطبع میں شعلہ اور علی قاری کے ساتھ چھپا ہے مصنف کا نام معلوم نہیں۔

(۳۵) شاطبیہ کی شرح اُردو میں قلمی تھی بڑی محنت سے لکھی گئی تھی جس میں قرآت کی وجوہ بھی درج تھیں لیکن انقلاب کے سبب پانی پت ہی میں رہ گئی۔ مولانا قاری عبدالسلام صاحب مرحوم و مغفور صاحبزادہ حضرت مولانا محدث قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی رَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

(۳۶) شاطبیہ کی شرح قلمی اُردو میں جو بڑی محنت سے تیار کی گئی ہے۔ مولانا الحافظ القاری محمد سلیمان صاحب دیوبندی جو مظاہر العلوم سہارنپور میں شیخ القراء ہیں۔

(۳۷) دلیل القاری علی کلام الباری اس میں تجوید اور وقف و ابتداء کے مسائل ہیں۔ فاضل قندھاری۔

(۳۸) انفس الدرر: علامہ شاطبی کے قصیدۂ رائیہ کی نہایت نفیس اور محققانہ شرح۔ شیخ الشیوخ امام الفن المحقق المدقق مولانا الحافظ القاری عبدالرحمن خاں صاحب مکی ثم الہ آبادی بن محمد بشیر خاں آپ کا اصلی وطن قائم گنج ضلع فرخ آباد ہے پھر جب والد صاحب ہجرت کر کے عرب تشریف لے گئے تو ان کے ساتھ آپ اور آپ کے بڑے بھائی قاری عبداللہ صاحب مکہ پہنچے اور اپنے بھائی قاری عبداللہ صاحب سے جن کا ذکر آگے آئے گا۔ تجوید و قرآت کی تکمیل کر کے ہندوستان تشریف لائے اور کانپور مولانا احمد حسین صاحب کے مدرسہ میں درس نظامی کی تکمیل فرمائی اور کئی سال تک اسی مدرسہ میں تجوید و قرآت کے مدرس رہے۔ پھر شیخ عبداللہ صاحب آپ کو الہ آباد لے گئے وہاں ان کے مدرسہ احیاء العلوم میں سالہا سال درس و تدریس فرماتے رہے یہ مدرسہ طویل عرصہ تک علم قرآت کا مرکز رہا۔ ہندوستان اور پاکستان دونوں میں آپ کے شاگرد بہت سے ہیں ان میں

ـہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی اِحْسَانِهٖ کہ اب دوسری جلد شرح سبعہ کا معتد بہ مسودہ دستیاب ہو گیا ہے۔ اس کی طباعت جلد ہو گی نیز جلد اول بھی طبع کرائی جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ـــ ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے مشہور اور معروف یہ ہیں: مولانا قاری ضیاء الدین احمد صاحب الہ آبادی و مولانا قاری عبد الوحید صاحب پھر یہاں سے کسی رنجیدگی کی بناء پر مولانا امین القضاۃ صاحب کی طلبی پر مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں تشریف لے آئے اور یہاں ایک ہفتہ علیل رہ کر ۱۳۴۹ھ میں وفات پائی رحمہ اللہ۔

(۳۹) طیبہ کی شرح اُردو میں جو مختصر اور جامع اور محققانہ ہے۔ لیکن چونکہ کاتب نے بہت سی غلطیاں کر دی ہیں اس لئے تصحیح کی محتاج ہے۔ اس کی تصنیف ربیع الاول ۱۳۲۶ھ سے شروع ہو کر اسی سال کے رجب کی درمیانی تاریخوں یعنی ساڑھے چار مہینہ میں ختم ہوئی۔

(۴۰) المعانی الجلیلہ شرح عقیلہ: یعنی رائیہ کی شرح اُردو میں اس میں بھی کافی محنت اور جانفشانی کے بعد صحیح مضامین جمع کئے گئے ہیں اور لفظی تحقیق بھی درج ہے۔ دونوں مولانا الحافظ القاری عبد اللہ صاحب گنگوہی وتھانوی ثم مرادآبادی غفر اللہ لہ ورحمہ رحمۃً واسعۃً کی تصنیف ہیں۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَاءِ عَنِ الْقُرْاٰنِ وَاَهْلِهٖ وَعَنْ جَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ آپ ایک عرصہ تک جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد میں خدمتِ تجوید و قراآت کی مسند پر متمکن رہے اور آپ نے قاری عبد الرحمٰن صاحب الہ آبادی و قاری ضیاء الدین احمد صاحب سے فیض حاصل کیا اور ۱۳۶۵ھ میں وفات پائی۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ۔

(۴۱) تنویر شرح تیسیر: یہ فن کے زبردست امام علامہ ابوعمرو دانی کی مشہور کتاب تیسیر کی اُردو شرح ہے جو نہایت محنت اور جانفشانی اور پوری تحقیق سے لکھی گئی ہے اور بفضلہ تعالیٰ ہر اعتبار سے مکمل ہے جو ماشاء اللہ حلۂ طبع سے آراستہ ہو کر شائقین کے مطالعہ میں آ چکی ہے۔ مولانا الحافظ القاری رحیم بخش صاحب پانی پتی سابق صدر مدرس درجۂ قراآت مدرسہ عربیہ خیر المدارس ملتان موصوف کی یہ خدمت قدر و تحسین کے لائق ہے۔ نیز آپ کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے خدمت قرآن کے لئے امتیازی خصوصیت عنایت فرمائی تھی۔ تعلیم کا طریق نہایت مفید اور کامیاب تھا۔ ۱۱ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ کو وفات پا چکے ہیں۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَاسِعَةً

(۴۲) ایک قرآن شریف جو ساڈھورہ ضلع انبالہ میں طبع ہوا اس کے شروع میں سبعہ میں سے ہر ہر روایت کے قواعد جدا جدا اور دوسرے متعلقات نہایت تحقیق سے درج کر کے قرآن مجید کے حاشیہ پر ساتوں قاریوں کے فرشی اختلافات تحریر تھے۔ مولانا قاری محمد عنایت اللہ صاحب ساکن مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڈھ آپ قراءۃ الفرقان کانپور میں خدمت قراآت پر اپنے شیخ قاری ضیاء الدین صاحب کے بجائے متمکن رہے اس قرآن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فن میں آپ کا پایہ بھی بلند ہے غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَرَحِمَهٗ وَجَزَاهُ اللّٰهُ عَنِ الْقُرْاٰنِ وَاَهْلِهٖ خَيْرَ الْجَزَاءِ۔

(۴۳) نظم القرآن فی رسم القرآن: یہ قرآن کے رسم الخط کے مسائل میں عربی میں ہے اور ساتھ ہی نیچے اُردو میں ترجمہ بھی ہے۔ قاری محمد نذر صاحب نابینا مدرس دوئم مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ آپ اُستاذ قراءۃ اور قاری ضیاء الدین صاحب کے شاگرد تھے۔ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَرَحِمَهٗ۔

(۴۴) معرفۃ الرسوم: اُردو میں اس میں رسم کے قواعد نہایت آسان اور جامع عبارت میں درج ہیں۔

(۴۵) کاشف الابہام: یہ حمزہ اور ہشام کی ان وقفی وجوہ میں ہے جو ہمزہ والے کلمہ میں وقف کرتے وقت پیدا ہوتی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک عالم نے قرآن مجید کی غیر قیاسی رسم کا انکار کیا ہے

(۴۶) ضیاء البرہان (فی الجواب) علیٰ خط القرآن: اس رسالہ میں اس کا مدلل جواب ہے۔ تینوں فخر القراء جناب مولانا قاری محب الدین احمد صاحب مدرس مدرسہ سبحانیہ الہ آباد و خطیب و امام جامع مسجد الہ آباد کی تصنیف ہیں آپ قاری ضیاء الدین احمد صاحب کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ علمی دنیا آپ کی ذات گرامی سے بخوبی واقف ہے کیونکہ آپ کی تصنیفات قراءۃ اور تجوید میں بہت سی ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا۔ ان کتب کے مطالعہ کے بعد علم کے قدردان اس اعتراف پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے فن کی تصنیفات کیلئے آپ کو خصوصی ملکہ عطا فرمایا ہے۔ عبارت نہایت آسان زوائد سے خالی اور علمی مضامین سے پر ہوتی ہے۔ کاش شاطبیہ کی وہ شرح جس کے کام میں میں نااہل اپنی عدم لیاقت کے اقرار کے باوجود دلی شوق اور تقاضہ کی بناء پر مصروف ہوں۔ اس کو بھی موصوف ہی تصنیف فرماتے اس صورت میں یہ شرح بھی نہایت نفیس اور جامع ہوتی۔ آپ کے شاگردوں کا حلقہ بھی نہایت وسیع ہے[لہ]

تجوید کی کتابیں[لے]

اس فن میں عربی اور اُردو میں بے شمار کتابیں لکھی گئیں۔ سب کا احاطہ تو بہت دشوار ہے اور درازی کا خوف بھی اس کی اجازت نہیں دیتا۔ لیکن ان میں سے مشہور کتابوں کا ذکر نمونہ کے طور پر کیا جاتا ہے۔

(۱) انشراح الصدور فی تجوید کلام الغفور شیخ وہبہ سرور مکی مختصر اور جامع کتاب ہے۔

(۲) تحفۃ الراغبین فی تجوید کتاب المبین۔ (۳) فتح المجید فی علم التجوید۔

(۴) القول السدید فی بیان حکم التجوید تینوں محمد بن علی بن خلف حسینی عرف حداد کی تصنیف ہیں۔

(۵) تحفۃ المرید لمعرفۃ التجوید شیخ حسین بن ادریس بن احمد۔

(۶) تقویم اللسان لقاری القرآن سید محمد قاوقجی مع حواشی صفحات سینتیس[۳۷]۔

(۷) تہذیب الولید۔ سوال و جواب کی شکل میں۔

www.kitabosunnat.com

(۸) بتدیوں کی تجوید۔

(۹) اشعۃ الضیاء۔ (۱۰) ضیاء المراسلہ تینوں اُردو میں مولانا قاری محمد اظہر صاحب امروہوی کی تصنیف ہیں جو قاری ضیاء الدین احمد صاحب الہ آبادی کے لائق اور ممتاز شاگردوں میں سے ہیں اور آجکل اسلامیہ عربیہ کالج کرنول علاقہ مدراس میں تجوید و قراءۃ کے مدرس ہیں اور ان کے علاوہ شاطبیہ۔ جزریہ اور تحفۃ الاطفال کی مفصل شروح بھی آپ کے فکر صائب کا نتیجہ ہیں۔ لیکن افسوس یہ تینوں قلمی ہی صورت میں ہیں طبع نہیں ہو سکیں اور یہ بھی اُردو میں ہیں۔

(۱۱) الحواشی الازہریۃ فی الفاظ المقدمۃ الجزریہ: یہ بھی جزریہ کے حواشی ہیں۔

(۱۲) جزریہ کی شرح دونوں خالد ازہری کی تصنیف ہیں۔

(۱۳) الرسالۃ الشریفہ فی التجوید جواد العاملی۔

(۱۴) زینۃ الانسان فی علم تجوید القرآن۔ شیخ محمد شقریہ صفحات بتیس[۳۲]

(۱۵) سبعۃ ابواب التجوید فی کیفیۃ مخارج الحروف صفحات اٹھائیس[۲۸] طبع بغداد۔

(۱۶) الشرح الجدید فی احکام التجوید مصطفیٰ احمد ابوسنہ۔

لے (۴۷) نشر المرجان فی رسم نظم القرآن علامہ محمد غوث بن ناصر الدین محمد بن نظام الدین احمد ائطی سات ضخیم جلدوں میں یہ فن رسم عثمانی میں سب سے بڑی اور پُر از معلومات و عجائب کتاب ہے ۱۲ ط

لہ تجوید کی ایک کتاب نہایۃ الاتقان فی تجوید القرآن ہے جو ابوالحسن شریح بن ابی عبداللہ محمد بن شریح المتوفی ۵۳۶ھ کی تالیف ہے (النشر ص ۲۰۲ ج ۱)۔ ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۷) العقد الفرید فی فن التجوید: سُنا ہے کہ نہایت عمدہ کتاب ہے۔ شیخ علی بن احمد صبرہ۔
(۱۸) متن تحفۃ الاطفال منظوم۔ اکسٹھ ۶۱ شعر دل میں سلیمان جمزوری
(۱۹) فتح الاقفال شرح تحفۃ الاطفال۔ فتح الملک المتعال شرح تحفۃ الاطفال شیخ محمد المیہی۔
(۲۰) مجموعۃ خمسۃ متون فی التجوید: یہ پانچ متون ہیں۔ جن میں سے پہلا شیخ نبہان الحضرمی کا ہے۔
(۲۱) المجموع الوحید فی علم التجوید شیخ عبد الہادی، سالم بن عثمان۔
(۲۲) مجموعۃ سبعۃ متون فی التجوید والتوحید۔ یہ سات متن ہیں۔ نبہان حضرمی
(۲۳) المسائل التجویدیہ۔ سوال و جواب کی صورت میں شیخ عبد الکریم مراد۔
(۲۴) ہدایۃ المستفید فی علم التجوید۔ سوال و جواب کی شکل میں شیخ محمد المحمود۔
(۲۵) النزہۃ الزیاضیۃ فی الاسئلۃ التجویدیۃ۔ محمد جمال الدین مفتی۔
(۲۶) النصح الرشید لحافظ القرآن المجید۔ محمد مختار الباجوری۔
(۲۷) نہایۃ القول المفید۔ طویل اور مفصل کتاب ہے۔ شیخ محمد نصر مکی
(۲۸) الدرۃ الفرید۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی۔ (۲۹) القلائد الجوہریۃ۔ یہ جزری کی شرح ہے۔ سعید احمد۔
(۳۰) تحفہ نذریہ فارسی میں نہایت جامع رسالہ ہے۔
(۳۱) فیوض رحمانی۔ فارسی میں اس میں چند سوالات کے جوابات ہیں اور اس سلسلے میں علمی تحقیقات بھی درج ہیں۔ دونوں حضرت مولانا الحافظ القاری عبد الرحمن صاحب محدث پانی پتی کی تصنیف ہیں۔ آپ ظاہری و باطنی علوم کے جامع اور شاہ اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز شاگرد اور خلیفہ حاجی امداد اللہ کے بڑے ولی اور قرآن کے عاشق تھے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ سے تبرکاً حدیث کی اجازت لی تھی۔ آپ کے مفصل حالات تذکرۂ رحمانیہ مصنفہ مولانا عبد الحلیم صاحب پانی پتی مرحوم میں درج ہیں۔ تقریباً چھیاسٹھ ۶۶ سال پانی پت میں حدیث اور قرآن اور قراآتِ سبعہ کی اشاعت محض حق تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے فرماتے رہے۔ خاندان کی عورتوں کو بھی آپ نے سبعہ قراآت پڑھائیں۔ آپ کے بعد کوئی ایسا جامع فاضل اور محقق پانی پت میں پیدا نہیں ہوا۔ ۵ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ کو پیر کے دن عصر سے ذرا پہلے وفات پائی۔ غفر اللہ لہا ورحمہا وجزاہ اللہ خیر الجزاء عن جمیع امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

اُردو زبان میں تجوید کی کتابیں: (۳۲) تبیین الضاد۔ تحفہ نذریہ مذکورہ کا ترجمہ۔ مولانا رحیم الدین صاحب طرب دہلوی
(۳۳) فیوض رحمانی کا ترجمہ۔ مولانا عبد السلام صاحب صاحبزادہ حضرت مولانا قاری عبد الرحمن صاحب رحمہ اللہ آپ بھی ایک زمانہ تک وعظ و تذکیر اور قراآتِ سبعہ اور تجوید کی اشاعت کی خدمت پر فائز رہے۔ غفر اللہ لہ ورحمہ
(۳۴) مختصر التجوید۔ مولانا حافظ قاری قادر بخش صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ جو قاری مصلح الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور بادشاہ زادوں کے استاد بھی رہے۔
(۳۵) عذار القرآن۔ اس میں بڑی محنت اور جانفشانی سے بہت کتابوں سے منتخب کر کے تجوید کے مسائل جمع کئے ہیں اور یہ کوشش کی ہے کہ یہ ایک ہی کتاب بہت سی کتابوں کے مطالعہ سے بے نیاز کر دے۔
(۳۶) قاعدہ مصباح القرآن۔ اس میں بچوں کے پڑھانے کے مفید طریقے بتائے ہیں اور بعض عمدہ تحقیقات بھی ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ کے متعلق اس سلسلہ میں آگئی ہیں۔ دونوں حافظ قاری محمد اسماعیل صاحب پانی پتی کاتب و خوشنویس بن شیخ محمد رمضان
کی تصنیف ہیں جو اس وقت لاہور انارکلی پیسہ اخبار میں تعلیم القرآن کی خدمت پر فائز ہیں۔ حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔
(۲۷) پانی پتی قاعدہ۔ اس میں تجوید کے متعلق چالیس ۴۰ قاعدہ نہایت آسان عبارت میں درج کئے گئے ہیں۔ حافظ رحمت اللہ
صاحب پانی پتی جو ایک زمانہ تک آگرہ میں پڑھاتے رہے اور آجکل سکھر (سندھ) میں مقیم ہیں۔
(۲۸) تعلیم قرآن کا آسان قاعدہ۔ اس کے پہلے حصہ میں بچوں کے لئے تختیاں اور معلمین کے لئے ہدایتیں درج ہیں اور
ہمزہ اور الف کے متعلق ایک مفید تحقیق بھی ہے اور دوسرے حصہ میں مخارج اور صفات اور تجوید کے تمام ضروری قواعد
آسان طرز میں بتلائے ہیں اور تیسرے حصہ میں کچھ عربی الفاظ اور ان کا ترجمہ لکھا ہے تاکہ طلباء اپنی مذہبی زبان سے بھی
قدرے آشنا ہو جائیں۔ قاری محمد اسماعیل صاحب پانی پتیؒ سابق مدرس دینیات نور محمد ہائی اسکول حیدر آباد سندھ آپ
علم قرآت کی اشاعت کے پورے شائق اور متمنی ہیں اور اس علم سے خصوصی درجہ کی محبت رکھتے ہیں۔
(۲۹) فوائد مکیہ مشہور و معروف اور تجوید کی جامع کتاب ہے اور اکثر جگہ داخل نصاب ہے۔ مولانا قاری حافظ
عبدالرحمٰن صاحب الٰہ آبادی موصوف۔
(۴۰) تعلیقات مالکیہ۔ یہ فوائد مکیہ کا مفصل حاشیہ ہے۔ مولانا قاری عبدالمالک صاحب علی گڑھیؒ ایک عرصہ تک
آپ مکہ میں تعلیم پاتے رہے۔ پھر ہندوستان کے مختلف مقامات ٹونک۔ آگرہ۔ لکھنؤ وغیرہ میں تعلیم قرآن کی خدمت
انجام دیتے رہے۔ اکثر اہل علم آپ کی شخصیت سے واقف ہیں۔ پاکستان تشریف لا کر آپ ڈیڑھ سال کے قریب دارالعلوم
ٹنڈو اللہ یار سندھ میں شیخ القرآت رہے۔ پھر لاہور چرچ روڈ دارالعلوم پرانی انارکلی میں اسی خدمت پر
مامور رہے۔ علم قرآت اور اس کی کتب سے بے حد محبت رکھتے ہیں۔ اکثر کتب آپ کے یہاں موجود ہیں۔ بعض نایاب
قلمی کتابیں بھی ہیں۔ چنانچہ رائیہ کی شرح جعبری مکمل اور شاطبیہ کی جعبری حصہ فرش بھی آپ کے کتب خانہ
میں ہے۔ قرآت میں تکلف اور بناوٹ سے بہت نفرت ہے۔ سادگی کے ساتھ خوش الحانی کو پسند فرماتے ہیں۔
(۴۱) ضیاء القرآت نہایت مختصر اور جامع رسالہ ہے۔ عبارت بھی بہت آسان ہے اور مقبولیت کا یہ عالم ہے
کہ اکثر جگہ نصاب میں شامل ہے اور پچاس ۵۰ ہزار کی تعداد میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔
(۴۲) خلاصۃ البیان۔ یہ عربی میں ہے دونوں مولانا قاری ضیاء الدین احمد صاحب الٰہ آبادی کی تصنیف ہیں آپ
قصبہ نارہ ضلع الٰہ آباد کے رہنے والے ہیں۔ قرآن حفظ کرنے کے بعد کانپور قاری عبدالرحمٰن صاحب کی خدمت میں
تشریف لے جا کر تجوید و قراءۃ کی تکمیل کی اور ساتھ ہی اپنے چچا مولانا منیر الدین صاحب سے درس نظامی کی کتابیں
بھی متوسطات تک پڑھیں۔ پھر قراءۃ کے مدرس ہو کر امروہہ تشریف لے گئے اور یہاں مدرسہ عربیہ جامع مسجد میں مولانا
احمد حسن صاحب امروہوی سے درسیات کی تکمیل کی۔ یہاں بھی بہت طلباء آپ سے قرآت اور تجوید کی تکمیل کرتے رہے
اور یہیں سے آپ کو کافی شہرت حاصل ہو گئی۔ پھر مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور اور فرقانیہ لکھنؤ اور قراءۃ الفرقان
کانپور اور مدرسہ فاروقیہ جامع مسجد جونپور ان مختلف مدارس میں کتاب اللہ کی خدمت انجام دیتے رہے۔ آپ کے مشہور
شاگردوں میں سے قاری عبدالمالک صاحب موصوف اور قاری عبداللہ صاحب موصوف اور قاری محمد صدیق صاحب
بنگالی اور قاری عبدالمعبود صاحب اور قاری محمد عنایت اللہ صاحب موصوف اور قاری محمد نذر صاحب موصوف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی ہیں۔ اور مولانا عبدالکافی صاحب کی طلبی پر آپ مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد میں بھی ایک عرصہ تک اس خدمت پر فائز رہے اور یہاں سے بھی بہت سے طلباء فارغ ہو کر جا بجا مدرس بن گئے۔ انھیں میں سے مولانا قاری محمد سلیمان صاحب شیخ القراءۃ مظاہر العلوم سہارنپور بھی ہیں۔ پھر مولانا ابوبکر صاحب کی طلبی پر علی گڈھ کالج میں تشریف لے گئے وہاں بھی انگریزی کے طلباء ایک عرصہ تک فیض حاصل کرتے رہے۔ پھر معذور ہو جانے پر گوشہ نشینی اختیار کی اور رائیہ اور خلاصۃ البیان کی شرح کے مکمل کرنے کی کوشش فرماتے رہے۔ لیکن پوری نہ ہو سکی۔ کیونکہ بینائی بھی نہیں رہی تھی۔ عرصہ تک علیل رہ کر، ربیع الثانی سنہ ۱۳۷۱ھ میں وفات پائی۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ مَغْفِرَةً كَامِلَةً وَّرَحْمَةً وَّاسِعَةً

(۴۳) شرح ہندی جزری اس میں مطلب کے آسان کرنے اور سمجھانے کی کافی کوشش کی گئی ہے۔ گو اس کی اردو پرانے زمانہ کی ہے۔ مولانا شاہ کرامت علی صاحب جونپوری غفر اللہ لہٗ ورحمہٗ۔

(۴۴) فوائد مرضیہ شرح جزریہ اس میں تجوید کے مسائل اور نقلی تحقیق دونوں چیزیں ہیں اور کافی محنت اور جانفشانی سے کام لیا گیا ہے

(۴۵) رہنمائے تجوید۔ اس میں بھی فن کو آسان کر کے سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ ضیاء التجوید یہ بھی مختصر اور جامع ہے تینوں مولانا قاری محمد سلیمان صاحب دیوبندی شیخ القراءۃ مظاہر العلوم سہارنپور کی تصنیف ہیں۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَاءِ وَوَفَّقَهٗ وَإِيَّانَا لِمَا يُحِبُّ وَيَرْضٰى۔

(۴۶) تنویر المرآت شرح ضیاء القرآت: اس میں ضیاء القرآت کی شرح عجیب پیرایہ سے کی ہے اور بہت سے علمی مضامین جمع فرما دئے ہیں جو طلباء بلکہ مدرسین و معلمین کے لئے بھی نہایت درجہ مفید ہے۔

(۴۷) معرفۃ التجوید۔ اس میں اختصار کے ساتھ تیئس۲۳ قاعدوں میں فن کی تمام ضروریات بتائی ہیں۔

(۴۸) معرفۃ الوقوف۔ اس میں وقف و ابتداء کے متعلق تمام چیزیں شرح و بسط سے بیان کی ہیں۔

(۴۹) تحفۃ المبتدی۔ اس میں مضامین کو اسباق پر تقسیم کیا ہے اور عجیب پیرایہ میں کافی مضامین جمع کر دئے ہیں اور حفظ ہو جانے کے باعث طلباء کو یاد کرنے میں بھی بہت آسانی ہو گئی ہے۔

(۵۰) جامع الوقف اس میں بھی اختصار کے ساتھ علم الوقف کے متعلق کافی ذخیرہ جمع کیا ہے۔

(۵۱) قاعدہ تعلیم القرآن۔ (۵۲) حواشی مرضیہ۔ یہ فوائد مکیہ پر حاشیہ ہے۔ (۵۳) حاشیہ جمال القرآن۔

(۵۴) حاشیہ نزہۃ القاری۔

(۵۵) حاشیہ ضیاء القرآت اور کاشف الابہام اور ضیاء البرہان اور معرفۃ الرسوم کا ذکر کتب قرآت میں آچکا ہے۔ یہ تیرہ کی تیرہ مولانا قاری حافظ محب الدین احمد صاحب جانشین و صاحبزادہ قاری ضیاء الدین احمد صاحب الہ آبادی صدر مدرس مدرسہ سبحانیہ و خطیب جامع مسجد الہ آباد کی تصنیف ہیں۔ حقیقت میں آپ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِّأَبِيْهِ کے مصداق ہیں۔ آپ کو حق تعالیٰ نے اس خدمت کا پورا سلیقہ عطا فرمایا ہے اور اسی کے لئے پیدا کیا ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ ان تصنیفات کو قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائے مجھے نہایت قوی امید ہے کہ اگر شرح شاطبی میری زندگی میں پوری نہ ہو سکی تو موصوف اس کو اسی موجودہ طرز پر پوری فرمائیں گے۔ آپ کے بہت سے شاگردوں میں سے مشہور شاگرد یہ ہیں۔ مولانا محمد حسین صاحب مالیگاموی جو مفید الاطفال کے مصنف ہیں اور مولانا محمد عثمان صاحب جو مصباح التجوید کے مصنف ہیں۔

(۵۶) فیض العزیز عرف مفتاح التجوید سوال و جواب کی شکل میں ہے اور بہت سی علمی چیزیں جو طلباء کے لئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مفید ہیں۔ جمع فرمائی ہیں۔ مولانا قاری سعید احمد صاحب مفتی مظاہر العلوم سہارنپور ساکن اجرارہ ضلع میرٹھ۔

(۵۷) موجز البیان۔ تجوید کی ضروریات پر مشتمل ہے اور آخر میں خاتمہ سے پہلے لکھتے ہیں کہ اول تو شروع ہی سے اس رسالہ کو مختصر لکھنے کا خیال تھا تاکہ ابتدائی طلباء کو علم تجوید کے حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو۔ دوسرے اس سے زیادہ اور خصوصاً تجوید کی باریک اور مشکل باتوں کا لکھنا قراء کا کام ہے نہ کہ مجھ نابلدِ محض اور صرف جاہل کا۔ لہٰذا اب میں اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں اور خاتمہ میں اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ والی حدیث کو بھی تفصیل سے لکھا ہے۔ جس سے قرآن کی قراءتوں کا ثبوت ہوتا ہے۔ سید علی نقی اثنا عشری یعنی شیعی دیکھئے ہر جماعت میں کتاب اللہ کے عاشق اور خدمتگذار پائے جاتے ہیں۔

(۵۸) ارشادٌ فی مُشکلةِ الضَّاد۔ چونکہ ضاد کے بارہ میں لوگ بہت کمی اور زیادتی کرتے ہیں اور قسم قسم کے جھگڑے اور فساد اس کی بنا پر پیدا ہوتے رہتے ہیں اس لئے مصنف نے اس کے بارہ میں تجوید اور فتاویٰ کی کتابوں کی عبارتیں نقل کر کے سمجھانے اور اختلاف دور کرنے کی کوشش کی ہے اور رسالہ نہایت مفید معلومات پر مشتمل ہے مولانا عبداللطیف صاحب۔

(۵۹) رفع التضاد عن احکام الضاد۔ اس میں بھی ضاد ہی کے بارہ میں حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت تھانوی و حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی اور بغداد کے مفتی سید محمود آلوسی کے فتوے اور عبارتیں درج ہیں اور فساد کے رفع کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحبؒ سابق رکن دستور ساز اسمبلی پاکستان آپ کی شخصیت سے اکثر حضرات خوب واقف ہیں۔ اور آپ دین کی اکثر کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔

(۶۰) تیسیر التجوید: اس میں تجوید کے تمام قواعد اور وقف کے مسائل نہایت آسان عبارت میں بیان کئے گئے ہیں یہ مطبوعہ ہے

(۶۱) ایک اور کتاب ہے جو اس سے مفصل ہے۔ جس کی ابتدا میں قاری عبداللہ صاحب مکّی کے حالات بھی درج ہیں یہ ابھی طبع نہیں ہوئی جو صاحب نقل کرنا چاہیں قاری عبدالمالک صاحب کے پاس سے کر سکتے ہیں۔ نیز اس کی طباعت کیلئے دعا جاری رکھیں۔ دونوں مولانا الحافظ الحاج القاری عبدالخالق صاحب علی گڈھی کی تصنیف ہیں۔ آپ قاری عبدالمالک صاحبؒ کے بڑے بھائی ہیں اور قاری عبداللہ صاحب مکّی کے شاگرد ہیں۔ قرآن پاک نہایت بے تکلفی سے پڑھتے ہیں تکلف اور بناوٹ کو پسند نہیں کرتے۔ طویل مدت سے مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور میں کتاب اللہ کی خدمت میں پُرخلوص محبت سے مصروف ہیں۔ حق تعالیٰ خلعت قبولیت سے مشرف فرمائے اور موصوف کو اور ان کی برکت سے اس عاجز کو بھی حسنِ خاتمہ کی دولت نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔ سالہا سال سے جامع مسجد سہارنپور کے امام بھی آپ ہی ہیں حق سبحانہ وتعالیٰ جملہ شرور و فتن سے آپ کو اور تمام اہل ہند کو محفوظ رکھے۔

(۶۲) ہدیة الوحید۔ نہایت نفیس اور جامع کتاب ہے۔ آخر میں فن کے متعلق ستر ضروری فوائد بھی درج ہیں اور خاتمہ میں حضرت مصنفؒ نے اپنی سند بھی درج فرمائی ہے۔ مولانا قاری عبدالوحید خاں صاحب الہ آبادی۔ آپ کا تاریخی نام سعادت علی خاں ہے۔ آخری حصہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف پورے خلوص اور درد سے اس کے خواہشمند تھے کہ امت مسلمہ کے تمام افراد تجوید اور قرآن کی تصحیح کی دولت سے مالا مال ہوں۔ سند سے پہلے اپنے حالات بھی درج فرمائے ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ اپنے وطن الہ آباد میں ربیع الاوّل سنہ ۱۲۹۶ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۳۱۲ھ میں تقریباً

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اٹھارہ ۱۸ سال کی عمر میں قرآن مجید کے حفظ اور فارسی کتب سے فارغ ہوگئے پھر ۱۳۱۴ھ میں درس نظامی شروع کیا اور ۱۳۲۰ھ تک درس نظامی کے ساتھ ساتھ فن تجوید و قراءۃ کی درسی کتب بھی حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب ہی سے پورے شوق اور محبت کے ساتھ پڑھتے رہے۔ ۱۳۱۹ھ میں حفص کی روایت اور فن کی درسی کتب کی اور ۱۳۲۰ھ میں قرآآت سبعہ متواترہ اور اس کی مخصوص درسی کتابوں کی سند اور اجازت مرحمت ہوئی۔ پھر ۱۳۲۱ھ کے شروع میں حضرت قاری صاحب اور حضرت حکیم الامت تھانوی کے ذریعہ آپ دیوبند مدرسہ عالیہ میں تجوید و قرآآت کے صدر مدرس ہوکر تشریف لائے۔ اور اس فن کی خدمت کے ساتھ ساتھ آپ اپنی درسی کتابوں کی بھی تکمیل کرتے رہے۔ چنانچہ ۱۳۲۸ھ کے عظیم الشان جلسہ میں اکابر علماء کے ساتھ آپ کو بھی فراغ کی سند عطا ہوئی پھر ۱۳۲۹ھ میں حج کو تشریف لے گئے تو حضرت قاری عبداللہ صاحب مکی کی شاگردی بھی نصیب ہوئی اور حضرت کے یہاں سے بھی قرآآت سبعہ اور درسی کتابوں کی سند و اجازت عطا ہوئی پھر جب حافظ و قاری عبدالرحمٰن صاحب جالندھری حج کو گئے تو ان کے ذریعہ حضرت قاری عبداللہ صاحب کے یہاں سے قرآآت عشرہ کی بھی اجازت و سند مل گئی اور تقریباً پینتالیس ۴۵ سال یا اس سے کچھ کم و بیش دارالعلوم ہی میں خدمت کتاب اللہ پر فائز رہے اور غالباً وہاں ہی وفات پائی۔ فَرَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

(۶۳) ردالطغیان فی اوقاف القرآن مولوی حفیظ الدین اور مولانا سید نذیر حسین صاحب وغیرہ چند اہل حدیث حضرات نے سجاوندی کی مقرر کردہ اوقافِ قرآنی کی رموز اور ان پر وقف کرنے کو بدعت بتایا تھا اور آیات پر وقف کرنا ضروری اور واجب قرار دیا تھا۔ اس رسالہ میں اس کا شافی اور مدلل جواب ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ان موقعوں پر وقف کرنا سنت کے خلاف نہیں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے علمی تبحر اور اسم گرامی سے اکثر اہل علم بلکہ بہت سے عوام بھی بخوبی واقف ہیں۔ آپ نے ۸ یا ۹ جمادی الثانی بروز جمعہ ۱۳۲۳ھ میں وفات پائی۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ مَغْفِرَةً كَامِلَةً وَّرَحْمَةً وَّاسِعَةً وَّاحْشُرْنَا فِیْ خُدَّامِهٖ۔

(۶۴) مفیدالاطفال۔ بچوں کے لئے نہایت مفید ہے یعنی اسم با مسمیٰ ہے۔ مشکل الفاظ سے پرہیز کیا ہے۔

(۶۵) مفیدالاقوال۔ یہ عربی کی مشہور نظم تحفۃ الاطفال کی شرح ہے چونکہ اس میں عربی الفاظ کی صرفی اور نحوی تحقیق بھی ہے۔ اس لئے عربی مدارس کے طلباء کیلئے خصوصاً اور دوسرے شائقین کے لئے عموماً مفید ہے دونوں مولانا قاری محمد حسین صاحب مالگاموی مدرس مدرسہ بیت العلوم شہر مالیگاؤں کی تصنیف ہیں۔

(۶۶) مسائل ضروریہ۔ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب محدث پانی پتی کو اس کا احساس ہوا کہ قرآآتِ سبعہ کے جاننے والے بہت کم ہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ملک میں سے بالکل ختم ہو جائیں اس لئے بہت سے حضرات کو خود پڑھائیں بھی اور مردوں کے علاوہ خاندان کی عورتوں کو بھی اس دولت سے مشرف فرمایا پھر اس کی کوشش فرمائی کہ ایک قرآن شریف میں تمام قرائتیں چھپ جائیں تاکہ ان کا نفع عام و تام ہو جائے اور ہر شائق آسانی سے قرآآتِ سبعہ پڑھ سکے۔ چنانچہ اس ارشادِ عالی کی تعمیل میں حضرت کے صاحبزادہ مولانا قاری عبدالعلیم صاحب غفر اللہ لہٗ نے قرآن مجید طبع کرایا جس کے شروع میں مسائل ضروریہ کے نام سے تجوید و قرآآت سبعہ کے متعلق ضروری باتیں درج کیں اور قرآآت کے اختلافات اس قرآن میں تمام شامل کئے لیکن چونکہ نگرانی صحیح طور پر نہ ہو سکی۔ اس لئے بہت سی غلطیاں ہو گئیں اور مفید صورت میں طبع نہ ہو سکا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۶۷) قواعد التجوید فی ذکر التجید: سوال و جواب کی شکل میں حافظ قاری شیخ احمد صاحب آپ قاری قادر بخش صاحب کے شاگرد ہیں جو مولانا قاری عبدالرحمن صاحب کے بڑے چچا تھے۔

(۶۸) تعلیم القرآن۔ حافظ محمد کرم الٰہی صاحب علی گڈھی۔

(۶۹) سراج القراءۃ۔ مختصر رسالہ ہے جو سولہ صفحات پر مشتمل ہے دیگر متعلقات کے ساتھ مد عارضی وقفی کی وجوہ بھی تفصیل سے سمجھائی ہیں اور ایک فصل میں حفص کے وہ اختلافات بتائے ہیں جو طیبہ کے طرق سے ہیں۔ مولانا قاری عبداللہ صاحب مراد آبادی یہ رسالہ مجموعہ ضیاء القراءۃ میں چھپا ہے۔

(۷۰) میزان التجوید۔ اس میں الف سے لیکر یا تک ہر ایک حرف کا شمار بتایا ہے کہ قرآن میں مثلاً الف کتنی اور باکتنی ہیں۔ نیز تحفۂ نذریہ کی طرح اس میں ایک باب تجوید کا بھی ہے جس میں ہر ایک حرف کے پڑھنے کا طریقہ جدا جدا ایک ایک فصل میں بتایا ہے اور اسی طرح صفات بھی ہر ایک حرف کی الگ الگ فصلوں میں بتائی ہیں۔ مولانا عبدالحی صاحب نابینا پنجابی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ۔

(۷۱) تسہیل الفرقان۔ یہ حضرت تھانوی کی جمال القرآن کا بہترین حاشیہ ہے۔ اس میں بعض جدید و مفید تحقیقات بھی تفصیل کے ساتھ درج ہیں اور انھیں میں سے ضاد کے ادا کرنے کے طریقہ کی عمدہ تقریر بھی ہے یہ حاشیہ اس جمال القرآن پر ہے جو ناظم کتب خانہ امدادیہ دیوبند کی فرمائش پر تجلی برقی پریس دہلی میں طبع ہوئی ہے۔

(۷۲) رائیہ کی شرح افضل الدرر مصنفہ حضرت قاری عبدالرحمن صاحب مکی کا اُردو ترجمہ جو طبع نہیں ہوا۔ دونوں اُستاذنا و شیخنا مولانا قاری حفظ الرحمن صاحب پرتاپگڈھی مدظلہم العالی کی تصنیف ہیں جو شیخ الشیوخ حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب مکی کے شاگرد ہیں اور بندہ کو بھی موصوف ہی کے دربار عالی سے قراآت عشرہ درہ و طیبہ کی سند اور اجازت مرحمت ہوئی ہے۔ ایک عرصے سے آپ دارالعلوم دیوبند میں خدمتِ تجوید و قراءۃ میں مصروف ہیں۔

(۷۳) جمال القرآن مشہور و معروف رسالہ ہے۔ اُردو نہایت آسان اور سہل ہے اختصار اور جامعیت کے ساتھ فن کی ضروریات پر مشتمل ہے۔

(۷۴) تجوید القرآن۔ یہ نظم میں ہے اور جامع اور مختصر ہے۔ جو بالخصوص بچوں کے لئے لکھی گئی ہے۔ اس کے یاد کرنے اور سمجھ لینے کے بعد طلباء بہت سے رسالوں سے بے نیاز ہو سکتے ہیں اور عقل و سمجھ میں بھی ترقی کی قوی اُمید ہے اور مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں بھی یہ رسالہ نصاب میں داخل رہا ہے۔

(۷۵) یادگار حق القرآن۔ یہ بھی نظم میں ہے اور کل پانچ صفحات میں ہے۔ جو ضروریات کیلئے کافی ووافی ہے تینوں حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا القاری الحافظ الحاج محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ اسرارھم کے دریائے علم کی نہریں ہیں۔ اس ذاتِ گرامی کو حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ہدایت و اصلاح ہی کیلئے پیدا فرمایا تھا کوئی فن ایسا نہیں جس میں حضرت کی تصنیفات نہ ہوں مفصل حالات اشرف السوانح میں ہیں۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ عَنِ الْقُرْاٰنِ وَاَهْلِهٖ خَيْرَ الْجَزَاۗءِ وَجَمَعَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ فِيْ دَارِهٖ دَارِ السَّلَامِ۔ آمین یارب العالمین

(۷۶) تعلیم الوقف۔ اس میں وقف کرنے کے طریقے بتائے ہیں اور یہ تجوید القرآن مصنفہ حضرت حکیم الامت کے حاشیہ پر چھپا ہے۔ مولانا الحافظ القاری عبداللہ صاحب مکی آپ اپنے والد محمد بشیر خاں صاحب کے ساتھ اپنے وطن قائم گنج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضلع فرخ آباد سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ جبکہ وہ یہاں سے ہجرت کر کے گئے تھے۔ آپ نے وہاں شیخ القراء ابراہیم سعد سے تجوید و قرآت حاصل کیں اور وہاں ہی مدرسہ صولتیہ میں طویل عرصہ تک قرآت کے صدر مدرس رہے دور دور کے حضرات آپ سے فیض حاصل کرکے سند و اجازت لیکر گئے اور بہت سے مقامات پر قرآت کے شیوخ بنے آپ کے مشہور شاگردوں میں سے حضرت حکیم الامت تھانوی قدس اللہ سرہ اور مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی اور مولانا قاری عبدالوحید خاں صاحب الہ آبادی بھی ہیں۔ بہت سے حضرات آپ کی شخصیت سے واقف اور علمی مہارت کے معترف ہیں۔ آپ نے مکہ مکرمہ ہی میں وفات پائی۔ فَرَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

(۷۷) مفتاح القرآن منظوم۔ اس میں حرکات۔ تشدید۔ مدّات۔ نقطوں۔ حروف۔ کلمات۔ آیات سب کی تعداد بتائی ہے اور تجوید کے قواعد بھی صحیح ہیں اور مشق کے لئے سوالات بھی ہیں۔ شیخ محمد رفیق صاحب ولد محمد رحمت اللہ صاحب رامپوری

(۷۸) رموز القرآن۔ اس میں قرآنی وقوف کی تفصیل اور حصوں یعنی منزلوں اور احزاب اور تلاوت کے سجدوں اور ان میں چاروں اماموں کے مذہبوں کی کافی تفصیل ہے اور ان بحثوں کے لحاظ سے یہ کتاب بے مثل ہے۔ چوبیس صفحات میں کافی چیزیں جمع کردی ہیں۔ مولانا محمد حسن صاحب ہاشمی شاہجہانپوری تصنیف کی تاریخ جمعہ ماہ رجب ۱۲۷۰ھ لکھی ہے۔

(۷۹) مجموعہ بست و سہ رسائل قراءۃ۔ یہ قراءۃ کے تیئس ۲۳ رسالے ہیں ایک ہی جلد میں چھپے ہوئے ہیں اور ان کے مصنفین بھی جدا جدا ہیں اور بعض فارسی میں بھی ہیں

(۸۰) کشف الغطاء لمشابہۃ الضاد بالظاء۔ یہ پنجابی زبان میں ہے۔ (۸۱) روح التجوید۔ (۸۲) زبدۃ ترتیل القرآن۔ دونوں عربی میں ہیں اور مولانا قاری محمد صدیق صاحب خراسانی مرحوم و مغفور کی تصنیف ہیں۔ قرآن مجید کے بڑے عاشق اور شائق تھے اور نہایت مخلص بندگان میں سے تھے غفر اللہ لہ۔ (۸۳) زبدۃ ترتیل القرآن کا ترجمہ جو قاری صاحب مذکور کے کسی شاگرد نے لکھا ہے۔

(۸۴) جہد المقل۔ عربی میں اس میں بھی تجوید کے مسائل کی کافی تشریح اور تحقیق کی ہے۔

(۸۵) عمدۃ الرعایہ۔ عربی میں ابو محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ جن کا ذکر اوپر پانچویں صدی میں آچکا ہے۔

(۸۶) مفید القاری۔ اُردو میں اس میں بھی کافی مضامین جمع کئے ہیں اور وقوف کی بحث قدرے تفصیل سے کی ہے اور سجدۂ تلاوت کے مسائل بھی بیان کئے ہیں اس کے مصنف جہاں پور نگری کے رہنے والے ہیں جو ڈھاکہ کا نام ہے یا اس کے قریب کوئی بستی ہے

(۸۷) فوائد القراءۃ۔ یہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ جو قلمی صورت میں شاید گنگوہ میں کسی صاحب کے یہاں ہو حضرت نے خود اس کا واقعہ اس طرح بیان فرمایا ہے کہ آپ خواب میں سردار دو عالم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھے تھے اور دو آدمی قرآن مجید پڑھ رہے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے ارشاد فرمایا کہ اس طرح نہ پڑھو۔ پھر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھکر سنایا تاکہ میں قراءۃ کا علم سیکھ لوں نیز آپ اپنی زبانِ مبارک میرے منہ میں ڈال رہے ہیں اور وہ بھی اسی لئے کہ میں قراءۃ کا علم سیکھ لوں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی برکت سے آپ کو قراءۃ کا علم آگیا اور اس کے بعد آپ نے فوائد القراءۃ لکھی۔ آپ نے جمادی الآخر سنہ ۹۲۴ھ یا سنہ ۹۲۵ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (۸۸) تجوید محمدی۔ عربی میں چھوٹا سا رسالہ ہے۔ (۸۹) سجاوندی۔ یہ وقوف کی ان رموز کے بارہ میں اصل ہے جو آجکل قرآنوں میں مستعمل ہیں اور امام ابو جعفر طیفور کی تصنیف ہے آپ اس فن کے زبردست عالم تھے آپ نے اُمتِ محمدیہ پر بہت بڑا احسان فرمایا کہ رموز مقرر فرماکر بے موقع وقف کرنے سے بچا دیا اور وقف کے مواقع بتادئے یہ علم بہت ہی دقیق ہے جو کلام کے تعلقات کی گہرائیوں کے سمجھنے پر موقوف ہے۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَاءِ وَبَلَّغَهُ أَعْلٰى مَقَامِ الصِّدِّيقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ۔ (۹۰) مدلل۔ یہ سجاوندی کے حاشیہ پر چھپی ہے۔ اس میں ان تمام رموز کے دلائل بیان کئے ہیں جو بڑا کارنامہ ہے اور احقر نے اس کا ترجمہ تو لکھوا لیا ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لطف وکرم سے عمدہ ترین صورت میں مرتب کراکر قرآن مجید کے عشاق اور قرآنی علوم سے محبت رکھنے والوں کی لذت کا بہترین سامان فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

(۹۱) اِملاءُ ما مَنَّ بِہِ الرَّحمٰن۔ عربی میں اس میں قرآت کی توجیہات اور اعرابی وجوہ تفصیل سے بتائی ہیں نیز حاشیہ پر ایک نہایت مفید کتاب اور ہے جس میں اختصار کے ساتھ ان شبہات کے جواب دیے ہیں جو قرآنی آیات پر ظاہر معنیٰ کے اعتبار سے وارد ہوتے ہیں۔ (۹۲) تعلیم القرآن (۹۳) معلم القراءۃ۔ (۹۴) ہدیۃ القاری (۹۵) ہدایۃ القاری چاروں سندھی زبان میں ہیں اور مولانا الحافظ القاری محمد صاحب مدنی کی تصنیف ہیں آپ کی ذات گرامی بھی سندھ میں فیض کا چشمہ اور رحمت الٰہی کا سایہ ہے بہت سے حضرات نے آپ سے تجوید و تصحیح کی جن میں سے بعض کامیاب درجہ کے مدرس بھی بن گئے ہیں۔ تقریباً ہر رمضان میں آپ کے یہاں دورۂ قرآت ہوتا ہے جس میں طلباء دور دور سے آکر فیض حاصل کرتے ہیں اور اپنے قرآن صحیح کرتے ہیں جن میں بعض علماء اور مدرس بھی ہوتے ہیں۔ آپ نے مدینہ طیبہ میں قرآن حفظ کیا اور ساڑھے تین سال وہاں رہے اور مسجد نبوی میں رمضان میں قرآن بھی پڑھتے رہے۔ اس وقت آپ میٹرہ ضلع دادو میں مدرسہ دار القرآت میں ہیں۔ یہ آپ ہی کا مدرسہ ہے جہاں جانے کیلئے اسٹیشن رادھن پڑتا ہے۔ آپ کے عم بزرگوار مولانا عبد الکریم صاحب بھی بہت سی کتابوں کے مصنف اور علم قرآت کے ماہر اور شیدائی ہیں بلکہ ۹۲ تا ۹۵ بھی آپ ہی کی تصنیف ہیں (۹۶) جمال القرآن مصنفہ حضرت حکیم الامت کا ترجمہ سندھی زبان میں مولانا الحاج القاری شیر محمد صاحب ساکن گوٹھکی ضلع سکھر آپ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ و مجاز بھی ہیں۔ آپ سے ظاہری اور باطنی دونوں طرح کے فیوض جاری ہیں ماشاء اللہ فہیم اور ذہین بھی ایسے ہیں کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کی ذہانت کی تعریف فرماتے تھے ایک کتاب آپ نے صفات وغیرہ کی تشریح کے متعلق اردو میں بھی تحریر فرمائی ہے جو طبع نہیں ہو سکی۔ (۹۷) حجۃ القاری۔ تجوید میں۔ (۹۸) ایک دوسری کتاب وقوف میں دونوں مولانا قاری محمد علی صاحب جلال آبادی صاحب منہاج التجوید کی تصنیف ہیں جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ (۹۹) مصباح التجوید۔ مولانا محمد عثمان صاحب جو قاری محب الدین احمد صاحب الہ آبادی کے شاگرد ہیں۔ (۱۰۰) قاعدۂ نورانی۔ نہایت مشہور و معروف اور مفید ترین قاعدہ ہے۔ تجربہ کار مدرسین کی رائے یہ ہے کہ موجودہ قواعد میں یہی سب سے زیادہ مفید ہے۔ اس میں بڑی محنت سے تمام ضروریات کو جمع کیا ہے اور معلمین کیلئے مفید ترین ہدایتیں اور تجوید کے کچھ قواعد بھی درج ہیں۔ ترتیب بدل کر حروف کو کئی کئی طرح لائے ہیں تاکہ بچوں کو خوب ذہن نشین اور محفوظ ہو جائیں۔ مولانا نور محمد صاحب لدھیانوی آپ کو قرآن کے مدارس جابجا کھلوانے کا بہت ہی شوق تھا۔ ام المدارس آپ کا ذاتی مدرسہ لدھیانہ میں تھا جو آجکل شرقپور ضلع شیخوپورہ میں ہے اور آپ کے پوتے مولانا عبد الحمید صاحب دل و جان سے اس کی خدمت میں لگے رہتے ہیں۔ موصوف نے اپنی زمین کا کافی حصہ بھی مدرسہ کے نام وقف کر دیا تھا جس کی آمدنی اب تک مدرسہ ہی کے اخراجات میں صرف ہوتی ہے۔ فَجَزَاہُ اللّٰہُ خَیْرَ الْجَزَاءِ وَغَفَرَ لَہٗ وَرَحِمَہٗ آپ کے بعد ایک عرصہ تک آپ کے صاحبزادے حافظ احمد حسن صاحب اس مدرسہ کے مہتمم رہے اور خدمت کرتے رہے۔ تقریباً ایک سال ہوا کہ ان کی بھی وفات ہو گئی۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ مَغْفِرَۃً کَامِلَۃً وَّرَحْمَۃً وَّاسِعَۃً۔

اس صدی میں جتنی کتابیں مذکور ہیں ان میں سے جن کے ساتھ قلمی کا لفظ نہ ہو ان کو مطبوع تصور کریں اور ان میں سے جو عربی میں ہیں ان کو منگائیے مولوی محمد بن غلام رسول السورتی تاجر کتب جالی محلہ بمبئی ۳ سے اور جو اردو میں ہیں ان کو مدرسہ سبحانیہ الہ آباد قاری محب الدین احمد صاحب اور امداد الغرباء سہارنپور اور کتب خانہ رشیدیہ دہلی وغیرہ سے طلب فرمائیں۔ ان میں سے جن کتابوں کے مصنفین کے نام اور حالات نہ ملیں ان کے متعلق یہ سمجھ لیں کہ لکھوانے والے کو ان کا علم نہیں ہو سکا۔ فن کی تصنیفات اور مصنفین کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ ان خدمات کو دیکھ کر ہمارے زمانے کے اہل علم خصوصاً اور دوسرے حضرات عموماً کتاب اللہ کی خدمت کیلئے پورے شوق اور عشق سے قدم اٹھائیں۔

تتمہ ان فقہی مسائل میں جو تجوید و قرآت سے متعلق ہیں

اوّل: تجوید و قرآت کے تین شعبے ہیں: (۱) اپنی طاقت اور گنجائش کی حد تک حروف کا صحیح کرنا (۲) وقوف کی رعایت کہ جس جگہ وقف کرنے سے مراد کے خلاف معنیٰ کا وہم ہوتا ہو وہاں وقف نہ کرے ہاں اگر سانس کے تنگ ہو جانے یا کھانسی وغیرہ کی مجبوری سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسے موقع پر وقف کرلے تو یہ معاف ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ پھر ایک دو کلمہ اوپر سے لوٹالے یہ دونوں باتیں (حروف کا صحیح ادا کرنا اور بے موقع وقف نہ کرنا) تو یقیناً اور ہر شخص پر واجب ہیں۔ البتہ جو پوری محنت کے بعد بھی ان دونوں چیزوں پر عمل نہ کرسکے وہ شرعاً معذور ہے اس کو گناہ نہ ہوگا۔ (۲) قراء سبعہ یا عشرہ کے اختلافات کا یاد کرنا یہ تمام اُمت پر واجب علی الکفایہ ہے۔ اگر بعض حضرات ان کے جاننے والے موجود ہوں یا بعض ایک قراءۃ کے حافظ ہوں اور بعض دوسری کے تو یہ واجب سب کے ذمہ سے ادا ہو جائے گا ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔ (۳) صفات عارضہ (ادغام۔ تفخیم۔ اظہار۔ اخفا وغیرہ) کا ادا کرنا یہ مستحب ہے یہ تمام تفصیل فقہ اور قراءۃ کی کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوسکتی ہے

دوم: ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دینے کا حکم۔ قاضی خاں میں ہے اگر اس تبدیلی سے معنیٰ بدل جائیں تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ دونوں حرف ایسے ہوں جن میں بدون مشقت کے فرق وجدائی کرسکتے ہوں تو ایسے موقعوں میں تو تبدیلی سے نماز فاسد ہو جائے گی جیسے صاد کو طاء سے بدل کر الصّٰلِحٰتِ کے بجائے الطّٰلِحٰتِ پڑھے اور اگر وہ دو حرف ایسے ہوں جن میں مشقت کے بغیر فرق نہ کرسکتے ہوں جیسے ضاد۔ ظاء۔ صاد۔ سین۔ طاء۔ تاء تو وہاں تبدیلی سے اکثر مشائخ کے قول پر نماز فاسد نہیں ہوگی اور قاضی خاں ہی میں یہ بھی ہے کہ ذیل کی غلطیوں سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ (۱) وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا کے بجائے ظَبْحًا (۲) غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ میں ضاد کے بجائے ظاء یا ذال (۳) طَلْعُهَا هَضِيْمٌ میں ضاد کے بجائے ظاء یا ذال (۴) فَتَرْضٰى وَالضُّحٰى میں ضاد کے بجائے ظاء یا ذال (۵) فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ قصص اور فَرَضَ فِيْهِنَّ بقرہ میں ضاد کے بجائے ظاء پڑھ دی اور ان صورتوں میں فاسد نہ ہوگی (۱) وَلَا الضَّآلِّيْنَ میں (۲) وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ میں (۳) ءَاِذَا ضَلَلْنَا میں ضاد کے بجائے ظاء پڑھ دی۔

سوم: جس جگہ عوام اور ناواقف لوگوں کی کثرت ہو اور قراءات سبعہ وعشرہ کے اختلافات سے لوگ واقف نہ ہوں مناسب یہ ہے کہ وہاں حفص کی روایت کے سوا دوسرے اختلافات نہ پڑھے جائیں ورنہ عوام اپنی ناواقفیت کے سبب اعتقادی فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے چنانچہ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ اور چیزوں میں تو اختلاف تھا ہی ان قاریوں نے قرآن میں بھی اختلاف کردیا اور یہ قاعدہ شرعیہ آیات واحادیث سے ثابت ہے کہ اگر خواص کے مستحب پر عمل کرنے سے عوام کے حرام میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو جائے تو خواص کیلئے بھی اس مستحب پر عمل کرنا منع ہو جاتا ہے یہ بھی ضروری ہے کہ دوسری قراءات روایت حفص اور تجوید کی تکمیل کے بعد پڑھائی جائیں نیز قراءات سے محض اللہ کا خوش کرنا مقصود ہو کیونکہ اگر شہرت اور ناموری کیلئے قراءات میں محنت کی جائیگی تو دکھلاوے اور ریا کا گناہ الگ ہوگا اور محنت بھی بے فائدہ ہوگی اور یہ عمل نیکی برباد اور گناہ لازم کا مصداق بن جائے گا۔ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى یہ مسائل امداد الفتاوی سے لئے گئے ہیں۔

تنبیہ:۔ چونکہ کلیہ قاعدہ ہے کہ جب دو ساکن دو کلموں میں جمع ہو جائیں اور ان میں سے پہلا مدہ ہو تو وہاں پہلے ساکن کا حذف کرنا واجب ہے جیسے وَلَنَا الَّذِيْنَ فِي الْاَرْضِ۔ قَالُوا ائْتِنَا اس بناء پر معلوم ہوگیا کہ وَقَالَا الْحَمْدُ (نمل ع ۲) میں بھی الف کا حذف ضروری ہے، رہا یہ کہ بعض حضرات اس میں قدرے الف کا اظہار کرتے ہیں اور دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر الف کو ظاہر نہیں کریں گے تو یہ پتہ نہیں لگے گا کہ یہاں قَالَ تثنیہ کا صیغہ ہے یا واحد کا سو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر اس سے تو یہی لازم آتا ہے کہ ذَاقَا الشَّجَرَةَ۔ دَعَوَا اللّٰهَ۔ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ اور قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ وغیرہ میں بھی تثنیہ کا الف اور جمع کے واؤ کو ظاہر کیا جائے حالانکہ ان میں کوئی بھی قائل نہیں رہا صیغہ کا معلوم نہ ہونا سو جو لوگ معنی جانتے ہیں وہ تو ماقبل اور مابعد کے قرینہ سے معلوم کرلیں گے اور جو معنی نہیں جانتے وہ الف کے ظاہر کرنے کے بعد بھی نہیں سمجھیں گے۔ پس حق یہی ہے کہ کلیہ قاعدہ کی رو سے وَقَالَا الْحَمْدُ میں بھی الف کو حذف ہی کیا جائے کیونکہ اس کو کسی نے بھی اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں کیا۔ امداد الفتاوی میں بھی اس سوال کا یہی جواب تحریر فرمایا ہے۔

اب شرح کے شروع کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظم کے مختصر حالات بھی درج کردئے جائیں تاکہ موصوف کا کسی قدر تعارف بھی ہو جائے اور ناظرین کے دل میں قصیدۂ شاطبیہ کی محبت بھی بدرجہ عشق پیدا ہو جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمۂ ناظم رح [2]

آپ کا اسم گرامی قاسم ہے جیسا کہ نشر سے معلوم ہوتا ہے پس ابو القاسم جو مشہور ہے وہ آپ کی کنیت ہے آپ ابو القاسم بن خلف بن احمد رعینی شاطبی اندلسی ہیں علاقہ اندلس کی بستی شاطبہ میں ۵۳۸ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے قراءات ابو الحسن علی بن ہذیل سے اور انھوں نے ابو داؤد سلیمان بن خلف سے اور انھوں نے علامہ ابو عمرو دانی سعید بن عثمان مصنف تیسیر سے پڑھیں اور دانی کی سند تیسیر میں مذکور ہے۔ نیز آپ نے ابو عبد اللہ محمد بن العاص النفزی سے بھی قراءات پڑھیں اور انھوں نے اپنے زمانے کے شیوخ کبار سے پڑھیں۔ اس پر اتفاق ہے کہ آپ انتہائی اور اپنے زمانے کے بڑے درجہ کے امام تھے۔ نیز قراءۃ و تفسیر میں امام اور حدیث کے حافظ تھے آپ کے حافظہ سے لوگ مسلم و بخاری کے نسخوں کی تصحیح کرتے اور ضرورت کے وقتوں پر آپ ان نسخوں پر اپنے ذہن سے حواشی کے طور پر نکات بھی لکھوا دیتے تھے اس کے علاوہ آپ نحو کے استاد اور تعبیر کے علم میں بھی ماہر تھے جب علوم سے فارغ ہو کر ۵۷۲ھ میں مصر پہنچے۔ تو قاہرہ کے مدرسہ فاضلیہ میں شیخ القراءات مقرر ہوئے اور آپ سے اتنی مخلوق نے پڑھا جس کا شمار نہیں ہو سکتا آپ کی بہت سی کرامات ہیں جو مشہور ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کے پاس بیٹھنے والے بغیر کسی مؤذن کے (غیبی طور پر) اذان کی آواز سن لیتے تھے لغو کلام سے پرہیز کرتے تھے اور طلباء کے پڑھانے کے وقت آپ نہایت ادب اور پاکی اور وضو اور عاجزی اور خشوع و خضوع سے بیٹھتے تھے اور کشف کے سبب اپنے شاگردوں کو بہت سی پوشیدہ باتیں بھی بتا دیا کرتے تھے نیز ان کو قرآن و علم کے سوا اور چیزوں میں غور و خوض کرنے سے منع فرماتے تھے آپ نابینا تھے لیکن کمال درجہ کے ذہین اور فہیم ہونے کے سبب نابیناؤں کی سی حرکات آپ سے ظاہر نہیں ہوتی تھیں۔ سخت بیمار ہو جاتے تب بھی عیادت کرنے والوں کے جواب میں صرف العافیۃ فرما دیتے۔ قرطبی سے منقول ہے کہ (جب آپ اس قصیدہ کی تصنیف سے فارغ ہو چکے تو اس کو ساتھ لیکر بیت اللہ کے گرد بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) طواف کئے اور جب دعا کے مقامات پر پہنچتے تو یہ دعا پڑھتے:۔ اَللّٰھُمَّ [1] فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ رَبَّ ھٰذَا الْبَیْتِ الْعَظِیْمِ اِنْفَعْ بِھَا کُلَّ مَنْ قَرَأَھَا۔ نیز ناظم سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو سامنے کھڑے ہو کر خدمت بابرکت میں سلام عرض کیا اور کہا یا سیدی یا رسول اللہ اس قصیدہ پر نظر فرمائیے۔ پس آپ نے اس کو اپنے دستِ مبارک میں لیا اور فرمایا ھِیَ مُبَارَکَۃٌ مَنْ حَفِظَھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ کہ یہ بابرکت ہے جو اس کو حفظ کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور قرطبی نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جو اس حالت میں مرے کہ اس کے گھر میں یہ قصیدہ ہو وہ بھی جنت میں داخل ہوگا اور اس قصیدۂ لامیہ (شاطبیہ) کے سوا جو ایک ہزار ایک سو تہتر (۱۱۷۳) اشعار میں ہے۔ آپ نے اور قصائد بھی لکھے ہیں چنانچہ ایک قصیدہ رائیہ ہے جو مصحف عثمانی کے رسم الخط میں ہے اس کے دو سو اٹھانوے (۲۹۸) اشعار ہیں اور تیسرا ناظمۃ الزہر ہے جس میں آیات کا شمار اور ان کا اختلاف بیان کیا ہے یہ دو سو ستانوے (۲۹۷) شعروں میں ہے اور چوتھا قصیدہ دالیہ ہے اس کے پانچسو (۵۰۰) اشعار ہیں اس میں آپ نے ابن عبد البر کی تمہید کا خلاصہ کیا ہے جو بارہ (۱۲) جلدوں میں تھی۔ افسوس آپ نے تقریباً ترپن (۵۳) سال کی عمر پا کر ۲۸ جمادی الثانی ۵۹۰ھ کو اتوار کے روز عصر کے بعد مصر کے شہر قاہرہ میں وفات پائی علامہ ابو اسحاق خطیب جامع مصر نے نماز پڑھائی اور پیر کے دن مقطم پہاڑ کے قریب قرافہ صغری مقبرہ قاضی فاضل میں دفن کئے گئے حق تعالیٰ آپ کو اپنی رحمت میں چھپالے اور کشادہ جنت میں جگہ عطا فرمائے اور ہماری اور تمام مسلمانوں کی طرف سے بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے۔ علی ضباع اپنی شرح ارشاد المرید میں فرماتے ہیں کہ آپ کی قبر اب بھی معروف و مشہور ہے اور ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ لوگ اب بھی آپ کی قبر کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں اور برکات حاصل کرتے ہیں اگرچہ قراءات کو نظم میں لکھنے کے موجد ابو الحسن حصری ہیں لیکن پوری قراءات سبعہ کو سب سے پہلے آپ ہی نے نظم کیا آپ کے زمانے میں اور آپ کے بعد بہت سے اماموں نے قراءۃ پر قصیدے لکھے لیکن کوئی شاطبیہ کی گرد کو بھی نہ پا سکا۔ متاخرین کا اس پر اتفاق ہے کہ شاطبیہ کے بغیر قراءات سبعہ پر کامل عبور حاصل نہیں ہو سکتا اور گو یہ ذیل کی چند وجوہ سے مشکل کتاب ہے: (۱) عربیت بہت اونچی ہے (۲) وہ لغات استعمال کئے ہیں جو لغت کی کتابوں میں نہیں آتے (۳) خاص اصطلاحات و رموز سے کام لیا ہے جن کی وجہ سے چیستان معلوم ہوتی ہے (۴) کئی کئی مذہب ایک ایک (۱) دو دو (۲) شعروں میں بیان کئے ہیں ایک مذہب بیان کر کے دوسرا قاری کے فہم پر چھوڑ دیا ہے (۵) بعض جگہ کلمۂ قرآنی کے تلفظ کو کافی سمجھ کر حرکات ضبط نہیں کیں مگر مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ پچاس (۵۰) کے قریب شروح و حاشیہ، نکات و تکملے اس پر لکھے گئے (از شرح سبعہ و مقدمہ ارشاد المرید شرح علی قاری)

[1] اے اللہ! اے آسمان اور زمین کے بنانے والے۔ اے غائب اور ظاہر چیزوں کے جاننے والے۔ اے اس بزرگی والے گھر کے مالک اس قصیدہ سے ہر اس شخص کو نفع دے جو اس کو پڑھے۔ ۱۲ منہ

[2] امام شاطبیؒ کا مفصل ترجمہ ضمیمہ میں مذکور ہے ۱۲۔ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قصیدۂ لامیہ یعنی شاطبیہ

کا

دیباچہ

بسم اللہ - درود - وحمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱ــ بَدَأْتُ بِبِسْمِ اللّٰهِ فِي النَّظْمِ أَوَّلَا　　تَبَارَكَ رَحْمَانًا رَحِيمًا وَّمَوْئِلَا

ترجمہ:- میں نے نظم میں اول بار بسم اللہ سے ابتدا کی ہے۔ وہ اللہ بہت برکتوں (اور خوبیوں) والا ہے (اس حیثیت سے یا اس حال میں) کہ وہ بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔ (یعنی بڑی نعمتیں بھی دیتا ہے اور چھوٹی نعمتیں بھی) اور (مخلوق کے لئے) مرجع (اور ٹھکانا) بھی ہے۔

شرح:- یعنی میں اپنی نظم کی ابتداء میں سب سے پہلے بسم اللہ لایا ہوں، پھر درود پھر حمد۔ کیونکہ بسم اللہ میں اللہ کا نام ہے۔ اور اللہ بے انتہا برکتوں اور خوبیوں والا ہے۔ وہ اپنے خزانہ سے اس نظم پر بھی برکتیں نازل فرما کر اس میں نفیس اور عجیب مضامین بیان کرادیں گے۔ اور وہ رحمٰن اور رحیم بھی ہے۔ یہ دونوں پاک صفتیں بھی بسم اللہ میں موجود ہیں۔ پس وہ اپنی رحمت سے اس کو قبول فرما کر اس کے نفع کو عام اور تام کردیں گے۔ نیز اس لئے بھی اللہ کا نام لایا ہوں کہ انھیں کی طرف تمام مخلوق کا مرجع اور ٹھکانا ہے اور غلام کی توجہ تمام احوال میں اپنے آقا ہی کی طرف رہنی چاہئیے۔ خصوصاً جبکہ اس کے سوا اور کوئی آقا بھی ایسا نہ ہو۔ **شعر:**- توانی ازاں دربیر داختن　٭　کہ دانی کہ بے او تواں ساختن

فائدہ:- اس میں ناظم نے اِس حدیث پر عمل کیا ہے۔ كُلُّ أَمْرٍ ذِي بَالٍ لَمْ يُبْدَأْ فِيهِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ فَهُوَ أَقْطَعُ۔ کہ جو شاندار مقصد بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے اُس کی برکت جاتی رہتی ہے۔ اسی بنا پر سلف وخلف سب اپنی کتابوں کے شروع میں بسم اللہ اور حق تعالیٰ کی تعریف اور درود لاتے ہیں اور اس شعر میں عجیب خوبی ہے کہ ناظم نے شعر بھی پورا کردیا اور بسم اللہ کے سب الفاظ بھی لے آئے۔

النحو والعربیہ:- (ا) بَدَأَ، باء کے ساتھ بھی متعدی ہوتا ہے اور باء کے بغیر بھی۔ پہلی صورت میں قَدَّمَ کے اور دوسری تقدیر پر خَلَقَ کے معنی دیتا ہے اور اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ بھی اسی قبیل سے ہے۔ (ب) أَوَّلَا میں تین احتمال ہیں (۱) یہ کہ بَدَأْتُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا ظرف ہو ای بَدَأْتُ فِی اَوَّلِ مَرْتَبَۃٍ مِّنْ مَرَاتِبِ الْاِبْتِدَاء اور ترجمہ میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اس معنیٰ پر اَوَّلاً ثَنَّیْتُ اور ثَلَّثْتُ کی طرح شمار کے لئے ہوجاتا ہے اور معنیٰ یہ بن جاتے ہیں کہ میں نظم میں اوّل بار بسم اللہ اور دوسری مرتبہ درود اور تیسری بار حمد لایا ہوں۔ پس یہ پہلا شعر ان دونوں شعروں کے ساتھ پوری طرح مرتبط ہوجاتا ہے۔ (۲) یہ کہ اَوَّلاً نظم کی صفت ہو ای فِی النَّظْمِ الَّذِیْ ظَهَرَ مِنِّیْ اَوَّلاً اور ان دونوں صورتوں میں اوّلاً کا الف اس تنوین سے بدلا ہوا ہوگا جو مضاف الیہ کے عوض میں تھی (۳) یہ کہ اَسْبَقَ کے معنیٰ میں ہو اور وصف اور وزنِ فعل کی بنا پر غیر منصرف ہو اس صورت میں الف اطلاق کے لئے ہوگا۔ اور اَوَّلاً نظم سے حال ہوگا یعنی اس حالت میں کہ یہ نظم فن کی سب نظموں پر سبقت لے جانے والی ہے کیونکہ اس سے پیشتر اس شان کی کوئی نظم نہیں لکھی گئی جو مختصر بھی ہو اور فن کے تمام مسائل پر حاوی بھی ہو۔ اور اپنی لفظی اور معنوی خوبیوں میں بھی بے نظیر ہو۔

این سعادت بزورِ بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(ج) تَبَارَكَ بمعنی تَكَاثَرَ خَيْرُهٗ وَتَوَاتَرَ نِعْمَتُهٗ مُستانفہ ہے (د) رَحْمٰن - رَحِيْم - مُؤْئِلٌ تینوں کا نصب تمیز یا حال مؤکّدہ ہونے کی بنا پر ہے اور اظہر یہ ہے کہ ان کو اَعْنِیْ کا مفعول کہا جائے اور رحمٰن کا منصرف ہونا یا تو بعض لغات کی بنا پر ہے یا شعری ضرورت کے لئے ہے۔ (ہ) مُؤْئِلٌ چونکہ بسم اللہ کے الفاظ میں سے نہیں ہے اس لئے اس پر واؤ کا لانا مستحسن ہوگیا اور اگرچہ یہ اللہ کے ناموں میں سے نہیں ہے۔ لیکن اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ اور اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ کی طرح اس کا اطلاق بھی ذاتِ باری پر صحیح ہے۔

۲۔(ص) وَثَنَّيْتُ صَلَّى اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَى الرِّضٰى   مُحَمَّدِنِ الْمُهْدٰى اِلَى النَّاسِ مُرْسَلَا

ترجمہ:۔ اور میں نے دوسری مرتبہ یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ (یعنی) میرا رب پسندیدگی والی ذات (یعنی) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرمائے جو (امت کو) تحفہ کے طور پر دئے گئے ہیں حالانکہ وہ (تمام) لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ (تحفہ کہنے میں حدیث اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ کی طرف اشارہ ہے "میرا وجود ایسی رحمت ہے جو لوگوں کو تحفہ کے طور پر دی گئی ہے" اور مُرْسَلًا میں وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ کی طرف اشارہ ہے "ہم نے آپ کو سب لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے"۔

۳۔ وَعِتْرَتِهٖ ثُمَّ الصَّحَابَةِ ثُمَّ مَنْ   تَلَاهُمْ عَلَى الْاِحْسَانِ بِالْخَيْرِ وُبَّلَا

ترجمہ:۔ اور حق تعالیٰ آپ کی آل (اولاد اور اہل بیت) پر پھر صحابہ پر پھر ان تابعین پر بھی (رحمت نازل فرمائے) جنھوں نے احسان (خلوصِ نیت) کے طریق پر اُن (آل واصحاب) کی پیروی کی ہے۔ اس حالت میں کہ (صرف) یہ تابعین یا صرف صحابہ یا دونوں گروہ بھلائی (علم قرات اور علم حدیث وغیرہ کے پہنچانے) میں تیز بارشوں کے ساتھ تشبیہ دئے گئے ہیں (کیونکہ بارش سے زمین سبز اور شاداب ہوجاتی ہے۔ اسی طرح ان کے پہنچائے ہوئے علوم سے دلوں کو تازگی اور ارواح کو رونق اور دائمی کامیابی نصیب ہوتی ہے)۔

شرح:۔ چونکہ درود بے انتہا برکتوں والی چیز ہے اور جس کلام کے شروع اور آخر میں باری تعالیٰ کی تعریف

ؔ یعنی جو حضرات الف ونون زائدتین میں نفی فَعْلَانَةٌ کو شرط قرار دیتے ہیں انکے یہاں غیر منصرف ہے۔ اور جو حضرات اسمیں وجودِ فَعْلٰی کی شرط لگاتے ہیں انکے یہاں یہ منصرف ہے۔ ۱۲ ط۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور درود وسلام ہو اس میں کمال اور جامعیت پیدا ہو کر اس کا نفع عام اور تام ہو جاتا ہے۔ اس لئے تمام مصنفین اپنی کتابوں کے شروع اور آخر میں حمد اور درود وسلام لاتے ہیں۔ اور ناظم نے بھی اپنے تمام قصیدوں میں اسی سنت پر عمل کیا ہے۔ اور درود میں اس کے علاوہ دنیا اور آخرت کے اور بھی بے شمار منافع ہیں۔ چنانچہ ایک بار درود پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہونا۔ دس نیکیاں ملنا۔ دس درجہ بلند ہونا۔ دس گناہ معاف ہونا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل محبت پیدا ہو کر آپ کی سنتوں کی پوری پابندی میسر آنا اور اس سے حق تعالےٰ کے یہاں بھی محبوب بن جانا۔ نیز دنیا و آخرت کی بڑی بڑی مصیبتوں سے محفوظ ہو جانا۔ خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہونا وغیرہ وغیرہ بہت سے فوائد ہیں۔ یہاں ان کے بیان کا موقع نہیں ورنہ میں شرح کے مقصود سے دور چلا جاؤں گا۔ پس یہاں چند ضروری چیزیں درج کی جاتی ہیں۔

مسئلہ۔ عمر میں ایک مرتبہ درود پڑھنا فرض ہے اور کلمۂ توحید کا بھی یہی حکم ہے اور جس مجلس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ذکر کیا جائے اس میں اوّل بار تو درود پڑھنا واجب ہے اور اس کے بعد جب نام نامی آئے تو مستحب ہے۔ نیز جب آپ کا مقدس نام لکھا جائے تب زبان سے بھی درود پڑھیں اور تحریر میں بھی لائیں ورنہ تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ ابوزکریا رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک شخص حدیث لکھتے وقت کاغذ کے بچانے کی غرض سے درود نہیں لکھتا تھا۔ اس کی نحوست سے اس کے دائیں ہاتھ میں آکلہ کی بیماری پیدا ہو گئی جس سے اس کا ہاتھ گل گیا۔

مصیبت کا علاج۔ اگر آپ کسی پریشانی میں مبتلا ہیں تو درود تُنْجِیْنَا ایک ہزار مرتبہ پڑھئے انشاء اللہ پریشانی دور ہو جائے گی اور وہ یہ ہے:۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنْجِیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیٰوۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ یہ علاج خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک جہاز طوفان میں آگیا تھا۔ اور طوفان بھی انقلابیہ ہواؤں کا تھا جس سے جہاز بہت ہی کم بچتا ہے۔ سب پریشان تھے اور شیخ صالح موسیٰ الضریر بھی اسی جہاز میں تھے۔ ان کو خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درود تُنْجِیْنَا تعلیم فرما کر ارشاد فرمایا کہ جہاز والوں سے کہدو کہ اس کو ایک ہزار مرتبہ پڑھیں۔ جب یہ بیدار ہوئے تو واقعہ بیان کیا۔ جہاز والوں نے اس درود کو تین سو بار ہی پڑھا تھا کہ طوفان رفع ہو گیا۔ اور جہاز کو نجات مل گئی۔ نیز درود ذیل کو تہجد کی نماز کے بعد قبلہ رو بیٹھ کر ایک ہزار مرتبہ پڑھنا بھی دفع مصیبت کے لئے نہایت مفید ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَحُلُّ بِھَا عُقْدَتِیْ وَتُفَرِّجُ بِھَا کُرْبَتِیْ وَتُنْقِذُنِیْ بِھَا مِنْ وَّحْلَتِیْ وَتُقِیْلُ بِھَا عَثْرَتِیْ وَتَقْضِیْ بِھَا حَاجَتِیْ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے یہ دو عمل نہایت مفید ہیں۔ ۱۔ جمعہ کی رات کو دو نفل پڑھو اور ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ آیۃ الکرسی اور گیارہ بار قُلْ ھُوَ اللّٰہُ پڑھو۔ پھر سلام کے بعد یہ درود سو بار پڑھو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَسَلِّمْ۔ اس کے بعد پاک بستر پر سو جاؤ۔ اور تین جمعوں تک یہی عمل کرتے رہو۔ ۲۔ رات کو سورۃ الکوثر ایک ہزار بار پڑھ کر باوضو سو جاؤ۔ مزید تفصیل کے لئے زاد السعید مصنفہ حضرت حکیم الامۃ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ فرمائیں۔ اور اس بارے میں مولانا سید حسن صاحب دیوبندی کی کتاب ھَبْتُ النَّسِیْم نہایت جامع ہے۔ حق تعالیٰ کسی عالم کو توفیق عطا فرمائے کہ اس کا خلاصہ بطور اختصار لکھ کر طبع کرا دیں۔ میں نے بھی درود کا مضمون اُسی کتاب سے لیا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ:- (ل) عِتْرَۃٌ درخت کی وہ جڑ ہے جو اُس کے کاٹنے کے بعد باقی رہ جاتی ہے اور اس سے دوبارہ شاخیں نکل آتی ہیں اور قریبی رشتہ داروں کو بھی کہتے ہیں اور یہاں اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قرابت دار مراد ہیں جو مومن ہوں (ب) صَحَابِی - وہ ہے جس نے ایمان کی حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو اور صحبت بھی نصیب ہوئی ہو۔ اور مرتے دم تک ایمان پر قائم رہا ہو۔ درمیان میں مرتد نہ ہوا ہو۔ اور تابعی وہ ہے جس نے صحابی کی زیارت کی ہو۔ (ج) اھلِ بیت کے قرآن اور حدیث میں دو معنی آئے ہیں ۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیویاں، ۲۔ آپ کی عِتْرۃ (قریبی رشتہ دار) پس کہیں اول اور کہیں ثانی اور کسی جگہ دونوں معنی مراد ہوتے ہیں اور سورۂ احزاب کے چوتھے رکوع میں جو اہل البیت ہے اس سے صرف آپ کی پاک بیویاں مراد ہیں۔ کیونکہ پورے رکوع میں انھیں کا ذکر ہے۔ پس اس کے خلاف تفسیر کرنا قرآن مجید کی تحریف ہے اور اس کی مزید تفصیل بیان القرآن میں اسی رکوع کی تفسیر کے بعد اُنیسویں [19] فائدے میں ہے۔

النحو والعربیہ:- ثَنّٰی بِہٖ - اَیْ جَعَلَہٗ ثَانِیًا میں تعدیہ کی باء کو شعری ضرورت کی بنا پر حذف کر دیا صَلَّی اللّٰہُ لفظاً خبریہ اور معناً انشائیہ ہے اور یہ جار مقدر کی بنا پر ثَنَّیْتُ کا منصوب ہے۔ اَیْ ثَنَّیْتُ بِھٰذَا اللَّفْظِ۔ یا یوں کہو کہ قَالَ کا مفعول ہے۔ اَلرِّضٰی کا اطلاق مبالغہ کی بنا پر ہے اَیْ نَفْسُ الرِّضٰی یا اَلرَّاضِی یا اَلْمَرْضِیُّ کے معنی میں ہے۔ یا تقدیر ذِی الرِّضٰی ہے تاکہ دونوں پر صادق آسکے اور تَعَالَتْ تَرْضٰی اور تُرْضٰی۔ طٰہٰ میں انھیں دونوں معنی کی طرف اشارہ ہے اور رِضًی مقصور تو بالاتفاق مصدر ہے۔ اور رِضَاءٌ ممدود ہو تو بعض کے نزدیک اسم اور بعض کے قول پر مصدر ہے۔ مُحَمَّدٌ - محمود کا مبالغہ ہے جو وصفیت سے منقول ہو کر عَلَم بن گیا ہے اور آپ کا یہ نام آپ کے دادا عبد المطلب نے رکھ کر یہ فرمایا تھا کہ میں نے یہ نام اس لئے رکھا ہے کہ اولین اور آخرین میں ان کی تعریف ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور یہ یا تو الرِّضٰی سے بدل ہے یا عطف بیان ہے۔ اِلٰی یا تو اَلْمُھْدٰی کے متعلق ہے یا مُرْسَلًا کے ثُمَّ الصَّحَابَۃِ میں تخصیص کے بعد تعمیم ہے اور ثُمَّ ترتیب اور عطف دونوں کے لئے ہے اور علی قاریؒ کے قول پر صرف عطف کے لئے ہے۔ عَلَی الْاِحْسَانِ بِالْخَیْرِ میں عَلٰی اور باء دونوں تَلَاہُ کے یا اول تَلَاہُ کے اور ثانی وُبَّلًا کے متعلق ہے یا عَلٰی باء کے معنی میں ہے مَرَرْتُ عَلٰی زَیْدٍ کی طرح اس تقدیر پر بِالْخَیْرِ عَلَی الْاِحْسَانِ سے بدل یا اس کی تاکید ہوگا۔ وُبَّلًا وَابِلٌ کی جمع ہے۔ جو تیز بارش کے معنی میں ہے اور یہ تَلَاہُ کے فاعل یا مفعول یا دونوں سے حال ہے۔ اور چونکہ مَنْ لفظ کے اعتبار سے واحد اور معنی کے لحاظ سے جمع ہے۔ اس لئے تَلَاہُ کی ضمیر کو واحد اور وُبَّلًا کو بصیغہ جمع لائے ہیں۔ یہ اس صورت میں ہے جبکہ وُبَّلًا کو تَلَاہُ کے فاعل کا حال قرار دیا جائے اَیْ مُتَشَبِّھِیْنَ وُبَّلًا۔

۴-(ص) وَثَلَّثْتُ اَنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ دَائِمًا ۔۔۔ وَمَا لَیْسَ مَبْدُوْءًا بِهٖ اَجْذَمُ الْعَلَا

ترجمہ:- اور میں نے تیسری مرتبہ یہ بات کہی کہ تمام تعریفیں حق تعالیٰ کے لئے ہیں اس حالت میں کہ یہ تعریف ہمیشگی والی ہے (یا حق تعالیٰ ہمیشگی والے ہیں) اور جو مقصد اس (اللہ تعالیٰ کی تعریف) کے ساتھ شروع نہ کیا گیا ہو اُس کی بلندی کٹی ہوئی ہے۔

شرح:- یعنی جس مقصد اور رسالہ کے شروع میں حق تعالیٰ کی تعریف نہیں کی جاتی اُس میں سے خیر و برکت اور بلندی اور شرافت جاتی رہتی ہے۔ جیسا کہ ابو داؤدؒ نے ابو ہریرہ رضؓ سے یہی مضمون روایت کیا ہے۔ اس لئے میں بسم اللہ اور درود کے بعد تیسری مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ دَائِمًا کہکر حق تعالیٰ کی تعریف بھی کرتا ہوں۔ تاکہ مزید لطف و کرم شاملِ حال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوکر میرا یہ قصیدہ طرح طرح کی برکات سے مالامال ہوجائے

فائدہ:۔ (ا) ابتداء کی تین قسمیں ہیں حقیقی۔ اضافی۔ عرفی (ب) ابتداء کی حدیث میں بسم اللہ اور بحمد اللہ اور بذکر اللہ تینوں آئے ہیں (ج) کسی شے کا سب سے پہلے ہونا ابتداء حقیقی ہے اور بعض سے پہلے ہونا اضافی ہے گو بعض کے بعد ہو اور مقصد سے پہلے ہونا عرفی ہے۔

النحو والعربیہ:۔ اِنَّ الحَمْدَ کی تقدیر یا تو بِاَنَّ الْحَمْدَ ہے یا بِقَوْلِیْ اِنَّ الْحَمْدَ ہے۔ پہلی صورت میں اِنَّ .... کے ہمزہ پر فتحہ اور دوسری تقدیر پر کسرہ ہوگا اور اَلْحَمْدُ کی دال پر روایتًا تو نصب ہی ہے اور حکایتًا رفع بھی جائز ہے لیکن اِنَّ کو نعم کے معنے میں لیکر مرفوع قرار دینا بعید ہے۔ لِلّٰہِ اِنَّ کی خبر ہے نہ کہ اَلْحَمْدَ کی۔ دَائِمًا یا تو اَلْحَمْدُ کے مفعول مطلق مقدر کی صفت ہے اَیْ حَمْدًا دَائِمًا مُسْتَمِرًّا اَزَلِیًّا اَبَدِیًّا یا حَاصِلٌ یا حَصَلَ کی ضمیر سے حال ہے جو لِلّٰہِ کا متعلق ہے۔ اور اللہ سے حال نہیں ہے۔ جیساکہ ابوشامہؒ نے فرمایا ہے ہاں اگر حالِ مؤکدہ کہا جائے تو صحیح ہوسکتا ہے۔ بِہٖ کی ضمیر حمد کے لئے ہے نہ کہ سخاویؒ کے قول کے مطابق اللہ کے لئے کیونکہ مقام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اس بنا پر کہ بسم اللہ اور درود میں اللہ کا نام آچکا ہے جَذِمَ قطع کے معنے میں ہے۔ اور لغتًہ ذال اور زاء دونوں کے ساتھ صحیح ہے۔ اَجْذَمُ مجذم کے معنے میں ہے اور اَجْذَمُ الْعَلَاءِ حَسَنُ الْوَجْہِ کی طرح ہے۔ پس اَلْعَلَا میں تینوں اعراب جائز ہیں۔ اَلْعَلَاءُ مد کے ساتھ بلندی اور شرافت کے معنے میں ہے اور اس میں اور قصیدہ کے تمام ممدود الفاظ میں جو کسی شعر یا مصرعہ کے آخیر میں ہوں۔ حمزہؒ کی قراءت کے موافق لغتًہ قصر ہے۔ اس بنا پر کہ حمزہؒ ہر اُس ہمزہ کو جو الف کے بعد کلمہ کے اخیر میں ہو جیسے یَشَآءُ مِنَ السَّمَآءِ وقفًا الف سے بدل لیتے ہیں۔ پھر ان میں سے ایک الف کو حذف کردیتے ہیں۔ اس تحقیق کو یاد رکھو یہ بہت جگہ کام آئے گی۔ پس یہاں اَلْعَلَا میں شعری ضرورت کی بنا پر قصر نہیں ہے جیساکہ بعض کو وہم ہوگیا ہے۔ از شرح ملا علی قاریؒ ... بتصرف یَسِیْر اور جو ممدود الفاظ درمیان میں آتے ہیں اُن میں ضرورت کی بنا پر قصر ہوگا۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد قرآن مجید اور قراء کے فضائل

۵۔ وَبَعْدُ فَحَبْلُ اللّٰہِ فِیْنَا کِتَابُہٗ ۔۔۔ فَجَاھِدْ بِہٖ حِبْلَ الْعِدَا مُتَحَبِّلَا

ترجمہ:۔ اور میں تعریف اور درود کے بعد (کہتا ہوں کہ) ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ کی رسی (ان کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ) ان کی کتاب ہے۔ پس تو اس کتاب (کی دلیلوں) کے ذریعہ سے دشمنوں کی مصیبت کی کوشش کر (اس حال میں) کہ تو (ان کا) جال سے شکار کرنے والا ہو۔

شرح:۔ یعنی حمد وصلوٰۃ کے بعد یہ معلوم کرلینا بھی ضروری ہے کہ ہمارے لئے حق تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ ان کی کتاب ہی ہے کہ اسی پر عمل کرکے ہم اُن کو خوش کرسکتے ہیں۔ جب یہ بات ہے تو اس کتاب کی قوی دلیلوں کے ذریعہ دین کے دشمنوں سے مناظرہ کرکے ان کی دلیلوں کو بیکار کردینا چاہئے تاکہ وہ ایسے بے بس ہوجائیں جیسے جال میں پھنسنے کے بعد پرندہ بے بس ہوجاتا ہے۔

فائدہ:۔ (ا) پہلے مصرعہ کے متعلق یہ مضمون ہے۔ آیتؔ: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا حدیثؔ: اِنَّ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث: کِتَابُ اللّٰہِ حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ مِّنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ اور دوسرے مصرعہ کے متعلق یہ مضمون ہے ۱ آیت فَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ (سورۂ فرقان ع۵) ۲ حدیث رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ۔ (بیہقی عن جابرؓ) حدیث ستکون فتنۃ الخ (مشکوٰۃ فی فضائل القرآن عن علیؓ) (ب) قرآن مجید کو اللہ کی رسّی کہنا استعارہ اور مجاز کی بنا پر ہے اور مناسبت یہ ہے کہ جس طرح رسّی کو مضبوطی سے پکڑنے والا کنوئیں وغیرہ میں گرنے سے بچ جاتا ہے۔ اسی طرح جو شخص قرآنِ مجید پر پختگی کے ساتھ عمل کرتا ہے وہ اُس کو عذاب اور جہنم اور گمراہی کے گہرے گڑھوں میں گرنے سے بچالیتا ہے۔

النحو والعربیۃ:- ۱ بَعْدُ ظرف زمان مبہم ہے جس کی تعیین مضاف الیہ سے ہوتی ہے اور جب اس کا مضاف الیہ محذوف منوی ہوتا ہے تو یہ ضمہ پر مبنی ہوجاتا ہے اور یہاں اس کا عامل قُلْتُ مقدر ہے اور فا جعبری کے قول پر تعقیب کے لئے ہے۔ لیکن اس میں یہ شبہ ہے کہ تعقیب تو لفظِ بَعْدُ ہی سے سمجھی جارہی ہے اور ممکن ہے کہ یہ تاکید اور تابید پر محمول ہو یا اضافت کے وہم کے رفع کرنے کے لئے ہو جیساکہ یہ بھی جعبری نے بیان کیا ہے اور اظہر یہ ہے کہ فا اَمَّا مُتَوَهَّم مقدر کی بنا پر ہے اور واؤ اَمَّا کے عوض میں ہے اور دونوں کے جمع کرنے سے بھی کوئی چیز مانع نہیں ۲ حَبْل وصل اور فصل کے سبب سے استعارہ ہے اور قرآن مجید بھی معرفت اور فضیلت کا سبب ہے۔ ۳ فِیْنَا یا تو حَبْلٌ کے متعلق ہے اس بنا پر کہ یہ عہد اور وصل کے معنیٰ میں ہے اور کِتَابُہٗ خبر ہے یا فِیْنَا حَبْلٌ کی اور کِتَابُہٗ۔ ھُوَ مقدر کی خبر ہے ۴ فَجَاھِدْ کی فا سببیہ ہے اور مجاہدہ کے معنٰے ہیں کسی کام میں مقدور بھر کوشش کرنا۔ ۵ حِبْل حا کے کسرے سے داھیۃ (مصیبت) کے معنٰے میں ہے۔ ۶ الْعِدَا عَدُوٌّ کا اسمِ جمع ہے ۷ مُتَحَبِّلًا اَیْ مُتَصَیِّدًا ۸ یا لِحِبَالَۃِ وَھِیَ الشَّبَکَۃُ اور حبالہ کی جمع حبائل ہے اور حدیث اَلنِّسَآءُ حَبَائِلُ الشَّیْطَانِ بھی اسی قبیل سے ہے اور اس سے قرآن مجید کی وہ واضح دلیلیں مراد ہیں جو حضرتِ رحمٰن کی خوشنودی کا ذریعہ ہیں۔ ۸ حَبْل اور حِبْل میں صنعت تجنیس ہے۔

۶۔ وَاَخْلِقْ بِہٖ اِذْ لَیْسَ یَخْلَقُ جِدَّۃً ۔۔۔ جَدِیْدًا مُّوَالِیْہِ عَلَی الْجِدِّ مُقْبِلَا

ترجمہ:- اور قرآنِ مجید (جہاد کے لئے) کس قدر عجیب ہے کیونکہ اس کا نیا پن پرانا نہیں ہوتا۔ اس کی حالت یہ ہے۔ کہ نیا ہی معلوم ہوتا رہتا ہے (یا اس حالت میں، کہ یہ عظمت والا ہے) اس کا دوست رکھنے والا مفید مقصد پر ہے جبکہ اس کی حالت یہ ہو کہ وہ تلاوت وعمل سے اس کی طرف متوجہ ہو۔

شرح:- یعنی دشمنوں سے مناظرہ کرنے کے لئے قرآن نہایت عجیب کتاب ہے کیونکہ یہ ہر وقت نیا ہی معلوم ہوتا رہتا ہے اور یہ اس کے کتاب اللہ ہونے کا ظاہر ترین ثبوت ہے اور اس سے محبت رکھنے والا نہایت مفید کام کررہا ہے۔ جس سے آخرت میں کامل نفع پائے گا۔ لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ تلاوت اور عمل کے ساتھ اس کی طرف پوری طرح متوجہ رہے۔

فائدہ:- اس شعر کے متعلق یہ مضمون ہے ۱ قرآن مجید اللہ کی رسّی ہے اس کے عجائب ختم نہ ہوں گے اور یہ بار بار پڑھنے سے پُرانا بھی نہیں ہوگا۔ اس کو بیہقی نے مدخل میں ابن مسعودؓ سے مرفوعاً بھی نقل کیا ہے اور موقوفاً بھی ۲ قرآن مجید کے فضائل میں احادیث بے شمار ہیں لیکن ان سب میں واضح اور صحیح یہ ہے خَیْرُکُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن مجید پڑھے اور اُس کو پڑھائے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ اگر قرآن مجید کے خدام کے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فضائل میں اور کوئی بھی حدیث نہ آتی تو یہی ایک حدیث کافی تھی کہ اس میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سب سے بہتر اور برتر بتایا ہے۔ اس سے بڑھ کر کون سی فضیلت ہوگی۔ اہلِ دانش کو چاہیئے کہ اس کی قدر کریں ۲؎ ابو ذر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر آیت اِنْ تُعَذِّبْهُمْ کو پڑھتے رہے۔ ۳؎ تمیم داری رضی اللہ عنہ وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ کو ۴؎ سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ الخ کو رات بھر لوٹاتے رہے۔ ۵؎ ابو زائدہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس خلوت کے مسئلہ کے معنے دریافت کرنے کے لئے گیا۔ پس جب عشاء کی نماز پڑھ لی اور لوگ چلے گئے تو آپ نے کھڑے ہوکر نماز شروع کر دی یہاں تک کہ آیت فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا تک پہنچے۔ پھر اسی کو بار بار پڑھتے رہے حتّٰی کہ مؤذن نے فجر کی اذان پڑھ دی۔

اَلنَّحْوُ وَالْعَرَبِيَّة :- ۱؎ اَخْلِقْ بِهٖ هُوَ خَلِيْقٌ بِكَذَا سے ہے اور یہ مَآ اَخْلَقَهٗ سے زیادہ مؤکّد ہے کیونکہ یہ امر کا وزن ہونے کی بنا پر دوسرے کو تعجب پر آمادہ کرتا ہے ۲؎ اِذْ تعلیلیّہ ہے اِذْ ظَّلَمْتُمْ کی طرح اور اپنے مُعلّل کے ساتھ متعلق ہے اور اِذْ ماضی کے اور اِذَا مستقبل کے لئے آتا ہے۔ ۳؎ يُخْلِقُ یا تو افعال سے ہے یا نصر سے اور جِدَّةً اس کے فاعل سے تمیز ہے۔ ۴؎ جَدِيْدًا یا تو نئے کے معنے میں ہے یا عظیماً کے اور ثانی اولیٰ ہے۔ کیونکہ اس میں لفظی موافقت کے ساتھ معنوی مغائرت ہے جو فصاحتِ لُغویہ کو ظاہر کرتی ہے نیز تاکید سے تاسیس اولیٰ ہے۔ اور اس صورت میں یہ جَدٌّ بمعنے عظمت سے ہوگا تعالیٰ جَدُّ رَبِّنَا کی طرح۔ ۵؎ مُوَالِيْهِ حَا کے ضمہ کے ساتھ ہے اور یہی روایت ہے اور مُوَالِيْهِ عَلَى الْجِدِّ مُقْبِلًا کی ترکیبیں دو ہیں اوّل یہ کہ مُوَالِيْهِ مبتدا اور عَلَى الْجِدِّ خبر اور مُقْبِلًا خبر کی ضمیر سے حال ہے۔ دوم یہ کہ مُوَالِيْهِ جَدِيْدًا کا فاعل ہے اور عَلَى الْجِدِّ پہلا اور مُقْبِلًا دوسرا حال ہے یا مُقْبِلًا مُوَالِيْهِ کی ضمیر سے حال ہے اور عَلَى الْجِدِّ مُقْبِلًا کے متعلق ہے اور اس تقدیر پر بھی جَدِيْدًا قرآن ہی کی ضمیر سے حال ہوگا لیکن اب جدید ہونے کی صفت قاری میں پائی جائے گی اور یہ رَاَيْتُ زَيْدًا كَرِيْمًا غُلَامُهٗ کے قبیل سے ہو جائے گا کہ اس میں کَرِيْمًا زید سے حال ہے۔ لیکن کرامت کی صفت زید کے بجائے اس کے غلام میں پائی جا رہی ہے اور اس صورت میں قرآن کا جدید ہونا بدرجۂ اولیٰ اور پوری تاکید کے ساتھ ثابت ہوگا۔ یعنی قرآن مجید خود تو نیا ہے ہی کہ سننے اور پڑھنے والوں کو ہر وقت زیادہ سے زیادہ رونق دار اور خوشگوار معلوم ہوتا ہے لیکن اس کی بدولت اس کا قاری بھی نیا اور تازہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ہمنشیں اس کی صحبت سے کسی وقت بھی نہیں اُکتاتے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں اس کی مجلس زیادہ سے زیادہ میسر آئے۔ تاکہ خوب فیوض حاصل کرتے رہیں اور ہمیشہ قرآن پاک کی تلاوت سے محظوظ ہوتے رہیں ۶؎ جِدٌّ (مفید) ہزل (لغو) کی ضد ہے اور مُوَالِيْهِ عَلَى الْجِدِّ میں اس اہتمام اور کوشش کی طرف اشارہ ہے جو اسلافِ کرام قرآن پاک کے لئے برداشت کرتے تھے۔

قاری کے فضائل اور اس کے لئے بشارت

۷۔ وَقَارِئُهُ الْمَرْضِيُّ قَرَّ مِثَالُهٗ ؎ كَالَاتْرُجِّ حَالَيْهِ مُرِيْحًا وَّمُوْكَلَا

ترجمہ :- اور اس قرآن کا پڑھنے والا جو پسندیدہ ہو اُس کی مثال نارنگی کی طرح (یعنی) اس کی دونوں حالتوں کی طرح ثابت ہوئی ہے۔ اس حالت میں کہ وہ خوشبو دینے والی اور مزہ دینے والی ہے۔

شرح :- یعنی قرآن مجید کا پڑھنے والا اگر نیک اعمال کر کے حق تعالیٰ کا پسندیدہ بن جائے تو اس کی مثال حدیث

؎ اس حاشیہ کی تفصیل ضمیمہ میں دیکھیں۔ ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث: کِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ هٰذَا الْقُرْاٰنُ سَبَبٌ طَرَفُهٗ بِيَدِ اللّٰهِ وَطَرَفُهٗ بِاَيْدِيْكُمْ فَتَمَسَّكُوْا بِهٖ (مشکوٰۃ فی فضائل القرآن عن علیؓ) (ب) قرآن مجید کو اللہ کی رسّی کہنا استعارہ اور مجاز کی بنا پر ہے اور مناسبت
مَمْدُوْدٌ مِّنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ اور دوسرے مصرعہ کے متعلق یہ مضمون ہے ۱؎ آیت فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ
(سورۂ فرقان ع ۵) ۲؎ حدیث رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ (بیہقی عن جابرؓ) ۳؎ حدیث تَسْكُوْنُ فِتْنَةٌ
الخ (مشکوٰۃ فی فضائل القرآن عن علیؓ) (ب) قرآن مجید کو اللہ کی رسّی کہنا استعارہ اور مجاز کی بنا پر ہے اور مناسبت
یہ ہے کہ جس طرح رسّی کو مضبوطی سے پکڑنے والا کنوئیں وغیرہ میں گرنے سے بچ جاتا ہے۔ اسی طرح جو شخص قرآنِ مجید پر پختگی
کے ساتھ عمل کرتا ہے وہ اُس کو عذاب اور جہنم اور گمراہی کے گہرے گڑھوں میں گرنے سے بچالیتا ہے۔
النحو والعربیہ:۔ ۱؎ بَعْدُ ظرف زمان مبہم ہے جس کی تعیین مضاف الیہ سے ہوتی ہے اور جب اس کا مضاف
الیہ محذوف منوی ہوتا ہے تو یہ ضمہ پر مبنی ہو جاتا ہے اور یہاں اس کا عامل قُلْتُ مقدر ہے اور فا جعبری کے قول پر تعقیب
کے لئے ہے۔ لیکن اس میں یہ شبہ ہے کہ تعقیب تو لفظِ بَعْدُ ہی سے سمجھی جا رہی ہے اور ممکن ہے کہ یہ تاکید اور تابید پر
محمول ہو یا اضافت کے وہم کے رفع کرنے کے لئے ہو جیسا کہ یہ بھی جعبری نے بیان کیا ہے اور اظہر یہ ہے کہ فا اَمَّا مُتَوَهَّمٌ مقدر کی
بنا پر ہے اور واؤ اَمَّا کے عوض میں ہے اور دونوں کے جمع کرنے سے بھی کوئی چیز مانع نہیں ۲؎ حَبْلٌ وصل اور فصل کے سبب
سے استعارہ ہے اور قرآن مجید بھی معرفت اور نفسیات کا سبب ہے۔ ۳؎ فِيْنَا یا تو حَبْلٌ کے متعلق ہے اس بنا پر کہ یہ عہد اور
وصل کے معنیٰ میں ہے اور كِتَابُهٗ خبر ہے یا فِيْنَا حَبْلٌ کی اور كِتَابُهٗ۔ هُوَ مقدر کی خبر ہے ۴؎ فَجَاهِدْ کی فا سببیہ
ہے اور مجاہدہ کے معنیٰ ہیں کسی کام میں مقدور بھر کوشش کرنا۔ ۵؎ حِبْلٌ حا کے کسرے سے داهِيَة (مصیبت) کے
معنیٰ میں ہے۔ ۶؎ الْعِدَا عَدُوٌّ کا اسم جمع ہے ۷؎ مُتَحَبِّلًا اَیْ مُتَصَيِّدًا ۸؎ یا لِحِبَالَةٍ وَهِيَ الشَّبَكَةُ اور حبالہ کی
جمع حبائل ہے اور حدیث اَلنِّسَآءُ حَبَائِلُ الشَّيْطَانِ بھی اسی قبیل سے ہے اور اس سے قرآن مجید کی وہ واضح دلیلیں مراد
ہیں جو حضرتِ رحمٰن کی خوشنودی کا ذریعہ ہیں۔ ۹؎ حَبْلٌ اور حِبْلٌ میں صنعت تجنیس ہے۔

٦۔ وَاَخْلِقْ بِهٖ اِذْ لَيْسَ يَخْلُقُ جِدَّةً حَدِيْدًا مُوَالِيْهِ عَلَى الْجِدِّ مُقْبِلَا

ترجمہ:۔ اور قرآنِ مجید (جہاد کے لئے) کس قدر عجیب ہے کیونکہ اس کا نیا پن پرانا نہیں ہوتا۔ اس کی حالت یہ ہے کہ
نیا ہی معلوم ہوتا رہتا ہے (یا اس حالت میں، کہ یہ عظمت والا ہے) اس کا دوست رکھنے والا مفید مقصد پر ہے جبکہ اس کی حالت
یہ ہو کہ وہ تلاوت و عمل سے اس کی طرف متوجہ ہو۔
شرح:۔ یعنی دشمنوں سے مناظرہ کرنے کے لئے قرآن نہایت عجیب کتاب ہے کیونکہ یہ ہر وقت نیا ہی معلوم ہوتا رہتا ہے اور
یہ اس کے کتاب اللہ ہونے کا ظاہر ترین ثبوت ہے اور اس سے محبت رکھنے والا نہایت مفید کام کر رہا ہے۔ جس سے آخرت
میں کامل نفع پائے گا۔ لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ تلاوت اور عمل کے ساتھ اس کی طرف پوری طرح متوجہ رہے۔
فائدہ:۔ اس شعر کے متعلق یہ مضمون ہے ۱؎ قرآن مجید اللہ کی رسّی ہے اس کے عجائب ختم نہ ہوں گے اور یہ بار بار
پڑھنے سے پرانا بھی نہیں ہوگا۔ اس کو بیہقی نے مدخل میں ابن مسعودؓ سے مرفوعاً بھی نقل کیا ہے اور موقوفاً بھی ۲؎ قرآن مجید
کے فضائل میں احادیث بے شمار ہیں لیکن ان سب میں واضح اور صحیح یہ ہے خَيْرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ
تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن مجید پڑھے اور اُس کو پڑھائے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ اگر قرآن مجید کے خدام کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فضائل میں اور کوئی بھی حدیث نہ آتی تو یہی ایک حدیث کافی تھی کہ اس میں سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سب سے بہتر اور برتر بتایا ہے۔ اس سے بڑھ کر کون سی فضیلت ہوگی۔ اہلِ دانش کو چاہیے کہ اس کی قدر کریں ۳ ابو ذر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر آیت اِنْ تُعَذِّبْهُمْ کو پڑھتے رہے۔ ۴ تمیم داری رضی اللہ عنہ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ کو ۵ سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ الخ کو رات بھر لوٹاتے رہے۔ ۶ ابو زائدہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس خلوت کے مسئلہ کے معنے دریافت کرنے کے لئے گیا۔ پس جب عشاء کی نماز پڑھ لی اور لوگ چلے گئے تو آپ نے کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی یہاں تک کہ آیت فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا تک پہنچے۔ پھر اسی کو بار بار پڑھتے رہے حتّٰی کہ مؤذن نے فجر کی اذان پڑھ دی۔

اَلنَّحْوُ وَالْعَرَبِيَّة: ۱ اَخْلِقْ بِهٖ هُوَ خَلِيْقٌ بِكَذَا سے ہے اور یہ مَآ اَخْلَقَهٗ سے زیادہ مؤکّد ہے کیونکہ یہ امر کا وزن ہونے کی بنا پر دوسرے کو تعجب پر آمادہ کرتا ہے ۲ اِذْ تعلیلیّہ ہے اِذْ ظَلَمْتُمْ کی طرح اور اپنے مُعَلَّل کے ساتھ متعلق ہے اور اِذْ ماضی کے اور اِذَا مستقبل کے لئے آتا ہے۔ ۳ مُخْلِقٌ یا تو افعال سے ہے یا نصر سے اور جِدَّةً اس کے فاعل سے تمیز ہے۔ ۴ جَدِيْدًا یا تو نَئے کے معنے میں ہے یا عَظِيْمًا کے اور ثانی اولیٰ ہے۔ کیونکہ اس میں لفظی موافقت کے ساتھ معنوی مغائرت ہے جو فصاحتِ لغویہ کو ظاہر کرتی ہے نیز تاکید سے تاسیس اولیٰ ہے۔ اور اس صورت میں یہ جَدٌّ بمعنے عظمت سے ہوگا تَعَالٰى جَدُّ رَبِّنَا کی طرح۔ ۵ مُوَالِيْهِ ھا کے صلہ کے ساتھ ہے اور یہی روایت ہے اور مُوَالِيْهِ عَلَى الْجِدِّ مُقْبِلًا کی ترکیبیں دو ہیں اوّل یہ کہ مُوَالِيْهِ مبتدا اور عَلَى الْجِدِّ خبر اور مُقْبِلًا خبر کی ضمیر سے حال ہے۔ دوم یہ کہ مُوَالِيْهِ جَدِيْدًا کا فاعل ہے اور عَلَى الْجِدِّ پہلا اور مُقْبِلًا دوسرا حال ہے یا مُقْبِلًا مُوَالِيْهِ کی ضمیر سے حال ہے اور عَلَى الْجِدِّ مُقْبِلًا کے متعلق ہے اور اس تقدیر پر بھی جَدِيْدًا قرآن ہی کی ضمیر سے حال ہوگا لیکن اب جدید ہونے کی صفت قاری میں پائی جائے گی اور یہ رَاَيْتُ زَيْدًا كَرِيْمًا غُلَامُهٗ کے قبیل سے ہو جائے گا کہ اس میں کَرِيْمًا زید سے حال ہے۔ لیکن کرامت کی صفت زید کے بجائے اس کے غلام میں پائی جا رہی ہے اور اس صورت میں قرآن کا جدید ہونا بدرجۂ اولیٰ اور پوری تاکید کے ساتھ ثابت ہوگا۔ یعنی قرآن مجید خود تو نیا ہے ہی کہ سننے اور پڑھنے والوں کو ہر وقت زیادہ سے زیادہ رونق دار اور خوشگوار معلوم ہوتا ہے لیکن اس کی بدولت اس کا قاری بھی نیا اور تازہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ہمنشیں اس کی صحبت سے کسی وقت بھی نہیں اکتاتے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں اس کی مجلس زیادہ سے زیادہ میسر آئے۔ تاکہ خوب فیوض حاصل کرتے رہیں اور ہمیشہ قرآن پاک کی تلاوت سے محظوظ ہوتے رہیں ۶ جِدّ (مفید) ہزل (لغو) کی ضد ہے اور مُوَالِيْهِ عَلَى الْجِدِّ میں اس اہتمام اور کوشش کی طرف اشارہ ہے جو اسلافِ کرام قرآن پاک کے لئے برداشت کرتے تھے +

قاری کے فضائل اور اس کے لئے بشارت

۷۔ وَقَارِئُهُ الْمَرْضِيُّ قَرَّ مِثَالُهٗ　　كَالَاُتْرُجِّ حَالَيْهِ مُرِيْحًا وَّمُوْكَلَا

ترجمہ:- اور اس قرآن کا پڑھنے والا جو پسندیدہ ہو اُس کی مثال نارنگی کی طرح (یعنی) اس کی دونوں حالتوں کی طرح ثابت ہوئی ہے۔ اس حالت میں کہ وہ خوشبو دینے والی اور مزہ دینے والی ہے۔

شرح:- یعنی قرآن مجید کا پڑھنے والا اگر نیک اعمال کر کے حق تعالیٰ کا پسندیدہ بن جائے تو اس کی مثال حدیث

سے اس حاشیہ کی تفصیل ضمیمہ میں دیکھیں۔ ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ترنج کی طرح آئی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال ترنج کی طرح ہے کہ اس کی خوشبو بھی اچھی ہے اور مزہ بھی عمدہ ہے۔ (یعنی جس طرح خوشبو والے کے پاس بیٹھنے سے ہمنشینوں کا دماغ معطر ہو جاتا ہے اسی طرح قاری کے پاس بیٹھنے والے قرآن مجید سن کر ثواب سے مالامال ہوتے ہیں اور جس طرح نارنگی کا مزہ عمدہ ہے اسی طرح مومن کا باطن بھی ایمان کی وجہ سے نورانی ہے سوا قرآن و ترنج میں اس کے علاوہ دو مناسبتیں اور بھی ہیں (ل) حدیث میں ہے کہ جس گھر میں قرآن مجید پڑھا جائے اُس میں سے شیطان (جن) بھاگ جاتا ہے اور اسی طرح یہ بھی آیا ہے کہ جس گھر میں ترنج ہو اُس گھر میں جن داخل نہیں ہوتے (ب) جس طرح قرآن پاک کا ہر ہر حرف منافع اور فوائد سے پُر ہے۔ اسی طرح نارنگی کا بھی ہر جزو مفید ہے۔ حتیٰ کہ اس کا چھلکا بھی کپڑوں سے محفوظ رکھنے کے لئے کپڑوں میں رکھا جاتا ہے) ۲ اور قرآن نہ پڑھنے والے مومن کی مثال کھجور کی طرح ہے کہ اس کا مزہ تو اچھا ہوتا ہے۔ لیکن خوشبو نہیں ہوتی۔ (اسی طرح اس مومن کا باطن تو ایمان کی وجہ سے نورانی ہے لیکن تلاوت نہ کرنے کے سبب دوسروں کو نفع نہیں پہنچتا) ۳ اور قرآن پڑھنے والے منافق کی مثال ریحان کی طرح ہے کہ اس کی خوشبو تو اچھی ہے لیکن مزا کڑوا ہوتا ہے (اسی طرح اس منافق کی تلاوت سے دوسروں کو تو نفع حاصل ہوتا ہے لیکن اس کا باطن ایمان کے نور سے خالی ہے۔ پس خوشبو تو ہے لیکن مزا ندارد) ۴ اور قرآن نہ پڑھنے والے منافق کی مثال اندرائن کی طرح ہے کہ اس میں خوشبو بھی نہیں ہوتی اور مزہ بھی تلخ ہوتا ہے۔ (اسی طرح یہ منافق خود اور اُس کے ہمنشین سب تلاوت کے ثواب سے بھی محروم ہیں اور اس کا باطن بھی ایمان کے نور سے خالی ہے۔ پس خوشبو اور مزہ دونوں ندارد) اس میں اشارہ ہے کہ قاری کو چاہیئے کہ اپنے نفس کو بُری عادتوں (بخل۔ حسد۔ تکبر۔ ریا۔ کینہ وغیرہ) سے پاک کرکے اخلاقِ حمیدہ صبر و شکر و رضا و تفویض و توکل و تسلیم وغیرہ کے ساتھ مزین ہو، اور اپنے ظاہر اور باطن کو نورانی بنائے۔ تاکہ اس کا وجود مخلوق کے لئے نافع بن جائے۔

النحو والعربیہ:۔ ۱ اَلْمُرْضِیُّ یا تو قَارِئُہٗ کی صفت ہے اور قَرَّ مِثَالُہٗ الخ خبر ہے یا اَلْمُرْضِیُّ خبر ہے یعنی قرآن کا قاری اُسی کو کہنا چاہیئے جس کا طریقِ عمل بہتر اور اخلاق نہایت عمدہ ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صرف قَرَّ خبر ہو اور اس صورت میں معنے یہ ہوں گے کہ قرآن کا پسندیدہ قاری جو ہے اُس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور اس کا معاملہ درست اور صحیح رہے گویا یہ ناظم کی طرف سے قاری کے لئے دعا ہے۔ پھر مِثَالُہٗ سے[1] مستقل جملہ چلے گا ۲ اُتْرُجّ راء کے بعد نون ساکن اور جیم کی تخفیف کے ساتھ بھی ہے اور نون کے بغیر جیم کی تشدید سے بھی۔ اور ناظم نے حدیث کی موافقت کی بنا پر ثانی کو اختیار کیا ہے اور روایۃً دونوں صحیح ہیں لیکن حدیث میں ادغام کی اور شعر میں نون کے اخفاء کی روایت غالب ہے۔ اور قاموس کی تحقیق پر اُتْرُجٌّ اُتْرُجَّۃٌ تَرُنْجٌ تَرُنْجَۃٌ چاروں لغت ہیں ۳ حَالِیَہٗ اُتْرُجّ کا بَدَلُ الاشتمال ہے۔ ۴ مُرِیْحًا اَرَاحَ الطِّیْبُ اَیْ اَعْطَی الرَّائِحَۃَ سے اور مُوْکِلًا اَکَلَ الزَّرْعُ اِذَا اَطْعَمَ[2] سے ہے اور یہ دونوں اُتْرُجّ سے حال ہیں +

۸ - هُوَ الْمُرْتَضٰى اَمًّا اِذَا كَانَ اُمَّةً ... وَيَمَّمَهٗ ظِلُّ الرَّزَانَةِ قَنْقَلَا

ترجمہ:۔ وہ قاری ارادہ کے اعتبار سے بھی پسندیدہ ہو گا جبکہ وہ (خوبیوں کا) جامع ہو جائے اور ثبات (اور عقل کی پختگی) کا سایہ اس قاری (کے پاس آنے) کا ارادہ کرے گا اس حالت میں کہ وہ سایہ کسریٰ کے تاج یا ریت کے ٹیلے

---

[1] وَقَارِئُہٗ الْمُرْضِیُّ قَرَّ مِثَالُہٗ کی ایک ترکیب یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وَقَارِئُہٗ الْمُرْضِیُّ مبتدا اور قَرَّ جملہ معترضہ اور مِثَالُہٗ الخ خبر ہے۔ ۱۲ ط

[2] ای اَعْطَی الطَّعْمَ۔ ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ تشبیہ دیا گیا ہوگا۔

شرح ۔ یعنی جب یہ پسندیدہ قاری قرآن مجید کی خدمت اور تلاوت کرنے اور اس پر عمل کرنے کی وجہ سے اس قدر خوبیوں والا ہوجائے کہ جو خوبیاں لوگوں کی ایک جماعت میں متفرق طور پر پائی جاتی ہیں وہ اس میں مجتمع طور پر ہوں اور اس بنا پر وہ اس مصرعہ کا مصداق بن جائے "آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری" تو اب اس کا ارادہ بھی ایسا پاکیزہ ہوجائیگا کہ وہ اچھے ہی کاموں سے متعلق ہوگا اور بُری باتوں کا ارادہ بالکل نہیں کرے گا اور عقل کی پختگی جیسی نعمت جس کو اور لوگ بڑی تمناؤں اور کوششوں سے حاصل کرتے ہیں اس قاری کے کمالات کی وجہ سے وہ خود اس پر شیدا ہوجائے گی اور اپنے آپ کو اس کے سر کا تاج بنانا چاہے گی۔

فائدہ ۔(ا) ان دونوں شعروں سے ناظم کا مطلب یہ ہے کہ قاری کو چاہئے کہ اخلاقِ حمیدہ حاصل کرکے پسندیدہ بن جائے تاکہ وہ نرنج کی طرح ہوکر اپنے لئے بھی نافع ہوجائے اور دوسروں کے لئے بھی اور اس کا ارادہ بھی پاکیزہ ہوجائے اور عزت اس کو تلاش کرتی پھرے۔ غرض یہ ہے کہ قاری میں یہ دو وصف ہونے چاہئیں۔ ۱ سب بھلائیوں کا جامع ہو ۲ مستقل مزاج اور کامل العقل ہو۔ اور خلوص کے ساتھ قرآن مجید کی خدمت میں لگے رہنے سے یہ دونوں صفتیں نصیب ہوجائیں گی (ب) انس رضؓ سے روایت ہے۔ مَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ مَتَّعَهُ اللّٰهُ بِعَقْلِهٖ حَتّٰى يَمُوْتَ یعنی جو (اپنے سینے میں) قرآن کو جمع کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اخیر عمر تک اس کی عقل سے نفع پہونچائیں گے (یعنی اُس کی عقل بڑھاپے میں بھی بیکار نہیں ہوگی) (ج) عبدالملک ابن عمیر سے ہے کہ پہلے لوگ بیان کیا کرتے تھے۔ اِنَّ اَبْقَى النَّاسِ عُقُوْلًا قُرَّاءُ الْقُرْآنِ کہ قرآن کے قرآء ہی ایسے حضرات ہیں جن کی عقلیں تمام لوگوں سے زیادہ عرصہ تک باقی رہتی ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ (د) حَامِلُ الْقُرْآنِ حَامِلُ لِوَاءِ الْاِسْلَامِ مَنْ اَكْرَمَهٗ فَقَدْ اَكْرَمَهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَهَانَهٗ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ (دَيْلَمِي فِي مُسْنَدِ الْفِرْدَوْسِ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ)

ترجمہ ۔ صاحب قرآن اسلام کا جھنڈا لئے ہوئے ہے جو اُس کی تعظیم کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو عزت دے گا اور جو اس کی توہین کرے گا اس پر اللہ کی لعنت ہوگی۔

النحو والعربیہ ۔ ۱ اُمَّۃً لغت میں جماعت کے معنیٰ میں ہے اور کبھی اس کا اطلاق ایسے ایک شخص پر بھی ہوتا ہے جس میں بہت سی خوبیاں جمع ہوں کیونکہ وہ اکیلا بمنزلۂ جماعت کے ہوتا ہے اور کبھی اس سردار کے معنے میں بھی آتا ہے۔ جس کی لوگ پیروی کرتے ہوں اور اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً میں آخیر کے دونوں معنے مراد ہوسکتے ہیں اور پہلے معنے کا مراد نہ ہونا ظاہر ہے ۲ يَتَمَّمَهُ کا جملہ فعلیہ هُوَ الْمُرْتَضٰى پر معطوف ہے جو جملہ اسمیہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ قاری میں دو وصف ہیں اس کا ارادہ بھی پسندیدہ ہے اور عقل بھی کامل ہے۔ ۳ قَنْقَلًا مُشْتَبِهًا محذوف کا مفعول بہ ہے اور مُشْتَبِهًا حال ہے اور جن مقامات میں اسم جامد حال واقع ہوا ہے ان سب میں بھی تاویل جاری ہے چنانچہ قصیدے کے دوسرے شعر کا وُبَّلًا اور بقرہ کا ۳۲ میں وَالْفَادِ مَعْنَاهُ لِيَعْمَلَا بھی اسی قبیل سے ہے اور قَنْقَلٌ وزن کرنے کے موٹے اور بھاری پیمانے کے اور ریت کے ٹیلے کے معنے میں آتا ہے اور کسریٰ کا ایک تاج تھا اسے بھی قَنْقَل کہتے تھے اور اس تیسرے معنے پر قَنْقَلَ مُتَوَّجًا کے معنے میں ہوکر حال بنے گا۔ ۴ اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ يَتَمَّمَهُ اِذَا كَانَ اُمَّةً پر معطوف ہے اور اب معنے یہ ہوں گے کہ جب یہ قاری تمام خوبیوں کا جامع اور کامل العقل بن جائیگا تو اس بات کے لئے پسندیدہ ہوجائیگا کہ لوگ اس کی اقتدا کریں اور ارادہ کرکے اس کے پاس آئیں +

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۹- هُوَ الْحُرُّ اِنْ كَانَ الْحَرِیَّ حَوَارِیًا — لَهُ بِتَحَرِّيْهِ اِلٰی اَنْ تَنَبَّلَا

ترجمہ - وہ قاری آزاد ہے اگر وہ لائق ہو اس (قرآن مجید) کا دوست رکھنے والا (یا اس کی مدد کرنے والا) اس میں کوشش کرنے کے ساتھ یہاں تک کہ وفات پالے (یا کامل ہو جائے)

شرح :- یعنی اگر قاری اخلاق حمیدہ حاصل کر کے اپنے کو قرآن مجید کی خدمت کے لائق بنالے اور مرتے دم تک پورے فکر اور تدبُّر کے ساتھ اس کی تلاوت میں اور اس کے موافق عمل کرنے میں کوشش کرتا رہے تو اس کو دنیا اور نفسانی خواہش اپنا غلام نہیں بنا سکے گی بلکہ پھر وہ اس کی خدمت کی برکت سے حق تعالیٰ ہی کا ہو جائے گا اور ذیل کی آیات اس کو دنیا سے بالکل نفرت دلا کر آخرت کا طالب و شیدائی بنادیں گی پھر وہ ہر وقت آخرت ہی کی فکر میں لگا رہے گا اور وہ آیات یہ ہیں۔(۱) وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ (اٰل عمران ع۱۹) و(انعام ع) (۲) وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ (عنکبوت) (۳) وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ (طٰہٰ ع) (۴) زُیِّنَ لِلنَّاسِ (اٰل عمران ع) (۵) لَا یَغُرَّنَّكَ اِلٰی خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ (آل عمران ع۲)

النحو والعربیہ - ۱ هُوَ الْحُرُّ اسمیہ ہے اور اس نے اِنْ شرطیہ کو جواب سے مستغنی کر دیا اور بعض کے قول پر اِنْ اِذْ تعلیلیہ کے معنیٰ میں ہے اور حُرّ سے مراد وہ ہے جو اپنے نفس پر پوری طرح قابو رکھتا ہو۔ ۲ حَوَارِیًا یا تو کَانَ کی دوسری خبر ہے یا اَلْحَرِیَّ کی ضمیر سے حال ہے اور اس کی یا میں تَغْنًا تخفیف کی گئی ہے نہ کہ ابو شامہ اور ان کے مقلدین کی رائے کے مطابق ضرورۃً اور لِلْحَوَارِیِّیْنَ میں بھی نخعی کی قراءت یا کی تخفیف کے ساتھ ہے۔ ۳ بِاَجُوْرِ کے اور اِلٰی بِتَحَرِّیْهِ کے متعلق ہے اور اس کی اضافت فاعل (قاری) اور مفعول (قرآن) دونوں کی طرف ہو سکتی ہے اور تَحَرِّیْهِ کی ہا میں صلہ ہے +

قرآن مجید کے فضائل کی طرف رجوع

۱۰- وَاِنَّ كِتَابَ اللّٰهِ اَوْثَقُ شَافِعٍ — وَاَغْنٰی غَنَاءٍ وَّاهِبًا مُّتَفَضِّلَا

ترجمہ - اور یہ بات یقینی ہے کہ اللہ کی کتاب (سب سفارش کرنے والوں سے) زبردست سفارش کرنے والی ہے (کیونکہ اور چیزوں کی سفارش تو عذاب میں مبتلا ہونے کے بعد نجات دلائے گی اور قرآن کی شفاعت عذاب کو آنے سے پہلے ہی روک دے گی) اور سب بے پروا کرنے والی (اور کافی ہونے والی) چیزوں سے زیادہ بے پروا کرنے والی (اور کافی ہونے والی) ہے (اس حالت میں کہ بزرگی اور ثواب) دینے والی ہے (اور) زیادہ بزرگی دینے والی ہے (یا بقدر ضرورت چیز دینے والی بھی ہے اور ضرورت سے زیادہ دینے والی بھی ہے۔ یعنی اس کتاب پاک کی برکت سے دونوں قسم کی چیزیں ملتی ہیں)۔

شرح :- یعنی سفارش کرنے والی اور عذاب سے بچانے والی اور چیزیں بھی ہیں لیکن قرآن مجید ان سب میں بڑھ کر ہے کیونکہ اس کی سفارش رد نہیں کی جائے گی اور گو دنیا کے مال و دولت سے بھی کسی قدر کفایت اور بے نیازی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن قرآن مجید کے سبب ایسی غنا اور کفایت نصیب ہوتی ہے جس کے بعد محتاجگی کا نام و نشان بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باقی نہیں رہتا پس اس کی کفایت سب کفایتوں سے بڑھکر ہے نیز اس کے سچے خادم کی دنیا میں بھی عزت ہوتی ہے اور آخرت میں بھی اس کی برکت سے بلند ترین درجات عطا ہوں گے۔

فائدہ ۔ پہلے مصرعہ میں ان احادیث کی طرف اشارہ ہے۔ ۱ قرآن مجید پڑھو کیونکہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لئے سفارشی بن کر آئے گا (رَوَاہُ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ مَرْفُوْعًا) ۲ قیامت کے دن قرآن جس کی سفارش کرے گا وہ نجات پائے گا۔ ۳ قرآن مجید ایسا سفارش کرنے والا ہے جس کی سفارش مقبول ہے اور ایسا شکایت کرنے والا ہے جس کی شکایت مان لی جائے گی۔ جس نے اس کو اپنے آگے رکھا یعنی اپنا پیشوا بنایا یہ اس کو جنت کی طرف لے جائے گا اور جس نے اس کو پیچھے رکھا یعنی عمل سے غفلت کی یہ اس کو دوزخ کی طرف ہانک کرلے جائیگا (رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ عَنْ جَابِرٍ) ۴ جب انسان قبر میں داخل ہوگا تو ایک فرشتہ اس کے بائیں جانب سے آئے گا اور قرآن بھی آئیگا۔ فرشتہ کہے گا۔ مَالِیْ وَلَکَ (تو مجھے کیوں روکتا ہے واللہ یہ تجھ پر عمل نہیں کرتا تھا۔ قرآن کہے گا کیا میں اس کے سینہ میں نہیں تھا۔ سو اسی طرح کوشش کرتا رہے گا یہاں تک کہ اپنے خادم کو نجات دلا دیگا۔ (اِبْنُ مَنْدَۃَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّۃَ) اور دوسرے مصرعہ میں ان روایات کی طرف اشارہ ہے۔ ۱ قرآن مجید ایسی بے پروا کرنے والی چیز ہے جس کے بعد محتاجگی نہیں رہتی اور اس کو چھوڑ کر کفایت حاصل نہیں ہوسکتی (رَوَاہُ اَبُوْ یَعْلٰی عَنْ اَنَسٍ) ۲۔ وہ شخص ہماری جماعت سے نہیں ہے جس نے قرآن مجید سے کفایت حاصل نہ کی (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ) ۳ جس نے قرآن مجید پڑھا اور کسی دوسرے شخص کی بابت یہ خیال کیا کہ اس کو اس سے بہتر چیز ملی ہے جو مجھے ملی ہے تو اس نے چھوٹی چیز کو بڑا اور بڑی چیز کو چھوٹا سمجھا رَوَاہُ اَبُوْبَکْرِ نِ الصِّدِّیْقُ اور گویا اس حدیث کا مضمون وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَتَیْنِ سے لیا گیا ہے اور ان آیات کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ جب آپ کے پاس بڑائی والا قرآن شریف موجود ہے تو اہل دنیا کی نعمتوں کو پسندیدگی کی نظر سے نہ دیکھئے بلکہ ان پر عبرت کی نظر ڈالئے۔

النحو والعربیہ :- ۱ غَنَاءٌ غ کے فتحہ اور مد کے ساتھ کفایت کے معنےٰ میں ہے اور اس کا فعل باب افعال سے اَغْنٰی آتا ہے۔ مجرّد سے نہیں آتا اور اس شعر میں جو اَغْنٰی ہے وہ ماضی نہیں بلکہ اسم تفضیل ہے جس کا غیر ثلاثی مجرّد یعنی افعال سے بنانا قیاس کے خلاف ہے بلکہ ایسے موقعوں میں اَشَدُّ غَنَاءً اور اَتَمُّ غَنَاءً کہا جاتا ہے اور اس تقدیر پر معنےٰ یہ ہوں گے۔ اَلْقُرْاٰنُ اَلْغٰی مِنْ ذِیْ کِفَایَۃٍ یا یہ غَنِیٌّ بمعنیٰ اِسْتَغْنٰی سے ہے۔ یعنی قرآن ہر کفایت کرنیوالی چیز سے زیادہ بے نیاز ہے ۳ یا غَنِیَ بِالْمَکَانِ اِذَا اَقَامَ بِہٖ سے ہے چنانچہ کَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا بھی اسی معنےٰ میں ہے یعنی قرآن کفایت پر ہر کفایت کرنے والی چیز سے زیادہ مقیم ہے کہ ہمیشہ کافی و وافی ہے اور ہر تقدیر پر اَغْنٰی کے بعد مضاف محذوف ہوگا۔ اَیْ اَغْنٰی ذِیْ غَنَاءٍ کیونکہ اسم تفضیل اپنے مصداق کے بعض کی طرف مضاف ہوا کرتا ہے اور قرآن کفایت کا بعض نہیں ہے اور مضاف کو مقدر نہ مانیں گے تو غَنَاءٍ کا نصب ضروری ہوگا حالانکہ روایۃً صرف جر ہے سوال؛ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ غیر ثلاثی مجرد سے افعل التفضیل کا بنانا شاذ ہے حالانکہ سیبویہ سے منقول ہے کہ وہ اَعْطٰهُمْ لِلْمَالِ اور اَوْلٰهُمْ لِلْمَعْرُوْفِ کو جائز بتاتے ہیں۔ جواب جائز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ صحیح تو ہے لیکن قلیل لغت کی بنا پر ہے مشہور و جید لغت یہی ہے کہ صرف اُس ثلاثی مجرد سے بنایا جائے جو لون وعیب کے معنےٰ میں نہ ہو۔

فائدہ ۔ ناظم کے کسی شیخ نے ان سے سوال کیا کہ کیا قرآن میں غیر ثلاثی مجرد سے اسم تفضیل اَفْعَلُ کے وزن پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آیا ہے تو موصوف نے جواب میں وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ پڑھ دیا۔

۱۱- وَخَيْرُ جَلِيْسٍ لَا يُمَلُّ حَدِيْثُهٗ ۔ وَتَرْدَادُهٗ يَزْدَادُ فِيْهِ تَجَمُّلَا

ترجمہ:- اور (قرآن) ایسا بہترین ہمنشیں ہے جس کی بات ناگوار نہیں سمجھی جاتی (یعنی اس کی تلاوت سے مومن کو نہ تو ناگواری ہوتی ہے نہ نفرت) اور اس کا بار بار پڑھنا اس (قاری) میں (یا قرآن میں) خوبصورتی کو بڑھا دیتا ہے۔

شرح:- یعنی قرآن مجید ایسا ہمنشین اور ساتھی ہے جس کی ہر بات یعنی ہر آیت خوشگوار اور مزیدار معلوم ہوتی ہے اور کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے نفرت اور رنجیدگی پیدا ہوتی ہو اور اس میں یہ بات کیوں نہ ہو جبکہ حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کی شان میں احسن الحدیث (عمدہ بات) فرمایا ہے اور اس کے ہر حرف کی تلاوت پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں اور وہ فوائد حاصل ہوتے ہیں جو شمار میں نہیں آسکتے۔ بخلاف دوسرے ہمنشینوں کے کہ ان کی بعض باتیں ناگوار بھی گذرتی ہیں اور رنجیدگی اور نفرت کا سبب بھی بن جاتی ہیں پس قرآن ہی ہمنشین اور ساتھی بنانے کے لائق ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ بار بار تلاوت کرنے سے اس کی خوبصورتی اور خوشگواری پہلے سے زیادہ معلوم ہوتی چلی جاتی ہے اور دوسرے کلاموں میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ پس یہ اس بات پر کھلی دلیل ہے کہ قرآن ایسی ذات کا کلام ہے جس کے کمالات بے انتہا اور بے شمار ہیں اسی بنا پر اس کلام کے کمالات بھی ختم نہیں ہوتے۔

فائدہ۔ اس شعر میں اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ الخ کی طرف اشارہ ہے پس یہ قرآن چمکتا ہوا نور اور سچا کلام ہے اور صحیح بیان ہے اور احسان کا چراغ ہے جنت کی کنجی ہے اگر اس کا مطلب مشرح بیان کیا جائے تو شافی ہے اور مختصر بیان کیا جائے تو کافی ہے اور اگر بار بار پڑھا جائے تو حق تعالیٰ کو یاد دلانے والا ہے علوم کا دریا ہے اور عقلوں کا دفتر ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے جَمِيْعُ الْعِلْمِ فِی الْقُرْاٰنِ لٰكِنْ: تَقَاصَرَ عَنْهُ اَفْهَامُ الرِّجَالِ یعنی قرآن میں تمام علوم ہیں لیکن لوگوں کی عقلیں اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں ؏۲ امام احمد بن حنبل سے منقول ہے کہ میں نے حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا تقرب حاصل کرنے والے جن ذریعوں سے آپ کا قرب حاصل کرتے ہیں ان میں سب سے افضل ذریعہ کیا ہے فرمایا اے احمد میرا کلام ہے۔ میں نے عرض کیا کہ سمجھ کر پڑھا جائے تب یا بے سمجھے بھی۔ فرمایا سمجھ کر ہو یا بے سمجھے۔ ؏۳ قتادہ سے منقول ہے کہ جو قرآن شریف کی مجلس میں بیٹھتا ہے وہ وہاں سے زیادتی یا نقصان لیکر اٹھتا ہے گویا یہ مضمون وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ اور يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا سے لیا گیا ہے یعنی قرآن مجید عمل کرنے والے مومنین کے لئے شفا اور رحمت ہے اور عمل نہ کرنے والوں کے لئے گمراہی اور نقصان کا سبب ہے اور حدیث وَالْقُرْاٰنُ حُجَّةٌ لَّكَ اَوْ عَلَيْكَ بھی اسی کی مؤید ہے یعنی قرآن یا تو تیرے نفع کی دلیل ہوگا یا نقصان کی اور یہ شعر بھی اسی معنے میں ہے۔

زِيَادَةُ الْمَرْءِ فِیْ دُنْيَاهُ نُقْصَانٌ ۔ وَرِبْحُهٗ غَيْرَ مَحْضِ الْخَيْرِ خُسْرَانٌ

جو لوگ دنیا میں ترقی کر رہے ہیں وہ عین نقصان میں ہیں اور خالص بھلائی کے سوا جو نفع بھی کمایا جائے وہ کھلا ہوا ٹوٹا ہے۔

النحو والعربیہ۔ (۱) خَيْرٌ اصل میں اَخْيَرُ تھا پھر تخفیفاً یا کی حرکت خا کو دیکر ہمزہ کو حذف کردیا اور وزن فعل نہ رہنے کی بنا پر منصرف ہوگیا۔ (۲) لَا يُمَلُّ بصیغۂ مجہول یا تو خَيْرٌ کی صفت ہے یا جَلِيْسٍ کی اور ثانی ابلغ ہے یا مبتدائے مقدر (اَلْقُرْاٰنُ) کی دوسری خبر ہے۔ (۳) تَرْدَادُ تَرْدِيْد کی طرح رَدَّدَ کا مصدر ہے اور اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اضافت یا تو فاعل کی طرف ہے یا مفعول کی طرف۔ پہلی صورت میں ہا قاری کے لئے اور دوسری تقدیر پر قرآن کے لئے ہوگی۔ (۴) فِيهِ کی (ہا) یا تو قاری کے لئے ہے پس فِی اَصل کے موافق ظرفیت کے لئے ہوگا یا قرآن کے لئے ہے اس صورت میں فِی یا مُسَبِّبِیَہ کے معنے میں ہوگا۔ یعنی قرآن کی تلاوت کی وجہ سے قاری خوبصورت اور بارونق ہو کر مخلوق کی نظروں میں بھی محبوب بن جاتا ہے۔

قبر کے ہولناک منظر میں قرآن مجید کی روشنی

۱۲۔ وَحَيْثُ الْفَتَى يَرْتَاعُ فِي ظُلُمَاتِهِ ۔۔۔ مِنَ الْقَبْرِ يَلْقَاهُ سَنًا مُتَهَلِّلَا

ترجمہ ۔ اور جس جگہ جوان اپنی برائیوں کی اُن اندھیریوں میں ڈرے گا جو قبر سے پیدا ہوں گی۔ وہاں یہ قرآن مجید اس سے اس حالت میں ملے گا کہ روشن اور خوش ہونے والا ہوگا (یا چاند کی طرح چمکنے والا ہوگا)

۱۳۔ هُنَالِكَ يَهْنِيهِ مَقِيلًا وَرَوْضَةً ۔۔۔ وَمِنْ اَجْلِهِ فِي ذِرْوَةِ الْعِزِّ يَجْتَلَا

ترجمہ ۔ وہاں (یا اس وقت) وہ (قبر) اس (قاری) کو خوشگوار معلوم ہوگی۔ قیلولہ کی جگہ اور باغ ہونے کے اعتبار سے اور یہ (قاری) اس (قرآن) کی وجہ سے عزت کی بلندی میں جھانک کر دیکھا جائے گا (یعنی اس کا معاملہ عظیم الشان ہوگا پس وہ تمام آفات سے محفوظ رہے گا)

شرح :۔ یعنی قبر جیسی ہیبت ناک جگہ میں جہاں گنہگار انسان اپنے اعمال کی اندھیریوں سے گھبرائیگا وہاں یہ قرآن مجید اس کے لئے روشنی بن جائے گا اور اس بات پر خوش ہوگا کہ قاری کے بارے میں میری سفارش قبول ہوگئی اور اس سے قاری کی دہشت بالکل رفع ہوجائے گی اور اس وقت قبر اس کے لئے مزیدار اور آرام کی جگہ اور باغ بن جائے گی اور جنت میں اس کو ایسے بلند مکان ملیں گے کہ یہ ان میں ہوگا اور دوسرے لوگ نظریں اٹھا اٹھا کر تعجب سے اس کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ سبحان اللہ قرآن مجید کس قدر نافع ہے کہ قبر جیسی سخت منزل میں بھی رفیق اور مددگار بن کر کام آئے گا اور جنت کے بلند ترین بالاخانے بھی دلائیگا۔ پس ہمیں چاہئیے کہ اس پر پوری طرح عاشق ہوجائیں اور ہر وقت اسی کی خدمت میں لگے رہیں۔

فائدہ ۔ ان دونوں شعروں کے متعلق یہ مضمون ہے۔ احادیث ۱ فرمایا کہ میں نے جتنے منظر دیکھے ہیں ان میں قبر کا منظر سب سے زیادہ گھبراہٹ والا اور خوفناک ہے۔ عَنْ عُثْمَانَ مَرْفُوعًا۔ ۲ عثمانؓ کی حالت یہ تھی کہ جب آپ کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اتنے روتے کہ آپ کی داڑھی تر ہوجاتی تھی۔ پس آپ سے کہا جاتا کہ آپ جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں اور اس سے نہیں روتے اور اس قبر (کے دیکھنے) سے روتے ہیں تو فرماتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے پس اگر کوئی اس سے نجات پالے گا تو اس کے بعد والی منزلیں اس سے بھی آسان ہوں گی اور اگر اس سے نجات نہیں پائے گا تو اس کے بعد والی منزلیں اس سے بھی زیادہ سخت ہوں گی (رَوَاهُمَا اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ) ۳ کسی صحابی نے ایک قبر پر اپنا خیمہ لگالیا ان کو معلوم نہ تھا کہ یہ قبر ہے۔ پھر دیکھتے کیا ہیں کہ وہ کسی آدمی کی قبر ہے جو سورۃ الملک پڑھ رہا ہے حتی کہ اس نے سورت ختم کردی اس صحابی نے حضور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا یہ سورت روکنے والی ہے نجات دلانے والی ہے یہ اس کو قبر کے عذاب سے بچا رہی ہے (بترمذی عن ابن عباسؓ) اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم سورۃ الملک کو سورہ مانعہ (عذاب کے روکنے والی) کہا کرتے تھے۔ عہ سعد ابن معاذؓ کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص جس کے لئے عرش حرکت میں آیا اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دئے گئے جس کے جنازے میں ستر ہزار فرشتے شریک ہوئے اس کو بھی قبر میں نہایت سختی سے بھینچا گیا۔ پھر وہ بھینچاؤ اس سے ہٹا لیا گیا۔ عہ٥ اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ظلم قیامت کے دن بہت سی اندھیریوں کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ عہ٦ جس کی موت آگئی اس کی قیامت ابھی سے برپا ہوگئی عہ آیت۔ جنّت والے اس روز ٹھکانے کے اعتبار سے بھی بہتر ہوں گے اور آرام گاہ کے اعتبار سے بھی اچھے ہوں گے (فرقان ع بیان القرآن)۔

احادیث عہ۱ یقیناً ان دلوں پر بھی زنگ آجاتا ہے جس طرح لوہے پر زنگ آجاتا ہے اور ان کی قلعی استغفار ہے عہ۲ قبر یا تو ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے یا ایک گڑھا ہے آگ کے گڑھوں میں سے۔ عہ۳ قرآن پڑھنے والے سے کہا جائیگا کہ پڑھ اور درجوں پر چڑھ۔ یقیناً تیرے لئے ہر آیت کے بدلے ایک درجہ ہے۔ اور فی ذروۃ العز میں اسی حدیث عہ۳ کی طرف اشارہ ہے۔

النحو والعربیہ:۔ شعر عہ۱ حَیْثُ کی ث پر تینوں حرکتیں ہیں لیکن ضمہ اکثر ہے اور یہ اکثر استعمال میں اضافت کی بنا پر مبنی ہوتا ہے اور یہ ظرف مکان ہے اور بعض کے قول پر ظرف زمان ہے اور اس کا عامل یَلْقَاهُ باشباع ھا ہے عہ۲ اَلْفَتٰی شریف اور کامل الاخلاق کے معنے میں ہے اور فُتُوَّت سے ہے عہ۳ اَلْفَتٰی یَرْتَاعُ اسمیہ ہے اور یَرْتَاعُ اصل میں یَرْتَوِعُ تھا اور یہ رَوْعٌ بمعنے خوف سے ہے عہ۴ ظُلُمَات اگرچہ قبر کی ہوں گی لیکن اس کی اضافت اَلْفَتٰی کی ضمیر کی طرف اس تعلق کی بنا پر ہے کہ یہ ظلمات اس کے اعمال سے پیدا ہوں گی اور یہ ان میں گھرا ہوا ہوگا عہ٥ مِنَ الْقَبْرِ یا تو ظلمات کی صفت ہے یا حال ہے اَیْ فِیْ ظُلُمَاتِہِ النَّاشِئَۃِ اَوْ نَاشِئَۃً مِّنَ الْقَبْرِ یا یَلْقَاهُ کے متعلق ہے عہ٦ یَلْقَاهُ کی ضمیر مرفوع قاری کے اور منصوب قرآن کے لئے ہے یا اس کا عکس ہے کیونکہ ہر ایک دوسرے سے ملے گا۔ عہ۷ سَنًا مُتَہَلِّلًا دونوں یلقاہ کے فاعل یا مفعول سے حال ہیں اَیْ ذَا سَنًا یا سَانِیًا مُسْتَنِیْرًا وَبَاسِمًا مَسْرُوْرًا عہ۸ سَنَا مقصور روشنی کے اور ممدود بلندی کے معنی میں آتا ہے اور یہاں سَنَا واوی ہے سَنَا بَرْقِہٖ (نور ع) کی طرح شعر عہ۱ ۔ ھُنَا مکان قریب اور ھُنَالِکَ بعید کے لئے ہے اور کاف خطاب عام کے واسطے ہے اور یہاں اس کو زمان کے لئے بھی کہہ سکتے ہیں اور کسی نے خوب ہی کہا ہے۔ ؎

مَنْ کَانَ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَکَ فِی الثَّرَا ... بِ شِبْرَانِ فَہُوَ بِغَایَۃِ الْبُعْدِ

یعنی جو شخص مر کر خاک میں مل جائے گو اس کی قبر تم سے صرف دو بالشت کے فاصلہ پر ہو تب بھی وہ نہایت درجہ بعید ہو چکا ہے کیونکہ وہ قیامت تک تم سے نہیں ملے گا۔ عہ۲ یَھْنِیْہِ اصل میں یَھْنَؤُہٗ تھا ہمزہ کو تخفیفاً ساکن کرکے قلیل الاستعمال لغت کی بنا پر یا سے بدل لیا گیا اور اس کے مضارع کے عین میں لغتاً ضمہ اور کسرہ دونوں ہیں اور یہ یا تو ھَنَأْتُ الرَّجُلَ اِذَا اَعْطَیْتَہٗ سے ہے یا ھَنَأَنِی الطَّعَامُ اَیْ لَذَّلِیْ طَعْمُہٗ سے ہے پس یَھْنِیْہِ کے دو معنے ہوگئے۔ (ل) یَطِیْبُ لَہُ الْقَبْرُ عہ۲ یُعْطِیْہِ الْقُرْاٰنُ اول معنے پر مَقِیْلًا وَّرَوْضَۃً کو تمیز اور دوسرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معنے پر یھنیہٖ کا دوسرا مفعول کہیں گے۔ ۳ ذُرْوَۃ ہر چیز کا بلند حصہ اور اس کی ذال میں روایتاً تو ضمہ اور کسرہ ہے اور لغتاً فتحہ بھی ہے ۔ ۴ مُجتلیٰ بمعنے یُنظَرُ اِلَیہِ ظاہِراً اِجْتَلَیْتُ العُرُوسَ اِذا نَظَرْتَ اِلَیھا بارِزَۃً فی زِینَتِھا بُرُوزاً ظاہِراً سے ہے اور اس کی اصل کشف اور ظہور ہے اور جلوتُ السَّیفَ بھی اسی معنے میں ہے۔

۱۴۔ یُناشِدُ فی اِرْضائِہٖ لِحَبِیبِہٖ وَاَجْدِرْ بِہٖ سُؤْلاً اِلَیہِ مُوَصَّلا

ترجمہ:۔ یہ قرآن مجید اپنے دوست کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے بارے میں کثرت سے سوال کرے گا (یعنی یہ کہے گا کہ اس سے خوش ہوجائیے) اور یہ (قرآن مجید) کس قدر عجیب ہے اس سوال (یعنی مقصود) کے اعتبار سے جو اس قاری یا قرآن کی طرف پہونچا دیا جائے گا (یعنی قرآن کی یہ درخواست منظور ہوجائے گی اور حق تعالیٰ قاری سے خوش ہوجائیں گے)

شرح:۔ یعنی قرآن مجید حق تعالیٰ سے پوری کوشش کے ساتھ سوال کرے گا کہ آپ میرے پڑھنے والے اور دوست رکھنے والے سے خوش ہوجائیے پھر تعجب کا صیغہ لاکر فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کیسی عجیب چیز ہے کہ اس کا سوال رد نہیں ہوگا بلکہ اس کی درخواست کے موافق حق تعالیٰ قاری سے خوش ہوجائیں گے اور یہ وہ دولت ہے جو جنت کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ اس پر بھی اگر ہم قرآن پاک کی قدر نہ کریں تو ہم سے زیادہ ناشکرا کون ہوگا +

فائدہ ۔ اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو ترمذی میں ابوہریرہ سے ہے کہ قیامت کے دن قرآن مجید آکر کہے گا کہ یارب اس کو لباس پہنا دیجئے پس اس کو عزت کا تاج پہنا دیا جائے گا قرآن پھر کہے گا یارب (اس کو اور) زیادہ دیجئے پس اس کو عزت کا جوڑا پہنا دیا جائے گا قرآن پھر کہے گا یارب اس سے راضی ہوجائیے تو حق تعالیٰ اس سے خوش ہوجائیں گے۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ قرآن کہے گا کہ اے اللہ میرے دوست کے بارے میں مجھے خوش کردیجئے +

النحو والعربیہ:۔ ۱ یُناشِدُ میں چونکہ رغبت کے معنے بھی ہیں اس لئے اس کو فی کے ذریعہ سے متعدی کردیا۔ ۲ لِحَبِیبِہٖ کا لام یُناشِدُ کے متعلق ہے۔ ۳ اِرْضائِہٖ میں مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے اور ضمیر حق تعالیٰ کے لئے ہے اور فاعل مقدر ہے اَیْ فی اِرْضاءِ القُرآنِ اللّٰہَ اور ترجمہ میں اسی کو اختیار کیا ہے کیونکہ ترمذی کی روایت میں جو اَیْ رَبِّ اَرْضِ عَنْہُ آیا ہے یہ اس کے موافق ہے یا یہ کہ اِرْضاء مصدر مجہول ہے یعنی اپنے خوش کئے جانے میں کثرت سے سوال کرے گا۔ ۴ یا یہ کہ اِرْضاء کی اضافت فاعل کی طرف ہے اور ضمیر حق تعالیٰ کے لئے ہے اور حَبِیبِہٖ مصدر کا مفعول ہے اور اس پر لام اسی واسطے لائے ہیں کہ یہ مصدر کا معمول ہے۔ عَجِبْتُ مِنْ ضَرْبٍ لِزَیْدٍ کی طرح ۵ بِہٖ کی ہا قرآن یا اِرْضاء یا مُناشدت کیلئے ہے۔ ۶ سُؤْلاً مَسْئُولاً کے معنے میں ہے۔

فضائل قرآن پر تفریع

۱۵۔ فَیا اَیُّھا القارِی بِہٖ مُتَمَسِّکاً مُجِلّاً لَہٗ فی کُلِّ حالٍ مُبَجِّلا

ترجمہ:۔ پس اے وہ قاری جس کی حالت یہ ہے کہ کتاب اللہ کو مضبوط پکڑنے والا ہے اور ہر حال میں اس کو بڑا جاننے والا ہے۔ اس کی عزت کرنے والا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۶ - هَنِيئًا مَرِيئًا وَّ الِدَاكَ عَلَيْهِمَا　　مَلَابِسُ أَنْوَارٍ مِّنَ التَّاجِ وَالْحُلَا

ترجمہ :- (یہ ندا کا جواب ہے) کہ تو خوش ہو کر زندگی گذار (کیونکہ) تیرے والدین جو ہیں ان پر انوار کے لباس (یعنی) تاج اور زیور ہوں گے۔

۱۷ - فَمَا ظَنُّكُمْ بِالنَّجْلِ عِنْدَ جَزَائِهِ　　أُولٰئِكَ أَهْلُ اللهِ وَالصَّفْوَةُ الْمَلَا

ترجمہ :- (جب قاری کے ماں باپ کو تاج اور زیور ملیں گے) تو (اے قراء یا اے عوام) تمہارا کیا گمان ہے (کہ خود) اس بیٹے پر اس کے جزا دیئے جانے کے وقت (کیا کیا انعام فائز ہوں گے یعنی جو چاہو گمان کر لو مختصر یہ ہے کہ) یہ (قراء) (اللہ) کے اہل (اور مقرب) ہیں اور ایسی جماعت ہیں جو خالص اشراف ہیں۔

۱۸ - أُولُو الْبِرِّ وَالْإِحْسَانِ وَالصَّبْرِ وَالتُّقٰى　　حُلَاهُمْ بِهَا جَاءَ الْقُرْآنُ مُفَصَّلَا

ترجمہ :- (یہ حضرات) بر (اطاعت کرنے والے اور نفع پہنچانے والے) اور احسان (خلوص نیت اور دل سے نیک کام کرنے والے) اور صبر (نفس کو گناہوں اور ناجائز خواہشوں سے روکنے والے) اور تقویٰ (خدائے تعالیٰ سے ڈرنے اور شرک سے بچنے والے اور ماسوا کے وسوسہ سے دل کو خالی کرنے) والے ہیں (یہ چاروں) ان کی صفات ہیں ان کے ساتھ قرآن مبین (واضح) ہو کر آیا ہے (یعنی قرآن ان کی ان صفات کو وضاحت کے ساتھ بیان بھی کرتا ہے اور یہ صفات قرآن پاک کی زینت بھی) ہیں جس طرح جواہر سے ہاروں کی زینت ہوتی ہے۔

شرح :- قرآن مجید کے فضائل کے بعد تفریع اور نتیجہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ جو قاری ایسا ہو کہ قرآن پر عمل کرنے میں نہایت پختہ ہو اور ہر حال میں (پڑھتے ہوئے بھی اور سنتے ہوئے بھی) قرآن مجید کی تعظیم کرتا ہو اور پوری توجہ سے پڑھتا اور سنتا ہو اس کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ تو بے فکر ہو کر خوشی کے ساتھ زندگی گذار کیونکہ تجھے عنقریب ہی قیامت میں بڑی عزت حاصل ہونے والی ہے اور وہ یہ ہے کہ تیرے ماں باپ کو جنت کے تاج اور زیور ملیں گے آگے ۱۷ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالنَّجْلِ میں عام لوگوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ جب قاری کے والدین کو اتنی بڑی عزت اور کرامت نصیب ہوگی تو اب تم ہی بتلاؤ کہ ان کے اس لڑکے کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کہ اس کو کیسی کیسی نعمتیں اور درجات ملیں گے حقیقت یہ ہے کہ اس کو جو عزتیں اور مقامات اور انعامات عطا ہوں گے وہ بیان کے احاطہ سے باہر ہیں۔ البتہ ان کے درجات کا مختصر اور اجمالی بیان یہ ہے کہ یہ قراء اہل اللہ اور پسندیدہ جماعت ہے (اور ان پر ہر طرح کا انعام ہونا ظاہر ہے) ۱۸ اور اسی طرح ان کے فضائل بھی بے شمار اور بے حساب ہیں اس بارے میں بھی صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ یہ حضرات نکوکار اور خلوص والے اور صبر اور تقویٰ والے ہیں اور ان اوصاف والوں کے انعامات اور ثواب قرآن مجید کی آیات میں تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں پس ان کے فضائل کیلئے یہ بات کافی ہے کہ ان کا ذکر کتاب الٰہی میں ہے جو ابدی اور سرمدی ہے چنانچہ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ اور وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ اور وَاللهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ اور فَاِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ میں انہی اوصاف والوں کے انعامات مذکور ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ :- ۱ متمسکا میں آیت وَالَّذِیْنَ یُمَسِّکُوْنَ الخ کی طرف اشارہ ہے امام اعظم رح فرماتے ہیں کہ جو شخص خود اپنے نفس کو گناہوں سے نہیں بچاتا اس کا علم اسے نہیں بچا سکتا۔ ۲ منجملہ قرآن مجید کی تعظیم کے یہ بھی ہے کہ اس کے خادموں کی عزت کرے اور اس کے ناقلین کی توقیر کرے کیونکہ یہ حق تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اور قرآن کو توجہ کے ساتھ سنے اور اس کی تلاوت کے وقت خاموش رہے اور قاری اپنے آپ کو ان چیزوں سے بچائے جو اس کے دین کو عیب دار بناتی ہیں۔ ۳ مِنَ التَّاجِ میں حدیث مَنْ قَرَءَ الْقُرْاٰنَ وَعَمِلَ بِمَا فِیْهِ اُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ضَوْءُهٗ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِیْ بُیُوْتِ الدُّنْیَا لَوْ كَانَتْ فِیْكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِیْ عَمِلَ بِهٰذَا اَبُوْدَاؤد عَنْ مُعَاذِنِ الْجُهَنِیِّ کی طرف اشارہ ہے یعنی جس نے قرآن مجید پڑھا اور اس کے احکام پر عمل کیا اس کے ماں باپ کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی اس وقت کی روشنی سے زیادہ ہوگی جبکہ وہ دنیا کے گھروں میں آجائے پس تمہارا خود اس کی بابت کیا خیال ہے جس نے اس پر عمل کیا ہوگا اور وَالْحُلَا میں حدیث یُكْسٰی وَالِدَاهُ حُلَّةً لَا تَقُوْمُ لَهَا الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا مُسْنَد بَقِیِّ بْنِ مَخْلَد عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض کی طرف اشارہ ہے یعنی اس کے ماں باپ کو ایسا جوڑا پہنایا جائے گا کہ دنیا اور اس کی تمام نعمتیں بھی اس کی قیمت نہیں بن سکیں گی ۵ اَہْلُ اللّٰہِ میں حدیث اِنَّ لِلّٰہِ اَهْلِیْنَ قِیْلَ مَنْ هُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَهْلُ الْقُرْاٰنِ هُمْ اَهْلُ اللّٰہِ وَخَاصَّتُهٗ ابن ماجہ عن انس کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے اہل (خاص متعلقین) بھی ہیں دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ وہ کون ہیں فرمایا کہ اہل قرآن اللہ کے اہل اور اس کے برگزیدہ حضرات ہیں ۶ الملا میں اَشْرَافُ اُمَّتِیْ حَمَلَةُ الْقُرْاٰنِ وَاَصْحَابُ اللَّیْلِ (عن ابن عباس) وَفِیْ رِوَایَةٍ قُرَّاءُ الْقُرْاٰنِ وَقُوَّامُ اللَّیْلِ اور حَمَلَةُ الْقُرْاٰنِ عُرَفَاءُ اَهْلِ الْجَنَّةِ عَنْ عَلِیٍّ وَّ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّغَیْرِهِمَا کی طرف اشارہ ہے یعنی میری امت کے اشراف قرآن مجید کے خدام اور شب بیدار لوگ ہیں اور ایک روایت میں یہ ہے کہ قراء قرآن اور رات کے قیام کرنے والے حضرات ہیں اور تیسری روایت میں ہے کہ قرآن کے ناقلین اہل جنت کے سردار ہوں گے نیز آیت ثُمَّ اَوْرَثْنَا الخ کی طرف اشارہ ہے پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے اس کام کے لئے چن لیا تھا۔

النحو والعربیۃ :- شعر ۱۵۔ ۱ اَلْقَارِیْ کے ہمزہ کو ضرورت کی بنا پر ساکن کرکے یا سے بدل لیا اور اس کے بعد کے تینوں منصوبات اسی کی ضمیر سے حال ہیں کیونکہ یہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْ قَرَءَ الْقُرْاٰنَ کے معنے میں ہے۔ ۲ اِجلال اور تَبْجِیْل قریب المعنیٰ ہیں۔ شعر ۱۶۔ ۱ ہَنِیْ اس عمدہ اور مزیدار چیز کو کہتے ہیں جو آفتوں سے خالی اور کدورتوں سے پاک اور صاف ہو اور آسانی سے مل جائے ۲ مَرِیْ وہ چیز ہے جس کا انجام اچھا ہو اور حلق میں آسانی سے اتر جائے اور اصل کے اعتبار سے ہنی اور مری دونوں طعام اور شراب کے اوصاف میں سے ہیں پھر مجازاً ہر ایک خوشی کی چیز کے لئے پر مبارکبادی کے معنے میں مستعمل ہونے لگے اور یہاں تقدیر عِشْ عَیْشًا هَنِیْئًا مَرِیْئًا ہے ۳ مَلَابِسُ اُس مَلْبَسٌ کی جمع ہے جو میم اور بے کے فتحہ کے ساتھ ہے اور یہ لُبْسٌ کی طرح مصدر ہے یا مِلْبَسٌ کی جمع ہے جو میم کے کسرہ اور ب کے فتحہ کے ساتھ ہے اور مِلْبَسٌ اور لِبَاسٌ پہننے کی چیز کو کہتے ہیں چنانچہ مِئْزَرٌ اِزَارٌ اور مِلْحَفٌ لِحَافٌ بھی مِلْبَسٌ اور لِبَاسٌ کے ہم وزن ہیں اور اَنْوَار کی طرف اس کی اضافت مُلَابَسَت کی بنا پر ہے۔ ۴ مِنَ التَّاجِ وَالْحُلَا مَلَابِس کا بیان اور اس سے حال ہے اور اَلْحُلَا یا تو حِلْیَةٌ کی جمع ہے اور یہ وہ ہیئت ہے جو زیور کے پہننے سے حاصل ہوتی ہے یا حُلَّةٌ کی جمع ہے اور تضعیف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے دوسرے حرف کو حرف علت سے بدل لیا ہے جو ضرورتاً جائز ہے اور حدیث میں جو یُکْنٰی وَالِدَاہُ حُطَیْئَۃ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ شعر ۱۷ ع ۱ فَمَا ظَنُّکُمْ اسمیہ انشائیہ ہے اور امر کے معنٰی میں ہے اَیْ ظُنُّوْا بِہٖ مَا شِئْتُمْ ظنّ کے دونوں مفعول محذوف ہیں اَیْ مَاتَظُنُّوْنَہٗ وَاقِعًا اور عِنْدَ اسی وَاقِعًا مقدّر کا ظرف ہے ع ۲ نَجْل (نسل) بیٹے پوتے کے معنٰی میں ہے اور واحد اور جمع دونوں میں مستعمل ہے چنانچہ جَزَاؤُہٗ میں نَجْل کے لفظ کی اور اُولٰئِکَ میں معنٰی کی رعایت ہے ع ۳ اَھْلُ رَکْبٌ اور رَھْطٌ کی طرح اسم جمع ہے اور حدیث میں اِنَّ لِلّٰہِ اَھْلِیْنَ اور سورۂ فتح کے وَاَھْلُوْنَا اور اِلٰٓی اَھْلِیْھِمْ اَبَدًا میں جمع سالم کے صیغے سے آیا ہے اور ممکن ہے کہ ناظم نے بھی جمع سالم ہی کا صیغہ استعمال کیا ہو لیکن کاتب نے اسم جمع سمجھ کر واو کے بغیر لکھدیا ہو ع ۴ اَلصَّفْوَۃُ ہر وہ چیز جو خالص ہو اور اس کے صاد پر تینوں حرکتیں ہیں لیکن روایۃً ضمّہ نہیں ہے اور اصفہانی کے قول پر فتح فصیح تر اور کسرہ صحیح تر ہے اور سخاوی کے نزدیک یہ صَفِیٌّ کی جمع ہے صَبِیٌّ اور صِبْیَۃٌ کی طرح اور اَلصَّفْوَۃُ سے مراد خاصّہ ہیں جیساکہ حدیث میں ہے اَھْلُ الْقُرْاٰنِ ھُمْ اَھْلُ اللّٰہِ وَخَاصَّتُہٗ اور حدیث ہی کی موافقت کیلئے اس پر واؤ لائے ہیں اور اس کی تقدیر وَالْمَجْمُوْعُ الصَّفْوَۃُ ہے ع ۵ اَلْمَلَاَ مَھْمُوْزُ اللَّامِ ہے اور اشراف کے معنٰی میں ہے اس کا ہمزہ وقفی سکون کی بناپر الف سے بدل گیا ہے اور مِلْءٌ سے ہے جو بھرنے کے معنٰی میں ہے اور مناسبت یہ ہے کہ اشراف بھی سینوں کو رعب اور جلال سے اور آنکھوں کو جمال سے اور محفل کو خدام سے پُر کر دیتے ہیں۔ شعر ۱۸ ع ۱ اُولُوا الْبِرِّ یا تو بحذف عاطف اُولٰئِکَ کی خبر پر معطوف ہے یا ھُمْ مقدر کی خبر ہے ع ۲ تُقًی اصل میں وُقًی تھا وَقٰی یَقِیْ سے پھر اس کی واو کو تا سے بدل دیا اور وِقَایَۃٌ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ مُتَّقِیْ بھی اپنے آپ کو دوزخ سے بچاتا ہے ع ۳ حُلَاھُمْ اَیْ صِفَاتُھُمْ مبتدا ہے یا اس کی تقدیر ھٰذِہٖ حُلَاھُمْ ہے یا پہلے چاروں اسموں کی صفت ہونے کی بناپر مجرور المحل ہے ع ۴ بِھَا جَآءَ کے متعلق ہے ع ۵ مُفَصَّلًا یا تو تَفْصِیْلٌ بمعنٰی تَبْیِیْنٌ سے ہے یا تَفْصِیْلُ الْقَلَائِدِ یا لُغَرَائِدِ کے باب سے ہے جو تَزْیِیْنٌ کے معنٰی میں ہے جیساکہ امرؤ القیس کے شعر میں ہے۔

فَاَدْبَرْنَ کَالْجَزْعِ الْمُفَصَّلِ بَیْنَہٗ ✦ بِجِیْدٍ مُّعَمٍّ فِی الْعَشِیْرَۃِ مُخْوَلٖ[۱]

ایضاً اِذَا مَا الثُّرَیَّا فِی السَّمَآءِ تَعَرَّضَتْ ✦ تَعَرُّضَ اَثْنَآءِ الْوِشَاحِ الْمُفَصَّلِ[۲]

اور بعض نے ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ (سورۂ ہود ع ۱) کی تفسیر میں بھی یہی معنٰی بیان کئے ہیں ای فُصِّلَتْ بِدَلَائِلِ التَّوْحِیْدِ وَالْاَحْکَامِ وَالْمَوَاعِظِ وَالْقَصَصِ اور ممکن ہے کہ ناظم نے بھی یہی معنٰی مراد لئے ہوں کیونکہ قرآن مجید میں ابرار اور کفار دونوں کا ذکر ہے پس ابرار کی صفات ان جواہر کی طرح ہیں جو ہاروں میں زینت کیلئے لگائے جاتے ہیں اور یہ فرق خود قرآنی عبارت کے اعتبار سے ہے کہ بعض حصّے چاندی کے ٹکڑوں کی طرح ہیں اور بعض جواہر کے مانند ہیں ورنہ ہمارے اعتبار سے تو دونوں برابر ہیں کیونکہ دونوں حصّے کلام الٰہی ہیں۔

فائدہ:- (اَلْمَلَاَ کی مفید تحقیق میں) یہ لفظ قرآن مجید میں بھی بہت جگہ آیا ہے اور سب جگہ اشراف کے معنٰی میں ہے اور قصیدہ میں میم کی تینوں حرکتوں کے ساتھ بیس ۲۰ جگہ آیا ہے۔ چھ ۶ جگہ تو مَلَاً میم کے فتحہ سے فَعَلٌ کے وزن پر ہے اور وہ یہ ہیں:- ع ۱ (دیباچہ ۱۸) ع ۲ (آل عمران ۳۴) ع ۳ (مائدہ ۶) ع ۴ (ہود ۵) ع ۵ (کہف ۲۵) ع ۶ (باب المخارج والصفات ۲۱) ان سب میں وقفی سکون کی بناپر لام کلمہ کی ہمزہ الف سے بدل گئی ہے اور سب جگہ اشراف کے معنٰی میں ہے لیکن آل عمران میں دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اصل میں مَلَآءٌ بفتحہ میم فَعَالٌ کے وزن پر ہو

[۱] سورۂ دہر کا وِلدان دیکھی ہم کو دیکھ کر ایسے حال میں بھیجے کو تو میں کہ وہ سفید وسیاہی آمیز یمانی مہرہ کے اور کیسے طرح خوبصورت بقیس جس کے موتیوں میں سونے سے فاصلہ دیا گیا ہو اور وہ ہار ایک ایسے عجیب الطرفین لڑکے کی گردن میں پڑا ہوا ہو جو چچاؤں اور ماموؤں والا ہو (التعلیقات علی المعلقات) ۱۲

[۲] میں اس محبوبہ کی طرف اُس وقت آگے بڑھا۔ جبکہ ثریا کا کنارہ آسمان پر ایسا ظاہر ہوا جیسا موتیوں کے مفصل و مزین ہار میں سونے وغیرہ کے دانے خوب نمایاں معلوم ہوتے ہیں۔ ۱۲۰ (ایضاً)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اصل میں ممدود ہو پھر حمزہ کی قراءت کے موافق وَقْفاً قصر کر لیا گیا ہو اس صورۃ میں یہ معایَنہ اور ظہور کے معنے میں ہوگا ان میں سے ۱ اور ۲ تو ماقبل کی صفت ہے اور ۳ اور ۴ مضاف الیہ ہے اور ۵ یا توشعبہ کا مضاف الیہ ہے یا سَكَنُوا کی ضمیر سے بدل ہے اور چار جگہ مِلَاءٌ میم کے کسرہ اور مد کے ساتھ فِعَالٌ کے وزن پر آیا ہے اور چاروں میں حمزہ کی قراءت کے موافق وقفاً قصر ہے (آل عمران ۱۰) ۲ (مائدہ ۱۵) ۳ (اعراف ۳۰) ۴ (الکہف ۱۲) ان میں سے ۲ میں تو مَلآن کی جمع ہے اور صفت ہے یعنی علم سے بھرے ہوئے اور باقی ۲ میں مَلِيٌّ بمعنی غَنِيٌّ وقَوِيٌّ وثِقَةٌ کی جمع ہے اور ۱ میں یا اِتْهمَا کی یا اَنْصَارِيَ کی اور ۲ و ۴ میں نَفَرٍ کی صفت ہے نیز ۴ میں تمیز بھی ہو سکتا ہے اور دس جگہ مُلَآءٌ میم کے ضمہ اور مد کے ساتھ فُعَالٌ کے وزن پر ہے اور یہ مُلَاءَةٌ بمعنے مِلْحَفَةٌ (چادر) کی جمع ہے اور مراد دلائل ہیں اور مناسبت یہ ہے کہ جس طرح چادر گرمی اور سردی سے بچاتی ہے اسی طرح دلائل بھی مدلول کو اعتراض سے محفوظ رکھتے ہیں اور وہ مقامات یہ ہیں ۱ (باب یاءات الاضافۃ ۱۶) ۲ (مائدہ ۱۳) ۳ (انفال ۶) ۴ (یونس ۱۲) ۵ (ابراہیم ۵) ۶ (الکہف ۱۰) ۷ (کہف ۲۴) ۸ (اِسراء ۱۱) ۹ (مریم ۷) ۱۰ (محمد سے رحمٰن تک ۶)

۱۹ - عَلَيْكَ بِهَا مَا عِشْتَ فِيهَا مُنَافِسًا ... وَبِعْ نَفْسَكَ الدُّنْيَا بِأَنْفَاسِهَا الْعُلَا

ترجمہ:- تو ان (مذکورہ بالا نفیس) صفتوں کو لازم (اور مضبوط) پکڑلے جب تک تو اس (دنیا) میں زندہ رہے اس حالت میں کہ تو ان (کے حاصل کرنے) میں (اوروں پر) غالب آنے والا ہو اور تو ان صفات کی بلند خوشبوؤں کے بدلے اپنے حقیر نفس کو بیچ ڈال +

شرح:- یعنی تو اپنی زندگی بھر ان صفتوں پر پختگی کے ساتھ جما رہ یہ نہ ہو کہ کبھی ان کے حاصل کرنے کا شوق ہو جائے اور کبھی ان کی طرف سے غفلت اختیار کرے کیونکہ اسطرح ان سے انکا اصلی فائدہ حاصل نہ ہوگا اور اگر فانی اور حقیر نفس کے ناپائیدار آرام و راحت کے مقابلہ میں ہمیشہ باقی رہنے والی اور اعلیٰ درجہ کی چیز حاصل ہو جائے تو یہ ایسی ترقی ہے جس کے مقابلہ میں ہفت اقلیم کی سلطنت بھی ہیچ ہے اور نفس کے بیچنے سے مراد یہ ہے کہ اس کو پوری محنت کے ساتھ خدائے تعالیٰ کے احکام کی پابندی کا عادی بناؤ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہوگی اور یہ محنت اور مجاہدہ نہایت خوش مزہ چیز ہے لیکن اس کی قدر وہی جانتے ہیں جنہوں نے اس کو چکھا ہے بقول شاعر، ع

لذت اس مئے کی نہ پہچانو گے جب تک نہ پیو ... ہم قسم کھا کے خدا کی یہ کہے دیتے ہیں

در رہِ وادیِ لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں + ... شرط اول قدم آن ست کہ مجنوں باشی

اے دل آں بہ کہ خراب ازمئے گلگوں باشی + ... بے زر و گنج بصد حشمت قاروں باشی

اور نفس کو حقیر اس لئے کہا ہے کہ یہ آغاز و انجام میں غور نہ کرنے کے سبب ذلیل اور بے قدر بن گیا ہے۔ اور کسی نے کیا خوب کہا ہے:-

مَا بَالُ مَنْ اَوَّلُهُ نُطْفَةٌ ... وَجِيفَةٌ آخِرُهُ يَفْخَرُ

لَا فَخْرَ اِلَّا فَخْرُ اَهْلِ التُّقٰى ... غَدًا اِذَا ضَمَّهُمُ الْمَحْشَرُ

یعنی تعجب ہے کہ وہ شخص بھی بڑا بنتا ہے جس کی حالت یہ ہے کہ شروع میں تو نطفہ تھا اور اخیر میں مردار بن جائیگا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اچھا یہاں بڑائی کرلیں کل جب سب لوگ محشر میں جمع ہوں گے اس وقت اہل تقویٰ کے علاوہ سب کی بڑائی ختم ہو جائے گی اور اس اُنیسویں شعر کے الفاظ بھی بدیع ہیں اور معنے بھی جلیل القدر ہیں اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ ناظم اللہ کے ولی تھے (ابراز المعنی لابی شامۃ)

فائدہ :- اس شعر میں نحل کے تیرہویں رکوع کی آیت مَنْ عَمِلَ صَالِحاً الخ کی اور ان دو حدیثوں کی طرف اشارہ ہے ۱ تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جن کی عمریں دراز ہوں اور اعمال اچھے ہوں۔ ۲ بعض روایات میں علی کرم اللہ وجہہ سے ہے کہ مومن کی بقیہ عمر نہایت بیش قیمت ہے جس کے ذریعہ سے ان اعمال کی تلافی کر سکتا ہے جو اس سے فوت ہو گئے ہیں اور اپنی ان روحانی قوتوں کو زندہ کر سکتا ہے جن کو مردہ کر چکا ہے۔

النحو والعربیہ :- ۱ فیھا کا تعلق یا تو عِشْتَ کے ساتھ ہے اَیْ عِشْتَ فِی الدُّنْیَا اور چونکہ عِشْتَ دنیا پر دال ہے اس لئے وہ مذکور کے مانند ہوگی یا مُنَافِساً کے ساتھ ہے اور مُنَافَسَتْ کے معنی ہیں رغبت اور شوق کے سبب کسی چیز میں مزاحمت کرنا اور دوسروں سے پہلے حاصل کرنے کی کوشش کرنا ۲ الدُّنْیَا ادنیٰ کا مونث ہے ۳ اَنْفَاس نَفَسْ بفتحہ فا کی جمع ہے۔ اَیْ بِاَرْوَاحِ طِیْبِھَا اور ضمیر کی ہا حُلَاھُمْ کے لئے ہے جو پہلے شعر میں ہے۔ ۴ العُلا عین کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ اور اس میں دو وجہ ہیں ۱ یہ کہ عُلْیَا کی جمع ہو جو اعلیٰ کا مؤنث ہے اس صورت میں تو یہ لفظاً اور معناً اپنے موصوف کے مطابق ہوگا ۲ یہ کہ مصدر ہو جس طرح علاء عین کے فتحہ اور مد اور ہمزہ کے ساتھ بھی مصدر ہے اس صورت میں العُلا رَجُلٌ عَدْلٌ کے باب سے ہوگا اَیْ ذَوَاتِ العُلاَ اور پہلی وجہ اولیٰ ہے۔ عُلا کی اس تحقیق کو خوب یاد کر لو۔ کیونکہ یہ قصیدے میں بہت جگہ آئیگا (ابراز)

قراءت کے علماء کی تعریف اور محسن شناسی اور شکر گذاری کے طور پر اُن کے لئے دُعا

۲۰- جَزَى اللّٰهُ بِالْخَيْرَاتِ عَنَّا اَئِمَّةً ۔ لَنَا نَقَلُوا الْقُرْآنَ عَذْباً وَّسَلْسَلَا

ترجمہ :- حق تعالیٰ ہماری طرف سے ان اماموں کو بہت سی بھلائیوں کے ساتھ جزا دے جنھوں نے ہمارے لئے قرآن مجید کو نقل کیا جس کی حالت یہ ہے کہ شیریں اور صاف ہے (یا آسان ہے)

شرح :- یعنی جن اماموں نے قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کر کے ہم تک پہونچایا ہے ان کا بھی ہم پر بڑا احسان ہے اس لئے ناظم نے تنبیہ فرمائی کہ پچھلے لوگوں کو چاہیئے کہ پہلوں کی تعظیم کریں اور ان کیلئے دعاء خیر کریں۔ اور انسانی فطرت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ محسن کے احسان کی قدر کی جائے اور وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِھِمْ (حشر ع۱) میں حق تعالیٰ نے بھی سلف کی تعظیم کے واجب ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

فائدہ :- ۱ احادیث۔ ۱ جو شخص تمہارے ساتھ احسان کرے تم اس کو بدلہ دو پس اگر بدلہ دینے کی طاقت نہ پاؤ تو اس کیلئے دعا ہی کر دو۔ ۲ جس کے ساتھ کسی نے احسان کیا پھر اس نے احسان کرنے والے سے جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْراً کہا اس نے اس کی تعریف کا پورا حق ادا کر دیا۔

فائدہ :- ۲ (الف) قراءت کے نقل کرنے والے امام چاروں خلفاء اور صحابہ کی ایک جماعت اور تابعین کے بہت سے گروہ ہیں جو مختلف مقامات کے رہنے والے ہیں اور اصل یہ ہے کہ اسلاف کرام کو قرب الٰہی کی دولت بدرجہ کمال حاصل تھی اس کی برکت سے ان کے حوصلے نہایت فراخ اور ہمتیں بہت بلند تھیں وہ قرآن و حدیث کے لفظی اور معنوی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمام علوم کے جامع تھے وہ قاری بھی تھے اور مفسر بھی فقیہ بھی تھے اور غازی بھی۔ مجاہد بھی تھے اور زاہد بھی متقی بھی تھے اور عابد بھی۔ پھر بعد کے لوگوں میں چونکہ قرب کے درجے میں کمی آگئی اس لئے ان کے حوصلے اس قدر فراخ نہیں رہے۔ ان حضرات نے اپنی اپنی استعداد اور سمجھ کے مطابق ایک ایک علم کو اختیار کیا اور اس میں ماہر بن گئے کوئی قراءت کی طرف مائل ہوا کوئی تفسیر کی طرف۔ کسی نے حدیث میں کمال حاصل کیا۔ کسی نے فقہ میں کوئی صرفی بن گیا کوئی نحوی۔ اور بعض خلوت نشین درویش بن گئے۔ (ب) اس مقام پر ملا علی قاری رحمہم اللہ نے جعبری رح کی ایک تقریر نقل کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ امام وہ ہے جس میں ذیل کی صفات پائی جاتی ہوں ۱ کلام مجید نہایت پختہ یاد ہو ۲ ہمیشہ اس کے درس میں مشغول ہو ۳ الفاظ کی تجوید میں بھی پوری طرح ماہر ہو ۴ تجوید کی ابتدائی اور انتہائی تمام چیزوں سے واقف ہو ۵ قراءات اور روایات بھی خوب ضبط ہوں ۶ نحوی ترکیب اور لغوی تحقیق میں بھی ماہر ہو ۷ اشتقاق و صرف سے بھی واقف ہو ۸ ناسخ و منسوخ میں بھی پورا رسوخ حاصل ہو ۹ قرآن کی تفسیر اور تاویل میں بھی پورا ملکہ ہو ۱۰ مسائل کے نقل کرنے میں اپنی رائے اور محض صرف و نحو کے قواعد کو دخل نہ دیتا ہو ۱۱ صاحب وقار اور مستقل مزاج ہو ۱۲ مجسم حیا ہو۔ عادل ہو اور شیطانی فریب کے سمجھنے کے لئے پورا ہوشیار ہو ۱۳ پرہیزگار ہو دنیا سے نفرت رکھتا ہو اور آخرت کی طرف پوری طرح متوجہ ہو ۱۴ حق تعالیٰ سے قریب ہو۔ جس میں یہ سب صفات ہوں وہی اس لائق ہے کہ اس کی طرف رجوع کیا جائے اور اس کی تحقیق پر اعتماد کیا جائے اس کے قول کی پیروی کی جائے اور اس کے افعال سے ہدایت حاصل کی جائے اور قراء سبعہ جن کا ذکر آگے آرہا ہے ان میں یہ تمام صفات موجود تھیں +

النحو والعربیہ :- ۱ جملہ جَزَی اللّٰہُ لفظاً خبریہ اور معناً انشائیہ ہے اور جزیٰ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے وَجَزٰھُمْ بِمَا صَبَرُوْا کی طرح اور ناظم نے دوسرے مفعول (خیرات) پر با زیادہ کی ہے اور یہ خَیْرَۃٌ کی جمع ہے جو ہر چیز کے فاضل حصہ کے معنے میں ہے ۲ لَنَا یا تو نَقَلُوْا کا معمول ہے یا اَئِمَّۃً کی صفت ہے ۳ عَذْبًا وَّ سَلْسَلًا یا تو نَقْلاً مقدر کی صفت ہیں یعنی اس طرح نقل کیا ہے جو کمی اور زیادتی اور تبدیل و تحریف سے پاک ہے یا اَلْقُرْاٰنَ کا حالِ لازمہ ہے یعنی جس طرح نقل کیا تھا اب تک بھی اسی شیرینی پر ہے اس میں ذرا بھی تغیر نہیں ہوا ۴ قرآن یا تو کتاب کا نام ہے یا مصدر ہے جیسا کہ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَہٗ میں ہے اور اس سے مراد اصول اور وجوہ اور قراءات اور روایات ہیں اور قراءت کی نقل میں شیرینی یہ ہے کہ انھوں نے اس میں رائے کو ذرا بھی دخل نہیں دیا اور صحیح سند سے ثابت ہے اور رسم عثمانی اور عرب کے لغت کی فصیح وجہ کے موافق ہے ۵ عَذْب عمدہ پانی سَلْسَل وہ جو حلق میں آسانی سے اُتر جائے +

۲۱ - فَمِنْھُمْ بُدُوْرٌ سَبْعَۃٌ قَدْ تَوَسَّطَتْ سَمَاءَ الْعُلٰی وَالْعَدْلِ زُھْرًا وَّ کُمَّلًا

ترجمہ :- پس ان بہت سے اماموں میں سے بعض ایسے چاند ہیں جو سات ہیں جو بلندی اور عدل و صداقت کے آسمان کے درمیان پہونچ گئے ہیں۔ جن کی حالت یہ ہے کہ منور اور کامل ہیں +

شرح :- یعنی ان ناقلین میں سے قراء سبعہ بھی ہیں جو ظاہر اور مشہور ہونے میں اس چاند کی طرح ہیں جو آسمان کے درمیان ہوتا ہے کیونکہ اس وقت چاند کی روشنی ہر طرف برابر پہونچتی ہے اس لئے خوب ظاہر ہو جاتا ہے اور اس کا نفع بھی نہایت کامل ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ آئمہ بھی پوری طرح مشہور ہیں اور علم میں کامل اور بلند شان والے ہیں اور ان کے فیوض عالم کے تمام اطراف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں پہونچ گئے ہیں اور ان کو شموس کے بجائے بدور (چاند) اس لئے فرمایا کہ جس طرح چاند کی روشنی سورج کے فیض سے ہے اسی طرح ان حضرات نے بھی اپنے علوم کو تابعین اور صحابہ کے واسطے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے حاصل کیا ہے اور آپ انبیاء علیہم السلام کے سورج ہیں۔

فائدہ:- ۱ے ساتوں قاریوں کو بدور اس لئے کہا کہ یہ کامل چاند کے مشابہ ہیں چونکہ یہ حضرات فن کے پورے عارف اور بلند مرتبہ اور ضبط و حافظہ میں مشہور تھے اور ان کے طُرُق (شاگرد) بھی اطراف و جوانب میں پھیلے ہوئے تھے اس لئے اس زمانہ کے لوگوں نے ان کو بالاتفاق امام مان لیا۔ ۲ے ان کے بارے میں ابو مزاحم خاقانی کہتے ہیں۔ اشعار

وَإِنَّ لَنَا أَخْذَ الْقِرَاءَةِ سُنَّةً + عَنِ الْأَوَّلِيْنَ الْمُقْرِئِيْنَ ذَوِي السِّتْرِ

ہمارے لئے یہ بات سنت ہے کہ قرأت کو ان متقدمین سے حاصل کریں اور نقل کریں جو قراءت کے استاد اور بھیدوں اور باریکیوں سے واقف تھے +

فَلِلسَّبْعَةِ الْقُرَّاءِ حَقٌّ عَلَى الْوَرَىٰ + لِإِقْرَائِهِمْ قُرْآنَ رَبِّهِمُ الْوِتْرِ

پس ساتوں قاریوں کا مخلوق پر حق ہے اس لئے کہ انھوں نے اپنے یکتا پروردگار کا قرآن پڑھایا ہے۔

فَبِالْحَرَمَيْنِ ابْنُ الْكَثِيرِ وَنَافِعٌ + وَبِالْبَصْرَةِ ابْنُ الْعَلَاءِ أَبُو عَمْرٍو

پس حرمین (مکہ اور مدینہ) میں ابن کثیر اور نافع ہیں اور بصرہ میں علاء کے بیٹے ابو عمرو ہیں۔

وَبِالشَّامِ عَبْدُ اللهِ وَهُوَ ابْنُ عَامِرٍ + وَعَاصِمُ نِ الْكُوفِيُّ وَهُوَ أَبُو بَكْرٍ

اور شام میں عبداللہ ہیں جن کی کنیت ابن عامر ہے اور عاصم کوفی ہیں اور ان کی کنیت ابو بکر ہے۔

وَحَمْزَةُ أَيْضًا وَالْكِسَائِيُّ بَعْدَهُ + أَخُو الْحِذْقِ بِالْقُرْآنِ وَالنَّحْوِ وَالشِّعْرِ

اور حمزہ بھی انھیں سات میں سے ہیں اور ان کے بعد کسائی ہیں جو قرآن اور نحو اور شعر تینوں علوم میں حاذق (ماہر) تھے

۳ے علامہ دانی فرماتے ہیں:-

فَهُؤُلَاءِ السَّبْعَةُ الْأَئِمَّةُ + هُمُ الَّذِيْنَ نَصَحُوْا لِلْأُمَّةِ

پس یہ سات امام ہیں یہ وہ حضرات ہیں جنھوں نے اُمت کے ساتھ بڑی خیر خواہی اور شفقت کا برتاؤ کیا ہے۔

وَنَقَلُوْا إِلَيْهِمُ الْحُرُوْفَا + وَدَوَّنُوا الصَّحِيْحَ وَالْمَعْرُوْفَا

انھوں نے قرآن کے الفاظ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے اور صحیح اور معروف و مشہور کو کتابوں میں جمع کیا ہے۔

وَمَيَّزُوا الْخَطَاءَ وَالتَّصْحِيْفَا + وَطَرَحُوا الْوَاهِيَ وَالضَّعِيْفَا

انھوں نے لغزش اور غلطی کو جدا اور ممتاز کر دیا ہے اور کمزور اور ضعیف کو علیحدہ ڈال دیا۔

وَنَبَذُوا الْقِيَاسَ وَالْآرَاءَ + وَسَلَكُوا الْمَحَجَّةَ الْبَيْضَاءَ

اور قیاس اور رایوں کو الگ پھینک دیا اور صاف اور سفید راستہ اختیار کیا ہے۔

بِالِاقْتِدَا بِالسَّادَةِ الْأَخْيَارِ + وَالْبَحْثِ وَالتَّفْتِيْشِ لِلْآثَارِ

نیز انھوں نے سردار اور بہترین بزرگوں کی پیروی کی ہے اور آثار اور احادیث میں پوری بحث اور تفتیش سے کام لیا ہے۔

۴ے قاضی اسماعیل ابن اسحاق سے دریافت کیا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ قرآن مجید تو تبدیلی سے محفوظ رہا اور دوسری

۵ے غالباً یہ ناصحوا ہے - ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آسمانی کتابوں میں مخالفین نے بہت سی تبدیلیاں کردیں فرمایا پہلی کتابیں تو ان کے علماء کے سپرد کی گئیں تھیں کہ وہ خود ان کی حفاظت کریں چنانچہ ارشاد باری ہے۔ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ (اس بنا پر کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت کا مطالبہ کیا گیا تھا) اور قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ خود حق تعالیٰ نے لیا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (حجر ع) اور اس کی شان میں یہ بھی فرمایا ہے۔ لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ کہ اس کتاب میں غلطیاں نہ آگے کی طرف سے آکر شامل ہو سکتی ہے اور نہ پیچھے سے اور حدیث میں بھی اس حفاظت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهٗ يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ اس علم کو پچھلے زمانہ کے لوگوں میں سے تمام عادل اور معتبر لوگ سیکھتے رہیں گے جو حد سے تجاوز کرنے والوں کی ادل بدل اور اہل باطل کی آمیزش کو اس سے بالکل علیحدہ رکھیں گے نیز حدیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ اس اُمت کے لئے ہر صدی کے سرے پر ایک ایسے شخص کو بھیجتے رہیں گے جو اُمت کے لئے اس کے دین کو قوی اور مضبوط کردے گا۔ (ابوداؤد والحاکم والبیہقی فی المعرفۃ عن ابی ھریرۃؓ مرفوعاً)

النحو والعربیہ :۔ ۱؎ مِنْهُمْ یا تو خبر ہے یا بُدُوْرٌ سَبْعَةٌ کا رافع ہے ۲؎ اَلْعُلٰى عین کے ضمہ اور قصر کے ساتھ بلندی اور شرافت کے معنیٰ میں ہے اور عین کے فتحہ اور مد اور ہمزہ کے ساتھ ہو تب بھی یہی معنیٰ دیتا ہے یہ دونوں مصدر ہیں یا یوں کہو کہ عُلًا عُلْيَةٌ کی جمع ہے اس صورت میں یہ موصوف مقدر کی صفت ہوگا۔ اَیْ سَمَاءَ الْمَنَاقِبِ الْعُلٰى اَوِ الْمَرَاتِبِ الْعُلٰى ۳؎ زُهْرًا یا تو اَزْهَرُ کی جمع ہے اَحْمَرُ حُمْرٌ کی طرح یا زَاهِرٌ کی بَازِلٌ اور بُزْلٌ کی طرح اور اَزْهَرُ روشن کے معنیٰ میں ہے اور اس کا اطلاق چاند پر بھی ہوتا ہے اور اس شخص پر بھی جس کا چہرہ روشن اور چمکدار ہو اور كُمَّلًا كَامِلٌ کی جمع ہے اور یہ دونوں تَوَسَّطَتْ کے فاعل سے حال ہیں اول مُقَيِّدَہ ہے اور ثانی مؤکدہ۔ سوال۔ کمال تو لفظ بدر ہی سے سمجھا جارہا ہے پھر كُمَّلًا کے حال بنانے کا کیا فائدہ ہوا۔ جواب۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ چاند کا جسم کامل ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ گہن وغیرہ کے عیب سے بری ہے ۴؎ قرار کو چاند سے تشبیہ دیکر یہ کہنا کہ یہ آسمان کے درمیان پہونچ گئے ہیں۔ استعارہ ترشیحیہ ہے اور اسی طرح قراء کو بدور کہہ کر آئندہ شعر میں رُوات کو شہب (ستارے) کہنا یہ بھی ترشیحیہ ہے جس کا استعمال کلام کی خوبیوں میں سے ہے نیز طرز بیان کی خوبی دیکھئے کہ قرا اور رواۃ کے مشہور اور نافع ہونے کو کیسے عجیب طریق سے ظاہر کیا ہے کہ قرا چاند ہیں جو عدالت اور بلندی کے آسمان کے بیچوں بیچ پہونچ گئے ہیں اور رُوات ستارے ہیں جنھوں نے ان چاندوں سے روشنی حاصل کرکے تمام عالم کو روشن کردیا ہے۔ فَلِلّٰهِ دَرُّ نَاظِمِهٖ

۲۲۔ لَهَا شُهُبٌ عَنْهَا اسْتَنَارَتْ فَنَوَّرَتْ سَوَادَ الدُّجٰى حَتّٰى تَفَرَّقَ وَانْجَلَا

ترجمہ :۔ ان چاندوں کیلئے ایسے روشن چمکدار ستارے ہیں جنھوں نے ان سے روشنی حاصل کی ہے پھر ان ستاروں نے (رات کی) اندھیریوں کی سیاہی (کی جگہ) کو روشن کردیا یہاں تک کہ سیاہی بالکل جُدا ہوگئی اور (سیاہی کی جگہ ظاہر اور روشن) ہوگئی

تشریح :۔ یعنی ان ساتوں اماموں کیلئے کچھ رُوات اور شاگرد ہیں جو ستاروں کے مشابہ ہیں اور انھوں نے ان ساتوں اماموں سے قرآن کے علوم حاصل کرکے ان کو عالم میں پھیلا دیا۔ سو ان علوم کے سبب کفر وجہالت کی اندھیریاں مٹ گئیں اور عالم میں قرآن کے انوار پھیل گئے ✦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

النحو والعربیہ:- شُهُبٌ (ستارے) شِهَابٌ کی جمع ہے جو اصل میں آگ کے شعلہ کے معنے میں ہے شہاب قبس کی طرح پھر ان ستاروں کا نام بن گیا جو ان جنات کو سزا دینے کیلئے مقرر کئے گئے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آسمانی باتیں چوری سے سُن کر کاہنوں کو بتا دیتے تھے ابو شامہ فرماتے ہیں کہ اس کے متعلق طویل کلام اور عمدہ معنے ہیں جن کو میں نے شقراطسی کے قصیدے کی شرح میں بیان کیا ہے اور چونکہ استنارت میں اخذت کے معنے بھی ہیں اس لئے اس کو مِن سے متعدی کر دیا ہے۔ دُجیٰ دُجْیَةٌ (ظُلْمَةٌ) کی جمع ہے اور اندھیری سے جہالت اور روشنی سے علم مراد ہے +

۲۳- وَسَوْفَ تَرَاهُمْ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ مَعَ اثْنَيْنِ مِنْ أَصْحَابِهِ مُتَمَثِّلًا

ترجمہ:- اور تو عنقریب ہی ان ساتوں کو اس حالت میں دیکھے گا کہ ایک دوسرے کے بعد اپنے شاگردوں میں سے دو کے ساتھ معیّن ہو کر آئے گا +

شرح:- یعنی قراء کا ذکر اس طرح کیا جائیگا کہ ہر ایک قاری کا الگ الگ نام آئے گا اور اس کے ساتھ اس کے دو شاگردوں کو بھی بیان کیا جائے گا۔

فائدہ:- انسان کے اصحاب وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس کی پیروی کریں اصحابُ الشافعیؒ اور اصحابُ ابی حنیفہؒ کی طرح پس یہاں اصحاب سے ناقلین مراد ہیں اور ان ساتوں اماموں کے شاگردوں کی تین قسمیں ہیں: اوّل وہ جو خود امام کے شاگرد ہیں اور یہ نافع عاصم اور کسائی کے اصحاب ہیں۔ دوم وہ کہ امام کے اور ان کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے اور وہ ابو عمرو اور حمزہ کے اصحاب ہیں پس ابو عمرو اور ان کے اصحاب کے درمیان یحییٰ یزیدی کا اور حمزہ اور ان کے راویوں کے درمیان سُلیم کا واسطہ ہے۔ سوم وہ جن کے درمیان کئی واسطے ہیں اور وہ ابن کثیر اور ابن عامر کے راوی ہیں چونکہ نظم میں ایک واسطہ کا بیان کرنا آسان تھا اور کئی واسطوں کا ذکر کرنا دشوار تھا اس لئے اوّل کو بیان کر دیا اور ثانی کو ترک کر دیا۔

النحو والعربیہ:- تَرَاهُمْ کی ضمیر بدور کیلئے ہے شعلہ کے قول کے موافق بدور یا شُهُب یا دونوں کیلئے نہیں ہے اور تَرَىٰ اگر بَصَری رُؤیت سے ہو تو وَاحِدًا مفعول سے حال ہوگا یعنی مُرَتَّبِیْنَ اَیْ وَاحِدًا فَوَاحِدًا چنانچہ بَیَّنْتُ حِسَابَهٗ بَابًا بَابًا اور بَابًا بَعْدَ بَابٍ دونوں طرح بولتے ہیں گویا ان حضرات کا وہ ظہور جو نظم میں کتابت اور سماعت کے ذریعہ ہوا ہے اس کو معیّن اور مُشَخَّص اجسام کے مرتبہ میں سمجھ لیا ہے اس لئے تَرَىٰ کو بَصَری رُؤیت سے مان لیا یا وَاحِدًا تَرَىٰ کے مفعول (هُمْ) سے بدل ہے اور اگر تَرَىٰ عِلْمی رُؤیت سے ہو تو وَاحِدًا دوسرا مفعول ہوگا اَیْ تَعْلَمُهُمْ كَذٰلِكَ اور بَعْدَ وَاحِدٍ اور مُتَمَثِّلًا دونوں صورتوں میں وَاحِدًا کی صفتیں ہیں۔ اور مَعَ اثْنَيْنِ وَاحِد کا ظرف ہے اور مِنْ أَصْحَابِهٖ اِثْنَيْنِ کی صفت ہے یا مَعَ اثْنَيْنِ مُبْتَدَاءِ مقدر كُلٌّ کی خبر ہے یا تقدیر كُلًّا مَعَ اثْنَيْنِ ہے۔ اس صورت میں كُلًّا - وَاحِدًا سے بدل ہوگا اَیْ تَرَىٰ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ مَعَ اثْنَيْنِ مِنْ أَصْحَابِهٖ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تقدیر اس طرح ہو وَاحِدًا مَعَ اثْنَيْنِ مِنْ أَصْحَابِهٖ بَعْدَ وَاحِدٍ مَعَ اثْنَيْنِ مِنْ أَصْحَابِهٖ پھر اوّل کو حذف کر دیا ہو کیونکہ ثانی اس پر دلالت کرتا ہے +

۲۴- تَخَيَّرَهُمْ نُقَّادُهُمْ كُلَّ بَارِعٍ وَلَيْسَ عَلَىٰ قُرْآنِهٖ مُتَأَكِّلًا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ :- ان (بدور اور ستاروں) کو ان کے پرکھنے والوں نے منتخب کر لیا ہے یعنی ہر ماہر کو اور (ہر ایسے شخص کو) جو اپنے قرآن کو معاش کا ذریعہ بنانے والا نہیں تھا +

شرح :- یعنی جو علماء ضعیف اور قوی اور کھرے اور کھوٹے کے پرکھنے والے تھے انہوں نے ان اماموں اور راویوں میں دو ممتاز صفتیں پائیں۔ ۱ قرأت کے فن میں یہ حضرات اپنے زمانہ کے تمام علماء پر فائق تھے اور کوشش اور محنت کے سبب اپنی مثال آپ ہی تھے ۲ قرآن مجید کے پڑھانے پر نہ تنخواہ لیتے تھے اور نہ اس کو دنیا کے پیشوں کی طرح سمجھتے تھے اس بناء پر کہ حدیث میں ہے کہ قرآن کو کھانے اور معاش کا ذریعہ نہ بناؤ نیز ارشاد ہے کہ جس نے قرآن مجید اس لئے پڑھا کہ اس کو کھانے پینے کا ذریعہ بنائے وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئیگا کہ اس کے چہرہ پر صرف ہڈیاں ہوں گی گوشت بالکل نہ ہوگا۔ (ابونعیم عن زاذان و البیہقی عن بریدۃؓ مرفوعاً) نیز ارشاد ہے کہ جو شخص قرآن مجید پڑھے اس کو چاہیئے کہ حق تعالیٰ سے سوال کرے کیونکہ عنقریب ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن مجید پڑھکر حق تعالیٰ کے بجائے لوگوں سے سوال کریں گے۔ (ترمذی عن عمران) ابوشامہؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم کی ایک جماعت قرآن مجید کو معاش کا ذریعہ بنانے سے پرہیز کرتی تھی باوجود اس کے کہ بعض اماموں کے نزدیک یہ ان کیلئے جائز بھی تھا اور امام حمزہؒ اس بارے میں بہت ہی محتاط تھے۔ غرض مذکورہ بالا روایات کی بناء پر یہ حضرات اس خدمت کے عوض دنیائے فانی کے مال وجاہ کے طالب نہ تھے بلکہ صرف حق تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کیلئے اس خدمت کو انجام دیتے تھے اور اسی کے لئے تمام زندگی وقف کردی تھی ان دو صفتوں کی بناء پر اس زمانے کے معتبر علماء وفقہاء ومحدثین ومفسرین سب نے بالاتفاق ان کو امام القراءت تسلیم کیا اور ان کی اختیار کی ہوئی وجوہ کو بلا انکار قبول کر کے پڑھنے اور پڑھانے لگے۔ کیونکہ یہ سب وجوہ وہی تھیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہونچی تھیں پس ان حضرات کی طرف قراءات کی نسبت صرف اس لئے کی جاتی ہے کہ یہ اس فن میں یکتائے زمانہ بن گئے تھے ورنہ قرأت کے جاننے والے اور پڑھنے پڑھانے والے تو اس وقت بھی بے شمار تھے جیسا کہ اجتہادی مسائل کی نسبت چاروں اماموں کی طرف اسی لئے کی جاتی ہے کہ اس بارے میں ان کا مرتبہ نہایت بلند تھا۔ ورنہ قرآن اور حدیث سے مسائل کے نکالنے والے اور حضرات بھی بے شمار تھے۔ فتاملْ

النحو والعربیة :- (۱) علی تامی کے قول پر ھُمْ کی دونوں ضمیریں بُدُوْر اور شُهُب دونوں کیلئے ہیں اور یہی اولیٰ ہے اور ابوشامہؒ کے نزدیک بُدُوْر یا شُهُب یا دونوں کے لئے ہیں اور شعلہ کی رائے پر صرف بدور کے لئے ہیں (۲) کُلَّ بَارِعٍ تَخَیَّرَ کے مفعول سے بدل ہے یا اس کا نصب مدح کی بناء پر ہے اور لَیْسَ اس کے معنے پر معطوف ہے۔ ای کُلَّ مَنْ بَرَعَ وَمَنْ لَیْسَ گویا یہ دو صفتیں ہیں ای کُلَّ بَارِعٍ غَیْرِ مُتَاٰکِلٍ (۳) عَلیٰ (با) سببیہ کے معنے میں ہے اور مُتَاَکِّلًا کے متعلق ہے (۴) قرآن میں نقل بھی جائز ہے لیکن ترک اولیٰ ہے اور روایت بھی نقل کے بغیر ہی ہے (۵) مُتَاَکِّلًا تَاَکَّلَ بِکَذَا اجعلہ سَبَبًا لِّلْاَکْلِ سے ہے اور ابوشامہؒ نے اس کے دو معنے اور بیان کئے ہیں :- (ل) ممکن ہے کہ مُتَاَکِّلًا تَاَکَّلَ الْبَرْقُ وَالسَّیْفُ اِذَا هَاجَ لَمَعَانُهٗ سے ہو ای لَمْ یَنْتَصِبْ ظَاهِرَ الشُّعَاعِ بِحَمْلِ الدُّنْیَا بِالْقُرْاٰنِ الْعَزِیْزِ فَیَجْعَلَهٗ وُصْلَةً اِلیٰ دُنْیَاهُمْ (ب) یا یہ تَاَکَّلَتِ النَّارُ اِذَا هَاجَتْ سے ہو ای لَمْ یُکْثِرِ الْحِرْصَ عَلَی الدُّنْیَا اس صورت میں عَلیٰ مَعَ کے معنے میں ہوگا عَلیٰ حُبِّهٖ (بقرہ ۲۲) اور عَلیٰ ظُلْمِهِمْ (رعد) اور عَلَی الْکِبَرِ (ابراہیم) کی طرح +

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ساتٌ قاریوں اور اُن کے چودہؔ راویوں کا بیان جن کی مجموعی تعداد اکیس ہے)

۲۵۔ فَاَمَّا الْکَرِیْمُ السِّرِّفِی الطِّیْبِ نَافِعٌ فَذَاكَ الَّذِی اخْتَارَ الْمَدِیْنَةَ مَنْزِلَا

ترجمہ :۔ پس لیکن خوشبو کے بارے میں شریف بھید والے (نیز خوشبو کی وجہ سے یا خوشبو کے بارے میں پاک باطن والے) کہ جو نافع ہیں بس یہ وہ (خوش نصیب بزرگ ہیں) جنھوں نے مدینہ (جیسے مبارک مقام) کو ٹھکانا اور وطن بنایا ہے۔

۲۶۔ وَقَالُوْنُ عِیْسٰی ثُمَّ عُثْمَانُ وَرْشُهُمْ بِصُحْبَتِهٖ الْمَجْدَ الرَّفِیْعَ تَأَثَّلَا

ترجمہ :۔ اور قالون (یعنی) عیسیٰ پھر عثمان ان قراءمیں کے ورش جو ہیں ان دونوں نے امام نافع کی صحبت کی وجہ سے بلند بزرگی کو جمع کر لیا تھا (اور سردار بن گئے تھے)

شرح : یعنی پہلے قاری امام نافع مدنی ہیں جو خوشبو کی وجہ سے پاک باطن یا شریف بھید والے ہیں۔ جب آپ قرآن پڑھتے تھے یا بات کرتے تھے تو منہ سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ کسی نے دریافت کیا کہ اے ابو عبد الرحمن یا اے ابو رُوَیم جب آپ پڑھانے اور پڑھنے کیلئے بیٹھتے ہیں تو کیا خوشبو لگا کر بیٹھتے ہیں فرمایا نہ تو میں خوشبو لگاتا ہوں اور نہ میں خوشبو کے نزدیک ہی جاتا ہوں بلکہ بات یہ ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ میرے منہ میں (یعنی منہ سے منہ ملا کر) قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اس وقت سے میرے منہ سے خوشبو آتی ہے اور شریف بھید سے یہی خواب کا واقعہ مراد ہے۔ دیکھو قرآن مجید کی مخلصانہ خدمت پر دنیا میں بھی کیسے کیسے اعزاز نصیب ہوتے ہیں جن کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت بھی گرد ہے۔ پھر آخرت کی سلطنت کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ آپ نے مدینہ میں ہی ۱۶۹ھ میں ننانوے ۹۹ سال یا اس سے کچھ کم عمر پا کر وفات پائی اور آپ کا مزار مبارک مسجد نبوی کے قریب جنت البقیع میں ہے اور آپ کے دوؔ راوی ہیں۔ ۱؎ قالون یہ ان کا لقب ہے جو ان کی قراءت کے عمدہ ہونے کی وجہ سے امام نافع یا امام مالک کی طرف سے مقرر کیا گیا تھا کیونکہ قالون رومی زبان میں عمدہ چیز کو کہتے ہیں اور ان کا نام عیسیٰ ابن مینا اور کُنیت ابو موسیٰ ہے آپ کانوں سے بہرے تھے لیکن یہ کرامت تھی کہ قرآن مجید کے سننے میں ذرا بھی رکاوٹ نہیں ہوتی تھی۔ ۲۲۰ھ میں مدینہ منورہ میں سو سال کی عمر میں وفات پائی۔ (شرح سبعہ قراآت) ۲؎ ورش یہ ان کا لقب ہے جو نافع نے اس بنا پر مقرر کیا تھا کہ ان کا رنگ گورا تھا اور نام عثمان ہے۔ آپ مصری ہیں ۱۹۷ھ میں بعمر ستاسی ۸۷ سال مصر ہی میں وفات پائی۔

فائدہ : امام نافع کے مزید حالات میں آپ نافع ابن عبد الرحمن ہیں۔ جَعُونَہ ابن شَعُوب اللیثی کے آزاد کردہ غلام تھے جو حمزہ ابن عبد المطلب کے حلیف تھے اصل کے اعتبار سے اصفہانی ہیں رنگت سیاہ تھی قراءت کی وجوہ اور عربیت کے عالم تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر مضبوطی کے ساتھ عامل تھے۔ نیز دار الہجرت مدینہ طیبہ کے امام تھے۔ ابو جعفر کے بعد آپ کی امامت پر اجماع تھا۔ آپ دوسرے طبقہ میں سے ہیں۔ صحابہ میں سے طفیل اور ابن ابی انیس رضی اللہ عنہما کی زیارت کی ہے۔ اس لئے آپ تابعی ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نافع کی قراءت سنت اور پسندیدہ ہے۔ اسحاق مسیّبی نے عرض کیا کہ آپ کا چہرہ کیسا اچھا ہے اور اعضا کی بناوٹ اور ساخت کس قدر خوبصورت ہے فرمایا ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے خواب میں مصافحہ فرمایا ہے۔ ستر ۷۰ تابعین سے قرآن پڑھا انھیں میں سے امام ابو جعفر۔ یزید ابن قعقاع بھی ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو قرأت کے آٹھویں امام اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں نافع خود کہتے ہیں کہ جب میں ابوجعفر سے پڑھتا تھا۔ اس وقت میری عمر نو ۹ سال کی تھی اور دوسرے شیخ شیبہ ابن نصاح اور تیسرے عبدالرحمٰن ابن ہُرمُز الاعرج ہیں۔ ان تینوں نے ابن عباس اور ابی ابن کعب سے اور ان دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا اور آپ نے جبرئیل ؑ سے اور انھوں نے رب جلیل سے یا لوح محفوظ سے حاصل کیا اور آپ کے راوی بہت ہیں اور سب معتبر ہیں جیسے اسماعیل مسیبی۔ اصمعی۔ ابن خولید۔ ابن جماز۔ امام مالک ابن انس۔ ابوعمرو ابن العلا وغیرہ۔ لیکن یہاں ناظم نے ان میں سے دو مشہور راویوں کو بیان کیا ہے۔

النحو والعربیۃ ۱ اَمَّا حرف شرط ہے اور دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد فاء کا آنا ضروری قرار دیا گیا ہے اور یہ مجمل کی تفصیل کے لئے ہوتا ہے۔ یعنی پہلے ایک مضمون مختصراً بیان کیا جاتا ہے (جیسے یہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرائے بدور سات ہیں اور ہر ایک کے دو دو راوی ہیں) پھر اَمَّا سے اس کی تفصیل شروع ہوا کرتی ہے اور اس کا فعل بھی لازمی طور پر حذف ہوتا ہے اور خبر اور جواب کو اس کا عوض بناتے ہیں چنانچہ رضی کہتے ہیں کہ اَمَّا زَیْدٌ فَقَائِمٌ کی اصل یہ تھی مَا یَکُنْ مِنْ شَیْءٍ فَزَیْدٌ قَائِمٌ (۲) اَلْکَرِیْمُ السِّرِّ حَسَنُ الْوَجْہِ کے باب سے ہے پس السِّرِّ کی را میں تینوں اعراب جائز ہیں لیکن روایۃً صرف جر ہے (۳) فِی الطَّیِّبِ یا تو السِّرِّ کے متعلق ہے یا اَلْکَرِیْمُ کے (۴) نَافِعٌ یا تو اَلْکَرِیْمُ سے بدل ہے یا عطف بیان (۵) فَذَاکَ کی فا، شرط کے جواب کے لئے ہے اور فاء کے بعد کا پورا جملہ اسمیہ ہے جو اَلْکَرِیْمُ السِّرِّ کی خبر ہے۔ (۶) اَلْمَدِیْنَۃَ اِخْتَارَ کا مفعول ہے اور مدینہ کا دوسرا نام طَیْبَہ ہے لیکن اول کثیر الاستعمال ہے۔ (۷) مَنْزِلاً اِخْتَارَ کے مفعول اَلْمَدِیْنَۃَ سے تمیز ہے اور اگر یہ مان لیں کہ اِخْتَارَ۔ اِتَّخَذَ کے معنیٰ کو متضمن ہے تو پھر مَنْزِلاً دوسرا مفعول ہوگا یا یوں کہو کہ یہ وَاخْتَارَ مُوْسٰی قَوْمَہٗ سَبْعِیْنَ کی طرح حذف و ایصال کے قبیل سے ہے یعنی اصل میں اِخْتَارَ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ مَنْزِلاً تھا پھر جار کو حذف کرکے اَلْمَدِیْنَۃَ کو فعل کے ساتھ متصل کر دیا گویا یہ حرف جر مُقَدَّر کے سبب تَقْدِیْرًا مجرور ہے۔ ۸ ناظم تیسیر و ابن مجاہد کی پیروی کرتے ہوئے نافع کو اوروں سے پہلے لائے ہیں نیز اس لئے بھی کہ یہ مدنی ہیں اور مدینہ امام مالک کے نزدیک تمام مقامات سے حتیٰ کہ مکہ سے بھی افضل ہے اور ناظم بھی مالکی ہیں اور ابوالعز ابن کثیر کو اور اہوازی۔ ابن عامر کو سب سے پہلے لائے ہیں اور ہر ایک کیلئے ایک وجہ ہے جو ظاہر ہے۔ ۹ قالون کا غیر منصرف قرار دینا (باوجود اس کے کہ یہ لقب بننے سے پہلے رومی زبان میں اسم جنس تھا علم نہیں تھا) یا تو کوفیین کی رائے پر ہے غالباً ان کے نزدیک منقول ہونے کے بعد کی عَلَمِیت بھی کافی ہے۔ گو پہلے سے نہ ہو یا اس لئے غیر منصرف ہے کہ قالون عجمی زبان میں بھی علم ہی ہوگا جیسا کہ حَسَن اور مُہَلَّب عَلَم بھی ہیں اور صفت مشبہ بھی اور اس میں کوئی بعد نہیں کیونکہ قالون۔ قارون اور ہارون کے وزن پر ہے۔ ۱۰ عیسیٰ بدل ہے عطف بیان نہیں کیونکہ یہاں لقب اسم سے مشہور تر ہے اور اسی لئے قالون کو عیسیٰ کی طرف مضاف بھی نہیں مان سکتے کیونکہ معروف یہ ہے کہ اسم کی اضافت لقب کی طرف ہو چنانچہ سَعِیْدُ کُرْزٍ کہتے ہیں نہ کہ بالعکس اور سورہ ام القرآن۔ ۱۱ میں قالون کو منصرف کرکے لائے ہیں۔ اسی طرح علبون کو باب المد و القصر ۵ میں غیر منصرف اور باب الھمز المفرد ۶ میں منصرف استعمال کیا ہے اور علبون ابوالفتح کی رائے پر منصرف اور ان کے شیخ ابوعلی کی رائے پر غیر منصرف ہے اور قالون بھی علبون کا ہموزن ہے اس میں بھی یہی دونوں صورتیں جاری ہو سکتی ہیں (اور اسی لئے) یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ صرف و عدم صرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دونوں میں سے بلا تعیین ایک اصل اور دوسرا ضرورت کی بناء پر ہے۔ اور غلبون غلبہ سے اور حمدون حمد سے اور سعدان سعد سے بنا ہے۔ ابن برہان لمع کی شرح میں کہتے ہیں کہ حمدون ابوعلی کی رائے پر غیر منصرف ہے اور متنبی کے ایک ہی شعر میں حمدون دونوں طرح آیا ہے۔ ابن جنی اس کی شرح میں کہتے ہیں کہ حمدون کا غیر منصرف ہونا ضرورت کی بناء پر ہے نتیجہ یہ کہ قانون۔ غلبون۔ حمدون۔ سعدون۔ اور ان کے ہموزنوں میں علماء کے دو مذہب ہیں ۱ صرف ۲ عدم صرف (ابراز) (۱۱) ثُمَّ تراخی کے لئے ہے رتبتاً ہو خواہ اخباراً (۱۲) وَرُبَّهُمْ صَالِحُهُمْ اور اَبُوْعَمْرِهِمْ وغیرہ میں اضافت ادنیٰ ملابست کی بناء پر ہے۔

۲۷۔ وَمَكَّةُ عَبْدُ اللّٰهِ فِيهَا مُقَامُهُ　　هُوَ ابْنُ كَثِيرٍ كَاثِرُ الْقَوْمِ مُعْتَلَا

ترجمہ:۔ اور مکہ جو ہے اس میں عبداللہ کی اقامت کی جگہ ہے یہ ابن کثیر ہیں (اپنی) قوم (یا قراء میں) کے غالب اور نام آور ہیں اس حالت میں کہ بلند ہیں۔

۲۸۔ رَوٰى اَحْمَدُ الْبَزِّيْ لَهٗ وَمُحَمَّدٌ　　عَلٰى سَنَدٍ وَهُوَ الْمُلَقَّبُ قُنْبُلَا

ترجمہ:۔ ان (ابن کثیر) سے احمد بزی نے اور محمد نے (قرأت کو) سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ (محمد) جو ہیں ان کو قنبل لقب دیا گیا ہے۔

شرح:۔ یعنی دوسرے قاری ابن کثیر ہیں یہ ان کی کنیت ہے اور نام عبداللہ ہے آپ مکہ کے رہنے والے ہیں جو اکثر علماء کے نزدیک سب مقامات میں اشرف ہے اور بڑے درجے کے تابعی بھی ہیں۔ حضرت معاویہ کے زمانہ میں ۴۵ھ میں مکہ میں پیدا ہوئے اور کچھ عرصہ تک عراق میں رہے پھر مکہ میں واپس آگئے اور ہشام ابن عبدالملک کے زمانہ میں ۱۲۰ھ میں مکہ ہی میں بعمر پچھتر سال وفات پائی آپ کے بھی دو راوی ہیں۔ (۱) ابوالحسن احمد بن محمد بزی ان کو بزی اس لئے کہتے ہیں کہ ان کے پردادا کی کنیت ابوبزہ تھی۔ آپ چالیس سال تک مسجد الحرام مکہ کے امام و مؤذن رہے اور اپنے زمانہ میں مسلم شیخ القراء تھے۔ ۱۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۵۰ھ میں اور تیسیر اور علی قاری کے قول پر ۲۴۰ھ میں وفات پائی (۲) ابوعمر محمد ابن عبدالرحمٰن اور ان کا لقب قنبل ہے جو گاڑھی اور مضبوط چیز کے معنیٰ میں ہے اور آپ کے تمام گھرانے کو قنابلہ کہتے تھے۔ آپ حجاز کے شیخ القراء تھے ۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۹۱ھ میں بعمر چھیانوے ۹۶ سال وفات پائی اور ان دونوں کے اور ابن کثیر کے درمیان کئی واسطے ہیں اسی لئے ناظم نے عَلٰى سَنَدٍ فرمایا ہے اور سند یہ ہے کہ بزی نے عکرمہ سے اور انھوں نے اسمٰعیل بن عبداللہ قسط سے اور انہوں نے شبل بن عباد سے اور انہوں نے ابن کثیر سے پڑھا اور قنبل نے قواس سے اور انھوں نے ابوالاخریط سے اور انھوں نے اسمٰعیل سے اور انہوں نے شبل سے اور انہوں نے ابن کثیر سے پڑھا ہے۔ پس بزی اور ابن کثیر کے درمیان تین اور قنبل سے ابن کثیر تک چار واسطے ہیں۔

فائدہ:۔ ۱ دانی تیسیر میں پہلے قنبل کو لائے ہیں پھر بزی کو اور ناظم نے اس کا الٹ کیا ہے اس کی تین وجوہ ہیں۔ ۱ بزی اور ابن کثیر کے درمیان واسطے کم ہیں ۲ بزی قنبل کے اُستاد بھی ہیں ۳ حدیث کے عالم بھی ہیں۔

فائدہ:۔ ۲ ابن کثیر کے مزید حالات میں ان کو كَاثِرُ الْقَوْمِ (قراء میں غالب اور نام آور) اس لئے کہا کہ (ا) آپ مکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے رہنے والے ہیں جو اکثر علماء کے نزدیک تمام مقامات سے افضل ہے (ب) نیز آپ نے عبداللہ ابن سائب مخزومیؓ صحابی سے قرآن پڑھا ہے جب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زید ابن ثابت اور قریش کی ایک جماعت سے آٹھ مصاحف لکھوائے اور ان کو مدینہ اور مکہ۔ کوفہ اور بصرہ۔ شام اور بحرین اور یمن ان سات شہروں میں تقسیم کرایا اور ایک مصحف اپنے لئے رکھا جس کو امام کہتے ہیں اس وقت عبداللہ ابن سائبؓ کو ایک مصحف دیکر مکہ میں بھیجا اور فرمادیا کہ لوگوں کو اسی مصحف کے موافق پڑھانا چنانچہ وہ وہاں تشریف لائے اور اکثر مصنفین کے بیان کے مطابق ابن کثیر نے بھی ان سے قرآن پڑھا اور گو ابن عامر نے بھی صحابہ کی ایک جماعت سے پڑھا ہے جن میں ابو درداؓ بھی ہیں لیکن ایک دم دو بڑی فضیلتیں جو الف اور ب کے ذیل میں بیان کی گئی ہیں ابن کثیر ہی کو حاصل ہوئی ہیں اور ممکن ہے کہ ناظم نے بھی جمہور ہی کے اس مذہب کو پسند کیا ہو کہ مکہ تمام مقامات سے افضل ہے اور یہی صحیح تر ہے اور آپ نے صحابہ کی ایک جماعت سے ملاقات کی جیسے ابوایوب انصاریؓ۔ انسؓ ابن زبیرؓ اور آپ مکہ میں عطر کی تجارت کرتے تھے اس لئے آپ کو داری (عطار) کہتے تھے اور آپ ان اہل فارس کی اولادیں سے ہیں جن کو کسریٰ نے کشتیوں میں سوار کرکے یمن کی طرف بھیجا تھا اور حدیث کے بھی امام تھے اور اپنے اصحاب میں وعظ بھی فرماتے تھے اور آپ کے جلیل القدر ہونے ہی کی بناء پر ابوعمرو۔ خلیل ابن احمد۔ سفیان ابن عیینہ۔ شافعی جیسے بڑے بڑے امام بھی آپ سے قراءت نقل کرتے ہیں۔ آپ نے مشہور مفسر مجاہد اور درباس اور ابن سائب صحابی مذکور سے پڑھا اور مجاہد و درباس نے ابن عباسؓ سے اور انھوں نے اُبیؓ اور زید ابن ثابتؓ سے اور ابن سائب نے اُبیؓ سے اور اُبیؓ اور زیدؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا۔

النحو والعربیہ:۔ (۱) شعر نمبر ۲۷ کے پہلے مصرعہ میں تین مبتدا ہیں اور فِیهَا تیسرے کی خبر ہے پھر یہ جملہ دوسرے کی اور دوسرا اپنی خبر سمیت پہلے کی خبر ہے یا یوں کہو کہ مُقَامُهُ فیها کا فاعل ہے (۲) مُقَامُهُ میم کے ضمہ کے ساتھ اقامت یا جائے اقامت کے معنےٰ میں ہے اور شعلہ کے قول پر میم کے فتحہ سے جائے قیام کے معنےٰ میں ہے لیکن یہ مقام کے مناسب نہیں کیونکہ مکہ ابن کثیر کے مقیم ہونے کی جگہ ہے نہ کہ کھڑا ہونے کی (۳) کَاثَرَ الْقَوْمَ هُوَ کی دوسری خبر ہے اور کَثَرَ بفتح ثاء سے ہے جو غَلَبَ کے معنےٰ میں ہے اور کَاثَرَ کا مطاوع ہے چنانچہ كَاثَرَنِي فَكَثَرْتُهُ ای غَلَبْتُهُ بِالْكَثْرَةِ کہتے ہیں اور فَاخَرَنِي فَفَخَرْتُهُ اور خَاصَمَنِي فَخَصَمْتُهُ بھی اسی معنیٰ میں ہیں۔ (۴) مُعْتَلًا كَاثَرَ کے فاعل سے تمیز ہے ای اَكْثَرَهُمْ اِعْتِلَاءً یا اس کی ضمیر سے حال ہے (۵) اَلْبَزِّيّ صفت ہے اور اس کی یا میں لغۃً تخفیف ہے ابوشامہ کے قول کے مطابق ضرورۃً نہیں اور بصری اور مکی بھی اسی قبیل سے ہیں (۶) لَهُ کا لام عَنْ کے معنےٰ میں ہے لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَحْقَاف ع کی طرح (۷) عَلٰى سَنَدٍ اَحْمَدُ وَمُحَمَّدٌ دونوں سے حال ہے ای مُعْتَمِدَيْنِ عَلٰى سَنَدٍ یا عَلٰى با کے معنےٰ میں ہے ای مُتَلَبِّسَيْنِ بِسَنَدٍ (۸) تَنَبَّلَا الْمُلَقَّبُ کا مفعول بہ ہے۔

۲۹۔ وَاَمَّا الْاِمَامُ الْمَازِنِيُّ صَرِيْحُهُمْ ۔۔۔ اَبُوْ عَمْرِوِ الْبَصْرِيُّ فَوَالِدُهُ الْعَلَا

ترجمہ:۔ اور رہے امام مازنی جو ان قراء میں کے خالص عرب یعنی ابوعمرو بصری ہیں پس ان کے والد علا ہیں (جو خوب مشہور اور درجہ میں ہمعصروں پر مقدم تھے)

۳۰۔ اَفَاضَ عَلٰى يَحْيَى الْيَزِيْدِيِّ سَيْبَهُ ۔۔۔ فَاَصْبَحَ بِالْعَذْبِ الْفُرَاتِ مُعَلَّلَا

ترجمہ:۔ ابوعمرو نے اپنے علم کی بارش کو (ابو محمد) یحییٰ (ابن مبارک) یزیدی پر برسایا اور بہایا۔ پس وہ (یحییٰ) شیریں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(اور) پیاس دور کرنے والے پانی کے ساتھ سیراب (علم سے مالامال) ہو گئے۔

۳۱۔ اَبُو عُمَرَ الدُّورِيُّ وَصَالِحُهُمْ اَبُو ‌ ‌ شُعَيْبٍ هُوَ السُّوسِيُّ عَنْهُ تَقَبَّلَا

ترجمہ:۔ ابُو عمر دوری اور اُن قراء میں کے صالح جو ابو شعیب ہیں اور وہ سوسی ہیں ان دونوں نے ان (یزیدی) سے (قرأت کو) قبول کیا ہے (اور روایت کیا ہے)

شرح:۔ ۲۹ یعنی تیسرے قاری ابو عمرو ہیں اور چونکہ ان کے آباء اجداد سب خالص عرب ہیں اس لئے ان کو صریح یعنی خالص فرمایا ہے یہ بصرہ کے رہنے والے ہیں اور ان کو مازنی اس لئے کہتے ہیں کہ قبیلہ مازن سے تعلق رکھتے تھے بزمانہ عبد الملک سنہ ۶۸ھ یا سنہ ۶۹ھ میں مکہ میں پیدا ہوئے اور بصرہ میں پرورش پائی اور سنہ ۱۵۴ھ یا سنہ ۱۵۵ھ میں منصور کی خلافت کے زمانہ میں بعمر چھیاسی ۸۶ سال کوفہ میں وفات پائی۔

۳۰-۳۱ آپ کے بھی دو ۲ راوی ہیں (۱) ابو عُمر حفص دوری ازدی یہ نابینا تھے۔ سنہ ۱۵۰ھ میں اپنے وطن دور میں پیدا ہوئے جو بغداد کے قریب مشرق کی جانب میں ہے اور چھیانوے ۹۶ سال کی عمر پا کر سنہ ۲۴۶ھ میں وفات پائی آپ نے سب سے پہلے قرأت میں کتاب لکھی۔ (۲) ابو شعیب صالح ابن زیاد سوسی۔ آپ کا پیدائشی وطن سوس ہے جو اہواز کے علاقہ میں ہے۔ پھر رِقّہ میں رہنے لگے تھے جو ربیعہ کی سرزمین میں فُرات کے کنارے پر آباد تھا اور رِقّہ میں محرم سنہ ۲۶۱ھ میں تقریباً بعمر نوّے ۹۰ سال وفات پائی ان دونوں نے یزیدی سے اور یزیدی نے ابو عمرو سے پڑھا ہے۔ یزیدی نے سنہ ۲۰۲ھ میں بعمر چوہتر ۷۴ سال وفات پائی ان کو یزیدی اس لئے کہتے ہیں کہ مہدی کے ماموں یزید ابن منصور کے ہمنشین تھے اور ان کے لڑکوں کے اُستاد بھی تھے۔

فائدہ:۔ (۱) ابو عمرو عادل۔ معتبر۔ زاہد۔ اُمور خیر میں مال خرچ کرنے والے۔ قرأت۔ نحو۔ لغت۔ تاریخ۔ انساب اشعار ان چھ ۶ علموں میں ماہر تھے۔ (۲) اس کے باوجود بھی خود فرماتے ہیں کہ میں نے قرآن میں ایک حرف بھی نقل کے بغیر اپنی رائے سے نہیں پڑھا۔ آپ کی قرآت دل نشیں اور تکلف سے بالاتر تھی جب مدینہ تشریف لے گئے تو لوگ آپ سے پڑھنے کیلئے ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے اور جس نے آپ سے فیض حاصل نہ کیا ہو اہل مدینہ اس کو قاری شمار نہیں کرتے تھے۔ امام احمد فرماتے ہیں ابو عمرو کی قرأت مجھے بہت پسند ہے آپ کے دادا عمار علی کرم اللہ وجہہ کے اصحاب میں سے تھے (۳) آپ نے سترہ شیوخ سے قرآن پڑھا جن میں سے ابن کثیر عاصم ابو جعفر ابن محیصن خواجہ حسن بصری رح بھی ہیں اور ان میں سے اکثر نے ابو ہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پڑھا اور بعض بالواسطہ اور بعض بلا واسطہ عمر رض۔ عثمان رض۔ علی رض۔ زید رض۔ ابو موسیٰ رض۔ اُبی رض رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہیں۔ اصمعی رح کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے ایکہزار مسئلہ پوچھے تو آپ نے ہر مسئلہ کا جُدا جُدا جواب دیا اور ہر مسئلہ پر زمانہ جاہلیت کے شعر کے کلام سے دلائل پیش کئے آپ کے شیخ خواجہ حسن بصری رح نے آپکے گرد طلباء کا اژدہام دیکھکر تعجب سے فرمایا کہ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ کہ علماء ارباب بن گئے اور جس عزت کی بنیاد علم پر نہ رکھی گئی ہو اس کا انجام ذلت ہے (۴) آپ کے نام میں اس قدر اختلاف ہے کہ اس میں تیس ۳۰ قول ہیں سب میں صحیح تر یہ ہے کہ آپ کا نام زبان ہے اور آپ کے راوی بے شمار ہیں اور سب معتبر ہیں ان میں سے ناظم نے ایک راوی یزیدی کا ذکر کیا ہے جن سے دو راویوں نے پڑھا ہے جب آپ بصرہ میں پوشیدہ تھے تو فرزدق شاعر عیادت کیلئے آئے اور چند اشعار پڑھے جن میں سے پہلا شعر یہ تھا:۔

مَا زِلْتُ اَفْتَحُ اَبْوَابًا وَّاُغْلِقُهَا ‌ ‌ حَتّٰی اَتَیْتُ اَبَا عَمْرِو بْنَ عَمَّارٖ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ کے راویوں میں یزیدی کا حافظہ نہایت قوی تھا۔ ابُو العتاہیہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے حافظہ سے دس ہزار ورق لکھے تھے اور یہ سب وہ تھا جو آپ نے ابو عمرو سے حاصل کیا تھا اور جو خلیلؒ سے سیکھا تھا وہ اس کے علاوہ تھا (شرح سبعہ علی قاری)

النحو والعربیہ:- (۱) اَمَّا کو تفصیل میں مکرر بھی لے آتے ہیں اور کبھی اول ہی کو کافی سمجھ لیتے ہیں۔ اسی لئے ابن کثیر اور حمزہ کے بیان میں تو ترک کردیا ہے اور باقی پانچ کے ذکر میں اَمَّا لائے ہیں۔ (۲) مازن ابُو عمرو کی گیارہویں پشت میں ایک صاحب کا نام ہے ان کی نسبت سے ان کو مازنی کہتے ہیں۔ (۳) مازنی اور صریح دونوں صفتیں ہیں اور صریح خالص کے معنٰے میں ہے۔ قراء میں سے صرف ابو عمرو ہی ایسے ہیں جن کے خالص عربی النسل ہونے پر اجماع ہے (۴) ابو عمرو اور ابو شعیب دونوں یا تو بدل ہیں یا عطف بیان۔ (۵) بصرہ کی باء میں ازہری کے بیان کے مطابق تینوں حرکتیں ہیں لیکن نسبت میں فتح اور کسرہ ہی آتا ہے اور کسرہ فصیح تر ہے تاکہ حجارۂ بیضاء کی نسبت سے ممتاز رہے اور ضمہ اس لئے نہیں آتا کہ اس صورت میں بُصریٰ کی نسبت سے ملتبس ہوجاتا ہے جو ملک شام کے ایک شہر کا نام ہے اور فا اَمَّا کے جواب میں ہے (۶) آپ کے والد علاء حجاج کے یہاں بہت معزز تھے ان کی وجہ سے یہی آپ کو بہت شہرت حاصل ہوئی اسی لئے فَوَالِدُہُ الْعَلاَءُ کہا ہے (۷) فَاضَ لازم اور اَفَاضَ متعدی ہے جیسے تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ (پ ۷ ع ۱) اور اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا (پ ۸ ع ۱) (۸) عَلیٰ یَحْیٰی۔ اَفَاضَ کا دوسرا اور سَیْبَہٗ (عطاءہٗ) پہلا مفعول ہے اور جار مجرور کو مفعول قرار دینا مآل کے طور پر ہے (۹) عَذْب میٹھا اور عمدہ پانی اور الفرات کے بھی یہی معنٰی ہیں پس یہ تاکید ہے اور علی قاری کے قول پر فرات پیاس دور کرنے والے کو کہتے ہیں (۱۰) پہلی بار پانی پینے کو نَہَلٌ اور اس کے بعد پینے کو عَلَلٌ کہتے ہیں اور مُعَلَّلاً اَصْبَحَ بمعنٰی صَارَ کی خبر ہے (۱۱) الدَّوْرِیُّ صفت ہے (۱۲) صَالِحُھُمْ میں اضافت ادنیٰ ملابست کی بنا پر ہے اور یہ عَلَم ہے نہ کہ وصف (۱۳) ھُوَالسُّوْسِیُّ معترضہ ہے۔ (۱۴) عَنْہُ میں اشباع سے قصر اولیٰ ہے۔ اور چونکہ تَقَبَّلَ میں اَخَذَ کے معنٰی بھی ہیں اس لئے اس کو عَنْ سے متعدی کردیا اور اس کا الف تثنیہ کیلئے ہے۔

فائدہ:- عَمرو اور عُمر میں فرق کرنے کیلئے اوّل کے ساتھ نصبی حالت میں الف اور رفعی اور جری حالت میں واؤ لکھا جاتا ہے لیکن ذیل کی تین صورتوں میں واو نہیں لکھتے ۱ مصغر ہو ۲ مضاف ہو ۳ قافیہ میں آرہا ہو۔

۳۲- وَاَمَّا دِمَشْقُ الشَّامِ دَارُ ابْنِ عَامِرٍ ۔۔۔ فَتِلْکَ بِعَبْدِ اللّٰہِ طَابَتْ مُحَلَّلاً

ترجمہ:- اور رہا شام کے علاقہ کا دمشق جو ابن عامر کا وطن ہے سو یہ عبداللہ (ابن عامر) کے سبب (طلباء کی) جائے نزول ہونے کے اعتبار سے عمدہ ہوگیا تھا۔

۳۳- ھِشَامٌ وَّعَبْدُ اللّٰہِ وَھُوَ انْتِسَابُہٗ ۔۔۔ لِذَکْوَانَ بِالْاِسْنَادِ عَنْہُ تَنَقَّلاَ

ترجمہ:- ہشام اور عبداللہ اور یہ (عبداللہ جو ہیں) ان کی نسبت ذکوان کی طرف ہے ان دونوں نے ابن عامر سے (قراءۃ کو) سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

شرح:- ۳۲ یعنی چوتھے قاری عبداللہ ابن عامر دمشق کے رہنے والے ہیں جو ملک شام میں ہے اور چونکہ آپ سے طلباء علوم حاصل کرکے اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے تھے اس لئے طلباء کو دمشق کا آنا جانا اور وہاں ٹھہرنا بہت ہی اچھا معلوم ہوتا تھا آپ ایک قول پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو سال پہلے ۸ھ میں اور دوسرے قول پر ۲۱ھ میں قریہ جابیہ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیدا ہوئے اور شام کی فتح کے بعد دمشق میں مقیم ہوگئے تھے اس وقت آپ نو۹ سال کے تھے ہشام ابن عبدالملک کے زمانہ میں
۱۱۸ھ میں بعمر ستانوے۹۷ یا ایک سو دس۱۱۰ سال دس۱۰ محرم کو وفات پائی۔
۲۴۳ آپ کے بھی دو۲ راوی ہیں۔ (۱) ابوالولید ہشام بن عمار سلمی ۱۵۳ھ میں پیدا ہوئے ۲۴۵ھ یا ۲۴۴ھ میں بعمر
۹۲ بانوے یا اکیانوے۹۱ سال وفات پائی۔ (۲) ابوعمرو عبداللہ ابن احمد ابن بشیر جن کو ابن ذکوان القرشی اور فہری کہتے ہیں۔ اور
ذکوان ان کے پردادا کا نام تھا نہ کہ والد کا انہیں کی نسبت سے ان کو ابن ذکوان کہتے ہیں اور جملہ معترضہ میں اسی پر تنبیہ فرمائی ہے
کہتے ہیں کہ ۱۷۳ھ میں دس۱۰ محرم کو پیدا ہوئے اور دمشق یا کوفہ میں ۲۴۲ھ میں بعمر انہتر۶۹ سال وفات پائی اور ان دونوں کے اور
ابن عامر کے درمیان بھی واسطے ہیں اس طرح پر کہ ہشام نے ابوالعباس۱ صدقہ ابن خالد اور ابومحمد۲ سوید ابن عبدالعزیز اور امام۳ ابوالضحاک
عراک ابن خالد مری تابعی اور امام ابوسلیمان ایوب ابن تمیم تمیمی سے پڑھا اور یہ چاروں دمشق کے رہنے والے مزنی
ہیں ان سب نے یحییٰ ابن حارث ذماری سے اور یحییٰ نے ابن عامر سے پڑھا اور ابن ذکوان نے ابوسلیمان ایوب ابن تمیم سے
انھوں نے یحییٰ ذماری سے اور یحییٰ نے ابن عامر سے پڑھا۔

فائدہ :- عـ۱ (۱) عبداللہ ابن عامر یحصبی ولید کے زمانہ میں دمشق کے قاضی اور عمر ابن عبدالعزیز کے عہد میں خطیب
بھی تھے جبکہ دمشق دارالخلافہ تھا نیز تابعی اور قرأت وحدیث کے امام تھے خود فرماتے ہیں کہ میں نے واثلہ ابن اسقع کی زیارت
کی تو ان سے پوچھا کہ آپ نے اپنے اس ہاتھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے۔ کہا ہاں پس میں نے ان کا ہاتھ
چوم لیا (۲) ان کو کوفیین سے پہلے اس لئے لائے ہیں کہ ان کی سند بلند ہے کیونکہ آپ نے ابوالدرداء سے پڑھا ہے اور بعض
کے قول پر عثمان فضالہ ابن عبید واثلہ ابن اسقع مغیرہ ابن ابی شہاب رضی اللہ عنہم سے بھی پڑھا ہے اور ان حضرات نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا ہے اور آپ کے بھی بے شمار راوی ہیں اور سب معتبر ہیں جیسے ولید ابن عتبہ ولید ابن مسلم
عبدالرزاق الوراق ناظم نے ان میں سے صرف دو۲ کو بیان کیا ہے۔

فائدہ :- عـ۲ ہشام اپنے زمانہ میں دمشق کے قاضی مفتی مقری محدث اور خطیب تھے اور حدیث کے سبب مشہور
ہونے ہی کی بنا پر ان کو تیسیر کے خلاف ابن ذکوان سے پہلے لائے ہیں۔ ابن ذکوان دمشق میں جمعہ کے سوا پنجگانہ نمازوں
کے امام تھے۔

النحو والعربیۃ :- (۱) دِمَشق میں دال کا کسرہ ہے اور میم میں فتحہ اور کسرہ دونوں ہیں اور شام کی طرف اس کی
اضافت اضافۃ الخاص إلی العام کے قبیل سے اضافتِ بیانیہ ہے یا دمشق کا محل بتلانے کیلئے ہے اس صورت میں اضافت
ظرفیہ بتقدیر فِی ہوگی۔ (۲) دَارُ ابْنِ عَامِرٍ یا تو بدل ہے یا صفت (۳) فَا شرط کے جواب کیلئے ہے اور اس کے بعد کا پورا
جملہ خبر ہے۔ (۴) بِعَبْدِ اللّٰہِ میں ابن عامر کا نام بتلانے کی غرض سے وَضْعُ الظَّاهِرِ مَوْضِعَ الْمُضْمَرِ ہے (۵) مُحَلَّلًا
تو اسم ظرف ہے یا مصدر میمی اور طَابَتْ کے فاعل کی نسبت سے تمیز ہے اَیْ طَابَ لِلنَّاسِ نُزُوْلُهَا (۶) وَهُوَ انْتِسَابُهُ
لِذَكْوَانَ مبتدا اور خبر کے درمیان معترضہ ہے۔ (۷) بِالْاِسْنَادِ تَنَقَّلَا کی ضمیر تثنیہ سے حال ہے اَیْ مُتَلَبِّسَیْنِ بِالْاِسْنَادِ
(۸) عَنْهُ میں اشباع سے قصر اولیٰ ہے اور یہی روایت بھی ہے (۹) تَنَقَّلَ کے معنی ہیں آہستہ آہستہ نقل کیا تَبَصَّرَ اور تَفَهَّمَ کی طرح

۳۴۔ وَبِالْكُوفَةِ الْغَرَّاءِ مِنْهُمْ ثَلَاثَةٌ ۔۔۔ أَذَاعُوا فَقَدْ ضَاعَتْ شَذًا وَقَرَنْفُلَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ:- اور روشن کوفہ میں ان (بدور) میں سے ایسے تین امام ہیں جنھوں نے (کوفہ میں علم کو) ظاہر کیا (اور پھیلایا) سو وہ (کوفہ) عود اور قرنفل (لونگ) کی خوشبو کے اعتبار سے مہک اُٹھا۔

۳۵- فَأَمَّا أَبُو بَكْرٍ وَعَاصِمٌ اسْمُهُ　　فَشُعْبَةُ رَاوِيهِ الْمُبَرِّزُ أَفْضَلَا

ترجمہ:- پس لیکن ابوبکر جو ہیں اور عاصم ان کا نام ہے پس شعبہ ان کے ایسے راوی ہیں جو (اپنے ساتھیوں پر) سبقت لے جانے والے ہیں۔ (اس حالت میں کہ وہ) افضل کام کرنے والے ہیں۔

۳۶- وَذَاكَ ابْنُ عَيَّاشٍ أَبُو بَكْرٍ الرِّضَى　　وَحَفْصٌ وَبِالْإِتْقَانِ كَانَ مُفَضَّلَا

ترجمہ:- اور یہ (شعبہ) جو ہیں ابن عیاش یعنی ابوبکر پسندیدہ (اعلیٰ درجہ کے عابد اور حدیث میں حفص سے زیادہ ضابطہ) ہیں اور (عاصم کے دوسرے راوی) حفص ہیں اور یہ ضبط (اور حافظہ) میں (شعبہ پر) فضیلت دئے گئے تھے۔

شرح:- ۳۴ یعنی بدور میں سے تین قاری کوفی ہیں ان حضرات نے کوفہ میں اس قدر علم پھیلایا کہ ہر طرف علم کی شہرت ہوگئی۔ اور علم خوشبوؤں کی طرح پھیل گیا۔ ۳۵ اور کوفیین میں سے پہلے اور قراء سبعہ میں سے پانچویں قاری عاصم ابن ابی النجود (ابن بہدلہ) اسدی ہیں ان کی کنیت ابوبکر ہے۔ یہ بڑے فصیح متقی فاضل تجوید دان اور خوش آواز تھے اور اس بارے میں اپنی نظیر آپ ہی تھے۔ قرآن نہایت عمدگی کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ یہ پچاس سال کے قریب کوفہ میں قرأت کی مسند پر قائم رہے اور مروان کی خلافت کے آخر زمانہ میں کوفہ یا سماوہ میں ۱۲۷ھ یا ۱۲۸ھ میں وفات پائی۔ ابوبکر کہتے ہیں کہ وفات کے وقت ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ الخ بار بار پڑھتے تھے گویا کہ محراب میں قرآن سنا رہے ہیں ان کے پہلے راوی ابوبکر شعبہ ابن عیاش ہیں اور یہ اپنے وقت کے امام اور بڑے عالم تھے۔ وفات کے وقت اُن کی ہمشیرہ رونے لگیں تو فرمایا روتی کیوں ہو مکان کے اس گوشہ کی طرف دیکھو میں نے اس میں اٹھارہ ہزار قرآن مجید ختم کئے ہیں اور اپنے لڑکے سے یہ بھی فرمایا کہ بیٹا اس گوشہ میں اللہ کی نافرمانی ہرگز نہ کرنا ۹۴ھ یا ۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور جمادی الاول ۱۹۳ھ میں بعمر اٹھانوے یا ننانوے سال وفات پائی۔ شرح سبعہ میں ابوبکر کی وفات میں جمادی الاول کے بجائے جمادی الثانی سہواً لکھا گیا ہے۔ ابوشامہ اور صاحب نشر دونوں نے جمادی الاول ہی لکھا ہے۔

۳۶ شعبہ کی کنیتیں دو ہیں (۱) ابن عیاش (۲) ابوبکر چونکہ شعبہ ان کا بھی نام ہے اور ابوبسطام شعبہ ابن حجاج کا بھی اس بناء پر شبہ دور کرنے کیلئے ان کی کنیت بیان کردی اور دوسرے راوی ابوعمرو حفص ابن سلیمان اسدی ہیں اور عاصم کی قرأت کے ضبط کے بارے میں ان کو ابوبکر شعبہ سے افضل سمجھا جاتا تھا۔ علامہ ذہبی کہتے ہیں حفص قرأت میں ثقہ۔ ضابط اور ثبت تھے لیکن حدیث میں یہ حال نہ تھا ۹۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۰ھ میں بعمر نوّے سال کوفہ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

فائدہ:- عاصم کے مزید حالات میں آپ بنی خزیمہ کے آزاد کردہ غلام تھے چونکہ ان کی سند بلند ہے اس لئے ان کو حمزہ اور کسائی سے پہلے لائے ہیں آپ قرآن اور حدیث۔ نحو۔ لغت۔ فقہ کے امام اور تابعی تھے۔ حارث ابن حسان کی صحبت پائی تھی نیز عابد تھے نماز بکثرت پڑھتے تھے جمعہ کے دن عصر کی نماز تک جامع مسجد ہی میں رہتے تھے آپ نے ابوعبدالرحمٰن عبداللہ ابن حبیب ابن ربیعہ سلمی نابینا ابومریم زر ابن حبیش اسدی۔ ابوعمر سعد ابن الیاس شیبانی سے قرآن پڑھا اور یہ تینوں کوفی اور بڑے درجہ کے تابعی ہیں ان تینوں نے عثمان۔ علی۔ ابن مسعود۔ ابی۔ زید رضی اللہ عنہم سے اور ان پانچوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا اور آپ کے بے شمار راویوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں سے مفضل - حماد - ابو حنیفہ رحمہم اللہ بھی ہیں یہاں ان میں سے صرف دو۲ راویوں کو بیان کیا ہے اول ابوبکر ہیں چونکہ یہ بڑے عالم تھے اس لئے ان کو پہلے لائے ہیں یہ اپنی کنیت اور والد کی نسبت سے مشہور ہیں اور ان کے نام میں تیرہ۱۳ قول ہیں - محمد ابن سعید نے ان کا شمار اہل کوفہ کے ساتویں طبقہ میں کیا ہے - حدیث کے حافظ تھے - امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ ثقہ - صدوق - صالح - صاحب قرآن اور صاحب سنت تھے خود فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کوئی کام شریعت کے خلاف نہیں کیا - تیس۳۰ سال سے ہر روز ایک قرآن ختم کرتا ہوں ابن مبارکؒ کہتے ہیں میں نے آپ سے زیادہ سنت پر عمل کرنیوالا کوئی نہیں دیکھا - احمسی کہتے ہیں - آپ سے بہتر نماز پڑھنے والا نہیں دیکھا - ستر۷۰ سال عبادت میں معروف رہے ان میں سے چالیس۴۰ سال اور ایک روایت پر پچاس۵۰ سال تک آپ کیلئے بستر نہیں بچھایا گیا اور اس عرصہ میں رات کے وقت زمین سے پیٹھ نہیں لگائی - چوبیس۲۴ ہزار مرتبہ قرآن ختم کیا اور امام عاصم سے تین مرتبہ قرآن پڑھا پہلی مرتبہ پانچ پانچ آیتیں پڑھکر تین سال میں ختم کیا - سخت گرمی اور بارش ہوتی تب بھی سبق ناغہ نہیں کرتے تھے - بسا اوقات پانی میں سے گذر کر جانا پڑتا تھا - اور پانی کمر تک یا اس سے بھی اوپر تک آجاتا تھا اور آپ کی وفات جمادی الاول ۱۹۴ھ میں ہوئی اور ہارون رشید کی بھی مقام طوس میں اسی مہینہ اور سن میں وفات ہوئی اور عاصم کے دوسرے راوی حفص ہیں یہ آپ کے ربیب[5] بیٹے بھی تھے ابوبکر خطیب کہتے ہیں کہ متقدمین قراءت کے بارے میں حفص کو ابوبکر سے زیادہ قوی حافظہ والا شمار کرتے تھے اور جو قراءت آپ نے عاصم سے پڑھی تھی اس کے بارے میں آپ کو ضابط اور حافظ بتاتے تھے یحییٰ بن معین، ابن عمرو، ایوب ابن متوکل سے نقل کرتے ہیں کہ حفص کی قراءت ابوبکر ابن عیاش سے صحیح تر ہے اور ابوبکر ابوعمرو (حفص) سے زیادہ ثقہ ہیں اور گو اس وقت دس۱۰ قراءتیں متواتر اور بالکل صحیح اُمت کے پاس موجود ہیں اور سبعہ کے خلاف تو کبھی کسی نے ایک حرف بھی نہیں کہا اور ان میں سے مکہ اور مدینہ والوں کی قراءت خاص قریشی ہونے کی وجہ سے زیادہ امتیاز رکھتی ہے لیکن اس پر بھی یہ قبولیت خداداد ہے کہ صدیوں سے مکاتب اور مدارس میں حفص ہی کی روایت پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے اور ایک ہزار۱۰۰۰ حافظوں میں سے نوسو ننانوے۹۹۹ کو یہی ایک روایت یاد ہے اور ایسا کوئی بھی نہیں نکلے گا جسے یہ روایت یاد نہ ہو اور دوسری یاد ہوں ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ حالانکہ نحاۃ کے گمان کے موافق تو عاصم کی قراءت مروّج ہونی ہی نہ چاہیئے تھی - کیونکہ ہمزوں کی تحقیق وغیرہ کی وجہ سے وہ اس پر اعتراض کرتے ہیں (از شرح سبعہ وتذکرہ ارمغان دلی قاری)

النحو والعربیہ :- ۱ کوفہ کو علماء کی کثرت کی وجہ سے روشن کہا ہے (۲) مِنْهُمْ ثَابِتَةٌ کے متعلق ہے جو ثَلَاثَةٌ کی خبر ہے یا ثَابِتَةٌ کی ضمیر سے حال ہے اور اس تقدیر پر وَبِالْكُوفَةِ کو خبر قرار دیں گے (۳) ضَاعَتْ کی ضمیر قراآت کے لئے بھی ہوسکتی ہے - (۴) شَذًا اور قَرَنْفُلًا تمیز ہے ای ضاع شذاها وقرنفلها اور یہ تمیز یا تو مزید وضاحت کے لئے ہے یا اس لئے ہے کہ ضَوْع کا استعمال بدبو میں بھی ہوتا ہے پس تمیز لاکر اس وہم کو دفع کردیا یا ان دونوں کا نصب مفعول مطلق مقدر کی صفت ہونے کی بنا پر ہے ای ضَوْعًا مِثْلَ ضَوْعِ شَذًا وَقَرَنْفُلٍ (۵) فَأَمَّا أَبُوبَكْرٍ مبتدا ہے اور وَعَاصِمٌ اِسْمُهُ جملہ معترضہ ہے اور فَشُعْبَةُ کا تمام جملہ خبر ہے (۶) أَفْضَلًا یا تو حال ہے ای أتيا بشيء أفضل یا لِلّٰهِ دَرُّهُ فَارِسًا کی طرح تمیز ہے اور فَاضِلًا کی جگہ أَفْضَلًا مبالغہ کے لئے لائے ہیں - (۷) أَبُوبَكْرٍ ابن عیاش کا عطف بیان ہے - (۸) بِالْإِتْقَانِ مُفَضَّلَا کے متعلق ہے -

۳۷- وَحَمْزَةُ مَا أَزْكَاهُ مِنْ مُتَوَرِّعٍ ۔۔۔ إِمَامًا صَبُورًا لِلْقُرَانِ مُرَتِّلَا

ترجمہ :- اور حمزہ کس قدر پاکیزہ ہیں پرہیزگار امام بہت صابر اور قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے والے ہونے کے اعتبار سے

[5] یعنی بیوی کے پہلے خاوند سے بیٹے - ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۸۔ رَوٰی خَلَفٌ عَنْهُ وَخَلَّادُنِ الَّذِیْ ... رَوَاهُ سُلَیْمٌ مُتْقَنًا وَّمُحَصَّلَا

ترجمہ: ۔ خلف اور خلاد نے (بواسطہ سلیم) حمزہ سے اس (خلاف) کو روایت کیا ہے جس کو سلیم نے (خود حمزہ سے) نقل کیا ہے اس حالت میں کہ وہ خلاف محفوظ و مضبوط کیا ہوا اور جمع کیا ہوا ہے۔

شرح: ۔ ۳۷ ۔ یعنی چھٹے قاری حمزہ ابو عمارہ ابن حبیب ابن اسماعیل الزیات تیمی ہیں یہ کوفہ کے دوسرے قاری ہیں بہایت پاکیزہ اور پرہیزگار اور امام اور بڑے صابر تھے یعنی حق تعالیٰ کی طاعت اختیار کرنے اور گناہوں کے چھوڑنے پر نفس کو مجبور کرتے تھے اور قرآن مجید کو ترتیل سے یعنی ٹھہرا ٹھہرا کر ہر ہر حرف کو جدا جدا کر کے مدات کو پوری کشش کے ساتھ پڑھتے تھے۔ عبدالملک کے زمانہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۶ھ میں بعمر ۷۶ چھہتر سال منصور یا مہدی کے زمانے میں حلوان میں وفات پائی اور بعض کے قول پر وفات کا ۱۵۴ھ یا ۱۵۸ھ ہے۔

۳۸ ۔ اور آپ کے بھی دو ۲ راوی ہیں (۱) ابو محمد خلف ابن ہشام بزار (برا مہملہ) انھوں نے بغداد میں جمادی الثانی ۲۲۸ھ میں یا ۲۲۹ھ میں وفات پائی۔ (۲) ابو عیسیٰ خلاد ابن خالد یا خلید[۱] ——— الصَّیرَفِیْ انھوں نے ۲۲۰ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔ ان دونوں نے ابو عیسیٰ سلیم ابن عیسیٰ الحنفی[۲] سے اور سلیم نے حمزہ سے پڑھا سلیم کے ابو شامہ کے قول پر ۱۸۸ھ یا ۱۸۹ھ میں اور علی قاری کے قول پر پورے ۲۰۰ھ میں بعمر ۷۰ ستر یا ۸۲ بیاسی سال کوفہ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

فائدہ: ۔ ۱ تَوَرُّع کے معنیٰ ہیں گناہ میں پڑجانے کے خوف سے مباح چیز کو چھوڑ دینا پس حرام میں مبتلا ہوجانے کے اندیشہ مشتبہات کو چھوڑ دینا صلاح (نیک کرداری) ہے ورع نہیں ہے۔

فائدہ: ۔ ۲ حمزہ کو کسائی سے پہلے اس لئے لائے ہیں کہ یہ ان کے شیخ ہیں عاصم کے بعد کوفہ میں آپ ہی سب سے بڑے امام القرأت تھے۔ آپ نے قاضی عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ انصاری امام جعفر صادق وغیرہ آٹھ شیوخ سے قرآن پڑھا۔ یہ آٹھوں بھی بالواسطہ عثمان و علی ابن مسعود و زید۔ ابی رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہیں۔ آپ تبع تابعی ہیں۔ فارس کے قیدیوں کی اولاد میں سے تھے۔ حد درجہ کے زاہد اور پرہیزگار تھے۔ ابن معین کہتے ہیں۔ عبادت زہد فضل دین تقویٰ میں بہترین بندوں میں سے تھے۔ ابن فضل کہتے ہیں حمزہ کے باعث کوفہ سے بلا دور ہوتی ہے۔ آپ کے شیخ اعمش آپ کو دیکھکر فرماتے کہ یہ قرآن کے عالم ہیں اور وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ الخ پڑھتے آپ پڑھانے پر تنخواہ نہیں لیتے تھے۔ شاگردوں کے ہاتھ سے گرمی کے دنوں میں بھی پانی تک پینا گوارا نہیں تھا۔ ناظم نے ان دونوں صفتوں کی طرف مُتَوَرِّعٌ میں اشارہ کیا ہے۔ شعیب ابن حرب کہتے ہیں کہ میں کوفہ پہونچا تو سفیان ثوری اور شریک ابن عبداللہ کو دیکھا کہ امام حمزہ کے سامنے بیٹھے پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کاش ان کے ساتھ تیسرا میں بھی ہوتا۔ حمزہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہزار حدیثیں سند کے ساتھ روایت کی ہیں ان دونوں صفتوں کی طرف اِمَامًا میں اشارہ کیا ہے اور پڑھانے کے بعد چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ ظہر اور عصر کے اور مغرب اور عشاء کے درمیان بھی نماز پڑھتے تھے اور رات کا اکثر حصہ بیدار رہ کر گذارتے تھے اس کی طرف صَبُوْرًا میں اشارہ کیا ہے۔ کہتے ہیں آپ کو جس وقت بھی کوئی دیکھتا پڑھاتے ہی ہوئے ملتے۔ نیز روایت ہے کہ ہر مہینہ اٹھائیس یا ستائیس یا پچیس قرآن ترتیل کے ساتھ ختم کرتے تھے اس کی طرف مُرَتِّلًا میں اشارہ کیا ہے اور ترتیل کے معنے ہیں مخارج اور صفات کی رعایت رکھتے ہوئے حروف کو خوبصورتی سے ادا کرنا اور ہمزات کو تحقیق (سختی) سے پڑھنا اور مدات حرکات و سکنات تشدید اور غنہ کو پورے

[۱] خلف کا سن پیدائش ۱۵۰ھ ہے۔ ۱۲ ط [۲] یعنی آپ بنو حنیفہ کے آزاد کردہ غلام ہیں ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طور پر ادا کرنا اور یہ بھی لحاظ رکھنا کہ اعتدال کی حد سے باہر نہ ہوجائے۔ حمزہ خود فرماتے ہیں مَا فَوْقَ الْجُعُوْدَۃِ قَطَطٌ وَمَا فَوْقَ
اَلْبَیَاضِ بَرَصٌ وَمَا فَوْقَ الْقِرَاءَۃِ الْمُعْتَدِلَۃِ لَیْسَ بِالْقِرَاءَۃِ الْمُکَمَّلَۃِ ۔ یعنی زلفوں میں معمولی سے زیادہ خم پیدا ہوجائے تو
قَطَطٌ اُلجھے ہوئے بال کہلاتے ہیں اور پسندیدہ نہیں رہتے اور سفیدی حد سے بڑھکر برص بن جاتی ہے۔ اسی طرح جو قرا
مدآت وغنہ جات کی مقدار میں اعتدال کی حد سے باہر ہوجائے وہ کامل قرأت نہیں بلکہ ناقص اور لحن ہے۔ انتہٰی۔ یہاں
ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو لہجہ کو مزیدار اور خوشگوار بنانے کے شوق میں مست ہوکر غنہ اور اخفاء اور اَلِفات کو
زیادہ بڑھاتے چلے جاتے ہیں اور جگہ جگہ سکتہ کرتے ہیں۔ اور بلاوجہ اپنے اوپر مشقت ڈالتے ہیں اور ان کو چند حروف پڑھنے
بعد جا بجا سانس بھی لینا پڑتا ہے۔ جس سے تلاوت کا حسن بالکل جاتا رہتا ہے اور ایسے حضرات ایک مجلس میں ایک دو رکوع
زیادہ نہیں پڑھ سکتے۔ ایسے خود ساختہ تکلفات کے باعث ہم نے کلام الٰہی کی تلاوت کو ایک پہاڑ بنا لیا ہے۔ اللہ پناہ دے۔
نے قرآن کو بھی اپنی تفریح کا سامان بنا لیا ہے اور سننے والوں کا مذاق بھی اس قدر بگڑ گیا ہے کہ وہ بھی ایسی ہی تلاوت کو پسند کرتے ہیں
اللہ کے کلام کو اسی کے خوش کرنے کی نیت سے پڑھو اور جس قدر ہوسکے عمدہ سے عمدہ لہجوں میں پڑھو اور آواز کو نفیس اور
بنانے کی کوشش کرو۔ لیکن تجوید کی حدود سے ذرا بھی باہر نہ جاؤ۔

فائدہ:- ۱۳؎ آپ کا ذریعہ معاش یہ تھا کہ کوفے سے زیتون لیجا کر حلوان میں اور وہاں سے پنیر اور اخروٹ لاکر کوفہ
فروخت کرتے تھے ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ امام حمزہ قرأت اور علم فرائض میں بلاشبہ ہم سب پر فائق ہیں اور آپ کے ڈو راوی
ہیں (۱) خلف انھوں نے دس سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا اور تیرھویں سال حدیث کی سماعت شروع کی۔ خود فرماتے ہیں
مجھے عربیت میں ایک مشکل پیش آئی تو میں نے اس کیلئے اسی ہزار درہم خرچ کئے حتیٰ کہ اس کو حل کرلیا۔ آپ سلیم کے
شاگرد تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی شیوخ سے پڑھا۔ آپ سے مسلم ابوداؤد وغیرہ علماء حدیث روایت کرتے ہیں ہمیشہ روزہ
رکھتے تھے۔ دانی فرماتے ہیں کہ امام خلف نے امام نافع کی قرأت اسحاق مسیبی سے اور عاصم کی یحییٰ سے پڑھی اور خود بھی
قرأت اختیار کی صاحب سنت ثقہ مامون اور حدیث میں بھی مقدم تھے۔ (۲) خلاد آپ امام ثقہ محقق مجود قوی الحافظہ تھے
کہتے ہیں کہ سلیم کے شاگردوں میں سب سے زیادہ ضابط اور جلیل تھے۔ ترمذی اور ابن خزیمہ کی صحیح میں آپ سے ایک
حدیث منقول ہے۔ یہ دونوں سلیم کے اور وہ حمزہ کے شاگرد ہیں جب سلیم آتے تھے تو امام حمزہ اپنے شاگردوں سے فرماتے
کہ مؤدب اور ہوشیار ہوکر اور جم کر بیٹھ جاؤ۔ سلیم آگئے ہیں۔ خود کہتے ہیں کہ میں نے حمزہ سے دس مرتبہ قرآن پڑھا آپ
کے شاگردوں میں سب سے زیادہ ضابط تھے اور کسی جگہ بھی حمزہ کی قرأت کے خلاف نہیں کیا۔

النحو والعربیہ:- (۱) مَا تَجَنَّبَہٗ مبتدا ہے اور اَزْکٰی ۔ سَنًا طُھْرًا وَّ کُثْرًا سے ہے اور یہ خبر ہے اور ا
ضمیر مرفوع مَا کا عائد ہے۔ (۲) مِنْ مُتَوَرِّعٍ ۔ اَزْکَاہُ کے فاعل سے تمیز ہے چنانچہ مَا اَکْرَمَہٗ مِنْ رَّجُلٍ اور رَجُلًا دونوں
بولتے ہیں اور بعد کے تینوں اسم بھی تمیز ہیں یا چاروں حال ہیں یا اَمْدَحُ یا اَعْنِیْ کے مفعول ہیں۔ پھر مَا اپنے صلہ
حمزہ کی خبر ہے یا یوں کہو کہ حمزہ مبتدا ہے اور آئندہ شعر رَوٰی خَلَفٌ خبر ہے اور جملہ مَا اَزْکَاہُ معترضہ ہے جو تعریف کے
سے لایا گیا ہے (۳) مُرَتِّلًا مُبَیِّنًا اَوْ مُکَثِّرًا اَوْ مُتَاَنِّیًا (۴) عَنْہُ میں صرف اشباع ہے اور رَوَاہُ کی ضمیر مفعول
اشباع سے قصر اولیٰ ہے اور یہی روایت بھی ہے (۵) چونکہ دوسرے رَوٰی کے ساتھ ضمیر مفعول متصل ہے۔ اس لئے
فاعل سلیم کو وجوباً مؤخر لائے ہیں۔ (۶) مُتْقَنًا وَّ مُحَصَّلًا قاف اور صاد کے فتحہ کے ساتھ رَوَاہُ کے مفعول سے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طور پر ادا کرنا اور یہ بھی لحاظ رکھنا کہ اعتدال کی حد سے باہر نہ ہو جائے۔ حمزہ خود فرماتے ہیں مَافَوْقَ الْجُعُوْدَةِ قَطَطٌ وَمَافَوْقَ الْبَيَاضِ بَرَصٌ وَمَافَوْقَ الْقِرَاءَةِ الْمُعْتَدِلَةِ لَيْسَ بِالْقِرَاءَةِ الْمُكَمَّلَةِ۔ یعنی زلفوں میں معمول سے زیادہ خم پیدا ہو جائے تو قَطَطٌ اُلجھے ہوئے بال کہلاتے ہیں اور پسندیدہ نہیں رہتے اور سفیدی حد سے بڑھ کر برص بن جاتی ہے۔ اسی طرح جو قرات مدآت وغنہ جات کی مقدار میں اعتدال کی حد سے باہر ہو جائے وہ کامل قرأت نہیں بلکہ ناقص اور لحن ہے۔ انتہٰی۔ یہاں سے ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو لہجہ کو مزیدار اور خوشگوار بنانے کے شوق میں مست ہو کر غنہ اور اخفاء اور الفات کو حد سے زیادہ بڑھاتے چلے جاتے ہیں اور جگہ بجگہ سکتہ کرتے ہیں۔ اور بلا وجہ اپنے اوپر مشقت ڈالتے ہیں اور ان کو چند حروف پڑھنے کے بعد جا بجا سانس بھی لینا پڑتا ہے۔ جس سے تلاوت کا حسن بالکل جاتا رہتا ہے اور ایسے حضرات ایک مجلس میں ایک دو رکوع سے زیادہ نہیں پڑھ سکتے۔ ایسے خود ساختہ تکلفات کے باعث ہم نے کلام الٰہی کی تلاوت کو ایک پہاڑ بنا لیا ہے۔ اللہ پناہ دے۔ ہم نے قرآن کو بھی اپنی تفریح کا سامان بنا لیا ہے اور سننے والوں کا مذاق بھی اس قدر بگڑ گیا ہے کہ وہ بھی ایسی ہی تلاوت کو پسند کرتے ہیں اور اللہ کے کلام کو اسی کے خوش کرنے کی نیت سے پڑھو اور جس قدر ہو سکے عمدہ سے عمدہ لہجوں میں پڑھو اور آواز کو نفیس اور عمدہ بنانے کی کوشش کرو۔ لیکن تجوید کی حدود سے ذرا بھی باہر نہ جاؤ۔

فائدہ:- ۳؎ آپ کا ذریعہ معاش یہ تھا کہ کوفے سے زیتون لیجا کر حلوان میں اور وہاں سے پنیر اور اخروٹ لا کر کوفہ میں فروخت کرتے تھے ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ امام حمزہ قرأت اور علم فرائض میں بلاشبہ ہم سب پر فائق ہیں اور آپ کے دو راوی ہیں (۱) خلف انھوں نے دس سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا اور تیرھویں سال حدیث کی سماعت شروع کی۔ خود فرماتے ہیں مجھے عربیت میں ایک مشکل پیش آئی تو میں نے اس کیلئے اسی ہزار درہم خرچ کئے حتیٰ کہ اس کو حل کر لیا۔ آپ سُلیم کے ممتاز شاگرد تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی شیوخ سے پڑھا۔ آپ سے مسلم ابوداؤد وغیرہ علماء حدیث روایت کرتے ہیں ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ دانی فرماتے ہیں کہ امام خلف نے امام نافع کی قرأت اسحاق مسیبی سے اور عاصم کی یحییٰ سے پڑھی اور خود بھی دسویں قرأت اختیار کی صاحب سنت ثقہ مامون اور حدیث میں بھی مقدم تھے۔ (۲) خلاد آپ امام ثقہ محقق مجود قوی الحافظہ تھے دانی کہتے ہیں کہ سلیم کے شاگردوں میں سب سے زیادہ ضابط اور جلیل تھے۔ ترمذی اور ابن خزیمہ کی صحیح میں آپ سے ایک ایک حدیث منقول ہے۔ یہ دونوں سلیم کے اور وہ حمزہ کے شاگرد ہیں جب سلیم آتے تھے تو امام حمزہ اپنے شاگردوں سے فرماتے تھے کہ مؤدب اور ہوشیار ہو کر اور جم کر بیٹھ جاؤ۔ سلیم آگئے ہیں۔ خود کہتے ہیں کہ میں نے حمزہ سے دس مرتبہ قرآن پڑھا آپ حمزہ کے شاگردوں میں سب سے زیادہ ضابط تھے اور کسی جگہ بھی حمزہ کی قرأت کے خلاف نہیں کیا۔

النحو والعربیہ:- (۱) مَا تَجَنَّبَہٗ مبتدا ہے اور اَزْکیٰ۔ زَکیٰ طَهُرَ وَکَثُرَ سے ہے اور یہ خبر ہے اور اس میں ضمیر مرفوع مَا کا عائد ہے۔ (۲) مِنْ مُتَوَرِّعٍ۔ اَزْکَاہُ کے فاعل سے تمیز ہے چنانچہ مَا اَکْرَمَہٗ مِنْ رَجُلٍ اور رَجُلًا دونوں بولتے ہیں اور بعد کے تینوں اسم بھی تمیز ہیں یا چاروں حال ہیں یا اَمْدَحُ یا اَعْنِیْ کے مفعول ہیں۔ پھر مَا اپنے صلہ سے حمزہ کی خبر ہے یا یوں کہو کہ حمزہ مبتدا ہے اور آئندہ شعر رَوٰی خَلَفٌ خبر ہے اور جملہ مَا اَزْکَاہُ معترضہ ہے جو تعریف کی غرض سے لایا گیا ہے (۳) مُرَتِّلًا مُبَیِّنًا اَوْ مُکَثِّرًا اَوْ مُتَاَنِّیًا (۴) عَنْہُ میں صرف اشباع ہے اور رَوَاہُ کی ضمیر منصوب اشباع سے قصر اولیٰ ہے اور یہی روایت بھی ہے (۵) چونکہ دوسرے رَوٰی کے ساتھ ضمیر مفعول متصل ہے۔ اس لئے فاعل سلیم کو وجوباً مؤخر لائے ہیں۔ (۶) مُتْقِنًا وَّمُحَصِّلًا قاف اور صاد کے فتحہ کے ساتھ رَوَاہُ کے مفعول سے اور کسرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ فاعل (سلیم) سے حال ہیں۔

۳۹۔ وَاَمَّا عَلِیٌّ فَالْکِسَائِیُّ نَعْتُہٗ لِمَا کَانَ فِی الْاِحْرَامِ فِیْہِ تَسَرْبَلَا

ترجمہ:۔ اور لیکن علی جو ہیں پس کسائی اُن کی صفت ہے اس وجہ سے کہ انھوں نے احرام کے وقت کمبل پہنا تھا

۴۰۔ رَوٰی لَیْثُھُمْ عَنْہُ اَبُوالْحَارِثِ الرِّضٰی وَحَفْصٌ ھُوَالدُّوْرِیْ وَفِی الذِّکْرِ قَدْ خَلَا

ترجمہ:۔ اس (کسائی) سے ان قراءمیں کے لیث نے جو ابوالحارث پسندیدہ ہیں اور حفص نے (قرأت کو) نقل کیا ہے (اور) یہ (حفص) دوری ہیں اور یہ (ابوعمرو کے) ذکر میں گذر چکے ہیں۔

شرح:۔ ۳۹ ۔یعنی ساتویں قاری ابوالحسن علی ابن حمزہ ابن قیس (بہمن) ابن فیروز نحوی ہیں ان کو کسائی کہتے ہیں اس بناء پر کہ کسائی کے معنیٰ ہیں کمبل والا اور انھوں نے حج کیلئے کمبل کا احرام باندھا تھا یا اس لئے کہ یہ امام حمزہ کی مجلس میں کمبل اوڑھ کر بیٹھتے تھے پس حمزہ فرمایا کرتے تھے کہ اس کمبل والے کو میرے پاس لاؤ اور ممکن ہے کہ دونوں وجہ ہوں ۔انھوں نے ۱۸۹ھ میں بعمر ستّر سال علاقہ رَے کے ایک قریہ رنبویہ میں ہارون رشید کے ساتھ خراسان جاتے ہوئے وفات پائی امام محمدؒ بھی وہاں ہی مدفون ہیں اس لئے ہارون رشید نے کہا تھا کہ ہم نے یہاں قرآن اور علم فقہ دونوں چیزوں کو دفن کیا ہے۔

۴۰ آپ کے بھی دو راوی ہیں (۱) ابوالحارث لیث ابن خالد بغدادی آپ ثقہ۔ ضابط۔ صالح۔ محقق اور قرأت کے ماہر اور کسائی کے بزرگ ترین شاگردوں میں سے ہیں۔آپ نے بغداد میں ۲۴۰ھ میں وفات پائی آپ نے یحیٰی ابن مبارک یزیدی سے اور یزیدی نے ابوعمرو سے اور انھوں نے حسن سے اور حسن نے انسؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ اَلْقُرْاٰنُ غِنیً لَّا فَقْرَ بَعْدَہٗ وَلَا غِنیً دُوْنَہٗ (۲) حفص ان کو دوری کہتے ہیں اور یہ وہی دوری ہیں جن کا نام ابوعمرو کے راویوں میں آچکا ہے اور وفات بھی وہیں بیان ہو چکی ہے پس یہ ابوعمرو کے بھی راوی ہیں اور کسائی کے بھی۔

فائدہ:۔ (۱) کسائی بنی اسد کے آزاد کردہ غلام ہیں اصلاً فارسی ہیں اور تبع تابعین میں سے ہیں آپ پر نحو لغت کی امامت اور قراء کا طبقہ دونوں چیزیں منتہی ہوتی ہیں چونکہ آپ کے پاس شاگردوں کا مجمع زیادہ ہوتا تھا اس لئے کوفہ کے منبر پر بیٹھ کر پڑھاتے تھے پس آپ پڑھتے جاتے تھے اور شاگرد مصاحف میں قرائتیں لکھتے جاتے تھے۔آپ نے حمزہ سے چار مرتبہ قرآن پڑھا اور عیسیٰ ابن عمر۔ طلحہ ابن مصرف سے بھی پڑھا ان دونوں نے ابراہیم نخعی سے اور انھوں نے علقمہ ابن قیس سے اور علقمہ نے ابن مسعودؓ سے اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا نیز آپ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد (امام محمد ابن حسن شیبانی) کے خالہ زاد بھائی ہیں۔آپ نے پہلے خلیل ابن احمد سے نحو پڑھی پھر ان کی تحریک پر نجد تہامہ جا کر اعراب میں رہے اور عربیت کا اتنا ذخیرہ جمع کیا جس کے لکھنے میں سیاہی کے پندرہ شیشے صرف ہوئے واپسی پر بغداد میں قیام کرکے پہلے ہارون کو پھر اس کے بیٹے امین کو پڑھایا بڑے بڑے آئمہ آپ کے شاگرد ہیں۔ معانی القرآن۔ کتاب النحو۔ کتاب نوادر کبیر وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں۔سیبویہ سے مناظرے ہوتے تھے یزیدی سے اکثر ہم نشینی رہتی تھی۔

فائدہ:۔(۲) قراء سبعہ کی یہ ترتیب ابن مجاہد کے بیان کے مطابق ہے ورنہ شیوخ وطبقات کے لحاظ سے ترتیب اس طرح ہے۔ ابن عامرؒ۔ عاصمؒ۔ ابن کثیرؒ۔ نافعؒ۔ ابوعمروؒ۔ حمزہؒ۔ کسائیؒ۔ نیز ابن مجاہد اور دانی وغیرہ نے تقبل کو بزی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے ابن ذکوان کو ہشام سے دوری کو ابوالحارث سے پہلے بیان کیا ہے باقی میں موافق ہیں ابن مجاہد اور شاطبی کی پیروی میں چوتھی اور چھٹی صدی سے اکثر مصنفین اور تمام اہل ادا اسی ترتیب پر عامل رہے ہیں لیکن نہ یہ واجب ہے اور نہ مسنون۔ قاری جس کو چاہے مقدم مؤخر کر سکتا ہے مگر جمع پڑھتے ہوئے کسی ایک ترتیب پر رہنا چاہئے تاکہ غلطی نہ ہو اور مناسب ہے کہ اسی پر رہے ایجاد کی ضرورت نہیں (از شرح سبعہ)

فائدہ:۔ ۳ جعبری کہتے ہیں کہ حفص دو راویوں کا نام ہے (۱) غاضری کا جو عاصم کے راوی ہیں (۲) دوری کا جو ابوعمرو اور کسائی دونوں کے راوی ہیں اور جب حفص کو بلا قید لاتے ہیں تو اس سے عاصم کے راوی مراد ہوتے ہیں کیونکہ یہ بہ نسبت دوری کے مشہور تر ہیں جیسے مَعْهُ حَفْصٌ اَخُوْ وِلًا (ھاء الکنایہ ۲) اور دوری کے اسم صریح حفص کو صرف کسائی کی قراءت میں ایک جگہ استعمال کیا ہے اور کسائی کی قید بھی ظاہر کر دی ہے اور وہ یہ ہے وَرُءْيَاكَ مَعْ مَثْوَايَ عَنْهُ لِحَفْصِهِمْ (باب الفتح والامالہ ۱۵) اور دوری کو صرف ابوعمرو ہی کی قراءت میں استعمال کرتے ہیں اور قید بھی ظاہر نہیں کرتے جیسے بقرہ ۱۱ میں ہے وَكَمْ جَلِيلٍ عَنِ الدُّوْرِيِّ مُخْتَلَسًا جَلَا۔ تَأَمَّلْ فَإِنَّهُ غَنِيْمَةٌ بَارِدَةٌ۔ انتہی خلاصہ یہ ہے کہ حفص کے ساتھ قید نہ ہو تو اس سے عاصم کے راوی مراد ہوں گے اور دوری بلا قید آئیں تو ابوعمرو کے راوی مراد ہوں گے نہ کہ کسائی کے رہیں رمزیں سو وہ سب الگ الگ ہیں ان میں کوئی شبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔

النحو والعربیہ:۔ كَانَ یا تو ناقصہ ہے اور تَسَرْبَلَا خبر ہے یا تامہ ہے اور تَسَرْبَلَا اس کی ضمیر سے حال ہے اور پہلا فِیْ وقت کے اور دوسرا بَا کے معنی میں ہے ای تَسَرْبَلَ بِهٖ وَقْتَ الْاِحْرَامِ اور مَا دونوں صورتوں میں مصدریہ ہے اور فِیْهِ یا تو الْاِحْرَامِ کے متعلق ہے یا تَسَرْبَلَ کے پہلی صورت میں مفعول مقدر ہوگا اَیْ تَسَرْبَلَ الْكِسَاءَ وَقْتَ الْاِحْرَامِ فِی الْاِحْرَامِ اور دوسری تقدیر پر فِیْ زائد ہوگا یا فِیْ سے متعدی کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تَسَرْبَلَ میں حَلَّ کے معنی بھی ہیں اور سربال بازو قمیص کا نام ہے یا ہر وہ چیز ہے جو پہنی جاتی ہے۔

قرا کے عربی یا عجمی النسل ہونے کا بیان

۴۱۔ اَبُوْعَمْرِهِمْ وَالْيَحْصَبِيُّ ابْنُ عَامِرٍ ۔۔۔ صَرِيْحٌ وَبَاقِيْهِمْ اَحَاطَ بِهِ الْوَلَا

ترجمہ:۔ ان (قرا) میں کے ابوعمرو اور (وہ) یحصبی جو ابن عامر ہیں (دونوں) خالص عرب ہیں اور ان قراء کا باقی (رہا) جو ہے اس کو عجمیت نے گھیر لیا ہے۔

شرح:۔ یعنی قراء سبعہ میں سے صرف ابوعمرو اور ابن عامر خالص عربی ہیں باقی سب نسلاً عجمی ہیں اور یہ اکثر کے قول پر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ابن عامر بھی خالص عربی نہیں اور بعض کے قول پر ابن کثیر اور حمزہ بھی خالص عربی ہیں اور نافع عاصم کسائی بالاتفاق عجمی النسل ہیں اور ابن عامر کو یحصبی بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ قبیلہ یحصب سے تعلق رکھتے تھے جو یمن میں تھا۔

النحو والعربیہ:۔ ۱ ابوعمرو کی اضافت بعض کے اعتبار سے ہے کیونکہ مصداق مفرد ہے لفظ کے لحاظ سے نہیں کہ لفظاً مرکب ہے۔ ۲ یَحْصَبِیْ کے صاد پر رِوَايَةً تو فتح ہے اور لُغَةً کسرہ اور ضمہ بھی جائز ہے۔ ۳ ابْنُ عَامِرٍ یا تو یحصبی سے بدل ہے یا عطف بیان اور صَرِيْحٌ۔ اَبُوْعَمْرِهِمْ اور اَلْيَحْصَبِیْ دونوں کی خبر ہے اور صَدِيْقٌ و رَفِيْقٌ کی طرح اس کا اطلاق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر بھی ہوتا ہے اور زائد پر بھی اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جرِّ بُحُ اِن دونوں میں سے کسی ایک کی خبر ہے اور چونکہ یہ دوسرے کی خبر پر بھی دال ہے اسلئے ایک کی خبر کو حذف کردیا۔ ۹ وَکَا غالباً اتصال اور تعلق کے معنے میں ہے چونکہ مَوَالِی کا استعمال اہل عجم کی اولاد میں غالب ہے جس کی دُو وجوہ ہو سکتی ہیں۔ ۱ اہل عجم نے عربوں کی مدد کی تھی اور مددگار کو مولیٰ کہتے ہیں۔ ۲ ان کے قلعہ عربوں کے ہاتھ پر فتح ہوئے تھے پس گویا اہل عجم عربوں کے آزاد کردہ غلام ہیں اس بنا پر وَکَا سے عجمی ہونا مراد لے لیتے ہیں پس یہاں یہ وِلَادَۃُ الْعَجَمِ کے معنی میں ہے اور بعض نے اس سے وَکَاءُ الْعِتَاقَۃِ مراد لیا ہے جس کے معنے ہیں غلامی کا تعلق لیکن ابو شامہ فرماتے ہیں کہ یہاں یہ معنے صحیح نہیں ہو سکتے اس بنا پر کہ نہ تو باقی پانچ قراء سب کے سب خود ہی غلام ہیں اور نہ ان سب کے آباؤ اجداد میں غلامی پائی جاتی ہے۔ بلکہ بعض میں پائی جاتی ہے اور وَکَاءُ الْحَلْفِ بھی مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ عربی ہونے کے منافی نہیں ۔

ان چودہ ۱۴ راویوں کے طرق کا اجمالی بیان

۴۲۔ لَهُمْ طُرُقٌ يَهْدِي بِهَا كُلُّ طَارِقٍ ۝ وَلَا طَارِقٌ يُخْشَى بِهَا مُتَمَحِّلَا

ترجمہ :- (قراء کے) ان (رواۃ) کیلئے ایسے طرق ہیں جن کی طرف (اس فن کا) ہر عالم (طلباء کو) ہدایت کرتا ہے اور ان (طرق) میں کوئی ایسا مُدَلِّس عالم نہیں ہے جس سے اندیشہ کیا جائے جس کی حالت یہ ہو کہ وہ دھوکہ دینے والا ہو (بلکہ سب کے سب معتبر اور اعتماد کے قابل ہیں)۔

۴۳۔ وَهُنَّ اللَّوَاتِي لِلْمُوَاتِي نَصَبْتُهَا ۝ مَنَاسِبَ فَانْصَبْ فِي نِصَابِكَ مُفْضِلَا

ترجمہ :- اور یہ طرق وہ ہیں جن کو میں نے موافقت کرنے والے کیلئے علامتیں (یا اصول) بنا دیا ہے۔ پس (اے علم قراءت کے طالب) تو اپنی اس اصل یعنی علم کے خالص کرنے میں (یا اپنی نیت یا اپنی ذات کے درست کرنے کے بارے میں) تکلیف برداشت کر (یعنی خالص رضائے حق کیلئے علم حاصل کر) اس حالت میں کہ تو افضل کام کرنے والا ہے۔

شرح :- ۴۲ - یعنی ان چودہ ۱۴ راویوں کے لئے طرق بھی ہیں جن کی نسبت ان کے شاگردوں کی طرف ہوتی ہے جیسا کہ روایت کی نسبت راوی کی طرف اور قراءت کی نسبت قاری کی طرف ہوتی ہے مثلاً نافع کی قراءت اور قالون کی روایت اور ابو نشیط کا طریق کہتے ہیں۔ اور مثال مقدمہ شرح کے دوسرے حصہ کی پہلی فصل کے شروع میں گزر چکی ہے۔ پس طریق راوی کے شاگرد کو کہتے ہیں اور چونکہ اس فن کے علماء طلباء کو طرق بھی بتلاتے رہتے ہیں اس لئے یہ مشہور اور ظاہر ہیں اور ان طرق میں جتنے بھی حضرات ہیں سب ثقات اور معتبر ہیں۔ مُدَلِّس[۱] کوئی بھی نہیں ہے۔ پس ان کی طرف سے یہ اندیشہ نہ ہونا چاہیے کہ راویوں کی طرف ایسے خلاف کی نسبت کردیں گے جو ان سے منقول نہ ہو۔ آگے وَهُنَّ اللَّوَاتِي الخ۔ میں فرماتے ہیں کہ قراءت کی جو وجوہ میں نے بیان کی ہیں ان کے صحیح اور غیر صحیح ہونے کا پتہ لگانے کیلئے میں نے انھیں طرق کو علامتیں بنا دیا ہے۔ پس ان راویوں کی جو وجہ ان طرق سے ہوگی وہ تو صحیح ہوگی اور جو دوسرے طرق سے ہوگی وہ غیر صحیح اور ادلی کے خلاف سمجھی جائے گی۔ لیکن یہ طرق اسی

نوٹ :- [۱] مُدَلِّس وہ ہے جو اُستاد کے شیخ کو اپنا شیخ بتائے تاکہ واسطے کم ہو کر اس کی سند بلند ہو جائے نیز وہ بھی ہے جو اپنی سند کو غیر معتبر ہونے کی بنا پر بیان نہ کرے۔ ۱۲ منہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شخص کیلئے علامتیں ہیں جو میری اصطلاحات اور رموز میں میری موافقت کرے اور ان سے وہی معنیٰ لے جن کیلئے میں نے ان کو مقرر کیا ہے اور جو مخالفت کرکے دوسرے معنیٰ لے گا اس کیلئے یہ طرق علامات نہیں رہیں گے۔ کیونکہ اس صورت میں تو مطلب بالکل برعکس ہوجائے گا۔ نیز اس بات میں بھی میری موافقت کرے کہ جس طرح میں قراءت سبعہ کو بیان کرنا چاہتا ہوں اسی طرح وہ بھی قراءت سبعہ ہی کے حاصل کرنے کا شوق رکھتا ہو اور جو سبعہ کے بعد کی آٹھویں۔ نویں۔ دسویں یا ان کے بھی بعد والی قراآت حاصل کرنا چاہتا ہو اس کیلئے یہ طرق علامت نہیں ہیں۔ کیونکہ ان قراءتوں کے طرق اور ہیں نیز وہ قراءتیں اس قصیدہ سے معلوم نہیں ہوسکیں گی۔ بلکہ ان کو فن کی دوسری تصانیف سے معلوم کرنا چاہئے۔ جعبری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس شعر کے معنیٰ بہت سے قراء پر بھی مخفی ہوگئے اور وہ پوری طرح سمجھ نہیں سکے اور ان کی جہالت اس حد تک پہنچ گئی کہ جب کوئی ایسی قراءت سنتے ہیں جو اس نظم میں نہ ہو تو اس کو شاذ کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ بسا اوقات وہ ان کے برابر یا قوت میں ان سے بھی بڑھ کر ہوتی ہے اور حق یہ ہے کہ جب کوئی ایسی قراءت سنے جو اس کے علم میں نہ آئی ہو تو اس کو چاہئے کہ پرکھنے والے ماہر علماء سے اور معتبر کتابوں سے اس کی تحقیق کرے (اور یوں ہی شاذ نہ کہدے) انتہیٰ۔ ابن القاصح کہتے ہیں کہ ان حضرات نے یہ بات اس واسطے کہدی کہ اس فن کی حقیقت سے ناواقف ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس فن میں صرف یہی ایک قصیدۂ شاطبیہ ہوگا۔ اور میں نے ایک مختصر رسالہ لکھا ہے جس میں سبعہ کے علاوہ چھ قراءتیں اور بیان کی ہیں۔ پس جو شاطبیہ اور اس مختصر رسالہ کے موافق قراءتیں پڑھے گا۔ اس کو تیرہ قراءتیں حاصل ہوجائیں گی اور یہ چھ قراءتیں جو میں نے بیان کی ہیں یہ بھی انھیں حروف سبعہ میں سے ہیں جو حدیث میں آئے ہیں۔ انتہیٰ۔ اس کے بعد ناظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اتنی احتیاط کی ہے تو تمھیں بھی اپنی اصل (نیت) کے درست کرنے میں اور مسائل کی تحقیق میں پوری کوشش سے کام لینا چاہئے۔ ایسا کرنے سے تم محقق اور امام القراءت بن جاؤ گے اور یہ تمہارا افضل ترین کارنامہ ہوگا۔

تنبیہ ۱:- ناظم نے اس شعر میں اپنی نظم کے طرق کی طرف صرف اشارہ کیا ہے اور اس کی اصل (تیسیر) پر اعتماد کرکے ان کو بیان نہیں کیا اور ان کا خلاصہ یہ ہے کہ قالون کا طریق ابونشیط محمد ابن ہارون (متوفی شوال سنہ ۲۵۸ھ) سے ہے۔ اور ورش کیلئے ابو یعقوب یوسف الازرق (متوفی قریب سنہ ۲۴۰ھ) ہیں اور بزی کیلئے ابو ربیعہ محمد ابن اسحٰق (متوفی رمضان سنہ ۲۹۴ھ بمکہ) ہیں اور قنبل کیلئے ابوبکر ابن مجاہد (متوفی ۱۹ شعبان سنہ ۳۲۴ھ ببغداد) ہیں اور دوری کے لئے ابو الزعراء عبد الرحمٰن بن عبدوس (متوفی سنہ ۲۸۰ھ) ہیں اور سوسی کیلئے ابو عمران موسیٰ بن جریر (متوفی سنہ ۳۱۶ھ) ہیں اور ہشام کیلئے ابو الحسن احمد بن یزید الحلوانی (متوفی سنہ ۲۵۰ھ بحلوان) ہیں اور ابن ذکوان کیلئے ابو عبد اللہ ہارون ابن موسیٰ الاخفش (متوفی سنہ ۲۹۲ھ بعمر ۹۲ سال) ہیں اور ابوبکر شعبہ کے لئے ابو زکریا یحییٰ ابن آدم الصلحی (متوفی سنہ ۲۰۳ھ بمقام فم صلح) ہیں۔ اور حفص کیلئے ابو محمد عبید بن صباح النہشلی (متوفی سنہ ۲۳۵ھ) ہیں اور خلف کیلئے ابو الحسن احمد بن عثمان بن بویان ہیں انھوں نے ابو الحسن ابن عبد الکریم الحداد سے اور انھوں نے خود خلف سے پڑھا ہے اور خلاد کے لئے ابوبکر محمد ابن شاذان الجوہری (متوفی سنہ ۲۸۶ھ بعمر ۷۰ سال ببغداد) ہیں اور ابو الحارث کیلئے ابو عبد اللہ محمد ابن یحییٰ بغدادی ہیں جن کا عرف کسائی صغیر ہے (متوفی سنہ ۲۸۸ھ ببغداد) اور دوری کیلئے ابو الفضل جعفر ابن محمد النصیبینی (متوفی سنہ ۳۰۷ھ) ہیں۔ اور جس جگہ ناظم نے ان چودہ راویوں میں سے کسی کا ایسا اختلاف بیان کیا ہے جو ان طرق سے نہیں ہے تو وہ حکایت کے طور پر اور فائدے کے کامل کرنے کیلئے ہے اس لئے نہیں کہ اس کو پڑھا بھی جائے۔ کیونکہ ایک طریق کے اختلافات پڑھتے ہوئے دوسرے طریق کے اختلافات کا پڑھنا قراء کے نزدیک ناجائز ہے مثلاً ناظم نے قالون کی روایت کو ابونشیط سے نقل کیا ہے تو قالون کا طریق ابونشیط سے ہوا۔ پس قالون کی جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وجہ ان کے دوسرے شاگرد حُلوانی سے منقول ہوگی وہ ناظم کے طریق کے خلاف کہلائے گی۔ اسی لئے وَانُوْتُفِکٰتِ میں قانون کیلئے ہمزہ کا واؤ سے ابدال اگرچہ ثابت وصحیح ہے مگر چونکہ ابو نشیط سے نہیں ہے بلکہ حُلوانی سے ہے اس لئے نظم کے طریق سے اس کا پڑھنا صحیح نہیں ہوگا یعنی احتیاط کے خلاف ہوگا۔

فائدہ:۔ لَہُمْ طُرُقٌ الخ۔ جعبری رحؒ کے قول پر طرق سے اصطلاحی طرق مراد ہیں۔ یعنی راویوں کے شاگرد بلا واسطہ ہوں یا ایک یا کئی واسطوں سے ہوں اور قصیدۂ ہٰذا کی شرح ارشاد المرید میں علی ضباع رحؒ نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے جو قریب زمانے میں مصر کے شیخ القراء تھے اور احقر کے ذوق میں بھی یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ تیسیر و نشر۔ اتحاف۔ غیث النفع۔ تقریب النفع میں بھی قراء و رواۃ کے بعد انھیں اصطلاحی طرق کو بیان کیا ہے اور طیبہ میں قراء اور رواۃ کے ناموں کے بعد فرمایا ہے۔ وَھٰذِہِ الرُّوَاۃُ عَنْہُمْ طُرُقٌ۔ کہ ان رواۃ کیلئے طرق بھی ہیں۔۔ پس ان تائیدات سے یہ بات تقریباً واضح اور مصرح ہوگئی کہ ناظم لَہُمْ طُرُقٌ میں انھیں اصطلاحی طرق کی طرف اجمالی اشارہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس میں بھی تیسیر کی پیروی ہوجائے۔ لیکن علی قاریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ یہاں اصطلاحی طرق مراد لینا ضعیف ہے کیونکہ اوّل تو قصیدہ میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو اس پر دلالت کرتا ہو۔ دوسرے یہ کہ اس تقدیر پر آئندہ شعر ۴۳ میں جو ھُنّ کی ضمیر ہے وہ ان طرق کی طرف راجع نہیں ہوسکتی کیونکہ اُس شعر میں یہ فرمایا ہے کہ یہ طرق وہ ہیں جن کو میں نے بیان کردیا ہے حالانکہ اصطلاحی طرق کو ناظم نے کسی جگہ بھی بیان نہیں کیا اس لئے موصوف طرق سے قراء کے مذاہب اور اختلافات مراد لیکر لَہُمْ طُرُقٌ کی شرح اس طرح فرماتے ہیں کہ ان قراء اور رواۃ کیلئے قرآن مجید کے الفاظ میں مذاہب اور اختلافات ہیں جن میں سے کچھ اصولی ہیں اور کچھ فرشی اور اس فن کے علماء ہر زمانے میں طلباء کو ان کی تعلیم بھی دیتے رہتے ہیں اور کتابوں میں جمع کرتے رہتے ہیں اس بنا پر وہ مشہور اور متواتر ہوکر ایسے ہوگئے ہیں کہ اب ان میں کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا اور میں نے ان مذاہب اور اختلافات کو علامات اور اصول بنادیا ہے کہ جو حضرات ان کو یاد کریں گے ان کو بڑی عزت اور بزرگی حاصل ہوگی اور گویا یہ مذاہب ان کی عزت کی علامتیں ہیں جو میری مقرر کی ہوئی اصطلاحات اور رموز میں میری موافقت کریں۔ الخ

النحو والعربیہ:۔ وَلَاطَارِقٌ کی خبر یُخْشٰی یا بِھَا یا مُتَنَحِّلَا ہے اور بِھَا کے خبر ہونے کی صورت میں یُخْشٰی صفت ہے اور یَھْدِیْ معروف کا صیغہ ہے اور اس کا مفعول محذوف ہے اور بِھَا کی بآ اِلٰی کے معنی میں ہے یعنی یُرْشِدُ الطَّالِبِیْنَ اِلٰی تِلْکَ الطُّرُقِ۔ طارِقٌ ارادہ کرنے والا یا راہ چلنے والا یا رات کو آنے والا۔ یہ تو لغوی معنی ہیں اور چونکہ ستارہ بھی رات کو ظاہر ہوتا ہے اس لئے مجازاً طارق سے ستارہ بھی مراد لے لیتے ہیں اور کبھی مجاز در مجاز کے طور پر طارق عالم کے معنے میں بھی آتا ہے چنانچہ یہاں عالم ہی مراد ہے کیونکہ ستارہ اور عالم دونوں راستہ بتانے کے وصف میں شریک ہیں اور دوسرے طارق سے مراد مُدلّس ہے اور ایک روایت پر یُھْدٰی بصیغہ مجہول ہے اس صورت میں طارق اپنے اصلی معنی پر رہے گا یعنی طالب اور ارادہ کرنے والا اَلْمُوَاتِیْ اصل میں مُؤَاتِیْ تھا پھر جوازاً ہمزہ کو واؤ سے بدل لیا تاکہ اَلْمُوَاتِیْ کے مطابق ہوجائے۔ مَنَاصِبٌ نَصَبْتُ کا دوسرا مفعول ہے اس طور پر کہ نَصَبْتُ بطریق تضمین جَعَلْتُ کے معنی میں ہے یا پہلے مفعول سے حال ہے یا تمیز ہے نِصَاب شے کی اصل کو کہتے ہیں چونکہ نیت بھی اعمال کی اصل ہے اس مناسبت سے بعض شارحین نے نصاب سے نیت مراد لی ہے اور ابو شامہؒ نے اس کو اصل ہی کے معنی میں لیا ہے اور ان کی تقریر کا حاصل یہ ہے کہ تو اپنی اصل کے درست کرنے میں تکلیف برداشت کر اور تیری اصل علم ہے کیونکہ جس طرح لوگوں کو ان کے باپ دادا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اسی طرح تیری نسبت علم کی طرف کی جائے گی مثلاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام القرادت یا شیخ القراء کہلائے گا۔ مُفضَّلًا اَیَا اَیشیٔ اُ انفضل کے معنی میں ہے۔

۴۴۔ وَھَا اَنَا ذَا اَسْعٰی لَعَلَّ حُرُوْفَھُمْ یَطُوْعُ بِھَا نَظْمُ الْقَوَافِیْ مُسَھَّلًا

ترجمہ:۔ اور خبردار ہو (اور سُن) میں وہ ہوں کہ کوشش کرتا ہوں امید ہے کہ قرار کے اختلافات جو ہیں اشعار کی نظم ان کی گنجائش کر جائے اس حالت میں کہ یہ نظم آسان کی ہوئی ہے۔

شرح:۔ چونکہ نظم میں مقصد کو مختصر الفاظ کے ساتھ بیان کیا جائیگا اس لئے ھَا (خبردار ہو) کہکر تنبیہ فرمادی کہ اس کے تمام الفاظ کو کامل غور کے ساتھ دیکھنا اور سمجھنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ کسی لفظ کی طرف دھیان نہ کیا جائے اور اس سے مقصد کے سمجھنے میں کمی رہ جائے جس سے بعض قراءات تو نکل آئیں اور بعض رہ جائیں۔ اور آسان اس واسطے فرمایا کہ نظم بہ نسبت نثر کے جلدی یاد ہو جاتی ہے اور اس کے یاد کرنے کی طرف رغبت بھی زیادہ ہوتی ہے اور گو اس میں اشکال بھی ہے مگر اتنا نہیں جس سے مطلب کا نکالنا دشوار ہو۔

النحو والعربیۃ:۔ اَسْعٰی ذَا (اسم اشارہ) کے معنے سے حال ہے اَیْ اَنَا الْمُشَارُ اِلَیْہِ حَالَ کَوْنِیْ اَسْعٰی یا ذَا اَنَا سے بدل ہے اور اَسْعٰی خبر ہے یا ذَا اَلَّذِیْ کے معنی میں ہے اور مع صلہ کے خبر ہے اور یہ جملہ لفظاً اور ترکیباً ھَا اَنْتُمْ اُولَاءِ تُحِبُّوْنَھُمْ آل عمران کی طرح ہے۔ [۱] حروف سے قرار کی رموز یا مختلف قراآت یا دونوں مراد ہیں صاحب مین کہتے ہیں کہ جو کلمہ کسی طرح پڑھا جاتا ہو اس کو حرف کہتے ہیں الخ اور رموز بھی حرف ہیں کیونکہ یہ قرار پر دلالت کرتی ہیں اور آئندہ شعر سے اسی معنی کی تائید ہوتی ہے۔ گویا کسی نے سوال کیا کہ حروف سے کون سے حروف مراد ہیں پس جواب میں جَعَلْتُ اَبَا جَادٍ کہکر بتادیا کہ وہ اَبْجَد کے حروف ہیں۔ یَطُوْعُ میں یَنْقَادُ کے معنی کا بھی احتمال ہے اور گویا یہ یَتَّسِعُ کے معنی کو متضمن ہے اسی لئے اس کو بَا سے متعدی کردیا قوافی اشعار کے وہ آخری کلمے ہیں جو کسی ایک ضابطہ کے ماتحت ہوں۔

وہ رموز واصطلاحات جو قصیدہ میں استعمال کی گئی ہیں

۴۵۔ جَعَلْتُ اَبَا جَادٍ عَلٰی کُلِّ قَارِئٍ دَلِیْلًا عَلَی الْمَنْظُوْمِ اَوَّلَ اَوَّلَا (ص)

ترجمہ:۔ میں نے اَبْجَد (کے حروف) کو ہر قاری پر یعنی ان پر کہ جو (اس سے پہلے) نظم میں بیان کئے گئے ہیں دلالت کرنے والے بنا دیا ہے اس حالت میں کہ (ابجد کے حروف میں کا) اوّل حرف (قراء میں سے) اول (قاری) کے لئے ہے۔

شرح:۔ یعنی میں نے اختصار کی غرض سے قراء اور رواۃ کے ناموں کے بجائے ابجد کے حروف استعمال کئے ہیں اس طرح پر کہ ان حروف میں سے پہلے حرف کو قاریوں اور راویوں میں سے پہلے کے لئے اور دوسرے حرف کو دوسرے کے لئے استعمال کیا ہے اور باقی حروف اور باقی قراء کو بھی اسی طرح سمجھ لو۔ [۱] اور ان حروف کی ترتیب یہ ہے۔ اَبَجْ۔ دَھَزْ۔ حُطِّیْ۔ کَلِمْ۔ نَصَعْ۔ فَضَقْ۔ رَسَتْ۔ یہ حروف بھی اکیس [۲۱] ہیں اور قاریوں اور راویوں کے نام بھی اکیس [۲۱] ہیں ان حروف کو ترتیب وار ناموں پر تقسیم کرو۔ اس طرح پر کہ اَبَجْ کا ہمزہ نافع اور بَا قالون اور جیم ورش کے لئے اور دَھَزْ کی دال ابن کثیر اور ھا بزی اور زا معجمہ قنبل کے لئے اور حُطِّیْ کی حا ابو عمرو اور طا دوری اور یائے تحتانیہ سوسی کے لئے ہے اور کَلِمْ کا کاف ابن عامر اور لام ہشام اور میم ابن ذکوان کیلئے اور نَصَعْ کا نون عاصم اور صاد ابو بکر اور عین حفص کے لئے اور فَضَقْ کی فا حمزہ اور ضاد معجمہ خلف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور قاف خلاد کے لئے اور رَ سَمت کی رَاء کسائی اور سین ابوالحارث اور تا دوری کے لئے ہے۔ اسی بارے میں ناظم نے اہل مشرق کی مشہور ترتیب کے بجائے اہل مغرب کی ترتیب کو استعمال کیا ہے اس کو ناظم نے تو بیان نہیں کیا لیکن شارحین نے قصیدہ کے اشعار کے تلاش کرنے کے بعد متعین کیا ہے۔ ۳ آئندہ اشعار میں آئے گا کہ ثخذ کی ثا تینوں کو فیین (عاصم۔حمزہ۔کسائی) کے اور خا نافع کے سوا باقی چھ کے اور ذال ابن عامر اور کوفیین کے لئے ہے اور ظعش کی ظا ابن کثیر کی اور کوفیین کے اور غین ابوعمرو بصری اور کوفیین کے اور شین حمزہ اور کسائی کیلئے ہے اور واؤ کو دو مسئلوں میں جدائی کرنے کے لئے استعمال کیا جائے گا اور یہ تمام حروف جو اٹھائیس ہیں ہر جگہ کلمہ کے شروع میں آئیں گے۔ رہا الف سو وہ چونکہ کلمہ کے اول میں آ ہی نہیں سکتا اس لئے اس کو رمز نہیں بنایا ان حروف میں سے ایک کو رمز اور کئی کو رموز کہتے ہیں اور رمز اشارہ کرنے کے معنی میں ہے چونکہ ان حروف سے بھی قراء کی طرف اشارہ ہوتا ہے اس لئے ان کو رمز کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ آٹھ رمزیں اور ہیں اور وہ بھی آئندہ اشعار میں آ رہی ہیں۔ ان کو بھی یہیں یاد کرو تاکہ سب جمع ہو جائیں اور وہ یہ ہیں:۔ صُحْبَۃٌ۔ صِحَابٌ۔ عَمَّ۔ سَمَا۔ حَقٌّ۔ نَفَرٌ۔ حِرْمِیٌّ۔ حِصْنٌ ان میں سے صُحْبَۃٌ ابوبکر و حمزہ اور کسائی کے اور صحاب حفص و حمزہ اور کسائی کے اور عَمَّ نافع، ابن عامر کے اور سَمَا نافع، ابن کثیر ابوعمرو کے اور حَقٌّ ابن کثیر، ابوعمرو کے اور نَفَرٌ ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر کے اور حِرْمِیٌّ نافع، ابن کثیر کے اور حِصْنٌ نافع اور تینوں کوفیین کے لئے ہے۔ پس کل رمزیں پینتیس ہیں اور چھتیسواں واؤ ہے جو جدائی کے لئے ہے۔ ۵ پھر ان رمزوں کی تین قسمیں ہیں۔ (ا) رمز صغیر حرفی مفرد جو ایک ایک قاری یا ایک ایک راوی کیلئے ہو اور یہ ا بج سے رَ سَت تک کی اکیس رمزیں ہیں (ب) رمز صغیر حرفی مرکب جو کئی کئی قاریوں کے لئے ہو اور یہ ثخذ اور ظعش کی چھ رمزیں ہیں یہ حرف کلمہ کے پہلے حرف میں آئیں گی (ج) رمز کبیر کلمی یہ صُحْبَۃٌ سے حِصْنٌ تک کی آٹھ رمزیں ہیں ان میں پورا کلمہ رمز بنتا ہے۔ پس رمز حرفی میں کلمہ کے پہلے حرف کو اور کلمی میں پورے کلمہ کو قوسین میں لکھا جائے گا۔ اس سے سمجھ لینا کہ یہ رمز ہے اور واؤ فاصل حرفی اور کلمی دونوں قسم کی رمزوں کے بعد یہ بتانے کیلئے آئے گا کہ اب پہلا مسئلہ ختم ہو گیا ہے اور دوسرا شروع ہوتا ہے اور اس واؤ کو بھی قوسین ہی میں لکھا جائیگا اور جہاں شبہ نہیں ہوگا وہاں دونوں قسم کی رمزوں کے بعد واؤ کو ترک بھی کر دیں گے۔

رموز کے استعمال کے متعلق مفید ترین فوائد

فائدہ:۔ ۱ (ا) رموز کے لئے مفرد اور بے معنی حروف کے بجائے ایسے کلمات استعمال کئے ہیں جو قراءت کی یا قاری کی تعریف اور قراءت کی توجیہ اور اسی قسم کے دوسرے فوائد پر بھی مشتمل ہیں اور ان کلمات کا پہلا حرف رمز کا بھی کام دیتا ہے جیسے باب البسملہ ۱۔ ام القرآن ۱۔ سورۃ القیامۃ ۲ (ب) ان میں سے جو حروف واؤ فاصل کے بعد آ رہے ہوں۔ وہ دو شرطوں سے رمز بنتے ہیں۔ ۱ یہ کہ واؤ زائد ہو اصلی حروف میں سے نہ ہو۔ ۲ یہ کہ واؤ مسئلہ کے شروع میں ہو ختم پر رموز والے حروف کے درمیان نہ ہو۔ اسی لئے (ا) کا (وَ) عَلا (الْحِرْمِیُّ) اعراف ۱۱ اور (وَ) اکلہم (صُحْبَۃٍ) یا کاف۔ یونس ۲ اور (وَ) حُکْمُ (صِحَابٍ) شوریٰ ۲ تینوں میں واؤ کے بعد والے حروف رمز ہیں اور (وَ) عَلیٰ (نَفَرٍ) ہائے کنایہ ۹ میں عین اور (وَ) صِلَا نحل ۲ میں صاد رمز نہیں کیونکہ ان دونوں مثالوں میں واو فا کلمہ ہے۔ اور (حَقٌّ) (وَ) ذُو جَلَا بقرہ ۶۷ میں ذال اور جیم اور (حَقٌّ) وَ ذُو مَلا۔ آل عمران ۱۳ میں ذال اور میم رمز نہیں کیونکہ ان دونوں مثالوں میں واؤ مسئلہ کے ختم پر رمزیہ حروف کے درمیان ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: ۔ ۲ نافع چونکہ نظم کی ترتیب میں سب سے پہلے قاری ہیں اس بناء پر ان کے لئے ابجد کے پہلے ہی حرف کو رمز بنایا ہے جو لفظاً ہمزہ اور رسماً الف ہے اور دوسرے شارحین اس کو الف سے تعبیر کرتے ہیں مگر اس شرح میں درہ کی ایک عربی شرح کے مطابق اس کو ہر جگہ ہمزہ ہی کہا جائے گا یاد رکھنا اور یہ ہمزہ قطعی بھی ہوتا ہے جیسے (۲) مِنًا قیامہ نمبرا اور وصلی بھی جیسے (لِہٖ) (۱) لِرَتَحْبٗ ۔ ہائے کنایہ ع۸ اور (نُفَرٌ) (ل) نَعَلَاہ ۔ یا آت الاضافہ ع۱۲ اور الِہٖ (ل) تُحْلَا ۔ ایضاً ع۲۹ اور کَہُمَا (ل) تُجْلَا شوریٰ ع۱۱ وَ اِنَّ افْتَحُوْا (ک) لُجَلَا ۔ سورہ محمدؐ ع۱ لیکن ہمزہ وصلی چونکہ درج میں ساقط ہو جانے کے سبب مخفی ہے اس لئے اس کو رمز نہ بناتے تو بہتر ہوتا کیونکہ رمز کا واضح ہونا اولیٰ ہے اور اسی لئے وَ اُقْبِلَا (عُہلی (حِق)، ن السّدّیْنِ کہف میں یہ اشکال پیدا ہو گیا کہ اُقْبِلَا کا ہمزہ نافع کی رمز ہے اور حفص مکّی اور بصری کی طرح ان کے لئے بھی السّدَّیْنِ میں سِیْن کا فتحہ ہے حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں۔ انتہیٰ اور اس کا جواب یہ ہے کہ واؤ کے بعد والے ہمزہ وصلی کو قصیدہ میں کسی جگہ بھی رمز نہیں بنایا اس لئے وَ اُقْبِلَا (کہف) میں یہ اشکال پیدا ہی نہیں ہوتا۔

فائدہ: ۔ ع۳ ۔ بعض جگہ وزن کے درست کرنے اور شعر کے پورا کرنے کی غرض سے امام کی ایک رمز کے بجائے دونوں راویوں کی دو۲ رمزیں بھی لے آتے ہیں جیسے سَنَا تَلَا باب الامالہ ع۲۲ باب الوقف علی مرسوم الخط ع۱ اور نَ اِلَیْہِ ھٰذَا بقرہ ع۴۸ اور لَہٗ مُلَا مائدہ ع۱۳ ۔

فائدہ: ۔ ع۴ ۔ جس جگہ رمز کے حرف کے ساتھ ضمیر متصل ہو جیسے عَنْھُمْ، لَھُمْ تو اگر وہ ضمیر قراء کی طرف راجع ہو تب تو اس حرف کو رمز نہیں بناتے اور اس ضمیر کو اسم ظاہر کے درجہ میں رکھتے ہیں جس کے بارے میں ناظم کا دستور یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں اسم ظاہر لے آتے ہیں تو پھر اس مسئلہ کے ختم ہونے تک رمز نہیں لاتے جیسے وَیَبْصُطُ عَنْھُمْ غَیْرَ قُنْبُلٍ بقرہ ع۲ یعنی وَیَبْصُطُ میں انھیں کے لئے صاد ہے جن کے لئے وَصِیَّۃً میں تا کا رفع ہے۔ اور جیسے وَضَمَّ (لُ) وَلُوْ (حِقٍّ) وَلَا غِنْیَۃً لَّھُمْ یعنی لَا غِنْیَۃٌ کا رفع بھی انھیں ہمزہ اور حق والوں کے لئے ہے جن کے لئے یُسْمَعُ میں پہلے حرف کا ضمہ ہے پس عَنْھُمْ میں عین حفص کی اور لَھُمْ میں لام ہشام کی رمز نہیں کیونکہ یہ ضمیریں قراء کے لئے ہیں اور اگر حرف کے ساتھ والی ضمیر قراء کے لئے نہ ہو تو پھر اس حرف کو رمز بنا دیتے ہیں جیسے اَکْسُہٗ (ل) لِرَتَحْبٗ ہاء کنایہ ع۸ اور الِہٖ (ل) تُحْلِی یاءات الاضافہ ع۲۹ پس ان دونوں میں لام ہشام کی رمز ہے کیونکہ اول میں ضمیر قصر کے اور ثانی میں خُلْف کے لئے ہے۔

فائدہ: ۔ ع۵ ۔ باب المد۔ باب الامالہ۔ یاءات الزوائد، باب الفرش میں کچھ حروف ایسے بھی ہیں جو رمز ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن واقع میں رمز نہیں ہیں اس لئے انھیں اشکال ہوتا ہے اور ابو شامہ فرماتے ہیں کہ باب البسملہ میں ایک موقعہ ایسا ہے کہ جس میں اوروں لے تو رمز بتاتی ہے لیکن میرے نزدیک رمز نہیں ہے اور غالباً اس سے مراد ع۳ ہے اور صاحب لنشر کی تحقیق کی بناء پر احقر کی رائے بھی یہی ہے کہ اس شعر میں جِیْدُہٗ کا جیم رمز ہے چنانچہ انشاء اللہ اس کا ذکر موقعہ پر آئے گا۔

فائدہ: ۔ ع۶ ۔ جس جگہ ایک ہی قاری کیلئے دو۲ یا تین قراءتیں جمع ہو جاتی ہیں۔ وہاں تین طرح عمل کرتے ہیں۔ ۱ ہر ایک کیلئے الگ الگ اسم یا رمز لاتے ہیں جیسے وَفِیْہِ نَمْ یُنَوِّنْ تُحَفِّصُ کَیْدِ بِالْخَفْضِ عُوِّلَا ۔ انفال ع۳ یعنی مُوْھِنُ میں تنوین کا ترک اور کَیْدِ میں دال کا جر دونوں حفص ہی کیلئے ہیں۔ ۲ دونوں کے لئے ایک ہی اسم یا رمز کو کافی سمجھتے ہیں جیسے وَاَنِّثَا ۔ یَکُوْنَ مَعَ الْاَسْرٰی الْاُسٰرٰی حُصِّلَا حَلَا ۔ انفال ع۱۰ ۔ یعنی اَنْ یَّکُوْنَ میں تانیث کی تا اور مِنَ الْاَسْرٰی میں مِنَ الْاُسٰرٰی دونوں حا والے (ابو عمرو) ہی کیلئے ہیں۔ اور سَنَکْتُبُ الخ ۔ آل عمران ع۳۶ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تین قراءتوں کے لئے ایک ہی رمز فالائے ہیں جو شعر کے آخر میں ہے۔ ع۲ پہلی قراءت کیلئے تو رمز آتے ہیں اور دوسری کا عطف کے ذریعہ اسی رمز سے تعلق کر دیتے ہیں جیسے وَفِیْ ضَمِّہٖ اَفْتَوْا۔ وَفِی الْکَسْرِ (حَقًّا)، وَالنُّعَاسَ اِرْفَعُوْا وِلَا انفال ع۲ یعنی النُّعَاسَ کا رفع بھی انھیں حق والوں کے لئے ہے۔ جن کیلئے یُغْشٰی میں یُغَشِّیْ ہے پس وَالنُّعَاسَ کا واؤ عطف کے لئے ہے جس کے ذریعہ سے اس کا تعلق حق کے ساتھ ہوگیا اور وَلَا کا واؤ فاصل ہے اس سے یہ بات متعین ہوگئی کہ النُّعَاسَ کا تعلق پہلی ہی رمز کے ساتھ ہے ورنہ اس واؤ سے پہلے ایک رمز اور لاتے از ابراز۔

فائدہ:۔ ع۳۔ بعض مصنفین نے حروف تہجی (الف، با، تا، ثا) والی ترتیب استعمال کی ہے اور ناظم نے حدیث کی موافقت کی غرض سے ابجد کی ترتیب رکھی ہے اس بناء پر کہ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تَعَلَّمُوْا اَبَاجَادٍ قِیْلَ مَا اَبُوْجَادٍ۔ فَقَالَ اَلْاَلِفُ آلَاءُ اللّٰہِ وَالْبَاءُ بَہَاءُ اللّٰہِ وَالْجِیْمُ جَلَالُ اللّٰہِ وَالدَّالُ دِیْنُہٗ وَالْہَاءُ ہَاوِیَۃٌ وَالْوَاوُ وَیْلٌ لِّمَنْ ھَوٰی وَالزَّاءُ زَاوِیَۃٌ فِیْہِمَا وَالْحَاءُ حَطُّ الْخَطَایَا عَنِ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ وَالطَّاءُ طُوْبٰی لَہُمْ۔ وَالْیَاءُ یَدُ اللّٰہِ عَلٰی خَلْقِہٖ وَالْکَافُ کَلَامُ اللّٰہِ لَا تَبْدِیْلَ لَہٗ وَاللَّامُ لِاَزْمٌ اَہْلُ الْجَنَّۃِ بِالتَّحِیَّۃِ وَالْمِیْمُ مُلْکُ اللّٰہِ وَالنُّوْنُ نُوْنٌ وَالْقَلَمُ لَوْحٌ مِّنْ نُّوْرٍ وَقَلَمٌ مِّنْ نُّوْرٍ یَکْتُبُ مَا ھُوَ کَائِنٌ۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ حُرُوْفُ اَبِیْ جَادٍ مَا مِنْہُنَّ حَرْفٌ اِلَّا وُجِدَ مَکْتُوْبًا فِیْ صَفَحَاتِ الْعَرْشِ بِالنُّوْرِ وَمَا مِنْہَا کَلِمَۃٌ اِلَّا فِیْ آجَالِ قَوْمٍ وَّاَعْمَالِ قَوْمٍ وَّمُدَّۃِ قَوْمٍ (قاری عن الجعبری)

النحو والعربیہ:۔ ع۱ ابجد کی اصل اَبُوْجَادٍ تھی تکرار سے بچنے کے لئے واؤ کو حذف کر دیا اس بناء پر کہ ایک واؤ ہوز میں بھی آرہا ہے۔ ع۲ عَلَی الْمَنْظُوْمِ عَلٰی کُلِّ قَارِئٍ سے بدل ہے اور دونوں جار دَلِیْلًا کے متعلق ہیں۔ ع۳ اَوَّلًا اَوَّلًا متکلم کی ضمیر سے حال ہے۔ ای مُرَتَّبًا اَوَّلًا فَاَوَّلًا اور پہلا لفظ اول درمیان میں ہونے کی وجہ سے اور دوسرا لام کے معنی کو متضمن ہوتے کی بناء پر مبنی ہے اور الف اطلاق کیلئے ہے۔

۴۶۔ وَمِنْ (ص) بَعْدِ ذِکْرِی الْحَرْفَ اُسْمِیْ رِجَالَہٗ مَتٰی تَنْقَضِیْ آتِیْکَ بِالْوَاوِ فَیْصَلَا

ترجمہ:۔ اور میں اپنے کلمہ قرآنی کے ذکر کرنے کے بعد اس (کلمہ) کے قراء کو نام یا رمز کے ساتھ ذکر کروں گا۔ جب یہ رموز ختم ہوجائیں گی تو میں تیرے پاس واؤ لاؤں گا اس حالت میں کہ میں (اس واؤ کے ذریعہ دو مسئلوں میں) جدائی کرنے والا ہوں گا۔

۴۷۔ سِوٰی (ص) اَحْرُفٍ لَّا رِیْبَۃٌ فِی اتِّصَالِہَا وَبِاللَّفْظِ اَسْتَغْنِیْ عَنِ الْقَیْدِ اِنْ جَلَا

ترجمہ:۔ (میں واؤ فاصل تمام کلمات میں لاؤں گا) سوائے ان کلمات (رمزیہ) کے جن کے (دوسرے کلمہ قرآنی کے ساتھ) متصل ہوجانے (کی صورت) میں شبہ نہیں ہے (پس ایسے مقامات میں واؤ نہیں لاؤں گا) اور اگر (کسی جگہ صرف تلفظ مقصود کو) ظاہر کر دے گا تو میں (کلمہ کے) تلفظ ہی کے ساتھ (اس کی قید (کے بیان کرنے) سے بے نیاز ہوجاؤں گا۔

شرح:۔ ع۴۶ و ۴۷۔ ان دونوں شعروں میں تین باتیں بیان کی ہیں:۔ اوّل بیان کی ترتیب یہ رہے گی کہ (الف) پہلے کلمہ قرآنی لائیں گے پھر اس کی قیود (حرکات و سکون و تشدید وغیرہ) کو بیان کریں گے پھر اس کے قاریوں کی رمزیں لائیں گے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر واؤ فاصل آئے گا جو دو مسئلوں میں جدائی کرنے کیلئے ہوگا۔ پس واؤ کے آنے سے یہ سمجھ لینا کہ یہاں پہلا مسئلہ ختم ہوگیا اب دوسرا شروع ہوتا ہے اور اس واؤ کے بعد جو رموز آئیں گی ان کا تعلق پہلے مسئلہ کے ساتھ نہیں رہے گا۔ اور باب الاظہار والادغام میں اذ قد تانیث کی تا اور ھل، بل کے ذکر میں دو واؤ لائیں گے جن میں سے پہلا ادغام کے حروف اور رموز میں اور دوسرا رموز اور آئندہ مسئلہ میں جدائی کرنے کیلئے ہوگا۔ (ب) اس ترتیب کا لحاظ وہاں رکھا گیا ہے جہاں قراء کے ناموں کے بجائے حرفی رمزیں استعمال کی گئی ہیں عام ہے کہ وہ حرفی رمز ایک ایک قاری یا ایک ایک راوی کیلئے ہو جیسے وہ اکیس ۲۱ رموز جو ابج سے رہ ضست تک کے سات کلمات میں آرہی ہیں یا کئی قاریوں کیلئے ہو۔ جیسے وہ چھ ۶ رمزیں جو ثخذ ظغش کے چھ حروف میں جمع ہیں اور جس جگہ رمز کو ترک کرکے قاری کے نام یا کنیت یا لقب کو استعمال کیا ہے یا کلی رمز آئی ہے برابر ہے کہ وہ اکیلی ہو یا حرفی رمز کے ساتھ ہو۔ وہاں اس ترتیب کو ضروری نہیں سمجھا بلکہ قاری کے نام اور کلی رمز کو آزادی کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ یعنی کسی جگہ کلمہ قرآنی سے پہلے اور کسی جگہ بعد میں۔ (ج) ناظم نے ہر ہر رمز کیلئے ایک ایک کلمہ استعمال کیا ہے جو مقام کے مناسب مفید اور صحیح معنی بھی ظاہر کرتا ہے اور اس کلمہ کا پہلا حرف رمز کا کام بھی دیتا ہے اور طلباء کو شبہ سے بچانے کیلئے ہر جگہ کلمہ کے پہلے ہی حرف کو رمز بنایا ہے درمیانی یا آخری حرف کو کسی جگہ بھی نہیں بنایا۔

دوم :- جن موقعوں میں رموز کے دوسرے کلمہ کے ساتھ متصل ہوجانے سے شبہ پیدا ہوگا ان میں واؤ فاصل ہر جگہ لائیں گے صرف ایک جگہ قصص ۳۷ میں شبہ کے باوجود بھی سہواً واؤ نہیں لائے اور دُخلاً کے بعد نَمَا نَفَرٌ فرمادیا ہے جس سے یہ شبہ ہوگیا کہ وَقَالَ مُوسٰی کو واؤ کے بغیر پڑھنے میں ابن کثیر کے ساتھ نَمَا نَفَرٌ والے باقی حضرات بھی شریک ہیں حالانکہ نَمَا نَفَرٌ کا تعلق یُرْجَعُوْنَ کے ساتھ ہے جو اس کے بعد آرہا ہے۔ اور اظہر یہ ہے کہ یہاں شہرت کو کافی سمجھ کر واؤ نہیں لائے اور جن موقعوں میں رموز کے دوسرے کلمہ کے ساتھ متصل ہوجانے سے بھی شبہ نہیں ہوگا ان میں اکثر جگہ تو واؤ لائیں گے۔ ام القرآن ۱، آل عمران ۲، قیامہ ۳ اور بعض جگہ ضرورت نہ ہونے کا خیال کرکے واؤ کو ترک بھی کردیں گے (چنانچہ شعر ۲۷ کے پہلے مصرعہ میں اسی کو بیان کیا ہے) جیسے وَیُنْبِتُ نُوْنٌ صَحَّ یَدْعُوْنَ عَاصِمٌ نحل ۱ یہاں شبہ نہ ہونے کے سبب یَدْعُوْنَ کو واؤ کے بغیر لائے ہیں کیونکہ یُنْبِتُ میں ابوبکر کیلئے یا کے بجائے نون بیان کیا ہے اور وہ یَدْعُوْنَ میں ہو ہی نہیں سکتا اس لئے کہ نَدْعُوْنَ کوئی بھی صیغہ نہیں۔

سوم :- جس جگہ شعر کے وزن کے سبب کلمہ کے تلفظ ہی سے اس کی قیدیں بھی ظاہر ہوجائیں گی وہاں اس کی حرکات و سکون و تشدید وغیرہ کو بیان نہیں کریں گے صرف کلمہ لے آئیں گے اور اس کو باب استغناء کہتے ہیں جیسے وَحَمْزَةُ اَسْوٰی فِی اُسْوٰی یہاں دونوں قراءتوں میں حرکات بیان نہیں کی گئیں تلفظ ہی سے سمجھی گئی ہیں اور اگر قید کے بغیر مقصد ظاہر نہیں ہوگا تو قید ضرور بیان کی جائے گی جیسے وَضُمَّهُمْ، تُفٰدُوْهُمْ وَا تَعْدُوْا یہاں ضمہ اور مد دونوں کو بیان کردیا اور واؤ فاصل اور باب استغناء کی مزید تفصیل کیلئے فوائد کا مطالعہ فرمائیں۔

فائدہ ۱ :- (۱) الحرف سے مراد قرآن مجید کا وہ کلمہ ہے جس میں قراء کا اختلاف ہو (عام ہے کہ یہ کلمہ ایک ہو بقرہ ۹ فزاد دو ہوں بقرہ ۵۹ یا تین ہوں بقرہ ۳ یا چار ہوں حال کنایہ ۲ یا قاعدہ کلیہ ہو جو بہت سے کلمات کو شامل ہو بقرہ ۵۰ تا ۵۲
(۲) رموز اکثر جگہ تو قیدوں کے پورا ہونے کے بعد آتی ہیں اور شاذونادر موقعوں میں قیدوں کے درمیان بھی آجاتی ہیں بقرہ ۴۲ و ۴۳ یہاں ثقلا اور واقصر قیدیں ہیں اور مکا حاس میں کاف اور دال رمزیں ہیں اور آل عمران ۲۵ و ۲۶ یہاں کسر اور کسروا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قیدیں ہیں اور دَلاَ کی دال رمز ہے اور سَکِّنْ ثُمُّمْ غافر ۲ میں نُعَمْ کی ضمیر شَمْلاً کی ثا داوں کیلئے ہے۔ پس گویا یہاں رمز دوبارہ آرہی ہے اس لئے اس ثا کو قیدوں کے درمیان نہیں سمجھیں گے اور کبھی رمز کو تمام قیدوں سے پہلے بھی لے آتے ہیں بقرہ ۲۴ (۳) واؤ چونکہ عطف کیلئے ہے اور قراءت بھی مسائل ہیں جو ایک دوسرے پر معطوف ہوتے ہیں اور نظم میں اس کا لانا آسان بھی تھا اس بنا پر فاصلہ کیلئے واؤ ہی کو اختیار کیا اور یہ واؤ فاصل اصلی اور غیر عاطفہ بھی ہوگا جیسے وَعَیٰ نَفَرٌ ہاء الکنایہ ۹ یہاں واؤ فا کلمہ ہے اور زائد اور عاطفہ بھی ہوگا۔ وَ مَا نُصَلاً ہاء الکنایہ ۱۴ بقرہ ۶۸۔ توبہ ۵، علق ۱۴ (۴) اگر واؤ کو فاصل مقرر نہ کرتے تو غیر رمز کے رمز ہونے کا شبہ ہوجاتا اور مسائل خلط ملط ہوجاتے۔ بالخصوص ان جملوں میں جن کو شعر کا وزن پورا کرنے کی ضرورت سے دو مسئلوں کے درمیان لاتے رہتے ہیں بقرہ ۵۹، ۶۷ و ۶۸ پس ان تینوں مثالوں میں آخری واؤ کے بعد والے حرف رمز نہیں ہیں (۵) کبھی قافیہ پورا کرنے کی ضرورت سے مسئلہ کی قیدوں کے درمیان بھی واؤ لے آتے ہیں۔ پس ایسے واؤ کو فاصل نہ سمجھنا چاہئے سورہ سبا ۱ و ۲، صٰفّٰت ۷ و ۸ پس ان میں وَکَلاَ اور وَصِّلاً کا واؤ فاصل نہیں ہے۔ (۶) اسی طرح قیود کے الفاظ کے پہلے حروف بھی رمز نہیں ہوتے بلکہ رمز اکثر جگہ قیود کے ختم ہونے کے بعد ہی آیا کرتی ہے (۷) اسی طرح واؤ فاصل وہ ہوتا ہے جو قید اور رمز دونوں کے ختم ہونے کے بعد آیا کرتا ہے۔ (۸) جو واؤ کلمہ کے اول میں ہو اس کو ہر جگہ فاصل نہ سمجھ لینا کیونکہ وہ بعض جگہ کلمہ قرآنی کا اور تقیید کے الفاظ کا بھی ہوتا ہے انعام ۱ محمد ۱ (۹) اوپر بیان ہوچکا ہے کہ کبھی واؤ والا کلمہ تقیید کے کلمات کے درمیان بھی آتا ہے حالانکہ وہ قید کیلئے نہیں ہوتا بلکہ قافیہ کے پورا کرنے کے لئے اصل مقصود سے زائد ہوتا ہے نبار ۱۴ اس میں وَکَلاَ کا واؤ اسی قبیل سے ہے اور اس کے بعد کے تین واؤ بھی قیود کے ساتھ آرہے ہیں فاصل نہیں ہیں فاصل تو صرف وہ ہے جو رموز کے ختم ہونے کے بعد شعر ۱۶ کے شروع میں ہے۔ (۱۰) جس کلمہ کے شروع میں واؤ فاصل ہوتا ہے کبھی تو وہ پورا کلمہ فصل ہی کیلئے ہوتا ہے اعراف ۱۹ اس میں وَاہِ کو فصل ہی کیلئے لائے ہیں گو اس سے قراءت کی تعریف بھی ظاہر ہورہی ہے جو ایک مفید معنی ہیں اور کبھی صرف واؤ ہی فصل کے لئے ہوتا ہے رہا بعد والا کلمہ سو وہ یا تو قرآن کا لفظ ہوتا ہے۔ نباء ۱۶ علق ۶ یا قاری کا نام ہوتا ہے۔ ہمز المفرد ۱۱، بقرہ ۲۲، محمد ۱۰ یا اختلافی کلمہ کی قید ہوتا ہے۔ آلِ عمران ۳۴، انعام ۱، اعراف ۱۲، محمد ۵ اور قلیل موقعوں میں واؤ کے بعد والا حرف بھی رمز ہوتا ہے جیسا کہ شعر ۴۵ کے فائدہ میں گزر چکا ہے۔ (۱۱) کبھی ایک قراءت کی رمز اور دوسری کی قید کو بھی واؤ کے بغیر متصل لے آتے ہیں نساء ۱۶ اور آل عمران ۱۰ و ۱۱۔ فائدہ ۲۔ باب استغنا کے متعلق۔ (۱) چونکہ شعر حرکات وسکنات وحروف کے ایک گنے چنے مجموعہ اور وزن کا نام ہے اس لئے اکثر جگہ تلفظ ہی سے قراءت ظاہر ہوجاتی ہیں یعنی شعر کا وزن ہی قراءت کو ظاہر کردیتا ہے کیونکہ دوسری طرح پڑھنے سے وزن درست نہیں رہتا۔ یہ اصطلاح گویا ایک چیستان ہے جس میں نہایت عجیب قسم کا اختصار ہے بلکہ اعجاز کے قریب قریب ہے (۲) اس اصطلاح کو تین طرح استعمال کیا ہے (ا) دونوں قراءتوں کو تلفظ ہی سے ظاہر کردیتے ہیں بقرہ ۲۲، آل عمران ۱۳، حج ۱، سَبَأ ۱ (ب) ایک قراءت کے موافق تلفظ کرتے ہیں اور دوسری کے ظاہر کرنے کیلئے قید لے آتے ہیں آل عمران ۱۹ کا دوسرا مصرعہ (ج) صرف ایک قراءت پر تلفظ کرتے ہیں اور اس تلفظ ہی سے مذکورہ قراءت کی قید نکلتی ہے پھر اس قید کی ضد سے دوسری قراءت نکلتی ہے جیسے وَمَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ام القرآن ۱ چونکہ یہاں مَالِكِ کو الف ہی کے ساتھ پڑھنے سے وزن سالم رہتا ہے اس لئے گویا یہاں بالمد بھی فرمایا ہے اور مد کی ضد سے نکل آیا کہ دوسروں کے لئے قصر الف کا حذف ہے اور کبھی دونوں کا تلفظ کردیتے ہیں اور ان میں سے صرف ایک کیلئے بعض قیدیں بھی بتادیتے ہیں۔ تمام قیود بیان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرتے۔ سورۂ محمد ۱۳ کا مصرعہ اوّل اور سورۂ نون تا قیامہ ۱۱ (۳) کبھی ایک قرارت تو تلفظ یا بیان سے نکل آتی ہے اور دوسری اسی قسم کے ان کلمات سے نکلتی ہے جن کو سب نے ایک ہی طرح پڑھا ہے اور کہیں اسی قسم کے اس لفظ سے بھی نکلتی ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہو۔ (۴) طٰہٰ ۸ کے پہلے مصرعہ کے تینوں نقلوں میں دوسری قرارت کو بیان نہیں کیا اور اس بارے میں شہرت کو کافی سمجھ لیا۔ پس یہ شبہ نہ کیا جائے کہ وہ مقام استغنا کے باب سے ہے حالانکہ دوسری قرارت کے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے استغنا حاصل نہیں ہوا۔ (۵) مناسب یہ تھا کہ استغنا کی اصطلاح کو شعر ۵۷ وَمَا كَانَ ذَا ضِدٍّ تا ۶۳ وَفِي الرَّفْعِ وَالتَّذْكِيرِ الخ کے سلسلہ میں بیان کرتے کیونکہ شعر ۴۵ جَعَلْتُ اَبَا جَادٍ الخ سے ۵۶ وَمَهْمَا اَتَتْ تک رموز اور ان کے متعلقات کا اور ۵۷ تا ۶۳ میں ضدوں اور قیدوں کا بیان ہے اور باب استغنا قیود کے قبیل سے ہے نہ کہ رموز کے قسم سے۔ (۶) جس جگہ تلفظ سے مقصود ظاہر نہیں ہوتا وہاں کلمہ کے ساتھ وہ قیدیں لگا دیتے ہیں جو شعر ۵۷ تا ۶۲ میں مذکور ہیں پھر اس کلمہ کی دو صورتیں ہیں اوّل یہ کہ شعر کا وزن صرف ایک قرارت پر تلفظ کرنے سے درست رہتا ہو پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔ (ا) کلمہ کا تلفظ اسی قرارت پر کیا گیا ہو جس کی قیدیں بیان کی جا رہی ہیں بقرہ ۱۰۲ اور ۹ کا دوسرا مصرعہ، آل عمران ۷، کہف ۲۰ کا دوسرا مصرعہ، شعراء ۱۔ (ب) کلمہ کا تلفظ قید والی قرارت کے علاوہ دوسری قرارت پر کیا گیا ہو اور یہ نہایت عمدہ ہے کیونکہ اس صورت میں دونوں قرائتیں ظاہر ہو جاتی ہیں ایک تلفظ سے دوسری قید سے بقرہ ۵۸ کا دوسرا مصرعہ، نساء ۲، مائدہ ۲ یوسف علیہ السلام ۱ کا دوسرا مصرعہ۔ دوم۔ یہ کہ شعر کا وزن دونوں قراءتوں کے موافق تلفظ کرنے سے سالم رہتا ہو اس صورت میں اولیٰ یہ ہے کہ جس قرارت کی قیدیں بیان ہو رہی ہیں اس کے علاوہ دوسری قرارت پر تلفظ کیا جائے تاکہ تحصیل حاصل بھی لازم نہ آئے اور قرارت نکالنے میں بھی سہولت ہو جائے کہ ایک قرارت قید سے اور دوسری تلفظ سے نکل آئے ام القرآن ۳، انعام ۱ پس اول میں عَلَيْهِمْ وغیرہ میں ھا کا کسرہ اور ثانی میں يُصْرَفْ میں یا کا ضمہ اور را کا فتحہ اور لَمْ يَكُنْ میں تانیث کی تا سے پڑھنا اولیٰ ہے۔

النحو والعربیہ:۔ شعر ۴۶ (۱) مِنْ ابتداء غایت کیلئے ہے اور بعض نسخوں میں ذِكْرُ الْحُرُوفِ متکلم کی یاء کے بغیر ہے پس مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہو گی اور اُسَمِّي اُسَمِّيْ دونوں کے ایک معنی ہیں۔ (۲) اُسَمِّيْ اَضَعُ کے معنی میں ہو تو دو مفعولوں کو چاہتا ہے اور اَذْكُرُ کے معنی میں ہو جیسا کہ یہاں ہے تو ایک مفعول کو چاہتا ہے۔ (۳) تَنْقَضِيْ اور رَاتِيْ میں اور اَلَمْ يَاْتِيْكَ وَالْاَنْبَاءُ تَنْمِيْ میں اور قنبل کی روایت پر سورۂ یوسف کے يَرْتَعِيْ اور مَنْ يَتَّقِيْ میں یاء کا اثبات ان لوگوں کے لغت پر ہے جو یا میں تقدیری جزم کے قائل ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ یا اشباع سے پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ سخاوی نے نقل کیا ہے کہ بعض نے ورش کیلئے واؤ سے پہلے ضمہ میں اشباع پڑھا ہے جیسے نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ (۴) مَتٰی کی جگہ اِذَا لاتے تو زیادہ فصیح ہوتا کیونکہ اِذَا کے ساتھ شعر میں مضارع کا جزم ضروری نہیں۔ (۵) فَيُصَلَا متکلم کی ضمیر سے حال ہے اور یہ ضَيْغَمٍ وَبَيْئِسٍ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے اور یا زائد ہے اور وزن کے اعتبار سے تَنْقَضِيْ میں تو یا کو حذف نہیں کر سکتے البتہ آتِيْكَ میں زحاف[1] جائز کے طور پر حذف کر سکتے ہیں لیکن چونکہ طبع سلیم اس سے نفرت کرتی ہے۔ اس لئے ناظم نے ایسا نہیں کیا۔ شعر ۴۷۔ (۶) سِوٰی کے سین میں تینوں حرکتیں ہیں لیکن کسرہ فصیح تر ہے اور یہ استثناء کا حرف ہے اور مستثنیٰ منہ اَتَيْتُكَ بِالْوَاوِ فِيْ جَمِيْعِ الْكَلِمَاتِ ہے۔ پس سِوٰی محل نصب میں ہے۔ (۷) اَحْرُفٍ جمع قلت ہے جو کثرت کے معنی میں ہے۔ (۸) لَا لَيْسَ کے معنی میں ہے۔ (۹) اِنْ کا جواب مقدر ہے اس لئے کہ اَسْتَغْنِيْ اس پر دال ہے اور سَجَلَا جَلَوْتُ اَلْاَمْرَ اِذَا كَشَفْتُهٗ سے ہے۔

[1] زحاف بمعنی جلدی کرنا یعنی کلمہ کے حروف یا اسکی حرکتوں کی کمی کے سبب اس کے تلفظ کا سرعت و سہولت والا ہو جانا ایسے جزو کو مزاحف و مزحوف کہتے ہیں تبدیلی کا دوسرا قسم خبن ... رے کے دامن کو آگے سے سینے کی طرف اکٹھا کرنا یعنی جزو کے دوسرے ساکن کو حذف کرنا گویا تیسرے حرف کو پہلے کیطرف جمع کر دیا جاتا ہے مثلاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۸۔ وَرُبَّ مَكَانٍ كُرِّرَ الْحَرْفُ قَبْلَهَا ۔۔۔ لِمَا عَارِضٍ وَالْأَمْرُ لَيْسَ مُهَوِّلَا

ترجمہ: اور کم مواقع ایسے بھی (موجود) ہیں جن میں اس (واؤ فاصل) سے پہلے کسی عارض (یا مانع) کی وجہ سے حرف (رمز) مکرر لایا گیا ہے اور یہ معاملہ گھبراہٹ میں ڈالنے والا نہیں ہے (کیونکہ جب ایک رمز کو زائد سمجھ لو گے تو کوئی شبہ باقی نہیں رہے گا۔)

شرح: یعنی بعض جگہ ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی عارض یعنی کلام کے خوبصورت بنانے یا قافیہ پورا کرنے کی ضرورت سے واؤ فاصل کے موقعہ سے پہلے رمز دو مرتبہ آگئی ہے اور یہ کوئی ایسی مشکل بات نہیں ہے جس سے طالب علم پریشان ہو۔

فائدہ: (۱) شرح میں واؤ فاصل کے موقعہ سے پہلے اس لئے کہا کہ بعض جگہ مکرر رمز کے بعد واؤ نہیں آتی۔ پس وہاں واؤ کے موقعہ سے پہلے مکرر ہوتی ہے نہ کہ واؤ فاصل سے پہلے۔ (۲) رمز کے تکرار کی دو صورتیں ہیں۔ ۱ مفرد رمز مکرر ہو جیسے (حُلا حَلا) انفال ۱۰ اس کے بعد واؤ فاصل نہیں ہے اس صورت میں پہلی کو رمز بنلاتے ہیں اور دوسری زائد ہوتی ہے۔ ۲ کسی قاری کیلئے مفرد رمز بھی آرہی ہو اور وہی قاری مرکب رمز میں بھی شامل ہو خواہ پہلے مفرد ہو پھر مرکب۔ خواہ اس کا عکس ہو جیسے إِذْ (سَمَا) (كَيْفَ رَعْهُ وَلَا) بقرہ ۶۶ اور جیسے (سَمَا) الْعُلَى بقرہ ۹۹ ان دونوں مثالوں میں نافع سَمَا میں بھی ہیں اور إِذْ اور الْعُلَى کا ہمزہ بھی انہیں کی رمز ہے اور جیسے (ذَا) أُسْوَةٍ تَلَا بقرہ ۷۵ اس میں کسائی کے ذُوری ذال میں بھی ہیں جو ابن عامر اور کوفیین کیلئے ہے اور تَلَا کی تا بھی انہیں کی رمز ہے اس صورت میں صرف مرکب کو رمز قرار دے کر مفرد کو زائد سمجھنا چاہیئے اور رمز کی طرح واؤ فاصل بھی دو مرتبہ آجاتا ہے اعراف ۱۹۔

النحو والعربیہ: (۱) رُبَّ تقلیل کے لئے ہے اور مجرور سے مل کر مبتدا ہے اور اس کی خبر مَوْجُودٌ مقدر ہے جو لِمَا عَارِضٍ کے بعد نکالی جائے گی اور علی قاری کے قول پر رُبَّ متعلق سے مستغنی ہے اور ابو شامہ اسی يُوجَدُ (یا مَوْجُودٌ) مقدر کو اس کا عامل کہتے ہیں (۲) كُرِّرَ روایتاً معروف ہے اور اس کی ضمیر مکان کیلئے ہے اس کو مجازاً مُكَرِّر کہہ دیا اور مناسبت یہ ہے کہ تکرار اس میں واقع ہے پس یہ تکرار کا ظرف ہے اور لَيْلٌ نَائِمٌ بھی اسی قبیل سے ہے یا كَرَّرَ کی ضمیر ناظم کیلئے ہے اس تقدیر پر اس میں مُسْتَغْنِي کے تکلم سے غیبت کی طرف التفات ہوگا جو علم بیان کی خوبیوں میں سے ہے اور یہ سورۂ اسراء کے لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا ۔ إِنَّهُ هُوَ۔ کی طرح ہے یہ تقریر معروف کی صورت میں ہے اور اظہر یہ ہے کہ كُرِّرَ کو مجہول کہا جائے چنانچہ ترجمہ میں اسی کو اختیار کیا ہے (۳) لِمَا میں مَا یا تو نکرہ موصوفہ ہے ای لِأَمْرٍ عَارِضٍ یا زائدہ ہے۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ کی طرح ای لِمَانِعٍ اور لام تعلیلیہ ہے۔

۴۹۔ وَمِنْهُنَّ لِلْكُوفِيِّ (ثَاءٌ) مُثَلَّثٌ ۔۔۔ وَسِتَّتُهُمْ بِالْخَاءِ لَيْسَ بِأَغْفَلَا

ترجمہ: اور ان (ابجد کے حروف) میں سے ثاء مثلثہ (تین نقطوں والی) کوفیین کیلئے ہے (بقرہ ۲۱) اور ان (قراء) میں کے چھ (جو ہیں وہ) خاء کے ساتھ (رمز بیان کئے گئے) ہیں (اس حالت میں کہ) یہ خاء بے نقطہ والی نہیں ہے۔

۵۰۔ عَنَيْتُ الْأُولَى أَثْبَتُّهُمْ بَعْدَ نَافِعٍ ۔۔۔ وَكُوفٍ وَشَامٍ (ذَا) لُهُمْ لَيْسَ مُغْفَلَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ:- میں نے (ان جہد سے) ان (قراء) کو مراد لیا ہے جن کو میں نے (بیان میں) نافع کے بعد ثابت کیا ہے (یعنی خا نافع کے سوا باقی چھ کیلئے ہے۔ بقرہ ۱۶) اور (تینوں) کوفی و شامی (ابن عامر جو ہیں) ان کی ذال بے نقط نہیں ہے۔ (بقرہ ۱)

۵۱- وَكُوفٍ مَّعَ الْمَكِّيِّ بِالظَّاءِ مُعْجَمًا وَكُوفٍ وَّبَصْرٍ غَيْنُهُمْ لَيْسَ مُهْمَلَا

ترجمہ:- اور (تینوں) کوفی (اس حالت میں کہ) وہ (ابن کثیر) مکی کے ساتھ (ہوں) ظاء کے ساتھ (رمز مقرر کئے گئے) ہیں (اس حالت میں کہ) وہ (ظا) نقطہ دی گئی ہے (یونس ۵) اور (تینوں) کوفی اور (ابوعمرو) بصری (جو ہیں) ان کا غین بے نقط نہیں ہے۔ (فرقان ۷)

۵۲- وَذُو النَّقْطِ شِيْنٌ لِلْكِسَائِيْ وَحَمْزَةٍ وَقُلْ فِيْهِمَا مَعْ شُعْبَةٍ صُحْبَةٌ تَلَا

ترجمہ:- اور نقطہ والا (حرف یعنی) شین حمزہ اور کسائی کیلئے ہے (بقرہ ۲۰) اور تو کہہ دے کہ صُحْبَةٌ ان دونوں (حمزہ اور کسائی) کے بارے میں ہے (اس حالت میں کہ یہ دونوں ابوبکر) شعبہ کے ساتھ (ہوں۔ انعام ۱) اس (کلی رمز) نے (حرفی رمزوں کی) پیروی کی ہے (یعنی ان کے بعد آئی ہے)

۵۳- صِحَابٌ هُمَا مَعْ حَفْصِهِمْ عَمَّ نَافِعٌ وَشَامٍ سَمَا فِيْ نَافِعٍ وَّفَتَى الْعَلَا

ترجمہ:- صحاب ان دونوں (حمزہ و کسائی) کی (رمز) ہے۔ اس حالت میں (کہ یہ) ان (قراء) میں کے حفص کے ساتھ ہوں (توبہ ۲۰) اور عَمَّ نافع اور (ابن عامر) شامی (کی رمز) ہے (آل عمران ۱۱) اور سما، نافع اور علاء کے جوان (ابوعمرو) اور مکی کے بارے میں ہے (انفال ۲)

۵۴- وَمَكٍّ وَّحَقٌّ فِيْهِ وَابْنِ الْعَلَاءِ قُلْ وَقُلْ فِيْهِمَا وَالْيَحْصُبِيْ نَفَرٌ حَلَا

ترجمہ:- اور تو کہدے کہ حَقٌّ اس (مکی) کے اور (ابوعمرو) ابن العلاء کے بارے میں ہے (آل عمران ۳۴) اور تو کہدے کہ نَفَرٌ ان دونوں اور (ابن عامر) یحصبی کے بارے میں ہے (ہاء الکنایہ ۹) یہ (نفر) عمدہ اور شیریں ہو گیا ہے

۵۵- وَحِرْمِيٌّ الْمَكِّيُّ فِيْهِ وَنَافِعٌ وَحِصْنٌ عَنِ الْكُوْفِيْ وَنَافِعِهِمْ عَلَا

ترجمہ:- اور حرمی (جو ہے) اس میں مکی اور نافع ہیں (یا آت الاضافہ ۱۱) اور حصن، کوفیین اور ان (قراء) میں کے نافع سے بلند ہوا ہے۔ (یوسف ۳)

نوٹ:- ان جیسے شعروں کا مطلب واضح ہے۔ شرح کی حاجت نہیں۔

فائدہ:- ۱- حرمی حاء کے کسرہ اور راء کے سکون کے ساتھ لغت ہے حرمیین اور یہ صریح اسم نہیں ہے کیونکہ واحد کی نسبت سے منقول ہو کر دو کیلئے علم بن گیا ہے۔ اسی واسطے اس میں یائے نسبت کی تخفیف اور حذف ممتنع ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ :- ع۲ (۱) ابوشامہؒ فرماتے ہیں کہ ان ساتوں قاریوں میں سے ہر ایک کیلئے ایسے اختلافات بھی ہیں جو اسی قاری کے ساتھ مخصوص ہیں ان میں کوئی دوسرا شریک نہیں اور میں نے ان اختلافات کو ایک تصنیف میں عمدہ ترتیب کے ساتھ جمع کیا ہے اور ہر ایک دوسرے کے ساتھ جمع بھی ہوتا ہے اس بات میں بھی ساتوں شریک ہیں اور بعض جگہ ایک ہی قراءت پر تین یا چار یا پانچ یا چھ امام بھی جمع ہوجاتے ہیں۔ لیکن یہ سب کیلئے عام نہیں (۲) صُحْبَۃٌ ۔ صِحَابٌ ۔ عَمَّ ۔ سَمَا ۔ حَقٌّ ۔ نَفَرٌ ۔ حِرْمِیٌّ ۔ حِصْنٌ ۔ یہ آٹھ کلمے اپنی اسی صورت پر بھی آتے ہیں اور ھُمْ یا ھا یا کاف ضمیر کی طرف مضاف ہوکر بھی جیسے صُحْبَتُھُمْ سَمَا بِھِمْ ۔ صُحْبَتِہٖ ۔ صِحَابِہٖ اور حَقُّکَ الخ (۳) یہ ضروری نہیں کہ جب یہ مرکب رموز والے قاری کسی قراءت پر متفق ہوں تو ان کیلئے ہر جگہ مرکب رمز ہی استعمال کی جائے کیونکہ کبھی اجتماع کی صورت میں بھی سب کیلئے مفرد رموز لے آتے ہیں مثلاً حمزہ اور کسائی کیلئے شین ہے اس کے بجائے ان دونوں کیلئے بعض جگہ فا اور را بھی لے آتے ہیں۔ (۴) ان مرکب رموز کو کوفیین اور نافع سے شروع کیا ہے اور انہیں پر ختم کیا ہے۔ اس میں آغاز و انجام کے حسن کے علاوہ اس طرف بھی اشارہ ہے کہ انشاء اللہ یہ قصیدہ اوّل و آخر میں اور دنیا اور آخرت میں ہر جگہ اور ہر حال میں نافع ہوگا۔

النحو والعربیۃ :- (۱) مِنْھُنَّ خبر کی ضمیر سے حال ہے اور یہ فَسَوّٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ کی طرح مآل کے اعتبار سے ہے یعنی چونکہ یہ چھ حروف بھی آئندہ مذکور ہیں اس لئے ان کو ایسا سمجھ لیا کہ گویا پہلے مذکور ہوچکے ہیں اور اسی لئے جمع کی ضمیر لائے جو تمام حروف کی طرف راجع ہے اور لَیْسَ بِاَغْفَلَا حال ہے اور مُثَلَّثٌ کو مذکر اس واسطے لائے ہیں کہ حروف میں تذکیر و تانیث دونوں جائز ہیں۔ نیز ان حروف کے مصداق بھی مذکر ہیں۔ اور کوفی سے جنس مراد ہے۔ جو تینوں کو شامل ہے۔ (۲) کُوفٍ ، شَامٍ ، بَصْرٍ ، مَاکٍ میں اولاً نسبت کی یا میں تخفیف کی گئی۔ پھر تنوین کی وجہ سے یا کو حذف کردیا گیا اور یہ لغت کے اعتبار سے ہے ضرورت کی بناء پر نہیں جیسا کہ ابوشامہ نے فرمایا ہے۔ اور کوفی شامی سے پہلے الف لام مقدر ہے یا تقدیر کوفیّھم ہے اس لئے ان کا مبتدا بننا صحیح ہوگیا اور الاُولیٰ، الَّذِیْنَ کے معنی میں ہے۔ (۳) مہمل بے نقطہ حرف کو اور معجم نقطہ دار کو کہتے ہیں اور یہ اَعْجَمْتُ الْکِتَابَ اَیْ اَزَلْتُ عُجْمَتَہٗ سے ہے (یعنی میں نے اس کا گونگا پن دور کردیا کیونکہ حروف نقطوں کے سبب بے نقطے والے حروف سے جدا اور ممتاز ہوجاتے ہیں اور حروف کے مخارج وصفات کے اعتبار سے رموز اور مرموزین میں مناسبت بیان کرنا بے فائدہ ہے۔ کیونکہ اگر اس کا عکس کرتے تو اس کی بھی توجیہ ہوسکتی تھی۔ (۴) چونکہ صُحْبَۃٌ سے کلمی رمزیں شروع ہوگئی ہیں اس لئے تَلَا کہکر اس پر تنبیہ فرمادی۔ (۵) وَابْنُ الْعَلَاءِ جار کے اعادہ کے بغیر فِیْہِ کی ضمیر مجرور پر معطوف ہے اور یہ حمزہ کی قراءت پر بِہٖ وَالْاَرْحَامِ نساء (ع۱) کی طرح ہے کیونکہ وہ اس کو میم کے جر سے پڑھتے ہیں اور یہ عطف کوفیین کے مذہب پر جائز ہے اور بصری حرف جر مقدر مان کر عطف کرتے ہیں اور شعر میں بالاتفاق بلا اعادہ جائز ہے اور فِیْھِمَا وَالْیَحْصُبِیْ میں بھی یہی تقریر ہے۔ (۶) شعر ۵۴ کے پہلے مصرعہ میں قُلْ زِیْنَۃً مقدم ہے۔ (۷) حَلَا یا مستانفہ ہے یا نَفَرٌ کی صفت ہے یا خبر ہے یعنی نَفَرٌ حَلَا فِیْھِمَا وَالْیَحْصُبِیُّ اور حَلَا کی ضمیر لفظ کے اعتبار سے نَفَرٌ کیلئے ہے۔ (۸) عَلَا یا حِصْنٌ کی خبر ہے یا نافع سے حال ہے یا مستانفہ ہے یعنی عَلَا الْمَذْکُوْرُ وَانْکَشَفَ الْمَسْتُوْرُ۔

۵۶- وَمَھْمَا اَتَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ بَعْدُ کِلْمَۃٌ ۔۔۔ فَکُنْ عِنْدَ شَرْطِیْ وَاقْضِ بِالْوَاوِ فَیْصَلَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ :- اور جب (ان آٹھ کلمات میں سے) کوئی کلمہ (رمز یہ اس حرفی رمز سے) پہلے یا (اس کے) بعد آئے تو میری شرط (اصطلاح) کے پاس (حاضر ہونے والا) رہ (یعنی اب بھی ہر اصطلاح سے وہی معنیٰ لے جس کیلئے میں نے اس کو مقرر کیا ہے) اور واؤ کے ساتھ حکم کردے (اس حالت میں کہ) یہ (واؤ دو مسئلوں میں) جدائی کرنے والا ہے۔

شرح :- شعر ۴۶ و ۴۷ کی شرح میں حرف با کے ذیل میں تین باتیں معلوم ہو چکی ہیں۔ (ا) حرفی رمز جب اکیلی ہوگی تو ہمیشہ کلمۂ قرآنی کے بعد آئے گی۔ (ب) کلمی رمز کلمۂ قرآنی سے پہلے اور بعد دونوں طرح آجائے گی۔ (ج) حرفی رمز کلمی کے ساتھ ہوگی۔ تو وہ بھی اس کے تابع ہو کر دونوں طرح استعمال ہوگی اب اس شعر میں دو باتیں اور بتاتے ہیں۔ اول۔ اگر کسی جگہ کلمی اور حرفی دونوں قسم کی رمزیں جمع ہو جائیں (جن کی تین صورتیں ہیں۔ (ا) پہلے کلمی ہو پھر حرفی جیسے دَ (عَمَّ) (فتحیٰ) نساء ۱۹ اور (دَ) (صُحبۃٌ) (کہف، قصص ۳۲ (ب) پہلے حرفی ہو پھر کلمی جیسے (ھُ نَافِعٌ) غیبٌ (آل عمران ۳۸) (ج) کلمی دو حرفی رمزوں کے درمیان ہو جیسے (صَفْوُ) (حرمیّہ) (رِضیً) بقرہ ۸ تو وہاں میری شرط (اصطلاح) پر عمل کرنا اس شرط پر عمل کرلے کے بھی شارحین نے تین مطلب بتائے ہیں۔ (۱) اس صورت میں بھی دونوں قسم کی رمزیں اپنے اپنے مفہوم پر رہیں گی پس کلمی سے کلمی والوں کو اور حرفی سے حرفی والوں کو مراد لینا۔ غرض اب بھی ان سے وہی قاری مراد ہوں گے جن کے لئے ہم نے ان رمزوں کو مقرر کیا ہے۔ پس یہ شبہ نہ کرنا کہ جب یہ جمع ہو کر آئی ہیں تو شاید ان سے کچھ اور مراد ہو ابو شامہ نے یہی مطلب بتایا ہے اور چونکہ یہی زیادہ مفید بھی ہے۔ اس لئے احقر کے ذوق میں بھی یہی پسندیدہ ہے۔ (۲) اس صورت میں اگر حرفی والا کلمی والوں میں بھی آرہا ہو تو وہاں حرفی کو رمز نہ بنانا اور یہ سمجھ لینا کہ یہ حرفی رمز شعری ضرورت یا کلام کی تحسین کی غرض سے مکرر آگئی ہے جیسا کہ شعر ۴۸ میں بیان ہو چکا ہے جیسے اِذْ (سَمَا) کَیفَ عُوِّلَا بقرہ ۶۶۔ چونکہ یہاں اِذْ کے ہمزہ والے نافع سما میں بھی آرہے ہیں اسی لئے اس ہمزہ کو زائد سمجھیں گے اور اگر حرفی والا کلمی میں نہ آرہا ہو تو وہاں حرفی کو بھی رمز بنا لینا جیسے (مِنْ) (صِحَابٍ) (بقرہ ۶۹) یہاں مِنْ کے میم والے ابن ذکوان صحاب میں نہیں آرہے ہیں اس لئے یہاں میم کو بھی رمز بنائیں گے (۳) جمع ہونے کی صورت میں حرفی میں صرف کلمہ کے پہلے حرف کو اور کلمی میں پورے کلمہ کو رمز بنانا کیونکہ اگر کلمی میں بھی صرف پہلے حرف کو رمز بنائیں گے تو مطلب بالکل بدل جائے گا مثلاً صحاب حفص، حمزہ اور کسائی کیلئے ہے اگر اس میں سے فقط صاد کو رمز بنائیں گے تو ابوبکر مراد ہو جائیں گے۔ دوم۔ جس طرح حرفی رموز کے بعد واؤ فاصل آئے گا۔ اور جہاں شبہ نہیں ہوگا وہاں نہیں آئے گا جیسا کہ شعر ۴۶ و ۴۷ کی شرح میں معلوم ہو چکا ہے اسی طرح کلمی رموز کے بعد بھی واؤ فاصل آئے گا۔ پس اس سے یہ سمجھ لینا کہ اب یہ قراءت ختم ہو چکی ہے جیسے قَدْرُہٗ (صُحبۃٌ) (حِلَا) (دَ) خَاطَبَ بقرہ ۴۳ و ۴۴ پس وَخَاطَبَ کا واؤ فاصل ہے اور جہاں رموز کے مل جانے سے شبہ نہیں ہوگا وہاں کلمی رموز کے بعد بھی واؤ نہیں آئے گا جیسے وَخَفِّفْ (حَقٌّ) سُجِّرَتْ ثِقْلُ نُشِّرَتْ (نبا ۵) یہاں نُشِّرَتْ کو واؤ کے بغیر لائے ہیں۔

فائدہ :- (۱) بِکِلْمَۃٍ سے یا تو رمز کبیر مراد ہے یا صغیر یعنی جب رمز کبیر کا کوئی کلمہ رمز صغیر سے پہلے یا اس کے بعد آجائے یا رمز صغیر والا کلمہ جس میں صرف پہلا حرف رمز بنتا ہے۔ رمز کبیر کے آٹھ کلموں میں سے کسی کلمہ سے پہلے یا اس کے بعد آجائے تو وہاں بھی ہر ایک رمز سے وہی قاری مراد ہوں گے جن کیلئے ہم نے اس کو مقرر کیا ہے یعنی صغیر سے صغیر والے اور کبیر سے کبیر والے۔ اور تیسرا احتمال یہ ہے کہ بِکِلْمَۃٍ سے کلمۂ قرآنی مراد ہو یعنی جب کوئی کلمۂ قرآنی رمز کبیر سے پہلے یا اس کے بعد

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

آجائے الخ۔ پہلی دو۱۰ صورتوں میں اس شعر سے یہ حکم نکلے گا کہ جب رمز کبیر و صغیر دونوں جمع ہو رہی ہوں تو ان کو کلمہ قرآنی سے پہلے بھی لے آئیں گے اور بعد میں بھی رہا یہ کہ رمز کبیر اکیلی ہو تو اس کو کس طرح استعمال کریں گے۔ سو اس کا حکم شعر ۶۴ سے معلوم ہوگا کہ یہ بھی کلمۂ قرآنی سے پہلے اور بعد میں دونوں طرح آجائے گی اور تیسرے احتمال پر ترتیب برعکس ہو جائے گی۔ کہ اکیلی رمز کبیر کا حکم اس شعر سے اور حرفی کے ساتھ جمع ہونے کا حکم شعر ۶۴ سے نکلے گا۔ خوب سمجھ لو۔ (۲) بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس شعر کو شعر ۶۴ وَقَبْلُ وَبَعْدُ الْحَرْفِ کے بعد لانا چاہئے تھا تاکہ ۶۴ سے کلی رمز کا محل معلوم ہو جاتا پھر اس شعر میں حرفی کے ساتھ جمع ہونے کی کیفیت اور حکم بیان کر دیتے۔ (علی قاری)

النحو والعربیۃ:- (۱) مَھْمَا یہاں اور باب البسملۃ میں مَتٰی مَا کے معنی میں ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ مَھْمَا اصل میں مَامَا تھا ان میں سے پہلا مَا شرطیہ اور دوسرا مؤکدہ اور زائدہ تھا پھر مَا شرطیہ کے الف کو ھَا سے بدل لیا اور یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ مَا شرطیہ میں ظرف کے معنی بھی ہوتے ہیں اسی لئے اس کو ظرفیہ بھی کہتے ہیں جیسا کہ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ توبہ ع ۲ میں ہے۔ پس مَھْمَا، مَتٰی مَا کے معنی میں ہوا اور جو مَا ظرفیہ نہ ہو اگر اس کا الف ھَا سے بدل جائے تو وہ مَتٰی مَا کے معنی میں نہیں ہوگا (ابراز) (۲) كِلْمَةٌ میں تین لغت ہیں۔ ۱ کاف کا کسرہ، لام کا سکون، ۲ کاف کا فتحہ، لام کا سکون، ۳ کاف کا فتحہ، لام کا کسرہ اور وزن پہلی دو صورتوں میں صحیح رہے گا۔ (۳) عِنْدَ حَاضِرًا مقدر کا ظرف ہے جو کُنْ کی خبر ہے (۴) فَيْصَلًا یا حال ہے یا تمیز اور قبل اور بعد کا مضاف الیہ محذوف منوی ہے اسی لئے یہ ضمہ پر مبنی ہوگئے۔ أَيْ مِنْ قَبْلِ الرَّمْزِ الْحَرْفِيِّ أَوْ بَعْدَ الرَّمْزِ الْحَرْفِيِّ اور خاص اسی کے مراد ہونے پر قرینہ یہ ہے کہ اس شعر وَمَھْمَا الخ کو دونوں قسم کی رمزوں کے ختم ہونے کے بعد لائے ہیں۔

اضداد کا بیان

۵۷- وَمَا كَانَ ذَا ضِدٍّ فَإِنِّي بِضِدِّهِ　　　غَنِيٌّ فَزَاحِمْ بِالذَّكَاءِ لِتَفْضُلَا (ص)

ترجمہ:- اور جو وجہ ضد والی ہوگی تو میں اس کی ضد کے (ذکر کر لینے کے) ذریعہ (اس وجہ سے) بے نیاز ہو جاؤں گا (یعنی ضد ہی کو بیان کروں گا اور ضدیں عقلی بھی ہیں اور اصطلاحی بھی اور یہاں دونوں ملی جلی بیان کی گئی ہیں جن میں وہی شخص تمیز کر سکتا ہے جو ذہین ہو) بس تو سمجھ کی تیزی سے (ان ضدوں کو جدا جدا کر کے اور غیر مذکور وجہ کو نکال کر ان علماء پر) سبقت لیجا (جو ضدوں کے احوال میں ماہر اور ان سے خوب واقف ہیں) تاکہ تو (فن کے اور ساتھیوں پر) فضیلت میں غالب آجائے۔

ضدوں کی مثالیں

۵۸- كَمَدٍّ وَإِثْبَاتٍ وَفَتْحٍ وَمُدْغَمٍ　　　وَهَمْزٍ وَنَقْلٍ وَاخْتِلَاسٍ تَحَصَّلَا (ص)

ترجمہ:- (ان ضد والی وجوہ کی مثالیں) ۱ مد (اور قصر) اور ۲ اثبات (اور حذف) اور ۳ فتحہ (اور امالہ اور تقلیل) اور ۴ ادغام (اور اظہار) اور ۵ ہمزہ (اور اس کی تخفیف) اور ۶ نقل (اور عدم نقل) اور اس ۷ اختلاس (اور اتمام حرکت) کی طرح ہیں جو (روایۃً) حاصل (و ثابت) ہوا ہے۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

۵۱ یعنی جس مَا شرطیہ میں ظرف کے معنی نہ ہوں۔ ۱۲ ط ۔ ۵۲ حضرت استاذ الاساتذہ دامت برکاتہم نے رمز کبیر و صغیر دونوں کے جمع ہونے کے استعمال کے حکم پر قرینہ وَمَھْمَا کو قرار دیا ہے کیونکہ حرفی و کلمی دونوں قسموں کی الگ الگ رمزیں ذکر کرنے کے بعد اس شعر کو لائے ہیں جس سے جمع کا حکم معلوم ہوتا ہے لیکن استاذی حضرت مولانا قاری رحیم بخش ؒ نے اس شعر سے اکیلی رمز کبیر کے استعمال کا حکم نکلنے پر یہ قرینہ بھی فرمایا ہے کہ پہلے جَعَلْتُ أَبَا جَادٍ میں اکیلی رمز حرفی بیان فرمائی اس کے بعد وَمِنْ بَعْدِ ذِكْرِي الخ میں اس کے استعمال کا طریقہ پھر رمز کبیر پھر اس کے استعمال کا طریقہ بیان ۔ ۱۲ ط

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ:- اور جب (ان آٹھ کلمات میں سے) کوئی کلمہ (رمز یہ اس حرفی رمز سے) پہلے یا (اس کے) بعد آئے تو میری شرط (اصطلاح) کے پاس (حاضر ہونے والا) رہ (یعنی اب بھی ہر اصطلاح سے وہی معنیٰ لے جس کیلئے میں نے اس کو مقرر کیا ہے) اور واؤ کے ساتھ حکم کردے (اس حالت میں کہ) یہ (واؤ دو مسئلوں میں) جدائی کرنے والا ہے۔

شرح:- شعر ۴۶ و ۴۷ کی شرح میں حرف با کے ذیل میں تین باتیں معلوم ہو چکی ہیں۔ (ا) حرفی رمز جب اکیلی ہوگی تو ہمیشہ کلمۂ قرآنی کے بعد آئے گی۔ (ب) کلمی رمز کلمۂ قرآنی سے پہلے اور بعد دونوں طرح آجائے گی۔ (ج) حرفی رمز کلمی کے ساتھ ہوگی۔ تو وہ بھی اس کے تابع ہو کر دونوں طرح استعمال ہوگی اب اس شعر میں دو باتیں اور بتاتے ہیں۔ اوّل۔ اگر کسی جگہ کلمی اور حرفی دونوں قسم کی رمزیں جمع ہو جائیں (جن کی تین صورتیں ہیں۔ (ا) پہلے کلمی ہو پھر حرفی جیسے دَ (عَمَّ) (فَتْحِیٌّ) نساء ۱۹ اور (دَ) (صُحْبَۃٌ) (کَہِمْتُ، قصص ۳۲ (ب) پہلے حرفی ہو پھر کلمی جیسے (ھَفَا حَقٌّ) غُیِّبِ (آل عمران ۳۸ (ج) کلمی دو حرفی رمزوں کے درمیان ہو جیسے (صَفْوُ (حِرْمِیَّۃٌ) رِضیً بقرہ ۲۷ تو وہاں میری شرط (اصطلاح) پر عمل کرنا اس شرط پر عمل کرنے کے بھی شارحین نے تین مطلب بتائے ہیں۔ (۱) اس صورت میں بھی دونوں قسم کی رمزیں اپنے اپنے مفہوم پر رہیں گی پس کلمی سے کلمی والوں کو اور حرفی سے حرفی والوں کو مراد لینا۔ غرض اب بھی ان سے وہی قاری مراد ہوں گے جن کے لئے ہم نے ان رمزوں کو مقرر کیا ہے۔ پس یہ شبہ نہ کرنا کہ جب یہ جمع ہو کر آئی ہیں تو شاید ان سے کچھ اور مراد ہو اکثر شارحین نے یہی مطلب بتایا ہے اور چونکہ یہی زیادہ مفید بھی ہے۔ اس لئے احقر کے ذوق میں بھی یہی پسندیدہ ہے۔ (۲) اس صورت میں اگر حرفی والا کلمی والوں میں بھی آرہا ہو تو وہاں حرفی کو رمز نہ بنانا اور یہ سمجھ لینا کہ یہ حرفی رمز شعری ضرورت یا کلام کی تحسین کی غرض سے مکرر آگئی ہے جیسا کہ شعر ۴۸ میں بیان ہو چکا ہے جیسے اِذْ (سَمَا) کَیْفَ عُوِّلَا بقرہ ۶۶۔ چونکہ یہاں اِذْ کے ہمزہ والے نافع سما میں بھی آرہے ہیں اسی لئے اس ہمزہ کو زائد سمجھیں گے اور اگر حرفی والا کلمی میں نہ آرہا ہو تو وہاں حرفی کو بھی رمز بنالینا جیسے (مِنْ (صِحَابٍ) (بقرہ ۶۹) یہاں مِنْ کے میم والے ابن ذکوان صحاب میں نہیں آرہے ہیں اس لئے یہاں میم کو بھی رمز بنائیں گے (۳) جمع ہونے کی صورت میں حرفی میں صرف کلمہ کے پہلے حرف کو اور کلمی میں پورے کلمہ کو رمز بنانا کیونکہ اگر کلمی میں بھی صرف پہلے حرف کو رمز بنائیں گے تو مطلب بالکل بدل جائے گا مثلاً صحاب حفص، حمزہ اور کسائی کیلئے ہے اگر اس میں سے فقط صاد کو رمز بنائیں گے تو ابوبکر مراد ہو جائیں گے۔ دوم۔ جس طرح حرفی رموز کے بعد واؤ فاصل آئے گا۔ اور جہاں شبہ نہیں ہوگا وہاں نہیں آئے گا جیسا کہ شعر ۴۶ و ۴۷ کی شرح میں معلوم ہو چکا ہے اسی طرح کلمی رموز کے بعد بھی واؤ فاصل آئے گا۔ پس اس سے یہ سمجھ لینا کہ اب یہ قراءت ختم ہو چکی ہے جیسے قَصْرُ (صُحْبَۃٍ) حَلَا (دَ) خَاطَبَ بقرہ ۴۳ و ۴۴ پس وَخَاطَبَ کا واؤ فاصل ہے اور جہاں رموز کے مل جانے سے شبہ نہیں ہوگا وہاں کلمی رموز کے بعد بھی واؤ نہیں آئے گا جیسے وَخَفِّفْ (حَقٌّ) سُجِّرَتْ ثِقْلُ نُشِّرَتْ (نبا ۵) یہاں نُشِّرَتْ کو واؤ کے بغیر لائے ہیں۔

فائدہ:- (۱) بِکِلْمَۃٍ سے یا تو رمز کبیر مراد ہے یا صغیر یعنی جب رمز کبیر کا کوئی کلمہ رمز صغیر سے پہلے یا اس کے بعد آجائے یا رمز صغیر والا کلمہ جس میں صرف پہلا حرف رمز بنتا ہے۔ رمز کبیر کے آٹھ کلموں میں سے کسی کلمہ سے پہلے یا اس کے بعد آجائے تو وہاں بھی ہر ایک رمز سے وہی قاری مراد ہوں گے جن کیلئے ہم نے اس کو مقرر کیا ہے یعنی صغیر سے صغیر والے اور کبیر سے کبیر والے۔ اور تیسرا احتمال یہ ہے کہ کِلْمَۃٍ سے کلمۂ قرآنی مراد ہو یعنی جب کوئی کلمۂ قرآنی رمز کبیر سے پہلے یا اس کے بعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آجائے الخ۔ پہلی دو صورتوں میں اس شعر سے یہ حکم نکلے گا کہ جب رمز کبیر و صغیر دونوں جمع ہو رہی ہوں تو ان کو کلمہ قرآنی سے پہلے بھی لے آئیں گے اور بعد میں بھی رہا یہ کہ رمز کبیر اکیلی ہو تو اس کو کس طرح استعمال کریں گے۔ سو اس کا حکم شعر ۶۴ سے معلوم ہوگا کہ یہ بھی کلمۂ قرآنی سے پہلے اور بعد میں دونوں طرح آجائے گی اور تیسرے احتمال پر ترتیب برعکس ہو جائے گی۔ کہ اکیلی رمز کبیر کا حکم اس شعر سے اور حرفی کے ساتھ جمع ہونے کا حکم شعر ۶۴ سے نکلے گا۔ خوب سمجھ لو۔ (۲) بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس شعر کو شعر ۶۴ وَقَبْلَ وَبَعْدَ الْحَرْفِ کے بعد لانا چاہیے تھا تاکہ ۶۴ سے کلی رمز کا محل معلوم ہو جاتا پھر اس شعر میں حرفی کے ساتھ جمع ہونے کی کیفیت اور حکم بیان کر دیتے۔ (علی قاری)

النحو والعربیۃ:۔ (۱) مَهْمَا یہاں اور باب البسملہ میں شَیْءٌ مَّا کے معنی میں ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ مَهْمَا اصل میں مَا مَا تھا ان میں سے پہلا مَا شرطیہ اور دوسرا مؤکدہ اور زائدہ تھا پھر مَا شرطیہ کے الف کو ھا سے بدل لیا اور یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ مَا شرطیہ میں ظرف کے معنی بھی ہوتے ہیں اسی لئے اس کو ظرفیہ بھی کہتے ہیں جیسا کہ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ توبہ ع میں ہے۔ پس مَهْمَا، مَتٰی مَا کے معنی میں ہوا اور جو مَا ظرفیہ نہ ہو اگر اس کا الف ھا سے بدل جائے تو وہ مَتٰی مَا کے معنی میں نہیں ہوگا (ابراز) (۲) بِكِلْمَةٍ میں تین لغت ہیں۔ ۱ کاف کا کسرہ، لام کا سکون، ۲ کاف کا فتحہ، لام کا سکون، ۳ کاف کا فتحہ، لام کا کسرہ اور وزن پہلی دو صورتوں میں صحیح رہے گا۔ (۳) عِنْدَ حَاضِرًا مقدر کا ظرف ہے جو کُنْ کی خبر ہے (۴) فَيْصَلًا یا حال ہے یا تمیز اور قبل اور بعد کا مضاف الیہ محذوف منوی ہے اسی لئے یہ ضمہ پر مبنی ہو گئے۔ اَیْ مِنْ قَبْلِ الرَّمْزِ الْحَرْفِيِّ اَوْ بَعْدَ الرَّمْزِ الْحَرْفِيِّ اور خاص[ے] اسی کے مراد ہونے پر قرینہ یہ ہے کہ اس شعر وَمَهْمَا الخ کو دونوں قسم کی رمزوں کے ختم ہونے کے بعد لائے ہیں۔

اضداد کا بیان

۵۷- وَمَا كَانَ ذَا ضِدٍّ فَاِنِّيْ بِضِدِّهٖ ﴿﴾ غَنِيٌّ فَزَاحِمْ بِالذَّكَاءِ لِتَفْضُلَا (ص)

ترجمہ:۔ اور جو وجہ ضد والی ہوگی تو میں اس کی ضد کے (ذکر کرلینے) ذریعہ (اس وجہ سے) بے نیاز ہو جاؤں گا (یعنی ضد ہی کو بیان کروں گا اور ضدیں عقلی بھی ہیں اور اصطلاحی بھی اور یہاں دونوں ملی جلی بیان کی گئی ہیں جن میں وہی شخص تمیز کر سکتا ہے جو ذہین ہو) پس تو سمجھ کی تیزی سے (ان ضدوں کو جدا جدا کر کے اور غیر مذکور وجہ کو نکال کر ان علماء پر) سبقت لیجا (جو ضدوں کے احوال میں ماہر اور ان سے خوب واقف ہیں) تاکہ تو (فن کے اور ساتھیوں پر) فضیلت میں غالب آجائے۔

ضدوں کی مثالیں

۵۸- كَمَدٍّ وَّاِثْبَاتٍ وَّفَتْحٍ وَّمُدْغَمٍ ﴿﴾ وَهَمْزٍ وَّنَقْلٍ وَّاخْتِلَاسٍ تَحَصَّلَا (ص)

ترجمہ:۔ (ان ضد والی وجوہ کی مثالیں) ۱ مد (اور قصر) اور ۲ اثبات (اور حذف) اور ۳ فتح (اور امالہ اور تقلیل) اور ۴ ادغام (اور اظہار) اور ۵ ہمزہ (اور اس کی تخفیف) اور ۶ نقل (اور عدم نقل) اور ۷ اختلاس (اور اتمام حرکت) کی طرح ہیں جو (روایۃً) حاصل (و ثابت) ہوا ہے۔

⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘

ے یعنی جس مَا شرطیہ میں ظرف کے معنی نہ ہوں۔ ۱۲ ط۔ ۲ حضرت استاذ الاساتذہ دامت برکاتہم نے رمز کبیر و صغیر دونوں کے جمع ہونے کے استعمال کے حکم پر قرینہ وَمَهْمَا کو قرار دیا ہے کیونکہ حرفی و کلمی دونوں قسموں کی الگ الگ رمزیں ذکر کرنے کے بعد اس شعر کو لائے ہیں جس سے جمع کا حکم معلوم ہوتا ہے لیکن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵۹۔ وَجَزْمٍ وَتَذْكِيرٍ وَغَيْبٍ وَخِفَّةٍ وَجَمْعٍ وَتَنْوِينٍ وَتَحْرِيكٍ اُعْمِلَا

ترجمہ:- اور (یہ مثالیں) ۸ جزم (رفع) اور ۹ تذکیر (وتانیث) اور ۱۰ غیبت (وخطاب) اور ۱۱ تخفیف (وتشدید) اور ۱۲ جمع (وتوحید) اور ۱۳ تنوین (وترک تنوین) اور اس ۱۴ تحریک (واسکان) کی طرح ہیں جو (تینوں قسم کے کلمات میں) استعمال کی گئی ہے۔

۶۰۔ وَحَيْثُ جَرَى التَّحْرِيكُ غَيْرَ مُقَيَّدٍ هُوَ الْفَتْحُ وَالْاِسْكَانُ آخَاهُ مَنْزِلَا

ترجمہ:- اور جس جگہ تحریک بلاقید ہو کر آئی ہے تو وہاں وہ (تحریک) فتحہ ہے اور اسکان جو ہے اس نے جگہ کے اعتبار سے اس (تحریک) کے ساتھ بھائی بندی کی ہے (یعنی چونکہ تحریک واسکان دونوں ایک ہی حرف پر آتے ہیں اس لئے دونوں وطنی بھائی کی طرح بن گئے جو ایک دوسرے کے قائم مقام ہوا کرتے ہیں اور مراد یہ ہے کہ تحریک کی ضد اسکان ہے مگر تحریک کی دو قسمیں ہیں: ۱ تحریک بلاقید۔ جس میں صرف یہ کہا جائے کہ اس ساکن کو حرکت دو اور یہ نہ بتایا جائے کہ فلاں حرکت دو۔ ایسے موقع میں تو ساکن کو فتحہ کی حرکت دینا۔ ۲ تحریک مع قید۔ جس میں یہ بتایا جائے کہ اس ساکن کو کسرہ کی یا ضمہ کی حرکت دو وہاں ضرور کسرہ دیدینا۔ پس نَرٰۗ اَنَّهٗ نور ۱ میں مکی کیلئے ہمزہ کو فتحہ دیں گے کیونکہ یہاں تحریک بلاقید مذکور ہے اور اِقْتَدِهْ (انعام ۱۱) میں ابن عامر کیلئے ہاء ساکنہ کو کسرہ دیں گے کیونکہ یہاں کسرہ کی قید لگی ہوئی ہے اور الرُّعُبَ اور رُعُبًا (آل عمران ۲۷) میں ابن عامر اور کسائی کیلئے عین ساکن کو ضمہ دیں گے کیونکہ یہاں ضمہ کی قید مذکور ہے۔ رہی ضد سو وہ دونوں تحریکوں کیلئے اسکان ہی ہے اس بناء پر تینوں مثالوں میں غیر مذکورین کی قرات سکون کے ساتھ ہے)۔

۶۱۔ وَآخَيْتُ بَيْنَ النُّونِ وَالْيَا وَفَتْحِهِمْ وَكَسْرٍ وَبَيْنَ النَّصْبِ وَالْخَفْضِ مُنْزِلَا

ترجمہ:- اور میں نے ۱۵ نون اور یا کے درمیان اور ان قراء کے ۱۶ فتحہ اور کسرہ کے درمیان اور ۱۷ نصب اور جر کے درمیان بھائی بندی کردی ہے (یعنی ضدیت کا تعلق پیدا کردیا ہے کہ ایک کا ذکر دوسرے سے بے نیاز کردیتا ہے) اس حالت میں کہ میں (ان چھیوں ضدوں کو ان کی جگہ پر) اتارنے والا (لانے والا) ہوں۔

۶۲۔ وَحَيْثُ اَقُوْلُ الضَّمُّ وَالرَّفْعُ سَاكِتًا فَغَيْرُهُمْ بِالْفَتْحِ وَالنَّصْبِ اَقْبَلَا

ترجمہ:- اور جب میں (دوسروں کی قرات کی قید سے) خاموش رہ کر یہ کہوں کہ (اس قاری یا جماعت کیلئے) ضمہ یا رفع ہے تو وہاں ان مذکورین کے سوا (دوسرے قراء) فتحہ اور نصب کے ساتھ آئے ہیں۔ (یعنی بلاقید ضمہ سے دوسروں کیلئے فتحہ اور بلاقید رفع سے دوسروں کیلئے نصب سمجھ لینا اور جس جگہ ضمہ اور رفع کے ساتھ قید لگی ہوئی ہو جیسے ضَمِّ الْكُلِّ نَ ۱۳ اور رَفْعُ الْجَرِّ مومنون ۵ وہاں دوسروں کی قرات وہ ہوگی جو اس قید سے نکلے گی۔ پس ۱۸ ضمہ اور فتحہ اور ۱۹ رفع و نصب بھی ضدوں میں سے ہیں)۔

شرح:- یعنی میں ضد والی دو وجہوں میں سے صرف ایک وجہ بیان کروں گا۔ پس جو قراء مذکور ہوں گے ان کیلئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو وہی وجہ ہوگی اور دوسروں کیلئے اس کی ضد ہوگی لیکن میں اس کو بیان نہیں کروں گا۔ کیونکہ ہر ایک ضد التزاماً دوسری پر دلالت کرتی ہے اور اس سے دو ۲ فائدے ہوں گے۔ ۱ اختصار۔ ۲ جب طلباء اس قراءت کو اپنی ذہانت سے نکالیں گے تو خوب یاد بھی رہے گی اور عقل و فہم میں بھی ترقی ہوگی اور کسی شے کی ضد وہ ہوتی ہے جو اس کے ساتھ جمع نہ ہو سکے اور ضد کا بیان نہ کرنا جواز کے طور پر ہے وجوباً نہیں اس لئے عام دستور تو یہی ہے کہ ضد کو بیان نہیں کرتے لیکن جہاں گنجائش ہوتی ہے وہاں دونوں قراءتوں کو بھی بیان کر دیتے ہیں جیسے ۔ وَلٰكِنُ خَفِيفٌ وَّالشَّيٰطِينَ رَفْعُهُ (كَمَا (شَمَّطُوا وَالْعَكْسُ (مُنْحُو) (سَمَا) (الْعُلٰى (البقرہ ۱۰۲) یعنی ابن عامر حمزہ اور کسائی کیلئے وَلٰكِنْ کا نون بلا تشدید اور کسرہ کے ساتھ ہے اور الشَّيٰطِينُ کے نون کا رفع ہے اور عاصم اور حرمی اور بصری کیلئے اس کا عکس یعنی وَلٰكِنَّ کے نون پر تشدید اور فتحہ اور الشَّيٰطِينَ کا نصب ہے اور جس جگہ دوسری قراءت ضد سے نہیں نکل سکتی وہاں دونوں کا بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں جیسے اَوْصٰى يُوَصّٰى (كَهُمَا (ا) عُتَلَا (البقرہ ۱۳۲) یعنی نافع ابن عامر کے لئے وَاَوْصٰى اور باقی پانچ کیلئے وَوَصّٰى ہے اور جب دونوں قراءتوں کا تلفظ کر دیتے ہیں جیسا کہ اس مثال میں کیا ہے تو پھر قیود کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں رہتی پس اگر کسی جگہ بیان کریں گے تو وہ بیان مزید وضاحت کیلئے ہوگا۔ اور ناظم نے یہاں انیس ۱۹ ضدیں بیان کی ہیں جن میں سے سات ۷ تو كَمَدٍّ الخ میں ہیں اور سات ۷ وَجَزْمٍ الخ میں ہیں اور تین وَ اٰخَيْتُ الخ میں اور دو ۲ وَحَيْثُ اَقُولُ الخ میں ہیں اور پہلی چودہ ۱۴ کے ساتھ ان کی ضدیں واضح ہونے کی بنا پر بیان نہیں کیں لیکن ترجمہ میں ان کو بھی ظاہر کر دیا گیا ہے۔ اس لئے اٹھائیس ۲۸ تو یہ ہوگئیں اور دس ۱۰ ان کے بعد ہیں پس کل اڑتیس ۳۸ ہوگئیں جن کے انیس ۱۹ جوڑے بن گئے اور ترجمہ میں ہر جوڑے پر نمبر لگا دئے ہیں۔ ہر جوڑے میں سے ایک کو دوسرے کی ضد سمجھو اور انیس ۱۹ کے انیس ۱۹ جوڑوں کو خوب یاد کر لو۔ اس سے یہ نفع ہوگا کہ آگے جو ضدوں کی مزید توضیح آئے گی وہ بھی خوب اچھی طرح سمجھ میں آجائے گی اور اس کے بعد باب الفرش میں ضد والی قراآت بھی آسانی کے ساتھ نکل سکیں گی اور ان کے یاد کئے بغیر ان دونوں مقصدوں میں دشواری پیش آئے گی اور ان انیس ۱۹ جوڑوں کی دو ۲ قسمیں ہیں۔ (۱) اصطلاحی جس کو ناظم نے خود مقرر کیا ہے اور یہ وہ ضدیں ہیں جو ۸ اور ۱۵ تا ۱۹ ان چھ ۶ جوڑوں میں آرہی ہیں یعنی ۱ جزم و رفع اور یہ دونوں مضارع ہی میں آتے ہیں اور ۲ متکلم کا نون اور غیبت کی یا یہ بھی مضارع ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ۳ فتحہ اور کسرہ ۴ نصب اور جر ۵ ضمہ اور فتحہ ۶ رفع اور نصب یہ عقل سے نہیں سمجھی جاتیں کیونکہ عقلاً تو یہ بھی جائز ہے کہ مضارع میں جزم کی ضد نصب ہو اور متکلم کے نونؔ کی ضد یاؔ کے بجائے تا ہو۔ (۲) عقلی۔ جو عقل سے سمجھی جاتی ہیں اور یہ تیرہ جوڑے ہیں جو ۱ تا ۷ اور ۹ تا ۱۴ میں مذکور ہیں مثلاً مد کے معنی ہیں کھینچنا۔ اب ہر عاقل جانتا ہے کہ اس کی ضد نہ کھینچنا ہے۔ جس کو قصر کہتے ہیں اور باقی بارہ ۱۲ کو بھی اسی طرح سمجھ لو۔ پھر ان دونوں کی دو ۲ دو ۲ قسمیں ہیں:۔

(۱) مطرد:۔ (جن میں صرف ایک طرف سے مقابلہ ہو اور یہ وہ ضدیں ہیں جو ۸ و ۱۸ و ۱۹ میں مذکور ہیں۔ پس مضارع میں جزم بول کر دوسروں کیلئے ضد سے رفع تو مراد لیا جائے گا لیکن جب رفع بولیں گے تو دوسروں کیلئے جزم کے بجائے نصب مراد ہوگا اور اسی طرح مذکورین کیلئے ضمہ بول کر دوسروں کیلئے فتحہ تو مراد ہوگا لیکن فتحہ بول کر دوسروں کیلئے ضمہ کے بجائے کسرہ مراد لیں گے اور اسی طرح جب رفع بیان کریں گے تو ضد سے دوسروں کیلئے نصب تو مراد ہوگا۔ لیکن نصب بول کر دوسروں کیلئے رفع کے بجائے جر مراد لیں گے پس معلوم ہوگیا کہ ان میں صرف ایک طرف سے مقابلہ ہے۔

(۲) مطرد اور منعکس جن میں مقابلہ دونوں طرف سے ہو۔ اور یہ وہ ضدیں ہیں جو ۱ تا ۷ اور ۹ تا ۱۷ ان سولہ ۱۶ جوڑوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں مذکور ہیں مثلاً مد بول کر دوسروں کیلئے قصر اور قصر بول کر دوسروں کیلئے مد اور مضارع میں متکلم کا نون بول کر دوسروں کیلئے غیبت کی یا اور یا بول کر دوسروں کے لئے نون مراد لیا جائے گا اور باقی چودہ جوڑوں کو بھی اسی طرح سمجھ لو۔ ذیل کے الفاظ کے ب... کا یاد رکھنا بھی نہایت ضروری ہے۔ فتحہ، نصب (زبر) کسرہ، جر خفض (زیر) ضمہ، رفع (پیش) یہ حرکتوں کے نام ہیں جو کہ عاملوں کے آنے سے بدلتی نہیں ان کو فتحہ، کسرہ، ضمہ اور جو بدل جاتی ہیں ان کو نصب، جر، خفض، رفع کہتے ہیں اس فرق کو عربی والے ہی سمجھتے ہیں آپ تو صرف یہ یاد رکھیں کہ تینوں حرکتوں میں سے ہر ایک کے دو دو نام ہیں اور زیر کے لئے تیسرا نام (خفض) بھی ہے۔

فائدہ:۔ طلباء کو ماہر اور مشاق بنانے کیلئے ان تمام ضدوں کی مزید توضیح اوّل۔ مد و قصر ۱ مد اس کے دو معنی ہیں ۱ کلمہ میں حرف مد کا زیادہ کرنا جس میں پہلے سے موجود نہ ہو اور قصیدہ میں اکثر اور بیشتر جگہ مد کو اسی معنی میں استعمال کیا ہے اور باب الفرش میں سورۂ انعام کے اقْتَدِهْ میں ہا کے ساتھ صلہ کی یا کا اور اسراء کے لِيَسُوْٓءُا میں ہمزہ کے بعد واؤ کا زیادہ کرنا اور باقی سب جگہ مد سے الف کا زیادہ کرنا مراد ہے۔ پس اگر الف کے بعد ہمزہ ہو جیسے دَكَّآءَ اور شُرَكَآءَ میں ہے یا سکون ہو جیسے ءَآلسِّحْرُ میں ہے تو اس میں مد طویل ہوگا ورنہ اس کی مقدار ایک الف کے برابر ہوگی جس کو مد اصلی اور طبعی کہتے ہیں جیسے مَكَانَتِ مَدَّا النُّوْنُ فِي الْكُلِّ شُعْبَةُ (انعام ۳۸) پس مَكَانَاتِ میں ہر جگہ ابوبکر شعبہ کیلئے مد سے الف کا زیادہ کرنا اور دوسروں کیلئے ضد سے قصر یعنی الف کا حذف نکل آیا اور بقرہ ۳۲ اور باب الهمزتين من كلمة کے ۱۴ اور ۱۷ و ۱۸ میں بھی مد سے الف ہی کا زیادہ کرنا مراد ہے۔ ۲ حرف مد کو اس کی اصلی مقدار سے زیادہ دراز کرنا چنانچہ باب المدین اور باب الهمزتين من كلمة کے ۱۰ اور من کلمتین کے ۲ میں یہی معنیٰ مراد ہیں ۲ قصر اس کے بھی دو معنی ہیں۔ ۱ حرف مد کا حذف کر دینا پس ہائے کنایہ میں صلہ کی یا اور واؤ کا اور باب الفرش میں سے رَءُوفٌ میں واؤ کا اور باقی سب جگہ الف کا حذف کرنا مراد ہے اور ہمزتین من كلمة کے ۱۱ میں بھی قصر اسی معنیٰ میں آیا ہے جیسے وَفِي عَاقَدَتْ قَصْرٌ ثَوَى (نساء ۱۳) پس کوفیین کے لئے عَاقَدَتْ میں قصر سے الف کا حذف اور باقی چار کیلئے ضد سے مد الف کا اثبات نکل آیا نیز اعراف ۲۶۔ ۲ حرف مد کو اس کی اصلی مقدار پر رکھنا چنانچہ باب المدین اور ہمزتین من کلمتین کے ۷ اور وقف حمزہ وہشام کے ۵ میں قصر اسی معنے میں آیا ہے لیکن باب المد کے ۱۳ میں قصر توسط کے معنیٰ میں ہے جس کو طول کی نسبت سے قصر کہہ دیا ہے اور ہمزتین من کلمتین کے ۷ میں قصر اور مد دونوں جمع ہیں پس اکثر جگہ مد سے الف کا زیادہ کرنا اور قصر سے الف کا حذف مراد ہوتا ہے اس کو یاد رکھو یہ بہت جگہ کام آئے گا اور توسط بھی مد ہی میں داخل ہے۔ مزید مثالیں کہف ۱۷، شعراء ۱، واقعہ والحدید ۱۔ دوم۔ اثبات وحذف اور ان کے ہم معنی دیگر الفاظ ۱ اثبات کسی حرف کا زیادہ کر دینا جیسے وَزِدْ اِذَا هُ نُونًا اِنَّنَا (رعد ۶) پس ابن عامر اور کسائی کیلئے تَرَ اِذَا سے اِنَّنَا میں نون کا اثبات اور باقین کیلئے ضد سے ایک نون کا حذف نکل آیا یا آت الزوائد ۲، بقرہ ۷ اور مائدہ ۸ (۲) حذف کسی حرف کا کم کر دینا جیسے وَالْحَذْفُ (عَمَّ) (سَمَا) كِفْ (دَ) لَا (یاءات الاضافۃ ۳۲) پس حفص، حمزہ، کسائی اور ابن کثیر کیلئے يٰعِبَادِيَ زخرف میں یا کا حذف ہے اور باقی ساڑھے تین کیلئے حذف کی ضد سے اثبات نکل آیا۔ بقرہ ۲۹ و ۳۲ و ۱ اور آل عمران ۲۶ اور اعراف ۵ کہف ۱۰ اور قصص ۴۔ سوم۔ فتحہ اور امالہ اور تقلیل (۱) فتحہ آواز کا درست سیدھا رکھنا یعنی زبر اور اس کے بعد کے الف کو امالہ کے بغیر پڑھنا جیسے وَالْفَتْحُ عَنْهُ تَفَضَّلَا (یوسف ۵) یعنی يٰبُشْرٰى میں (ابوعمرو) کیلئے فتحہ افضل ہے پھر امالہ محضہ پھر تقلیل اور فتحہ اس معنیٰ میں دو ہی جگہ آیا ہے۔ یعنی باب الامالہ ۲۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یوسف ع۵ میں۔ (۲) امالہ محضہ یا کبریٰ یا اضجاع زبر کو زیر کی اور الف کو یا کی طرف زیادہ مائل کرنا جیسے دَرٰیٰ وَتَرٰاءٰ (فہاز (باب الامالہ ع۲۰) یعنی حمزہ کیلئے شعراء کے تَرٰاءٰ کی رآ میں امالہ محضہ ہے پس اوروں کیلئے ضد سے فتحہ نکل آیا ایضاً ع۲۸ تقلیل زبر کو زیر اور الف کو یا کی طرف کم مائل کرنا جیسے وَعَنْ عُثْمَانَ فِی الْکُلِّ قَلِّلَا (انعام ع۱۶) یعنی عثمان (ورش) کیلئے رأی کے دونوں حرفوں میں ہر جگہ تقلیل ہے۔ ایضاً باب الفتح والامالہ ع۲۵ و ۲۶ ویوسف ع۵ اس جوڑے میں سے امالہ اور تقلیل ہی کو استعمال کیا ہے۔ کیونکہ فتحہ کی ضد کسرہ بھی ہے اس لئے اس سے ان کی تعیین نہیں ہو سکتی۔ چہارم۔ اِدغام و اظہار (۱) ادغام دو حرفوں سے دوسرے حرف جیسا ایک مشدد حرف بنا لینا اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) صغیر جس میں مدغم پہلے سے ساکن ہو جیسے قَدْ دَّخَلُوْا اِذْ دَّخَلُوْا جیسے فَادْغَمْهَا (سَ) اِدِ (ذکر لام هَلْ وَبَلْ ع۲) یعنی کسائی نے ہَلْ دَبَلْ کے لام کا آٹھوں حرفوں میں ادغام کیا ہے ونساء ع۱۶ (۲) کبیر جس میں مدغم کو ساکن کرکے ادغام کیا جائے جیسے تَمُدُّوْنَنِ اِلَى اُدْغَامُ (فہاز (نمل ع۶) یعنی اَتُمِدُّوْنَنِ میں حمزہ نے نون کا نون میں ادغام کیا ہے پس باقی چھ کیلئے ضد سے اظہار نکل آیا اور با سے پہلے میم میں جو اخفا ہوتا ہے جیسے یَحْكُمُ بَيْنَهُمْ وہ بھی ادغام کبیر ہی میں داخل ہے کیونکہ اس میں بھی میم کو ساکن کرنا پڑتا ہے گو با میں ملایا نہیں جاتا یا یوں کہو کہ ادغام سے مراد چھپانا ہے جو اس کے لغوی معنیٰ ہیں اس صورت میں یہ اخفا خود ہی ادغام میں داخل ہو جائے گا جیسے فَتُخْفِیْ تَنَزَّلَا (باب ادغام الحرفین المتقاربین ع۲۱) یعنی ابو عمرو با سے پہلے میم کو ساکن کرکے اس میں اخفا کرتے ہیں جبکہ وہ حرکت کے بعد ہو۔ پس اوروں کے لئے میم کا اظہار نکل آیا اور اخفا اس معنیٰ میں صرف اسی جگہ آیا ہے۔ (۲) اظہار دونوں حرفوں کو جدا جدا پڑھنا جیسے وَمَكَّنَنِیْ اَظْهِرْ (دَ) رِبيلًا (کہف ع۲۵) یعنی ابن کثیر کیلئے مَكَّنَنِیْ میں دو نون ہیں جن میں سے پہلے کا اظہار ہے۔ پس باقی چھ کیلئے ضد سے ادغام نکل آیا۔ ایضاً ذکر دال قد ع۲ والفال ع۷۔ پنجم۔ ہمزہ اور اس کی تخفیف۔ ہمزہ کے تین معنیٰ ہیں (۱) تحقیق یعنی سختی سے پڑھنا جیسے وَحَقَّقَ ثَانٍ صُحْبَةٌ (ہمزتین من کلمۃ ع۸) یعنی ابو بکر و حمزہ اور کسائی کیلئے ءَاٰمَنْتُمْ میں دوسرے ہمزہ کی تحقیق ہے۔ پس اوروں کیلئے ضد سے تسہیل نکل آئی اور تحقیق کی ضد تخفیف ہے جو تین طرح ہوتی ہے۔ (ا) تسہیل سے (ہمزتین من کلمۃ ع۱) اور (بقرہ ع۶۵) (ب) ابدال سے (باب الہمز المفرد ع۱) (ج) حذف سے باب الہمزتین من کلمتین ع۱ (۲) ہمزہ کو اس حرف علت کی جگہ لے آنا جو خود ہمزہ کی یا اس سے پہلے حرف کی حرکت کے مناسب ہو۔ چنانچہ اَلتَّنَاوُشُ ابو عمرو اور صحبہ والوں کی اور یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ عاصم کی اور ضِیْزٰی مکی کی اور مُؤْصَدَةٌ ابو عمرو، حفص، حمزہ کی اور ضِیَاءً قنبل کی روایت پر ہمزہ کے ساتھ ہیں اور اس کی ضد وہ حرف علت ہے۔ جس کی جگہ یہ ہمزہ آتا ہے۔ جو ان الفاظ میں غیر مذکور کی قراءت ہے۔ (۳) زیادت۔ یعنی ہمزہ زیادہ کرنا جیسے وَعِیْ نَفَرٌ) اَرْجِئْهُ بِالْهَمْزِ سَاكِنًا (ہاء کنایہ ع۹) یعنی نفر والوں نے اَرْجِئْهُ میں جیم کے بعد ہمزہ ساکنہ زیادہ کیا ہے پس اوروں کے لئے ضد سے ہمزہ کا حذف نکل آیا۔ ایضاً بقرہ ع۲۰ وتوبہ ع۳۔ ششم۔ نقل وعدم نقل۔ نقل۔ ہمزہ کی حرکت اس سے پہلے ساکن کو دے کر ہمزہ کو حذف کر دینا۔ (باب النقل ع۹) وبقرہ ع۵۸ ونساء ع۱۲۔ عدم نقل۔ ہمزہ کو بلا نقل پڑھنا اس کیلئے قصیدہ میں کوئی لفظ نہیں آیا ہے کیونکہ اس سے نقل کی تعین نہیں ہوتی۔ اس بنا پر کہ یہ کئی طرح سے ہوتی ہے۔ ہفتم۔ اختلاس واتمام حرکت (۱) اختلاس یا اخفا یا اسراع۔ حرکت کا ایک تہائی حذف کرکے دو تہائی ادا کرنا یہ چھ جگہ آیا ہے بقرہ ع۱۱ و ۴۲ و ۹۲ ونساء ع۲۶ ویونس ع۱۱ ویٰسین ع۳ جیسے وَاَخْفَاهُمَا (طَ) لُوْ (بقرہ ع۴۲) یعنی اَرِنَا اور اَرِنِیْ میں دوری کیلئے را کے کسرہ میں اختلاس ہے پس اوروں کیلئے ضد سے کامل کسرہ نکل آیا۔ اور وقف میں کسرہ اور ضمہ کا تیسرا حصہ ادا کرنے کو رَوْم کہتے ہیں۔ (۲) اتمام۔ حرکت کو پورا پورا ادا کرنا چنانچہ تمام حرکات میں یہی اصل ہے۔ یہ بھی قصیدہ میں مذکور نہیں بلکہ اختصار کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں مذکور ہیں مثلاً مد بول کر دوسروں کیلئے قصر اور قصر بول کر دوسروں کیلئے مد اور مضارع میں متکلم کا نون بول کر دوسروں کیلئے غیبت کی یا اور یا بول کر دوسروں کے لئے نون مراد لیا جائے گا اور باقی چودہ ۱۴ جوڑوں کو بھی اسی طرح سمجھ لو۔ ذیل کے الفاظ کے معنی کا یاد رکھنا بھی نہایت ضروری ہے۔ فتحہ، نصب (زبر) کسرہ، جر، خفض (زیر) ضمہ، رفع (پیش) یہ حرکتوں کے نام ہیں جو حرکتیں عاملوں کے آنے سے بدلتی نہیں ان کو فتحہ، کسرہ، ضمہ اور جو بدل جاتی ہیں ان کو نصب، جر، خفض، رفع کہتے ہیں اس فرق کو تو عربی والے ہی سمجھتے ہیں آپ تو صرف یہ یاد رکھیں کہ تینوں حرکتوں میں سے ہر ایک کے دو ۲ دو نام ہیں اور زیر کے لئے تیسرا نام (خفض) بھی ہے۔

فائدہ: طلباء کو ماہر اور مشاق بنانے کیلئے ان تمام ضدوں کی مزید توضیح اول۔ مد و قصر ۱ مد اس کے دو ۲ معنی ہیں ۱ اس کلمہ میں حرف مد کا زیادہ کرنا جس میں پہلے سے موجود نہ ہو اور قصیدہ میں اکثر اور بیشتر جگہ مد کو اسی معنی میں استعمال کیا ہے اور باب الفرش میں سورۂ انعام کے اَقْتَدِہْ میں ہا کے ساتھ صلہ کی یا کا اور اسراء کے لِیَسُوْءٗا میں ہمزہ کے بعد واؤ کا زیادہ کرنا اور باقی سب جگہ مد سے الف کا زیادہ کرنا مراد ہے۔ پس اگر الف کے بعد ہمزہ ہو جیسے دَكَّآءَ اور شُرَكَآءُ میں ہے یا سکون ہو جیسے مُحْيَايَ میں ہے تو اس میں مد طویل ہوگا ورنہ اس کی مقدار ایک الف کے برابر ہوگی جس کو مد اصلی اور طبعی کہتے ہیں جیسے مَكَانَتِ، مَدَّ النُّوْنِ فِی الْکُلِّ شُعْبَةٌ (انعام ۳۸) پس مَکَانَاتِ میں ہر جگہ ابوبکر شعبہ کیلئے مد سے الف کا زیادہ کرنا اور دوسروں کیلئے ضد سے قصر یعنی الف کا حذف نکل آیا اور بقرہ ۳۲ اور باب الہمزتین من کلمۃ کے ۱۴، ۱۷ و ۱۸ میں بھی مد سے الف ہی کا زیادہ کرنا مراد ہے۔ ۲ حرف مد کو اس کی اصلی مقدار سے زیادہ دراز کرنا۔ چنانچہ باب المدین اور باب الہمزتین من کلمۃ کے ۱۰ اور من کلمتین کے ۷ میں یہی معنیٰ مراد ہیں ۲ قصر اس کے بھی دو ۲ معنی ہیں۔ ۱ حرف مد کا حذف کر دینا پس ہاء کنایہ میں صلہ کی یا اور واؤ کا اور باب الفرش میں سے رَءُوفٌ میں واؤ کا اور باقی سب جگہ الف کا حذف کرنا مراد ہے اور ہمزتین من کلمۃ کے ۱۱ میں بھی قصر اسی معنیٰ میں آیا ہے جیسے وَفِی عَاقَدَتْ قَصْرٌ ثَوٰی (نساء ۱۳) پس کوفیین کے لئے عَاقَدَتْ میں قصر سے الف کا حذف اور باقی چار کیلئے ضد سے مد الف کا اثبات نکل آیا نیز اعراف ۲۶۔ ۲ حرف مد کو اس کی اصلی مقدار پر رکھنا چنانچہ باب المدین اور ہمزتین من کلمتین کے ۷ اور وقف حمزہ و ہشام کے ۹ میں قصر اسی معنے میں آیا ہے لیکن باب المد کے ۱۳ میں قصر توسط کے معنیٰ میں ہے جس کو طول کی نسبت سے قصر کہہ دیا ہے اور ہمزتین من کلمتین کے ۷ میں قصر اور مد دونوں جمع ہیں پس اکثر جگہ مد سے الف کا زیادہ کرنا اور قصر سے الف کا حذف مراد ہوتا ہے اس کو یاد رکھو یہ بہت جگہ کام آئے گا اور توسط بھی مد ہی میں داخل ہے۔ مزید مثالیں کہف ۱۷، شعراء ۱، واقعہ والحدید ۶۔ دوم۔ اثبات و حذف اور ان کے ہم معنی دیگر الفاظ ۱ اثبات کسی حرف کا زیادہ کر دینا جیسے وَزِدْ ءَادَاہُ نُوْنًا اِنَّنَا (رعد ۶) پس ابن عامر اور کسائی کیلئے مِنْ ادائے اِنَّنَا میں نون کا اثبات اور باقین کیلئے ضد سے ایک نون کا حذف نکل آیا یا آت الزوائد ۲، بقرہ ۷ اور مائدہ ۸ (۲) حذف کسی حرف کا کم دینا جیسے وَالْحَذْفُ (عَمَّ) (شَاكِرٍ) (دَ) لَا (یاءات الاضافۃ ۳۲) پس حفص، حمزہ، کسائی اور ابن کثیر کیلئے یٰعِبَادِیَ زخرف میں یا کا حذف ہے اور باقی ساڑھے تین کیلئے حذف کی ضد سے اثبات نکل آیا۔ بقرہ ۹، ۳۲ و ۸ اور آل عمران ۲۶ اور اعراف ۵ کہف ۱۰ اور قصص ۴۔ سوم۔ فتحہ اور امالہ اور تقلیل (۱) فتحہ آواز کا درست اور سیدھا رکھنا یعنی زبر اور اس کے بعد کے الف کو امالہ کے بغیر پڑھنا جیسے وَالْفَتْحُ عَنْهُ تَفَضَّلَا (یوسف ۵) یعنی یٰبُشْرٰی میں (ابوعمرو) کیلئے فتحہ افضل ہے پھر امالہ محضہ پھر تقلیل اور فتحہ اس معنیٰ میں دو ۲ ہی جگہ آیا ہے۔ یعنی باب الامالہ ۲۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یوسف ع۵ میں۔ (۲) امالہ محضہ یا کبریٰ یا اضجاع زبر کو زیر کی اور الف کو یا کی طرف زیادہ مائل کرنا جیسے دَرَیٰ ہُو تَرَاءٰ (فَهَاز (باب الامالہ ع۳۰) یعنی حمزہ کیلئے شعراء کے تَرَاءٰ کی رآ میں امالہ محضہ ہے پس اوروں کیلئے ضد سے فتحہ نکل آیا ایضاً ع۲۸ تقلیل زبر کو زیر اور الف کو یا کی طرف کم مائل کرنا جیسے وَعَنْ عُثْمَانَ فِی الْکُلِّ قَلِّلَا (انعام ع۱۶) یعنی عثمان (ورش) کیلئے رَاٰی کے دونوں حرفوں میں ہر جگہ تقلیل ہے۔ ایضاً باب الفتح والامالہ ع۲۵ و ۲۶ و یوسف ع۵ اس جوڑے میں سے امالہ اور تقلیل ہی کو استعمال کیا ہے۔ کیونکہ فتحہ کی ضد کسرہ بھی ہے اس لئے اس سے ان کی تعیین نہیں ہوسکتی۔ چہارم۔ ادغام و اظہار (۱) ادغام دو حرفوں سے دوسرے حرف جیسا ایک مشدد حرف بنالینا اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) صغیر جس میں مدغم پہلے سے ساکن ہو جیسے قَدْ دَّخَلُوا اِذْ دَّخَلُوا جیسے فَادَّغَمْهَا (سِ) ادِ (ذکر لام هَلْ وَبَلْ ع۲) یعنی کسائی نے ہَلْ و بَلْ کے لام کا آٹھوں حرفوں میں ادغام کیا ہے و نساء ع۱۶ (۲) کبیر جس میں مدغم کو ساکن کر کے ادغام کیا جائے جیسے تُمِدُّوْنَنِ اَلْاِدْغَامُ اَظْهَرُ (نمل ع۶) یعنی اَتُمِدُّوْنَنِ میں حمزہ نے نون کا نون میں ادغام کیا ہے پس باقی چھ کیلئے ضد سے اظہار نکل آیا اور با سے پہلے میم میں جو اخفا ہوتا ہے جیسے یَحْکُمُ بَیْنَهُمْ وہ بھی ادغام کبیر ہی میں داخل ہے کیونکہ اس میں بھی میم کو ساکن کرنا پڑتا ہے گو با میں ملایا نہیں جاتا یا یوں کہو کہ ادغام سے مراد چھپانا ہے جو اس کے لغوی معنی ہیں اس صورت میں یہ اخفا خود ہی ادغام میں داخل ہو جائے گا جیسے فَتَخْفٰی تَنَزُّلَا (باب ادغام الحرفین المتقاربین ع۲۱) یعنی ابوعمرو با سے پہلے میم کو ساکن کر کے اس میں اخفا کرتے ہیں جبکہ وہ حرکت کے بعد ہو۔ پس اوروں کے لئے میم کا اظہار نکل آیا اور اخفا اس معنی میں صرف اسی جگہ آیا ہے۔ (۲) اظہار دونوں حرفوں کو جدا جدا پڑھنا جیسے وَمَکَّنَنِیْ اَظْهِرْ (دَ) لِیلا (کہف ع۲۵) یعنی ابن کثیر کیلئے مَکَّنَنِیْ میں دو نون ہیں جن میں سے پہلے کا اظہار ہے۔ پس باقی چھ کیلئے ضد سے ادغام نکل آیا۔ ایضاً ذکر دال قد ع۲ و انفال ع۶ پنجم۔ ہمزہ اور اس کی تخفیف۔ ہمزہ کے تین معنی ہیں (۱) تحقیق یعنی سختی سے پڑھنا جیسے وَحَقَّقَ ثَانٍ صُحْبَةٌ (ہمزتین من کلمۃ ع۸) یعنی ابوبکر و حمزہ اور کسائی کیلئے ءَاٰمَنْتُمْ میں دوسرے ہمزہ کی تحقیق ہے۔ پس اوروں کیلئے ضد سے تسہیل نکل آئی اور تحقیق کی ضد تخفیف ہے جو تین طرح ہوتی ہے۔ (ا) تسہیل سے (ہمزتین من کلمۃ ع۱) اور (بقرہ ع۶۵) (ب) ابدال سے (باب الہمز المفرد ع۱) (ج) حذف سے باب الہمزتین من کلمتین ع۱ (۲) ہمزہ کو اس حرف علت کی جگہ لے آنا جو خود ہمزہ کی یا اس سے پہلے حرف کی حرکت کے مناسب ہو۔ چنانچہ اَلتَّنَاؤُشُ ابوعمرو اور صحبہ والوں کی اور یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ عاصم کی اور ضِیْزٰی مکی کی اور مُؤْصَدَةٌ ابوعمرو، حفص، حمزہ کی اور ضِیَاءً قنبل کی روایت میں ہمزہ کے ساتھ ہیں اور اس کی ضد وہ حرف علت ہے جس کی جگہ یہ ہمزہ آتا ہے۔ جو ان الفاظ میں غیر مذکور کی قراءت ہے۔ (۳) زیادت۔ یعنی ہمزہ زیادہ کرنا جیسے وَعٰی نَفَرٍ اَرْجِئْهُ بِالْهَمْزِ سَاکِنًا (ہا کنایہ ع۹) یعنی نفر والوں نے اَرْجِئْهُ میں جیم کے بعد ہمزہ ساکنہ زیادہ کیا ہے پس اوروں کے لئے ضد سے ہمزہ کا حذف نکل آیا۔ ایضاً بقرہ ع۲۷ و توبہ ع۳۔ ششم۔ نقل و عدم نقل۔ نقل۔ ہمزہ کی حرکت اس سے پہلے ساکن کو دے کر ہمزہ کو حذف کر دینا۔ (باب النقل ع۹) و بقرہ ع۵۸ و نساء ع۱۲۔ عدم نقل۔ ہمزہ کو بلا نقل پڑھنا اس کیلئے قصیدہ میں کوئی لفظ نہیں آیا ہے کیونکہ اس سے نقل کی تعیین نہیں ہوتی۔ اس بنا پر کہ یہ کئی طرح سے ہوتی ہے۔ ہفتم۔ اختلاس و اتمام حرکت (۱) اختلاس یا اخفا یا اسراع۔ حرکت کا ایک تہائی حذف کر کے دو تہائی ادا کرنا یہ چھ جگہ آیا ہے بقرہ ع۱۱ و ۴۲ و ۹۲ و نساء ع۲۶ و یونس ع۱۱ و یٰسین ع۳ جیسے وَاَخْفَاهُمَا (طِ) لُ (بقرہ ع۴۲) یعنی اَرِنَا اور اَرِنِیْ میں دوری کیلئے را کے کسرہ میں اختلاس ہے پس اوروں کیلئے ضد سے کامل کسرہ نکل آیا۔ اور وقف میں کسرہ اور ضمہ کا تیسرا حصہ ادا کرنے کو رَوم کہتے ہیں۔ (۲) اتمام۔ حرکت کو پورا پورا ادا کرنا چنانچہ تمام حرکات میں یہی اصل ہے۔ یہ بھی قصیدہ میں مذکور نہیں بلکہ اختصار کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیش نظر اختلاس ہی کو استعمال کیا ہے۔ ہشتم۔ جزم ورفع۔ (۱) جزم۔ مضارع کے واحد غائب یا حاضر یا جمع متکلم کے آخری حرف
کو ساکن کر دینا جیسے وَنُكَفِّرُ سے وَنُكَفِّرْ اور قصیدہ میں جزم کا ذکر انھیں صیغوں کے بارے میں ہے اور سات جگہ آیا ہے
بقرہ ع۳۹ و ۱۰۰ و اعراف ع۲۹ و مریم ع۱ و طٰہٰ ع۹ و ۱۴ جیسے وَجَزْمُهُمْ يَذَرُهُمْ (شَـ)ـفَا (اعراف ع۲۹) یعنی حمزہ اور کسائی
کیلئے يَذَرْهُمْ کی را پر جزم ہے پس اوروں کیلئے را کا رفع نکل آیا (۲) رفع۔ مضارع کے یا اسم کے آخری حرف کو ضمہ د
جیسے تَكُونُ اور مَيْتَةٌ اور جزم کے ساتھ رفع صرف ضد ہی سے نکلتا ہے۔ جیساکہ مثال مذکور میں باقین کی قراءت
بتائی ہے اور ذکر میں صرف جزم ہی آتا ہے اور جب مضارع میں رفع کہیں گے تو اس کی ضد نصب ہوگا نہ کہ جزم جیسے
فَاَطَّلِعَ ارْفَعْ غَيْرَ حَفْصٍ۔ (طول ع۳) یعنی حفص کے سوا اوروں کیلئے فَاَطَّلِعَ میں عین کا رفع ہے پس حفص کیلئے رفع
کی ضد سے نصب نکل آیا۔ نتیجہ یہ کہ جزم اور رفع صرف مطرد ہیں اور جس جگہ رفع کی ضد جزم ہوتا ہے وہاں جزم کی
قید لگا کر لاتے ہیں جیسے يُضَاعَفْ وَيَخْلُدْ ارْفَعْ جَزْمَ (كَـ)ذِي (صُـ)ـلًا (فرقان ع۵) یعنی ابن عامر ابوبکر کیلئے يُضَاعَفُ
وَيَخْلُدُ میں فا اور دال کے جزم کے بجائے رفع ہے پس اوروں کیلئے جزم ہے جو لفظ جزم سے نکلا ہے نہ کہ ضد سے۔ ایضاً طٰہٰ
وقصص ع۴ اور مناسب یہ تھا کہ جزم کو شعر ۶۲ میں ضمہ اور رفع کے ساتھ بیان کرتے کیونکہ یہ تینوں صرف مطرد ہیں۔ نہم۔ تذکیر
وتانیث (۱) تذکیر ماضی کے واحد غائب کے آخر سے تا جدا کرکے اور مضارع کے اول میں یا لاکر صیغہ کو مذکر کیلئے بنا دینا جیسے
نَادَتْهُ، تَوَفَّتْهُ، اِسْتَهْوَتْهُ سے نَادَاهُ، تَوَفَّاهُ، اِسْتَهْوَاهُ اور تَكُونَ سے يَكُونَ یا اسم کے آخر میں سے
تانیث کی تا دور کر دینا جیسے سَيِّئَةً سے سَيِّئُهُ اور جیسے وَذَكِّرْ تَكُنْ (شَـ)ـافٍ (کہف ع۱۱) یعنی حمزہ اور کسائی کیلئے وَلَمْ تَكُنْ
میں تذکیر کی یا ہے۔ پس باقی پانچ کیلئے ضد سے تانیث کی تا نکل آئی (۲) تانیث۔ ماضی کے واحد غائب کے آخر میں اور
مضارع کے اول میں تا لاکر مؤنث کیلئے بنا دینا جیسے تَوَفَّتْهُ اور تَنَزَّلُ جیسے وَيَغْشٰى اَنِّثُوا (شُـ)ـلْعًا (آل عمران ع۱۶)
یعنی يَغْشٰى میں حمزہ اور کسائی کیلئے تانیث کی تا ہے پس باقی پانچ کیلئے ضد سے تذکیر کی یا نکل آئی اور تذکیر وتانیث کو فعلوں میں
استعمال کیا ہے اور اسم میں صرف سَيِّئَةً اسراء اور نِعْمَةً لقمان میں تذکیر کا ذکر آیا ہے۔ دہم۔ غیبت وخطاب۔ (۱)
غیبت مضارع کے اول میں یا لاکر غائب کا صیغہ بنا دینا جیسے وَبِالْغَيْبِ عَمَّا يَعْمَلُونَ هُنَا (دَ)نَا (بقرہ ع۱۸) یعنی مکی
کیلئے پہلے عَمَّا تَعْمَلُونَ میں غیبت کی یا ہے۔ پس اوروں کیلئے ضد سے خطاب کی تا نکل آئی۔ (۲) خطاب۔ مضارع کے
اول میں تا لاکر حاضر کا صیغہ بنا دینا جیسے وَخَاطَبَ شَامٍ يَعْمَلُونَ (انعام ع۱۷) یعنی شامی کیلئے عَمَّا يَعْمَلُونَ میں خطاب کی تا
ہے پس اوروں کیلئے غیبت کی یا نکل آئی اور تحقیق یہ ہے کہ غیبت کی ضد حضور ہے۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) خطاب
(۲) تکلم لیکن چونکہ غیبت وخطاب کا اختلاف زیادہ جگہ واقع ہوا ہے۔ اس لئے ان دونوں کو تو ضدیں قرار دیا اور خطاب وتکلم
کا خلاف کم جگہ آیا ہے۔ اس لئے اس کو حذف واثبات سے بیان کر دیا۔ اعراف ع۱۶۔ یازدہم۔ خفت (تخفیف) وتشدید (۱) تخفیف
حرف کو تشدید سے خالی کر دینا جیسے وَيُنْزِلُ خِفَّتُهُ (بقرہ ع۱۴) یعنی مکی اور بصری کے لئے يُنْزِلُ اور تُنْزِلُ وغیرہ میں زا کی تخفیف
ہے۔ پس اوروں کیلئے تشدید نکل آئی ایضاً واقعہ والحدید ع۲۔ تشدید یا تثقیل حرف کو تشدید والا بنا دینا جیسے اِذَا فُتِّحَتْ شَدِّدْ
لِشَامٍ (انعام ع۵) یعنی شامی کیلئے فتحت کی تا پر تشدید ہے پس اوروں کیلئے تخفیف نکل آئی۔ ایضاً ص ع۲۔ دوازدہم۔ جمع
وتوحید۔ (۱) جمع۔ صیغہ کا دو سے زیادہ کیلئے بنا دینا یہ صحیح بھی ہوتی ہے اور مکسر بھی جیسے عَشِيرَاتُكُمْ بِالْجَمْعِ (صِـ)ـدْقٍ (توبہ
ع۲) یعنی ابوبکر کیلئے عَشِيرَاتُكُمْ جمع کے صیغہ سے ہے را کے بعد الف کے ساتھ اور باقین کیلئے توحید ہے الف کے حذف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ ۔ (۲) توحید یا افراد صیغہ کو ایک کیلئے بنا دینا جیسے خَطِیْئَتُہٗ التَّوْحِیْدُ عَنْ غَیْرِ نَافِعٍ (بقرہ ع۱۹) یعنی خَطِیْئَتُہٗ میں نافع کے سوا اوروں کیلئے توحید ہے ۔ الف کے حذف کے ساتھ ۔ پس نافع کیلئے جمع ہے ۔ ہمزہ کے بعد الف کے ساتھ اور اس شعر میں خَطِیْئَتُہٗ کو دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں ایضًا رِسَالَاتِ فَرْدًا (انعام ع۱۵) یعنی کی اور حفص کیلئے رِسَالَتَہٗ میں توحید ہے پس اوروں کیلئے جمع ہے اور جمع کی ضد توحید ہے نہ کہ تثنیہ کیونکہ ذہن فرع سے اصل کی طرف منتقل ہوتا ہے نہ کہ دوسری فرع کی طرف ۔ اگر شعر میں جمع کا صیغہ لائیں گے تو اس کا سالم و تکسیر ہونا خود ہی واضح ہو جائے گا ۔ انعام ع۱۵ اور اگر واحد کا صیغہ لائیں گے تو اس کی ضد کہیں جمع سالم ہوگی ۔ بقرہ ع۱۹ اور کسی جگہ تکسیر ہوگی مومنون ع۱ دوسرا مصرعہ اور واحد اور تثنیہ کا اختلاف صرف ضمیروں میں آیا ہے ۔ ظاہر میں نہیں اور نہایت قلیل ہے ۔ اسی لئے اس کو کبھی حذف و اثبات سے بیان کر دیتے ہیں ۔ کہف ع۱۰ اور کبھی مد و قصر سے شوریٰ ع۴ ۔ سیزدہم ۔ تنوین و ترک تنوین یا دیگر الفاظ جو انھیں کے ہم معنیٰ ہوں (۱) تنوین ۔ اسم کے آخر میں صرف تلفظ میں نون زیادہ کر دینا اور اسی لئے تنوین کو مجازاً نون اور ترک تنوین کو دُوْنَ نُوْنٍ اور بِلَا نُوْنٍ بھی کہہ دیتے ہیں ۔ جیسے وَفِیْ دَرَجٰتٍ النُّوْنُ (انعام ع۱۰) یعنی نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ انعام اور یوسف میں کوفیین کیلئے نون (تنوین) ہے پس باقین کیلئے تنوین کا ترک ہے ۔ (۲) ترک تنوین ۔ اسم کے آخیر سے ۔ اس نون کو حذف کر دینا جیسے وَفِیْہِ لَمْ ۔ یُنَوَّنْ لِحَفْصٍ (انفال ع۲) یعنی حفص کیلئے مُوْهِنُ میں تنوین کا حذف ہے پس اوروں کیلئے تنوین کا اثبات نکل آیا اور چونکہ تنوین کے ترک کے سبب تین ہیں (۱) بنا جیسے لَا رَیْبَ لائے نفی جنس کے اسم ہیں ۔ (۲) منع صرف جیسے سَلٰسِلَ ۔ (۳) اضافت جیسے کِتَابُنَا اور ہمزہ کی تخفیف بھی کئی طرح ہوتی ہے جیسا کہ اسی توضیح کے ص۵ میں معلوم ہو چکا ہے ۔ اسی تفصیل کی بنا پر ضدوں کے پانچویں اور تیرہویں جوڑ کو حذف و اثبات میں شامل نہیں کیا گو ابوشامہ اس کو جائز بتاتے ہیں لیکن ہمزہ کے بارے میں یہ صورت صرف اسی کلمہ میں صحیح ہو سکتی ہے جس میں نہ تو ہمزہ خود مرسوم ہو اور نہ تلفظ میں اس کے بجائے کوئی اور حرف پڑھا جاتا ہو جیسے نُنْسِہَا اور وَالصّٰبِئُوْنَ بخلاف ضِیَآءً اور یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ کے کہ ان میں ایسا نہیں ہو سکتا اور چونکہ تنوین اسم کے آخر میں اور متکلم کا نون فعل کے اوّل میں آتا ہے ۔ اسلئے تنوین کو نون کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی ضد یا ہو ۔ چہاردہم ۔ تحریک و اسکان ۔ (۱) تحریک ۔ ساکن کو حرکت دینا جیسے قَدْرُہٗ سے قَدَرُہٗ اور اس کی دو۲ قسمیں ہیں ۔ (۱) تحریک بلا قید ۔ (۲) تحریک مع قید اور دونوں کی مثالیں مع مطلب کے شعر ۶۰ کے ترجمہ کے بعد قوسین میں گذر چکی ہیں ۔ (۲) اسکان ۔ متحرک کو ساکن کر دینا جیسے شَنَاٰنُ سے شَنْاٰنُ یہ دونوں طرح کی تحریک کی ضد ہے اور اس کی بھی دو۲ قسمیں ہیں (۱) اسکان بلا قید اس کی ضد فتحہ کی حرکت ہے جیسے وَسُکُوْنُ الْمَعْزِ (حِصْنٌ) (انعام ع۱۸) یعنی نافع اور کوفیین کے لئے وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَیْنِ میں عین کا سکون ہے اور ضد سے نکل آیا کہ نفر کے لئے عین پر فتحہ کی حرکت ملے ۔ (۲) اسکان مع قید ۔ اس کی ضد وہ ہوگی جو قید سے ظاہر ہوگی جیسے وَنُشْرًا سُکُوْنُ الضَّمِّ فِی الْکُلِّ ذُلِّلَا (اعراف ع۸) یعنی ابن عامر اور کوفیین کیلئے نُشْرًا میں شین کے ضمہ کے بجائے سکون ہے ۔ پس باقین کیلئے ضمہ ہے جو ضم کے لفظ سے نکلا ہے اور بعض جگہ دونوں قراءتوں کو الگ الگ بیان کر دیتے ہیں جیسے وَحَیْثُ اَتٰاکَ الْقُدُسِ (بقرہ ع۱۱) یعنی الْقُدُسِ میں چاروں جگہ ابن کثیر کیلئے دال کا سکون اور باقی جمیع کیلئے ضمہ ہے ۔ اور وَحَرِّکْ وَسَکِّنْ کَافِیًا (انعام ع۱۷) میں تحریک و اسکان دونوں جمع ہیں یعنی ابن عامر کیلئے دَرَسْتَ میں سین ساکن کو فتحہ کی حرکت دو ۔ اور تا متحرکہ کو ساکن کر دو پس باقین کیلئے تحریک کی ضد سے سین کا سکون اور اسکان کی ضد سے تا کا فتحہ نکل آیا اور وَاِسْکَانُ بَارِئِکُمْ (بقرہ ع۱۰) استغناء کے قبیل سے ہے جو شعر ع۴۴ میں بیان ہو چکا ہے یعنی بَارِئِکُمْ کے بعد کے پانچوں کلمات میں دوسروں کیلئے را کا ضمہ تلفظ سے نکلا ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ وزن کی درستی اس پر موقوف ہے کہ ان پانچوں مضارعوں کی رآ پر حرکت پڑھی جائے اور فتحہ اس لئے صحیح نہیں کہ ناصب ندارد پس ضمہ متعین ہوگیا رہا بَارِئُكُمْ سو یہ استغناء کے باب سے نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں وزن کے لحاظ سے ہمزہ کا ساکن پڑھنا ضروری ہے پس اگر ابو شامہؒ کے قول کے موافق وَإِسْكَانُ بَارِئْكُمْ کے بجائے وَبَارِئْكُمْ سَكِّنْ کہتے تو دوسروں کیلئے جو کسرہ ہے وہ بھی تلفظ ہی سے معلوم ہو جاتا اور یہ بھی استغنا، کے قبیل سے ہو جاتا۔

تحریک کے متعلق ابو شامہؒ کی مفید و عجیب تحقیق

۱ تحریک وحرکت کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) یہ کہ صرف تحریک لائیں اور یہ کہیں کہ حرکت دیدو یا حرکت دی ہے یا دی گئی ہے۔ لیکن حرکت کی قسم کو معین نہ کریں کہ فتحہ دو یا کسرہ یا ضمہ۔ اس صورت میں مذکورین کیلئے فتحہ اور دوسروں کیلئے سکون ہوگا۔ (۲) یہ کہ تحریک کا بھی ذکر کریں اور حرکت کی قسم بھی بتائیں مثلاً رفع کی حرکت دی ہے اس صورت میں مذکورین کیلئے تو اسی قسم کی حرکت ہوگی جس کا نام لیں گے اور دوسروں کیلئے تحریک کی ضد سے سکون ہوگا (البقرہ ۳۵) اس میں رفع کی قید لگی ہوئی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتی تو غیر نافع کیلئے نُنْسِلُ میں لام کا فتحہ سمجھا جاتا اور مائدہ ۵ میں حمزہ کیلئے وَلِيَحْكُمْ میں یہ فرمایا ہے کہ وہ لام کو کسرہ کی اور میم کو نصب کی حرکت دیتے ہیں۔ پس يُحَكِّمُ سے یہ نکل آیا کہ باقی سب کیلئے لام اور میم دونوں کا سکون ہے جو تحریک کی ضد ہے اور اگر بِكَسْرٍ نہ لاتے تو ضد سے دوسروں کیلئے لام کا فتحہ اور میم کا جر سمجھا جاتا۔ (۳) یہ کہ صرف حرکت کی قسم کا نام لیں جیسے نصب وجر وغیرہ اور حرکت و تحریک کا لفظ نہ لائیں اس صورت میں مذکورین کیلئے تو وہی حرکت ہوگی جس کا نام لیں گے اور دوسروں کیلئے اس حرکت کی ضد دوسری حرکت ہوگی۔ سکون ہرگز نہ ہوگا (علق ۲ و ۳) ابو شامہؒ فرماتے ہیں کہ اس کو خوب سمجھ لو کیونکہ ایسے لوگ بہت کم ہیں جو اس کو مضبوط اور محفوظ رکھتے ہیں (ابراز)

۲ شعر ۶۰ میں أَخْفَاهُ کی ضمیر بارز یا تو تحریک غیر مقید کیلئے ہے یا تحریک عام کیلئے یعنی بلا قید ہو خواہ قید کے ساتھ پہلی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اسکان نے تحریک بلا قید کے ساتھ بھائی بندی کی ہے۔ یعنی جس طرح تحریک بلا قید سے فتحہ مراد ہوتا ہے اسی طرح اسکان بلا قید کی ضد بھی فتحہ ہی ہوگا (البقرہ ۶۶) اس میں سکون بلا قید ہے اس لئے اس کی ضد تمادکا فتحہ ہے اور جس جگہ اسکان کی ضد کسرہ یا ضمہ ہوگی وہاں اسکان کے ساتھ قید لگا کر لائیں گے تاکہ دوسری قراءت قید سے ظاہر ہو جائے (یوسف ۴) اور اس کی ہر جگہ پابندی کی ہے لیکن محمد ۹ میں سہواً مُسْكِنَ الْكَسْرِ کے بجائے مُسْكِنَ الْعَيْنِ فرما دیا ہے جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ دوسروں کیلئے الصَّعِقَةُ میں عین کا فتحہ ہوگا حالانکہ حقیقتاً کسرہ ہے اور دوسری تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ اسکان نے تحریک کے ساتھ اس طرح بھائی بندی کی ہے کہ اسکان تحریک کی ضد ہے۔ پس اسکان بلا قید کی ضد فتحہ ہوگی اس طرح پر کہ اسکان کی ضد تحریک بلا قید ہے اور اس سے فتحہ ہی مراد ہوا کرتا ہے جیسا کہ اسی شعر کے اوّل میں صراحتاً مذکور ہے پس خلاصہ مطلب یہ ہوگا کہ تحریک بلا قید خواہ صراحتاً مذکور ہو خواہ ضد (اسکان) سے سمجھی گئی ہو دونوں صورتوں میں اس سے مراد فتحہ ہی ہوگا اور ابو شامہؒ نے ان دونوں باتوں کو واضح کرنے کے لئے شعر ۶۰ کو اس طرح بدل دیا ہے:۔

وَإِنْ أُطْلِقَ التَّحْرِيكُ نَصًّا وَلَازِمًا ۔۔۔ مِنَ الضِّدِّ فَهُوَ الْفَتْحُ حَيْثُ تَنَزَّلَا

یعنی اگر تحریک بلا قید بولی جائے خواہ صراحتاً ہو یا ضد سے التزاماً سمجھی جا رہی ہو دونوں صورتوں میں اس سے ہر جگہ فتحہ ہی مراد ہوگا۔ پانزدہم مضارع میں متکلم کا نونؔ اور یاؔ۔ (۱) ن جیسے وَيَنُوبُهُ: يُذِيقَ (نَ) کا (روم ۱) یعنی لِيُذِيقَهُمْ میں قنبل کیلئے متکلم کا نونؔ ہے پس اوروں کیلئے یاؔ ہے جو نونؔ کی ضد سے نکلی ہے۔ (۲) یا جیسے وَنِي وَنَقُولُ أَنْبِيَاءُ (حِصْنٌ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(عنکبوت ع۷) یعنی وَنَقُوْلُ ذُوْقُوْا میں نافع اور کوفین کیلئے یاؔ ہے۔ پس اوروں کیلئے یاؔ کی ضد سے نونؔ نکل آیا اور غیر مضارع میں یاؔ کے ساتھ قید لگا دیتے ہیں تاکہ یاؔ سے دوسروں کیلئے نون کا شبہ نہ ہو جیسے وَفِی النِّسَآءِ یَاؤُا شَاعَ (بقرہ ع۲۶) ۔شازدہم ۔ فتح و کسرہ (۱) فتح ۔جیسے نافع کیلئے مُرْدِفِیْنَ (انفال ع۱) میں دالؔ کا فتحہ ہے ۔ پس اوروں کیلئے کسرہ نکل آیا ۔ کسرہ جیسے تُشَاقُّوْنَ میں نافع کیلئے نونؔ کا کسرہ ہے (نحل ع۲) پس اوروں کیلئے فتحہ نکل آیا اور بعض جگہ دونوں کو جمع کر دیتے ہیں (انعام ع۴۸) اور جب فتحہ اور کسرہ کے ساتھ کوئی قید لگی ہوئی ہو تو وہاں دوسری قراءت وہ ہوتی ہے جو قید سے نکلتی ہے ۔ نساء ع۱۲ و انعام ع۲۹ و اعراف ع۱۵ و ۱۹ و شوریٰ ع۸ ۔ ہفدہم ۔ نصب اور جر ۔ (۱) نصب جیسے وَاللّٰہِ رَبِّنَا میں حمزہ اور کسائی کیلئے باؔ کا نصب ہے پس اوروں کیلئے جر نکل آیا (انعام ع۲) (۲) جر یا خفض جیسے وَالْکُفَّارِ میں ابوعمرو اور کسائی کیلئے راؔ کا جر ہے ۔ پس اوروں کیلئے نصب نکل آیا ۔ (مائدہ ع۹) ہشدہم ۔ ضمہ اور فتحہ (۱) ضمہ اس کی دو قسمیں ہیں ۔ ع۱ بلا قید اور اس کی ضد فتحہ ہے جیسے وَفِیْ اِذْ یُرَوْنَ الْیَاءُ بِالضَّمِّ (کُـ)لِلَا (بقرہ ع۱۹) یعنی اِذْ یُرَوْنَ میں ابن عامر کیلئے یاؔ کا ضمہ ہے پس اوروں کیلئے ضد سے یاؔ کا فتحہ نکل آیا ۔ ع۲ ضمہ مع القید ۔ اس کی ضد وہ ہوگی جو قید سے نکلے گی جیسے وَجُزْءًا وَجُزْءٌ ضَمُّ الْاِسْکَانِ (صِـ)ـفْ (بقرہ ع۳۵) یعنی ابوبکر کیلئے جُزُءًا اور جُزُءٌ میں زاؔ کے سکون کے بجائے ضمہ ہے پس اوروں کیلئے زاؔ کا سکون ہے جو اسکان سے نکلا ہے ۔ نوزدہم ۔ رفع اور نصب (۱) رفع ۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں اور اسم اور فعل دونوں میں آتا ہے ۔ (۱) رفع بلا قید اس کی ضد نصب ہے جیسے وَفِی الرِّیْحِ رَفْعٌ (صَـ)ـحَّ (سبا ع۲) یعنی ابوبکر کیلئے وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحُ میں حاؔ کا رفع ہے اور جیسے وَتَکُوْنُ الرَّفْعُ (حَـ)ـجَّ (شُـ)ـهُوْدُهٗ (مائدہ ع۱۰) یعنی اَلَّا تَکُوْنُ میں ابوعمرو و حمزہ اور کسائی کیلئے نونؔ کا رفع ہے ۔ پس غیر مذکورین کیلئے دونوں مثالوں میں رفع کی ضد سے نصب نکل آیا ۔ (۲) رفع مع قید ۔ اس کی ضد وہ ہوگی جو قید سے ظاہر ہوگی جیسے وَخُضْرٍ بِرَفْعِ الْخَفْضِ (عَمَّ) (حُـ)ـلًا (عُـ)ـلًا (سورۃ القیامہ ع۵) یعنی ..... سُنْدُسٍ خُضْرٍ میں نافع ، ابن عامر ، ابوعمرو ، حفص کیلئے راؔ کے جر کے بجائے رفع ہے پس باقین کے لئے راؔ کا جر ہے جو خفض کے لفظ سے نکلا ہے اور جیسے یُصَدِّقُنِیْ ارْفَعْ جَزْمَہٗ (فِـ)ـیْ (نُـ)ـصُوْصِہٖ (قصص ع۴) یعنی حمزہ اور عاصم کیلئے یُصَدِّقُنِیْ میں قافؔ کے جزم کے بجائے رفع ہے پس اوروں کیلئے جزم ہے جو لفظ جزم سے سمجھا گیا ہے ۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جزم اور رفع اور ضمہ اور فتحہ اور رفع اور نصب یہ تینوں جوڑے صرف مطرد ہیں ان میں سے پہلی تو مذکور ہوتی ہے اور دوسری ضد سے نکلتی ہے مذکور نہیں ہوتی اور باقی سولہ جوڑوں میں دونوں میں سے ہر ایک مذکور بھی ہوتی ہے اور ضد سے بھی نکلتی ہے ۔ سوال ۔ فتحہ تین جوڑوں میں آیا ہے ان تینوں میں کیا فرق ہے ۔ جواب :۔ تیسرے جوڑے میں جو فتحہ ہے اس کی ضد امالہ اور تقلیل ہے اور یہ مذکور بھی ہوتا ہے اور ضد سے بھی نکلتا ہے اور سولہویں جوڑے میں جو فتحہ ہے اس کی ضد کسرہ ہے اور یہ مطرد اور منعکس ہیں اور یہ فتحہ ذکر میں بھی آتا ہے اور ضد سے بھی نکلتا ہے اور اٹھارہویں جوڑے میں جو فتحہ ہے وہ مذکور نہیں ہوتا ضمہ کی ضد ہی سے نکلتا ہے ۔ سوال :۔ رفع اور نصب بھی دو دو جگہ آئے ہیں ان میں کیا فرق ہے جواب :۔ آٹھویں جوڑے میں جو رفع ہے وہ صرف جزم کی ضد سے نکلتا ہے مذکور نہیں ہوتا اور مضارع میں آتا ہے اور انیسویں جوڑے میں جو رفع ہے وہ مذکور ہوتا ہے اور اسم اور فعل دونوں میں آتا ہے اور نصب جو سترہویں جوڑے میں آیا ہے اس کی ضد جر ہے اور یہ ذکر میں بھی آتا ہے اور ضد سے بھی نکلتا ہے اور انیسویں جوڑے میں جو نصب ہے وہ ضد سے نکلتا ہے مذکور نہیں ہوتا سوال :۔ یاؔ تین جگہ آئی ہے اول کو تذکیر کی اور دوسری کو غیبت کی یاؔ کہتے ہیں اور تیسری متکلم کے نونؔ کی ضد میں آتی ہے ان تینوں یاؤں میں کیا فرق ہے ۔ جواب :۔ یاؔ تینوں جگہ غیبت ہی کی ہے لیکن جس جگہ فاعل مونث غیر حقیقی ہوتا ہے یا فعل و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فاعل کے بیچ میں فاصلہ ہوتا ہے۔ یا مرجع کے مذکر اور مؤنث ہونے میں اختلاف ہوتا ہے جو یا اس صیغہ میں آتی ہے۔ اس کو مذکر کے صیغہ میں ہونے کی بنا پر تذکیر کی یا کہتے ہیں اور یہ اختلاف اکثر واحد کے صیغوں میں ہوتا ہے اور جن صیغوں میں فاعل کے غائب اور مخاطب ہونے میں اختلاف ہوتا ہے اس کو غیبت کی یا کہہ دیتے ہیں کیونکہ اس صورت میں اس کا غائب کیلئے ہونا اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے اور یہ اختلاف جمع کے صیغوں میں زیادہ اور واحد کے صیغوں میں کم جگہ آیا ہے اور نون اور یا کا اختلاف ان صیغوں میں ہے جن میں فاعل حق سبحانہ و تعالیٰ ہیں۔ اور متضادوں کے پانچ جوڑے اور ہیں ان کو بھی یاد کر لو۔ ان کو ناظم نے یہاں بیان نہیں کیا لیکن باب الفرش میں استعمال کیا ہے۔ بستم۔ ترقیق و تفخیم و تغلیظ۔ (۱) ترقیق۔ را اور لام کو باریک پڑھنا (۲) تفخیم۔ را اور تغلیظ لام کو پُر کر کے پڑھنا (باب الراءات ۱) اور (باب اللامات ۱) بست و یکم۔ تقدیم و تاخیر یا قلب تحویل یعنی کلمات یا حروف کی ترتیب بدل کر پہلے کو دوسرے کی اور دوسرے کو پہلے کی جگہ لے آنا جیسے حمزہ اور کسائی کیلئے وَقُتِلُوا وَقٰتَلُوا آل عمران ۲۰ اور فَيُقْتَلُونَ وَيَقْتُلُونَ براءۃ ۱۴ کے بجائے وَقٰتَلُوا وَقُتِلُوا اور فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ہے (آل عمران ۲۰) اور لا ییأس اور لا تایئسوا وغیرہ میں بزی کیلئے لا یایئس اور لا تایئسوا (یوسف ۱۰) اور ابن ذکوان کیلئے وَنَاٰ میں وَنَأَیٰ اور حمزہ کیلئے وَيَتَنٰجَوْنَ میں وَيَنْتَجُوْنَ اور کسائی کیلئے خِتٰمُهٗ میں خٰتَمُهٗ اور غیر مذکور کیلئے اس کی ضد سے ان سب کلمات میں تاخیر نکل آئی یعنی یہ حضرات تبدیلی نہیں کرتے۔ بست و دوم۔ قطع و وصل۔ (۱) قطع۔ کلمہ کو ہمزۂ قطعی مفتوح سے پڑھنا جیسے اَخِی اَشْدُدْ میں شامی کیلئے ہمزۂ قطعی ہے اور باقین کیلئے وصلی ہے (طٰہٰ ۳) (۲) وصل کلمہ کو ہمزۂ وصلی سے پڑھنا جیسے بَلِ ادّٰرَكَ میں نافع، ابن عامر اور کوفیین کیلئے ہمزۂ وصلی ہے اور حق والوں کیلئے قطعی ہے۔ (نمل ۵) اور وصل جمع کے میم میں صلہ کا واؤ اور ہا کنایہ میں صلہ کی یا اور واؤ زیادہ کرنے کے معنیٰ میں بھی آتا ہے اور اس کی ضد اس صلہ کا ترک ہے اور وصل سکتہ و وقف کے مقابلے میں بھی آتا ہے (باب البسملہ ۱) بست و سوم۔ اعجام و اہمال (۱) اعجام بے نقطہ والے کو نقطہ والا اور اہمال نقطہ والے کو بے نقطہ کر دینا جیسے يَقْضِ الْحَقَّ اور يَقُصُّ الْحَقَّ (انعام ۷) بست و چہارم استفہام و اخبار (۱) استفہام کلمہ کو دو ہمزوں والا کر دینا۔ (۲) اخبار کلمہ کو ایک ہمزہ والا بنا دینا (جیسے واقعہ ۲) میں ابوبکر کیلئے ءَاِنَّا اور مریم ۴ میں ابن ذکوان کیلئے اِذَا مَامِتُّ۔

فائدہ:- کوفیین بنائی اور اعرابی حرکات کے ناموں میں کوئی فرق نہیں کرتے اور بصریین فرق کے قائل ہیں ناظم نے اختصار حاصل کرنے کی غرض سے ایک دستور یہ بھی رکھا ہے کہ بنائی حرکات کو فتحہ، کسرہ، ضمہ سے اور اعرابی حرکتوں کو نصب، جر یا خفض اور رفع سے تعبیر کرتے ہیں۔ چونکہ اعرابی حرکات کلمہ کے آخر ہی میں آیا کرتی ہیں اس لئے حرکت کا نام لیتے ہی سننے والا خود سمجھ جاتا ہے کہ یہ حرکت آخری حرف کو دی جائے گی ناظم کو بتانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

اس اصطلاح کے فائدے کی مزید وضاحت

اوّل:- مریم ۲ کے مِن تَحْتِهَا میں کسرہ میم پر اور جر دوسری تا پر آئے گا۔ **دوم:-** نبا ۲ کے وَالْوَتْرِ بالکسر میں کسرہ اور فتحہ کا اختلاف واؤ میں ہوگا کیونکہ اگر را میں ہوتا تو بالکسر کے بجائے بالجر کہتے۔ **سوم:-** ایضاً نبا ۲، بلد ۱۵ میں رفع، فَكُّ کے کاف اور اِطْعٰمٌ کے میم پر اور جر، رَقَبَةٍ کی تا پر اور کسرہ اِطْعٰمٌ کے ہمزہ پر آئے گا حالانکہ ناظم نے ان حروف کی تعیین نہیں کی ہے۔ **چہارم:-** اس اصطلاح کی ہر جگہ پابندی کی ہے صرف شوریٰ ۵ میں سہواً رعایت نہیں کرسکے کیونکہ وہاں وَقِيْلِهٖ میں لام کی حرکت اعرابی ہے اور اس کے باوجود بھی اس کو بِالْخَفْضِ اور اُجْرُرْ کے بجائے اِکْسِرْ سے تعبیر

سے اسی طرح ام القرآن ۴ یوسف ۵ کہف ۱ و لا نبا نا تلطیف ۲ کو متصور کریں ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کردیا ہے۔ پنجم :۔ اگر کسی جگہ دونوں قراءتوں میں پابندی نہیں کرسکتے تو ایک قرأت پر منحصر کرتے ہیں چنانچہ بقرہ ۶۶ کے تُضَارُّ وَ
فَنِعْمَ الدَّارُ (حق ۲۰) میں ابن کثیر و ابو عمرو کی قراءت پر لَا تُضَارُّ کی را کا رفع ہے لیکن اس اعرابی حرکت کو ضمہ سے اس لئے بیان کردیا
ہے کہ اس کی ضد سے یہ معلوم ہو جائے کہ باقی پانچ کی قراءت راء کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ یہاں دونوں قراءتوں میں اس اصطلاح کی رعایت
نہیں ہوسکتی تھی اس لئے ایک پر کی اور بنائی حرکت کو اختیار کیا جو لغت اور فرق نہ کرنے والوں کے مذہب دونوں کے موافق ہے
اور لَا تُضَارَّ کو دونوں قراءتوں پر معروف بھی کہہ سکتے ہیں اور مجہول بھی رفع کی صورت میں مضارع منفی کا صیغہ ہوگا اور یہ خبر بھی
کے معنی میں ہوگی اور فتحہ کی صورت میں نہی کا صیغہ ہے چونکہ جزم وادغام کے سبب دو ساکن جمع ہوگئے تھے۔ اس لئے دوسرے ساکن
کو فتحہ دیدیا۔ ششم :۔ مائدہ ۱۰ اور انعام ۲۳ کے رِسٰلَتَهٗ اور اعراف ۲۲ کے ذُرِّيَّتَهُمْ تینوں کلموں میں توحید اور جمع کا
اختلاف ہے یعنی رِسٰلَتَهٗ اور رِسٰلٰتِهٖ اور ذُرِّيَّتَهُمْ اور ذُرِّيّٰتِهِمْ پڑھتے ہیں اور تینوں کلمہ دونوں قراءتوں پر منصوب ہیں
اور اس پر بھی ناظم نے اول میں تاء کے کسرہ سے اور باقی دو میں تاء کے فتحہ سے بیان کیا ہے۔ سو اس کی ایک نفیس وجہ ہے
اور وہ یہ ہے کہ اگر کسرہ اور فتحہ کے بجائے تینوں جگہ نصب سے تعبیر کرتے تو سامع کو ضد سے یہ شبہ ہوتا کہ یہ تینوں کلمے دوسری قراءت
پر مجرور ہوں گے پھر یہ سوچتا کہ کسی جار کے بغیر جر کہاں سے آگیا۔ پس اس شبہ سے بچانے کیلئے تینوں جگہ قراءت کو نصب کی علامت
سے بیان کردیا کہ توحید کی قراءت پر نصب کی علامت تا کا فتحہ ہے اور جمع کی قراءت پر کسرہ ہے اور رِسٰلَتَهٗ کو جمع اس واسطے
لائے ہیں کہ اس سے مراد توحید اور احکام اور ان کے متعلقات ہیں اور افراد کی صورت میں بھی رسالت ان سب کو شامل ہے کیونکہ
رسالت ان تمام چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ پس گویا یہ تمام چیزیں توحید میں اجمالاً اور جمع میں قدرے تفصیل کے ساتھ آگئیں اور
ذُرِّيَّتَهُمْ میں بھی توحید و جمع کی تقریباً یہی تقریر ہے۔

فائدہ دوم :۔ (۱) چونکہ ضمہ اور فتحہ اور رفع اور نصب میں دونوں طرف سے ضدیت نہیں ہے اس لئے ان کے بارے میں
آخیتُ نہیں فرمایا (۲) ان ضدوں کو اثبات کی شکل میں بھی استعمال کیا ہے اور نفی کی صورت میں بھی پس جب کسی ضد کو نفی کی صورت میں
لائیں تو اس سے دوسری ضد کا اثبات سمجھ لینا۔ مثلاً وَلَا ضَمَّ (بقرہ ۱۲) پس جب مذکورین کیلئے نَغْفِرْ میں نون کا ضمہ نہیں ہے تو
اس کی ضد فتحہ ہے (۳) ان قیدوں کو اکثر جگہ تو بلا تعیین لائے ہیں اور بعض جگہ تعیین بھی کردیتے ہیں کہ یہ حرکت اس حرف کو دو (بقرہ
۶۲) اس میں دو مثالیں ہیں۔ آل عمران ۲۲، مائدہ ۱۰، انعام ۲، محمد ۹ (۴) آن ۱ میں فِيْ يَحْزُنُكَ کے بجائے
يَا يَحْزُنْكَ کہتے تو التباس نہ رہتا۔

نہایت مفید و ضروری تنبیہات

اول :۔ بعض جگہ کئی کئی ضدیں حتی کہ پانچ تک ایک ہی لفظ میں جمع ہوگئیں ہیں۔ جیسے يُصْلِحَا (نساء ۲۲) میں کوفیین
کیلئے یا کا ضمہ ۱ صاد کا سکون ۲ اور اس کی تخفیف ۳ اور قصر ۴ یعنی صاد کے بعد والے الف کا حذف اور لام کا کسرہ ۵ ہے۔ پس باقی چار
کیلئے ضمہ کی ضد سے یا کا فتحہ اور سکون کی ضد سے صاد پر بھی فتحہ کی حرکت اور تخفیف کی ضد سے صاد پر تشدید اور قصر کی ضد سے
صاد کے بعد الف اور کسرہ کی ضد سے لام کا فتحہ نکل کر يَصَّالَحَا ہوگیا غرض جس جگہ جتنی ضدیں آرہی ہوں سب کو ہوشیاری سے نکالنا
چاہئے۔ دوم :۔ ناظم کی عام عادت ہے کہ جس جگہ دوسری قراءت ضد سے نہیں نکلتی وہاں ضد کے ساتھ قید لگادیتے ہیں جیسے
سُكُوْنُ الضَّمِّ چونکہ سکون کی ضد فتحہ ہے اس لئے ضم کی قید لگا کر بتادیا کہ مذکورین کیلئے سکون اور دوسروں کیلئے ضمہ ہے۔ فتحہ نہیں اور
اس کی ہر جگہ پابندی کی ہے لیکن صرف سورۂ (محمد ۹) میں قید سہواً ترک ہوگئی کہ وہاں وَفِي الصَّعْقَةِ اَقْصِرْ مُسْكِنَ الْعَيْنِ رَا دِيَا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فرما دیا ہے یعنی کسائی کیلئے الصَّعِقَۃُ میں قصر الف کا حذف اور عین کا سکون ہے اور یہاں سکون کی ضد سے دوسروں کیلئے عین کا فتح
نکلتا ہے اور یہ صحیح نہیں۔ پس یہاں مُسَکِّنَ الْکَسْرِ فرمانا چاہئے تھا تاکہ کسرہ کے لفظ سے دوسروں کی قرارت نکل آتی۔ سوم (الف)
پس اگر ضد اور قید دونوں اسم ہوں تو جو قرارت پہلے لفظ سے نکلے گی وہ مذکورین کیلئے اور جو دوسرے لفظ سے نکلے گی۔ وہ
دوسروں کیلئے ہوگی۔ مثالیں ۱ وَجُزْءٌ وَجُزْءًا ضَمَّ الْاِسْکَانِ (صِفْ (بقرہ ع۸۰) دیکھو یہاں ضَمَّ الْاِسْکَانِ میں ضم اور
اسکان دونوں اسم ہیں۔ پس جُزْءًا اور جُزْءٌ میں ابوبکر کیلئے زا کا ضمہ اور باقین کیلئے زا کا سکون نکل آیا۔ ۲و۳۔ توبہ ع۱۲ اس شعر میں
دو۲ مثالیں ہیں ع۴ (یوسف ع۴) کا پہلا مصرعہ لیکن کبھی قید کو پہلے بھی لے آتے ہیں۔ پس وہاں پہلی قرارت غیر مذکور کے لئے اور
دوسری مذکور کیلئے ہوگی۔ (مائدہ ع۳) اس لئے خوب ہوشیاری سے کام لینا چاہئے۔ (ب) اور اگر ان دونوں لفظوں میں سے ایک
اسم اور دوسرا فعل ہو تو اسم والی قرارت غیر مذکور کیلئے اور فعل سے ظاہر ہونے والی مذکور کے لئے ہوگی مثالیں ۱ وَرَفْعُ لَیْسَ
الْبِرَّ یَنْتَصِبُ (فِی) اعْمَلَا (بقرہ ع۲۲) یہاں رفع اسم ہے اور یَنْتَصِبُ فعل ہے۔ پس حفص اور حمزہ کے سوا اوروں کے لئے
لَیْسَ الْبِرَّ میں را کا رفع اور ان دونوں کیلئے را کا نصب نکل آیا۔ (۲) (بقرہ ع۵۱) (ع۳) (مائدہ ع۱۵) اور چونکہ ایسے مقامات
قصیدہ میں بکثرت ہیں۔ اس لئے اس تیسری تنبیہ کی دونوں صورتوں کا یاد رکھنا نہایت مفید ہوگا۔ چہارم:۔ جب کسی ایک حرکت کا
نام لیتے ہیں اور یہ نہیں بتاتے کہ یہ حرکت فلاں حرف کو دو تو وہاں کلمہ کا پہلا حرف مراد ہوتا ہے جیسے وَدًّا بِہِ الضَّمُّ (اُ) اعْمِلَا
(ن ع۲) یعنی نافع کیلئے وُدًّا میں ضمہ ہے پس اس سے واؤ کا ضمہ مراد ہوگا اور اسی لئے وَفِی یَفْعَلُ (ہود ع۵) میں شارحین نے
تغیر کیا ہے کیونکہ اس میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ فتحہ اور کسرہ کا اختلاف عین میں ہوگا حالانکہ حقیقتاً میم میں ہے۔ پنجم:۔ اصل یہ ہے کہ جو قرارت
شعر میں بیان کی جارہی ہو کلمہ قرآنی کو اس کے علاوہ دوسری قرارت کے موافق لکھا جائے اس بنا پر اس شرح میں بھی اسی پر عمل ہوگا اس
آپ ایک قرارت بیان سے اور دوسری کتابت سے نکال سکیں گے۔ لیکن یہ وہاں ہوگا جہاں شعر کا وزن اس کی اجازت دے گا اور
ترجمہ میں غور فرمائیں گے تو اس سے بھی قرارت نکل آئے گی۔ غرض کئی ذریعے ہیں جن کی وجہ سے معاملہ بالکل آسان رہے گا۔ ششم:۔
کبھی شعری ضرورت و مجبوری کے سبب کلمہ کی حرکات و قیود کو شروع کی طرف سے بیان کرنے کے بجائے آخیر کی طرف سے بھی بیان
کرتے ہیں چنانچہ آل عمران والانفال کے یمیز میں ایسا ہی کیا ہے (آل عمران ع۳۵) اور یہ ناظم کا کمال ہے کہ مضمون کو کسی نہ کسی طرح
شعر میں لے ہی آتے ہیں۔ ہفتم:۔ جو باتیں عربی قواعد کے اعتبار سے واضح ہوتی ہیں ان کا بیان کرنا بھی ضروری نہیں سمجھتے اسی لئے
وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ میں ابوبکر کے لئے میم کا تشدید تو بیان کیا لیکن کاف کا فتحہ بیان نہیں کیا اور باقین کیلئے کاف کا سکون بھی نہیں
بتایا۔ ہشتم:۔ وَالْغُیُوْبِ کَالْحَرْفِ اُوَّلاً بقرہ ع۱ میں اس پر تنبیہ فرمائی ہے کہ بعض جگہ دوسروں کی قرارت اسی قسم کے ان الفاظ
سے بھی نکلتی ہے جن کو سب نے ایک ہی طرح پڑھا ہے۔ ضد سے نہیں نکلتی چنانچہ دوسری قرارت بقرہ کے وَمَا یَخْدَعُوْنَ میں بقرہ
اور نساء کے یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ سے اور فرقان کے مُسْتَجَاً میں نوح دنیار کے مسجاً سے۔ اور ذاریات کے الصَّعِقَۃُ میں بقرہ
اور نساء کے الصّٰعِقَۃُ سے نکلتی ہے اور ہاء کنایہ میں ضمیر کی ہا کا کسرہ اور ضمہ اور صلہ بھی اسی قاعدہ سے نکلتا ہے اور یوں بھی کہہ سکتے
ہیں کہ ضمیر کی ہا کا کسرہ اس قاعدہ سے نکلتا ہے کہ ضمیر کی ہا اگر کسرہ اور یا کے بعد ہو تو مکسور ہوتی ہے۔ ورنہ مضموم اور صلہ اصل کی
موافقت سے نکلتا ہے۔ نہم:۔ خُلْفٌ اور خلاف سے دو۲ وجوہ مراد ہوتی ہیں پس جس قاری کے نام اور رمز کے بعد خلف آئے گا
اس کے لئے دو۲ وجوہ ہوں گی اور تفصیل یہ ہوگی کہ اگر خلف ایک اسم یا رمز کے بعد ہو تو اسی کیلئے ہوگا (ہاء الکنایہ ع۱ و بقرہ ع۹۵
و اعراف ع۳۰) اور اگر اس کے ساتھ ھُمَا ہو تو پھر دو۲ کیلئے ہوگا (باب المد ع۱۲) اور اگر ھُمْ ہو تو دو۲ سے زائد کیلئے ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(باب ذکر حروف قربت مخارجہا ۲۷ وقیامہ ۲) اور اگر لفظ خلف واؤ کے بعد ہو تو پھر اس رمز کیلئے ہو گا جو خلف کے بعد آرہی ہو پہلی رموز کے لئے نہ ہو گا (باب الوقف علی مرسوم الخط ۶ وآل عمران ۱ اور ۲۲) اور لفظ خلف کے ساتھ با ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں یہی تفصیل ہے۔ دہم:۔ قرارت کی کتابوں میں معاً اس لفظ کے ساتھ آتا ہے جو دو جگہ آرہا ہو اور دونوں جگہ اس کا حکم ایک ہی ہو اور یہ لفظ اکثر جگہ مُصْطَحِبَيْنِ (مل کر آنے والے) کے معنیٰ میں ہو کر حال ہوتا ہے لیکن آسانی کی غرض سے اس کا ترجمہ دونوں جگہ کے ساتھ کیا جائے گا۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۔

النحو والعربیۃ:۔ شعر ۵۷ تا ۶۲۔ شعر ۵۷۔ ۱ مَا شرطیہ مبتدا ہے۔ ۲ کَانَ یا تامہ ہے یا ناقصہ پس ذا بھی یا حال ہے یا خبر (۳)، بِہٖ یا بِذِكْرِہٖ کے بجائے بِضِدِّہٖ کہنا اس بنا پر ہے کہ بہ نسبت ضمیر کے لفظ ضد میں ابہام اور عموم زیادہ ہے پس یہ نَتَذَكَّرَ اِحْدٰىھُمَا الْاُخْرٰى بقرہ ع ۳۹ کی طرح ہے کہ یہاں بھی ضمیر کے بجائے اِحْدٰىھُمَا اسی لئے آیا ہے اور فَتُذَكِّرَھَا الْاُخْرٰى نہیں فرمایا۔ یعنی اَیَّتُھُمَا نَسِیَتْ ذَكَّرَتْھَا الْاُخْرٰى اَیْ اَسْتَغْنِیْ بِاَحَدِ الضِّدَّیْنِ عَنِ الْاٰخَرِ ۴ فَزَاحِمْ کی فا تعقیب کے لئے ہے اور زَاحِمْ کے دو معنیٰ ہیں سبقت حاصل کر۔ معلوم کر۔ ۵ لِتَفْضُلَا کا الف اطلاق کیلئے ہے۔ شعر ۵۸۔ (۱) كَمَدٍّ اور اس کے معطوفات اَلْوَجْهُ الْمُسْتَغْنٰى عَنْهُ مقدر کی خبر ہیں (۲) مُدْغَمٍ یا اسم مفعول ہے یا مصدر میمی اور ماقبل و مابعد کی مناسبت کی بنا پر ثانی اولیٰ ہے (۳) تَحَصَّلَا اَیْ حَصَلَ وَثَبَتَ فِی الرِّوَايَةِ اختلاس کی صفت ہے۔ شعر ۵۹۔ اُغْفِلَا یا تو تحریک کی صفت ہے یا مستانفہ ہے یعنی نصب، جر، رفع کو حرف کی صفت بنا دیا گیا ہے۔ شعر ۶۰ (۱) حَیْثُ ظرف مکان ہے اور جملہ کی طرف مضاف ہے اور اس میں شرط کے معنیٰ بھی ہیں اور هُوَ الْفَتْحُ جزا ہے اور اس پر سے فا ضرورت کی بنا پر محذوف ہے (۲) مَنْزِلًا اَخَا کے فاعل سے تمیز ہے اور یہ یا تو مصدر میمی ہے یا ظرف مکان اور بعض اس کو مفعول فیہ کہتے ہیں شعر ۶۱۔ (۱) وَاَلْیَا میں ضرورتاً قصر ہے (۲) وَفَتْحِھِمْ کی تقدیر وَبَیْنَ فَتْحِھِمْ ہے ماقبل اور مابعد کے قرینہ سے بین کو حذف کر دیا (۳) مُنْزِلًا، اٰخَیْتُ کے فاعل سے حال ہے اور اَنْزَلَهٗ اِذَا اَحَلَّهٗ یا لِمَكَانٍ سے لیا گیا ہے۔ شعر ۶۲ (۱) حَیْثُ ۶۰ کی طرح ظرفیہ اور شرطیہ ہے اور شعلہ کا یہ قول عجیب و غریب ہے کہ اَقُوْلُ میں واؤ کا حذف نہ کرنا شعری ضرورت کی بنا پر ہے۔ تعجب ہے کہ حَیْثُ کو جازم کیسے سمجھ لیا (۲) الضَّمُّ وَالرَّفْعُ میں واؤ اَوْ کے معنیٰ میں ہے اور اس کی خبر لِقَارِئٍ یا لِلْجَمِیْعِ مقدر ہے اور جملہ مقولہ ہے اور فا جزائیہ ہے (۳) اَقْبَلَا کا الف اطلاقیہ ہے اور اس میں ضمیر کا واحد لانا غیر کے لفظ کے اعتبار سے ہے (۴) ضمہ اور رفع اور فتحہ اور نصب میں لف و نشر مرتب کی صنعت ہے۔

بابِ اطلاق یا ایک بلیغ اور نہایت مختصر اصطلاح

۶۳۔ وَفِی الرَّفْعِ وَالتَّذْكِیْرِ وَالْغَیْبِ جُمْلَةٌ　　عَلٰی لَفْظِھَا اَطْلَقْتُ مَنْ قَیَّدَ الْعُلَا

ترجمہ:۔ اور رفع اور تذکیر اور غیبت میں کچھ ایسے (مواقع) بھی ہیں جن میں میں نے اس شخص کو جو بلندی (یا بلندیوں) کا طالب ہو (اور اس نے مذکورہ بالا ضدوں کو سمجھ لیا ہو اور یاد کر لیا ہو) ان کے تلفظ پر چھوڑ دیا ہے (کہ صرف الفاظِ قرآنی لے آیا ہوں اور ان کے ساتھ ان تینوں میں سے کوئی قید نہیں لگائی تاکہ وہ ان کو اپنی سمجھ سے نکال کر قابلیت کے بلند ترین درجہ پر پہونچ جائے)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرح:- یعنی رفع اور تذکیر اور غیبت کے کچھ کلمات ایسے بھی ہیں جن میں ان دونوں میں سے ایک ضد کو بھی بیان نہیں کرتا صرف کلمہ قرآنی اور اس کے قاریوں کو لے آؤں گا پس جو کلمہ بلا قید آئے اگر اس میں رفع اور نصب کا احتمال ہو تو مذکورین کیلئے رفع اور دوسروں کیلئے نصب سمجھ لینا۔ اور اگر اس کلمہ میں تذکیر کی یا اور تانیث کی تا کا احتمال ہو تو مذکورین کیلئے یا اور دوسروں کیلئے تا سمجھ لینا اور اگر اس کلمہ میں غیبت کی یا اور خطاب کی تا کا احتمال ہو تو اس میں بھی مذکور قاریوں کے لئے یا اور دوسروں کیلئے تا سمجھ لینا۔ مثالیں (۱) وَكُلٌّ وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (واقعہ والحدید ع۲) پس ابن عامر کیلئے وَكُلٌّ کے لام کا رفع ہے جو اطلاق سے نکلا ہے اور باقی کیلئے نصب ہے جو ضد سے سمجھا گیا ہے (۲) وَلَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ (واقعہ والحدید) پس لَا يُؤْخَذُ میں شامی کے سوا اوروں کیلئے اطلاق سے تذکیر کی یا اور شامی کیلئے ضد سے تانیث کی تا نکل آئی (۳) وَبَلْ يُؤْثِرُونَ الْحَيٰوةَ (سورہ سبا تا علق ع۱) پس بَلْ يُؤْثِرُونَ میں ابو عمرو کیلئے اطلاق سے غیبت کی یا اور باقی چھ کیلئے ضد سے خطاب کی تا نکل آئی اور اس قاعدہ کی بالکل آسان تقریر اس طرح ہے کہ اس باب کا جو کلمہ بلا قید آئے اگر وہ اسم ہو تو اس میں مذکورین کیلئے رفع اور دوسروں کیلئے نصب ہوگا اور اگر وہ کلمہ فعل ہو تو اس میں مذکورین کیلئے یائے تحتانیہ اور دوسروں کیلئے تائے فوقانیہ ہوگی اور انشاء اللہ اس قاعدہ کو ہر جگہ اسی طرح پاؤ گے۔ لیکن وَاحِدَةٍ يَوْمَ لَا (نبا ع۲) میں یَوْمَ اسم ہے فعل نہیں۔

فائدہ ۱:- وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ میں رفع کی تقدیر پر كُلٌّ مبتدا ہے اور نصب کی صورت میں وَعَدَ کا مفعول ہوگا اور لَا يُؤْخَذُ میں تذکیر و تانیث اس لئے ہے کہ فِدْيَةٌ مؤنث غیر حقیقی ہے اور بَلْ يُؤْثِرُونَ کی ضمیر غیبت کی تقدیر پر اَشْقٰی کی جنس کیلئے ہوگی اور خطاب کی صورت میں اس کی اسناد مخاطبین کی طرف ہے اور اُبَیؓ کی قراءت بَلْ اَنْتُمْ تُؤْثِرُوْنَ اس کی مؤید ہے۔ از شرح علی قاریؒ۔

فائدہ ۲:- اعراف ع۳ میں اس قاعدہ کی تینوں مثالیں جمع ہیں لیکن وہاں خَالِصَةٌ میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس کا رفع ع۲ کے وَلِبَاسُ التَّقْوٰى پر معطوف ہونے سے نکلا ہے جس طرح سُكِّرَتْ (دَ) نَا (حجر ع۱) میں ابن کثیر کیلئے سُكِرَتْ میں کاف کی تخفیف وَرُبَّ خَفِيفٌ پر معطوف ہونے سے سمجھی گئی ہے اور جیسا کہ وَالصَّادَانِ مِنْ بَعْدِ دُمْ (صِ) لَا (واقعہ والحدید ع۵) میں ابن کثیر و ابوبکر کے لئے اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ میں دونوں صادوں کی تخفیف وَمَا نَزَلَ الْخَفِيفُ پر معطوف ہونے سے سمجھی گئی ہے اور اس سے یہ بھی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ بعض مقامات میں قراءتیں عطف سے بھی نکلتی ہیں۔

سوال:- کلمہ کو بلا قید لے آنے کا ذکر شعر ع۴۷ میں بھی آیا ہے۔ اور یہاں شعر ع۶۲ میں بھی۔ ان دونوں میں کیا فرق ہے

جواب:- چونکہ وہاں اَسْتَغْنِيْ سے اور یہاں اَطْلَقْتُ سے بیان فرمایا ہے اس لئے اول کو باب استغناء اور ثانی کو باب اطلاق کہتے ہیں اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ استغناء میں تو کلمہ کا صرف ایک قراءت پر تلفظ کرنے سے وزن صحیح رہتا ہے اور اطلاق میں دونوں طرح کے تلفظ سے وزن برابر رہتا ہے مثلاً وَمَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ ام القرآن ع۱ میں مَالِكِ کو الف کے ساتھ پڑھیں تو شعر کا وزن درست رہتا ہے۔ اور الف کے بغیر پڑھنے سے غلط ہو جاتا ہے اور وَكُلٌّ كَفَىٰ میں وَكُلٌّ پڑھیں خواہ وَكُلًّا دونوں طرح وزن صحیح رہتا ہے پس مَالِكِ باب استغناء سے ہے اور وَكُلٌّ باب اطلاق سے خوب سمجھ لو۔

تنبیہ:- وَفِيْ وَنَقُوْلُ الْيَاءُ (حِصْنٌ) وَ يُرْجَعُوْ نَ (صَفْوُ) (عنکبوت ع۶) میں ابوبکر کیلئے يُرْجَعُوْنَ میں غیبت کی یا اطلاق سے نکلی ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر الْيَاءُ پر عطف کرکے نکالیں گے تو وَنَقُوْلُ کی طرح تُرْجَعُوْنَ میں بھی دوسری قراءت نون کے ساتھ ہوگی کیونکہ یا کی ضد نون ہے اور نُرْجَعُوْنَ کوئی بھی صیغہ نہیں ہے اور اسی طرح وَيَعْمَلْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یُؤْتِ بِاٰیٰۤاءِ (شَھِدَا(۸۵) (روم تا سبا ۱۵) کے وَیَعْمَلْ میں حمزہ اور کسائی کیلئے یا اطلاق سے نکالنی چاہئے اور اگر بالیَاءِ سے نکالیں گے تو یُؤْتِہَا کی طرح وَیَعْمَلْ میں بھی دوسری قرأت نون کے ساتھ ہوگی اور یہ غلط ہے۔

النحو والعربیہ:۔ (۱) جُمْلَۃٌ ای جُمْلَۃُ مَوَاضِعَ مبتدا مؤخر ہے اور موصوف ہے (۲) اطلاق اور تقیید کے جمع کرنے میں صنعت تضاد ہے (۳) مَنْ قَیَّدَ الْعُلَا کے معنٰی یہ ہیں کہ میں نے بلاقید لانے کا عمل اس طالب علم کیلئے اختیار کیا ہے جو ضدیں یاد کرلینے کی وجہ سے اس فن میں بلندی حاصل کرنے کا طالب ہوگیا ہو کیونکہ جس نے ضدیں یاد نہ کی ہوں وہ مقصد کو نہیں سمجھ سکے گا۔ اس لئے اس کو بلندی بھی حاصل نہ ہوگی۔

۶۴۔ وَقَبْلَ وَبَعْدَ الْحَرْفِ آتِیْ بِکُلِّ مَا ۔۔۔ رَمَزْتُ بِہٖ فِی الْجَمْعِ اِذْ لَیْسَ مُشْکِلَا

ترجمہ:۔ اور میں ان تمام کلمات کو جن کو میں نے جماعت (کئی کئی قاریوں) کے بارے میں رمز بنایا ہے کلمۂ قرآنی سے پہلے بھی لے آؤں گا اور اس کے بعد بھی کیونکہ یہ (رمز کا اس طرح لانا) مشکل (میں ڈالنے والا) نہیں ہے۔

تشریح:۔ یعنی حرفی رمزیں (جن کو رمز صغیر بھی کہتے ہیں) وہ تو ہمیشہ کلمۂ قرآنی کے بعد ہی آئیں گی جیسا کہ شعر ۴۶ میں معلوم ہوچکا ہے خواہ وہ کئی قاریوں کیلئے ہوں خواہ ایک کیلئے۔ اس لئے کہ ان کو آگے پیچھے لانے میں رمز کے رمز ہونے اور نہ ہونے میں شبہ پڑجاتا ہے کیونکہ اس صورت میں ذہن کو دونوں طرف متوجہ کرنا پڑتا ہے اس بنا پر بعد ہی میں لائی جاتی ہیں۔ اور کلمی رمزیں جن کو رمز کبیر بھی کہتے ہیں کلمۂ قرآنی سے پہلے بھی آجائیں گی اور بعد میں بھی کیونکہ غور سے کام لینے والے کو اس میں شبہ نہیں ہوسکتا اسی طرح جو حرفی رمز کلمی کے ساتھ جمع ہوکر آرہی ہو وہ بھی کلمی کے تابع ہوکر کلمۂ قرآنی سے پہلے اور بعد میں دونوں طرح آجائے گی۔

فائدہ نمبر ۱ (۱) اس شعر کے دو مطلب ہیں (ا) اس میں صغیر وکبیر دونوں قسم کی رمزوں کے جمع ہونے کی صورت کا حکم بتایا ہے کہ یہ کلمۂ قرآنی سے پہلے اور بعد دونوں طرح آجائیں گی۔ (ب) صرف رمز کبیر کا حکم بیان کیا ہے کہ دونوں طرح استعمال ہوگی کیونکہ مَا سے یا تو رمز صغیر مراد ہے اور اس صورت میں فِیْ مَعَ کے معنٰی میں ہوگا فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ کی طرح یعنی میں ان تمام حروف کو جن کو میں نے رمز صغیر بنایا ہے جبکہ وہ جماعت کے رمزیہ کلمات کے ساتھ شامل ہوکر آرہے ہوں کلمۂ قرآنی سے پہلے بھی لے آؤں گا اور بعد میں بھی ابوشامہ فرماتے ہیں۔ چونکہ شعری ضرورت نہ ہونے کے باوجود بھی لِلْجَمْعِ کے بجائے فِی الْجَمْعِ لائے ہیں اس سے معلوم ہوگیا کہ یہی معنٰی مراد ہیں یا مَا سے صرف کلمی رموز مراد ہیں اس صورت میں فِیْ اپنے معنٰی پر رہے گا اور ترجمہ میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ (۲) رموز کے استعمال کی ترتیب کا شعر ۴۶ و ۵۶ و ۶۴ میں ذکر کیا ہے شعر ۴۶ میں حرفی کا اور باقی دو میں کلمی کا اور دونوں کے جمع ہونے کا۔ اس لئے مناسب یہ تھا کہ ان تینوں شعروں کو یکجا لاتے (ابراز) نیز فِی الْجَمْعِ کے بجائے فِی الْکَلِمْ اولیٰ تھا (قاری ؒ)

فائدہ نمبر ۲۔ کلمی رمز کے استعمال کی تین صورتیں ہیں (۱) کلمۂ قرآنی اور قرأت کے بیان دونوں سے پہلے ہو (نحل ۲) (۲) دونوں کے بعد ہو (باب الامالہ ۱۹ و آل عمران ۱۱ و ۲۵) (۳) یہ کہ دونوں کے درمیان ہو (انعام ۱۰ و ابراہیم ۴ و کہف ۲۶) غرض کلمی رمز ہر طرح آجاتی ہے پہلے بھی اور پیچھے بھی اور اگر حرفی کلمی کے ساتھ ہو تو وہ بھی کلمی کے حکم میں ہے (آل عمران ۲۲ و بقرہ و کہف ۶ و سبا تا سلق ۵) اور اگر حرفی رمز اکیلی ہو تو ہمیشہ کلمۂ قرآنی کے بعد آتی ہے (بقرہ ۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تنبیہ:- چونکہ یہاں ضدوں کو کافی تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے اس لئے ان شاء اللہ باب الفرش میں صرف اجمالی اشاروں سے کام لیا جائے گا اور ضدیں ناظرین کو خود متعین کرنی پڑیں گی)۔

النحو والعربیہ:- (۱) وَ قَبْلَ وَبَعْدَ الْحَرْفِ کی تقدیر وَقَبْلَ الْحَرْفِ وَبَعْدَ الْحَرْفِ ہے پس ثانی کے قرینہ سے اول کو حذف کر دیا۔ (۲) مَا یا تو موصولہ ہے یا موصوفہ۔

۶۵- وَسَوْفَ أُسَمِّيْ حَيْثُ يَسْمَحُ نَظْمُهُ ۔۔۔ بِهٖ مُوْضِحًا جِيْدًا مُّعَمًّا وَّمُخْوَلَا

ترجمہ:- اور میں عنقریب ہی (قاری کا) نام بھی لے آؤں گا جس جگہ اس (نام یا شعر) کی نظم اس (کے ذکر) کے ساتھ آسان ہوگی (یعنی گنجائش رکھے گی) اس حالت میں کہ میں (ان قراء کو) خوب واضح کرنے والا ہوں گا۔ اس گردن (کے واضح کر دینے) کی طرح جو چچاؤں اور ماموؤں والی ہو (کیونکہ دستور ہے کہ جس لڑکی کے رشتہ دار زیادہ ہوتے ہیں وہ اس کی گردن کو زیوروں اور طرح طرح کی چیزوں سے آراستہ کیا کرتے ہیں اس لئے وہ ننگی گردنوں کے مقابلہ میں واضح معلوم ہوا کرتی ہے)

شرح:- یعنی میں ہر جگہ قراء کے ناموں کے بجائے رمزیں ہی استعمال نہیں کروں گا۔ بلکہ جہاں نظم میں نام لانے کی گنجائش ہوگی وہاں قاری کا نام یا کنیت یا نسبت بھی لے آؤں گا۔ چنانچہ اکیس کے اکیس حضرات کے نام لائے ہیں اور اس سے غرض یہ ہوگی کہ اس قاری کو خوب واضح کردوں جس طرح چچاؤں اور ماموؤں والی کی گردن زیورات کی وجہ سے خوب واضح ہوا کرتی ہے۔

فائدہ ۱: (ل) نام لانے کی چار صورتیں ہیں:- (۱) علَم جیسے نافع وغیرہ باب النقل ۹ و قیامہ ۱۲ (۲) کُنیت جیسے ابو عمرو، ابن عامر وغیرہ ادغام کبیر ۱ وہاء الکنایہ ۲ (۳) نسبت جیسے بصری، شامی نساء ۱ (۴) ضمیر یونس ۳ (ب) حرمی اگرچہ نسبت ہے لیکن اس کو رمز کے مرتبہ میں رکھا ہے۔ اسی لئے یہ رمز کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے (قیامہ تا نبا ۶) (ج) قصیدہ کے تلاش کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ اسم ظاہر کے ساتھ رمز کو ایک ترجمہ میں جمع نہیں کرتے اور اس سے بہت سے اشکالات رفع ہو جاتے ہیں چنانچہ مُخْتَلِسًا جَلَا (بقرہ ۱۱) میں جیم کے رمز ہونے کا شبہ اسی لئے نہیں ہوتا کہ دوری کے اسم ظاہر کے بعد آرہا ہے اور نساء ۲ میں صفا کے بعد واؤ فاصل نہ لانے کے باوجود بھی یہ شبہ نہیں ہوتا کہ نافع یَصْلَوْنَ میں یا کا ضمہ پڑھنے والوں میں شامل ہیں اور جَلَا کا جیم وَاحِدَةٌ کے رفع کی رمز ہے (د) البتہ دو ترجموں میں یا ایک مسئلہ کے دو جگہوں میں رمز اور اسم ظاہر کو جمع کر دیتے ہیں چنانچہ لَهٗ دَارِ جُهَّلَا۔ وَقَالُوْنُ ذُوْ خُلْفٍ (باب ادغام حروفٍ قَرُبَتْ مَخَارِجُهَا ۸ و ۹) اور شَافٍ وَّعَاصِمٌ (اعراف ۹) بھی اسی قبیل سے ہے۔ (ہ) چونکہ ضمیر اسم ظاہر کے حکم میں ہے اس لئے ہا کنایہ ۲ میں حفص کے اسم ظاہر کا عَنْهُمْ پر عطف کر دیا۔ (و) بعض جگہ چند قراء کیلئے رمز لاتے ہیں پھر اسم ظاہر لاکر ان میں سے ایک کو مستثنیٰ کر دیتے ہیں (یونس ۱ و حج ۲ و ۱)۔

فائدہ ۲: أُسَمِّيْ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ قاری کے اسم ظاہر کو کلمۂ قرآنی سے پہلے بھی لے آئیں گے اور بعد میں بھی کیونکہ دونوں ممکن ہیں (بقرہ ۲۲ و نبا ۱)۔

النحو والعربیہ:- (۱) أُسَمِّيْ أَذْكُرُ الْقَارِيَ بِاسْمِهٖ وَكُنْيَتِهٖ وَنِسْبَتِهٖ وَضَمِيْرِهٖ (۲) حَيْثُ أُسَمِّيْ کا مفعول فیہ ہے۔ (۳) يَسْمَحُ يَجُوْدُ وَيَسْهُلُ (۴) نَظْمُهٗ اور بِهٖ دونوں کی ہاء أُسَمِّيْ کے مفعول مقدر اسم کیلئے ہے یا نَظْمُهٗ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شعر کے لئے ہے جو کلام کے سیاق سے سمجھا گیا ہے (۵) بِہٖ یا یَسْمُو کے متعلق ہے یا مُوْضِحًا کے (۶) جِیْدًا یا تو یَنْتَمِیْ مقدر کا مفعول بہ ہے یا تقدیر اِیْضَاحَ جِیْدٍ ہے اور مُعَمًّا اور مُخْوَلًا دونوں اسم مفعول ہیں۔ یحییٰ ابن عروہ ابن زبیر کا شعر ہے:۔

اَنَا وَاللّٰہِ الْمُعَمُّ الْمُخْوَلُ ✤ تَعَرَّقَتِ الْعُرُبُ عَنْ عَمِّیْ وَخَالِیْ

واللہ میں چچا اور ماموں والا ہوں۔ عرب میرے چچا اور ماموں ہی سے پھیلے ہیں۔ یعنی عبداللہ ابن زبیر اور مروان ابن الحکم سے۔

۶۶۔ وَمَنْ کَانَ ذَا بَابٍ لَّهٗ فِیْهِ مَذْهَبٌ ✤ فَلَا بُدَّ اَنْ یُّسْمٰی فَیُدْرٰی وَیُعْقَلَا

ترجمہ:۔ اور جو قاری ایسے باب والا ہوگا کہ اس کیلئے اس (باب) میں کوئی مذہب ہوگا۔ تو (وہاں) یہ ضروری ہوگا کہ اس کا نام صراحتاً لیا جائے تاکہ وہ جان لیا جائے اور سمجھ لیا جائے۔

شرح:۔ یعنی اگر کسی بارے میں کسی قاری یا راوی کیلئے مخصوص مذہب اور قواعد کلیہ ہوں گے تو اس کے لئے ایک باب مقرر کرکے اس کے اوّل میں اس باب اور قاری کا نام لیا جائے گا پس ایسے موقعہ پر رمز استعمال نہیں کی جائے گی تاکہ خوب اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ یہ قواعد اس قاری کیلئے ہیں جیسے وَحَمْزَةُ عِنْدَ الْوَقْفِ (باب وقف حمزہ و ہشام ۱) اور جیسے وَرَقَّقَ وَرْشٌ کُلَّ رَاءٍ (باب الراآت ۱) پس اگر کوئی دوسرا قاری کسی قاعدہ میں اس کے موافق ہوگا یا اسی جیسا کوئی مذہب رکھتا ہوگا تو اس کو کبھی رمز سے بیان کریں گے اور کبھی نام سے (ہاء الکنایہ باب النقل باب الامالہ)

فائدہ:۔ اس تصریح کا فائدہ یہ ہوگا کہ جس قاری کا کسی باب میں نام لیا جائیگا۔ اگر اس کا بیان باقی رہنے تک کوئی حرف رمز بننے کے قابل آئے گا تو اس کو رمز نہیں بنایا جائے گا جیسے وَیَخْلُ لَکُمْ عَنْ عَالِمٍ طَیِّبِ الْخَلَا (باب الادغام الکبیر ۹) پس اس میں عین اور طاء رمز نہیں ہیں اور جیسے وَلَامَاتِ تَعْرِیْفٍ لِمَنْ قَدْ تَأَمَّلَا (وقف حمزہ و ہشام ۱۵) پس اس میں لام، قاف، تاء رمزیں نہیں ہیں اور جیسے وَنِیْ قَدْ هَدَانِیْ لَیْسَ اَمْرُکَ مُشْکِلَا (باب الفتحہ والامالہ ۹) پس اس میں لام، ہمزہ، میم رمزیں نہیں ہیں البتہ اگر اس قاری کا بیان ختم ہو کر اوروں کا شروع ہو جائیگا تو پھر رمز کے قابل حروف کو رمز بنا لیا جائے گا جیسے وَرَاءُ تَرَاءٰی (فَـ)ـازَ (باب الامالہ ۲) پس یہاں فا حمزہ کی رمز ہے اور مَشَارِبُ (لَـ)ـامِعٌ (باب الامالہ ۴۰) میں لام ہشام کیلئے ہے۔

النحو والعربیۃ:۔ (۱) اَنْ یُّسْمٰی بتقدیر مِنْ لَا بُدَّ کی خبر ہے اور لَا بُدَّ مِنْ کَذَا کے معنی ہیں لَا فِرَارَ مِنْ کَذَا (۲) فَیُدْرٰی نفی کا جواب ہے اور یُعْقَلَا میں الف اطلاق کیلئے ہے۔ اور دونوں اَنْ مقدرہ کی بنا پر منصوب ہیں۔

قصیدے کی تعریف

۶۷۔ اَهَلَّتْ فَلَبَّتْهَا الْمَعَانِیْ لُبَابُهَا ✤ وَصُغْتُ بِهَا مَا سَاغَ عَذْبًا مُّسَلْسَلَا

ترجمہ:۔ اس (قصیدہ کے الفاظ) نے اس کے معانی کو) بلند آواز سے پکارا (اور تلاش کیا) تو ان معانی نے (یعنی) ان میں کے عمدہ اور خالص نے ان الفاظ کو لبیک کہکر جواب دیا اور میں نے ان معانی میں اس (لفظ) کو مضبوط کر دیا۔ (اور نظم کر دیا) جو آسان ہے (اس حالت میں کہ) وہ (لفظ) ایسا شیریں ہے جو صاف کیا ہوا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرح:۔ یعنی جب میں نے اس قصیدہ میں بیان کرنے کے لئے مضامین کو تلاش کیا تو میرے ذہن میں نہایت نفیس مضامین آگئے پھر میں ان کے بیان کرنے کیلئے الفاظ بھی نہایت عمدہ لے آیا۔ پس اس قصیدہ کے الفاظ بھی عجیب ہیں اور معانی بھی بدیع ہیں

النحو والعربیۃ:۔ (۱) اِهلال آواز کا بلند کرنا (۲) اَهَلَّتْ کی ضمیر معلوم ہونے کی بناء پر قصیدہ کے لئے ہے گو وہ لفظاً مذکور نہیں ہے (۳) لَبَّتْ اَجَابَتْ بِقَوْلِهِمَا لَبَّيْكَ (۴) لُبَابُهَا الْمَعَانِیْ سے بدل البعض ہے نہ کہ اشتمال (۵) الْمَعَانِیْ میں تنازع ہے یعنی اَهَلَّتْ اس کو مفعول اور لَبَّتْ فاعل بنانا چاہتا ہے۔ پس بصریین کے مذہب پر ثانی کو عمل دیا گیا ہے۔ اور ثانی پر اعتماد کر کے اول میں سے مفعول کو حذف کر دیا اور یہی اظہر ہے کیونکہ اگر اول کو عمل دیا جائے گا تو یہ ماننا پڑے گا کہ الْمَعَانِیْ کی یا کو ضرورتاً ساکن کیا گیا ہے (۶) صُغْتُ، اَحْكَمْتُ و اَتْقَنْتُ کے معنی میں ہے (۷) سَاغَ، سَاغَ الشَّرَابُ ای سَهُلَ وَطَابَ سے ہے (۸) عَذْبًا سَاغَ کے فاعل سے حال ہے اور مُسَلْسَلًا اس کی صفت ہے یا دونوں حال ہیں یا مصدر کے معنی میں ہو کر تمیز ہیں اور دونوں کو سَوْغًا مقدر کی صفت بھی کہہ سکتے ہیں۔

۶۸۔ وَفِیْ يُسْرِهَا التَّيْسِيْرُ رُمْتُ اخْتِصَارَهُ فَاَجْنَتْ بِعَوْنِ اللّٰهِ مِنْهُ مُؤَمَّلَا

ترجمہ:۔ اور اس قصیدہ کی آسانی میں (یعنی اس کے آسان اور تھوڑے سے اشعار میں) تیسیر (کا مضمون) ہے میں نے اس (تیسیر) کے مختصر کرنے کا ارادہ کیا تھا پھر یہ (قصیدہ) اللہ تعالیٰ کی مدد کے سبب اس (تیسیر) سے زیادہ پھل لے آیا حالانکہ امید اس تیسیر ہی کی کی گئی تھی۔

شرح:۔ یعنی اس آسان قصیدہ میں تیسیر کے وہ سب مضامین آگئے ہیں جو اس میں قراءت کے متعلق ہیں میرا ارادہ تو یہی تھا کہ اس قصیدہ میں صرف تیسیر کو مختصر کروں۔ لیکن حق تعالیٰ نے ایسی عنایت فرمائی کہ اس میں اختصار کے رہتے ہوئے اس تیسیر سے زیادہ مضامین بیان ہو گئے جس کے مختصر کرنے کی امید کی گئی تھی۔

فائدہ:۔ اس قصیدہ کی آسانی میں تیسیر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تھوڑے سے شعروں میں تیسیر کے مضامین آگئے ہیں اور اس کو آسان بھی اسی بنا پر کہا ہے کہ اس کے اشعار تھوڑے ہیں اور اوراق کم ہیں اور تیسیر اس کتاب کا نام ہے جو ابو عمرو دانی سعید ابن عثمان کی تصنیف ہے۔

النحو والعربیۃ:۔ (۱) پہلا مصرعہ یا تو دو جملے ہیں اول اسمیہ ثانی فعلیہ یا فِیْ يُسْرِهَا رُمْتُ کے یا اختصار کے متعلق ہے باقی سب جملہ اسمیہ ہے یا التَّيْسِيْرُ اِضْمَارٌ عَلٰی شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ کی بنا پر منصوب ہے اور فِیْ يُسْرِهَا فعل کا متعلق ہے اور جملہ فعلیہ ہے (۲) يُسْرِهَا میں مصدر کی اضافت یا تو مفعول کی طرف ہے۔ اَیْ فِیْ تَيْسِيْرِ اللّٰهِ اِيَّاهَا یعنی بِمَا يَسَّرَهَا اللّٰهُ یا فاعل کی طرف ہے۔ اَیْ فِیْ سُهُوْلَتِهَا وَقِلَّةِ اَبْيَاتِهَا وَصِغَرِ حَجْمِهَا (۳) اختصار کے معنی ہیں بہت سے مضامین کو کم الفاظ میں بیان کرنا۔ (۴) اَجْنَتْ یا تو اَدْرَكَ جَنَاهَا کے معنی میں ہے یا كَثُرَتْ کے۔ اور یہاں یہی مراد ہے اور یہ استعارہ ہے۔ (۵) مِنْهُ کی هاء تیسیر کیلئے بھی ہو سکتی ہے اور ضمیر کی دونوں تقدیروں پر مُؤَمَّلًا اس سے حال بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں مِنْهُ اَجْنَتْ کے متعلق ہوگا اور مِنْهُ کی هاء میں قصر و اشباع دونوں ہیں۔ (۶) مُؤَمَّلًا شَيْئًا محذوف کی صفت ہے اور مجموعہ موصوفین اَجْنَتْ کا مفعول بہ ہے اور مِنْهُ مُؤَمَّلًا کے متعلق ہے اور ضمیر مجرور اللہ کے لئے ہے ای شَيْئًا مُؤَمَّلًا مِنَ اللّٰهِ یعنی یہ قصیدہ ایسی شے کا پھل لے آیا جس کی اس اللہ سے امید کی گئی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۶۹۔ وَأَلْفَافُهَا زَادَتْ بِنَشْرِ فَوَائِدٍ ۔۔۔ فَلَفَّتْ حَيَاءً وَجْهَهَا أَنْ تُفَضَّلَا

ترجمہ:۔ اور اس (قصیدہ) کے گنجان درخت (مضامین) بہت سے فائدوں کے ظاہر کرنے کے سبب تیسیر سے بڑھ گئے تو اس قصیدہ نے حیا کی وجہ سے اپنا منہ چھپالیا۔ اس اندیشہ کے سبب کہ اس (قصیدہ) کو (تیسیر پر) فوقیت دی جائے۔

شرح:۔ یعنی چونکہ اس میں کچھ مضامین تیسیر سے زیادہ بیان ہوگئے ہیں جیسے بعض مسائل کی تعلیل اور بعض وجوہ کی زیادتی اور ان ہی میں سے مخارج وصفات کا بیان بھی ہے اس لئے قصیدہ نے شرم کی وجہ سے اپنا منہ چھپالیا اس طرح پر کہ قراء کے ناموں کے بجائے رموز استعمال کیں پس اس قصیدے نے رموز کو اپنے چہرے کا پردہ بنالیا اس اندیشہ سے کہ ایسا نہ ہو کہ تیسیر کے ہوتے ہوئے میری تعریف کی جائے یا ناظم نے شرم کی وجہ سے اپنا منہ چھپالیا جیسے چھوٹا بڑے کے اور بچہ باپ کے اور مرید شیخ کے سامنے منہ چھپالیتا ہے اور اسی طرح فرع بھی اصل کے سامنے شرمندہ ہو جاتی ہے اور یہ انتہادرجے کا ادب ہے۔

النحو والعربیہ:۔ (۱) اَلْفَاف، لَفٌّ (گنجان درخت) کی جمع ہے اور جَنَّتٌ اَلْفَافًا بھی اسی معنیٰ میں ہے۔ اَیْ ذَوَاتِ اَلْفَافٍ (۲) اَجُنَّتْ کے بعد اَلْفَاف کا لانا استعارہ ترشیحیہ ہے۔ اور عجیب حسن رکھتا ہے کیونکہ معانی اور ابیات اس میں لپٹے ہوئے ہیں گویا ہر شعر دوسرے کے ساتھ لپٹ رہا ہے (۳) فَوَائِدٍ اگرچہ منتہی الجموع ہے لیکن اس کو تخییر کی بنا پر منصرف کیا گیا ہے۔ ضرورت کی وجہ سے نہیں۔ اور اس کے جواز کی طرف ابن حاجب نے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے:۔

وَذَالِكَ فِي الْجَمْعِ أَتَى كَثِيرًا ۔ حَتَّى ادَّعَى قَوْمٌ بِهِ تَخْيِيرًا

(اور یاءاتُ الزوائدُ کا زَوَائِدًا بھی اسی قبیل سے ہے) (۴) حَيَاءً یا تو لَفَّتْ کا مفعول لہ ہے اور اَنْ تُفَضَّلَا بتقدیر مِنْ حَيَاءً کا معمول ہے یا لَفَّتْ کا۔ ای خَشْيَةَ اَنْ تُفَضَّلَا اور اس میں الف اطلاق (یعنی کھینچنے کی اجازت کے لئے) ہے اور بِنَشْرٍ کی با یا تو سببیہ ہے یا زائدہ ہے اور نَشْرٍ زَادَتْ کا مفعول ہے۔ نیز حَيَاءً کو مفعول مطلق بھی کہہ سکتے ہیں جو لَفَّتْ کے معنیٰ کی تاکید اور اس کے اظہار کیلئے ہے کیونکہ چہرے کا لپیٹنا حیا کو ظاہر کرتا ہے۔

۷۰۔ وَسَمَّيْتُهَا حِرْزَ الْأَمَانِي تَيَمُّنًا ۔۔۔ وَوَجْهَ التَّهَانِي فَاهْنِهِ مُتَقَبِّلَا

ترجمہ:۔ اور میں نے برکت حاصل کرنے کیلئے اس قصیدہ کا نام حِرْزُ الْأَمَانِي اور وَجْهُ التَّهَانِي رکھدیا ہے۔ پس تو اس نظم کو خوش ہوکر لے اس حالت میں کہ تو قبول کرنے والا ہے (یا یہ قبول کی ہوئی ہے)

شرح:۔ یعنی میں نے فال حاصل کرنے کیلئے اس (قصیدہ) کا نام حرز الامانی اور وجہ التہانی رکھدیا کیونکہ حرز الامانی کے معنیٰ ہیں آرزؤں کی حفاظت کی جگہ اور وجہ التہانی کے معنیٰ ہیں لذت حاصل کرنے کی چیزوں میں سے بہترین چیز پس میں نے اس کا یہ نام اس لئے رکھدیا کہ حق تعالیٰ اس کو بھی ایسا بنادے کہ اس میں طلباء اپنی آرزؤں کو محفوظ پائیں۔ اور اس سے خوب لذتیں حاصل کریں۔ جب یہ نظم ایسی ہے تو اس کی طرف خوشی سے متوجہ ہوکر اس کو قبول کر اور اس پر اعتماد کر۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

النحو والعربیۃ:- (۱) حِرْز وہ شئی ہے جس میں دوسری شے امانت رکھی جائے اور محفوظ کی جائے (۲) اَمانی اُمْنِیَّۃ (بمعنٰی خواہش) کی جمع ہے (۳) وَجْہُ التَّنِیِّ اَحْسَنُہٗ کے معنٰی میں ہے (۴) تَھَانِیْ تہنیت کی جمع ہے جس کے معنی ہیں وہ شے جس سے لذت حاصل کی جائے اور اَمَانِیُ کی تخفیف اور تَھَانِیْ میں ہمزہ کا یا سے ابدال دونوں ازدواج کی بنا پر ہیں عَشَایَا اور غَدَایَا کی طرح (۵) فَاھْنِہٖ ھَنَاءً بالالف سے قیاس کے خلاف امر ہے۔ اور ابن مجاہد کی نقل کے مطابق شاذ قرأت پر اَنْبِئْھُمْ بقرہ بھی اسی طرح ہمزہ کے بغیر آیا ہے۔

۷۱۔ وَنَادَيْتُ اَللّٰهُمَّ يَا خَيْرَ سَامِعٍ ۔۔۔ اَعِذْنِي مِنَ التَّسْمِيعِ قَوْلًا وَمَفْعَلَا

ترجمہ:- اور میں نے دعا کی اور ندا کے صیغہ کے ساتھ کہا کہ اے اللہ اے سننے والوں میں کے بہتر سننے والے مجھے (اپنے اوصاف) سنانے (کی نیت) سے پناہ دیجئے۔ قول کے اعتبار سے بھی اور فعل کے اعتبار سے بھی۔

شرح:- تَسْمِیع دوسروں کو اپنے کمالات سنانے اور شہرت حاصل کرنے کی غرض سے کوئی کام کرنا ہے اور ریاء دوسروں کو دکھلانے کی غرض سے عمل کرنا اور دونوں بدترین اخلاق میں سے ہیں جن سے اعمال کی نورانیت اور برکت جاتی رہتی ہے چونکہ ناظم نے پچھلے تین شعروں میں قصیدہ کے کمالات اور اوصاف بیان کئے تھے اس لئے اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ ریا اور سُمعت بن جائے اس بنا پر اس شعر میں پناہ مانگی کہ اے اللہ اے سب سننے والوں میں کے بہترین سننے والے اور دعا کے قبول کرنے والے مجھے ریار اور شہرت سے اس طرح بچا لیجئے کہ نہ میرا کوئی قول دکھانے اور سُنانے کی غرض سے ہو اور نہ فعل ورنہ میری محنت ضائع جائے گی۔

فائدہ:- اس میں حدیث۔ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ رَاْئٰی رَاءَیَ اللّٰهُ بِهٖ۔ کی طرف اشارہ ہے یعنی جس نے کوئی کام سُنانے اور دکھانے کی غرض سے کیا حق تعالیٰ اس کے عیب دوسروں کو سُنائیں گے اور دکھائیں گے (مسلم واحمد)

النحو والعربیۃ:- (۱) اَللّٰهُمَّ میں ہمزۂ وصلی کا قطعی قرار دینا ضرورت کی بناء پر ہے اور میم مشدد حرف ندا کا عوض ہے اور ندا کا مکرر لانا دعا کے قبول ہونے کی حرص کی بناء پر ہے (۲) تَسْمِیع سَمَّعَ بِکَذَا اِذَا فَعَلَهٗ لِیَسْمَعَ غَیْرُہٗ سے ہے جیسا کہ رَائٰی۔ اِذَا فَعَلَهٗ لِیَرَاہُ النَّاسُ سے ہے (۳) قَوْلًا وَّمَفْعَلًا دونوں اَعِذْنِیْ کے مفعول سے حال ہیں ای قَائِلًا وَّفَاعِلًا یا جار مقدر کی بنا پر منصوب ہیں ای فِیْهِمَا اَوْ بِهِمَا اس صورت میں ان دونوں کا تعلق تسمیع سے ہوگا یا یائے متکلم سے بدل الاشتمال ہیں۔ ای اَعِذْ قَوْلِیْ وَفِعْلِیْ یا دونوں تمیز ہیں۔

۷۲۔ اِلَيْكَ يَدِيْ مِنْكَ الْاَيَادِيْ تَمُدُّهَا ۔۔۔ اَجِرْنِيْ فَلَا اَجْرِيْ بِجَوْرٍ فَاَخْطَلَا

ترجمہ:- میرا ہاتھ آپ کی طرف (پھیلا ہوا) ہے آپ کی جانب کی عنایتیں اور نعمتیں اس ہاتھ کو پھیلا رہی ہیں مجھے پناہ دیجئے تاکہ میں ظلم نہ کروں جس کی وجہ سے میں فضول بکواس کرنے لگوں۔

شرح:- ناظم نے پہلے تو دعا کیلئے ہاتھ اُٹھائے پھر اپنے قصور کا اقرار کرتے ہوئے یہ عذر بیان کیا کہ اے اللہ آپ کی طرف سے جو مجھ پر ہر وقت انعامات اور احسانات ہوتے رہتے ہیں ان کی وجہ سے مجھکو آپ سے دعا کرنے اور مقصد کے لئے درخواست کرنے کی جرأت اور ہمت ہوگئی ورنہ میں ہرگز اس قابل نہیں تھا کہ آپ کے سامنے ہاتھ اُٹھاتا کیونکہ میں بڑا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گنہگار ہوں اور مجھ میں بہت عیوب ہیں اب آئندہ کیلئے مجھ کو لغزشوں سے محفوظ رکھئے ایسا نہ ہو کہ میں کوئی خطا کر گزروں اور اس کی نحوست سے میرے اقوال اور افعال سب غلط ہو جائیں اور میں فضول باتیں بکنے لگوں۔

فائدہ:۔ ناظمؒ نے باوجود ولی اللہ ہونے کے اپنے کو حق تعالیٰ کے سامنے ہاتھ اٹھانے کے قابل نہیں سمجھا اس سے معلوم ہوا کہ کامل وہی ہے جو اپنے آپ کو ہر حال میں ناقص سمجھے اس سے ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے جن کی حالت یہ ہے کہ اگر کوئی ایک کام بھی اچھا ہو جاتا ہے تو اترانے اور اپنے کو اوروں سے بہتر سمجھنے لگتے ہیں۔

النحو والعربیۃ:۔ (۱) یَدِیْ مبتداء اور مَمْدُوْدَةٌ خبر ہے جو محذوف ہے اور اِلَیْکَ اس کے متعلق ہے (۲) مِنْکَ الْاَیَادِیْ سے حال ہے اور اس ترکیب پر پہلے مصرعہ میں دو جملے اسمیہ ہیں اور دوسرا پہلے کا بیان ہے اور اَلْاَیَادِیْ اَیْدٍ کی اور وہ یَدٌ (نعمۃ) کی جمع ہے (۳) یا یَدِیْ مبتدا ہے اور اِلَیْکَ مُمَدُّ کے متعلق ہے اور جملہ اسمیہ خبر ہے۔ (۴) یا یَدِیْ اضمار علیٰ شریطۃ التفسیر کی بنا پر منصوب ہے باقی اسمیہ ہے (۵) اَجِرْنِیْ اَعِذْنِیْ کے معنیٰ میں ہے (۶) فَلَا اَجْرِیْ کی فا دعا کے جواب میں ہے اور اس کی یا اس لئے ساکن ہے کہ یہ اصل میں فَاَنَا لَا اَجْرِیْ تھا پس فا جملہ اسمیہ پر داخل ہوئی ہے نہ کہ مضارع پر (۷) فَاَخْطَلَا نفی کا جواب ہے اور اسی بنا پر بتقدیر اَنْ منصوب ہے اور خَطِلَ بالکسر بیہودہ گوئی کے معنیٰ میں ہے۔

۷۳۔ اَمِیْنَ وَاَمْنًا لِلْاَمِیْنِ بِسِرِّهَا ٭ وَاِنْ عَثَرَتْ فَهُوَ الْاَمُوْنُ تَحَمُّلَا

ترجمہ:۔ میری دعا قبول کر لیجئے اور اس قصیدہ کے بھید کے امانت دار کو امن (دیجئے) اور اگر یہ قصیدہ (یعنی ناظم) لغزش کر جائے تو وہ (امین) برداشت کرنے کے اعتبار سے قوی اونٹ کی طرح ہو۔

شرح:۔ اے اللہ میں جو آپ کی تعریف کر رہا ہوں اس کو سن لیجئے اور میری دعا قبول فرما لیجئے اور اس شخص کو تمام غموں سے بیخوف کر دیجئے جو اس قصیدہ کی باریکیوں اور اس کے اصل مضامین کو یاد کر کے ان کے ساتھ امانت داروں کا سا معاملہ کرے کہ اس کے مضامین کو اہل کے سامنے پیش کرے اور نااہلوں کے سامنے ظاہر نہ کرے اور اگر ناظم سے کہیں غلطی ہو جائے تو غیر مستقل لوگوں کی طرح جلدی سے اعتراض نہ کر بیٹھے بلکہ مستقل مزاج لوگوں کی طرح برداشت کرے اور اس اعتراض کو دور کرنے کی کوشش کرے اور وہ برداشت کرنے کی صفت میں قوی اونٹ کی طرح ہو جو مشقتوں کو سہتا ہے اور مصیبتوں پر صبر کرتا ہے۔

فائدہ ۱:۔ ناظمؒ نے یہ بات کسر شان کی بنا پر اور اپنے ناقص ہونے کا اقرار کرنے کیلئے کہی ہے۔ ورنہ جو شخص اکثر مقامات میں صحیح لکھے اور ایک دو جگہ غلطی ہو جائے وہ اکابر ہی میں شمار ہوتا ہے البتہ انبیاء علیہم السلام جن کا صغیرہ اور کبیرہ تمام گناہوں سے معصوم ہونا ثابت ہو چکا ہے وہ اس حکم سے علیحدہ ہیں کیونکہ ان سے کوئی غلطی ہوتی ہی نہیں۔ پس کامل وہ ہے جس کی نیکیاں غالب ہوں اور ناقص وہ ہے جس کی برائیاں زیادہ ہوں

فائدہ ۲:۔ یہاں ناظمؒ نے ان لوگوں کیلئے دعا کی ہے جو اس قصیدہ کو اور اس کی باریکیوں کو یاد کریں اور دوسروں کو سکھائیں۔ پس جس کو ناظمؒ جیسے اللہ کے خاص ولی کی دعا لینی ہو وہ اس کے یاد کرنے میں ضرور کوشش کرے اور بعض لوگوں نے بیان بھی کیا ہے کہ ہمیں اس کے یاد کرنے سے بہت نفع ہوا اور اس سے ناظمؒ کی دعا کا مقبول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہونا ظاہر ہے۔

النحو والعربیہ :۔ (۱) پہلا اٰمِیْنَ یا تو اسم صوت ہے یا اسم فعل اور اسی لئے فتحہ پر مبنی ہے اور اٰمِیْنَ اِلاٰمِیْنِ میں تجنیس ہے اور ان دونوں میں اور اٰمِنَ اور اٰمُوْن میں صنعت اشتقاق ہے۔ (۲) اٰمنا ھب مقدر کا مفعول ہے اور یہ اٰمِیْنَ پر معطوف ہے جو اللّٰھُمَّ اسْتَجِبْ کے معنیٰ میں ہے۔ (۳) سِرّ سے مراد عمدہ معانی ہیں جو شعر ۶۷ کے لُبَابُھَا میں گزرے ہیں چنانچہ سِرُّ النَّسَبِ خالص اور افضل نسب کو اور سِرُّ الْوَادِیْ وادی کے افضل مقام کو کہتے ہیں اور سِرّ بمعنیٰ کی با علیٰ کے معنیٰ میں ہے۔ (۴) اٰمُوْن وہ اونٹنی ہے جس کے اعضاء کی بناوٹ نہایت مضبوط ہو اور ضعف سے مامون ہو۔ (۵) تَحَمَّلاَ تمیز ہے۔ ھُوَحَاتِمٌ جَوَادًا اور زُھَیْرٌ شَاعِرًا کی طرح۔

۷۴۔ اَقُوْلُ لِحُرٍّ وَّالْمُرُوْءَۃُ مَرْءُھَا لِاِخْوَتِہِ الْمِرْاٰۃُ ذُوالنُّوْرِ مِکْحَلاَ

ترجمہ :۔ میں اس شخص سے کہتا ہوں جو (دنیا اور نفسانی خواہش سے) آزاد ہو اور شرافت جو ہے اس کا انسان اپنے بھائیوں کیلئے نور دار آئینہ ہے اس حالت میں کہ وہ آئینہ آنکھوں کے روشن کرنے میں سلائی کے مانند ہے۔

۷۵۔ اَخِیْ اَیُّھَا الْمُجْتَازُ نَظْمِیْ بِبَابِہٖ یُنَادٰی عَلَیْہِ کَاسِدَ السُّوْقِ اَجْمِلاَ

ترجمہ :۔ (میں آزاد اور شریف انسان سے یہ کہتا ہوں کہ) اے میرے (دینی) بھائی (یعنی) اے وہ شخص جس کے دروازے کے پاس سے میری نظم اس حالت میں گزر رہی ہے کہ اس پر (توجہ کرنے کے لئے) پکارا جارہا ہے اس حالت میں کہ وہ بازار میں بیکار ہے تو اس کے بارے میں مزور اچھی بات کہہ۔

۷۶۔ وَظُنَّ بِہٖ خَیْرًا وَّسَامِحْ نَسِیْجَہٗ بِالْاِغْضَاءِ وَالْحُسْنٰی وَاِنْ کَانَ ھَلْھَلاَ

ترجمہ :۔ اور اس نظم کے ساتھ اچھا گمان کر اور اس کے بُنے ہوئے کپڑے (عبارت) سے چشم پوشی کرنے کے ساتھ اور اچھی عادت کے ساتھ سہل انگاری کر اور (عیوب تلاش نہ کر) اگرچہ یہ (نظم) کمزور (کپڑے کی طرح) ہے چونکہ نظم کو کپڑے سے تشبیہ دی تھی اس لئے اس کے عیب کو بھی کمزور اور عیب دار کپڑے جیسا بتایا۔

۷۷۔ وَسَلِّمْ لِاِحْدَی الْحُسْنَیَیْنِ اِصَابَۃٌ وَالْاُخْرٰی اجْتِھَادٌ رَامَ صَوْبًا فَاَمْحَلاَ

ترجمہ :۔ اور دو بہتر حالتوں میں سے ایک کی وجہ سے (اپنے آپ کو ناظم پر ملامت کرنے سے) محفوظ رکھ (ان دو میں سے) ایک بہتری تو درستی کو پہونچ جانا ہے اور دوسری ایسی کوشش کرنا ہے جس میں اس کوشش (ناظم) نے بارش (درستی کو پہونچنے) کا ارادہ کیا تھا اور اس اُمید پر تخم پاشی کردی تھی پھر بارش بند ہوگئی اور زمین خشک ہوگئی اور قحط پڑ گیا (یعنی درستی کو نہ پہونچ سکا)۔

شرح :۔ شعر ۷۴۔ یعنی جو بات آئندہ شعروں میں آتی ہے وہ آزاد اور شریف آدمی سے کہتا ہوں اور شریف اور دانا آدمی وہ ہے جو اپنے بھائیوں کو نفع پہونچانے میں آئینہ کی طرح ہو جو چہرہ کے عیب اور اس کی خوبی کو ظاہر کردیتا ہے۔ پس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسان کو بھی ایسا ہی ہونا چاہئے کہ آئینہ کی طرح اپنے بھائی کا عیب اس پر ظاہر کر کے خوبی کے ساتھ اس کی اصلاح کر دے اور اس عیب کو عام لوگوں کے سامنے ظاہر کر کے اس کو رسوا نہ کرے کیونکہ آئینہ کی صفت بھی یہی ہے کہ وہ عیب کو عیب والے پر تو ظاہر کرتا ہے لیکن دوسروں سے نہیں کہتا۔ شعر ۷۵۔ اور وہ بات یہ ہے کہ جو لوگ میرے قصیدے کو غفلت کی حالت میں سن رہے ہیں اور بے پرواہی سے مطالعہ کر رہے ہیں اور اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ میں ان سے یہ کہتا ہوں کہ بھائیو! اس کھوٹے اور بے قدر قصیدے کے ساتھ اچھا معاملہ کرو یعنی اس کے الفاظ کو درست کر دو اور معنی کو خوبصورت بنا دو اور اس میں سے اعتراضات اور عیوب کو دور کر دو شعر ۷۶۔ اور ناظمؒ اور نظم کے بارے میں اچھا گمان کرو۔ اور اس کے اس کلام سے درگذر کرو جو بنے ہوئے کپڑے کے مشابہ ہے (کیونکہ عبارت میں ایک کلمہ کو دوسرے سے ملایا جاتا ہے جس طرح کپڑے کی بناوٹ میں ایک دھاگے کو دوسرے سے ملاتے ہیں) یا تو اس طرح پر کہ جو خوبیاں اور خرابیاں اس نظم میں ہیں ان سے اپنے آپ کو انجان اور بے خبر بنا لو یعنی ایسے ہو جاؤ کہ گویا تمہیں ان غلطیوں اور خوبیوں سے واقفیت ہی نہیں ہوئی یا اس طرح پر کہ جو خرابیاں اس میں ہیں ان کی اصلاح کر دو اور اگرچہ یہ نظم ردی اور کمزور کپڑے کی طرح ہے کہ اس کے الفاظ بھی معمولی ہیں اور معنی بھی کمزور ہیں لیکن اس کے باوجود بھی تم اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرو۔ شعر ۷۷۔ اور مجھ پر ملامت اور اعتراض نہ کرو کیونکہ مجھکو دو بہتر حالتوں میں سے ایک بنا ایک تو ہر صورت میں حاصل ہے ہی۔ وہ یہ کہ یا تو میں دو اجروں کا مستحق ہوں یا ایک اجر کا یعنی جن موقعوں میں مضامین صحیح بیان ہو گئے ہیں ان میں تو مجھے دو اجر ملیں گے ایک کوشش کرنے کا اور دوسرا صحیح بیان کرنے کا اور جن موقعوں میں کوئی غلطی ہو گئی ہے ان میں بھی ایک اجر تو ضرور ملے گا جو میری کوشش کے بدلے میں ہوگا اور اس صورت میں میری مثال اس کاشتکار کی سی ہوگی جو بارش کے انتظار میں تھا لیکن قحط سالی ہو گئی اور بارش نہیں ہوئی اس صورت میں اس کاشتکار کو کوئی بھی قصوروار نہیں سمجھتا بلکہ تقدیری معاملہ کی وجہ سے اس کو مجبور سمجھا جاتا ہے۔ پس اسی طرح غلطی ہو جانے کی صورت میں مجھے بھی مجبور سمجھنا چاہئے اور اعتراض نہ کرنا چاہئے اور یہ سب عذر اس لئے کر رہے ہیں کہ ایک تو ناموں کی جگہ رموز استعمال کی ہیں دوسرے انوکھا طریقۂ بیان اختیار کیا ہے۔

فائدہ ۱:۔ شریف انسان کو آئینہ کہنے میں ابوداؤد کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ الْمُؤْمِنِ۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا آئینہ ہے اور ترمذی میں ہے۔ اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ اَخِیْہِ فَاِذَا رَاٰی بِہٖ اَذًی فَلْیُمِطْہُ عَنْہُ یعنی مسلمان اپنے بھائی کا آئینہ ہے۔ پس جب اس میں کوئی خرابی دیکھے تو اس (خرابی) کو اس سے دور کر دے۔

فائدہ ۲:۔ ناظمؒ نے یہ بات عاجزی کے طور پر فرمائی ہے کہ یہ نظم بازار میں بے قدر ہے اور اس میں قصیدے کی ابتدائی حالت بتائی ہے ورنہ اب تو یہ قصیدہ اپنی شہرت میں اہل مشرق اور اہل مغرب کی تمام تصانیف پر فائق ہو چکا ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔

فائدہ ۳:۔ دو اجر اور ایک اجر پانے کا بیان اس حدیث میں ہے جس کو دارمی نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے کہ جس نے علم طلب کیا پھر اس کو پا لیا تو اس کیلئے اجر کے دو حصے ہیں (یعنی دُگنا اجر ہے) اور اگر اس نے علم کو نہیں پایا تو اس کیلئے اجر کا ایک حصہ ہوگا۔ اور اسی کے معنے میں وہ حدیث بھی ہے جو صحیحین میں ہے کہ جب عالم (کسی مسئلہ میں) کوشش کرے اور درستی کو پہونچ جائے۔ (اس کو صحیح بیان کر دے) تو اس کیلئے دو اجر ہیں۔ ایک کوشش کا اور دوسرا صحیح بیان کرنے کا اور جب کوشش کرے اور اس سے غلطی ہو جائے تو اس کیلئے ایک اجر ہے یعنی کوشش کرنے کا۔

النحو والعربیۃ:۔ (۱) اَقُوْلُ کا مقولہ اَخِیْ الخ ہے اور وَالْمَرْءُ الخ معترضہ ہے۔ جس کو نصیحت اور خیر خواہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا سبب بتانے کیلئے لائے ہیں (۲) حَتّٰی کے وہی معنی ہیں جو شعر ۵۹ میں گذرے (۳) اَلْمُرُوْءَۃُ کَمَالُ الرُّجُوْلِیَّۃِ یہ اَلْمَرْءُ سے بنا ہے جیساکہ انسانیت انسان سے بنا ہے اور اَلْمُرُوْءَۃُ سے مراد انسان کی وہ شریف صفات ہیں جو اس کو دوسرے حیوانات سے ممتاز کرتی ہیں (۴) مَرْءُ هَا وہ شخص جس میں مروت کی صفت پائی جاتی ہو (۵) لِاِخْوَتِهٖ یا تو مضاف مقدر کے متعلق ہے۔ اَیْ نَفْعُ مَرْءِ هَا لِاِخْوَتِهٖ کَنَفْعِ الْمِرْآۃِ لَهُمْ یا اَلْمِرْآۃُ کی صفت اَلْکَائِنَۃُ کے متعلق ہے (۶) ذُوالنُّوْرِ یا تو مَرْءُ هَا کی دوسری خبر ہے یا اس کی صفت ہے یا اَلْمِرْآۃُ کی صفت ہے جبکہ اس کو مذکر مان لیا جائے کیونکہ یہ اَلشَّیْءُ الْمُنَوَّرُ یا اَلصَّیْقَلُ کے معنی میں ہے اور لَیْلَۃٌ غَمٌّ بھی اسی قبیل سے ہے (۷) مُکَحِّلًا اَلْمِرْآۃُ سے حال ہے۔ اَیْ مُشْبِهًا مُکَحِّلًا یا مَرْءُ هَا سے یا اَلْمِرْآۃُ سے حال ہے اور عامل وہی مضاف مقدر نَفْعُهَا ہے جو اوپر گزرا یا ذُوالنُّوْرِ سے حال ہے کیونکہ یہ صاحب النور کے معنی میں ہے زَیْدٌ ذُوْمَالٍ مُقِیْمًا کی طرح یا مُکَحِّلًا تمیز ہے زَیْدٌ ذُوالْحُسْنِ وَجْهًا کی طرح اَیْ مُکَحِّلَۃٌ ذُوْنُوْرٍ یعنی وہ انسان آئینہ کی طرح روشن ہے جو عیوب کی اصلاح کرتا ہے جیساکہ سلائی بیمار آنکھ کو شفا دیتی ہے (۸) جملہ معترضہ میں اَلْمُرُوْءَۃُ پہلا اور مَرْءُ هَا دوسرا مبتدا ہے۔ اور لِاِخْوَتِهٖ اَلْمِرْآۃُ ثانی کی اور پورا جملہ اول کی خبر ہے (۹) اَلْمِرْآۃُ، کَالْمِرْآۃِ سے بلیغ تر ہے (۱۰) اَیُّهَا اَخِیْ سے بدل ہے (۱۱) یُنَادِیْ یُظِلُّنِیْ سے حال ہے اور اس کا فاعل علیہ ہے اور اس کی ہا میں قصر اور اشباع دونوں جائز ہیں۔ (۱۲) کَاسِدَ السُّوْقِ عَلَیْهِ کی ہا سے حال ہے (۱۳) اَجْمِلْ ندا کا جواب ہے۔ اَیْ اِئْتِ بِالْقَوْلِ الْجَمِیْلِ فِیْهِ اور اَجْمِلَا کا الف نونِ خفیفہ سے بدلا ہوا ہے اور یہ صورت کئی جگہ واقع ہوئی ہے الحمد والقصر ۶۳۷ الیا آت الزوائد و محمد ۳۷ وادغام الحرفین المتقاربین ۲۸۱ یا الف تثنیہ کا ہے جو تکرار کیلئے ہے اَلْقِیَا فِیْ جَهَنَّمَ کی طرح یعنی اَجْمِلْ اَجْمِلْ (۱۴) طَلِّقْ، سَامِحْ، سَلِّمْ تینوں اَجْمِلْ پر معطوف ہیں (۱۵) سَامِحْ سَاهِلْ کے معنی میں ہے (۱۶) نَسِیْجٌ یا تو ناسج کے معنی میں ہے یا منسوج کے اور ثانی اولیٰ ہے (۱۷) اَلْحُسْنٰی، اَلْکَلِمَۃُ یا اَلْخَصْلَۃُ یا اَلطَّرِیْقَۃُ مقدر کی صفت ہے۔ (۱۸) اِصَابَۃٌ کی تا میں تینوں اعراب جائز ہیں لیکن روایۃً رفع ہے۔

۷۸۔ وَاِنْ كَانَ خَرْقٌ فَادَّرِكْهُ بِفَضْلَةٍ ... مِنَ الْحِلْمِ وَلْيُصْلِحْهُ مَنْ جَادَ مِقْوَلَا

ترجمہ:۔ اور اگر اس کپڑے (نظم) میں کوئی پھٹن پائی جائے (یعنی عیب ہو) تو تو اس کو (اپنی اس معرفت اور علم کی) زیادتی کی وجہ سے درست کردے جو حلم (اور بردباری) سے (صادر ہونے والی) ہے اور مناسب یہ ہے کہ اس کو وہ شخص درست کرے جو زبان اور بیان کے اعتبار سے احسن اور فصیح ہو۔

شرح:۔ یعنی اگر اس نظم میں کوئی عیب پایا جائے تو کامل علم والے بردبار عالم کو چاہئے کہ اس کو بردباری کے ساتھ درست کردے اور مناسب یہ ہے کہ اس کی اصلاح وہ عالم کرے جس کی زبان فصیح اور عمدہ ہو۔

فائدہ:۔ اصلاح عام ہے تقریر سے ہو یا تحریر سے۔ تاویل کے ذریعہ ہو خواہ تغییر کے۔ لیکن اصلاح ایسے شخص کو کرنی چاہئے جو قواعد عربیہ میں ماہر ہو۔ اور ان معانی پر بھی محقق ہو جو روایت قرآنیہ کے اصول کی تحقیق پر موقوف ہیں کیونکہ غلطی پر مطلع ہونے والا ہر شخص اصلاح نہیں کرسکتا بلکہ محقق (ماہر) ہی کرسکتا ہے اور اس مبارک قصیدہ میں عبارت کے اعتبار سے تو کوئی خلل ہے نہیں زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ کسی جگہ تفصیل کی ضرورت تھی لیکن اجمال رہ گیا یا قید کی ضرورت تھی لیکن بیان نہیں کی گئی یا عبارت میں ادویت پیدا نہیں ہوئی۔ چنانچہ ابو شامہؒ اور جعبریؒ اور علی قاریؒ نے ایک ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں قصیدہ کے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ان ابیات کو جمع کیا ہے جن میں انھوں نے تغیر کرکے اصلاح کی ہے اور موقعہ بموقعہ ان اصلاحات کو اپنی شرح میں بھی بیان کیا ہے اور احقر نے بھی ان اصلاح شدہ اشعار کو چند اوراق میں جمع کیا ہے اور اس سلسلہ میں بعض جگہ نہایت مفید علمی اور دلچسپ بحثیں بھی آگئی ہیں۔ انشاء اللہ وہ اشعار بھی بشکل رسالہ ہدیۂ ناظرین ہوں گے۔

طلباء اور سالکین کی اصلاح اور ان کیلئے عمدہ اور مفید نصیحتیں

٧٩- وَقُلْ صَادِقاً لَوْلَا الْوِئَامُ وَرُوحُهُ　　لَطَاحَ الْأَنَامُ الْكُلُّ فِي الْخُلْفِ وَالْقِلَا

ترجمہ:- اور تو سچ بولنے والا بن کر کہدے کہ اگر موافقت اور اس کی حقیقت نہ ہوتی تو البتہ سب لوگ اختلاف اور بغض میں ہلاک ہوجاتے۔

شرح:- یعنی لوگوں کو یہ سچی اور اٹل بات بتادو کہ آپس کے اتفاق سے زندگی اور راحت حاصل ہوتی ہے اور مخالفت سے ہلاکت اور بربادی ہوتی ہے۔

فائدہ ١:- (١) اس شعر میں ایک مشہور مثل بیان کی ہے۔ لَوْلَا الْوِئَامُ لَطَاحَ الْأَنَامُ۔ اور الْوِئَامُ کے بعد رُوحُهُ کا اضافہ بھی کیا ہے اور اس میں یہ بتانا مقصود ہے کہ موافقت اور محبت میں دینی اور دنیوی دونوں قسم کی مصلحتیں ہیں چنانچہ بخاری میں ہے۔ لَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تمہارے دلوں میں پھوٹ پڑجائے گی اور موافقت کی روح سے مراد وہ حیات ہے جو اس کے سبب سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ موافقت ہی لوگوں کے باقی رہنے اور ان میں دوستی پیدا ہونے کا سبب ہے۔ نیز روح اس چیز کو بھی کہتے ہیں جس سے حیات حاصل ہوتی ہے چنانچہ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ اَمْرِهٖ۔ نحل ع۱۔ میں روح سے مراد وحی ہے اور اس کو روح اس لئے کہا کہ اس سے مردہ دلوں کو زندگی نصیب ہوتی ہے اور یہاں اصل مقصود یہ ہے کہ موافقت کی روح اور حقیقت حاصل کرنے کا شوق دلایا جائے۔ لیکن مبالغہ کیلئے روح کو موافقت پر معطوف کرکے لائے ہیں تاکہ اس کی مزید خصوصیت پر تنبیہ ہوجائے۔ چنانچہ يُعْجِبُنِيْ زَيْدٌ وَّحُسْنُهٗ بھی اسی قبیل سے ہے کہ اصل مقصود تو حُسن پر تعجب کرنا ہے لیکن مبالغہ کیلئے اس کو صاحب حسن (زید) پر معطوف کرکے لائے ہیں (٢) اَنَام انسان کو یا انسان اور جن دونوں کو یا ہر جاندار کو کہتے ہیں (٣) خُلْف اور قِلَا کو مجازاً ظرف قرار دیا ہے یا فِیْ با کے معنی میں ہے۔

فائدہ ٢:- یہ اصلاح اور نصیحتیں حدیث۔ اَلَا اِنَّ الدِّيْنَ النَّصِيْحَةُ کی بنا پر محض دینی خیرخواہی کی غرض سے کررہے ہیں اس خوف سے نہیں کہ لوگ مجھ پر اعتراض اور ملامت کریں گے اور میں نے جو اصطلاحات مقرر کی ہیں ان میں میری مخالفت کریں گے اور اس کی وجہ سے میری غیبت میں مبتلا ہوں گے۔

٨٠- وَعِشْ سَالِمًا صَدْرًا وَّعَنْ غِيْبَةٍ فَغِبْ　　تُحَضَّرْ حِظَارَ الْقُدْسِ اَنْقٰى مُغَسَّلَا

ترجمہ:- اور تو سینے (کی خرابیوں بغض اور کینہ) کے اعتبار سے خالص ہوکر زندگی بسر کر اور (لوگوں کی) غیبت سے غائب (اور کنارہ کش) ہوجا تاکہ تو (جنت کے) مقدس باغ میں اس حالت میں حاضر کیا جائے کہ تو خوب پاک اور صاف کیا ہوا ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرح :- یعنی اپنے دل کو کینہ اور بغض اور گھٹیا درجہ کی حالت سے پاک کرے اور اپنے کانوں کو ردّی باتوں کے سننے سے باز رکھ اور جن مجلسوں میں غیبت ہو رہی ہو ان میں نہ بیٹھ کر اگر ایسا کرے گا تو حق تعالیٰ تجھ کو گناہوں اور عیوب سے پاک و صاف کر کے جنت میں پہونچا دیں گے۔

فائدہ :- (۱) غیبت کی تعریف ابو داؤد کی حدیث میں ہے۔ ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ (یعنی اپنے بھائی کے متعلق ایسے اوصاف بیان کرنا جن کو وہ ناپسند رکھتا ہو) (۲) آیت۔ وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا (اور تم میں سے ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے (۳) إِلَّا مَنْ أَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (یعنی اس روز مال اور دولت میں سے کوئی چیز بھی نفع نہیں دے گی لیکن نفع وہی شخص پائے گا جو حق تعالیٰ کے پاس سالم و خالص اور بُرے عقیدوں سے پاک اور صاف دل لے کر آئے گا) (۴) بالخصوص غیبت ہی سے منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قراء اور علماء میں یہ بیماری کثرت سے پائی جاتی ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ غیبت قراء کا میوہ ہے۔ (۵) حدیث۔ اَلْغِيبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنٰى (۶) بشر ابن حارث کہتے ہیں کہ قراء ان دو خصلتوں (غیبت اور خود پسندی) کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ حاصل یہ کہ غیبت کرنے والوں کے پاس بیٹھنا اور ان کی موافقت کرنا اور ان کی باتوں کی طرف کان لگانا تینوں بدترین عیوب ہیں جن سے بچنا ضروری ہے اور اگر کسی مجبوری کے سبب اس مجلس سے جدا نہ ہو سکے تو اپنے دل اور کانوں کو ان کی طرف متوجہ نہ ہونے دے۔ اگر ایسا کرے گا تو یہ ظاہراً تو ان میں موجود ہو گا لیکن حقیقتاً ان سے علیحدہ سمجھا جائے گا (۷) اس شعر میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو شخص اپنے ظاہر اور باطن کی حفاظت کرے گا۔ وہ پوری جزا کا مستحق ہو گا۔

النحو والعربیہ :- شعر ۷۸۔ مقولُ الٰہ بیان کو کہتے ہیں۔ شعر ۷۹۔ صَادِقًا حال ہے یا قَوْلًا مقدر کی صفت ہے۔ شعر ۸۰ (۱) غِيبَت اور غِب میں تجنیس اور غِب اور تُحْضَر میں طباق ہے اور تُحْضَر حضور سے ہے جو غیبت کی ضد ہے (۲) حِظَار حَظِيرَۃ کے معنی میں ہے اور حظیرہ اس مکان کو کہتے ہیں جو اونٹ کو سردی اور ہوا سے بچانے کیلئے لکڑیوں سے بنا لیا جاتا ہے (۳) اَلْقُدُس پاکی کے معنی میں ہے پس حِظَارَ الْقُدُسِ کے معنی یہ ہوئے کہ تو پاکی کے مکان میں حاضر کیا جائے گا اور وہ جنت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حظار القدس آسمان میں ایک جگہ ہے جس میں مومنین کی روحیں رہتی ہیں۔

۸۱- وَهٰذَا زَمَانُ الصَّبْرِ مَنْ لَكَ بِالَّتِي ٭ كَقَبْضٍ عَلَى جَمْرٍ فَتَنْجُو مِنَ الْبَلَا

ترجمہ :- اور یہ (ہمارا زمانہ) صبر کا زمانہ ہے کون ہے جو (جوانمردی کر کے) تیرے لئے ایسی حالت (کا حاصل ہونا بخش دے) جو چنگاری پر قبضہ کرنے اور اس کے پکڑنے کے مانند ہو۔ تاکہ تو بلا (آخرت کے عذاب) سے نجات پالے۔

شرح :- یعنی ہمارا یہ زمانہ تکلیف اور نقصان پر صبر کرنے کا زمانہ ہے کیونکہ اس زمانہ میں اچھی باتوں کے ساتھ اجنبیت اور بے خبری کا اور بُری باتوں کے ساتھ آشنائی اور خبرداری کا معاملہ کیا جا رہا ہے۔ اور نیتیں فاسد ہو گئی ہیں اور خیانتیں ظاہر ہو گئی ہیں اور اہل حق کے ساتھ تکلیف اور ذلت کا برتاؤ کیا جا رہا ہے اور اہل باطل کو باعزت اور معتدل سمجھا جا رہا ہے تو ایسے وقت میں، کون ہے کہ جو تم میں ایسی حالت پیدا کر دے کہ تم دین پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے اور تکلیفوں کے برداشت کرنے میں اس شخص کے برابر ہو جاؤ جو چنگاری ہاتھ میں لئے ہوئے ہو اور اس کی سہار کر رہا ہو تاکہ تمہیں آخرت کے عذاب سے نجات حاصل ہو جائے یعنی اس زمانہ میں صبر کرنا ایسا مشکل ہے۔ جیسا کہ چنگاری کا ہاتھ میں تھامنا محال پس ایسے وقت میں صبر کرنے کیلئے اپنے اندر پورا پورا تحمّل پیدا کر لینے کی ضرورت ہے جو اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنے ا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کا تابعدار اور مخلص غلام بننے سے نصیب ہوتا ہے کیونکہ وہ خود بھی دین میں مضبوط ہیں اور اپنے ہمنشینوں اور غلاموں کو بھی ایسا ہی بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

فائدہ:۔ (۱) اس شعر کے متعلق یہ روایات ہیں۔ یَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ اَلصَّابِرُ فِیْہِ عَلٰی دِیْنِہٖ کَالْقَابِضِ عَلَی الْجَمْرِ (ترمذی) یعنی لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں اپنے دین پر صبر کرنے والا چنگاری تھامنے والے کے مانند ہوگا۔ (۲) اچھی باتوں کا حکم کرتے رہو اور بری باتوں سے منع کرتے رہو یہاں تک کہ جب تم یہ دیکھو کہ حرص کی اطاعت اور خواہش کی اتباع ہونے لگے اور دنیا کو (دین اور آخرت پر) ترجیح دی جائے اور ہر رائے والا اپنی رائے پر خوش ہونے لگے تو اس وقت خصوصاً اپنے ہی نفس کی حفاظت کرنا اور عام لوگوں کو (ان کی حالت پر) چھوڑ دینا کیونکہ تمہارے بعد ایسے دن آئیں گے جن میں صبر کرنا چنگاری تھامنے کے مانند ہوگا۔ ان دنوں میں عمل کرنے والے کو ایسے پچاس آدمیوں کے برابر اجر ملے گا جو تمہارے عملوں جیسے عمل کرتے ہوں عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَۃَ الْخُشَنِیؓ۔ اس شعر میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو شخص تنہائی اختیار کرے گا وہ قسم قسم کی لغزشوں سے محفوظ رہے گا چنانچہ حدیث یہ ہے کہ میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ رشک کے قابل اس مومن کی حالت ہے جو مفلس ہو۔ نماز اور روزے سے ایک بڑا حصہ (اپنے پاس) رکھتا ہو جس نے اپنے رب کی اچھی طرح عبادت کی ہو اور ظاہر کے علاوہ چھپ کر بھی اس کی اطاعت کی ہو اور جو لوگوں میں اس طرح پوشیدہ ہو کہ اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ نہ کیا جاتا ہو اور اس کی روزی بقدر کفایت ہو پھر اس نے اس حالت پر صبر کیا اور اس کی موت جلدی سے آگئی اور اس کی رونے والیاں بھی کم نکلیں اور اس کی میراث بھی کم رہی۔ (احمد ترمذی عن ابی امامۃؓ) پس صبر کی دو قسمیں ہیں:۔ (۱) پسندیدہ۔ یہ عبادت پر جما رہنا اور گناہوں سے صبر کرنا ہے (۲) ناپسندیدہ۔ اور وہ یہ ہے کہ بندہ کو حق تعالیٰ سے دوری ہو اور اس حالت پر صبر کرے۔ حاصل یہ ہے کہ سب سے بہتر وہ شخص ہے جو حق تعالیٰ کی معرفت میں کامل ہو اور دنیا والوں سے زیادہ تعلق نہ رکھتا ہو۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ وَوَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی وَاجْعَلْ آخِرَتَنَا خَیْرًا مِّنَ الْاُوْلٰی۔ آمین یارب العالمین۔

اس صبر کے زمانے کا حال ناظم نے اپنے ایک اور قصیدہ میں اس طرح بیان کیا ہے:۔

اِلَی اللّٰہِ اَشْکُوْ وَحْدَتِیْ فِیْ مَصَائِبِیْ	وَھٰذَا زَمَانُ الصَّبْرِ لَوْ کُنْتَ حَازِمًا

عَلَیْکَ بِاِسْتِرْجَاعٍ اِنَّکَ فَاقِدٌ	حَیَاۃَ الْعُلٰی وَابْغِ السُّلُوَّ مُنَادِمًا

(ابراز)

۸۲- وَلَوْ اَنَّ عَیْنًا سَاعَدَتْ لَتَوَکَّفَتْ	سَحَائِبُھَا بِالدَّمْعِ دِیْمًا وَّھُطَّلَا

ترجمہ:۔ اور اگر (یہ بات ہوتی کہ) آنکھ موافقت اور مدد کرتی تو اس کی بدلیاں (یعنی غدود) آنسو بہاتیں۔ اس حالت میں کہ وہ (بدلیاں) آہستگی کے ساتھ ہمیشگی والی اور پے درپے آنے والی تیز بارشوں کے مانند ہوتیں:

شرح:۔ یعنی ہم سے جو حق تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت میں کوتاہی ہو رہی ہے۔ یہ حالت اس قدر رنج کے قابل ہے کہ اگر آنکھ کھانائی تو دن رات کثرت سے روتی رہتی اس شعر میں اس پر آمادہ کرنا مقصود ہے کہ نفس سے حساب لینا چاہئے اور حق تعالیٰ کی یاد اور ان کے ذکر سے خالی رہنے پر نادم ہونا چاہئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرح:۔ یعنی اپنے دل کو کینہ اور بغض اور گھٹیا درجہ کی حالت سے پاک کرے اور اپنے کانوں کو ردّی باتوں کے سننے سے باز رکھ اور جن مجلسوں میں غیبت ہو رہی ہو ان میں نہ بیٹھ کر اگر ایسا کرے گا تو حق تعالیٰ تجھ کو گناہوں اور عیوب سے پاک وصاف کرکے جنت میں پہونچا دیں گے۔

فائدہ:۔ (۱) غیبت کی تعریف ابو داؤد کی حدیث میں ہے۔ ذِکْرُكَ اَخَاكَ بِمَا یَکْرَهُ (یعنی اپنے بھائی کے متعلق ایسے اوصاف بیان کرنا جن کو وہ ناپسند رکھتا ہو) (۲) آیت۔ وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا (اور تم میں سے ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے (۳) اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ (یعنی اس روز مال اور دولت میں سے کوئی چیز بھی نفع نہیں دے گی لیکن نفع وہی شخص پائے گا جو حق تعالیٰ کے پاس سالم وخالص اور بُرے عقیدوں سے پاک اور صاف دل لے کر آئے گا) (۴) بالخصوص غیبت ہی سے منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قرّاء اور علماء میں یہ بیماری کثرت سے پائی جاتی ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ غیبت قرّاء کا میوہ ہے۔ (۵) حدیث۔ اَلْغِیْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنٰی (۶) بشر ابن حارث کہتے ہیں کہ قرّاء ان دو خصلتوں (غیبت اور خود پسندی) کی وجہ سے ہلاک ہوگئے۔ حاصل یہ کہ غیبت کرنے والوں کے پاس بیٹھنا اور ان کی موافقت کرنا اور ان کی باتوں کی طرف کان لگانا تینوں بدترین عیوب ہیں جن سے بچنا ضروری ہے اور اگر کسی مجبوری کے سبب اس مجلس سے جدا نہ ہوسکے تو اپنے دل اور کانوں کو ان کی طرف متوجہ نہ ہونے دے۔ اگر ایسا کرے گا تو یہ ظاہراً تو ان میں موجود ہوگا لیکن حقیقتاً ان سے علیحدہ سمجھا جائیگا (۷) اس شعر میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو شخص اپنے ظاہر اور باطن کی حفاظت کرے گا۔ وہ پوری جزا کا مستحق ہوگا۔

النحو والعربیۃ:۔ شعر ۷۸۔ مَقُوْلٌ اُس بیان کو کہتے ہیں۔ شعر ۷۹۔ صَادِقًا حال ہے یا قَوْلًا مقدر کی صفت ہے۔ شعر ۸۰ (۱) غِیْبَتٌ اور غَیْبٌ میں تجنیس اور غَیْبٌ اور مُحْتَضَرٌ میں طباق ہے اور مُحْتَضَرٌ حضور سے ہے جو غیبت کی ضد ہے (۲) حِظَار حَظِیْرَۃٌ کے معنی میں ہے اور حظیرہ اس مکان کو کہتے ہیں جو اونٹ کو سردی اور ہوا سے بچانے کیلئے لکڑیوں سے بنا لیا جاتا ہے (۳) اَلْقُدُسِ پاکی کے معنی میں ہے پس حِظَارُ الْقُدُسِ کے معنی یہ ہوئے کہ تو پاکی کے مکان میں حاضر کیا جائے گا اور وہ جنت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حظار القدس آسمان میں ایک جگہ ہے جس میں مومنین کی روحیں رہتی ہیں۔

۸۱۔ وَهٰذَا زَمَانُ الصَّبْرِ مَنْ لَّكَ بِالَّتِیْ ❁ كَقَبْضٍ عَلٰی جَمْرٍ فَتَنْجُوْ مِنَ الْبَلَا

ترجمہ:۔ اور یہ (ہمارا زمانہ) صبر کا زمانہ ہے کون ہے جو (جوانمردی کرکے) تیرے لئے ایسی حالت (کا حاصل ہونا بخش دے) جو چنگاری پر قبضہ کرنے اور اس کے پکڑنے کے مانند ہو۔ تاکہ تو بلا (آخرت کے عذاب) سے نجات پالے۔

شرح:۔ یعنی ہمارا یہ زمانہ تکلیف اور نقصان پر صبر کرنے کا زمانہ ہے کیونکہ اس زمانہ میں اچھی باتوں کے ساتھ اجنبیت اور بے خبری کا اور بُری باتوں کے ساتھ آشنائی اور خبرداری کا معاملہ کیا جارہا ہے۔ اور نیتیں فاسد ہوگئی ہیں اور خیانتیں ظاہر ہوگئی ہیں اور اہل حق کے ساتھ تکلیف اور ذلت کا برتاؤ کیا جارہا ہے اور اہل باطل کو باعزت اور معتدل سمجھا جارہا ہے تو ایسے وقت میں کون ہے کہ جو تم میں ایسی حالت پیدا کردے کہ تم دین پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے اور تکلیفوں کے برداشت کرنے میں اس شخص کے برابر ہوجاؤ جو چنگاری ہاتھ میں لئے ہوئے ہو اور اس کی سہار کررہا ہو تاکہ تمہیں آخرت کے عذاب سے نجات حاصل ہوجائے یعنی اس زمانہ میں صبر کرنا ایسا مشکل ہے۔ جیسا کہ چنگاری کا ہاتھ میں تھامنا محال ہے پس ایسے وقت میں صبر کرنے کیلئے اپنے اندر پورا پورا تحمّل پیدا کرلینے کی ضرورت ہے جو اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کا تابع دار اور مخلص غلام بننے سے نصیب ہوتا ہے کیونکہ وہ خود بھی دین میں مضبوط ہیں اور اپنے ہمنشینوں اور غلاموں کو بھی ایسا ہی بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

فائدہ :- (۱) اس شعر کے متعلق یہ روایات ہیں۔ یَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ اَلصَّابِرُ فِیْہِ عَلٰی دِیْنِہٖ کَالْقَابِضِ عَلَی الْجَمْرِ (ترمذی) یعنی لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں اپنے دین پر صبر کرنے والا چنگاری تھامنے والے کے مانند ہوگا۔ (۲) اچھی باتوں کا حکم کرتے رہو اور بری باتوں سے منع کرتے رہو یہاں تک کہ جب تم یہ دیکھو کہ حرص کی اطاعت اور خواہش کی اتباع ہونے لگے اور دنیا کو (دین اور آخرت پر) ترجیح دی جائے اور ہر رائے والا اپنی رائے پر خوش ہونے لگے تو اس وقت خصوصاً اپنے ہی نفس کی حفاظت کرنا اور عام لوگوں کو (ان کی حالت پر) چھوڑ دینا کیونکہ تمہارے بعد ایسے دن آئیں گے جن میں صبر کرنا چنگاری تھامنے کے مانند ہوگا۔ ان دنوں میں عمل کرنے والے کو ایسے پچاس آدمیوں کے برابر اجر ملے گا جو تمہارے عملوں جیسے عمل کرتے ہوں عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَۃَ الْخُشَنِیِّؓ۔ اس شعر میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو شخص تنہائی اختیار کرے گا وہ قسم قسم کی لغزشوں سے محفوظ رہے گا چنانچہ حدیث میں ہے کہ میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ رشک کے قابل اس مومن کی حالت ہے جو مفلس ہو۔ نماز اور روزے سے ایک بڑا حصہ (اپنے پاس) رکھتا ہو جس نے اپنے رب کی اچھی طرح عبادت کی ہو اور ظاہر کے علاوہ چھپ کر بھی اس کی اطاعت کی ہو اور جو لوگوں میں اس طرح پوشیدہ ہو کہ اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ نہ کیا جاتا ہو اور اس کی روزی بقدر کفایت ہو پھر اس نے اس حالت پر صبر کیا اور اس کی موت جلدی سے آگئی اور اس کی رونے والیاں بھی کم نکلیں اور اس کی میراث بھی کم رہی۔ (احمد ترمذی عن ابی امامہؓ)

پس صبر کی دو قسمیں ہیں :- (۱) پسندیدہ۔ یہ عبادت پر جما رہنا اور گناہوں سے صبر کرنا ہے (۲) ناپسندیدہ۔ اور وہ یہ ہے کہ بندہ کو حق تعالیٰ سے دوری ہو اور اس حالت پر صبر کرے۔ حاصل یہ ہے کہ سب سے بہتر وہ شخص ہے جو حق تعالیٰ کی معرفت میں کامل ہو اور دنیا والوں سے زیادہ تعلق نہ رکھتا ہو۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ وَوَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی وَاجْعَلْ آخِرَتَنَا خَیْرًا مِّنَ الْاُوْلٰی۔ آمین یارب العالمین۔

اس صبر کے زمانے کا حال ناظم نے اپنے ایک اور قصیدہ میں اس طرح بیان کیا ہے:-

اِلَی اللّٰہِ اَشْکُوْ وَحْشَتِیْ فِیْ مَصَائِبِیْ ۔۔۔ وَھٰذَا زَمَانُ الصَّبْرِ لَوْ کُنْتَ حَازِمًا

عَلَیْکَ بِالْاِسْتِرْجَاعِ اِنَّکَ فَاقِدٌ ۔۔۔ حَیَاۃَ الْعُلٰی وَابْغِ السُّلُوَّ مُنَادِمًا

(ابراز)

۸۲- وَلَوْ اَنَّ عَیْنًا سَاعَدَتْ لَتَوَکَّفَتْ ۔۔۔ سَحَائِبُھَا بِالدَّمْعِ دِیْمًا وَّھُطَّلَا

ترجمہ :- اور اگر (یہ بات ہوتی کہ) آنکھ موافقت اور مدد کرتی تو اس کی بدلیاں (یعنی غدود) آنسو بہاتیں۔ اس حالت میں کہ وہ (بدلیاں) آہستگی کے ساتھ ہمیشگی والی اور پے در پے آنے والی تیز بارشوں کے مانند ہوتیں۔

شرح :- یعنی ہم سے جو حق تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت میں کوتاہی ہو رہی ہے۔ یہ حالت اس قدر رنج کے قابل ہے کہ اگر آنکھ کہنا مانتی تو دن رات کثرت سے روتی رہتی اس شعر میں اس پر آمادہ کرنا مقصود ہے کہ نفس سے حساب لینا چاہئے اور حق تعالیٰ کی یاد اور ان کے ذکر سے خالی رہنے پر نادم ہونا چاہئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ۔ اس شعر کے متعلق یہ مضمون ہے۔ (۱) آیت۔ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلاً الخ۔ یعنی ان لوگوں کو چاہئے کہ ہنسیں کم اور روئیں زیادہ۔ (۲) حدیث۔ لَيْسَ يَتَحَسَّرُ اَهْلُ الْجَنَّةِ اِلَّا عَلٰى سَاعَةٍ مَرَّتْ بِهِمْ وَلَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْهَا۔ یعنی جنت والے (کسی چیز پر بھی) افسوس نہیں کریں گے لیکن جو ساعت ان پر اس طرح گزری ہوگی کہ اس میں انھوں نے حق تعالیٰ کی یاد نہ کی ہوگی اس پر ان کو بھی حسرت ہوگی۔

النحو والعربیۃ:۔ ازہری کہتے ہیں وَكَفَ الْبَيْتُ وَتَوَكَّفَ اى هَطَلَ۔ اور تَوَكَّفَتْ کی تفسیر تَوَقَّعَتْ سے کرنا شعر کے معنی سے بھی ناواقفیت کی دلیل ہے اور لغتہً بھی غلط ہے۔ (۲) دِيَمًا دِيْمَةٌ کی جمع ہے جو ہمیشگی کے ساتھ آہستہ برسنے والی بارش کے معنی میں ہے جیسا کہ جِيَدٌ جِيْدَةٌ (کنارے) کی اور لِيَنٌ لِيْنَةٌ (کھجور) کی جمع ہے اور اکثر استعمال میں دِيَمٌ دِيْمَةٌ کی جمع دِيَمٌ بفتحہ یا آتی ہے۔ اور هُطَّلًا هَاطِلٌ کی جمع ہے جو پے درپے اور تیز برسنے والی بارش کے معنی میں ہے اور یہ دونوں سَحَابًا سے حال ہیں۔

۸۳۔ وَلٰكِنَّهَا عَنْ قَسْوَةِ الْقَلْبِ قَحْطُهَا ۔۔۔ فَيَا ضَيْعَةَ الْاَعْمَارِ تَمْشِىْ سَبَهْلَلَا

ترجمہ:۔ اور لیکن قصہ یہ ہے کہ دل کی سختی سے اس (آنکھ کی بارش) کا قحط (ظاہر ہو رہا) ہے۔ پس اے لوگو! عمروں کے ضائع ہونے سے ڈرو۔ جن کی کیفیت یہ ہے کہ وہ بیکار ہونے کی حالت میں گذر رہی ہیں۔

شرح:۔ یعنی ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ رنج کی وجہ سے آنکھیں کثرت سے آنسو بہاتیں لیکن چونکہ حق تعالیٰ کی یاد سے غافل رہنے کے سبب دل میں سختی پیدا ہوگئی ہے۔ اس لئے آنسو نہیں نکلتے پس جب یہ حالت ہے تو لوگوں کو چاہئے کہ حق تعالیٰ کی یاد کثرت سے کیا کریں اور عمروں کو بیکار ضائع نہ کریں اور کوئی ایسا عمل کرلیں جو کل قیامت میں کام آئے ورنہ دلوں کی غفلت اور سختی اور بھی بڑھکر دین سے بالکل بیگانگی ہوجائے گی۔

فائدہ:۔ آیت و روایات (۱) فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ۔ زمر۔ ع۔ پس ان لوگوں کے لئے خرابی ہے جن کے دل اللہ کی یاد کی طرف سے سخت ہوگئے ہیں۔ (۲) عن عمرؓ اِنِّىْ لَاَكْرَهُ اَنْ اَرٰى اَحَدَكُمْ سَبَهْلَلًا لَا فِىْ عَمَلِ دُنْيَاهُ وَلَا فِىْ عَمَلِ اٰخِرَتِهِ۔ یعنی میں اس بات کو ناپسند رکھتا ہوں کہ تم میں سے کسی کو اس حالت میں دیکھوں کہ نہ تو وہ اپنی دنیا ہی کے کام میں ہو اور نہ اپنے آخرت کے کام میں ہو (بلکہ محض بیکار ہو) (۳) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ وَمِنْ عَيْنٍ لَّا تَدْمَعُ۔ یعنی میں نہ ڈرنے والے دل اور نہ رونے والی آنکھ سے اللہ کی طرف پناہ میں آتا ہوں۔ (۴) وَاِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِىْ۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور وہ دل ہوگا جو سخت ہو۔ (۵) اَرْبَعَةٌ مِّنَ الشَّقَاءِ جُمُوْدُ الْعَيْنِ وَقَسَاءُ الْقَلْبِ وَطُوْلُ الْاَمَلِ وَالْحِرْصُ عَلَى الدُّنْيَا۔ مسند بزار عن انسؓ یعنی چار چیزیں محرومی کی نشانی ہیں۔ آنکھ کا آنسوؤں سے خشک ہونا اور دل کی سختی اور اُمید کی درازی اور دنیا کی حرص۔ (۶) لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔ جو اللہ کے ڈر سے روئے گا وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔ الٰہی ہمیں بھی ڈرنے والے دل اور رونے والی آنکھیں نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین۔

النحو والعربیۃ:۔ (۱) فَيَا ضَيْعَةَ الْاَعْمَارِ کی تقدیر یہ ہے فَيَا قَوْمُ احْذَرُوْا ضَيْعَةَ الْاَعْمَارِ یا کسائی کی قرأت پر اَلَا يَسْجُدُوْا کی طرح ہے یعنی اَلَا يَا قَوْمُ اُسْجُدُوْا یا یوں کہو کہ يَا ضَيْعَةَ الْاَعْمَارِ بمعنی کی طرح خود مُنادیٰ ہے۔ دستور ہے کہ سخت مصیبت کے وقت حسرت اور ہلاکت وغیرہ ایسی چیزوں کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پکارا کرتے ہیں جو ذوی العقول میں سے نہیں ہوتیں اور (۲) تَمَشّٰی یا تو الاعمار سے حال ہے یا مستانفہ ہے جو ضیعۃ الاعمار کے لئے موکد و مفسر ہے۔ (۳) سَبَهْلَلاً۔ فارغ کو کہتے ہیں اور جاء فلانٌ سَبَهْلَلاً ای اِنَّہٗ غَیْرُ مَحْمُوْدِ الْمَجِیْ یعنی جاءَ وَ ذَھَبَ فِیْ غَیْرِ شَیْئٍ

۸۴۔ بِنَفْسِیْ مَنِ اسْتَھْدٰی اِلَی اللّٰہِ وَحْدَہٗ ۔ وَکَانَ لَہُ الْقُرْاٰنُ شِرْبًا وَّ مَغْسَلاً

ترجمہ:۔ میں اپنے نفس کو اس شخص پر (فدا کرتا ہوں) جس نے حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر ہدایت طلب کی۔ اس حالت میں کہ سب کو چھوڑ کر حق تعالیٰ ہی کا ہو رہا اور اس پر بھی (فدا کرتا ہوں) کہ قرآن مجید اس کے لئے (دنیا میں) حصہ اور پاک کرنے والا بن گیا +

شرح:۔ یعنی جو شخص ایسا ہو کہ محض حق تعالیٰ ہی سے ہدایت طلب کرے یا سب کو چھوڑ کر ان ہی کا ہو رہے اور دنیا کی تمام چیزوں میں سے قرآن مجید ہی کو اپنا حصہ اور سیراب ہونے کا ذریعہ بنالے کہ رات دن اسی کے الفاظ کی تلاوت میں اور اس کے معانی میں غور کرنے میں لگا رہے اور اس کے ذریعہ سے اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کرے میں اس پر اپنی جان قربان کرنے کیلئے اور اس کی مصیبتیں خود جھیلنے کیلئے تیار ہوں یعنی ایسا آدمی نہایت خوش قسمت ہے اور اس کے ساتھ سب کو دلی محبت ہونی چاہئے۔ اور اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ اس کے اور ساتھی تو دنیاوی مراتب کے حاصل کرنے کی فکر میں ہیں اور یہ ان سب کو فانی سمجھکر ان کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتا۔

فائدہ:۔ اس میں آیت۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ۔ الخ کی طرف اشارہ ہے اور یہ مستہدی بھی اسی طرح کہتا ہے جیسا کہ بعض اہل حال نے فرمایا ہے[ے]:۔

رَضِیْنَا قِسْمَۃَ الْجَبَّارِ فِیْنَا ۔ لَنَا عِلْمٌ وَّلِلْجُھَّالِ مَالٌ

فَاِنَّ الْمَالَ یَفْنٰی عَنْ قَرِیْبٍ + وَاِنَّ الْعِلْمَ بَاقٍ لَّا یَزَالُ

یعنی حضرت جبار کی جو ہمارے درمیان تقسیم ہے ہم اس سے خوش ہوگئے کہ ہمارے لئے تو علم ہے اور جاہلوں کے لئے مال ہے کیونکہ مال تو عنقریب فنا ہو جائیگا اور علم ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گا۔

[ے] غالباً یہ اشعار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہیں ۱۲ ط

النحو والعربیہ:۔ (۱) مَنْ یا تو موصوفہ ہے یا موصولہ اور یہ اَفْتَدِیْ مقدر کا مفعول ہے (۲) وَحْدَہٗ کی ضمیر یا تو حق تعالیٰ کے لئے ہے یا قاری مستہدی کے لئے پہلی صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا طالب ہے اور اس کا مقصود اس کے سوا کچھ بھی نہیں اور دوسری تقدیر پر مراد یہ ہوگی کہ وہ اکیلا ہی حق تعالیٰ سے ہدایت طلب کر رہا ہے اور کوئی بھی اس کا شریک کار نہیں کیونکہ اس زمانے میں حق کی طرف سے لوگوں کی توجہ کم ہو رہی ہے اور باطل کی طرف بڑھتی جاتی ہے (۳) شِرْبًا پانی کی باری اور حصہ (۴) مَغْسَلاً یا تو مصدر میمی ہے ای ذا غَسْلٍ یا اسم ظرف ہے اور اس صورت میں مجاز ہوگا۔

۸۵۔ وَطَابَتْ عَلَیْہِ اَرْضُہٗ فَتَفَتَّقَتْ ۔ بِکُلِّ عَبِیْرٍ حِیْنَ اَصْبَحَ مُخْضَلاً

ترجمہ:۔ اور (اس پر بھی اپنے نفس کو فدا کرتا ہوں کہ) اس کی زمین اس پر خوش ہوگئی (اور راس آگئی) پھر وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زمین ہر زعفران یا مرکب خوشبو کے ساتھ پھٹ گئی (اور اس کو ظاہر کر دیا) جبکہ یہ (قاری مستہدی حق تعالیٰ کی رحمت سے، نیز) (اور گناہوں سے پاک) ہو گیا۔

شرح:۔ (۱) یعنی جب حق تعالیٰ نے قاری پر اپنی حدود کا پابند رہنے کی وجہ سے انعام فرمایا اور وہ نعمت اور رحمت سے تر ہو گیا تو اس کی زمین (جس پر وہ رہتا تھا) اس کو موافق آگئی یعنی طاعت اور صلاحیت کی برکت سے اس کو فراخدلی حاصل ہوئی پھر وہاں کے رہنے والوں نے اس قاری کے عمدہ عمدہ اوصاف جو زعفران کے یا اس خوشبو کے مشابہ ہیں جو زعفران اور دوسری خوشبوؤں سے مرکب کی گئی ہو بیان کرنے شروع کر دیئے (۲) یا یہ کہ جب قاری تلاوت کی برکت سے عیوب اور نجاستوں کی کدورتوں سے پاک صاف ہو گیا تو اس کی طاعت کی برکت اور فرائض و عبادات کی پابندی کی وجہ سے وہ زمین شاداب ہو گی جس پر وہ رہتا تھا اور پھٹ کر اپنے طول اور عرض میں بڑھ گئی) اور ضرورت کی چیزیں اس میں کثرت سے پیدا ہوئیں اور لوگوں کی حاجات پوری ہو گئیں یعنی قرآن مجید کی خدمت سے خود اس خادم کو بھی بے شمار منافع نصیب ہوئے اور اس کی برکت سے اس کے ہمنشیں اور وطنی بھائی بھی ظاہری اور باطنی طرح طرح کی نعمتوں سے مالا مال ہو گئے (۳) یا ارض کی ضمیر حق تعالیٰ کیلئے ہے یعنی اس قاری کی تلاوت کی برکت سے تمام زمین شاداب ہو گئی۔ یا ضمیر قرآن کیلئے ہے اور اس کو مجازاً زمین کہا گیا ہے۔ گویا قاری جب اس کے معنی میں غور اور فکر کرتا ہے تو یہ اس مسافر کی طرح ہوتا ہے جو کسی راستہ کو طے کر رہا ہو۔ یعنی بار بار غور و فکر اور محنت کرنے کی وجہ سے قرآن کی زمین یعنی خود قرآن اس پر آسان ہو گیا۔ پھر مضامین کی ایسی آمد ہوئی کہ اس کا ذہن قرآن پاک کے عجائب و غرائب کا سرچشمہ بن گیا اور اس کو علمی اور عملی دونوں قسم کے بے شمار فوائد نصیب ہوئے۔ اس لئے میں اس پر اپنی جان فدا کرتا ہوں۔

۸۶- فَطُوبیٰ لَهُ وَالشَّوْقُ يَبْعَثُ هَمَّهُ ۔۔۔ وَزَنْدُ الْاَسیٰ يَهْتَاجُ فِي الْقَلْبِ مُشْعِلَا

ترجمہ:۔ پس اس (مستہدی) کیلئے خوشخبری ہے اور اس کی زندگی کس قدر مزیدار اور پاکیزہ ہے۔ اس حالت میں کہ شوق اس کے (حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کے) ارادے کو بھڑکاتا رہتا ہے اور افسوس (اور غم) کی چقماق دل میں جوش مارتی رہتی ہے اس حالت میں کہ وہ (چقماق) شعلہ ڈالنے والی ہے۔

شرح:۔ ارادے کے بھڑکانے کا مطلب یہ ہے کہ جب اس میں سستی اور غفلت پیدا ہوتی ہے تو شوق اس کے ارادے کو پختہ کر دیتا ہے یعنی اس قاری مستہدی کی یہ حالت نہایت مبارک ہے کہ اس کے دل میں جو حق تعالیٰ کی ملاقات کا اور ان سے بڑا ثواب حاصل کرنے کا شوق ہے وہ اس کی قوت ارادی کو اور مضبوط کرتا رہتا ہے۔ جس کی بنا پر وہ ہر وقت نیکیوں اور عبادتوں کا اور مرتبہ وصول کا اور حق تعالیٰ کے دیدار حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کیلئے سامان کرتا رہتا ہے اور اس کی عمر کا جو حصہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ کئے بغیر ضائع ہو گیا ہے۔ اس پر اس قدر غمگین ہوتا ہے کہ گویا کوئی اس کے دل میں چقماق کے ذریعہ شعلہ بھڑکا رہا ہے یعنی معرفت الٰہی حاصل کرنے میں پوری پوری کوشش کرتا ہے۔ لیکن پھر بھی اپنی کوشش کو کمتر سمجھ کر غمگین رہتا ہے۔ یہ اس شخص کی حالت ہے جو ابتدائی مقامات سے ترقی کر کے انتہائی درجات تک پہونچ گیا ہو۔ خلاصہ یہ کہ جو قاری ان اوصاف کے ساتھ متصف ہو جو شعر چوراسی تا چھیاسی میں بیان کئے گئے ہیں۔ میں خود بھی اس سے دلی محبت رکھتا ہوں اور دوسرے حضرات کو بھی اس سے ایسی ہی محبت رکھنی چاہیئے۔

فائدہ:۔ اس میں ایک آیت۔ اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الخ۔ رعد ع۴۔ اور ان پانچ حدیثوں کی طرف

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اشارہ ہے۔(۱) طُوْبٰی لِلْغَاطِبِیْنَ اُولٰٓئِکَ مَصَابِیْحُ الْهُدٰی تَنْجَلِیْ عَنْهُمْ کُلُّ فِتْنَةٍ ظَلْمَاءَ (۲) طُوْبٰی لِمَنْ تَبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَقَلْبُهٗ مَحْشُوٌّ بِالْقُرْاٰنِ وَالْفَرَائِضِ وَالْعِلْمِ۔ (دیلمی عن ابی ہریرہؓ) یعنی اس شخص کیلئے خوشخبری ہے جو قیامت کے دن اس حالت میں اُٹھایا جائے گا کہ اس کا دل قرآن مجید اور فرائض اور علم سے بھرا ہوا ہوگا۔ طُوْبٰی لِلسَّابِقِیْنَ اِلٰی ظِلِّ اللّٰهِ الَّذِیْنَ اِذَا اُعْطُوا الْحَقَّ قَبِلُوْهُ وَاِذَا سُئِلُوْهُ بَذَلُوْهُ وَالَّذِیْنَ یَحْکُمُوْنَ لِلنَّاسِ بِحُکْمِهِمْ لِاَنْفُسِهِمْ (الحکیم الترمذی۔ عن ثوبانؓ) (۴) طُوْبٰی لِمَنْ بَاتَ حَاجًّا وَاَصْبَحَ غَازِیًا رَجُلٌ مَسْتُوْرٌ ذُوْ عِیَالٍ مُتَعَفِّفٌ قَانِعٌ بِالْیَسِیْرِ مِنَ الدُّنْیَا یَدْخُلُ عَلَیْهِمْ ضَاحِکًا وَیَخْرُجُ مِنْهُمْ ضَاحِکًا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنَّهُمْ هُمُ الْحَاجُّوْنَ الْغَازُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (دیلمی عن عائشہؓ) (۵) طُوْبٰی لِمَنْ تَوَاضَعَ فِیْ غَیْرِ مَنْقَصَةٍ وَذَلَّ نَفْسَهٗ فِیْ غَیْرِ مَسْکَنَةٍ اَنْفَقَ مِنْ مَالٍ جَمَعَهٗ فِیْ غَیْرِ مَعْصِیَةٍ وَخَالَطَ اَهْلَ الْفِقْهِ وَالْحِکْمَةِ وَرَحِمَ اَهْلَ الذُّلِّ وَالْمَسْکَنَةِ طُوْبٰی لِمَنْ ذَلَّ نَفْسُهٗ وَطَابَ کَسْبُهٗ وَحَسُنَتْ سَرِیْرَتُهٗ وَکَرُمَتْ عَلَانِیَتُهٗ وَعَزَلَ عَنِ النَّاسِ شَرَّهٗ طُوْبٰی لِمَنْ عَمِلَ بِعِلْمِهٖ وَاَنْفَقَ الْفَضْلَ مِنْ مَالِهٖ وَاَمْسَکَ الْفَضْلَ مِنْ قَوْلِهٖ۔ (بخاری فی التاریخ لہٗ والطبرانی والبیہقی۔ عن ابی ہریرہؓ)

النحو والعربیة:۔ (۱) طُوبٰی سے مراد جنت ہے یا بلند مرتبہ درخت یا اچھی حالت یا خوشخبری کے معنی میں ہے اور یہ جملہ دعائیہ ہے یا خبریہ (۲) چقماق میں اوپر والے پتھر کو زند اور نیچے والے کو زندہ بفتحۂ زا ر کہتے ہیں۔ اس میں استعارہ ہے حرارت سے۔ (۳) اُسْی حزن کے معنی میں ہے فَکَیْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ کی طرح۔ (۴) مُشْعِلَة (ای مُوقِدًا او مُلْقِی الشُّعْلَة) یقتاح کی ضمیر سے حال ہے جو زند الاسی کیطرف لوٹتی ہے اُد افسوس کا سبب وہ عمر ہے جو ضائع ہوگئی ہے اور یبعث کے معنی میں آمادہ کرتا ہے (۵) جعبریؒ نے فرمایا ہے کہ فَطُوبٰی لَہٗ کو جملہ معترضہ کہا جائے تو وَالشَّوْقُ۔ الخ۔ مَنْ کے صلہ یعنی اِسْتَهْدٰی پر معطوف ہوگا۔ ورنہ حال ہوگا۔

۸۷۔ هُوَ الْمُجْتَبٰی یَغْدُوْ عَلَی النَّاسِ کُلِّهِمْ قَرِیْبًا غَرِیْبًا مُسْتَمَالًا مُؤَمَّلًا

ترجمہ:۔ یہ (ان صفات والا قاری حق تعالیٰ کا) پسندیدہ ہے اس حالت میں کہ وہ سب لوگوں کے پاس سے ان حالات میں گزرتا ہے کہ (رحمت الٰہی سے یا لوگوں سے) قریب ہوتا ہے، اجنبی ہوتا ہے، اس کی توجہ طلب کی جاتی ہے، اس سے امید کی جاتی ہے۔

شرح:۔ یعنی چونکہ اس قاری میں اعلیٰ درجہ کی صفات موجود ہیں اس لئے مخلوق کی نظر میں بھی مقبول ہے اور خالق کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے اور اس کی اعلیٰ صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ یہ کسی سے کسی قسم کی طمع نہیں رکھتا بلکہ لوگ ہی اس سے طمع اور لالچ رکھتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ لوگوں کے پاس سے گزرتا ہے تو ان حالات میں گزرتا ہے۔ (۱) تواضع اور عاجزی کی وجہ سے لوگوں سے قریب ہوتا ہے اور اپنے کمالات پر نظر کرکے کنارہ کشی اختیار نہیں کرتا یا یہ کہ اس پر حق تعالیٰ کی حضوری اس درجہ غالب ہے کہ لوگوں کے پاس سے گزرنے کے باوجود بھی حق تعالیٰ سے قریب ہوتا ہے۔ پس اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ دل بایار و دست در کار۔ لَا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ الخ۔ سورۂ نور۔ رکوع ۵۔ (۲) لوگوں کو اجنبی معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ یہ حق پر مضبوطی اور ثابت قدمی کے ساتھ جما ہوا ہے اور ایسے لوگ بہت کم ہوتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور اس حالت میں اس کا اجنبی معلوم ہونا ظاہر ہے (۳) جو اس کے حالات اور اعمال سے کچھ واقفیت رکھتے ہیں وہ اس کی اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں اور دعائی درخواست کرتے ہیں۔ (۴) جو لوگ مصیبتوں میں مبتلا ہوتے ہیں وہ اس کی دعائی برکت سے ان بلاؤں کے دور ہونے کی اُمید رکھتے ہیں۔ اور خلاصہ وہی ہے جو اوپر بیان ہوچکا ہے کہ لوگ تو اس سے طمع رکھتے ہیں لیکن یہ کسی سے کوئی طمع نہیں رکھتا۔ اس کی نظر ہر وقت حق تعالیٰ پر ہی رہتی ہے۔ پس اس کی حالت پر یہ شعر صادق آتا ہے۔ ؎

ہمہ شہر پر ز خوباں منم و خیال ماہے ۔۔۔ چہ کنم کہ چشم بدخو نکند بکس نگاہے

اور ہمارے زمانہ میں اس کے مصداق حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی غفر اللّٰہ لہٗ معفرۃ ظاہرۃ و باطنۃ لا تغادر ذنباً تھے اور مقصود یہ ہے کہ خادم قرآن کو ایسا ہی بننا چاہیے۔ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِذٰلِكَ +

فائدہ:۔ آیات وروایات (۱) ثُمَّ اَوْرَثْنَا ۔ فاطر ع ۔ (۲) اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۔ اعراف ع (۳) اِنَّ الاسلام بَدَأَ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ (مسلم وغیرہ ۔ عن جماعۃ من الصحابۃ مرفوعاً ۔ الخ) (علی قاری) یعنی اسلام ابتدا میں بھی لوگوں کو اجنبی معلوم ہوتا تھا اور آخر میں بھی یہی حالت ہوجائے گی۔ اس لئے کہ آخیر زمانہ میں لوگوں کے تعلق نہ رکھنے کی وجہ سے مومن اجنبی معلوم ہونے لگیں گے اور اسی وجہ سے طُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ فرمایا۔ (۴) قِيْلَ مَنْ هُمْ قَالَ الَّذِيْنَ يُصْلِحُوْنَ مَا اَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ سُنَّتِيْ (ترمذی) یعنی آپ سے دریافت کیا گیا کہ غرباء کون ہیں فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو میری ان سنتوں کی درستی کریں گے۔ جن کو لوگ فاسد کردیں گے (۵) اس شعر میں صوفیہ کے پسندیدہ طریق کی طرف اشارہ ہے جن کی نسبت عالیہ کا مدار کائن اور بائن ہونے پر ہوتا ہے یعنی ظاہر کے اعتبار سے تو وہ مخلوق کے ساتھ شامل ہوتے ہیں اور باطن کے لحاظ سے ان سے جُدا ہوتے ہیں اور مخلوق ان سے قریب ہونا اور گفتگو کرنا چاہتی ہے لیکن وہ غنائے قلبی کی وجہ سے ان سے جدا رہتے ہیں۔ پس یہ حضرات ارواح کے اعتبار سے عرشی اور اجسام کے اعتبار سے فرشی ہیں۔

النحو والعربیہ:۔ یَعُدُّ یا تو اَلْمُجْتَبٰى کے فاعل سے حال ہے یا مستانفہ ہے نیز یہ یا تو یَعُمُّ کے معنی میں ہے یا یُصَیِّرُ کے۔ پہلی صورت میں چاروں منصوبات صرف حال ہوں گے اور دوسری تقدیر پر عَلَى النَّاسِ، يُصَيِّرُ کی خبر ہوگا۔ اور منصوبات یا خبر ثانی ہوں گے یا حال۔

۸۸۔ يَعُدُّ جَمِيْعَ النَّاسِ مَوْلًى لِاَنَّهُمْ ۔۔۔ عَلٰى مَا قَضَاهُ اللّٰهُ يُجْرُوْنَ اَفْعُلَا

ترجمہ:۔ یہ (قاری) سب لوگوں کو (اپنا) سردار یا (اللہ کا غلام) سمجھتا ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ لوگ افعال کے اعتبار سے اس کے موافق چل رہے ہیں۔ جس کا حق تعالیٰ نے فیصلہ کردیا ہے۔

شرح:۔ اس شعر کے دو مطلب ہیں اس بنا پر کہ مولیٰ دو معنی میں آتا ہے۔ (۱) سردار۔ اس صورت میں مطلب ہوگا کہ اپنے آپ کو تکبر سے بچانے کے لئے سب لوگوں کو اپنا سردار سمجھتا ہے۔ کیونکہ وہ سب قضاء الٰہی کے موافق چل رہے ہیں پس یہ ان میں سے کسی کو بھی حقیر نہیں سمجھتا بلکہ چھوٹوں اور بڑوں سب سے تواضع کے ساتھ پیش آتا ہے۔ اس بنا پر کہ ممکن ہے کہ یہ لوگ خاتمہ کے اعتبار سے مجھ سے بہتر ہوں۔ (۲) غلام۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ یہ خادم قرآن سب لوگوں کو حق تعالیٰ کا غلام سمجھتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ یہ سب کے سب قضاء الٰہی کے تابع ہیں۔ نہ یہ اپنے نفع کے مالک ہیں۔ نہ نقصان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس لئے نہ تو ان سے کوئی اُمید رکھتا ہے اور نہ ان سے ڈرتا ہے۔

فائدہ:۔ شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ سے انھیں چیزوں کی طمع رکھ جن کو انھوں نے اپنے فیصلہ میں تیرے لئے مقدر فرمادیا ہے۔ اس کے علاوہ اور چیزوں کی ان سے بھی طمع نہ رکھ۔ یعنی اس بات کا پختہ یقین کرلے کہ جو مقدر ہوچکا ہے اس سے زیادہ ایک ذرہ بھی نہیں مل سکتا۔ (انتہیٰ) اور جس کا حق تعالیٰ کے ساتھ یہ حال ہوگا وہ ماسوا کی طرف تو ذرا بھی توجہ نہ کرے گا۔ کیونکہ جو شخص حوادث کو فنا کی نظر سے دیکھے گا اس کو عالم بقا میں صرف حق تعالیٰ ہی کی ذات نظر آئے گی اور یہ توحید کا انتہائی درجہ اور اہل تفرید کا انتہائی مقام ہے۔ (از شرح ملّا علی قاریؒ)

النحو والعربیہ:۔ (۱) یَعُدُّ بمعنی یَحْتَسِبُ ہے (۲) مُوْلِیْ مفعول ثانی ہے اور اس کو جمع کے لفظ کے اعتبار سے مفرد لائے ہیں۔ یحن یجنی مُسْتَعِرٍ کی طرح (۳) یَجُرُّوْنَ یا کے فتحہ سے یَمُرُّوْنَ کے معنی میں ہے اور یا کے ضمہ سے بمعنی یُمْضُوْنَ ہے اور اَنْعَالًا تمیز ہے جو فاعل سے محول ہے اور اس کو انواع کے قصد سے جمع لائے ہیں۔ جیسا کہ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا کی طرح اور یہ جمع قلت ہے جو جمع کثرت کے معنی میں ہے اور یَجُرُّوْنَ کی دوسری تقدیر پر اَفْعَالَہُمْ مفعول ہے۔

۸۹۔ یَرٰی نَفْسَہٗ بِاللَّوْمِ اَوْلٰی لِاَنَّہَا   عَلَی الْمَجْدِ لَمْ تَلْعَقْ مِنَ الصَّبْرِ وَالْاٰلَاءِ

ترجمہ:۔ وہ اپنے نفس کو (بہ نسبت تعریف کے) ملامت کا زیادہ مستحق سمجھتا ہے کیونکہ اس (نفس) نے بزرگی کے (حاصل کرنے) کیلئے صبر اور اَلَا (تلخ چیزوں کو) نہیں چکھا (یعنی مشقتیں برداشت نہیں کیں)

شرح:۔ یعنی چونکہ نفس نے بلند مراتب حاصل کرنے کیلئے تکلیفیں برداشت نہیں کیں۔ اس لئے وہ اپنے نفس کو ملامت ہی کے لائق سمجھتا ہے۔ یا بہ نسبت دوسروں کے اپنے آپ کو بدتر جانتا ہے پس کامل وہی ہے جو اپنے آپ کو ہیچ سمجھے۔

فائدہ:۔ منقول ہے کہ اس شخص کیلئے خوشخبری ہے جس کو اپنا عیب لوگوں کے عیوب کی طرف متوجہ نہ ہونے دے یعنی جو اپنے عیب پر نظر رکھے اور دوسروں کی عیب جوئی نہ کرے اور اس شعر سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ اس سے پہلے شعر میں مولیٰ سردار کے معنی میں ہے چنانچہ متنبی نے خوب کہا ہے: مصرعہ۔ لَوْلَا الْمَشَقَّۃُ لَسَادَ النَّاسُ کُلُّھُمْ۔ اگر مشقت نہ ہوتی تو سب لوگ سردار بن جاتے۔ **سوال:**۔ تقصیر تو اہل بدایت میں ہوتی ہے منتہی لوگوں میں کوتاہی رہنے کی کیا وجہ ہے۔ **جواب:**۔ توحید بعض موحّدین کے اعتبار سے تو واحد ہے اور بعض کے اعتبار سے متعدد ہے۔ پس اول معنی کے اعتبار سے اس کیلئے انتہا نہیں ہے کیونکہ اس کی تجلیات ازل سے ابد تک ختم نہ ہوں گی۔ اور اس کا حاصل یہ ہے کہ سَیْر اِلَی اللّٰہِ (اخلاق کی درستی) کیلئے تو انتہا ہے اور سَیْر فِی اللّٰہِ (اخلاق عالیہ میں رسوخ پیدا کرنے) کیلئے انتہا نہیں ہے اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ اَلنِّھَایَۃُ الرُّجُوْعُ اِلَی الْبِدَایَۃِ۔ (از شرح ملّا علی قاریؒ)

النحو والعربیہ:۔ (۱) صَبِر میں تین لغت ہیں (۱) صاد کا فتحہ با کا سکون۔ (۲) صاد کا کسرہ با کا سکون (۳) صاد کا فتحہ با کا کسرہ۔ ناظم نے ان تینوں کو مُشْبِعَۃ میں بیان کیا ہے اور بعض اول وجہ کا انکار کرتے ہیں اور صبر اس کڑوی چیز کا نام ہے جو تلخی میں ضرب المثل ہے اور اَلَا میں لغۃً قصر ہے یہ اَلَاۃٌ کی جمع ہے اور اَلَاۃٌ ایک درخت ہے جو دیکھنے میں خوشنما اور کھانے میں تلخ ہوتا ہے اور بعض کے قول پر اس کا نام دفلی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ جب تک یہ تر رہتا ہے اس وقت تک تو کھانے کے کام آتا ہے اور سوکھنے کے بعد زہریلا بن کر کاٹنے لگتا ہے اور اس سے چمڑے کو دباغت دی جاتی ہے اور چونکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صبر ہونے والی اور اَلَا کا کڑوی چیز ہے اس لئے لَمْ تَلْعَقْ کو لَمْ تَذُقْ کے معنی میں لینا اولیٰ ہے تاکہ دونوں کو شامل ہو جائے یا اَلَاءِ سے پہلے لَمْ تَاْکُلْ مقدر مان لیا جائے۔ شیخ سخاوی فرماتے ہیں کہ اگر لَمْ تَصْبِرْ عَلَی الصَّبِرِ وَالْاَلَاءِ کہتے تو بہتر ہوتا کیونکہ اَلَا چاٹنے کی چیزوں میں سے نہیں ہے اور یہ ایک بوٹی ہے جو بو اور مزہ میں شِیْح (یہ ایک بوٹی ہے جس کی بہت سی قسمیں ہیں اور سب عمدہ خوشبودار ہوتی ہیں) کے مشابہ ہوتی ہے۔ نیز اس کا چاٹنا دشوار نہیں بلکہ دوسری چیز نہ ملنے کے وقت اس پر صبر کرنا دشوار ہے اور مِنَ الصَّبِرِ سے مراد مِنْ مِثْلِ الصَّبِرِ ہے۔ الخ۔ (۲) ابو شامہؒ فرماتے ہیں کہ یہ مُتَقَلِّدًا سَیْفًا وَّرُمْحًا اور عَلَفْتُهَا تِبْنًا وَّمَاءً کے قبیل سے ہے۔ ای لَمْ تَلْعَقْ مِنَ الصَّبِرِ وَلَمْ تَاْکُلْ مِنَ الْاَلَاءِ۔ یعنی تلخ چیزوں میں سے بھی چیزوں کو چاٹ کر اور کاڑھی کو کھا کر استعمال نہیں کیا اور اگر لَمْ تَلْعَقْ کے بجائے لَمْ تَطْعَمْ لے آتے تو دونوں کو شامل ہو جاتا۔

۹۰۔ وَقَدْ قِیْلَ کُنْ کَالْکَلْبِ یُقْصِیْهِ اَهْلُهٗ وَمَا یَاْتَلِیْ فِیْ نُصْحِهِمْ مُتَبَذِّلَا

ترجمہ:۔ اور (مثل میں) کہا گیا ہے (کہ اے مخصوص مخاطب) کُتّے کی طرح ہو جا جس کی حالت یہ ہے کہ اس کے مالک اُس کو دور کرتے ہیں اور وہ ان کی خیر خواہی میں ذرا بھی کمی نہیں کرتا اس حالت میں کہ (اپنے نفس اور قدرت کو) صرف کرنے والا ہوتا ہے۔

شرح:۔ یعنی اور کچھ نہیں تو وفاداری میں کم سے کم کُتّے ہی جیسی صفت پیدا کر لے جو ذلیل ترین اور ناپاک ترین جانور ہے اور اس کی صفت یہ ہے کہ اس کا مالک اس کو اپنے پاس سے مار مار کر ہٹاتا اور دور کرتا ہے لیکن اس پر بھی کُتّا اس کی خیر خواہی میں اپنی پوری طاقت صرف کرتا ہے۔ پس انسان جو اشرف المخلوقات ہے۔ اس کو بھی چاہیئے کہ اپنے مالک حقیقی کو کبھی نہ چھوڑے یا یہ کہ لوگ تمہارے حقوق میں کوتاہی بھی کریں تب بھی تم ان کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آؤ کیونکہ کُتّا بھی ایسا ہی کرتا ہے۔

فائدہ:۔ (۱) بعض کہتے ہیں کہ ناظم سالکِ عارف کی تکمیل کے بعد اس شعر میں طالب کی طرف متوجّہ ہو کر فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی خدمت بجا لانے میں کُتّے سے کمتر نہ رہ کہ کبھی اس کا مالک اس کو تکلیف دینے کیلئے بھوکا بھی رکھتا ہے لیکن وہ پھر بھی پوری کوشش کے ساتھ اس کی حفاظت میں لگا رہتا ہے۔ پس حق تعالیٰ تجھے بھی کبھی بھوکا رکھتے ہیں تاکہ تیرا قلب درست ہو جائے۔ اور تکلیف دیتے ہیں تاکہ وہ گناہوں کا کفارہ بن جائے اور تیری قدر بلند ہو جائے۔ پس تو اس کی عبادت میں کمی نہ کر جس کا نفع تجھ کو دُنیا اور آخرت دونوں میں حاصل ہو گا۔

فائدہ:۔ (۲) ابوبکر محمد بن خلف ابن مرزبان نے ایک جزو لکھا ہے جس میں کُتّے کی کچھ صفات بیان کی ہیں اور اس کا نام تفضیل الکلاب علی کثیر ممن لبس الثیاب رکھا ہے۔ اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کُتّے میں دس خصلتیں ہیں جن میں سے ہر ایک سے انسان کو کمال حاصل ہوتا ہے اور وہ سب کی سب خصلتیں ایکدم ابدال ہی میں پائی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں:۔ ۱؎ وہ بھوکا رہتا ہے یہ صالحین کے آداب میں سے ہے اور تھوڑی چیز پر قناعت کرتا ہے یہ صابرین کی علامت ہے۔ ۲؎ اس کا کوئی مکان نہیں ہوتا یہ متوکلین کی علامت ہے۔ ۳؎ رات کو بہت ہی کم سوتا ہے یہ شب بیداران محبّین کی صفات میں سے ہے۔ ۴؎ جب مرتا ہے تو کوئی میراث نہیں چھوڑتا یہ زاہدین کی صفات میں سے ہے۔ ۵؎ اپنے مالک کو نہیں چھوڑتا یہ سچے اور پکّے مریدین کی علامت ہے۔ ۶؎ ادنیٰ جگہ پر ہی راضی ہو جاتا ہے یہ متواضعین کی علامت ہے ۷؎ اس کے مکان پر کوئی قابض ہو جاتا ہے تو اُس کو چھوڑ دیتا ہے اور دوسری جگہ چلا جاتا ہے یہ راضین کی علامت ہے۔ ۸؎ اس کو ماریں اور پھر ٹکڑا ڈالیں تو فوراً آجاتا ہے اور کینہ نہیں رکھتا یہ خاشعین کی علامت ہے۔ ۹؎ کھانا سامنے رکھا ہوا دیکھتا ہے تو دور بیٹھا ہوا تکتا رہتا ہے یہ مساکین کی علامت ہے۔ ۱۰؎ کسی مکان سے کوچ کر جا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے تو پھر اس کی طرف التفات نہیں کرتا یہ محزونین کی علامت ہے۔

فائدہ:۔(۳) اس شعر میں ایک اثر کی طرف اشارہ ہے جو وہب ابن مُنَبِّہ سے منقول ہے کہ ایک راہب نے ایک شخص کو وصیت کی۔ اِنْصَحْ لِلّٰہِ حَتّٰی تَکُوْنَ کَنُصْحِ الْکَلْبِ لِاَھْلِہٖ فَاِنَّھُمْ یُجِیْعُوْنَہٗ وَیَطْرُدُوْنَہٗ وَیَاْبٰی اِلَّا اَنْ یُّحِیْطَ بِھِمْ نُصْحًا اور اس کا مطلب وہی ہے جو شرح میں بیان ہو چکا ہے۔ قاموس میں ہے کہ حومل نامی ایک عورت تھی اس کے یہاں ایک کتیا تھی۔ جسے وہ دن کو بھوکا رکھتی تھی اور رات کو بھی باندھ کر اس کی چوکسی کرتی تھی حتی کہ بھوک کے مارے اس نے اپنی دم کھالی پس یہ واقعہ ضرب المثل بن گیا کہ بھوکے کو کہتے ہیں۔ اَجْوَعُ مِنْ کَلْبَۃِ حَوْمَلَ۔ یہ تو حومل کی کتیا سے بھی زیادہ بھوکا ہے۔

النحو والعربیۃ:۔ (۱) یَاْتَلِیْ ، اَلایَا لُو سے ہے جو کمی کرنے کے معنی میں ہے اور وَلَا یَاْتَلِ نوع ۳ اٰیَۃٌ بمعنی حلف سے ہے (۲) نُصْحِھِمْ کی ضمیر کو اہل کے معنی کے اعتبار سے جمع لائے ہیں تاکہ اہل اور ان کے نوکروں وغیرہ سب کو شامل ہو جائے اور اگر نُصْحِہٖ مفرد کی ضمیر سے لے آتے تو اہل کے لفظ کے لحاظ سے یہ بھی صحیح تھا اور وزن اس میں بھی درست رہتا ہے۔

۹۱۔ لَعَلَّ اِلٰہَ الْعَرْشِ یَا اِخْوَتِیْ یَقِیْ جَمَاعَتَنَا کُلَّ الْمَکَارِہِ ھُوَّلَا

ترجمہ:۔ اے میرے بھائیو (اگر تم میری ان نصیحتوں کو قبول کر لوگے تو) امید ہے کہ عرش کا مالک ہماری جماعت کو (دنیا آخرت کی) تمام تکلیفوں سے بچا دے گا اور نجات دیدے گا۔ جن کی حالت یہ ہے کہ وہ گھبراہٹ میں ڈالنے والی ہیں۔

شرح:۔ یعنی اگر تم میری ان نصیحتوں کو قبول کر لوگے تو امید ہے کہ حق تعالیٰ ہمیں آخرت کی تمام تکلیفات سے محفوظ رکھے گا۔

النحو والعربیۃ:۔ ھُوَّلًا ھَائِلٌ کی جمع ہے جو ھَالَ یَھُوْلُ بمعنی اَفْزَعَ سے ہے اور یہ اَلْمَکَارِہِ سے حال ہے۔

۹۲۔ وَیَجْعَلُنَا مِمَّنْ یَّکُوْنُ کِتَابُہٗ شَفِیْعًا لَّھُمْ اِذْ مَا نَسُوْہُ فَیَمْحَلَا

ترجمہ:۔ اور (یہ بھی امید ہے کہ) وہ (حق تعالیٰ) ہمیں ان لوگوں میں سے بنا دے جن کیلئے اس کی کتاب سفارشی ہوگی اس لئے کہ انھوں نے اس کو بھلایا نہیں تھا (یعنی عمل سے غافل نہیں ہوئے تھے) تاکہ وہ (کتاب) ان کی شکایت کرے۔

شرح:۔ یعنی نہ تو اس کی طرف سے بے توجہی کی تھی اور نہ اس کی بے قدری کی تھی اور نہ عمل ترک کیا تھا جس سے اس کی نوبت آتی کہ قرآن شریف ان کی ظاہراً یا خفیتاً شکایت کرتا۔

فائدہ:۔ روایات و آیات (۱) اَلْقُرْاٰنُ شَافِعٌ مُّشَفَّعٌ وَّمَاحِلٌ مُّصَدَّقٌ مَنْ جَعَلَہٗ اَمَامَہٗ قَادَہٗ اِلَی الْجَنَّۃِ وَمَنْ جَعَلَہٗ خَلْفَہٗ سَاقَہٗ اِلَی النَّارِ۔ (عن ابن مسعود مرفوعاً) (۲) اَلْقُرْاٰنُ حُجَّۃٌ لَّکَ اَوْ عَلَیْکَ (مشکوٰۃ) یعنی قرآن یا تیرے نفع کی دلیل ہوگا یا نقصان کی اس جملہ میں پہلی روایت کا مضمون بھی اجمالاً آ گیا ہے۔ (۳) عُرِضَتْ عَلَیَّ ذُنُوْبُ اُمَّتِیْ فَلَمْ اَرَ فِیْھَا ذَنْبًا اَعْظَمَ مِنْ سُوْرَۃٍ اَوْ اٰیَۃٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ اُوْتِیَھَا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِیَھَا۔ یعنی مجھ پر میری امت کے گناہ پیش کئے گئے سو میں نے ان میں کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہیں دیکھا کہ کسی شخص کو قرآن کی کوئی سورت یا آیت عطا کی گئی ہو پھر اس نے اس کو بھلا دیا ہو۔ (۴) یہ روایت حق تعالیٰ کے ارشاد۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ اِلٰی تُتْلٰی طٰحٰعٓ سے لی گئی ہے اور قرآن پاک پر عمل کرنے میں کوتاہی کرنا بھی منجملہ بھلانے ہی کے ہے بلکہ اصل بھلانا یہی ہے (۵) وَاتْلُ عَلَیْھِمْ نَبَاَ الَّذِیْ الخ۔ اعراف ع ۲۲۔ بھی اسی قبیل سے ہے۔ (۶) سخاوی دعا میں فرمایا کرتے تھے۔ لَا تَجْعَلِ الْقُرْاٰنَ بِنَا مَاحِلًا۔ اَیْ ذَکِّرْنَا مَا نَسِیْنَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِنَ الْمَسَاوِیْ فِیْ صُحْبَتِہٖ وَالتَّعَاوِیْ فِیْ خِدْمَتِہٖ - کہ قرآن مجید کو ہماری شکایت کرنے والا نہ بنائے یعنی ہم نے جو اس کی صحبت میں برائیاں کی ہیں اور اس کی خدمت کے دعوے کئے ہیں ان کو بیان کرکے ہماری شکایت نہ کرے۔ (۷) اَلْقُرْاٰنُ شَافِعٌ مُّشَفَّعٌ وَّمَاحِلٌ مُّصَدَّقٌ مَّنْ شَفَعَ لَہُ الْقُرْاٰنُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ نَجَا وَمَنْ مَّحَلَ بِہِ الْقُرْاٰنُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ کَبَّہُ اللّٰہُ فِی النَّارِ عَلٰی وَجْہِہٖ - آخری دو جملوں کا مطلب یہ ہے کہ قرآن قیامت کے دن جس کی شفاعت کرے گا وہ نجات پائے گا اور یہی قرآن قیامت کے دن جس کی شکایت کرے گا اس کو حق تعالیٰ اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیں گے۔ پس قیامت کے دن قرآن کی دو حالتیں ہوں گی۔ عمل کرنے والے کیلئے شفاعت اور جو عمل سے غافل رہا۔ اس کی شکایت۔

النحو والعربیۃ :- (۱) وَیَجْعَلُ یَقِیْ پر معطوف ہے (۲) مَنْ یا تو موصولہ ہے یا موصوفہ۔ (۳) اِذْ شَفِیْعًا کا ظرف ہے جیسا کہ زخرف ع کے اِذْ ظَلَمْتُمْ میں اِذْ وَلَنْ یَّنْفَعَ کا ظرف ہے اور دونوں جگہ اِذْ ظرفیہ اور تعلیلیہ ہے۔ سوال :- شعر میں شفاعت اور آیت میں عدم نفع مذکور ہے اور یہ دونوں قیامت میں ہوں گے اور عدم نسیان جو شعر میں ہے اور ظلم جو آیت میں ہے یہ دونوں دنیا میں ہیں۔ پس جب ظرف اور عامل کا زمانہ ایک نہیں ہے تو دونوں جگہ اِذْ کو شَفِیْعًا اور لَنْ یَّنْفَعَکُمْ کا ظرف کہنا کیونکر صحیح ہوگا۔ جواب :- شعر میں شفاعت اور آیت میں عدم نفع مسبب ہیں اور عدم نسیان اور ظلم سبب ہیں اور بعض جگہ مسبب کو ایسا سمجھ لیتے ہیں کہ گویا سبب کے زمانے ہی میں واقع ہے۔ پس جب دونوں ایک زمانے میں ہوگئے تو ظرفیت کا صحیح ہونا ظاہر ہے اور ابو علی کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے علم میں دنیا اور آخرت دونوں ایک اور بالکل متصل ہیں اور گویا آخرت فی الحال واقع ہے اور آیت میں جو اَلْیَوْمَ ہے گویا وہ ماضی ہے۔ اس لئے بعض صوفیا نے کہا ہے کہ لَاصَبَاحَ عِنْدَ رَبِّیْ وَلَا مَسَاءَ - یعنی میرے رب کے یہاں نہ صبح ہے نہ شام۔ پس زمانہ ٹکڑوں اور حصوں والا نہیں ہے بلکہ تمام کا تمام ایک شے اور ایک دن کے مرتبہ میں ہے اور جب یہ بات ہے تو گویا شفاعت اور عدم نسیان اور عدم نفع و ظلم دونوں ایک دن اور ایک وقت میں واقع ہیں اس لئے ظرف بننا صحیح ہوگیا اور بعض کے قول پر تقدیر۔ بَعْدَ اِذْ مَا نَسُوْہُ اور بَعْدَ اِذْ ظَلَمْتُمْ ہے اس صورت میں اشکال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اور بعض اِذْ کو یَجْعَلُ کا ظرف کہتے ہیں لیکن اس کا فاسد ہونا بالکل ظاہر ہے (۴) مَحْلٌ کے معنی ہیں کسی کی شرارتوں کی شکایت حاکم وغیرہ کے پاس پہونچانا۔

۹۳- وَبِاللّٰہِ حَوْلِیْ وَاعْتِصَامِیْ وَقُوَّتِیْ ۝ وَمَالِیْ اِلَّا سِتْرُہٗ مُتَجَلِّلَا

ترجمہ :- اور میرا (گناہوں سے) پھرنا (اور ایک کام سے دوسرے کی طرف منتقل ہونا) اور میرا محفوظ ہونا اور میرا (طاعت پر) قدرت پانا سب اللہ تعالیٰ کی مدد ہی کے ساتھ ہے اور میرے لئے حق تعالیٰ کے چھپانے کے سوا کوئی شے اعتماد کے قابل نہیں ہے۔ اس حالت میں کہ میں اسی کے پردہ میں چھپنے والا ہوں۔

شرح :- یعنی حق تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہ مجھ سے گناہ چھوٹ سکتے ہیں اور نہ عیب کی باتوں اور شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہ سکتا ہوں اور نہ کوئی عبادت بجالا سکتا ہوں۔ غرض ان کی مدد کے بغیر مجھ سے کوئی کام بھی نہیں ہوسکتا اور اپنے گناہوں کے چھپانے کے بارے میں میرا اعتماد حق تعالیٰ ہی کے پردہ پر ہے یعنی اور کسی پردہ میں میرے گناہوں کے چھپانے کی قابلیت نہیں ہے۔ پس انہیں کے چھپانے سے چھپ سکتے ہیں اور انہیں کے معاف کرنے سے معاف ہوسکتے ہیں۔ اور یہ اس شخص کا حال ہے جس نے اپنے آپ کو حق تعالیٰ ہی کے سپرد کردیا ہو اور اپنے تمام معاملات میں ماسوا کی طرف دھیان نہ رکھتا ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ:- اس میں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ کے معنی کو نظم کیا ہے اور جب ابن مسعود رضؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ پڑھی تو آپ نے فرمایا تم جانتے ہو کہ اس کی تفسیر کیا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں تو آپ نے اس کی تفسیر فرمائی۔ لَاحَوْلَ عَنْ مَعْصِيَةِ اللهِ إِلَّا بِعِصْمَةِ اللهِ وَلَا قُوَّةَ عَلٰى طَاعَةِ اللهِ إِلَّا بِعَوْنِ اللهِ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے (ابو موسیٰ فی الصحاح الستۃ) اور مراد یہ ہے کہ میں حق تعالیٰ ہی کا محتاج ہوں یہ معنیٰ نہیں کہ حق تعالیٰ کا فضل مجھ ہی پر ہے۔ کیونکہ ان کا فضل تو سب کیلئے عام ہے نووی نے فرمایا کہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ استسلام و تفویض تام کا کلمہ ہے یعنی اس کے ذریعہ اپنے تمام امور حق تعالیٰ کے سپرد کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ بندہ اپنے لئے کسی چیز کا بھی اختیار نہیں رکھتا اور خداوند تعالیٰ کے ارادہ کے بغیر نہ تو برائی دفع کرنے کیلئے کوئی تدبیر ہے اور نہ بھلائی کے حاصل کرنے کیلئے کوئی قوت ہے۔

النحو والعربیۃ:- اِلَّا بِسِتْرِهٖ اپنے مستثنیٰ منہ بِشَیْءٍ مُعْتَمَدٌ سے مل کر مبتداء مؤخر اور لِیْ خبر مقدم ہے اور مَا کا عمل اِلَّا کی وجہ سے باطل ہو گیا اور مُتَجَلِّلًا بمعنیٰ مُتَغَطِّیًا لِیْ کی یا سے حال ہے۔

۹۴- فَيَا رَبِّ اَنْتَ اللّٰهُ حَسْبِيْ وَعُدَّتِيْ عَلَيْكَ اعْتِمَادِيْ ضَارِعًا مُتَوَكِّلَا

ترجمہ:- پس اے میرے رب آپ اللہ ہیں (اور) مجھکو کافی ہیں اور میرا اسباب ہیں (جس کو میں نے مصیبت کے دفع کرنے کیلئے تجویز کیا ہے) اور میرا بھروسہ آپ ہی پر ہے۔ اس حالت میں کہ میں عاجزی کرنے والا (اور آپ پر) توکل کرنے والا ہوں۔

شرح:- الفاظ کا مطلب ترجمہ ہی سے ظاہر ہو گیا۔ روایت میں آیا ہے کہ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ ہر ڈرنے والے کیلئے امن کا سبب ہے (دیلمی عن شداد) یہ کلمہ سب سے پہلے ابراھیم علیہ السلام نے پڑھا تھا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ پھر صحابہ کرام نے اور قرآن مجید میں بھی ہے۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ نِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ پس اللہ حسبی کہکر ناظم نے بھی انھیں حضرات کی سُنّت پر عمل کیا ہے۔

یہاں پہونچ کر بفضلہ تعالیٰ قصیدہ کے خطبہ کی شرح ختم ہو گئی۔ اب مقصود یعنی باب الاستعاذہ شروع ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ الِاسْتِعَاذَۃِ

اس میں پانچ شعر ہیں

پہلا باب - اعوذ پڑھنے کے بیان میں

چونکہ تلاوت کے شروع میں اَعُوْذُ پڑھی جاتی ہے۔ اس لئے اس باب کو سب سے پہلے لائے ہیں۔ کسی شے کا باب دروازہ ہے۔ جس سے اس شے تک پہونچیں۔ اس باب میں اَعُوْذُ کی کیفیت[1] اور اس کا محل[2] اور اس کے بارے میں قراء کے مذاہب[3] بیان کی جاتی ہیں۔ اس لئے ناظم نے بھی ایسا ہی کیا۔ استعاذہ کے معنی ہیں پناہ چاہنا اور اصطلاحی معنی ہیں قراءت کی ابتدا میں اعوذ باللہ پڑھنا اور یہ اجماعاً قرآن مجید میں سے نہیں ہے۔

٩٥ - اِذَا مَا اَرَدْتَ الدَّهْرَ تَقْرَأُ فَاسْتَعِذْ ... جِهَارًا مِّنَ الشَّيْطَانِ بِاللّٰهِ مُسْجَلَا

ترجمہ:۔ جب تو کسی زمانہ میں (قرآن) پڑھنے کا ارادہ کرے تو (اَعُوْذُ پڑھکر) شیطان (کی برائی) سے اللہ کی طرف پناہ لے (اس حالت میں کہ) تو جہر کرنے والا ہو (نیز اس حالت میں کہ) یہ (استعاذہ) بلا قید کیا ہوا ہے۔ (یعنی عام ہے کہ قراءت کی ابتدا کسی سورت کے شروع سے ہو۔ خواہ درمیان سے نیز چاہے جس قاری کی قراءت پڑھیں ہر حال میں اَعُوْذُ پڑھی جائے گی)

٩٦ - عَلٰى مَا اَتٰى فِى النَّحْلِ يُسْرًا وَّاِنْ تَزِدْ ... لِرَبِّكَ تَنْزِيْهًا فَلَسْتَ مُجَهَّلَا

ترجمہ:۔ (تو پناہ لے اس حالت میں کہ تو استعاذہ کے بارے میں) اس (کلام) پر (اعتماد کرنے والا ہو) جو سورۂ نحل میں آیا ہے (کہ انہیں الفاظ سے استعاذہ کرے اور انہیں کو دلیل بنائے اس حالت میں کہ وہ کلام مختصر ہونے کی بنا پر) آسانی والا (یا آسان کیا ہوا) ہے۔ اور اگر تو (نحل کے الفاظ میں) اپنے رب کی پاکی بیان کرنے کے الفاظ زیادہ کردے گا۔ تو تو (اس عمل میں) جہالت کی طرف نسبت کیا ہوا نہیں ہوگا۔ (یعنی جاہل نہیں کہلائے گا۔ کیونکہ اس قسم کی زیادتی بھی نقل سے ثابت ہے۔ اور کتاب وسنت میں کوئی نص ایسی نہیں جو اس کو ناجائز قرار دیتی ہو)

شرح:۔ [1] یعنی شیطان کے شر سے حق تعالیٰ کی طرف پناہ لینے کیلئے جہری قراءت کی ابتداء میں خواہ کسی سورت کے شروع سے ہو یا درمیان سے ہر حالت میں تمام قراء کیلئے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ آواز سے پڑھنا چاہئے۔ [2] ۔ اور قراءت کے شروع میں اَعُوْذُ کا پڑھنا جمہور کے نزدیک مستحب ہے۔ اور بعض کے قول پر واجب ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے پڑھنے سے حق تعالیٰ کی خاص حفاظت شامل حال ہو جاتی ہے اور قاری شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہتا ہے۔ [3] ۔ اولیٰ یہ ہے کہ اَعُوْذُ کے الفاظ کی ترتیب وہ ہو جو سورۂ نحل میں آرہی ہے۔ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ یہ مختصر ہونے کی بنا پر آسان بھی ہے اور اس میں قرآن مجید کی موافقت بھی ہے۔ اور حق تعالیٰ کی پاکی کیلئے اس میں الفاظ کا زیادہ کرنا بھی جائز ہے۔ جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ اور اَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ اِنَّ اللهَ يا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ اور چونکہ اس قسم کی زیادتی بھی روایت سے ثابت ہے (جیسا کہ علامہ دانیؒ نے جامع البیان میں اہل مغرب سے اور مشائخ کی ایک جماعت نے بہت سے قراء اور رواۃ سے نقل کیا ہے) اس لئے ایسا کرنے میں کوئی تم کو جاہل نہیں کہہ سکتا۔ البتہ بہتر یہی ہے کہ یہ زیادتی نہ کی جائے۔ رہا شیطان کی برائی کیلئے استعاذہ میں الفاظ کا زیادہ کرنا۔ (جیسے مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ اللَّعِينِ الْغَوِيِّ وغیرہ) سو یہ قراءت میں جائز نہیں۔ اگرچہ غیر قراءت میں یہ بھی جائز ہے۔ اور اسی طرح ابو القاسم ہذلی کی کامل میں دو طرح کے الفاظ اور آئے ہیں ۱۔ اَعُوذُ بِاللهِ الْقَادِرِ مِنَ الشَّيْطَانِ الْغَادِرِ ۲۔ اَعُوذُ بِاللهِ الْقَوِيِّ مِنَ الشَّيْطَانِ الْغَوِيِّ لیکن یہ دونوں بھی روایۃً صحیح نہیں اور مشہور الفاظ میں کمی کرکے اَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ پڑھنا بھی جائز ہے (ابوداؤدؒ عن جبیر بن مطعمؓ) مگر قوی نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں سورۂ نحل کے الفاظ کی پوری موافقت نہیں ہوتی۔

فائدہ ۱:- ناظم نے جہر میں کوئی قید نہیں لگائی جس سے یہ نکلتا ہے کہ اَعُوذُ کو ہر حال میں آواز سے پڑھنا چاہئے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ اس میں تفصیل کی جائے جیسا کہ صاحب اتحاف البریہ نے ان دو شعروں میں کی ہے:۔ شعر

إِذَا مَا أَرَدْتَ الدَّهْرَ تَقْرَأُ فَاسْتَعِذْ ... وَبِالْجَهْرِ عِنْدَ الْكُلِّ فِي الْكُلِّ مُسْجَلَا

بِشَرْطِ اسْتِمَاعٍ وَابْتِدَاءِ دِرَاسَةٍ ... وَمُخْفِيًا أَوْ فِي الصَّلَاةِ فَفَصِّلَا

یعنی اَعُوذُ کی چار صورتیں ہیں ۱۔ کوئی سننے والا بھی موجود ہو ۲۔ قراءت و تعلیم کی ابتداء ہو ان دو صورتوں میں تو اَعُوذُ کا آواز سے پڑھنا اولیٰ ہے۔ تاکہ سننے والا شروع ہی سے متوجہ ہو جائے اور قراءت کا کوئی حصہ اس سے فوت نہ ہونے پائے اور قراءت کے درمیان اَعُوذُ کے پڑھنے سے آیتوں میں جدائی ہو جاتی ہے۔ ۳۔ قرآن آہستہ پڑھ رہے ہوں۔ ۴۔ نماز میں پڑھ رہے ہوں۔ ان دو صورتوں میں اَعُوذُ کا آہستہ پڑھنا بہتر ہے (ارشاد المرید) کیونکہ تیسری صورت میں اَعُوذُ کو آواز سے پڑھیں گے۔ تو قراءت کے تمام حصے یکساں نہیں رہیں گے اور نماز میں آواز سے پڑھیں گے تو یہ شبہ ہوگا کہ اَعُوذُ بھی قرآن کا جزء ہے۔ کیونکہ نماز میں اکثر قرآن ہی آواز سے پڑھا جاتا ہے۔ اس لئے نماز میں آہستہ ہی پڑھنے پر اجماع ہے (ملا علی قاریؒ) اور خلاصہ یہ ہے کہ اَعُوذُ قراءت کے تابع ہے۔ پس اگر قرآن آہستہ پڑھ رہے ہوں تو اَعُوذُ کو بھی آہستہ پڑھیں گے اور آواز سے پڑھ رہے ہوں تو اَعُوذُ کو بھی آواز سے پڑھیں گے۔

فائدہ ۲:- اگر قاری کسی مجبوری سے قراءت کو بند کر دے جیسے کھانسنے لگے یا قراءت کے متعلق کوئی بات پوچھنے لگے۔ تو اَعُوذُ کو نہ لوٹائے اور اگر قراءت کے سوا اور کوئی بات کی ہو (گو سلام کا جواب ہی دیا ہو) یا بالکل ختم کرنے کی نیت سے قراءت کو بند کر دیا ہو تو ان دونوں صورتوں میں اَعُوذُ کو لوٹائے اور تلاوت کے سجدے کے بعد بھی اَعُوذُ کے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ ابو عبد الرحمٰن سلمی کے شاگرد عطاء ابن سائب فرماتے ہیں کہ جب ہم سجدے کی آیت پڑھتے تو شیخ اور ہم سب سجدہ کرتے تھے۔ سجدۂ تلاوت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب اور باقی تین اماموں کی رائے پر سنت ہے اور امام ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ کی رائے پر کل سجدے چودہ[1] ہیں۔ اس طرح پر کہ امام ابو حنیفہؒ حج کے دوسرے کو اور شافعیؒ ص والے کو شمار نہیں کرتے۔ باقی سجدوں کو دونوں شمار کرتے ہیں اور امام مالکؒ کے قول پر گیارہ ہیں وہ چار سجدوں (حج کے دوسرے۔ نجم۔ انشقاق۔ علق) کو شمار نہیں کرتے۔

فائدہ ۳:- اَعُوذُ کا موقعہ جمہور کے نزدیک قراءت سے پہلے ہے اور بعض فَاسْتَعِذْ کی فاء کو دلیل بنا کر کہتے ہیں کہ تلاوت کے بعد پڑھی جائے اور اس کو امام حمزہؒ سے بھی نقل کیا ہے لیکن یہ ان کے مشہور مذہب کے خلاف ہے۔ اور بعض کہتے ہیں

[1] امام احمدؒ کے یہاں پندرہ کے پندرہ سجدے ہیں۔ ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ قراءت سے پہلے بھی پڑھیں اور بعد میں بھی تاکہ دونوں قولوں پر عمل ہو جائے اور ممکن ہے کہ امام حمزہؒ کے آخیر میں پڑھنے کی روایت کا بھی یہی مطلب ہو۔

النحو والعربیہ:- باب الاستعاذہ ۱؎۔ کتابوں میں بَابٌ ۔ فَرْعٌ ۔ فَصْلٌ ۔ تَنْبِیْہٌ وغیرہ آتے ہیں۔ یہ سب هٰذَا مقدر کی خبر ہوتے ہیں اور کبھی اس مبتدا کو ظاہر بھی کر دیتے ہیں ۲؎ یُقَالُ عَاذَ بِکَذَا اَیْ اِسْتَجَارَ بِہٖ ۔ شعر ۹۵۔ ۱؎ اِذَا ظرف زمان ہے اور مستقبل کیلئے ہے اور اس میں شرط کے معنیٰ بھی ہیں اور یہ اپنے جواب کا مفعول فیہ ہوا کرتا ہے اسی لئے یہاں یہ فَاسْتَعِذْ کا ظرف ہے۔ ۲؎ الدَّهْرَ اَرَدْتَ کا مفعول فیہ ہے اور تَقْرَأُ اسی کا مفعول بہ ہے اور اسی لئے یہاں اَنْ مقدر مانا گیا ہے تاکہ یہ اسم بن جائے اور تَقْرَأُ میں روایۃً تو رفع ہے لیکن ترکیباً نصب بھی جائز ہے جیسا کہ طرفہ کے قول میں ہے۔ شعر

اَلَا اَیُّهٰذَا اللَّائِمِیْ اَحْضُرُ الْوَغٰی + وَاَنْ اَشْهَدَ اللَّذَّاتِ هَلْ اَنْتَ مُخْلِدِیْ

اور تَسْمَعُ بِالْمُعَیْدِیِّ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ تَرَاهُ میں رفع و نصب دونوں جائز بتائے گئے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہاں فعل بول کر اس کا ایک جزو معنی مصدری مراد لئے ہیں اور وَمِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ (روم ع) بھی اسی قبیل سے ہے ۳؎۔ جِهَارًا یا تو جَهَرَ کا مصدر ہے کَتَبَ کِتَابًا کی طرح یا جَاهَرَ کا مصدر ہے قَاتَلَ قِتَالًا کی طرح اور یہ یا تو مصدر مقدر اِسْتِعَاذَۃً کی صفت ہے اَیْ اِسْتِعَاذَۃً ذَاتَ جَهْرٍ یا اِسْتَعِذْ کے فاعل سے حال ہے۔ ۴؎۔ دونوں جار اِسْتَعِذْ کے متعلق ہیں۔ ۵؎ مِنَ الشَّیْطَانِ بِاللّٰہِ میں شعری ضرورت کے سبب قرآنی ترتیب کا عکس کیا گیا ہے ۶؎۔ شیطان سے مراد ابلیس ہے کیونکہ وہ شیاطین کا سردار ہے یا ابلیس اور اس کی تمام جماعت مراد ہے مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ کی طرح اس صورت میں یہ جنس شیطان کے معنیٰ میں ہوگا اور یہ یا تو شَطَنَ بمعنی بَعُدَ سے ہے۔ کیونکہ شیطان بھی حق تعالیٰ کی رحمت سے دور اور محروم ہے یا شَاطَ سے ہے جو هَلَكَ کے معنیٰ میں ہے۔ کیونکہ جب وہ درجات قرب سے محروم ہو کر قیامت تک کیلئے لعنتوں کا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کا مستحق بن گیا تو یقیناً ہلاک و برباد ہو گیا۔ پہلی صورت میں فَیْعَالٌ کے اور دوسری تقدیر پر فَعْلَانٌ کے وزن پر ہوگا۔ ۷؎ مُسْجَلًا بمعنی مطلقاً تَعَوُّذًا مقدر کی صفت ہے ۸؎ اَرَدْتَ میں نحل کی آیت کی شرح کی ہے کہ قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ کی تقدیر اَرَدْتَ قِرَاءَۃَ الْقُرْاٰنِ ہے چونکہ ارادہ ہر فعل کا سبب ہوتا ہے اس لئے شدت اتصال کی بناء پر مسبب (قراءت) بول کر مجازاً سبب (ارادہ قراءت) مراد لیا ہے اور اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ مائدہ ع اور وَکَمْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اَهْلَکْنٰهَا اعراف ع اور حدیث اِذَا جَاءَ اَحَدُکُمُ الْجُمُعَۃَ فَلْیَغْتَسِلْ (شیخان و مالک والنسائی عن ابن عمرؓ) بھی اسی قبیل سے ہیں ۹؎ حافظ اصبہانی کہتے ہیں کہ جب میں ۸۲۲ھ میں عمرہ کے بعد اپنے شیخ علامہ جزری سے ان کی کتاب نشر پڑھ رہا تھا۔ اس وقت موصوف نے یہ نکتہ بیان فرمایا تھا کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ نحل کی آیت کی تقدیر اِذَا اَرَدْتَ قِرَاءَۃَ الْقُرْاٰنِ کے بجائے اِذَا ابْتَدَأْتَ اَوْ شَرَعْتَ مانی جائے کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی شخص قراءت کا ارادہ تو کرے لیکن پھر کسی وجہ سے قراءت شروع نہ کر سکے تو اس صورت میں استعاذہ کے کچھ بھی معنیٰ نہ ہوں گے۔ انتہیٰ۔ شعر ۹۶۔ ۱؎ عَلٰی یا تو کَائِنَۃً کے متعلق ہے جو مفعول مطلق اِسْتِعَاذَۃً مقدر کی صفت ہے یا مُعْتَمِدًا کے متعلق ہے جو اِسْتَعِذْ کے فاعل سے حال ہے۔ ۲؎ یُسْرًا مصدر ہے اَیْ ذَا یُسْرٍ اَوْ مُیَسَّرًا ۳؎ تَنْزِیْهًا۔ تَزِدْ کا دوسرا مفعول ہے اور پہلا مقدر ہے اَیْ وَاِنْ تَزِدِ الْاِسْتِعَاذَۃَ اَلْفَاظًا تَنْزِیْهًا (اگر تو استعاذہ کو

؎ اے میرے ملامت گر کہ حضور جنگ و حضور مجلس لذت پر مجھ کو ملامت کرتا ہے بھلا یہ تو بتا دے کیا تو مجھ کو حیات جاوداں دے سکتا ہے (تعلیقات علی المعلقات) ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے رب کی پاکی کے الفاظ زیادہ دیدے۔ الخ) یا تقدیر یہ ہے وَإِنْ تَزِدْ عَلٰی أَلْفَاظِ النَّحْلِ لَفْظًا اس صورت میں تزد کو ایک ہی مفعول کی حاجت ہوگی اور تَنْزِيهًا، تَزِدْ کا مفعول لہٗ ہوگا ۴ لِرَبِّهٖ یا تو تَنْزِيهًا کے متعلق ہے اور ظرف کا مصدر پر مقدم کرنا جائز ہے یا تَزِدْ کے متعلق ہے ۵ فَلَسْتَ کی فاء شرط کے جواب کیلئے ہے ۶ لَسْتَ میں لام کے فتحہ سے معلوم ہوگیا کہ یہ فعل جامد ہے۔ جس کے صرف ماضی کے دو چار صیغے مستعمل ہوتے ہیں کیونکہ اگر متصرف ہوتا تو لِسْتَ۔ سِرْتَ۔ بِعْتَ وغیرہ کی طرح یائے محذوفہ پر دلالت کرنے کیلئے لَسْتَ میں بھی لام پر کسرہ آتا۔

۹۷/۳۔ وَقَدْ ذَكَرُوا لَفْظَ الرَّسُولِ فَلَمْ يَزِدْ وَلَوْ صَحَّ هٰذَا النَّقْلُ لَمْ يُبْقِ مُجْمَلَا

ترجمہ:۔ اور علم قراءت کے مصنفین نے (نافعؒ اور ابن مسعودؓ کی روایتوں سے استعاذہ کے بارے میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ بیان کئے ہیں۔ سو (ان روایتوں کے اعتبار سے) آپ نے (نحل کے الفاظ پر کوئی لفظ بھی) زیادہ نہیں کیا۔ لیکن یہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں) اور اگر یہ نقل صحیح ہوتی تو (نحل کی آیت میں) اجمال باقی نہ رہنے دیتی۔ (بلکہ استعاذہ کیلئے نحل ہی کے الفاظ متعین ہوجاتے)۔

شرح:۔ یعنی قراء اور محدثین نے عبداللہ بن مسعودؓ اور نافعؒ کی روایتوں کی بنا پر استعاذہ کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ بیان کئے ہیں۔ سو ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جناب نے استعاذہ میں نحل کی آیت کے الفاظ پر زیادتی نہیں کی لیکن یہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں۔ جیسا کہ ناظم اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ نقل (روایت) صحیح ہوتی تو نحل کی آیت میں اجمال باقی نہ رہنے دیتی۔ بلکہ اس روایت سے آیت کی شرح ہوجاتی اور صاف معلوم ہوجاتا کہ استعاذہ انہی الفاظ سے ہونا چاہئے لیکن چونکہ روایت ضعیف ہے اور آیت مجمل ہے۔ اس لئے الفاظ کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوسکا۔ اور اسی لئے دوسری روایت کی بنا پر حق تعالیٰ کی پاکی کے الفاظ کا زیادہ کرنا بھی جائز قرار دیا گیا۔ لیکن پھر بھی اولیٰ یہی ہے۔ کہ استعاذہ نحل ہی والے الفاظ سے کیا جائے۔ کیونکہ اس میں آیت کی بھی موافقت ہے۔ گو وہ آیت مجمل ہی سہی۔ اور حدیث کی بھی مطابقت ہے۔ جو اگرچہ ظاہراً تو صحیح نہیں ہے۔ لیکن صحیح ہونے کا احتمال رکھتی ہے۔ اور نحل کی آیت میں اجمال یہ ہے کہ اس میں استعاذہ کا حکم تو مذکور ہے لیکن یہ بات وضاحت کے ساتھ معلوم نہیں ہوئی کہ اس کے لئے الفاظ کون سے ہوں۔ پس جن الفاظ سے بھی استعاذہ کرلیں گے مقصود حاصل ہوجائیگا۔ اسی بنا پر حق تعالیٰ کی پاکی کیلئے اَلسَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وغیرہ کی زیادتی کو جائز رکھا گیا اور وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ (سورۂ نساء عٓ) بھی اسی قبیل سے ہے کہ بعینہٖ یہی الفاظ ضروری نہیں بلکہ جن الفاظ سے بھی درخواست کرلیں گے مقصود حاصل ہوجائیگا۔ اور آیت میں اجمال سے مراد اطلاق ہے۔ اور لغتہً دونوں قریب المعنیٰ ہیں لیکن اصول فقہ میں مطلق اور مجمل کے معنی ایک دوسرے سے جدا ہیں۔

فائدہ:۔ ۱۔ اس شعر میں جس روایت کا ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھی تو آپ نے فرمایا کہ اے ام عبد کے بیٹے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھ۔ یہ جبرئیلؑ سے پھر میکائیلؑ سے پھر لوح محفوظ سے اسی طرح ہے۔ مجھکو جبرئیلؑ نے قلم سے پھر لوح محفوظ سے اخذ کرکے اسی طرح پڑھایا ہے۔ لیکن ابو شامہؒ کی تحقیق پر حدیث کی کتابوں میں اس روایت کیلئے کوئی اصل نہیں ہے۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ نافعؒ نے جبیر بن مطعمؓ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھی اور فرمایا کہ میں نے جبرئیلؑ کے روبرو اسی طرح پڑھا ہے۔ اس کو ابو داؤدؒ نے دوسرے الفاظ سے روایت کیا ہے۔ اور وہ یہ ہیں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ مِنْ نَفْخِہٖ وَنَفْثِہٖ وَھَمْزِہٖ۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوگیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نحل کے الفاظ پر زیادتی نہیں کی لیکن چونکہ یہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں۔ اور ان احادیث کے خلاف ہیں جو ان کے مقابلہ میں صحیح تر ہیں۔ اور انہیں میں سے وہ حدیث بھی ہے۔ جس کو ابو داؤدؒ نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اٹھتے تھے تو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ مِنْ ھَمْزِہٖ وَنَفْخِہٖ وَنَفْثِہٖ پڑھتے تھے۔ ترمذی میں ہے کہ اس باب میں یہ حدیث مشہور تر ہے اس لئے ناظمؒ نے وَلَوْ صَحَّ الخ فرمایا ہے فائدہ ۲:۔ یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا تھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نحل کے الفاظ پر زیادتی نہیں کی جیسا کہ شعر ۹۷ کے فَلَمْ یَزِدْ سے معلوم ہوتا ہے تو پھر آپ نے شعر ۹۶ میں حق تعالیٰ کی پاکی کے الفاظ کا زیادہ کرنا کس بناء پر جائز بتایا ہے پس ناظم نے وَلَوْ صَحَّ الخ میں اس کا جواب دیدیا کہ جس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جناب نبی نے زیادتی نہیں کی وہ روایت ثابت نہیں ہے۔ اس بنا پر زیادتی کو جائز رکھا گیا۔ البتہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو پھر نحل ہی کے الفاظ استعاذہ کیلئے مقرر ہو جاتے اور حدیث سے آیت کی شرح ہو جاتی کیونکہ حدیث قرآن مجید کے غیر واضح مطالب کو واضح کیا کرتی ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ کے ارشاد لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ (نحل ع ۶) سے معلوم ہوتا ہے۔ پس یہ بات متعین ہو جاتی کہ نحل کے الفاظ سے استعاذہ کرنا یا تو اولیٰ ہے یا واجب ہے اور اب اجمال کی صورت میں یہ دونوں معنی آیت سے نہیں نکلتے اگر ان دونوں میں سے ایک معنی بھی ثابت ہو جاتے تو تخییر باقی نہ رہتی۔

النحو والعربیہ:۔ ۱ لَمْ یَزِدْ کی ضمیر یا تو رسول کیلئے ہے یا لفظ کیلئے اور جعبری کے قول پر اس کے دونوں مفعول محذوف ہیں ای لَمْ یَزِدِ الْاِسْتِعَاذَۃَ شَیْئًا اور اظہر یہ ہے کہ یوں کہا جائے۔ لَمْ یَزِدْ عَلَی الْاِسْتِعَاذَۃِ الْمَعْرُوْفَۃِ اَیْ عَلَی الْمَبْنِیَّۃِ عَلٰی مَا اَتٰی فِی النَّحْلِ شَیْئًا یا یوں کہو کہ لَمْ یَزِدْ قاصر ہے اور ایک ہی مفعول کو چاہتا ہے ای لَمْ یَزِدْ لَفْظًا عَلٰی مَا اَتٰی فِی النَّحْلِ ۲ اَلنَّقْلُ ھٰذَا کی صفت یا بدل ہے ۳ لَوْ کے جواب میں سے لام کو اس لئے حذف کر دیا کہ لَلَمْ یُبْقِ میں دو لاموں کا جمع ہونا مکروہ تھا۔ ۴ مُجْمَلًا یا تو مصدر میمی ہے یا لَفْظًا مقدر کی صفت ہے اور مفعول کا صیغہ ہے اور مجمل وہ ہے جس کی دلالت ظاہر نہ ہو اور اس کا مقابل مفصل ہے یعنی وہ جس کے معنی واضح ہوں۔

۹۸/۴ وَفِیْہِ مَقَالٌ فِی الْاُصُوْلِ فُرُوْعُہٗ فَلَا تَعْدُ مِنْہَا بَاسِقًا وَّ مُظَلِّلَا

ترجمہ:۔ اور اس (تعوذ یا لفظ امر یا لفظ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایسی بحث ہے جس کی تفصیلیں (قراءت کی مفصل کتابوں میں (درج) ہیں۔ پس تو ان (تفصیلات) میں سے دراز اور سایہ ڈالنے والی (فوائد سے بھری ہوئی اور قوی تفصیل) سے تجاوز نہ کر (یعنی فن کی مطول کتابوں کا مطالعہ کر کے ان میں سے قوی اور صحیح تفصیل کو اختیار کر لو۔ اور قوی کو ترک کر کے ضعیف کی طرف نہ جاؤ)

شرح:۔ اس شعر کے تین مطلب ہیں (۱) تعوذ کی بحث قراءت کی بڑی بڑی کتابوں (مثلاً ہذلیؒ کی کامل اور اہوازیؒ کی ایضاح اور شہرزوریؒ کی مصباح اور دانیؒ کی جامع البیان) میں مفصل طور پر مذکور ہے۔ پس ان کتابوں میں سے قوی اور عمدہ تفصیل کو اختیار کر۔ (ب) استعاذہ کی قسموں میں سے قوی اور اعلیٰ قسم کو اختیار کر کے باقی تفصیلوں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قسموں کو چھوڑ دو۔ (ج) استعاذہ کے بارے میں بہت کچھ کلام ہے (کہ آیا اس کیلئے نحل ہی کے الفاظ متعین ہیں یا دوسرے الفاظ سے بھی جائز ہے) جس کی فروع (اقسام) تم کو اصول (بڑی کتابوں) میں ملیں گی۔ یعنی بڑی بڑی کتابوں میں استعاذہ کے متعلق بہت سے اقوال ہیں۔ ان میں سے جو قول ظاہر ہو اور دلیل کے اعتبار سے واضح ہو تم اس سے تجاوز نہ کرنا اور اسی کو اختیار کر لینا۔

فائدہ:۔ اصول سے مراد یا تو قرارت کی بڑی بڑی کتابیں ہیں یا احادیث کے اصول ہیں یعنی اس کی تفصیلیں حدیث کے اصول میں ہیں۔ اس لئے کہ علماء نے حدیث اور سند کی صحت اور اس کے رجال کے حکم کے متعلق بحث کی ہے۔ یا فِیْهِ کی ضمیر لفظ امر کیلئے ہے۔ جو فَاسْتَعِذْ سے سمجھا گیا ہے۔ اور اصول سے مراد اصول فقہ ہیں یعنی اس لفظ امر میں ایسی بحث ہے جو اصول فقہ میں درج ہے۔ کیونکہ اس میں بحث کی گئی ہے کہ اِفْعَلْ کا صیغہ وجوب و استحباب و اباحت وغیرہ میں سے کس کے لئے ہے پس بعض نے وجوب کو اور بعض نے استحباب کو اور بعض نے اباحت کو حقیقی معنی کہا ہے۔ اور بعض تینوں معنیٰ میں مشترک بتاتے ہیں۔ اور داؤد اور ایک جماعت استعاذہ کے واجب ہونے کی قائل ہے۔ لیکن مستحب کہنا بہتر ہے۔ کیونکہ تعوذ شرط کے طور پر مذکور ہے اور اس کا مشروط یعنی قرارت واجب نہیں تو پھر شرط کیونکر واجب ہو سکتی ہے۔ بخلاف اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ کے کہ اس میں مشروط (نماز) واجب ہے اس لئے شرط (وضوء) بھی واجب ہے اور ان دونوں شعروں کا حاصل یہ ہے کہ آیت کی موافقت اور روایات کی کثرت اور شہرت کی بنا پر تعوّذ میں نحل کے الفاظ مختار ہیں۔ اور ان پر زیادتی بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ روایت کے موافق ہو۔ رہے غیر مروی الفاظ سو ظاہر یہ ہے کہ آیت کے مجمل ہونے کی بنا پر ان کا زیادہ کرنا بھی جائز ہے۔ لیکن اولیٰ وہی الفاظ ہیں جو حدیث سے ثابت ہیں اور سخاویؒ نے جمال القرا میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ نحل کے الفاظ پر اکتفا کیا جائے اور یہی چاروں اماموں اور تمام فقہاء کے نزدیک مختار ہے۔ لیکن امام مالک رحہ نماز میں تعوّذ کو جائز نہیں رکھتے کیونکہ ان کے نزدیک نماز میں حدیث سے ثابت نہیں اور حمزہؒ سے جو اَعُوْذُ کی بجائے اَسْتَعِیْذُ منقول ہے اور اس کو حنفیہ میں سے صاحب ہدایہ نے بھی پسند کیا ہے۔ سو یہ نہ روایۃً صحیح ہے نہ درایۃً۔ درایۃً تو اس لئے کہ اس میں پناہ مانگنے کی طلب ہے اس سے امر کی اطاعت نہیں ہوتی۔ کیونکہ امر کی اطاعت یہ ہے کہ اَعُوْذُ (میں پناہ میں آتا ہوں) کہا جائے (نہ یہ کہ میں پناہ طلب کرتا ہوں) اور روایۃً اس لئے کہ متواتر آیات اور معتبر روایات سب میں لفظ اَعُوْذُ آیا ہے جیسے قُلْ اَعُوْذُ اور اِنِّیْ اَعُوْذُ اور روایت میں ہے تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ۔ اس پر صحابہ رضہ نے کہا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ اور مسلم وغیرہ کی روایت میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی التحیات پڑھ لے تو اس کے بعد چار چیزوں سے پناہ مانگے۔ پس یوں کہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ۔

النحو والعربیۃ:۔ ۱؎ فِیْهِ کی ضمیر لفظ الرَّسُوْلِ کیلئے بھی ہو سکتی ہے ۲؎ مَقَالٌ مصدر میمی ہے ۳؎ اُصُوْل۔ اَصْل کی جمع ہے۔ جو تین معنیٰ میں آتا ہے:۔ (ا) وہ جس سے کوئی چیز پیدا ہو۔ (ب) مرجع۔ (ج) موقوف علیہ اسی طرح فَرْعٌ کے بھی تین معنیٰ ہیں۔ جو ان تینوں کے مقابل ہیں ۴؎۔ فَلَا تَعْدُ کا فاعل ہر مخاطب ہے۔ ۵؎۔ بَاسِقًا طَوِيْلًا۔ فَرْعًا مقدر کی صفت ہے اور موصوفین کا مجموع فَلَا تَعْدُ کا مفعول ہے۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۹۹ ـ وَاِخْفَاءُ هٗ (فَ)صْلٌ (اَ)بَاهُ (وُ)عَاتُنَا　　　وَكَمْ مِّنْ فَتًى كَالْمَهْدَوِيْ فِيْهِ اَعْمَلَا
۵

ترجمہ:- اور (فاء اور ہمزہ والوں حمزہ اور نافع کیلئے) اس (اَعُوْذُ) کا آہستہ پڑھنا (قراءت کی فصول اور اس کے ابواب میں سے ایک ایسی) فصل (اور ایسا باب) ہے جس کا ہمارے حفاظ (وماہرین) نے انکار کیا ہے (اور اس کو مکروہ سمجھا ہے اور عملاً اختیار نہیں کیا۔ یا اس کا آہستہ پڑھنا قرآن وغیر قرآن میں جدائی کرتا ہے۔ اس اخفاء کا ہمارے حفاظ نے انکار کیا ہے) اور (مصنفین میں سے) بہت سے قوی جوان جو ہیں (اور وہ ابو العباس رح احمد بن عمار) مہدوی کے مانند (ہیں) انھوں نے اس (اخفاء کے صحیح اور ثابت کرنے) میں (اپنے فکر کو) استعمال کیا ہے (اور اس کیلئے دلیلیں بیان کی ہیں)

شرح:- ۱ ابو شامہ رح اور جعبری رح کے قول پر اس شعر میں فَصْلٌ کی فا حمزہ کی اور اَبَاهُ کا ہمزہ نافع کی رمز ہے اور وُعَاتُنَا اور وَكَمْ کے دونوں واد فاصل ہیں۔ اسی لئے ان کو قوسین میں رکھا گیا ہے۔ اور قصیدے میں یہ پہلا موقعہ ہے جس میں ناظم نے رموز استعمال کی ہیں۔ اور مقصود یہ ہے کہ حمزہ اور نافع سے اَعُوْذُ کا آہستہ پڑھنا بھی منقول ہے۔ لیکن محققین کے نزدیک یہ روایت ضعیف اور غیر معتبر ہے۔ ۲ اور ظاہر الفاظ کے لحاظ سے اس شعر کے دو مطلب ہیں۔ اول یہ کہ فَصْلٌ اسم ہے جو بحث اور باب کے معنی میں ہے۔ اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ اَعُوْذُ کا آہستہ پڑھنا فن قراءت کی بحثوں میں سے ایک بحث ہے جس کو ماہرین ومحققین نے مکروہ سمجھا ہے اور اس کو اختیار نہیں کیا۔ دوم یہ کہ فَصْلٌ مصدری معنی میں ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اَعُوْذُ کا آہستہ پڑھنا قرآن اور غیر قرآن میں جدائی کرتا ہے۔ کیونکہ جب اَعُوْذُ کو آہستہ اور بِسْمِ اللّٰهِ اور آیت کو آواز سے پڑھیں گے تو سننے والا آسانی سے سمجھ جائے گا کہ اَعُوْذُ قرآن میں سے نہیں ہے۔ لیکن ماہرین ومحققین نے آہستہ پڑھنے کی روایت کا انکار کیا ہے۔ کیونکہ استعاذہ کے بارے میں نحل کی آیت مطلق ہے اس میں اخفاء کی قید لگانا صحیح نہیں۔ البتہ جہر کی قید لگانا ظاہر کے خلاف نہیں۔ کیونکہ جہر سے مقصود یہ ہے کہ قرآن مجید کا شعار ظاہر ہو جائے۔ چنانچہ عیدین میں تکبیرات اور حج میں لَبَّيْكَ۔ لَبَّيْكَ۔ کہنے سے بھی اسلامی شعار کا اظہار ہوتا ہے۔ اور ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ آواز سے پڑھنے کی صورت میں سننے والا شروع ہی سے قراءت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور کوئی حصہ فوت نہیں ہوتا۔ اور اَعُوْذُ کے آہستہ پڑھنے کی صورت میں سننے والے کو قراءت کا کچھ حصہ فوت ہونے کے بعد خبر ہوتی ہے۔ لیکن نماز میں سب کے نزدیک آہستہ ہی پڑھنا مختار ہے کیونکہ وہاں تو مقتدی پہلے ہی سے خاموش ہوتا ہے۔ اس لئے وہ خود بخود قراءت کے شروع ہی سے متوجہ ہو جائے گا۔ ۳ پس اس دوسرے معنی پر فَصْلٌ میں آہستہ پڑھنے کی حکمت اور فائدے کی طرف اشارہ ہے کہ اس سے قرآن اور غیر قرآن میں جدائی ہو جاتی ہے پہلے معنی پر جملہ اَبَاهُ وُعَاتُنَا۔ فَصْلٌ کی صفت بنے گا اور دوسرے معنی پر مستانفہ ہوگا۔ کیونکہ حفاظ نے آہستہ پڑھنے سے انکار کیا ہے۔ اس حکمت کا انکار نہیں کیا اور صفت قرار دینے سے اس حکمت کا انکار لازم آئے گا۔ اور دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ فن کے بہت سے معتبر علماء نے اَعُوْذُ کے آہستہ پڑھنے کو پسند کیا ہے۔ اور اس کو دلائل سے ثابت کیا ہے اور انہیں میں سے مہدوی رح بھی ہیں جو تفصیل۔ تحصیل۔ ہدایہ اور اس کی شرح جیسی مشہور کتابوں کے مصنف ہیں۔ اور یہ مہدیہ کے رہنے والے ہیں۔ جو مغربی افریقہ کے ابتدائی حصہ میں آباد ہے اور اہوازی رح کا بھی یہی مسلک ہے اور اس بارہ میں روایات کی

تفصیل یہ ہے کہ نافع سے اسحٰق مسیبی کی روایت پر تمام قرآن میں اَعُوْذُ آہستہ ہے اور حمزہ سے اس بارے میں تین روایتیں آئی ہیں (۱) سُلَیم سے ابن زربی کی روایت پر تمام قرآن میں آہستہ (۲) خلادؒ کی روایت پر تمام قرآن میں تخییر یعنی آہستہ پڑھو خواہ آواز سے (۳) جامع البیان میں دانیؒ کی روایت کے لحاظ سے فاتحہ پر آواز سے اور باقی قرآن میں آہستہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور خلفؒ نے بھی حمزہ سے یہی نقل کیا ہے۔ پس اس شعر کا باطنی مطلب تو یہ ہے کہ اس میں رموز لاکر یہ بتایا ہے کہ حمزہؒ اور نافعؒ سے اَعُوْذُ کے آہستہ پڑھنے کی روایت بھی آئی ہے۔ اور ظاہری مقصد یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ اور بعض شارحین کے قول پر اس شعر میں ایک بھی رمز نہیں لیکن پہلا قول قوی اور صحیح ہے اور وجہ ظاہر ہے۔

خلاصہ یہ کہ اَعُوْذُ کو آہستہ اور آواز سے دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ لیکن آواز سے پڑھنا زیادہ قوی اور مختار اور طرق کے موافق ہے۔

تتمہ:۔ اَعُوْذُ میں سب کیلئے دوؔ وجوہ ہیں ۱؎ اَلرَّجِیْم پر وقف ۲؎ اس کا آیت کے ساتھ وصل۔ لیکن اگر آیت کے شروع میں اَللّٰہ یا اَلرَّحْمٰن یا حق تعالیٰ کی کوئی اور صفت ہو تو اس صورت میں اَلرَّجِیْم کا وصل نہ کرنا اولیٰ ہے۔ اور اَعُوْذُ اور بِسْمِ اللّٰہِ کو ملا کر پڑھنے کی صورت میں سب کیلئے چارؔ وجوہ ہیں ۱؎ فصل کل یعنی اَلرَّجِیْم۔ اَلرَّحِیْم دونوں پر وقف۔ ۲؎ فصل اول وصل ثانی یعنی اَلرَّجِیْم پر وقف اور اَلرَّحِیْم کا سورۃ کے ساتھ وصل ۳؎ وصل اول فصل ثانی یعنی اَلرَّجِیْم کا وصل اور اَلرَّحِیْم پر وقف ۴؎ وصل کل یعنی اَلرَّجِیْم۔ اَلرَّحِیْم دونوں کا وصل یہ اس صورت میں ہے جبکہ سورت کے اول سے شروع کریں۔ لیکن اگر درمیان کی کسی آیت سے شروع کرنا ہو تو وہاں صرف پہلی اور تیسری دوؔ وجوہ جائز ہیں اور یہ چاروں وجوہ اتحاف البریہ کے اس شعر میں مذکور ہے۔

وَوَقْفٌ عَلَيْهِ ثُمَّ وَصْلٌ بِأَرْبَعٍ ✤ نَعَمْ وَاسْتَعِذْ نَدْبًا أَوَاوْجِبْ وَوَهِّلَا

یعنی تمام قراء کیلئے اَعُوْذُ میں وقف و وصل دونوں جائز ہیں۔ اور اَعُوْذُ بِسْمِ اللّٰہِ میں چارؔ وجوہ ہیں۔ اور اَعُوْذُ کا پڑھنا ایک قول پر مستحب اور دوسرے قول پر واجب ہے اور یہ قول ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

فائدہ:۔ ۱؎ بعض کہتے ہیں کہ اَعُوْذُ دعا ہے لہٰذا اس کو اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا الخ کی بناء پر آہستہ پڑھنا چاہئے نیز اس حدیث کی بناء پر جس کا حاصل یہ ہے کہ آہستہ والی دُعا فضیلت میں جہری دُعا سے سترؔ درجہ زیادہ ہے۔ لیکن اس میں اخفا اور جہر دونوں پر عمل ہو جاتا ہے اس طرح پر کہ اَعُوْذُ قرأت کے تابع ہے کہ آہستہ تلاوت میں اَعُوْذُ آہستہ اور آواز سے پڑھنے کی حالت میں اَعُوْذُ بھی آواز سے پڑھی جاتی ہے۔ رہی بِسْمِ اللّٰہِ سو اس میں اماموں کا خلاف ہے جو مشہور ہے پس امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ سے آہستہ پڑھنا منقول ہے اور امام شافعیؒ کی کتاب اُمّ میں جہر و اخفا دونوں کو برابر بتایا ہے اور ان ہی کی کتاب املاء میں فقط جہر ہے اور ان کے اکثر اصحاب کے نزدیک بھی جہر ہی مختار ہے اور یاد رہے کہ اخفا کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ قاری خود سُن لے۔ پس محض حروف کا سوچ لینا اور زبان چلا لینا کافی نہ ہوگا اور جہر اخفا کی ضد ہے۔ پس اس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ دوسرا سُن لے۔

النحو والعربیۃ:۔ ۱؎ وُعَاۃ تَنَاوَاعِ (حَافِظٌ) کی جمع ہے اور وَعٰی یَعِیْ سے ہے ۲؎ کَمْ تکثیر کے لئے ہے اور اپنی تمیز فَتًی سے مل کر مبتدا ہے اور مِنْ زائد ہے اور اَعْمَلَا اَخَذَ بِہٖ خبر ہے ۳؎ کَا نُمَعْدِیْ کی تقدیر وَھُوَ کَالنُّمَعْدِیْ ہے اور یہ معترضہ ہے اور نسبت کی یاء میں لغت یا ضرورت کی بناء پر تخفیف کی گئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ الْبَسْمَلَةِ

اسمیں آٹھ شعر ہیں

دوسرا باب بسم اللہ کے بیان میں

چونکہ قراءت سے پہلے اَعُوذُ اور بِسْمِ اللّٰہِ دونوں پڑھی جاتی ہیں۔ اس لئے اَعُوذُ کے بعد بِسْمِ اللّٰہِ کا بیان لائے ہیں۔

۱۰۰/۱ ۔ وَبَسْمَلَ بَيْنَ السُّورَتَيْنِ (بِ)سُنَّةٍ — (رِ)جَالٌ (نَ)مَوْهَا (دِ)رْيَةً (وَ)تَحَمُّلَا

ترجمہ:۔ اور (قالون کسائی عاصم ۔ ابن کثیر کیلئے) دو سورتوں کے درمیان سنت (حدیث) کے موافق (عمل کرتے ہوئے اور حدیث کو دلیل بناتے ہوئے) ان لوگوں نے بِسْمِ اللّٰہِ پڑھی ہے جنھوں نے اس (سنت) کو (یا بِسْمِ اللّٰہِ کو .....) مرفوع کیا ہے (اور سند کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچایا ہے) اس حالت میں کہ یہ (حضرات) جاننے والے اور نقل کرنے والے ہیں (یعنی عقل و نقل کے جامع ہیں)

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

۱۰۱/۲ ۔ وَوَصْلُكَ بَيْنَ السُّورَتَيْنِ (فَ)صَاحَةٌ — (وَ)صِلْ وَاسْكُتَنْ (كُ)لٌّ (جَ)لَايَاهُ (حَ)صَّلَا

ترجمہ:۔ اور تیرا (فا والے حمزہ کے لئے) دو سورتوں کے درمیان وصل کرنا (متعدد احکام کا) ظاہر کردینا ہے (جن کی تفصیل فائدہ میں آئے گی) اور (کاف ۔ جیم ۔ حا والوں ابن عامر ۔ ورش ۔ ابوعمرو کیلئے سورت کے اخیر کا دوسری سورت کے ساتھ) وصل کر یا (سورت کے آخیر پر) سکتہ کر (یعنی اختیار رہے چاہو وصل کرو چاہو سکتہ اور اس کو تخییر کہتے ہیں جس کے معنیٰ ہیں اختیار دیدینا ۔ ان اختیار دینے والوں میں سے) ہر ایک نے اپنی (قراءت کی یا اس تخییر کی) ظاہر دلیلوں کو حاصل کرلیا ہے (یعنی یہ تخییر شیوخ کے اقوال کی بناء پر ہے۔ کسی کی انفرادی رائے کی بناء پر نہیں)

۱۰۲/۳ ۔ (وَ)لَا نَصَّ كَلَّا (حُ)بَّ وَجْهٌ ذَكَرْتُهُ — وَفِيهَا خِلَافٌ (جِ)يدُهُ (وَ)اضِحُ الطُّلَا

ترجمہ:۔ اور (اس تخییر کے بارے میں ان اڑھائی قاریوں کی) کوئی نص (صاف عبارت) نہیں ہے (جس میں انھوں نے دو سورتوں کے درمیان وصل و سکتہ کا حکم دیا ہو) خبردار (علماء کی طرف اس چیز کی نسبت نہ کرنا جو ان سے منقول نہ ہو پس یہ نہ کہنا کہ ان حضرات سے نص آئی ہے یا ہاں یہ صحیح ہے کہ ان سے نص نہیں آئی پس کَلَّا یا تو ردع کے معنیٰ میں ہے یا نَعَمْ کے لیکن) وہ وجہ (تخییر شیوخ کے یہاں) پسند کی گئی ہے جس کو میں نے بیان کیا ہے (یعنی ان اڑھائی قاریوں کے لئے وصل و سکتہ شیوخ نے اپنی رائے سے اختیار کیا ہے اور نص نہ ہونے کے وقت ایسے موقعوں میں رائے پر عمل کرلینا جائز ہے اس کی تفصیل مقدمہ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قیاسِ تقید کے تحت میں گذر چکی ہے) اور جیم والے ورش کیلئے) اس (بَسْمَلَہ) میں (بھی ایسا) خلاف ہے جس کی گردن ظاہر کناروں والی ہے (یعنی ورش کیلئے بسم اللہ کی وجہ بھی اس طرح مشہور ہے۔ جس طرح چھوٹی گردن والوں میں بڑی گردن والا مشہور ہوتا ہے پس ابوعمرو - ابن عامر کیلئے تو وصل و سکتہ دو ہی وجوہ رہیں اور ورش کے لئے تین ہوگئیں یہ دونوں اور بسم اللہ

شرح: بنا ۱ - یعنی بِسُنَّۃٍ کی بَا رِجَالٌ کی رَا نَمُوْھَا کے نون اور دِرْیَۃً کی دال والے ساڑھے تین قاری (قالون - کسائی - عاصم - ابن کثیر) حدیث کے موافق دو سورتوں کے درمیان (یعنی جبکہ پہلی سورۃ ختم ہوکر دوسری شروع ہو) بِسْمِ اللہِ پڑھتے ہیں اور چونکہ بِسْمِ اللہِ کا اختلاف حذف و اثبات کے قبیل سے ہے اس لئے بسملہ کی ضد سے نکل آیا۔ کہ باقی ساڑھے تین کیلئے بِسْمِ اللہِ کا ترک ہے۔

۱/۲ :- پھر ان میں سے فَصَاحَۃً کی فَا والے حمزہؒ پہلی سورت کے اخیر کا دوسری سورۃ کے شروع کے ساتھ بسم اللہِ کے بغیر وصل کرتے ہیں۔ پس ان کے نزدیک تمام قرآن ایک سورۃ کے حکم میں ہے اور کُلٌّ کے کاف اور جَلَایَاہُ کی جیم اور حُصَّلَا کی حا والے ڈھائی قاریوں (ابن عامر - ورش - ابوعمرو) کے لئے دو وجوہ ہیں۔ ۱ بِسْمِ اللہِ کے بغیر وصل ۲ سورۃ کے اخیر پر سانس لئے بغیر سکتہ کرکے دوسری سورۃ شروع کرنا یعنی اختیار ہے۔ دونوں میں سے جو وجہ چاہو پڑھ لو مگر دانیؒ وغیرہ کی رائے پر سکتہ اولیٰ ہے۔

۱۰۲/۳ :- لیکن اس تخییر (ان دونوں وجوہ) کو ان کیلئے شیوخ نے اپنی رائے سے پسند کیا ہے خود ان حضرات سے اس بارے میں کوئی صاف عبارت منقول نہیں اور جَنِیۡدُہٗ کے جیم والے ورش کے لئے بِسْمِ اللہِ میں بھی خلاف ہے جو خوب مشہور ہے۔ پس ابوعمرو و ابن عامر کے لئے تو دو ہی وجوہ رہیں۔ وصل و سکتہ اور ورش کے لئے تین ہوگئیں وصل و سکتہ و بسم اللہ اور تیسری وجہ زیادات قصیدہ سے ہے۔

خلاصہ:- یہ کہ دو سورتوں کے درمیان قالون - ابن کثیر - عاصم - کسائی کیلئے فقط بسم اللہ ہے اور حمزہؒ کے لئے بسم اللہ کے بغیر وصل ہے اور ابوعمرو - ابن عامر کیلئے دو وجوہ ہیں۔ بسم اللہ کے بغیر وصل و سکتہ اور ورش کے لئے تین ہیں یہ دونوں اور بسم اللہ عام ہے کہ یہ دونوں سورتیں ترتیب وار ہوں جیسے فاتحہ کے بعد بقرہ یا بقرہ کے بعد آل عمران پڑھیں۔ یا بلا ترتیب ہوں جیسے نساء کے بعد اعراف یا انفال وغیرہ شروع کریں دونوں حالتوں میں یہی تفصیل ہے لیکن اگر انفال کے بعد براۃ شروع کیا جائے تو ہم سب کیلئے حتیٰ کہ حمزہ کیلئے بھی تین وجوہ ہیں اور تینوں بسم اللہ کے بغیر ہیں کہ ۱ عَلِیۡمٌ پر وقف اور محقق کی رائے پر یہی اولیٰ ہے ۲ عَلِیۡمٌ پر سکتہ ۳ عَلِیۡمٌ کا وصل بَرَآءَۃٌ کے ساتھ اس کو شیخ المشائخ العلامہ متولی نے صاحب نشر کی پیروی کرتے ہوئے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ جن لوگوں نے ورش - ابوعمرو - ابن عامر کیلئے وقف کو اور حمزہؒ کیلئے سکتہ کو ناجائز بتایا ہے ان کا قول التفات کے قابل نہیں۔ انتہیٰ - اور ذیل کی چار صورتوں میں سب کیلئے بالاتفاق بسم اللہ ہے:- ۱ براۃ کے سوا کسی اور سورۃ کے اول سے پڑھنا شروع کریں۔ ۲ سورۂ فاتحہ پر عام ہے کہ اسی سے پڑھنا شروع کر رہے ہوں یا ختم قرآن میں سنت پر عمل کرنے کے لئے وَالنَّاسِ کے بعد فاتحہ پڑھیں۔ ۳ ایک سورۃ کو ختم کرکے پھر اسی کو شروع کریں جیسا کہ وظائف میں اور قرآن یاد کرنے کے وقت کرتے ہیں ۴ بسم اللہ نہ پڑھنے والوں کیلئے سورۃ کے اخیر پر وصل و سکتہ کے بجائے وقف کردیں اور سانس لے لیں۔ رہی سورۂ براۃ سو اس سے شروع کرتے وقت سخاویؒ وغیرہ کے قول پر تو برکت کیلئے بسم اللہ پڑھ لی جائے جیسا کہ درمیان کی آیتوں سے شروع کرتے وقت بھی بسم اللہ اسی لئے پڑھتے ہیں اور دوسرے حضرات کے قول پر نہ پڑھی جائے کیونکہ اس سورت کے شروع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں بسم اللہ لکھی ہوئی نہیں ہے۔ پس اگر پڑھیں گے تو رسم و اجماع کے خلاف ہوگا لیکن سخاوی رحؒ کی دلیل قوی ہے۔

فائدہ:۔ ۱ (الف) تیسرے شعر وَلَا نَصَّ الخ میں تین قول ہیں۔ (۱) اس میں حرف جِیۡدُہٗ کا جیم رمز ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ورش ۔ ابو عمرو ۔ ابن عامر کے لئے (جن کی رمزیں کُلٌ جَلَاہٗ یا حَصَّلَا میں آچکی ہیں) اہل ادا نے نص کے بغیر وصل و سکتہ کو پسند کیا ہے اور جِیۡدُہٗ کے جیم والے ورش کا بسم اللہ میں بھی خلاف ہے۔ پس ابو عمرو ۔ ابن عامر کیلئے تو دو ہی وجوہ رہیں وصل و سکتہ اور ورش کیلئے تین ہوگئیں۔ وصل و سکتہ و بسم اللہ اور نشر میں محقق رحؒ کے بیان سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ شاطبیہ میں ابو عمرو ۔ ابن عامر کیلئے تو وصل اور سکتہ دو وجوہ ہیں اور ورش کیلئے تین ہیں۔ وصل ۔ سکتہ ۔ بسم اللہ اور یہ مطلب اسی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے کہ وَلَا نَصَّ الخ میں حرف جِیۡدُہٗ کے جیم کو رمز مانیں ۲ اس میں تین رمزیں ہیں کُلًا کا کاف حُبَّ کی حا اور جِیۡدُہٗ کا جیم اب مطلب یہ ہوگا کہ ابو عمرو ۔ ابن عامر کیلئے تو نص کے بغیر وصل و سکتہ ہے اور ورش کیلئے وصل و سکتہ اور بسم اللہ تینوں ہیں۔ یہ پہلے مطلب کے ساتھ بالکل متحد ہے۔ لیکن صرف یہ کمی ہے کہ اس میں نص کی نفی کو ابو عمرو و ابن عامر کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے حالانکہ واقعہ میں ورش بھی ان کے ساتھ شریک ہیں کہ ان سے بھی نص نہیں آئی ہے۔ ۳ اس شعر میں ایک بھی رمز نہیں یعنی ورش ۔ ابو عمرو ۔ ابن عامر کیلئے نص کے بغیر وصل اور سکتہ ہے اور تینوں کا بسم اللہ میں بھی خلاف ہے یعنی تینوں کیلئے تین ۔ تین وجوہ ہیں یہ مطلب صاحب نشر کی اس تحقیق کے خلاف ہے جو ابھی نمبر ایک میں گذری ہے کہ وہ شاطبیہ میں ابو عمرو و ابن عامر کیلئے وصل و سکتہ دو اور ورش کیلئے تینوں وجوہ بتاتے ہیں اور ان تینوں میں سے پہلا مطلب بالکل صاف اور بے غبار ہے۔ (ب) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ وَلَا نَصَّ الخ کا حاصل یہ ہے کہ ورش ۔ ابو عمرو ۔ ابن عامر سے بسم اللہ میں بھی خلاف منقول ہے (یعنی بسم اللہ اور ترک دونوں ہیں) بلکہ اکثر مصنفین نے ابن عامر کیلئے صرف بسم اللہ بیان کی ہے اور ہم نے مصنفین کی عبارتیں شرح کبیر میں درج کی ہیں اور بسم اللہ کے ترک پر آیا یہ حضرات حمزہ کی طرح وصل کرتے ہیں یا سکتہ کرتے ہیں اس بارے میں ان سے کوئی نص نہیں آئی۔ ہاں شیوخ نے ان کیلئے دونوں وجوہ بیان کی ہیں اور ان کو مستحب سمجھا ہے اور ہم نے اس بارے میں تفصیل کے ساتھ کلام کیا ہے جو شافی اور کافی ہے غرض ہماری رائے پر اس شعر میں ایک بھی رمز نہیں ہے۔ کیونکہ اگر کُلًا کے کاف اور حُبَّ کی حا کو رمز مان لیں تو نص کی نفی ابو عمرو و ابن عامر کے ساتھ مخصوص ہو جائے گی حالانکہ نص ورش سے بھی نہیں آئی ہے اور اگر جِیۡدُہٗ کے جیم کو رمز مان لیں تو بسم اللہ میں جو خلاف ہے وہ ورش کے ساتھ مخصوص ہو جائے گا اور یہ منقول کے خلاف ہے اس لئے ہمیں اس کا قائل ہونا پڑا کہ اس شعر میں کوئی بھی رمز نہیں ہے۔ انتہٰی اور تحقیق وہ ہے جو الف کے ذیل میں گذری کہ تینوں میں سے پہلا مطلب حق اور صحیح ہے۔

فائدہ:۔ ۲ ۔ (۱) دِرَایَۃً وَّمُتَحَمَّلًا کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے عقل و نقل کی مخالفت نہیں کی کیونکہ اصول حدیث میں عقل کے خلاف ہونے کو بھی حدیث کے موضوع ہونے کا سبب بتایا ہے۔ بسم اللہ کا اختلاف حذف و اثبات کے قبیل سے ہے جو حضرات دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ روایتیں ہیں اور شعر میں جو بِسُنَّۃٍ ہے اس سے انہیں کی طرف اشارہ ہے۔ (الف) صحابہ نے بسم اللہ کو مصاحف میں لکھا ہے اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جو مصاحف میں ہے اُسے پڑھو۔ (ب) جب تک بسم اللہ نازل نہیں ہوتی تھی اس وقت تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ کے ختم ہونے کا علم نہیں ہوتا تھا۔ (ج) ابن عباس اور سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بسم اللہ نازل ہو جاتی تھی تو آپ سمجھ لیتے تھے کہ اب پہلی سورت ختم ہو گئی۔ (د) بسم اللہ براۃ کے سوا ہر سورۃ کے اول میں لکھی ہوئی ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس بات کی دلیل ہے کہ بسم اللہ کئی بار نازل ہوئی ہے (ک) ابن عمرؓ فرماتے ہیں فَلِمَ کُتِبَتْ فِی الْمَصَاحِفِ اِنْ لَمْ تُقْرَأْ
اگر بسم اللہ پڑھی نہیں جاتی تو مصاحف میں کس لئے لکھی گئی ہے۔ (و) ابن مجاہدؒ کے شاگرد۔ ابوطاہر ابن ابی ہاشم کہتے ہیں کہ گویا تم دیکھتے نہیں
کہ ابن عمرؓ کے نزدیک بسم اللہ کا چھوڑ دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ (قرآن مجید میں سے) اس کے سوا کسی اور آیت کو چھوڑ دیا جائے جو مصحف
میں لکھی ہوئی ہو کیونکہ جس طرح اور آیتیں مصاحف میں لکھی ہوئی ہیں اسی طرح بسم اللہ بھی کسی فرق کے بغیر کتابت میں موجود ہے۔ نیز
متعدد شہروں (مکہ اور مدینہ۔ شام) کے آئمۂ قرارت کا اور عاصم وکسائی کا دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ کو جہر سے پڑھنے
پر اجماع ہے۔ (ز) حنفیہ میں سے محققین کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ قرآن کی مستقل آیت ہے جو دو سورتوں میں جدائی کرنے
کیلئے نازل ہوئی ہے اور سورتوں کے اجزاء میں سے نہیں ہے رہا یہ کہ نماز میں بسم اللہ کو آہستہ پڑھیں یا آواز سے۔ سو فرض
اور واجب نمازوں میں تو ہمارے تمام علماء کا آہستہ ہی پڑھنے پر اتفاق ہے لیکن تراویح میں اختلاف ہے۔ حضرت مولانا
قاری عبد الرحمٰن صاحب محدث پانی پتی رحمہم اللہ کی رائے یہ ہے کہ آواز سے پڑھی جائے ورنہ سننے والوں کا قرآن روایت کے
موافق کامل نہ ہوگا اور دوسرے تمام علماء آہستہ پڑھنے کے قائل ہیں اس بناء پر کہ نماز میں امام ابو حنیفہؒ کا مذہب یہی ہے۔
خلاصہ یہ کہ تراویح میں آواز سے اور آہستہ دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں لیکن قوی یہی ہے کہ آہستہ پڑھیں مزید تفصیل کے لئے
رسالہ احکام رمضان کا مطالعہ کیجئے۔ (۲) بِسْمِ اللّٰہِ نہ پڑھنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
کہ ہم پہلے بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھتے تھے پھر جب بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا نازل ہوئی تو بِسْمِ اللّٰهِ لکھنے لگے پھر جب قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ
اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ نازل ہوا تو ہم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ لکھنے لگے۔ پھر وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نملؑ نازل ہوا
تو ہم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھنے لگے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شروع زمانے میں بسم اللہ نہیں تھی بلکہ دو سورتوں کے
درمیان وصل تھا اس لئے ترک کرنے والوں نے وصل کی صورت میں اس حالت کا اور ابتداء کی صورت میں آخر زمانے کا لحاظ
کیا ہے اور بسم اللہ والوں کی دلیل زیادہ قوی ہے جیسا کہ روایات بالا سے ظاہر ہو چکا ہے (۳) فَصَاحَةً ظاہر کرنا یعنی ایک سورت
کا دوسری سے وصل کرنا ان چار باتوں کو ظاہر کر دیتا ہے۔ ۱ سورت کے آخری حرف پر یا تو تینوں حرکتوں میں سے کوئی سی حرکت
ہے یا سکون ہے جیسے اَبْتَرُ قُلْ اور فَارْغَبْ وَالتِّيْنِ ۲ دوسری سورت کے پہلے حرف کا ہمزۂ وصل یا قطعی ہونا جیسے
الْحٰكِمِيْنَ اقْرَأْ اور وَلِيَ دِيْنِ اِذَا ۳ اجتماع ساکنین کی بناء پر پہلے ساکن کو کسرہ دیا جائے گا یا حذف ہو جائے گا جیسے
قَدِيْرٌ اَلْحَمْدُ اور يَخْتَلِفُوْنَ الْقَارِعَةُ اور وَاعْبُدُوا اقْتَرَبَتْ ۴ سورۃ کے آخری حرف پر خلف کیلئے سکتہ اور
ورش کے لئے نقل جیسے حَامِيَةٌ اَلْهٰكُمُ اور فَحَدِّثْ اَلَمْ نَشْرَحْ۔ چنانچہ ابو علی اہوازی سے منقول ہے کہ امام حمزہؒ
نے فرمایا ہے کہ میں نے ایک سورۃ کا دوسری کے ساتھ وصل اس لئے کیا ہے کہ قاری کو سورتوں کے آخری حروف کے اعراب
کی کیفیت معلوم ہو جائے۔ ۵ دانیؒ کے قول پر ورش۔ ابو عمرو۔ ابن عامر کیلئے سکتہ وصل سے اولیٰ ہے۔ سخاویؒ فرماتے ہیں
کہ یہی اکثر اہل ادا کا مذہب ہے کیونکہ سکتہ سے دونوں سورتوں کا جدا جدا ہونا خوب واضح ہو جاتا ہے اور ایک روایت میں حمزہؒ
سے بھی سکتہ آیا ہے۔ پس ان حضرات نے دونوں جانبوں کا لحاظ رکھا ہے کیونکہ سکتہ سے دونوں سورتوں کا جدا جدا ہونا وصل سے
تمام قرآن کا ایک سورت کے حکم میں ہونا ظاہر ہو جاتا ہے اور یہاں وصل۔ سکتہ۔ وقف۔ فصل کی ضد ہے۔ رہا وہ سکتہ جو
یَنْئَوْنَ۔ اَلْاَرْضُ۔ مَنْ اٰمَنَ جیسی مثالوں میں ہمزہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور اسی طرح وہ سکتہ جو معنوی تعلق کے ظاہر کرنے کیلئے
ہوتا ہے جو چار جگہ حفص کیلئے روایت کے طور پر ہے اور چار جگہ علمائے وقف نے مقرر کیا ہے سو یہ دونوں سکتے چونکہ وصل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھا میں ہوتے ہیں اس لئے وصل ان کی ضد نہیں ہے اور اسی لئے أُمّتًا نَکُمْ إِنَّا فَتَحْنَا میں خلف کیلئے وصل وسکتہ دونوں جمع ہوجاتے ہیں اور سکتہ کے باوجود بھی یہ صادق آتا ہے کہ یہاں خلف نے وصل کیا ہے۔ اور دوٗ سورتوں کے درمیان والا اور معنوی ان دونوں سکتوں میں وقف کے احکام جاری ہوتے ہیں جیسے روم واشمام اور ابدال اور عدم نقل اور سکتہ میں آواز تو بند کر لیتے ہیں لیکن سانس نہیں لیتے اور اس میں تھوڑی دیر ٹھہرتے ہیں اور اس کو سکتۂ لطیفہ اور یسیرہ اور قصیرہ اور وقفہ اور دقیقہ بھی کہتے ہیں۔ اور وقف میں آواز بھی بند ہو جاتی ہے اور سانس بھی لیتے ہیں۔ اور کسی قدر زیادہ ٹھہرتے ہیں

النحو والعربیہ:۔ بَابُ الْبَسْمَلَةِ۔ یہ وضعی مصدر نہیں جعلی ہے جو کلام کے اجزا سے اختصار کیلئے بنایا گیا ہے۔ جیسے هَلَّلَ۔ حَمْدَلَ۔ حَسْبَلَ حَیْعَلَ۔ حَوْقَلَ۔ پس بَسْمَلَ کے معنیٰ ہیں قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور باقی پانچ کلمات کو بھی اسی طرح سمجھ لو۔

شعر ۱۰۰:۔ ۱ بِسُنَّةٍ یا تو رِجَالٌ کا حال مقدم ہے۔ ای آخِذِیْنَ اَوْ مُتَمَسِّکِیْنَ بِسُنَّةٍ یا کَائِنَةً کے متعلق ہے جو بَسْمَلَةً مقدر کی صفت ہے ای بَسْمَلَةً کَائِنَةً مُتَلَبِّسَةً بِسُنَّةٍ مَنْقُوْلَةٍ ۲ رِجَالٌ میں اشارہ ہے کہ بسم اللہ والے حضرات رجلیت میں درجۂ کمال کو پہونچے ہوئے ہیں ۳ نَمَوْهَا کی ضمیر فاعل رِجَالٌ کے لئے ہے اور ضمیر مفعول یا تو بَسْمَلَةً کے لئے ہے یا بِسُنَّةٍ کے لیئے ہے اور اول مناسب تر اور ثانی قریب تر ہے اور نَمَوْهَا یا تو رِجَالٌ کی صفت ہے یا بِسُنَّةٍ کی۔ ۴ دِرَايَةً۔ دَرَى۔ يَدْرِيْ کا مصدر ہے اور یہ حال ہے ای ذَوِيْ دِرَايَةٍ وَتَحَمُّلٍ اَوْ دَارِيْنَ وَمُتَحَمِّلِيْنَ یا تمیز ہے۔ اَیْ اَوْصَلُوْهَا بِاعْتِبَارِ الدِّرَايَةِ وَالرِّوَايَةِ اور مقصد یہ ہے کہ یہ حضرات عقل ونقل کے جامع ہیں یعنی ان کا عمل عقل کے بھی موافق ہے اور نقل کے بھی۔

شعر ۱۰۱:۔ ۱ بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ یا تو وصل کا ظرف ہے یا مفعول بہ ہے ۲ فَصَاحَةً۔ بَيَانٌ وَاِظْهَارٌ ۳ وَاسْكُتَنْ کا واو اَوْ کے معنیٰ میں ہے۔ مَثْنٰى وَثُلٰثَ کی طرح۔ (جعبری) ابوشامہؒ فرماتے ہیں چونکہ سکتہ اور وصل دونوں ایک حالت میں جمع نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کلام کی تقدیر یہ ہے۔ صِلْ اِنْ شِئْتَ وَاسْكُتْ اِنْ شِئْتَ اب اس میں تخییر کے معنیٰ پیدا ہو جائیں گے ورنہ اصل وضع میں واؤ تخییر کیلئے نہیں ہے۔ اور بعض کے قول پر کبھی مجازاً تخییر کیلئے بھی آتا ہے اور وَاسْكُتَنْ کا نون تاکید کیلئے ہے اور ممکن ہے کہ اس میں سکتہ کے اولیٰ ہونے کی طرف اشارہ کیا ہو۔ ۴ كُلٌّ کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ اَیْ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الْمُخَيِّرِيْنَ ۵ جَلَايَا جَلِيَّةٌ (وَاضِحَةٌ) کی جمع ہے اور ضمیر مجرور یا تو تخییر کیلئے ہے جو واؤ بمعنیٰ اَوْ سے سمجھی گئی ہے یا لفظ كُلٌّ کیلئے ہے یعنی ہر ایک نے اپنے مذہب کی دلیلوں کو حاصل کر لیا ہے ۶ حَصَّلَا کا الف اطلاق کیلئے ہے کیونکہ یہ شعر کے آخیر میں ہے اور نہ تو تنوین سے بدلا ہوا ہے نہ کلمہ کا اصلی حرف ہے نہ تثنیہ کیلئے ہے۔ پس ایسے الف کو ہر جگہ اطلاق کیلئے سمجھنا چاہیے۔

شعر ۱۰۲:۔ ۱ وَلَا نَصَّ ای لَا تَصْرِيْحَ اور لائے نفی جنس کی خبر محذوف ہے اَیْ فِی التَّخْيِيْرِ اَوْ فِی الْبَسْمَلَةِ اور حجازی لغت میں اکثر محذوف ہی ہوتی ہے ۲ كَلَّا ردع اور جھڑکنے کیلئے ہے اور نضر ابن شمیل کے قول پر کبھی حرف جواب بھی ہوتا ہے جو نَعَمْ کے معنیٰ دیتا ہے ۳ حُبِّبَ مجہول ہے اور ضَرَبَ سے ہے جو وَدَّهٗ اور اَحَبَّهٗ کے معنیٰ میں آتا ہے۔ پس یہاں یہ متعدی ہے اور كَرُمَ سے لازم ہے اور پسندیدہ ہونے کے معنیٰ دیتا ہے۔ ۴ طُلًا۔ طُلْيَةٌ یا طُلَاةٌ کی جمع ہے جو مشہور لغت پر کنارۂ گردن کے معنیٰ میں ہے اور چونکہ گردن کے کنارے دو ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے التباس نہ ہونے کے سبب تثنیہ کے بجائے جمع کا صیغہ استعمال کر لیا۔ عَرِيْضُ الْحَوَاجِبِ اور طَوِيْلُ الشَّوَارِبِ کی طرح اور بعض کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قول پر طلاً خود گردنوں کے معنیٰ میں ہے۔ یعنی اس خلاف کی گردن بہ نسبت دوسری گردنوں کے واضح اور اونچی ہے اور گردن اور سر کی بلندی سے کنایۃً مرتبہ کی بلندی مراد لیا کرتے ہیں چنانچہ صحیح حدیث میں ہے۔ اَلْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ یعنی قیامت کے دن مؤذن سب لوگوں سے زیادہ بلند مرتبہ والے ہوں گے۔

۱۰۳/۴ ۔ وَسَكْتُهُمُ الْمُخْتَارُ دُوْنَ تَنَفُّسٍ وَبَعْضُهُمُ فِي الْاَرْبَعِ الزُّهْرِ بَسْمَلَا

ترجمہ:۔ اور ان (تینوں ورش۔ ابوعمرو۔ ابن عامر) کا پسندیدہ سکتہ سانس لینے کے بغیر ہے اور ان (شیوخ میں) کے بعض جو ہیں انہوں نے چار روشن (مشہور) سورتوں میں ان (سکتہ کرنے والوں) کے لئے نص کے بغیر بسم اللہ پڑھی ہے۔

۱۰۴/۵ ۔ لَهُمْ دُوْنَ نَصٍّ وَهُوَ فِيْهِنَّ سَاكِتٌ لِحَمْزَةَ فَافْهَمْهُ وَلَيْسَ مُخَذَّلَا

ترجمہ:۔ اور یہی بعض (شیوخ) ان چار سورتوں میں حمزہؒ کے لئے سکتہ کرتے ہیں پس تو اس کو سمجھ لے اور یہ عمل متروک نہیں ہے۔

شرح:۔ یعنی ورش۔ ابوعمرو۔ ابن عامر نے جس سکتہ کو اختیار کیا ہے اور وصل کے مقابلہ میں اولیٰ سمجھا ہے وہ سکتہ سانس لینے کے بغیر ہوتا ہے اور بعض شیوخ نے ان چار سورتوں میں جن میں سے دو کے اول میں لَا اور دو کے اول میں وَیْلٌ ہے یعنی قیامہ۔ بلد۔ تطفیف۔ ہمزہ میں ان تینوں کیلئے بسم اللہ پڑھی ہے۔ لیکن یہ صرف معنیٰ کی مناسبت کی وجہ سے ہے۔ اس بارے میں خود ان قاریوں سے کوئی صاف عبارت نہیں آئی اور انہیں بعض شیوخ نے ان چار سورتوں میں حمزہ کے لئے سکتہ کو پسند کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان حضرات نے نقل کے بغیر معنوی مناسبت کی وجہ سے ان چار سورتوں میں سکتہ والوں کیلئے بسم اللہ اختیار کی ہے اور وصل والوں کیلئے سکتہ پسند کیا ہے اور وہ مناسبت یہ ہے کہ اَلْمَغْفِرَةِ اور جَنَّتِیْ کے بعد لَا کا آنا اور لِلّٰهِ اور بِالصَّبْرِ کے بعد فاصلے کے بغیر وَیْلٌ کا آنا بہتر معلوم نہیں ہوتا۔ اور سکتہ سے جو فاصلہ ہوتا ہے وہ چونکہ تھوڑا ہے اس لئے نہ ہونے کے حکم میں ہے اور یہ مذہب ایسا ضعیف نہیں ہے۔ جس کو چھوڑ دیا جائے بلکہ اس پر عمل کرنا ہی صحیح ہے لیکن محققین کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ دوسری سورتوں کی طرح ان سورتوں میں بھی سکتہ والوں کیلئے سکتہ اور وصل والوں کیلئے وصل ہی کیا جائے اور بسم اللہ اور سکتہ سے فاصلہ نہ کیا جائے تاکہ سب سورتوں کا حکم یکساں رہے۔ رہا معنوی مناسبت کا نہ رہنا سو اس میں یہ شبہ ہے کہ الرَّحِیْمِ کے بعد بھی تو ان الفاظ کا آنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ پس بسم اللہ اور سکتہ سے فاصلہ کرنے کا کچھ بھی نفع نہ ہوا حاصل یہ کہ ان چار سورتوں میں ورش۔ ابوعمرو۔ ابن عامر کیلئے دو وجوہ ہیں۔ ۱ اگر اور سورتوں کو بسم اللہ کے بغیر وصل سے پڑھ رہے ہوں تو ان سورتوں پر بعض شیوخ کے مذہب پر سکتہ اور محققین کے مذہب پر اور سورتوں کی طرح ان میں بھی وصل ۲ اور اگر دوسری سورتوں کو سکتہ سے پڑھ رہے ہوں تو ان چار سورتوں پر محققین کے نزدیک وہی سکتہ اور بعض شیوخ کے مذہب پر بسم اللہ۔ اور حمزہ کیلئے بھی دو وجوہ ہیں۔ ۱ محققین کے نزدیک دوسری سورتوں کی طرح ان میں بھی وصل ۲ بعض شیوخ کے مذہب پر ان چار سورتوں سے پہلے سکتہ اور اولیٰ یہی ہے کہ ان سورتوں اور دوسری سورتوں میں کوئی فرق نہ کیا جائے۔

فائدہ:۔ ۱ ۔ صاحب ارشاد المرید کہتے ہیں کہ اگر فرق والے قول کو لیا جائے تو جب ان سورتوں کو دوسری سورت کے ساتھ

ھ لَهُمْ دُوْنَ نَصٍّ کا ترجمہ شعر ۱۰۳/۴ میں گذر چکا ہے۔ ۱۲ منہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں جمع ہوتے ہیں اس لئے وصل ان کی ضد نہیں ہے اور اسی لئے اُمَّتَاکُمْ اِنَّا فَتَحْنَا میں خلف کیلئے وصل وسکتہ دونوں جمع ہو رہے ہیں اور سکتہ کے باوجود بھی یہ صادق آتا ہے کہ یہاں خلف نے وصل کیا ہے۔ اور دو سورتوں کے درمیان والا اور معنوی ان دونوں سکتوں میں وقف کے احکام جاری ہوتے ہیں جیسے روم واشمام اور ابدال اور عدم نقل اور سکتہ میں آواز تو بند کر لیتے ہیں لیکن سانس نہیں لیتے اور اس میں تھوڑی دیر ٹھہرتے ہیں اور اس کو سکتۂ لطیفہ اور یسیرہ اور قصیرہ اور وقفہ اور وقیفہ بھی کہتے ہیں۔ اور وقف میں آواز بھی بند ہو جاتی ہے اور سانس بھی لیتے ہیں۔ اور کسی قدر زیادہ ٹھہرتے ہیں

النحو والعربیہ:۔ بَابُ الْبَسْمَلَةِ۔ یہ وضعی مصدر نہیں جعلی ہے جو کلام کے اجزا سے اختصار کیلئے بنایا گیا ہے۔ جیسے هَلَّلَ۔ حَمْدَلَ حَسْبَلَ حَيْعَلَ۔ حَوْقَلَ۔ پس بَسْمَلَ کے معنیٰ ہیں قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور باقی ہائے کلمات کو بھی اسی طرح سمجھ لو۔

شعر ۱۰۰:۔ ۱ بِسُنَّةٍ یا تو رِجَالٌ کا حال مقدم ہے۔ ای آخِذِيْنَ اَوْ مُتَمَسِّكِيْنَ بِسُنَّةٍ یا كَائِنَةً کے متعلق ہے جو بَسْمَلَةً مقدر کی صفت ہے ای بَسْمَلَةً كَائِنَةً مُتَلَبِّسَةً بِسُنَّةٍ مَنْقُوْلَةٍ ۲ رِجَالٌ میں اشارہ ہے کہ بسم اللہ والے حضرات رجلیت میں درجۂ کمال کو پہونچے ہوئے ہیں ۳ نَمَوْهَا کی ضمیر فاعل رِجَالٌ کے لئے ہے اور ضمیر مفعول یا تو بَسْمَلَةً کے لئے ہے یا بِسُنَّةٍ کے لئے ہے اور اول مناسب تر اور ثانی قریب تر ہے اور نَمَوْهَا یا تو رِجَالٌ کی صفت ہے یا بِسُنَّةٍ کی۔ ۴ دِرَايَةً۔ دَرَى۔ يَدْرِيْ کا مصدر ہے اور یہ حال ہے ای ذَوِيْ دِرَايَةٍ وَتَحَمُّلٍ اَوْ دَارِيْنَ وَمُتَحَمِّلِيْنَ یا تمیز ہے۔ اَیْ اَوْصَلُوْهَا بِاعْتِبَارِ الدِّرَايَةِ وَالرِّوَايَةِ اور مقصد یہ ہے کہ یہ حضرات عقل ونقل کے جامع ہیں یعنی ان کا عمل عقل کے بھی موافق ہے اور نقل کے بھی۔

شعر ۱۰۱:۔ ۱ بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ یا تو وصل کا ظرف ہے یا مفعول بہ ہے ۲ فَصَاحَةً۔ بَيَانٌ وَّاِظْهَارٌ ۳ وَاسْكُتَنْ کا واو اَوْ کے معنیٰ میں ہے۔ مَثْنٰى وَثُلٰثَ کی طرح۔ (جعبری) ابو شامہؒ فرماتے ہیں چونکہ سکتہ اور وصل دونوں ایک حالت میں جمع نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کلام کی تقدیر یہ ہے۔ صِلْ اِنْ شِئْتَ وَاسْكُتْ اِنْ شِئْتَ اب اس میں تخییر کے معنیٰ پیدا ہو جائیں گے ورنہ اصل وضع میں واو تخییر کیلئے نہیں ہے۔ اور بعض کے قول پر کبھی مجازاً تخییر کیلئے بھی آتا ہے اور وَاسْكُتَنْ کا نون تاکید کیلئے ہے اور ممکن ہے کہ اس میں سکتہ کے اولیٰ ہونے کی طرف اشارہ کیا ہو۔ ۴ كُلٌّ کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ اَیْ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الْمُخَيِّرِيْنَ ۵ جَلَا یا جِلْيَةً (وَاضِحَةً) کی جمع ہے اور ضمیر مجرور یا تو تخییر کیلئے ہے جو واو بمعنیٰ اَوْ سے سمجھی گئی ہے یا لفظ كُلٌّ کیلئے ہے یعنی ہر ایک نے اپنے مذہب کی دلیلوں کو حاصل کر لیا ہے ۶ حَصَّلَا کا الف اطلاق کیلئے ہے کیونکہ یہ شعر کے آخیر میں ہے اور نہ تو تنوین سے بدلا ہوا ہے نہ کلمہ کا اصلی حرف ہے نہ تثنیہ کیلئے ہے۔ پس ایسے الف کو ہر جگہ اطلاق کیلئے سمجھنا چاہئے۔

شعر ۱۰۲:۔ ۱ وَلَا نَصَّ ای لَا تَصْرِيْحَ اور لائے نفی جنس کی خبر محذوف ہے اَیْ فِی التَّخْيِيْرِ اَوْ فِی الْبَسْمَلَةِ اور حجازی لغت میں اکثر محذوف ہی ہوتی ہے ۲ كَلَّا ردع اور جھڑکنے کیلئے ہے اور نضر ابن شمیل کے قول پر کبھی حرف جواب بھی ہوتا ہے جو نَعَمْ کے معنیٰ دیتا ہے ۳ حُبَّ مجہول ہے اور ضَرَبَ سے ہے جو وُدَّهٗ اور اَحَبَّهٗ کے معنیٰ میں آتا ہے۔ لیکن یہاں یہ متعدی ہے اور كَرُمَ سے لازم ہے اور پسندیدہ ہونے کے معنیٰ دیتا ہے۔ ۴ طُلًا۔ طُلْيَةٌ یا طُلَاةٌ کی جمع ہے جو مشہور لغت پر کنارۂ گردن کے معنیٰ میں ہے اور چونکہ گردن کے کنارے دو ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے التباس نہ ہونے کے سبب تثنیہ کے بجائے جمع کا صیغہ استعمال کر لیا۔ عَرِيْضُ الْحَوَاجِبِ اور طَوِيْلُ الشَّوَارِبِ کی طرح اور بعض کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قول پر طُلًا خود گردنوں کے معنیٰ میں ہے۔ یعنی اس خلاف کی گردن بہ نسبت دوسری گردنوں کے واضح اور اونچی ہے اور گردن اور سر کی بلندی سے کنایۃً مرتبہ کی بلندی مراد لیا کرتے ہیں چنانچہ صحیح حدیث میں ہے۔ اَلْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ یعنی قیامت کے دن مؤذن سب لوگوں سے زیادہ بلند مرتبہ والے ہوں گے۔

۱۰۳/۴ ۔ وَسَكْتُهُمُ الْمُخْتَارُ دُوْنَ تَنَفُّسٍ ۔ وَبَعْضُهُمْ فِی الْاَرْبَعِ الزُّهْرِ بَسْمَلَا

ترجمہ:- اور ان (تینوں ورش۔ ابوعمرو۔ ابن عامر) کا پسندیدہ سکتہ سانس لینے کے بغیر ہے اور ان (شیوخ میں) کے بعض جو ہیں انہوں نے چار روشن (مشہور) سورتوں میں ان (سکتہ کرنے والوں) کے لئے نص کے بغیر بسم اللہ پڑھی ہے۔

۱۰۴/۵ ۔ لَهُمْ[۵] دُوْنَ نَصٍّ وَهُوَ فِيهِنَّ سَاكِتٌ ۔ لِحَمْزَةَ فَافْهَمْهُ وَلَيْسَ مُخَذَّلَا

ترجمہ:- اور یہی بعض (شیوخ) ان چار سورتوں میں حمزہ کے لئے سکتہ کرتے ہیں پس تو اس کو سمجھ لے اور یہ عمل متروک نہیں ہے۔

شرح:- یعنی ورش۔ ابوعمرو۔ ابن عامر نے جس سکتہ کو اختیار کیا ہے اور وصل کے مقابلہ میں اولیٰ سمجھا ہے وہ سکتہ سانس لینے کے بغیر ہوتا ہے اور بعض شیوخ نے ان چار سورتوں میں جن میں سے دو کے اول میں لَا اور دو کے اول میں وَیْلٌ ہے یعنی قیامہ۔ بلد۔ تطفیف۔ ہمزہ میں ان تینوں کیلئے بسم اللہ پڑھی ہے۔ لیکن یہ صرف معنیٰ کی مناسبت کی وجہ سے ہے۔ اس بارے میں خود ان قاریوں سے کوئی صاف عبارت نہیں آئی اور انہیں بعض شیوخ نے ان چار سورتوں میں حمزہ کے لئے سکتہ کو پسند کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان حضرات نے نقل کے بغیر معنوی مناسبت کی وجہ سے ان چار سورتوں میں سکتہ والوں کیلئے بسم اللہ اختیار کی ہے اور وصل والوں کیلئے سکتہ پسند کیا ہے اور وہ مناسبت یہ ہے کہ الْمَغْفِرَةِ اور جَنَّتِیْ کے بعد لَا کا آنا اور لِلّٰهِ اور بِالصَّبْرِ کے بعد فاصلے کے بغیر وَیْلٌ کا آنا بہتر معلوم نہیں ہوتا۔ اور سکتہ سے جو فاصلہ ہوتا ہے وہ چونکہ تھوڑا ہے اس لئے نہ ہونے کے حکم میں ہے اور یہ مذہب ایسا ضعیف نہیں ہے جس کو چھوڑ دیا جائے بلکہ اس پہ عمل کرنا ہی صحیح ہے لیکن محققین کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ دوسری سورتوں کی طرح ان سورتوں میں بھی سکتہ والوں کیلئے سکتہ اور وصل والوں کیلئے وصل ہی کیا جائے اور بسم اللہ اور سکتہ سے فاصلہ نہ کیا جائے تاکہ سب سورتوں کا حکم یکساں رہے۔ رہا معنوی مناسبت کا نہ رہنا سو اس میں یہ شبہ ہے کہ الرَّحِیْمِ کے بعد بھی تو ان الفاظ کا آنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ پس بسم اللہ اور سکتہ سے فاصلہ کرنے کا کچھ بھی نفع نہ ہوا حاصل یہ کہ ان چار سورتوں میں ورش۔ ابوعمرو۔ ابن عامر کیلئے دو وجوہ ہیں۔ ۱ اگر اور سورتوں کو بسم اللہ کے بغیر وصل سے پڑھ رہے ہوں تو ان سورتوں پر بعض شیوخ کے مذہب پر سکتہ اور محققین کے مذہب پر اور سورتوں کی طرح ان میں بھی وصل ۲ اور اگر دوسری سورتوں کو سکتہ سے پڑھ رہے ہوں تو ان چار سورتوں پر محققین کے نزدیک وہی سکتہ اور بعض شیوخ کے مذہب پر بسم اللہ۔ اور حمزہ کیلئے بھی دو وجوہ ہیں۔ ۱ محققین کے نزدیک دوسری سورتوں کی طرح ان میں بھی وصل ۲ بعض شیوخ کے مذہب پر ان چار سورتوں سے پہلے سکتہ اور اولیٰ یہی ہے کہ ان سورتوں اور دوسری سورتوں میں کوئی فرق نہ کیا جائے۔)

فائدہ:- ۱ ۔ صاحب ارشاد المرید کہتے ہیں کہ اگر فرق والے قول کو لیا جائے تو جب ان سورتوں کو دوسری سورت کے ساتھ

[۵] لَهُمْ دُوْنَ نَصٍّ کا ترجمہ شعر ۱۰۳/۴ میں گذر چکا ہے۔ ۱۲ منہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جمع کرکے پڑھا جائے گا تو ان کی دو[۱] حالتیں ہوں گی - اوّل یہ کہ مثلاً مزمل سے قیامہ تک پڑھیں - اس صورت میں بسم اللہ پڑھنے والے ہیں وہ تو حسب دستور مدثر اور قیامہ دونوں پر فقط بسم اللہ پڑھیں گے اور جو مزمل اور مدثر کے درمیان سکتہ سے پڑھتے ہیں اور وہ ورش ابوعمرو - ابن عامر ہیں - ان کیلئے مدثر اور قیامہ کے درمیان دو وجوہ ہوں گی ۱ بسم اللہ ۲ سکتہ اور جو مزمل اور مدثر کے درمیان وصل سے پڑھتے ہیں اور وہ یہ تینوں اور حمزہ ہیں ان کے لئے بھی مدثر اور قیامہ کے درمیان دو[۲] وجوہ ہوں گی ۱ سکتہ ۲ وصل - دوم یہ کہ مدثر کے اخیر سے سورۂ دہر تک پڑھا جائے اس صورت میں مدثر اور قیامہ کے درمیان بسم اللہ پڑھنے والوں (ورش - ابوعمرو - ابن عامر) کیلئے تو قیامہ اور دہر کے درمیان بسم اللہ اور سکتہ ہوگا - اور مدثر اور قیامہ کے درمیان سکتہ کرنے والوں (ان تینوں اور حمزہ) کیلئے سورۂ دہر کے شروع میں سکتہ اور وصل ہوگا اور وصل والوں (یعنی انھیں تینوں اور حمزہ) کیلئے قیامہ اور دہر میں بھی وصل ہوگا اور ایک اور جماعت کا عمل یہ ہے کہ (وہ ان چار سورتوں پر سب کیلئے ہر حال میں سکتہ ہی پسند کرتی ہے برابر ہے کہ ان کے علاوہ دوسری سورتوں کو وصل سے پڑھ رہے ہوں یا سکتہ سے) اور بسم اللہ والوں کیلئے وہ وجہ نہیں پڑھتے جس میں بسم اللہ کا ان سورتوں کے شروع کے ساتھ وصل ہو (اور یہ بات فصل اوّل وصل ثانی اور وصل کل ان دو وجہوں میں پائی جاتی ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ یہ جماعت بسم اللہ والوں کیلئے ان چار سورتوں میں صرف ایک وجہ یعنی فصل کل کو اختیار کرتی ہے) اور اس زمانے میں ہمارا عمل اس پر ہے کہ ان سورتوں میں اور دوسری سورتوں میں فرق نہیں کرتے اور اگر فرق والے دونوں مذہبوں کو اختیار کرلیا جائے تو اس میں بھی کوئی خرابی نہیں ہے - انتہی بحاصلہ -

فائدہ نمبر ۲ - بعض شیوخ نے ان چار سورتوں میں جس طرح حمزہ کے لئے سکتہ اختیار کیا ہے - اسی طرح ورش - ابوعمرو - ابن عامر کیلئے بھی سکتہ کرتے ہیں - یعنی تمام وصل والوں کیلئے سکتہ اختیار کیا ہے - پس مَسَاكِتٌ لِحَمْزَةَ میں حمزہ کی تخصیص اس لئے ہے کہ یہ وصل کے بارے میں اصل ہیں احتراز کیلئے نہیں پس اگر لِحَمْزَةَ کے بجائے لِذِي الْوَصْلِ کہتے تو سب کو شامل ہو جاتا (قاری) ابوشامہ فرماتے ہیں اگر فاصلے کے واسطے سب کیلئے سکتہ ہی اختیار کرلیا جائے تو یہ بھی کافی ہے اور وَلَيْسَ مُخَذَّلًا کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ یہ سکتہ ورش وابوعمرو - ابن عامر کے یہاں بھی متروک نہیں ہے - خلاصہ یہ کہ ورش - ابوعمرو - ابن عامر کے لئے چار وجوہ ہیں: (۱) قرآن کی تمام سورتوں میں سکتہ یہ ابوالفتح کا اور مصنفین قراءت کی ایک جماعت کا مذہب ہے - (۲) کالا وَیْلٌ والی چار سورتوں پر بسم اللہ اور باقی تمام سورتوں پر سکتہ یہ ابوالطیب ابن غلبون اور ان کے صاحبزادے طاہر اور مکی کا مذہب ہے یہ دونوں مذہب تیسیر میں مذکور ہیں (۳) تمام قرآن میں وصل یہ ابوعبداللہ ابن سفیان اور صاحب عنوان اور معتبر علماء کی ایک جماعت کا مذہب ہے (۴) ان چار سورتوں میں سکتہ اور باقی تمام قرآن میں وصل یہ ابوالعباس مہدوی کا مختار مذہب ہے اور دانی رحمہ نے ابن مجاہد سے بھی نقل کیا ہے اور یہ دونوں مذہب زیادات قصیدہ سے ہیں یہاں ابوشامہ رحمہ نے ابوالحسن حصری کے یہ دو شعر نقل کئے ہیں ؎

وَلَمْ أَرَ بَيْنَ السُّورَتَيْنِ مُبَسْمِلًا * لِوَرْشٍ سِوَى مَا جَاءَ فِي الْأَرْبَعِ الْغُرِّ
وَحُجَّتُهُمْ فِيهِنَّ عِنْدِي ضَعِيفَةٌ * وَلَكِنْ يَقْرَءُونَ الْمَقَالَةَ بِالنَّقْلِ

النحو والعربیہ :- شعر ۱۰۳ (۱) اَلْمُخْتَارُ سَكْتُهُمْ کی خبر ہے پس وَاسْكُتَنْ میں تو سکتہ کا وصل سے ادا ہونا نون تاکید کے ذریعہ اشارۃً بیان کیا تھا - یہاں صراحۃً بتادیا (۲) دُونَ تَنَفُّسٍ یا تو دوسری خبر ہے یا حال ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ سکتہ میں زیادہ دیر تک نہ ٹھہرنا چاہئے ورنہ سننے والے کو یہ شبہ ہوجائے گا کہ قاری نے قراءت کو بالکل ختم کردیا ہے جعبری کی رائے پر یہ بھی جائز ہے کہ اَلْمُخْتَارُ سَكْتُهُمْ کی صفت اور دُونَ تَنَفُّسٍ خبر ہو اور یہ صفت تاکید کیلئے ہوگی اور

[۱] یعنی بسملہ بنیت تفریق ۱۲ ط　　[۲] یعنی سکتہ بنیت تفریق ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک بار نون خفیفہ سے بھی تاکید آچکی ہے اس لئے یہ تاکید کی تاکید ہوگی اور سکتہ کو اولیٰ اور پسندیدہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ وصل کے مقابلہ میں اولیٰ ہے پس اصفہانی کا یہ اعتراض رفع ہوگیا کہ اَلْمُخْتَارُ کو صفت قرار دینے سے یہ وہم ہوگا کہ سکتہ کی دو قسمیں ہیں۔ ۱ پسندیدہ ۲ ناپسندیدہ حالانکہ واقع میں ایسا نہیں یا اَلْمُخْتَارُ خبر ہونے کی صورت میں اولیٰ کے اور صفت ہونے کی تقدیر پر صحیح کے معنیٰ میں ہے جو فاسد کا مقابل ہے۔ (۳) بَعْضُهُمْ کی ضمیر شیوخ کیلئے ہے جو کلام کے سیاق سے سمجھے گئے ہیں۔ (۴) فِی الْاَرْبَعِ میں نقل بھی جائز ہے لیکن بلا نقل اولیٰ ہے۔ (۵) اَلزُّهْرِ ۔ زَهْرَاءُ کی جمع ہے۔ جو اَزْهَرُ (روشن) کا مؤنث ہے اس میں کنایہ ہے کہ یہ سورتیں اہل فن میں خوب مشہور ہیں۔ اسی لئے ان کا نام لینے کی حاجت نہیں ہوئی۔ شعر $\frac{104}{5}$ (۱) نُعْمُ تُبْسِمُ کے متعلق ہے جو شعر $\frac{103}{4}$ میں ہے (۲) دُوْنَ نَعِیٍّ مفعول مطلق مقدر کی صفت ہے۔ اَیْ بَسْمَلَةً غَیْرَ مَنْصُوْصَةٍ۔ (۳) لَیْسَ کی ضمیر سکت یا بعض یا مذہب کے لئے ہے (۴) مُخَذَّلَا اَیْ مَتْرُوْكَ النُّصْرَةِ۔

$\frac{105}{6}$ - وَمَهْمَا تَصِلْهَا اَوْبَدَءْتَ بَرَآءَةً ۔۔۔ لِتَنْزِیْلِهَا بِالسَّیْفِ لَسْتَ مُبَسْمِلَا

ترجمہ:- اور جب تو اس (براۃ) کو (انفال کے ساتھ) ملا کر پڑھے یا براۃ کو (علیحدہ) شروع کرے تو تو اس (سورۃ) کے سیف (جہاد کی آیت فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ) پر (شامل ہوکر) نازل ہونے کی وجہ سے بسم اللہ پڑھنے والا نہیں ہوگا۔

شرح:- یعنی سورۂ براۃ پر کسی قاری کیلئے کسی حالت میں بھی بسم اللہ نہیں ہے خواہ اس کو انفال کے بعد شروع کریں یا اسی سے ابتدا کریں۔ اس بناء پر کہ اس کی ابتداء میں جہاد کی آیتیں آئی ہیں اور بسم اللہ میں رحمت ہے پس رحمت اور عذاب کا جمع کرنا مناسب نہیں تھا یہ اس پر بسم اللہ نہ ہونے کی حکمت اور نکتہ ہے جو علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے اور ابو بکر بن باقلانی کہتے ہیں کہ جمہور اہل علم اسی پر ہیں اور بسم اللہ نہ ہونے کی اصل علت یہ ہے کہ صحابہ نے اس پر مصاحف میں بسم اللہ نہیں لکھی اور نہ اس پر نازل ہوئی ہے یا یہ ہے کہ یہ معنیً انفال کے ساتھ متصل ہے۔ پس دونوں ایک سورۃ کے حکم میں ہیں۔

النحو والعربیہ: (۱) مَهْمَا جعبری کے قول پر تَقْرَاُ مقدر کا مفعول فیہ ہے اور تَصِلْهَا اس کا مفسر ہے۔ (۲) تَصِلُ اور بَدَءْتَ دونوں کا بَرَآءَةً کی مفعولیت میں تنازع ہے اور بصریین کے مختار مذہب پر ثانی کو عامل بنایا ہے اور اول میں بوان مفعول کی ضمیر لائے ہیں لیکن اٰتُوْنِیْٓ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا کہف ع" کی طرح اول میں سے مفعول کا حذف فصیح تر ہے اور بعض کے قول پر بَرَآءَةً، تَصِلْهَا کی ضمیر سے بدل ہے اس صورت میں بَدَءْتَ کا مفعول مقدر ہوگا۔ سخاوی نے اسی کو پسند کیا ہے۔ (۳) بَرَآءَةً یا تو ضرورت کی بناء پر منصرف ہے یا اس لئے کہ تقدیر سُوْرَةَ بَرَاءَةٍ ہے اور سورۃ میں عموم ہے علمیت نہیں پس سُوْرَةَ بَرَاءَةٍ کے معنیٰ یہ ہوں گے اَیْ بَدَءْتَ سُوْرَةً اِسْمُهَا بَرَاءَةٌ (۴) لِتَنْزِیْلِهَا نفی کی علت ہے اور اس پر مقدم ہے (۵) بِالسَّیْفِ کی با مُتَلَبِّسَةً کے متعلق ہوکر ضمیر مجرور سے حال ہے۔ (۶) لَسْتَ مُبَسْمِلَا شرط کا جواب ہے اور فا ضرورت کی بناء پر محذوف ہے اور جعبری کہتے ہیں کہ جب جواب وہ ماضی ہو جس پر قَدْ نہ ہو تو فا کا لانا ممتنع ہے لیکن اس میں یہ اشکال ہے کہ یہ بات تو افعال متصرفہ میں ہے اور لَیْسَ فعل جامد ہے اسی لئے وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ (آل عمران ع۳) اور وَمَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ فَلَیْسَ (احقاف ع۴) میں فا آرہی ہے۔

$\frac{106}{7}$ - وَلَا بُدَّ مِنْهَا فِی ابْتِدَائِكَ سُوْرَةً ۔۔۔ سِوَاهَا وَفِی الْاَجْزَاءِ خُیِّرَ مَنْ تَلَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: اور تیرے براءۃ کے سوا کسی اور سورۃ کو شروع کرنے کی حالت میں وہ (بسم اللہ) ضروری ہے اور (سورتوں کے درمیانی) حصّوں میں اس شخص کو اختیار دیا گیا ہے جو تلاوت کرے۔

شرح: یعنی جب سورۂ براءۃ کے سوا کسی اور سورۃ کے اول سے قراءۃ شروع کی جائے عام ہے کہ یہ شروع کرنا وقف کے بعد ہو یا قطع کے۔ دونوں صورتوں میں تمام قراء کیلئے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے اور سورۃ کے اجزا میں (یعنی سورۃ کے شروع کے بعد خواہ ایک ہی کلمہ کے بعد ہو جن کو اہل مصر احزاب اور اعشار کہتے ہیں) پڑھنے والے کو اختیار ہے، بسم اللہ پڑھے چاہے نہ پڑھے اور دونوں وجوہ ثابت اور صحیح ہیں چنانچہ جمہور اہل عراق کے مذہب پر بسم اللہ ہے اور جمہور اہل مغرب کے مذہب پر ترک مختار ہے اور بعض نے مُبَسْمِلِیْن کیلئے بسم اللہ کو اور تارکین کیلئے ترک کو پسند کیا ہے اور سورۂ براءۃ کے درمیانی آیتوں کا بھی یہی حکم ہے کہ جب ان سے شروع کرے تو بسم اللہ پڑھے خواہ نہ پڑھے کیونکہ ناظم نے یہ فرمایا ہے کہ اجزاء میں پڑھنے والے کو اختیار ہے پس اجزا کو عام رکھا ہے جو براءۃ اور باقی سورتوں سب کے اجزا کو شامل ہے لیکن متقدمین سے اس بارہ میں کوئی نص نہیں ہے اور بعض علماء نے اسی سبب (جہاد کیلئے نازل ہونے) کے باقی رہنے کا اعتبار کر کے براءۃ کی ابتدا کی طرح اس کے درمیانی حصّوں میں بھی بسم اللہ کو جائز نہیں رکھا اور دونوں مذہب صحیح ہیں۔

فائدہ ۱: دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھنے والے اس کو ہمزۂ قطعی کے اور نہ پڑھنے والے ہمزۂ وصلی کے مرتبہ میں سمجھتے ہیں۔ اسی لئے جب سورۃ کے اول سے شروع کرتے ہیں تو سب بسم اللہ پڑھتے ہیں اور جب پڑھتے پڑھتے کوئی سورۃ شروع ہوتی ہے تو وہاں مُبَسْمِلِیْن تو پڑھتے ہیں اور تارکین حذف کر دیتے ہیں کیونکہ ہمزۂ وصلی بھی درج میں حذف ہو جاتا ہے۔

فائدہ ۲: چونکہ قراءۃ کی کتابوں میں اصلی مقصود اختلافی مسائل کا بیان کرنا ہوتا ہے اور اتفاقی مسائل کہیں کہیں تابع ہو کر آجاتے ہیں اس لئے یہاں ناظم دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھنے اور نہ پڑھنے کے مسئلہ کو پہلے لائے۔ کیونکہ یہ اختلافی ہے اور سورۃ کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھنے کے مسئلہ کو بعد میں بیان کیا کیونکہ اس میں سب قراء کا اتفاق ہے۔

النحو والعربیۃ: (۱) لَابُدَّ ای لَا فِرَاقَ (۲) ابتدا کے معنیٰ ہیں کسی شے کو اول بنا دینا اور اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ بھی اسی معنیٰ میں ہے۔ (۳) سُوْرَۃٌ کی تقدیر بِسُوْرَۃٍ ہے بَرَآءَۃٌ کی طرح کیونکہ با کے بغیر بَدَءْتُ الشَّيْئَ کے معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ میں نے اس کو ابتدا بنا دیا نیز مُغرب میں ہے کہ اِبْتَدَأَ زَیْدًا اور بَدَأَ زَیْدًا نہیں کہتے کیونکہ ارادہ اور ابتدا کا تعلق خارجی اشیاء کے ساتھ نہیں ہوا کرتا اسی لئے سُوْرَۃٌ سے پہلے با مقدر مانی گئی اور کلام موجب میں نکرہ صرف معنیٰ کے اعتبار سے عام ہوا کرتا ہے عَلِمَتْ نَفْسٌ کی طرح پس سُوْرَۃً اَیْ سُوْرَۃٍ کے معنیٰ میں ہے اسی لئے سِوَاهَا کا استثنا صحیح ہو گیا۔ (۴) وَفِي الْاَجْزَآءِ ای وَفِي الْاِبْتِدَآءِ بِالْاَجْزَآءِ (۵) خُيِّرَ شارحین کے قول پر مجہول بھی ہے اور معروف بھی اور ابو شامہؒ کی رائے پر مجہول اولیٰ ہے۔

۱۰۷/۸۔ وَمَهْمَا تَصِلْهَا مَعْ اَوَاخِرِ سُوْرَۃٍ فَلَا تَقِفَنَّ الدَّهْرَ فِيْهَا فَتَثْقُلَا

ترجمہ: اور جب تو اس (بسم اللہ) کا سورتوں کے آخر کے ساتھ وصل کر دے (یعنی سورۃ کے آخر پر وقف نہ کرے) تو (اب) اس (بسم اللہ) پر کبھی بھی وقف نہ کرنا (کیونکہ اگر تو اس پر وقف کر دے گا) تو تو گراں بار ہو جائے گا (اور گھبراہٹ میں پڑ جائے گا۔ اس لئے کہ تجھ پر یہ اعتراض ہوگا کہ بسم اللہ ہے تو سورتوں کے شروع کے لئے اور تمہارے اس عمل سے یہ وہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہونا ہے کہ پہلی سورۃ کے آخر کیلئے ہے یا معنیٰ یہ ہیں کہ تو قراء پر گراں ہو جائے گا۔ اس بناء پر کہ اس عمل سے تیری جہالت ظاہر ہوگی۔ اور ان کو تیرے ساتھ مناسبت نہیں رہے گی۔

شرح:۔ اگر سورۃ کے آخر کا بسم اللہ کے ساتھ وصل کر دیا جائے تو اب بسم اللہ پر وقف نہ کرنا چاہئے بلکہ اس کا بھی آئندہ سورۃ کے ساتھ وصل ہی کرنا چاہئے۔

فائدہ:۔ (۱) دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ والوں کیلئے عقلاً چار وجوہ نکلتی ہیں ۱ فصل کل سورۃ کے آخر اور الرَّحِیْمِ دونوں پر وقف کیونکہ دونوں پر وقف تام ہے۔ ۲ وصل کل یہ اصل ہے ۳ فصل اوّل وصل ثانی سورۃ کے آخر پر وقف کرنا اور الرَّحِیْمِ پر نہ کرنا یہ مستحب اور سب سے اولیٰ ہے کیونکہ اس سے مقصود خوب واضح ہو جاتا ہے کہ بسم اللہ بعض کے نزدیک تو ابتدا کو بابرکت بنانے کیلئے ہے اور بعض کی رائے پر سورۃ کے اوّل کا جزو ہے سو اس وجہ میں دونوں کی طرف اشارہ موجود ہے ۴ وصل اوّل فصل ثانی سورۃ کے آخر پر وقف نہ کرنا اور الرَّحِیْمِ پر کر دینا یہ ناجائز ہے کیونکہ اس سے مقصود کے خلاف شے کا اظہار ہوتا ہے۔

(۲) علماء قراءۃ کی ایک جماعت ذیل کی نو سورتوں (محمد، قیامہ، عبس، تطفیف، بلد، بینۃ، تکاثر، ھمزہ، تبت) کے ساتھ بِسْمِ اللّٰہِ کا وصل (یعنی فصل اوّل وصل ثانی اور وصل کل) ناجائز بتاتی ہے۔ پس وہ ان میں صرف فصل کل پڑھتے ہیں (۳) ذیل کی گیارہ سورتوں کے شروع میں ہمزہ وصلی ہونے کی بناء پر بِسْمِ اللّٰہِ کے وصل کو اولیٰ کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں: فاتحہ۔ انعام۔ کہف۔ انبیاء۔ سبا۔ فاطر۔ قمر۔ الرحمٰن۔ الحاقہ۔ علق۔ القارعۃ۔

النحو والعربیۃ:۔ ۱ ھُمَا علی قاریؒ کے قول پر ای البَسْمَلَۃِ کے معنیٰ میں ہے ۲ مَعْ میں عین کا سکون بھی لغت ہے ۳ اَوَاخِرِ جمع ہے جو واحد کے معنیٰ میں ہے یا سُوَرَۃٍ واحد ہے جو جمع کے معنیٰ میں ہے کیونکہ جو حکم بیان ہو رہا ہے وہ تمام سورتوں کا ہے کسی خاص کا نہیں پس اصل میں مَعْ اَوَاخِرِ سُوَرٍ تھا۔ ۴ فِیْ عَلٰی کے معنیٰ میں ہے فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ کی طرح۔

سُوْرَۃُ اُمِّ الْقُرْاٰنِ یعنی سورۂ فاتحہ اس میں آٹھ شعر ہیں

۱ سورۃ کلام کا وہ حصہ ہے جس کا اوّل و آخر بھی ہو اور تین آیتوں سے کم نہ ہو یہ یا تو سُؤْرٌ سے ہے جو (بَقِیَّۃٌ) کے معنیٰ میں ہے۔ یا سُوْرُ الْبَلَدِ سے ہے جو احاطہ اور فصیل کے معنیٰ میں ہے ۲ اُمّ اصل کے معنیٰ میں ہے چونکہ یہ سورۃ تمام سورتوں کے مضامین پر مشتمل ہے اس لئے اس کو اُمُّ الْقُرْاٰنِ (قرآن کی اصل) کہتے ہیں اور اسی لئے اس کو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہِ کے بعد سب سے پہلے لائے ہیں اور اس لئے بھی کہ حق تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین کو اسی سے شروع کیا ہے اور متقدمین نے بھی یہی ترتیب رکھی ہے اور اس کے اصولی اور فرشی سب اختلافات بیان کئے ہیں لیکن الرَّحِیْمِ مٰلِکِ کے ادغام کو اس کے بعد مستقل باب میں تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔

۱۰۸ - وَمٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ رَاوِیْہِ نَاصِرٌ　　وَعِنْدَ سِرَاطٍ وَّالسِّرَاطِ لِقُنْبُلَا

ترجمہ:۔ اور مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ جو ہے اس کا (الف کے ساتھ) روایت کرنے والا (اپنے موافق کی یا اس قراءۃ کی) مدد کرنے والا ہے اور تو سِرَاطٍ اور السِّرَاطِ میں (ان کو سین کے ساتھ پڑھنے میں) قنبل کی پیروی کر (اور ان کی موافقت کر)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۰۹/۲ ـ بِحَيْثُ أَتَى وَالصَّادَ زَايًا أَشِمَّهَا　　　لَدَى خَلَفٍ وَّاشْمِمْ لِخَلَّادٍ الْاَوَّلَا

ترجمہ:- یہ (لفظ سِرَاط) جس جگہ بھی آئے اور (اس کے) صاد کو (ہر جگہ اور ہر حال میں) زا کی بو دے خلف کیلئے اور خلّاد کیلئے (فقط) اوّل (لفظ کے صاد) کو زا کی بو دے۔

شرح:- یعنی رَاوِیہٖ کی را اور نَاصِرٍ کے نون والے (عاصم اور کسائی) مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں مٰلِكِ کے میم کے بعد الف زیادہ کرکے پڑھتے ہیں اور باقی پانچ الف کے بغیر مَلِكِ پڑھتے ہیں اور صِرَاط اَل کے بغیر ہو یا اَل کے ساتھ ہو اس کو ہر جگہ قنبل بجائے صاد کے (اصل کے موافق) سین سے پڑھتے ہیں اور خلف ہر جگہ اس کے صاد کا زا کے ساتھ اشمام کرتے ہیں اور خلاد نے فقط فاتحہ کے اوّل لفظ میں اشمام کیا ہے اور فاتحہ کے دوسرے صراط میں اور باقی تمام جگہ خالص صاد پڑھا ہے اور باقی ساڑھے پانچ قراء کے لئے ہر جگہ خالص صاد ہے اور اس اشمام کی کیفیت یہ ہے کہ صاد اور زا سے مرکب کرکے ایک ایسا حرف بنا لیا جائے جو صاد زا کے درمیان ہو کہ نہ تو خالص صاد ہی ہو اور نہ زا ہی ہو یعنی صاد سے تفخیم اور زا سے جہر لیا جائے اور ملا کر اس طرح ادا کیا جائے کہ سننے میں ایسا معلوم ہو جیسے زا کو پُر ادا کر رہے ہوں۔ رہی صحیح ادائیگی سو وہ مشاق اور ماہر شیخ سے سننے ہی سے معلوم ہو سکتی ہے۔

فائدہ:- ۱ اس قصیدہ کے الفاظ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ خلاد کے لئے فاتحہ کے پہلے الصِّرَاطَ میں فقط اشمام ہے اور تیسیر میں بھی یہی ہے لیکن تقریب النفع میں ہے کہ خلاد کے لئے فاتحہ کے پہلے الصِّرَاطَ میں اشمام اور صاد خالص دونوں ہیں اور دانیؒ نے ابوالفتح سے اشمام اور ابوالحسن سے خالص صاد پڑھا ہے اور شاطبی و تیسیر میں فقط اشمام بیان کیا گیا ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ اشمام اور صاد خالص دونوں وجوہ پڑھی جائیں جیسا کہ علامہ متولیؒ نے اپنی کتاب روض میں اس پر تنبیہ فرمائی ہے۔ انتہیٰ۔

تنبیہ:- سورۂ فاتحہ کے پہلے الصِّرَاطَ میں خلاد کے لئے اشمام اور خالص صاد دونوں پڑھو۔ اگر یہاں اشمام پڑھا ہو تو آگے چل کر شَیْءٍ اور اَلْ میں عدم سکتہ پڑھو یہ ابوالفتح کا طریق ہے اور الصِّرَاطَ میں خالص صاد پڑھ کر آئے ہو تو شَیْءٍ اور اَلْ میں سکتہ پڑھو یہ ابوالحسن کا طریق ہے اس کے خلاف کرنے سے طرق میں خلط ہو جائے گا۔ (ارشاد المرید من النشر و جامع البیان) مزید تفصیل باب الطرق میں دیکھو۔

فائدہ:- ۲ یہ صاد جس میں اشمام ہوتا ہے۔ حرف فرعی ہے اور ایسے حروف پانچ ہیں:- (۱) اشمام والا صاد (۲) امالہ کا الف (۳) پُر حروف کے بعد والا الف (۴) اخفا والا نون (۵) اشمام والی یا۔ اور اشمام کی چار قسمیں ہیں:- ۱ خلط حرف بالحرف جیسے صِرَاطِ، بِمُصَيْطِرٍ اور اَصْدَقُ وغیرہ ۲ خلط حرکت بالحرکت جیسے قِيْلَ، غِيْضَ وغیرہ میں ہے۔ ۳ بعض روم کو بھی اشمام کہتے ہیں جیسے لَا تَاْمَنَّا ۴ ہونٹوں کو گول کرکے ضمہ کی طرف اشارہ کرنا جیسا کہ موقوف علیہ مضموم میں ہوتا ہے۔ اور یہاں ان میں سے پہلی قسم مراد ہے۔

فائدہ:- ۳ (۱) علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ رَاوِیہٖ نَاصِرٍ میں اشارہ ہے کہ مٰلِكِ افضل ہے کیونکہ یہ بلیغ تر ہے پس یہ کیفیت کے لحاظ سے راجح ہے اور مٰلِكِ اکمل ہے۔ کیونکہ اس میں ایک حرف زیادہ ہے جو اجر کی زیادتی کا باعث ہے اور میں دو رکعتوں میں دونوں کو جمع کر لیتا ہوں اور پہلی میں مٰلِكِ پڑھتا ہوں کیونکہ یہ اکثر کی قراءۃ ہے اور علامہ جزری بھی اسی طرح کرتے تھے مگر وہ الف والی قراءۃ کو مقدم رکھتے تھے تاکہ ایک حرف کی زیادتی کے سبب پہلی رکعت دوسری سے قدرے طویل ہو جائے اور ابو شامہؒ بھی ایسا ہی کرتے تھے لیکن انہوں نے اس کی تعیین نہیں کی کہ پہلے کون سی قراءۃ پڑھتے تھے۔ (۲) امام کبیر حافظ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابو شامہؒ فرماتے ہیں کہ مٰلِكِ اور مَلِكِ دونوں حق تعالیٰ کی صفتیں ہیں اور قراءات وتفاسیر کے مصنفین نے اس بارہ میں بہت کچھ کلام کیا ہے کہ دونوں میں سے کون سی قراءۃ افضل ہے۔ حتیٰ کہ بعض نے تو اس قدر مبالغہ کیا ہے جس سے دوسری قراءۃ تقریباً ساقط الاعتبار ہو جاتی ہے اور چونکہ دونوں قراءتیں ثابت ہیں اور دونوں سے حق تعالیٰ کا کمال ظاہر ہوتا ہے اس لئے ان کا یہ فعل پسندیدہ نہیں ہے اور حد سے تجاوز کرنا مناسب نہیں پھر لکھتے ہیں کہ دونوں قراءتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ صحابہ۔ تابعین تبع تابعین سے منقول ہیں اور تینوں جماعتوں میں سے بہت سے حضرات کے نام بھی درج کئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس بارہ میں ان حضرات کی عبارتیں میں نے شرح کبیر میں ذکر کی ہیں اور میں دونوں قراءتوں کو مستحب جانتا ہوں اور کبھی اس کو پڑھتا ہوں اور کبھی اُس کو حتیٰ کہ نماز میں ایک رکعت میں ان میں سے ایک اور دوسری میں دوسری قراءۃ پڑھتا ہوں اور ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں ان قراءتوں کے اتباع کی اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو نقلاً صحیح ہیں (۳) مٰلِكِ میں الف تلفظ سے سمجھا گیا ہے اور یہ استغنا کے باب سے ہے جیسا کہ شعر ۴۶، ۴۷ و ۶۳ کی شرح میں بھی معلوم ہو چکا ہے اور صِرَاط میں تنبّل کیلئے سین تین چیزوں کے مجموعہ سے ظاہر ہوا ہے ۱؎ تلفظ۔ ۲؎ کتابت کہ قصیدہ میں سِرَاط اور اَلسِّرَاط سین سے لکھے ہوئے ہیں ۳؎ ناظم نے اس کی باقی دوؔ قراءتیں بھی بتادی ہیں کہ ایک میں اشمام ہے اور دوسری میں خالص صاد ہے اور یہ سین تلفظ اور کتابت کی تائید ان دوؔ چیزوں سے متعین نہیں ہوا۔ بلکہ تیسری چیز باقی دوؔ قراءتوں کی تعیین بھی ملانی پڑے گی۔ پس یہ استغنا کے باب سے نہیں ہے کیونکہ اس باب سے وہی قراءۃ ہو سکتی ہے جس پر شعر کے وزن کی درستی موقوف ہو یعنی قراءۃ وزن ہی سے ظاہر ہو جائے اور یہاں صِرَاط کی تینوں قراءتوں میں سے ہر قراءۃ پر وزن درست رہتا ہے (قاری عن الجعبری) (۴) مٰلِكِ اسم فاعل اور مَلِكِ صفت مشبہ ہے اور اول تقدیراً اور ثانی تحقیقاً رسم کے موافق ہے جیسا کہ مقدمہ کی پہلی فصل کے دوسرے رکن میں معلوم ہو چکا ہے کیونکہ جو حرف تخفیف کی بناء پر محذوف ہو وہ موجود کے حکم میں ہے اور اَللّٰہ اور اَلرَّحْمٰن بھی اسی قبیل سے ہیں اور سِرَاط میں سین اصل ہے کیونکہ یہ سَرْطٌ سے بنا ہے جو نگلنے کے معنیٰ میں ہے چونکہ راستہ پر چلنے والا کچھ دیر کے بعد نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔ اس لئے گویا راستہ اس کو نگل جاتا ہے۔ پھر ان وجوہ کی بناء پر اس کو صاد سے لکھا ہے۔ ۱؎ صِرَاط حجازی لغت میں صاد ہی سے ہے اور عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف لکھوانے کے وقت فرمایا تھا کہ اگر (کسی لفظ میں) تمہارا اختلاف ہو جائے تو اس کو قریش کے لغت پر لکھنا کیونکہ قرآن (کا اکثر و بیشتر حصہ) انہیں کے لغت میں نازل ہوا ہے۔ ۲؎ صاد سے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ سین سے بدلا ہوا ہے۔ پس اس میں سین والی قراءۃ کی طرف اشارہ موجود ہے اور سین کو صاد سے بدلنے کی وجہ یہ ہے کہ سین اور طاء میں مناسبت نہیں تھی کیونکہ سین مہموسہ مستفلہ ہے اور طاء مجہورہ مستعلیہ ہے۔ پس ان دونوں میں مناسبت پیدا کرنے کیلئے سین کو صاد سے بدل لیا جو سین اور طاء دونوں سے مناسبت رکھتا ہے۔ سین سے ہمس۔ صفیر اور ہم مخرج ہونے میں اور طاء سے استعلاء اور اطباق میں۔ رہا زاء کے ساتھ اشمام۔ سو وہ مزید مناسبت پیدا کرنے کے لئے ہے۔ کیونکہ زا میں طاء کی طرح جہر بھی ہے جو صاد میں نہیں ہے اور تحقیق یہ ہے کہ قراءۃ کے ثبوت کیلئے یہ بات کافی و وافی ہے کہ صحیح اور متواتر سند سے ثابت ہو جائے پس رسم و عربیت کی موافقت کا ذکر محض تقویت و تائید کے لئے کیا جاتا ہے شرط کے طور پر نہیں (قاری) (۵) سِرَاطَ وَالسِّرَاط میں اشارہ ہے کہ صِرَاط اَلْ سے خالی ہو یا اَلْ کے ساتھ ہو نہ یہ کہ معرفہ ہو خواہ نکرہ۔ کیونکہ الف لام سے خالی ہونے کی صورت میں صِرَاط نکرہ بھی ہوتا ہے جیسے صِرَاطًا اور اضافت کی بناء پر معرفہ بھی جیسے صِرَاطِی۔ صِرَاطَكَ۔ صِرَاطَ اللّٰہِ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بقرہ ع۵۸ کا وَنَقْلُ قُرَانٍ وَالْقُرَانُ اور ع۵۹ کا وَكَسْرُ بُيُوتٍ وَالْبُيُوتَ بھی اسی قبیل سے ہیں کہ بُیُوت اور قُرَان بھی اَلْ سے خالی ہونے کی صورت میں نکرہ بھی ہوتے ہیں اور معرفہ بھی اور اسی لئے ان موقعوں میں فِی الْعُرْفِ وَالنُّكْرِ نہیں فرمایا اور ہمز المفرد ع۱ میں کہا ہے کیونکہ لُؤْلُؤٌ اَلْ سے خالی ہو تو نکرہ ہی ہوتا ہے اور اگر ان سب کو نکرہ کی صورت میں لے آتے تب بھی مقصود حاصل ہو جاتا کیونکہ اَلْ کلمہ سے علیحدہ ہوتا ہے چنانچہ ہمز المفرد ع۹ میں بِئْسَ کو واؤ۔ فا لام کے بغیر لائے ہیں۔ حالانکہ حکم وَبِئْسَ اور فَبِئْسَ اور لَبِئْسَ سب کے لئے عام ہے اور چونکہ اَلْ ایک ہی ہے اور مضاف الیہ متعدد ہیں اس لئے اَلْ ہی والے پر تنبیہ فرمائی نہ کہ مضاف پہ (۶) حَيْثُ عموم ظاہر کرنے اور یہ بتلانے کے لئے ہے کہ صِرَاط کا یہ حکم ہر جگہ ہے اگر اس کو نہ لاتے تو یہ وہم ہوتا کہ یہ حکم فاتحہ ہی کے صِرَاط کا ہوگا کیونکہ ناظم کی اصطلاح یہ ہے کہ جب کسی کلمہ کو بلا قید لاتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ اس کلمہ کا یہ حکم صرف اسی جگہ ہے۔ بقرہ ع۲ انعام ع۱۱ نحل ع۱ کا دوسرا مصرعہ اور جس کلمہ کا دو۲ جگہ ایک ہی حکم ہوتا ہے تو اس کے ساتھ معاً کی قید لگا دیتے ہیں اور دو۲ جگہ سے زیادہ میں ایک ہی حکم ہو تو وہاں جَمِيعًا كُلًّا حَيْثُ وغیرہ لے آتے ہیں اور قلیل موقعوں میں اس اصطلاح کے خلاف بھی کیا ہے کہ ضرورت کے باوجود بھی عموم کا لفظ نہیں لائے جیسے اَلتَّوْرٰىةَ وَكَاَيِّنْ آل عمران وغیرہ (۷) صِرَاط میں صاد کی قراءۃ وَالصَّادَ زَايًا سے معلوم ہوئی ہے کیونکہ یہ وَالْبَاقُوْنَ بِالصَّادِ کے معنیٰ میں ہے اور صاد والی قراءۃ قوی تر اور فصیح تر ہے کیونکہ یہ صراحۃً رسم کے موافق ہے (ابراز)

النحو والعربیہ:۔ شعر ۱۰۸/۱ (۱) مَلِكِ پہلا مبتدا ہے اور جر حکایت کی بنا پر ہے (۲) رَاوِيهِ کی ضمیر مد کے لئے ہے ا مَلِكِ کے لئے (۳) عِنْدَ۔ فِی کے معنیٰ میں ہے (۴) لِ قُنْبُلًا میں لِ جارہ نہیں بلکہ وَلِيَ يَلِي بمعنی تَبِعَ سے امر ہے اسی لئے اس کو قُنْبُلًا سے جدا لکھا ہے اور اس کے ساتھ سکتہ کی ہا بھی نہیں لائے۔ کیونکہ اندیشہ تھا کہ کوئی لِهْ اور لِقُنْبُلًا کو جار مجرور سمجھ لیتا شعر ۱۰۹/۲ (۱) بِحَيْثُ کی با زائد ہے (۲) اَتٰی کی ضمیر کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا کے لئے ہے (۳) وَالصَّادَ کے دال میں روایۃً نصب اور رفع دونوں ہیں اور نصب اکثر ہے جو اضمار علیٰ شریطۃ التفسیر کی بنا پر ہے پس وَالصَّادَ کو اَشِمَّ مذکور کا مفعول نہیں کہہ سکتے اور ضمیر مؤنث اَشِمَّ مذکور کا پہلا اور زَايًا دوسرا مفعول ہے اور اَشِمَّ مقدر کا دوسرا مفعول محذوف ہے۔ اَیْ اَشِمَّ الصَّادَ زَايًا اَشِمَّهَا زَايًا۔ یا زَايًا مقدر کا دوسرا مفعول ہے اور اَشِمَّ مذکور کا دوسرا مفعول محذوف ہے اَیْ زَايًا اور وَالصَّادُ کا رفع مبتدا ہونے کی بنا پر ہے لیکن چونکہ اس کے بعد کا فعل امر ہے اور انشاء کا خبر بننا تاویل یا فعل کی تقدیر پر موقوف ہے اس لئے وَالصَّادَ میں نصب ہی مختار ہے اور رفع کو مختار بتلانے والے غلطی پر ہیں اور وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ الخ (مائدہ ع۶) میں بھی ان کیلئے کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ فَاقْطَعُوْا خبر نہیں ہے بلکہ یہ سیبویہ کے نزدیک تو دو۲ جملے ہیں اَیْ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ حُكْمُهُمَا فِيْمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا اور مبرد کے قول پر ایک جملہ ہے اور فَاقْطَعُوْا کی فا سببیہ ہے جو خبر پر اس لئے داخل ہوئی ہے کہ مبتدا شرط کے معنیٰ کو متضمن ہے اَیْ وَالَّذِیْ سَرَقَ وَالَّتِیْ سَرَقَتْ فَاقْطَعُوْا پس فَاقْطَعُوْا جزا کا قائم مقام ہے۔ (۴) لَدٰى۔ عِنْدَ کے معنیٰ میں ہے پس لَدٰى خَلَفٍ۔ عِنْدَ خَلَفٍ اَیْ فِیْ مَذْهَبِهٖ کے معنیٰ میں ہے (۵) وَاَشِمَّ کے ہمزۂ قطعی کو وصلی قرار دیکر حذف کرنا ضرورت کی بنا پر ہے اور اگر واو عاطفہ کو حذف کر دیتے تو ہمزۂ قطعی سالم رہتا۔ (۶) اَشِمَّ۔ اَشَمَّ الْخَلِيْبُ سے ہے اَیْ اَوْصِلْ اِلَيْهِ شَيْئًا يَسِيْرًا مِّمَّا يَتَعَلَّقُ بِهٖ وَهُوَ الرَّائِحَةُ (۷) لِلْاَوَّلَا کا الف اطلاق کیلئے ہے اور لام عہدی ہے نہ کہ جنسی اور اس کی تقدیر اَلْحَرْفَ الْاَوَّلَ ہے اور یہ اَشِمَّ کا پہلا اور زَايًا دوسرا مفعول ہے جو مقدر ہے۔ اس میں اوّل کے ہمزہ کی حرکت نقل کر کے اَلْ کے لام کو دی گئی ہے۔ پس اگر اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عارضی حرکت کا اعتبار کریں تب تو لِخَلاَدٍ کے تنوین کا حذف شعری ضرورت کی بناء پر ہوگا اور اگر اس کا اعتبار نہ کریں اور لام کو اب بھی حکماً ساکن ہی قرار دیں تو پھر تنوین کا حذف اجتماع ساکنین کی بناء پر ہوگا اور کبھی تنوین کو حروف علت کا قائم مقام سمجھ کر بھی حذف کر دیتے ہیں چنانچہ شاذ قراءتوں میں اَحَدُ اللّٰہُ الصَّمَدُ بھی تنوین کے بغیر آیا ہے۔

۱۱۰۔ عَلَیْهِمْ اِلَیْهِمْ حَمْزَةٌ وَلَدَیْهِمِ　　　　جَمِیْعاً بِضَمِّ الْهَاءِ وَقْفاً وَمَوْصِلاً

ترجمہ:۔ عَلَیْهِمْ (اور) اِلَیْهِمْ اور لَدَیْهِمْ کو حمزہ نے تمام موقعوں میں وصل کرتے ہوئے بھی اور وقف کرتے ہوئے بھی (دونوں حالتوں میں) ہا کے (کسرہ کے بجائے) ضمہ سے (عَلَیْهُمْ اِلَیْهُمْ لَدَیْهُمْ) پڑھا ہے۔

شرح:۔ ان تینوں کلمات میں حمزہ کیلئے وقف و وصل دونوں حالتوں میں ہر جگہ ہا کا ضمہ اور باقی سب کیلئے تینوں میں ہر جگہ ہا کا کسرہ ہے جو اس بات سے سمجھا گیا ہے کہ ضمہ تو حمزہ کے ساتھ مخصوص ہوگیا اور فتحہ کوئی لغت ہی نہیں پس کسرہ متعین ہوگیا۔ اور جعبری کے قول پر کسرہ وَفِی الْوَصْلِ کَسْرُ الْهَاءِ سے نکلتا ہے۔ جو ساتویں شعر میں آئے گا اور ضد سے نہیں نکلا۔ کیونکہ ضمہ کی ضد فتحہ ہے نہ کہ کسرہ۔

فائدہ:۔ ۱ (۱) شعر کے تینوں کلمات میں روایۃً ہا کا کسرہ اور ضمہ دونوں ہیں اور ضمہ مشہور تر ہے۔ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ ان کو ہا کے کسرہ ہی سے پڑھا جائے تاکہ باقین کی قراءۃ بھی تلفظ سے نکل آئے اور لَدَیْهِمْ میں ھا کے ضمہ کے ساتھ میم کا صلہ کرنے سے جو قراءتوں میں ترکیب پیدا ہو رہی ہے۔ اس سے بھی نجات ہو جائے۔ ابو شامہؒ فرماتے ہیں کہ بِضَمِّ الْهَاءِ کے بجائے بِضَمِّ الْکَسْرِ کہتے تو باقین کی قراءۃ لفظ کسر سے ظاہر ہو جاتی اور ممکن ہے کہ ارادہ یہی کیا ہو پھر لکھواتے وقت زبان کی سبقت کی بناء پر بِضَمِّ الْهَاءِ نکل گیا ہو اور ابھی ساتویں شعر کے کَسْرُ الْهَاءِ اور آٹھویں کے وَقِفْ لِلْکُلِّ بِالْکَسْرِ سے واضح ہو جائے گا کہ خلاف ھا کے کسرہ اور ضمہ میں ہے۔ (۲) حمزہ کیلئے وقف و وصل دونوں کی تعمیم اس لئے کی ہے کہ اسی سورۃ کے آٹھویں شعر کے وَقِفْ لِلْکُلِّ بِالْکَسْرِ سے یہ شبہ نہ ہو کہ ان کلمات میں وقفاً حمزہ کیلئے بھی کسرہ ہوگا۔ پس ان کیلئے بہرحال ضمہ ہے (۳) ناظم کا دستور یہ ہے کہ خلاف کے موقع کے مشہور ہونے اور کسی دوسرے مطلب کا احتمال نہ رہنے کی صورت میں بھی قیود کا خیال رکھتے ہیں چنانچہ بقرہ ۲۹ کے هُوَ اور هِیَ میں باقین کیلئے هُوَ کی ھا کا ضمہ اور هِیَ کی ھا کا کسرہ اسی لئے بیان کر دیا ہے اور بقرہ ۲۲ کے ساٹھ کلمات بھی اسی قبیل سے ہیں اور اگر گنجائش نہیں ہوتی تو ہر کلمہ کو اس کی سورۃ میں جدا جدا بیان کرتے ہیں اسی لئے بقرہ اور انفال و قتال کے اَلسَّلْمِ کو اور احزاب اور فتح کے بِمَا یَعْمَلُوْنَ کو جدا جدا دو جگہ بیان کیا ہے اور یہ جمع اور تفریق قاری کے متحد ہونے کی صورت میں بھی واقع ہوتی ہے اور جدا جدا ہونے کی حالت میں بھی۔

فائدہ:۔ ۲ ضمیر کی ھا کی اصلی حرکت ضمہ ہے اسی لئے جب اس سے پہلے یا اور کسرہ نہیں ہوتا تو اجماعاً ضمہ ہی آتا ہے جیسے مِنْهُمَا۔ مِنْهُمْ۔ مِنْهُنَّ۔ پھر الف کی وجہ سے فتحہ آجاتا ہے جیسے فِیْهَا۔ عَلَیْهَا اور کسرہ اور یائے ساکنہ کی مناسبت سے کسرہ آجاتا ہے جیسے بِهِمَا۔ بِهِمْ۔ بِهِنَّ۔ عَلَیْهِ۔ عَلَیْهِمَا۔ عَلَیْهِنَّ پس عَلَیْهِمْ وغیرہ میں ضمہ کی قراءۃ اصل کے موافق ہے اور یہ قریش اور اہل حجاز اور ان کے ہمسایہ (یمن کے فصیح لوگوں) کا لغت ہے اور کسرہ کی قراءۃ یا کی مناسبت سے ہے یہ قیس۔ تمیم۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموؤں (بنی سعد) کا لغت ہے اور لغۃً کسرہ ہی احسن ہے جیسا کہ اَلصِّرَاطَ میں صاد فصیح تر ہے اور چونکہ عَلَیْهِمْ۔ اِلَیْهِمْ۔ لَدَیْهِمْ کی یا الف سے بدلی ہوئی ہے اور الف کے بعد ضمیر کی ہا پر اجماعاً ضمہ آتا ہے۔ اس لئے اصل کا لحاظ کر کے حمزہ نے انھیں کلموں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضمہ پڑھا ہے اور جمع مذکر ہی کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی قراءت میں ساکن سے پہلے اور صلہ والوں کی قراءۃ میں ہر حال میں اسی کے میم پر ضمہ آتا ہے پس ھا کا ضمہ میم کے تقدیری ضمہ کی بناء پر ہے اور یعقوب نے اس کا لحاظ نہیں کیا اسی لئے وہ یائے ساکنہ کے بعد واحد کی ضمیر کے سوا باقی سب ضمیروں میں ھا کو ضمہ دیتے ہیں۔

۱۱۱/۴ ۔ وَصِلْ ضَمَّ مِيمِ الْجَمْعِ قَبْلَ مُحَرَّكٍ (دِ) رَاكًا وَقَالُونٌ بِتَخْيِيرِهِ جَلَا

ترجمہ:۔ اور ضمیر جمع کی میم کے ضمہ کا متحرک (حرف) سے پہلے (واؤ کے ساتھ) صلہ کر اس حالت میں کہ تو (نقل کی) پیروی کرنے والا ہے اور قالون جو ہیں انہوں نے اپنے (صلہ اور عدم صلہ میں) اختیار دیدینے کی وجہ سے (صلہ و عدم صلہ دونوں لغتوں کو) ظاہر کردیا ہے۔

۱۱۲/۵ ۔ وَمِنْ قَبْلِ هَمْزِ الْقَطْعِ صِلْهَا لِوَرْشِهِمْ وَأَسْكَنَهَا الْبَاقُونَ بَعْدُ لِتَكْمُلَا

ترجمہ:۔ اور ہمزہ قطعی سے پہلے اس (میم جمع) کا ان (قراء) میں سے ورش کے لئے صلہ کر اور جو قراء ان (نافع ابن کثیر) کے بعد باقی رہے انہوں نے اس میم کو ساکن پڑھا ہے (اور میں نے اس خلاف کو) اس لئے (بیان کردیا ہے) کہ (قراءۃ کی وجوہ) کامل ہوجائیں۔

شرح:۔ یعنی میم جمع (جو ھُمْ۔ کُمْ۔ تُمْ میں ہوتی ہے) جب متحرک حرف سے پہلے ہو اور یہ متحرک خواہ ہمزہ قطعی ہو خواہ کوئی اور حرف ہو (جیسے عَلَيْهِمْ غَيْرِ۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ) تو (دِ) رَاكًا کی دال والے ابن کثیر بلاخلاف اور قالون بخلاف اس میم کو ضمہ دے کر اس کا واؤ کے ساتھ صلہ کرتے ہیں اور عَلَيْهِمُو غَيْرِ اور وَلَهُمُو عَذَابٌ اور وَهُوَ مَعَكُمُو أَيْنَ مَا كُنْتُمُو پڑھتے ہیں اور اگر میم جمع کے بعد ہمزہ قطعی ہو (جیسے لَهُمْ آمَنُوا اور لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ اور عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ) تو اس میم میں ابن کثیر کی طرح ورش بھی بلاخلاف صلہ کرتے ہیں پس ہر اس میم جمع میں جس کے بعد متحرک ہو ابن کثیر کیلئے فقط صلہ اور قالون کیلئے صلہ و عدم صلہ دونوں ہیں اور ورش کیلئے صرف ہمزہ قطعی سے پہلے فقط صلہ ہے اور ہمزہ قطعی سے پہلے میم میں صلہ کرنے سے مدِ منفصل پیدا ہوجاتا ہے۔ جس میں ابن کثیر کیلئے صرف قصر اور قالون کیلئے قصر اور دو الف مد اور ورش کیلئے صرف مد ہوتا ہے۔ جس کی مقدار پانچ الف کے برابر ہے اور قالون۔ ابن کثیر اور ورش کے سوا باقی پانچ متحرک سے پہلے ہر میم جمع کو ساکن پڑھتے ہیں اور اگر میم جمع کے بعد والا حرف ساکن ہو (جیسے عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ بِهِمُ الْأَسْبَابُ مِنْ دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ۔ مِنْكُمُ الْمُسْلِمِينَ) تو اس میں کسی کیلئے بھی صلہ نہیں ہے۔ اسی لئے ناظم نے صلہ کیلئے متحرک سے پہلے ہونے کی شرط لگادی یہ حکم تو وصل کا ہے اور اگر میم جمع پر وقف کردیا جائے تو اس میں سب کیلئے (صلہ والے ہوں خواہ عدم صلہ والے) فقط سکون ہے۔

فائدہ:۔ (۱) صلہ سے مراد یہ ہے کہ ضمہ کو دراز کیا جائے تاکہ واؤ ساکنہ پیدا ہوجائے (۲) جعبری کہتے ہیں کہ ضَمَّ سے یہ معلوم ہوگیا کہ میم جمع کا صلہ واؤ کے ساتھ ہوتا ہے یا کے ساتھ نہیں ہوتا انتہی (۳) قالون کیلئے دونوں وجوہ برابر ہیں لیکن صلہ اصل کے موافق ہے (۴) متحرک سے مراد عام ہے تحقیقاً ہو یا تقدیراً تاکہ تشدید کی قراءۃ پر كُنْتُمْ تَّمَنَّوْنَ اور فَظَلْتُمْ تَّفَكَّهُونَ کے صلہ کو بھی شامل ہوجائے نیز منفصل ہو تاکہ متصل نکل جائے جیسے أَنُلْزِمُكُمُوهَا اور دَخَلْتُمُوهُ کیونکہ اس صورت میں بالاتفاق صلہ ہے اور منفصل ہونے کی قید وَأَسْكَنَهَا الْبَاقُونَ بَعْدُ سے سمجھی جاتی ہے کیونکہ ساکن وہی میم ہوسکتی ہے جو رسماً مابعد سے جدا ہو (۵) میم جمع کہنے سے فَاحْكُمْ اور يَعْلَمْ اور يَعْتَصِمْ جیسے الفاظ نکل گئے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فائدہ:- ۲۔ یہ تخییر خود نافع سے بھی منقول ہے اور ایک روایت پر قالون کیلئے ورش کی طرح فقط ہمزۂ قطعی سے پہلے صلہ ہے اور ابن کثیر کیلئے باقی قراء کی طرح عدمِ صلہ ہے لیکن آجکل ان پر عمل نہیں ہے۔

فائدہ:- ۳۔ (۱) ورش نے جو صرف ہمزۂ قطعی سے پہلے صلہ کیا ہے اس کی تین وجوہ ہیں ۱۔ صلہ کے سبب مد پیدا ہو کر اس میں حسن آجاتا ہے ۲۔ میم جمع نقل کی وجہ سے اپنی حرکت (ضمہ) کے سوا اور حرکتوں کے ساتھ متحرک نہ ہو ۳۔ ان کی روایت میں صلہ اور عدمِ صلہ دونوں لغت جمع ہو جائیں اور جمہور نے تخفیف کیلئے صلہ کو حذف کر کے مزید سہولت کیلئے میم کو ساکن بھی کر دیا کیونکہ ضمہ بھی حروفِ علت کی جنس سے ہے اس کے باقی رہنے سے بھی ثقل رہتا اور چونکہ صلہ کی ضد سے یہ وہم ہوتا تھا کہ اوروں کیلئے صلہ کے بغیر میم کا ضمہ ہوگا۔ اس لئے بتا دیا کہ باقین کے لئے میم کا اسکان ہے (۲) جعبری نے فرمایا ہے کہ ناظم کے قول صِلْهُمَا (تو صلہ کر) سے سمجھا جاتا ہے کہ صلہ وصلاً ہی ہوگا کیونکہ صلہ کی شرط یہ ہے کہ میم کے بعد متحرک حرف ہو اور یہ شرط وقف میں باقی نہیں رہتی تو مشروط (صلہ) بھی نہیں رہے گا۔ پس اس سے ابو شامہ کا یہ اعتراض رفع ہو گیا کہ جو وصلاً صلہ کرتے ہیں وہ وقفاً عدمِ صلہ پر متفق ہیں اور ناظم نے اس پر تنبیہ نہیں فرمائی انتہی۔ اور حق یہ ہے کہ صِلْهُمَا سے صراحۃً اس پر تنبیہ نہیں ہوتی کہ وقفاً عدمِ صلہ ہے۔ کیونکہ عقلاً تو یہ بھی جائز ہے کہ جو واؤ صلہ سے پیدا ہوا تھا اس پر وقف کر دیا جائے یعنی وقفاً هُمُو کُمُو پڑھا جائے اور قَبْلَ مُحَرَّكٍ سے یہ مراد لیا جائے کہ ابتداء کی حالت میں متحرک سے پہلے ہو۔

فائدہ:- ۴۔ (۱) صلہ اور عدمِ صلہ دونوں فصیح لغت ہیں اور نظم و نثر میں بکثرت آتے ہیں لبید کہتے ہیں وَهُمُو فَوَارِسُهَا وَهُمْ حُكَّامُهَا (۲) جمع میں صلہ کے واؤ کی زیادتی ایسی ہے جیسا کہ تثنیہ میں الف زائد ہوتا ہے جیسے أَنْتُمَا - أَنْتُمُو - الزَّيْدَانِ اور الزَّيْدُونَ کی طرح ہیں (۳) ساکن سے پہلے صلہ اس لئے نہیں کرتے کہ اس سے دو ساکن جمع ہو جاتے ہیں۔ (۴) اگر میم جمع کے بعد ضمیر متصل آجائے جیسے دَخَلْتُمُوهُ - أَنُلْزِمُكُمُوهَا - يُرِيكُمُوهُمْ تو اس میں سب کیلئے صلہ ہوتا ہے اور وہ واؤ لکھنے میں بھی آتا ہے اور یہ فصیح لغت ہے۔ **سوال** - اجتماع ساکنین علیٰ حدہما تو جائز ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلا ساکن مدہ اور دوسرا مدغم ہو اسی لئے ابو عمرو کی قراءۃ پر قَالَ رَبِّ اور بزی کی روایت پر عَنْهُ تَّلَهَّىٰ میں اور اسی طرح دَابَّةٍ میں مدہ کو حذف نہیں کیا گیا۔ پس چاہیئے تھا کہ هُمُ الَّذِينَ اور هُمُ السُّفَهَاءُ جیسی مثالوں میں بھی صلہ کو جائز رکھتے۔ **جواب** - فرق یہ ہے کہ پہلی تین مثالوں میں تو ادغام مدہ کی موجودگی میں ہوا ہے پس اگر مدہ کو بھی حذف کر دیتے تو دو تعلیلیں جمع ہو جاتیں اور هُمُ الَّذِينَ اور هُمُ السُّفَهَاءُ میں ادغام وضعی طور پر لزوماً ہے مدہ کے وجود پر موقوف نہیں پس مدہ کے حذف میں کوئی خرابی نہیں تھی اس لئے حذف کر دیا اور اُدْخُلُوا النَّارَ اور وَفِي النَّارِ اور قَالُوا اطَّيَّرْنَا بھی اسی قبیل سے ہیں۔

اس میم جمع کا حکم جس کے بعد ساکن ہو

۱۱۳/۱۱ - وَمِنْ دُونِ وَصْلٍ ضَمُّهَا قَبْلَ سَاكِنٍ ... لِكُلٍّ وَبَعْدَ الْهَاءِ كَسْرُ فَتَى الْعَلَا

۱۱۴/۷ - مَعَ الْكَسْرِ قَبْلَ الْهَا أَوِ الْيَاءِ سَاكِنًا ... وَفِي الْوَصْلِ كَسْرُ الْهَاءِ بِالضَّمِّ شَمْلَلَا

ترجمہ:- اور اس (میم جمع) کا ساکن سے پہلے تمام (قراء) کے لئے صلہ کے بغیر ضمہ ہے اور ہا کے بعد علاء کے جوان کا (ابو عمرو کا)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسرہ دینا (ثابت ہے اس حالت میں کہ وہ میم اس) کسرہ کے ساتھ (ہو جو) ھا سے پہلے (ہو) یا (اس) یا (کے ساتھ ہو کر دونوں ھا سے (پہلے ہو اس حالت میں کہ وہ یا) ساکن ہو اور ھا کا کسرہ جو ہے وہ وصل میں ضمہ کو جلدی سے لے آیا ہے۔

۱۱۵/۸ ۔ کَمَا بِهِمُ الْاَسْبَابُ ثُمَّ عَلَيْهِمُ الْـ　　قِتَالُ وَقِفْ لِلْكُلِّ بِالْكَسْرِ مُكْمِلَا

ترجمہ:۔ (اس اختلاف والی قسم کی مثال) بِهِمُ الْاَسْبَابُ اور عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ کی طرح ہے اور تو (اس میم کے پہلے) تمام قراء کیلئے (ھا کے) کسرہ کے ساتھ وقف کر اس حالت میں کہ تو (قراءۃ کی وجوہ کی معرفت کو) کامل کرنے والا ہو۔

شرح:۔ ان تینوں شعروں میں اس صورت کا بیان ہے جس میں میم جمع کے بعد کا حرف ساکن ہو جیسے لَهُمُ الرَّسُوْلُ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ پس اس صورت میں تمام قراء اس میم کو صلہ کے بغیر ضمہ دیتے ہیں لیکن اگر یہ میم ھا کے بعد ہو اور ھا سے پہلے کسرہ ہو یا یائے ساکنہ ہو جیسے بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۔ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ تو ان دو قسموں میں ابوعمرو ھا اور میم دونوں کا کسرہ پڑھتے ہیں پس بِهِمِ الْاَسْبَابُ اور عَلَيْهِمِ الْقِتَالُ ہو جاتا ہے اور انہیں دونوں قسموں میں شَمْلَلَا کے شین والوں (حمزہ اور کسائی) کیلئے ھا اور میم دونوں کا ضمہ ہے (یعنی بِهُمُ الْاَسْبَابُ اور عَلَيْهُمُ الْقِتَالُ) اور باقی چار (نافع ۔ ابن کثیر ۔ ابن عامر ۔ عاصم) کیلئے ھا کا کسرہ اور میم کا ضمہ ہے اور وقفاً ان دونوں قسموں میں ساتوں کیلئے ھا کا کسرہ اور میم کا سکون ہے لیکن حمزہ کیلئے عَلَيْهِمْ اِلَيْهِمْ ۔ لَدَيْهِمْ میں ھا کا ضمہ ہے جیسا کہ شعر ۱۱۱/۴ عَلَيْهِمْ اِلَيْهِمْ الخ میں معلوم ہو چکا ہے۔

فائدہ:۔ ۱۔ جس میم جمع کے بعد ساکن ہو اس کی تین صورتیں ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ میم کاف یا تا کے بعد ہو (جیسے اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ) دوم یہ کہ میم ھا کے بعد ہو اور ھا سے پہلے کسرہ اور یائے ساکنہ نہ ہو (جیسے مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ) ان دونوں قسموں میں تمام قراء کے لئے میم جمع اور اس سے پہلے حرف (دونوں) کا ضمہ ہے۔ سوم یہ کہ میم ھا کے بعد ہو اور اس سے پہلے کسرہ ہو یا یائے ساکنہ ہو (جیسے بِهِمُ الْاَسْبَابُ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ) اس قسم میں خلاف ہے یعنی ابوعمرو کے لئے ھا اور میم دونوں کا کسرہ ہے ھا کے کسرہ کی وجہ یا اور کسرہ کی مناسبت ہے اور میم کا کسرہ ھا کے کسرہ کے اتباع کی وجہ سے ہے اور حمزہ اور کسائی کیلئے دونوں کا ضمہ ہے میم کا ضمہ اس لئے کہ میم جمع میں اصل ضمہ ہی ہے اور ھا کا ضمہ اس کی مناسبت سے ہے اور اوروں کیلئے ھا کا کسرہ اور میم کا ضمہ ہے ھا کا کسرہ یا اور کسرہ کی مناسبت سے اور میم کا ضمہ اصل ہونے کی بناء پر اور یہ بنی اسد اور اہلِ حرمین کا لغت ہے ۲۔ وَفِي الْوَصْلِ وضاحت کیلئے ہے احتراز کیلئے نہیں کیونکہ کلام وصل ہی میں ہو رہا ہے ورنہ میم کے ضمہ کیلئے بھی وصل کی شرط لگانے کی حاجت تھی۔ نیز وَقِفْ لِلْكُلِّ سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ اس سے پہلے جس خلاف کا بیان ہو رہا ہے وہ وصل میں ہے اور چونکہ میم جمع پر وقف اسکان ہی سے ہوتا ہے حتیٰ کہ اس میں روم و اشمام بھی جائز نہیں اسلئے اس سے بھی ظاہر ہو گیا کہ میم کا ضمہ وصل ہی میں ہو گا اسی بناء پر بیان کی ضرورت نہیں سمجھی ساکن سے پہلے جمع کے میم کو ضمہ دینا اجتماع ساکنین کی بناء پر ہے اور ضمہ کی خصوصیت اس لئے ہے کہ اس میم میں یہی اصل ہے اور یہ ساکن ہر جگہ ہمزۂ وصلی کے بعد ہوتا ہے اور وقفاً سب ھا کو کسرہ دیتے ہیں کیونکہ حمزہ اور کسائی نے وصلاً ھا کو ضمہ دو وجوہ سے دیا تھا۔ (۱) ھا میں ضمہ ہی اصل ہے (۲) میم کے ضمہ کی مناسبت سے اور وقف میں میم کا ضمہ نہیں رہا اس لئے مناسبت بھی ختم ہو گئی۔

النحو والعربیہ:۔ شعر ۱۱۱/۴ (۱) عَلَيْهِمْ کے بعد واؤ عاطفہ محذوف ہے اور تینوں معطوفات قَرَءَ مقدر کے مفعول ہیں اور حَمْزَةُ فاعل ہے (۲) جَمِيْعًا یا تو تینوں کلمات سے حال ہے یا مفعول فیہ ای فِي جَمِيْعِ الْمَوَاضِعِ (۳) وَقْفًا الخ موصلا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دونوں مصدر ہیں اور حَمْزَةُ سے حال ہیں ای ذا وَقْفٍ وَ وَصْلٍ اَوْ فِي حَالَةِ وَقْفِهٖ وَوَصْلِهٖ (۴) مَوْصِلاً وَصْلُ کی طرح مصدر ہے اور مَرْجِعٌ اور تَرْجِعٌ کا بھی یہی حال ہے۔ شعر ۱۱۱ (۱) قَبْلَ یا تو ظرف ہے یا حال (۲) دِرَاكًا دَارَكَهٗ تَابَعَهٗ کا مصدر ہے اور صِلْ کے فاعل سے حال ہے ای تَابِعًا لِلنَّقْلِ (۳) قالُوْن میں صرف و عدمِ صرف دونوں جائز ہیں اور مزید تحقیق کیلئے دیباچہ کے شعر ۲۵ و ۲۶ کا مطالعہ کیجئے (۴) تخییر کی اضافت یا تو فاعل قالون کی طرف ہے یا مفعول (اَلْبَسْمَلَة وَعَدَمِهَا) کی طرف ہے (۵) جَلاَ۔ كَشَفَ شعر ۱۱۲ لِتَأَمَّلاَ بالف اطلاق اَعْلَمْتُ بِذٰلِكَ مقدر کی علت اور اسی کے متعلق ہے۔ شعر ۱۱۳ (۱) ضَمُّهَا مشہور روایت کی بناء پر مصدر ہے اور بِكُلٍّ اس کی خبر ہے اور مِنْ اسی کے متعلق ہے اور دوسری روایت پر ضُمَّهَا امر ہے اور یہ صِلْ کے اور مصدر والی روایت کسر کے مناسب ہے (۲) كَسْرُ مصدر کا مفعول اَلْمِيْمَ مقدر ہے اور اسی طرح اس کی خبر بھی ثَابِتٌ مقدر ہے شعر ۱۱۴ (۱) مَعَ الْكَسْرِ۔ اَلْمِيْمَ سے حال ہے (۲) قَبْلَ الْهَا۔ اَلْكَسْر کی صفت ہے (۳) اَوْ تنویع کیلئے ہے (۴) سَاكِنًا کی تذکیر اس لئے ہے کہ حروف میں تذکیر و تانیث دونوں جائز ہیں (۵) شَمْلَلاَ۔ اَسْرَعَ کے معنیٰ میں ہے۔ اَیْ اَتٰی بِالضَّمِّ سَرِيْعًا اور گو کسرہ اور ضمہ ایک وقت میں جمع نہیں ہوتے۔ لیکن اس پر بھی کسرہ کی طرف اتیان بالضم کی نسبت مجاز کی بناء پر ہے اور علاقہ یہ ہے کہ دونوں قرائتیں معنیٰ متحد ہیں اور صحیح ہیں اور دونوں حرکتوں میں سے ہر ایک دوسری کی جگہ آجاتی ہے شعر ۱۱۵ (۱) كَمَا میں مَا زائدہ ہے اور اس کی تقدیر مِثَالُ الْقِسْمِ الْمُخْتَلَفِ فِيْهِ كَهِمُ الْاَسْبَابُ ہے۔ (۲) ان دونوں مثالوں میں مشہور روایت کی بناء پر ھا اور میم دونوں کا کسرہ ہے۔ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ ان میں اکثر کی قراءۃ کے موافق ھا کا کسرہ اور میم کا ضمہ پڑھا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ الْاِدْغَامِ الْكَبِيْرِ

اسمیں سولہ ۱۶ شعر ہیں

تیسرا باب ۳ ادغام کبیر کے بیان میں

چونکہ سورۂ فاتحہ میں اَلرَّحِيْمِ مَلِكِ میں ادغام کبیر واقع ہوا ہے اس مناسبت سے اس باب کو فاتحہ کے بعد لائے ہیں یہ ایک کلمہ میں بھی ہوتا ہے اور دو ۲ کلموں میں بھی۔ (الف) لغت میں ادغام کے معنی ہیں کسی چیز کا دوسری چیز میں داخل کر دینا اور چھپا دینا اور اصطلاحی معنیٰ ہیں دو ۲ حرفوں سے دوسرے حرف جیسا ایک مشدد حرف بنا کر ادا کرنا یا ایک مخرج سے بلا فاصلہ اوّل ساکن پھر متحرک حرف کا ادا کرنا اور لغوی معنیٰ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ ادغام میں بھی مدغم چھپ جاتا ہے اور ظاہر نہیں رہتا۔ (ب) اس کا فائدہ تخفیف ہے کہ مثلین اور متقاربین اور متجانسین کے جمع ہونے کی صورت میں ادغام کے سبب ان کا ادا کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ (ج) تغیر کی کمی اور زیادتی کے لحاظ سے ادغام کی دو ۲ قسمیں ہیں۔ ۱ صغیر جس میں مدغم پہلے ہی سے ساکن ہو جیسے اِذْ ذَّهَبَ اِذْ ظَّلَمُوْا۔ ۲ کبیر جس میں مدغم پہلے سے متحرک ہو پھر ساکن کرکے ادغام کیا جائے جیسے فِيْهِ هُدًى خَلَقَكُّمْ (د) اس کو کبیر کہنے کی تین وجوہ ہیں ۱ اس میں عمل زیادہ ہوتا ہے کہ متحرک کو ساکن کرتے ہیں پھر بلا ابدال یا ابدال کے بعد ادغام کرتے ہیں ۲ یہ بہ نسبت صغیر کے قرآن میں زیادہ جگہ آیا ہے۔ ۳ یہ مثلین و متقاربین و متجانسین تینوں میں ہوتا ہے۔ (ھ) پھر ادغام کیلئے تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ سبب ۱ ۔ شرط ۲ ۔ موانع ۳ یعنی رکاوٹوں سے خالی ہونا اور سبب تین ہیں۔ ۱ تماثل دو ۲ حرفوں کا مخرج میں اور جملہ صفات میں متحد ہونا جیسے بَا اور بَا۔ تَا اور تَا ۲ تجانس دونوں حرفوں کا مخرج میں متحد اور صفات میں مختلف ہونا جیسے تَا اور طَا۔ ثَا اور ذال ۳ تقارب دونوں حرفوں کا مخرج میں یا صفات میں یا دونوں میں قریب قریب ہونا جیسے دال و سین یا دال و شین یا لام و را۔ اور شرطیں دو ۲ ہیں ۱ مدغم اور مدغم فیہ رسماً متصل ہوں۔ اسی لئے اَنَا نَذِيْرٌ میں نون کا نون میں اور اَنَا لَكُمْ میں نون کا لام میں ادغام نہیں ہوتا کیونکہ ان میں الف فاصل ہے اور اِنَّهٗ هُوَ میں ہوتا ہے کیونکہ دونوں ھائیں کتابت میں متصل ہیں۔ اور صلہ کا واؤ جو صرف تلفظ میں ہے وہ چونکہ حرف علت ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اس لئے اس کو فاصل نہیں سمجھا گیا۔ ۲ جب ادغام ایک کلمہ میں ہو تو مدغم فیہ کم از کم دو ۲ حرفی ہو اسی لئے خَلَقَكَ وغیرہ میں ادغام نہیں ہوتا۔ موانع پانچ ہیں ۱ پہلا حرف متکلم کی ۲ اور مخاطب کی تا ہو جیسے كُنْتُ تُرٰبًا۔ اَنْتَ تُكْرِهُ۔ كُنْتَ ثَاوِيًا ۳ پہلے حرف پر تنوین ہو جیسے وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ۔ ۴ اول حرف پر تشدید ہو جیسے فَتَمَّ مِيْقَاتُ۔ وَهَمَّ بِهَا ۵ مدغم کے بعد سے جزم کی بنا پر کوئی حرف علت ساقط ہو گیا ہو یہ صورت اگر مثلین میں ہو تب تو ادغام و اظہار دونوں جائز ہیں اسی لئے يَبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ (آل عمران ع ۹) اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ (یوسف ع ۱) ۔ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا (غافر ع ۴) تینوں میں دونوں وجوہ ہیں اور اگر متقاربین میں سے ہو تو ادغام منع ہے اور یہ صورت صرف وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً بقرہ ع ۳۲ میں پائی جاتی ہے۔ (د) ادغام و اظہار کے لحاظ سے حروف کی پانچ ۵ قسمیں ہیں ۱ وہ جن میں اہل ادغام کے قول پر ادغام واجب ہے۔ یہ اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ شرط و سبب موجود ہوں اور موانع نہ ہوں ۲ وہ جن میں اظہار واجب ہے اور یہ اس صورت میں ہوتا ہے کہ یا تو شرط نہ ہو یا مانع پایا جا رہا ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲ وہ جن میں اظہار وادغام دونوں جائز ہیں اور یہ صورت ذیل کے بارہ کلمات میں پائی جاتی ہے۔ ۱ یَبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ (آل عمران ع۹)۔ ۲ یَخْلُ لَکُمْ (یوسف ع۱)۔ ۳ یَاْتِ کَاذِبًا (غافر ع۴)۔ ۴ وَاللّٰیِٔ یَئِسْنَ (طلاق ع۱) یہ چار تو مثلین میں سے ہیں اور باقی آٹھ متقاربین و متجانسین میں سے ہیں ۵ اَلزَّکٰوۃَ ثُمَّ (بقرہ ع۱۰)۔ ۶ اَلتَّوْرٰیۃَ ثُمَّ (جمعہ ع۱)۔ ۷ وَلْتَاْتِ طَآئِفَۃٌ (نساء ع۱۵)۔ ۸ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی (اسراء ع۳)۔ ۹ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی (روم ع۴)۔ ۱۰ الرَّاْسُ شَیْبًا (مریم ع۱)۔ ۱۱ جِئْتِ شَیْئًا (مریم ع۲)۔ ۱۲ طَلَّقَکُنَّ (تحریم ع۱)۔ ان سب میں دو دو وجوہ ہیں اور دونوں صحیح ہیں ۴ وہ جن میں ادغام قوی ہے۔ ۵ وہ جن میں اظہار قوی ہے۔ اور یہ دونوں صورتیں بھی انہیں مذکورہ بالا بارہ کلمات میں پائی جاتی ہیں۔ پس ان کی تین قسمیں ہیں۔ ۱ بعض میں تو اظہار وادغام دونوں برابر ہیں اور ۲ بعض میں ادغام قوی ہے اور ۳ بعض میں اظہار قوی ہے اور اس کی تفصیل آئندہ آئے گی اور اظہار اصل ہے اور ادغام فرع ہے کیونکہ اوّل سبب پر موقوف نہیں اور ثانی موقوف ہے

فائدہ:۔ ۱ جب شرط اور سبب ہو اور مانع نہ ہو تو اوّل کو ساکن کرکے ثانی میں ادغام کرتے ہیں۔ مثلین میں بلا ابدال اور متقاربین میں ابدال کے بعد یعنی اوّل کو ثانی سے بدل کر اس میں ملا کر دونوں کو ایک کر دیتے ہیں اور پہلے کے عوض میں تشدید لے آتے ہیں۔ اور با سے پہلے میم کا اخفا بھی ادغام ہی میں شامل ہے کیونکہ متحرک کو ساکن کرنے کی صفت میں دونوں شریک ہیں ۲ چونکہ اخفا ادغام و اظہار کے درمیانی حالت کا نام ہے اس لئے اس میں اختلاف ہے۔ صاحب مصباح اور اہوازی کہتے ہیں کہ اخفاء میں قدرے تشدید بھی ہوتی ہے اور دانی رح اور مکی رح کی رائے پر تشدید سے خالی ہوتا ہے اور جعبری رح کہتے ہیں کہ یہی تحقیق اور حق ہے کیونکہ اس میں پہلے حرف کو دوسرے میں ملایا نہیں جاتا (اسی لئے تشدید بھی نہیں ہوتی) اور احقر کو بھی یہی حق معلوم ہوتا ہے اور علی قاری رح فرماتے ہیں کہ تھوڑا سا ملاؤ تو ہوتا ہی ہے اور اہل فن جو اُدْغِمَ ھٰذَا فِیْ ھٰذَا (فلاں حرف کا فلاں حرف میں ادغام کیا گیا ہے) اور اُخْفِیَ ھٰذَا عِنْدَ ھٰذَا (یہ حرف اس حرف کے قریب اخفا سے پڑھا جاتا ہے) کہتے ہیں اس سے ملاؤ کی نفی نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ اس لئے ہے کہ دونوں میں شدت و ضعف کا فرق ہے کہ ادغام میں ملاؤ قوی اور کامل اور اخفاء میں ضعیف اور معمولی ہوتا ہے۔ پس خلاف لفظی ہے حقیقی نہیں۔

۱۱۶/۱ وَدُوْنَکَ الْاِدْغَامَ الْکَبِیْرَ وَقُطْبُہٗ　　اَبُوْعَمْرِوِ الْبَصْرِیُّ فِیْہِ تَحَفَّلَا

ترجمہ:۔ اور تو ادغام کبیر (کے قواعد) کو لے لے۔ حالانکہ اس (ادغام) کا مدار (اور اس بارہ میں اصل) ابوعمرو بصری ہے۔ یہ (ادغام) اس (ابوعمرو) میں جمع ہو گیا ہے۔ (یعنی اس کے قواعد انہیں کے ساتھ مخصوص ہیں یا ابوعمرو نے اس ادغام کا اہتمام کیا ہے)۔

تشریح:۔ یعنی تم ادغام کبیر کے قواعد کو یاد کر لو اور اس کو قراء سبعہ میں سے صرف ابوعمرو بصری نے اختیار کیا ہے۔ اور انہیں نے اس کے حروف کو ضبط کیا ہے اور نقل کیا ہے اور اس کے صحیح ہونے کی دلیلیں بھی بیان کی ہیں اور زیادہ مشہور بھی انہیں سے ہے اگرچہ حسن رح اعمش رح وغیرہ نے بھی ادغام کیا ہے۔ لیکن ان سے اتنا مشہور نہیں۔

فائدہ:۔ (الف) مثلین۔ متقاربین اور متجانسین میں ابوعمرو کیلئے دو طریق ہیں ادغام و اظہار اور اسی طرح ہمزۂ ساکنہ میں بھی دو وجوہ ہیں ابدال اور تحقیق اور ان دونوں کے ملانے سے عقلاً چار طریق نکلتے ہیں:۔ ۱ اظہار اور ابدال۔ ۲ اظہار اور ہمزہ میں تحقیق ۳ ادغام اور ہمزۂ ساکنہ میں ابدال ۴ ادغام و تحقیق۔ ان میں سے چوتھا طریق ناجائز ہے کیونکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ ابو عمرو سے صحیح نقل کے ساتھ منقول نہیں اور بعض نے یہ علت بیان کی ہے کہ اس سے تقیل (مثلین وغیرہ) میں تو تخفیف ہو جاتی ہے اور اثقل (ہمزۂ ساکنہ) میں نہیں ہوتی اور پہلی علت صحیح ہے کیونکہ دوسری پر یعقوب کی قراۃ سے شبہ ہوتا ہے کہ اس میں یہی صورت ہے اور درست بھی ہے۔ یعنی مثلین وغیرہ میں ادغام اور ہمزۂ ساکنہ میں تحقیق اور باقی تین طریق جائز اور صحیح ہیں۔ (ب) جس طرح ابو عمرو کیلئے ادغام کے ساتھ ہمزہ کی تحقیق صحیح نہیں اسی طرح ادغام کے ساتھ مد منفصل میں مد بھی درست نہیں۔ پس دوری اور سوسی دونوں کیلئے مثلین وغیرہ میں ادغام و اظہار اور ہمزۂ ساکنہ میں ابدال و تحقیق دونوں صحیح ہیں لیکن ہمزۂ ساکنہ میں تحقیق اور منفصل میں مد پڑھنے کی صورت میں مثلین وغیرہ میں صرف اظہار ہوگا۔ پس مثلین وغیرہ اور ہمزۂ ساکنہ دونوں کے جمع ہونے کی صورت میں حَيْثُ شِئْتُمَا جیسی مثالوں میں عقلاً چار وجوہ نکلتی ہیں۔ ۱ اظہار و تحقیق۔ حَيْثُ شِئْتُمَا۔ ۲ اظہار و ابدال جیسے حَيْثُ شِيتُمَا ۳ ادغام و ابدال۔ یعنی حَيْثُ شِّيتُمَا ۴ ادغام و تحقیق۔ یعنی حَيْثُ شِّئْتُمَا ان میں سے چوتھی ناجائز ہے اور باقی تین صحیح ہیں اور مد منفصل اور مثلین وغیرہ جمع ہو جائیں جیسے وَلَا اَقُولُ لَكُمْ میں ہیں تب بھی چار وجوہ نکلتی ہیں ۱ منفصل میں قصر اور مثلین میں اظہار وَلَا اَقُولُ لَكُمْ ۲ قصر و ادغام وَلَا اَقُولُّكُمْ ۳ مد و اظہار ۴ مد و ادغام ان میں سے بھی چوتھی ناجائز اور باقی تین صحیح ہیں اور مد منفصل و ہمزۂ ساکنہ کے جمع ہونے کی صورت میں بھی چار وجوہ نکلتی ہیں ۱ تحقیق و قصر ۲ تحقیق و مد ۳ ابدال و قصر ۴ ابدال و مد اور چاروں صحیح ہیں پس يُؤْمِنُونَ بِمَا اُنْزِلَ میں دوری کیلئے چاروں وجوہ جائز ہیں اور سوسی چونکہ منفصل میں مد نہیں کرتے۔ اس بنا پر ان کیلئے صرف دو وجوہ ہوں گی جو ۱ اور ۳ میں درج کی گئی ہیں۔ اور جب مثلین وغیرہ اور ہمزۂ ساکنہ مد منفصل تینوں چیزیں جمع ہو جائیں تو وہاں عقلاً آٹھ وجوہ نکلتی ہیں ۱ اظہار تحقیق قصر قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا ۲ اظہار۔ تحقیق۔ مد ۳ اظہار۔ ابدال۔ قصر قَالَ لَا يَاتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا ۴ اظہار۔ ابدال مد ۵ ادغام ابدال قصر قَالَّا يَاتِيكُمَا طَعَامٌ تُّرْزَقَانِهِ إِلَّا ۶ ادغام۔ ابدال۔ مد ۷ ادغام۔ تحقیق۔ قصر ۸ ادغام۔ تحقیق۔ مد ان میں سے اول کی پانچ صحیح اور باقی تین غیر صحیح ہیں اور سوسی کیلئے صرف تین (۱ اور ۳ و ۵) صحیح ہیں (اتحاف) لیکن ناظم اپنی تلامذہ میں دونوں کیلئے اظہار و تحقیق اور سوسی کیلئے ابدال و ادغام پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ قصیدہ کے سب سے پہلے شارح ابوالحسن سخاوی فرماتے ہیں کہ ابوالقاسم شاطبی ادغام کبیر سوسی ہی کے طریق سے پڑھتے تھے کیونکہ انھوں نے اسی طرح پڑھا تھا اور اتحاف البریہ میں ہے وَالْادْغَامُ بِالسُّوسِيِّ خُصَّ ادغام سوسی ہی کے ساتھ خاص کیا گیا ہے (انتہی) (ج) اظہار اور تحقیق کی وجہ اصل کی موافقت ہے اور ابدال اور ادغام تخفیف کی بنا پر ہے۔

ایک کلمہ کے مثلین کا ادغام

۱۱۷ ۔ فَفِي كِلْمَةٍ عَنْهُ مَنَاسِكَكُمْ وَمَا ... سَلَكَكُّمْ وَبَاقِي الْبَابِ لَيْسَ مُعَوَّلَا

ترجمہ:۔ پس ایک کلمہ میں اس (ابو عمرو) سے مَنَاسِكَكُمْ اور مَا سَلَكَكُّمْ (کا ادغام) ہے اور اس (ایک کلمہ کے مثلین کے) باب کا باقی (حصہ) جو ہے وہ ادغام کے بارہ میں اعتماد کیا ہوا نہیں ہے (یعنی مَنَاسِكَكُمْ اور مَا سَلَكَكُّمْ کے سوا ایک کلمہ کے مثلین میں کسی جگہ بھی ادغام نہیں ہے)

شرح:۔ اس باب میں صرف مثلین کے ادغام کا بیان کرنا مقصود ہے اور یہ ایک کلمہ میں بھی ہوتا ہے اور دو میں بھی۔ پس جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مثلین ایک کلمہ میں جمع ہو رہے ہوں تو ان میں سے ابو عمرو نے صرف دو کلموں مَنَاسِكَكُمْ بقرہ ع ۲۵ اور مَا سَلَكَكُمْ مدثر ع ۲ میں ادغام کیا ہے (کیونکہ ان میں حرکات و حروف زیادہ ہیں) باقی سب جگہ اظہار ہے پس بِشِرْكِكُمْ جِبَاهُهُمْ وُجُوهُهُمْ۔ بِأَعْيُنِنَا میں گو بعض ناقلین نے ادغام بیان کیا ہے لیکن یہ روایت اعتماد کے لائق نہیں ہے۔ پس ان میں اظہار ہی صحیح اور قوی ہے اور چونکہ ان میں حرکات مَنَاسِكَكُمْ اور مَا سَلَكَكُمْ سے کم ہیں اس لئے ادغام سے تخفیف کی ضرورت نہیں سمجھی۔ پس مَنَاسِكَكُمْ اور سَلَكَكُمْ کی تخصیص اس لئے ہے کہ قوی تر اور صحیح تر روایت کی پیروی ہو جائے اور دونوں لغت بھی جمع ہو جائیں اسی لئے وَمَن يُشَاقِقِ اللّٰهَ انفال ع ۲ میں بالاتفاق اظہار اور حشر ع میں سب کیلئے ادغام ہے۔ رہا يَرْزُقُكُمْ اور خَلَقَكُمْ وغیرہ سو یہ متقاربین میں سے ہیں اس لئے ان کا ذکر آئندہ باب میں آئے گا۔

فائدہ:۔ (۱) کلمہ کی تعریف میں قراء کے نزدیک رسم کا اور اہل عربیت کے یہاں معنیٰ کا اعتبار ہے پس قراء کے نزدیک کلمہ وہ ہے جو رسم میں دوسرے سے جدا ہو اور اہل عربیت کے نزدیک کلمہ وہ ہے جو جدا معنیٰ کو ظاہر کرے اسی بناء پر مَنَاسِكَكُمْ قراء کے نزدیک ایک کلمہ ہے کیونکہ رسم میں مَنَاسِكَ کُمْ سے متصل ہے جدا نہیں چنانچہ مَنَاسِكَ پر وقف جائز نہیں اور اہل عربیت کے نزدیک اس میں دو کلمے ہیں اس بناء پر کہ اس سے دو معنیٰ جدا جدا ظاہر ہوتے ہیں اور سَلَكَكُمْ کا بھی یہی حال ہے اور ءَأَنذَرْتَهُمْ سَأُورِيكُمْ اور آبَاؤُهُمْ تینوں میں قراء کے نزدیک ایک ایک کلمہ ہے اور اہل عربیت کی رائے پر تین تین کلمے ہیں اور أَنُلْزِمُكُمُوهَا قراء کے قول پر ایک کلمہ ہے اور اہل عربیت کی رائے پر اس میں چار کلمے ہیں اسی لئے مَنَاسِكَكُمْ اور سَلَكَكُمْ کو ایک کلمہ کہا گیا خوب سمجھ لو اور اس تحقیق کو یاد کر لو کیونکہ یہ بہت جگہ کام آئے گی (۲) بعض کلمات میں بعض دوسرے قراء نے بھی ادغام کیا ہے جو اپنے موقعوں پر آئیں گے۔

النحو والعربیۃ:۔ شعر ۱۱۶ ۱ دُونَكَ اسم فعل ہے جو اِلْزَمْ اور خُذْ کے معنیٰ میں ہے یہ فعل پر آمادہ کرنے کے لئے آتا ہے۔ ۲ ادغام۔ افعال اور افتعال دونوں سے آتا ہے یہ چھپانے اور داخل کرنے کے معنیٰ میں ہے۔ چنانچہ جس گھوڑے کی سیاہی پوشیدہ ہو اس کو اَدْغَمْ کہتے ہیں نیز اَدْغَمْتُ اللِّجَامَ فِيْ فَمِ الْفَرَسِ اور اَدْغَمْتُ رَأْسَ الْفَرَسِ فِي اللِّجَامِ بولتے ہیں ۳ قُطُب کے تین معنیٰ ہیں ۱ شے کی اصل ۲ مدار جس پر کوئی چیز قائم ہو ۳ سردار اور وَقُطْبُهُ کا واؤ یا تو حالیہ ہے یا استینافیہ ۴ ابو عمرو یا تو خبر ہے پس تَحَفَّلَا مستانفہ ہوگا یا عطف بیان ہے اس تقدیر پر تَحَفَّلَا خبر ہوگا ۵ فِيْهِمَا کی ضمیر ابو عمرو کے اور تَحَفَّلَا کی ادغام کے لئے ہے یا اس کا عکس ہے پہلی صورت میں تَحَفَّلَا اِجْتَمَعَ کے معنیٰ میں ہوگا چنانچہ تَحَفَّلَ الْمَجْلِسُ وَتَحَفَّلَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ اور تَحَفَّلَ الْوَادِيْ اِذَا امْتَلَأَ بِالْمَاءِ بھی اسی معنیٰ میں ہے اور دوسری تقدیر پر اِهْتَمَّ کے معنیٰ میں ہوگا چنانچہ جب اِحْتَفَلَ اور تَحَفَّلَ کا صلہ لام اور فِيْ اور باء آتا ہے تو دونوں اسی معنیٰ میں ہوتے ہیں اسی طرح اِكْتَسَبَ اور تَكَسَّبَ بھی معنیٰ متحد ہیں۔ شعر ۱۱۷ ۱ مَنَاسِكَكُمْ اي اِدْغَامُ مَنَاسِكَكُمْ مبتدا ہے اس میں درایۃً تو اظہار و عدم صلہ ہے اور یہی اولیٰ ہے اور روایۃً ادغام وصلہ ہے۔ یعنی مَنَاسِكَكُمُوْ اس میں دو قراءتوں میں ترکیب لازم آتی ہے جو مجبوری کے بغیر جائز نہیں ۲ وَبَاقِي الْبَابِ کی تقدیر وَاِدْغَامُ بَاقِيْ بَابِ الْمِثْلَيْنِ ہے ۳ مُعَوَّلًا اي مُعْتَمَدًا عَلَيْهِ اَوْ عَلٰى اِدْغَامِهٖ۔

دو کلموں کے مثلین کا ادغام

۱۱۸ وَمَا كَانَ مِنْ مِّثْلَيْنِ فِيْ كِلْمَتَيْهِمَا فَلَابُدَّ مِنْ اِدْغَامِ مَا كَانَ اَوَّلَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ:- اور جو (دو حروف کا مجموع اس حالت میں کہ وہ) مثلین میں سے (ہو) اپنے دو کلموں میں پایا جائے۔ تو (اس میں سے) اس (حرف) کا ادغام ضروری ہے جو اوّل ہو۔

۱۱۹/۴ ۔ كَيَعْلَمُ مَا فِيْهِ هُدًى وَّطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَالْعَفْوَ وَأْمُرْ تَمَثَّلَا

ترجمہ:- (دو کلموں میں جمع ہونے والے مثلین کی مثال) یَعْلَمُ مَا (اور) فِیْہِ هُدًی اور طُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اور الْعَفْوَ وَأْمُرْ کی طرح ہے تو (ان مثالوں کو) ضرور جان لے (اور باقی کو ان پر قیاس کرلے یا ادغام کے ضروری ہونے کا بیان مذکور مع مثالوں کے معین اور متشکل اور ظاہر ہوگیا ہے)۔

ادغام کے چار موانع

۱۲۰/۵ ۔ إِذَا لَمْ يَكُنْ تَا مُخْبِرٍ أَوْ مُخَاطَبٍ أَوِ الْمُكْتَسِيْ تَنْوِيْنَهُ أَوْ مُثَقَّلَا

ترجمہ:- (مثلین میں سے اوّل حرف کا دوسرے میں اس وقت ادغام ہوتا ہے) جبکہ وہ (پہلا) حرف متکلم یا مخاطب کی تا نہ ہو یا وہ حرف نہ ہو جو اپنے تنوین کو لباس بنانے والا ہو یا مشدّد نہ ہو۔

۱۲۱/۶ ۔ كَكُنْتُ تُرَابًا أَنْتَ تُكْرِهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ وَأَيْضًا تَمَّ مِيْقَاتُ مُثِّلَا

ترجمہ:- (ان موانع کی مثالیں) کُنْتُ تُرَابًا (اور) اَنْتَ تُکْرِہُ (اور) وَاسِعٌ عَلِیْمٌ کی طرح ہیں اور تَمَّ مِیْقَاتُ (کی طرح) بھی (ہیں اس شعر میں) مذکور (یا موانع میں سے ہر ایک) مثال کے ذریعہ بیان کردیا گیا ہے۔

شرح:- شعر ۱۱۸/۳ یعنی اگر مثلین دو کلموں میں جمع ہو رہے ہوں اور دونوں متحرک ہوں اور رسماً متصل ہوں اور ان چار موانع میں سے کوئی مانع بھی نہ ہو جو آئندہ شعر إِذَا لَمْ یَکُنْ میں آرہے ہیں تو وہاں اہل ادغام کے قول پر پہلے حرف کا دوسرے میں ادغام ضروری ہوگا۔ شعر ۱۱۹/۴ جیسے یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ اور وَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اور فِیْهِ هُدًی اور الْعَفْوَ وَأْمُرْ شعر ۱۲۰/۵ و ۱۲۱/۶ اور موانع چار ہیں ۱ مدغم (پہلا حرف) متکلم کی تا ہو جیسے کُنْتُ تُرَابًا ۲ پہلا حرف مخاطب کی تا ہو جیسے اَنْتَ تُکْرِہُ اور کِدْتَّ تَرْکَنُ ۳ پہلے حرف پر تنوین ہو جیسے وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۴ پہلے حرف پر تشدید ہو جیسے فَتَمَّ مِیْقَاتُ پس ان چار صورتوں میں اظہار ضروری ہوگا ادغام ہرگز نہ ہوگا۔

فائدہ ۱:- (۱) مثلین کی تین حالتیں ہیں ۱ پہلا ساکن اور دوسرا متحرک ہو جیسے اِذْ ذَّهَبَ اور یُدْرِکْکُّمُ ۲ پہلا متحرک ہو اور دوسرا ساکن جیسے کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ اتَّخَذَتْ میں دوسرا لام اور دوسری تا ساکن ہے نمبر ۱ میں سب کے لئے ادغام واجب ہے۔ لیکن اگر پہلا ساکن مدہ ہو جیسے فِیْ یَوْمٍ اور وَمَا تَوَادُ هُمْ تو پھر ادغام نہ ہوگا اور نمبر ۲ میں سب کیلئے اظہار واجب ہے۔ ۳ مثلین متحرک ہوں اس صورت میں حرف ابو عمرو کیلئے ادغام ہوگا بعنوان سترہ ۱۷ حرفوں میں واقع ہوا ہے۔ بہت۔ ثج۔ رس۔ عغ۔ فق۔ کل۔ من۔ وھی میں جمع ہیں۔ تفصیل۔ ۱ با کا با میں ستاون ۵۷ جگہ جیسے لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ ۲ تا کا تا میں تیرہ ۱۳ جگہ۔ اَلشَّوْکَةِ تَکُوْنُ ۳ ثا کا ثا میں تین جگہ۔ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۴ حا کا حا میں دو جگہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَلنِّکَاحِ حَتّٰی ع۵۔ را کا را میں پینتیس[۳۵] جگہ شَهْرُ رَمَضَانَ م۶۔ سین کا سین میں تین[۳] جگہ اَلنَّاسُ سُکٰرٰی م۷ عین کا عین میں اٹھارہ[۱۸] جگہ۔ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ م۸ غین کا غین میں ایک[۱] جگہ یَبْتَغِ غَیْرَ م۹ فا کا فا میں تیئیس[۲۳] جگہ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ۔ م۱۰۔ قاف کا قاف میں پانچ[۵] جگہ۔ اَلرِّزْقِ قُلْ هِیَ۔ م۱۱۔ کاف کا کاف میں سینتیس[۳۷] جگہ۔ اِنَّكَ كُنْتَ۔ م۱۲۔ لام کا لام میں دو سو بیس[۲۲۰] جگہ۔ لَا قِبَلَ لَهُمْ م۱۳ میم کا میم میں ایک سو اکتالیس[۱۴۱] جگہ اَلرَّحِیْمِ مٰلِكِ م۱۴ نون کا نون میں اکہتر[۷۱] جگہ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ۔ م۱۵ واؤ کا واؤ میں اٹھارہ[۱۸] جگہ۔ هُوَ وَالَّذِیْنَ م۱۶ ہا کا ہا میں پچانوے[۹۵] جگہ۔ فِیْهِ هُدًی م۱۷ یا کا یا میں آٹھ[۸] جگہ یَاْتِیَ یَوْمٌ کل سات سو اڑتالیس[۷۴۸] رہے باقی بارہ[۱۲] حروف سو ان میں سے الف تو اکیلا آ ہی نہیں سکتا اور ہمزہ کی تخفیف تسہیل و ابدال وغیرہ سے ہوتی ہے۔ اس لئے ادغام کی حاجت نہیں اور خز صطظ کے پانچ حروف نہ مثل سے پہلے آئے ہیں نہ جنس و قریب سے اور جذ ذشق کے پانچ[۵] مثل سے پہلے نہیں آئے جب انتیس[۲۹] میں سے یہ بارہ[۱۲] نکل گئے تو وہی سترہ[۱۷] باقی رہے جو اوپر درج کئے گئے ہیں۔ اور متقاربین و متجانسین میں سے ان سولہ[۱۶] حرفوں کا ادغام ہوتا ہے جو بث۔ بجح۔ د ذ ر س ش ض ق۔ کلمن میں جمع ہیں اور ان کی اور ان کے مدغمات کی تفصیل آئندہ باب میں آئے گی۔ (۲) دو[۲] کلموں میں جو ادغام ہوتا ہے وہ وصل ہی میں ہوا کرتا ہے اور یہ قید مثلین کے دو[۲] کلموں میں جمع ہونے سے سمجھی جاتی ہے کیونکہ جب اول پر وقف کر دیں گے۔ تو مثلین جمع نہیں رہیں گے۔

فائدہ ۲۔ یَعْلَمُ مَا الخ کی چار[۴] مثالوں میں وہ تینوں قسمیں آگئیں جن پر پورے باب کا مدار ہے کیونکہ مدغم سے پہلا حرف یا تو متحرک ہوتا ہے یا ساکن۔ اور ساکن حرف علت بھی ہوتا ہے اور حرف صحیح بھی پس یَعْلَمُ مَا اور طُبِعَ عَلٰی میں پہلے حرف پر حرکت ہے (اول معرب ہے اور ثانی مبنی) اور فِیْهِ هُدًی میں مدغم سے پہلا ساکن حرف علت ہے جس میں بحالت ادغام طول۔ توسط۔ قصر تینوں وجوہ جائز ہیں اور اَلْعَفْوَ وَاْمُرْ میں۔ مدغم سے پہلے فا ساکن صحیح ہے اور چونکہ اس صورت میں ادغام کے ادا کرنے میں دشواری پیش آتی ہے۔ اس لئے ابن مجاہد وغیرہ اس میں ادغام نہیں کرتے بلکہ اختلاس سے پڑھتے ہیں اس کی تفصیل پانچویں باب کے آخر میں آئے گی اور اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ مثلین عام ہیں۔ حرف صحیح ہوں خواہ حرف علت نیز یہ کہ مدغم اور مدغم فیہ کا رسماً متصل ہونا بھی شرط ہے۔ چنانچہ چاروں مثالوں میں ایسا ہی ہے۔ اسی لئے اَنَا نَذِیْرٌ میں ادغام نہ ہوگا۔

فائدہ ۳۔ (۱) متکلم اور مخاطب کی تا کا ادغام اس لئے نہیں ہوتا کہ یہ فاعل ہے جس کا حذف درست نہیں اور مدغم تقریباً حذف ہو جاتا ہے اور اَنْتَ میں فقط تا کو ضمیر کہنا مجاز کی بناء پر ہے کیونکہ حقیقتاً تو پورا کلمہ ضمیر ہے۔ (۲) جس حرف پر تنوین ہو اس کا ادغام اس لئے نہیں ہوتا کہ تنوین کتابت میں نہ ہونے کے باوجود بھی مثلین کے درمیان قوی فاصل ہے کیونکہ یہ حرف صحیح ہے جو شعر کے وزن میں بھی معتبر ہے اور اسکی طرف ہمزہ کی حرکت بھی نقل کی جاتی ہے اور اجتماع ساکنین کی صورت میں اس پر کسرہ آتا ہے۔ **سوال** جس طرح تنوین کتابت میں نہیں ہوتی۔ اسی طرح صلہ کی یا اور واؤ بھی نہیں ہوتی تو پھر اس کی وجہ کیا ہے۔ کہ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ اور غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ وغیرہ میں تو تنوین کو فاصل قرار دے کر ادغام نہیں کرتے اور مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ اور اِنَّهٗ هُوَ جیسی مثالوں میں ہا کا ہا میں ادغام کر دیتے ہیں اور صلہ کی یا اور واؤ کو فاصل نہیں مانتے۔ **جواب**:۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ تنوین حرف صحیح ہونے کی وجہ سے مستقل حرف ہے اور مقصود بالذات ہے جو اسم کے متمکن اور منصرف ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اجتماع ساکنین کے سبب اس پر کسرہ بھی آتا ہے اور مَرَاهِمُ اور قَائِمٌ وغیرہ میں حرف علت کے ساتھ جمع ہونے کی صورت میں حرف علت تو ساقط ہو جاتا ہے لیکن تنوین باقی رہتا ہے اور صلہ کی یا اور واؤ حرکت کے دراز کرنے سے پیدا ہو جاتی ہے۔ کوئی مستقل حرف نہیں ہے اسی لئے بِهِ اللّٰهُ اور لَهُ الرَّسُوْلُ وغیرہ میں اجتماع ساکنین کے سبب صلہ حذف ہو جاتا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پس قوت وضعف و مستقل وغیر مستقل ہونے کے اس فرق کی بناء پر تنوین کو فاصل قرار دیا اور اس کے ہوتے ہوئے ادغام نہیں کیا اور صلہ کے حرف کو فاصل نہ مان کر ادغام کر دیا۔ (۳) مشدّد کا ادغام اس لئے نہیں ہوتا کہ اس میں ایک حرف کو حذف کرنا پڑتا ہے

فائدہ ۳ :۔ قرشی نے عبدالوارث سے کِدْتَ تَرْکَنُ (اسراء ع۸ میں) اور ابن غالب نے فَاَکْثَرْتَ جِدَالَنَا (ہود ع۳ میں) اور داجونی نے سوسی سے رَاَیْتَ ثَمَّ (دہر ع۱ میں) اور ابو زید نے ہر مشدّد کا اور ابن جبیر نے یزیدی سے وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ (انعام ع۶ وکہف ع۴) اور لِاَیِّ یَوْمٍ مرسلات میں ادغام نقل کیا ہے اور بعض نے اَنْصَارُ رَبَّنَآ میں بھی ادغام بتایا ہے مگر یہ سب روایات شاذ ہیں۔

النحو والعربیۃ :۔ شعر ۱۱۸/۳ ۔ (۱) پہلا مَا موصولہ ہے جو شرط کے معنیٰ کو متضمن ہے (۲) پہلا کَانَ تامہ ہے اور دوسرا ناقصہ شعر ۱۱۹/۴ (۱) فِیْهِ میں روایتاً صلہ ہے اور وزن کے لحاظ سے حذف بھی صحیح ہے (۲) تَمَثَّلَا یا تو امر ہے اور الف نون خفیفہ سے بدلا ہوا ہے۔ اَیْ تَصَوَّرَنْ وَاعْلَمَنْ یا ماضی کا صیغہ ہے اور الف اطلاق کیلئے ہے اَیْ تَشَکَّلَ الْمَذْکُوْرُ وَتَمَثَّلَ الْمَسْطُوْرُ شعر ۱۲۰/۵ (۱) جعبری کے قول پر لَمْ یَکُنْ کا مجموعہ اِذَا کی بناء پر مجزوم ہے لیکن چونکہ اِذَا کا جازم ہونا ضعیف لغت کی بناء پر ہے اس لئے ضرورت کے بغیر اس پر حمل نہ کرنا اولیٰ ہے اور جعبری کی رائے پر اس کا ماقبل اس کو جواب سے مستغنی کر رہا ہے۔ اور ان لَمْ یَکُنْ اَحَدُ هٰذِهِ الْمَوَانِعِ یُدْغَمُ اور علی قاری کی رائے پر یہ اسی باب کے تیسرے شعر کے ادغام کا ظرف ہے۔ اس لئے جواب کا محتاج نہیں (۲) اَوْ تنویع کے لئے ہے کیونکہ مراد یہ ہے کہ چاروں میں سے ہر ایک مستقل مانع ہے نہ کہ سب کا مجموعہ (۳) التکثیر میں اَلْ موصولہ ہے اور اس کی یا پر نصب کے بجائے سکون ایک لغت کی بناء پر ہے جیسا کہ مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا (البقرہ ع۳۸ میں) عن بصری کیلئے یا کا سکون بھی اسی لغت کی بناء پر ہے جو شاذ قراءۃ ہے اور ترجمہ میں تنوین کو لباس بنانے والا ہو جو کہا ہے اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ تنوین حرف کا زیور اور اس کی زینت ہے اسی لئے اس کا حذف کرنا مناسب نہیں شعر ۱۲۱/۶ (۱) اس شعر میں لف ونشر مرتب کے طریق پر موانع کی چار مثالیں بیان کی ہیں جعبری کے قول پر ان میں جملوں کا جملوں پر عطف ہے لیکن چونکہ اظہر یہ ہے کہ کَهٰذِهِ الْاَلْفَاظِ کے معنیٰ میں ہیں اس لئے عطف مفرد علی المفرد کے قبیل سے ماننا اولیٰ ہے اور وَاسِعٌ عَلِیْمٌ جملہ بھی نہیں ہے (۲) اَیْضًا اٰضَ یَئِیْضُ کا مصدر ہے اَیْ اَقُوْلُ رَاجِعًا اِلَی الْاِتْمَامِ (۳) مُثِّلَا کی ضمیر یا تو مذکور کیلئے ہے یا تَمَّ مِیْقَاتُ کیلئے پہلی صورت میں مستانفہ اور دوسری تقدیر پر تَمَّ مِیْقَاتُ کی خبر ہوگا۔ اَیْ وَتَمَّ مِیْقَاتُ مُثِّلَ بِهٖ اَیْضًا کَمَا مُثِّلَ بِالثَّلَاثَةِ الْاُوَلِ اور پہلی صورت میں مُثِّلَ جَمِیْعُ الْمُسْتَثْنٰی کے معنیٰ میں ہے۔

۱۲۲/۷ ۔ وَقَدْ اَظْهَرُوْا فِی الْکَافِ یَحْزُنْكَ کُفْرُهٗ ۔۔۔ اِذِ النُّوْنُ تُخْفٰی قَبْلَهَا لِتُجَمَّلَا

ترجمہ :۔ اور ناقلین نے کاف میں (یعنی) یَحْزُنْكَ کُفْرُهٗ (لقمٰن ع۲) میں اظہار کیا ہے۔ اس لئے کہ نون جو ہے وہ اس (کاف) سے پہلے اخفاء کے ساتھ پڑھا جاتا ہے تاکہ یہ (کلمہ یا نون) خوبصورت بنا دیا جائے (یعنی نون اپنی لفظی قوت کے فوت ہو جانے اور صفتِ غنہ کے باقی رہنے کے سبب عمدہ ہو جائے یا کلمہ اپنی اصلی صورت پر باقی رہنے کے سبب خوبصورت معلوم ہو)

شرح :۔ (۱) یعنی فَلَا یَحْزُنْكَ کُفْرُهٗ (لقمٰن ع۲ میں) ادغام کا قاعدہ تو پایا جا رہا ہے کہ مثلین (دو کاف) بھی جمع ہیں اور گذشتہ چار موانع میں سے کوئی مانع بھی نہیں ہے۔ لیکن اس پر بھی اہل ادا نے اس میں ادغام نہیں کیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کاف سے پہلے نون میں اخفا ہو رہا ہے یہ علت ابوطاہر ابن ابی ہاشم وغیرہ نے بیان کی ہے۔ یعنی چونکہ اخفاء اس حالت کا نام ہے جو اظہار و ادغام کے درمیان ہے۔ اس لئے اخفاء ادغام کے مرتبہ میں ہوگیا۔ پس فَلَا يَحْزُنْكَ میں نون مدغم کے اور اس کے بعد والا کاف مدغم فیہ کے مرتبہ میں ہوکر تقریباً مشدد ہوگیا۔ اور مشدد کا ادغام ناجائز ہے جیساکہ موانع میں معلوم ہوچکا ہے۔ اسی لئے فَلَا يَحْزُنكَ میں کاف کا ادغام نہیں کیا۔ (۲) یہ علت كُنْتُ تُرَابًا اور اَنْتَ تُكْرِهُ وغیرہ میں متکلم اور مخاطب کی تا کے اظہار کو اور بھی قوی کردیتی ہے کیونکہ ان میں بھی تا سے پہلے نون میں اخفا ہو رہا ہے۔ پس تا مدغم فیہ اور مشدد کے مرتبہ میں ہوگئی۔ پس اب تا کے اظہار کیلئے دو۲ علتیں ہوگئیں ۱۔ یہ خطاب کی تا ہے اور بمنزلہ فاعل کے ہے اگر اس کا ادغام کریں گے تو فاعل تقریباً محذوف ہوجائے گا۔ ۲۔ اس سے پہلے نون میں اخفا ہو رہا ہے۔ اس لئے تا مدغم فیہ اور مشدد کے حکم میں ہوگئی۔ جس کا ادغام ناجائز ہے۔ (۳) اِذْ اور لام دونوں اظہار کی علتیں ہیں یعنی کاف کا اظہار اس لئے بھی کیا ہے کہ اس سے پہلے نون میں اخفا ہو رہا ہے اور کاف مشدد کے مرتبہ میں ہوگیا ہے اور اس لئے بھی کہ کلمہ اپنی اصلی صورت پر باقی رہنے کے سبب حسین اور عمدہ رہے یا اِذْ اظہار کی اور لام اخفا کی علت ہے یعنی کاف کا اظہار نون کے اخفا کی وجہ سے ہے اور نون کا اخفا اس لئے ہے کہ نون نفیس اور عمدہ بن جائے۔ کیونکہ صفاتِ عارضہ حروف کی زینت ہیں۔ اسی لئے ان کو صفات مزینہ اور محلیہ بھی کہتے ہیں۔

فائدہ:- ۱ چونکہ اخفاء کے سبب نون کا مخرج خیشوم کی طرف منتقل ہوگیا ہے۔ اس لئے اس کے بعد تشدید کا ادا کرنا دشوار تھا۔ نیز کاف پہلے ہی مدغم فیہ اور مشدد کے مرتبہ میں ہے اب اگر ادغام کرتے تو کلمہ میں دو۲ تشدیدیں جمع ہوجاتیں اور ثقل پیدا ہوجاتا۔ جو ادغام کے مقصد کے بالکل منافی ہے ۲ بعض کی رائے پر اخفا ہی سے تخفیف حاصل ہوگئی۔ اس لئے ادغام کی حاجت نہیں رہی ۳ جعبریؒ فرماتے ہیں کہ پہلے چار موانع تو کلی تھے اور مدغم سے پہلے اخفاء کا پایا جانا جزئی مانع ہے۔ ۴ تقریب النشر میں ہے کہ فَلَا يَحْزُنكَ كُفْرُهُ میں اظہار پر اتفاق ہے۔ ۵ اخفاء لغت میں چھپانے کو اور اصطلاح میں اس حالت کو کہتے ہیں جو ادغام و اظہار کے درمیان ہے۔

۱۲۳ (ص) وَعِنْدَهُمُ الْوَجْهَانِ فِيْ كُلِّ مَوْضِعٍ　　تَسَمّٰى لِاَجْلِ الْحَذْفِ فِيْهِ مُعَلَّلَا
۸

ترجمہ:- اور ان (ادغام والوں) کے نزدیک دو۲ وجہ ہیں ہر ایسے کلمہ میں کہ جس نے معلل نام پایا ہو اس حذف کی وجہ سے جو اس میں ہوا ہے۔

۱۲۴ (ص) كَيَبْتَغِ مَجْزُوْمًا وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا　　وَيَخْلُ لَكُمْ عَنْ عَالِمٍ طَيِّبِ الْخَلَا
۹

ترجمہ:- (اور ایسے کلمات) يَبْتَغِ اور اِنْ يَّكُ كَاذِبًا اور يَخْلُ لَكُمْ کی طرح ہیں اس حالت میں کہ (ان میں سے) ہر ایک جزم دیا گیا ہے (تو ان کو) ایسے شخص سے (نقل کردے) جو عمدہ علم والا ہے۔

شرح:- ۱۲۳- یعنی جو حضرات ابوعمرو سے ادغام نقل کرتے ہیں وہ ایسے کلمہ میں ادغام اور اظہار دونوں وجہ بتاتے ہیں جس کے آخر میں سے کوئی حرف علت حذف ہوگیا ہو اور اس لئے مثلین جمع ہوگئے ہوں اور اس حذف کے سبب وہ کلمہ معلل کہلانے لگا ہو۔ ۱۲۴- اور ایسے کلمات صرف تین آئے ہیں ۱ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ (آل عمران ع) ۲ يَخْلُ لَكُمْ (یوسف ع) ۳ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا (غافر ع) یہ تینوں مجزوم ہیں اس لئے ان میں دونوں وجوہ صحیح ہیں پس اگر دوسرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موقعوں میں ادغام پڑھ کر آئے ہوں تو ان تینوں میں اور اسی طرح ان تمام کلمات میں جن میں آئندہ باب میں دو وجوہ بتائی جائیں گی ادغام و اظہار دونوں پڑھ سکتے ہیں اور اگر دوسرے موقعوں میں اظہار پڑھ کر آئے ہوں تو پھر ان دو وجوہ والے کلمات میں اظہار ہی ہوگا ادغام کسی میں بھی نہ ہوگا اس کو خوب یاد رکھنا چاہئے۔

فائدہ: ہمارا تیسیر میں ہے کہ میں نے ان تینوں کلمات کو دونوں طرح پڑھا ہے آہ اور ابن مجاہد کے مذہب پر اظہار اور ابوالحسن کے مذہب پر ادغام ہے ہمارا ادغام اس لئے ہے کہ تلفظاً و رسم میں مثلین جمع ہیں اور اظہار کی تین وجوہ ہیں (۱) یہ اصل ہے اور حذف کے سبب کلمہ میں ضعف بھی آگیا ہے۔ (۲) کلمہ میں حذف سے تخفیف ہو چکی ہے اس لئے ادغام کی حاجت نہیں رہتی (۳) جو حرف حذف ہوا ہے وہ موجود کے حکم میں ہے پس گویا مثلین جمع ہی نہیں ہوئے اور تیسری وجہ ظاہر تر ہے بالخصوص یلث میں کیونکہ اس میں دو حرف حذف ہو گئے ہیں۔

۱۲۵ - وَيٰقَوْمِ مَالِي ثُمَّ يٰقَوْمِ مَنْ بِلَا　　خِلَافٍ عَلَى الْإِدْغَامِ لَا شَكَّ أُرْسِلَا ۱۰

ترجمہ:- اور یقوم مالی پھر یقوم من دونوں بلا خلاف ادغام پر چھوڑے گئے ہیں (اس میں) شک نہیں۔

شرح:- اس شعر میں اس مقدر شبہ کا جواب دیا ہے کہ جس طرح یبتغ۔ یخل۔ یلث کے آخر میں سے حروف حذف ہوئے ہیں اسی طرح یقوم کے آخر میں سے بھی متکلم کی یا حذف ہو گئی ہے کیونکہ یہ اصل میں یقومی تھا پس جس طرح ان تینوں کلمات میں دو وجوہ ہیں اسی طرح ویقوم من ینصرنی (ہود ع۳) اور ویقوم مالی (غافر ع۵) میں بھی اظہار و ادغام دونوں جائز ہونے چاہئیں اور جواب کا حاصل یہ ہے کہ ان دونوں میں صرف ادغام ہے اور ان کا یبتغ وغیرہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ جو حروف ان کے آخر میں سے حذف ہوئے ہیں وہ کلمہ کے اصلی حروف میں سے تھے اور یقوم میں سے جو متکلم کی یا حذف ہوئی ہے وہ ایک علیحدہ کلمہ ہے قوم کے اصلی حروف میں سے نہیں اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ یقوم شروع ہی سے یا کے بغیر ہے نہ یہ کہ اس میں پہلے یا تھی پھر حذف ہو گئی پس اس کو معتل نہیں کہہ سکتے۔

۱۲۶ - وَإِظْهَارُ قَوْمٍ اٰلَ لُوطٍ لِكَوْنِهِ　　قَلِيلَ حُرُوفٍ رَدَّهُ مَنْ تَنَبَّلَا ۱۱

۱۲۷ - (ص) بِإِدْغَامِ لَكَ كَيْدًا وَلَوْ حَجَّ مُظْهِرٌ　　بِإِعْلَالِ ثَانِيهِ إِذَا صَحَّ لَاعْتَلَا ۱۲

ترجمہ:- اور ایک جماعت کا آل لوط (کے لام) کو اس (آل) کے کم حرفوں والا ہونے کی بنا پر اظہار سے پڑھنا (ہے) اس (اظہار) کا لک کیدا کے ادغام کے ذریعہ اس (عالم) نے رد کیا ہے جو (علم میں) کامل ہو گیا ہے (پس یہ رد قوی اور صحیح ہے) یا جو وفات پا چکا ہے پس یہ رد قدیم ہے) اور اگر اظہار کرنے والا (حروف کی کمی کے بجائے) اس (آل) کے دوسرے حرف کی تعلیل کو (اظہار کی) دلیل بناتا بشرطیکہ یہ (اظہار نقلاً) صحیح بھی ہوتا تو وہ (اظہار کرنے والا) بلند (اور غالب) ہو جاتا (یعنی اس کی دلیل اور اظہار دونوں کو تسلیم کر لیا جاتا۔ لیکن چونکہ دونوں باتیں نہیں ہیں اس لئے دلیل اور اس کی بنا پر اظہار دونوں لائق رد ہیں)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آل کی تعلیل کا بیان

۱۲۸/۱۳ - فَاَبْدَالُہٗ مِنْ ھَمْزَۃٍ ھَاءٌ اَصْلُھَا وَقَدْ قَالَ بَعْضُ النَّاسِ مِنْ وَّاوٍ اُبْدِلَا

ترجمہ:- پس اس (آل کے الف) کا ابدال اس ہمزہ سے ہے جس کی اصل ھا تھی اور بعض لوگوں (ابوالحسن بن شنبوذ) نے کہا ہے کہ یہ (الف) واؤ سے بدلا گیا ہے۔

شارح:- ۱۲۶/۱۱ و ۱۲۷/۱۲ یعنی بغداد کے عام علماء جن میں سے ابوبکر بن مجاہد بھی ہیں اور موقعوں میں ادغام پڑھتے ہوئے بھی آلَ لُوطٍ (حجر ع و ع ۵ و نمل ع و قمر ع) میں چاروں جگہ لام کا اظہار کرتے ہیں اور دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ آل میں حروف کم ہیں اگر ادغام کریں گے تو ایک حرف اور کم ہو جائے گا یا یہ کہ جب اس میں حروف کم ہیں تو تخفیف حاصل ہے ادغام کے ذریعہ مزید تخفیف حاصل کرنے کی حاجت نہیں۔ دانی رحمہ اللہ نے جو اس فن کے جلیل القدر عالم ہیں ان کا رد اس طرح کیا ہے کہ لَكَ كَيْدًا (یوسف ع) پر ادغام پر اجماع ہے اس میں آپ حضرات بھی ادغام ہی کرتے ہیں حالانکہ لَكَ میں آل سے بھی کم حروف ہیں کیونکہ آل میں تو تین حرف ہیں اور لَكَ میں دو ہی ہیں پس اگر حروف کی کمی ادغام کے ناجائز ہونے کا سبب ہوتی تو لَكَ كَيْدًا میں بھی ادغام نہ ہونا چاہیئے تھا پس معلوم ہوا کہ یہ دلیل صحیح نہیں پھر وَنُوحِ مُظْهِرٌ الخ میں فرماتے ہیں کہ اگر آل میں اظہار نقلاً صحیح ہوتا تو اس کی صحیح اور معتبر دلیل یہ ہوتی کہ آل کے دوسرے حرف میں دوبار تعلیل ہو چکی ہے جس کا ذکر ابھی فَاَبْدَالُہٗ الخ میں آرہا ہے۔ اگر اس میں ادغام کریں گے تو کلمہ میں تین تعلیلیں جمع ہو جائیں گی لیکن اظہار نقلاً صحیح نہیں کیونکہ دانی رحمہ اللہ نے تیسیر کے سوا اور کتابوں میں فرمایا ہے کہ مجھے یزیدی کے طریق سے اس کا اظہار معلوم نہیں ہوا اور اظہار والوں کی دلیل بھی نامناسب ہے اس لئے دلیل اور اس کی بناء پر اظہار دونوں نامقبول ہیں نتیجہ یہ کہ اور موقعوں میں ادغام پڑھ رہے ہوں تو آلَ لُوطٍ میں بھی ادغام ہی پڑھیں گے۔ ۱۲۸/۱۳ اور آل کی تعلیل میں دو مذہب ہیں ۱۔ آل اَهْلٌ تھا کیونکہ اس کی تصغیر اُهَيْلٌ آتی ہے ھا کو ہمزہ سے بدل لیا تاکہ اس کو الف سے بدلنے کی صورت نکل آئے اس لئے أَأْلٌ ہو گیا اب چونکہ اس میں دو ہمزہ جمع تھے اور دوسرا ساکن تھا اس لئے دوسرے کو وجوبی طور پر الف سے بدل لیا جیسا کہ اس کا قاعدہ الهمز المفرد ۲۱ میں آئے گا۔ اس لئے آلٌ ہو گیا یہ سیبویہ اور اکثر متقدمین کا مذہب ہے ۲۔ آل اَوَلٌ تھا کیونکہ اس کی تصغیر اُوَيْلٌ آتی ہے پھر قَالَ کے مشہور قاعدہ کی بناء پر واؤ الف سے بدل گیا آلٌ ہو گیا یہ کسائی اور ان کے متبعین کا مذہب ہے اور ابوشامہ اور بعض متاخرین نے اسی کو قوی بتایا ہے اور یہ دوسری تعلیل زیادات میں سے ہے:-

فائدہ:- ۱۔ بعض کہتے ہیں کہ لَكَ كَيْدًا سے رد کرنا درست نہیں کیونکہ لَكَ میں کاف ضمیر ہے جو اسم ظاہر کی جگہ آیا کرتی ہے پس لَكَ اصل کے اعتبار سے لِيُوسُفَ تھا سو جس طرح لِيُوسُفَ فِي الْاَرْضِ میں ادغام ہوتا ہے اسی طرح لَكَ كَيْدًا میں ہو گیا اور اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ضمیر پر اسم ظاہر کے تمام احکام جاری کئے جائیں گے تو وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً (قصص ع ۳) میں تسہیل والوں کے لئے اُمَّةً کے ہمزہ کی تسہیل بھی ضروری ہوگی کیونکہ یہ بھی اصل میں عَلَى الْمَاءِ اُمَّةً تھا اور اسم ظاہر کی طرح ضمیر کو معرب بھی ماننا پڑے گا اور اس کا لغو ہونا ظاہر ہے ۲۔ سیبویہ وغیرہ کا یہ کہنا کہ آل کی اصل اَهْلٌ تھی محض دعویٰ ہے اور عربی لغت کی حکمت اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتی کیونکہ عرب اپنے کلام میں آسانی پیدا کرنے کے لئے ثقیل حروف کو آسان حرفوں سے بدلتے رہتے ہیں اور چونکہ ہمزہ ثقیل ترین حرف ہے۔ اس لئے اس میں طرح طرح کی تبدیلیاں کرتے ہیں جیسا کہ ظاہر اور معلوم ہے پس ھا کو جو آسان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرف ہے ہمزہ سے بدلنا اس مقصد کے بالکل منافی ہے پھر بدلنے کے بعد بھی وہ ہمزہ قائم نہیں رہ سکتا بلکہ اس کا الف سے بدلنا ضر[وری] ہوگا پس بلا دلیل اتنا زیادہ تغیر اختیار کرنے پر کون سی ضرورت داعی ہے اور رہا مَاءٌ سو اس میں ھا کا ہمزہ سے بدلنا اس لئے ہے کہ اعراب پر قوی ہوجائے کیونکہ ھا خفی حرف ہے اور اَرَقْتُ اور ھَرَقْتُ میں اوّل اصل ہے اور ثانی فرع ہے اس میں را ہمزہ سے بدلی ہوئی ہے اور یہ قیاس کے موافق ہے پس اٰلَ کی دوسری تعلیل صحیح اور حق ہے چنانچہ اہل لغت اٰل کو مادہ اَوَل ہی میں بیان کرتے ہیں پس یہ اٰلَ یَؤُوْلُ سے بنا ہے جو رجوع کرنے کے معنیٰ میں ہے کیونکہ انسان کی اٰل دین اور نسب میں اس کی طرف رجوع ہوا کرتی ہے (ابراز) مع تصغیر سے بھی کوئی فیصلہ نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ اُھَیْلٌ بھی آتی ہے اور اُوَیْلٌ بھی اور اصل یہ ہے کہ اٰل اور اَھْل دو جدا جدا لفظ ہیں کیونکہ اوّل تو دونوں کی تصغیر جدا جدا آتی ہے اور دوسرے اٰل مرتبہ میں اھل سے بڑھ کر ہے کیونکہ اٰل کا استعمال انہیں میں ہوتا ہے جن میں کسی قسم کی شرافت ہو دنیاوی ہو یا اخروی جیسے اٰلَ فِرْعَوْنَ اٰلَ اِبْرٰھِیْمَ اور اَھْل ادنیٰ اور اعلیٰ دونوں میں مستعمل ہے ۔ ناظم رحمہ اللہ نے اٰل کی دوسری تعلیل کو اظہار کی دلیل ہونے کی حیثیت سے بیان نہیں کیا کیونکہ یہ تو اظہار کے بجائے ادغام سے مناسبت رکھتی ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ جس طرح اس میں دو تعلیلوں کا ہونا اظہار کو چاہتا ہے اسی طرح اس میں ایک تعلیل بھی ہے جو ادغام کا سبب بن سکتی ہے اور اگر ایک تعلیل کو بھی اظہار کی دلیل مان لیں تو لازم آئے گا کہ قَالَ لَہٗ میں بھی اظہار کیا جائے کیونکہ قَالَ میں بھی ایک تعلیل ہوئی ہے پھر یہ فرق بیان کرنا پڑے گا کہ قرآن میں قَالَ زیادہ جگہ آیا ہے اس لئے اس میں ادغام کیا گیا اور اٰلَ کم جگہ آیا ہے اس لئے اس میں بعض نے اظہار کیا ہے اور ابوعمرو سے جو اٰلَ کے بارہ میں لِقِلَّةِ حُرُوْفِہٖ آیا ہے اس سے محقق رحمہ اللہ نے یہی مراد لیا ہے کہ یہ کلمہ کم جگہ آیا ہے کیونکہ کلمہ کا قلّت اور کثرت سے آنا بھی ادغام میں معتبر ہے ۔ جعبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ممکن ہے کہ یہ وَاَلٌ ہو پھر قلب مکانی کے سبب اَوَلٌ بن گیا ہو اس طرح اس پر بھی دو تعلیلیں جمع ہوجائیں گی لیکن یہ تکلف و تعسف ہے (قاری)

۱۲۹/۱۴ ۔ وَوَاوُ هُوَ الْمَضْمُوْمِ هَاءً كَهُوْ وَّمَنْ ۔۔ فَاَدْغِمْ وَمَنْ يُّظْهِرْ فَبِالْمَدِّ عَلَّلَا

ترجمہ :- اور اس ھُوَ کی واؤ جو ھا کے اعتبار سے ضمہ دیا گیا ہو (یعنی اس کی ھا پر ضمہ ہو) اور اس کی مثال) ھُوَ وَّمَنْ کی طرح ہے پس تو اس (کے واؤ) کا (بعد کے واؤ میں) ادغام کر اور جو (اس واؤ کا) اظہار کرتا ہے اس نے (اس واؤ کے) مدہ ہوجانے کے ساتھ علت بیان کی ہے (یعنی جب اس واؤ کو ادغام کے لئے ساکن کریں گے تو یہ واؤ مدہ بن جائے گا۔ اور مدہ کا ادغام منع ہے)

مذکورہ بالا علت پر نقض

۱۳۰/۱۵ ۔ وَيَاْتِيَ يَوْمٌ اَدْغَمُوْهُ وَنَحْوَهٗ ۔۔ وَلَا فَرْقَ يُنْجِيْ مَنْ عَلَى الْمَدِّ عَوَّلَا

ترجمہ :- حالانکہ تمام ناقلین نے يَاْتِيَ يَوْمٌ اور اس جیسے (اور کلمات نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى) کا ادغام کیا ہے اور (ھُوَ وَّمَنْ اور يَاْتِيَ يَوْمٌ میں) کوئی ایسا فرق (موجود) نہیں جو اس شخص کو (اعتراض سے) بچا دے جس نے (واؤ کے) مدہ (ہونے) پر اعتماد کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرح:- یعنی اگر ھُوَ کی ھا پر ضمہ ہو اور یہ اس صورت میں ہوتا ہے کہ ھُوَ سے پہلے واؤ یا لام نہ ہو اور اس کے بعد دوسرا واؤ آجائے جیسے ھُوَ وَالَّذِیْنَ اور ھُوَ وَمَنْ یَّاْمُرُ اور یہ صورت تیرہ جگہ واقع ہوئی ہے تو وہاں ناظم اور جمہور کے مذہب پر تو ھُوَ کے واؤ کا بعد والے واؤ میں مثلین کے عام قاعدہ کے موافق صرف ادغام ہے یعنی ھُوَّ الَّذِیْنَ اور ھُوَّ مَنْ پڑھتے ہیں اور ابن مجاہد اور ان کے متبعین اظہار کرتے ہیں اور بعض نے اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ بسبب واؤ کو ادغام کے لئے ساکن کریں گے تو وہ مدہ ہو جائے گا اور مدہ کا ادغام منع ہے چنانچہ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا اور مَاتُوْا وَھُمْ اور فِیْ یَوْمٍ میں اسی لئے ادغام نہیں ہوتا کیونکہ مدہ ایک الف کے برابر کشش کو چاہتا ہے اور ادغام میں تشدید آجانے کے سبب کشش باقی نہیں رہتی پس مدہ کا مدہ ہونا فوت ہو جاتا ہے اور جمہور اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یَاْتِیَ یَوْمٌ اور نُوْدِیَ یٰمُوْسٰی وغیرہ میں ادغام پر اجماع ہے ان میں آپ بھی ادغام ہی کرتے ہیں حالانکہ ان میں بھی یا ساکن ہونے کے بعد مدہ ہو جاتی ہے پس ھُوَ وَّمَنْ اور یَاْتِیَ یَوْمٌ میں ذرا بھی فرق نہیں نیز بہ نسبت یا کے واؤ میں ثقل بھی زیادہ ہے تو اس کا ادغام بدرجہ اولیٰ ہو جانا چاہئے اور تحقیق یہ ہے کہ مدہ اصلیہ کا ادغام منع ہے نہ کہ عارضی کا پس مَاتُوْا وَھُمْ اور فِیْ یَوْمٍ میں واؤ اور یا اصل کے لحاظ سے مدہ ہیں کیونکہ پہلے ہی سے ساکن ہیں اس لئے ان کی ذات ہی کشش کو چاہتی ہے اور ھُوَ وَّمَنْ اور یَاْتِیَ یَوْمٌ میں واؤ اور یا ادغام کے سبب ساکن ہو کر عارضی طور پر مدہ بن جاتے ہیں اس لئے ان کی مدیت کا لحاظ رکھنا ضروری نہیں وَبِھٰذَا اتَّبَیَّنَ فَرْقُ الْبَایِنِ:- اور ھُوَ کی ھا میں ضمہ کی قید لگا کر اس ھُوَ کو نکال دیا جو واؤ یا لام کے بعد ہو جیسے وَھُوَ، فَھُوَ، لَھُوَ کیونکہ اس کی ھا ابو عمرو کی قرأۃ میں ساکن ہوتی ہے پس اگر اس ھُوَ کے بعد دوسرا واؤ آجائے جو صرف تین جگہ آیا ہے ۱ وَھُوَ وَلِیُّھُمْ (انعام ع ۱۵) ۲ فَھُوَ وَلِیُّھُمُ (نحل ع ۸) ۳ وَھُوَ وَاقِعٌ (شوریٰ ع ۳) تو اس صورت میں بلا خلاف ادغام ہے کیونکہ یہ واؤ ساکن ہونے سے مدہ نہیں ہوتی۔ پس ابو شامہ نے اور ناظم کی شرح کنز المعانی عرف شعلہ میں امام عبداللہ موصلی نے جو ان تینوں موقعوں میں اظہار بتایا ہے وہ معتبر نہیں ہے محقق فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ اَلْعَفْوَ وَّاْمُرْ اور وَھُوَ وَّلِیُّھُمْ اور فَھُمْ یَوْمَئِذٍ میں کوئی فرق نہیں کیونکہ ابو عمرو اور ان کے اصحاب سے اس کے خلاف کوئی نص صحیح طور پر نہیں آئی اور ابو العلاء واسطی ابن مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ ابو عمرو کے مذہب کا قیاس یہی ہے کہ اَلْعَفْوَ وَّاْمُرْ اور اَللّٰھُوَ وَّمَنْ کی طرح ان تین کلمات میں بھی ادغام ہی کیا جائے۔

فائدہ:- ۱ جو حضرات ھُوَ وَالَّذِیْنَ وغیرہ میں اظہار کرتے ہیں انہوں نے یہ علتیں بھی بیان کی ہیں (۱) ھُوَ میں واؤ کا اضافہ اس لئے کیا گیا ہے کہ ضمیر کی ھا میں قوت پیدا ہو جائے پس اگر اس واؤ کا ادغام کر دیں گے تو اس مقصد میں ایک طرح کا خلل آجائے گا۔ (۲) غیر فصیح لغت میں ھُوَّ کے واؤ پر تشدید بھی آیا ہے پس ادغام کرنے سے یہ شبہ پیدا ہو جائے گا کہ قرآن بھی اسی لغت پر نازل ہوا ہو گا حالانکہ وہ غیر فصیح لغات سے بالکل پاک و بری ہے۔ (۳) بعض کہتے ہیں کہ ھُوَ کا واؤ اصل میں مشدد تھا پھر اس میں تخفیف کر لی گئی اس لئے ادغامی تخفیف کی حاجت نہیں رہی۔ (۴) جو حضرات وَھُوَ وَلِیُّھُمْ وغیرہ میں اظہار کرتے ہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ھُوَ کی ھا کے ساکن ہونے سے کلمہ میں تخفیف ہو گئی اس لئے یہی کافی ہے۔

۱۳۱ (ص) ۱۶ - وَقَبْلَ یَئِسْنَ الْیَاءُ فِی الّٰٓیْ عَارِضٌ ۔ سُکُوْنًا اَوَاَصْلًا فَھُوَ یُظْھِرُ مُسْھِلَا

ترجمہ:- اور یَئِسْنَ سے پہلے (یعنی) الّٰٓیْ میں یا عارضی ہے سکون کے اعتبار سے بھی اور اصل کے اعتبار سے بھی پس وہ (یعنی ابدال کرنے والوں کا پورا گروہ یا فقط ابو عمرو اس میں) اظہار کرتے ہیں اس حالت میں کہ وہ آسانی (کا طریق) اختیار کرنے والے ہیں۔

شرح:- الّٰٓیْ کو بزی اور ابو عمرو دو طرح پڑھتے ہیں۔ اول یا کے بغیر ہمزہ کی تسہیل سے دوم ہمزہ کا یائے ساکنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے ابدال کر کے مدلازم کے ساتھ پہلی صورت میں تو اس میں کسی جگہ بھی ادغام کا قاعدہ نہیں پایا جاتا کیونکہ ثلین جمع نہیں ہوتے اور دوسری صورت میں صرف وَّ الّٰیْ یَئِسْنَ (طلاق) میں ادغام کا قاعدہ پایا جاتا ہے کیونکہ ہمزہ کا یا سے ابدال کرنے کے سبب مثلین (دو یاءات) جمع ہو جاتی ہیں لیکن ابو عمرو اس میں ادغام نہیں کرتے کیونکہ پہلی یا کا سکون بھی عارضی ہے اس لئے کہ ہمزہ پر سے بدلی ہوئی ہے اور یا اصل کے اعتبار سے بھی عارضی ہے کیونکہ اصل میں ہمزہ تھی اس لئے اس کو اظہار ہی سے پڑھتے ہیں یہ تو ناظم رحمہ کا مذہب ہے جس کو انھوں نے دانی وغیرہ کی پیروی کرتے ہوئے اختیار کیا ہے اور اہل ادا کی ایک جماعت کے مذہب پر پہلی یا کا دوسری یا میں ادغام ہے اور نشر میں صرف سوسی ہی کے لئے نہیں بلکہ پورے ابو عمرو اور بزی کے لئے دونوں وجوہ کو صحیح بتایا ہے اور آج کل عمل بھی اسی پر ہے اظہار کی صورت میں وَّ الّٰیْ یَئِسْنَ اور ادغام کی تقدیر پر وَّ الّٰیْ یَّئِسْنَ پڑھیں گے۔

فائدہ:- ۱؎ بعض نے اظہار کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اس کلمہ میں بزی و ابو عمرو کی قراۃ پر دو تعلیلیں تو پہلے ہی ہو چکی ہیں کیونکر وَالّٰٓئِیْ سے وَالّٰٓءِ ہوا پھر وَالّٰیْ ہو گیا اب اگر ادغام بھی کریں گے تو کلمہ میں تین تعلیلیں ہو جائیں گی۔ **سوال**۔ جب ان کی قراۃ پر وَالّٰیْ میں یا ساکن ہے تو اس کو ادغام صغیر میں بیان کرنا چاہئے تھا پھر کبیر میں کس لئے لائے ہیں۔ **جواب**۔ چونکہ یہ یا ہمزہ سے بدلی ہوئی ہے اور اس پر حرکت تھی اس لئے اس کو کبیر میں لے آئے۔ ۲؎ بعض کہتے ہیں اظہار کا سبب یہ ہے کہ اس میں مثلین جمع ہی نہیں ہوتے کیونکہ ابو عمرو اس کو تسہیل ہی سے پڑھتے ہیں اور انھوں نے ابن مہران کے اس قول کو دلیل بنایا ہے کہ ادغام اس لئے نہیں ہوا کہ ہمزہ خالص یا سے نہیں بدلی ہے بلکہ اس میں تسہیل ہو رہی ہے اور جن لوگوں نے ابو عمرو سے یائے ساکنہ نقل کی ہے ان کو وہم ہو گیا ہے اور ان کو تسہیل کا پتہ نہیں لگا۔ لیکن اس قول کو دلیل بنانا بحث میں مصادرہ ہے کیونکہ (۱) ناظم رح نے اَلْیَآءُ عَارِضٌ کہا ہے (۲) تیسیر میں ہے کہ بزی اور ابو عمرو کے لئے اَلّٰیْٓ میں وقف و وصل دونوں حالتوں میں ہمزہ کے بجائے یائے ساکنہ ہے (۳) مصباح میں ہے کہ دوری اور سوسی نے یزیدی سے نقل کر کے اَلّٰیْٓ کو ہمزہ کے بغیر یائے ساکنہ سے پڑھا ہے اور دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر الف میں مد کیا ہے۔ (۴) ابو علی اہوازی کہتے ہیں کہ یزیدی نے ابو عمرو سے اَلّٰیْٓ کو ہمزہ کے بغیر یائے ساکنہ سے نقل کیا ہے پس ابن مہران کا ایسے معتبر لوگوں کی نقل کو وہم بتانا تواتر میں قدح (اعتراض) پیدا کرنا ہے جو معتبر نہیں۔ ۳؎ ابو شامہ فرماتے ہیں کہ ناظم رح نے اظہار کی دو علتیں بیان کی ہیں:- (۱) سکون (۲) یا۔ دونوں کا عارضی ہونا لیکن دونوں ہی درست نہیں ہیں کیونکہ سکون عارضی بھی ادغام کے لئے مانع نہیں چنانچہ وَاصْبِرْ لِّحُكْمِ اور یَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ میں ادغام ہوتا ہے اور اگر یا کو عارضی مانیں تو اس میں یَبْتَغِ وغیرہ کی طرح دونوں وجوہ ہونی چاہئیں یعنی اصلی حالت کے لحاظ سے اظہار اور موجودہ حالت کے لحاظ سے ادغام ۴؎ اور یا کو اصل کے لحاظ سے عارضی کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ کی اصل میں غور کرنے سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ یا ہمزہ کے بجائے آئی ہے اس لئے عارضی ہے یہ معنیٰ نہیں کہ اس کی اصل یعنی ہمزہ عارضی ہے پس ابو شامہ کا یہ اعتراض رفع ہو گیا کہ یا کی اصل کو عارض کہنا صحیح نہیں اس لئے اَصْلًا کے بجائے لَفْظًا کہنا اظہر تھا۔

النحو والعربیة:- ۱۲۲؎ ۱؎ اَیْحُرُنُكَ یا تو مفعول ہے یا فِی الْكَافِ کا عطف بیان ہے اور اظہر یہ تھا کہ فِی الْكَافِ کے بجائے فِیْ كَافِ یَحْزُنْكَ کہتے ای اَوْقَعُوا الْاِظْهَارَ فِیْهِ ۲؎ لِتَجَمُّلٍ میں سے ایک تا محذوف ہے ۱۲۳؎ ۱؎ عِنْدَهُمْ خبر مقدم ہے اور ضمیر ادغام کے رواۃ کے لئے ہے نہ کہ ابو شامہ کے قول کے موافق مصنفین کے لئے ۲؎ اَلْوَجْهَانِ میں اَلْ عہد کے لئے ہے ۳؎ فِیْهِ الْحَاصِلِ مقدر کے متعلق ہے جو اَلْحَذْفِ کی صفت ہے ۴؎ مجزوم کو معلل کہنا لغوی نام ہے تعریفی نہیں کیونکہ لغت میں ہر اس کلمہ کو معتل کہتے ہیں جس میں کسی جگہ بھی حرف علت ہو پھر اگر اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرف میں کسی وجہ سے تغیر ہو جائے تو اس کلمہ کو نل یا معلل کہتے ہیں گویا اس میں مرض اور بیماری پیدا ہو گئی ہے ۱۲۴/۹ ۔ ۱ـ
کَیَبْتَغِ کا کاف زائد ہے کیونکہ مجزوم کے قرآن میں یہی تین کلمہ آئے ہیں۔ پس فَیَبْتَغِ کہتے تو اولیٰ ہوتا ۲ـ مَجْزُومًا حال ہے اور
اس کا عامل مقدر ہے ای خُذْهُ اَوِ اقْتُلْهُ ۳ـ عَنْ اسی مقدر کے متعلق ہے یا تقدیر اَلْوَجْهَانِ مَرْوِيَّانِ عَنْ عَالِمٍ
ہے ۴ـ طَیِّبٌ صفت مشبہ ہے ۵ـ اَلْخَلَا بِالْقَصْرِ گھانس کے معنیٰ میں ہے اور یہاں اس سے مجاز کے طور پر علم یا بات مراد
ہے کیونکہ جس طرح گھانس کو توڑتے اور چنتے ہیں اسی طرح علم کو بھی حاصل کرتے ہیں پس طَیِّبُ الْخَلَا حَسَنُ الْعِلْمِ اَوِ الْحَدِیْثِ
کے معنیٰ میں ہے اور عالم سے ابو عمرو یا یزیدی یا سوسی یا دانی یا خود ناظم رحمہ مراد ہیں نہ کہ ابن مجاہد کیونکہ وہ تو اس میں اظہار کرتے
ہیں دو وجوہ نہیں پڑھتے۔ ۱۲۵/۱۰ ۱ـ اُرْسِلَا بصیغہ تثنیہ خبر ہے اور بِلَا خِلَافٍ مُتَلَبِّسَیْنِ کے متعلق ہو کر حال ہے۔ ۲ـ
لَا شَكَّ ای فِیْهِ معترضہ ہے ۱۲۶/۱۱ ۱ـ کَوْنُ یا تو تامہ ہے یا تامہ میں تَلَقِّی حُرُوْفٍ بھی یا خبر ہے یا حال اور جعبری کی
رائے پر کان ناقصہ سے مصدر نہیں آتا لیکن حق یہ ہے کہ خبر کے معرفہ ہونے کی صورت میں اس کا مصدر کثرت سے آتا ہے ۲ـ مَنْ یا تو
موصولہ ہے یا موصوفہ ۱۲۷/۱۲ ۱ـ حَجَّ یہاں اِحْتَجَّ کے معنیٰ میں ہے یعنی اس نے دلیل پیش کی اور اس کے مشہور معنیٰ غَلَبَ فِی الْحُجَّةِ ہیں
چنانچہ مشکوٰۃ میں ہے فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰی عَلَیْهِمَا السَّلَامُ لیکن یہاں یہ معنیٰ نہیں لے سکتے کیونکہ اس صورت میں لَا عُتَلَا بے فائدہ
ہو جائے گا اس لئے کہ جو بحث میں غالب ہوتا ہے اس کو بلندی تو حاصل ہو ہی جاتی ہے ۲ـ بِاِعْلَالِ ثَانِیْهِ کے ظاہر معنیٰ یہ ہیں کہ اس
کلمہ کے دوسرے حرف میں تعلیل ہوئی ہو اور اس معنیٰ پر شبہ ہوتا ہے کہ پھر قَالَ لَهُ میں بھی اظہار ہونا چاہیئے اس لئے یہاں مضاف مقدر مانیں
گے ای بِتَکَرُّرِ اِعْلَالِ ثَانِیْهِ اسی لئے علی قاری رحمہ نے اس شعر میں اس طرح تغیر کیا ہے۔ بِاِدْغَامِ لَكَ کَیْدًا وَ اُحْتُجَّ مُظْهِرًا بِتَکْرَارِ
اِعْلَالِ الخ ۱۲۹/۱۴ ۱ـ هَاءً تمیز ہے جو فاعل سے محول ہے ۲ـ فَاَدْغِمْ کی فَا اس لئے ہے کہ مبتدا میں شرط کے معنیٰ بھی ہیں اور امر
کا خبر بننا تاویل پر موقوف ہے ای مَقُوْلٌ فِیْ حَقِّهٖ اَدْغِمْهُ اور اگر روایۃً رفع نہ ہوتا تو وَ وَاوُ کے واؤ پر نصب راجح ہوتا ۱۳۰/۱۵ ۱ـ یَأْتِیْ
یَوْمَ یا تو مبتدا ہے یا اضمار علی شریطۃ التفسیر کے قبیل سے ہے ۲ـ اَدْغِمُوْهُ کی ضمیر مرفوع اہل اظہار و ادغام دونوں جماعتوں کیلئے
ہے ۳ـ لَا کی خبر مقدر ہے ای حَاصِلٌ ۴ـ یُنْجِیْ فرق کی صفت ہے ۱۳۱/۱۶ ۱ـ اَلْیَاءُ فِی الّٰئِیْ کی تقدیر اَلْیَاءُ الْکَائِنُ فِی الّٰئِیْ ہے
اور جعبری رحمہ کے قول پر فِی الّٰئِیْ بدل البعض ہے اور قَبْلَ خبر کا ظرف ہے ۲ـ اَوْ تنویع کے لئے ہے اور فاسی رحمہ کے قول پر بَلْ انتقالیہ
کے معنیٰ میں ہے نہ کہ اضرابیہ کے اور فراء کے قول پر اَوْ یَزِیْدُوْنَ (صٰفّٰت ع ۵) بھی اسی قبیل سے ہے ۳ـ فَانْطِقْ فا تفریعیہ ہے
۴ـ هُوَ یا تو ابو عمرو کے لئے ہے یا مبدل کے لئے ۵ـ مُسْهِلًا اَسْهَلَ اِذَا رَكِبَ الطَّرِیْقَ السَّهْلَ سے ہے۔ ۶ـ
سخاوی رحمہ فرماتے ہیں کہ اَصْلًا کا نصب مصدریت کی بناء پر ہے مَا فَعَلْتُهٗ اَصْلًا کی طرح اور اَوْ بَلْ کے یا واؤ کے معنیٰ میں ہے
گویا مجموع کو ایک علت قرار دیا ہے ابو شامہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ قصد ہوتا تو سُكُوْنًا اَوْ اَصْلًا کے بجائے
سُكُوْنًا وَّ اَصْلًا کہتے +

www.KitaboSunnat.com

بابُ اِدْغَامِ الْحَرْفَیْنِ الْمُتَقَارِبَیْنِ فِیْ کَلِمَۃٍ وَّ فِیْ کَلِمَتَیْنِ

چوتھا باب ملن دو حرفوں کے ادغام کے بیان میں جو مخرج اور صفت کے اعتبار سے قریب قریب ہوں اور یہ ایک کلمہ میں بھی ہوتے ہیں اور دو کلموں میں بھی

شرح:- مثلین میں تو پہلے حرف کو ساکن کر کے دوسرے میں ملا دیتے ہیں اور متقاربین و متجانسین میں ساکن کر کے دوسرے سے بدلتے بھی ہیں پھر دوسرے میں ملاتے ہیں اور ادغام میں دونوں حرفوں کے ادا کرنے کے لئے زبان ایک ہی مرتبہ اٹھتی ہے اور پہلے حرف کا اثر بالکل باقی نہیں رہتا اور اس باب میں متقاربین اور متجانسین دونوں کے ادغام کا بیان آئے گا۔

ایک کلمہ کے متقاربین کا بیان

۱۳۲/۱ - وَاِنْ کِلْمَۃٌ حَرْفَانِ فِیْھَا تَقَارَبَا فَاِدْغَامُہُ لِلْقَافِ فِی الْکَافِ مُجْتَلَا

ترجمہ:- اور اگر کوئی ایسا کلمہ (پایا جائے) جس میں ایسے دو حرف ہوں جو (مخرج یا صفت کے اعتبار سے) قریب ہوں تو پہلے اس (ابو عمرو) کا قاف کا کاف میں ادغام کرنا دیکھا ہوا ہے (یعنی مشہور و ظاہر ہے)

۱۳۳/۲ - وَھٰذَا اِذَا مَا قَبْلَہٗ مُتَحَرِّکٌ مُبِیْنٌ وَّبَعْدَ الْکَافِ مِیْمٌ تَخَلَّلَا

ترجمہ:- اور یہ (قاف کا کاف میں ادغام اس وقت ہوتا ہے) جبکہ اس (قاف) سے پہلے (ایسا) متحرک (حرف) واقع ہو جو ظاہر ہو اور کاف کے بعد میم (واقع) ہو وہ (ابو عمرو اسی قاف کے ادغام کے ساتھ) مخصوص ہو گئے ہیں (جس میں دونوں شرطیں ہوں پس ہر ایک قاف کا کاف میں ادغام نہیں کیا اور نہ یا کاف کے بعد ایسا میم واقع ہو جو اصل کے اعتبار سے کلمہ کے درمیان آرہا ہو یعنی جمع کا میم ہو کیونکہ ھُمْ کُمْ کی اصل ھُمُوْ کُمُوْ تھی پھر واؤ تخفیفاً حذف ہو گیا نہ یہ کہ کاف دوسرے کلمہ کی وجہ سے درمیان میں آرہا ہو کیونکہ اس سے میم کا جمع کے لئے ہونا متعین نہیں ہوتا۔ نیز لازم آئے گا کہ وقفاً قاف کا کاف میں ادغام نہ ہو کیونکہ اب میم کے بعد دوسرا کلمہ نہیں رہے گا)

۱۳۴/۳ - کَیَرْزُقْکُّمْ وَاثَّقَکُمْ وَخَلَقَکُّمْ وَمِیْثَاقَکُمْ اَظْھِرْ وَ نَرْزُقُکَ انْجَلَا

ترجمہ:- (جس مدغم میں دونوں شرطیں جمع ہوں اس کی مثالیں) یرزُقکُّم (اور) وَاثَقَکُمْ اور خَلَقَکُمْ کی طرح ہیں اور مِیْثَاقَکُمْ اور نَرْزُقُکَ (کے قاف) کو اظہار سے پڑھ (مدغم و مظہر دونوں کی مثالوں سے ابو عمرو کا) مذہب (پوری طرح)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ظاہر ہوگیا (یا مِیثَاقَکُمْ کو اظہار سے پڑھ اور رَزَقَكَ بھی بلا ادغام ظاہر ہوا ہے)

شارح:۔ یعنی ایک کلمہ کے متقاربین میں سے ابوعمرو صرف قاف کا کاف میں ادغام کرتے ہیں اور وہ بھی اس صورت میں جبکہ ذیل دو شرطیں پائی جائیں ؎۱ قاف سے پہلا حرف متحرک ہو ؎۲ کاف کے بعد میم ہو جیسے یَرْزُقُکُمْ وَاَلْقَکُمْ خَلَقَکُمْ اسی لئے مِیثَاقَکُمْ اور رَزَقَكَ میں اور ان جیسی اور مثالوں میں اظہار کرتے ہیں کیونکہ اول میں قاف سے پہلا حرف ساکن ہے اور ثانی میں کاف کے بعد میم نہیں ہے اور یُورِقُکُمْ بخلاف رَقَکُمْ او صَدِیقِکُمْ خَلَقَكَ عُنُقِكَ وغیرہ بھی اسی قبیل سے ہیں۔

فائدہ:۔ ؎۱ متحرک کہہ کر ساکن کو نکال دیا اور مُبِینٌ (ظاہر) کہنے سے مراد یہ ہے کہ تحقیقاً متحرک ہو اس سے الف نکل گیا چونکہ اس پر اعراب نہیں آتا اس لئے اس کو متحرک کے مرتبہ میں سمجھتے ہیں پس معنیٰ یہ ہوں گے کہ قاف سے پہلے الف بھی نہ ہو اور بعض کے قول پر مُبِینٌ صرف تاکید و تبیین کے لئے ہے پس اب اس تکلف کی حاجت نہ ہوگی کہ متحرک کی دو قسمیں ہیں (۱) تحقیقی (۲) تقدیری ؎۲ روایۃً تو پہلی تینوں مثالوں میں ادغام وصلہ ہی ہے تاکہ تینوں یکساں رہیں لیکن وزن کے لحاظ سے یَرْزُقُکُمْ میں اظہار و عدم صلہ بھی جائز ہے اور یہی اولیٰ بھی ہے تاکہ بقدر امکان قراءتوں میں ترکیب پیدا ہونے سے احتراز رہے کیونکہ ادغام کے ساتھ صلہ صرف ابن محیصن کی قراءۃ میں ہے جو شاذ ہے ؎۳ طوسی نے سوسی سے اور انھوں نے یزیدی سے ساکن کے بعد بھی قاف کا ادغام بتایا ہے اور ابن معدان نے صرف مِیثَاقَکُمْ میں بتایا ہے لیکن یہ سب شاذ ہیں ؎۴ یہ دونوں شرطیں اس لئے ہیں کہ ایک کلمہ کے مثلین اور متقاربین دونوں کا ادغام مناسب و مشکل ہو جائے کیونکہ مَنَاسِکَکُمْ اور مَا سَلَکَکُمْ میں بھی یہی دونوں چیزیں پائی جاتی تھیں۔

النحو والعربیہ:۔ ۱۳۱/۲ ؎۱ وَاِنْ کِلْمَۃٌ حَرْفَانِ کی تقدیر وَاِنْ کِلْمَۃٌ وُجِدَ فِیْھَا حَرْفَانِ ہے پس وُجِدَ اس فعل کا مفسر ہوگا جو اِنْ شرطیہ کے بعد مقدر ہے وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَكَ (توبہ ع) کی طرح ؎۲ حَرْفَانِ یا تو مبتدا ہے یا کِلْمَۃٌ سے بدل البعض ہے ؎۳ تَقَارَبَا یا تو حَرْفَانِ کی صفت ہے یا خبر اور اس کو مفسر بھی کہہ سکتے ہیں ای وَاِنْ تَقَارَبَ الْحَرْفَانِ فِیْ کِلْمَۃٍ ؎۴ لِلْقَافِ ادغام کا مفعول ہے اور لام تخصیص کے لئے ہے لِمُجْتَبِیْ اور لِمُحَمَّدٍ کی طرح یا لِلْقَافِ فِی الْکَافِ خبر ہے اس صورت میں مُجْتَلاً حال ہوگا ؎۵ علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ مُجْتَلاً کے الف کا یا کی صورت میں لکھنا اولیٰ ہے لیکن قصیدہ کے اشعار کے آخری الفات تمام جگہ الف ہی کی شکل میں لکھے ہوئے ہیں عام ہے کہ یا سے بدلے ہوئے ہوں یا نہ ہوں ۱۳۲/۲ ؎۱ اِذَا کَانَ مقدر کا ظرف ہے جو ھٰذَا کی خبر ہے اور علی قاریؒ کے قول پر یہاں اِذَا جواب کا محتاج نہیں اور جعبریؒ کی رائے پر اس کا ماقبل جواب سے مستغنی کر رہا ہے اور ان دونوں قولوں کا حاصل تقریباً ایک ہی ہے۔ ؎۲ مَا زائدہ ہے وَاِذَا مَا اُنْزِلَتْ کی طرح ؎۳ قَبْلَہٗ کی ضمیر قاف کے لئے ہے گو وہ بعید ہے اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ قریب (کاف) کی طرف راجع کرنے سے مطلب درست نہیں رہتا اور یہ ثَبَتَ مقدر کا ظرف ہے ؎۴ مُبِیْنٌ اَبَانَ بمعنی ظَھَرَ سے ہے اور لازم ہے ؎۵ مِیْمٌ وَقَعَ مقدر کا فاعل ہے ؎۶ تَخَلَّلَا یا تو مِیْمٌ کی صفت ہے پس ضمیر میم ہی کیلئے ہوگی یا مستانفہ ہے اور ضمیر ابوعمرو کے لئے ہے۔ پہلی صورت میں تَخَلَّلْتُ الْقَوْمَ اِذَا دَخَلْتَ بَیْنَ خَلَلِھِمْ وَخِلَالِھِمْ سے ہوگا یعنی قوم کے درمیان داخل ہوگیا یعنی میم اپنے سے پہلے اور بعد والے حروف کے درمیان آرہا ہو اور دوسری تقدیر پر تَخَلَّلَ الْمَطَرُ اِذَا خَصَّ وَلَمْ یَکُنْ عَامًّا سے ہوگا۔ احقر کی رائے میں تَخَلَّلَ کے یہ معنیٰ نہایت عمدہ اور تکلف سے خالی ہیں۔

۱۳۲/۲ ؎۱ مِیْثَاقَکُمْ کے قاف کا فتحہ نصبی ہے۔ اعراب حکائی کی بناء پر نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں اظہار کا حکم منصوب کے ساتھ مخصوص ہو جائے گا حالانکہ مِیْثَاقَکُمْ بقرہ اور اعراف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں نصب سے اور حدیث میں ابوعمرو کی قراۃ پر رفع سے اور باقین کی قراۃ پر نصب سے آیا ہے اور سب جگہ قاف کا اظہار ہی ہے
۲ نرزقکم یا تو میثاقکم پر معطوف ہے اور اِنْجَلاَ مستانفہ ہے یا مبتدا ہے اور اِنْجَلاَ خبر ہے اور مطلب کی
تقریر ترجمہ میں گذر چکی ہے۔

۱۳۵ ۔ وَاِدْغَامُ ذِی التَّحْرِیْمِ طَلَّقَکُنَّ قُلْ (حس) اَحَقُّ وَبِالتَّانِیْثِ وَالْجَمْعِ اُثْقِلاَ

ترجمہ :- اور تو کہدے کہ تحریم والے (یعنی) طَلَّقَکُنَّ کا (بہ نسبت اظہار کے) ادغام سے پڑھنا بہتر ہے اور یہ (لفظ) تانیث اور جمع (اور نون متحرک اور مشدد) کی وجہ سے ثقیل پایا گیا ہے (اسی لئے کاف کے بعد میم نہ ہونے کے باوجود بھی تخفیف حاصل کرنے کی غرض سے ادغام کیا گیا ہے)

تشریح :- یعنی طَلَّقَکُنَّ (تحریم ع) میں کاف کے بعد جمع کا میم نہیں ہے اس لئے قاعدے سے تو صرف اظہار ہونا چاہیے تھا لیکن نقل کے اعتبار سے اظہار وادغام دونوں ثابت وصحیح ہیں اور چونکہ کلمہ میں تانیث وجمع کی وجہ سے ثقل پایا جارہا ہے اس لئے ادغام اولی ہے اور یہاں دو وجوہ اَحَقُّ سے سمجھی گئی ہیں جو اولی کے معنی میں ہے اور اظہار اہل عراق سے ہے اور وجہ یہ ہے کہ ادغام سے کلمہ میں تین تشدید جمع ہوجاتے ہیں نشر میں ہے کہ شہروں کے وہ تمام قراء جن کو ہم جانتے ہیں اس میں علی الاطلاق دو وجوہ بتاتے ہیں (غیث)

فائدہ :- اَحَقُّ کے دو معنی ہیں (۱) ادغام اظہار سے اولی ہے اس صورت میں تو اس سے اظہار بھی سمجھا جائے گا جو جعبری کے قول پر زیادات میں سے ہوگا لیکن چونکہ ناظمؒ کی عبارت سے احتمال کے طور پر نکالا گیا ہے اس لئے یہ معتبر نہیں کہ اس کو زیادات میں سے کہا جائے ۲ اس کا ادغام جمع مذکر کے ادغام سے اولی ہے کیونکہ جمع مذکر میں تو میم ہے اور وہ ساکن ہے اور جمع مؤنث میں نون ہے جس پر تشدید ہے پس اس میں ثقل زیادہ ہے اس صورت میں اظہار نہیں نکلے گا اور تیسیر کی عبارت سے یہی زیادہ موافق ہے کیونکہ دانیؒ نے اس میں خلاف بتایا ہے اور اظہار کی نسبت ابن مجاہد کی طرف کی ہے اور یہی دوری کا طریق ہے اور کہتے ہیں کہ میں نے اس میں ادغام پڑھا ہے اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے کیونکہ اس میں تانیث اور جمع کی وجہ سے ثقل پایا جارہا ہے پس معلوم ہوا کہ اظہار کا ذکر دوسروں کا مذہب بتلانے کے لئے ہے۔ ۳ یزیدی سے منقول ہے کہ ابوعمرو کے لئے ضروری تھا کہ اس میں ادغام کرتے بعض کہتے ہیں کہ یہ دلیل ہے اس پر کہ یزیدی نے اس میں ابوعمرو سے ادغام روایت نہیں کیا۔ ناظمؒ فرماتے ہیں ممکن ہے کہ یزیدی کے قول کا مطلب یہ ہو کہ چونکہ ابوعمرو کے لئے اس میں ادغام کرنا ضروری تھا اس لئے انہوں نے اپنے قاعدے کے موافق اس میں ادغام کیا ہے پس اس احتمال کے ہوتے ہوئے یقینی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ یزیدی نے ابوعمرو سے اس کا ادغام روایت نہیں کیا اور حق یہ ہے کہ نقل میں استدلال سے کام نہیں چلتا اس میں تو اقوال کی تائید ہی سے قوت پیدا ہوتی ہے۔

دو کلموں کے متقاربین کا بیان

۱۳۶ ۔ وَمَهْمَا یَکُوْنَا کِلْمَتَیْنِ فَمُدْغِمٌ اَوَائِلَ کِلْمِ الْبَیْتِ بَعْدُ عَلَی الْوِلاَ

ترجمہ :- اور جب وہ دو (حرف قریب المخرج) دو کلموں والے ہوں (یا وہ دو حرف اس حالت میں پائے جائیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ دو کلموں والے ہوں) تو (ابو عمرو) اس شعر کے سولہ کلمات کے اوّل اوّل حروف کا ادغام کرتے ہیں جو اس (شعر کے بعد آرہا) ہے اس حالت میں کہ وہ (اوّل حروف) پے درپے آئیں گے۔

شرح:۔ یعنی دو کلموں میں جمع ہونے والے متقاربین اور متجانسین میں سے ان سولہ حرفوں کا ادغام ہوتا ہے جو آئندہ شعر کے سولہ کلمات کے شروع شروع میں آرہے ہیں بشرطیکہ شرط موجود ہو اور وہ موانع بھی نہ ہوں جو اس کے بعد تیسرے شعر میں آرہے ہیں۔

۱۳۷۔ شِفَا لَمْ تَضِقْ نَفْسًا بِهَا رُمْ دَوَا ضَنٍ
ثَوَى كَانَ ذَا حُسْنٍ سَأَى مِنْهُ قَدْ جَلَا

ترجمہ:۔ شفا (نام محبوبہ) نفس کے اعتبار سے تنگ نہیں ہے (بلکہ اس کے اخلاق نہایت کشادہ ہیں) تو اس کے (وصل کے) ذریعہ ایسے لاغر (بیمار عاشق) کی دوا طلب کر (جس میں) وہ (لاغری و بیماری) ٹھہر گئی ہے (اور) وہ (پہلے تو) حسن والا تھا (لیکن اب) وہ اس (لاغری) کے باعث بدنما ہو گیا ہے (یا وہ بدنما ہو گیا ہے اس حالت میں کہ وہ بدنمائی اس عاشق سے ظاہر ہو رہی ہے اور) اس (لاغری) نے (اس کے حال کو) ظاہر کر دیا ہے۔

شرح:۔ ۱ پس دو کلموں کے متقاربین اور متجانسین میں سے ان سولہ حرفوں کا ادغام ہوتا ہے جن پر شعر میں نمبر لگے ہوئے ہیں اور ان کا مجموعہ نظم کی ترتیب کے لحاظ سے تو یہ ہے، مَسْلَتَنَ ۔ بَرْدَضَ ۔ ثَكَذَحَ ۔ سَمَنْقَجَ اور حروف تہجی کی ترتیب کے اعتبار سے یہ ہے۔ بَتَثَ ۔ جَحَ ۔ دَذَ ۔ رَسَشَ ۔ ضَقَ ۔ كَلَمَنَ ۔ یہ تو مدغم ہیں رہا یہ کہ ان کا ادغام کس کس حرف میں ہوتا ہے سو اس کی تفصیل اسی باب کے شعر ۸ سے شروع ہو کر شعر ۲۲ پر ختم ہوتی ہے۔ ۲ نظم میں گنجائش نہ ہونے کے سبب اجمال میں تو تیسیر کی ترتیب پر عمل نہیں ہو سکا لیکن تفصیل میں ان حروف کو اسی ترتیب سے بیان کیا ہے اور اکثر جگہ مخارج کی ترتیب کی بھی رعایت رکھی ہے چنانچہ تفصیل کی ترتیب یہ ہے، حَقْ كَجْ مَشْضُ ۔ سَدْ تَثْ ۔ ذَرَ ۔ لَنْ ۔ مَبْ ۔

فائدہ:۔ ناظم نے اس شعر میں اور ان تمام اشعار میں جن میں حروف کا مجموعہ ظاہر کرنے کے لئے الفاظ لائے ہیں اس بات کا بھی خیال رکھا ہے کہ وہ کلام بے معنیٰ نہ ہو اور اس سلسلہ میں عجیب و غریب مضامین بیان کئے ہیں جہاں دیکھو گے ایسا ہی پاؤ گے چنانچہ اس شعر میں آخرت کی طرف رغبت دلانے کے لئے وہاں کی عورتوں میں سے ایک محبوبہ اور اس کے عاشق کا ذکر کیا ہے۔ پس فرماتے ہیں کہ شفا نام محبوبہ کے اخلاق نہایت وسیع اور ظاہری صورت عجیب و غریب ہے اس محبوبہ کے وصل و قرب کے ذریعہ اس عاشق کے مرض عشق کا علاج طلب کر جو لاغر اور ضعیف ہو گیا ہے اور اس کا اچھا ہونا دشوار معلوم ہو رہا ہے اور اس محبوبہ کے تعلق سے پہلے وہ بہت خوبصورت تھا لیکن اب اس کی حالت بدل گئی اور بیماری نے اس کے حال کو ظاہر کر دیا سو اس کا بھید آشکارا ہو گیا پس اسے طریق کے سالک (اور آخرت کے طالب) اگر تو اس رفیقہ کا وصل چاہتا ہے تو تو بھی عشق کے ذریعہ اپنے میں یہی صفات پیدا کر لے اور حقیقی محبوب کی رضا طلب کرنے کے لئے اپنے اخلاقِ رذیلہ کو فنا کر کے پسندیدہ اور عمدہ اخلاق سے اپنے آپ کو مزین کر لے۔

النحو والعربیۃ:۔ ۱۳۶/۵ ۱ كَلِمٍ كَلِمَةٌ کی جمع ہے اور دونوں میں تین لغت ہیں ۱ اول کاف کے فتحہ کے ساتھ لام کا کسرہ اور سکون ۳ کاف کا کسرہ لام کا سکون ۲ بَعْدَهُ الْآتِي یا اَتِيًا کا ظرف ہے جو اَلْبَيْتِ کی صفت ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا اس سے حال ہے ہے ۱ شِفَا مصدریت سے منقول ہو کر مؤنث کا عَلَم بن گیا ہے اور تنوین اسی لئے نہیں لائے کہ یہ تانیث وعلمیت کی یا کوفیین کی رائے پر صرف تانیث کی بناء پر غیر منصرف ہے اور عرب عموماً اور قریش خصوصاً عورتوں کا نام شفاء رکھتے تھے گویا ناظم رح نے بھی اس سے معین عورمراد لی ہے اور اس میں اور دَوَا میں ضرورت یا نیت وقف کی بناء پر قصر ہے اور شِفَا کے ساتھ دوا کا لانا عجیب حسن رکھتا ہے ۲ ضَنٍ حَزِنٌ کی طرح صفت مشبہ ہے اور اس میں قَاضٍ والی تعلیل ہوئی ہے اور یہ ضنی سے ہے جو لاغری اور مرض کے معنیٰ میں ہے ای دَوَاءٌ عَاشِقٍ ضَعِيفٍ مَرِيضٍ اور اس سے تثنیہ - جمع - مؤنث سب صیغے آتے ہیں اور ضَناً بفتحہ نون سے نہیں آتے بلکہ یہ اسی حالت میں ہر ایک کے معنیٰ دیتا ہے ۳ ثَوَى کی ضمیر ضِنی کے لئے ہے جو ضمیر سمجھی گئی ہے ۴ مُنَای - مَسَاءَ کا مقلوب ہے نَأَى اور نَاءَ کی طرح ۵ مِنْهُ کی ضمیر یا تو ضنی لاغری کے لئے ہے اور مِنْ مُنَای کے متعلق ہے یا ضَنٍ کے موصوف مُحِبّ کے لئے ہے اس صورت میں مِنْ ظَاهِراً کے متعلق ہو کر مُنَای کے فاعل سے حال ہو گا - ۶ تَلَبُّسُ واتصال کی بناء پر ثَوَى کے بعد والے تینوں جملوں پر سے عاطفہ کو حذف کر دیا يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ (رعد ع) اور اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ الخ کی طرح -

ادغام متقاربین کے موانع

۱۳۸ - اِذَا لَمْ يُنَوَّنْ اَوْ يَكُنْ تَا مُخَاطَبٍ ... وَمَا لَيْسَ مَجْزُوْماً وَّلَا مُتَثَقِّلَا

ترجمہ :- (ابو عمرو ادغام اس وقت کرتے ہیں) جبکہ وہ (مدغم) تنوین نہ دیا گیا ہو یا وہ مخاطب کی تا نہ ہو اور اس (حرف) کا (ادغام کرتے ہیں) جو نہ تو مجزوم ہو اور نہ مشدد ہو -

تشریح :- (الف) یعنی اگر پہلے حرف پر ۱ تنوین ہو جیسے نَذِيْرٌ لَّكُمْ اور نَصِيْرٍ لَقَدْ تَابَ ۲ یا خطاب کی تا ہو جیسے كُنْتَ ثَاوِيًا - خَلَقْتَ طِيْنًا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا ۳ یا پہلا حرف مجزوم ہو جو صرف وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً (بقرہ ع) میں ہے ۴ یا اس پر تشدید ہو جیسے وَهَمَّ بِهَا اور اَحَقُّ كَمَنْ ۵ یا دونوں حرف رسماً متصل نہ ہوں جیسے اَنَا لَكُمْ تو ان پانچوں صورتوں میں ادغام نہیں کرتے ان میں سے پہلے چار موانع ہیں اور دونوں حرفوں کا رسماً متصل ہونا شرط ہے پس جب موانع نہ ہوں اور شرط موجود ہو تو وہاں ادغام کرتے ہیں اور اس ادغام کی دو قسمیں ہیں - (۱) جزئی اور سماعی جو صرف بعض جگہ ہوتا ہے (۲) کلی و قیاسی جو ہر جگہ ہوتا ہے (ب) جِئْتِ شَيْئًا (مریم ع) میں تا خطاب کی تو ہے لیکن اس میں اظہار و ادغام دونوں ہیں -

فائدہ : ۱ یہاں متکلم کی تا کو مانع اس لئے نہیں بتایا کہ وہ جنس و قریب سے پہلے آتی ہی نہیں ۲ چونکہ بہ نسبت متقاربین کے مثلین کا ادغام قوی ہے کیونکہ یہ ثقیل تر ہیں اس لئے کلمہ کا مجزوم و معلل ہونا مثلین میں خلاف کے ساتھ اور متقاربین میں بلا خلاف مانع ہے - یعنی يَبْتَغِ غَيْرَ وغیرہ میں ادغام و اظہار دونوں ہیں اور وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً میں صرف اظہار ہے اور وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اور اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى میں خلاف اس لئے ہے کہ سَعَةً کے سین کی بہ نسبت طا اور ذال تا سے قریب تر ہیں - ۳ ناظم نے یہاں موانع کی مثالیں بیان نہیں کیں اور ابو شامہ نے ان کو اس شعر میں جمع کیا ہے ؎

نَذِيْرٌ لَّكُمْ مَثِّلْ بِهِ كُنْتَ ثَاوِيًا ... وَلَمْ يُؤْتَ قَبْلَ السِّيْنِ هَمَّ بِهَا انْجَلَا

چونکہ بحر طویل میں فَعَلَتُنْ کا وزن نہیں ہے اس لئے وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً کے بجائے وَلَمْ يُؤْتَ قَبْلَ السِّيْنِ

۵ نیز ان دونوں میں مدغم (تا) پر کسرہ ہے اس لئے ان دو وجوہ کی بناء پر یہ مثلین مجزوم کلمات (يَبْتَغِ وغیرہ) کیساتھ ملحق ہو گئے - تحفۃ ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہا ہے ۴ ابن شاذان نے یزیدی سے تَرَآیَتْ ثُمَّ (دہر) میں اور ابن یزیدی نے اپنے والد سے فَاکْثَرْتَ جِدَالَنَا (ہود ع۳) اور دَخَلْتَ جَنَّتَکَ (کہف ع۵) میں اور ابواللیث نے شجاع سے خَلَقْتَ طِیْنًا (اسراء ع۷) میں اور مدینی نے اُوْتِیْتَ سُؤْلَکَ (طٰہٰ ع۲) میں تا کا ادغام نقل کیا ہے لیکن یہ سب شاذ ہیں۔

ان حروف کی تفصیل جن جن میں ان سولہ[16] حرفوں کا ادغام ہوتا ہے

۱۳۹/۸ ۔ فَزُحْزِحَ عَنِ النَّارِ الَّذِیْ حَاهُ مُدْغَمٌ وَفِی الْکَافِ قَافٌ وَهُوَ فِی الْقَافِ اُدْخِلَا

ترجمہ:۔ پس زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ ایسی مثال ہے جس کی حا کا (عین میں) ادغام کیا گیا ہے اور کاف میں قاف (کا ادغام کیا گیا) ہے اور وہ (کاف) قاف میں داخل کیا گیا ہے۔

۱۴۰/۹ ۔ خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ لَکَ قُصُوْرًا وَاَظْهِرَا اِذَا سَکَنَ الْحَرْفُ الَّذِیْ قَبْلُ اُقْبِلَا

ترجمہ:۔ (جس قاف اور کاف کا ادغام کیا گیا ہے اس کی مثال) خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ اور لَکَ قُصُوْرًا ہے اور یہ (دونوں قاف وکاف اس وقت) اظہار سے پڑھے گئے ہیں جب وہ حرف ساکن ہو جو (قرآن میں) اس (مدغم یعنی قاف وکاف) سے پہلے لایا گیا ہے۔

شارح:۔ یعنی ان سولہ میں سے پہلے حرف حا کا عین میں صرف ایک جگہ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ (آل عمران ع۱۹) میں ادغام ہوتا ہے (کیونکہ اس کلمہ میں دو زا اور دو حا جمع ہونے کی وجہ سے ثقل تھا) پس جُنَاحَ عَلَیْهِ اور ذُبِحَ عَلٰی وغیرہ میں حا کا عین سے پہلے ہر جگہ اظہار ہوگا اور دوسرے حرف قاف کا کاف میں گیارہ[11] جگہ اور تیسرے حرف کاف کا قاف میں بتیس[32] جگہ ان دو شرطوں سے ادغام ہوتا ہے۔ ۱ دونوں دو کلموں میں ہوں ۲ دونوں سے پہلے حرف پر حرکت ہو جیسے خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ لَکَ قُصُوْرًا اور جَنّٰتُکَ قُلْتَ وغیرہ پس اگر دونوں ایک کلمہ میں ہوں جیسے خَلَقَکَ اور عُنُقِکَ یا ان سے پہلا حرف ساکن ہو جیسے وَفَوْقَ کُلِّ اور اِلَیْکَ قَالَ تو ہر جگہ اظہار ہوگا۔

فائدہ: ۱ چونکہ قاف اور کاف متقاربین ہیں اور ماقبل پر حرکت ہونے کی صورت میں ثقل ہے۔ اور سکون کی صورت میں نہیں ہے اس لئے پہلی صورت میں ادغام اور دوسری میں اظہار ہوتا ہے ۲ یہ کلیہ یاد رکھنا چاہیے کہ ادغام ہر جگہ ثقل کے دور کرنے کے لئے ہوتا ہے اور ان دو حرفوں میں ہوتا ہے جن میں مخرج وصفات دونوں کے یا صرف مخرج یا صرف صفات کے اعتبار سے مناسبت واتحاد ہو اس کلیہ کے پیش نظر ادغام ہونے اور نہ ہونے کی وجہ ہر جگہ سمجھ میں آجائے گی ۳ چونکہ یَحْزُنْکَ قَوْلُهُمْ میں کاف سے پہلا حرف ساکن ہے نیز اس میں اخفا بھی ہو رہا ہے جس کی بناء پر یَحْزُنْکَ کُفْرُهٗ میں بھی اظہار کیا گیا ہے حالانکہ اس میں مثلین جمع ہیں اس لئے یَحْزُنْکَ قَوْلُهُمْ میں بھی اظہار ہی صحیح ہے پس اس میں ادغام کرنا نہایت بعید ہے ۴ حا کا عین میں سماعی اور قاف کا کاف میں اور کاف کا قاف میں قیاسی ہے ۵ یزیدی سے منقول ہے کہ ابوعمرو نے کہا ہے کہ بعض عرب حا کا عین میں ادغام کرتے ہیں۔ اس قول کو خصوص وعموم دونوں کی دلیل بنا سکتے ہیں یعنی صرف زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ میں ادغام ہونے کی بھی اور حا کا عین میں ہر جگہ ادغام ہونے کی بھی لیکن خصوص کی دلیل بنانا اولیٰ ہے اس لئے کہ حلقی حروف قدرے دشواری سے ادا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں جس میں ادغام سے اور اضافہ ہو جائے گا اس لئے اس کا عام کرنا مناسب نہیں۔ نیز فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وغیرہ میں اظہار پر اجماع ہے۔ پس متحرک کا ادغام بدرجۂ اولیٰ منع ہونا چاہئے ۶ قاف کا کاف میں ادغام کبیر کی قسم سے ہو تو قاف کا اثر بالکل باقی نہیں رہتا اور اگر صغیر کے قبیل سے ہو جو صرف اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ (مرسلات) میں ہے تو اس میں قاف کے استعلاء کی صفت کا باقی رکھنا اور نہ رکھنا دونوں جائز ہیں اور ثانی اولیٰ ہے (از شرح سبعہ)

141/10۔ وَفِیْ ذِی الْمَعَارِجْ تَّعْرُجُ الْجِیْمُ مُدْغَمٌ وَمِنْ قَبْلُ اَخْرَجْ شَّطْاَهٗ قَدْ تَثَقَّلَا

ترجمہ:۔ اور ذِی الْمَعَارِجْ تَّعْرُجُ (کی تا) میں جیم (کا) ادغام کیا گیا ہے اور اس (کلمہ) سے پہلے (فتحنا ع میں) اَخْرَجْ شَّطْاَهٗ (کا شین بھی ادغام کی بنا پر) مشدد ہو گیا ہے۔

شرح:۔ یعنی چوتھے حرف جیم کا صرف دو حرفوں تا اور شین میں ایک ایک جگہ ادغام ہوا ہے ۱ ذِی الْمَعَارِجْ تَّعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ (معارج ع) کی تا میں ۲ اَخْرَجْ شَّطْاَهٗ (فتحنا ع) کے شین میں پس مُخْرَجَ صِدْقٍ اور اَخْرَجَ ضُحٰهَا وغیرہ میں اظہار ہوگا۔

فائدہ:۔ ۱ جیم اور تا چار صفتوں میں اور جیم و شین مخرج اور تین صفتوں میں شریک ہیں اور آئندہ بھی اسی طرح سوچ کر مناسبت نکال لینی چاہئے تاکہ بار بار بیان کرنے کی حاجت نہ ہو ۲ جیم کے بعد تا اور شین صرف انھیں دو موقعوں میں آئے ہیں ۳ وزن جیم کے سکون و اظہار سے بھی درست رہتا ہے لیکن اس سے قراآت میں ترکیب پیدا ہو جائے گی یعنی سکون ابو عمرو کی اور اظہار دوسروں کی قراءۃ سے ہوگا اس لئے ادغام ہی سے پڑھنا اولیٰ ہے۔

142/11۔ وَعِنْدَ سَبِیْلًا شِیْنُ ذِی الْعَرْشِ مُدْغَمٌ وَضَادُ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ مُدْغَمًا تَلَا

ترجمہ:۔ اور سَبِیْلًا (کے سین) میں ذِی الْعَرْشِ کے شین کا ادغام کیا گیا ہے اور اس (ابو عمرو) نے لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ کے ضاد کو اس حالت میں پڑھا ہے کہ وہ اس کا شین میں ادغام کرنے والے ہیں (یا لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ کا ضاد جو ہے اس نے مدغم ہو کر دوسرے مدغمات کی پیروی کی ہے)

شرح:۔ یعنی پانچویں حرف شین کا سین میں صرف ایک جگہ ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا (اسرا ع) میں اور چھٹے حرف ضاد کا بھی شین میں صرف ایک جگہ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ (نور ع) میں ادغام کیا ہے پس الْاَرْضَ شَقًّا اور وَالْاَرْضِ شَیْئًا وغیرہ میں اظہار ہوگا۔

فائدہ:۔ ۱ دانی رح نے ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا میں تیسیر میں یزیدی سے صرف ادغام بیان کیا ہے اور انھیں کی دوسری کتابوں میں ہے کہ میں نے اس میں دونوں وجوہ پڑھی ہیں پس ناظم نے صرف ادغام بیان کرنے میں تیسیر کی پیروی کی ہے۔ ۲ ضاد اور شین متقاربین ہیں اور رخاوۃ میں بھی شریک ہیں ۳ ابن الیزیدی نے ضاد کا شین میں ہر جگہ جیسے وَالْاَرْضِ شَیْئًا اور الْاَرْضَ شَقًّا اور زا میں الْاَرْضِ زِیْنَةً اور الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا میں اور ذال میں بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ اور وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ میں ادغام روایت کیا ہے اور ابن غالب سے الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اور اَنْقَضَ ظَهْرَكَ بھی میں صحیح ہے لیکن یہ سب شاذ ہیں۔ ۴ دانی رح فرماتے ہیں کہ ابن مجاہد ضاد کے ادغام کی اسی کو اجازت دیتے تھے جو اس کے ادا کرنے میں خوب ماہر ہوتا تھا سخاوی رح ناظم رح سے نقل کرتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے کہتے ہیں کہ انھوں نے یہاں اختلاس کو ادغام کہا ہے کیونکہ صحیح ساکن کے بعد ادغام آسانی سے نہیں ہو سکتا ہے ۵ نحاۃ کے قول پر ضاد و شین کا ادغام ان کے مثل ہی میں جائز ہے اور یہ صورت قرآن میں واقع نہیں ہوئی۔

۱۴۳/۱۲ - وَفِیْ زُوِّجَتْ سِیْنُ النُّفُوْسِ وَمُدْغَمٌ (ھ) لَهُ الرَّأْسُ شَیْبًا بِاخْتِلَافٍ تَوَصَّلَا

ترجمہ:- اور زُوِّجَتْ (کی زا) میں اَلنُّفُوْسُ کے سین کا (ادغام کیا گیا ہے) اور اس (ابو عمرو) کے لئے اَلرَّأْسُ (کے سین کا) شَیْبًا (کے شین میں) ادغام کیا گیا ہے اس حالت میں کہ یہ (کلمہ ایسے) اختلاف کے ساتھ ہے (جو ہم تک) پہونچا ہے۔

شرح:- یعنی ساتویں حرف سین کا دو حرفوں میں ادغام ہوتا ہے ۱ زا میں صرف ایک جگہ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (تکویر) میں بلا خلاف ۲ شین میں بھی صرف ایک جگہ اَلرَّاْسُ شَیْبًا (مریم ع) میں لیکن اس میں ادغام و اظہار دونوں ہیں۔ جو بِاخْتِلَافٍ سے سمجھے گئے ہیں یعنی اور موقعوں میں ادغام پڑھتے ہوئے اس میں اظہار بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اظہار مطوّعی کے طریق سے ہے جس کو انھوں نے ابن جریر سے اور انھوں نے سوسی سے نقل کیا ہے اور ادغام باقی طرق سے ہے اور دانیؒ نے اسی پر اعتماد کیا ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ ہمارے طرق سے اس میں ادغام ہی پڑھا جائے (ارشاد المرید) پس لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْئًا میں فقط اظہار ہے کیونکہ سین ساکن کے بعد مفتوح ہے اس لئے تخفیف حاصل ہے۔

فائدہ:- اَلرَّاْسُ شَیْبًا میں اظہار اس لئے ہے کہ سین و شین قریب المخرج نہیں ہیں نیز ابدال سے تخفیف حاصل ہو گئی ہے اور ادغام اس لئے ہے کہ دونوں پانچ صفتوں میں شریک ہیں۔

۱۴۴/۱۲ - وَلِلدَّالِ کَلِمٌ (تُرْبُ (سَهْلٍ (ذَ)کَا (شَذًا
(ضَفَا (ثُمَّ (زُهْدُ (صِدْقُهُ (ظَاهِرٌ (جَلَا

ترجمہ:- اور دال کے (ادغام کے) لئے چند کلمہ ہیں (یعنی تُرْب سے جَلَا تک کے دس کلمات کے شروع شروع والے دس حروف ہیں اور ان کلمات کے معنیٰ یہ ہیں کہ ابو محمد سہل (ابن عبداللہ تستری کی قبر) کی مٹی (ایسی) تیز خوشبو کے اعتبار سے مشتعل ہو گئی ہے (اور مہک گئی ہے جو) دراز ہو گئی ہے (اور ہمیشہ رہی ہے اس میں ان کے نیک اعمال اور کمالات و کرامات کی طرف اشارہ ہے جو مشہور و معروف ہیں) وہاں (ان کی قبر میں) ایسا زہد (دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف توجہ اور اپنے مالک سے خوش ہونے کی صفت مدفون) ہے جس کی سچائی ظہور کے اعتبار سے ظاہر ہے (یعنی خوب واضح ہے اور ریاء اور بناوٹ سے بالکل خالی ہے یا اس زہد نے ان کے کمالات کو خوب واضح کر دیا ہے یہ اللہ کے نیک ولی تھے قشیری اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ اپنے زمانہ میں معاملات و پرہیزگاری میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے اور صاحب کرامات تھے۔ آپ نے حج کے سال مکہ میں ذوالنون مصری رحمۃ اللہ سے بھی ملاقات کی تھی دو سو تراسی یا دو سو تہتر میں وفات پائی اور دوسرے قول پر سہل سے ہر وہ مومن مراد ہے جس میں وہ صفات ہوں جو اس شعر میں مذکور ہیں۔ کیونکہ حدیث میں ہے اَلْمُؤْمِنُ هَیِّنٌ لَیِّنٌ مومن نرم عادتوں والا ہوتا ہے اور جعبریؒ نے اسی کو پسند کیا ہے پس اس سے وہ ہر ایک شخص مراد ہو سکتا ہے جس کی بات عمدہ اور حالت نفیس ہو اور جو با کمال ہو اور اس کی قبر انوار کی بناء پر پاکیزہ ہو اور خوشبودار ہو اور جو دنیا کی بے رغبتی اور آخرت کے شوق کی وجہ سے کامل ثواب کا مستحق ہو)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۴۵/۱۴ (ص) - وَلَمْ تُدْغَمْ مَفْتُوحَةٌ بَعْدَ سَاكِنٍ　　بِحَرْفٍ بِغَيْرِ التَّاءِ فَاعْلَمْهُ وَاعْمَلَا

ترجمہ:- اور یہ دال ساکن کے بعد مفتوح ہونے کی حالت میں (ان دس میں سے) تا کے سوا (اور) کسی حرف میں مدغم نہیں ہوتی تو اس (شرط) کو جان لے (اور سمجھ لے) اور (اس پر) عمل (بھی) ضرور کر۔

شرح:- ۱۴۴/۱۳ - یعنی ان سولہ حرفوں میں سے آٹھویں حرف دال کا ان دس حرفوں میں تینتالیس ۴۳ جگہ ادغام ہوتا ہے جن پر لکیر لگا دئے گئے ہیں جو تَسْ ذَشَضَ ثَزْ - صَظْجَ میں جمع ہیں اور حروف تہجی کی ترتیب سے تَثْ جَذَزَ سَشْ صَضَظ میں جمع ہیں اور مثالیں اسی ترتیب سے بیان کی جائیں گی۔ ۱۴۵/۱۴ - لیکن اگر دال ساکن کے بعد ہو اور اس پر فتحہ ہو تو پھر اس کا صرف تا میں ادغام ہوتا ہے۔ غرض اجمالی طور پر دال کا ان دس حرفوں میں ادغام ہوتا ہے۔ اس اجمال کی نہایت مفید تفصیل یہ ہے کہ دال کی تین حالتیں ہیں۔ **اوّل:** یہ کہ دال پر بھی کوئی حرکت ہو اور اس سے پہلے حرف پر بھی حرکت ہی ہو جیسے عَدَدَ سِنِيْنَ الْمَسٰجِدِ تِلْكَ نَفْقِدُ صُوَاعَ۔ **دوم:** یہ کہ دال سے پہلا حرف ساکن ہو اور دال پر کسرہ یا ضمہ ہو جیسے مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ يُرِيْدُ ظُلْمًا ان دونوں صورتوں میں تو دال کا دس کے دس حرفوں میں ادغام ہوتا ہے۔ لیکن پہلی صورت میں دال کے بعد ان میں سے پانچ ہی حرف آئے ہیں جو تَذْسَشَصَ میں جمع ہیں (۱) تا میں ایک جگہ اَلْمَسٰجِدِ تِلْكَ (بقرہ ع ۲۳) (۲) ذال میں ایک جگہ وَالْقَلَائِدَ ذٰلِكَ (مائدہ ع ۱۳) (۳) سین میں ایک جگہ عَدَدَ سِنِيْنَ (مومنون ع ۶) (۴) شین میں دو ۲ جگہ وَشَهِدَ شَاهِدٌ (یوسف ع ۳ و احقاف ع ۱) (۵) صاد میں دو ۲ جگہ نَفْقِدُ صُوَاعَ (یوسف ع ۹) مَقْعَدِ صِدْقٍ (قمر ع ۳) اور دوسری صورت میں شین کے سوا باقی نو ۹ حروف آتے ہیں اور سب میں ادغام ہوتا ہے (۱) تا میں دو ۲ جگہ اَلصَّيْدُ تَنَالُهٗ (مائدہ ع ۱۲) تَكَادُ تَمَيَّزُ (ملک ع ۱) (۲) ثا میں دو ۲ جگہ يُرِيْدُ ثَوَابَ (نساء ع ۱۹) لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ (اسراء ع ۲) (۳) جیم میں دو ۲ جگہ دَاوٗدُ جَالُوْتَ (بقرہ ع ۳۳) اَلْخُلْدِ جَزَآءً (فصلت ع ۴) (۴) ذال میں پندرہ ۱۵ جگہ جیسے مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ اَلْمَرْفُوْدُ ذٰلِكَ وغیرہ (۵) زا میں دو ۲ جگہ تُرِيْدُ زِيْنَةَ (کہف ع ۴) يَكَادُ زَيْتُهَا (نور ع ۵) (۶) سین میں تین ۳ جگہ اَلْاَصْفَادِ سَرَابِيْلُهُمْ (ابراہیم ع ۷) كَيْدُ سٰحِرٍ (طہ ع ۳) يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ (نور ع ۶) (۷) صاد میں دو ۲ جگہ اَلْمَهْدِ صَبِيًّا (مریم ع ۲) بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ (نور ع ۸) (۸) ضاد میں تین جگہ مِنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ (یونس ع ۳ فصلت ع ۶) مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ (روم ع ۶) (۹) ظا میں تین جگہ يُرِيْدُ ظُلْمًا (آل عمران ع ۱۱ - غافر ع ۴) مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ (مائدہ ع ۶) **سوم:** یہ کہ دال ساکن کے بعد ہو اور اس پر فتحہ ہو اس صورت میں فقط تا میں ادغام ہوتا ہے جو دو ۲ جگہ آئی ہے۔ كَادَ تَّزِيْغُ (توبہ ع ۱۴) بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا (نحل ع ۱۳) کیونکہ دال اور تا کا مخرج ایک ہے پس ان میں ثقل ہے جو تخفیف کو چاہتا ہے۔ تیسیر میں اسی طرح تفصیل سے بیان کیا ہے کہ دال متحرک کے بعد ہو تو پانچ حرفوں میں اور ساکن کے بعد ہو اور اس پر ضمہ یا کسرہ ہو تو نو ۹ میں اور اگر ساکن کے بعد دال پر فتحہ ہو تو صرف تا میں مدغم ہوتی ہے اور ناظم ؒ نے دس ۱۰ حرفوں میں ادغام بتایا ہے یعنی ان سے زائد میں نہیں ہے اس بنا تینوں صورتیں آگئیں۔

فائدہ:- (۱) دال و تا متجانسین ہیں اور چار ۴ صفتوں میں شریک ہیں اور ثَذْ زَسْ - صَضَظ کے ساتھ حروف میں ادغام اس لئے ہے کہ دال اور یہ قریب المخرج ہیں اور دال و شین تین اور دال و جیم چھ ۶ صفتوں میں شریک ہیں اور ساکن کے بعد دال پر فتحہ ہو تو ادغام اس لئے نہیں ہوتا کہ فتحہ خود بھی خفیف ہے اور سکون سے خفت میں اور اضافہ ہو گیا اور اسی صورت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں تا میں ادغام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دال اور تا میں متجانسین ہونے کی بناء پر ثقل زیادہ ہے حتیٰ کہ اگر ایسی دال کے بعد طا آتی تو اس کا بھی یہی حکم ہوتا۔ (۲) اَلْخُلْدِ جَزَآءً میں ابن مجاہد نے دوری سے اور خزاعی نے سوسی سے اجتماع ساکنین کی بناء پر اظہار نقل کیا ہے اور حق یہ ہے کہ اس میں جو اختلاف ہے وہ ادغام و اختلاس میں ہے یعنی ابن مجاہد اور خزاعی دال کے کسرہ کو اختلاس سے پڑھتے ہیں لیکن دانی رحمہ جیسے اکثر محققین کے مذہب پر کسرہ کے قوی ہونے کے سبب ادغام کامل ہی اولیٰ ہے۔

۱۴۶/۱۵ - وَفِیْ عَشْرِهَا وَالطَّآءِ تُدْغَمُ تَآؤُهَا وَفِیْ اَحْرُفٍ وَّجْهَانِ عَنْهُ تَهَلَّلَا

ترجمہ:- اور اس (دال) کے دس۱۰ (حرفوں) میں اور طا میں ان (سولہ۱۶ حرفوں) میں کی (یا اس دال کی یا دال کے دس۱۰ حرفوں میں کی یا حروف تہجی میں کی) تا کا ادغام کیا جاتا ہے اور (اسی تا کے) چند (پانچ۵) کلمات میں ان (ابوعمرو) سے (ایسی) دو۲ وجوہ ہیں جو مشہور (یا چاند کی طرح روشن اور ظاہر) ہوگئی ہیں۔

۱۴۷/۱۶ - (س) فَمَعْ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ الزَّكٰوةَ قُلْ وَقُلْ اٰتِ ذَا الْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ عَلَا

ترجمہ:- پس تو کہدے کہ (دو۲ وجوہ والا کلمہ ایک تو) اَلزَّكٰوةَ ثُمَّ ہے اس حالت میں کہ یہ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ کے ساتھ ہے اور تو کہدے کہ (دو۲ وجوہ والا تیسرا کلمہ) اٰتِ ذَا الْ اور چوتھا وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ بھی ہے (ان پانچوں میں) یہ (خلاف) بلند (اور قوی) ہوگیا ہے (یا تلاوت میں وَاٰتِ ذَا پر مقدم ہوگیا ہے)

۱۴۸/۱۷ - وَفِیْ جِئْتِ شَیْئًا اَظْهَرُوْا لِخِطَابِهٖ وَنُقْصَانِهٖ وَالْكَسْرُ الْاِدْغَامَ سَهَّلَا

ترجمہ:- اور ان ناقلین نے جِئْتِ شَیْئًا میں اس کے مخاطب (کی تا والا) ہونے اور (تعلیل کے سبب) اس (لفظ) کے (حروف) کم ہوجانے کی بناء پر (تا کا) اظہار کیا ہے اور (اس میں تا کا) کسرہ جو ہے اس نے (ثقل کے سبب) ادغام کو آسان (اور جائز) کر دیا ہے (پس اس میں بھی دونوں وجوہ ہیں)

شرح:- ۱۴۶/۱۵ یعنی سولہ۱۶ حرفوں میں سے نویں حرف تا کا گیارہ حرفوں میں نوّے۹۰ جگہ ادغام ہوتا ہے جو ثَتْ - جَذَ - زَسْ - شَضَصَ - ظَطَ میں جمع ہیں۔ ان میں سے دس۱۰ تو وہی ہیں جن میں دال کا ادغام ہوتا ہے اور گیارھویں طا ہے ۱ تا میں تیرہ۱۳ جگہ اَلشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لیکن یہ مثلین کی قسم سے ہے جو اس سے پہلے باب میں گذر چکا ہے۔ اس کا ذکر دوبارہ اس لئے آگیا کہ ناظم رحمہ نے اختصار کے پیش نظر یہ فرما دیا ہے کہ تا کا ادغام دال کے دس۱۰ حرفوں اور طا میں ہوتا ہے ۲ ثا میں سترہ۱۷ جگہ جیسے بِالْبَیِّنٰتِ ثُمَّ لیکن اَلزَّكٰوةَ ثُمَّ (بقرہ ع) اور اَلتَّوْرٰىةَ ثُمَّ (جمعہ ع) میں دونوں وجوہ ہیں ۳ جیم میں سترہ۱۷ جگہ جیسے اَلصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ ۴ ذال میں گیارہ۱۱ جگہ جیسے وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا لیکن وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی (اسراء ع) اور فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی (روم ع) میں دونوں وجوہ ہیں ۵ زا میں تین۳ جگہ جیسے اَلْجَنَّةِ زُمَرًا ۶ سین میں چودہ۱۴ جگہ جیسے بِالسَّاعَةِ سَعِیْرًا ۷ شین میں چار۴ جگہ جیسے بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ لیکن ان میں سے جِئْتِ شَیْئًا (مریم ع) میں دونوں وجوہ ہیں ۸ صاد میں تین۳ جگہ جیسے وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۹ ضاد میں ایک جگہ وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا میں ۱۰ طا میں پانچ جگہ جیسے اَلْمَلٰٓئِكَةُ طَیِّبِیْنَ اور ان میں سے وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ (نساء ع) میں دونوں وجوہ ہیں ۱۱ ظا میں دو۲ جگہ جیسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيٓ (نساء ع۱۴ دنحل ع۴) ۱۴۷ و ۱۴۸ ۔ ذیل کے چھ موقعوں میں ادغام و اظہار دونوں ہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہو چکا ہے ۱ اَلزَّكٰوةَ ثُمَّ (بقرہ ع۱۰) ۲ التَّوْرٰىةَ ثُمَّ (جمعہ ع۱) ۳ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى (اسراء ع۳) ۴ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى (روم ع۴) ۵ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ (نساء ع۱۵) (ان میں سے ۱ و ۲ میں اظہار اس لئے ہے کہ الف کے بعد تا پر فتحہ ہے جو خفیف ہے اور ادغام اس لئے ہے کہ کلمہ طویل ہے اور باقی تین میں اظہار اعلال کی بناء پر ہے اور ادغام اس لئے ہے کہ تا پر کسرہ ہے جو ثقیل ہے اور جعبری رح کے قول پر ۱ و ۲ میں اظہار اور باقی تین میں ادغام مشہور تر ہے نیز ۱ و ۲ تو تُدْغَمُ تَاؤُهَا سے اور باقی تین وَمَا لَيْسَ مُجْزَمٌ وَمَا سے مستثنیٰ ہیں اور وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً میں جزم و فتحہ کی بناء پر بلا خلاف اظہار ہے) ۶ جِئْتِ شَيْئًا (مریم ع۲) اس میں اظہار اس لئے ہے کہ تا خطاب کی ہے نیز تعلیل کے سبب اس میں سے یا حذف ہو کر کلمہ کے حروف کم ہو گئے ہیں کیونکہ جِئْتِ اصل میں جَيِئْتِ تھا یا کو الف سے بدل کر اجتماع ساکنین کے سبب حذف کر دیا اور اس یا پر دلالت کرنے کے لئے جیم کو کسرہ دیدیا پس اب ادغام کے ذریعہ اور کمی کرنا مناسب نہیں اور ادغام اس لئے ہے کہ اس تا پر کسرہ ہے جو ثقیل حرکت ہے نیز یہ تا تانیث کے لئے ہے۔ متقاربین و متجانسین میں سے تا اور دال دونوں کا دس دس حروف میں ادغام ہوتا ہے لیکن دال کے بعد طا اور تائے متحرکہ کے بعد دال واقع نہیں ہوئی پس نو حرفوں میں تو دونوں شریک ہیں اور ظاء تا داد کے ساتھ اور تاء دال کے ساتھ مخصوص ہے۔

فائدہ:۔ ابن مجاہد ۱ تا ۵ میں اظہار کو پسند کرتے تھے ۲ اَلصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ (ہود ع۱۰) میں مصباح میں سوسی کیلئے اظہار بھی بتایا ہے لیکن یہ ہمارے طرق سے نہیں ہے ۳ تا اور تا مثلین اور تا اور طاء متجانسین ہیں اور باقی نو اور تا متقاربین ہیں اور بعض تاء کے ساتھ صفات میں بھی شریک ہیں ۴ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ (نساء ع۱۱) میں دوری اور سوسی دونوں کے اور حمزہ کے لئے بلا خلاف ادغام ہے اور چونکہ اس کی تا میں اختلاف ہے کہ یہ اصل میں ساکن تھی یا متحرک اس لئے اس کے ادغام کو ساکن بتانے والوں نے صغیر اور متحرک کہنے والوں نے کبیر قرار دیا ہے اور ثانی حق اور صحیح ہے اسی لئے اس کو سورۂ نساء میں بیان کیا ہے ۵ دال کی طرح تا میں یہ نہیں بتایا کہ اگر یہ ساکن کے بعد مفتوح ہو تو اس کا حکم کیا ہوگا کیونکہ ایسی تا یا تو خطاب کی ہوتی ہے یا الف کے بعد ہوتی ہے سو خطاب والی تو خود ہی مانع ہے اور الف کے بعد ان تین کلموں میں آئی ہے اَلزَّكٰوةَ ثُمَّ اور التَّوْرٰىةَ ثُمَّ ان میں تو دونوں وجوہ ہیں اَلصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ (ہود ع۱۰) اس میں تا اور طا کے متجانسین ہونے کی بناء پر صرف ادغام ہے اور جِئْتِ شَيْئًا (مریم) میں اظہار کی اصل علت خطاب کی تاء ہے اور نقصان کو اس کی تائید کیلئے ذکر کیا ہے اس لئے نہیں کہ یہ مستقل علت ہے کیونکہ نہ تو محض خطاب علت ہے نہ محض کمی اس لئے کہ اِنَّكَ كُنْتَ اور لَنَكِيْدَنَّ میں ادغام پر اجماع ہے پس علت خطاب کی تاء نقصان دونوں کا مجموعہ ہے اور واو اپنے معنی پر ہے اور جعبری رح کے قول کے مطابق اَوْ کے معنی میں نہیں ہے اور وَالْكَسْرِ کہکر جِئْتِ شَيْئًا (کہف ع۱۰ کے دونوں) کو نکال دیا کیونکہ ان میں تا پر فتحہ ہے اس لئے ان میں صرف اظہار ہے اور جو ثقل ادغام کا سبب ہے وہ کسرہ کا ثقل ہے نہ کہ ضمہ کا اسی لئے كُنْتُ تُرٰبًا میں ادغام نہیں۔

النحو والعربیۃ:۔ ۱۴۹ اَقْبِلَا ۔ اَقْبَلْتُهُ الشَّيْءَ اِذَا جَعَلْتَهُ يَلِيْ قُبَالَتَهُ اى تُجَاهَهُ سے ہے یعنی میں نے ایک شی کو دوسری کی طرف متوجہ کر دیا اور اَقْبَلْنَا الرِّمَاحَ نَحْوَ الْقَوْمِ اور اَقْبَلْنَا الْاِبِلَ اَفْوَاهَ الْوَادِيْ بھی اسی معنی میں آتے ہیں۔ ۱۵۰ ۱ وَضَادُ کے دال میں مشہور روایت کی بناء پر نصب ہے اور چونکہ اس کا عامل تَلَا بمعنی قَرَءَ غیر مشتغل ہے اس لئے وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ کی طرح نصب ہی اولیٰ ہے ۲ مُدَّ غَمًّا غین کے فتحہ سے ضاد سے اور کسرہ کے ساتھ تَلَا کے فاعل ابو عمرو سے حال ہے اور دوسری روایت پر ضاد کی دال کا رفع ہے اس صورت میں تَلَا تَبِعَ الْمُدْ غَمَاتِ کے معنی میں ہوگا ۱۴۳/۱۲ سیر النفوس

۵ نیز تا اور ثا متقاربین ہیں۔ ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی خبر مقدر ہے کیونکہ اَلرَّائُ کی خبر اس پر دلالت کرتی ہے ای مُدْغَمٌ نہ کہ کَائِنٌ اس لئے کہ اس صورت میں حکم نہیں سمجھا جائیگا

۱۴۴/۱۳ ۱ لِلدَّالِ خبر ہے جو مبتدا کے نکرہ ہونے کی بناء پر وجوباً مقدم ہے ۲ تُرْبُ اِلیٰ اٰخِرِہٖ کَلِمٌ سے بدل ہے ای لِاِدْغَامِ الدَّالِ حُرُوْفٌ اَوَائِلُ ھٰذِہِ الْکَلِمِ اور کَلِمٌ میں روایۃً کاف کا کسرہ ہے ۳ تُرْبُ ای تُرَابٌ ۴ ضَفَا طَالَ ۵ صِدْقُ قول کا واقع کے مطابق ہونا اور یہاں اس سے اخلاص مراد ہے ۶ جَلَا سخاوی کے قول پر اصل میں ممدود تھا ای جَلَاءً ظُھُوْرًا ۷ ظَاھِرٌ کے فاعل سے تمیز ہے اور دوسرے قول پر جَلَا مقصور ہے اور ماضی ہے اس صورت میں مستانفہ ہوگا۔ ۱۴۵/۱۴ ۔ ۱ بِغَیْرِ اِنْکَارٍ بِحَرْفٍ سے بدل البعض ہے ۲ وَاعْمَلَا کا الف نون خفیفہ سے بدلا ہوا ہے۔ جعبریؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بجائے وَافْعَلَا اولیٰ تھا تاکہ قول و عمل دونوں کو شامل ہو جاتا لیکن قاموس کی تحقیق پر فعل و عمل دونوں مرادف ہیں تفصیل رسالہ تغیرات میں ملاحظہ ہو۔ ۱۴۶/۱۵ ۱ وَفِیْ عَشْرِھَا کی ضمیر دال کے لئے ہے اور سخاویؒ کی رائے پر دال کے دسؔ حروف کے لئے ہے لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ اس میں اضافۃ الشیءِ الی نفسہٖ لازم آتی ہے اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ ان دسؔ میں کے دسؔ حروف میں ۲ وَالظَّاءِ عَشْرٍ پر معطوف ہے۔ شعلہ کے قول کے موافق ھا پر نہیں کیونکہ دال کے تو دسؔ حروف ہیں لیکن ظاء کے نہیں اس لئے کہ متقاربین میں سے ظاء مدغم ہی نہیں ہوتی ۱۴۷/۱۶ ۱ قُلْ اور فَانِیَۃٌ مقدم ہیں۔ ۲ ذَالُ کو دوؔ الفوں سے لکھنا چاہئے جن میں سے پہلا ذَا کا ہے اور دوسرا اٰلْ کا اور ابن القاصح کے قول کے موافق تلفظ کا اعتبار کرتے ہوئے دونوں الفوں کے بغیر لکھنا صحیح نہیں اور یہاں ضرورت کی بناء پر اٰلُ کو قُرْبیٰ سے جدا کر دیا ہے لیکن اٰتِ ذَا کہنا اولیٰ تھا چنانچہ ابوشامہ کی بھی یہی رائے ہے (قاری)

۱۴۹/۱۸ ۔ وَفِیْ خَمْسَۃٍ وَّھِیَ الْاَوَائِلُ ثَاءُ ھَا ؎ وَفِی الصَّادِ ثُمَّ السِّیْنِ ذَالٌ تَدَخَّلَا

ترجمہ:۔ اور ان (سولہؔ حرفوں) میں کی (یا اس دال کی یا دال کے دسؔ حرفوں میں کی یا اپنے پانچ حرفوں میں کی یا حروف تہجی میں کی) ثَا پانچ (حرفوں) میں (مدغم ہوتی ہے) اور وہ (دال کے دسؔ حرفوں میں سے) پہلے (پانچ حرف) ہیں اور ذال صاد اور سین میں داخل (مدغم) ہوئی ہے۔

شرح:۔ یعنی دسویں حرف ثَاء کا دال کے دسؔ میں سے پہلے پانچ میں تیرہؔ جگہ ادغام ہوتا ہے جو تَدْ مَسْتَشْغِیْ میں جمع ہیں ۱ تا میں دوؔ جگہ حَیْثُ تُؤْمَرُوْنَ (حجر ع ۵) اَلْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ (نجم ع ۳) ۲ ذال میں ایک جگہ وَالْحَرْثِ ذٰلِکَ (آل عمران ع ۲) ۳ سین میں چار جگہ وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ (نمل ع ۲) حَیْثُ سَکَنْتُمْ (طلاق ع ۱) اَلْحَدِیْثِ سَنَسْتَدْرِجُھُمْ (ن ع ۲) اَلْاَجْدَاثِ سِرَاعًا (معارج ع ۲) ۴ شین میں پانچ جگہ حَیْثُ شِئْتُمَا (بقرہ ع ۴ و اعراف ع ۲) حَیْثُ شِئْتُمْ (بقرہ ع ۶ و اعراف ع ۲۰) ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ (والمرسلٰت ع ۱) ۵ ضاد میں ایک جگہ حَدِیْثُ ضَیْفِ (ذٰریٰت ع ۲) اور گیارہویں حرف ذال کا دوؔ حرفوں میں تینؔ جگہ ادغام ہوتا ہے ۱ سین میں دوؔ جگہ فَاتَّخَذَ سَبِیْلَہٗ اور وَاتَّخَذَ سَبِیْلَہٗ (کہف ع ۸) ۲ صاد میں ایک جگہ مَا اتَّخَذَ صَاحِبَۃً (جن ع ۱) اور چونکہ صاد میں استعلاء اور اطباق کی صفت ہے اس لئے ناظمؒ اس کو سین سے پہلے لائے ہیں باوجود اس کے کہ حروف ہجا میں بھی سین صاد سے پہلے ہے اور قرآن میں بھی سین کی مثالیں پہلے آئی ہیں۔

فائدہ:۔ ثَا ذال کے ساتھ مخرج اور چارؔ صفتوں میں اور سین اور شین کے ساتھ پانچ صفتوں میں شریک ہے نیز تا اور سین ثاء کے متقارب ہیں اور شین کا مخرج گو ثاء سے دور ہے لیکن اس میں تفشی کی صفت ہے یعنی اس کی ادا میں ہوا منہ میں پھیلتی ہے جو ثا کے مخرج تک پہونچ جاتی ہے اور ضاد کے مخرج کا منہ کی طرف والا آخری حصہ ثا کے مخرج سے قریب ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور رخاوۃ میں بھی دونوں شریک ہیں ۲ ذال سین وصاد کے ساتھ مخرج کے کچھ حصہ میں متحد ہے اور کچھ حصہ میں قریب ہے اور سین کے ساتھ چار اور صاد کے ساتھ دو صفتوں میں شریک ہے ۳ تیسیر کی ترتیب کے خلاف ثا کو ذال سے پہلے اس واسطے لائے ہیں کہ ثا میں دال کے حروف کا حوالہ دیدینا کافی ہے نیز اس میں اصل کی رعایت بھی ہے اور ذال میں دونوں باتیں نہیں

۱۵۰/۱۹ - وَفِي اللَّامِ رَاءٌ وَّهِيَ فِي الرَّا وَأُظْهِرَا ۔۔۔ إِذَا انْفَتَحَا بَعْدَ الْمُسَكَّنِ مُنْزَلَا

ترجمہ :- اور را لام میں (مدغم ہوتی ہے) اور وہ (لام) را میں (مدغم ہوتا ہے) اور یہ دونوں (اس وقت) اظہار سے پڑھے جاتے ہیں جب یہ دونوں ساکن حرف کے بعد محل کے اعتبار سے مفتوح ہوں (یا جب یہ دونوں ساکن کے بعد مفتوح ہوں اس حال میں کہ وہ ساکن نازل کیا گیا ہو)

۱۵۱/۲۰ - سِوٰى قَالَ ثُمَّ النُّوْنُ تُدْغَمُ فِيْهِمَا ۔۔۔ عَلٰى إِثْرِ تَحْرِيْكٍ سِوٰى نَحْنُ مُسْجَلَا

ترجمہ :- (ساکن کے بعد ہر لام مفتوح کا اظہار کیا جاتا ہے) سوائے قَالَ (کے لام) کے (کہ وہ الف ساکن کے بعد بھی ہے اور اس پر فتحہ بھی ہے لیکن پھر بھی اس کا را میں ادغام کیا جاتا ہے کیونکہ قَالَ قرآن میں را سے پہلے سینتالیس ۴۷ جگہ آیا ہے نیز بعض کے قول پر قاف کے بعد والا الف بھی فتحہ کے حکم میں ہے اس لئے تخفیف کی حاجت پیش آگئی) پھر نون حرکت کے بعد ان ہی دونوں (لام و را) میں مدغم ہوتا ہے اس حالت میں کہ وہ نون بلا قید کیا ہوا ہے (یعنی عام ہے خواہ کوئی سا نون ہو ہر ایک کا حرکت کے بعد ہونا شرط ہے اور یہ لام و را کی طرح نہیں ہے اور ساکن کے بعد ہر ایک نون اظہار سے پڑھا جاتا ہے) سوائے نَحْنُ (کے نون) کے (کہ اس کا دوسرا نون ساکن کے بعد ہے۔ لیکن پھر بھی لام میں مدغم ہوتا ہے کیونکہ اس کا ضمہ بنائی ہونے کے سبب ثقیل ہے نیز نون مکرر ہے یا سوائے نَحْنُ کے اس حالت میں کہ وہ نَحْنُ عام کیا ہوا ہے کہ اس کا دسوں جگہ ادغام ہوتا ہے پس نَحْنُ کے کسی کلمہ کے ساتھ خاص نہیں)

شرح :- یعنی بارھویں حرف را کا لام میں پچاسی ۸۵ جگہ اور تیرھویں حرف لام کا را میں چوراسی ۸۴ جگہ ادغام ہوتا ہے اور تفصیل یہ ہے کہ را اور لام کی تین ۳ حالتیں ہیں ۱ دونوں حرکت کے بعد ہوں جیسے مُسَخَّرٰتٍ لَّنَا - يَغْفِرُ لِمَنْ - جَعَلَ رَبُّكِ - كَمَثَلِ رِيْحٍ - رُسُلُ رَبِّكَ ۲ لام و را ساکن کے بعد ہوں اور دونوں پر کسرہ یا ضمہ ہو جیسے بِالذِّكْرِ لَمَّا بِالْخَيْرِ لَمَقْضِيَ - الْمَصِيْرُ لَا يُكَلِّفُ اور سَبِيْلِ رَبِّكَ اور يَقُوْلُ رَبَّنَا ان دونوں حالتوں میں تو را کا لام میں اور لام کا را میں ہر جگہ ادغام ہوتا ہے۔ ۳ را اور لام ساکن کے بعد ہوں اور ان دونوں پر فتحہ ہو جیسے اَلْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا اور فَيَقُوْلَ رَبِّ اور رَسُوْلَ رَبِّهِمْ اس صورت میں ہر جگہ دونوں کا اظہار ہوتا ہے لیکن صرف قَالَ کے لام کا را میں ہر جگہ ادغام ہوتا ہے جیسے قَالَ رَبِّ قَالَ رَجُلٰنِ وغیرہ - اور چودھویں حرف نون کا را اور لام دو ۲ حرفوں میں ادغام ہوتا ہے را میں پانچ جگہ اور لام میں تہتر ۷۳ جگہ کل اٹھتر ۷۸ جگہ اور تفصیل یہ ہے کہ نون کی دو ۲ حالتیں ہیں ۱ نون حرکت کے بعد ہو اس صورت میں ہر جگہ ادغام ہوتا ہے جیسے تَاَذَّنَ رَبُّكَ (اعراف ع ۲۱) تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ (ابراہیم ع ۲) خَزَآئِنَ رَحْمَةِ (اسراء ع ۱۱ و ص ع ۱) خَزَآئِنُ رَبِّكَ (طور ع ۲) اٰمَنَ لِمُوْسٰى اَذِنَ لَكُمْ لِتُبَيِّنَ لَهُمْ وغیرہ ۲ نون ساکن کے بعد ہو اور اس پر چاہے جو حرکت ہو اس صورت میں دونوں حرفوں سے پہلے ہر جگہ اظہار ہوتا ہے جیسے يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ - بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مُسْلِمَيْنِ لَكَ وغیرہ لیکن صرف نَحْنُ کے نون کا لام میں ہر جگہ ادغام ہوتا ہے جیسے وَ نَحْنُ لَكَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کو ابن جبیر کے سوا یزیدی کے تمام شاگردوں نے نصًا روایت کیا ہے (شرح سبعہ)

فائدہ: ـ ۱ (۱) تیسیر میں قَالَ کو اظہار سے مستثنیٰ کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ قَالَ رَبِّ قَالَ رَبُّكُمْ قَالَ رَبُّنَا میں (عام ہے کہ رَبِّ کے ساتھ ضمیر متصل ہو یا نہ ہو) ابو عمرو سے ادغام نصًا بھی ثابت ہے اور اداءً بھی کیونکہ اس میں مدۂ قوی الف موجود ہے جو فتحہ کے حکم میں ہے (اس لئے تخفیف حاصل کرنے کی غرض سے ادغام کر دیا) اور اسی پر قیاس کر کے قَالَ رَجُلَانِ اور قَالَ رَجُلٌ میں بھی اہل ادا نے بلا خلاف ادغام کیا ہے۔ انتہیٰ جعبری فرماتے ہیں کہ اداءً (قَالَ میں) ہر جگہ ادغام ثابت ہو گیا اور تجرید میں اس کی تصریح بھی کی ہے دانی نے غیر تیسیر میں فرمایا ہے کہ اہل ادا کا اس پر اتفاق ہے کہ قَالَ رَبِّ کے ہم مثلوں (قَالَ رَجُلٌ قَالَ رَجُلَانِ) میں بھی یہی قیاس مطرد جاری ہے اور میں نے بھی ان سب مثالوں میں ادغام ہی پڑھا ہے اگرچہ یزیدی سے نص قَالَ رَبِّ ہی میں وارد ہوئی ہے۔ انتہیٰ اور مقدمہ کے صفحہ ۲۵ پر تفصیل سے گذر چکا ہے کہ ایسے موقعوں میں قیاس پر عمل کرنا جائز ہے۔ (۲) یزیدی نے فرمایا ہے کہ قَالَ رَبِّ میں ادغام اس بناء پر ہوا ہے کہ اس میں الف لام کے فتحہ کے قائمقام ہو جاتا ہے۔ (۳) لام اور را سیبویہ کی رائے پر متقاربین اور فراء کے قول پر متجانسین ہیں اور دونوں چھ صفتوں میں شریک ہیں اور لام و را کی تین حالتوں میں سے پہلی حالت میں تو ماقبل کی حرکت کی بناء پر ثقل ہے اور دوسری حالت میں سکون کے بعد کسرہ اور ضمہ ثقیل ہے اور تیسری صورت میں سکون کے بعد فتحہ خفیف ہے اور قَالَ کا کثرت سے واقع ہونا لام کے ادغام کا سبب ہے اور نون میں پہلی صورت میں تو حرکت کے سبب ثقل ہے اور دوسری صورت میں اظہار اس لئے ہے کہ نون کا ذاتی غنہ باقی رہے اور سکون کے بعد فتحہ تو خفیف تھا ہی لیکن کسرہ اور ضمہ کو بھی اسی کے مرتبہ میں سمجھ لیا اور نَحْنُ کا ضمہ لازمی ہونے کی بناء پر ثقیل تھا اس لئے ادغام سے تخفیف کی گئی۔

فائدہ: ـ ۲ بصرہ کے نحاۃ اور خلیل و سیبویہ لام میں را کے ادغام کو اس بناء پر ضعیف و ناجائز بتاتے ہیں کہ عرب سے أَخْبَرُ لَبَطَتْهُ کا اظہار ثابت ہوا ہے لیکن یہ رائے التفات کے قابل نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ اس میں اصل کی موافقت یا کسی خاص متکلم کے لغت کی بناء پر اظہار کیا گیا ہو پس اس سے اظہار کا جائز ہونا ثابت ہوتا ہے نہ کہ ادغام کا ناجائز ہونا نیز یہ ابو عمرو، فراء، کسائی اور ابو جعفر کی اس نقل کے خلاف ہے کہ انھوں نے عرب سے صَارَ لِي اور صَارَ لَكَ میں را کا ادغام روایت کیا ہے اور مثبت نافی پر مقدم ہوتا ہے اس لئے ادغام کے جائز بتانے والوں کا قول صحیح ہوگا نہ کہ ناجائز کہنے والوں کا اور زمخشری کی یہ توجیہ بھی مردود ہے کہ ابو عمرو نے را کو لام سے پہلے خوب ساکن کر کے پڑھا ہوگا اور راوی نے وہم کی بناء پر ادغام سمجھ لیا ہوگا کیونکہ جب راوی نے اخفا و ادغام میں فرق کر کے با سے پہلے میم میں اخفا اور باقی موقعوں میں ادغام بتایا ہے حالانکہ یہ فرق کسی قدر باریک بھی ہے تو کیا وہ مظہر و مدغم میں فرق نہیں سمجھ سکتے تھے کیونکہ ظاہر ہے کہ اظہار کی صورت میں را ساکن اور لام بلا تشدید ہوگا اور ادغام کی صورت میں را لام میں مدغم ہو جائے گی اور لام پر تشدید آجائے گا اس فرق کو موٹی سی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے دوسرے اس سے قراءۃ متواترہ پر طعن لازم آتا ہے جو حجۃ قاطعہ ہے پس یہ قائل کی بے دینی ہے (علی قاری)

النحو والعربیۃ: ـ ۱۴۹/۱۸ ـ ۱ تَنَاءُهَا کی ضمیر کے مرجع پانچ ہیں جو ترجمہ میں ظاہر کر دئیے گئے ہیں اور سب صورتوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں عموماً اور چوتھی صورت میں بالخصوص اضافت ادنیٰ ملابست کی بناء پر ہے ٹ تَدَخَّلَ دَخَلَ قَلِیلًا قَلِیلًا کے معنی میں ہے سُنَّۃً
ع ا رِهِیَ اور اَظْهِرَا میں اشارہ ہے کہ حروف میں تذکیر و تانیث دونوں جائز ہیں اور اس میں تَفَنُّن بھی ہے ع ۲ مُنْزِلًا یا تو اِنْفَعَا
کے فاعل سے تمیز ہے ای اِذَا انْفَتَحَ مَحَلُّهُمَا یا اَلْمُسَکِّنُ کے فاعل سے حال ہے ۔ ب ۱۵۱ مُسْتَجْلًا یا تو تُدْغِمُ کی ضمیر کے
حال ہے یا اِدْغَامًا مقدر کی صفت ہے یا نَحْنُ سے حال ہے اور تینوں میں سے اوّل اولیٰ ہے ۔

۱۵۲ / ۲۱ ۔ وَتُسْكَنُ عَنْهُ الْمِيمُ مِنْ قَبْلِ بَائِهَا عَلَى اِثْرِ تَحْرِيكٍ فَتَخْفَى تَنَزُّلًا

ترجمہ :- اور ان (ابوعمرو) سے میم اپنی (یا ان سولہ حرفوں میں کی) بًا سے پہلے حرکت کے بعد ساکن کی جاتی ہے پھر وہ (میم تلفظ میں) کمی ہونے کیلئے اخفا والی ہو جاتی ہے ۔ **شرح :-** یعنی اگر میم سے پہلے حرف پر حرکت ہو اور اس کے بعد بًا آجائے جیسے اٰدَمَ بِالْحَقِّ اور اَعْلَمُ بِمَآ تو ابوعمرو اس میم کو ساکن کر کے اخفا سے اٰدَمْ بِالْحَقِّ اور اَعْلَمْ بِمَآ پڑھتے ہیں اور اس اخفا سے میم کے تلفظ میں کمی اور ضعف آجاتا ہے کیونکہ میم کے اخفا کے معنیٰ ہیں میم کا کسی قدر چھپا دینا اور ہلکا کر دینا اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ میم کے ادا کرتے وقت ہونٹوں کو نرمی سے بند کرتے ہیں جس سے میم کا کچھ حصّہ غائب ہو جاتا ہے اور اس سے ادغام کا مقصد ایک حد تک حاصل ہو جاتا ہے ۔ پس اس میم کو صرف ساکن کرتے ہیں نہ تو بًا سے بدلتے ہیں اور نہ اس میں ملاتے ہیں پس اَعْلَمُ بِمَا اور عَلَّمَ بِالْقَلَمِ وغیرہ میں تشدید قطعاً نہیں ہوتی اور اگر میم سے پہلا حرف ساکن ہو جیسے اِبْرٰهِیْمُ بَنِيْهِ ۔ اَلْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ اور اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ تو پھر میم کو ساکن نہیں کرتے بلکہ اس کی حرکت پر باقی رکھکر اظہار سے پڑھتے ہیں ۔

فائدہ :- (۱) نون کے اخفاء کے معنیٰ ہیں نون کی ذات کو معدوم کر کے غنہ کی صفت کا باقی رکھنا اور میم کے اخفاء کے معنیٰ ہیں میم کو کسی قدر ضعیف کر دینا اور کچھ حصّہ کا غائب کر دینا اور چونکہ آواز کو خیشوم میں لیجانے سے مخرج کے ساتھ تعلّق ضعیف ہو جاتا ہے اس لئے بعض نے تعریف اس طرح کر دی ہے کہ اخفا آواز کے ناک میں چھپانے کو کہتے ہیں لیکن یہ پوری تعریف نہیں بلکہ تعریف الشیٔ بلازمہ ہے (۲) چونکہ یہ میم ساکن کئے جانے کی صفت میں مدغم کے ساتھ شریک ہے اس مناسبت سے اس کو اس باب میں لائے ہیں (۳) اس میم میں اور نون ساکن اور تنوین سے بدلے ہوئے میم میں جیسے اَعْلَمُ بِمَآ اَنْ بُوْرِكَ اور اَلِيْمٌۢ بِمَا دونوں میں صرف اخفاء ہوتا ہے اور جو میم پہلے سے ساکن ہو اور اصلی ہو اور اس کے بعد بًا آجائے اس میں اخفا و اظہار دونوں جائز ہیں اور اخفا اولیٰ ہے (۴) بًا سے پہلے میم میں اخفاء اس لئے کیا ہے کہ یہ دونوں مخرج اور چار صفتوں میں شریک ہیں اور ادغام اس لئے نہیں کیا کہ اس سے میم کا غنہ فوت ہو جاتا اور اظہار میں اتصال کی رعایت کم تھی اس لئے نہیں کیا اور لام و را میں مدغم ہونے کی صورت میں نون کے غنہ کے فوت ہونے کا خیال اس لئے نہیں کیا جاتا کہ نون کو تجانس یا تقارب کے سبب لام و را سے مناسبت زیادہ ہے (۵) میم سے پہلے حرف پر حرکت کی شرط اس لئے ہے کہ ثقل متحقق ہو جائے (۶) تُسْكَنُ اور تَخْفَى میں اشارہ ہے کہ اس میم میں اسکان و اخفاء ہی ہوتا ہے ادغام نہیں ہوتا کیونکہ تشدید نہیں پائی جاتی ۔ دانی نے بھی اسی کو پسند کیا ہے اور بعض حضرات اس میم کے اسکان کو ادغام سے تعبیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح مَنْ يَّقُولُ اور مِنْ وَّالٍ اور وَلِيٍّ وَّلَا ۔ بَسَطْتَ وغیرہ میں نون ساکن اور تنوین کا غنہ اور طا کا اطباق باقی رہنے کے باوجود بھی نون اور طا کے اسکان پر ادغام کا اطلاق ہوتا ہے اسی طرح اَعْلَمُ بِمَآ وغیرہ میں میم کے اسکان کو بھی ادغام کہہ سکتے ہیں ۔ لیکن ناظم و دانی کی رائے حق اور صواب ہے اور فرق ظاہر ہے (۷) ابوجعفر اور سوسی نے ابوعمرو سے اِبْرٰهِیْمُ بَنِيْهِ ۔ اَلْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ وغیرہ میں بھی میم کا اخفا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نقل کیا ہے اور اَلرَّحِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ کو مستثنیٰ کیا ہے لیکن نظم اور تیسیر کے طرق سے اس پر عمل نہیں ہے۔

۱۵۳/۲۲ - وَفِیْ مَنْ یَّشَآءُ بَا یُعَذِّبُ حَیْثُ مَا اَتٰی مُدْغَمٌ فَادْرِ الْاُصُوْلَ لِتَاْصُلَا

ترجمہ:- اور یُعَذِّبُ کی بَا مَنْ یَّشَآءُ کے میم میں مدغم ہوتی ہے اس حالت میں کہ یہ (یُعَذِّبُ کی بَا) جس جگہ بھی آئے پس تو (ادغام کے) ان قواعد کو جان لے (اور یاد کرلے) تاکہ تو اصل (اور مرجع اور بزرگ) بن جائے۔

شارح:- یعنی سولھویں حرف بَا کا میم میں صرف یُعَذِّبُ مَّنْ یَّشَآءُ میں ہر جگہ ادغام ہوتا ہے اور یہ پانچ جگہ آیا ہے ۱ آلِ عمران ع ۱۳ ۲،۳ مائدہ ع ۳ و ع ۶ ۴ عنکبوت ع ۲ ۵ فتح ع ۲ پس یَضْرِبُ مَثَلًا سَنَکْتُبُ مَا قَالُوْا وَکَذِّبَ مُوْسٰی وغیرہ میں میم سے پہلے بَا کا ہر جگہ اظہار ہے پھر ادغام کے احکام ختم کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ تو ان قواعد کو یاد کرلے تاکہ اور لوگ ان کے معلوم کرنے کے لئے تیری طرف رجوع کیا کریں۔

فائدہ:- ۱ بَا اور میم متجانسین ہیں اور چار صفتوں میں شریک ہیں۔ ۲ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ کے ساتھ خاص ہونے کی دو وجوہ ہیں (۱) ذال کے کسرہ کے بعد بَا پر ضمہ ثقیل تھا (۲) یَغْفِرُ لِمَنْ اور وَیَرْحَمُ مَنْ میں جو دوسرا ادغام اس کے قریب ہی واقع ہے اس کی مناسبت۔ اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ابن ادنی نے ابوشعبان سے اور انہوں نے یزیدی سے فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِہٖ (مائدہ ع ۶) میں بَا کا میم میں ادغام اور وَمَنْ تَابَ مَعَکَ (ہود ع ۱۰) میں بَا کا اظہار نقل کیا ہے کیونکہ اوّل میں دوسرا ادغام بھی واقع ہے جو دال کا ظا میں ہے اور ثانی میں نہیں ہے ۳ رہا وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ (بقرہ ع ۴۰) سو اس میں چونکہ ابوعمرو کی قراءۃ میں بَا ساکن ہے اس لئے وہ ادغام صغیر کے باب سے ہے اور اس میں ان کے لئے ادغام واجب ہے ۴ عباس نے ابوعمرو سے لَارَیْبَ فِیْہِ جیسی مثالوں میں ہر جگہ بَا کا فَا میں ادغام روایت کیا ہے ۵ فَادْرِ الْاُصُوْلَ میں اشارہ ہے کہ یہاں متقاربین کا بیان ختم ہوگیا ہے پس اس کے بعد جو تین تنبیہات یا قاعدہ آئیں گے وہ مثلین و متقاربین دونوں کے متعلق ہوں گے۔

پہلی تنبیہ

۱۵۴/۲۳ (ص) - وَلَا یَمْنَعُ الْاِدْغَامُ اِذْ ھُوَ عَارِضٌ اِمَالَۃَ کَالْاَبْرَارِ وَالنَّارِ اُثْقِلَا

ترجمہ:- اور ادغام چونکہ وہ عارضی ہے (اس لئے وہ (ادغام) مشدد (اور کامل) ہونے کی حالت میں بھی اَلْاَبْرَارِ اور اَلنَّارِ جیسے کلمات کے امالہ کو منع نہیں کرتا (بلکہ ادغام کی صورت میں بھی امالہ اسی طرح ہوتا ہے جس طرح اظہار کی صورت میں تھا)

شارح:- یعنی جن کلمات کے الف میں وصلاً آخری را کے کسرہ کی وجہ سے امالہ ہوتا ہے جیسے وَالنَّھَارِ اَلنَّارِ۔ اَلْاَبْرَارِ اگر ان کی را کا دوسری را میں یا لام میں ادغام ہوجائے جیسے وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ اور اَلنَّارِ رَبَّنَا اور اَلْاَبْرَارِ رَبَّنَا تب بھی امالہ بدستور باقی رہتا ہے اور اگر اس را پر سکون کے ساتھ وقف کردیں تب بھی امالہ محضہ والوں کے لئے محضہ اور بین بین والوں کے لئے بین بین باقی رہتا ہے کیونکہ کسرہ جو امالہ کا سبب ہے وہ تو اصلی ہے اور ادغام و وقف دونوں عارضی ہیں اور اصل یہ ہے کہ عارض کا اعتبار نہ کیا جائے اس لئے ادغام و وقف کے باوجود بھی کسرہ کو موجود سمجھ کر امالہ کرتے ہیں اور اگر اس را

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ادغام کے بجائے روم پڑھا جائے جیسا کہ آئندہ شعر میں آئے گا کہ ادغام کے موقعوں میں روم بھی جائز ہے گو اس سے ادغام نہیں رہتا یا اس رائے پر روم کے ساتھ وقف کریں تو ان دونوں صورتوں میں امالہ محضہ یا بین بین بدرجۂ اولیٰ باقی رہے گا کیونکہ روم کی صورت میں تو کسرہ کا کچھ حصہ بھی باقی رہتا ہے پس اثقل سے مراد ادغام کامل ہے جب اس میں امالہ باقی رہتا ہے حالانکہ کسرہ بالکل نہیں ہوتا تو روم کی صورت میں بدرجۂ اولیٰ باقی رہے گا اور ناظمؒ نے ادغام کا حکم یہاں اور وقف کا حکم باب الامالہ میں بیان کیا ہے اور مناسب یہ تھا کہ دونوں کو ایک ہی جگہ بیان کرتے اسی لئے شارحین نے اس شعر میں تغییر کیا ہے۔

فائدہ:۔ ۱؎ اس قسم میں امالہ کا بدستور باقی رکھنا ابن مجاہد اور اکثر قراء اور صرف کے اماموں کا مذہب ہے اور عمل بھی اسی پر ہے کیونکہ کسرہ نیت میں باقی ہے اور ابن جریر نے سوسی سے امالہ نہ کرنا بھی نقل کیا ہے جس کا سبب یہ ہے کہ کسرہ ظاہراً باقی نہیں رہا اور نشر کے طرق سے یہ بھی صحیح ہے ۲؎ اس مسئلہ کو یہاں اس لئے بیان کر دیا کہ شبہ ادغام ہی سے پیدا ہوتا ہے لیکن اولیٰ یہی تھا کہ اس کو باب الامالہ میں بیان کرتے۔

النحو والعربیۃ:۔ $\frac{۱۵۲}{۲۱}$ تَنَزُّلًا یا تو تمیز ہے ای یَخْفیٰ تَنَزُّلُهَا فِی اللَّفْظِ یا مفعول لہ ہے اور ترجمہ میں اسی کو لیا ہے۔ $\frac{۱۵۳}{۲۲}$ ۱؎ حَیْثُ مَا اٰتی حال ہے اور مَا زائد ہے ۲؎ لِتَاْمُلَا ای لِتَشْرُفَ وَتَصِیْرَ اٰمِلًا وَمَرْجعًا $\frac{۱۵۴}{۲۳}$ ملا کَالْاَبْرَارِ کا کاف اسم ہے جو مثل کے معنیٰ میں ہے یَفْصَمُکَ عَنْ کَالْبُرْدِ الْمُنْهَمِّ کی طرح کیونکہ کالابرار قرآن میں نہیں ہے اور حرف کی طرف اضافت نہیں ہوا کرتی اور ابوشامہ فرماتے ہیں ممکن ہے کہ یہ کاف خطاب کا ہو اور اِمَالَۃَ کے ساتھ متصل ہو لیکن ناظم کے نابینا ہونے کی بناء پر لکھنے والے نے جدا لکھ دیا ہو اور جعبری کی رائے پر اس میں یہ کمی ہے کہ اس صورت میں حکم انھیں دونوں کلموں کے ساتھ مخصوص ہو جاتا ہے ۲؎ اَثْقَلَا اطلاقی الف کے ساتھ اَلْاِدْغَامُ کا حالِ مؤکدہ ہے اور ثقل سے مراد وہ ثقل ہے جو تشدید سے پیدا ہوتا ہے نہ یہ کہ ادغام بہ نسبت اظہار کے ثقیل ہے کیونکہ وہ تو تخفیف ہی کی غرض سے کیا جاتا ہے اور بعض کی رائے پر حال مقیدہ ہے یعنی کامل ادغام کی حالت میں اور اس میں روم سے احتراز ہو گیا اور یہ بھی مراد لے سکتے ہیں حَالَ کَوْنِہٖ اَثْقَلَ بِلَا اِدْغَامٍ یعنی یہ اظہار کی حالت میں ثقیل تھے۔

دوسری تنبیہ

$\frac{۱۵۵}{۲۴}$ وَاَشْمِمْ وَرُمْ فِیْ غَیْرِ بَاءٍ وَّ مِیْمِهَا ۔ مَعَ الْبَآءِ اَوْمِیْمٍ وَّکُنْ مُّتَاَمِّلَا

ترجمہ:۔ اور تو اشمام کر اور روم کر بَا اور ان (حروف) میں کی (یا اس بَاکی) میم کے سوا (باقی مدغم حروف) میں اس حالت میں کہ یہ دونوں (حرف) بَا کے ساتھ ہوں یا (دونوں) میم کے ساتھ ہوں اور تو (اشمام و روم کی تعریف میں) غور کرنے والا (اور انتظار کرنے والا) رہ (انشاء اللہ ہم ان کی تعریف باب الوقف علیٰ اواخر الکلم میں بیان کریں گے یا ان قواعد میں خوب غور کرو اور سوچو کہ بَا اور میم میں عام مصنفین کے بیان کے موافق اشمام و روم دونوں منع ہیں یا صرف اشمام ناجائز ہے)

شارح:۔ یعنی مثلین و متقاربین و متجانسین میں سے جن حروف کا ادغام کیا جاتا ہے ان میں حرکت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اشمام و روم بھی جائز ہیں چونکہ مدغم کا سکون وقفی سکون کے مشابہ ہے اس لئے وقف کے احکام اس میں بھی جاری ہوں گے اور روم میں اشارہ کامل ہوتا ہے اور اشمام میں ناقص لیکن اشمام کی صورت میں تو ادغام کامل باقی رہے گا کیونکہ اشمام ہونٹوں کے ملانے سے ہوتا ہے اور اس کے ساتھ تشدید کا باقی رہنا ظاہر ہے اور روم کی حالت میں چونکہ کسرہ یا ضمہ کا کچھ حصہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ادا ہوتا ہے اس لئے ادغام باقی نہیں رہتا اور ضمہ میں تو اشمام اور روم دونوں ہوتے ہیں پس اس میں تین وجوہ ہوگئیں ۱؎ اشارہ کے بغیر کامل ادغام ۲؎ اشمام کے ساتھ ادغام ۳؎ روم جیسے سَیُغۡفَرُ لَنَا اور یہاں اشمام حرف کے تلفظ کے ساتھ ہی ساتھ ہوتا ہے وقف والے اشمام کی طرح تلفظ کے بعد نہیں ہوتا اسی لئے وقفی سکون میں تو با اور میم میں اشمام ہوتا ہے اور ادغامی سکون میں نہیں ہوتا کیونکہ با اور میم کا تلفظ اور اشمام کا اشارہ دونوں ہونٹوں ہی سے ہوتے ہیں اس لئے دونوں ایک وقت میں جمع نہیں ہوسکتے اور کسرہ میں فقط روم ہوتا ہے پس اس میں دو وجوہ ہوگئیں کامل ادغام و روم جیسے مِنۡ بَعۡدِ ظُلۡمِہٖ اور فتحہ میں دونوں نہیں ہوتے صرف کامل ادغام ہوتا ہے۔ اشارہ کے بغیر جیسے وَشَہِدَ شَاہِدٌ اور یہ اشارہ تمام حروف میں ہوتا ہے لیکن با اور میم میں اشمام و روم ناجائز ہیں جبکہ ان کے بعد بھی با اور میم ہی آرہے ہوں اور ان کی چار صورتیں ہیں ۱؎ با کے بعد با ہو جیسے نُصِیۡبُ بِرَحۡمَتِنَا ۲؎ با کے بعد میم ہو جیسے یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ ۳؎ میم کے بعد میم ہو جیسے یَعۡلَمُ مَا ۴؎ میم کے بعد با ہو اور اس صورت میں اخفا ہوا کرتا ہے جیسا کہ پہلے معلوم ہوچکا ہے جیسے اَعۡلَمُ بِمَا اور بعض نے فا کے ساتھ فا کو بھی مستثنیٰ کیا ہے جیسے تَعۡرِفُ فِیۡ پس ان کی رائے پر پانچ صورتوں میں ناجائز ہیں اور بعض نے کسی صورت کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا۔

فائدہ :- ان صورتوں میں اشمام و روم نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ با اور میم ہونٹوں کے پوری طرح ملانے سے ادا ہوتے ہیں اور اشمام ناتمام ملانے سے ہوتا ہے اور ان دونوں باتوں میں ضدیت ہے کہ دونوں ایک وقت میں جمع نہیں ہوسکتیں اور روم میں بھی قدرے دشواری ہے اور اسی طرح فا کا مخرج بھی ہونٹوں ہی میں ہے پس اس میں بھی اشارہ کرنا دشواری سے خالی نہیں لیکن محققین کی رائے پر ان صورتوں میں صرف اشمام ناجائز ہے کیونکہ دشواری اور ضدیت اسی میں ہے روم میں نہیں جیسا کہ ظاہر ہے کیونکہ جس طرح با اور میم کی پوری حرکت ادا ہوسکتی ہے اسی طرح تہائی حرکت کا ادا کرنا بھی چنداں دشوار نہیں اور اگر مدغم سے پہلے حرفِ مد یا حرفِ لین ہو جیسے قَالَ لَہُمۡ الرَّحِیۡمِ مَّلِکِ یَقُوۡلُ رَّبَّنَا قَوۡمِ مُّوۡسٰی کَیۡفَ فَعَلَ تو مد وقفی کی طرح اس مدہ اور لین میں طول و توسط و قصر بھی جائز ہیں اور اشمام و روم بھی اور اب فتحہ کی صورت میں تین اور کسرہ کی صورت میں چار (طول و توسط و قصر سکون کے ساتھ اور روم قصر کے ساتھ) اور ضمہ کی صورت میں سات (طول و توسط و قصر سکون کے ساتھ اور یہی تینوں اشمام کے ساتھ پھر روم قصر کے ساتھ) وجوہ ہو جائیں گی اور سورۂ یوسف ع ۲ پ ۱۲ میں آئے گا کہ لَا تَاۡمَنَّا کے نون میں تمام قراء کے لئے روم و اشمام دو وجوہ ہیں۔

تیسری تنبیہ

۱۵۶/۲۵ وَاِدۡغَامُ حَرۡفٍ قَبۡلَہٗ صَحَّ سَاکِنٌ ۔ عَسِیۡرٌ وَّبِالۡاِخۡفَاءِ طَبَّقَ مَفۡصِلَا

ترجمہ :- اور اس حرف کا ادغام کرنا دشوار ہے جس سے پہلے صحیح ساکن ہو اور وہ (قاری ایسے حرف میں) اخفا (اختلاس) کرنے کے ذریعہ درستی کو پہونچ گیا ہے (یعنی اس قسم میں ادغام کے بجائے اختلاس اختیار کرے گا تو اجتماع ساکنین علی غیر حدہما لازم آنے کے اعتراض سے بچ جائے گا)

۱۵۷/۲۶ خُذِ الۡعَفۡوَ وَاۡمُرۡ ثُمَّ مِنۡ بَعۡدِ ظُلۡمِہٖ ۔ وَفِی الۡمَہۡدِ ثُمَّ الۡخُلۡدِ وَالۡعِلۡمِ فَاشۡمُلَا

ترجمہ :- جس مدغم کا ماقبل حرف صحیح ساکن ہو اس کی مثالیں خُذِ الۡعَفۡوَ وَاۡمُرۡ پھر مِنۡ بَعۡدِ ظُلۡمِہٖ اور فِی الۡمَہۡدِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(صَبِیًّا) اَلْخُلْدُ (جَزَآءً) اور اَلْعِلْمِ (مَا لَمْ یَاْتِكَ) ہیں اور (تو اس قاعدہ میں اور مثالوں کو بھی) ضرور شامل کرلے (کیونکہ اس کی مثالیں اور بھی بہت سی ہیں۔ یا ان قواعد کے یاد کرنے اور دوسروں کو سکھانے میں جلدی کر)

شارح: ۔ یعنی جس جگہ مدغم سے پہلے واو الف یا کے سوا کوئی اور حرف ساکن ہو جس کو ساکن صحیح کہتے ہیں وہاں ادغام کرنا دشوار ہے کیونکہ حرف صحیح ساکن کے بعد تشدید دشواری سے ادا ہوتا ہے جیسے وَنَحْنُ لَهٗ شَهْرُ رَمَضَانَ اور اس کی توجیہ بیان کرنے میں بھی مشکل پیش آتی ہے کیونکہ اس سے اجتماع ساکنین علی غیر حدھما ہو جاتا ہے جس کو اہل عربیت جائز نہیں رکھتے پس جن لوگوں نے اس میں ادغام کے بجائے اخفا (اختلاس) اختیار کیا ہے وہ درستی کو پہونچ گئے ہیں کیونکہ ان پر اجتماع ساکنین علی غیر حدھما لازم آنے کا اعتراض نہیں ہوتا اس لئے کہ نہ وہ ادغام کرتے ہیں اور نہ دو ساکن جمع ہوتے ہیں اور ناظم خُذِ الْعَفْوَ الخ میں پانچ مثالیں لائے ہیں اور سب میں مدغم سے پہلا حرف صحیح ساکن ہے حرف علت کسی میں بھی نہیں ہے ۔ ان میں مثلین اور باقی تین میں متقاربین جمع ہیں۔ اور تحقیق یہ ہے کہ حرکت اور حرف علت ساکن کے بعد تو ادغام و تشدید کا ادا کرنا آسان ہے اور ساکن صحیح کے بعد ادا کرنا دشوار ہے لیکن ناجائز نہیں بلکہ نقلاً صحیح اور ثابت ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ وقف کی طرح ادغام میں بھی اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدھما جائز ہے کیونکہ وقف اور ادغام دونوں سہولت کیلئے کئے جاتے ہیں پس جب دونوں کی غرض ایک ہے تو دونوں کا حکم بھی ایک ہی ہونا چاہئے اور جن لوگوں نے ادغام کی متواتر قرأۃ پر اعتراض کیا ہے اس سے خود وہی بے دینوں میں شامل ہو گئے ہیں (قاری)

فائدہ: ۔ (الف) اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ اس قسم میں متقدمین تو ادغام اور اختلاس دونوں کو جائز بتاتے ہیں اور اکثرین بھی دونوں کو صحیح بتایا ہے اور عمل بھی اسی پر ہے اور متاخرین اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدھما سے بچنے کے لئے صرف اختلاس کرتے ہیں کیونکہ صرفیوں کی اصطلاح یہ ہے کہ اگر دو ساکنوں میں سے پہلا ساکن صحیح ہو تو اس کو اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدھما کہتے ہیں اور اگر پہلا ساکن حرفِ علت ہو مدہ ہو خواہ لین تو اس کو اجتماع ساکنین علیٰ حدھما کہتے ہیں اور اوّل کو صرف وقف میں اور ثانی کو وصل و وقف دونوں میں جائز رکھتے ہیں ابو شامہؒ فرماتے ہیں کہ ساکن صحیح کے بعد ادغام ہو ہی نہیں سکتا جب تک اس ساکن کو معمولی سی حرکت نہ دیدیں گو وہ غیر محسوس ہو اور اگر حرکت نہ دیں گے تو وہ حرف حذف ہو جائے گا جس کو ادغام کے لئے ساکن کیا تھا اور تم اسی خیال میں رہو گے کہ وہ مدغم ہو رہا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ عرب جب ساکن صحیح کے بعد ایک کلمہ میں ادغام کرتے ہیں تو اس ساکن کو حرکت دیدیتے ہیں جیسے اِسْتَعِدَّ اِسْتَعِفَّ اور اسی لئے جب نِعْمَ کے میم کا دوسرے میم میں ادغام کرتے ہیں تو عین ساکن کو کسرہ دیدیتے ہیں جیسے فَنِعِمَّا هِیَ حالانکہ دوسرے موقعوں میں اس کا عین ساکن رہتا ہے جیسے نِعْمَ الْعَبْدُ پس جب ساکن صحیح کے بعد ادغام کا ممتنع ہونا ثابت ہو گیا تو اب اس میں اظہار یا اختلاس ہی باقی رہ گیا جس کو روم و اخفا بھی کہدیتے ہیں اور مجاز کے طور پر اس کو ادغام سے بھی تعبیر کردیتے ہیں جوہری کہتے ہیں کہ شَهْرُ رَمَضَانَ میں پہلی را کی حرکت میں صرف اختلاس ہے اور اس را کا ساکن کرنا جائز نہیں کیونکہ اس سے پہلے ھا بھی ساکن ہے۔ پس وصل میں ایسے دو ساکنوں کا جمع کرنا لازم آئے گا جن میں سے پہلا حرف علت نہیں ہے اور یہ صورت عرب کے کسی لغت میں بھی نہیں پائی جاتی اور نَحْنُ نَزَّلْنَا اور اَمَّنْ لَّا یَهِدِّیْ اور یَخِصِّمُوْنَ وغیرہ بھی اسی قبیل سے ہیں اور قراء جو اس قسم کے کلمات میں ادغام بتاتے ہیں ان کا یہ قول معتبر نہیں کیونکہ وہ اس باب کو عمل میں نہیں لاسکتے (یا لغت سے اس کے نظائر پیش نہیں کرسکتے) آہ۔ اور ایک جماعت متقدمین کی تائید میں کہتی ہے کہ نحاۃ نے جو کچھ نقل کیا ہے وہ آحاد میں سے ہے اور قراء کی نقل متواتر ہے اور اگر متواتر نہ ہو تب بھی انھیں کے قول پر اعتماد کرنا اولیٰ ہے کیونکہ یہ اکثر بھی ہیں اور بہ نسبت نحاۃ کے عادل تر اور معتبر بھی ہیں۔ **سوال:** اجتماع ساکنین

ہ پہلا ترجمہ فَاشْمَلَا کی میم کے فتحہ پر اور دوسرا ترجمہ اس کے ضمہ پر ہے۔ ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علیٰ غیر حدھما کے ناجائز ہونے پر نحاۃ کا اجماع ہے کیا اس پر بھی ان کے قول کو صحیح نہیں مانا جائے گا۔ جواب ۱ چونکہ قراء میں سے بھی بعض حضرات نحوی ہیں ۲ نیز لغت کے نقل کرنے میں نحاۃ کے ساتھ شریک ہیں پس ان کے شامل ہوئے بغیر نحاۃ کا اجماع معتبر نہیں ہو سکتا ۳ پھر یہ حضرات پرہیز گار بھی ہیں اور نقل بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ہیں جن کا غلطی سے محفوظ ہونا مسلّم ہے ۴ پھر ایسا اجتماع ساکنین اکثر قراءتوں میں واقع ہوا ہے تو پھر ادغام کبیر میں خصوصی انکار کی وجہ کیا ہے ۵ پھر اجتماع ساکنین علیٰ حدھما کی تعریف میں بھی اختلاف ہے بعض کے قول پر ثانی کا مدغم ہونا اور بعض کی رائے پر حرف اوّل کا حروف علت میں سے ہونا کافی ہے اور بعض دونوں کے مجموعہ کو شرط کرتے ہیں جیسے شَهْرُ رَّمَضَانَ اور هَلْ تَّرَبَّصُونَ بزی کی روایت اور مَحْيَايْ اسکان کی قراءۃ پر اور فِيهِ هُدًى ادراسی سے علیٰ غیر حدھما میں بھی اختلاف نکل آئے گا پس یہ ادغام کبیر والا ساکن صحیح بھی ایک قول پر علیٰ حدھما میں داخل ہے پھر اعتراض کرنے کے کیا معنیٰ ۶ نیز ایسا اجتماع ساکنین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام نِعْمَّ مَالُ صَالِحٌ لِرَجُلٍ صَالِحٍ میں بھی واقع ہے جو عرب و عجم سب سے فصیح تر ہیں (ب) غرض اس قسم میں ادغام کامل صحیح اور ثابت ہے اور نصوص اس پر مجتمع ہیں۔ ۱ ابن حاجب فرماتے ہیں کہ اس پر قراء کا اجماع ہے پھر تقریباً وہی تقریر کی ہے جو ابھی الف کے ذیل میں گذری اس کے بعد فرماتے ہیں اگر کہا جائے کہ اکثر نحوی تو اس پر متفق ہیں کہ اجتماع ساکنین علیٰ حدھما وہ ہے جس میں دونوں چیزیں پائی جائیں یعنی پہلا ساکن حرف علت ہو اور دوسرا مدغم ہو تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں کیونکہ عربیت قراءۃ کے تابع ہے قراءۃ عربیت کے تابع نہیں اس بنا پر کہ قراآت صحابہ و تابعین کے ذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی گئیں ہیں جو اجماعاً عرب و عجم سب سے زیادہ فصیح ہیں پھر مولدین (غیر عرب) کی کثرت سے زبان فاسد ہوگئی ۲ علامہ سیوطیؒ اقتراح میں فرماتے ہیں کہ جب یہ بات ثابت ہو جائے کہ قراء نے اس قراءۃ کو پڑھا ہے تو خواہ وہ متواتر ہو۔ خواہ آحاد میں سے ہو خواہ شاذ ہو اس کو دلیل بنانا درست ہے پھر فرماتے ہیں کہ نحاۃ کی ایک جماعت ابن عامر عاصم حمزہ کی قراءتوں کو عربیت سے بعید اور لحن بتاتی ہے حالانکہ اس میں خود وہی لوگ غلطی پر ہیں کیونکہ ان کی قراءتیں ایسی متواتر اور صحیح سندوں سے ثابت ہیں جن میں طعن کی قطعاً گنجائش نہیں ۳ ابن مالک وغیرہ معتبر محققین نے بھی ان نحاۃ کا نہایت شدومد کے ساتھ رد کیا ہے ۴ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نحاۃ کی عقل پر تعجب ہے کہ جب وہ کوئی شعر سنتے ہیں گو اس کے قائل کا نام و نشان بھی معلوم نہ ہو تو اس کو قراءۃ کے صحیح ہونے کی دلیل بنا لیتے ہیں اور اس پر خوش ہوتے ہیں حالانکہ اولیٰ یہ تھا کہ قراءۃ کو شعر کے صحیح ہونے کی دلیل بناتے ۵ صاحب انتصاب کہتے ہیں کہ مقصود یہ نہیں کہ عربیت کو قراءۃ کے صحیح ہونے کی دلیل بنایا جائے بلکہ (اصل یہ ہے کہ) قراءۃ سے عربیت کی تصحیح کی جائے (غیث النفع) (ج) ناظمؒ نے جو ادغام کو عَسِيْر (دشوار) فرمایا ہے اس میں دو احتمال ہیں اوّل یہ کہ صحیح تو ہے لیکن اس کا ادا کرنا دشوار ہے اور اختلاس آسانی سے ادا ہو جاتا ہے یہ تو صحیح اور مسلّم ہے۔ دوم یہ کہ ادغام میں چونکہ اجتماع ساکنین علی غیر حدھما لازم آتا ہے اس لئے ناجائز ہے اس صورت میں ان پر بھی وہی مذکورہ بالا اعتراض ہوگا جو متاخرین پر ہوتا ہے مگر ظاہر یہ ہے کہ ان کے نزدیک پہلے ہی معنی مراد ہیں۔

فائدہ: ۲ (۱) دانیؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے ابوعمرو کی قراءۃ پر کبیر کے تمام مدغمات کو شمار کیا ہے سو وہ ابن مجاہد اور ان کے اصحاب کے مذہب پر تو بارہ سو تہتر ۱۲۷۳ ہیں اور ہماری قراءۃ پر تیرہ سو پانچ ۱۳۰۵ ہیں اور جن میں اہل ادا کا اختلاف ہے ان کا مجموعہ بتیس ۳۲ ہے۔ (ب) وہ بتیس ۳۲ یہ ہیں۔ مثلین میں سے بیس ۲۰۔ ۱ يَبْتَغِ غَيْرَ ۲ يَخْلُ لَكُمْ ۲ يَكُ كَاذِبًا ۳ تا ۷ آلَ لُوطٍ چار جگہ ۸ تا ۲۰ هُوَ جس کی ھا پر ضمہ ہو۔ واؤ سے پہلے تیرہ ۱۳ جگہ جیسے هُوَ وَّالَّذِينَ اور بارہ ۱۲ متقاربین میں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۱ طَلَّقَکُنَّ ۲۲ الرَّاْسُ شَیْبًا ۲۳ الزَّکٰوۃَ ثُمَّ ۲۴ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی ۲۵ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی ۲۶ التَّوْرٰىةَ ثُمَّ ۲۷ وَلَنَاْتِ طَآئِفَةٌ ۲۸ جِئْتِ شَیْئًا ۲۹ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ ۳۰ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ ۳۱ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ ۳۲ الْعَرْشِ سَبِیْلًا (شرح سبعہ) لیکن محقق نے آخری چار کو اختلافی مدغمات میں شمار نہیں کیا اس لئے ان کی تحقیق پر یہ چار ملا کر ابن مجاہد وغیرہ کے مدغمات بارہ سو ستتر ہیں۔ پس کل مدغمات بسم اللہ کے بغیر وصل کی صورت میں سورۃ القدر کے آخر اَلْفَجْرِ لَمْ یَكُنِ الَّذِیْنَ کو شامل کرکے تیرہ سو پانچ ہیں۔ مثلین میں سے ایک کلمہ میں دو اور دو کلموں میں سات سو اڑتالیس کل سات سو پچاس اور متقاربین و متجانسین میں سے ایک کلمہ میں اڑتیس اور دو کلموں میں پانچسو سترہ کل پانچسو پچپن اور سکتہ کی صورت میں اَلْفَجْرِ لَمْ یَكُنِ کم ہو کر تیرہ سو چار رہیں گے اور جو حضرات ابوعمرو کے لئے بسم اللہ پڑھتے ہیں ان کے مذہب پر اَلْفَجْرِ لَمْ یَكُنِ تو کم ہی رہے گا۔ لیکن رعد و ابراہیم کا آخر شامل ہو کر کل تیرہ سو چھ ہو جائیں گے (۲) پہلے ادغام کے دونوں بابوں کا خلاصہ بھی لکھا تھا پھر درازی کے خوف سے اس کو شامل نہیں کیا لیکن مناسب یہ ہے کہ جب طلباء کو ادغام کے قواعد خوب یاد ہو جائیں جس سے ایک مختصر اور جامع خلاصہ بھی بنا سکیں اور سوالات کے ذریعہ امتحان بھی کر لیا جائے تب آگے چلائیں۔

النحو والعربیہ: ۱۵۵/۲۴ غَیْرَ بَآءٍ مقدر کی صفت ہے ای فِیْ كُلِّ مُدْغَمٍ غَیْرِ بَآءٍ وَّمِیْمٍ اور مِیْمِهَا کی ضمیر یا تو باء کے لئے ہے کیونکہ دونوں ہم مخرج بھی ہیں اور ان میں ادغام و اخفاء بھی جاری ہیں یا شفا کے سولہ حروف کے لئے ہے۔ اور مَعَ الْبَآءِ یا تو بَآءٍ وَّمِیْمِهَا کی صفت ہے ای الْكَائِنَةِ مَعَ الْبَآءِ یا حال ہے اور تقدیر یہ ہے فِیْ غَیْرِ بَآءٍ مُّدْغَمٍ فِیْ بَآءٍ اَوْ مِیْمٍ وَّفِیْ غَیْرِ مِیْمٍ مُّدْغَمَةٍ فِیْ مِیْمٍ اَوْ مُخْفَاةٍ عِنْدَ بَآءٍ۔ ۱۵۶/۲۵ ۱ ادغام کی اضافت مفعول کی طرف ہے اور فاعل قاری مقدر ہے ۲ صَحَّ حَرْفٍ کی صفت ہے اور قَبْلَهٗ صَحَّ کا ظرف ہے ۳ طَبَّقَ الْمُفَصَّلَ ای اَصَابَ الصَّوَابَ اور طَبَّقَ کی ضمیر یا تو قاری کے لئے ہے یا قائل کے لئے یا تعبیر بالاخفاء کے لئے ہے جو کلام کے سیاق سے سمجھی گئی ہے۔ اور حرف کے لئے قرار دینا ضعیف ہے طَبَّقَ السَّیْفُ الْمُفَصَّلَ۔ تلوار جوڑ پر جا لگی۔ طَبَّقَ فُلَانٌ الْمُفَصَّلَ فلاں شخص قول یا فعل یا اعتقاد میں درستی کو پہونچ گیا۔ ۱۵۷/۲۶ فَاسْمَلَا میں روایۃً میم کا فتحہ ہے ای عِمِّمْ اور ضمہ بھی جائز ہے ای اَسْرِعْ +

بَابُ هَاءِ الْكِنَايَةِ

اس میں دس شعر ہیں

پانچواں باب واحد مذکر غائب کی ضمیر کے صلہ اور عدم صلہ اور سکون کے بیان میں

شارح: اس باب کو ادغام کے بعد اس لئے لائے ہیں کہ بقرہ میں سب سے پہلا اختلافی کلمہ فِیْهِ هُدًی آیا ہے اور اس میں ضمیر کی ھا ہے جس میں صلہ اور عدم صلہ کا اختلاف ہے اور اس کے دو نام ہیں ۱ ھاء الکنایہ کیونکہ اس سے واحد مذکر غائب مراد ہوتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے ۲ ھا ضمیر اور یہاں اس سے واحد مذکر غائب کی متصل ضمیر مراد ہے منصوب ہو جیسے اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ یا مجرور جیسے سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ اس کی اصلی حرکت ضمہ ہے لیکن یا اور کسرہ کی مناسبت سے کسرہ آ جاتا ہے۔

فائدہ :- ۱ یہ صلہ ہا کو قوی کرنے کے لئے ہوتا ہے کیونکہ یہ خفی حرف ہے اور واحد مؤنث غائب کی ضمیر پر ہمیشہ فتحہ ہوتا ہے اور اس کا صلہ بھی الف کے ساتھ ہوتا ہے جو لکھنے میں بھی آتا ہے جیسے وُسْعَهَا اور بِهَا اور اس میں عدم صلہ کسی جگہ بھی نہیں ہوتا ۲ یہ باب اور اس کے بعد والے تمام ابواب فاتحہ کے الفاظ سے نہیں بلکہ بقرہ اور اس کے بعد والی سورتوں کے الفاظ سے تعلق رکھتے ہیں اور فاتحہ کے فرشی اور اصولی سب اختلافات بیان ہو چکے ہیں پس قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ ادغام سے فارغ ہونے کے بعد سورۃ البقرہ کا عنوان لکھتے پھر اس کے اصولی اختلافات کیلئے ابواب منعقد کرتے پھر اس کے فرشی اختلافات بیان کرتے چنانچہ تیسیر میں ایسا ہی کیا ہے ۳ فاتحہ میں مٰلِكِ اور صِرَاطَ اور عَلَيْهِمْ تو فرشی اختلافات ہیں اور ھا اور میم جمع کے احکام اصولی ہیں پس فاتحہ میں فرشی اصولی پر مقدم تھے اور بقرہ میں اس کا عکس تھا اسلئے فاتحہ میں پہلے فرشی بیان کئے پھر اصولی اور بقرہ میں اس کا عکس کیا ہے اور گو ادغام بھی اصولی اختلافات میں سے ہے اور فاتحہ میں سب پر مقدم بھی تھا لیکن اس کے مؤخر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تفصیل زیادہ تھی اس بناء پر اس کے لئے دو مستقل باب منعقد کئے اور چونکہ بقرہ میں اختلافی کلمات میں سے سب سے پہلا فِيهِ هُدًى تھا جس میں ادغام اور ھائے ضمیر کا صلہ دو چیزیں تھیں اور يُؤْمِنُونَ اور ءَاَنْذَرْتَهُمْ میں ہمزہ اور هُدًى لِلْمُتَّقِيْنَ اور غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ اور مَنْ يَّقُوْلُ میں ادغام صغیر تھا جس کو باب الاظہار والادغام میں بیان کیا ہے اور بِمَا اُنْزِلَ اور اُولٰٓئِكَ میں مد اور هُدًى اور اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ میں امالہ اور وَبِالْاٰخِرَةِ میں نقل اور را کی ترقیق اور اَلصَّلٰوةَ میں لام کی تفخیم تھی اور یہ سب اصولی چیزیں وَمَا يَخْدَعُوْنَ سے پہلے تھیں جو بقرہ کے فرشی اختلافات میں سب سے پہلا ہے اس لئے اصول کے تمام ابواب کو فرش سے پہلے لائے اور چونکہ وقف کے دونوں بابوں کی ضرورت فاتحہ کے کلمات میں بھی واقع ہوتی ہے اس لئے مناسب یہ تھا کہ ان کو سب سے پہلے لاتے اور یاآت الاضافۃ اور یاآت زوائد اگرچہ بقرہ میں وَمَا يَخْدَعُوْنَ کے بعد آ رہی ہیں لیکن اصول کے تمام ابواب کو یکجا کرنے کے لئے ان دونوں بابوں کو بھی پہلے لے آئے اس تقریر میں غور کرنے سے تمام ابواب کی مناسبت ظاہر ہو جائے گی۔

۱۵۸ - وَلَمْ يَصِلُوْا هَا مُضْمَرٍ قَبْلَ سَاكِنٍ (ص) وَمَا قَبْلَهُ التَّحْرِيْكُ لِلْكُلِّ وُصِّلَا

ترجمہ :- اور ضمیر کی ھا کا ساکن سے پہلے ان قراء (میں سے کسی) نے (بھی) صلہ نہیں کیا (یعنی جب ھا کے بعد والا حرف ساکن ہو اس وقت کوئی بھی صلہ نہیں کرتا عام ہے کہ ھا سے پہلے حرف پر حرکت ہو یا وہ بھی ساکن ہو پس اس میں دو قسمیں آگئیں ۱ ھا سے پہلے حرکت ہو اور بعد میں سکون جیسے لَهُ الرَّسُوْلُ ۲ ھا کے دونوں طرف ساکن حرف ہوں جیسے مِنْهُ النَّهَارَ) اور (ضمیر کی) وہ (ھا) جس سے پہلے (حرف پر بھی) حرکت ہو (اور بعد والے پر بھی جیسے اَجْرُهٗ عِنْدَ) وہ سب کے لئے (ہر جگہ) صلہ سے پڑھی گئی ہے۔

۱۵۹ - وَمَا قَبْلَهُ التَّسْكِيْنُ لِابْنِ كَثِيْرِهِمْ (م) وَفِيْهِ مُهَانًا مَعْهُ حَفْصٌ اَخُوْ وِلَا

ترجمہ :- اور وہ (ضمیر کی ھا) جس سے پہلے (حرف پر) سکون ہو (اور بعد والے پر حرکت ہو جیسے فِيْهِ هُدًى

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ) ان (قراء) میں کے ابن کثیر کے لئے (صلہ سے پڑھی گئی) ہے اور (اس قسم میں سے) فِيهِ مُهَانًا (کی ہا) جو ہے (اس کے صلہ میں) اس (ابن کثیر) کے ساتھ حفص (بھی نقل یا سنت کی) متابعت والے ہیں۔

شرح:۔ یعنی پہلے اور بعد والے حرف کے لحاظ سے ضمیر کی ہا کی چار حالتیں ہیں ۱۔ پہلے حرف پر حرکت ہو اور بعد والا ساکن ہو جیسے بِهِ اللّٰهُ ۲۔ ہا کے دونوں طرف ساکن حرف ہوں جیسے عَلَيْهِ اللّٰهَ اور ساکن سے پہلے کہکر انھیں دونوں قسموں کی طرف اشارہ کیا ہے پس ان دو حالتوں میں سب ہا کو صلہ کے بغیر پڑھتے ہیں کسرہ اور یا کے بعد کسرہ سے اور باقی حالات میں ضمہ سے لیکن صرف عَنْهُ تَلَهّٰى (عبس) کی ہا کا بزی واؤ کے ساتھ صلہ اور مد کرتے ہیں اور اس میں ہا کے بعد والا حرف انہیں کی قراءۃ پر ساکن ہے کیونکہ وہ تلہّٰی کی تا کو تشدید سے پڑھتے ہیں۔ ۳۔ ہا کے دونوں طرف حرکت والا حرف ہو جیسے رَبَّهٗ كَانَ - أَمْرُهٗ إِلَى اور فَلَهٗ أَجْرُهٗ عِنْدَ اس صورت میں سب صلہ کرتے ہیں کسرہ کے بعد یا کے ساتھ جیسے بِهٖ أَنْ اور فتحہ اور ضمہ کے بعد واو کے ساتھ جیسے وَجْهَهٗ لِلّٰهِ اور رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ لیکن دس کلمات میں جو پندرہ[15] جگہ آئے ہیں بعض نے اس قاعدہ کے خلاف ہا کا سکون یا عدم صلہ پڑھا ہے جو اسی باب کے شعر ۳ تا ۸ میں آئیں گے ۴۔ ہا سے پہلا حرف ساکن ہو اور بعد والے پر حرکت ہو اس صورت میں صرف ابن کثیر صلہ کرتے ہیں اگر ہا یا کے بعد ہو تو یا کے ساتھ اور باقی حالات میں واو کے ساتھ جیسے فِيهِ كَبِيرٌ فَاهُ وَمَا هُوَ - رَاٰهُ زُلْفَةً - رَاوَدُوْهُ عَنْ - مِنْهُ وَأَقِيمُوا اور اس قسم میں سے صرف فِيهِ مُهَانًا (فرقان ع) میں ان کے ساتھ حفص نے بھی ہا کا یا کے ساتھ صلہ کیا ہے اور أَرْجِهْ وَأَخَاهُ (اعراف ع اور شعراء ع) میں ... ساتھ ہشام نے ہا کا واو کے ساتھ صلہ کیا ہے۔ باقی حضرات کے لئے اس قسم میں سب جگہ عدم صلہ ہے۔

فائدہ:۔ (۱) پہلی دو حالتوں میں صلہ اس لئے نہیں کہ اس سے اجتماع ساکنین ہو جاتا ہے اور عَنْهُ تَلَهّٰى میں اس لئے کیا گیا کہ یہ اجتماع ساکنین بالاتفاق علی حدہما تھا اور گو مِنْهُ النَّهَارَ اور لَهُ الرَّسُولُ اور هُمُ الَّذِينَ میں بھی علی حدہما ہی تھا لیکن ان میں ادغام ابتداءِ وضع ہی سے ہے اور عَنْهُ تَلَهّٰى میں بعد کو ہوا ہے پس مدہ کے حذف کرنے سے مِنْهُ النَّهَارَ وغیرہ میں ایک اور عَنْهُ تَلَهّٰى میں دو تعلیلیں جمع ہو جاتی تھیں اس لئے ان میں حذف کیا گیا اور اس میں نہیں کیا گیا (۲) واحد مؤنث غائب کی ضمیر کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کے بعد ساکن ہو تو اس میں سے صلہ کا الف حذف ہو جاتا ہے جیسے تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ورنہ باقی رہتا ہے جیسے لَهَا مَا پس ہا مضمر سے دونوں ضمیریں بھی مراد لے سکتے ہیں لیکن اختلاف واحد مذکر غائب ہی کی ضمیر میں ہے اس لئے اسی کو بیان کیا ہے (۳) تیسری قسم یعنی أَجْرُهٗ عِنْدَ جیسی مثالوں کی ہا میں صلہ اس لئے ہوتا ہے کہ ہا خفی اور ایک حرفی اسم ہے اس لئے اس کو قوی کرنے کے لئے اس کے بعد اس کی حرکت کے مناسب حرف علت یا اور واو لے آتے ہیں لیکن جو ہا کلمہ کے اصلی حروف میں سے ہو جیسے مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا اور فَوَاكِهُ كَثِيرَةٌ اور تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ وغیرہ میں ہے اس میں کوئی بھی صلہ نہیں کرتا کیونکہ اس سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ یہ واو اور الف جمع اور تثنیہ کا ہوگا (۴) هٰذِهٖ اسم اشارہ کی ہا بھی ضمیر کے حکم میں ہے کہ اس کے بعد حرکت ہو تو سب یا کے ساتھ صلہ کرتے ہیں جیسے هٰذِهٖ جَهَنَّمُ اور ساکن ہو تو نہیں کرتے جیسے هٰذِهِ النَّارُ الَّتِي (۵) صلہ کا حرف اس بات میں تنوین کے مشابہ ہے کہ دونوں ایسی زائد چیزیں ہیں جو اسم کے آخر میں اس کے کامل کرنے کے لئے لائی جاتی ہیں اسی لئے جس طرح رفع اور جر کی تنوین وقفاً حذف ہو جاتی ہے اور نصب کی گول تا کے ماسوا میں الف سے بدل کر باقی رہتی ہے اسی طرح صلہ کی واو اور یا تو وقفاً حذف ہو جاتی ہے اور صلہ کا الف جو مؤنث غائب کی ضمیر میں ہوتا ہے وہ باقی رہتا ہے (۶) چوتھی قسم یعنی فِيهِ كَبِيرٌ وغیرہ میں صلہ اصل کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موافقت کی بناء پر ہے اور حذف تخفیف کی بناء پر ہے اور حفص و ہشام نے جو ان کی موافقت میں ایک ایک جگہ صلہ کیا ہے اس کی دو وجوہ ہیں ۱ ان کی قراءۃ میں بھی اس قسم میں صلہ اور عدم صلہ دونوں لغت جمع ہو جائیں ۲ لفظ میں درازی پیدا ہو جانے اور فِیهٖ مُهَانًا میں مخلوق کو وہ وعید اچھی طرح سُنادی جائے جس سے آیت میں گنہگار کو ڈرایا گیا ہے اور اَرْجِئْهُ میں فرعون کے درباریوں نے جو مشورہ دیا تھا اس کی بُرائی خوب ظاہر ہو جائے (۷) صلہ وصل ہی میں ہوتا ہے کیونکہ اس کے لئے ہا کے بعد والے حرف کا متحرک ہونا شرط ہے اور یہ بات وصل ہی میں ہو سکتی ہے۔

النحو والعربیۃ :- بَابُ هَاءِ الْكِنَايَةِ - جن مقامات میں باب کی اضافت اس محل کی طرف ہے جس میں قراء کے تغیرات واقع ہوتے ہیں ان میں تو باب کے بعد مضاف کے مقدر ماننے کی حاجت ہوگی چاہیں عام نکال لیں جو سب کو شامل ہو جائے جیسے بَابُ أَحْكَامِ هَاءِ الْكِنَايَةِ چنانچہ بَابُ أَحْكَامِ النُّونِ السَّاكِنَةِ وَالتَّنْوِينِ میں اس تقدیر کو ظاہر بھی کر دیا ہے یا ہر ایک کے مناسب خاص خاص مضاف مان لیں جیسے بَابُ صِلَةِ هَاءِ الْكِنَايَةِ وَبَابُ تَسْهِيلِ الْهَمْزَتَيْنِ وَنَحْوُ ذٰلِكَ اور جن موقعوں میں باب کی اضافت ان مصادر کی طرف ہے جو قراء کے افعال ہیں جیسے بَابُ النَّقْلِ بَابُ الْوَقْفِ وغیرہ ان میں تقدیر کی حاجت نہیں ہوگی ۱۵۸ ۱ وَلَمْ يَصِلُوا کے بجائے وَلَمْ يُشْبِعُوا اولیٰ اور واضح تھا (قاری) ۲ وَصَّلَا میں تشدید تکثیر کے لئے ہے یعنی بہت جگہ صلہ کیا گیا ہے۔ ۱۵۹/۲ ۱ مَعَهُ کی ضمیر ابن کثیر کے بجائے فِيهٖ مُهَانًا کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ زَيْدٌ مَعَهُ مَالُهُ کی طرح لیکن اس صورت میں یہ شبہ ہو جائے گا کہ فِيهٖ مُهَانًا میں صلہ صرف حفص کے لئے ہوگا ۲ حَفْصٌ دوسرا مبتدا ہے اور أَخُو وِلَا اس کی خبر ہے اور یہی بہتر ہے اور علی قاری اس کو حَفْصٌ سے بدل کہتے ہیں ۳ وِلَاءٌ والی بمعنی تَابَعَ کا مصدر ہے اور اس میں وقفاً قصر کیا گیا ہے اور یہ قصیدہ کے قوافی میں متعدد جگہ آئے گا اور بعض جگہ وَلَاءٌ واؤ کے فتحہ سے بھی آئے گا یہ وَلِيَ يَلِي کا مصدر ہے۔ جو نصرت کے معنی میں ہے

۱۶۰/۳ - وَسَكِّنْ (ص) يُؤَدِّهٖ مَعْ نُوَلِّهٖ وَنُصْلِهٖ ۔۔۔ وَنُؤْتِهٖ مِنْهَا (ف)اعْتَبِرْ (ص)فْواً (ح)لَا

ترجمہ:- اور تو (فا - صاد - حا والوں حمزہ - ابوبکر - ابوعمرو کے لئے) يُؤَدِّهٖ (اور لَا يُؤَدِّهٖ) اور نُوَلِّهٖ اور نُصْلِهٖ اور نُؤْتِهٖ مِنْهَا (کی ہاءِ ضمیر کے کسرہ) کو سکون سے بدل دے پس تو (اس سکون کا) اعتبار کر (اور اس کو معظم سمجھ اس حالت میں کہ) یہ (سکون اعتراض کی کدورتوں سے) صاف اور پاک ہے (کیونکہ اس کی دلیل ظاہر ہے اور توجیہ عمدہ ہے نیز) یہ (تخفیف کی بناء پر ادا کرنے میں بھی) شیریں ہو گیا ہے (یعنی سکون نہایت فصیح ہے یہ مقصود نہیں کہ صلہ اور عدم صلہ سے اولیٰ ہے یا تو سکون کا اعتبار کر اس حالت میں کہ تو صاف ہو کہ اس کی طرف سے اپنے ذہن اور باطن میں نفرت اور بیگانگی محسوس نہ کرتا ہو)

۱۶۱/۴ - وَعَنْهُمْ وَعَنْ حَفْصٍ فَأَلْقِهْ وَيَتَّقِهْ ۔۔۔ (ح)مًى (ص)فْوُهُ (ق)وْمٌ بِخُلْفٍ (وَ) أَنْهَلَا

ترجمہ:- اور فَأَلْقِهْ (کی ہا کا سکون) ان (تینوں - ابوعمرو ابوبکر - حمزہ) سے اور حفص سے (منقول) ہے (اور حا اور صاد والوں کے لئے بلا خلاف اور قاف والے خلاد کے لئے خلاف کے ساتھ) وَيَتَّقْهِ (کی ہا کا سکون) جو ہے اس کی صفائی (اور صحت) کی ایک قوم نے اختلاف (والی پانچ دلیلوں) کے ذریعہ حفاظت کی ہے (اور اس کے ثابت کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بارے میں پورا اہتمام کیا ہے) اور (قراء کی) اس (قوم) نے (اپنے طلبا کو اس سکون کے دلائل بتا کر) سیراب (اور کامیاب) کر دیا ہے (یا یَتَّقِهْ نے اس قوم کو سیراب کر دیا ہے کیونکہ انھوں نے اس لفظ سے بہت سے فوائد اور معانی نکالے ہیں یا اس سکون کی صفائی نے ان کو سیراب کر دیا۔ کیونکہ اس نے ان سے اعتراض کی سب کدورتیں دور کر دیں)

١٦٢/٥ - وَقُلْ بِسُكُونِ الْقَافِ وَالْقَصْرِ حَفْصُهُمْ وَيَأْتِهْ لَدَى طٰهٰ بِالْاِسْكَانِ (يُـ)ـجْتَلَا

ترجمہ:- اور تو کہدے کہ ان میں کے حفص (وَيَتَّقْهِ کو) قاف کے سکون اور (ھا کے) قصر (عدم صلہ) کے ساتھ (وَيَتَّقْهِ پڑھتے) ہیں اور وَمَنْ يَأْتِهْ طٰهٰ میں (سوسی کے لئے ھا کے) اسکان کے ساتھ (ظاہر طور پر) دیکھا جاتا ہے (یعنی خوب مشہور ہے پس تجرید میں ابن الفحام کا اور دوسرے مصنفین کا اس کو بیان نہ کرنا مضر نہیں)

١٦٣/٦ - وَفِي الْكُلِّ قَصْرُ الْهَاءِ (بَـ)ـانَ (لِـ)ـسَانُهُ بِخُلْفٍ وَفِي طٰهٰ بِوَجْهَيْنِ (بُـ)ـجِّلَا

ترجمہ:- اور ھا کا عدم صلہ جو ہے اس کا لغت (ان) تمام (ساتوں کلمات) میں (قالون کے لئے بلا خلاف اور ہشام کے لئے) خلاف کے ساتھ ظاہر ہو گیا ہے (یعنی نہایت فصیح ہے) اور (یَأْتِهِ) طٰهٰ میں (قالون کے لئے ایسی) دو وجوہ (صلہ اور عدم صلہ) کے ساتھ ہے جو عظیم الشان قرار دی گئی ہیں (یعنی صحت میں دونوں مساوی ہیں)

شارح:- ان چار شعروں میں سات کلمات مذکور ہیں جو دس جگہ واقع ہوئے ہیں اور سب میں ضمیر کی ھا کے دونوں طرف حرکت ہے اور پہلے حرف پر کسرہ ہے اس لئے قاعدہ کے موافق سب میں تمام قراء کے لئے ھا کا یا کے ساتھ صلہ (کھڑا زیر) ہونا چاہئے تھا لیکن بعض نے ان میں صلہ کے بجائے ھا کا سکون اور بعض نے عدم صلہ (پڑا زیر) اور بعض نے صلہ و عدم صلہ دونوں وجوہ پڑھی ہیں اس لئے ان قراء کو بیان کر دیا۔ پس جو باقی رہیں گے ان کے لئے اصل کے موافق صلہ (ہ) سمجھ لینا وہ کلمات یہ ہیں ١ يُؤَدِّهْ إِلَيْكَ (آل عمران ع ۸ میں) دو جگہ ٢ نُوَلِّهْ مَا تَوَلَّى ٣ وَنُصْلِهْ جَهَنَّمَ (نساء ع ١٧) ٤ نُؤْتِهْ مِنْهَا تین جگہ (آل عمران ع ۱۵ میں دو اور شوریٰ ع ۳ میں ایک) پس ان چاروں میں ساتوں جگہ ابو عمرو۔ ابوبکر۔ حمزہ کے لئے ھا کا سکون یعنی يُؤَدِّهْ نُوَلِّهْ وَنُصْلِهْ نُؤْتِهْ ہے۔ ٥ فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ (نمل ع ۲) اس کے سکون میں ان کے ساتھ حفص بھی شریک ہیں پس ابو عمرو۔ حمزہ اور پورے عاصم کے لئے فَأَلْقِهْ ہے ٦ وَيَتَّقِهْ فَأُولٰئِكَ (نور ع ۷) اس میں ابو عمرو و ابوبکر کے لئے تو صرف سکون یعنی وَيَتَّقِهْ ہے اور قوم کے قاف والے خلاد کے لئے دو وجوہ ہیں جو بِخُلْفٍ سے نکلی ہیں ١ سکون وَيَتَّقِهْ یہ دانی کی شیخ ابو الفتح سے ہے اور طریق بھی انہی سے ہے ٢ ھا کا یا کے ساتھ صلہ وَيَتَّقِهِ یہ ان کے شیخ ابو الحسن سے ہے کیونکہ ان کا ذکر سکون میں تو آیا ہے اور قصر (عدم صلہ) میں نہیں آیا پس سکون اور صلہ دو وجوہ نکل آئیں اور حفص اس کلمہ میں قاف کو ساکن اور ھا کو صلہ کے بغیر وَيَتَّقْهِ پڑھتے ہیں اور ان کے علاوہ سب کے لئے قاف پر کسرہ ہے ٧ وَمَنْ يَأْتِهِ مُؤْمِنًا (طٰهٰ ع ۴) اس میں يُجْتَلَا کی یا والے سوسی کے لئے ھا کا سکون ہے یعنی يَأْتِهْ اور بَانَ اور بُجِّلَا کی با والے قالون کے لئے اس کلمہ میں تو صلہ يَأْتِهِ اور عدم صلہ يَأْتِهِ دو وجوہ ہیں جو بِوَجْهَيْنِ سے نکلی ہیں عدم صلہ ظاہر سے اور صلہ ابو الفتح فارس سے ہے اور باقی چھ میں صرف عدم صلہ ہے یعنی يُؤَدِّهِ نُوَلِّهِ وَنُصْلِهِ نُؤْتِهِ فَأَلْقِهِ وَيَتَّقِهِ اور لِسَانُهُ کے لام والے ہشام کے لئے ساتوں میں عدم صلہ اور صلہ دو وجوہ ہیں جو بِخُلْفٍ سے نکلی ہیں کیونکہ ساتوں کلمات لانے کے بعد لِسَانُهُ بِخُلْفٍ کہا ہے چنانچہ اکثر شارحین نے یہی مطلب بیان کر دیا ہے لیکن ابو شامہ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اتحاف کی تحقیق کے موافق یَاْتِہٖ مُؤْمِنًا میں صرف صلہ ہے اور عدم صلہ نظم وتیسیر ونشر تینوں میں سے کسی کے طرق سے بھی نہیں ہے اور تعجب ہے کہ نشر میں بھی اس پر تنبیہ نہیں فرمائی۔ مزید تفصیل باب الطرق میں دیکھو اور باقی چھ کلمات میں صلہ اور عدم صلہ دونوں ہیں صلہ ابوالحسن سے اور عدم صلہ ابوالفتح سے اور صلہ زیادات میں سے ہے۔

توضیح:۔ قالون کے لئے یَاْتِہٖ میں صلہ اور عدم صلہ دونوں اور باقی چھ میں صرف عدم صلہ ہے اور ہشام کیلئے یَاْتِہٖ میں صرف صلہ اور باقی چھ میں صلہ اور عدم صلہ دونوں ہیں دوری اور ابوبکر کے لئے یَاْتِہٖ میں صلہ اور باقی چھ میں ہا کا سکون ہے (کیونکہ دوری ابوعمرو کے ضمن میں آرہے ہیں اور یَاْتِہٖ کے سکون میں صرف سوسی آئے ہیں) اور سوسی کے لئے ساتوں میں ہا کا سکون ہے اور خلف کے لئے وَیَتَّقِہٖ اور یَاْتِہٖ میں صلہ اور باقی پانچ میں ہا کا سکون ہے اور خلاد کے لئے وَیَتَّقِہٖ میں سکون اور صلہ دو وجوہ ہیں اور یَاْتِہٖ میں صرف صلہ اور باقی پانچ میں فقط سکون ہے اور حفص کے لئے فَاَلْقِہْ میں ہا کا سکون اور وَیَتَّقْہِ میں قاف کا سکون اور ہا میں عدم صلہ اور باقی پانچ میں صلہ ہے اور باقی سب (ورش ابن کثیر ابن ذکوان کسائی) کے لئے ساتوں میں ہا کا صلہ ہے یعنی سب کو ہا کے کھڑے زیر سے پڑھتے ہیں۔

خلاصہ:۔ پس اول کے چار میں ابوعمرو ابوبکر حمزہ کے لئے سکون اور قالون کے لئے عدم صلہ اور ہشام کے لئے صلہ و عدم صلہ ہے اور باقی ساڑھے تین کے لئے صرف صلہ ہے اور ۵ فَاَلْقِہْ میں ابوعمرو عاصم حمزہ کے لئے سکون اور قالون کے لئے عدم صلہ اور ہشام کے لئے صلہ اور عدم صلہ اور باقی تین کے لئے صلہ ہے اور ۶ وَیَتَّقْہِ میں ابوعمرو ابوبکر کے لئے سکون اور خلاد کے لئے سکون وصلہ قالون اور حفص کے لئے عدم صلہ ہشام کے لئے صلہ اور عدم صلہ اور باقی ساڑھے تین کے لئے صلہ ہے اور دوسرا اختلاف اس کے قاف میں ہے پس حفص کے لئے اس کا سکون اور باقی ساڑھے چھ کے لئے قاف کا کسرہ ہے اور ۷ یَاْتِہٖ میں قالون کے لئے صلہ اور عدم صلہ اور سوسی کے لئے سکون اور باقی چھ کے لئے صرف صلہ ہے اور صلہ صرف وصل میں ہوتا ہے پس اگر اس ہا پر وقف کردیں تو سکون والوں کے لئے تو سکون ہی ہوگا اور باقین کے لئے سکون اور صلہ کے بغیر روم دو دو وجوہ ہوں گی۔

فائدہ:۔ ۱ (۱) خلف کا لفظ رمز کسی جگہ بھی نہیں ہوتا بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس قاری کے بعد یہ آرہا ہے اس کیلئے دو وجوہ ہیں پس یہ اس قاری کا تتمہ ہوتا ہے اسی لئے یہاں خلاد اور ہشام کے لئے دو وجوہ بتائی گئی ہیں اور چونکہ خلاد کا ذکر یَتَّقِہٖ کے سکون میں تو آیا ہے اور قصر میں نہیں آیا اس بناء پر ان کے لئے تو خلف سے سکون وصلہ نکلا اور ہشام کا ذکر قصر میں آیا ہے اور سکون میں نہیں آیا اس بناء پر ان کے لئے خلف سے عدم صلہ اور صلہ نکل آیا (۲) اگر ضمیر کی ہا میں کسی قاری کے لئے خلف کا لفظ ایک جگہ آئے تو اس کیلئے دو وجوہ ہوں گی پس اگر وہ سکون اور قصر دونوں میں آیا ہے تو یہی دونوں ہوں گی اور صلہ نہ ہوگا اور اگر قصر میں نہیں آیا تو پھر سکون وصلہ ہوگا اور اگر سکون میں نہ آیا ہو تو پھر قصر وصلہ ہوگا اور اگر اسی ہا میں کسی کے لئے خلف دو جگہ آئے جیسا کہ طیبہ میں آتا ہے تو اس کے لئے سکون و قصر وصلہ تینوں وجوہ ہوں گی اور خلف کی مزید تفصیل دیباچہ کے صفحہ ۶۴ پر نہم کے ذیل میں گذر چکی ہے۔

فائدہ:۔ ۲ ان کلمات میں ہا کے سکون کی پانچ وجوہ ہیں۔ (۱) ضمیر کی ہا کو ضمیر کے الف، واؤ، یا کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو یَفْعَلَانِ اور یَفْعَلُوْنَ اور تَفْعَلِیْنَ میں ہیں (۲) ہا کے صلہ کو ثقیل سمجھنا چنانچہ جمع کے میم کو بھی اسی لئے ساکن کرتے ہیں (۳) وصلاً وقف کی نیت کرلینا جس کو وصل بہ نیت وقف کہتے ہیں (۴) یہ ظاہر کرنا کہ ان کلمات میں سے جو حرف علت

۵ گو نظم کے ظاہر سے یہی نکلتا ہے کہ یَاْتِہٖ میں بھی ہشام کے لئے صلہ و عدم صلہ دونوں ہیں لیکن غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ نظم سے اس میں ہشام کے لئے صرف صلہ نکلتا ہے کیونکہ وَفِیْ طٰہٰ ما قبل سے استثناء کے درجہ میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ درج بالا شش کلمات میں سے یَاْتِہٖ میں قصر بالخلف فقط قالون کے لئے ہے ... ہشام ... ورش کی دوری ابن ذکوان ... صرف صلہ ... ۱۲

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جازم کی بناء پر حذف ہوگیا ہے وہ ساکن تھا۔ (۵) ھا کو اس حرف علت محذوف کا عوض قرار دے کر ساکن کر دینا ان میں سے عـ وہ تو مجزوم کے ساتھ خاص ہیں اور یہ ساتوں کلمات مجزوم ہی ہیں اور ع۱ تا ۳ مجزوم اور غیر مجزوم دونوں میں جاری ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ھا کا اسکان اس توہم کی بناء پر ہے کہ یہ اعراب کا حرف ہے اور جعبری کے قول پر یہ رائے نہایت کمزور ہے کیونکہ اسکان پڑھنے والوں میں ابو عمرو بھی ہیں جو امام النحو ہیں ان کی طرف وہم کی نسبت کیونکر صحیح ہو سکتی ہے ہاں اگر علی قاری کی رائے کے موافق توہم کے مجازی معنیٰ لے لئے جائیں تو توجیہ ہو سکتا ہے جیسا کہ عطف علی التوہم میں اس کی تحقیق کی گئی ہے۔

فائدہ:۔ ع۳ وَيَتَّقْهِ میں حفص کے لئے قاف کا سکون ان دو وجوہ کی بناء پر ہے (۱) جب قاف کے بعد والی یا جازم کے سبب حذف ہوگئی تو قاف کو فعل کا آخری حرف قرار دے کر ساکن کر دیا تا کہ یائے محذوفہ کے سکون پر تنبیہ ہو جائے اور اس کی نظیر شعر میں بھی آئی ہے ؎

وَمَنْ يَتَّقْ فَإِنَّ اللّٰهَ مَعَهْ ✦ وَرِزْقُ اللّٰهِ مُؤْتَابٌ وَغَادِ

(۲) تَقْهِ سورۂ کَتِفْ کا ہم وزن تھا اس لئے اس میں بھی درمیانی حرف قاف کو ساکن کر دیا اور یہ شعر بھی اسی قبیل سے ہے

عَجِبْتُ لِمَوْلُودٍ وَلَيْسَ لَهُ أَبٌ ✦ فَذَا وَلَدٌ لَّمْ يَلْدَهُ أَبَوَانِ

پس لَمْ يَلْدَهُ اصل میں لَمْ يَلِدْهُ تھا پھر دو ساکن جمع ہو جانے کے سبب وَيَتَّقْهِ میں ھا کو کسرہ اور لَمْ يَلْدَهُ میں دال کو فتحہ دیدیا (قالہ ابو علی فی کتاب الحجۃ) اور بعض کہتے ہیں کہ جب قاف کے بعد والی یا حذف ہوگئی تو ھا پر اصل قاعدہ کے موافق کسرہ اور اس کا یا کے ساتھ صلہ تھا پھر قاف کے ساکن ہونے کے بعد ھا کا وہی کسرہ باقی رہ گیا اور صلہ حذف ہوگیا۔ لیکن یہ توجیہ عمدہ نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ حفص کے لئے فَأَلْقِهْ کی طرح وَيَتَّقْهِ میں ھا پہلے ہی سے ساکن تھی پھر جب قاف بھی ساکن ہو گیا تو اجتماع ساکنین کی بناء پر ھا کو کسرہ دیدیا اور یہ ضعیف ہے کیونکہ ھا کو ساکن ماننے کی صورت میں قاف کے ساکن کرنے کی کوئی وجہ نہیں اس لئے کہ تخفیف حاصل ہے نیز قاف کا کسرہ اور ھا کا سکون عکس سے خفیف تر تھا پس آسان صورت کے بجائے ثقیل کو اختیار کرنا بے معنی ہے۔ اور اعلیٰ تحقیق وہ ہے جو مکی نے کشف میں کی ہے کہ قاف کے ساکن ہونے کے بعد وَيَتَّقْهُ میں ھا پر ضمہ آنا چاہیے تھا کیونکہ صحیح ساکن کے بعد ھا پر ضمہ ہی آیا کرتا ہے لیکن چونکہ قاف کا سکون عارضی تھا اس لئے اس پر تنبیہ کرنے کی غرض سے ھا کو اسی طرح مکسور رہنے دیا جس طرح قاف پر کسرہ ہونے کے وقت تھی۔

فائدہ:۔ ع۴ (۱) ان سب ضمیروں میں عدم صلہ اصلی حالت کے لحاظ سے ہے کیونکہ ھا سے پہلے یائے ساکنہ تھی نیز ضمیر کی ھا ایک حرفی ہونے میں مخاطب و متکلم کی تا کے مشابہ ہے اور اس میں بالاتفاق عدم صلہ ہے اور صلہ میں موجودہ حالت کا اعتبار ہے کہ اب ھا کے دونوں طرف حرکت ہے (۲) اور وَيَتَّقْهِ میں حفص کیلئے عدم صلہ اس لئے ہے کہ یہ ساکن کے بعد صرف فِيهِ مُهَانًا میں صلہ کرتے ہیں۔ (۳) یُؤَدِّهٖ اور نُؤْتِهٖ اور أَرْجِهْ میں عموم اس سے سمجھا گیا کہ ان کو مطلق لاتے ہیں اور اول و ثانی کی قید نہیں لگائی پس ان کے سب افراد مساوی ہیں ایک دوسرے سے اولیٰ نہیں ہے اور اصول چونکہ کلی ہوتے ہیں اس لئے اصول کے ابواب میں اکثر جگہ عموم بتلانے کے لئے قید نہیں لاتے صرف بعض جگہ لاتے ہیں چنانچہ ہمز المفرد ع۲ ورش میں لائے ہیں اور اس کے بعد اسی باب میں مُؤْصَدَةٌ کو بلا قید لائے ہیں اور فرش میں اکثر جگہ مَعًا یا جَمِيعًا وغیرہ کی قید لگا دیتے ہیں تا کہ یہ وہم نہ ہو کہ اس لفظ کا یہ حکم اسی سورۃ میں ہے اور کم موقعوں میں وہاں بھی قید نہیں لائے۔ (۴) دانی نے یُؤَدِّهٖ سے أَرْجِهْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تک کے دس۱۰ کلمات کو انکی سورتوں میں جدا جدا بیان کیا ہے باب میں نہیں لاتے (۵) ابن مجاہدؒ نے پندرہ۱۵ کے بجائے سولہ۱۶ کلمہ بتائے ہیں اور مِیۡرَہٗ (بلد) کو بھی ان میں شامل کیا ہے (۶) اہوازیؒ نے یَأۡتِہٖ میں دوری ابن عامر عاصم حمزہ کے لئے بھی سکون بیان کیا ہے (۷) ضمیر کی ہا میں عدم صلہ کو کبھی قصر سے بیان کر دیتے ہیں کیونکہ اسمیں مدہ حذف ہوجاتا ہے اور کبھی اختلاس کہہ دیتے ہیں کیونکہ یہ بہ نسبت صلہ کے جلدی ادا ہوجاتا ہے اور بعض شارحین نے اس اختلاس سے اصطلاحی معنٰی مراد لیکر یہ تقریر کردی ہے کہ ہا کے کسرہ کے تین۳ حصّوں میں سے ایک حصّہ حذف کر کے دو۲ حصہ ادا کرنے چاہئیں یہ واقع کے بالکل خلاف ہے بس حرکت پوری رہے گی، اور صلہ حذف ہوجائے گا (۸) قالون کے لئے یَأۡتِہٖ میں اور ہشام کیلئے یُؤَدِّہٖ سے یَتَّقۡہِ تک کے چھ کلمات میں اور خلاد کے لئے وَیَتَّقۡہِ میں جو خلاف ہے وہ مرتب ہے کہ دانیؒ نے ایک وجہ ایک شیخ سے اور دوسری وجہ دوسرے سے پڑھی ہے مفرع نہیں کہ دونوں وجوہ ایک ہی شیخ سے پڑھی ہوں پس اسمیں ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری ہوگا، مثلاً قالون کے لئے صلہ ابوالفتح سے ہے تو یَأۡتِہٖ میں صلہ پڑھنے کے بعد اگر کوئی اور کلمہ ایسی ہی دو۲ وجوہ والا آئے تو اسمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ان میں سے ابوالفتح سے کونسی وجہ ہے پس وہی وجہ پڑھیں گے اور دوسری وجہ پڑھنے سے طرق میں خلط ہوجائے گا اس کی پوری تفصیل باب الطرق میں درج کی گئی ہے۔

النحو والعربیہ: ۱۶۰ ۱ مَعۡ کَاۡئِنًا کا ظرف ہے جو یُؤَدِّہٖ کی صفت یا اس سے حال ہے ۲ صَافِیًا لَفۡظًا یا نَظۡمًا مقدر کی صفت ہے جو فَاعۡتَبِرۡہٗ کا مفعول بہ ہے یا فَاعۡتَبِرۡ کے فاعل یا مفعول اَلسُّکُوۡنَ سے حال ہے ۳ حَلَا یا تو صَافِیًا کی صفت ہے یا مستانفہ ہے اور نظم کا صاف اور شیریں ہونا اسی لئے ہے کہ اس سے ہا کی تینوں قرائتیں ظاہر ہوگئیں۔ چنانچہ وزن کے لحاظ سے یُؤَدِّہٖ اور نُوَلِّہٖ میں سکون اور نُصۡلِہٖ میں صلہ اور نُؤۡتِہٖ میں عدم صلہ ہے اور صَافِیًا میں سکون کی تعریف کی ہے کہ گو ہا میں معروف وجہ حرکت اور صلہ ہے لیکن سکون بھی صحیح ہے اور عربیت میں اس کی توجیہ بھی عمدہ ہے اور تمہیں اسکے دلائل شیریں اور نفیس عبارت میں بیان کرنے چاہئیں ۱۶۱ ۱ چونکہ ضمیر اسم صریح کے حکم میں ہے اسلئے حفص کے اسم صریح کو اس پر معطوف کر دیا ۲ فَاَلۡقِہٖ یا تو یُؤَدِّہٖ پر معطوف ہو کر سَکِّنۡ کا مفعول ہے یا اس پر سے مضاف محذوف ہے ای سُکُوۡنُ فَاَلۡقِہٖ مَنۡقُوۡلٌ عَنۡہُمۡ ۳ اَنۡہَلَا کی ضمیر یا تو لفظ کے لحاظ سے تُوۡم کے لئے ہے یا لفظ یَتَّقِہٖ کے یا صَفۡوُہٗ کے لئے ہے اور صَفۡوُہٗ کے بعد نہل (ایک بار پانی پینے) کا استعارہ نہایت عجیب ہے کیونکہ پانی میں بھی کدورت کا نہ ہونا ہی پسندیدہ ہے ۱۶۲ ۱ حَفۡصُہُمۡ اَیۡ قِرَاءَۃُ حَفۡصِہِمۡ مبتدا ہے یا تقدیر یَقۡرَءُہٗ حَفۡصُہُمۡ ہے ۲ لَدٰی طٰہٰ کی قید وضاحت کے لئے ہے نہ کہ احترازی کیونکہ یَأۡتِہٖ صرف طٰہٰ ہی میں آیا ہے ۱۶۳ ۱ لِسَانُہٗ اَیۡ لُغَتُہٗ وَنَقۡلُہٗ اور بان لِسَانُہٗ میں اشارہ ہے کہ قصر بھی لغت عرب میں شائع اور ذائع ہے ۲ بُجِّلَا یا تو بِوَجۡہَیۡنِ کی صفت ہے پس الف تثنیہ کا ہے یا باء جارہ اسی کے متعلق ہے اَیۡ وَالۡحَرۡفُ الَّذِیۡ فِیۡ طٰہٰ بُجِّلَ بِوَجۡہَیۡنِ اس صورت میں بُجِّلَا کا الف اطلاقیہ ہوگا

۱۶۴ وَاِسۡکَانُ یَرۡضَہُ یُمۡنُہٗ لُبۡسُ طَیِّبٍ بِخُلۡفِہِمَا وَالۡقَصۡرُ فَاذۡکُرۡہُ نَوۡفَلَا

۱۶۵ لَہٗ الرُّحۡبُ وَالزِّلۡزَالُ خَیۡرًا یَّرَہٗ بِہَا وَشَرًّا یَّرَہٗ حَرۡفَیۡہِ سَکِّنۡ لِیَسۡہُلَا

ترجمہ: ۱۶۴ اور سوسی کے لئے بلا خلاف اور دوری و ہشام کے لئے خلاف کے ساتھ) یَرۡضَہُ لَکُمۡ زمرؑ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کی ھا) کا اسکان جو ہے اس کی برکت عمدہ (لباس) کا (ایسا) پہننا ہے جو ان دونوں (ہشام اور دوری) کے خلاف کے ساتھ ہے (یعنی اسکان ثابت و صحیح ہے اس کی طرف سے نفرت و بیگانگی محسوس نہ ہونی چاہیئے) اور تو (حمزہ عاصم ہشام نافع کے لئے اس کی ھا کے) قصر (عدم صلہ) کو یاد کرلے حالانکہ یہ (قصر) بہت انعام دینے والا ہے (یا اس حالت میں کہ تو اس قصر کے لئے قسم قسم کی دلیلیں رکھتا ہے)

١٦٥/٨ - اس (قصر) کے لئے کشادگی ہے (یعنی ناقلین میں اس کی تعریف مشہور ہے) اور (سورۂ) زلزال جو ہے تو اس میں خَیْرًا یَّرَہٗ اور شَرًّا یَّرَہٗ کو (یعنی) اس کے دونوں حرفوں (ہاؤں) کو (ہشام کے لئے) ساکن کردے تاکہ (یَرَہٗ وَمَن اور یَرَہٗ وَالْعٰدِیٰتِ میں دو واو جمع نہ ہونے کے سبب) یہ دونوں (لفظ) آسان ہوجائیں۔

شرح:- ١٦٤/٧ یعنی یَرْضَہُ لَکُمْ (زمر ع) کی ھا میں سوسی کے لئے صرف سکون (یَرْضَہْ لَکُمْ) ہے اور دوری و ہشام کے لئے دو وجوہ ہیں جو مخْتَلِفِہِمَا سے نکلی ہیں دوری کے لئے تو ١- سکون یَرْضَہْ ٢- ھا کا ضمہ اور اس کا واو کے ساتھ صلہ یَرْضَہُوْ (کیونکہ ان کا ذکر سکون میں تو آیا ہے قصر میں نہیں آیا پس ١- سکون اور ٢- اصل کے موافق صلہ نکل آیا) اور ہشام کیلئے ١- سکون ٢- عدم صلہ یَرْضَہُ (کیونکہ ان کی رمز سکون اور قصر دونوں میں آرہی ہے اور گو ان کے لئے سکون تیسیر و شاطبیہ دونوں میں درج اور مشہور ہے لیکن نشر کی تحقیق کی رو سے طریق کے خلاف ہے بس اولیٰ یہ ہے کہ یَرْضَہُ میں ہشام کے لئے صلہ کے بغیر ھا کا ضمہ ہی پڑھا جائے اور تفصیل باب الطرق میں دیکھو) اور نافع عاصم حمزہ کے لئے صرف عدم صلہ ہے اور باقی اڑھائی ابن کثیر ابن ذکوان کسائی کے لئے صرف صلہ ہے (کیونکہ ان کا ذکر نہ سکون میں آیا ہے نہ قصر میں پس اصل کے موافق صلہ نکل آیا) ١٦٥/٨ اور لِیَسْہُلَا کے لام والے ہشام کے لئے سورۂ زلزال کے خَیْرًا یَّرَہٗ اور شَرًّا یَّرَہٗ دونوں میں وقف و وصل دونوں حالتوں میں ھا کا سکون ہے یعنی یَرَہْ وَمَنْ یَّعْمَلْ اور یَرَہْ وَالْعٰدِیٰتِ اور باقی ساڑھے چھ کے لئے وصلاً تو دونوں ھاؤں کا صلہ ہے یعنی یَرَہٗ اور وقفاً ھا میں سکون اور روم ہے اور زلزال کی قید لگا کر یَرَہٗ بلد کو نکال دیا کیونکہ اس میں باقین کی طرح حلوانی کے طریق سے ہشام کے لئے بھی صلہ ہی ہے اور قصیدہ میں ہشام کا طریق حلوانی ہی سے ہے البتہ داجونی کے طریق سے بلد والے میں بھی سکون ہے اور یہ طیبہ کے طرق میں سے ہے۔

فائدہ: (١) دوری کے لئے سکون ابن فرح سے اور صلہ ابو الزعراء سے ہے (اور طریق بھی انہیں سے ہے) اور دانی نے ہشام کیلئے سکون ابو الفتح سے اور قصر ابو الحسن سے پڑھا ہے اور طریق ابو الفتح ہی سے ہے (ارشاد المرید من النشر)[ه] (٢) پہلے سات کلمات میں ھا کسرہ کے بعد تھی اور یائے ساکنہ محذوف تھی اور صلہ یا کے ساتھ تھا اور یَرْضَہُ میں ھا الف محذوف کے بعد ہے اور صلہ واو کے ساتھ ہے صلہ اصل ہے اور قصر و سکون تخفیف کی بناء پر ہے یا قصر اس لئے ہے کہ اصل کے اعتبار سے ھا ساکن کے بعد تھی (٣) وجیز میں یزیدی کے لئے صرف اسکان اور ہشام کے لئے صرف قصر ہے۔ اور ابن شریح نے دوری کے لئے صرف صلہ اور ہشام کے لئے محض قصر بتایا ہے اور مصباح میں خَشِیَ رَبَّہٗ (بینہ) میں قالون کے لئے صلہ اور قصر دونوں ہیں اور ابو العلاء نے صرف قصر بتایا ہے لیکن عمل سب کے لئے اسی پر ہے جو شرح میں درج ہوا ہے۔

١٦٦/٩ - وَعَیْ (نَفَرٍ) اَرْجِئْہُ بِالْھَمْزِ سَاکِنًا (ص) وَفِی الْھَآءِ ضَمٌّ (لَـ)ـفَّ (دَ)عْوَاہُ (حَـ)ـرْمَلَا

ترجمہ:- نَفَرٍ (جماعت والوں ابن کثیر ابو عمرو ابن عامر) نے اَرْجِئْہُ کو ہمزہ کے ساتھ محفوظ کیا ہے اس

[ه] صاحب ارشاد المرید کا یہ ارشاد قابل نظر ہے کیونکہ نشر کبیر سے تو یَرْضَہُ میں ہشام کے لئے ابو الفتح سے عدم صلہ مذکور ہے لہٰذا وہی طریق کے موافق ہے جیسا کہ شرح میں اوپر مذکور ہوا۔ ١٢ ط۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حالت میں کہ وہ ہمزہ ساکن ہے اور (اس کی) ھا میں (ہشام ابن کثیر ابوعمرو کے لیے ایسا) ضمہ ہے جس کے دعویٰ نے مفرح دوا (اور عمدہ اور شافی دلیل) کو جمع کر لیا ہے (اور وہ یہ ہے کہ ہمزہ کے ساتھ ھا کا ضمہ اصل کے موافق ہے۔ پس ضمہ پر کوئی مُشبہ نہیں ہوتا اور کسرہ پر کئی شبہات ہوتے ہیں)

۱۶۷ (وَ) اَسْكِنْ (نَ)صِيْراً (فَـ)ـازَ (دَ)اِكْسِرْ لِغَيْرِهِمْ (وَ) صِلْهَا (جَـ)ـوَاداً (دُ)وْنَ (رَ)يْبٍ (لِـ)ـتُوْصَلاَ

۱۰

ترجمہ:- اور (عاصم اور حمزہ کے لئے اس کی ھا کو) ساکن کر دے اس حالت میں کہ تو (قرآت کا ایسا) مددگار ہے جو کامیاب ہو گیا ہے (کیونکہ اسکان کی وجہ ظاہر ہے اور وہ تخفیف ہے) اور ان (ضمہ اور سکون والے ساڑھے چار) کے ماسوا (باقی اڑھائی نافع ابن ذکوان کسائی) کے لئے اس کی ھا کو کسرہ دے اور (جیم دال را لام والوں ورش ابن کثیر کسائی ہشام کیلئے) اس (ھا) کو صلہ سے پڑھ اس حالت میں کہ تو سخی ہے نیز اس حالت میں کہ تو شک سے خالی ہے تاکہ تو (مقصود پر) پہونچا دیا جائے (اور مقبول ہو جائے)

شرح:- اَرْجِهْ دو جگہ آیا ہے یعنی اعراف ع۱۴ اور شعراء ع۳ میں پس اس میں دونوں جگہ ابن کثیر ابوعمرو ابن عامر جیم کے بعد ہمزہ ساکنہ زیادہ کر کے اَرْجِئْهُ پڑھتے ہیں اور ضد سے نکل آیا کہ باقی چار نافع اور کوفیین ہمزہ زیادہ نہیں کرتے اور اس کی ھا میں ہشام ابن کثیر ابوعمرو کے لئے ضمہ ہے (پس نفر والوں میں سے ابن ذکوان نکل گئے کیونکہ ان کیلئے ضمہ کے بجائے کسرہ ہے) اور عاصم حمزہ کے لئے ھا کا سکون ہے اور ان ضمہ اور سکون والے ساڑھے چار کے سوا باقی اڑھائی نافع ابن ذکوان کسائی کے لئے ھا کا کسرہ ہے اور اس ھا میں ورش ابن کثیر کسائی ہشام کے لئے صلہ ہے جو کسرہ والوں ورش کسائی کے لئے یا کے ساتھ (ی) اور ضمہ والوں ابن کثیر اور ہشام کے لئے واؤ کے ساتھ (و) ہوگا اور صلہ کی ضد سے نکل آیا کہ قالون ابوعمرو ابن ذکوان کے لئے عدم صلہ ہے۔

توضیح:- اس کلمہ میں دونوں جگہ کئی طرح کی تبدیلیاں ہوئی ہیں (الف) ہمزہ کی زیادتی اور اس کا ترک (ب) ضمیر کی ھا میں ضمہ و سکون و کسرہ (ج) اسی ھا میں صلہ و عدم صلہ اس لئے اس میں چھ قراتیں ہو گئیں جن میں سے تین تو ہمزہ کے بغیر ہیں اور تین ہمزہ ساکنہ کے ساتھ ہیں: **اوّل** قالون کیلئے ہمزہ کا حذف اور ھا کا کسرہ صلہ کے بغیر یعنی اَرْجِهِ (کیونکہ یہ ہمزہ اور ضمہ و سکون اور صلہ چاروں میں سے کسی میں بھی نہیں آتے اور کسرہ میں آرہے ہیں) **دوم** ورش و کسائی کے لئے ہمزہ کا حذف اور ھا کا کسرہ اور اس کا یا کے ساتھ صلہ یعنی اَرْجِهِ (کیونکہ یہ ہمزہ اور ضمہ اور سکون میں نہیں آتے اور کسرہ اور صلہ میں آرہے ہیں) **سوم** عاصم و حمزہ کے لئے ہمزہ کا ترک اور ھا کا سکون یعنی اَرْجِهْ (کیونکہ یہ ہمزہ ضمہ اور کسرہ اور صلہ چاروں میں نہیں آتے اور سکون میں آرہے ہیں) **چہارم** ابن کثیر و ہشام کے لئے جیم کے بعد ہمزہ ساکنہ اور ھا کا ضمہ اور اس کا واؤ کے ساتھ صلہ یعنی اَرْجِئْهُ (کیونکہ یہ سکون اور کسرہ میں نہیں آتے اور ہمزہ اور ضمہ اور صلہ میں آرہے ہیں) **پنجم** ابوعمرو کیلئے چہارم کی طرح لیکن صلہ کے بغیر یعنی اَرْجِئْهُ (کیونکہ یہ ہمزہ اور ضمہ میں تو مذکور ہیں اور سکون کسرہ اور صلہ میں نہیں) **ششم** ابن ذکوان کیلئے جیم کے بعد ہمزہ ساکنہ اور ھا کا کسرہ صلہ کے بغیر یعنی اَرْجِئْهِ (کیونکہ یہ ہمزہ اور کسرہ میں تو آرہے ہیں اور ضمہ اور سکون اور صلہ میں نہیں آتے)

فائدہ:- ہاء ضمیر کی ھا میں صلہ صرف وصلاً ہوتا ہے وقفاً نہیں ہوتا عام ہے کہ وقف سکون کے ساتھ ہو خواہ اشمام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ خواہ روم کے ساتھ اور سکون والوں کے لئے سکون حالین میں رہتا ہے۔

فائدہ :۔ ۲ اَرْجِئْهُ کی چھئوں قراءتوں کی توجیہ (۱) اَرْجَأَ بمعنی اَخَّرَ مہموز اللام بھی ہے اور معتل بھی چنانچہ مُرْجَوْنَ (توبہ ع ۱۳) اور تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ (احزاب ع ۶) نفر کے لئے مہموز اللام اور باقی چار کے لئے معتل اللام ہے نیز بعض عرب اَرْجَيْتُ اَخْطَيْتُ تَوَضَّيْتُ کو ہمزہ کے بجائے یا سے بولتے ہیں۔ (۲) قالون کے لئے ھا کا کسرہ جیم کے کسرہ کی مناسبت سے ہے اور صلہ کا حذف تخفیف کی بناء پر ہے اور مجزوم کلمات میں ان کی اصل یہی ہے (۳) ورش و کسائی کے لئے ھا کا کسرہ جیم کے کسرہ کی اور صلہ اصل کی موافقت کی بناء پر ہے (۴) عاصم اور حمزہ کے لئے ھا کا سکون تخفیف کی بناء پر ہے اس لئے کہ اَرْجِهْ وَاَخَاهُ میں صورۃً فِعِلْ کا وزن پیدا ہو جاتا ہے جس میں درمیانی حرف کا ساکن کرنا بھی جائز ہے (۵) ابن کثیر و ہشام کیلئے ہمزۂ ساکنہ کے ساتھ ھا کا ضمہ اور صلہ اصل کی موافقت کی بناء پر ہے۔ کیونکہ ضمیر کی ھا میں یہی اصل ہے۔ (۶) ابو عمرو کے لئے صلہ کا حذف تخفیف کی بناء پر ہے۔ (۷) ابن ذکوان کے لئے ہمزہ کے ساتھ ھا کا کسرہ یا تو اس لئے ہے کہ حاجز (آڑ) نہ ہونے میں ہمزہ کو حرف مد کا قائمقام سمجھکر جیم کے کسرہ کو ھا کے متصل سمجھا گیا ہے یا اس لئے ہے کہ مِنْهِمْ میں ھا کا کسرہ بھی ایک لغت ہے پس جب نون کو حاجز نہیں مانا گیا تو ہمزہ کو بدرجۂ اولیٰ حاجز نہ ماننا چاہئے کیونکہ ہمزہ میں تو تغیر کی قابلیت بھی ہے اور اسی لئے اس میں ابدال و تسہیل و نقل و حذف سے تخفیف ہوتی رہتی ہے اور عدم صلہ تخفیف کی بناء پر ہے۔

فائدہ :۔ ۳ ابوشامہ نے اَرْجِئْهُ کی چھئوں قراءتوں کو اس ایک شعر میں جمع کر دیا ہے ؎

وَاَرْجِئْهِ (مُـ)ـهْمِلْ وَالضَّمَّ (حُـ)ـزْ صِلَةً (دَ) عْ (اَ)لْهَنَا

وَاَرْجِهْ (فَـ)ـنَلْ صِلْ (جِـ)ـئْ (رِ)ضًى قَصِّرْهُ (بَـ)ـلَا

www.kitabosunnat.com

لیکن بعض قراآت کی قیود کے بارے میں تلفظ پر اکتفا کیا ہے۔

فائدہ :۔ ۴ (۱) بِالْهَمْزِ سَاكِنًا میں ہمزہ کی ضد اس کا ترک ہے رہا سکون سو اس کا ذکر ہمزہ کی صفت ہونے کی حیثیت سے تبعًا آگیا ہے۔ مستقل ضد ہونے کے لحاظ سے نہیں آیا جیسا کہ تحریک کی ضد اس صورت میں بھی اسکان ہی ہے جبکہ اس کے ساتھ کسر ضم فتح کی قید لگی ہوئی ہو۔ جیسا کہ دیباچہ میں گذر چکا ہے۔ پس جس طرح اس سے اشکال پیدا نہیں ہوتا اسی طرح ہمز کے ساتھ سکون لانے سے بھی اشکال نہ ہونا چاہئے اور اگر سَاكِنًا کے بجائے فَبِهِمَا کہتے تو اولیٰ ہوتا کیونکہ سکون کی ضد سے جو یہ وہم ہوتا ہے کہ باقین کے لئے ہمزہ کا فتحہ ہے یہ بھی رفع ہو جاتا اور یہ بھی واضح ہو جاتا کہ اَرْجِئْهُ دو جگہ آیا ہے (۲) بعض نے اَرْجِئْهِ میں ھا کے کسرہ پر یہ شبہات کئے ہیں۔ (الف) اَنْبِئْهُمْ اور نَبِّئْهُمْ میں ہمزہ کو بالاجماع حاجز مانا گیا ہے پھر اَرْجِئْهِ میں کیوں نہیں مانا حالانکہ ھا کے کسرہ اور ضمہ کے بارہ میں واحد اور جمع کی ضمیر کا حکم ایک ہی ہے (ب) جب ہمزہ کو حاجز نہیں مانا تو ھا میں صلہ کیوں نہیں کیا (ج) اَنْبِئْهُمْ اور نَبِّئْهُمْ میں امام حمزہ وقفًا ہمزہ کا یا سے ابدال کرنے کے بعد بھی ایک وجہ میں ھا کا ضمہ پڑھتے ہیں پس جب ہمزہ ابدال کے بعد بھی حاجز ہے تو بلا ابدال بدرجۂ اولیٰ حاجز ہونا چاہئے لیکن چونکہ عربیت قراءۃ کے تابع ہے اور عکس نہیں اس لئے یہ شبہات لاشئ محض ہیں۔

ضروری تنبیہ :۔ اکثر مصاحف میں شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهِ (نحل ع ۱۶) کی ھائے ضمیر کا صلہ یعنی کھڑا زیر لکھا ہوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اس کے بعد اِجْتَبٰهُ میں ہمزہ آرہا ہے بعض حضرات اس صلہ سے دھوکہ کھا کر اس کو مد منفصل تصور کرکے صلہ کی یا میں مد کرتے ہیں حالانکہ اِجْتَبٰهُ کا ہمزہ وصلی ہے جو وصل میں لازمی طور پر ساقط ہو جائے گا پس اب ھا کے بعد جیم ساکن آئے گا اور جب ھائے ضمیر کے بعد والا حرف ساکن ہو تو اس کا صلہ ناجائز ہے بس واضح ہو گیا کہ اس ھا پر کھڑے زیر کے بجائے پڑا زیر لکھنا ضروری ہے۔

النحو والعربیۃ:- ۱۶۴ وَالْقَصْرُ میں دو وجوہ ہیں (۱) رفع ابتداء کی بناء پر اور خبر یا تو فاذکرہ ہے یا مقدر ہے ای کذلک یمنہ لیس طیب او مقرؤ پس یہ تقریباً وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ اور اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ کی طرح ہے۔(۲) نصب اضمار علی شریطۃ التفسیر کی بناء پر پس فا زائد ہے۔ع فَاِذَا هَلَكْتُ فَعِنْدَ ذٰلِكَ فَاجْزَعِ کی طرح ۱۶۵ ۱ الرُّحْبُ را کے ضمہ سے مصدر ہے جو وسعت اور کشادگی کے معنیٰ میں ہے اور علق ۲ میں را کے فتحہ سے ہے جو وسیع اور کشادہ کے معنیٰ میں ہے ۳ حَرْفِیَّةٍ پہلے دونوں کلموں کی صفت ہے اور ضمیر لفظ زلزال کے لئے ہے یا انہیں دونوں سے بدل البعض ہے اور ضمیر کی توحید اس لئے ہے کہ مرجع ایک ہی لفظ میں ۃ ہے جو مکرر آرہا ہے اور سوالزلزال کی خبر یا تو سکن ہے یا خبراً بہرۃ ہے اَلدَّارُ بِهَا زَیْدٌ وَعَمْرٌو اَکْرَمَهُمَا کی طرح ۱۶۷ ۱ فاز جبری کے قول پر دوسرا حال ہے اور دُوْنَ رَیْبٍ کی بھی یہی صورت ہے ای خالیا عن الشک ۲ لِغَیْرِهِمْ کی ضمیر ضمہ اور کسرہ والی دونوں جماعتوں کے لئے ہے هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا کی طرح ۳ شعلہ کا یہ قول بر محل نہیں کہ لِتُو مثلاً میں مضارع لام کے سے منصوب ہے اور امر کا جواب ہونے کے سبب محلاً مجزوم ہے۔

بَابُ الْمَدِّ وَالْقَصْرِ

اس میں پندرہ ۱۵ شعر ہیں

چھٹا باب مد اور قصر کے بیان میں

شرح:- اگرچہ مد فرع اور قصر اصل ہے کیونکہ مد سبب پر موقوف ہے اور قصر موقوف نہیں لیکن چونکہ باب مد ہی کے بیان کے لئے منعقد کیا گیا ہے اس لئے مد کو قصر سے پہلے لائے ہیں۔ حروف مد کے بعد ہمزہ یا سکون اور حروف لین کے بعد صرف سکون پائے جانے کی صورت میں مدہ یا لین میں روایت کے موافق آواز کے دراز کرنے کو مد کہتے ہیں اور مدہ کو اس کی اصلی اور طبعی مقدار کے موافق ایک الف کے برابر کھینچنے اور لین کے بالکل نہ کھینچنے کو قصر کہتے ہیں اور قصر لغت میں رکنے کے معنیٰ میں ہے اور قَصِرٰتُ الطَّرْفِ اور مَقْصُوْرٰتٌ (رحمٰن ع۳) بھی اسی معنیٰ میں ہے اور اسی لئے مد سے رکنے کو قصر کہتے ہیں اور مد و قصر کے معنی کی مزید تفصیل دیباچہ کے صفحہ ۵ پر فائدہ کے ذیل میں گذر چکی ہے پھر مد کی دو قسمیں ہیں ۱ مد اصلی ذاتی طبعی یعنی مدہ کو ایک الف کے برابر کھینچنا ۲ فرعی مدہ یا لین کو روایت کے موافق اصل مقدار سے زیادہ کھینچنا۔ اور مد فرعی کے دو سبب ہیں ۱ ہمزہ ۲ سکون۔ پھر ہمزہ کی تین قسمیں ہیں ۱ اول ۲ ہمزہ مؤخر یعنی وہ ہمزہ جو مدہ کے بعد آرہا ہو مدہ سے متصل ہو کہ اسی کلمہ میں ہو جس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مدہ ہو۔ جیسے جَآءَ جِآیْءَ سُوْٓءٍ - خواہ منفصل ہو مدہ کے بعد دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو جیسے بِمَآ اُنْزِلَ فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا نیز عام ہے کہ مدہ کتابت وتلفظ دونوں میں ہو جیسا کہ مذکورہ بالا چھوٹوں مثالوں میں ہے یا صرف تلفظ میں ہو اور کتابت میں نہ ہو جیسے اُولٰٓئِکَ - بِہٖٓ اَنْ لَّہٗٓ اَنَّہٗٓ ۔ ۲ ہمزۂ مقدم وہ ہمزہ جو مدہ سے پہلے آ رہا ہو جیسے اٰمَنَ - اِیْمَانًا اُوْتِیَ یہ صرف ورش کے لئے سبب ہے اور سکون کی دو قسمیں ہیں ۱ لازم جو ہر حال میں باقی رہے جیسے اَتُحَآجُّوْنِّیْ ۲ عارض جو صرف وقف یا ادغام میں رہتا ہے جیسے یَوْمِ الدِّیْنِ - اَلرَّحِیْمِ مٰلِکِ پس مد کے کل سبب پانچ ہو گئے ان میں سکونِ لازم سب سے قوی ہے پھر ہمزۂ متصل پھر سکونِ عارض پھر ہمزۂ منفصل پھر ہمزۂ مقدم اور ان اسباب کے یہ مراتب معلوم کر لینے کا فائدہ اس کلمہ میں ظاہر ہوتا ہے جس میں ان میں سے دو سبب جمع ہو رہے ہوں اور ان میں سے ایک قوی ہو اور دوسرا ضعیف پس وہاں قوی کا اعتبار ہوتا ہے اور ضعیف کو ساقط کر دیتے ہیں مثلاً آٰمِّیْنَ میں بدل و سکونِ لازم اور وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ میں بدل و ہمزۂ منفصل اور یَشَآءُ میں وقفاً ہمزۂ متصل اور سکونِ عارض اور بُرَءٰٓؤُا میں بدل اور متصل جمع ہیں۔ پس ان میں سکونِ لازم و منفصل و متصل کا اعتبار کریں گے اور بدل اور سکونِ عارض کے لحاظ سے توسط و قصر نہیں کریں گے۔

پہلے سبب یعنی ہمزۂ متصل کا بیان

۱۶۸/۱ - اِذَا اَلِفٌ اَوْ یَآؤُھَا بَعْدَ کَسْرَۃٍ اَوِ الْوَاوُ عَنْ ضَمٍّ لَّقِی الْھَمْزَ طُوِّلَا

ترجمہ:- جب الف یا اس (الف) کی (شرکت والی وہ) یا (حروف ہجائیں کی یا) (جو) کسرہ کے بعد ہو) یا (وہ) واؤ جو ضمہ کے بعد ہو (یعنی یا اور واو مدہ ہوں نہ کہ لین۔ جب ان تینوں میں سے کوئی ایک حرف) ہمزہ سے ملے (یعنی ان کے بعد ہمزہ اسی کلمہ میں آجائے) تو وہ (مدہ سبب کے لئے) درازی سے پڑھا جائے گا۔ (یعنی مد متصل میں قصر کسی کے لئے بھی نہیں ہے)۔

دوسرے سبب یعنی ہمزۂ منفصل کا بیان

۱۶۹/۲ - فَاِنْ یَّنْفَصِلْ فَالْقَصْرُ (بَ)ادِرْہُ (طَ)الِبًا بِخُلْفِھِمَا (یُـ)رْوِیْکَ (دَ)رًّا وَّ(مُـ)خْضَلَا

ترجمہ:- پس اگر وہ (حرف مد ہمزہ سے یا ہمزہ حرف مد سے) جدا ہو تو تُو (با اور طا والوں قالون اور دوری کے لئے خلاف کے ساتھ اور یا اور دال والوں سوسی اور ابن کثیر کے لئے بلا خلاف) اس (حرفِ مد کے) قصر کو (اوروں سے آگے بڑھ کر) جلدی سے لے (کیونکہ یہاں ہمزہ کا وجود عارضی ہے نیز قصر اصل کے بھی موافق ہے) حالانکہ تو (اس کا) طالب ہو (نیز) اس حالت میں کہ یہ (قصر) ان دونوں (با اور طا والوں) کے خلاف کے ساتھ ہے۔ یہ (قصر) تجھ کو سیراب کر دے گا۔ اس حالت میں کہ یہ (قصر) دودھ سے پُر ہونے والا ہے (یا خوبی میں دودھ سے تشبیہ دیا گیا ہے یا سراپا خیر ہے یا خوبصورت ہے) اور یہ (قصر) تر کیا ہوا (رونق دار) ہے (یا تر یعنی فوائد سے مالا مال کر دینے والا ہے یعنی چونکہ قصر اصل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے موافق ہے اس لئے اس کا حسن اور ہلکا پن تجھے دلیل کے تلاش کرنے سے بے فکر کر دے گا اور اس کے فوائد سے تیرا دل ٹھنڈا ہو جائے گا یعنی مد منفصل میں قالون اور دوری کے لئے قصر و مد دونوں ہیں جو خلف سے نکلے ہیں، اور دوری کے لئے قصر زیادات میں سے ہے اور سوسی اور ابن کثیر کے لئے صرف قصر ہے)

مدِ متصل و منفصل کی مثالیں

(س)
١٧٠ - كَجِيْءَ وَعَنْ سُوْءٍ وَشَاءَ اتِّصَالُهُ ۝ وَمَفْصُولُهُ فِيْ اُمِّهَا اَمْرُهُ اِلٰى
٣

ترجمہ: (پس مد کی دو قسمیں ہیں متصل اور منفصل) اور (مد متصل کی مثال جَآئَ اور عَنْ سُوْٓءٍ اور شَآءَ کی طرح ہے اور اس) کے منفصل کی مثال فِيْٓ اُمِّهَا اَمْرُهٗٓ اِلَى (کی طرح) ہے۔

شرح: حروف مد تین ہیں: ١۔ الف اور یہ ہمیشہ مدہ ہی ہوتا ہے جیسے مَا اور بَا ٢۔ یاء ساکنہ جس سے پہلے کسرہ ہو جیسے رِيْ۔ بِيْ ٣۔ واو ساکن جس سے پہلے ضمہ ہو جیسے نُوْ دُوْ اور لَهٗ ان تینوں میں ایک الف کے برابر مد تو ہر صورت میں ہوتا ہے اور اس میں کمی کرنے سے حرف کی ذات ہی باقی نہیں رہتی اور زیادہ مد وہاں ہوتا ہے جہاں دو چیزیں پائی جائیں ١۔ محل مد یا شرط جس میں مد کیا جائے اور وہ دو ہیں، مدہ اور لین ٢۔ سبب جس کی وجہ سے مد ہو اور وہ بھی دو ہیں ہمزہ اور سکون۔ پس اگر واو، الف، یا مدہ میں سے کسی ایک کے بعد اسی کلمہ میں ہمزہ آجائے جیسے شَآءَ۔ جَآئَ۔ سُوْٓءٍ اور جیسے هَآؤُمُ (حاقہ) اور اَلنَّبِيٓءُ اور اَلنَّبِيٓئِيْنَ نافع کی قراءۃ پر اور اَلنَّسِيٓءُ ورش کے سوا اوروں کی قراءۃ پر تو اس مد کو مد متصل کہتے ہیں اور اس میں سب کے لئے مد رہتا ہے۔ قصر کسی کے لئے بھی نہیں ہے اور مد کی مقداریں آگے آئیں گی اور اگر مدہ کے بعد ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو اس طرح پر کہ مدہ تو پہلے کلمہ کے آخر میں ہو اور ہمزہ دوسرے کلمہ کے شروع میں جیسے بِمَآ اُنْزِلَ۔ يٰٓاٰدَمُ۔ فِيْٓ اُمِّهَا۔ بِهٖٓ اَنْ۔ قَالُوْٓا اٰمَنَّا۔ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ۔ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ صلہ والوں کی قراءۃ پر اور رَبَّهٗٓ اِذَا زُلْزِلَتِ بسم اللہ کے بغیر ورش کی قراءۃ پر تو اس کو مد منفصل کہتے ہیں اور اس میں قالون اور دوری کیلئے قصر و مد دونوں ہیں اور ابن کثیر اور سوسی کے لئے صرف قصر ہے اور باقی ساڑھے چار ورش۔ ابن عامر۔ کوفیین صرف مد کرتے ہیں جو قصر کی ضد سے سمجھا گیا ہے اور یہ مد شرعی وصلاً ہوتا ہے پس اگر پہلے کلمہ کے آخر میں مدہ پر وقف کر دیں تو ہمزہ کے جدا ہو جانے کی بناء پر مد باقی نہیں رہے گا اور ناظم نے اساتذہ کے بتا دینے کو کافی سمجھ کر مد متصل اور منفصل دونوں میں قراء کی مقداریں نہیں بتائیں اور اس مسئلہ میں جو کچھ محققین نے بیان کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ قالون اور دوری کے لئے تو متصل اور منفصل دونوں میں دو وجوہ ہیں ١۔ تین حرکتوں کے برابر ڈیڑھ الفی یا چار حرکتوں کے برابر دو الفی ٢۔ منفصل میں دونوں کے لئے قصر اور متصل میں ڈیڑھ الفی یا دو الفی مد اور سوسی اور ابن کثیر کے لئے منفصل میں صرف قصر اور متصل میں ڈیڑھ الفی یا دو الفی مد اور ابن عامر اور کسائی کے لئے دونوں میں چار حرکتوں کے برابر دو الفی مد اور عاصم کے لئے دونوں میں دو وجوہ ١۔ دو الفی ٢۔ ڈھائی الفی اور ورش اور حمزہ کے لئے دونوں میں چھ حرکتوں کے برابر تین الفی مد۔

تنبیہ: مد کے بارہ میں بہت سے اقوال ہیں اور بعض نے بہت ہی تھوڑا تھوڑا فرق بیان کیا ہے جس کا صحیح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اندازہ کرنا بہت مشکل ہے اور ان مقداروں کی پوری رعایت واجبات میں سے بھی نہیں ہے اس لئے سہولت اس میں ہے کہ سب کے لئے نصف اور ربع کے فرق کو چھوڑ کر پورے الفوں کی مقداریں ادا کی جائیں مثلاً قالون اور دوری کے لئے منفصل میں قصر اور متصل میں ۲ دو الفی یا دونوں میں ۲ دو الفی اور ابن کثیر اور سوسی کے لئے منفصل میں صرف قصر اور متصل میں ۲ دو الفی اور ابن عامر اور کسائی کے لئے دونوں میں ۳ تین الفی تاکہ ان کے اور قالون اور ابن کثیر اور ابوعمرو کے مد میں فرق خوب ظاہر ہو جائے اور عاصم کے لئے دونوں میں ۴ چار الفی اور ورش و حمزہ کے لئے دونوں میں ۵ پانچ الفی چنانچہ پانی پت کے مشائخ کا عمل اسی پر رہا ہے اور میں نے بھی اپنے شیخ نور اللہ مرقدہ سے اسی طرح پڑھا ہے اور اس سے فرق بھی بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے۔ یہ تفصیل تو اس صورت میں ہے جبکہ تیسیر کے بیان کے مطابق مد کے بارہ میں چار مرتبے اختیار کئے جائیں اور اگر ناظم اور محقق ابن الجزریؒ کے عمل کے موافق ۲ دو مرتبوں کو اختیار کر لیا جائے تو اس میں اور بھی سہولت ہے یعنی ورش اور حمزہ کیلئے طول تین یا پانچ الف کے برابر اور باقین کے لئے توسط دو یا تین الف کے برابر۔

فائدہ: ۔ نمبر ۱ (۱) بعض ان چار مرتبوں میں قدرے تفصیل کر کے کل چھ ۶ مرتبے قرار دیتے ہیں ۱ اور ۲ منفصل کے قصر کے ساتھ متصل میں ڈیڑھ یا دو ۲ الفی ۳ دونوں میں ڈیڑھ الفی ۴ دونوں میں دو ۲ الفی ۵ دونوں میں اڑھائی الفی ۶ دونوں میں تین الفی اور اگر متصل منفصل سے پہلے آ رہا ہو تب بھی چھ ۶ مرتبے نکلتے ہیں ۱ اور ۲ متصل میں ڈیڑھ الفی اور منفصل میں قصر یا ڈیڑھ الفی ۳ و ۴ متصل میں دو ۲ الفی اور منفصل میں قصر یا دو ۲ الفی ۔ ۵ دونوں میں اڑھائی الفی ۶ دونوں میں تین الفی (۲) ان چار یا دو ۲ مرتبوں کے بارہ میں اکثر کے مذہب پر تو متصل اور منفصل دونوں برابر ہیں اور بعض کے مذہب پر متصل میں سب کے لئے طول اور منفصل میں دو ۲ مرتبے یعنی تین الفی یا چار الفی (۳) سخاوی قصیدہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ناظمؒ دونوں مدوں میں دو ۲ ہی مرتبے اختیار کرتے تھے اور ائمہ متقدمین اور متاخرین کی رائے بھی اسی کے موافق ہے۔

فائدہ: ۔ نمبر ۲ (۱) هٰٓؤُلَآءِ کا پہلا مد منفصل اور دوسرا متصل ہے اور هٰٓاَنْتُمْ کا معتبر قول کی بناء پر منفصل ہے اور وَزَكَرِيَّآءَ اِذْ نَادٰى کا مد ان کے لئے تو متصل ہے جو زکریا میں ہمزہ پڑھتے ہیں اور جو ہمزہ نہیں پڑھتے ان کے لئے منفصل ہے اور جَآءَ اَمْرُنَا اور بِالسُّوْٓءِ اِلَّا اور اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ وغیرہ کا مد دو ۲ ہمزہ پڑھنے والوں کے لئے تو متصل ہے عام ہے کہ وہ پہلے ہمزہ کو تحقیق سے پڑھتے ہوں خواہ تسہیل سے اور جو ایک ہمزہ کو حذف کرتے ہیں ان کے لئے پہلے کو محذوف مانیں تو منفصل ہوگا اور اگر دوسرے کو مانیں تو متصل ہوگا۔ جعبریؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک دونوں صورتوں میں متصل ہی ہے۔ کیونکہ (یہ منفصل سے قوی ہے اور) قوی ضعیف کے حکم کو منسوخ کر دیتا ہے اسی لئے وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ میں ورش کے لئے منفصل کے لحاظ سے صرف طول ہوتا ہے اور بدل کے اعتبار سے توسط اور قصر نہیں ہوتا کیونکہ بدل منفصل سے ضعیف ہے پھر کہتے ہیں کہ اس میں خلاف لفظی ہے کیونکہ دونوں صورتوں میں حکم تو ایک ہی رہتا ہے یعنی ہمزہ کے حذف کرنیوالے ان میں قصر و مد دونوں پڑھتے ہیں۔ علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ خلاف لفظی نہیں حقیقی ہے کیونکہ اگر هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ میں حذف والوں کے لئے دوسرے مد کو منفصل مانیں گے تو ھا اور ؤُلَآءِ دونوں میں قصر یا دونوں میں مد ہوگا اور ھا کے قصر کے ساتھ ؤُلَآءِ میں مد نہ ہوگا کیونکہ ایک قسم کے دو ۲ مدوں میں فرق کرنا صحیح نہیں اور اگر متصل مانیں تو ھا کے قصر کے ساتھ ؤُلَآءِ میں مد بھی صحیح ہوگا۔ لیکن جعبریؒ کی رائے حق اور صواب ہے پس جَآءَ اَمْرُنَا وغیرہ میں حذف والوں کے لئے مد متصل ہی ہے۔ کیونکہ اگر منفصل ہوتا تو بزی کے لئے جَآءَ اَمْرُنَا میں اور سوسی کے لئے تینوں قسموں میں مد نہ ہونا چاہئے تھا کیونکہ ان کا مذہب منفصل میں قصر ہے حالانکہ ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لئے قصر کی طرح مد بھی بالاتفاق جائز ہے پس ماننا پڑے گا کہ محذوف پہلا ہی ہمزہ ہے اور یہ مد متصل ہے اور اس میں مد اس لئے ہوتا ہے کہ اصل میں ہمزہ موجود تھا گو اب نہیں رہا۔ دوسرے ہمزہ کی وجہ سے نہیں ہوتا اور قصر اس لئے ہے کہ فی الحال ہمزہ نہیں ہے (۲) شعر میں گنجائش نہ ہونے کے سبب منفصل میں الف کی مثال قرآن سے نہیں لاسکے تو اُمِّهَا آمِرَةٌ کو مرکب کر کے الف کی مثال پیدا کردی کیونکہ مقصود صرف صورت دکھلا دینا ہے کہ الف کے بعد ہمزہ اس طرح آتا ہے اور آمِرَةٌ اِلٰی میں اشارہ ہے کہ مد کا تلفظ میں ہونا کافی ہے گو کتابت میں نہ ہو اور میم جمع کا صلہ بھی اسی قبیل سے ہے (۳) چونکہ مدے تین ہیں اور ہر ایک کے بعد متصل اور منفصل دونوں میں ہمزہ پر تینوں حرکتیں آتی ہیں اس لئے دونوں مدوں کی نو نو مثالیں ہو کر کل مثالیں اٹھارہ بن جاتی ہیں تو متصل کی ۱ شَآءَ ۲ اِسْرَآءِيْلَ ۳ جَآءُوْ ۴ جَآئَ ۵ اَلنَّبِيّٖنَ ۶ اَلنَّسِيْٓءُ ۷ اَلسُّوْٓءَ ۸ قُرُوْٓءٍ ۹ لِتَنُوْٓاُ تو منفصل کی ۱۰ اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ ۱۱ اِنَّآ اِلَيْهِ ۱۲ هٰٓؤُلَآءِ ۱۳ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ ۱۴ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ ۱۵ فِيْٓ اُمِّهَا ۱۶ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۱۷ اَمْرُهٗٓ اِلٰى ۱۸ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا (۴) اس میں اختلاف ہے کہ جو حضرات جِآئَ اور سِيْٓءَ اور سِيْٓئَتْ میں یا کا اشمام کرتے ہیں ان کے لئے اس یا میں مد ہوگا یا نہیں۔ شیخنا مولانا قاری ابو محمد محی الاسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ مد نہ ہونا چاہئے اور دیگر قراء ان میں مد کے قائل ہیں اور احقر کا میلان بھی اسی رائے کی طرف ہے اور اس کی پوری تحقیق ان شاء اللہ تعالیٰ بشرط زندگی بقرہ ع۲ ۲۴ کے فائدہ میں آئیگی

فائدہ: ع۳ (۱) چونکہ مد کی مقدار کا اختلاف وجوبی نہیں ہے اس لئے زیادہ مد والوں کے لئے کم اور کم والوں کے لئے زیادہ مد کرنا بھی جائز ہے (۲) ہمزہ سے پہلے مد اس لئے ہوتا ہے کہ حرفِ مد جو ضعیف اور خفی ہے وہ بھی ہمزہ کی طرح قوی ہو جائے نیز تیزی سے پڑھتے وقت مد فوت نہ ہو جائے جیسا کہ بعض لوگ اکثر جگہ مد کو حذف کر دیتے ہیں اور مقداروں میں تفاوت اس لئے کرتے ہیں کہ قراء کی تمام وجوہ پر عمل ہو جائے اور منفصل میں قصر اس لئے ہوتا ہے کہ اس میں مد اور ہمزہ کا اجتماع ایسا قوی نہیں جیسا کہ متصل میں ہوتا ہے۔ نیز ہمزہ وقفاً جدا ہو جانے کی بناء پر لازم نہیں ہے۔ اور دونوں مدوں کو یکساں رکھنے والے سبب (ہمزہ) کے ایک ہونے کا اعتبار کرتے ہیں (۳) بعض نے لازم وعارض میں فرق کرنے کی غرض سے منفصل میں قصر ہی کو پسند کیا ہے (۴) بعض حضرات مد متصل میں الف میں سب سے زیادہ اور یا میں اس سے کم اور واو میں سب سے کم مد کرتے ہیں (۵) ابو علی حلوانی نے قواس کے ذریعہ ابن کثیر سے منفصل میں الف اور یا کا حذف نقل کیا ہے جیسے بِمَآ اُنْزِلَ اور فِيْٓ اُمِّهَا لیکن یہ شاذ وضعیف ومتروک ہے (۶) بَادِرُهٗ میں اس پر تنبیہ ہے کہ قالون اور دوری کے لئے قصر اولیٰ ہے چنانچہ ابو العلاء نے ان کے لئے قصر ہی بیان کیا ہے۔

النحو والعربیہ: ۱۶۸/۱ ع۱ اَلِفٌ اور اس کے معطوفات فعل مقدر کے فاعل ہیں اور لَقِيَ اسی کا مفسر ہے ع۲ اَوْ تنویع کے لئے ہے ع۳ جعبری رح کے قول پر اَوِ الْوَاوُ کی تقدیر اَوْ وَاوُهَا ہے ع۴ عَنْ چونکہ مجاوزت کے لئے ہے اس لئے یہاں بعد کے معنی میں استعمال کیا ہے ع۵ لَقِيَ میں یا کا سکون لغۃً ہے شعلہ کے قول کے موافق ضرورۃً نہیں چنانچہ حسن کی شاذ قراءۃ پر مَا بَقِيَ (بقرہ ع۳۸) میں یا کا سکون آیا ہے پھر لَقِيَ کی یا اجتماع ساکنین کی بناء پر حذف ہو گئی اور لَقِيَ بمعنی اِسْتَقْبَلَ میں اشارہ ہے کہ متصل اور منفصل دونوں میں مد ہمزہ سے پہلے ہونا چاہئے۔ ۱۶۹/۲ ع۱ پہلی فا عاطفہ ہے اور دوسری جزائیہ ع۲ اَلْقَصْرَ میں روایۃً نصب مشہور تر ہے اور یہی اولیٰ ہے ع۳ بَادِرْ - مَارِعٌ ع۴ طَالِبًا فاعل سے اور يُخْلِفْهُمَا مفعول سے حال ہے لَقِيْتُهٗ مُصْعِدًا مُنْحَدِرًا کی طرح ع۵ يُرْوِيْكَ یا تو مستانفہ ہے یا حال یا امر کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب ہے اور جزم کانہ آنا اَلَـمۡ یَاۡتِیۡكَ والے لغت کی بناء پر ہے ۔ دُرًّا یا تو مصدر ہے جو اسم فاعل کے معنیٰ میں ہے دَرَّتِ النَّاقَۃُ یا دَرَّ الضَّرۡعُ بِاللَّبَنِ سے یا اسم ہے جو دودھ کے معنیٰ میں ہے یا دُرَّۃٌ فارسًا سے ہے اور خیر کے معنیٰ میں ہے یا دَرَّ وَجۡهُهٗ ای حَسُنَ سے ہے ۔ مُخۡضَلًا ۔ اَخۡضَلَتُ الشَّیۡءَ اِذَا بَلَّلۡتَهٗ سے ہے اور خضل خوبصورت اور رونق دار بوٹی کو کہتے ہیں ۔ مَثَّلًا فِیۡ اُمِّهَا بتقدیر مضاف ای مِثۡلُ فِیۡ اُمِّهَا مفصولۃ کی خبر ہے اور جو فِیۡ کو مُسۡتَقَرٌّ کے متعلق کر کے خبر بتلاتے ہیں وہ غلطی پر ہیں کیونکہ ناظم فِیۡ اُمِّهَا کے مجموعہ کو لفظ قرآنی ہونے کی حیثیت سے لائے ہیں اس اعتبار سے نہیں کہ فِیۡ جارہ ہے نیز اس صورت میں یائے مدہ کی مثال بھی باقی نہیں رہے گی ۔

تیسرے سبب ہمزۂ مقدم یعنی مدّ بدل کا بیان

۱۷۱/۴ (ص) ۔ وَمَا بَعۡدَ هَمۡزٍ ثَابِتٍ اَوۡ مُغَیَّرٍ　　فَقَصۡرٌ وَّقَدۡ یُرۡوٰی لِوَرۡشٍ مُّطَوَّلَا

ترجمہ :۔ اور وہ حرفِ مد جو سالم یا متغیر ہمزہ کے بعد ہو (اس میں تمام قراء کے لئے) قصر ہے (یا اس کا حکم قصر ہے) اور کبھی وہ (ہمزہ کے بعد والا حرفِ مد) ورش کے لئے اس حالت میں روایت کیا جاتا ہے کہ وہ خوب دراز کیا ہوا ہو (یعنی ایک روایت پر مدِّ بدل میں ورش کے لئے طول بھی ہے)

۱۷۲/۵ (ص) ۔ وَوَسَّطَهٗ قَوۡمٌ كَاٰمَنَ هٰٓؤُلَآءِ　　ءِ یَاٰلِهَۃً اٰتٰی لِلۡاِیۡمَانِ مُثِّلَا

ترجمہ :۔ اور ایک جماعت نے اس (ہمزہ کے بعد والے حرفِ مد) کو توسط سے پڑھا ہے (اور اس حرفِ مد کی مثالیں اٰمَنَ (اور) هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَۃً (اور) اٰتٰی (اور) لِلۡاِیۡمَانِ کی طرح ہیں (ان کلمات میں) وہ (ہمزہ کے بعد والا حرفِ مد) مثال کے ذریعہ بیان کر دیا گیا ہے ۔

۱۷۳/۶ ۔ سِوٰی یَآءِ اِسۡرَآءِیۡلَ اَوۡ بَعۡدَ سَاكِنٍ　　صَحِیۡحٍ كَقُرۡاٰنٍ وَّمَسۡئُوۡلًا اسۡئَلَا

ترجمہ :۔ (ہمزہ کے بعد والے ہر ایک حرفِ مد میں تین وجوہ ہیں) سوائے اِسۡرَآءِیۡلَ کی یا کے اور (سوائے اس حرفِ مد کے جس سے پہلا ہمزہ) ساکن صحیح کے بعد (ہو اور اس حرفِ مد کی مثالیں) قُرۡاٰنٍ اور مَسۡئُوۡلًا کی طرح (ہیں) تو (ان دونوں قسموں میں اور بالخصوص دوسری میں مد نہ ہونے کی وجہ اساتذہ سے) ضرور پوچھ لے (کیونکہ دوسری قسم کے مستثنیٰ ہونے کی وجہ قدرے مشکل ہے)

۱۷۴/۷ ۔ وَمَا بَعۡدَ هَمۡزِ الۡوَصۡلِ ایۡتِ وَبَعۡضُهُمۡ　　یُؤَاخِذُكُمۡ آلۡئٰنَ مُسۡتَفۡهِمًا تَلَا

۱۷۵/۸ ۔ وَعَادًا الۡاُوۡلٰی وَابۡنُ غَلۡبُوۡنَ طَاهِرٌ　　بِقَصۡرِ جَمِیۡعِ الۡبَابِ قَالَ وَقَوَّلَا

ترجمہ :۔ اور سوائے اس حرفِ مد کے جو ہمزہ وصل کے بعد ہو (اور اس کی مثال) ایۡتِ ہے اور (نظم کے طرز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ورش کے) ان (ناقلین) میں کے بعض نے یُؤَاخِذُکُمُ (اور لَا تُؤَاخِذْنَا اور یُؤَاخِذُ اللّٰہُ) کو اور اٰلْئٰنَ کو اس حالت سے کہ یا استفہام والا ہو (یا وہ قاری اس کو استفہام سے پڑھنے والا ہو) اور عَادَنِ الْاُوْلٰی کو (تینوں کو طول و توسط سے مستثنیٰ کر کے صرف قصر سے) پڑھا ہے اور ابن غلبون (یعنی ابوالحسن) طاہر اس (مبدل کے) تمام باب کے قصر کے قائل ہوتے ہیں اور انھوں نے (اس قصر کو ورش کی طرف) منسوب بھی کیا ہے (اور اسی کو ان کا مذہب بنایا ہے اور تذکرہ میں طول و توسط کو غلط اور وہم شمار کیا ہے امام ابوالحسن طاہر دانی کے شیخ اور تذکرہ فی الثمان کے مصنف ہیں اور ان کے والد ابوالطیب عبدالمنعم بن عبیداللہ بن غلبون ابو محمد مکی کے شیخ اور ارشاد کے مصنف ہیں اور دونوں باپ بیٹے ابن غلبون سے مشہور ہیں کیونکہ غلبون امام طاہر کے پردادا اور عبدالمنعم کے دادا ہیں پس ابن غلبون کے بعد طاہر لاکر یہ بتا دیا کہ یہاں ابن غلبون سے ابوالحسن مراد ہیں نہ کہ ابوالطیب)

تشریح: یعنی جب الف - یا اور واو مدہ ہمزہ کے بعد ہوں جو پہلی صورت کا عکس ہے جیسے اٰمَنَ - اِیْمَانًا - اُوْتِیَ تو ان میں صرف ورش مد کرتے ہیں اور چونکہ یہ مدہ اکثر جگہ ہمزہ سے بدلا ہوا ہوتا ہے - اس لئے اس مد کو مد بدل کہتے ہیں اور یہ متصل ہی ہوتا ہے - کیونکہ حرف مد کلمہ کے شروع میں نہیں آسکتا ورنہ ساکن سے ابتداء لازم آئے گی - پس جو مدہ ہمزہ کے بعد آرہا ہو (عام ہے کہ وہ ہمزہ صحیح اور سالم ہو جو تحقیق سے پڑھا جاتا ہے جیسے اٰمَنَ - اٰتٰی - نَاٰ - لِاِیْلٰفِ - دُعَاءِیْ مُسْتَھْزِءُوْنَ - اُوْتُوْا - یَؤُسًا - رُءُوْسُ - مُتَّکِـُٔیْنَ یا اس ہمزہ میں کسی قسم کا تغیر ہو گیا ہو جو تین طرح ہوتا ہے ۱ تسہیل سے جیسے ءَاٰلِھَتُنَا - ءَاٰمَنْتُمْ - جَآءَ اٰلَ ۲ ابدال سے جیسے ھٰٓؤُلَآءِ اٰلِھَۃً (انبیاء ع) اور مِنَ السَّمَآءِ اٰیَۃً (شعراء ع) ان میں حرمی - بصری دوسرے ہمزہ کو یا سے بدلتے ہیں اور اٰلِھَۃً کے ساتھ ھٰٓؤُلَآءِ اسی واسطے لائے ہیں کہ دو ہمزہ جمع ہونے کے سبب ابدال کا قاعدہ نکل آئے ۳ نقل سے جیسے اَلْاٰخِرَۃَ - لِلْاِیْمَانِ - وَالْاُوْلٰی - اٰلْئٰنَ - اٰلْئٰنَ - مَنْ اٰمَنَ - ابْنَیْ اٰدَمَ - اَلْفَوْا اٰبَآءَھُمْ - قُلْ اِیْ قَدْ اُوْتِیْتَ - اس میں تمام قراء کے لئے قصر ہے اور اہل مصر اور اہل مغرب میں سے بہت سے مصنفین نے اس باب میں ورش سے توسط اور طول بھی نقل کیا ہے پس ہمزہ کے بعد والے حرف مد یعنی باب اٰمَنُوْا میں اور قراء کے لئے تو قصر ہی رہا اور ورش کے لئے تین وجوہ ہو گئیں ۱ قصر ایک الف کے برابر مد ۲ توسط تین الفی مد ۳ طول پانچ الفی مد اور تیسیر میں صرف توسط درج ہے پس قصر اور طول زیادات میں سے ہیں اور ان تینوں میں سے قصر اولیٰ ہے پھر توسط پھر طول اور بعض اس کا عکس کرتے ہیں اور دونوں طرح صحیح ہے لیکن ذیل کی آٹھ قسموں کو ناقلین نے طول اور توسط سے مستثنیٰ کیا ہے ان میں سے چار تو کلمے ہیں اور چار اصلیں کلیہ قاعدہ ہیں کلمات یہ ہیں: ۱ اِسْرَآءِیْلَ کی یا جس جگہ بھی آئے - ۲ یُؤَاخِذُکُمْ اور یُؤَاخِذُ اللّٰہُ اور لَا تُؤَاخِذْنَا جس طرح بھی آئے اس کا الف ۳ استفہام والے اٰلْئٰنَ (یونس ع ۵ و ع ۹) کا دوسرا الف جو ورش کی روایت پر لام کے بعد ہے (اور دوسرے الف کے مراد ہونے پر قرینہ یہ ہے کہ یہ تغیر والے ہمزہ کے بعد ہے اور بہ نسبت تحقیق والے کے تغیر والے ہمزہ کا اعتبار نہ کرنا اولیٰ ہے - نیز پہلے الف کا مد بدل کے باب سے نہیں بلکہ مد لازم کی قسم سے ہے جو ساکن مقدر کی بناء پر ہے - اسی لئے اس میں ابدال کی صورت میں قالون اور ورش کے لئے حالین میں اور ہمزہ کے لئے وقفاً مد و قصر دو وجوہ ہیں - مد عارض کا اعتبار نہ کرنے کی بناء پر اور قصر عارض نقل کا اعتبار کر لینے کی بناء پر اور استفہام والا کہکر یونس کے علاوہ دوسرے موقعوں کے اٰلْئٰنَ کو نکال دیا جیسے اٰلْئٰنَ جِئْتَ اور اٰلْئٰنَ حَصْحَصَ کیونکہ ان کا الف مستثنیٰ نہیں ہے پس اس میں حسب دستور تینوں وجوہ ہیں) ۴ عَادَا الْاُوْلٰی (نجم ع ۳) کا واو ۱ او ۲ سب کے اور ۲ و ۳ بعض کے قول پر مستثنیٰ ہیں چنانچہ اٰلْئٰنَ کے دوسرے الف کو اور عَادَا الْاُوْلٰی کے واو کو دانی نے جامع البیان میں تو مستثنیٰ کیا ہے اور تیسیر میں نہیں کیا پہلی صورت میں اس الف اور واو میں صرف قصر ہوگا اور دوسری صورت میں تینوں وجوہ ہوں گی اور مطرد اصلیں یہ ہیں - ۵ وہ مدہ جس سے پہلا ہمزہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱) متحرک کے بعد ہو جیسے لَا بِيهِ مُ (پس اگر ہمزہ ۃ اسی کلمہ کے ساکن صحیح کے بعد ہو جیسے قُرْاٰنٌ ج اَلظَّمْاٰنُ مَسْـُٔوْلًا مَذْءُوْمًا
اٰزَرَ اور سَاٰدِنِیْ یا (۲) حرفِ علت ساکن کے بعد ہو عام ہے کہ مدہ ہو جیسے اَلنَّبِیّٖنَ یا لین ہو جیسے اَلْمَوْءٗدَةُ یا (۳)
دوسرے کلمہ کے ساکن صحیح کے بعد ہو جس میں نقل ہوتی ہے جیسے مَنْ اٰمَنَ اور مِنْ اٰیٰتِنَا تو ان تینوں صورتوں میں ہمزہ کے
بعد والے مدہ میں حسب دستور تینوں وجوہ ہوں گی (۱)۔ ۶ وہ حرف مد جو ہمزۂ وصلی کے بعد ہو جیسے اِیْتِ۔ اِیْتُوْنِیْ۔ اِیْذَنْ لِّیْ۔
اُوْتُمِنَ ۔ ۷ وہ حروف مد جو ورش کے مذہب پر ہمزہ سے بدلا ہوا ہو عام ہے کہ ہمزہ کے ساتھ متصل ہو جیسے اٰلِدُ (ہود ع)
ءٰامَنْتُمْ (ملک ع) ان میں الف ہمزہ سے بدلا ہوا ہے کیونکہ یہ اصل میں ءَاَلِدُ و ءَاَاَمِنْتُمْ تھے خواہ منفصل ہو جیسے جَآءَ اَحَدٌ
فِی السَّمَآءِ اٰلِهٌ اور اَوْلِیَآءُ اُولٰٓئِكَ ان تینوں میں بھی مدہ ہمزہ سے بدلا ہوا ہے ۸ وہ الف جو وقفاً تنوین سے بدل گیا ہو
جیسے جُفَآءً ۔ نِدَآءً ۔ لِسَآءً ان چاروں کو سب نے مستثنیٰ کیا ہے ناظم نے ۷ وہ کو واضح ہونے کی بنا پر بیان نہیں کیا اور
طاہر بن غلبون بدل کے پورے باب میں صرف قصر نقل کرتے ہیں ابو شامہؒ فرماتے ہیں کہ یہی حق ہے اور مجھ سے شیخ ابو الحسن سخاوی
نے بیان کیا کہ ناظم کے نزدیک بھی تمام باب میں قصر ہی مختار ہے۔ لیکن عمل تینوں وجوہ پر ہے پس اٰلْئٰنَ اور عَادًا الْاُوْلٰی میں تو
ایک قول پر صرف قصر اور دوسرے قول پر تینوں وجوہ ہیں اور باقی چھ میں نظم کے طرق سے بالاتفاق صرف قصر ہے اور رائیت
کے بعد کے مستثنیات اور باب کے آخر تک کے تمام مسائل زیادات میں سے ہیں لیکن شَیْءٌ اور سَوْءٍ کے توسط کو دانی نے
سورۃ البقرہ میں بیان کیا ہے۔

توضیح: (۱) یونس کے دونوں موقعوں کے اٰلْئٰنَ میں اہل ادا نے ورش کی وجوہ کے بارہ میں طویل بحثیں کی ہیں اور بعض
نے اس پر مستقل رسالے بھی لکھے ہیں سو اس کی وجوہ کے دلائل اور تفصیلی بحث تو ان شاء اللہ تعالیٰ علامہ محمد بن
احمد متولی کے قصیدہ کی شرح میں سپرد قلم ہوگی یہاں اس کی وجوہ خلاصہ کے طور پر درج کی جاتی ہیں۔ پس جب اس کو ءٰامَنْتُمْ
سے جدا کر کے پڑھیں تو اس میں وصلاً ساتؔ اور وقفاً نوؔ وجوہ ہوں گی۔ اس طرح پر کہ دوسرے ہمزہ کا الف سے ابدال کرنے کی صورت
میں پہلے الف کے قصر پر تو لامؔ میں وصلاً صرف قصر اور وقفاً تینوں ہیں اور پہلے الف کے طول پر لامؔ میں حالین میں تینوں اور اسی طرح
تسہیل کی صورت میں بھی لامؔ میں حالین میں تینوں ہیں اور جب اس کو اس سے پہلے بدل (ءٰامَنْتُمْ) کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو اس میں
وصلاً تیرہؔ وجوہ ہوں گی یعنی ءٰامَنْتُمْ کے قصر پر تین اور توسط اور طول پر پانچ پانچ پس ۱ تا ۳ ءٰامَنْتُمْ کے قصر پر اٰلْئٰنَ کے ا میں
قصر و طول و تسہیل اور تینوں کے ساتھ لامؔ میں صرف قصر ۴ تا ۸ ءٰامَنْتُمْ کے توسط پر اٰلْئٰنَ کے ا میں وہی تینوں قصر۔ طول۔
تسہیل اور ان میں سے قصر کے ساتھ تو لامؔ میں صرف قصر اور طول و تسہیل دونوں کے ساتھ لامؔ میں دو دو یعنی توسط و قصر ۹ تا ۱۳
ءٰامَنْتُمْ کے طول پر اٰلْئٰنَ کے ا میں وہی تینوں قصر۔ طول۔ تسہیل اور ان میں سے قصر کے ساتھ لامؔ میں صرف قصر اور طول و تسہیل
کے ساتھ لامؔ میں دو دو یعنی طول۔ قصر اور وقفاً ستائیسؔ ہوں گی۔ اس طرح پر کہ ءٰامَنْتُمْ کے بدل کی تینوں کو دوسرے ا کی تین
قصر و طول و تسہیل کے ساتھ ملانے سے نوؔ ہو جائیں گی اور ان نوؔ کو لامؔ کی تین تین کے ساتھ ملانے سے نو تیا ستائیسؔ بن جائیں گی
یعنی وقفاً ہر صورت میں لامؔ میں تین تین ہیں اور سب صحیح ہیں۔ اور جب اٰلْئٰنَ کو اس کے بعد والے بدل وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ کے
ساتھ ملا کر پڑھیں تب بھی تیرہؔ وجوہ ہوں گی یعنی ا کے قصر پر تین اور طول و تسہیل پر پانچ پانچ پس (۱ تا ۳) ا کے قصر کے
ساتھ لامؔ میں بھی صرف قصر اور ءُوْنَكَ میں تینوں (۴ تا ۸) ا کے طول پر لامؔ میں قصر اور ءُوْنَكَ کے واو میں تینوں اور
لامؔ کے توسط کے ساتھ ءُوْنَكَ میں صرف توسط اور لامؔ کے طول کے ساتھ ءُوْنَكَ میں صرف طول۔ اور (۹ تا ۱۳) ا کے دوسرے

۵ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِنْعَامِهٖ کہ برکتِ توجہاتِ اساتذہ احقر کے قلم سے اس رسالہ کی مفصل شرح بنام سِلْكُ اللَّاٰلِیْ وَالْمَرْجَانِ فِیْ شَرْحِ
قَوْلِهٖ تَعَالٰی اٰلْئٰنَ مرتب ہو کر عرصہ ہوا کہ طبع ہو چکی ہے۔ ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمزہ کی تسہیل پر آلآ میں قصر اور ءَ وَنٰکَ میں تینوں پھر آلآ کے توسط کے ساتھ ءُ وَنٰکَ میں صرف توسط اور آلآ کے طول کے ساتھ ءُ وَنٰکَ میں صرف طول۔ (۲) محقق عصر فرید دہر شیخ القراء فی مصر علی ضباع رحمۃ اللہ نے ارشاد المرید میں اسی طرح بیان کیا ہے کہ ءٰالْئٰنَ کو اکیلا پڑھو تو اس میں وصلاً سات اور وقفاً نو وجوہ ہیں اور ءَ اٰمَنتُم کے ساتھ ملا کر پڑھو تو وصلاً تیرہ[۱۳] اور وقفاً ستائیس[۲۷] ہیں اور ءٰالْئٰنَ کو وَيَسْتَنْبِئُونَكَ کے ساتھ ملا کر پڑھو تو تیرہ[۱۳] وجوہ ہیں اور ان وجوہ کی تفصیل بھی اسی طرح ہے جس طرح اوپر درج کی گئی ہے اور فرماتے ہیں کہ یہی وہ حق ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں اور ان کے علاوہ کسی اور وجہ کا اختیار کرنا جائز نہیں (۳) اتحاف میں ہے کہ ءٰالْئٰنَ کے دوسرے ہمزہ کی تسہیل پر ازرق کے طریق سے آلآ کا قصر غریب ہے کیونکہ ءَامَنَ کے باب میں قصر ابو الحسن طاہر اور ابن بلیمہ سے منقول ہے اور ان دونوں کا مذہب ءٰالْئٰنَ کے ہمزۂ وصلی میں ابدال ہے نہ کہ تسہیل لیکن شاطبی کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تسہیل کے ساتھ قصر بھی ہے اور یہ ورش سے اصبہانی کا طریق ہے اور یہی قالون اور ابو جعفر کے لئے بھی ہے۔ **سوال**: یہاں وجوہ کے بیان میں ءٰالْئٰنَ کے پہلے الف کا توسط نہیں بتایا حالانکہ نشر و اتحاف میں اس کا توسط بھی درج ہے چنانچہ اتحاف میں ہے کہ ءٰالْئٰنَ کے دوسرے ہمزہ میں ایک جماعت کے مذہب پر الف سے ابدال اور دوسرے گروہ کے قول پر تسہیل ہے پھر ان میں سے بعض تو اس ابدال یا تسہیل کو لازم اور واجب بتاتے ہیں اور بعض جائز کہتے ہیں پس جو جائز البدل کہتے ہیں ان کے قول پر تو ءٰالْئٰنَ ابدال کی صورت میں ءٰالذّٰكَرَيْنِ اور ءَامِنتُم کے باب سے ہے۔ اور اس صورت میں اس کا مد مد لازم کے قبیل سے ہوگا جس میں عارض نقل کا اعتبار نہ کرنے پر طول اور اعتبار کر لینے پر قصر ہوگا توسط ہرگز نہ ہوگا اور جو حضرات لازم البدل کہتے ہیں ان کے قول پر یہ ءَامَنَ کے باب سے ہوگا اور اس میں بدل کی تینوں وجوہ ہوں گی۔ **جواب**: علامہ متولی کی تحقیق یہ ہے کہ یہ لازم البدل ہونے کی صورت میں بھی ءَامَنَ کے باب سے نہیں ہو سکتا کیونکہ ءَامَنَ میں (۱) دوسرا ہمزہ اصل کے لحاظ سے ساکن اور ءٰالْئٰنَ میں متحرک تھا پس یہ ءٰالذّٰكَرَيْنِ اور ءَامِنتُم ہی کے باب سے ہے اور اسی لئے اس میں توسط صحیح نہیں نیز (۲) ءٰا اور آلآ دونوں کے توسط میں تصادم دلائل کا ٹکراؤ ہو جاتا ہے کیونکہ ءٰا کا توسط لفظ (موجودہ حالت) کے اعتبار سے ہے اور آلآ کا توسط اصل کے لحاظ سے ہے کہ نقل سے پہلے ءٰالْئٰنَ میں ہمزہ تھا پس ایک کلمہ میں بیک وقت دو مختلف چیزوں کا اعتبار لازم آئے گا اور ءٰا کے توسط کے ساتھ آلآ کا قصر بھی کسی نص سے مؤید نہیں (۴) قالون کے لئے وصلاً تین ہیں۔ ۱ اور ۲ ابدال کی صورت میں پہلے الف میں طول و قصر اور دوسرے میں صرف قصر ۳ دوسرے ہمزہ کی تسہیل اور آلآ میں قصر اور وقفاً نو ہیں یعنی ءٰا کے قصر۔ طول۔ تسہیل تینوں پر آلآ کی تین تین اور باقی چھ کے لئے وصلاً دو ہیں ۱ ابدال کے ساتھ طول ۲ تسہیل کے ساتھ قصر اور وقفاً چھ ہیں یعنی ابدال و تسہیل دونوں پر ءٰنَ کی تین تین (۵) عَادًا الْأُولَى کو جب اس کے بعد والے بدل فَبِأَيِّ آلَاءِ کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو عقلی نو میں سے پانچ وجوہ صحیح ہیں ۱ تا ۳ الْأُولَى کے قصر پر آلَاءِ کی تینوں ۴ الْأُولَى کے توسط پر آلَاءِ میں صرف توسط ۵ الْأُولَى کے طول پر آلَاءِ میں طول۔

تنبیہ:۔ گو ناظم رحمہ اللہ کے قول وَبَعْضُهُمْ يُؤَاخِذُكُمْ سے یہ نکلتا ہے کہ اس میں بھی ایک قول پر صرف قصر اور دوسرے قول پر تینوں وجوہ ہیں اور اکثر شارحین نے بھی یہی مطلب بیان کر دیا ہے جس سے بہت سی مخلوق دھوکہ میں پڑ گئی ہے لیکن حق وہی ہے جو اوپر درج ہوا کہ اس میں صرف قصر ہے نشر میں ہے کہ بدل میں مد روایت کرنے والے تمام حضرات يُؤَاخِذُكُمْ کے مستثنیٰ کرنے پر متفق ہیں پس اس میں بلاخلاف قصر ہے اور چونکہ دانی رحمہ اللہ نے اس کو تیسیر میں بیان نہیں کیا اس لئے شاطبی رحمہ اللہ نے یہ سمجھ لیا کہ باب يُؤَاخِذُ دانی رحمہ اللہ کے نزدیک مستثنیٰ نہیں ہے اور اسی لئے بَعْضُهُمْ کہہ دیا۔ انتہی اتحاف البریہ میں ہے۔ ؎

يُؤَاخِذُكُمْ فَاقْصُرْ فَقَطْ عِنْدَ وَرْشِهِمْ ✦ وَلَا مَدَّ اَلْئٰنَ حَيْثُ تَنْوِيْنَا ۂ اُبْدِلَا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یُؤَاخِذُکُم میں ورش کے لئے صرف قصر کرا اور جس جگہ حرفِ مد تنوین سے بدلا ہوا ہو وہاں بھی مد نہیں ہے۔ **سوال:** جب اس کیلئے یُؤَاخِذُ میں توسط اور طول نہیں ہے تو اس کو دانی رحمہ اللہ نے تیسیر میں مستثنیٰ کیوں نہیں کیا۔ **جواب:** تین وجوہ سے ۱۔ یہ ورش کے نزدیک وَاٰخَذْتُمْ سے بنا ہے ۲۔ یا یہ ان کے نزدیک لازم البدل ہے یعنی اس میں ہمزہ کا واؤ سے بدلنا ضروری ہے جیسا کہ یُؤَیِّدُ میں تمام قراء کے لئے نقل واجب ہے اور دونوں صورتوں میں مد کا سبب (الف سے پہلے ہمزہ) نہیں ہے ۳۔ دانی رحمہ اللہ نے اپنی دوسری کتابوں ایجاز اور مفردۂ یعقوب میں اس کو مستثنیٰ کیا ہے ان پر اعتماد کرکے تیسیر میں مستثنیٰ کرنا ضروری نہیں سمجھا (غیث النفع)

فائدہ: ۱۔ بدل کے جس ہمزہ میں نقل سے تغیر ہوگیا ہو اس کے بعد والے مد میں وصلاً تو تینوں وجوہ جائز ہیں رہی اس کلمہ سے ابتداء یا اعادہ سو اگر یہ ہمزہ لام تعریف کے بعد ہو اور ابتداء یا اعادہ ہمزۂ وصلی سے کریں تب بھی تینوں وجوہ ہوں گی اور اگر لام کی عارضی حرکت کا اعتبار کرکے لام ہی سے ابتداء یا اعادہ کریں تو پھر صرف قصر ہوگا اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس کلمہ میں قاعدہ کے موافق بدل کے ہمزہ کی حرکت نقل کرکے لام تعریف کو دی گئی ہو اس کی تین صورتیں ہیں ۱۔ وصل کہ اس کو ماقبل کے ساتھ ملا کر مِنَ الْاُوْلٰی اور فِی الْاٰخِرَةِ پڑھیں ۲۔ اس کلمہ کے لام تعریف کو نقل کے بعد بھی حکماً ساکن سمجھیں کیونکہ نقل سے جو حرکت آئی ہے وہ عارضی ہے اور اس میں اعادہ یا ابتداء ہمزۂ وصلی سے کریں اور اَلَاُوْلٰی اور اَلَاٰخِرَةِ پڑھیں ان دو صورتوں میں تو لام کے بعد والے حرف مد میں تینوں وجوہ جائز ہوں گی ۳۔ اس نقل والی عارضی حرکت کا اعتبار کرکے لام کو متحرک سمجھ لیں اور ہمزۂ وصلی کی ضرورت نہ رہنے کی بناء پر لام ہی سے ابتداء یا اعادہ کریں اور لُاُوْلٰی اور لَاٰخِرَةِ پڑھیں اس صورت میں لام کے بعد والے حرف مد میں صرف قصر ہوگا اور طول و توسط ہرگز نہ ہوں گے کیونکہ جب لام کی عارضی حرکت کا اعتبار کرلیا تو وہ قوی ہو کر ایسی ہوگئی کہ گویا اصلی ہے اور پہلے سے لام ہی پر تھی اور ہمزہ جو مد کا سبب ہے وہ تھا ہی نہیں محققین نے اس کی تصریح کی ہے (اتحاف) اور باب النقل ۸ میں آئے گا کہ ہمزہ کی حرکت لام تعریف کی طرف نقل کرنے کے بعد ہمزہ اور لام دونوں سے ابتداء اور اعادہ جائز ہے پس اَلَاَرْضِ اور اَلَاٰخِرَةِ اور لَاَرْضِ اور لَاٰخِرَةِ دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں اور اوّل اولیٰ ہے لیکن اگر لام تعریف سے پہلے ایک حرفی کلمہ آرہا ہو جیسے وَالَاَرْضِ اور وَالَاٰخِرَةِ تو اس صورت میں اسی حرف سے ابتداء یا اعادہ ضروری ہوگا نہ ہمزہ سے جائز ہے نہ لام سے۔

فائدہ: ۲۔ (۱) نشر میں ہے کہ رَاَ الشَّمْسَ۔ رَاَ الْقَمَرَ۔ تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ اور تَبَوَّؤُ الدَّارَ وغیرہ میں اگر رَاٰی اور تَرَآءَ اور تَبَوَّءُوْ پر وقف کردیں تو ہمزہ کے بعد والے الف اور واو میں حسب دستور تینوں وجوہ ہوں گی کیونکہ یہ الف اور واو کلمہ کے اصلی حروف میں سے ہیں جو وصلاً دو ساکن جمع ہوجانے کے سبب عارضی طور پر حذف ہوگئے تھے اس کو اہل ادا نے نصاً بیان کیا ہے (۲) مِلَّةَ اٰبَآءِیَ اِبْرٰهِیْمَ (یوسف ع ۵) اور دُعَآءِیْ اِلَّا (نوح ع ۱) میں اٰبَآءِیْ اور دُعَآءِیْ کی یا میں وقفاً اور وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ (ابراہیم ع ۶) کی یا میں وصلاً تینوں وجوہ ہوں گی کیونکہ اول کے دو میں اضافت کی یا میں اصل سکون ہے اور فتحہ وصلاً بعد کے ہمزہ کی وجہ سے آگیا تھا اور جب وقف کیا تو یا اپنے اصلی سکون کی طرف لوٹ آئی اور دُعَآءِیْ (ابراہیم) میں اصل یا کا اثبات ہے اور وقفاً رسم کے اتباع کی بناء پر حذف ہوگئی تھی پس وصل میں اصل کی طرف لوٹ آئی اور عارض کا اعتبار نہیں کیا گیا اور ان کا حکم مِنْ وَّرَآءِیْ کی یا کی طرح ہوگیا جو حالتین میں ساکن ہے اور ان کے بارہ میں مجھے کسی کی کوئی نص نہیں ملی۔ میں نے اس کو قیاس سے بیان کیا ہے اور دُعَآءِیْ (ابراہیم) میں میں نے شیوخ سے ادا بھی اسی طرح حاصل کیا ہے پس اس کے خلاف عمل کرنا مناسب نہیں (۳) جَآءَ اٰلَ (حجر ع ۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قمر ع۱) میں دونوں جگہ دوسرے ہمزہ کی تسہیل پر تو بدل کی تینوں وجوہ ہوں گی اور دوسرے ہمزہ کا الف سے ابدال کرنے کی صورت میں دو وجوہ ہوں گی ۱ طول اس لئے کہ دونوں الفوں کو باقی رکھکر ان میں مد سے جدائی کی گئی ہے ۲ قصر اس لئے کہ دو الفوں کے جمع ہوجانے کی بناء پر ایک کو حذف کردیا اور توسط نہیں ہوگا کیونکہ ابدال کی صورت میں یہ بدل کے باب سے نہیں رہے گا۔ اس بناء پر کہ مدہ عارضی ہے اور ہمزہ کے ساتھ متصل بھی نہیں ہے (۴) آمِّيْنَ اور وَجَآءُوْ أَبَاهُمْ میں اور يَشَآءُ میں وقفاً صرف طول ہوگا توسط و قصر نہ ہوں گے اور اس کی وجہ باب کے شروع میں معلوم ہوچکی ہے لیکن وَجَآءُوْ میں وقفاً بدل کی تینوں ہوں گی کیونکہ اس صورت میں دوسرا سبب نہیں رہے گا (۵) وَإِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ سے مُسْتَهْزِءُوْنَ تک پڑھیں تو آمَنُوْا اور آمَنَّا کے قصر پر تو مُسْتَهْزِءُوْنَ میں تینوں ہوں گی اور پہلے دونوں کے توسط پر مُسْتَهْزِءُوْنَ میں توسط اور طول اور ان دونوں کے طول پر مُسْتَهْزِءُوْنَ میں فقط طول ہوگا کیونکہ سکون وقفی کے ملنے سے بدل میں قوت پیدا ہوگئی اس لئے آمَنُوْا اور آمَنَّا سے زیادہ مد کرنا جائز اور کم کرنا ناجائز قرار دیا گیا۔

فائدہ:- ع۳ چونکہ ہمزۂ مقدم ہمزۂ متصل اور منفصل سے ضعیف ہے نیز یہ بعض کے نزدیک سبب ہی نہیں ہے۔ اس لئے ابوشامہ۔ جعبری ملی قاری رحمہم اللہ کی رائے یہ ہے کہ بدل کا طول متصل اور منفصل کے طول سے قدرے کم ہونا چاہئے لیکن جمہور دونوں میں برابری کے قائل ہیں اور اتحاف میں ہے وَالْمَصِيْرُ إِلٰى قَوْلِهِمْ أَوْلٰى (جمہور کے قول پر عمل کرنا اولیٰ ہے) غیث میں ہے کہ وَبَآءُوْ میں متصل اور بدل دو مد جمع ہیں پس بدل کے طول میں تو دونوں کی مقدار برابر رکھو اور جب بدل میں توسط پڑھو تو دونوں مدوں کی مقدار میں جو فرق ہے اس کا لحاظ رکھو اور بے خبر لوگوں میں شامل نہ ہو۔ **سوال**: آمَنَ - أُوْتِيَ - إِيْمَانًا میں بھی مدہ عارضی ہے کیونکہ ہمزۂ ساکنہ سے بدلا ہوا ہے اور ورش کے لئے دوسرے ہمزہ کا الف سے ابدال کرنے کی صورت میں آلِدُ (ہود ع۷) اور آمِنْتُمْ (ملک ع۲) اور آنْذَرْتَهُمْ اور آشْفَقْتُمْ میں بھی مدہ عارضی ہے کیونکہ ہمزہ سے بدلا ہوا ہے۔ پھر یہ فرق کیوں ہے کہ آمَنَ - إِيْمَانًا میں تو تینوں وجوہ ہیں اور آنْذَرْتَهُمْ اور آشْفَقْتُمْ میں صرف طول ہے اور آلِدُ اور آمِنْتُمْ میں فقط قصر ہے چاہئے تھا کہ ان دونوں میں بھی تینوں وجوہ ہوتیں یا آمَنَ اور آنْذَرْتَهُمْ میں بھی صرف قصر ہوتا۔ **جواب**: چونکہ آمَنَ میں ابدال واجب ہے اس لئے کہ اس میں سب قراء توں پر ابدال ہی ہے اس بناء پر اس میں مدہ عارضی نہیں اور آلِدُ آمِنْتُمْ میں ابدال جائز ہے کیونکہ اس میں ورش کے لئے دوسری وجہ میں ہمزہ کی تسہیل بھی ہے اس لئے اس میں مدہ عارضی ہے اور گو آنْذَرْتَهُمْ میں بھی یہی صورت ہے لیکن اس میں مد کا سبب ہمزۂ مقدم نہیں بلکہ الف مدہ کے بعد نون پر سکون لازم آرہا ہے جو مد کا قوی ترین سبب ہے پس فرق بخوبی ظاہر ہوگیا اور صاحب غیث کی تقریر کا حاصل بھی یہی ہے کہ ورش کے لئے آلِدُ میں ابدال کی صورت میں صرف قصر ہوگا کیونکہ مد تو یہ آنْذَرْتَهُمْ کے باب سے ہے اس لئے کہ اس میں مدہ کے بعد ساکن نہیں ہے اور نہ آمَنُوْا کے باب سے ہے کیونکہ اس میں الف عارضی ہے جو ہمزہ سے بدلا ہوا ہے اور ابدال کی صورت میں جَآءَ اَجَلُهُمْ اور فِي السَّمَآءِ إِلٰهٌ اور أَوْلِيَآءُ أُولٰٓئِكَ وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔

فائدہ: ع۴ (۱) بدل میں قصر ان تین وجوہ کی بناء پر ہوتا ہے ۱ ہمزۂ مقدم سبب ضعیف ہے۔ ۲ متصل اور منفصل میں مد اس لئے کیا گیا تھا کہ ہمزہ کے ادا کرنے پر قوت حاصل ہوجائے اور بدل میں ہمزہ مد سے پہلے ہی ادا ہوجاتا ہے۔ ۳ مد سے خبر کا استفہام کے ساتھ التباس ہوجاتا ہے اور قصر میں یہ اندیشہ نہیں اور توسط میں جانبین کی رعایت ہے یعنی ہمزۂ مقدم کے سبب ہونے کی بھی اور اس کے ضعف کی بھی نیز اس لئے کہ اس میں ادنیٰ مد بھی کافی ہے اور مد اس لئے ہے کہ مدہ ضعیفہ ہمزۂ قویہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے قریب ہونے کے سبب فوت نہ ہو جائے (۲) بعض حضرات ہمزۂ مغیرہ کے بعد والے حرف مد میں صرف قصر بتلاتے ہیں کیونکہ ہمزہ نہیں رہا اور جو مد کرتے ہیں وہ عارض تغیر کا اعتبار نہیں کرتے اور دونوں علتیں بجائے خود صحیح ہیں کیونکہ جب ہمزہ میں تغیر ہونے کے بعد اس سے پہلے والے حرفِ مد میں قصر و مد دونوں جائز ہو جاتے ہیں جیسا کہ باب الہمزتین من کلمتین ۸ میں آئے گا تو ایسے ہمزہ کے بعد والے حرف مد میں بدرجۂ اولیٰ دونوں وجوہ جائز ہونی چاہئیں لیکن جمہور تینوں وجوہ پر ہیں۔ (۳) یُؤَاخِذُ۔ اٰلِدُ اور فی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وغیرہ مغیر بالابدال ہیں اور عَادًا الْاُوْلٰی اور اٰلْـٰٔنَ مغیر بالنقل میں سے اور باقی چار قسمیں محققہ میں سے مستثنیٰ ہیں۔

فائدہ: ۵ مذکورہ بالا آٹھ قسموں کے مستثنیٰ ہونے کی وجوہ (۱) کلمہ اِسْرَآءِیْلَ طویل ہے نیز یہ اکثر جگہ بَنِیٓ کے بعد آیا ہے پس بَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ میں تین حروف میں تین مد جمع تھے اس لئے تخفیف کی غرض سے مد بدل کو کم کر دیا اور گو وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ میں بھی ورشؒ کے لئے تین مد جمع ہیں لیکن ان میں سے دو مد داو میں ہیں پس ان میں تداخل ہو گیا اور اس طرح کلمہ میں دو ہی مد باقی رہ گئے (۲) ساکن صحیح کے بعد یعنی قُرْاٰنٍ وغیرہ میں ہمزہ مرسوم نہیں ہوتا۔ پس گویا ان میں مد کا سبب نہیں ہے (۳) اِیْتِ وغیرہ میں ہمزۂ وصل اور اس کے بعد کا مادہ جو ہمزہ سے بدلا ہوا ہے دونوں عارضی ہیں (۴) یُؤَاخِذُ یا تو وادی ہے یا لازم البدل پس مد کا سبب نہیں رہا۔ (۵) اٰلْـٰٔنَ میں ایک ہی قسم کے دو مد ایک کلمہ میں جمع تھے اور اس کی نظیر قرآن میں نہیں ہے۔ (۶) عَادًا الْاُوْلٰی کے لام تعریف میں تنوین کے ادغام نے لام کی حرکت کو قوی بنا دیا کیونکہ ادغام حقیقی اور حکمی دونوں قسم کے ساکن میں نہیں ہوا کرتا متحرک ہی میں ہوا کرتا ہے پس ادغام کے سبب یہ لام ایسا ہو گیا کہ گویا پہلے ہی سے متحرک تھا۔ پس ہمزہ جو مد کا سبب ہے وہ نہیں تھا (۷) اٰلِدُ اور فی السَّمَآءِ اِلٰهٌ اور (۸) دُعَآءً وَّ نِدَآءً وغیرہ میں مدہ عارضی ہے کیونکہ ۷ میں ہمزہ سے اور ۸ میں تنوین سے بدلا ہوا ہے۔

النحو والعربیۃ:۔ ۱۷۲/۱ ۱ فَقَصْرٌ کی تقدیر یا تو فَحُکْمُہٗ قَصْرٌ یا فَھُوَ ذُوْ قَصْرٍ یا فَھُوَ مَقْصُوْرٌ ہے اور فاء عموم ظاہر کرنے کے لئے ہے کیونکہ مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہے۔ ۲ قَدْ تقلیل کیلئے ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ طول کے ناقلین کم ہیں ۱۷۲/۲ ۱ قَوْمٌ کے قاف میں خلاد کی رمز ہونے کا وہم ہوتا ہے۔ کیونکہ قراءۃ کے بعد کلمۂ مفردہ آ رہا ہے۔ اس لئے اس کے بجائے جَمْعٌ اولیٰ تھا۔ ۲ کَامَنَ یا تو مِثَالُہٗ مقدر کی خبر ہے یا مُمَثِّلًا کا ظرف ہے۔ ۱۷۳/۲ ۔ اشعر ۱۷۴/۲ وَمَا بَعْدَ ھَمْزِ الْوَصْلِ اس کے قرینہ سے اَوْ بَعْدَ سَاکِنٍ میں اَوْ واو کے معنی میں ہے ۲ مَسْئُوْلًا کا نصب حکایت کی بناء پر ہے اور شعلہ کا یہ قول عجیب و غریب ہے کہ مَسْئُوْلًا اِسْئَلْ کا مفعول ہے۔ ۱۷۴/۲ چونکہ احتمال تھا کہ کوئی قبض کے طور پر اٰلْـٰٔنَ کو ہمزۂ استفہام کے بغیر اٰلْـٰٔنَ پڑھ لیتا اس لئے مُسْتَفْھِمًا فرما دیا۔ ۱۷۵/۸ ۱ ضرورت کی بناء پر عَادًا نِ الْاُوْلٰی کا تلفظ حمزہ کی قراءۃ کے موافق کیا ہے۔ ۲ غَلْیُوْنَ کو یہاں ابوعلی فارسی کے مذہب پر غیر منصرف قرار دیا ہے کیونکہ وہ منع صرف کے لئے مطلق زائدتین کو کافی سمجھتے ہیں یعنی زائدتین کا الف نون ہونا شرط نہیں کرتے اور ہمز المفرد ۶ میں مختار مذہب کی بناء پر منصرف کر کے لائے ہیں۔

مد کے چوتھے اور پانچویں سبب سکونِ لازم و سکونِ عارض کا بیان

(ص)

۱۷۶/۹ وَعَنْ کُلِّھِمْ بِالْمَدِّ مَا قَبْلَ سَاکِنٍ وَعِنْدَ سُکُوْنِ الْوَقْفِ وَجْھَانِ اُصِّلَا

ترجمہ:۔ اور وہ (حرف مد) جو ساکن سے پہلے ہو (وہ) ان (قراء) میں سے کے تمام سے مد کے ساتھ (منقول ہے یا پڑھا جاتا) ہے (یعنی اگر مدہ کے بعد ساکن لازم آ جائے تو اس میں سب مد کرتے ہیں) اور وقف (اور ادغام کبیر) کے سکون

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ایسی دو وجوہ (طول و توسط) ہیں جو (مد کے بارہ میں) اصل (اور مختار) قرار دی گئی ہیں (اور تیسری وجہ قصر بھی جائز ہے لیکن وہ اولیٰ اور مختار نہیں ہے یا وقفی سکون میں ایسی دو وجوہ قصر و مد ہیں جو اصل قرار دی گئی ہیں اور چونکہ مد دو طرح ہوتا ہے طول سے بھی اور توسط سے بھی اس لئے اس صورت میں بھی وَجْهَانِ سے تینوں وجوہ نکل آئیں گی)

مقطعات کا مد

۱۷۷ (ص)
۱۰ وَمُدَّ لَهُ عِنْدَ الْفَوَاتِحِ مُشْبِعًا ۔۔۔ وَفِي عَيْنٍ الْوَجْهَانِ وَالطُّولُ فُضِّلَا

ترجمہ:۔ اور اسی (سکونِ لازم) کی وجہ سے (سورتوں کے) شروع والے حروف (مقطعات) میں مد کر اس حالت میں کہ تو (ان میں کے) مدہ کو دراز کرنے والا ہو (یا ایسا مد کر یا ایسا مد کیا گیا ہے جو دراز کیا ہوا ہے) اور (ان مقطعات میں سے) عین (کی یا) میں (وہی) دو وجوہ (طول و توسط) ہیں اور (ان میں سے) طول افضل قرار دیا گیا ہے۔

۱۷۸
۱۱ ۔ وَفِي نَحْوِ طَهَ الْقَصْرُ إِذْ لَيْسَ سَاكِنٌ ۔۔۔ وَمَا فِي أَلِفْ مِنْ حَرْفِ مَدٍّ فَيُمْطَلَا

ترجمہ:۔ اور طا (اور) ھا جیسے (دو حرفی مقطعات) میں (سب کے لئے) قصر ہے کیونکہ (ان کے بعد کوئی) ساکن نہیں ہے (جو مد کا سبب بنتا) اور (ان میں سے) الف میں (سرے سے) حرفِ مد ہی نہیں تاکہ وہ درازی سے پڑھا جائے۔

شرح:۔ یعنی مدہ کے بعد ساکن کا پایا جانا بھی مد کا سبب ہے پھر اس ساکن کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل: ساکن لازم جو اصل کے لحاظ سے ساکن ہو نہ یہ کہ وقف یا ادغام کی بناء پر ساکن ہو گیا ہو پس جب مدہ کے بعد ساکن لازم آجائے اس میں سب قراء مد کرتے ہیں اور اس کو مد لازم کہتے ہیں اور اس کی چار قسمیں ہیں نمبر۱ مد لازم کلمی مثقل یا مدغم جبکہ مدہ کلمہ میں ہو اور اس کے بعد تشدید بھی ہو جیسے حَآجَّ ۔ دَآبَّةٌ ۔ وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا اس میں پہلا مد سب کی اور دوسرا حمزہ کی قراءۃ پر ہے اور جیسے وَلَا تَّيَمَّمُوا بزی کی روایت پر نمبر۲ مد لازم کلمی مخفف یا مظہر جس میں مدہ کلمہ میں ہو اور اس کے بعد تشدید نہ ہو جیسے آٰلْـٰٔنَ سب کی اور وَمَحْيَآيْ نافع کی قراءۃ پر وَالّٰٓـِٔيْ یا سے ابدال والی قراءۃ پر اور ءَآنْذَرْتَهُمْ اور شَآءَ اَنْشَرَهٗ ورش کی ابدال والی وجہ میں نمبر۳ مد لازم حرفی مثقل یا مدغم جس میں مدہ حرف میں ہو اور اس کے بعد تشدید بھی ہو نمبر۴ مد لازم حرفی مخفف یا مظہر جبکہ مدہ حرف میں ہو اور اس کے بعد تشدید نہ ہو اور مد حرفی کی یہ دونوں قسمیں حروف مقطعات میں پائی جاتی ہیں جو سورتوں کے شروع میں آیا کرتے ہیں اور ان مقطعات کی چار قسمیں ہیں (۱) وہ جس میں تین حرف ہوں اور درمیانی حرف نہ مدہ ہو نہ لین اور ایسا حرف فقط الف ہے چونکہ اس میں کوئی حرفِ مد نہیں ہے اس لئے اس کا مد سے کوئی تعلق نہیں (۲) وہ جس میں دو حرف ہوں اور ایسے پانچ حرف ہیں جو حَیٌّ طَهُرَ میں جمع ہیں ان کے آخر میں الف مدہ تو ہے لیکن اس کے بعد مد کا سبب یعنی ساکن نہیں ہے اس لئے ان میں صرف ایک الفی مد ہوتا ہے جس کو قصر اور مد اصلی و طبعی کہتے ہیں (۳) وہ جن میں تین حرف ہوں اور درمیانی حرف الف یا یا یا واو مدہ ہو اور ایسے حرف سات ہیں جو سَنَقُصُّ لَكُمْ میں جمع ہیں ان میں چونکہ کل (مدہ) اور سبب (سکون) دونوں جمع ہیں اس لئے ان میں سب کے لئے صرف طول ہوتا ہے اور مدہ اول کے پانچ میں الف اور میم میں یا اور نون میں واو ہے (۴) وہ جس میں تین حرف ہوں اور درمیانی حرف لین ہو اور ایسا حرف عین ہے جو مریم اور شوریٰ کے اوّل میں آرہا ہے اس میں ناظم نے طول و توسط دو وجوہ بتائی ہیں اور ان میں سے طول اولیٰ اور اکثر اہل ادا کا مذہب ہے کیونکہ یہ قیاس سے زیادہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موافق ہے اس لئے کہ اکثر جگہ دو ساکنوں میں طول ہی سے جدائی کی جاتی ہے نیز اس سے عین اپنے پاس والے مقطعات (الٓمٓ۔ مٓ۔ سٓ اور قٓ) کے بھی موافق ہو جاتا ہے کیونکہ ان میں طول ہی ہے اور نشر و طیبہ میں عین میں سب کے لئے طول۔ توسط۔ قصر تین وجوہ بتائی ہیں اور طول اولیٰ ہے پھر توسط کا پھر قصر کا درجہ ہے لیکن ازرق کے طریق سے ورش کے لئے عین میں قصر صحیح نہیں کیونکہ اس کے بیان کرنے میں ابن شریح منفرد ہیں اور ھٰذَیْنِ (قصص ع۳) اور اَرِنَا الَّذَیْنِ (فصلت ع۳) ان دو میں ابن کثیر نون کو مشدد پڑھتے ہیں اس لئے ان کی قراءۃ پر ان میں لین کے بعد ساکن لازم موجود ہے اس بناء پر اس میں بھی ناظم و دانی کے قول پر طول و توسط اور صاحب نشر کے قول پر تینوں وجوہ ہیں مگر اولیٰ طول ہی ہے مد لازم کی ان چاروں قسموں میں سب کے لئے دو ساکنوں میں جدائی کرنے کی غرض سے صرف طول ہوتا ہے جس کی مقدار چار یا تین الف کے برابر ہے اور تیزی سے پڑھنے کے وقت دو الفی بھی جائز ہے اس میں قصر کسی کے لئے بھی صحیح نہیں اور نشر کی تحقیق پر لین کا طول مدہ کے طول سے قدرے کم ہوتا ہے۔ **دوم**: ساکن عارض جو اصل کے لحاظ سے تو متحرک ہو لیکن وقف یا ادغام کی بناء پر ساکن کیا گیا ہو (الف) پس جب مدہ کے بعد وقفی یا ادغامی ساکن آجائے جیسے اَلْعٰلَمِیْنَ۝ الدِّیْنِ۝ نَسْتَعِیْنُ۝ لِلنَّاسِ۝ الْاَبْرَارِ۝ رَبَّنَا۝۔ الرَّحِیْمِ مّٰلِكِ یَقُوْلُوْنَ نَّخْشٰی ابو عمرو کی قراءۃ پر تو اس میں سب کے لئے قصر تو ہے ہی کیونکہ یہ تو ادغام و وقف سے پہلے بھی تھا اور اس کے علاوہ دو وجوہ اور ہیں یعنی طول و توسط جو مد کے بارہ میں اصل ہیں کیونکہ مد جس جگہ بھی ہوتا ہے انہیں دو صورتوں میں سے کسی ایک سے ہوتا ہے پس ساکن عارض میں کل تین وجوہ ہو گئیں ۱۔ طول پانچ یا تین الف کے برابر ۲۔ توسط تین الفی یا دو الفی ۳۔ قصر ایک الفی پس اگر آخری حرف پر فتحہ تھا جیسے اَلْعٰلَمِیْنَ اور قَالَ رَبِّ تب تو یہی تین رہیں گی اور اگر کسرہ تھا جیسے الدِّیْنِ۔ الرَّحِیْمِ مّٰلِكِ تو چار ہو جائیں گی۔ طول۔ توسط۔ قصر اسکان کے ساتھ ۴۔ روم قصر کے ساتھ اور اگر مدہ کے بعد والے ساکن پر ضمہ تھا جیسے نَسْتَعِیْنُ اور یَقُوْلُ رَبَّنَا تو سات وجوہ ہوں گی۔ طول۔ توسط۔ قصر اسکان کے ساتھ پھر ۴ تا ۶ یہی تینوں اشمام کے ساتھ پھر ۷۔ روم قصر کے ساتھ لیکن اگر یہ ساکن ہمزہ ہو جیسے شَآءَ سُوْٓءِ سِیْٓءَ یَشَآءُ تو اس مدہ میں تین وجوہ نہ ہوں گی بلکہ سب اپنی اپنی مقدار کے موافق صرف مد کریں گے اور فتحہ میں صرف سکون اور کسرہ میں سکون اور روم اور ضمہ میں سکون اشمام۔ روم ہوں گے۔ (ب) جو واؤ یا فتحہ کے بعد ساکن ہوں ان کو لین کہتے ہیں جیسے اَوْ۔ بَیْ پس اگر واؤ یا لین کے بعد وقفی یا ادغامی ساکن عارض آجائے جیسے وَالصَّیْفِ۔ خَوْفٍ اور اَلْقَوْلُ لَعَلَّهُمْ اور كَیْفَ فَعَلَ تو ان میں بھی سب کے لئے یہی تین وجوہ ہیں لیکن فرق یہ ہے کہ مدہ میں طول اولیٰ ہے پھر توسط پھر قصر اور لین میں اس کا الٹ ہے لیکن دانی اور اکثر محققین کی رائے پر لین عارض میں توسط اولیٰ ہے اور حافظ اصبہانی کی تصریح کے موافق ناظم بھی توسط ہی پڑھایا کرتے تھے اور لین کے بعد ہمزہ ہو خواہ نہ ہو دونوں صورتوں میں یہی تین وجوہ ہیں لیکن ورش کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر لین کے بعد ہمزہ نہ ہو جیسے خَیْرٍ اور اَلْقَوْلَ تب تو وصلاً صرف قصر اور وقفاً تینوں وجوہ ہیں اور اگر واؤ یا لین کے بعد اسی کلمہ میں ہمزہ آرہا ہو جیسے شَیْءٍ سَوْءٍ كَهَیْئَةِ اور سَوْءَةَ تو اس صورت میں واؤ اور یا میں وصل و وقف دونوں حالتوں میں طول پانچ الفی و توسط تین الفی مذکورہ دو وجوہ ہیں قصر قطعاً نہیں لیکن مَوْئِلًا (کہف ع۸) اور اَلْمَوْءٗدَةُ (تکویر) کے واؤ لین میں صرف قصر ہے اور سَوْاٰتِ (اعراف ع۲ و ع۳ وطہٰ ع۷) کے واؤ میں توسط اور قصر ہے طول نہیں اور اس قاعدہ کا ذکر آئندہ اشعار میں آئے گا اور اگر واؤ یا لین کے بعد ہمزہ دوسرے کلمہ میں آرہا ہو جیسے خَلَوْا اِلٰی اور ابْنَیْ اٰدَمَ تو اس صورت میں اپنے قاعدہ کے موافق نقل کرتے ہیں (ج) کے عند سُکُوْنِ الْوَقْفِ وَجْهَانِ میں وَجْهَانِ مبہم ہے جس سے ظاہراً چار چیزیں مراد ہو سکتی ہیں ۱۔ طول و توسط ۲۔ طول و قصر ۳۔ قصر و توسط ۴۔ قصر و مد لیکن سخاوی کی رائے پر ان سے طول و توسط مراد ہیں اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ بعد کے شعر کے وَفِیْ عَیْنٍ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان الوجھان میں بھی اکثر شارحین کی رائے پر وجھان سے طول و توسط ہی مراد ہیں اس صورت میں قصر فصلاً سے سمجھا جائے گا یعنی طول و توسط تو اصل اور مختار ہیں اور قصر بھی جائز ہے گو اولیٰ نہیں اور ابو شامہ کی رائے پر وجھان سے قصر اور مد مراد ہیں اور مد طول سے بھی ہوتا ہے اور توسط سے بھی اس لئے اس صورت میں بھی تینوں وجوہ نکل آئیں گی۔

فائدہ: ۱ (۱) جمہور کی رائے پر مدِ لازم کی چاروں قسموں میں مد کی مقدار یکساں ہے کیونکہ سبب ایک ہے اور وہ سکون ہے اور بعض کے قول پر مدغم میں مظہر سے زیادہ ہے اور بعض عکس کے قائل ہیں (۲) اور اس میں مد اس لئے ہوتا ہے کہ مد حرکت کا قائمقام بن کر دو ساکنوں میں جدائی کردے اور طول کی خصوصیت اس لئے ہے کہ سکون لازم ہے جس میں پوری طرح جدائی کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اس کو مدِ حجز۔ مدِ فصل۔ مدِ عدل بھی کہتے ہیں اور آخری نام اسی لئے ہے کہ یہ حرکت کا قائمقام ہو جاتا ہے (۳) مَا قَبْلَ سَاکِنٍ اپنے اطلاق پر نہیں رہے بلکہ ساکن لازم میں یہ قید بھی ضروری ہے کہ اسی کلمہ کا ہو اور ساکن عارض یا تو اسی کلمہ کا ہو یا دو کلموں کے ملنے کے بعد پیدا ہوا ہو جیسا کہ ابو عمرو ..... کے ادغام کی مثالوں میں گذرا ہے پس اگر ساکن دوسرے کلمہ کا ہو یا دو کلموں کے ملنے سے پہلے ہی پایا جا رہا ہو جیسے اِذَا الشَّمْسُ۔ وَالْمُقِیْمِی الصَّلٰوۃِ۔ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ۔ وَاِذَا الْجِبَالُ۔ فِی الْاَرْضِ۔ قَالُوا الْئٰنَ تو ان دونوں صورتوں میں مد نہیں ہوتا بلکہ سرے سے مدہ ہی حذف ہو جاتا ہے (۴) اگر کسی عارض سے ساکنِ لازم پر حرکت آجائے (یا تو اس لئے کہ اس کے بعد کوئی اور ساکن آجائے جیسے الٓمّٓ اللّٰہُ (آل عمران ۱) میں سب کی اور مِنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ (احزاب ۴) میں بزی و قنبل کی ابدال والی قراءۃ پر یا اس لئے کہ اس ساکن کی طرف ہمزہ کی حرکت نقل کی گئی ہو جیسے الٓئٰن نافع کی اور الٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ (عنکبوت ۱) میں ورش کی اور عَلَی الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ (نور ۴) لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ (احزاب ۶) دونوں ورش کی ابدال والی قراءۃ پر) تو اس سے پہلے مدہ میں دو وجوہ جائز ہیں ۱ طول اصل کے اعتبار سے کہ اصل میں مدہ کے بعد سکون تھا اور یہی اولیٰ ہے اس لئے کہ حرکت عارضی ہے اور قوی یہی ہے کہ عارض کا اعتبار نہ کیا جائے ۲ قصر موجودہ حالت کے لحاظ سے کہ اب ساکن پر حرکت آگئی ہے گو عارضی ہے اور بعض ساکن عارض پر قیاس کرکے اس صورت میں توسط بھی جائز رکھتے ہیں کیونکہ عارض ہونے میں دونوں برابر ہیں پس جس طرح سکونِ عارضی میں تین وجوہ ہیں اسی طرح حرکتِ عارضی کی صورت میں بھی تینوں جائز ہونی چاہئیں لیکن یہ قیاس صحیح نہیں کیونکہ ساکنِ عارضی سے پہلے مدہ میں حرکت کے وقت قصر تھا اور سکون سے قصر کے سبب میں تغیر ہو کر مد آگیا ہے اور مد دو طرح ہوتا ہے طول سے بھی اور توسط سے بھی پس ساکنِ عارض میں تو تینوں وجوہ نکل آئیں قصر اصل کے اعتبار پر کہ اصل میں حرکت تھی اور طول و توسط موجودہ حالت کے لحاظ سے رہا ساکنِ لازم سو اس میں مد اصل ہے اور حرکت کے آنے سے مد کے سبب میں تغیر ہو کر قصر آیا ہے اور قصر ایک ہی طرح یعنی ایک الف کے برابر ہوتا ہے پس اس میں توسط کے لئے کوئی وجہ نہیں نکلتی (اتحاف) (۵) ساکنِ وقفی و ادغامی جائز میں طول عارض کا اعتبار کرلینے کی بناء پر دو ساکنوں میں جدائی کرنے کیلئے ہوتا ہے اور توسط میں جانبین کی رعایت ہے یعنی اجتماع ساکنین کا لحاظ کر کے مد کرتے ہیں اور ساکن کے عارضی ہونے کا خیال کر کے اس کی مقدار کم رکھتے ہیں اور قصر عارض کا اعتبار نہ کرنے کی بناء پر ہے (۶) ساکنِ عارض اشمام کو بھی شامل ہے کیونکہ اس سے سکون میں کوئی فرق نہیں آتا رہا روم سو چونکہ اس میں سکون نہیں رہتا اس لئے مدِ عارضی (طول و توسط) بھی نہیں رہتا اور اگر روم مدہ کے بعد ہمزہ میں ہو تو ظاہر ہے کہ اس میں بدستور مد رہے گا (۷) مدہ کا قصر یہ ہے کہ اس کو ایک الف کے برابر کھینچیں اور لین کا قصر یہ ہے کہ اسے بالکل نہ کھینچیں (۸) ابو الحسن حصری علی بن عبد الغنی سکونِ وقفی میں صرف قصر کے قائل ہیں کیونکہ جب وقف میں اجتماع ساکنین علی غیر حدھما بھی جائز ہے جیسا کہ وَالْعَصْرِ۔ خُسْرٍ۔ الصَّبْرِ میں ہے تو علیٰ حدھما بدرجہ اولیٰ جائز ہونا چاہئے جیسا کہ قَدِیْرٍ۔ خَیْرٍ وغیرہ میں ہے پس دو ساکنوں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نداں کرنے کے لئے مدہ اور لین میں مد کرنے کی حاجت نہیں چنانچہ اپنے اس قصیدہ میں جو نافع کی قراءۃ میں ہے کہتے ہیں ؎

وَاِنْ یَّتَطَرَّفْ عِنْدَ وَقْفِكَ سَاكِنٌ ۔۔۔ فَقِفْ دُوْنَ مَدٍّ ذَاكَ رَأْىٌ بِلَا فَخْرٍ
فَجَمْعُكَ بَيْنَ السَّاكِنَيْنِ يَجُوْزُ اِنْ ۔۔۔ وَقَفْتَ وَهٰذَا مِنْ كَلَامِهِمُ الْحُرِّ

(۹) اُصِّلَا کے ہمزہ میں نافع کی رمز ہونے کا وہم ہوتا ہے لیکن واقع میں نہیں ہے ورنہ یہ مطلب نکلے گا کہ سکونِ لازم میں تو سب کے لئے مد ہے اور سکونِ وقفی کی وجوہ صرف نافع کے لئے ہیں اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

فائدہ: ۲ اگر کئی وقفی مد جمع ہو جائیں تو ان کی سب وجوہ کو ملانے سے بہت سی وجوہ پیدا ہو جاتی ہیں اور ان میں سے صحیح وہ ہیں جن میں تین شرطیں پائی جائیں۔ (۱) اگر سب مد ایک ہی قسم کے ہوں مثلاً مدہ ہی مدہ ہوں جیسے اَلرَّحِیْم۔ اَلرَّحِیْم اَلْعٰلَمِیْن یا لین ہی لین ہوں جیسے وَالصَّیْف۔ اَلْبَیْت۔ خَوْف تو سب کی مقدار برابر رہے یہ نہ ہو کہ ایک میں طول پڑھا جائے اور دوسرے میں توسط اور تیسرے میں قصر پس طول کے ساتھ سب میں طول اور توسط کے ساتھ سب میں توسط اور قصر کے ساتھ سب میں قصر ہونا چاہیئے (۲) اگر مد دو قسم کے ہوں کہ ایک مدہ ہو اور دوسرا لین جیسے قَلِیْل۔ اَلسَّیْر تو ان میں ضعیف (لین) کی مقدار قوی (مدہ) سے نہ بڑھنے پائے ہاں اگر مدہ کی مقدار لین سے زیادہ ہو جائے تو مضائقہ نہیں (۳) اقوال میں خلط نہ ہو مثلاً ایک مدہ میں طول پانچ الفی پڑھکر دوسرے میں وہی طول تین الفی نہ پڑھیں کیونکہ طول کی مقدار ایک قول پر پانچ اور دوسرے پر تین الفی ہے پس جس قول کو پہلی جگہ اختیار کر لیا ہو تلاوت کے آخر تک اسی پر عمل کرنا چاہیئے۔

توضیح:۔ پس اَلرَّحِیْم کے طول کے ساتھ اَلرَّحِیْم میں توسط اور اَلْعٰلَمِیْن میں قصر صحیح نہیں کیونکہ یہ تینوں مدہ ہیں اور اسی طرح وَالصَّیْف کے قصر کے ساتھ اَلْبَیْت میں توسط اور خَوْف میں طول بھی صحیح نہیں کیونکہ یہ تینوں لین ہیں پس جو وجہ ایک میں پڑھی ہو وہی دوسرے اور تیسرے میں پڑھنی چاہیئے اور لین اور مدہ کے جمع ہونے کی صورت میں اگر مدہ پہلے ہو جیسے مُنِیْب وَالطَّیْر (سباع ۲) میں ہے تو مدہ کے طول کے ساتھ تو لین میں تینوں صحیح ہیں اور مدہ کے توسط کے ساتھ لین میں توسط اور قصر۔ اور مدہ کے قصر کے ساتھ لین میں صرف قصر ہوگا اور کل وجوہ چھ ہو جائیں گی اور اگر لین پہلے ہو جیسے اَلسَّیْرَ اٰمِنِیْنَ (سباع ۲) تو اس صورت میں بھی چھ ہوں گی لین کے قصر کے ساتھ مدہ میں تینوں اور لین کے توسط کے ساتھ مدہ میں طول و توسط اور لین کے طول کے ساتھ مدہ میں صرف طول اور عقلاً نو نکلتی ہیں مثلاً مُنِیْب کی تینوں میں سے ہر ایک کے ساتھ وَالطَّیْر کی تین تین اور ایسی عقلی وجوہ کو (جن میں مذکورہ بالا تین شرطوں میں سے کسی شرط کی کمی ہو جائے) ضربی وجوہ کہتے ہیں اور ان کا پڑھنا اولیٰ کے خلاف ہے پس اَلرَّحِیْم۔ اَلرَّحِیْم۔ اَلْعٰلَمِیْن تینوں میں ضربی وجوہ پچھتر ہیں اس طرح پر کہ اَلرَّحِیْم میں پانچ ہیں۔ ۱ طول ۲ توسط ۳ قصر تینوں اسکان کے ساتھ ۴ روم قصر کے ساتھ ۵ وصل اور اَلرَّحِیْم میں بھی یہی پانچ ہیں اور اَلْعٰلَمِیْن میں اسکان کی تین ہیں پس اَلرَّحِیْم کی پانچ کو اَلرَّحِیْم کی پانچ کے ساتھ ملانے سے پچیس ۲۵ ہو جائیں گی اور ان پچیس میں سے ہر ایک کے ساتھ اَلْعٰلَمِیْن کی تین تین پڑھنے سے پچیس ۲۵ تیا پچھتر ۷۵ ہو جائیں گی اور ان میں صحیح ستائیس ۲۷ ہیں ۱ تا ۹ اَلرَّحِیْم کے اسکان کی تینوں میں سے ہر ایک پر اَلرَّحِیْم میں تین تین سکون۔ روم۔ وصل اور سب میں مقدار وہی رہے گی جو اَلرَّحِیْم میں ہوگی البتہ روم اور وصل دونوں قصر کے ساتھ ہوں گے ۱۰ تا ۱۲ اَلرَّحِیْم کے روم پر اَلرَّحِیْم اَلْعٰلَمِیْن میں اسکان کی تینوں یکساں مقدار کے ساتھ ۱۳ تا ۱۵ اَلرَّحِیْم۔ اَلرَّحِیْم دونوں کے روم پر اَلْعٰلَمِیْن کی تینوں ۱۶ تا ۱۸ اَلرَّحِیْم میں روم اور اَلرَّحِیْم میں وصل اور اَلْعٰلَمِیْن میں تینوں پھر وصل اول فصل ثانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثانی میں جو کہ ۱۹ تا ۲۱ اَلرَّحِیْم میں وصل اور اَلرَّحِیْم۔ اَلْعٰلَمِیْنَ میں سکون کی تینوں یکساں مقدار کے ساتھ ۲۲ تا ۲۴ اَلرَّحِیْم کے ساتھ اَلرَّحِیْم میں روم اور اَلْعٰلَمِیْنَ میں تینوں ۲۵ تا ۲۷ پھر وصلِ کل میں اَلْعٰلَمِیْنَ کی تینوں اس تفصیل کے وصل ہی کے ساتھ میں پوری طرح غور کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ صحیح وجوہ نکالنے کا طریقہ خوب سمجھ میں آجائے گا۔ مزید تفصیل درکار ہو تو سراج القراءۃ مصنفہ قاری عبداللہ صاحب تھانوی مرحوم کا مطالعہ کیجئے جو مجموعۂ ضیاء القراءۃ میں چھپی ہے۔

النحو والعربیۃ:۔ ۱۷۶/۹ - دونوں جاروں میں سے جس کو چاہیں مَا کی خبر قرار دے سکتے ہیں۔ ۱۷۷/۱۰ ۱ مُدَّ کی دال بر روایۃ فتحہ ہے ۲ فَوَاتِح۔ فَاتِحَۃ کی جمع ہے یعنی وہ چیز جس سے ابتداء کی جائے ۳ مین میں اعراب اور تنوین ضرورت کی بناء پر ہے۔ ۴ اَلْوَجْھَانِ سے وہی دو وجوہ مراد ہیں جو پہلے شعر میں مذکور ہیں کیونکہ نکرہ کے بعد وہی اسم معرفہ ہو کر آیا ہے جیسے فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ (مزمل ع۱) کی طرح ہے اسی لئے سخاوی نے ثانی کیطرح اوّل میں بھی توسط طول ہی مراد لیا ہے ۵ وَالطُّوْلُ نُقْدِمُہٗ کبریٰ ہے اور ثرف نقلا صغریٰ ہے۔ ۱۷۸/۱۱ ۱ لَیْسَ کی خبر مقدر ہے اَیْ بَعْدَ اَلِفِھَا ۲ یُمْطَلَا مَطَلْتُ الْحَدِیْدَۃَ سے ہے یہ اس وقت بولتے ہیں جب لوہے کو آگ میں گرم کرنے کے بعد اس کو ہتھوڑے سے پیٹتے ہیں تاکہ دراز ہو جائے یا مَطْلٌ بِالدَّیْنِ سے ہے کیونکہ قرض کے ادا کرنے میں تاخیر ہونے سے بھی مدت میں درازی ہو جاتی ہے۔

مدِ حروفِ لین

۱۷۹/۱۲ - وَاِنْ تَسْکُنِ الْیَا بَیْنَ فَتْحٍ وَّھَمْزَۃٍ بِکِلْمَۃٍ اَوْ وَّاوٌ فَوَجْھَانِ جُمِّلَا

ترجمہ:۔ اور اگر یا یا واو (ایسے) فتحہ اور (ایسے) ہمزہ کے درمیان ساکن ہوں جو دونوں ایک کلمہ میں ہوں (یعنی واو یا لین کے بعد اسی کلمہ میں ہمزہ آجائے) تو (اس یا اور واو میں ورش کے لئے) ایسی دو وجوہ ہیں جو (مد کے ذریعہ) خوبصورت بنا دی گئی ہیں۔

۱۸۰/۱۳ - بِطُوْلٍ وَّقَصْرٍ وَّصْلُ وَرْشٍ وَّوَقْفُہٗ وَعِنْدَ سُکُوْنِ الْوَقْفِ لِلْکُلِّ اُعْمِلَا

ترجمہ:۔ (یعنی اس واو اور یا لین میں) ورش کا وصل اور ان کا وقف (دونوں) طول اور قصر (مد میں کمی کرنے یعنی توسط) کے ساتھ ہیں (پس واو اور یا لین کے بعد اسی کلمہ میں ہمزہ آجائے تو ان میں ورش کے لئے وصل و وقف دونوں حالتوں میں طول و توسط دو وجوہ ہیں) اور وقف کے سکون میں یہی دونوں (وجوہ) سب کے لئے استعمال کی گئی ہیں (یعنی اگر لین کے بعد والے حرف پر سکون یا اشمام سے وقف کر دیں تو اس واو یا لین میں سب کے لئے طول اور توسط ہے)

۱۸۱/۱۴ - وَعَنْھُمْ سُقُوْطُ الْمَدِّ فِیْہِ وَوَرْشُھُمْ یُوَافِقُھُمْ فِیْ حَیْثُ لَا ھَمْزَ مُدْخَلَا

ترجمہ:۔ اور ان (قراء) سے اسی (وقفی سکون) میں (لین میں) مد کا ساقط ہونا (بالکل نہ کھینچنا) بھی (منقول) ہے (پس تینوں وجوہ نکل آئیں) اور ان میں سے ورش جو ہیں وہ (لین کے قصر میں) اس جگہ میں ان (قراء) کی موافقت کرتے ہیں جس میں ایسا ہمزہ نہ ہو جو (کلمہ کے اصلی حروف میں) داخل (وشامل) کیا گیا ہو (یعنی اگر واو۔ یا لین کے بعد ہمزہ نہ ہو جیسے خَوْف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خَیْرٌ تب تو باقین کی طرح ورش کے لئے بھی تینوں وجوہ ہیں اور اگر لین کے بعد اسی کلمہ میں ہمزہ ہو جیسے شَیْءٌ سَوْءٍ تو ورش کے لئے تو دونوں حالتوں میں طول و توسط دو وجوہ ہیں قصر بالکل نہیں اور باقین کے لئے وصلاً صرف قصر اور وقفاً تینوں وجوہ ہیں)

۱۸۲/۱۵ - وَفِي وَاوِ سَوْآتٍ خِلَافٌ لِوَرْشِهِمْ ۔ وَعَنْ كُلٍّ الْمَوْءُدَةُ اقْصُرْ وَمَوْئِلًا

ترجمہ :- اور سَوْآتٍ (اعراف ۲ دع وطٰہٰ ۱ ع) کے واو (لین) میں ان میں کے ورش کے لئے خلاف ہے (یعنی اس میں توسط اور قصر ہے طول کسی سے بھی نہیں) اور اَلْمَوْءُدَةُ (تکویر) اور مَوْئِلًا (کہف ۸ ع کے واو لین) کو (ورش کے سب ناقلین) سے قصر کے ساتھ پڑھ (اور طول و توسط نہ کر)

شرح :- واو - یا لین کے بعد اسی کلمہ میں ہمزہ آجائے جیسے سَوْءَةَ سَوْءٍ كَهَيْئَةِ - شَيْءٌ تو اس واو اور یا میں ورش کے لئے وصل و وقف دونوں حالتوں میں دو وجوہ ہیں ۱ طول پانچ الفی تا کہ لین اور ہمزہ میں پوری طرح جدائی ہو جائے ۲ توسط تین الفی کیونکہ جدائی کے لئے اتنی مقدار بھی کافی ہے اور اگر لین کے بعد ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو جیسے خَلَوْا إِلَى - اِبْنَيْ اٰدَمَ تو اس صورت میں اپنے قاعدہ کے موافق نقل کرتے ہیں - اور اس صورت میں لین میں طول و توسط کا نہ ہونا ظاہر ہے - اور اگر واو یا لین کے بعد والا حرف وقف یا ادغام کی بناء پر ساکن ہو جائے عام ہے کہ وہ حرف ہمزہ ہو جیسے شَيْءٌ سَوْءٍ یا کوئی اور حرف ہو جیسے مَيْتٍ خَوْفٍ اور بِالْخَيْرِ لَتَقْضِي - لِقَوْلِ رَسُولٍ تو اس صورت میں ورش کے سوا سب کے لئے تین وجوہ ہیں ۱ قصر اس لئے کہ سکون بھی عارضی ہے اور واو یا سے پہلے حرف کی حرکت بھی موافق نہیں ہے ۲ توسط ۳ طول دو ساکنوں میں جدائی کرنے کے لئے اور اگر اشمام سے وقف کریں تب بھی یہی حکم ہے ہاں روم کی صورت میں صرف قصر ہوگا - رہے ورش سو جن کلمات میں لین کے بعد ہمزہ نہ ہو ان میں تو ان کے لئے بھی اوروں کی طرح تین وجوہ ہیں اور جن کلمات میں لین کے بعد ہمزہ ہو ان میں وصل و وقف دونوں حالتوں میں طول و توسط دو وجوہ ہیں قصر بالکل نہیں جیسا کہ اوپر بھی تین جگہ ذکر آچکا ہے لیکن سَوْآتِهِمَا اور سَوْآتِهِمَا اور سَوْآتِكُمْ جو (اعراف ۲ ع دع میں چار اور طٰہٰ ۱ ع میں ایک) پانچ جگہ آیا ہے اس کے واو میں ناقلین کا خلاف ہے اور حق یہ ہے کہ یہ خلاف قصر و توسط میں ہے کیونکہ جو حضرات لین میں طول روایت کرتے ہیں وہ سب سَوْآتِ کے واو کے مستثنیٰ کرنے پر متفق ہیں اور جو اس کے واو میں توسط نقل کرتے ہیں وہ بدل میں بھی صرف توسط بتاتے ہیں پس سَوْآتِ میں کل چار وجوہ ہوں گی ۱ تا ۳ واو کے قصر پر آتِ کے الف کی تینوں ۴ واو کے توسط پر آتِ کے الف میں بھی صرف توسط - اور اگر پہلے بدل ہو پھر لین جیسے اعراف ۲ ع میں آدَمَ کے بعد سَوْآتِ ہے تو اس صورت میں بھی چار وجوہ ہوں گی یعنی ۱ اور ۲ آدَمَ اور آتِ کے قصر و طول پر تو سَوْ میں صرف قصر ۳ و ۴ اور آدَمَ اور آتِ کے توسط پر سَوْ میں قصر و توسط اور اَلْمَوْءُدَةُ (تکویر) اور مَوْئِلًا (کہف ۸ ع) ان دونوں کے واو لین میں تمام ناقلین کے قول پر صرف قصر ہے ان میں طول و توسط کسی نے بھی نقل نہیں کیا اس بناء پر کہ یہ دونوں وَأَدَ اور وَأَلَ سے بنے ہیں - پس ان میں واو کا سکون عارضی ہے -

تنبیہ اوّل :- جعبری نے سَوْآت (اعراف وطٰہٰ) میں نو وجوہ بتائی ہیں اس طرح پر کہ سَوْ میں بھی تین ہیں طول و توسط عام قاعدہ کی اور قصر استثناء کی بناء پر اور آتِ میں بھی بدل کی تین ہیں پس اول کی تینوں میں سے ہر ایک پر ثانی میں تین تین بڑھنے سے کل نو ہو جائیں گی - لیکن حق وہی ہے جو شرح میں درج ہوا کہ اس میں کل چار وجوہ ہیں چنانچہ محقق فرماتے ہیں ؎

ؒ اور اکثر محققین کے یہاں مدلین میں توسط اولیٰ ہے ۱۲ منہ -

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَسَوْآتِ قَصْرُ الْوَاوِ وَالْهَمْزَ ثَلِّثَنْ ۔ وَوَسِّطْهُمَا فَالْكُلُّ اَرْبَعَةٌ فَادْرِ

یعنی سَوْآتِ میں واو کے قصر کے ساتھ ہمزہ میں تینوں ہیں پھر دونوں کا توسط ہے۔ پس کل چار ہو گئیں۔

تنبیہ دوم:۔ لین میں توسط روایت کرنے والے بدل میں تینوں وجوہ بتاتے ہیں اور لین میں طول نقل کرنے والے بدل میں صرف طول روایت کرتے ہیں پس لین و بدل کے جمع ہونے کی صورت میں کل چار وجوہ صحیح ہیں اگر پہلے بدل ہو پھر لین جیسے اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا (بقرہ ع) تو بدل کے قصر و توسط پر تو لین میں صرف توسط ہوگا اور بدل کے طول پر لین میں توسط اور طول دونوں ہوں گے اور اگر لین پہلے ہو پھر بدل جیسے شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ (احقاف ع) تو لین کے توسط پر بدل میں تینوں ہوں گی اور لین کے طول پر بدل میں بھی صرف طول ہوگا اور یائی (امالہ) بدل اور یائی لین بدل کے جمع ہونے کی صورت میں جو وجوہ پیدا ہوتی ہیں ان کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ باب الفتح والامالہ ۲۴ و ۲۵ کی شرح میں آئے گی۔

فائدہ:۔ (۱) شَيْءٍ سُوْءٍ وغیرہ میں جو ورش کے لئے مد ہے وہ مد متصل کے قبیل سے ہے گو اس میں ہمزہ لین کے بعد ہے اور اُولٰٓئِكَ وغیرہ کا مد سب کی قراءۃ پر متصل ہے پس ان کا مد لازم کِلمی کے مد کی طرح ہے کیونکہ محل مد دونوں میں مدہ ہے گو سبب مد اول میں ہمزہ اور ثانی میں سکون ہے اور شَيْءٍ سُوْءٍ وغیرہ میں ورش کا مد عَيْنٍ اور حَمْعَسقٓ کے مد کی طرح ہے کیونکہ محل مد دونوں میں لین ہے اور سبب اول قسم میں ہمزہ اور ثانی میں سکون ہے۔ (۲) چونکہ متصل اور منفصل لین۔ بدل چاروں میں مد کا سبب ہمزہ ہے اس لئے اولیٰ یہ تھا کہ ان چاروں کو اسی ترتیب سے بیان کرتے پھر مد لازم کو لاتے اور اس کو مدغم و مظہر کی طرف تقسیم کرتے اور وہ صورت بھی بتاتے جس میں مدہ حذف ہو جاتا ہے نیز یہ کہ مد لازم مقطعات میں بھی ہوتا ہے اور غیر مقطعات میں بھی اور مابین میں ہوتا ہے پھر وقفی مد کو بیان کرتے لیکن چونکہ مد لازم۔ وقفی لین یہ تینوں تیسیر میں نہیں تھے اس لئے پہلے تیسیر کے مضمون کو نظم کیا پھر ان کو بیان کیا (۳) جَمِّلًا کے جیم کو رمز بھی بنا سکتے ہیں پس اس کے بعد جو ورش آرہا ہے وہ اور جیم تکرار رمز کے قبیل سے ہو جائیں گے (۴) ورش کے لئے لین میں طول اس لئے ہے کہ ہمزہ کے متصل ہونے کی بناء پر یہ مد متصل کے حکم میں ہے اور توسط اس لئے ہے کہ لین کا مرتبہ مدہ سے کم ہے اور حصری کا عمل صرف طول پر ہے چنانچہ کہتے ہیں ؎

وَفِيْ مَدِّ عَيْنٍ ثُمَّ شَيْءٍ وَّسَوْءَةٍ ۔ خِلَافٌ جَرٰى بَيْنَ الْاَئِمَّةِ فِيْ مِصْرِ

فَقَالَ اُنَاسٌ مَدُّهٗ مُتَوَسِّطٌ ۔ وَقَالَ اُنَاسٌ مُفْرِطٌ وَّبِهٖ اَقْرِيْ

سوال:۔ بِطُوْلٍ وَّقَصْرٍ میں قصر سے توسط کس بناء پر مراد لیا ہے حالانکہ قصر تمام جگہ ترک مد کے معنیٰ میں آیا ہے اور لفظ قصر سے ذہن بھی اسی معنیٰ کی طرف منتقل ہوتا ہے پس بِطُوْلٍ وَّقَصْرٍ کے معنیٰ یہ ہونے چاہئیں تھے کہ لین میں ورش کے لئے دو وجوہ ہیں ۱۔ طویل مد ۲۔ بالکل مد نہ کرنا۔ جواب:۔ چونکہ توسط اس مقدار کا نام ہے جو مد طویل اور ترک مد کے درمیان ہوتی ہے اور لین جب مد کے قصر والی مقدار پر پہنچ جاتا ہے تو یہ بھی مقدار میں اپنے ترک مد اور مد طویل کے درمیان ہو جاتا ہے اس لئے اس کے توسط کو قصر سے تعبیر کر دیا۔ پس یہاں قصر سے مدہ والا قصر مراد ہے جو ایک الفی مد کے معنیٰ میں ہے لین والا قصر مراد نہیں جو بالکل مد نہ کرنے کے معنیٰ میں ہے۔ جس کو شعر ۱۲۲ میں سُقُوْطُ الْمَدِّ سے تعبیر کیا ہے محقق قرینہ ہے اس پر کہ یہاں قصر سے توسط مراد ہے ورنہ ورش اور دیگر قراء میں کوئی امتیاز نہیں رہے گا۔ اور یہی مد کے قصر والی مقدار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان حضرات کے قول کے اعتبار سے توسط کے قریب ہو جاتی ہے جو متصل اور منفصل میں ورشؒ کا طول تین الفی بتاتے ہیں اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سبب کے وجود سے پہلے لین میں طبعی مد بالکل نہیں ہوتا اسی لئے حروفِ صحیحہ کی طرح لین کا بعد کے واو اور یا میں ادغام کیا جاتا ہے جیسے عَصَوْا وَّكَانُوْا اور اِخْشَيْ يَّا هِنْدُ اور مدہ میں سبب سے پہلے بھی طبعی مد ہوتا ہے اسی لئے اس کا ادغام نہیں ہوتا تاکہ اس کی مدیت فوت نہ ہو جائے پس اس مقدار پر قصر بمعنی منع صادق آتا ہے یعنی ایک الفی مد پر زیادتی نہ کی جائے اور لین میں چونکہ مد بالکل نہیں ہوتا اس لئے اس پر قصر بمعنی منع صادق نہیں آتا۔ پس لین کا قصر یہ ہے کہ اس میں تھوڑا سا مد کیا جائے جس سے وہ مدہ کے قصر کی مقدار تک پہونچ جائے۔ پس چونکہ لین کے توسط کی مقدار تقریباً مدہ کے قصر کے برابر تھی اس لئے اس کے توسط کو قصر سے تعبیر کر دیا (ابراز) (۵) ورشؒ نے جو لین میں مد کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب حروفِ لین پر مدہ کے احکام جاری کرتے ہیں۔ چنانچہ ۱۔ لین کے بعد والے حرف کا ادغام کرتے ہیں جیسے ثَوْبُ بَّكْرٍ دُوَيْبَةٌ ۲۔ واو یا لین اپنے مقارب میں مدغم نہیں ہوتے ۳۔ مدہ کی طرح دونوں لین بھی شعر میں ردیف واقع ہوتے ہیں ۴۔ جو حضرات بَكْرٍ۔ نَصْرٍ وغیرہ میں موقوف علیہ کی حرکت اس کے ماقبل کی طرف نقل کرتے ہیں وہ بھی زَيْد۔ عَوْن جیسی مثالوں میں لین کی طرف نقل نہیں کرتے (۶) جس طرح مدہ میں پہلے ہمزہ کو بیان کیا تھا پھر سکون کو اسی طرح لین میں کیا ہے (۷) سَوْاٰتِ کے واو میں توسط کی وجہ تو ظاہر ہے اور قصر کی دو وجوہ ہیں ۱۔ یہ واو اصل کے لحاظ سے مفتوح تھا پھر تخفیفاً ساکن ہو گیا اس بناء پر کہ فَعْلَةٌ کی جمع فَعَلَاتٌ عین کے فتحہ سے آتی ہے تَمَرَاتٌ اور جَفَنَاتٌ کی طرح ۲۔ اس میں دو مد لین اور بدل جمع تھے اور دونوں ضعیف تھے اور اسی لئے ان میں خلاف ہے اس لئے ایک مد کو کم کر دیا اور جَآءُوْ اور النَّبِيّٖنَ میں بھی دو مد جمع ہیں لیکن ان میں سے پہلا قوی اور متفق علیہ ہے۔ **سوال:** اگر بدل کا ہمزہ ساکن کے بعد ہو تو ورشؒ مد نہیں کرتے پھر سَوْاٰتِ میں بدل کہاں ہے۔ **جواب:** مدِ بدل ساکن صحیح کے بعد منع ہے نہ کہ حرفِ علت ساکن کے بعد بھی نیز یہ واو اصل میں مفتوح تھا جیسا کہ ابھی بحث میں گذرا پس یہی فتحہ واو کے قصر اور اٰتِ کے بدل میں مد کی علت بن گیا۔ پس علت ایک ہے اور حکم دو ہیں اسی لئے حصری نے اس کے بارہ میں یہ چیستاں کہی ہے۔

سَأَلْتُكُمْ يَا مُقْرِئِي الْغَرْبِ كُلِّهِ ۔۔۔ وَمَا مِنْ سُؤَالِ الْحَبْرِ عَنْ عِلْمِهِ بُدُّ

[اے پورے ملکِ مغرب کے معلمین میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں اور عالم سے علمی باتوں کا سوال ہوا ہی کرتا ہے۔]

بِحَرْفَيْنِ مُدَّا ذَا وَمَا الْمَدُّ أَصْلُهُ ۔۔۔ وَذَا لَمْ يَمُدُّوهُ وَمِنْ أَصْلِهِ الْمَدُّ

[یعنی دو حرف ہیں جن میں سے اس ایک میں ناقلین نے مد کیا ہے حالانکہ اس میں اصل کے لحاظ سے مد نہ ہونا چاہئے تھا (اس سے مراد سَوْاٰتِ کا مدِ بدل ہے کیونکہ اس کا ہمزہ ساکن کے بعد ہے) اور اس دوسرے حرف میں مد نہیں کیا حالانکہ اس میں اصل کے اعتبار سے مد ہونا چاہئے تھا اس سے مراد سَوْاٰتِ کا واو لین ہے جس کے بعد اسی کلمہ میں ہمزہ آرہا ہے اور جواب اوپر گذر چکا ہے)]

وَقَدْ جُمِعَا فِي كِلْمَةٍ مُسْتَبِينَةٍ ۔۔۔ عَلَى بَعْضِكُمْ تَخْفَى وَمِنْ بَعْضِكُمْ تَبْدُو

[اور وہ دونوں مد ایک ظاہر اور (مشہور) کلمہ میں جمع ہیں جو تم میں سے بعض سے پوشیدہ ہے اور بعض پر ظاہر ہے]

اور ناظم رحمہ اللہ نے اس چیستاں کو اپنے ان اشعار میں حل کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَجِبْتُ لِأَهْلِ الْقَيْرَوَانِ وَمَاجَنَوْا × لَدَى قَصْرِ سَوْاٰتٍ وَّفِیْ هَمْزِهَا مَدُّوْا

[مجھے اہلِ قیروان اور ان کے اہتمام پر تعجب ہے کہ وہ ورش کے لئے سَوْاٰتٍ کے واؤ میں قصر اور ہمزہ میں مد بدل کرتے ہیں]

بِوَرْشٍ وَّمَدُّ اللِّيْنِ لِلْهَمْزِ اَصْلُهٗ × سِوٰى مَشْرَعِ الثُّنْيَا اِذَا عَذُبَ الْوِرْدُ

[حالانکہ ورش کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ ہمزہ کے سبب سے لین میں مد کیا کرتے ہیں، سوائے استثناء کے موقع اَلْمَوْءٗدَةُ اور مَوْئِلًا کے کہ ان کے واؤ میں قصر ہی کرتے ہیں عجب کہ اس استثناء کی توجیہ کا گھاٹ شیریں ہو گیا ہے یعنی اس کی توجیہ نہایت عمدہ ہے جو ابھی مٹر میں آئے گی]

وَمَا بَعْدَ هَمْزٍ حَرْفُ مَدٍّ يُمَدُّهٗ × سِوٰى مَا سُكُوْنٌ قَبْلَهٗ مَالَهٗ مَدٌّ

[اور مد بدل میں ہر جگہ مد کیا کرتے ہیں ہاں اگر بدل کے ہمزہ سے پہلے سکون ہو تو اس مد میں مد نہیں کرتے۔]

وَفِیْ هَمْزِ سَوْاٰتٍ يُمَدُّ وَقَبْلَهٗ × سُكُوْنٌ بِلَا مَدٍّ فَمِنْ اَيْنَ ذَا الْمَدُّ

[اور اس پر بھی سَوْاٰتٍ کے ہمزہ میں مد بدل کرتے ہیں حالانکہ اس سے پہلے سکون ہے اور وہ ساکن مدہ بھی نہیں ہے پھر اس میں مد بدل کہاں سے آیا ہے اور کس بناء پر ہے]

يَقُوْلُوْنَ عَيْنُ الْجَمْعِ فَرْعٌ سُكُوْنُهَا × فَذُو الْقَصْرِ بِالتَّحْرِيْكِ الْاَصْلِيِّ يَعْتَدُّ

[وہ حضرات اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس جمع کے عین کلمہ (واؤ) میں اصل فتحہ ہے اور سکون فرعی ہے اور عارضی ہے پس اس واؤ میں قصر کرنے والے اس کی اس حرکت اصلی کا اعتبار کرتے ہیں]

وَيُوْجِبُ مَدَّ الْهَمْزِ هٰذَا بِعَيْنِهٖ × لِاَنَّ الَّذِیْ بَعْدَ الْمُحَرَّكِ مُمْتَدُّ

[اور یہی تحریکِ اصلی واؤ کا فتحہ ہمزہ کے مد بدل کی بھی علت بن جاتی ہے کیونکہ حرکت کے بعد والے ہمزہ میں مد بدل ہوا ہی کرتا ہے۔]

وَلَوْلَا لُزُوْمُ الْوَاوِ قَلْبًا تَحَرَّكَتْ × بِجَمْعٍ بِفَعَلَاتٍ فِی الْاَسْمَا لَهٗ عَقْدٌ

[اور اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ حرکت کے باعث واؤ لزوماً الف سے بدل جائے گا تو وزن فَعَلَاتٍ کی جمع میں اس واؤ کو حرکت دیدی جاتی چنانچہ اسماء میں یہی دستور جاری ہے کہ فَعْلَةٌ کی جمع فَعَلَاتٌ آتی ہے]

وَتَحْرِيْكُهَا وَالْيَا هُذَيْلٌ وَّاِنْ فَشَا × فَلَيْسَ لَهٗ فِيْمَا رَوٰى قَارِئٌ عَدٌّ

[اور اس وزن کی جمع میں واؤ اور یا کو حرکت دینا اگرچہ ہذیل کا مشہور لغت ہے لیکن قراء کی روایات میں اس کا کوئی شمار اور اعتبار نہیں]

وَلِلْحُصْرِیْ نَظْمُ السُّؤَالِ بِهَا وَكَمْ × عَلَيْهِ اعْتِرَاضٌ حِيْنَ زَايَلَهُ الْجِدُّ

وَمَنْ يَّبْتَغِیْ وَجْهَ اللّٰهِ بِالْعِلْمِ فَلْيُعِنْ × عَلَيْهِ وَاِنْ عَنّٰى بِهٖ خَانَهُ الْجَدُّ

(ابراز المعانی حاشیہ صفحہ ۹۲) ۵

آخر کے دو شعر حل نہیں ہو سکے امید ہے کہ ارباب علم ان کے حل کی طرف توجہ مبذول فرمائیں گے (۸) سَوْاٰتٍ کے ساتھ ضمیر نہیں لائے تاکہ پانچوں کو شامل ہو جائے (۹) سَوْاٰتٍ کے واؤ میں قصر کے ساتھ

ہے اور حصری نے سَوْاٰت کے بارے میں منظوم سوال کیا ہے اور اس پر بہت سے اعتراض ہیں لیکن کوشش و تحقیق سے وہ سب کافور ہو جاتے ہیں اور جو شخص علم کے ذریعہ رضاء مولیٰ کا طالب ہو اسے چاہیئے کہ علم پر دوسروں کی اعانت کرے۔ اور اگر بلا وجہ کسی کو دشوار علمی بات کی تکلیف دیگا تو نصیبہ اور علمی قابلیت اس سے غداری کرے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

توسط بھی ہے اور اَلْمَوْءُدَةُ کے واو لین میں صرف قصر ہے کیونکہ اس میں ثقل زیادہ تھا اس بناء پر کہ دونوں مدّ واو میں تھے اور ہمزہ پر ضمہ تھا اس لئے لین کے مد کو ترک کر دیا اور مَوْئِلًا میں قصر اس لئے ہے کہ اپنے پاس والے راس آیت مَوْعِدًا کا ہم شکل ہو جائے۔

النحو والعربیہ:- ۱۸۰/۱۴ اُعْمِلَا اُسْتُعْمِلَا کے معنی میں ہے۔ چنانچہ نابغہ شیبانی کہتا ہے۔

اِمْدَحِ الْكَأْسَ وَمَنْ اَعْمَلَهَا ※ وَاهْجُ قَوْمًا قَتَلُوْنَا بِالْعَطَشْ

۱۸۱/۱۴ - مُدْخَلَا هَمْزٍ کی صفت ہے جو لائے نفی جنس کا اسم ہے اور جب لائے جنسیہ کا اسم نکرہ مفرد ہو تو اس کی صفت میں بناء اور اعراب دونوں جائز ہیں بناء کی صورت میں مُدْخَلَا کا الف اطلاقیہ ہوگا اور معرب ہونے کی تقدیر پر الف تنوین سے بدلا ہوا ہوگا۔ ۱۸۲/۱۵ وَعَنْ كُلٍّ کا تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ اَیْ وَعَنْ كُلِّ الْقُرَّاءِ۔

بَابُ الْهَمْزَتَيْنِ مِنْ كَلِمَةٍ

اسمیں انیس [19] شعر ہیں

ساتواں باب ان دو ہمزوں کے احکام کے بیان میں جو ایک کلمہ میں جمع ہو رہے ہوں

شرح:- عا چونکہ بقرہ میں بِمَآ اُنْزِلَ کے بعد ءَاَنْذَرْتَهُمْ ہے اور اس میں دو ہمزہ جمع ہیں اس لئے اس باب کو باب المد والقصر کے بعد لائے ہیں اور یہاں سے لیکر مسلسل پانچ بابوں تک ہمزہ ہی کے احکام بیان کئے ہیں۔ پہلے ایک کلمہ کے پھر دو کلموں کے دو دو ہمزوں کے پھر تین بابوں میں ایک ہمزہ کے احکام ہیں۔ عا ہمزہ میں تحقیق اصل ہے اور تخفیف اہل حجاز کا لغت ہے جو تسہیل وابدال۔ حذف ونقل سے ہوتی ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ ہمزہ ثقیل ترین حرف ہے۔ اس لئے تخفیف سے سہولت پیدا کرتے ہیں اور قرآت میں بھی ان کے لغت کی رعایت رکھی گئی ہے اور اسی لئے ہمزہ کو اس کی تخفیفی صورت کے موافق کسی جگہ الف کی کہیں یا کی کہیں واو کی صورت میں لکھتے تھے اور حذف کے موقعوں پر قطعاً نہیں لکھتے تھے اور ہمزہ کی اس رسم کی مزید توضیح گیارہویں باب میں آئیگی انشاءاللہ تعالیٰ عا قراء کے نزدیک کلمہ وہ ہے جس کو وقف کے ذریعہ مابعد سے جدا کر سکیں اور اہل صرف ونحو کی اصطلاح میں وہ ہے جو جدا معنی ظاہر کرے اسی لئے ءَاَنْذَرْتَهُمْ قراء کے یہاں ایک کلمہ ہے اور اہل عربیت کے قول پر تین ہیں۔ عا اس باب کو آسانی سے سمجھنے کے لئے ان الفاظ کے معانی کا ذہن نشین کر لینا نہایت ضروری ہے تحقیق ہمزہ کو سختی سے اور تسہیل ہمزہ کو نرمی سے پڑھنا ادخال دو ہمزوں کے درمیان ایک الف زیادہ کر دینا جیسے ءَاَلِدُ سے ءَآاَلِدُ ابدال۔ ہمزہ کو کسی حرفِ علت سے بدل دینا جیسے ءَاَنْذَرْتَهُمْ سے آنْذَرْتَهُمْ حذف دو ہمزوں میں سے ایک کم کر کے کلمہ کو ایک ہمزہ سے پڑھنا جیسے ءَاٰمَنْتُمْ سے اٰمَنْتُمْ اور ءَاِذَا سے اِذَا عا ایک کلمہ میں جمع ہونے والے ہمزوں کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل یہ کہ پہلے پر تینوں میں سے کوئی سی حرکت ہو اور دوسرا ساکن ہو اس صورت میں دوسرا بالاتفاق اور وجوبی طور پر فتحہ کے بعد الف سے اور کسرہ کے بعد یا سے اور ضمہ کے بعد واو سے بدل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے جیسے اٰمَنَ - اِیْمَانًا اُوْتِیَ اور ناظم رحؒ نے اس قسم کو ہمز المفرد ۲؎ میں بیان کیا ہے لیکن چونکہ یہ باب ایک کلمہ کے دو ہمزوں کا ہے اور ہمز المفرد والا ایک ہمزہ کا ہے اس لئے مناسب یہ تھا کہ اس قسم کو اسی باب میں بیان کرتے۔ دوم ۲ یہ کہ دونوں ہمزوں پر حرکت ہو پھر ان کی دو قسمیں ہیں (الف) دونوں قطعی ہوں ان میں سے پہلے پر ہمیشہ فتحہ ہوتا ہے اور یہ اَئِمَّۃً میں تو جمع کے لئے ہے اور باقی تمام کلمات میں استفہام (سوال) کے لئے ہوتا ہے۔ اور دوسرے پر تینوں حرکتیں آتی ہیں پس دو قطعی ہمزوں کی تین قسمیں ہو گئیں۔ (۱) دونوں پر فتحہ ہو جیسے ءَاَنْتُمْ (۲) پہلے پر فتحہ ہو اور دوسرے پر کسرہ جیسے ءَاِنَّکَ (۲) پہلے پر فتحہ ہو اور دوسرے پر ضمہ جیسے ءَاُنْزِلَ پھر ان تینوں کی دو دو قسمیں ہیں ۱؎ وہ جس کو سب نے استفہام (دو ہمزوں) سے پڑھا ہے جیسے ءَاَنْتَ ۲؎ وہ جس کو بعض نے استفہام سے اور بعض نے اخبار (ایک ہمزہ) سے پڑھا ہے جیسے ءَاٰمَنْتُمْ اور اٰمَنْتُمْ اور کلمہ دو ہمزوں والی قراءۃ پر استفہام کے لئے اور ایک ہمزہ والی پر اخبار کے لئے ہوتا ہے لیکن اَشَہِدُوْا (زخرف ع۲) میں دونوں قراءتوں پر استفہام ہی کے لئے ہے پس دو قطعی ہمزوں کی چھ قسمیں ہو گئیں اور ان کی پوری تفصیل اسی باب کے شعر ۱۳ میں آئے گی۔ ان چھ میں ذیل کے اختلافات ہوتے ہیں۔ ۱؎ پہلے ہمزہ میں حذف و اثبات کا ۲؎ دونوں ہمزوں کے درمیان ادخال اور اس کے ترک کا ۳؎ دوسرے ہمزہ میں تحقیق و تسہیل ابدال۔ حذف و اثبات کا چنانچہ اس باب کے شعر ۱ میں تسہیل کو اور ۲ میں ابدال کو بیان کیا ہے اور ۲ تا ۹ میں وہ پانچ کلمہ مذکور ہیں جن میں بعض نے ایک اور بعض نے دو ہمزہ پڑھے ہیں اور بعض تحقیق والوں نے بھی دوسرے ہمزہ کی تسہیل کی ہے اور ۱۳ میں دو قطعی ہمزوں کی قسمیں بتائی ہیں اور ۱۴ تا ۱۹ میں ادخال کا مسئلہ بیان کیا ہے لیکن ءَاٰمَنْتُمْ (اعراف ع۱۴ و طٰہٰ و شعراء ع۳) اور ءَاٰلِھَتُنَا (زخرف ع۶) میں ادخال و ابدال کسی کے لئے بھی نہیں ہے بلکہ ان دونوں میں دوسرے ہمزہ کی بعض کے لئے تحقیق اور بعض کے لئے تسہیل ہے اور دونوں بلا ادخال ہیں پس ان میں دوسرے ہمزہ کا ابدال بتلانے والے غلطی پر ہیں (ب) دو متحرک والے ہمزوں میں سے پہلا استفہامی اور قطعی اور دوسرا وصلی ہو اس قسم میں بھی پہلے پر صرف فتحہ ہوتا ہے اور دوسرے پر فتحہ بھی آتا ہے اور کسرہ بھی۔ پس جب دوسرے پر کسرہ ہو تو وہ حذف ہو جاتا ہے جیسے اَفْتَرٰی اَسْتَکْبَرْتَ اور جب دونوں پر فتحہ ہو تو وصلی میں سب کے لئے ابدال و تسہیل دو وجہ ہوتی ہیں جیسے آٰلْئٰنَ اور اس قسم کا بیان شعر ۱۰ تا ۱۲ میں آئے گا اس میں بھی ادخال قطعاً نہیں ہے ان دونوں نمبروں کو ذہن نشین کر لینے سے پورا باب بالکل آسانی سے سمجھ میں آ جائے گا۔

دوسرے ہمزہ کی تسہیل

۱۸۳/۱ ۔ وَتَسْهِيلُ اُخْرٰى هَمْزَتَيْنِ بِكِلْمَةٍ (سَمَا) وَبِذَاتِ الْفَتْحِ خُلْفٌ (لِّ)تَجْمُلَا

ترجمہ:۔ اور (ان) دو ہمزوں میں کے آخر والے (یا پچھلے) ہمزہ کا جو ایک کلمہ میں ہوں (سما والوں کے لئے) تسہیل سے پڑھنا بلند ہو گیا ہے (یعنی اس کی وجہ ظاہر اور مشہور ہے اور وہ تخفیف ہے) اور (اسی آخری) فتحہ والے (ہمزہ کی تسہیل) میں (لام والے ہشام کے لئے) خلاف ہے (یعنی تحقیق و تسہیل دونوں ہیں اور یہ تسہیل) اس لئے (ہے) کہ کلمہ (یا ہمزہ) آسان ہو جانے کی بناء پر حسین (خوبصورت) ہو جائے

دوسرے ہمزہ کا الف سے ابدال

۱۸۴/۲ وَقُلْ اَلِفًا عَنْ اَهْلِ مِصْرَ تَبَدَّلَتْ لِوَرْشٍ وَّفِيْ بَغْدَادَ يُرْوٰى مُسَهَّلَا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ:- اور تو کہدے کہ یہ (دوسرا فتحہ والا ہمزہ) ورش کے لئے اہل مصر سے تو الف سے بدل گیا ہے اور بغداد میں (ناقلین ورش کے لئے) یہ (ہمزہ) اس حالت میں روایت کیا جاتا ہے کہ تسہیل کیا ہوا ہو (یعنی ءَاَنتُمْ جیسے کلمات میں ورش کے ناقلین میں سے اہل مصر دوسرے ہمزہ کا الف سے ابدال اور اہل بغداد تسہیل بتاتے ہیں)

شارح:- یعنی اگر دو قطعی ہمزہ ایک کلمہ میں جمع ہو جائیں اور دونوں پر حرکت ہو جن کی تین قسمیں ہیں جو ءَاَنذَرْتَهُمْ - ءَاِنَّكَ - ءَاُنزِلَ جیسے کلمات میں پائی جاتی ہیں تو سما والے تینوں نافع ابن کثیر - ابو عمرو تینوں قسموں میں دوسرے ہمزہ کی تسہیل کرتے ہیں اور ہشام کے لئے صرف پہلی قسم میں (جبکہ دونوں ہمزوں پر فتحہ ہو جیسے ءَاَنتُمْ سب جگہ) دوسرے ہمزہ کی تسہیل اور تحقیق دونوں ہیں اور تحقیق زیادات میں سے ہے اور دوسری قسم (ءَاِنَّكَ جیسے کلمات) میں سے صرف ءَاِنَّكُمْ (فصلت ع) میں اور تیسری قسم (ءَاُنَبِّئُكُمْ جیسے کلمات) میں سے صرف ءَاُنزِلَ (ص ع) اور ءَاُلْقِيَ (قمر ع) میں دوسرے ہمزہ کی تسہیل اور تحقیق دونوں ہیں اور ورش کے لئے ءَاَنتُمْ جیسے کلمات میں (جبکہ دوسرے ہمزہ پر فتحہ ہو) دو وجوہ ہیں ۱ دوسرے ہمزہ کا الف سے ابدال اور اس کے بعد اٰلِدُ (ہود ع) اور اٰمَنتُمْ (ملک ع) میں ہمزہ سے بدلے ہوئے الف میں قصر ہوگا اور باقی کلمات میں اس الف میں مد لازم ہے کیونکہ سب میں الف کے بعد ساکن لازم موجود ہے پس ابدال کے بعد اٰلِدُ اور اٰنتُمْ پڑھتے ہیں ۲ دوسرے ہمزہ کی تسہیل - ابدال ان کے ناقلین میں سے اہل مصر کا اور تسہیل اہل بغداد کا مذہب ہے اور دانیؒ نے ابدال کی وجہ ابو الفتحؒ اور ابن خاقانؒ سے اور تسہیل ابو الحسنؒ سے پڑھی ہے لیکن ءَاٰمَنتُمْ (اعراف ع وطٰہٰ وشعراء ع) اور ءَاٰلِهَتُنَا (زخرف ع) میں صرف تسہیل ہے ابدال نہیں اور تسہیل و ابدال کی تعریف آٹھویں باب کے شعر ۲ میں آئے گی اور باقی دو قسموں (ءَاِنَّكَ - ءَاُنزِلَ جیسے کلمات) میں دوسرے ہمزہ کی تسہیل بلا ادخال ہے اور ابن کثیر کے لئے تینوں قسموں میں تسہیل بلا ادخال ہے اور شعر ۱۴ تا ۱۹ میں آئے گا کہ قالون - ابو عمرو - ہشام دونوں ہمزوں کے درمیان ادخال کا الف بھی زیادہ کرتے ہیں اور اس کی پوری تفصیل وہاں ہی آئے گی اور ادخال و تسہیل کے ملانے سے جو قراءتیں پیدا ہوتی ہیں وہ بھی وہاں ہی بتائی جائیں گی - یہاں تو صرف تسہیل کا مسئلہ ذہن نشین کر لیا جائے کہ سما کے لئے تینوں قسموں میں دوسرے ہمزہ کی تسہیل ہے اور فتحہ والے میں ورش کے لئے الف سے ابدال بھی ہے - پس ءَاَنتُمْ جیسے کلمات میں ان کے لئے دو وجوہ ہو گئیں اور ہشام کے لئے صرف پہلی قسم میں تسہیل و تحقیق دونوں ہیں اور باقی ساڑھے تین (ابن ذکوان اور کوفیین) کے لئے تینوں قسموں میں دونوں ہمزوں کی تحقیق بلا ادخال ہے اور بعض جگہ ان میں سے بعض نے اپنے قواعد کے خلاف بھی کیا ہے جن کا بیان آئے گا -

تنبیہ:- ءَاَنتَ میں ورش کے لئے وقفاً صرف تسہیل ہوگی کیونکہ ابدال کرنے سے اس میں پے در پے ایسے تین ساکن جمع ہو جاتے ہیں جن میں سے ایک بھی اس طرح مدغم نہیں ہے جس طرح صَوَآفَّ میں دوسرا ساکن مدغم ہے اور اس کی نظیر کلام عرب میں نہیں ہے اور اَرَاَيْتَ اور اَفَرَاَيْتَ بھی ءَاَنتَ کی طرح ہیں کہ ان میں بھی ورش کے لئے وقفاً صرف تسہیل ہو گی اتحاف البریہ میں ہے ؎

ءَاَنْتَ فَسَهِّلْ مَعْ أَرَءَيْتَ بِوَقْفِهِ ✕ وَيَمْنَعُ اِبْدَالًا سَوَاكِنُهُ اَلْوِلَا

یعنی ءَاَنتَ اور اَرَاَيْتَ میں وقفاً صرف تسہیل ہے اور اس میں جو لگاتار تین ساکن آ رہے ہیں وہ ابدال کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور سید ہاشم کہتے ہیں کہ اَرَاَيْتَ میں وقفاً ابدال بھی جائز ہے - لیکن شرط یہ ہے کہ اس کی یا میں توسط کیا جائے پس اب اس میں دو مد ہو جائیں گے ۱ ہمزہ سے بدلے ہوئے الف میں طول ۲ اور یا میں توسط (ارشاد المرید) اور ءَاَنتُمْ اور اَرَاَيْتُمْ اور اَرَاَيْتَكُمْ میں چونکہ تین ساکن جمع نہیں ہوتے اس لئے ان میں وقفاً بھی ابدال و تسہیل دونوں صحیح ہیں -

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: ۱ (۱) تسہیل کو بلند اس لئے کہا کہ اکثر عرب اسی پر ہیں اور عربیت کے اماموں کے یہاں یہی مختار ہے کیونکہ جب ایک ہمزہ میں طرح طرح سے تخفیف کی جاتی ہے تو دوسرے کے ساتھ جمع ہونے کی صورت میں بدرجۂ اولیٰ جائز ہونی چاہئے (۲) تسہیل کی وجہ سہولت ہے اور ابدال میں کامل درجہ کی آسانی ہے (۳) ہشام نے جو پہلی قسم میں سب جگہ اور باقی دو میں بعض جگہ تسہیل کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک قسم کی دو حرکتیں بھی ثقلین کے مرتبہ میں ہونے کے سبب ثقیل سمجھی جاتی ہیں (۴) ءَ اَنْتَ جیسے کلمات میں ورش کے لئے تسہیل قیاسی اور ابدال سماعی ہے اور قطرب کہتے ہیں کہ یہ قرشی لغت ہے اور گو قیاسی نہیں لیکن کثیر الاستعمال ہونے کی بناء پر پسندیدہ ہے اور مد حاجز بن جاتا ہے اور یہ فتحہ کے بعد ہر ہمزہ مفتوحہ میں جائز ہے اکیلا ہو خواہ دوسرے ہمزہ کے ساتھ ہو اور حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس کلام میں بھی آیا ہے سَالَتْ هُذَيْلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاحِشَةً (۵) بعض کہتے ہیں کہ ورش کے لئے ءَ اَنْتَ وغیرہ میں تسہیل کی صورت میں بھی مد ہونا چاہئے کیونکہ مسہل والا ہمزہ بھی ساکنہ کی طرح ہے اور اسی لئے اس سے ابتداء نہیں کی جاتی لیکن یہ محض قیاس ہے۔

فائدہ: ۲ ءَ اٰمَنْتُمْ میں تینوں جگہ اور ءَ اٰلِهَتُنَا میں کلمہ کے طویل ہونے کی بناء پر نہ ورش کے لئے ابدال ہے اور نہ قالون۔ ابو عمرو۔ ہشام کے لئے ادخال پس جعبری نے جو ءَ اٰمَنْتُمْ میں ابدال بیان کر دیا ہے وہ صحیح نہیں اور اسی طرح علی قاریؒ اور ابن القاصح ابو شامہ کی یہ تقریر بھی درست نہیں کہ ءَ اَنْذَرْتَهُمْ جیسے کلمات میں ورش کے لئے دوسرے ہمزہ کا الف سے ابدال کرنے والے ءَ اٰمَنْتُمْ میں بھی ابدال کرتے ہیں پھر چونکہ ہمزہ کے بعد دو الف جمع ہو جاتے ہیں اس لئے ایک کو حذف کر دیتے ہیں۔ ابو عمرو دانیؒ نے ایجاز میں اس کی تصریح کی ہے۔ پس اب ورش کی قراءۃ بھی حفص کی طرح اٰمَنْتُمْ ہو جاتی ہے کیونکہ وہ بھی اس میں ایک ہمزہ کو حذف کرتے ہیں پس لفظاً دونوں قراءتیں متحد ہیں لیکن ذیل کی تین باتوں میں دونوں ایک دوسری سے جدا ہیں ۱ ماخذ کے لحاظ سے (کہ اصل میں ورش کیلئے ءَ اٰمَنْتُمْ اور حفص کے لئے اٰمَنْتُمْ ہے) ۲ مقتضیٰ کے اعتبار سے (کہ ورش کی قراءۃ پر استفہام کے اور حفص کی قراءۃ پر اخبار کے معنی دے گا) ۳ مد کی وجوہ کے اعتبار سے (کہ ورش کے لئے ہمزہ کے بعد والے الف میں بدل کی تینوں وجوہ ہیں اور حفص کے لئے صرف قصر ہے) انتہیٰ۔ اور ابوبکر اذفوی نے بھی اس میں ابدال بیان کیا ہے۔ محققؒ فرماتے ہیں کہ ان حضرات کو یہ دھوکہ اس سے ہو گیا کہ اصبہانی اس کلمہ میں ورش سے حفص کی طرح اخبار (ایک ہمزہ) روایت کرتے ہیں اس سے ان حضرات نے یہ سمجھ لیا کہ اس کی یہ شکل ابدال کی بناء پر ہو گئی ہے۔ نتیجہ یہ کہ ازرق کے طریق سے ورش کے لئے استفہام (ءَ اٰمَنْتُمْ) ہے اور ابدال صحیح نہیں۔

النحو والعربیۃ:۔ بَابُ الْهَمْزَتَيْنِ مِنْ كَلِمَةٍ ۱ هَمْزٌ مصدر ہے جو غَمْزٌ۔ ضَغْطٌ۔ دَفْعٌ (دھکا مارنے بھینچنے دھکا دینے) کے معنی میں ہے۔ ہجا کے حروف میں سے سب سے پہلے حرف کو ہمزہ اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کے ادا کرنے میں آواز کو ایک دھکا سا لگتا ہے اور تنگی پیش آتی ہے۔ ۲ مِنْ كَلِمَةٍ۔ لِلْمَعْدُوْدَتَيْنِ مقدر کے متعلق ہے اور بعض مِنْ کو فِیْ کے معنی میں کہتے ہیں اس صورت میں اس کے معنی واضح ہیں اور اب اَلْمُجْتَمِعَتَيْنِ کے متعلق ہوگا شعر ۱۸۳۔ ۱ تسہیل نکرہ مخصصہ ہے کیونکہ یہ اُخْرٰی کی طرف مضاف ہے جس میں موصوف کی طرف مضاف ہونے کی بناء پر تخصیص پائی جا رہی ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ بِكِلْمَةٍ کو هَمْزَتَيْنِ کی صفت قرار دیں اور اگر اس کو تسہیل کی صفت مان لیں تو پھر تخصیص کی وجہ ظاہر تر ہے ۲ اُخْرٰی اسم تفضیل ہے جیسا کہ مَرَّةً اُخْرٰی (طٰہٰ ع ۱) میں ہے اور کبھی اٰخِرَةٌ کے معنی میں بھی آتا ہے جیسا کہ یہاں ہے پس یہ اُخْرٰی اٰخِرَةٌ یا مُتَأَخِّرَةٌ کے معنی میں ہے چنانچہ قرآن میں اَلنَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ (عنکبوت ع ۲) اور اَلنَّشْاَةَ الْاُخْرٰی (نجم ع ۳) دونوں طرح آیا ہے اور اسی لئے اس کے مقابلہ میں اُولیٰ ہی استعمال کیا ہے جو اَلنَّشْاَةَ الْاُوْلٰی (واقعہ ع ۲) میں ہے اور قَالَتْ اُوْلٰهُمْ لِاُخْرٰهُمْ (اعراف ع ۴) بھی اسی قبیل سے ہے اھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ءَ اٰمنتم اور ءَ اٰمنتم کے) اس (پہلے ہمزہ) کے بدلے میں واو لے آئے ہیں اس حالت میں کہ وہ (ءَ اٰمنتم کا فرعون کے اور ءَ اٰمنتم کا النشور کے ساتھ) وصل کرنے والے ہوں (اور ضد سے نکل آیا کہ باقی ساڑھے تین کے لئے ان تینوں کلمات میں دو ہمزہ ہیں اور دوسرے کی تسہیل ہے)

شرح:- ان سات اشعار میں چھ کلمات بیان کئے ہیں جن میں بعض نے مذکورۂ بالا اُصول کے خلاف کیا ہے۔ **اوّل** ءَ اَعجمیٌّ (فصلت ع۵) اس میں پانچ قراءتیں ہیں۔ ۱ صحبہ - ابوبکر۔ حمزہ اور کسائی کے لئے دو ہمزہ اور دونوں کی تحقیق بلا ادخال ۲ ہشام کے لئے ایک ہمزہ کے حذف سے اَعجمیٌّ اور تحقیق کی ضد سے نکل آیا کہ باقی چار کے لئے دو ہمزہ ہیں اور دوسرے کی تسہیل ہے اور اس کی تشریح یہ ہے ۳ قالون اور ابوعمرو کے لئے دوسرے کی تسہیل مع ادخال (ءَ اٰعجمیٌّ) ۴ ورش کے لئے دو وجوہ (الف) دوسرے ہمزہ کا الف سے ابدال بدلازم کے ساتھ (ءَاٰعجمیٌّ) (ب) دوسرے ہمزہ کی تسہیل بلا ادخال ۵ ابن کثیر - ابن ذکوان - حفص کے لئے ورش کی دوسری وجہ کی طرح دوسرے کی تسہیل بلا ادخال یہاں ابن ذکوان اور حفص نے اپنی اصل کے خلاف تسہیل کی ہے۔ **دوم**:- اَذھبتم (احقاف ع۲) اس میں ابن کثیر اور ابن عامر کے لئے استفہام دو ہمزہ ہیں اور باقی پانچ کے لئے اخبار ایک ہمزہ ہے۔ اور اس میں بھی پانچ قراءتیں ہیں ۱ ابن کثیر کے لئے دو ہمزہ اور دوسرے کی تسہیل بلا ادخال ۲ ہشام کے لئے دو ہمزہ اور دوسرے کی تسہیل مع ادخال ۳ انہی کے لئے دوسرے کی تحقیق مع ادخال ۴ ابن ذکوان کے لئے دو ہمزہ اور دوسرے کی تحقیق بلا ادخال ۵ باقی پانچ کے لئے ایک ہمزہ اور اس کی تحقیق۔ **سوم**:- اَن کانَ ذا مالٍ (نٓ والقلم ع۱) اس میں ابوبکر اور حمزہ اور ابن عامر کے لئے دو ہمزہ ہیں (ءَ اَن کانَ) پھر ان میں سے ابوبکر و حمزہ کے لئے دوسرے کی تحقیق اور ابن عامر کے لئے تسہیل ہے اور باقی ساڑھے چار کیلئے ایک ہمزہ ہے۔ پس اس میں چار قراءتیں ہیں ۱ ابوبکر و حمزہ کیلئے دونوں ہمزوں کی تحقیق بلا ادخال ۲ ہشام کے لئے دوسرے کی تسہیل مع ادخال ۳ ابن ذکوان کے لئے تسہیل بلا ادخال (یہاں ہشام نے اپنی اصل کے خلاف صرف تسہیل کی ہے اور فتحہ والی دو ہمزوں کے دیگر مقامات کی طرح تسہیل و تحقیق دونوں نہیں پڑھیں اور ابن ذکوان نے بھی اصل کے خلاف تسہیل کی ہے کیونکہ دوسرے مقامات میں ان کے لئے تحقیق ہے اور بعض نے ان کے لئے ءَ اَعجمیٌّ اور ءَ اَن کانَ میں ادخال بھی بیان کیا ہے لیکن تیسیر میں ہے کہ یہ نظر اور قیاس دونوں کے خلاف ہے کیونکہ جب ابن ذکوان دونوں ہمزوں کی تحقیق کی صورت میں ادخال نہیں کرتے حالانکہ وہ ثقیل بھی ہیں تو پھر دوسرے کی تسہیل کی صورت میں جبکہ ان میں ثقل بھی نہیں ہے ادخال کرنے کے کیا معنیٰ) ۴ باقی ساڑھے چار کے لئے ایک ہمزہ اور اس کی تحقیق سے اَن کانَ۔ **چہارم** اَن یُّؤتیٰ (آل عمران ع۸) اس میں دو قراءتیں ہیں۔ ۱ ابن کثیر کے لئے دو ہمزہ اور دوسرے کی تسہیل بلا ادخال (ءَ اَن یُّؤتیٰ) ۲ باقی چھ کے لئے ایک ہمزہ اور اس کی تحقیق۔ **پنجم** ءَ اٰمنتم (اعراف ع۱۴ و طٰہٰ و شعراء ع۳) اس میں اصل کے لحاظ سے تین ہمزہ تھے یعنی ءَ ءَ اٰمنتم تھا پہلے دونوں پر فتحہ تھا اور تیسرا ساکن تھا۔ ان میں سے تیسرے کو تو سب الف سے بدلتے ہیں اور باقی دو میں اختلاف ہے اور اس میں چار مذہب ہیں ۱ ابوبکر - حمزہ اور کسائی کے لئے دونوں ہمزوں کی تحقیق بلا ادخال ۲ نافع - بزی - ابوعمرو - ابن عامر کے لئے دو ہمزہ اور دوسرے کی تسہیل بلا ادخال ۳ حفص کے لئے تینوں میں ایک ہمزہ اور اس کی تحقیق (اٰمنتم) ۴ قنبل کے لئے طٰہٰ میں حفص کی طرح ایک ہمزہ سے (اٰمنتم) اور شعراء میں بزی وغیرہ کی طرح دو ہمزہ اور دوسرے کی تسہیل بلا ادخال سے (ءَ اٰمنتم) اور اعراف میں فرعونُ کے ساتھ ملا کر پڑھنے کی صورت میں تو پہلے ہمزہ کا فتحہ والے واو سے ابدال اور دوسرے کی تسہیل بلا ادخال (فرعونُ وَاٰمنتم) اور فرعونُ سے جدا کرکے ابتداء یا اعادہ کرنے کی صورت میں بزی کی طرح پہلے ہمزہ کی تحقیق اور دوسرے کی تسہیل بلا ادخال۔ **ششم** ءَ اَمِنتم (ملک ع۲) اس میں چھ قراءتیں ہیں ۱ قالون اور ابوعمرو و ہشام کے لئے دوسرے کی تسہیل مع ادخال ۲ ہشام کے لئے دوسری وجہ میں دونوں کی تحقیق مع ادخال ۳ ورش اور بزی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لئے دوسرے کی تسہیل بلا ادخال ہے۔ ورش کے لئے دوسری وجہ میں دوسرے ہمزہ کا الف سے ابدال مع صرف قصر کے ساتھ (أٰامِنتُمْ) بہ قنبل کے لئے اَلنُّشُورُ کے ساتھ ملا کر پڑھنے کی صورت میں پہلے ہمزہ کا فتحہ والے واو سے ابدال اور دوسرے کی تسہیل بلا ادخال (اَلنُّشُورُ وَأَمِنتُمْ) اور ءَ اَمِنتُمْ سے ابتدا کرنے کی صورت میں بزی کی طرح اوّل کی تحقیق اور ثانی کی تسہیل بلا ادخال ہے۔ باقی ساڑھے تین ابن ذکوان اور کوفیین کے لئے دونوں کی تحقیق بلا ادخال۔

فائدہ:۔ (۱) دانی نے ان کلمات کو اصول کے بجائے ان کی سورتوں میں جدا جدا بیان کیا ہے اور تسہیل والوں کے مذہب کو بِهَمْزَةٍ وَمَدَّةٍ سے تعبیر کیا ہے اور مراد یہ ہے کہ پہلے ہمزہ کی تحقیق اور دوسرے کی تسہیل ہے۔ پس تسہیل والے ہمزہ کو مجازاً مدہ کہدیا ہے (۲) ان چھ میں سے اوّل کے پانچ کلمات میں دو ہمزہ استفہام توبیخی کی بناء پر ہیں اور ایک ہمزہ کا حذف یا تو قرینہ پر اعتماد کرنے کی وجہ سے ہے یا اخبار کی بناء پر پہلی صورت میں دونوں قراءتیں استفہام توبیخی کے معنیٰ دیں گی اور دوسری صورت میں دونوں کے معنیٰ جدا جدا ہوں گے اور اخبار کی صورت میں اَذْهَبْتُمْ الخ کے معنیٰ یہ ہیں کہ ان سے کہا جائے گا کہ تم نے دنیا میں اپنی لذتیں اور خواہشیں خوب پوری کرلی ہیں پس اب آخرت میں تمہارے لئے کوئی نعمت باقی نہیں رہی اور اَنْ يُؤْتىٰ میں اخبار کے معنیٰ یہ ہیں لَا تُصَدِّقُوا اَنْ يُؤْتىٰ اور ءَ اَنْ كَانَ میں ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔ ای اَتُطِيعُهُ لِاَنْ كَانَ ذَا مَالٍ اور اَنْ كَانَ کی تقدیر يَكْفُرُ لِاَنْ كَانَ اَوْ لَا تُطِعْهُ لِاَنْ كَانَ ہے اور بعض نے نافع سے اس میں ہمزہ کا کسرہ بھی نقل کیا ہے جو شاذ ہے اور ابن ذکوان نے اصل کی مخالفت دونوں لغتوں کے جمع کرنے کے لئے کی ہے اور ءَ اٰمَنْتُمْ میں تفریق دونوں لغتوں کو جمع کرنے اور نقل کے اتباع کی بناء پر ہے۔ (۳) ابو شامہؒ فرماتے ہیں کہ ءَ اَذْهَبْتُمْ میں ہشام کے لئے دوسرے ہمزہ کی تحقیق ناظمؒ سے پہلے حضرات میں سے کسی کی تصنیف میں بھی میری نظر سے نہیں گذری تاہم اگر ثابت ہو جائے تو وہ بھی ادخال کے ساتھ ہوگی لیکن یہ قیاس کے موافق نہیں ہے دیکھو ءَ اَنْ كَانَ (ن) میں بھی ابن عامرؒ کے دونوں راوی دو ہمزہ پڑھتے ہیں اور دونوں دوسرے کی تسہیل ہی کرتے ہیں لیکن ناظمؒ کے کلام سے یہ نکلتا ہے کہ اس میں ہشام کے لئے تسہیل کی طرح تحقیق بھی ہے۔ کیونکہ ءَ اَنْ كَانَ میں تو تسہیل کی تصریح کردی ہے اور ءَ اَذْهَبْتُمْ میں تحقیق و تسہیل کچھ بھی بیان نہیں کی۔ جس سے یہ نکل آیا کہ اس میں ہشام اپنے مذکورہ بالا قاعدہ پر ہیں اور دانی نے ایک مستقل کتاب میں قراء کے صرف وہ مذاہب بیان کئے ہیں جو ایک کلمہ یا دو کلموں میں جمع ہونے والے دو ہمزوں سے متعلق ہیں۔ عام ہے کہ دونوں پر ایک طرح کی حرکت ہو یا دو طرح کی سو اس میں بتایا ہے کہ ءَ اَذْهَبْتُمْ میں ابن ذکوان کے لئے دو وجوہ ہیں ۱۔ دونوں ہمزوں کی تحقیق ۲۔ اوّل کی تحقیق اور ثانی کی تسہیل نیز فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن عبادؒ کی روایت پر قیاس کرنے سے یہ نکلتا ہے کہ اس میں ہشام کے لئے دونوں ہمزوں کی تحقیق اور ان کے درمیان ادخال ہے (۴) چونکہ فتحہ والے دو ہمزوں میں سے ہشام کے لئے دوسرے کی تحقیق و تسہیل دونوں اور ابن ذکوان کے لئے صرف تحقیق ہوا کرتی ہے اس لئے بتا دیا کہ ءَ اَنْ كَانَ میں دونوں کے لئے صرف تسہیل ہے۔ پس شعلہ کا یہ کہنا (کہ یہاں تحقیق و تسہیل وادخال میں سب اپنے اصول پر ہیں) صحیح نہیں (۵) ابو محمد مکیؒ کی مجلس میں کسی نے پوچھا کہ کیا قرآن میں ورش کی قراءۃ پر حاجز کے بغیر دو تخفیف والے ہمزہ جمع ہوئے ہیں تو جواب میں یہ الفاظ فرمائے۔ قُلْ ءَ اَنْتُمْ مَنْ اٰمَنَ ءَ اٰمَنْتُمْ ءَ اٰلِهَتُنَا۔ هٰٓؤُلَاۤءِ اِنْ يَّاٰلِهَةً مِنَ السَّمَآءِ اٰيَةً (۶) ءَ اٰمَنْتُمْ میں ہشام نے تخییر کے بجائے صرف تسہیل کی ہے اور ابن ذکوان نے تحقیق کے بجائے تسہیل کی ہے (۷) قنبل کے لئے فِرْعَوْنُ وَاٰمَنْتُمْ اور اَلنُّشُورُ وَاَمِنْتُمْ میں واو سے ابدال اس لئے ہے کہ ضمہ کے بعد فتحہ والے ہمزہ کی تخفیف اسی طرح ہوا کرتی ہے اور ابتداء میں چونکہ ہمزہ سے پہلے ضمہ نہیں رہتا اس لئے ابدال بھی نہیں کرتے (۸) گو ءَ اَمِنْتُمْ (ملک) میں تیسرا ہمزہ نہیں ہے۔ لیکن ابدال میں شریک ہونے کی وجہ سے اس کو یہاں تبعاً بیان کردیا ہے اور اسی لئے اس کو دوبارہ سورۂ ملک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں بھی بیان کیا ہے۔

النحو والعربیۃ: ۱۸۵/۴ ع۱ ءَ اَعْجَمِیٌّ یا تو فُصِّلَتْ سے بدل البعض ہے اور اس کا رفع حکائی ہے یا وَهِیَ مقدر کی خبر ہے ع۲ لِتُسْهِلَا یا تو افعال سے ہے ای لِتَرْکَبَ الطَّرِیْقَ السَّهْلَ یا کَرُمَ سے ای لِتَخِفَّ الْکَلِمَةُ بِسَبَبِ حَذْفِ الْهَمْزَةِ ۱۸۶/۴ ع۱ کَمَا۔ دَائِمَةٍ مقدر کے متعلق ہے جو اُخْرٰی کی صفت ہے ای بِزِیَادَةِ هَمْزَةٍ اُخْرٰی دَائِمَةٍ کَدَوَامِ هَمْزَةِ اَذْهَبْتُمْ ع۲ وِصَالًا۔ شُفِّعَتْ کے مفعول مطلق کی صفت ہے ای تَشْفِیْعًا ذَا وِصَالٍ اور مُوْصَلًا مَوْصُوْلًا کا مبالغہ ہے اور وِصَالًا کی صفت ہے ای مَنْقُوْلًا لِوَصْلِ بَعْضِ الْقُرَّاءِ اِلٰی بَعْضٍ ع۳ اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ کَمَا، تَشْفِیْعًا مقدر کی صفت کے متعلق ہے ای تَشْفِیْعًا دَائِمًا کَدَوَامِهَا اور اس صورت میں وِصَالًا۔ تَوَاصُلَ مقدر کا مفعول مطلق ہوگا ع۴ یا تقدیر اس طرح ہے کَمَا دَامَتْ مُشَفَّعَةً بِهَمْزَةِ التَّوْبِیْخِ مُوَاصِلَةً تَهَانِیَ اَکْثَرِ الْکَلِمَاتِ۔ ۱۸۷/۵ ع۱ نون کے دوسرے نون کو دو ساکن جمع ہونے کے سبب فتحہ کی حرکت دیدی ہے ع۲ فِیْ اَنْ کَانَ جار کے اعادہ کے ساتھ نون سے بدل البعض ہے ع۳ دِمَشْقِیُّ یائے نسبت کی تخفیف کے ساتھ ہے۔ ۱۸۸/۶ اِلٰی مَضْمُوْمًا مقدر کے متعلق ہے جو اَنْ یُّؤْتٰی سے حال ہے ۱۸۹/۷ ع۱ طٰهٰ پہلا اور ءَاٰمَنْتُمْ دوسرا مبتدا ہے اور بِهَا خبر ہے اور ضمیر طٰهٰ کے لئے ہے اور فِی الْاَعْرَافِ وَالشُّعَرَا۔ بِهَا پر معطوف ہے ع۲ لِلْکُلِّ۔ اَبْدِلَا بالاطلاق کے متعلق ہے ع۳ ثَالِثًا۔ اَبْدِلَا کے فاعل سے تمیز ہے جو حال پر مقدم ہے اور اس کے جواز میں نحاۃ کا اختلاف ہے اور یہ تمیز زَیْدًا ضَرَبْتُهُ ظَهْرًا کی طرح ہے۔ کیونکہ ظَهْرًا۔ زَیْدٌ کا اور ثَالِثًا۔ ءَاٰمَنْتُمْ کا بعض ہے اور بعض کے قول پر ثَالِثًا۔ اَبْدِلَا کے فاعل سے حال ہے جس کی ضمیر ھمزہ کے لئے ہے لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ اَبْدِلَا کی ضمیر ءَاٰمَنْتُمْ کے لئے ہے نہ کہ ھمزہ کے لئے اور دوسری صورت یہ ہے کہ ءَاٰمَنْتُمْ مبتدا ہے اور وَطٰهٰ کی تقدیر وَفِیْ طٰهٰ ہے اور بِهَا کی هَا تینوں سورتوں کے لئے ہے اور ءَاٰمَنْتُمْ سے پیشتر کے سب الفاظ خبر ہیں اور اگر وَطٰهٰ فِی الْاَعْرَافِ کے بجائے وَطٰهٰ مَعَ الْاَعْرَافِ اور ثَالِثًا اَبْدِلَا کے بجائے ثَالِثُهُ اَبْدِلَا کہتے تو ان سب تکلفات سے نجات ہو جاتی صرف یہ کمی رہتی کہ اَبْدِلَا کے ہمزہ قطعی کو وصلی قرار دینا پڑتا۔ ۱۹۰/۸ ع۱ ثَانٍ میں منصوب منقوص کو وزن کے سبب مجرور کا اعراب دیا ہے اور اگر وَحَقِّقْ ثَانٍ کے بجائے وَتَحْقِیْقُ ثَانٍ کہتے تو اس کی ضرورت پیش نہ آتی ای وَتَحْقِیْقُ ثَانٍ قِرَاءَةُ صُحْبَةٍ۔ ع۲ لام اور پہلی با تُقُبِّلَا بالفِ اطلاق کے اور دوسری با اسقاط کے متعلق ہے اور پہلی با یا تو مصاحبت کے لئے ہے یا سببیہ ہے اور دوسری فِیْ کے معنٰی میں ہے۔ ۱۹۱/۹ چونکہ اِیْصَالٌ پہونچانے کے اور وصل ملانے کے معنٰی میں آتا ہے اور اَلْوَاصِلَةُ لِلشَّعْرِ میں بھی ملانے ہی کے معنٰی میں ہے اور مآل کے لحاظ سے دونوں ہم معنٰی ہیں کیونکہ جب ایک شے کو دوسری تک پہونچا دیا تو گویا اس کو دوسری سے ملا بھی دیا اس لئے یہاں اور بقرہ ع۱۷ و نمل ع۳ میں وَاصِلًا کے بجائے مُوْصِلًا لے آئے ہیں اور گو وزن کے لحاظ سے وَاصِلًا بھی لا سکتے تھے۔ لیکن سناد کی وجہ سے ایسا نہیں کیا جو قافیہ کا عیب ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض قوافی میں تو تاسیس ہو اور بعض میں نہ ہو۔ اور اگر فِی الْاَعْرَافِ مِنْهَا الْوَاوُ فِی الْوَصْلِ مُوْصَلَا بفتحہ صاد کہتے تو اولٰی اور واضح ہو جاتا ای مُوْصَلًا اِلٰی مَا قَبْلَهٗ۔

دو متحرک ہمزوں کی دوسری قسم جس میں پہلا استفہامی اور دوسرا وصلی ہو

۱۹۲/۱۰ (ص)
وَاِنْ هَمْزُ وَصْلٍ بَیْنَ لَامٍ مُّسَکَّنٍ　　وَهَمْزَةِ الِاسْتِفْهَامِ فَامْدُدْهُ مُبْدِلَا

ترجمہ:۔ اور اگر ہمزۂ وصلی ساکن کئے ہوئے لام (تعریف) کے اور ہمزۂ استفہام کے درمیان (واقع ہو رہا) ہو (تو ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چار کلمات میں آیا ہے ۱ ءٰاَلذَّکَرَیْنِ (انعام ع میں) دو جگہ ۲ ءٰآٰلْئٰنَ (یونس ع و ع) ۳ ءٰاللّٰهُ (یونس ع و نمل ع) ان تین میں سب کی۔ ۴ ءٰاَلسِّحْرُ (یونس ع اس میں صرف ابوعمرو کی قراءۃ پر) تو تو اس (ہمزۂ وصلی یعنی ان کلمات کے دوسرے ہمزہ) کو مد سے پڑھ اس حالت میں کہ تو (اس ہمزہ کا الف سے) ابدال کرنے والا ہو (یعنی ان چاروں کلمات میں دوسرے ہمزہ کو الف سے بدل کر بعد کے ساکن کے سبب اس الف میں مدِ لازم کرا ور ءٰاَلذَّکَرَیْنِ ۔ آٰلْئٰنَ ۔ ءٰاللّٰهُ ۔ ءٰاَلسِّحْرُ پڑھ اور ان چاروں میں سب کیلئے ایک دوسری وجہ دوسرے ہمزہ کی تسہیل بھی ہے جو قصر کے ساتھ ہوتی ہے)

۱۹۳/۱۱ ۔ فَلِلْکُلِّ ذَا اَوْلٰی وَیَقْصُرُهُ الَّذِیْ (ص) یُسَهِّلُ عَنْ کُلٍّ کَاٰلْاٰنَ مُثِّلَا

ترجمہ :- پس (اس قسم کے چاروں کلمات میں) سب کیلئے یہ (الف سے ابدال مع مدِ لازم تسہیل سے) اولیٰ ہے اور (قائلین میں سے) جو (فریق اس ہمزۂ وصلی کی) تسہیل کرتا ہے وہ اس (ہمزہ) کو تمام (قراء) سے قصر سے پڑھتا ہے (کیونکہ تسہیل کی صورت میں مد نہیں پایا جاتا تاکہ اس میں مد کیا جائے اور اس قسم کی مثال) آٰلْئٰنَ کی طرح ہے (اس لفظ میں) وہ (ہمزۂ وصلی والی قسم) مثال کے ذریعہ بیان کردی گئی ہے

۱۹۴/۱۲ ۔ وَلَا مَدَّ بَیْنَ الْهَمْزَتَیْنِ هُنَا وَلَا بِحَیْثُ ثَلَاثٌ یَتَّفِقْنَ تَنَزُّلَا

ترجمہ :- اور دو ہمزوں کے درمیان مد (ادخال) نہ تو یہاں (اس ہمزۂ وصلی والی قسم کے چاروں کلمات میں) ہے اور نہ اس جگہ میں ہے جس میں (ایسے) تین (ہمزہ واقع ہو رہے) ہوں جو نزول کے اعتبار سے متفق ہوں (اور اکٹھے ہو رہے ہوں جو ءٰاٰمَنْتُمْ (اعراف ع اور طٰہٰ و شعراء ع) اور ءٰاٰلِهَتُنَا (زخرف ع) میں ہیں پس ان چھٹوں کلمات میں ادخال والوں قالون اور ابوعمرو۔ ہشام کے لئے بھی ادخال نہیں ہے)

شرح :- شعر ۱۱ اگر ہمزۂ استفہام کے بعد ہمزۂ وصلی پایا جائے تو استفہامی پر تو ہر جگہ فتحہ ہی ہوتا ہے اور وصلی پر فتحہ اور کسرہ دو حرکتیں آتی ہیں پس اس کی دو قسمیں ہوگئیں۔ اوّل استفہامی اور وصلی دونوں پر فتحہ ہو اور اس صورت میں وصلی کے بعد ہر جگہ لام تعریف آتا ہے اور اس قسم کے صرف چار کلمہ آئے ہیں جو اوپر ترجمہ میں درج ہو چکے ہیں قیاس تو یہی چاہتا تھا کہ اس صورت میں استفہامی کی حرکت کو کافی سمجھ کر ضرورت نہ رہنے کے باعث وصلی کو حذف کر دیتے لیکن چونکہ دونوں ہمزوں پر فتحہ ہی تھا اور وصلی کو حذف کردینے کے بعد یہ شبہ ہو جاتا کہ جو ہمزہ باقی ہے آیا وہ استفہامی ہے یا وصلی اور اس سے استفہام کے معنی کا خبر کے ساتھ التباس ہو جاتا اس لئے اس قسم میں ہمزۂ وصلی کو ثابت رکھتے ہیں لیکن چونکہ وصلی کا بالکل صحیح اور سالم رکھنا بھی لحن اور نامناسب تھا اس لئے اس میں دو طرح سے تخفیف کرتے ہیں ۱ ابدال سے یعنی ہمزۂ وصلی کو الف سے بدل لیتے ہیں پھر چونکہ الف کے بعد لام تعریف بھی ساکن ہے اس لئے دو ساکنوں میں جدائی کرنے کی غرض سے اس الف میں مدِ لازم کرتے ہیں اور اگر اس لام ساکن پر نقل کے سبب حرکت آجائے جیسا کہ آٰلْئٰنَ میں نافع کی قراءۃ ہے تو ہمزہ سے بدلے ہوئے الف (ا) میں مد کے ساتھ قصر بھی جائز ہو جاتا ہے لیکن اس کو سکونِ وقفی پر قیاس کر کے اس میں توسط کرنا جائز نہیں اور اس کا مفصل بیان باب المد ۹ تا ۱۱ کے فائدہ میں گذر چکا ہے شعر ۱۱ اور اس ہمزہ سے بدلے ہوئے الف میں سب کے لئے ابدال مع مدِ لازم ہی اولیٰ ہے کیونکہ ہمزۂ وصلی قطعی کی طرح قوی اور پختہ نہیں ہے تاکہ اس کی تخفیف تسہیل سے کی جائے نیز تسہیل کی صورت میں کلام کے درمیان ہمزۂ وصلی کو بلا ضرورت حرکت دینا لازم آتا ہے اور ابدال میں تخفیف بھی کامل درجہ کی ہے۔ ۲ ہمزۂ وصلی کی تسہیل سے۔ کیونکہ اس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرکت ہے اور حرکت والے ہمزہ کی تخفیف اکثر جگہ تسہیل ہی سے ہوا کرتی ہے اور چونکہ اس صورت میں مدہ نہیں پایا جاتا اور دو ساکن جمع نہیں ہوتے اس لئے تسہیل والے ہمزہ میں قصر ہی ہوتا ہے۔ شعر ۱۲ اور یہاں ہمزہ استفہامی اور وصلی کے درمیان ادخال والے (قالون۔ ابوعمرو۔ ہشام) ادخال کا الف بھی زیادہ نہیں کرتے یعنی ءٰاَلذَّکَرَیْنِ نہیں پڑھتے کیونکہ ہمزۂ وصلی اور جگہ وصل میں حذف ہوجایا کرتا ہے۔ پس الیسا رضی ہمزہ کے استفہامی کے ساتھ جمع ہونے سے کلمہ میں ثقل پیدا نہیں ہوتا تاکہ الف کے ذریعہ جدائی کرنے کی حاجت پیش آئے اور اسی طرح اس کلمہ میں بھی دو ہمزوں کے درمیان ادخال نہیں کرتے جس میں اصل کے لحاظ سے تین ہمزہ ہوں جو ءَاٰمَنْتُمْ (اعراف ع۱۴ وطٰہٰ وشعراء ع۳) اور ءَاٰلِهَتُنَا (زخرف ع۶) ان دو کلمات میں، ہیں کیونکہ ان میں ادخال سے کلمہ میں دو الف اور دو ہمزہ جمع ہوکر ثقل اور طول ہوجاتا ہے پس ۱ ءَآلذَّکَرَیْنِ ۲ ءَآلْئٰنَ ۳ ءَآللّٰهُ ۴ ءَاَسْحَرْتُمْ ۵ ءَاٰمَنْتُمْ ۶ ءَاٰلِهَتُنَا ان چھوں کلمات میں ادخال نہیں ہے

دوم:۔ ہمزۂ استفہامی پر فتحہ ہو اور وصلی پر کسرہ۔ اس صورت میں ہمزۂ وصلی بالاتفاق حذف ہوجاتا ہے جیسے اَسْتَكْبَرْتَ۔ اَسْتَغْفَرْتَ کیونکہ اس صورت میں حذف سے استفہام کا خبر کے ساتھ التباس نہیں ہوتا۔ اس بناء پر کہ ہمزہ کے فتحہ سے اس کا استفہامی ہونا ظاہر ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اگر وصلی ہوتا تو اس پر کسرہ ہوتا بخلاف پہلی قسم کے کہ اس میں دونوں پر فتحہ ہی تھا۔

فائدہ:۔ (۱) ءَالسِّحْرُ میں دو ہمزہ صرف ابوعمرو کی قراءۃ پر ہیں کیونکہ وہی اس کو استفہام سے پڑھتے ہیں اور دوسروں کی قراءۃ پر اس میں صرف ایک ہمزۂ وصلی ہے جو وصل میں حذف ہوجاتا ہے، اور بِهِ السِّحْرُ پڑھتے ہیں (۲) قراءۃ کی کتابوں میں اختلافی مسائل بیان کئے جاتے ہیں لیکن اکثر مصنفین ان اتفاقی مسائل کو بھی بیان کردیتے ہیں جن کے اختلافی مسائل کے ساتھ ملتبس ہوجانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور آلْئٰنَ وغیرہ کی دونوں وجوہ اور ہمز المفرد ۱۲ اور ادغام صغیر کے آخر میں بابُ التقائهم والا باب اور لَا تَاْمَنَّا یوسف ع۲ بھی اسی قبیل سے ہیں۔

النحو والعربیۃ:۔ ۱۹۲/۱ ۱ سوال اِنْ شرطیہ کے فعل کے حذف کرنے کی شرط یہ ہے کہ اس کے بعد اس فعل کا مفسر لایا جائے پھر ناظمؒ نے یہاں وَاِنْ هَمْزُ وَصْلٍ اور آئندہ باب کے شعر ۳ وَاِنْ حَرْفُ مَدٍّ الخ میں مفسر کا ذکر کس لئے نہیں کیا جواب:۔ چونکہ یہاں بَيْنَ اور وہاں قَبْلَ ہے اور دونوں ظرف ہیں اور ظرف مفسر پر دلالت کررہا تھا کیونکہ ظرف عامل کو چاہتا ہے ای وَاِنْ وَقَعَ اس بناء پر ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی ۲ وَهَمْزَةِ الْاِسْتِفْهَامِ میں لام کا کسرہ اجتماع ساکنین کی بناء پر ہے نہ کہ جعبری کی رائے کے مطابق نقل کی بناء پر ۳ فَامْدُدْهُ اور آئندہ شعر کے وَيَقْصُرُهُ کی ھا ہمزۂ وصلی کے لئے ہے اور گو مد وقصر حروفِ علت کی صفات میں سے ہیں لیکن ہمزہ پر ان کا اطلاق مجاز کی بناء پر کیا ہے اور علاقہ یہ ہے کہ ہمزہ حروفِ علت سے بدلتا رہتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی ہمزہ کا الف سے ابدال ہوا ہے۔ پس مراد یہ ہے کہ مد ابدال کے بعد ہوگا اس لئے اگر مُبْدِلًا میں دال کا فتحہ ہوتا تو اس معنیٰ کی پوری تائید ہوجاتی اور التباس کا خوف نہ ہونے کی بناء پر یہ بھی جائز ہے کہ جملہ فَامْدُدْهُ مُبْدِلًا قلب کے باب سے ہو ای فَاَبْدِلْهُ مَادًّا۔ ۱۹۳/۱ ۱ عَنْ كُلٍّ يَقْصُرُ اور يُسَهِّلُ دونوں کے متعلق ہوسکتا ہے ۲ کَاٰلْئٰنَ کی تقدیر وَذٰلِكَ كَاٰلْئٰنَ ہے اور مُثِّلَا متالفہ ہے ای حَصَلَ تَمْثِيلُ ذٰلِكَ بِمَا ذُكِرَ نَا ہٗ اور اگر بِاٰلْئٰنَ مُثِّلَا کہتے تو ان تقدیرات کی ضرورت نہ ہوتی۔ ۱۹۴/۱۲ ۱ بِحَيْثُ پر با جارہ کا آنا ایسا ہی ہے جیسا کہ وَمِنْ حَيْثُ (بقرہ ع۱۸) میں مِنْ آیا ہے۔ ۲ ثَلَاثٌ مبتدا ہونے کی بناء پر مرفوع ہے۔ حَيْثُ کا مضاف الیہ ہونے کی بناء پر مجرور نہیں کیونکہ اس کی اضافت جملہ کی طرف ہوا کرتی ہے (اسی لئے رع:۔ اَمَا تَرٰى حَيْثُ سُهَيْلٍ طَالِعًا کو شاذ کہا ہے (قاری)) ۳ يَتَّفِقْنَ۔ ثَلَاثٌ کی صفت ہے خبر نہیں ورنہ ثَلَاثٌ نکرہ کا مبتدا ہونا قیاس کے خلاف ہوگا اور اس کی خبر محذوف ہے۔ ای مُجْتَمِعَاتٌ اَوْ وَاقِعَاتٌ ۴ تَنَزُّلًا تمیز ہے جو فاعل سے محول ہے ای اِتَّفَقَ تَنَزُّلُهُنَّ (ابراز)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دو قطعی ہمزوں کے جمع ہونے کی تین قسمیں اور ان کی مثالیں اور یہ ادخال کے مسئلہ کی تمہید ہے

۱۹۵/۱۳ - وَأَضْرُبُ جَمْعِ الْهَمْزَتَيْنِ ثَلَاثَةٌ ءَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ أَئِنَّا أَءُنْزِلَا

ترجمہ :- اور (حرکت والے) دو (قطعی) ہمزوں کے جمع ہونے کی قسمیں تین ہیں (کیونکہ ان میں سے پہلے ہمزہ پر تو فتحہ ہی ہوتا ہے اور دوسرے پر تینوں حرکتیں آتی ہیں۔ اس لئے تین قسمیں ہو جاتی ہیں اور ان قسموں کی مثالیں) ءَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ (اور) أَئِنَّا (لَتَارِكُوا اور) أَءُنْزِلَ (عَلَيْهِ) ہیں (ان میں سے پہلی مثال میں دونوں پر فتحہ اور دوسری میں پہلے پر فتحہ اور دوسرے پر کسرہ ہے اور تیسری میں پہلے پر فتحہ اور دوسرے پر ضمہ ہے)

۱۹۶/۱۴ - وَمَدُّكَ قَبْلَ الْفَتْحِ وَالْكَسْرِ حُجَّةٌ بِهَا لُذْ وَقَبْلَ الْكَسْرِ خُلْفٌ لَهُ وَلَا

ترجمہ :- اور تیرا (قالون - ابو عمرو - ہشام کے لئے پہلی دو قسموں میں دوسرے) فتحہ اور کسرہ (والے ہمزہ) سے پہلے مد (ادخال) کرنا دلیل (والا) ہے (اور وہ یہ ہے کہ یہ ادخال کا الف دو ہمزوں میں جدائی کرنے کے لئے لایا جاتا ہے کیونکہ ان کے جمع ہونے سے کلمہ میں ثقل ہو جاتا ہے۔ نیز یہ بتلانے کے لئے کہ پہلا ہمزہ ایک جدا کلمہ ہے اور اسی لئے أَئِمَّةً میں ادخال کو قوی نہیں سمجھا گیا کیونکہ اس میں پہلا ہمزہ اسی کلمہ کا ہے) تو اس (دلیل) کی طرف پناہ لے (اور اس سے مضبوطی حاصل کر) اور (ان میں سے دوسری قسم میں) کسرہ (والے ہمزہ) سے پہلے (ادخال میں ہشام کے لئے) ایسا خلاف ہے جس کے لئے (دلائل کی) مدد ہے (یعنی نقل سے مؤید ہے پس قالون اور ابو عمرو کے لئے تو دونوں قسموں میں صرف ادخال ہے اور ہشام کے لئے پہلی قسم میں فقط ادخال اور دوسری میں ادخال اور عدم ادخال دونوں ہیں)

۱۹۷/۱۵ - (ص) وَفِي سَبْعَةٍ لَا خُلْفَ عَنْهُ بِمَرْيَمٍ وَفِي حَرْفَيِ الْأَعْرَافِ وَالشُّعَرَا الْعُلَا
صف

ترجمہ :- اور (اس دوسری قسم میں سے) سات کلمات (کے ادخال) میں ان (ہشام) سے خلاف نہیں ہے (یعنی ان میں صرف ادخال ہے اور وہ کلمات ایسی سورۃ) مریم (ع۵ کے ءَإِذَا مَا مِتُّ) میں اور اعراف کے دو کلمات (ءَإِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ ع۱۰ اور ءَإِنَّ لَنَا ع۱۴) اور شعرا (ع۳ کے أَئِنَّ لَنَا) میں (ہیں) جو بلند ہیں (یا یہ تینوں سورتیں بلند ہیں یعنی قرآنی ترتیب میں آئندہ تین کلمات کی سورتوں صفت اور فصلت پر مقدم ہیں)

۱۹۸/۱۶ - (ص) أَئِنَّكَ أَئِفْكًا مَعًا فَوْقَ صَادِهَا وَفِي فُصِّلَتْ حَرْفٌ وَبِالْخُلْفِ سُهِّلَا

ترجمہ :- (اور یہ کلمات) أَئِنَّكَ (اور) أَئِفْكًا میں (بھی) ہیں اس حالت میں کہ یہ دونوں (اس سورہ صفت ع۲ و ع۳ میں) مجتمع ہونے والے ہیں جو ان (مذکورہ بالا سورتوں) میں کی (یا قرآن کی تمام سورتوں میں کی) صاد سے اوپر ہے اور (انھیں میں سے ایک (ساتواں) کلمہ (أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ) فصلت (ع۲) میں ہے اور یہ (یعنی اس کا دوسرا ہمزہ ہشام کے لئے) خلاف کے ساتھ تسہیل سے (بھی) پڑھا گیا ہے (یا ہشام نے اس کلمہ کو خلاف کے ساتھ دوسرے ہمزہ کی تسہیل سے پڑھا ہے یعنی اس میں تسہیل و تحقیق دونوں ہیں اور تحقیق زیادات میں سے ہے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۹۹ ۔ وَاَئِمَّۃً بِالْخُلْفِ قَدْ مَدَّ وَحْدَہٗ وَسَہِّلْ (سَمَا وَ) صْفًا وَّفِی النَّحْوِ اُبْدِلَا
۱۷

ترجمہ :۔ اور (اسی دوسری قسم میں سے) اَئِمَّۃً کو اس (ہشام) نے اس حالت میں کہ وہ اکیلے ہیں (کلمہ کی ظاہری صورت کے اعتبار سے) ایسے مد (ادخال) سے پڑھا ہے جو ان کے خلاف کے ساتھ ہے (پس اَئِمَّۃً میں پانچوں جگہ ہشام کے لئے ادخال اور عدم ادخال دونوں ہیں۔ دانیؒ نے ادخال ابو الفتح سے اور عدم ادخال ابو الحسن سے پڑھا ہے اور طریق ابو الفتح سے ہے اور باقین کیلئے عدم ادخال ہے کیونکہ اس میں ہمزہ اسی کلمہ کا ہے نیز اس میں دوسرا ہمزہ اصل کے اعتبار سے ساکن تھا پس حرکت کے عارضی ہونے کی بناء پر ثقل ثابت نہیں ہوا تاکہ جدائی کی حاجت پڑتی) اور تو (سما والوں کے لئے اس کے دوسرے ہمزہ کی) تسہیل کر یہ (تسہیل) صفت کے اعتبار سے (یعنی اس کی تعریف) بلند (اور مشہور) ہو گئی ہے (اور باقی چار کے لئے تحقیق ہے) اور نحو (کے قیاس) میں (یعنی نحاۃ کی رائے پر) یہ (دوسرا ہمزہ یا سے) بدلا گیا ہے (اس کو ابو علی نے حجۃ میں اور زمخشری نے مفصل میں بیان کیا ہے کیونکہ ہمزہ ساکنہ کی تخفیف ابدال ہی سے ہوا کرتی ہے اور یا سے اس لئے بدلا ہے کہ فی الحال ہمزہ پر کسرہ ہے پس اس کلمہ میں پانچوں جگہ چار مذہب ہیں ۱ ہشام کے لئے دونوں ہمزوں کی تحقیق مع ادخال ۲ انہیں کے لئے تحقیق بلا ادخال ۳ سما کے لئے دوسرے ہمزہ کی تسہیل بلا ادخال ۴ ابن ذکوان اور کوفیین کے لئے تحقیق بلا ادخال)

تیسری قسم فتحہ اور ضمہ والی دو ہمزوں کے درمیان ادخال کا بیان

۲۰۰ ۔ وَمَدُّکَ قَبْلَ الضَّمِّ (لَبّٰی (حَبِیْبُہٗ بِخُلْفِہِمَا (بَـرًّا (وَّ) جَاءَ لِیَفْصِلَا
۱۸

ترجمہ :۔ اور تیرا (دوسرے) ضمہ (والے ہمزہ) سے پہلے مد (ادخال) کرنا جو ہے اس (مد) کے دوست رکھنے والے نے (ہشام وابو عمرو کے لئے) ان دونوں کے خلاف کے ساتھ (اور قالون کے لئے بلا اختلاف حق تعالیٰ کی) موافقت واطاعت کرنے والے (قاری) کو لبیک کے ساتھ جواب دیا ہے (یعنی جب قاری نے درخواست کی کہ تم دو ہمزوں کے درمیان ادخال سے پڑھا کرو تو اس حبیب نے اس کو منظور کر لیا) اور یہ (مد) اس لئے آیا ہے کہ (دو ہمزوں میں) جدائی کردے (پس تیسری قسم کے تینوں کلمات اَؤُنَبِّئُکُمْ (آل عمران ع) اور ءَ اُنْزِلَ (ص ع) اور ءَ اُلْقِیَ (قمر ع) میں ہشام کے لئے تین طریق ہیں ۱ تینوں میں تحقیق بلا ادخال اور یہ زیادات میں سے ہے ۲ تینوں میں تحقیق مع ادخال (اَؤُنَبِّئُکُمْ) اس کو دانیؒ نے ابو الفتح سے پڑھا ہے ۳ اَؤُنَبِّئُکُمْ میں تحقیق بلا ادخال اور باقی دو میں تسہیل مع ادخال یہ وجہ دانیؒ نے ابو الحسن سے پڑھی ہے اور ناظمؒ نے اس کو آئندہ شعر میں بیان کیا ہے اور ابو عمرو کے لئے تینوں میں دو وجوہ ہیں ۱ تسہیل بلا ادخال ۲ تسہیل مع ادخال اور ثانی زیادات میں سے ہے اور قالون کے لئے تینوں میں تسہیل مع ادخال ہے اور اسی قسم میں سے چوتھے کلمہ ءَ اُشْہِدُوْا (زخرف ع) میں دو وجوہ ہیں ۱ تسہیل مع ادخال ۲ تسہیل بلا ادخال اور اس کا ذکر زخرف میں آئے گا اور اس کلمہ میں دو ہمزہ نافع ہی کی قراءۃ پر ہیں اور ورش کے لئے چاروں اور ابن کثیر کے لئے تینوں میں تسہیل بلا ادخال اور ابن ذکوان اور کوفیین کے لئے تینوں میں تحقیق بلا ادخال ہے)

۲۰۱ ۔ وَفِیْ اٰلِ عِمْرَانَ رَوَوْا لِہِشَامِہِمْ (ص) کَحَفْصٍ وَّفِی الْبَاقِیْ کَقَالُوْنَ وَاعْتَلَا
۱۹
صف

ترجمہ :۔ اور ان ناقلین نے ان میں کے ہشام کے لئے آل عمران (ع کے اَؤُنَبِّئُکُمْ) میں حفص کی طرح (تحقیق بلا ادخال سے) اور (اس قسم میں سے) باقی (دو ءَ اُنْزِلَ۔ ءَ اُلْقِیَ) میں قالون کی طرح (تسہیل مع ادخال سے) روایت کیا ہے اور یہ (تیسری وجہ جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس شعر میں بیان کی گئی ہے)۔ بلند ہوگئی ہے (کیونکہ اس میں تفصیل ہے اور تینوں طرق کے ملانے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہشام کے لئے آل عمران میں تو دو وجوہ ہیں ۱ تحقیق بلا ادخال ۲ تحقیق مع ادخال اور باقی دو میں تین وجوہ ہیں ۱ و ۲ آل عمران والی ۳ تسہیل مع ادخال اور چوتھی وجہ تسہیل بلا ادخال ان کے لئے کسی طریق سے بھی صحیح نہیں)

شرح :۔ یعنی حرکت والے دو قطعی ہمزوں کی تین قسمیں ہیں پھر پہلی اور تیسری کی دو دو اور دوسری کی تین صورتیں ہیں اس لئے کل سات صورتیں ہو جاتی ہیں۔ پہلی قسم :۔ جس میں دونوں ہمزوں پر فتحہ ہو اور اس کی دو صورتیں ہیں (الف) وہ کلمات جن کو سب نے دو ہمزوں سے پڑھا ہو اور ایسے تیرہ کلمہ ہیں جو اکیس جگہ آئے ہیں ان میں سے دس میں تو دوسرے ہمزہ کے بعد حرف صحیح ساکن ہے اور وہ یہ ہیں ۱ ءَ اَنْذَرْتَهُمْ دو جگہ (بقرہ ویٰس ع میں) ۲ ءَ اَنْتُمْ سات جگہ (بقرہ ع وفرقان ونزعٰت ع میں ایک ایک اور واقعہ ع میں چار) ۳ ءَ اَنْتَ دو جگہ (مائدہ ع وانبیاء ع) ۴ ءَ اَسْلَمْتُمْ (آل عمران ع) ۵ ءَ اَقْرَرْتُمْ (آل عمران ع) ۶ ءَ اَرْبَابٌ (یوسف ع) ۷ ءَ اَسْجُدُ (اسراء ع) ۸ ءَ اَشْكُرُ (نمل ع) ۹ ءَ اَتَّخِذُ (یٰس ع) ۱۰ ءَ اَشْفَقْتُمْ (مجادلہ ع) اور ایک میں دوسرے ہمزہ کے بعد الف مدہ ہے۔ ۱۱ ءَ اٰلِهَتُنَا (زخرف ع) اور دو میں بعد والے حرف پر حرکت ہے ۱۲ ءَ اَلِدُ (ہود ع) ۱۳ ءَ اَمِنْتُمْ (ملک ع) (ب) اس قسم میں سے وہ کلمات جن کو بعض نے ایک اور بعض نے دو ہمزوں سے پڑھا ہے۔ ۱ ءَ اَنْ يُؤْتٰى (آل عمران ع) ۲ ءَ اٰمَنْتُمْ تین جگہ (اعراف ع وطٰہٰ وشعراء ع) ۳ ءَ اَعْجَمِيٌّ (فصلت ع) ۴ ءَ اَذْهَبْتُمْ (احقاف ع) ۵ ءَ اَنْ كَانَ (نٓ ع) اور ان پانچوں کے اختلاف کی تفصیل اس باب کے شعر ۲ تا ۹ کی شرح میں درج ہو چکی ہے۔ ان میں سے نمبر ایک میں مکی کے لئے دو ہمزہ ہیں اور نمبر دو میں حفص کے لئے تینوں جگہ ایک ہمزہ ہے اور قنبل کے لئے طٰہٰ میں ایک ہے اور باقی دونوں میں دو ہیں اور اعراف میں وصلاً پہلے ہمزہ کو واو سے بدلتے ہیں اور باقین کے لئے تینوں جگہ دو ہمزہ ہیں اور نمبر تین میں ہشام کے لئے ایک اور باقین کے لئے دو ہیں اور نمبر چار میں ابن کثیر اور ابن عامر کے لئے دو ہیں اور نمبر پانچ میں شامی۔ ابوبکر۔ حمزہ کے لئے دو اور باقین کے لئے ایک ہے۔ دوسری قسم :۔ جس میں پہلے ہمزہ پر فتحہ اور دوسرے پر کسرہ ہو اور اس کی تین صورتیں ہیں (الف) استفہام مفرد جس میں صرف ایک جگہ دو ہمزہ آرہے ہوں اور سب نے دو ہی ہمزوں سے پڑھا ہو اور یہ نو کلموں میں آیا ہے جو انیس جگہ واقع ہوئے ہیں ۱ اَئِنَّكُمْ تین جگہ (انعام ع ونمل ع وفصلت ع) ۲ اَئِمَّةً پانچ جگہ (توبہ ع۔ انبیاء ع۔ قصص ع و ع۔ الٓمٓ السجدہ ع) لیکن اس میں پہلا ہمزہ استفہام کے بجائے جمع کے لئے ہے۔ ۳ اَئِنَّ لَنَا (شعراء ع) ۴ ءَ اِلٰهٌ (نمل ع میں پانچ جگہ) ۵ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ (یٰس ع) ۶ اَئِنَّا لَتَارِكُوْا ۷ اَئِنَّكَ لَمِنَ (صٰفّٰت ع) ۸ اَئِفْكًا (صٰفّٰت ع) ۹ ءَ اِذَا مِتْنَا (قٓ ع) (ب) استفہام مفرد جس میں دو ہمزہ ایک ہی جگہ ہوں اور بعض نے ایک اور بعض نے دو ہمزوں سے پڑھا ہو اور اس قسم کے پانچ کلمات ہیں ۱ ءَ اِنَّكُمْ (اعراف ع) اس میں نافع اور حفص کے لئے ایک اور باقی ساڑھے پانچ کے لئے دو ہمزہ ہیں ۲ ءَ اِنَّ لَنَا (اعراف ع) اس میں نافع۔ ابن کثیر اور حفص کے لئے ایک اور باقی ساڑھے چار کے لئے دو ہمزہ ہیں ۳ ءَ اِنَّكَ (یوسف ع) اس میں ابن کثیر کے لئے ایک ہمزہ اور باقین کے لئے دو ہیں ۴ ءَ اِذَا مَا مِتُّ (مریم ع) اس میں ابن ذکوان کیلئے ایک ہمزہ بھی ہے اور دو بھی اور باقین کے لئے صرف دو ہیں ۵ ءَ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ (واقعہ ع) اس میں ابوبکر کے لئے دو اور باقین کے لئے ایک ہمزہ ہے اور ان میں دو ہمزہ پڑھنے والے تسہیل وادخال وتحقیق میں اپنے اپنے اصول پر ہیں۔ (ج) استفہام مکرر جس میں قریب قریب دو جگہ دو دو ہمزہ آرہے ہوں اور یہ صورت گیارہ جگہ بائیس کلمات میں واقع ہوئی ہے ان میں سے نو جگہ تو ءَ اِذَا۔ ءَ اِنَّا ہے۔ یعنی ۱ رعد ع ۲ و ۳ اسراء ع و ع ۴ مومنون ع ۵ نمل ع ۶ الٓمٓ السجدہ ع ۷ و ۸ صٰفّٰت ع و ع ۹ واقعہ ع میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے ۱۰ اور ایک جگہ یعنی عنکبوت ع میں ءَ اِنَّکُمْ اَئِنَّکُمْ ہے ۱۱ اور ایک جگہ نٰزِعٰت ع میں ءَ اِنَّا ءَ اِذَا ہے اور اس میں اختلاف یہ ہوتا ہے کہ بعض تو ان میں سے اوّل میں دو اور ثانی میں ایک ہمزہ ءَ اِذَا اِنَّا پڑھتے ہیں اور بعض اس کا عکس کر کے اوّل میں ایک اور ثانی میں دو ہمزہ (اِنَّا ءَ اِذَا) پڑھتے ہیں اور بعض دونوں میں دو دو ہمزہ ءَ اِذَا ءَ اِنَّا ءَ اِنَّکُمْ اَئِنَّکُمْ - ءَ اِنَّا ءَ اِذَا پڑھتے ہیں اور ناظم نے اس صورت کا حکم سورۂ رعد میں بیان کیا ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے - ۱ نافع کے لئے اوّل میں دو اور ثانی میں ایک ءَ اِذَا اِنَّا اور ءَ اِنَّا اِذَا ہے لیکن نمل ع اور عنکبوت ع میں اس کا عکس ہے یعنی نمل میں اِذَا اَئِنَّا اور عنکبوت میں اِنَّکُمْ اَئِنَّکُمْ ہے ۲ اور کسائی کے لئے بھی نافع کی طرح اوّل میں دو اور ثانی میں ایک ہے لیکن نمل کے دوسرے میں ایک نون اور زیادہ کر کے ءَ اِذَا اِنَّنَا پڑھتے ہیں اور عنکبوت میں دونوں میں دو دو ہمزہ ہیں۔ ءَ اِنَّکُمْ اَئِنَّکُمْ ۳ اور ابن عامر کے لئے اوّل میں ایک اور ثانی میں دو ہمزہ ہیں اِذَا ءَ اِنَّا لیکن نمل اور نٰزِعٰت میں اس کا عکس ہے اور نمل کے ثانی میں کسائی کی طرح ایک نون بھی زیادہ کرتے ہیں پس نمل میں ءَ اِذَا اِنَّنَا اور نٰزِعٰت میں ءَ اِنَّا اِذَا اور واقعہ میں دونوں جگہ دو دو ہمزہ ءَ اِذَا ءَ اِنَّا پڑھتے ہیں ۴ ابن کثیر اور حفص کے لئے سب جگہ دونوں میں دو دو ہمزہ ہیں لیکن عنکبوت کے پہلے میں ایک ہے پس وہاں اِنَّکُمْ اَئِنَّکُمْ ہے ۵ اور باقی اڑھائی ابو عمرو۔ ابو بکر۔ حمزہ کے لئے سب جگہ دونوں میں دو دو ہمزہ ہیں۔ خلاصہ یہ کہ نافع اور کسائی کے لئے سب جگہ اوّل میں دو اور ثانی میں ایک اور ابن عامر کے لئے اوّل میں ایک اور ثانی میں دو ہمزہ ہیں لیکن نمل۔ عنکبوت۔ واقعہ۔ نٰزِعٰت ان چار میں بعض نے اپنے قاعدے کے خلاف کیا ہے اور تفصیل اوپر آ چکی ہے پھر دو ہمزہ پڑھنے والے سب حضرات تحقیق و تسہیل و ادخال میں اپنے اصول پر ہیں۔ تیسری قسم :- جس میں پہلے ہمزہ پر فتحہ اور دوسرے پر ضمہ ہو۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ (الف) وہ کلمے جن میں سب کے لئے دو ہمزہ ہوں جو صرف تین ہیں ۱ اَؤُنَبِّئُکُمْ (آل عمران ع) ۲ ءَ اُنْزِلَ (صٓ ع) ۳ ءَ اُلْقِیَ (قمر ع) (ب) وہ جس میں بعض کے لئے دو ہمزہ ہوں جو صرف ءَ اُشْهِدُوْا (زخرف ع) میں ہے اس میں صرف نافع کے لئے دو ہمزہ ہیں۔

ادخال و تسہیل اور قراآت کی تفصیل

۱ قالون کے لئے اَئِمَّةً - ءَ اٰمَنْتُمْ - ءَ اٰلِهَتُنَا کے سوا تینوں قسموں میں جس جگہ بھی دو ہمزہ ہوں۔ دوسرے ہمزہ کی تسہیل مع ادخال ہے لیکن ءَ اُشْهِدُوْا (زخرف) میں تسہیل بلا ادخال بھی ہے ۲ ابو عمرو کے لئے بھی انہیں تینوں کلموں کے سوا پہلی اور دوسری قسم میں ہر جگہ تسہیل مع ادخال ہے اور تیسری قسم میں تسہیل مع ادخال اور بلا ادخال دونوں ہیں ۳ ہشام کے لئے پہلی قسم میں ہر جگہ دو وجوہ ہیں (۱) تحقیق مع ادخال (۲) تسہیل مع ادخال لیکن ءَ اَنْ کَانَ (ن) میں صرف تسہیل مع ادخال ہے ءَ اٰلِهَتُنَا اور ءَ اٰمَنْتُمْ میں تسہیل بلا ادخال ہے اور دوسری قسم میں سے پانچ کلمات میں تو صرف ادخال ہے (جو سات جگہ آئے ہیں) اور وہ یہ ہیں۔ ۱ ءَ اِنَّکُمْ (اعراف ع وفصلت ع) ۲ ءَ اِنَّ لَنَا (اعراف ع وشعراء ع) ۳ ءَ اِذَا مَا (مریم ع) ۴ اَئِنَّکَ لَمِنَ (صٰفٰت ع) ۵ اَئِفْکًا (صٰفٰت ع) اور یہ ادخال اَئِنَّکُمْ (فصلت) میں تو تحقیق و تسہیل دونوں کے ساتھ ہے اور باقی میں صرف تحقیق کے ساتھ ہے اور باقی سات کلمات (۱ اَئِنَّکُمْ انعام و نمل ۲ ءَ اِلٰهٌ ۳ اَئِمَّةً ۴ ءَ اِنَّکَ لَاَنْتَ ۵ اَئِنْ ذُکِّرْتُمْ ۶ اَئِنَّا لَتَارِکُوْا ۷ ءَ اِذَا مِتْنَا ق) میں جو سولہ جگہ آئے ہیں دو دو وجوہ ہیں ۱ تحقیق مع ادخال ۲ تحقیق بلا ادخال۔ اور استفہام مکرر میں سے جن کلمات میں ان کے لئے دو ہمزہ ہیں ان سب میں نظم و تیسیر کی رو سے تو دونوں ہمزوں کی صرف تحقیق مع ادخال ہے اور تمام اہل مغرب اور اکثر اہل مشرق بھی اسی پر ہیں اور یہی جمہور کا مذہب ہے اور نشر کی تحقیق پر ان میں دو دو وجوہ ہیں تحقیق مع ادخال اور تحقیق بلا ادخال اور فرماتے ہیں کہ قیاس بھی یہی چاہتا ہے اور ارشاد المرید میں علی ضباع کہتے ہیں کہ ہمارا عمل بھی دونوں وجوہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور تیسری قسم کے تینوں کلمات میں تین طرق ہیں جن کی تفصیل شعر ۱۹۰ و ۱۹۱ کے ترجمہ میں درج ہو چکی ہے ؏ ورش کے لئے ءَ اٰلِھَتُنَا۔ ءَ اٰمَنْتُمْ کے سوا پہلی قسم کے تمام کلمات میں دو وجوہ ہیں۔ (۱) دوسرے ہمزہ کی تسہیل بلا ادخال (۲) ہمزہ کا الف سے ابدال اور اس کے بعد اٰلْئٰنَ اٰمَنْتُمْ میں قصر اور باقی کلمات کے الف میں بعد کے ساکن کے سبب طول اور ءَ اٰمَنْتُمْ اور ءَ اٰلِھَتُنَا میں اور دوسری اور تیسری قسم کے تمام کلمات میں صرف تسہیل بلا ادخال ہے ۵ ابن کثیر کے لئے تینوں قسموں میں سے جن کلمات میں دو ہمزہ ہیں۔ ان سب میں تسہیل بلا ادخال اور قنبل کے لئے فِرْعَوْنُ ءَ اٰمَنْتُمْ اور اِلَیْہِ النُّشُوْرُ ءَ اَمِنْتُمْ میں وصلاً پہلے ہمزہ کا واو سے ابدال اور دوسرے کی تسہیل ہے ؏ ابن ذکوان کے لئے ءَ اٰمَنْتُمْ۔ ءَ اَعْجَمِیٌّ۔ ءَ اٰلِھَتُنَا۔ ءَ اَنْ کَانَ میں تسہیل بلا ادخال اور باقی تمام کلمات میں تینوں قسموں میں تحقیق بلا ادخال ہے ؏ حفص کے لئے ءَ اَعْجَمِیٌّ میں تسہیل بلا ادخال اور باقی تمام کلمات میں تحقیق بلا ادخال ہے۔ ؏ ابوبکر، حمزہ اور کسائی کے لئے تینوں قسموں میں سب جگہ تحقیق بلا ادخال ہے۔ **سوال**:۔ وَفِیْ سَبْعَۃٍ لَا خُلْفَ عَنْہُ سے یہ معلوم ہوا کہ ہشام کے لئے ءَ اِذَا مَا (مریم) سے اَئِنَّکُمْ (فصلت) تک کے سات کلمات میں صرف ایک وجہ ہے لیکن یہ کہاں سے متعین ہوا کہ وہ ایک وجہ ادخال ہے۔ کیا ہم عدم ادخال مراد نہیں لے سکتے۔ **جواب**:۔ پہلے یہ بیان کیا تھا کہ پہلی دو قسموں میں قالون اور ابو عمرو کی طرح ہشام کے لئے بھی ادخال ہے پھر وَقَبْلَ الْکَسْرِ خُلْفٌ کہکر دوسری قسم سے صرف ادخال کی نفی کر دی پھر وَفِیْ سَبْعَۃٍ لَا خُلْفَ کہہ کر اس نفی کی نفی کی جو اثبات کے مرتبہ میں ہوتی ہے۔ پس نکل آیا کہ یہ سات کلمات اسی اصل پر ہیں جو اولاً مذکور ہوئی ہے اور وہ ادخال ہے۔

تنبیہ:۔ چونکہ ادخال کی صورت میں مدہ (الف) اور مد کا سبب (ہمزہ) دونوں ایک کلمہ میں جمع ہو جاتے ہیں اس بناء پر ابن شریح اشبیلی اور الدر النثیر کے مصنف اور تیسیر کے شارح عبد الواحد بن ابی السداد مالقی وغیرہ اس کو مد متصل قرار دیکر ادخال کے الف میں تحقیق والوں کے لئے صرف مد اور تسہیل والوں کے لئے مد اور قصر دونوں وجوہ بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ الف عارضی ہے لیکن ابدال کرنے والے بھی اس کا اعتبار کر کے بعد کے ساکن کے سبب ءَ اَنْذَرْتَھُمْ جیسے کلمات میں مد کرتے ہیں اور جمہور کی رائے پر اس الف میں صرف قصر ہے۔ کیونکہ یہ خود بھی عارضی ہے اس لئے اعتبار کے لائق نہیں اور اس کے بعد جو ہمزہ ہے وہ بھی مد کا ایسا قوی سبب نہیں جیسا کہ سکون لازم ہے پس اس کا ءَ اَنْذَرْتَھُمْ پر قیاس کرنا درست نہیں۔ محقق فرماتے ہیں کہ یہی تمام اہل عراق کا اور اہل شام اور اہل مصر اور اہل مغرب میں سے جمہور کا اور عام اہل ادا کا مذہب ہے اور بعض نے اسی پر اجماع نقل کیا ہے ابن مہران کہتے ہیں کہ ءَ اَنْذَرْتَھُمْ۔ ءَ اِذَا۔ اَؤُنَبِّئُکُمْ وغیرہ میں دو ہمزوں کے درمیان ایک الف مدہ داخل ہوتا ہے جو دونوں میں جدائی اور ایک ہمزہ کو دوسرے سے علیحدہ کر دیتا ہے اور اس کی مقدار بالاجماع پورے ایک الف کے برابر ہے۔ انتہٰی۔ صاحب غیث فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے تمام شیوخ سے مد کے بغیر ہی پڑھا ہے اور قیاس و نظر کا تقاضا بھی یہی ہے اور میرے خیال میں اس وقت ابن غازی وغیرہ کے مقلدین کے سوا اور کوئی بھی اس الف میں مد نہیں کرتا (غیث)

فائدہ:۔ (۱) اَئِمَّۃَ میں تسہیل والوں نے کلمہ کی ظاہری اور تحقیق والوں نے اصلی صورت کا لحاظ کیا ہے۔ (۲) یہاں ہشام کو اس لئے بیان کیا ہے کہ اس میں ادخال صرف انہیں کے لئے ہے۔ قالون اور ابو عمرو کے لئے نہیں اور خلف کی وجہ سے ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ تو پہلے ہی (وَقَبْلَ الْکَسْرِ خُلْفٌ سے) معلوم ہو چکا ہے۔ (۳) نشر کے طرق سے اس میں سما والوں کے لئے دوسرے ہمزہ کا یا سے ابدال بھی ہے پس وَفِی النَّحْوِ اُبْدِلَا کا مطلب یہ ہے کہ تخفیف والوں میں سے اکثر قراء نے تسہیل کو اور اکثر نحاۃ نے ابدال کو پسند کیا ہے اور دونوں میں سے بعض بعض سے عکس بھی ہے کہ بعض قراء نے ابدال کیا ہے اور بعض نحاۃ نے تسہیل کی ہے۔ (۴)

۵ ءَ اٰلِھَتُنَا کی تحقیق و تسہیل کا مسئلہ سورۂ زخرف میں مذکور ہے۔ ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوالقاسم زمخشری نے کشاف میں اَئِمَّةَ الْكُفْرِ (براءۃ ع۲) کے ذیل میں تسہیل کو پسندیدہ اور تحقیق کو قراءۃ مشہورہ اور ابدال کو لحن و تحریف بتایا ہے اور ابن الجنی نے کتاب الخصائص میں ذکر کیا ہے کہ ایک کلمہ میں جمع ہونے والے دو۲ ہمزوں کی تحقیق اس شرط سے صحیح ہے کہ دونوں عین کلمہ ہوں ورنہ لحن ہے اور اسی بناء پر اَئِمَّةَ میں کسائی کی قراءۃ کو شاذ کہا ہے اور دو۲ کلموں کے دو۲ ہمزوں کی تحقیق بھی ضعیف ہے گو لحن نہیں۔ انتہی۔ یہ ان کے قیاسات ہیں جو نقل کے مقابلہ میں محض بے حقیقت ہیں۔

النحو والعربیۃ:- ۱۹۵/۱۳ جَمْع - اجتماع کے معنیٰ میں ہے۔ ۱۹۶/۱۴ حُجَّةٌ ای ذُو حُجَّةٍ ۱۹۷/۱۵ - ۱ وَفِي سَبْعَةٍ کی تقدیر یا تو وَفِي مَدِّ سَبْعَةٍ ہے یا وَمَدُّكَ فِي سَبْعَةٍ الخ ہے ۲ بِمَرْيَمَ الخ کو سَبْعَةٍ سے بدل بھی کہہ سکتے ہیں ۳ اَلْعُلَا۔ عُلْيَا کی جمع ہے اور یہ یا تو تینوں سورتوں کی صفت ہے یا ہِيَ مقدر کی خبر ہے۔ ۱۹۸/۱۶ ۱ مَعًا۔ مُصْطَحِبَيْنِ کے معنیٰ میں ہو کر پہلے دونوں کلموں سے حال ہے ۲ فَوْقَ صَادِهَا کی تقدیر فِي سُورَةٍ هِيَ فَوْقَ صَادِهَا ہے۔ ۱۹۹/۱۷ ۱ بِالْخُلْفِ۔ مَدًّا مقدر کی صفت ہے۔ ۲ وَحْدَهُ بصریین کی رائے پر مُنْفَرِدًا کے معنیٰ میں ہو کر اور کوفیین کی رائے پر بلا تاویل حال ہوتا ہے۔ اس بناء پر کہ بصریین معرفہ کا حال ہونا جائز نہیں رکھتے اور کوفیین جائز بتاتے ہیں۔ ۲۰۰/۱۸ ۔ بَرًّا اور بَارًّا دونوں مُوَافِقًا اور مُطِيعًا کے معنیٰ دیتے ہیں اور یہ یہاں یا تو لَبَّى کے فاعل سے حال ہے یا اس کا مفعول ہے اور ترجمہ میں ثانی کو اختیار کیا ہے۔ ۲۰۱/۱۹ چاروں جار و مجرور وَوُا کے متعلق ہیں۔

بَابُ الْهَمْزَتَيْنِ مِنْ كَلِمَتَيْنِ

(اس میں بارہ ۱۲ شعر ہیں)

آٹھواں باب ان دو۲ قطعی ہمزوں کے بیان میں جو دو کلموں میں اس طرح جمع ہو رہے ہوں کہ پہلا پہلے کلمہ کے آخر میں ہو اور دوسرا آئندہ کلمہ کے شروع میں اور اُن کی دو۲ صورتیں ہیں

اوّل:- یہ کہ دونوں کی حرکت یکساں ہو۔ ان کو متفقتین کہتے ہیں ان کی تین۳ قسمیں ہیں۔ ۱ دونوں پر فتحہ ہو جیسے جَآءَ اَمْرُنَا یہ اُنتیس ۲۹ جگہ آئے ہیں۔ ۲ دونوں پر کسرہ ہو جیسے مِنَ السَّمَآءِ اِنَّ فِي (سبا ع۱) اور یہ اٹھارہ ۱۸ جگہ آئے ہیں پندرہ ۱۵ جگہ سب کی اور تین۳ جگہ بعض کی قراءۃ پر ۳ دونوں پر ضمہ ہو جیسے اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ (احقاف ع۴) اور یہ صرف اسی جگہ آئے ہیں۔ دوم:- دونوں پر دو۲ طرح کی حرکت ہو اور ان کو مختلفتین کہتے ہیں اور ان کی پانچ قسمیں ہیں کیونکہ پہلے کے فتحہ کے ساتھ دوسرے پر کسرہ اور ضمہ اور پہلے کے کسرہ کے ساتھ دوسرے پر صرف فتحہ اور پہلے کے ضمہ کے ساتھ دوسرے پر فتحہ اور کسرہ آتا ہے اور پہلے کے کسرہ کے ساتھ دوسرے کا ضمہ قرآن میں نہیں آتا گو کلام عرب میں آتا ہے جیسے عَلَى الْمَآءِ اُمَمٌ اور رَغِبْتُ فِي دُعَآءِ اُوَيْسٍ اور ان پانچ۵ قسموں کی تفصیل یہ ہے ۱ پہلے پر فتحہ اور دوسرے پر کسرہ جیسے شُهَدَآءَ اِذْ یہ اُنیس ۱۹ جگہ آئے ہیں۔ سترہ ۱۷ جگہ سب کی اور دو۲ جگہ بعض کی قراءۃ پر ۲ پہلے کے فتحہ ہی کے ساتھ دوسرے کا ضمہ جیسے جَآءَ اُمَّةً فقط ایک جگہ (مومنون ع۳) میں ۳ پہلے پر کسرہ اور دوسرے پر فتحہ جیسے اَلسُّفَهَآءُ اَلَآ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سولہ ۱۶ جگہ آئے ہیں پندرہ ۱۵ جگہ سب کی اور ایک جگہ صرف حمزہ کی قراءۃ پر۔ ۲ پہلے پر ضمہ اور دوسرے پر فتحہ جیسے اَلسُّفَهَآءُ اَلَآ اور یہ تیرہ ۱۳ جگہ آئے ہیں گیارہ ۱۱ جگہ سب کی اور دو ۲ جگہ صرف نافع کی قراءۃ پر۔ ۵ پہلے کے ضمہ ہی کے ساتھ دوسرے کا کسرہ جیسے یَشَآءُ اِلٰی اور یہ ستائیس ۲۷ جگہ آئے ہیں بائیس ۲۲ جگہ سب کی اور پانچ ۵ جگہ صرف نافع کی قراءۃ پر۔ ان میں سے متفقتین میں تو تخفیف پہلے ہمزہ میں بھی ہوتی ہے اور دوسرے میں بھی اور مختلفتین میں سے صرف دوسرے میں ہوتی ہے پھر ان آٹھوں قسموں میں تسہیل یا ابدال جس جگہ بھی ہوتا ہے سما والوں کے لئے ہوتا ہے اور صرف وصل میں ہوتا ہے پس اگر پہلے ہمزہ پر وقف کر دیں تو ان کے لئے بھی دونوں ہمزوں کی تحقیق ہی ہوتی ہے اور باقی یار ابن عامر اور کوفیین کے لئے آٹھوں قسموں میں ہر جگہ وصل و وقف دونوں حالتوں میں دونوں ہمزوں کی تحقیق ہوتی ہے لیکن ہشام اور حمزہ وقفاً تخفیف کرتے ہیں جس کی تفصیل گیارھویں باب میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

پہلی صورت یکساں حرکت والے ہمزوں کی تین قسمیں پہلے ہمزہ کی تخفیف

۲۰۲/۱۔ وَاَسْقَطَ الْاُوْلٰی فِیْ اتِّفَاقِهِمَا مَعًا ۔۔۔ اِذَا كَانَتَا مِنْ كِلْمَتَيْنِ فَتَى الْعَلَا

ترجمہ:۔ اور علا کے جوان (ابوعمرو) نے ان دو ۲ (ہمزوں کی حرکت) کے یکساں ہونے (کی صورت) میں اس حالت میں کہ یہ دونوں اکٹھے ہوں (جیسا کہ وصل میں ہوتے ہیں) جبکہ یہ دونوں دو ۲ کلموں سے ہوں پہلے (ہمزہ) کو حذف کیا ہے۔

۲۰۳/۲۔ كَجَآ اَمْرُنَا مِنَ السَّمَآ اِنَّ اَوْلِيَا ۔۔۔ اُولٰٓئِكَ اَنْوَاعُ اتِّفَاقٍ تَجَمَّلَا

ترجمہ:۔ (اور ان یکساں حرکت والے ہمزوں کی مثالیں) جَآءَ اَمْرُنَا (اور) مِنَ السَّمَآءِ اِنَّ کی طرح ہیں (اور تیسری قسم کی مثال صرف) اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ ہے (یہ تینوں اس) اتفاق کی قسمیں ہیں جو خوبصورت ہو گیا ہے (کیونکہ حرکت کا یکساں ہونا بھی زینت کا سبب ہے یا یہ اتفاق نہایت سہولت سے جمع اور مہیا ہو گیا ہے)

۲۰۴/۳۔ وَقَالُوْنُ وَالْبَزِّيُّ فِي الْفَتْحِ وَافَقَا ۔۔۔ وَفِيْ غَيْرِهِ كَالْيَا وَكَالْوَاوِ سَهَّلَا

ترجمہ:۔ اور قالون اور بزی نے (پہلی قسم میں) فتحہ (والے ہمزہ کے حذف) میں (ابوعمرو کی) موافقت کی ہے اور اس (فتحہ والے) کے سوا (باقی دو ۲ قسموں کسرہ اور ضمہ والے) میں دونوں نے (پہلے ہمزہ کی) یا اور واو کے مانند تسہیل کی ہے (یعنی پہلی قسم میں پہلے ہمزہ کو حذف کرتے ہیں اور دوسری قسم مِنَ السَّمَآءِ اِنَّ وغیرہ میں پہلے ہمزہ کی یا کے مانند اور تیسری قسم اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ میں پہلے ہمزہ کی واو کے مانند تسہیل کرتے ہیں)

۲۰۵/۴۔ وَبِالسُّوْٓءِ اِلَّا اَبْدَلَا ثُمَّ اَدْغَمَا ۔۔۔ وَفِيْهِ خِلَافٌ عَنْهُمَا لَيْسَ مُقْفَلَا

ترجمہ:۔ اور ان دونوں نے (دوسری قسم میں سے) بِالسُّوْٓءِ اِلَّا (یوسف ع کے پہلے ہمزہ) کا (واو سے) ابدال کیا ہے پھر دونوں نے (بِالسُّوْٓءِ کے پہلے واو کا ہمزہ سے بدلے ہوئے واو میں) ادغام کیا ہے اور اس (پہلے ہمزہ) میں ان دونوں سے ایسا خلاف (بھی) ہے جو قفل لگا یا ہوا (اور ممنوع) نہیں ہے (جس تک پہنچنا مشکل ہو بلکہ مشہور اور فن کی کتب میں تفصیل کے ساتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذکور ہے یعنی اس میں قالون اور بزی کے لئے دو وجوہ ہیں ۱ ہمزہ کا واو سے ابدال کر کے واو کا واو میں ادغام بِالسُّوْٓءِ ۲ قاعدہ کے عام ہونے کی بناء پر پہلے ہمزہ کی یا کے مانند تسہیل اور واو میں مد اور قصر)

شارح :- یعنی جب دو ہمزہ قطعی دو کلموں میں جمع ہو جائیں اور دونوں کی حرکت بھی یکساں ہو۔ جن کی تین قسمیں ہیں جو جَآءَ اَمْرُنَا اور مِنَ السَّمَآءِ اِنْ اور اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ میں پائی جاتی ہیں تو ابو عمرو تینوں قسموں میں پہلے ہمزہ کو حذف کر کے اس سے پہلے حرف مد کو قصر اور مد کے ساتھ یعنی جَآ اَمْرُنَا اور مِنَ السَّمَآ اِنْ اور اَوْلِيَآ اُولٰٓئِكَ پڑھتے ہیں اور قالون اور بزی پہلی قسم میں تو ابو عمرو کی طرح ہیں اور دوسری قسم (هٰٓؤُلَآءِ اِنْ وغیرہ) میں پہلے ہمزہ کی یا کی طرح اور تیسری قسم اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ میں پہلے ہمزہ کی واو کی طرح تسہیل کرتے ہیں اور ہمزہ سے پہلے مدہ میں مد اور قصر دو وجوہ ہو جاتی ہیں ہمزہ کے حذف کی صورت میں تو پہلے قصر پھر مد پڑھتے ہیں۔ اور تسہیل کی صورت میں پہلے مد پھر قصر ہوتا ہے۔ یہی قالون اور بزی دوسری قسم میں سے بِالسُّوْٓءِ اِلَّا (یوسف ع) کو دو وجوہ سے پڑھتے ہیں ۱ جمہور کے مذہب پر پہلے ہمزہ کا واو سے ابدال اور اس سے پہلے واو کا اس واو میں ادغام یعنی بِالسُّوِّ اِلَّا اور یہی مختار ہے ۲ ایک جماعت کے مذہب پر پہلے ہمزہ کی یا کے مانند تسہیل مد اور قصر کے ساتھ قاعدہ کے عام ہونے کی بناء پر۔ اور شارحین نے ان کے لئے تسہیل کو زیادات قصیدہ میں سے قرار دیا ہے اس بناء پر کہ دانی نے تیسیر میں سورۂ یوسف میں صرف ابدال اور ادغام بیان کیا ہے لیکن احقر کے خیال میں تیسیر میں تسہیل بھی مذکور ہے کیونکہ بَابُ الْهَمْزَتَيْنِ مِنْ كَلِمَتَيْنِ میں دونوں کسرہ والی ہمزوں کے بیان میں فرماتے ہیں وَقَالُوْنُ وَالْبَزِّيُّ يَجْعَلَانِ الْاُوْلٰى كَالْيَاءِ الْمَكْسُوْرَةِ کہ قالون اور بزی ان میں سے پہلے ہمزہ کی کسرہ والی یا کی طرح تسہیل کرتے ہیں یہاں قاعدۂ کلیہ کے طور پر بیان کیا ہے۔ پس یہ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا کو بھی شامل ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ ہمیں اس کا قائل ہونا پڑے گا کہ ابدال اور ادغام سورۂ یوسف میں بیان کیا ہے اور تسہیل قاعدے کے عام ہونے کی بناء پر باب الهمزتین سے سمجھی جاتی ہے۔

فائدہ :- ۱ اس پر تو اتفاق ہے کہ قالون اور بزی پہلی قسم میں اور ابو عمرو تینوں میں ایک ہمزہ کو حذف کرتے ہیں لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ ہمزہ پہلا ہے یا دوسرا۔ پس ناظم۔ دانی۔ ابن مجاہد۔ مکی۔ اہوازی وغیرہ جمہور کے مذہب پر تو پہلا ہے کیونکہ یہ کلمہ کے آخر میں ہے اور تغیرات اکثر آخری حرف ہی میں ہوا کرتے ہیں۔ نیز حرکت کے یکساں ہونے کی بناء پر دوسرا پہلے پر دلالت کرتا تھا اس لئے اسی کو کافی سمجھ لیا اور بعض کے قول پر دوسرا ہمزہ حذف ہوا ہے۔ کیونکہ ثقل اسی کے سبب سے پیدا ہوا ہے۔ نیز ایک کلمہ کے دو ہمزوں میں سے بھی دوسرے ہی میں تخفیف ہوا کرتی ہے جیسے اٰدَمَ۔ اخفش اس لئے خلیل بھی اسی کے قائل ہیں۔ محقق فرماتے ہیں کہ اس اختلاف کا فائدہ مد میں ظاہر ہوتا ہے پس جَآءَ اَمْرُنَا کے الف کا مد جمہور کی رائے پر تو منفصل ہے کیونکہ دوسرے ہمزہ کی وجہ سے ہو رہا ہے جو مدہ والے کلمہ میں نہیں ہے اور دوسرے قول پر یہ مد متصل ہے۔ کیونکہ اسی کلمہ کے ہمزہ کی وجہ سے ہو رہا ہے لیکن اس میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب یہ مد جمہور کی رائے پر منفصل ہے تو اس میں بزی اور سوسی کے لئے مد نہ ہونا چاہئے تھا کیونکہ ان کا مذہب منفصل میں صرف قصر ہے حالانکہ سب مد اور قصر دونوں کو جائز بتاتے ہیں پس احقر کے خیال میں مناسب یہ ہے کہ جمہور کی رائے کے موافق پہلے ہی ہمزہ کو محذوف مانا جائے لیکن مد کو اس پر بھی متصل ہی قرار دیا جائے اس بناء پر کہ یہ مد اسی کلمہ کے اس ہمزہ کی وجہ سے ہو رہا ہے جس میں حذف سے تغیر ہو گیا ہے پس مد اصلی حالت کے لحاظ سے ہوتا ہے کہ اصل میں مدہ کے بعد ہمزہ تھا اور قصر موجودہ حالت کے اعتبار سے کہ اب اس کلمہ میں ہمزہ نہیں رہا اور دوسرے کو محذوف مانا جائے تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ پھر جَآ اَمْرُنَا وغیرہ میں کسی کے لئے بھی قصر نہ ہونا چاہئے تھا کیونکہ اس صورت میں مد کا سبب پہلا ہمزہ ہے اور اس میں ذرا بھی تغیر نہیں ہوا پس جو صورت شبہ سے بالکل خالی ہے وہ یہی ہے کہ پہلے ہمزہ کو محذوف مانیں اور مد کو پھر بھی متصل ہی قرار دیں اور علی قاری فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ پہلے ہمزہ کے حذف پر یہ مد ایک اعتبار سے منفصل اور دوسرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لحاظ سے متصل ہے اور اسی بنا پر اس میں سوسی کے لئے دونوں وجوہ ہیں۔ پس اگر ہر لحاظ سے منفصل ہوتا تو اس میں سوسی کے لئے صرف قصر ہوتا۔ انتہی اور ممکن ہے کہ وہ دو اعتبار یہ ہوں کہ ہمزہ جمہور کی رائے پر دوسرے کلمہ کا ہے اس لحاظ سے مد منفصل ہے اور حکم کے اعتبار سے متصل ہے کیونکہ اس میں بزی اور سوسی مد بھی کرتے ہیں۔

فائدہ: ۱۲ ۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے متفقتین میں آٹھ قیدیں بیان کی ہیں اور سب کے فوائد بھی جدا جدا بتلائے ہیں۔ (۱) دونوں ہمزہ قطعی ہوں اس سے مَا شَآءَ اللّٰهُ اور اَلْمَآءَ اهْتَزَّتْ جیسی مثالیں نکل گئیں۔ (۲) دونوں کی حرکت یکساں ہو۔ اس سے تَشَآءُ اَنْتَ وغیرہ نکل گئے (۳) مطلقاً یعنی تینوں قسموں میں ہر جگہ پس قاعدہ سب قسموں کو صراحۃً شامل ہو گیا (۴) دونوں رسماً منفصل ہوں اس سے ءَاَنْذَرْتَهُمْ نکل گیا کیونکہ اگرچہ اس میں دونوں کی حرکت یکساں ہے لیکن رسماً متصل ہیں (۵) تحقیقاً و ظاہراً دو کلموں میں ہوں اس سے بھی ءَاَنْذَرْتَهُمْ نکل گیا کیونکہ اگرچہ یہ دونوں معنیٰ کے لحاظ سے دو کلموں میں ہیں جن میں سے ایک حرف اور دوسرا فعل ہے لیکن قراء کے نزدیک دونوں ایک ہی کلمہ میں ہیں اسلئے پہلا ہمزہ تلاوت میں مستقل نہیں ہے (۶) دونوں متصل ہوں کہ اول پہلے کلمہ کے آخر میں اور دوسرا آئندہ کلمہ کے شروع میں ہو اور دونوں میں کوئی حرف فاصل نہ ہو اس سے اَلسُّوْٓءَ اِلَّا اَنْ۔ رَاٰ اَیْدِیَهُمْ عَلٰی سَوَآءٍ اِنَّ جیسی مثالیں نکل گئیں (۷) دونوں کلمے وصل سے پڑھے جارہے ہوں پس پہلے پر وقف کر دینے کی صورت میں دونوں میں سے کسی میں بھی تخفیف نہ ہوگی (۸) اُوْلٰی پہلے ہمزہ کو اس میں اشارہ ہے کہ ناظم کی رائے پر جمہور کا مذہب مختار ہے ان میں سے پہلی قید مثالوں سے اور دوسری فِی اتِّفَاقِهِمَا سے اور تیسری تینوں قسموں کی مثالیں لانے سے اور چوتھی اِذَا کَانَتَا مِنْ کِلْمَتَیْنِ سے اور پانچویں لفظ مَعًا سے سمجھی گئی ہے پس یہ ابو شامہ کی رائے کے موافق محض تاکید کے لئے نہیں ہے۔ اور ساتویں قید اسی باب کے ۱۱ کے وَکُلٌّ بِهَمْزِ الْکُلِّ الخ سے نکلی ہے ۱۲ جعبری فرماتے ہیں کہ دونوں کا متحرک ہونا بھی ضروری ہے لیکن ناظم نے اس کو اس لئے بیان نہیں کیا کہ اِقْرَءْ اٰیَةً جیسی مثالیں قرآن میں نہیں آئیں نیز مثالوں میں بھی اس قید کی طرف اشارہ موجود ہے علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ قید اِتِّفَاقِهِمَا سے نکلتی ہے کیونکہ دونوں کا سکون میں متفق ہونا دشوار ہے اور اس صورت میں ادغام اس لئے نہیں ہوتا کہ ہمزہ بلا ادغام ہی ثقیل ہے۔ پھر ادغام اور تشدید کے بعد تو ثقیل تر ہو جاتا اس لئے اول کے حذف ہی سے تخفیف کی گئی ہے ۱۳ جعبری اور سخاوی فرماتے ہیں کہ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا میں قالون کے لئے ابدال اکثر ہے اور بزی کے لئے تسہیل مشہور تر ہے اور قیاس کی رو سے اس کی تخفیف دو طرح ممکن تھی (۱) نقل سے یعنی بِالسُّوْ اِلَّا اور اس قسم کی ہمزہ میں یہی مختار ہے لیکن یہ قالون اور بزی سے منقول نہیں ہے (۲) ابدال وادغام سے یعنی بِالسُّوِّ اِلَّا اور یہی مختار ہے اس لئے کہ نقل کی صورت میں ضمہ کے بعد کسرہ والا واو پایا جانے کی بنا پر ثقل تھا اور یہ قُوِلَ کے قبیل سے تھا جو لغۃً متروک ہے اور بِالسُّوِ۔ قُوِلَ کی طرح ہے اس میں چونکہ ضمہ اور کسرہ کے درمیان ساکن فاصل ہے اس لئے یہ مستعمل ہے اور لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ (احزاب ع) اور اَلنَّبِیِّ اِلَّا (احزاب ع) میں قالون کیلئے وصلاً ابدال وادغام ہی ہے اور چونکہ اس میں یا زائد ہے اس لئے نقل نہ قیاساً جائز ہے نہ قراءۃً۔ ۱۴ چونکہ واو بھی الف سے قریب ہے اس لئے جس طرح الف کے بعد تسہیل جائز ہے اسی طرح بِالسُّوْٓءِ میں واو کے بعد بھی جائز ہے ۱۵ مکی نے قالون اور بزی کے لئے کسرہ والے کا یا سے اور ضمہ والے کا واو سے ابدال بھی روایت کیا ہے۔ لیکن اس پر عمل نہیں ہے۔ ۱۶ دانی مفردات میں فرماتے ہیں کہ بِالسُّوْٓءِ میں ابدال و ادغام کے سوا اور کوئی وجہ جائز نہیں۔ انتہیٰ۔ لیکن یہ اس کلمہ میں کہہ سکتے ہیں جس میں ہمزہ سے پہلا واو زائد ہو اور یہاں عین کلمہ ہے۔ جس میں قیاس کی رو سے نقل ہوتی ہے لیکن وہ منقول نہیں اور جس جگہ نقل نہ ہو سکے وہاں قیاس کے اعتبار سے تسہیل ہی ہوا کرتی ہے۔ پس گو اس میں ابدال کے بعد ادغام صحیح تر اور ادا کے لحاظ سے مقدم ہے۔ لیکن تسہیل بھی صحیح ہے۔ اس لئے اس کو ناجائز کہنا مناسب نہیں چنانچہ جامع البیان میں خود موصوف نے بھی تسہیل کو جائز بتایا ہے۔ (شرح سبعہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یکساں حرکت والے ہمزوں کی تینوں قسموں میں دوسرے ہمزہ کی تخفیف

۲۰۶/۵ - وَالْاُخْرٰی كَمَدٍّ عِنْدَ وَرْشٍ وَّقُنْبُلٍ ۔ وَقَدْ قِيْلَ مَحْضُ الْمَدِّ عَنْهَا تَبَدَّلَا

ترجمہ:- اور (تینوں قسموں میں) ورش اور قنبل کے نزدیک دوسرا (ہمزہ الف ۔ یا ۔ واو) مدہ کی طرح ہے (یعنی تسہیل کرکے فتحہ والے کو الف اور ہمزہ کے اور کسرہ والے کو یا اور ہمزہ کے اور ضمہ والے کو واو اور ہمزہ کے درمیان پڑھتے ہیں) اور (دوسری روایت پر یہ بھی) کہا گیا ہے کہ خالص حرفِ مد جو ہے وہ اس (ہمزہ) کے بدلہ میں آگیا ہے (یعنی تینوں قسموں میں ہمزہ کو الف ۔ یا اور واو مدہ سے بھی بدلتے ہیں)

۲۰۷/۶ - وَفِيْ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ وَّالْبِغَآءِ اِنْ لِّوَرْشِهِمْ ۔ بِيَاءٍ خَفِيْفِ الْكَسْرِ بَعْضُهُمْ تَلَا

ترجمہ:- اور ان (ناقلین) میں سے بعض نے ان (قراء) میں سے ورش کے لئے هٰٓؤُلَآءِ اِنْ (كُنْتُمْ بقرہ ع) اور (عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ (اَرَدْنَ ۔ نور ع) میں (دوسرے ہمزہ کو) ایسی یا کے ساتھ پڑھا ہے جو خفیف (اور ہلکے) کسرہ والی ہے (یعنی ان دونوں میں ورش دوسرے ہمزہ کو کسرہ والی یا سے بدل کر هٰٓؤُلَآءِ يِنْ اور عَلَى الْبِغَآءِ يِنْ پڑھتے ہیں اور تخفیف الکسر سے اختلاس مراد نہیں بلکہ کامل کسرہ مراد ہے اور اس کو خفیف اس لئے کہا ہے کہ ہمزہ ثقیل ترین حرف ہے اور یا بہ نسبت ہمزہ کے خفیف ہے پس جب ابدال سے پہلے کسرہ ہمزہ پر تھا تو ثقیل تھا اور جب یا پر آگیا تو خفیف ہو گیا اور یہاں حرکت کو خفیف و ثقیل کہنا مجاز کی بناء پر ہے کیونکہ حقیقتاً تو یہ دونوں حرف کی صفتیں ہیں)

شرح:- ۲۰۶/۵ یعنی ورش اور قنبل کے لئے متفقتین کی تینوں قسموں میں پہلے ہمزہ کی تو تحقیق ہی ہے اور دوسرے میں دو وجوہ ہیں ۱- تسہیل ۲- ہمزہ کا خالص حرفِ مد الف اور یا اور واو ساکنہ سے ابدال تاکہ کامل درجہ کی تخفیف حاصل ہو جائے اور یہ عام اہل مصر کا مذہب ہے ۔ یعنی جَآءَ اَحَدُ ۔ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ ۔ اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ اور یہ زیادات میں سے ہے (۱) پس اگر دوسرے ہمزہ کے بعد والے حرف پر حرکت ہو جیسا کہ ان تینوں مثالوں میں ہے تو ابدال کے بعد مد کا سبب نہ ہونے کی بناء پر الف اور یا اور واو مدہ میں صرف قصر کرتے ہیں اور اگر دوسرے ہمزہ کے بعد حرفِ صحیح ساکن ہو تو وہاں الف اور یا مدہ میں مد لازم کی بناء پر طول کرکے جَآءَ اٰمْرُنَا ۔ هٰٓؤُلَآءِ يْنْ كُنْتُمْ پڑھتے ہیں (۲) اور چونکہ عَلَى الْبِغَآءِ يِنْ اَرَدْنَ اور لِلنَّبِيِّءِ يِنْ اَرَادَ (احزاب ع) میں ورش کی اور مِنَ النِّسَآءِ يِنِ اتَّقَيْتُنَّ (احزاب ع) میں ورش اور قنبل دونوں کی قراءۃ پر مد کے بعد والے ساکن پر تیسرے ساکن کی وجہ سے حرکت آجاتی ہے اس بناء پر ان دونوں کے لئے یا مدہ میں قصر و مد دونوں جائز ہو جاتے ہیں (۳) اور جَآءَ اٰلَ (حجر ع و قمر ع) میں چونکہ ابدال کے بعد دو الف جمع ہو جاتے ہیں اس لئے اس میں بھی دونوں کے لئے دو وجوہ ہو جاتی ہیں ۱- دونوں الفوں کو باقی رکھ کر ان میں جدائی کرنے کے لئے طول ۲- ایک الف کے حذف کی بناء پر قصر اور ان کا بیان باب المد شعر ۹ تا ۱۱ کے فائدہ میں بھی تفصیل کے ساتھ گذر چکا ہے ۔ ۲۰۷/۶ اور هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ اور عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ میں ورش کے لئے تیسری وجہ یعنی دوسرے ہمزہ کا کسرہ والی یا سے ابدال بھی ہے اس کو دانی نے ابن خاقان سے پڑھا ہے اور تیسیر میں ہے کہ یہ ورش سے اداءً مشہور ہے نصاً نہیں ۔ پس ان دونوں میں ورش کے لئے تین وجوہ ہو گئیں ۱- تسہیل ۲- یائے ساکنہ سے ۳- کسرہ والی یا سے ابدال اور قنبل کے لئے صرف اول کی دو ہیں ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ (۱) بعض ماہرین فن تسہیل کو اور اکثر شارحین ابدال کو زیادات میں سے کہتے ہیں اور احقر کا میلان بھی اکثر ہی کی رائے کی جانب ہے کیونکہ تیسیر میں ورش اور قنبل کے لئے مفتوحتین میں تَجْعَلَانِ الثَّانِيَةَ كَالْمَدَّةِ ہے اور مکسورتین میں تَجْعَلَانِ الثَّانِيَةَ كَالْيَاءِ السَّاكِنَةِ اور مضمومتین میں كَالْوَاوِ السَّاكِنَةِ ہے اور اس عنوان سے اکثر جگہ تسہیل ہی کو بیان کیا کرتے ہیں چنانچہ تیسیر میں متعدد مقامات میں جن میں سے پانچ موقع اس وقت بھی پیش نظر ہیں تسہیل کو مد اور مدہ سے تعبیر کیا ہے اور یہاں ناظمؒ نے بھی تسہیل کو كَمَدٍّ سے اور خالص مدہ سے ابدال کو مَحْضُ الْمَدِّ سے بیان کیا ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ تیسیر میں اس باب کے تینوں الفاظ (كَالْمَدَّةِ - كَالْيَاءِ السَّاكِنَةِ اور كَالْوَاوِ السَّاكِنَةِ) سے تسہیل ہی مراد لی جائے اور بلا ضرورت تشبیہ کے کاف کو زائد نہ مانا جائے (۲) قالون - بزی - ابوعمرو کی تخفیف پہلے ہمزہ میں تھی - کیونکہ وہ آخر میں ہوتا ہے اور اطراف تغیر کا محل ہیں اور ورش و قنبل نے دوسرے ہمزہ میں کی ہے کیونکہ ثقل اسی سے پیدا ہوا ہے اور تسہیل اس لئے ہے کہ متحرک کے بعد متحرک کی تخفیف اسی سے ہوا کرتی ہے اور تینوں قسموں میں ابدال اہل مصر کا طریق ہے چنانچہ ایک کلمہ کے مفتوحتین میں بھی ثانی کا ابدال انہیں سے ہے لیکن یہاں تینوں قسموں میں ہے کیونکہ تینوں میں دونوں ہمزوں کی حرکت یکساں ہے - اس لئے ابدال ممکن ہے اور ایک کلمہ کی ہمزوں میں یہ بات نہیں ہے نیز متحرک کے بعد متحرکہ کا ابدال سماعی ہے - (۳) مکی - دانی - سخاوی جَآءَ اٰلَ میں دو الف جمع ہو جانے کی بنا پر ابدال کو ناجائز بتاتے ہیں لیکن چونکہ دونوں میں مد سے جدائی ہو جاتی ہے یا ایک کو حذف کر دیتے ہیں - اس لئے کوئی مانع نہیں -

۲۰۲ - وَاِنْ حَرْفُ مَدٍّ قَبْلَ هَمْزٍ مُّغَيَّرٍ يَجُزْ قَصْرُهٗ وَالْمَدُّ مَا زَالَ اَعْدَلَا

ترجمہ :- اور اگر (کسی کلمہ میں) حرفِ مد اس ہمزہ سے پہلے (واقع ہو رہا) ہو - جو (تسہیل یا حذف کے ذریعہ) متغیر کیا گیا ہو (یعنی مدہ کے بعد یا تو تسہیل والا ہمزہ آجائے یا وہ ہمزہ ہو جو حذف ہو گیا ہو یا الف سے بدل گیا ہو) تو اس (حرفِ مد) کا قصر سے پڑھنا (بھی) جائز ہے اور (اس میں) مد کرنا ہمیشہ درست تر (اور قصر سے افضل) ہے (یعنی دونوں جائز ہیں اور مد اولیٰ ہے)

شرح :- باب المد شعر ۱۷۹ تا ۱۸۰ کے فائدہ میں اور اس آٹھویں باب کے ۱۹۵ کی شرح میں ذکر آچکا ہے کہ جس جگہ مد کے سبب میں تغیر آجائے وہاں اصلی حالت کے لحاظ سے مد اور موجودہ حالت کے اعتبار سے قصر دونوں جائز ہو جاتے ہیں اور یہ حکم مد کے دونوں سببوں کو شامل ہے یعنی عام ہے کہ ہمزہ میں کسی قسم کی تبدیلی ہوئی ہو یا سکونِ لازم حرکت سے بدل گیا ہو جیسا کہ الٓمّٓ اللّٰهُ (آل عمران ع) میں سب کی اور الٓمّٓ اَحَسِبَ (عنکبوت ع) وغیرہ میں ورش کی قراءۃ ہے اور ناظمؒ نے اس شعر میں ہمزہ کی تغیر کا مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ اگر مدہ کے بعد ایسا ہمزہ پایا جائے جس میں کسی قسم کا تغیر ہو گیا ہو تو وہاں ہمزہ سے پہلے حرف مد میں قصر و مد دونوں وجوہ جائز ہیں مگر ان میں سے اولیٰ کیا ہے سو ناظمؒ اور دانی کی رائے پر تو ہر صورت میں مد اولیٰ ہے پھر قصر ہے جیسا کہ وَالْمَدُّ مَا زَالَ اَعْدَلَا میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور محققؒ کی رائے پر اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر تغیر کے بعد سبب کا اثر بھی باقی نہ رہا ہو جیسا کہ جَآءَ اَمْرُنَا وغیرہ میں ہمزہ کے حذف کی صورت میں ہوتا ہے - تب تو قصر اولیٰ ہے پھر مد - کیونکہ ہمزہ کا بالکل حذف ہو جانا یہی چاہتا ہے کہ موجودہ حالت کے اعتبار کو مقدم رکھا جائے اور اگر اثر باقی ہو جیسا کہ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا وغیرہ میں تسہیل کی صورت میں ہوتا ہے تو اولیٰ مد ہو گا پھر قصر کیونکہ ہمزہ کا وجود ہی پایا جاتا ہے کہ پہلے اس کا لحاظ کیا جائے - پھر تبدیلی کا - اور ہمزہ کے اس تغیر کی تین صورتیں ہیں ۱ حذف جو جَآءَ اَمْرُنَا وغیرہ میں قالون - بزی اور ابوعمرو کی اور مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا وغیرہ میں اور اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ میں ابوعمرو کی قراءۃ ہے ۲ تسہیل جو مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا وغیرہ میں قالون اور بزی کی اور اٰبَآءَنَا اور مِنْ نِّسَآئِكُمْ - اَبْنَآؤُكُمْ اور اِسْرَآءِيْلَ اور الْمَلٰٓئِكَةُ وغیرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یکساں حرکت والے ہمزوں کی تینوں قسموں میں دوسرے ہمزہ کی تخفیف

۲۰۶۔ وَالْاُخْرٰى كَمَدٍّ عِنْدَ وَرْشٍ وَّقُنْبُلٍ ۞ وَقَدْ قِيْلَ مَحْضُ الْمَدِّ عَنْهَا تَبَدَّلَا

ترجمہ:۔ اور (تینوں قسموں میں) ورش اور قنبل کے نزدیک دوسرا (ہمزہ الف۔ یا۔ واو) مدہ کی طرح ہے (یعنی تسہیل کرکے فتحہ والے کو الف اور ہمزہ کے اور کسرہ والے کو یا اور ہمزہ کے اور ضمہ والے کو واو اور ہمزہ کے درمیان پڑھتے ہیں) اور (دوسری روایت میں یہ بھی) کہا گیا ہے کہ خالص حرفِ مد جو ہے وہ اس (ہمزہ) کے بدلہ میں آگیا ہے (یعنی تینوں قسموں میں ہمزہ کو الف۔ یا اور واو مدہ سے بھی بدلتے ہیں)

۲۰۷۔ وَفِيْ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ وَّالْبِغَآءِ اِنْ لِوَرْشِهِمْ ۞ بِيَاءٍ خَفِيْفِ الْكَسْرِ بَعْضُهُمْ تَلَا

ترجمہ:۔ اور ان (ناقلین) میں سے بعض نے ان (قراء) میں سے ورش کے لئے ھٰٓؤُلَآءِ اِنْ (کُنْتُمْ بقرہ ع) اور (عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ (اَرَدْنَ۔ نور ع) میں (دوسرے ہمزہ کو) ایسی یا کے ساتھ پڑھا ہے جو خفیف (اور ہلکے) کسرہ والی ہے (یعنی ان دونوں میں ورش دوسرے ہمزہ کو کسرہ والی یا سے بدل کر ھٰٓؤُلَآءِ يِنْ اور عَلَى الْبِغَآءِ يِنْ پڑھتے ہیں اور خفیف الکسر سے اختلاس مراد نہیں بلکہ کامل کسرہ مراد ہے اور اس کو خفیف اس لئے کہا ہے کہ ہمزہ ثقیل ترین حرف ہے اور یا بہ نسبت ہمزہ کے خفیف ہے پس جب ابدال سے پہلے کسرہ ہمزہ پر تھا تو ثقیل تھا اور جب یا پر آگیا تو خفیف ہوگیا اور یہاں حرکت کو خفیف و ثقیل کہنا مجاز کی بناء پر ہے کیونکہ حقیقتاً تو یہ دونوں حرف کی صفتیں ہیں)

شرح:۔ ۲۰۶ یعنی ورش اور قنبل کے لئے متفقین کی تینوں قسموں میں پہلے ہمزہ کی تو تحقیق ہی ہے اور دوسرے میں دو وجہ ہیں ۱۔ تسہیل ۲۔ ہمزہ کا خالص حرفِ مد الف اور یا اور واو ساکنہ سے ابدال تاکہ کامل درجہ کی تخفیف حاصل ہوجائے اور یہ عام اہل مصر کا مذہب ہے۔ یعنی جَآءَ اَحَدٌ۔ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ۔ اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ اور یہ زیادات میں سے ہے (۱) پس اگر دوسرے ہمزہ کے بعد والے حرف پر حرکت ہو جیسا کہ ان تینوں مثالوں میں ہے تو ابدال کے بعد مد کا سبب نہ ہونے کی بناء پر الف اور یا اور واو مدہ میں صرف قصر کرتے ہیں اور اگر دوسرے ہمزہ کے بعد حرفِ صحیح ساکن ہو تو وہاں الف اور یا مدہ میں مد لازم کی بناء پر طول کرکے جَآءَ آمْرُنَا۔ هٰٓؤُلَآءِ يْنْ كُنْتُمْ پڑھتے ہیں (۲) اور چونکہ عَلَى الْبِغَآءِ يْنْ اَرَدْنَ اور لِلنَّبِيِّ يْنْ اَرَادَ (احزاب ع) میں ورش کی اور مِنَ النِّسَآءِ يْنِ اتَّقَيْتُنَّ (احزاب ع) میں ورش اور قنبل دونوں کی قراءۃ پر مدہ کے بعد والے ساکن پر تیسرے ساکن کی وجہ سے حرکت آجاتی ہے اس بناء پر ان دونوں کے لئے یا مدہ میں قصر و مد دونوں جائز ہوجاتے ہیں (۳) اور جَآءَ اٰلَ (حجر ع و قمر ع) میں چونکہ ابدال کے بعد دو الف جمع ہوجاتے ہیں اس لئے اس میں بھی دونوں کے لئے دو وجوہ ہوجاتی ہیں ۱۔ دونوں الفوں کو باقی رکھکر ان میں جدائی کرنے کے لئے طول ۲۔ ایک الف کے حذف کی بناء پر قصر اور ان کا بیان باب المد شعر ۱۰۹ تا ۱۱۱ کے فائدہ میں بھی تفصیل کے ساتھ گذر چکا ہے۔ ۲۰۷ اور ھٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ اور عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ میں ورش کے لئے تیسری وجہ یعنی دوسرے ہمزہ کا کسرہ والی یا سے ابدال بھی ہے اس کو دانی نے ابن خاقان سے پڑھا ہے اور تیسیر میں ہے کہ یہ ورش سے اداءً مشہور ہے نصاً نہیں۔ پس ان دونوں میں ورش کے لئے تین وجوہ ہوگئیں ۱۔ تسہیل ۲۔ یائے ساکنہ سے ۳۔ کسرہ والی یا سے ابدال اور قنبل کے لئے صرف اول کی دو ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ (۱) بعض ماہرین فن تسہیل کو اور اکثر شارحین ابدال کو زیادات میں سے کہتے ہیں اور احقر کا میلان بھی اکثر ہی کی رائے کی جانب ہے کیونکہ تیسیر میں ورش اور قنبل کے لئے مفتوحتین میں یَجْعَلَانِ الثَّانِيَةَ كَالْمَدَّةِ ہے اور مکسورتین میں یَجْعَلَانِ الثَّانِيَةَ كَالْيَاءِ السَّاكِنَةِ اور مضمومتین میں كَالْوَاوِ السَّاكِنَةِ ہے اور اس عنوان سے اکثر جگہ تسہیل ہی کو بیان کیا کرتے ہیں چنانچہ تیسیر میں متعدد مقامات میں جن میں سے پانچ موقع اس وقت بھی پیش نظر ہیں تسہیل کو مد اور مدہ سے تعبیر کیا ہے اور یہاں ناظمؒ نے بھی تسہیل کو کَمَدٍّ سے اور خالص مدہ سے ابدال کو مَحْضُ الْمَدِّ سے بیان کیا ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ تیسیر میں اس باب کے تینوں الفاظ (كَالْمَدَّةِ - كَالْيَاءِ السَّاكِنَةِ اور كَالْوَاوِ السَّاكِنَةِ) سے تسہیل ہی مراد لی جائے اور بلا ضرورت تشبیہ کے کاف کو زائد نہ مانا جائے (۲) قالون - بزی - ابو عمرو کی تخفیف پہلے ہمزہ میں تھی - کیونکہ وہ آخر میں ہوتا ہے اور اطراف تغییر کا محل ہیں اور ورش و قنبل نے دوسرے ہمزہ میں کی ہے کیونکہ ثقل اسی سے پیدا ہوا ہے اور تسہیل اس لئے ہے کہ متحرک کے بعد متحرک کی تخفیف اسی سے ہوا کرتی ہے اور تینوں قسموں میں ابدال اہل مصر کا طریق ہے چنانچہ ایک کلمہ کے مفتوحتین میں بھی ثانی کا ابدال انہیں سے ہے لیکن یہاں تینوں قسموں میں ہے کیونکہ تینوں میں دونوں ہمزوں کی حرکت یکساں ہے - اس لئے ابدال ممکن ہے اور ایک کلمہ کی ہمزوں میں یہ بات نہیں ہے نیز متحرک کے بعد متحرکہ کا ابدال سماعی ہے - (۳) مکی - دانی - سخاوی جَآءَ اٰلَ میں دو الف جمع ہو جانے کی بنا پر ابدال کو ناجائز بتاتے ہیں لیکن چونکہ دونوں میں مد سے جدائی ہو جاتی ہے یا ایک کو حذف کر دیتے ہیں - اس لئے کوئی مانع نہیں -

۲۱۲ - وَإِنْ حَرْفُ مَدٍّ قَبْلَ هَمْزٍ مُغَيَّرٍ ۔ يَجُزْ قَصْرُهُ وَالْمَدُّ مَا زَالَ أَعْدَلَا

ترجمہ :- اور اگر (کسی کلمہ میں) حرفِ مد اس ہمزہ سے پہلے (واقع ہو رہا) ہو - جو (تسہیل یا حذف کے ذریعہ) متغیر کیا گیا ہو (یعنی مدہ کے بعد یا تو تسہیل والا ہمزہ آجائے یا وہ ہمزہ ہو جو حذف ہو گیا ہو یا الف سے بدل گیا ہو) تو اس (حرفِ مد) کا قصر سے پڑھنا (بھی) جائز ہے اور (اس میں) مد کرنا ہمیشہ درست تر (اور قصر سے افضل) ہے (یعنی دونوں جائز ہیں اور مد اولیٰ ہے)

شرح :- باب المد شعر ۱۷۹ تا ۱۸۱ کے فائدہ میں اور اس آٹھویں باب کے ۲۰۵ و ۲۰۶ کی شرح میں ذکر آچکا ہے کہ جس جگہ مد کے سبب میں تغییر آجائے وہاں اصل حالت کے لحاظ سے مد اور موجودہ حالت کے اعتبار سے قصر دونوں جائز ہو جاتے ہیں اور یہ حکم مد کے دونوں سببوں کو شامل ہے یعنی عام ہے کہ ہمزہ میں کسی قسم کی تبدیلی ہوئی ہو یا سکون لازم حرکت سے بدل گیا ہو جیسا کہ الٓمّٓ اللّٰهُ (آل عمران ع) میں سب کی اور الٓمّٓ أَحَسِبَ (عنکبوت ع) وغیرہ میں ورش کی قراءۃ ہے اور ناظمؒ نے اس شعر میں ہمزہ کی تغییر کا مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ اگر مدہ کے بعد ایسا ہمزہ پایا جائے جس میں کسی قسم کا تغیر ہو گیا ہو تو وہاں ہمزہ سے پہلے حرف مد میں قصر و مد دونوں وجوہ جائز ہیں سوا یہ کہ ان میں سے اولیٰ کیا ہے سو ناظمؒ اور دانی کی رائے پر تو ہر صورت میں مد اولیٰ ہے پھر قصر ہے جیسا کہ وَالْمَدُّ مَا زَالَ أَعْدَلَا میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور محققؒ کی رائے پر اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر تغیر کے بعد سبب کا اثر بھی باقی نہ رہا ہو جیسا کہ جَآءَ أَمْرُنَا وغیرہ میں ہمزہ کے حذف کی صورت میں ہوتا ہے تب تو قصر اولیٰ ہے پھر مد - کیونکہ ہمزہ کا بالکل حذف ہو جانا یہی چاہتا ہے کہ موجودہ حالت کے اعتبار کو مقدم رکھا جائے اور اگر اثر باقی ہو جیسا کہ هٰٓؤُلَآءِ إِنْ - النِّسَآءِ إِلَّا وغیرہ میں تسہیل کی صورت میں ہوتا ہے تو اولیٰ مد ہوگا پھر قصر - کیونکہ ہمزہ کا وجود ہی پایا جاتا ہے کہ پہلے اس کا لحاظ کیا جائے - پھر تبدیلی کا - اور ہمزہ کے اس تغییر کی تین صورتیں ہیں ۱ حذف جو جَآءَ أَمْرُنَا وغیرہ میں قالون - بزی اور ابو عمرو کی اور مِنَ النِّسَآءِ إِلَّا وغیرہ میں اور أَوْلِيَآءُ أُولٰٓئِكَ میں ابو عمرو کی قراءۃ ہے ۲ تسہیل جو مِنَ النِّسَآءِ إِنِ وغیرہ میں قالون اور بزی کی اور ابَآءَنَا أَوْ - مِنْ نِّسَآئِكُمْ - أَبْنَآؤُكُمْ اور إِسْرَآئِيلَ اور الْمَلٰٓئِكَةُ وغیرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں وقفاً حمزہ کی قراءۃ ہے کہ وہ الف کے بعد کلمہ کے آخر میں وقفاً حمزہ کی قراءۃ ہے کہ وہ الف کے بعد کلمہ کے آخر
والے ہمزہ کو الف سے بدل کر اس الف کو حذف کر دیتے ہیں۔ پس ناظمؒ اور دانی کی رائے پر تو تینوں صورتوں میں اوّل مد پھر قصر ہوگا اور
محققؒ کی رائے پر حذف کی صورت میں اول قصر پھر مد اور تسہیل کی صورت میں اول مد پھر قصر ہوگا اور عمل بھی اسی پر ہے۔

فائدہ :- (۱) هٰٓؤُلَآءِ اِنْ کے پہلے ہمزہ میں ابوعمرو کی قراءۃ پر حذف سے اور قالون و بزی کی قراءۃ پر تسہیل سے تغیر ہوا ہے اس
میں بزی اور سوسی کے لئے تو دو وجوہ ہیں یعنی ھا کے قصر ہی کے ساتھ ؤُلَآءِ کی دونوں کیونکہ ان کا مذہب منفصل میں صرف قصر ہے اور
ؤُلَآءِ کی دونوں وجوہ ہمزہ کے تغیر کی بناء پر ہیں اور دوری کے لئے عقلاً چار نکلتی ہیں یعنی ھا کی دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ ؤُلَآءِ کی
دو دو لیکن نقلاً تین صحیح ہیں یعنی ھا کے قصر کے ساتھ ؤُلَآءِ کی دونوں اور ھا کے مد کے ساتھ ؤُلَآءِ میں صرف مد اور چوتھی وجہ (ھا کے مد کے
ساتھ ؤُلَآءِ میں قصر) ناجائز ہے اور وجہ یہ ہے کہ اگر ؤُلَآءِ اِنْ میں جمہور کی رائے کے موافق پہلے ہمزہ کو محذوف مانیں تب تو ھا کی طرح
ؤُلَآءِ کا مد بھی منفصل ہوگا اور ایک قسم کے دو مدوں میں فرق کرنا جائز نہیں۔ پس جب اوّل میں مد ہے تو ثانی میں بھی مد ہی ہونا چاہئے اور
اگر دوسرے ہمزہ کو محذوف مانیں تو ؤُلَآ کا مد متصل ہوگا اور ھا کے منفصل کے مد کے ساتھ متصل میں قصر کرنے سے ضعیف کو قوی پر ترجیح
ہو جائے گی۔ اور قالون چونکہ ہمزہ کی تسہیل کرتے ہیں اس لئے عارض کا اعتبار کرنے اور نہ کرنے کی بناء پر ان کے لئے چاروں وجوہ جائز ہیں۔
یعنی ھا کے قصر اور مد دونوں کے ساتھ ؤُلَآءِ میں دو دو پہلے مد پھر قصر اور گو محققؒ نے ھا کے مد کے ساتھ ؤُلَآءِ کے قصر کو ضعیف بتایا ہے
لیکن اس سے اس کا غیر صحیح ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ نقلاً صحیح اور ثابت ہے۔ اور رہا یہ قیاس کہ متصل کا ہمزہ تسہیل کے بعد بھی منفصل سے
قوی ہے۔ اس لئے منفصل کے مد کے ساتھ متصل میں قصر نہ ہونا چاہئے سو اگر اس کا اعتبار کر لیں تو لازم آئے گا کہ جب الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ کی
یا میں عارض کے اعتبار پر قصر کیا جائے تو لَآ اِلٰهَ کے منفصل میں مد نا جائز ہو کیونکہ مد لازم جو سب مدوں میں قوی ہے جب اسی میں قصر
ہو گیا تو منفصل میں بدرجۂ اولیٰ قصر ہونا چاہئے حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں اور اتحاف البریہ میں ہے ؎

وَفِیْ هٰٓؤُلَآ اِنْ مَدُّهَا مَعْ قَصْرِ مَا ٭ تَلَاهُ لَهٗ اَمْنَعْ مُسْقِطًا لَا مُسَهِّلَا

یعنی هٰٓؤُلَآءِ اِنْ میں ھا کا مد اور اس کے پاس والے ؤُلَآ میں قصر ہمزہ کے حذف کرنے کی حالت میں (دوری کے لئے) ناجائز ہے تسہیل
کی حالت میں (قالون کے لئے ناجائز) نہیں۔ (ارشاد المرید) (۲) محققؒ کی طرح صاحب غیثؒ نے بھی قالون کے لئے ھا کے مد کے ساتھ
ؤُلَآءِ کے قصر کو ضعیف اور ناجائز بتایا ہے اور اہلِ پانی پت کا عمل بھی اس وجہ کے ترک ہی پر ہے لیکن چونکہ علی ضباعؒ نے اس کو نقل
سے مؤید کیا ہے چنانچہ اس کے بارہ میں اتحاف البریہ کا شعر نقل کیا ہے اور جس قیاس سے اس کا ضعیف ہونا ثابت کیا گیا ہے موصوف
نے اس کا بھی الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ سے نہایت عمدہ جواب دیا ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ اس کو جائز قرار دیا جائے اور اہل انصاف کے لئے
اس کا صحیح ہونا نہایت واضح ہے (۳) عَلَی الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ (نور ع) اور لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ (احزاب ع) میں ورش کی اور مِنَ
النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ (احزاب ع) میں ورش و قنبل کی ابدال والی قراءۃ پر قصر و مد اسی لئے ہیں کہ مد کے سبب (سکونِ لازم) میں تغیر
ہو گیا ہے اور اگر ادخال کے الف کے بعد تسہیل والا ہمزہ ہو تو اس میں بھی بعض حضرات دونوں وجوہ بتاتے ہیں لیکن اس سے پہلے باب کے
آخر میں معلوم ہو چکا ہے کہ اس الف کے عارضی ہونے کی بناء پر جمہور کا عمل تحقیق و تسہیل دونوں صورتوں میں قصر ہی پر ہے۔ (۴) ہمزہ کے تغیر کے
بعد قصر اس لئے ہے کہ سبب میں تبدیلی ہو گئی ہے اور مد اس لئے ہے کہ تغیر عارضی ہے اور اس لائق ہے کہ اس کا اعتبار نہ کیا جائے
نیز شعر کے وزن کی طرح ادا میں بھی تسہیل والے کو تحقیق والے کا قائم مقام سمجھ لیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری صورت مختلفتین دو طرح کی حرکت والے دو ہمزوں کی پانچ قسمیں اور پانچوں میں دوسرے کی تخفیف

۲۰۹/۸۔ وَتَسْهِيلُ الْاُخْرَىٰ فِي اخْتِلاَفِهِمَا (سَمَا) تَفِيءَ إِلَىٰ مَعْ جَاءَ أُمَّةٌ انْزِلاَ

ترجمہ:- اور (سَما والوں کے لئے) ان (دونوں ہمزوں کی حرکت) کے جدا جدا ہونے (کی صورت) میں دوسرے (ہمزہ) کا تسہیل (تخفیف) سے پڑھنا بلند ہوگیا ہے (اور ان مختلفتین کی مثال) تَفِيءَ إِلَىٰ (کی طرح) ہے اس حالت میں کہ وہ جَاءَ أُمَّةً کے ساتھ ہے۔ یہ (ان دونوں میں سے ہر ایک مثال قرآن میں) نازل کی گئی ہے (یا ان دونوں میں سے ہر ایک مثال کی تسہیل قراء سے حاصل کی گئی ہے)

۲۱۰/۹۔ نَشَاءُ أَصَبْنَا وَالسَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا فَنَوْعَانِ قُلْ كَالْيَا وَكَالْوَاوِ سُهِّلاَ

ترجمہ:- (اور مختلفتین کی مثالیں) نَشَاءُ أَصَبْنَا اور السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا (کی طرح بھی) ہیں پس تو کہہ دے کہ وہ پہلی دو قسمیں (جو ان چار میں سے ہیں یعنی ان کی ہمزیں) یا اور واو کے مانند تسہیل سے پڑھی گئی ہیں (پس سَما والے تینوں تَفِيءَ إِلَىٰ جیسی مثالوں میں دوسرے ہمزہ کی یا کے مانند اور جَاءَ أُمَّةً میں واو کے مانند تسہیل کرتے ہیں)

۲۱۱/۱۰۔ وَنَوْعَانِ مِنْهَا أُبْدِلاَ مِنْهُمَا وَقُلْ يَشَاءُ إِلَىٰ كَالْيَاءِ أَقْيَسُ مَعْدِلاَ

ترجمہ:- اور (آخر کی) وہ دو قسمیں جو انہیں (چار) میں سے ہیں (یعنی ان کی ہمزیں) ان دونوں (یا اور واو) سے بدل گئی ہیں (یا وہ دونوں یا اور واو ان دونوں قسموں کی ہمزوں کے بدلے میں لائے گئے ہیں یعنی تیسری قسم نَشَاءُ أَصَبْنَهُمْ جیسی مثالوں میں دوسرے ہمزہ کو فتحہ والے واو سے بدلتے ہیں۔ اور چوتھی قسم السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا جیسی مثالوں میں دوسرے ہمزہ کو فتحہ والی یا سے بدلتے ہیں) اور تو کہہ دے کہ (مختلفتین کی پانچویں قسم) يَشَاءُ إِلَىٰ جیسی مثالوں کے دوسرے ہمزہ کی تسہیل یا کے مانند ہے (اور یہ تسہیل) عدول (اور انتقال) کی رو سے قیاس سے زیادہ موافق ہے (یعنی اس ہمزہ کا تحقیق سے تسہیل کی طرف منتقل ہونا قیاسی ہے سماعی نہیں کیونکہ متحرک کے بعد متحرک کی تخفیف تسہیل ہی سے ہوا کرتی ہے یا یہ تسہیل انصاف اور درستی کی رو سے قیاس سے موافق تر ہے)

۲۱۲/۱۱۔ وَعَنْ أَكْثَرِ الْقُرَّاءِ تُبْدَلُ وَاوُهَا وَكُلٌّ بِهَمْزِ الْكُلِّ يَبْدَا مُفَصِّلاَ

ترجمہ:- اور اکثر قراء سے وہ (يَشَاءُ إِلَىٰ کا دوسرا ہمزہ) اپنے (یا تمام حروف ہجا میں کے) واو سے بدلا جاتا ہے (یعنی يَشَاءُ إِلَىٰ جیسی مثالوں میں تین وجوہ ہیں ۱۔ اہل بغداد کے مذہب پر دوسرے ہمزہ کی یا کے مانند تسہیل یہ قیاس سے زیادہ موافق ہے۔ ۲۔ دوسرے ہمزہ کا کسرہ والے واو سے ابدال یہ اکثر قراء کا مذہب ہے اور سماعی ہے۔ ۳۔ دوسرے ہمزہ کی واو کے مانند تسہیل یہ پہلی وجہ کو اقیس کہنے سے سمجھی گئی ہے کیونکہ زیادہ موافق کہنے سے یہ نکلتا ہے کہ یہاں ایک دوسرا درجہ ہے جو قیاسی تو ہے لیکن زیادہ قوی نہیں اور یہ اخفش کا مذہب ہے لیکن یہ نشر کی تحقیق پر صحیح نہیں) اور (ساتوں میں سے) ہر ایک (قاری اس باب کی آٹھوں قسموں میں سے) تمام (قسموں) کے (دوسرے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمزہ (کی تحقیق) کے ساتھ (متلبس ہوکر) ابتدا کرتا ہے اس حالت میں کہ وہ (اس ہمزہ کو) ظاہر کرنے والا (اور تحقیق سے پڑھنے والا) ہے (یا اس حالت میں کہ وہ اس ہمزہ کو پہلے ہمزہ سے جدا کرنے والا ہو یعنی تسہیل اور ابدال صرف وصل میں ہوتے ہیں پس اگر پہلے ہمزہ پر وقف کرکے دوسرے سے ابتدا کریں تو آٹھوں قسموں میں سب کے لئے ہمزہ کی تحقیق ہی ہوتی ہے)

شرح:- اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ جن دو ہمزوں پر دو طرح کی حرکت ہو ان کی پانچ قسمیں ہیں۔ پانچوں میں پہلے ہمزہ کی تو سب کیلئے تحقیق ہے اور دوسرے میں سَمَا والے تینوں تخفیف کرتے ہیں اور اس کا بیان یہ ہے کہ:- **پہلی قسم** پہلے ہمزہ پر فتحہ اور دوسرے پر کسرہ ہو جیسے تَفِیْٓءَ اِلٰی اس میں دوسرے ہمزہ کی یا کے مانند تسہیل کرتے ہیں۔ **دوسری قسم** پہلے ہمزہ پر فتحہ اور دوسرے پر ضمہ ہو جو صرف جَآءَ اُمَّةً (مومنون ع) میں ہے اس میں دوسرے ہمزہ کی واو کے مانند تسہیل ہے۔ **تیسری قسم** پہلے ہمزہ پر ضمہ اور دوسرے پر فتحہ جیسے نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ اس میں پہلے ہمزہ کی حرکت کی مناسبت سے دوسرے کو فتحہ والے واو سے بدل کر نَشَآءُ وَصَبْنٰهُمْ پڑھتے ہیں۔ **چوتھی قسم** پہلے ہمزہ پر کسرہ اور دوسرے پر فتحہ جیسے اَلسَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا اس میں بھی پہلے کی مناسبت سے دوسرے کو فتحہ والی یا سے بدل کر اَلسَّمَآءِ یَوِ ائْتِنَا پڑھتے ہیں۔ **پانچویں قسم** پہلے پر ضمہ دوسرے پر کسرہ ہو جیسے یَشَآءُ اِلٰی اس میں دو وجوہ ہیں: ۱ بعض (اہل بغداد) کے مذہب پر دوسرے ہمزہ کی یا کے مانند تسہیل خود ہمزہ کی حرکت کے لحاظ سے اور یہ قیاس سے موافق تر ہے کیونکہ متحرک کے بعد متحرک کی تخفیف تسہیل ہی سے ہوا کرتی ہے۔ ۲ جمہور اور اکثر قراء کے مذہب پر دوسرے ہمزہ کا کسرہ والے واو سے ابدال دونوں ہمزوں کی حرکت کے لحاظ سے یعنی یَشَآءُ وِلٰی رہی تیسری وجہ یعنی دوسرے ہمزہ کی واو کے مانند تسہیل جو اخفش کا مذہب ہے اور جعبریؒ کے قول پر زیادات میں سے ہے اس بنا پر کہ یہ پہلی وجہ کو اَقْیَسُ کہنے سے سمجھی گئی ہے سو اس کے متعلق نشر میں ہے کہ اس وجہ کو صرف ابن شریح نے کافی میں بیان کیا ہے اور جو اس میں راہِ حق سے دور چلے گئے ہیں کیونکہ یہ نقلاً بھی صحیح نہیں اور اس کا ادا کرنا بھی ناممکن ہے۔ اس بنا پر کہ کسرہ والے ہمزہ کے تلفظ میں واو کی رعایت رکھنا اور اس جیسا تلفظ کرنا دشوار ہے اور اس پر موقوف ہے کہ یا تو ہمزہ کے کسرہ کو ضمہ سے بدلیں یا کسرہ کا ضمہ کے ساتھ اشمام کریں اور یہ دونوں ثابت نہیں آہ پس سخاوی کا اور ان کی پیروی میں دوسرے شارحین کا یہ قول درست نہیں کہ وَعَنْ اَكْثَرِ الْقُرَّآءِ اس لئے کہا ہے کہ بعض کے نزدیک ہمزہ کی واو کے مانند تسہیل بھی ہے پھر وَ کُلٌّ بِهَمْزِ الْكُلِّ الخ میں ایک ایسا مسئلہ بیان کیا ہے جو پورے باب سے تعلق رکھتا ہے یعنی ان آٹھوں قسموں میں تسہیل اور ابدال وصل ہی میں ہوتے ہیں پس اگر پہلے ہمزہ پر وقف کرکے دوسرے سے ابتدا کرتے ہیں تو سب کیلئے دونوں ہمزوں کی تحقیق ہی ہوتی ہے کیونکہ تخفیف کا سبب یہ تھا کہ دو ہمزوں کے جمع ہونے سے ثقل پیدا ہو رہا تھا اور ابتدا کی حالت میں دونوں ہمزہ جمع نہیں رہتے۔ نیز تسہیل والا ہمزہ ساکن کے مرتبہ میں ہے جس سے ابتدا دشوار ہوتی ہے۔

فائدہ:- (۱) نحاۃ کے مذہب پر مختلفتین کی پانچوں قسموں میں پہلے کی تسہیل بھی جائز ہے اور قراء نے مختلفتین میں حذف اس لئے نہیں کیا کہ ان میں دوسرے ہمزہ کی حرکت پہلے کے موافق نہیں ہے تاکہ حذف کے بعد ہمزہ پر دلالت کر سکے۔ (۲) چونکہ ابدال اکثر جگہ پہلے حرف کی حرکت کے لحاظ سے ہوا کرتا ہے۔ اس لئے کَالْیَا وَ کَالْوَاوِ کی ترتیب سے یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ تیسری نوع میں ہمزہ کا یا سے اور چوتھی میں واو سے ابدال ہے۔ **سوال**: پہلے ہمزہ پر وقف کرکے دوسرے سے ابتدا کرنے کی صورت میں سب کے لئے دونوں ہمزوں کی تحقیق ہوتی ہے۔ پھر اس کی وجہ کیا ہے کہ ناظم نے دوسرے سے ابتدا کرنے کا حکم تو بیان کردیا اور پہلے پر وقف کرنے کا حکم نہیں بتایا مناسب یہ تھا کہ یہ بتاتے کہ اس حالت میں بھی سب کے لئے دونوں کی تحقیق ہوگی۔ **جواب**:- ہمزہ پر وقف سب کے لئے تحقیق ہی سے ہوتا ہے یعنی تحقیق والوں کے لئے بھی اور تسہیل والوں کے لئے بھی کیونکہ ساکنہ میں تسہیل نہیں ہوا کرتی صرف ہشام اور حمزہؒ وقفاً ہمزہ میں تخفیف کرتے ہیں جس کے قواعد گیارہویں باب میں تفصیل کے ساتھ آئیں گے۔ نیز سترھویں باب میں آئے گا کہ ہمزہ پر سب کے لئے روم و اشمام سے بھی وقف۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنا جائز ہے۔ پس چونکہ وقف کے لئے تو ٢ دو مستقل باب تھے اور ابتدا کے لئے کوئی باب نہ تھا اس لئے ابتدا کا حکم یہاں بیان کر دیا۔

ابدال و تسہیل کی تعریف

٢١٣/١٢ ۔ وَالْاِبْدَالُ مَحْضٌ وَّالْمُسَهَّلُ بَيْنَ مَا ۔۔۔ هُوَالْهَمْزُ وَالْحَرْفُ الَّذِيْ مِنْهُ اُشْكِلَا

ترجمہ:۔ اور ابدال (ہمزہ کا) خالص (حرفِ علت) بنا دینا ہے اور تسہیل اس (حرف) کے درمیان ہے کہ وہ ہمزہ ہے اور اس حرف (علت) کے (درمیان ہے) جس (کی جنس) سے وہ (ہمزہ) حرکت دیا گیا ہے۔

شرح:۔ چونکہ ناظم کے کلام میں ابدال و تسہیل اکثر جگہ واقع ہوئے ہیں اس لئے یہاں ان کے معنیٰ بتا دئے۔ پس ابدال ہمزہ کو خالص حرفِ علت۔ الف سے یا واو اور یا سے بدل دینے کو کہتے ہیں عام ہے کہ واو اور یا متحرک ہوں جیسے اسی باب میں سے مختلفین کی تیسری اور چوتھی اور پانچویں قسم میں گذرے ہیں یا دونوں ساکن ہوں جیسا کہ آئندہ باب میں آئے گا مثلاً یَاْلَمُوْنَ سے یَالَمُوْنَ اور یُؤْمِنُوْنَ سے یُوْمِنُوْنَ اور شِئْتَ سے شِیْتَ اور تسہیل یہ ہے کہ ہمزہ کو نرم کر کے خود ہمزہ کے اور اس حرفِ علت کے درمیان پڑھیں جو ہمزہ کی حرکت کے مناسب ہو پس فتحہ والے ہمزہ کو ہمزہ اور الف کے اور کسرہ والے کو ہمزہ اور یا کے اور ضمہ والے کو ہمزہ اور واو کے درمیان پڑھیں گے اور اس کا صحیح ادا کرنا ماہر استاد سے مشق کرنے پر موقوف ہے۔ پس ابدال کی جگہ تسہیل اور تسہیل کی جگہ ابدال کرنے والے کو غلطی پر سمجھنا چاہئے ابو شامہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود سنا ہے کہ بعض لوگ تسہیل والے ہمزہ کو تقریباً ھا کی طرح ادا کرتے ہیں اور یہ محض بے اصل ہے۔

فائدہ:۔ ١ بعض حضرات تسہیل والے ہمزہ کو مدہ بھی کہدیتے ہیں چنانچہ ءَاَنْذَرْتَهُمْ میں کہتے ہیں وَقَرَاَ وَرْشٌ وَّابْنُ كَثِيْرٍ بِهَمْزَةٍ وَّبَعْدَهَا مَدَّةٌ فِيْ تَقْدِيْرِ الْاَلِفِ وَقَرَاَ قَالُوْنُ وَاَبُوْ عَمْرٍو وَّهِشَامٌ بِهَمْزَةٍ وَّبَعْدَهَا مَدَّةٌ مُّطَوَّلَةٌ فِيْ تَقْدِيْرِ الْاَلِفَيْنِ یعنی ورش اور ابن کثیر کے لئے پہلے ہمزہ کی تحقیق اور دوسرے کی تسہیل بلا ادخال ہے اور چونکہ تسہیل میں ہمزہ نرم ہو کر الف مدہ سے قریب ہو جاتا ہے۔ اس لئے مجازاً اس طرح بیان کر دیا کہ ہمزہ کے بعد مدہ ہے جس کی مقدار ایک الف کے برابر ہے اور قالون و ابو عمرو ہشام کے لئے پہلے کی تحقیق مع ادخال اور دوسرے کی تسہیل ہے اور چونکہ اس صورت میں ایک الف ادخال کا آ جاتا ہے اور تسہیل والا ہمزہ بھی الف کے مرتبہ میں ہو جاتا ہے اس لئے اس طرح بیان کر دیا کہ ان کے لئے پہلے ہمزہ کے بعد طویل مدہ ہے جس کا اندازہ تقریباً دو الف کے برابر ہے (ابراز) اس تحقیق کو یاد رکھنا چاہئے یہ فن کی کتابوں میں بہت جگہ کام آئے گی۔

فائدہ:۔ ٢ اس باب کی آٹھوں قسموں کی مثالوں کی تفصیل یہ ہے پہلی قسم فتحہ والے ٢ دو ہمزوں کی ١٦ سولہ مثالیں ہیں جو ٢٩ انتیس جگہ آئی ہیں ١ جَآءَ اَحَدٌ ٢ دو جگہ (نساء ع ٧ و مائدہ ع ٢) ٢ جَآءَ اَحَدَكُمُ (انعام ع ٨) ٣ جَآءَ اَحَدَهُمُ (مومنون ع ٦) ٤ جَآءَ اَجَلُهُمْ ٤ چار جگہ (اعراف ع ٤ یونس ع ٥ و نحل ع ٨ و فاطر ع ٥) ٥ جَآءَ اَجَلُهَا (منافقون ع ٢) ٦ اَلسُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ (نساء ع ١) ٧ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ (اعراف ع ٥) ٨ جَآءَ اَمْرُنَا ٦ چھ جگہ (ہود ع ٤ تا ع ٨ و مومنون ع ٢ میں ایک ایک) ٩ جَآءَ اَمْرُ ٤ چار جگہ (ہود ع ٩ و غافر ع ٨ و حدید ع ٢) ١٠ وَجَآءَ اَهْلُ (حجر ع ٥) ١١ اَلسَّمَآءَ اَنْ (حج ع ٩) ١٢ مَنْ شَآءَ اَنْ (فرقان ع ٥) ١٣ اِنْ شَآءَ اَوْ (احزاب ع ٣) ١٤ جَآءَ اَشْرَاطُهَا (محمد ع ٢) ١٥ شَآءَ اَنْشَرَهٗ (عبس) ١٦ جَآءَ اٰلَ ٢ دو جگہ (حجر ع ٥ و قمر ع ٢) اول کے پانچ میں دوسرے ہمزہ کے بعد متحرک ہے اور ٦ تا ١٥ ان دس ١٠ میں ساکن صحیح ہے اور ١٦ میں الف ہے۔ دوسری قسم کسرہ والے ٢ دو ہمزوں کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سولہ مثالیں ہیں جو اٹھارہ جگہ آئی ہیں تیرہ سب کی اور تین بعض کی قراءۃ پر ہیں ان میں سے دو میں متحرک سے پہلے ہیں ۱ اَلسَّمَآءِ اِلٰی
(الٓمٓ السجدہ ع) ۲ اَلسَّمَآءِ اِلٰہٌ (زخرف ع) اور باقی چودہ میں ساکن صحیح سے پہلے ہیں ۳ ھٰٓؤُلَآءِ اِنْ (بقرہ ع) ۴ اَلنِّسَآءِ
اِلَّا دو جگہ (نساء ع وع) ۵ وَرَآءِ اِسْحٰقَ (ہود ع) ۶ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا (یوسف ع) ۷ ھٰٓؤُلَآءِ اِلَّا دو جگہ (اسراء ع وص
ع) ۸ اَلْبِغَآءِ اِنْ (نور ع) ۹ اَلسَّمَآءِ اِنْ (شعراء ع) ۱۰ اَلسَّمَآءِ اِنَّ (سبا ع) ۱۱ اَلنِّسَآءِ اِنِ (احزاب ع) ۱۲
اَبْنَآءِ اِخْوَانِھِنَّ (احزاب ع) ۱۳ اَھٰٓؤُلَآءِ اِیَّاکُمْ (سبا ع) ۱۴ اَلشُّھَدَآءِ اِنْ (بقرہ ع) اس میں حمزہ کی قراءۃ پر دونوں
ہمزوں کا کسرہ ہے اور یہ متفقین میں سے ہے اور باقی چھ کی قراءۃ پر پہلے کا کسرہ اور دوسرے کا فتحہ ہے جو مختلفین کی چوتھی قسم ہے۔ ۱۵
لِلنَّبِیِّ اِنْ (احزاب ع) ۱۶ اَلنَّبِیُّ اِلَّا (احزاب ع) ان دونوں میں نافع کی قراءۃ پر دو ہمزہ ہیں اور باقین کی قراءۃ پر ایک تشدید والی
یا اور دوسرا ہمزہ ہے۔ تیسری قسم ضمہ والے دو ہمزوں کی مثال صرف اَوْلِیَآءُ اُولٰٓئِکَ (احقاف ع) میں ہے۔ مختلفین کی پانچ
قسمیں۔ چوتھی قسم فتحہ اور کسرہ والے ہمزوں کی مثالیں چودہ ہیں جو انیس جگہ آئی ہیں تیرہ سب کی اور ایک بعض کی قراءۃ پر ہے۔ ۱
شُھَدَآءَ اِذْ دو جگہ (بقرہ ع وانعام ع) ۲ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی دو جگہ (مائدہ ع وع) ۳ اَشْیَآءَ اِنْ (مائدہ ع) ۴ اَوْلِیَآءَ اِنِ
(توبہ ع) ۵ شَآءَ اِنَّ (توبہ ع) ۶ شُرَکَآءَ اِنْ (یونس ع) ۷ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّہٗ (یوسف ع) ۸ وَجَآءَ اِخْوَۃُ
(یوسف ع) ۹ اَوْلِیَآءَ اِنَّآ (کہف ع) ۱۰ اَلدُّعَآءَ اِذَا تین جگہ (انبیاء ع ونمل ع وروم ع) ۱۱ نَبَاَ اِبْرٰھِیْمَ (شعراء ع)
۱۲ اَلْمَآءَ اِلٰی (الٓمٓ السجدہ ع) ۱۳ تَفِیْٓءَ اِلٰی (حجرات ع) ۱۴ زَکَرِیَّآءَ اِذْ دو جگہ (مریم ع وانبیاء ع) اس میں حرمی۔ بصری۔
شامی۔ ابوبکر کی قراءۃ پر دو اور باقی اڑھائی کے لئے ایک ہمزہ ہے۔ پانچویں قسم۔ فتحہ اور ضمہ والے کی مثال صرف جَآءَ اُمَّۃً (مومنون ع)
میں ہے۔ چھٹی قسم ضمہ اور فتحہ والے ہمزوں کی مثالیں بارہ ہیں جو تیرہ جگہ آئی ہیں۔ دس سب کی اور دو صرف نافع کی قراءۃ پر ہیں ۱ اَلسُّفَھَآءُ
اَلَآ (بقرہ ع) ۲ نَشَآءُ اَصَبْنٰھُمْ (اعراف ع) ۳ تَشَآءُ اَنْتَ (اعراف ع) ۴ سُوْٓءُ اَعْمَالِھِمْ (توبہ ع) ۵ وَیٰسَمَآءُ
اَقْلِعِیْ (ہود ع) ۶ اَلْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ دو جگہ (یوسف ع ونمل ع) ۷ یَشَآءُ اَلَمْ تَرَ (ابراہیم ع) ۸ اَلْمَلَؤُا اَیُّکُمْ (نمل ع)
۹ جَزَآءُ اَعْدَآءِ (فصلت ع) ۱۰ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا (ممتحنہ ع) ۱۱ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی (احزاب ع) ۱۲ اَلنَّبِیُّ اِنَّآ (احزاب
ع) ان دونوں میں نافع کی قراءۃ پر دو ہمزہ ہیں اور باقین کے لئے ایک تشدید والی یا اور دوسرا ہمزہ ہے۔ ساتویں قسم۔ کسرہ اور فتحہ
والے ہمزوں کی مثالیں چودہ ہیں جو سولہ جگہ آئی ہیں تیرہ سب کی اور ایک حمزہ کے سوا اوروں کی قراءۃ پر ۱ اَلسُّفَھَآءِ اَلَآ (بقرہ ع)
۲ ھٰٓؤُلَآءِ اَھْدٰی (نساء ع) ۳ بِالْفَحْشَآءِ اَتَقُوْلُوْنَ (ع) ۴ ھٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا (ع) ۵ اَلْمَآءِ اَوْ (ع) تینوں
اعراف میں) ۶ اَلسَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا (انفال ع) ۷ وِعَآءِ اَخِیْہِ دو جگہ (یوسف ع) ۸ ھٰٓؤُلَآءِ اٰلِھَۃً (انبیاء ع) ۹
ھٰٓؤُلَآءِ اَمْ ھُمْ (ع) ۱۰ اَلسُّوْٓءِ اَفَلَمْ (ع) دونوں فرقان میں ۱۱ اَلسَّمَآءِ اٰیَۃً (شعراء ع) ۱۲ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِھِنَّ
(احزاب ع) ۱۳ اَلسَّمَآءِ اَنْ دو جگہ (ملک ع) ۱۴ اَلشُّھَدَآءِ اَنْ (بقرہ ع) اس میں حمزہ کی قراءۃ پر دونوں ہمزوں کا کسرہ
اور باقین کے لئے پہلے کا کسرہ اور دوسرے کا فتحہ ہے۔ آٹھویں قسم ضمہ اور کسرہ والے ہمزوں کی انیس مثالیں ہیں جو اٹھائیس جگہ آئی ہیں
پندرہ سب کی اور چار بعض کی قراءۃ پر ہیں ۱ یَشَآءُ اِلٰی چار جگہ (بقرہ ع وع ویونس ع ونور ع) ۲ اَلشُّھَدَآءُ اِذَا (بقرہ
ع) ۳ یَشَآءُ اِنَّ تین جگہ (آل عمران ع ونور ع وفاطر ع) ۴ یَشَآءُ اِذَا (آل عمران ع) ۵ نَشَآءُ اِنَّ (انعام ع)
۶ اَلسُّوْٓءُ اِنْ (اعراف ع) ۷ تَسُؤْءُ اِنَّکَ (ہود ع) ۸ یَشَآءُ اِنَّہٗ تین جگہ (یوسف ع وشوریٰ ع وع) ۹ نَشَآءُ
اِلٰی (حج ع) ۱۰ شُھَدَآءُ اِلَّا (نور ع) ۱۱ اَلْمَلَؤُا اِنِّیْ (نمل ع) ۱۲ اَلْفُقَرَآءُ اِلَی (ع) ۱۳ اَلْعُلَمٰٓؤُا اِنَّ (ع)

۱ جو گیارہ جگہ ہیں ۲ جو پندرہ جگہ ہیں ۳ جو بائیس جگہ ہیں۔ ۴ جو چھ جگہ ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۴ اَلنَّبِیِّ اِلَّا (ع تینوں فاطرمیں) ۱۵ یَشَآءُ اِنَّا (شوریٰ ع) ۱۶ زَکَرِیَّآءُ اِنَّا (مریم ع) اس میں حرمی۔ بصری شامی ابوبکر کے لئے دو اور باقی اڑھائی کے لئے ایک ہمزہ ہے ۱۷ اَلنَّبِیُّ اِنَّا دو جگہ (احزاب ع میں) ۱۸ اَلنَّبِیُّ اِذَا دو جگہ (ممتحنہ ع وطلاق ع) ۱۹ اَلنَّبِیُّ اِلٰی (تحریم ع) ان تینوں میں نافع کی قراءۃ پر دو ہمزہ ہیں اور باقین کے لئے ایک تشدید والی یا اور دوسرا ہمزہ ہے (شرح سبعہ)

اَلنَّحْو والعربیۃ:۔ ۲۰۲ ۱ فی اِتِّفَاقِهِمَا اور کَانَا کی ضمیر اَلْهَمْزَتَيْنِ کے لئے ہے جو اسی باب کے شروع میں مذکور ہے اور ابوشامہ اور شعلہ کی رائے کے موافق ساتویں باب کے شعر ۱ کے وَتَسْهِيْلُ اُخْرٰى هَمْزَتَيْنِ کے لئے نہیں ہے۔ ۲ فی اِتِّفَاقِهِمَا حال ہے ۳ مَعًا بعض کے قول پر تاکید اور بعض کی رائے پر تقیید کے لئے ہے ۴ اَلْعُلَا میں وقف تصرہے۔ جعبری کی رائے کے موافق مزدوۃ نہیں۔ ۲۰۳ ۱ اَوْلِيَآءُ میں جو تنصیف ہے وہ پہلے ہمزہ کے حذف پر تو تام ہے اور دوسرے کے حذف پر مدمج و مدخل ہے ۲ دوسری مثال میں کاف کو مقدر مانیں گے نہ کہ تیسری میں کیونکہ یہ ایک ہی جگہ آئی ہے۔ ۳ تَجَمَّلَا یا تو جمال سے ہے ای تَحَسَّنَ وَتَزَيَّنَ یا اِجْمَالٌ اور جُمْلَةٌ سے ہے ای تَجَمَّعَ وَاجْتَمَعَ مِنْ غَيْرِ كُلْفَةٍ ۲۰۵ ۱ بِالسُّوْءِ یا تو مبتدا ہے یا مفعول بہ پس جملہ بھی یا اسمیہ ہے یا فعلیہ ۲ عَنْهُمَا۔ خِلَافٌ کے متعلق ہے۔ ۲۰۶ مُحَقَّقٌ کا نصب نہ روایۃً صحیح ہے نہ درایۃً کیونکہ اس صورت میں معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں تَبَدَّلَ الْهَمْزُ حرف مدّ پس عَنْهُمَا فائدہ سے خالی ہوگا۔ ۲۰۷ جعبری بَا کو زائد مان کر بِيَآءٍ کو تَلَا کا مفعول کہتے ہیں لیکن اظہر یہ ہے کہ یہ تَلَا کے متعلق ہے اور مفعول مقدر ہے ای هَمْزَتَيِ الْمُتَلَاقِيَيْنِ۔ ۲۰۸ ۱ اِنْ شرطیہ کے فعل کا مفسر اس لئے نہیں لائے کہ ظرف اس پر دلالت کر رہا ہے اور اس کی تفصیل ساتویں باب کے شعر ۱ وَاِنْ هَمْزُ وَصْلٍ میں گذر چکی ہے ۲ اَعْدَلَا فعل ناقص کی خبر ہے اور وزن اور وصف کی بناء پر غیر منصرف ہے۔ پس اس کا الف اطلاقیہ ہے۔ ۲۰۹ ۱ فی یا تو تسہیل کے متعلق ہے یا سَمَا کے ۲ تَفِئَ اِلٰی۔ اَقْسَامُ الْمُخْتَلِفَيْنِ یا جِیْ مقدر کی خبر ہے ای جِیْ کَتَفِئَ وَمَا بَعْدَهٗ ۳ اُنْزِلَا۔ تَفِئَ اور نَشَآءُ کے درمیان معترضہ بیانیہ متانفہ ہے۔ ۲۱۰ ۱ نَشَآءُ بتقدیر عاطف یا تو تَفِئَ پر معطوف ہے یا جَآءَ اُمَّةً پر ۲ قُلْ نِيَّةً مقدم ہے اور جملہ فَنَوْعَانِ اس کا مقولہ ہے ۳ كَالْيَا وَكَالْوَاوِ فاعل سے حال ہے اور ترجمہ میں اس کو فعل کا متعلق قرار دیا ہے۔ ۲۱۱ اَبْدِلَا کی ضمیر یا اور واو کے اور مِنْهُمَا کی نَوْعَانِ کے لئے ہے ای مِنْ هَمْزَةِ النَّوْعَيْنِ اور ترجمہ میں اس کا عکس کیا گیا ہے ۲۱۲ ۱ عَنْ کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے اور اسی لئے اس کا مبتدا بننا صحیح ہوگیا ۲ يَبْدَأ میں سَبَا کی طرح ہمزہ کو وقف کی نیت کی بناء پر ساکن کر کے الف سے بدل لیا ہے۔ ۲۱۳ ۱ مُحَقَّقٌ ای ذُوْ حَرْفٍ خَالِصٍ ۲ اَلْمُسَهَّلُ مصدر میمی ہے ۳ بَيْنَ مَا میں مَا موصولہ ہے اور بَيْنَ مَا هُوَ الْهَمْزُ بَيْنَ الْهَمْزِ کے معنیٰ میں ہے ۴ اُشْكِلَا ای ضُبِطَ بِالْحَرَكَةِ اور یہ شَكَلْتُ الْكِتَابَ ای قَيَّدْتُّهٗ بِالْاِعْرَابِ سے ہے اور اَشْكَلْتُ الْكِتَابَ بھی کہتے ہیں گویا تم نے اس کے اشکال اور التباس کو زائل کر دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بابُ الھمز المفرد

(آیت ۲۱۵ تا ۲۱۵ دو شعر)

نواں باب۔ اس اکیلے ہمزہ کے بیان میں جس کے ساتھ دوسرا ہمزہ نہ ہو

ہمزہ کی تخفیف چار طرح ہوتی ہے۔ ۱۔ تسہیل بین بین سے ۲۔ حذف سے ۳۔ ابدال سے ۴۔ نقل سے ساتویں اور آٹھویں باب میں زیادہ تسہیل کا اور قدرے ابدال و حذف کا بیان تھا اور نویں میں خالص ابدال کا اور دسویں میں خالص نقل کا بیان ہے اور گیارہویں میں تمام قسمیں جمع ہیں۔ نیز ساتویں اور آٹھویں میں دو ہمزوں کا اور ان قسموں کا بیان تھا جن میں تخفیف دو سے زیادہ اماموں کے لئے ہے اور باب ۹ تا ۱۱ میں زیادہ تر ایک ایک ہمزہ کا اور ان قسموں کا بیان ہے جن میں تخفیف ایک یا دو اماموں کے لئے ہے۔

۲۱۴/۱ - إِذَا سَكَنَتْ فَاءٌ مِّنَ ا۟لْفِعْلِ هَمْزَةٌ ۔۔۔ فَوَرْشٌ يُّرِيهَا حَرْفَ مَدٍّ مُّبَدِّلَا

۲۱۵/۲ - سِوَى جُمْلَةِ الْاِيوَآءِ وَالْوَاوُ عَنْهُ اِنْ ۔۔۔ تَفَتَّحَ اِثْرَ الضَّمِّ نَحْوُ مُؤَجَّلَا

ترجمہ :- ۱۔ جب (لفظ) فعل کے فا (کلمہ) میں ہمزہ ساکن ہو تو ورش اس (ہمزہ) کو حرفِ مد (ہونے کی حالت میں) دکھلاتے (اور سناتے) ہیں (یا ورش یا فن کے معلّمین تمہیں بتلاتے ہیں کہ یہ ہمزہ حرفِ مد ہے) اس حالت میں کہ وہ (اس فا کلمہ کی ہمزۂ ساکنہ کو تمام کلمات میں) بدلنے والے ہیں۔ ۲۔ سوائے ایواء کے (مادہ کے) تمام (الفاظ تُؤْوِي مَأْوٰى ـ فَأْوُا) کے (کہ ان میں ابدال نہیں کرتے) اور اگر یہ (فا کلمہ کا ہمزہ) ضمہ کے بعد فتحہ والا ہو تو ان (ورش) سے (ہمزہ کے بجائے) واو (منقول) ہے (یا واو اس ہمزہ کا نائب بننے والا ہے اور اس کی مثال) مُؤَجَّلًا کی طرح ہے (یعنی اگر ضمہ کے بعد فتحہ والا ہمزہ فا کلمہ میں ہو تو اس کا فتحہ والے واو سے ابدال کرتے ہیں)

تشریح :- ۱۔ یعنی ہمزۂ مفردہ کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل ہمزۂ ساکنہ اس کا ورش ہر جگہ اس حرفِ علت سے ابدال کرتے ہیں جو ہمزہ سے پہلے حرف کی حرکت کے موافق ہو مگر شرط یہ ہے کہ یہ ہمزۂ ساکنہ اس لفظ فعل کے فا کلمہ کی جگہ میں ہو جو کلمات کا وزن معلوم کرنے کے لئے مقرر ہے اسم میں ہو خواہ فعل میں اور فا کلمہ کا ہمزہ وہ ہے جو اَتَيْنَ مَوْفٌ کے سات حرفوں میں سے کسی ایک حرف کے بعد ہو اور ہمزہ سے مراد ہمزۂ وصلی ہے اور میم سے اسم فاعل اور اسم مفعول کا میم مراد ہے تو فا کلمہ کے ہر ہمزۂ ساکنہ کو ورش فتحہ کے بعد الف سے اور کسرہ کے بعد یائے مدہ سے اور ضمہ کے بعد واو مدہ سے بدلتے ہیں جیسے يَأْخُذُ ـ يَأْكُلُ ـ تَأْكُلُونَ ـ لِقَآءَ نَا ائْتِ اور جیسے قُلْنَا ائْتِيَهُمْ اور فَاسْتَأْذَنُوكَ اور الَّذِى اؤْتُمِنَ ـ السَّمٰوٰتِ ائْتُونِى اور الْمُؤْمِنُونَ ـ يُؤْثِرُونَ ـ يُؤْمِنُ ـ يُؤْتُونَ جو ابدال سے پہلے يَأْخُذُ اور الَّذِى اؤْتُمِنَ اور الْمُؤْمِنُونَ تھے اور بِئْسَ وَبِئْرٍ اور الذِّئْبُ میں ہمزہ عین کلمہ ہے مگر اس پر بھی اس کا یا سے ابدال کرتے ہیں اور الذِّئْبُ میں کسائی بھی ان کے ساتھ شریک ہیں جیسا کہ اسی باب کے شعر ۹ میں آئے گا۔ ۲۔ لیکن ایواء کے مادہ کے الفاظ میں ابدال نہیں کرتے اور اس کے صرف تین کلمے آئے ہیں۔ ۱۔ وَتُؤْوِي (احزاب ع ۶) اور الَّتِي تُؤْوِيهِ (معارج) ۲۔ الْمَأْوٰى ـ وَمَأْوٰىهُ ـ مَأْوٰىكُمُ ـ وَمَأْوٰىهُمْ جس طرح بھی آئے۔ ۳۔ فَأْوُا (کہف ع ۲) دوم ـ وہ ہمزہ جس پر حرکت ہو اس کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ورش تین شرطوں سے فتحہ والے واو سے بدلتے ہیں۔ ۱ ہمزہ ضمہ کے بعد ہو ۲ فا کلمہ میں ہو ۳ ہمزہ پر فتحہ ہو جیسے یُؤَدِّہٖ مُؤَجَّلًا مُؤَذِّنٌ وَالْمُؤَلَّفَةِ ۔ یُؤَخِّرُهُمْ لَا تُؤَاخِذْنَا وغیرہ جو ابدال سے پہلے یُؤَدِّہٖ اور یُؤَخِّرْهُمْ تھے اسی لئے یَؤُدُهٗ ۔ تَؤُزُّهُمْ مَآبٍ ۔ مَآرِبُ ۔ تَأَذَّنَ میں ابدال نہیں کرتے کیونکہ پہلی شرط نہیں ہے اور ضمہ کے بعد فتحہ والا ہمزہ اکثر جگہ فا کلمہ ہی میں آتا ہے لیکن صرف فُؤَادُكَ ۔ اَلْفُؤَادَ ۔ بِسُؤَالِ میں عین کلمہ میں اور هُزُؤًا ۔ كُفُؤًا میں لام کلمہ میں آیا ہے اور اسی لئے ان میں ہمزہ کا واؤ سے ابدال نہیں کرتے۔

فائدہ:- (۱) فَاءً مِّنَ الْفِعْلِ میں وہ فعل مراد نہیں جو اسم و حرف کا مقابل ہے کیونکہ اس تقدیر پر تو اَلْمُؤْمِنُوْنَ وغیرہ اسموں میں ابدال ناجائز ہو جائے گا جو واقع کے خلاف ہے بلکہ اس سے وہ لفظِ فعل مراد ہے جس سے اہل صرف دوسرے کلمات کا وزن معلوم کیا کرتے ہیں اور جس کو موزون بہ کہتے ہیں (۲) تُؤْوِيْ میں ابدال سے دو واو جمع ہو کر ثقل ہو جاتا اور فَأْوُا اور مَأْوٰى میں اس لئے نہیں کیا کہ پورے باب کا حکم یکساں رہے اور دونوں لغت بھی جمع ہو جائیں۔ (۳) ضمہ کے بعد فتحہ والے ہمزہ کا واو سے ابدال قیاسی ہے اور ورش نے تَأَذَّنَ وغیرہ میں تخفیف اس لئے نہیں کی کہ اگر کرتے تو تسہیل ہوتی اور ان کا مذہب فا کلمہ کے ہمزہ میں ابدال ہے (۴) نحاۃ و قراء کا اس میں اختلاف ہے کہ حرکت والا ہمزہ زیادہ ثقیل ہے یا ساکنہ پس بعض کہتے ہیں کہ اول ثقیل تر ہے کیونکہ ساکنہ میں تو ایک (ہی حرف) کی آواز ہوتی ہے اور حرکت والے میں ایک آواز حرف کی اور دوسری حرکت کی ہوتی ہے اور حرکت بھی ایک ناقص حرف کے مرتبہ میں ہے اور بہ نسبت دو حرفوں کے ایک حرف کا ادا کرنا آسان ہے اور اسی لئے بَارِئِكُمْ میں ابو عمرو ہمزہ کو ساکن کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ساکنہ ثقیل تر ہے کیونکہ وہ سانس کی تنگی کے بغیر ادا نہیں ہوتا اس لئے کہ یہاں حرکت نہیں ہوتی جس کی وجہ سے تلفظ آسان ہو جائے نیز حرکت والے ہمزہ کے ساتھ ساکنہ آجائے تو اس کا ابدال واجب ہے سو اس کی وجہ یہی تو ہے کہ اس میں ثقل ہے اور متحرکہ کے بعد متحرکہ میں تسہیل ضروری نہیں اور اسی لئے ہمزۂ مفردہ ساکنہ میں ابدال کرتے ہیں اور ہمزہ کے علاوہ باقی حروف میں بالاتفاق ساکن متحرک سے خفیف ہے اور اسی لئے يَأْمُرُكُمْ وغیرہ میں ابو عمرو را کو ساکن کرتے ہیں اور تعجب ہے کہ ابو شامہ نے یہ فرما دیا کہ ممکن ہے کہ ابو عمرو نے يَأْمُرُكُمْ میں را کا اختلاس پڑھا ہو اور راوی کو اسکان کا وہم ہو گیا ہو۔ انتہی۔ کیا متواتر روایات میں بھی ایسے بعید احتمالات کی گنجائش ہے۔

ابدال کے بارہ میں سوسی کا قاعدہ

۲۱۶ ۳ ۔ وَيُبْدَلُ (س) لِلسُّوْسِيِّ كُلُّ مُسَكَّنٍ مِنَ الْهَمْزِ مَدًّا غَيْرَ مَجْزُوْمٍ نُ اُهْمِلَا

ترجمہ:- اور (ناظم کے اختیار کے اعتبار سے) سوسی کے لئے (اور روایۃً دوری اور سوسی دونوں کے لئے) ہر ایک ہمزۂ ساکنہ (فا کلمہ میں ہو خواہ عین میں خواہ لام میں حرفِ) مد سے بدلا جاتا ہے۔ سوائے اس مجزوم (کلمہ کے ہمزہ) کے جو (اس ابدال کے قاعدہ سے) جدا کر دیا گیا ہے (پس اس میں صرف تحقیق ہے)

۲۱۷ ۴ تَسُؤْ وَنَشَأْ سِتٌّ وَّعَشْرٌ يَشَأْ وَمَعْ يُهَيِّئْ وَنَنْسَأْهَا يُنَبَّأْ تَكَمَّلَا

ترجمہ:- (یعنی سوائے ایسے) تَسُؤْ اور نَشَأْ (کے) جو چھ ہیں (کیونکہ دونوں تین تین جگہ آئے ہیں) اور (سوائے) يَشَأْ کے دس (کلمات کے) اور (سوائے اس اٰمْ لَمْ) يُنَبَّأْ (کے) جو يُهَيِّئْ اور نَنْسَأْهَا کے ساتھ ہے (اور يُنَبَّأْ پر) یہ (مجزوم کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قسم اکامل ہوگئی ہے (اور اس کے بعد کے پانچ فعلوں میں ہمزہ کا سکون بعض کی رائے پر بنائی ہے۔ گو کوفیین امر کے سکون کو بھی جزمی کہتے ہیں)

۲۱۸/۵ - وَهَيِّئْ وَأَنْبِئْهُمْ وَنَبِّئْ بِأَرْبَعٍ وَأَرْجِئْ مَعًا وَاقْرَأْ ثَلَاثًا فَحَصِّلَا

ترجمہ:- اور (سوائے) هَيِّئْ اور أَنْبِئْهُمْ کے اور نَبِّئْ کے جو چار جگہ میں واقع ہوا ہے اور (سوائے) أَرْجِئْ کے (اس حالت میں کہ یہ دو (مل کر آنے والے) ہیں (یعنی أَرْجِئْ دو جگہ آیا ہے) اور (سوائے) اِقْرَأْ کے جن حالتیں کہ یہ تین جگہ ہے پس تو (ان بنائی سکون والے گیارہ کلمات کو قرآن مجید کی آیات میں سے) ضرور حاصل کرلے (یا ان کے علم کو حاصل کرلے)

۲۱۹/۶ - وَتُؤْوِي وَتُؤْوِيهِ أَخَفُّ بِهَمْزِهِ وَرِئْيًا بِتَرْكِ الْهَمْزِ يُشْبِهُ الِامْتِلَا

ترجمہ:- اور (سوائے) تُؤْوِي اور تُؤْوِيهِ (کے اور یہ کلمہ دونوں جگہ بہ نسبت ابدال کے) اپنے ہمزہ (کی تحقیق) کے ساتھ (ہونے کی حالت میں) آسان تر ہے (کیونکہ ابدال کی صورت میں کلمہ میں دو واو جمع ہو جاتے ہیں اور تحقیق کی تقدیر پر ایک ہی واو رہتا ہے اس لئے ابدال نہیں کرتے اور استثنا ہے رِئْيًا (کے) یہ (ابدال وادغام کے ذریعہ رِيًّا ہو کر) ہمزہ کے ترک کر دینے کے سبب سیراب کر دینے (کے معنی والے (رِيًّا) کے مشابہ ہو جاتا ہے۔

۲۲۰/۷ - وَمُؤْصَدَةٌ أُوْصَدْتُ يُشْبِهُ كُلُّهُ تَخَيَّرَهُ أَهْلُ الْأَدَاءِ مُعَلِّلَا

ترجمہ:- اور (سوائے) مُؤْصَدَةٌ (کے) یہ (ابدال کرنے کی صورت میں) أُوْصَدْتُ (وادی) کے مشابہ ہو جاتا ہے (یعنی یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ یہ مہموز الفا نہیں بلکہ مثال واوی ہے) اس (مستثنیٰ) کا تمام (باب) جو ہے اس کو اہل ادا (ابن غلبون - نقاش - بکی - مہدوی - ابن مجاہد وغیرہ) نے پسند کیا ہے حالانکہ یہ علت بیان کیا ہوا ہے (یعنی ان الفاظ کے مستثنیٰ ہونے کی دلیلیں بھی بیان کی ہیں اور پسند کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ابوعمرو سے اطلاق سب جگہ ابدال اور تقیید ان پانچ قسموں کے سوا باقی میں ابدال دونوں منقول تھے - سوان میں سے ثانی کو اختیار کر لیا - ابو شامہ فرماتے ہیں کہ ابن مجاہد نے ان پانچ قسموں میں سے بعض کو تو ابوعمرو سے روایت کیا ہے اور باقی کو انہیں پر قیاس کیا ہے - اور بعض کہتے ہیں کہ پانچوں قسمیں ابوعمرو سے منقول ہیں)

۲۲۱/۸ - وَبَارِئِكُمْ بِالْهَمْزِ حَالَ سُكُونِهِ وَقَالَ ابْنُ غَلْبُونٍ بِيَاءٍ تَبَدَّلَا

ترجمہ:- اور بَارِئِكُمْ (کو بھی سوسی نے مستثنیٰ کیا ہے) حالانکہ یہ ہمزہ (کی تحقیق) کے ساتھ ہے (نیز) اس ہمزہ کے سکون کی حالت میں ہے (یعنی ہمزہ کو ساکن پڑھا ہے - ابدال نہیں کیا) اور ابن غلبون نے کہا ہے کہ یہ (ہمزہ) یا سے بدل گیا ہے -

شرح:- یعنی ورش تو صرف اس ہمزۂ ساکنہ کا ابدال کرتے ہیں جو فا کلمہ میں ہو اور سوسی ہر ہمزۂ ساکنہ کو حرف مد سے بدلتے ہیں، عام ہے کہ فا کلمہ میں ہو جیسے يَأْلَمُونَ - مُؤْمِنُونَ - يَقُولُ ائْذَنْ لِّي یا عین کلمہ میں ہو جیسے كَأْسٍ - بِئْسَ - رَأْسُ - بَأْسٌ - بِئْرٍ - وَبِئْرٍ الذِّئْبُ لُؤْلُؤٌ یا لام کلمہ میں ہو جیسے أَسَأْتُمْ - فَادَّارَأْتُمْ مَلَأْتُمْ جِئْتُ شِئْتُ شِئْتُمْ لیکن ان پانچ قسموں کی ہمزوں میں ابدال نہیں کرتے - اوّل وہ جن میں ہمزہ کا سکون جزم کی وجہ سے ہو جو ان چھ کلموں میں ہے جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انیس ۱۹ جگہ آئے ہیں ۔ ۱ تَسُؤْ تین جگہ یعنی تَسُؤْهُمْ (آل عمران ع و توبہ ع) اور تَسُؤْكُمْ (مائدہ ع) ۲ اِنْ نَّشَاْ تین جگہ (شعرا و سبا ع و یٰس ع) ۳ يَشَاْ دس ۱۰ جگہ یعنی اِنْ يَّشَاْ سات جگہ (نساء ع و انعام ع - ابراہیم ع - اسراء ع میں دو فاطر ع - شوریٰ ع) وَمَنْ يَّشَاْ يُضْلِلْهُ (انعام ع) مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ (انعام ع) فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ (شوریٰ ع) اور آخری دو ۲ میں ابدال کا قاعدہ دقعاً پایا جاتا ہے مگر مستثنیٰ ہونے کے سبب ابدال نہیں کرتے ۴ اَوْ نُنْسِهَا (بقرہ ع) اس میں ابن کثیر اور ابو عمرو بصری کی قراءۃ پر ہمزہ ہے کیونکہ دوسرے قراء کے لئے تو اَوْ نُنْسِهَا ہے ۵ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ (کہف ع) ۶ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ (نجم ع) دوم وہ کلمات جن میں ہمزہ کا سکون بنائی ہو اور وہ سب امر کے صیغہ ہیں جن کے پانچ کلمات ہیں جو گیارہ جگہ آئے ہیں ۱ وَهَيِّئْ لَنَا (کہف ع) ۲ اَنْۢبِئْهُمْ (بقرہ ع) ۳ نَبِّئْ چار جگہ نَبِّئْنَا (یوسف ع) اور نَبِّئْ عِبَادِيْ (حجر ع) اور وَنَبِّئْهُمْ (حجر ع و قمر ع) ۴ اَرْجِئْهُ دو جگہ (اعراف ع و شعراء ع) ۵ اِقْرَاْ تین جگہ (اسراء ع میں ایک اور علق میں دو) سوم - وہ جن میں ابدال کرنے سے کلمہ ثقیل ہو جاتا ہے اور نہ کرنے سے نہیں ہوتا اور ایسے دو ۲ کلمہ ہیں ۱ وَتُـْٔوِيْ (احزاب ع) ۲ تُـْٔوِيْهِ وَمَنْ (معارج ع) کیونکہ جب ان میں ابدال کریں گے تو کلمہ میں دو ۲ واو جمع ہو جائیں گے اور پہلے ایک ہی ہے اور بہ نسبت ایک واو کے دو میں ثقل زیادہ ہے ۔ چہارم وہ قسم جس میں ایک معنیٰ کا لغت دوسرے معنیٰ والے کے ساتھ ملتبس ہو جائے اور ایسا صرف ایک کلمہ ہے وَرِءْيًا (مریم ع میں) کیونکہ رِءْيًا وہ چیز ہے جو دیکھنے میں خوشنما معلوم ہو جب اس میں ہمزہ کا یاسے ابدال کریں گے تو اس میں دو ۲ یائیں ہو جائیں گی پھر پہلی کا دوسری میں ادغام ضروری ہوگا چنانچہ قالون اور ابن ذکوان اسی طرح پڑھتے ہیں اور اب یہ وَرِيًّا ہو کر اس رِيًّا جیسا ہو جائے گا جو رِیٌّ سے بنا ہے اور سیراب کرنے کے معنیٰ میں ہے اس لئے رِءْيًا میں ابدال نہیں کرتے ۔ پنجم وہ قسم جس میں ابدال کے بعد لفظ کے اعتبار سے ایک لغت دوسرے سے مشابہ ہو جائے اور اس قسم کا ایک کلمہ ہے جو دو ۲ جگہ آیا ہے یعنی مُّؤْصَدَةٌ بلد و ہمزہ میں یہ ابو عمرو کے نزدیک اٰصَدَ مہموز الفاء سے بنا ہے اور دوسرے حضرات کی رائے پر اَوْصَدَ مثال واوی سے ہے پس اگر اس میں ابدال کرتے تو مُوْصَدَةٌ ہو کر یہ شبہ ہو جاتا کہ یہ ابو عمرو کے نزدیک بھی اَوْصَدَ ہی سے ہوگا اس لئے ابدال نہیں کیا اور ان قسموں کا استثناء غیر معتبر حضرات کا مذہب نہیں ہے بلکہ ابن مجاہد اور ان کے مانند دوسرے ماہرین کا طریق ہے چنانچہ دانی فرماتے ہیں کہ ابن مجاہد ان علتوں کی بناء پر ان تمام الفاظ میں ہمزہ کی تحقیق کو پسند کرتے تھے ۔ ششم ۔ اور بَارِئِكُمْ جو بقرہ ع میں دو ۲ جگہ ہے اس کے ہمزہ میں دوری کے لئے اختلاس و سکون اور سوسی کے لئے صرف سکون ہے پس سکون کی صورت میں اس میں بھی ابدال کا قاعدہ پایا جاتا ہے لیکن اس میں ابدال نہیں کرتے بلکہ اس ہمزہ کو سکون اور تحقیق سے پڑھتے ہیں اور گو دانی کے شیخ ابو الحسن طاہر بن غلبون نے تذکرہ میں اس میں سوسی کے لئے ابدال بیان کیا ہے لیکن وہ اس میں منفرد ہیں اور انھیں کی پیروی کرتے ہوئے دانی نے بھی تیسیر میں اس کو مستثنیٰ نہیں کیا ۔ نشر میں ہے کہ اس میں ابدال پسندیدہ نہیں کیونکہ ہمزہ کا سکون عارضی ہے جو اعتبار کرنے کے لائق نہیں اس لئے کہ جب ابو عمرو جزم اور بناء کے سکون میں ابدال نہیں کرتے حالانکہ وہ لازم بھی ہے اور ذی بھی تو اس سکون عارضی میں جو تخفیف کی بناء پر ہے ابدال بدرجۂ اولیٰ نہ ہونا چاہئے نیز جب اَنْشَاَ اور لُؤْلُؤٌ وغیرہ میں حرکت والے ہمزہ پر وقف کرتے ہیں تو اس میں بھی اسی لئے ابدال نہیں کرتے کہ اس کا سکون عارضی ہے ۔ پس بَارِئِكُمْ کے ہمزہ کا سکون بھی اسی قبیل سے ہے ۔ نیز اگر اس کے سکون کو لازمی بھی مان لیں تب بھی اس کا ابدال ابو عمرو کے قاعدہ کے خلاف ہے کیونکہ ابدال سے یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ یہ بَرْیٌ سے بنا ہوگا جو مٹی کے معنیٰ میں ہے اور اسی شبہ سے بچنے کے لئے بصری نے مُؤْصَدَةٌ میں ابدال نہیں کیا حالانکہ اس میں ہمزہ کا سکون بھی اصلی ہے پس بَارِئِكُمْ میں بدرجۂ اولیٰ تحقیق ہونی چاہئے اور یہی صحیح ہے (غیث از نشر)

فائدہ : ۱ سوال ۱ :- ابدال و تحقیق میں جو خلاف ہے ناظم نے اس کو خلاف مرتب قرار دیا ہے یعنی ابدال کو سوسی کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ اور تحقیق کو دوری کے ساتھ خاص کیا ہے اور تیسیر میں ابدال کی نسبت پورے ابو عمرو کی طرف ہے جس سے یہ نکلتا ہے کہ ابدال دوری اور
سوسی دونوں کے لئے صحیح ہے ان دونوں میں سے کون سی بات درست ہے ۲؎ ناظم نے ابدال کو کسی صورت کے ساتھ خاص نہیں کیا جس سے
یہ نکلتا ہے کہ ہر حالت میں صحیح ہے اور تیسیر میں ان تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت کے ساتھ خاص کیا ہے۔ (۱) تیزی سے (۲) نماز میں (۳)
ادغام کبیر کے ساتھ تلاوت کر رہے ہوں یعنی جب ان تین صورتوں میں سے کوئی صورت پائی جاتی تھی۔ تب ابدال کرتے تھے۔ پس آیا یہ بلا شرط صحیح ہے
یا کسی شرط کے ساتھ ان دونوں کے جواب میں جعبری فرماتے ہیں کہ سوسی اور دوری دونوں سے ابدال بھی منقول ہے اور تحقیق بھی اور ناظم نے صاحب
اختیار ائمہ کی طرح دونوں کے لئے ایک ایک وجہ کو اختیار کر لیا تھا یعنی سوسی کے لئے ابدال اور دوری کے لئے تحقیق اور محقق اور ابن شریح کا بھی یہی
مسلک ہے۔ پس دوری کے لئے ابدال کی اور سوسی کے لئے تحقیق کی وجہ کم ہو گئی نیز یہ ابدال بلا شرط بھی آیا ہے اور شرط کے ساتھ بھی چنانچہ ۱؎
سوسی۔ ابو حمدون۔ ابن الیزیدی تینوں نے یزیدی کے ذریعہ ابو عمرو سے نقل کیا ہے کہ جب وہ تلاوت کرتے تھے تو جس کلمہ میں ہمزہ ساکنہ ہوتا تھا
اس میں ہمزہ (کو تحقیق سے) نہیں پڑھتے تھے (بلکہ ابدال کرتے تھے) پس یہ تمام حالات کو شامل ہے (نہ اس میں حدر کی خصوصیت ہے نہ نماز کی نہ
ادغام کبیر کی) ۲؎ اور اسماعیل اور ابراہیم نے یزیدی کے ذریعہ ابو عمرو سے اس طرح نقل کیا ہے کہ جب وہ حدر سے پڑھتے تھے اور سوسی کی
روایت سے یہ نقل کیا ہے کہ جب نماز میں پڑھتے تھے تو ہمزہ ساکنہ کی جگہ ہمزہ نہیں پڑھتے تھے۔ اس میں شرط موجود ہے۔ پس تیسیر میں خصوص (شرط
والے قول) کو اختیار کیا ہے کیونکہ یہ بہت سی نصوص سے ثابت ہے اور ناظم نے عموم (بلا شرط والے قول) کو لیا ہے کیونکہ یہ ادا کی رو سے
مشہور ہے۔ انتہیٰ بحاصلہ سخاوی کہتے ہیں کہ ناظم نے ابدال سوسی ہی کے طریق سے پڑھا تھا۔ دوری کے طریق سے نہیں پڑھا اور سوسی ہی سے پوری
طرح مشہور بھی ہے اوروں سے اتنا نہیں۔

فائدہ:۔ ۲؎ (۱) ان پانچ قسموں میں چودہ ۱۴ کلمات مذکور ہیں جو پینتیس ۳۵ جگہ آئے ہیں ان میں سے اوّل کے چھ ۶ میں سکون جزمی اور
بعد کے ۱۱ میں بنائی ہے اور ان میں ابدال نہ ہونے کی چار ۴ وجوہ ہیں ۱؎ ابدال سے جزم یا وقف کے موقعہ میں صورۃً حرف مد کا باقی رہنا لازم آتا تھا
اس کو پسند نہیں کیا ۲؎ یہ سکون اعراب کی علامت ہے اس لئے تبدیلی مناسب نہیں۔ ۳؎ جزمی اور بنائی سکون عارضی ہے دونوں
میں حرکت اصل ہے۔ ۴؎ تاکہ ہمزہ میں اسکان و ابدال دو تغیر جمع نہ ہو جائیں لیکن ۲۴؎ وہ پر جِئْتُمُو اور شِئْتُمُو سے شبہ ہوتا ہے کہ ان
میں بھی یہ دونوں باتیں موجود ہیں اور امام حمزہ ان اسباب کا لحاظ نہ کرتے ہوئے وقف و اسب میں ابدال کرتے ہیں ۲؎ ابن الفحام کی تجرید میں
ہے کہ بعض نے ان کے علاوہ اور الفاظ کو بھی مستثنیٰ کیا ہے اور بعض نے ان میں سے بھی چند الفاظ کو کم کر دیا ہے اور بعض نے کسی کو بھی
مستثنیٰ نہیں کیا ۳؎ ابن شریح نے اور تبصرہ میں مکی نے بَارِئِکُمْ میں دونوں وجوہ بتائی ہیں لیکن تحقیق راجح ہے اور ناظم نے بھی دو
مصرعوں میں دونوں وجوہ بیان کی ہیں اور تیسیر میں صرف ابدال ہے کیونکہ انہوں نے اس کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ پس تحقیق زیادات میں سے
ہے۔ ۴؎ سوسی نے جو ساکنہ ہی میں ابدال کیا ہے اس کی دو ۲ وجوہ ہیں (۱) ساکنہ ثقیل تر ہے جس کو صحیح حس بلا پس و پیش تسلیم کرتی ہے
(۲) ساکنہ کی تخفیف صرف ابدال سے اور متحرک کی کئی طرح ہوتی ہے اور ایک طرح کے تلفظ میں زبان کو زیادہ تنگی پیش نہیں آسکتی۔

النحو والعربیۃ:۔ بَابُ الْهَمْزِ الْمُفْرَدِ چونکہ هَمْز اسم جنس ہے اس لئے اس میں تا کا حذف اولیٰ ہے۔ ۲۱۴؎ ۱؎
فَنَاءٍ یا تو هَمْزَةٌ سے حال ہے جو ذوالحال پر وجوباً مقدم ہے اور یہ اس صورت میں مُتَقَدِّمَۃ کے معنیٰ میں ہے یا ظرف ہے اس بنا پر کہ اوّل
کے معنیٰ میں ہے ۲؎ مِنَ الْفِعْلِ۔ فَاءٍ کی صفت ہے ۳؎ یُرِیْهَا یا تو بصری رویت سے ہے اور یُبْصِرُ کے معنیٰ میں ہے جس کو
مجازاً یُسْمِعُ کے بجائے استعمال کیا ہے اس صورت میں حَرْفَ مَدٍّ مفعول سے حال ہو گا یا قلبی رویت سے ہے اور یُعْلِمُ کے معنیٰ
میں ہے اور اس کے تین مفعول آتے ہیں۔ پس تقدیر عبارت یہ ہے: یُعْلِمُكَ وَرْشٌ اَنَّ هٰذِهِ الْهَمْزَةَ حَرْفُ مَدٍّ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ے بَدَّلَ اور اَبْدَلَ دونوں ہم معنی ہیں اور قراءۃ میں دونوں واقع ہوئے ہیں۔ ۲۱۵ : ۱ سِوَی کا مستثنیٰ منہ مقدر ہے ای یُبْدِلُ هَمْزَةَ الْفَاءِ فِيْ جَمِيْعِ الْكَلِمَاتِ ۲ عَنْهُ کی ھا ورش کے یا ہمز کیلئے ہے لوثانی اولیٰ ہے بتک عَنْهُ اور تَتَبَّعَ کی ضمیروں کے مرجع میں انتشار ہو ۳ مَا تَوَاتَرَ دونوں بعد کے معنی دیتے ہیں چنانچہ طلع میں ورش کی روایت علی الْاِثْرِ اور باقین کی قراءۃ پر اَثَرِ ہی ہے۔ ۴ مُؤَجَّلاً کا نصب حکائی ہے۔ ۲۱۶ : ۱ مِنَ الْهَمْزِ مُسَكَّنٍ کا بیان ہے ۲ مَدًّا۔ یُبْدِلُ کا مفعول ہے ۳ غَيْرَ مُوْجَبْ سے مستثنیٰ ہے۔ ۲۱۷ : ۱ تَسُؤْ وَنَشَأْ یا تو مجزوم سے بدل ہے اَیْ وَغَيْرَ تَسُؤْ یا اَلْمَجْزُوْمُ الْمُهْمَلُ مقدر کی خبر ہے ۲ سِتٌّ یا تو تَسُؤْ کی صفت ہے پس جر اور رفع دونوں محتمل ہیں یا كِلْتَاهُمَا مقدر کی خبر ہے ۳ وَعَشْرٍ کی را میں بھی تَسُؤْ پر عطف کے سبب رفع اور جر دونوں ہیں اور چونکہ اس کو تنوین سے لانے کی صورت میں اس معنی کا شبہ ہوتا تھا کہ تَسُؤْ چھ ہیں اور نَشَأْ دس ہیں اس لئے اس کو يَنْشَأْ کی طرف مضاف کردیا پس اس کا معدود مابعد ہے نہ کہ ماقبل ۴ مَعْ يُهَيِّئُ۔ يُنَبَّأْ کی صفت ہے اور تقدیر اس طرح ہے وَيُنَبَّأْ مَعْ يُهَيِّئُ وَنَنْسَأْهَا ۲۱۸ : ۱ وَهَيِّئْ یا تو مَجْزُوْمٍ پر معطوف ہو کر مکسور پڑھا ای غَيْرَ مَجْزُوْمٍ وَهُوَ كَذَا وَكَذَا وَغَيْرَ هَيِّئْ یا یہ اور وہ تمام کلمات قرآنیہ مبتدا ہیں جو اس کے بعد کے دو شعروں میں آرہے ہیں اور خبر كُلُّهُ غَيْرُهُ اَهْلُ الْاَدَاءِ حَالَ كَوْنِهِ مُسْتَثْنًى ہے اور تُؤْوِي۔ رِئْيًا۔ مُؤْصَدَةٌ میں بھی یہی دو احتمال ہیں جو هَيِّئْ میں ہیں ۲ بِاَرْبَعٍ یا تو نَبِّئْ کی صفت ہے یا اس سے حال ہے ۳ مَعًا ای فِيْ مَوْضِعَيْنِ اَوْ فِي السُّوْرَتَيْنِ مَعًا ناظم مَعًا کو دو کے اور جَمِيْعًا کو دو سے زائد کے لئے استعمال کیا کرتے ہیں اور لغۃً دونوں کے ایک ہی معنی ہیں یعنی دونوں دو کیلئے بھی آتے ہیں اور زائد کے لئے بھی ابوشامہؒ نے اس کے بارہ میں شعر اطیبہ کی شرح میں عرب کے اشعار بھی نقل کئے ہیں ۴ تَحَصَّلَا میں اشارہ ہے کہ اِقْرَأْ پر بنائی سکون والے کلمات ختم ہوگئے۔ ۲۱۹ : ۱ تُؤْوِيْ کی ترکیب هَيِّئْ کے ذیل میں گذر چکی ہے ۲ الْامْتِلَا میں لام کا کسرہ اجتماع ساکنین کی اور قصر وقف کی بناء پر ہے نہ کہ جعبری کی رائے کے موافق نقل ضرورت کی بناء پر ۲۲۰ : ۱ كُلُّهُ ای كُلُّ ذٰلِكَ الْمُسْتَثْنٰى ۲۲۱ : ۱ وَبَارِئِكُمْ روایۃً وَبَارِئْكُمْ ہے ہمزہ کے سکون اور میم کے صلہ سے اور درازی کی رو سے ہمزہ کا کسرہ اور میم کا سکون بھی جائز ہے اور قرآءت میں ترکیب سے بچنے کی غرض سے ثانی اولیٰ ہے اور یہ یا تو مَجْزُوْمٍ پر معطوف ہے یا دَاسْتَثْنٰی مقدر کا مفعول ہے ۲ بِالْهَمْزِ اور حَالَ سُكُوْنِهٖ دونوں حال ہیں یا ثانی ظرف ہے۔

۲۲۲/۹ - وَوَالَاهُ فِيْ بِئْرٍ وَّفِيْ بِئْسَ وَرْشُهُمْ وَفِي الذِّئْبِ وَرْشٌ وَّالْكِسَائِيْ فَاَبْدَلَا

ترجمہ :- اور وَبِئْرٍ اور بِئْسَ میں (دونوں کی ہمزوں کا یا سے ابدال کرنے میں) ان میں کے ورش نے ان (سوسی) کی موافقت کی ہے اور الذِّئْبُ میں (تینوں جگہ) ورش اور کسائی نے (سوسی کی موافقت کی ہے) پس (سوسی کے ساتھ) ان دونوں نے بھی (اس کے ہمزہ کا یا سے) ابدال کیا ہے (یعنی وَبِيْرٍ اور بِيْسَ۔ بِيْسَمَا اور الذِّيْبُ پڑھتے ہیں)

۲۲۳/۱۰ - وَفِيْ لُؤْلُؤٍ فِي الْعُرْفِ وَالنُّكْرِ شُعْبَةٌ وَيَاْلِتْكُمُ الدُّوْرِيْ وَالْاِبْدَالُ (يُجْتَلَا)

ترجمہ :- اور لُؤْلُؤٍ (کے پہلے ہمزہ کا واو سے ابدال کرنے) میں (اس کے) معرفہ (اَلْ والا) ہونے اور نکرہ (اَلْ سے خالی) ہونے کے موقع) میں (ابوبکر) شعبہ نے (سوسی کی موافقت کی ہے پس دونوں مِنْهُمَا اللُّوْلُؤُ اور كَاَمْثَالِ اللُّوْلُؤِ اور وَلُوْلُؤًا اور لُوْلُؤٌ پڑھتے ہیں) اور (لَا يَلِتْكُمْ کے بجائے لَا) يَاْلِتْكُمْ (ہمزہ ساکنہ کی زیادتی اور اس کی تحقیق کے ساتھ) دوری (کی قراءۃ) ہے (جو تلفظ سے نکلی ہے) اور (یا دالے سوسی کے لئے اس ہمزہ کا الف سے) ابدال دیکھا جاتا ہے (اور فن کی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرح :- ان دونوں شعروں میں پانچ کلمات مذکور ہیں جن کو بعض حضرات نے اپنے قاعدہ کے خلاف ابدال یا ہمزہ کی زیادتی سے پڑھا ہے (۱) بِئْسَ اور بِئْسَمَا ہر جگہ جس طرح بھی آئے (۲) وَبِئْرٍ (حج ع) ان دونوں میں ورش وسوسی کے لئے (۳) اَلذِّئْبُ (یوسف ع میں) تین جگہ اس میں ورش کسائی۔ سوسی کے لئے ہمزہ کا یا سے ابدال ہے سوسی تو اپنے قاعدہ پر ہیں اور ورش وکسائی نے اپنے عام قاعدہ کے خلاف ابدال کیا ہے کیونکہ ورش فا کلمہ کے ہمزہ میں ابدال کیا کرتے ہیں اور ان تینوں میں عین کلمہ ہے اور کسائی کا مذہب ابدال نہیں ہے (۴) اَللُّؤْلُؤُ اور لُؤْلُؤٌ اور لُؤْلُؤًا جس طرح بھی آئے۔ معرفہ ہو خواہ نکرہ اس میں ابوبکر اور سوسی کے لئے پہلے ہمزہ کا واو سے ابدال ہے (۵) لَا يَلِتْكُمْ (حجرات ع) میں ابوعمرو یا کے بعد ہمزہ ساکنہ زیادہ کرکے لَا يَأْلِتْكُمْ پڑھتے ہیں اور یہاں یہ ہمزہ تلفظاً سے سمجھا گیا ہے۔ پس یہ استغناء کے باب سے ہے پھر دوری اس ہمزہ ساکنہ کو تحقیق سے پڑھتے ہیں اور سوسی اپنے قاعدے کے موافق ہمزہ کا الف سے ابدال کرکے لَا يَالِتْكُمْ پڑھتے ہیں اور ضد سے نکل آیا کہ باقی حضرات کے لئے یا اور لام کے درمیان ہمزہ نہیں ہے۔

فائدہ :- (۱) ابوبکر نے لُؤْلُؤ ہی میں ابدال اس لئے کیا ہے کہ اس میں دو ہمزوں کے سبب ثقل تھا اور ساکنہ ثقیل تر تھا۔ (۲) اَلَتَ يَأْلِتُ اور لَاتَ يَلِيتُ دونوں نقص کے معنی میں ہیں (۳) یہاں يَأْلِتْكُمْ استغنا کے باب سے ہے اور گو وزن ابدال کے ساتھ بھی درست رہتا ہے لیکن دوری کے لئے تحقیق اس بات سے متعین ہوگئی کہ ابدال صرف سوسی کے لئے بتایا ہے۔ (۴) وَالْاِبْدَالُ يُجْتَلَا میں اصل کے بغیر فرع کا ذکر لازم آرہا ہے کیونکہ ابدال سے پہلے یہ نہیں بتایا کہ اس میں سوسی کے لئے بھی ہمزہ ہے پس وَيَأْلِتْكُمُ الْبَصْرِي کہنا اولیٰ تھا لیکن ایسا اس لئے نہیں کیا کہ پھر وَالْاِبْدَالُ میں سوسی کا ذکر دوبارہ آنے سے یہ شبہ ہوتا کہ ان کے لئے اس میں تحقیق وابدال دونوں ہیں جیسا کہ آل عمران ۲۱ کے وَكَمْ مُبْدِلٍ جَلَا سے ورش کے لئے هَاَنْتُمْ میں تسہیل وابدال دونوں سمجھے گئے ہیں اور دونوں صحیح بھی ہیں۔

لطیفہ :- منقول ہے کہ کسائی نے فرمایا اَخَافُ الذِّئْبَ اِنْ اَهْمِزَهٗ یعنی چونکہ ذئب بھیڑیا سخت اور دہشت کی چیز ہے اس لئے میں اس میں نرمی پیدا کرنے کے لئے ابدال کرتا ہوں۔

۲۲۴/۱۱ - وَوَرْشٌ لِئَلَّا وَالنَّسِيءُ بِيَائِهٖ ۔۔۔ وَاَدْغَمَ فِيْ يَاءِ النَّسِيِّ فَثَقَّلَا

ترجمہ :- اور ورش نے لِئَلَّا اور اَلنَّسِيءُ کو ابدال کے ساتھ پڑھا ہے) اس حالت میں کہ (ان دونوں میں سے ہر ایک) اپنی یا کے ساتھ ہے اور اَلنَّسِيءُ کی (دوسری) یا میں (پہلی یا کا) ادغام کیا ہے پس انھوں نے (اس یا کو) مشدد کردیا ہے۔

شرح :- یعنی ورش لِئَلَّا میں تینوں جگہ (بقرہ ع ونساء ع وحدید ع) میں قیاسی تخفیف کے موافق ہمزہ کا یا سے ابدال کرکے لِيَلَّا پڑھتے ہیں اور اِنَّمَا النَّسِيءُ (توبہ ع) میں ہمزہ کو یا سے بدل کر پہلی یا کا دوسری میں ادغام کرتے ہیں اور اِنَّمَا النَّسِيُّ پڑھتے ہیں اور یہ بھی قیاسی تخفیف ہے کیونکہ اس میں ہمزہ یائے زائدہ کے بعد ہے اور غیر مذکورین کے لئے ان دونوں میں اور پورے باب کی تمام قسموں میں ہمزہ اور اس کی تحقیق ہے اور اِنَّمَا النَّسِيءُ میں قاعدہ پایا جانے کی بنا پر مد بھی کرتے ہیں۔

۲۲۵/۱۲ - وَاِبْدَالُ اُخْرَى الْهَمْزَتَيْنِ لِكُلِّهِمْ ۔۔۔ اِذَا سَكَنَتْ عَزْمٌ كَاٰدَمَ اُوْهِلَا

ترجمہ :- اور دو ہمزوں میں سے آخر والے (ہمزہ) کا ان (قراء) میں سے تمام کے لئے (پہلے ہمزہ کی حرکت کے موافق حرف مد سے) ابدال کرنا ضروری (اور واجب) ہے۔ جبکہ وہ (دوسرا ہمزہ) ساکن ہو (اور اس قسم کی مثال) اٰدَمَ (اور) اُوْهِلَا کی طرح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے (یا اس کی مثال اٰدَم کی طرح ہے اور یہ لفظ دو ہمزوں کے جمع ہونے کے سبب ابدال یا مثال کے لائق بنایا گیا ہے یا جناب آدم علیہ السلام خلافت و نبوت کے مستحق کئے گئے ہیں)

شرح:- (۱) یعنی اگر دو ہمزہ ایک کلمہ میں اس طرح جمع ہو رہے ہوں کہ ان میں سے پہلے پر حرکت ہو اور دوسرا ساکن ہو تو اس صورت میں تمام قراء کے لئے دوسرے ہمزہ کا پہلے کی حرکت کے موافق حرف مدسے (یعنی زبر کے بعد الف سے اور زیر کے بعد یا سے اور پیش کے بعد واو سے) بدلنا ضروری ہے جیسے اٰدَم - اٰمَنَ - اِیۡذَنۡ لِّیۡ - اِیۡمَانًا - اُوۡذِیَ - اُوۡذِیۡنَا جو اصل میں أَأْمَنَ - إِئْمَانًا - أُؤْذِيَ تھے (۲) اگر یہ دونوں ہمزہ قطعی ہوں تب تو وصل و وقف دونوں حالتوں میں سب کے لئے دوسرے کا ابدال ضروری ہوگا اور اگر پہلا وصلی ہو اور دوسرا قطعی تو ابتدا کی حالت میں تو یہی حکم ہوگا اور جب اس کلمہ کو ماقبل سے ملاکر پڑھیں گے تو ہمزۂ وصل حذف ہو جائے گا اور اب دوسرے ہمزہ میں صرف ورش اور سوسی کے لئے ابدال ہوگا جیسے قَالَ ائۡتُوۡنِیۡ - لِقَآءَنَا ائۡتِ الَّذِی اؤۡتُمِنَ - السَّمٰوٰتِ ائۡتُوۡنِیۡ یَقُوۡلُ ائۡذَنۡ لِّیۡ

فائدہ:- ہمزۂ وصل کے بعد دوسرا ہمزہ ساکن ہو تو خلف نے کسائی سے ابتدا کی حالت میں دونوں ہمزوں کا اثبات بھی نقل کیا ہے جیسے اِئۡتِ - اُؤۡتُمِنَ لیکن یہ روایت ضعیف اور شاذ ہے اور اسی کے رد کے لئے یہاں اس مسئلہ کو بیان کیا ہے ورنہ اتفاقی ہونے کی بناء پر بیان کی ضرورت نہیں تھی چنانچہ تیسیر میں اسی پر عمل کیا ہے۔ پس دو ہمزوں میں سے دوسرے ہمزہ ساکنہ کا ابدال وجوبی اور اجماعی ہے جو قراءۃ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عرب کے لغت میں بھی دونوں ہمزوں کو ثابت رکھنا ناجائز ہے اور اسی لئے اُوۡدِمَ سے مثال دینا صحیح ہو گیا گو یہ قرآن میں نہیں ہے۔ نیز یہ ہمزہ تکسیر و تصغیر میں بھی نہیں لوٹتا جیسے اٰخَرُ سے اَوَاخِرُ اور اُوَیۡخِرُ اور واو اور یا تصغیر و تکسیر میں لوٹ آتے ہیں جیسے مِیۡقَاتٌ سے مَوَاقِیۡتُ اور مُوَیۡقِیۡتٌ اور مُوۡسِرٌ سے مَیَاسِرُ اور مُیَیۡسِرٌ پہلی مثال میں یا واو کی طرف لوٹ گئی اور دوسری میں واو یا کی طرف منتقل ہو گیا اور جس کلمہ میں اصل سے ہمزہ نہ ہو لیکن مہموز ہونے کا شبہ ہوتا ہو کیونکہ بعض بے خبر لوگ اس میں بھی بعض حالات میں حرف علت کو ہمزہ بنا دیتے ہیں اس لئے متقدمین نے اس پر تنبیہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ یُوۡقِنُوۡنَ - مُوۡقِنِیۡنَ یُوۡفُوۡنَ وَالۡمُوۡفُوۡنَ - تُوۡرُوۡنَ - یُوۡلِیۡ - یُوۡقِیۡ میں ہمزہ پڑھنا قطعاً جائز نہیں حصری کہتے ہیں ؎

وَلَا تَهۡمِزَنۡ مَا كَانَتِ الۡوَاوُ اَصۡلَهٗ   كَقَوۡلِكَ فِي الۡاِنۡسَانِ يُوۡفُوۡنَ بِالنَّذۡرِ

الانسان ای سورۃ الدھر (۲) اٰدَم میں دو احتمال ہیں ۱؎ یہ کہ اَدِیۡمُ الۡاَرۡضِ ای وَجۡهُهَا سے یا اَلۡاُدۡمَةُ سے بنا ہو اس صورت میں اس کا وزن اَفۡعَلُ ہوگا ۲؎ یا عبرانی ہے فَاعَلُ کے وزن پر کیونکہ ابراہیم اور نوح علیہما السلام کے درمیان کے زمانہ میں نسب و خاندان کے سرداروں کے نام اس وزن پر ہوتے تھے جیسے عازر - عابر - فالغ - شالخ اور اٰزر میں بھی یہی دونوں احتمال ہیں اور اس صورت میں اٰدَم اس قاعدہ کی مثال نہیں بن سکے گا کیونکہ دوسرا ہمزہ نہیں ہے پس اس کے بجائے اٰمَنَ اولیٰ تھا۔

النحو والعربیہ:- ۲۲۲؎ فَاَبۡدِلۡ میں اشارہ ہے کہ اَلذِّئۡبُ اصل میں مہموز ہے چنانچہ یہ تَذَأَّبَتِ الرِّيۡحُ سے ہے یعنی ہوا ہر طرف سے آگئی اور مناسبت یہ ہے کہ بھیڑیا بھی متعدد موقعوں سے آتا ہے اور دوسرے قول پر ذَأَبَهٗ يَذۡأَبُهٗ متعدی سے بنا ہے اور تیسرے قول پر یہ کسی سے بھی نہیں بنا۔ ۲۲۳؎ ۱؎ عُرۡف۔ نُکُرًا دونوں مصدر ہیں ۲؎ وَيَا لَيۡتَكُمُ اللّٰهُ دُرِّيٌّ کو جملہ طلبیہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ ۲۲۴؎ ۱؎ اَلنَّسِيءُ روایۃً پہلی جگہ حفص کی اور دوسری جگہ ورش کی قراءۃ کے موافق ہے اور اعراب پہلے میں حکائی اور دوسرے میں لفظی ہے۔ ۲؎ بِيَائِهٖ کی ھا یا تو کُلٌّ وَاحِدٍ کی تقدیر پر لِسَلَا اور اَلنَّسِيءُ دونوں کے لئے ہے اور یہی اظہر ہے یا صرف اَلنَّسِيءُ کے لئے یا ہمزہ کے لئے یا ورش کے لئے ہے ۳؎ وَاَدۡغَمَ کا مفعول مقدر ہے ای يَآءَ فَعِيۡلٍ کیونکہ جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمزہ سے بدلی ہوئی یا مدغم نیہ ہے تو اس سے تیین ہو گیا کہ جو یا باقی رہی وہ مدغم ہے ۔ ۲؎ فَتُقِلا میں ادغام کا نتیجہ اور حاصل بتایا ہے
۲۲۴ ۱؎ اِذَا ابدال کا ظرف ہے اور یہ جواب سے مستغنی ہے ۲؎ عَزْمٌ - ذُوْعَزْمٍ ای مَعْزُوْمٌ عَلَیْہِ ۳؎ کَاٰدَمَ یا تو مِثَالُہٗ کی خبر ہے یا ظرف ہونے کی بناء پر محل نصب میں ہے ۴؎ اُوْهِلَا یا تو بحذفِ عاطف اٰدَمَ پر معطوف ہے یا مستانفہ ہے اور مطلب ترجمہ میں دیکھو پہلی تقدیر پر قاعدہ کی مثالیں دو ہوئیں اور دوسری صورت میں صرف ایک ہوگی اُوْهِلَ ای جُعِلَ اَهْلاً لَہٗ اور یہ اٰهَلَہٗ لِذٰلِکَ الْاَمْرِ سے ہے یا اٰهَلَکَ اللہُ فِی الْجَنَّۃِ اِیْهَالًا ای اَدْخَلَکَهَا وَزَوَّجَکَ فِیْهَا (ابوشامہ از جوہری عن ابی زید)

بَابُ نَقْلِ حَرَكَةِ الْهَمْزَةِ اِلَى السَّاكِنِ قَبْلَهَا

دسواں باب ہمزہ کی حرکت اس سے پہلے ساکن کی طرف نقل کرنے اور اس ساکن پر سکتہ کرنے کے بیان میں

ہمزہ مفردہ کی تخفیف کے بہت سے طرق میں سے ایک طریق نقل بھی ہے اور اسی باب میں حمزہ کا سکتہ بھی بیان کیا ہے جو تیسیر میں بَابُ الْوَقْفِ عَلٰی مَرْسُوْمِ الْخَطِّ کے بعد ایک مستقل باب میں مذکور ہے نیز اس میں اٰلْئٰنَ - رِدْءًا - عَادًا الْاُوْلٰی کا حکم بھی بیان کیا ہے جو تیسیر میں سورۂ یونس ۔ قصص ۔ نجم میں مذکور ہے۔

۲۲۶ (ص) وَحَرِّكْ لِوَرْشٍ كُلَّ سَاكِنٍ اٰخِرٍ ۔ صَحِيْحٍ بِشَكْلِ الْهَمْزِ وَاحْذِفْهُ مُسْهِلَا
۱

ترجمہ:- اور تو ورش کے لئے ایسے ہر ساکن کو ہمزہ کی حرکت (نقل کرنے) کے ذریعہ متحرک کر دے جو (کلمہ کے) آخر والا ہو (جیسے قَدْ اَفْلَحَ ۔ مَنْ اٰمَنَ درمیان میں نہ ہو جیسے یَنْئَوْنَ اور جمع کا میم بھی نہ ہو نیز) صحیح ہو (حرف علت مدہ نہ ہو گو واو یا لین ہو) اور اس (ہمزہ) کو حذف کر دے۔ حالانکہ تو آسانی (تخفیف) کا طریق اختیار کرنے والا ہے۔

۲۲۷ (ص) وَعَنْ حَمْزَةٍ (صعن) فِی الْوَقْفِ خُلْفٌ وَّعِنْدَهٗ ۔ رَوٰی خَلَفٌ فِی الْوَصْلِ سَكْتًا مُّقَلَّلَا
۲

ترجمہ:- اور (اسی ساکن پر) وقف (کرنے کی صورت) میں حمزہ سے (بھی نقل میں) خلاف ہے (یعنی نقل اور عدم نقل دونوں ہیں) اور اسی (کلمہ کے آخر والے حرف صحیح ساکن) میں خلف نے وصل میں سکتہ قلیلہ (اور لطیفہ) روایت کیا ہے (یعنی جس جگہ ورش نقل کرتے ہیں وہاں خلف وصلاً سکتہ کرتے ہیں)

۲۲۸ ۔ وَيَسْكُتُ فِیْ شَیْءٍ وَّشَيْئًا وَّبَعْضُهُمْ ۔ لَدَى اللَّامِ لِلتَّعْرِيْفِ عَنْ حَمْزَةٍ (صعن) تَلَا
۳

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

۲۲۹۔ وَشَيْءٍ وَشَيْئًا لَمْ يَزِدْ وَلِنَافِعٍ لَدَى يُونُسٍ آلْآنَ بِالنَّقْلِ نُقِّلَا

ترجمہ:۔ اور یہی خلف شَیْءٍ اور شَیْئًا (کی یا) میں بھی (وصلاً) سکتہ کرتے ہیں اور ان ناقلین میں کے بعض نے اس لام میں جو تعریف کے لئے ہو (یعنی اَلْ میں) اور شَیْءٍ اور شَیْئًا میں پورے حمزہ سے (روایت کرتے ہوئے سکتہ) پڑھا ہے۔ اس حالت میں کہ ان بعض نے (شَیْءٍ اور اَلْ پر اور کسی قسم کو بھی) زیادہ نہیں کیا (یعنی ان کے علاوہ ہمزہ سے پہلے اور ساکنوں پر سکتہ نہیں کیا یا ان بعض کی روایت سے شَیْءٍ اور اَلْ پر کچھ بھی زیادہ نہیں ہوا ہے) اور (سورۂ) یونس میں آلْآنَ نافع کے لئے (بہت سی روایتوں سے) اس حالت میں روایت کیا گیا ہے کہ یہ نقل کے ساتھ ہے۔

شارح:۔ یعنی اگر حرکت والا ہمزہ قطعی کلمہ کے شروع میں ہو اور اس سے پہلے کلمہ کے آخر میں حرفِ صحیح ساکن ہو جو واو یا الف مدہ نہ ہو (پس اگر لین ہو تو مضائقہ نہیں) اور جمع کا میم بھی نہ ہو تو ورش تخفیف کی غرض سے وقف و وصل دونوں حالتوں میں ہمزہ کی حرکت اس سے پہلے ساکن کو دیکر ہمزہ کو حذف کر دیتے ہیں عام ہے کہ یہ ساکن تعریف (اَلْ) کا لام ہو یا تنوین ہو یا تانیث کی تا ہو یا مقطعات میں سے نون یا کوئی اور حرف ہو جیسے اَلْاَنْهٰرُ۔ وَالْاُذُنَ وَالْاِبْكَارِ اور ثُقِيَتْ نَارًا ذَاتِ مُبِيْنٌ نِ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ۔ حَامِيَةٌ نِ اَلْهٰكُمُ۔ كُفُوًا نِ اَحَدٌ اور وَقَالَتُ اُوْلٰهُمْ۔ قَالَتْ اُخْرٰهُمْ قَالَتِ اِحْدٰهُمَا اور الٓمٓ اَحَسِبَ النَّاسُ اور قَدْ اَفْلَحَ۔ لَحَدِيْثُ الٓمٓ نَشْرَحْ۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ۔ قُلْ اُوْحِيَ اور خَلَوْا اِلٰى۔ تَعَالَوْا اَتْلُ نَبَاَ بَنِيْٓ اٰدَمَ۔ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ يٰسٓ الٓمٓ اللّٰهُ اور بِئْسَ الْاِسْمُ۔ اَلْكِتٰبُ اَفَلَا۔ فِيْهِ اٰيٰتٌ۔ يَسْئَلُ قُرْاٰنٌ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ۔ قَالُوْٓا اٰمَنَّا۔ عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ میں نقل نہیں کرتے اور وجوہ ظاہر ہیں۔ اور جن کلمات میں ورش کے لئے حالین میں نقل ہے۔ ان سب میں حمزہ کے لئے صرف وقفاً نقل و عدم نقل دونوں ہیں جو خلف سے نکلی ہیں اور گو عمل دونوں پر ہے اور درست بھی ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ ساکن منفصل (قَدْ اَفْلَحَ۔ مَنْ اٰمَنَ وغیرہ) میں نقل کی وجہ جو زیادات میں سے ہے۔ نظم و تیسیر کے طرق کے خلاف ہے كَذَا فِي النَّشْرِ۔ رہی وصل کی حالت سو اس میں صرف خلف نے سکتہ روایت کیا ہے یعنی اس ساکن متصل اور لام تعریف پر بھی جس کی طرف ورش نقل کرتے ہیں اور شَیْءٍ اور شَیْئًا کی یا پر بھی خواہ کسی طرح آئے اور یہ سکتہ سانس لینے کے بغیر تھوڑی دیر اس لئے ہوتا ہے کہ اس کے بعد ہمزہ کے پوری طرح ادا کرنے پر مدد مل جائے اور خلاد نے ساکن منفصل اور اَلْ اور شَیْءٍ دونوں قسموں میں حمزہ سے عدم سکتہ روایت کیا ہے اور یہ (خلف سے سکتہ اور خلاد سے عدم سکتہ) ابو الفتح کا مذہب ہے۔ اور ابو الحسن کی روایت پر دونوں کے لئے شَیْءٍ اور اَلْ پر سکتہ اور ساکن متصل پر عدم سکتہ ہے۔ نتیجہ یہ کہ خلف کے لئے تو شَیْءٍ اور اَلْ میں صرف سکتہ ہے اور مَنْ اٰمَنَ۔ قَدْ اَفْلَحَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ جیسے ساکن منفصل پر سکتہ اور عدم سکتہ دونوں ہیں۔ سکتہ ابو الفتح سے اور عدم سکتہ ابو الحسن سے اور خلاد کے لئے شَیْءٍ اور اَلْ میں دونوں ہیں۔ سکتہ ابو الحسن سے اور عدم سکتہ ابو الفتح سے اور ساکن منفصل پر صرف عدم سکتہ ہے کیونکہ اس میں ان کے لئے سکتہ نہ ابو الحسن نے روایت کیا ہے نہ ابو الفتح نے اور آلْآنَ (یونس ع ۵ و ۹) میں دونوں جگہ پورے نافع نون کے ہمزہ کی حرکت لام تعریف کی طرف نقل کر کے آلَانَ پڑھتے ہیں اس نقل میں ورش تو اپنے قاعدہ پر ہیں اور قالون نے روایت کی پیروی کرتے ہوئے اس لئے نقل کی ہے کہ اس کلمہ میں دو ہمزوں کے جمع ہونے اور لام کے سکون کی وجہ سے ثقل تھا۔

تتمہ:۔ اگر شَیْءٍ اور اَلْ میں وصلاً سکتہ پڑھا جائے تو نظم کے طریق سے خلف اور خلاد دونوں کے لئے ثابت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے تو جن کلمات میں ہمزہ سے پہلے لام تعریف ہے جیسے اَلْاَرْضُ اَلْاٰخِرَۃ تو ان میں وقفاً نقل اور سکتہ دو وجوہ ہوں گی اور اگر شیٔ اور اَلْ میں وصلاً عدم سکتہ پڑھا جائے جو صرف خلاد سے ثابت ہے تو اَلْاَرْضُ ۔ اَلْاٰخِرَۃ وغیرہ میں صرف نقل ہوگی اور رہا ساکن منفصل جیسے مَنْ اٰمَنَ ۔ قَدْ اَفْلَحَ سو اگر اس میں وصلاً سکتہ پڑھا جائے تو وقفاً اس میں نقل و سکتہ دو وجوہ ہوں گی اور اگر وصلاً عدم سکتہ پڑھا جائے تو وقفاً نقل وتحقیق ہوگی۔ پس ساکن منفصل میں وقفاً خلف کے لئے تین وجوہ ہوں گی۔ نقل۔ سکتہ ۔ عدم سکتہ اور خلاد کے لئے دو ہیں نقل اور عدم سکتہ۔ لیکن ساکن منفصل میں نقل طریق کے خلاف ہے گو صحیح ہے اس لئے ترک اولیٰ ہے جیسا کہ ابھی شعر کی شرح میں بھی گذر چکا ہے۔

فائدہ:۔ ملا علی قاری نے ورش کی نقل کے لئے نو شرطیں بیان کی ہیں اور سب کے فوائد بھی بتائے ہیں (۱) جس ہمزہ کی حرکت نقل کی جائے وہ قطعی ہو وصلی نہ ہو اسی لئے الٓمّٓ اللّٰہُ ۔ اور بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ میں میم کا فتحہ اور لام کا کسرہ اجتماع ساکنین کی وجہ سے ہے نہ کہ نقل کی بناء پر جیسا کہ بعض کو وہم ہوگیا ہے۔ (۲) ہمزہ کلمہ کے شروع میں ہو حقیقتاً ہو خواہ حکماً اسی لئے یَسْئَلُ اور قُرْاٰنٌ وغیرہ میں نقل ان کا عام قاعدہ نہیں ہے گو بعض کلمات میں کرتے ہیں پس رِدْءًا (قصص ع) میں جو پورے نافع کے لئے نقل ہے اس سے شبہ نہیں ہوسکتا اور حکماً اس لئے کہا کہ لام تعریف بھی قاعدہ میں شامل ہو جائے کیونکہ اَلْ کے بعد والا ہمزہ گو رسماً اَلْ سے متصل ہے لیکن اصل کے لحاظ سے یہ بھی کلمہ کے شروع ہی میں ہے اور پہلے کلمہ کا جزو نہیں ہے کیونکہ اَلْ حروفِ معانی میں سے ایک حرف ہے جو تعریف کے لئے آتا ہے اور یہ لام کلمہ کے آخر ہی میں ہوتا ہے کیونکہ اس سے پہلے ہمزہ ہے جو ان حضرات کے قول پر تو اَلْ تعریفی کا جزو ہے جو ہمزہ اور لام دونوں کے مجموعہ کو تعریف کے لئے کہتے ہیں اور جو صرف لام کو تعریفی مانتے ہیں ان کی رائے پر ہمزہ اس کے جزو کے قائمقام ہے اس لئے کہ یہ ابتدا میں لازمی طور پر لام کے ساتھ ہی رہتا ہے۔ (۳) نقل ہمزہ سے پہلے حرف کی طرف کی جائے نہ کہ بعد والے کی طرف کیونکہ اطراف تغیر کا محل ہیں نیز بعد والے کی طرف نقل کرنے سے کلمہ کا وزن درست نہیں رہتا مثلاً قَدْ اَفْلَحَ سے قَدْ فَلَحَ ہو کر اَفْعَلَ۔ فَعَلَ بن جاتا ہے۔ (۴) ہمزہ سے پہلا حرف ساکن ہو اسی لئے اَلْکِتٰبُ اَفَلَا اور فِیْهِ اٰیٰتٌ میں نقل نہیں کیونکہ متحرک پر دوسری حرکت نہیں آسکتی (۵) ساکن مدہ بھی نہ ہو اس سے یٰۤاَیُّهَا ۔ فِیْۤ اَنْفُسِکُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۔ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ جیسی مثالیں نکل گئیں کیونکہ مدہ میں روایۃً نقل نہیں اور صلہ کے سبب میم جمع میں بھی واو مدہ ہوتا ہے۔ رہی عقلی وجہ سو وہ یہ ہے کہ الف تو حرکت کو قبول ہی نہیں کرتا نیز نقل کرنے سے الف ہمزہ بن جائے گا اور کلمہ میں پھر وہی ثقل پیدا ہو جائے گا جس سے بچنے کے لئے نقل اختیار کی گئی تھی اور واو ۔ یا میں قدرے مد ہے جو حرکت کے مرتبہ میں ہے اور متحرک کی طرف نقل نہیں ہوا کرتی اور بعض کہتے ہیں کہ ضمہ اور کسرہ والے ہمزہ کی حرکت واو ۔ یا کی طرف اس لئے بھی نقل نہیں کی جاتی کہ اس سے ثقل ہو جاتا ہے حالانکہ نقل تخفیف کے لئے ہوا کرتی ہے۔ پس مدہ میں ترکِ نقل اولیٰ ہے۔ گو تَاْمُرُوْۤا اِبِلِیْسَ اور ابْتَغِیْ اَمْرَہٗ میں لغۃً نقل وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ زمخشری نے مفصل میں اس کی تصریح کی ہے اور سیبویہ کی کتاب میں بھی اس قسم کی بہت سی مثالیں درج ہیں نیز نشر کے طرق سے حمزہ کی قراءۃ میں بھی مدہ کی طرف نقل صحیح ہے رہا میم جمع سو اس میں نقل یا تو اس لئے نہیں ہے کہ صلہ سے واو مدہ پیدا ہو جاتا ہے جس کی طرف نقل نہیں ہوا کرتی یا اس لئے نہیں کہ میم جمع پر اس کی اصلی حرکت (ضمہ) کے سوا دوسری حرکات نہ آئیں اور ادغام الحرفین المتقاربین ۲۵ اور المد والقصر ۶ کی طرح یہاں صحیح سے یہ مقصود نہیں کہ وہ ساکن حرفِ علت نہ ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ مدہ نہ ہو پس یہاں صحیح عام ہے حقیقتاً ہو خواہ حکماً تاکہ قاعدہ میں واو ۔ یا لین بھی شامل ہو جائیں کیونکہ ان کی طرف بھی نقل ہوتی ہے جیسے خَلَوْا اِلٰی اور ابْنَیْ اٰدَمَ اسلئے کہ لین بھی حرکت کے قبول کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یں صحیح کے مشابہ ہے اور گو اس میں قدرے مد بھی ہے لیکن قلت کے سبب اس کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ (۶) ہمزہ سے پہلا ساکن تنوین کا نون نہ ہو۔ یعنی اس پر وقف کی نیت نہ کی گئی ہو اور مقصد یہ ہے کہ سکتہ کی ممانعت نہ ہو جو کِتٰبِيَهْ اِنِّیْ (حاقہ ع) میں ہے کیونکہ اس میں نقل وعدم نقل دونوں ہیں اور ثانی اولیٰ ہے پس نقل واجب نہیں رہی (۷) وہ ساکن اصلی ہو خواہ زائد تاکہ عَامَنَتْ اِمْنَةً جیسی مثالیں بھی شامل ہو جائیں اور رہا جعبری کا یہ قول تاکہ وَقَالَتِ اخْرُجْ جیسی مثالیں بھی نصاً شامل ہو جائیں کیونکہ تانیث کی تا بھی کلمہ کے جزو کے مرتبہ میں ہے سو اس کا مطلب یہ ہے کہ نقل کے قاعدہ میں اصلی ساکن کے ساتھ زائد (تانیث کی تا) بھی اسی طرح نصاً شامل ہو جائے جس طرح دو ساکن جمع ہونے کے سبب پہلے ساکن کو کسرہ یا ضمہ دینے کے قاعدہ میں اصلی ساکن (قُلْ کے لام۔ اَوْ کے واو وغیرہ) کے ساتھ زائد (تانیث کی تا اور تنوین) بھی نصاً شامل ہے اور اگر یہ تاویل نہ کریں گے تو لازم آئے گا کہ وَقَالَتِ اخْرُجْ میں تا کی حرکت نقل کی بناء پر ہے اور اس کا غلط ہونا ظاہر ہے (۸) وہ ساکن کتابت میں ہو یا نہ ہو۔ تاکہ قاعدہ میں تنوین بھی شامل ہو جائے کیونکہ یہ کتابت میں تو نہیں ہوتا۔ تاکہ اس میں اور اصلی نون میں امتیاز رہے۔ لیکن تلفظ کے اعتبار سے یہ بھی ایک حرف یعنی نون ہے (۹) وہ ساکن ہمزہ کے ساتھ متصل ہو پس نقل صرف وصلاً ہوگی۔ ۲؎ یہ کلیہ ہے کہ جن کلمات میں ورش کے لئے مالین میں نقل ہے۔ ان سب میں حمزہ کے لئے صرف وقفاً نقل وعدم نقل دونوں ہیں اور عدم نقل کی صورت میں کُلّ میں صرف سکتہ کرتے ہیں اور ساکن منفصل میں خلف کے لئے سکتہ اور عدم سکتہ اور خلاد کے لئے صرف عدم سکتہ ہے لیکن چار کلمہ اس کلیہ سے جدا ہیں۔ (۱) یُؤَدِّهٖٓ اِلَیْكَ (آل عمران ع۸ میں) دو جگہ۔ (۲) اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ (شعراء ع۱۰ وص ع۱) ان دونوں میں حمزہ کے لئے تو نقل کا قاعدہ ہے کیونکہ وہ اول میں ہا کو اور ثانی میں لام کو ساکن پڑھتے ہیں یعنی یُؤَدِّهْ اِلَيْكَ اور اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ اور ورش اول میں صلہ اور مد کرتے ہیں اور ثانی میں لَيْكَةَ پڑھتے ہیں پس ان کیلئے نقل کا قاعدہ نہیں پایا جاتا (۳) اٰدَامِنتُمْ (اعراف ع۱۴) اس میں حمزہ واو کا فتحہ اور ورش سکون پڑھتے ہیں اور نقل کا قاعدہ ورش ہی کی قراءۃ پر پایا جاتا ہے (۴) جمع کا میم اس میں ورش کے لئے صلہ اور مد اور حمزہ کے لئے سکون ہے اور نقل کا قاعدہ ان ہی کی قراءۃ پر پایا جاتا ہے اور اس میں چار قول ہیں ۱؎ نقل کا ترک چنانچہ سخاوی فرماتے ہیں کہ اعتماد اسی پر ہے کہ عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ جیسی مثالوں میں بلا اختلاف تحقیق ہے (یعنی نقل نہیں) فاسی کہتے ہیں کہ جمع کا میم نقل سے جدا ہو کر سکتہ میں شامل ہو گیا ہے اور قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معتبر قول یہی ہے اور میں نے بھی تحقیق ہی سے پڑھا ہے اور عمل بھی اسی پر ہے اور باقی تین قول ابن مہران کے ہیں ۲؎ ہر حال میں نقل ۳؎ ہمزہ کے کسرہ اور ضمہ کی صورت میں نقل اور فتحہ کی صورت میں ترک تاکہ ھُمَا ہو کر تثنیہ سے ملتبس نہ ہو جائے ۴؎ ہمزہ کی تینوں حالتوں میں میم کا صرف ضمہ تاکہ میم پر اس کی اصلی حرکت کے سوا دوسری حرکت نہ آئے اور یہ تینوں قول بعید ہیں جعبری فرماتے ہیں اس تفصیل سے نکل آیا کہ بعض شارحین نے جو نقل کو ناجائز بتایا ہے اس کی کوئی وجہ نہیں ۳؎ وَلَدٰی خَلَفٍ فِی الْوَصْلِ میں وصل وقف کی ضد نہیں ہے بلکہ لغوی معنیٰ میں ہے اور مراد یہ ہے کہ جب اس کلمہ کو جس میں ساکن ہے ہمزہ والے کلمہ سے ملا کر پڑھا جائے مثلاً مِنْ اَیَّامٍ اُخَرَ میں اَیَّامٍ کو اُخَرَ کے ساتھ ملا کر پڑھیں اور عام ہے کہ پہلے کلمہ کو ماقبل کے ساتھ ملائیں یا نہ ملائیں بلکہ ماقبل پر وقف کر دیں یعنی مِنْ کو اَیَّامٍ کے ساتھ ملائیں یا نہ ملائیں اور اسی طرح ہمزہ والے کلمہ پر بھی وقف کر دیں خواہ بعد والے کے ساتھ ملا دیں ہر حال میں سکتہ ہوتا ہے اس لئے فِی الْوَصْلِ کے بجائے فِی الدَّرْجِ مناسب تھا۔ ابو شامہ فرماتے ہیں کہ ساکن والے کلمہ پر وقف کرنے کی صورت میں تو سکتہ بھی کیسے ہوتا ہے۔ رہا خلف کا سکتہ سو وہ وصل ہی میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے اس پر تنبیہ کر دی۔

سوال:۔ قَدْ اَفْلَحَ۔ مَنْ اٰمَنَ۔ عَذَابٌ اَلِيْمٌ جیسی مثالوں میں دوسرے کلمہ پر وقف کرنے کی صورت میں سکتہ بھی ہوتا ہے اور نقل بھی اور سکتہ وصل کے اعتبار سے ہوتا ہے اور نقل وقف کے لحاظ سے ہوتی ہے تو کیا ایک ہی حالت میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قاری واصل بھی بن سکتا ہے اور واقف بھی۔ جواب:- اس میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ دونوں کا موقع جُدا جُدا ہے۔ چنانچہ وقف دوسرے کلمہ کے آخری حرف پر ہوتا ہے اور وصل پہلے کلمہ کے آخر کا دوسرے کے شروع کے ساتھ ہوتا ہے جیسے ایک ہی شخص اپنے بعض رشتہ داروں کے ساتھ قطع رحمی (بدسلوکی) اور بعض کے ساتھ صلہ رحمی (اچھا سلوک) کرے ۱۲ وصل سے یہ مراد نہیں کہ ہمزہ والے کلمہ کو مابعد سے ملاکر پڑھیں۔ جیسا کہ فاسی کو وہم ہوگیا ہے کیونکہ یہ شرط تو کسی نے بھی نہیں لگائی پھر ناظم کس لئے لگاتے ۶ ابو شامہؒ فرماتے ہیں کہ یہ خلاف نقل ہی والے ہمزہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر ہمزۂ مبتدئہ۔ متوسطہ کے حکم میں ہے اور اس میں تخفیف کے بعینہٖ وہی تو لمد جاری ہوتے ہیں جو متوسطہ میں ہوتے ہیں۔ پس اگر مبتدئہ ساکن ہو اور ہمزۂ وصلی کے بعد ہو جو پہلے کلمہ کے ملنے کی بناء پر حذف ہوگیا ہو تو اس ساکنہ کو فتحہ کے بعد الف سے اور کسرہ کے بعد یاء سے اور ضمہ کے بعد واو سے بدلتے ہیں جیسے لِقَآءَ نَاۡتِ۔ الَّذِی اؤْتُمِنَ۔ یٰصٰلِحُ اؤْتِنَا کیونکہ ہمزۂ وصل کے سبب مبتدئہ ساکنہ بھی متوسطہ بن گیا ہے پس اگر ہمزہ سے پہلے بھی اسی قسم کا مدہ آرہا ہو تو اب اس میں دو وجوہ جائز ہیں۔ (۱) دونوں مدوں کو باقی رکھیں اور دونوں میں طول سے جدائی کردیں (۲) دونوں میں سے ایک مدہ (پہلے یا دوسرے) کو حذف کردیں اور اس مدہ کو قصر سے پڑھیں اور یہ دونوں وجوہ وہ ہیں جن کو ناظمؒ نے وقف حمزہ و ہشام ۸ میں بیان کیا ہے پس اگر ثانی کو محذوف مانیں گے تو اِلَی الْهُدَی ائْتِنَا کے الف میں ورش اور حمزہ اور کسائی کے لئے امالہ ہوگا کیونکہ یہ الف یاء سے بدلا ہوا ہے اور اگر اول کو محذوف مانیں تو الف میں امالہ نہ ہوگا کیونکہ اب یہ الف ہمزہ سے بدلا ہوا ہوگا ۹ لیکن الَّذِی اؤْتُمِنَ اور لِقَآءَ نَاۡتِ میں یَشَآءُ اور مِنَ السَّمَآءِ کی طرح مد و قصر کو جائز بتانا قیاس مع الفارق ہے کیونکہ یَشَآءُ میں ہمزۂ متطرفہ ہے اور لِقَآءَ نَاۡتِ وغیرہ میں متوسطہ ہے۔ ۱۰ اگر مبتدئہ متحرکہ ساکن کے بعد ہو اور یہ ساکن صحیح یا واو۔ یا لین ہو تو اس میں نقل ہوتی ہے اور اگر مبتدئہ متحرکہ حرکت کے یا مدہ کے بعد ہو تو اس میں نظم و تیسیر کے طرق سے صرف تحقیق ہے اور گو ابوشامہؒ نے ان دو صورتوں میں بھی تخفیف بیان کردی ہے لیکن یہ نشر کے طرق سے صحیح ہے نظم و تیسیر کے طرق سے نہیں ۱۱ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ میں تین ہمزہ ہیں اس کی تخفیف میں ابن مہران نے تین وجوہ بتائی ہیں۔ (۱) تینوں کی تخفیف اول کی نقل سے اور باقی دو کی بین بین سے۔ (۲) صرف تیسرے کی تخفیف بین بین سے یہ ان لوگوں کی رائے ہے جو نہ مبتدئہ میں تخفیف کے قائل ہیں اور نہ متوسط بزائدہ میں (۳) دوسرے اور تیسرے ہمزہ کی تخفیف یہ ان کی رائے ہے جو زائدہ کا تو اعتبار کرتے ہیں لیکن مبتدئہ میں تخفیف نہیں کرتے اور ابن مہران بھی انہیں میں سے ہیں۔

فائدہ ۱۲ (۱) چونکہ شَیْئًا نصبی حالت میں الف سے اور رفعی اور جری میں الف کے بغیر لکھا جاتا ہے اس لئے اس کو دونوں طرح لے آئے تاکہ خصوص کا شبہ نہ ہو اور گو بُیُوْت اور جِبَاهُ کا بھی یہی حال ہے لیکن چونکہ ان دونوں کو اَل کے بغیر بھی لائے ہیں۔ اور اَل کے ساتھ بھی اور اس سے عموم کی طرف اشارہ ہوگیا اس لئے ان کو تنوین اور الف کے ساتھ لانے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ (۲) شَیْءٌ کو علیحدہ اس لئے لائے کہ یہ قاعدۂ بالا میں داخل نہیں تھا کیونکہ ورش اس میں نقل نہیں کرتے (۳) شَیْءٌ اور شَیْئًا میں وقفاً حمزہ کے لئے دو وجوہ ہیں ۱ نقل (شَیْ۔ شَیَا) ۲ ابدال و ادغام (شَیّ۔ شَیًّا) اور لام تعریف یعنی اَلْاَرْض وغیرہ میں اور ساکن منفصل (قَدْ اَفْلَحَ وغیرہ) میں خلف و خلاد دونوں کے لئے وقفاً تین وجوہ ہیں۔ نقل۔ سکتہ۔ عدم سکتہ اور تفصیل یہ ہے کہ ساکن منفصل میں تو خلف کے لئے تینوں ہیں اور خلاد کے لئے نقل و عدم سکتہ ہے اور سکتہ نہیں ہے اور اَلْاَرْض وغیرہ میں خلاد کے لئے تینوں ہیں اور خلف کے لئے نقل و سکتہ ہے عدم سکتہ نہیں (ابراز) اور علامہ متولی نے سکتہ کے بارہ میں ابوالفتح اور ابوالحسن طاہر کے طریقوں کو اس طرح نظم کیا ہے ؎

رَوَی اَبُو الْفَتْحِ كُلَّ السَّكْتِ عَنْ خَلَفٍ وَعِنْدَ خَلَّادٍ تَرْكُ السَّكْتِ قَدْ اُشْهِرَا

وَطَاهِرٌ نَجْلُ غَلْبُوْنٍ رَوَی لَهُمَا بِالسَّكْتِ فِي اَلْ وَشَيْءٍ خُذْهُ مُبْتَدِرَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور مطلب اوپر شرح میں درج ہو چکا ہے اور دونوں مذہبوں کے نتیجہ کے بارہ میں کسی بزرگ کے یہ شعر ہیں ؎

وَشَیْءٌ وَّاَلْ بِالسَّکْتِ عَنْ خَلَفٍ بِلَا　　خِلَافٍ وَّفِی الْمَفْصُوْلِ خُلْفٌ تَقَبَّلَا

وَخَلَّادُهُمْ بِالْخُلْفِ فِیْ اَلْ وَشَیْئِهٖ　　وَلَا سَکْتَ فِی الْمَفْصُوْلِ عَنْهُ تَحَصَّلَا

پس جس قسم میں دونوں میں سے کسی ایک کا اتفاق ہے اس میں دوسرے راوی کا اختلاف ہے اور ایک کے اختلاف کی جگہ دوسرے کا اتفاق ہے (۴) جمع کے میم میں مختار مذہب کی بناء پر نقل نہیں ہے۔ اتحاف البریہ میں ہے ؎

وَلَا نَقْلَ فِیْ مِیْمِ الْجَمِیْعِ لِحَمْزَةٍ　　بَلِ الْوَقْفُ حُکْمُ الْوَصْلِ فِیْمَا تَنَقَّلَا

پس وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا اور ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ اور وَمِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ کا جو حکم وصل میں تھا وہی وقف میں ہے کہ خلف کے لئے سکتہ اور عدم سکتہ اور خلاد کے لئے صرف عدم سکتہ ہے (۵) اس صورت کا حکم جبکہ ایک اَلْ کا وصل اور دوسرے پر وقف کیا جائے اتحاف البریہ میں ہے ؎

وَفِیْ اَلْ بِنَقْلٍ قِفْ وَسَکْتٍ لِسَاکِتٍ　　عَلَیْهِمَا وَعِنْدَ التَّارِکِیْنَ لَهُ انْقُلَا

(۶) ساکن منفصل کے وقف کا حکم علامہ متولی ؎

وَفِیْ ذِی انْفِصَالٍ فَانْقُلِ اسْکُتْ لِسَاکِتٍ　　وَعَنْ غَیْرِهٖ نَقْلٌ وَّتَحْقِیْقٌ اُعْمِلَا

(۷) شَیْءٌ اور شَیْئًا اور سال اَلْ میں سکتہ اس لئے ہے کہ یہ اکثر جگہ واقع ہوئے ہیں اور شَیْءٌ میں وقفاً صرف تخفیف اور اَلْ میں تخفیف وتحقیق اس لئے ہے کہ اَلْ کے بعد کا ہمزہ متوسط بزائد ہے۔ جعبری فرماتے ہیں کہ اَلْ میں وقفاً تحقیق کی وجہ کسی کتاب اور کسی طریق سے بھی منقول نہیں ہے آہ لیکن یہ قول جمہور شارحین کے مسلک کے خلاف ہے (قاری)

النحو والعربیہ: ۲۲۶ (۱) اس شعر کے دونوں جملہ امریہ ہیں۔ (۲) کُلَّ سَاکِنٍ ای کُلَّ حَرْفٍ سَاکِنٍ (۳) آخِرًا اور صَحِیْحٌ دونوں ابوشامہ کی رائے پر سَاکِنٍ کی اور علی قاری کی رائے پر حَرْفٍ مقدر کی صفتیں ہیں۔ ۲۲۷ عِنْدَهٗ کی ھا ساکن مذکور کے لئے ہے نہ کہ حمزہ کے لئے کیونکہ اس صورت میں سکتہ کا محل معلوم نہیں ہوگا اور یہ معنی بھی رکیک ہے۔ ۲۲۸ (۱) دوسرے شَیْئًا کا نصب حکائی ہے (۲) لِلتَّعْرِیْفِ۔ اَللَّامِ کی صفت یا اس سے حال ہے ۲۲۹ (۱) وَشَیْءٌ وَّشَیْئًا دونوں اس سے پہلے شعر کے اَللَّامِ پر معطوف ہیں اور دوسرے کا نصب اس میں بھی حکائی ہے ای وَلِذِیْ شَیْءٍ وَّشَیْئًا (۲) لَمْ یَزِدْ یا تو لازم ہے یا متعدی پہلی صورت میں اس کا فاعل مقدر ہے ای لَمْ یَزِدْ لَفْظٌ عَلَی الْمَذْکُوْرِ اور دوسری تقدیر پر اس کی ضمیر بَعْضُهُمْ کے لئے ہے (۳) لَدٰی۔ نَقْلِهٖ کا ظرف ہے اور لام اس کے متعلق ہے (۴) بِالنَّقْلِ۔ نَقْلِهٖ کے فاعل سے حال ہے اور اس میں تشدید تکثیر کے لئے ہے۔

۲۳۰ - ۵ وَقُلْ عَادًا نِ الْاُوْلٰی بِاِسْکَانِ لَامِهٖ　　وَتَنْوِیْنِهٖ بِالْکَسْرِ کَاسِیْهِ ظَلِّلَا

ترجمہ:- اور (اے قاری) تو کہدے کہ عَادًا نِ الْاُوْلٰی (نجم ع ابن عامر اور ابن کثیر اور کوفیین کیلئے) اپنے لام کے اسکان کے ساتھ ہے اور اس کا نون) تنوین کسرہ کے ساتھ ہے اس (تنوین) کے لباس پہنانے والے (اور زینت دینے والے ہر ایک قاری) نے (اس پر) سایہ ڈالا ہے (اور اس کو اعتراضات سے محفوظ کر دیا ہے۔ چنانچہ نقل وادغام والی دوسری قراءۃ کی طرح اس پر شبہات نہیں ہوتے۔ یعنی یہ پانچوں امام اس کو وصلاً تو اسی طرح پڑھتے ہیں جس طرح شعر میں درج ہوا ہے اور وقفاً تنوین کو الف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے بدل کر عَادًا پڑھتے ہیں اور ابتدا (اعادہ) میں اصل کے موافق اَلْاُوْلیٰ پڑھتے ہیں اور اس کو اسی لئے بیان نہیں کیا کہ یہ اصل کے موافق ہونے کی بناء پر ظاہر ہے۔

۲۳۱ - وَاَدْغَمَ بَاقِیْهِمْ وَبِالنَّقْلِ وَصْلُهُمْ ۔ وَبَدْؤُهُمْ وَالْبَدْءُ بِالْاَصْلِ فُضِّلَا
۶

۲۳۲ - لِقَالُوْنَ وَالْبَصْرِیْ وَتُهْمَزُ وَاوُهُ ۔ لِقَالُوْنَ حَالَ النَّقْلِ بَدْءًا وَّمَوْصِلَا
۷

ترجمہ:- اور ان میں کے باقی (دو نافع - ابو عمرو) نے (ہمزہ کی حرکت کو لام کی طرف نقل کیا ہے اور تنوین کا لام میں) ادغام کیا ہے (اور عَادًا الُّوْلیٰ یا عَادًا اۨلُّوْلیٰ پڑھا ہے) اور ان (ہی) باقین کا وصل اور ان کی ابتدا (دونوں میں سے ہر ایک) نقل کے ساتھ ہے اور قالون اور (ابو عمرو) بصری کے لئے (اس کلمہ سے) اصل کے موافق ابتدا کرنا (اور اَلْاُوْلیٰ پڑھنا) افضل قرار دیا گیا ہے اور قالون کیلئے نقل کی حالت میں اس (لفظ) کا واو (جو لام کے بعد ہے) ابتدا کرتے ہوئے بھی اور وصل کرتے ہوئے بھی ہمزہ سے بدلا جاتا ہے۔ (پس قالون وصل میں عَادًا الُّؤْلیٰ اور ابتدا اور اعادہ میں اَلُؤْلیٰ اور لُؤْلیٰ پڑھتے ہیں اور جب نقل نہیں کرتے اور اصل کے موافق ابتدا کرتے ہیں تو واو کو واو ہی رکھتے ہیں اور ہمزہ سے اس لئے نہیں بدلتے کہ اس سے دو ہمزہ جمع ہو جاتے ہیں)

شرح: یعنی عَادَانِ الْاُوْلیٰ میں وصلاً تین قراءتیں ہیں ۱ ابن کثیر و ابن عامر اور کوفیین کے لئے عَادَانِ الْاُوْلیٰ دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر نون تنوین کے زیر لام کے سکون پھر پیش والے ہمزہ پھر واو ساکنہ سے ۲ قالون کے لئے عَادًا الُّؤْلیٰ یعنی ہمزہ کی حرکت لام کو دے کر ہمزہ کو حذف کر دیتے ہیں اور ہمزہ کے بعد جو واو تھا اس کو ہمزہ ساکنہ سے بدل لیتے ہیں اور تنوین کا لام میں ادغام کر دیتے ہیں ۳ ورش و ابو عمرو کے لئے عَادًا الُّوْلیٰ قالون کی طرح لیکن اتنا فرق ہے کہ یہ واو کو ہمزہ سے نہیں بدلتے اور ورش اپنے قاعدہ کے موافق المد بین بین بھی کرتے ہیں اور ورش کے لئے بدل کی وجوہ بھی ہوں گی اور جب اس کلمہ سے ابتدا یا اعادہ کرتے ہیں تو قالون اور ابو عمرو دونوں کیلئے اس میں تین وجوہ ہیں۔ قالون کے لئے تو یہ ہیں:- ۱ اَلُؤْلیٰ ہمزہ وصلی کو ثابت رکھکر لام کے پیش پھر ہمزہ ساکنہ سے ۲ لُؤْلیٰ ہمزہ وصلی کے حذف اور لام کے پیش پھر ہمزہ ساکنہ سے۔ کیونکہ جب لام پر حرکت آگئی تو ہمزہ وصلی کی ضرورت نہیں رہی ۳ اصل کے موافق اَلْاُوْلیٰ لام کے سکون پھر پیش والے ہمزہ پھر واو ساکنہ سے اور ابو عمرو کی تین یہ ہیں ۱ اَلُوْلیٰ ۲ لُوْلیٰ دونوں قالون کی طرح صرف اتنا فرق ہے کہ یہ واو کو ہمزہ سے نہیں بدلتے اور تقلیل کرتے ہیں ۳ اَلْاُوْلیٰ قالون کی تیسری وجہ کی طرح لیکن یہ تقلیل کرتے ہیں اور دونوں کے لئے ابتدا کی صورت میں یہ تیسری وجہ افضل ہے کیونکہ نقل ان کے اصول میں داخل نہیں ہے اور وصلاً صرف اس لئے کی گئی تھی کہ تنوین اور لام کے ملنے سے دو ساکن جمع ہو گئے تھے اس لئے ہمزہ کی حرکت لام کو دیدی گئی تاکہ دو ساکن بھی جمع نہ رہیں اور تنوین کا لام میں ادغام بھی ہو سکے اور ابتدا کی حالت میں چونکہ تنوین اس کے ساتھ نہیں رہا اس لئے نہ تو دو ساکن رہے اور نہ ادغام کی وجہ باقی رہی پس جب نقل کی علت نہیں رہی تو مناسب یہی ٹھہرا کہ کلمہ کو اس کی اصل کے موافق رکھا جائے۔ اور ورش کے لئے ابتدا کی صورت میں دو وجوہ ہیں جو ابو عمرو کی تین میں سے نمبر ایک اور نمبر دو کی طرح ہیں اور باقی پانچ امام قالون کی تیسری وجہ کی طرح ابتدا کرتے ہیں اور جب وقفاً حمزہ کی نقل اور سکتہ کو اور دونوں حالتوں میں حمزہ اور کسائی کے امالہ کو بھی ملائیں تو قراءتیں اور زیادہ ہو جائیں گی۔

فائدہ:- (۱) ورش چونکہ لامِ تعریف کی طرف ہر جگہ نقل کیا کرتے ہیں اس بناء پر ان کے لئے اصل کے موافق ابتدا کرنا درست

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں اور چونکہ قالون نے تو آلْئٰنَ (یونس ع ۵ و ع ۹) اور رِدْءًا (قصص ع ۴) میں نقل کی بھی ہے اور ابو عمرو بالکل نہیں کرتے اس بناء پر ان کے لئے اصل کے موافق ابتدا افضل تر ہے۔ (۲) پہلی قراءۃ اصل کے موافق ہے اس لئے اس میں کوئی شبہ نہیں اور دوسری پر بعض نے یہ شبہ کیا ہے کہ لام پر جو نقل سے حرکت آئی ہے وہ عارضی ہے اس لئے لام اب بھی ساکن ہی ہے اور ساکن میں ادغام نہیں ہوا کرتا اس کا جواب یہ ہے کہ ادغام حقیقی ساکن میں منع ہے نہ کہ تقدیری میں اور یہ لام تقدیراً ساکن ہے رہا یہ شبہ کہ لام کی حرکت عارضی ہے اور عارض کا اعتبار نہیں ہوا کرتا سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کلیہ نہیں ہے اور اس کی کئی مثالیں گذر چکی ہیں۔ چنانچہ مد وقفی اور جائز ادغامی میں عارض کے اعتبار پر طول و توسط ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ نیز اسی بناء پر اَلَاٰخِرَۃِ، اَلُاوْلٰی جیسی مثالوں میں ابتداء کے وقت لَاٰخِرَۃِ، لُاوْلٰی پڑھنا جائز ہے جیسا کہ ابھی شعر ۲۳۴ میں آئے گا۔ (۳) لُؤْلٰی میں ہمزہ والی قراءۃ اُجُوْہٌ اور مُؤْسٰی والے لغت کے بھی موافق ہے اور اُقِّتَتْ اور بِالسُّؤْقِ والی قراءۃ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ (۴) قالون و بصری کا ابتدا میں بھی نقل کرنا گو اس صورت میں سبب باقی نہیں رہتا اس بناء پر ہے کہ اس سے وصل والی قراءۃ کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے۔ رہے ورش سو ان کے لئے تو دونوں حالتوں میں نقل ہی متعین ہے۔ اور مکی وغیرہ کہتے ہیں کہ قالون کا لُؤْلٰی میں ہمزہ پڑھنا اس بناء پر ہے کہ اس میں اصل ہی سے ہمزہ تھا کیونکہ اُوْلٰی اصل میں اُؤْلٰی تھا پھر دوسرے ہمزہ کو وجوباً واو سے بدل لیا تھا۔ پس جب نقل کے سبب ایک ہمزہ حذف ہو گیا تو دوسرے ہمزہ کے ابدال کا قاعدہ باقی نہیں رہا اس لئے وہ لوٹ آیا۔ اس کو لکھ کر ابو شامہؒ فرماتے ہیں کہ اس کلمہ کے مادہ میں اختلاف ہے اور یہ مشکلات میں سے ہے اور ہم انشاء اللہ نظم کی شرح میں اس پر شافی گفتگو کریں گے۔[ع]

لام تعریف کی طرف نقل کرنے کی صورت میں ہمزۂ وصل یا لام سے ابتدا کرنیکا بیان

۲۳۳/۸ - وَتَبْدَا بِهَمْزِ الْوَصْلِ فِي النَّقْلِ كُلِّهِ ۔۔۔ وَاِنْ كُنْتَ مُعْتَدًّا بِعَارِضِهٖ فَلَا

ترجمہ :- اور تو پوری کی پوری نقل میں (یعنی اس کے ان سب موقعوں میں جن میں ہمزہ کی حرکت لام تعریف کی طرف نقل کی جائے نہ کہ صرف عَادًا الُّوْلٰی میں زبر والے) ہمزۂ وصل سے ابتدا کرے گا (اور اَلَارْضُ اور اَلَاٰخِرَۃُ پڑھے گا) اور اگر تو اس عارضی نقل کا اعتبار کرنے والا ہو جائے (اور نقل کے سبب جو عارضی حرکت آئی ہے اس کو اصلی کے مرتبہ میں سمجھ لے) تو (پھر ہمزۂ وصل سے ابتدا) نہیں (کرے گا بلکہ لَارْضُ اور لَاٰخِرَۃُ پڑھے گا اور لام سے ابتدا کرے گا یعنی تمہیں اختیار ہے کہ نقل کے بعد ہمزۂ وصل سے ابتدا کرو خواہ لام سے)

شرح :- یعنی جو قراء ہمزۂ قطعی کی حرکت لام تعریف کی طرف نقل کرتے ہیں جیسے ورش دونوں حالتوں میں اور حمزہ صرف وقفاً ہر جگہ اور قالون و ابو عمرو صرف عَادًا الُّوْلٰی (نجم ع ۳) میں کرتے ہیں اگر ان کے لئے ایسے کلمات سے ابتدا یا اعادہ کرنا چاہیں تو دو طرح کر سکتے ہیں: ۱ یہ کہ اس عارضی حرکت کا اعتبار نہ کریں جو لام پر نقل کی وجہ سے آئی ہے بلکہ اب بھی لام کو حکماً ساکن ہی سمجھیں اور لام سے پہلے اسی طرح زبر والا ہمزۂ وصلی لائیں جس طرح نقل نہ کرنے والوں کے لئے ابتدا کرنے کے وقت لاتے ہیں اور اَلَارْضُ اور اَلِانْسَانُ پڑھیں اور رسم کے موافق ہونے کی بناء پر یہی وجہ اولیٰ ہے۔ ۲ یہ کہ لام کی اس حرکت کا اعتبار کر کے لام کو حقیقتاً متحرک سمجھ لیں اور ضرورت نہ رہنے کی بناء پر ہمزۂ وصلی نہ لائیں اور لَارْضُ، لِانْسَانُ پڑھیں۔ کیونکہ ہمزۂ وصلی تو اسی لئے آیا کرتا ہے کہ ساکن سے ابتدا کرنا دشوار ہے اور یہ لام اب ساکن نہیں رہا۔

[ع] شاید شرح کبیر میں اس کی کچھ تفصیل کی ہو ۱۲ منہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن یہ دو وجوہ اس صورت میں ہیں کہ جو کلمہ لام تعریف سے پہلے ہو وہ بسیط یعنی ایک حرف والا نہ ہو جیسے تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ۔ فِي الْأَرْضِ پس ان میں تو ابتدا کے وقت (اَلْاَرْضِ۔ اَلْاَنْهٰرُ اور لَارْضِ۔ لَنْهٰرُ) دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں اور اگر لام سے پہلے ایک حرفی کلمہ ہو جیسے وَالْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَةُ تو وہاں لام سے ابتدا یا اعادہ درست نہیں۔ بلکہ یہ ضروری ہے کہ اس حرف سمیت ابتدا یا اعادہ کریں اور وَلَاٰخِرَةُ۔ وَلُاوْلٰی پڑھیں۔ اس قاعدہ کے متعلق ایک تفریع صفحہ ۱۷۰ پر فائدہ نمبر ایک کے ذیل میں بھی گذر چکی ہے۔

فائدہ:- (۱) اس مسئلہ کو حافظ ابو عمرو دانیؒ اور حافظ ابو العلاء ہمدانی نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نقل کے بعد ابتدا کی صورت میں ہمزۂ وصلی کا ثابت رکھنا اور نہ رکھنا دونوں جائز ہیں اور نحاۃ نے اس کو ہمزۂ وصلی ہی کے ساتھ خاص نہیں رکھا بلکہ وہ کہتے ہیں کہ مِنَ الْاَحْمَرِ وغیرہ میں مِنْ کے نون کو بھی عارض کے اعتبار کی صورت میں ساکن رکھنا اور مِنْ لَحْمَرِ کہنا اور اعتبار نہ کرنے کی تقدیر پر نون کے فتحہ سے مِنَ الْاَحْمَرِ کہنا دونوں جائز ہیں۔ پس چونکہ قراء نے اس کو ہمزہ وصلی ہی کے ساتھ خاص رکھا ہے اور نحاۃ نے اور قسموں کو بھی اس میں شامل کر لیا ہے اس لئے اس تقیید و اطلاق کے پیش نظر ابو شامہ رحمہ اللہ کو اشکال پیش آگیا اور اس کا حل اس طرح فرمایا ہو کہ نقل کے موقعوں کی تین قسمیں ہیں ۱ وہ جن میں عارض کا اعتبار کرنے پر علامت موجود ہو جیسے عَادًا لُّاوْلٰی ایمیں تنوین کا ادغام بتا رہا ہے کہ لام کو متحرک سمجھ لیا ہے کیونکہ اگر ساکن ہی سمجھتے تو اس میں ادغام نہیں ہو سکتا تھا۔ پس اس قسم میں تو ہمزہ کی حاجت نہیں لام ہی سے ابتدا ہو سکتی ہے۔ ۲ وہ جن میں عارض کا اعتبار نہ کرنے پر علامت قائم ہو جیسے سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰی اور وَاُولِی الْاَمْرِ اور قَالُوا الْاٰنَ اور اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ پہلی تین مثالوں میں مدہ کو نہ لوٹانا اور محذوف ہی رکھنا اور چوتھی مثال میں تا کے کسرہ کو باقی رکھنا اور سکون کی طرف نہ لوٹانا یہ بتا رہا ہے کہ نقل کے بعد بھی لام کو ساکن ہی قرار دیا ہے اس قسم میں ابتدا ہمزۂ وصلی ہی سے ہوگی ۳ وہ جن میں دونوں میں سے کوئی علامت بھی نہ پائی جائے جیسے وَقَالَ الْاِنْسَانُ اس قسم میں ہمزہ اور لام دونوں سے ابتدا کر سکتے ہیں یعنی اَلْاِنْسَانُ اور لِنْسَانُ محققؒ فرماتے ہیں کہ یہ تفصیل عمدہ ہے لیکن نقل سے اس کی تائید نہیں ہوتی الخ پس حق وہی ہے جو اوپر گذرا کہ قراءۃً یہ مسئلہ ہمزۂ وصلی ہی کے ساتھ خاص ہے اور تینوں صورتوں میں دونوں وجوہ جائز ہیں۔ (۲) اگر لام تعریف سے پہلے کوئی ساکن آرہا ہو تو دو ساکن جمع ہو جانے کی بنا پر مدہ کو حذف کر دیتے ہیں جیسے فِي الْاَرْضِ وَقَالَا الْحَمْدُ اور وَقَالُوا الْحَمْدُ اور اس کے علاوہ دوسرے ساکنوں کو حرکت دیدیتے ہیں جیسے مِنَ الْاَرْضِ اور فَمَنِ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ پس اگر لام پر نقل کے سبب حرکت آجائے تو اس صورت میں بھی مدہ کو محذوف ہی رکھنا اور ساکن کو اس کی حرکت پر رکھنا واجب ہے اور اس کے خلاف کرنا قراءۃً صحیح نہیں پس قَالُوْا لَاٰنَ اور فِيْ لَاَرْضِ اور مِنْ لَاَرْضِ پڑھنا (جیسا کہ بعض ناواقف اس کے قائل ہیں) قراءۃ کی رو سے غلط ہے گو عربیت میں یہ بھی صحیح ہے۔ (۳) عَادًا لُّاوْلٰی میں نافع اور ابو عمروؒ کی قراءۃ ظاہراً اور باقی پانچ کی تقدیراً رسم کے موافق ہے۔ کیونکہ اس میں اُوْلٰی کا الف مصاحف میں مرسوم نہیں ہے۔ رسم کے معنیٰ ہیں کلمہ کو اس کے ان حروف ہجا کے موافق لکھنا جو اس پر وقف کرنے اور اس سے ابتدا کرنے کے وقت پائے جاتے ہیں اور عثمانی رسم وہ ہے جو عثمانی مصاحف میں مرسوم ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں ۱ قیاسی اور تحقیقی جو تلفظ کے موافق ہو۔ ۲ اصطلاحی اور تقدیری جو تلفظ کے خلاف ہو۔ (۴) ابن محیصن کی شاذ قراءۃ پر عَنِ الْاَهِلَّةِ (بقرہ ع ۲۴) اور لَمِنَ الْاٰثِمِيْنَ (مائدہ ع ۱۴) اور عَنِ الْاَنْفَالِ (انفال ع ۱) اور بَلِ الْاِنْسَانُ (قیمہ ع ۱) اور عَنِ الْاَرْضِ بھی عَادًا لُّاوْلٰی کی طرح ہیں کیونکہ جب نقل کے سبب لام پر حرکت آگئی تو اس عارضی حرکت کا اعتبار کر لیا اور پہلے ساکن کو سکون ہی کی طرف لوٹا کر اس کا لام میں ادغام کر دیا (۵) عَادًا لُّاوْلٰی میں تین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرائتیں اور ہیں ۱؎ عَادَانِ الُاوْلیٰ تنوین کے زیر اور نقل سے کیونکہ متحرک کا ادغام واجب نہیں ۲؎ عَادَ اَلاُوْلیٰ نقل کے بغیر اور دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر تنوین کے حذف سے ۳؎ عَادًا الُاوْلیٰ اس میں تنوین کا حذف نقل کی عارضی حرکت کا اعتبار نہ کرنے کی بناء پر ہے ان میں سے نمبر ایک صحیح اور باقی دو شاذ ہیں اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان دونوں میں تنوین کا حذف عَادًا کے غیر منصرف ہونے کی بناء پر ہے کیونکہ اس سے کہیں حیّ مراد ہوتا ہے اور اس صورت میں منصرف ہوتا ہے جیسے وَاِلٰی عَادٍ اور اِنَّ عَادًا میں ہے اور کبھی قبیلہ مراد ہوتا ہے اس صورت میں دونوں وجوہ جائز ہیں اور یہاں چونکہ اس کی صفت اُولیٰ سے آرہی ہے اس لئے یہاں یہ قبیلہ ہی کے معنیٰ میں ہے۔ اور جعبری فرماتے ہیں کہ اس سے حیّ مراد ہو خواہ قبیلہ دونوں صورتوں میں منصرف ہے کیونکہ ثلاثی میں عُجمہ سبب اس صورت میں بنتا ہے کہ اس کے درمیانی حرف پر حرکت ہو۔

۲۳۴ - وَنَقْلُ رِدًا عَنْ نَافِعٍ وَكِتٰبِيَهْ ... بِالِاسْكَانِ عَنْ وَرْشٍ اَصَحُّ تَقَبُّلَا

ترجمہ:- اور رِدْءًا (قصص ع۴) کی نقل (پورے) نافع سے ہے (کہ دونوں راوی ہمزہ کی حرکت دال کو دے کر ہمزہ کو حذف کر دیتے ہیں اور رِدًا پڑھتے ہیں) اور كِتٰبِيَهْ (اِنِّىْ حاقہ ع۱) ورش سے (بلا نقل ھا کے) اسکان (اور ہمزہ کی تحقیق) کے ساتھ ہے اور یہ (کلمہ نقل کے بغیر) قبولیت کے اعتبار سے (اس حالت کے لحاظ سے) صحیح تر ہے (جس میں ھا نقل کی بناء پر متحرک ہو یعنی اس میں ایک جماعت نے اسکان کو اور دوسری نے نقل کو قبول کیا ہے۔ لیکن علمائے عربیت کی رائے پر اسکان والوں کی قبولیت دلیل کے لحاظ سے اولیٰ اور قوی تر ہے اور اس سے نکل آیا کہ اس میں نقل كِتٰبِيَهِ اِنِّىْ بھی صحیح ہے جو زیادات میں سے ہے)

شرح:- یعنی رِدًا (قصص ع۴) میں قالون و ورش دونوں نقل کرتے ہیں جو ان دونوں کے عام قاعدے کے خلاف ہے کیونکہ قالون تو نقل کیا ہی نہیں کرتے اور ورش اس صورت میں نقل کیا کرتے ہیں کہ ساکن اور ہمزہ دو کلموں میں ہوں اور یہاں ایک ہی کلمہ میں ہیں اور باقی چھ کے لئے رِدْءًا ہے نقل کے بغیر دال کے سکون اور ہمزہ کے اثبات سے اور كِتٰبِيَهْ اِنِّىْ (حاقہ ع۱) میں ورش کیلئے دو وجوہ ہیں ۱؎ كِتٰبِيَهْ اِنِّىْ نقل کے بغیر ھا کے سکون اور ہمزہ کی تحقیق سے اور یہی اولیٰ ہے کیونکہ اس میں ھا سکتہ کی ہے جو حرکت کے ظاہر کرنے کے لئے آیا کرتی ہے اور کلمہ کے اصلی حروف میں سے نہیں ہے۔ پس مناسب یہ ہے کہ اس کو مابعد سے جدا رکھا جائے اور اس پر اصلی حروف کے احکام جاری نہ کئے جائیں ۲؎ كِتٰبِيَهِ اِنِّىْ نقل کے سبب ہمزہ کے حذف اور ھا کے زیر سے اس بناء پر کہ قاعدہ پایا جا رہا ہے یہ صحیح تو ہے لیکن قوی نہیں۔ کیونکہ سکتہ کی ھا وقف اور جدائی ہی کیلئے مقرر ہے اور اس پر حرکت صرف شعری ضرورت سے آیا کرتی ہے اور وہ بھی قبیح ہے۔ نیز وصل میں ثابت نہیں رہا کرتی پس اس میں اثبات تو اصل کے خلاف یہ ہوئی کہ یہاں وصل کو وقف کا قائم مقام ٹھہرا کر اس ھا کو وصل میں بھی ثابت رکھا گیا اس بناء پر کہ یہ مصاحف میں موجود ہے اب اگر نقل کے سبب ھا کو حرکت بھی دیدی جائے تو کلمہ میں دو مخالفتیں جمع ہو جاتی ہیں پس یہاں نقل تو ھا کی اصل وضع کے خلاف ہے اور نقل کا ترک ورش کے قاعدہ کے خلاف ہے اور دونوں سے نجات کی صورت یہ ہے کہ اس ھا پر وقف کر دیا جائے۔

تنبیہ:- كِتٰبِيَهْ اِنِّىْ کو بلا نقل پڑھنے کی صورت میں تو مَالِيَهْ هَلَكَ میں ھا کا اظہار واجب ہوگا۔ اس طرح پر کہ ھا پر سانس لئے بغیر تھوڑی دیر ٹھہریں گے اور اس کو وقفۂ لطیفہ کہتے ہیں کیونکہ سکتہ کی ھا زائد ہے اور ادغام اصلی حروف کے احکام میں سے ہے اور كِتٰبِيَهِ اِنِّىْ میں نقل پڑھ کر آئے ہوں تو مَالِيَهْ هَلَكَ میں ادغام ضروری ہوگا کیونکہ جب نقل کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سبب پہلی ھا اصلی حرف کے حکم میں ہوگئی تو دوسری ھا کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے کیونکہ دونوں سکتہ کے لئے ہیں۔

فائدہ :- (۱) واقعہ ہے کہ ایک امام نے وصلاً سکتہ کی ھا کو ثابت رکھا تو ایک نحوی نے اپنی نماز قطع کردی اور یہ اس کی جہالت تھی کیونکہ اگر اس کو لحن بھی مان لیں تب بھی تو یہ اس درجہ کی غلطی نہیں جس سے نماز باطل ہوجائے (قاری) (۲) اَلِاسْمُ الْفُسُوْقُ (حجرات ع ۲) میں لام سے پہلا اور بعد کا دونوں ہمزہ وصلی ہیں اور اس سے ابتدا کرنے کی صورت میں لام کے بعد والا تو لزوماً حذف ہوجائے گا اور پہلے میں قیاس کی رو سے دونوں وجوہ ہیں اور لغت کے لحاظ سے حذف اولیٰ ہے اور قراءۃ کی رو سے اس کا حکم یہ ہے کہ بعض شیوخ نے تصریح کی ہے کہ ابتدا ہمزہ ہی سے ہونی چاہئے یہ رسم کے بھی موافق ہے اور اس قاعدہ کے بھی مطابق ہے کہ ہمزۂ وصلی ابتدا میں ثابت رہتا ہے اور درج میں حذف ہوجاتا ہے اور چونکہ ناظمؒ نے صرف نقل کی صورت میں دو وجوہ بتائی ہیں اور اَلِاسْمُ میں نقل نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں تو لام پر کسرہ دو ساکن جمع ہوجانے کی بناء پر آیا ہے نہ کہ نقل کی بناء پر اس لئے اس سے بھی یہی نکلتا ہے کہ اس میں ابتدا ہمزہ ہی سے ہونی چاہئے اور جعبری اور طاہر اصفہانی کی شرح سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دونوں وجوہ جائز ہیں لیکن یہ ان کا قیاسی اور عقلی فیصلہ ہے روایت سے اس کی تائید نہیں ہوتی (قاری) (۳) رِدْءًا اَی مُعِیْنًا اور بعض کے قول پر یہ اَرْدَیٰ عَلٰی کَذَا سے ہے جو زَادَ کے معنیٰ میں ہے۔ اَی فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ زِیَادَةً اس صورت میں یہ مہموز اللام کے بجائے ناقص یائی سے ہوگا۔ (۴) مناسب یہ تھا کہ اس شعر کو نمبر ۹ کے بجائے پانچ پر عَادًا نِ الْاُوْلٰی سے پہلے لاتے اس سے نافع کے دونوں راویوں کے تمام مسائل سلسلہ وار (یکجا) ہوجاتے نیز ناظمؒ کی عادت ہے کہ پہلے کلیہ قاعدہ والے قاری کو بیان کرکے آخر میں ان کا ذکر کیا کرتے ہیں جنھوں نے بعض موقعوں میں اس کی موافقت کی ہو۔ اس میں اس عادت پر بھی عمل ہوجاتا لیکن چونکہ رِدْءًا میں نقل ورش کے عام قاعدہ کے موافق نہیں اور کِتٰبِیَهْ میں نقل قوی نہیں اس لئے اس شعر کو آخر میں لائے ہیں۔

النحو والعربیۃ: ۲۳۰۔ (۱) عَادًا کا نصب حکائی ہے (۲) بِالْكَسْرِ جعبری کی رائے پر خبر اور علی قاری کی رائے پر حال ہے اور اول اولیٰ ہے۔ (۳) ظَلَّلًا ۔ اَظَلَّ اَی سَتَرَ کے معنیٰ میں ہے۔ ۲۳۱ (۱) وَاَدْغَمَ کی تقدیر ۔ نَقَلَ وَاَدْغَمَ ہے۔ کیونکہ وصل وبدء دونوں کا تعلق تو نقل سے ہے نہ کہ ادغام سے بھی اس لئے کہ ادغام تو وصل ہی میں ہوتا ہے۔ (۲) بَاقِیْهِمْ اَی مَنْ بَقِیَ مِنْهُمْ یہ واحد ہے اور بَاقُوْهُمْ اس لئے نہیں کہا کہ باقی قرار دو ہی ہیں (۳) وَصْلُهُمْ اور بَدْءُهُمْ میں دو کے لئے جمع کی ضمیر لانا یا تو اس مذہب کی بناء پر ہے جس پر جمع کے افراد کم از کم دو ہیں اور یا اس لئے ہے کہ ان دونوں کے راوی چار ہیں۔ (۴) بِالْاَصْلِ ۔ بَدْءُ کے متعلق ہے اور جعبری کی رائے پر حال ہے۔ ۲۳۲ (۱) نسبت کی یا میں لغتاً تخفیف ہے (۲) وَتُبْدَءُ وَاوُهُ مجاز کی بناء پر ہے کیونکہ حقیقتاً تو وَلُوْتَیْ بَعْدَ اللَّامِ بِهَمْزَةٍ سَاكِنَةٍ کہنا چاہئے تھا۔ (۳) حَالَ النَّقْلِ ظرف ہے۔ ۲۳۳ (۱) تَبْدَاُ میں ہمزہ کو وقف کی نیت کی بناء پر ساکن کرکے الف سے ابدال کیا گیا ہے اور فاسی کے قول پر لگاتار چار حرکتوں کے جمع ہوجانے کی بناء پر ساکن کیا گیا ہے۔ ابوشامہ کی رائے کے موافق ضرورت کی بناء پر نہیں (۲) بِعَارِضِهٖ میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے۔ اَی بِالنَّقْلِ الْعَارِضِ (۳) لا لئے ناہیہ یا نافیہ کا فعل محذوف ہے۔ اَی فَلَا تَبْدَا بِهَمْزِ الْوَصْلِ ۔ ۲۳۴ :- اس ترجمہ کی بناء پر کِتٰبِیَهْ الخ دو جملے ہیں اور دوسری تقدیر پر ایک جملہ ہے اس صورت میں بِالْاِسْكَانِ کو خبر کے فاعل سے حال کہیں گے اور یہ هٰذَا بُسْرًا اَطْیَبُ مِنْهُ رُطَبًا کے قبیل سے ہوگا۔ اَی كِتٰبِیَهْ سَاكِنًا اَصَحُّ قُبُوْلًا مِنْهُ حَالَ كَوْنِهٖ مُتَحَرِّكًا بِالنَّقْلِ ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ وَقفِ حَمزَۃَ وَھِشَامٍ عَلَی الھَمزِ

گیارھواں باب ہشام اور حمزہ کے اس مذہب کے بیان میں جو ہمزہ پر وقف کرنے کے بارہ میں ہے

اس میں ۲۳ شعر ہیں۔

ساتویں باب کے شروع میں معلوم ہوچکا ہے کہ ہمزہ ثقیل ترین حرف ہے اور اس کا مخرج بھی سب حروف سے دور ہے اس لئے اس میں عرب طرح طرح سے تخفیف کرتے تھے اور یہ باب ان تمام قسموں کو جامع ہے اور جب ہمزہ میں وصلاً تخفیف جائز ہے تو وقفاً بدرجۂ اولیٰ جائز ہونی چاہئے کیونکہ وقف تو آرام اور راحت کا محل ہے اور ہمزہ کے پانچ بابوں میں سے یہ باب سب سے زیادہ مشکل ہے۔ محقق رحؒ فرماتے ہیں کہ اس کی پوری معرفت اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ اہل عربیت کے مذاہب اور عثمانی رسم اور روایات کا علم ہو۔ حافظ ابو شامہ کہتے ہیں کہ یہ سخت ترین باب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تغیر و تخفیف کی بہت سی صورتیں ہیں جن کی تعیین میں نئے معلمین کے علاوہ منتہی بھی دھوکا کھا جاتے ہیں۔ مبتدی بیچارے کی تو حقیقت ہی کیا ہے اسی وجہ سے ابن مہران۔ ابو الحسن دانی۔ جعبری اور ابن جبارہ وغیرہ شیوخ اور فن کے اماموں نے اس پر مستقل کتابیں لکھی ہیں (شرح سبعہ) اور اس کے مشکل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ طالب علم شیخ سے پڑھتے وقت تمام کلمات پر تو وقف کرتا نہیں صرف چند کلمات پر کرتا ہے سو ان پر تو وقف کرنے کا طریقہ معلوم ہو جاتا ہے لیکن جب اس کو کسی اور کلمہ پر بھی وقف کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے یا اس سے کوئی سوال کرتا ہے تو اس کے ادا کرنے کا طریقہ سمجھ میں نہیں آتا اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ اس کلمہ کو ان کے ہم شکلوں میں شامل نہیں کر سکتا اس لئے اس کو حیرت ہو جاتی ہے۔ پس شیخ کے لئے مناسب ہے کہ جب شاگرد ہمزہ والے کلمہ پر پہنچے تو اس پر وقف کرنے کا طریقہ بتلانے کی خوب کوشش کرے تاکہ قرآنی کلمات کی روایات غلطی سے محفوظ رہیں اور ان کا تلفظ عقل کے خلاف بھی نہ ہو جائے۔ اور یہ تخفیف اہل حجاز کے لغت میں عموماً اور قریش کے لغت میں خصوصاً کثرت سے پائی جاتی ہے اور ہر ایک امام کی قراءۃ میں کسی نہ کسی قسم کی تخفیف ضرور ملے گی۔ وجوبی طور پر ہو خواہ جوازی طریق پر۔ اور یہ محال ہے کہ کوئی قراءۃ یا روایت عربی قاعدہ اور نقل کے خلاف پائی جائے اور عربیت کے بہت سے قواعد ایسے ہیں جو روایت اور عقل کے خلاف ہیں۔ پس قراءۃ سنتِ متبعہ ہے۔ اور ہمزہ کے بارہ میں ایک حدیث بھی ہے جس کو موسیٰ بن عبیدہ نے نافع سے اور انہوں نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے اور وہ یہ ہے مَا هَمَزَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا اَبُوْ بَكْرٍ وَّلَا عُمَرُ وَلَا الْخُلَفَاءُ وَاِنَّمَا هُوَ بِدْعَةٌ اِبْتَدَعُوْهَا مَنْ بَعْدَهُمْ۔ یعنی نہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمزہ پڑھا اور نہ ابو بکرؓ نے اور نہ عمرؓ نے اور نہ دوسرے خلفاء رضی اللہ عنہم نے یہ تو ایسی بدعت ہے جس کو ان کے بعد کے لوگوں نے پیدا کر لیا ہے۔ لیکن چونکہ اس کی سند ضعیف ہے۔ اس بناء پر منکر اس کو دلیل نہیں بنا سکتے۔ کیونکہ یہ موسیٰ بن عبیدہ زیدی ہیں۔ جو حدیث کے اماموں کی رائے پر ضعیف راوی ہیں اور اگر اس کو ثابت بھی مان لیں تب بھی یہ آحاد میں سے ہے جو متواتر نقل کے مساوی اور معارض نہیں ہو سکتی۔ پس ضروری ٹھہرا کہ اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ ابن عمرؓ نے وہی قراءۃ سنی ہوگی۔ جس میں تحقیق والا ہمزہ نہیں ہے یعنی کم ہے اور جن حضرات نے (ہمزہ والی قراءۃ کو یا دو کو) محفوظ کیا ہے۔ وہ ان کے مقابلہ میں حجت ہیں۔ جنھوں نے ان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تخفیف نحوی یا ... ثابت۔ ثانی پر مقدم ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ ہمزہ کی تخفیف کے بارے میں حمزہ سے دو مذہب منقول ہیں ۱ تخفیف
تصریفی و قیاسی جو تمام ائمہ سے منقول ہے اور عربی قواعد کے بھی موافق ہے اور مشہور تر ہے۔ اسی لئے ناظم نے اس کو پہلے بیان کیا ہے
اور اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) متفق علیہ اور قرآن میں اس کی سات صورتیں آئی ہیں۔ (۲) مختلف فیہ جو بعض ائمہ سے منقول ہے
اور اس کی تین صورتیں آئی ہیں ۲ رسمی جو عربی قواعد کی مطابقت کے بعد ہمزہ کی شکل کے اعتبار سے ہوتی ہے یہ دانی اور ان
کے شیخ ابو الفتح اور ابو محمد مکی اور ابن شریح اور ناظم اور ان کے متبعین کا مذہب ہے۔ سلیم حمزہ سے روایت کرتے ہوئے کہتے
ہیں کہ ہمزہ والے کلمات پر وقف کرتے ہوئے امام حمزہ قرآن کے خط کی پیروی کرتے تھے اور حمزہ سے یہ بھی منقول ہے کہ اگر کسی کلمہ پر
ہمزہ کے بغیر وقف کرنا معنی کو غلط کر دے تو اس پر ہمزہ ہی سے وقف کیا جائے گا۔ کیونکہ لفظ کا لحاظ رکھنے کی بہ نسبت معنی کا خیال
رکھنا اولیٰ ہے۔ اس ارشاد کو خوب یاد رکھیں یہ تمام باب میں کام آئے گا۔

۲۲۵/۱۰ - وَحَمْزَةُ عِنْدَ الْوَقْفِ سَهَّلَ هَمْزَهُ   إِذَا كَانَ وَسْطًا أَوْ تَطَرَّفَ مَنْزِلَا

ترجمہ: - اور حمزہ وقف میں اپنے (تخفیفی تعلق والے یا اس وقف کے) ہمزہ کو تسہیل (تخفیف) سے پڑھتے ہیں جبکہ وہ (کلمہ کے) درمیان میں پایا جائے (یا وہ ہمزہ کلمہ کے درمیان ڈالا ہو) یا موقع کے اعتبار سے (یعنی اس کا مقام کلمہ کے) آخر میں ہو۔

شرح: - یعنی امام حمزہ جب کسی ہمزہ والے کلمہ پر وقف کرتے ہیں تو اس کے ہمزہ میں تخفیف کرتے ہیں جو تین طرح ہوتی ہے ۱ ابدال سے اس کو اسی باب کے شعر ۲ اور ۵ تا ۷ میں بیان کیا ہے۔ ۲ نقل و حذف سے اس کو شعر ۳ میں بیان کیا ہے ۳ تسہیل بین بین سے اس کو شعر ۴ و ۸ میں بیان کیا ہے۔ اسی لئے شعر میں تسہیل سے تخفیف مراد لی ہے تاکہ تینوں کو شامل ہو جائے لیکن شرط یہ ہے کہ ہمزہ یا تو کلمہ کے درمیان ہو جیسے یَأْخُذُ، شِئْتَ، یُؤْمِنُوْنَ، فَادّٰرَءْتُمْ، وَ اَنْتُمْ۔ یا بالکل آخر میں ہو جیسے اَلْخَبْءَ۔ سُوْءٍ۔ شَیْءٌ۔ قُرُوْٓءٍ۔ اِقْرَاْ۔ نَبِّئْ۔ پس اگر ہمزہ کلمہ کے شروع میں ہو جیسے ثَلٰثَةَ اَشْهُرٍ۔ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ۔ اَلْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا تو اس میں ناظم کے طریق سے تخفیف نہیں سوائے دو قسموں کے کہ ان میں کلمہ کے اول میں ہونے کے باوجود بھی تخفیف کرتے ہیں۔ ۱ ہمزہ اَلْ یا ساکن منفصل کے بعد ہو جیسے اَلْاَرْضِ۔ اَلْاٰخِرَةِ۔ مَنْ اٰمَنَ۔ قَدْ اُوْتِیَ اس میں وقفاً نقل کرتے ہیں جیسا کہ اس سے پہلے باب کے شعر نمبر ۲ وَعَنْ حَمْزَةَ فِی الْوَقْفِ الخ میں بیان ہو چکا ہے ۲ وہ ہمزہ جس سے پہلے کوئی حرف زائد آرہا ہو اور اس لئے وہ متوسط بن گیا ہو جیسے لِاُوْلٰهُمْ۔ لِئَلَّا اور فَاْتُوْهُنَّ اس میں تخفیف بھی ہے اور تحقیق بھی اس کا بیان اسی باب کے شعر ۱۴ اور ۱۵ میں آئے گا۔ نیز یاد رہے کہ اصولی طور پر ہمزہ کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) ہمزہ ساکنہ جیسے یُؤْمِنُوْنَ اور نَبِّئْ اور اِقْرَاْ (۲) ہمزہ پر حرکت ہو اور اس سے پہلا حرف ساکن ہو جیسے یَسْئَلُوْنَ۔ یَجْئَرُوْنَ۔ دِفْءٌ (۳) ہمزہ پر بھی حرکت ہو اور اس سے پہلے حرف پر بھی جیسے مَآ اٰتٰىكُمْ۔ مِائَتَیْنِ۔ رُءُوْسُ پھر ان میں سے پہلی قسم کی چھ اور دوسری کی بارہ اور تیسری کی نو انواع ہیں۔ پس ہمزہ کی کل صورتیں ستائیس ہو جاتی ہیں۔ ناظمؒ آئندہ اشعار میں ان تینوں اصولی قسموں کو اسی ترتیب سے بیان فرماتے ہیں اور شرح میں ہر قسم کی شاذوں کو بھی بتایا جائے گا۔

فائدہ: ۱ (۱) ابن مہران کہتے ہیں کہ بعض کے قول پر ہمزہ کی تخفیف مشہور مذہب اور معروف لغت ہے جس طرح وصل و وقف میں فرق کرنے کیلئے وقفاً اعراب کو حذف کرتے ہیں اسی طرح ہمزہ کو بھی حذف کر دیتے ہیں نیز کہتے ہیں کہ بعض نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ عرب میں سے اکثر فصیح اور بلیغ لوگوں کا لغت یہ بھی ہے کہ کلمہ کے درمیان میں ہمزہ ساکنہ کا ابدال کرتے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور سکتہ (وقف) میں حرکت والے کو بھی حذف کر دیتے ہیں ابو شامہ فرماتے ہیں کہ اس سے تخفیف کے علاوہ کُلَّ یَوۡمٍ هُوَ فِیۡ شَاۡنٍ رحمٰن (ع) اور بِالۡخَاطِئَةِ (حاقہ ع) اور خَاطِئَةٍ علق میں آیات کے سروں میں بھی موافقت ہو جاتی ہے اور اسی لئے میں ان موقعوں میں وقفاً ہمزہ کے ابدال کو پسند کرتا ہوں۔

فائدہ: ۱؎ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ تخفیف کی دو ۲ قسمیں ہیں۔ تصریفی اور رسمی۔ یہاں ان کی کسی قدر تفصیل درج کی جاتی ہے جو انشاء اللہ تمام باب کے سمجھنے میں معین ہوگی پس تخفیف قیاسی کی دو ۲ قسمیں ہیں: **اوّل** متفق علیہ جس کو عربیت کے سب اماموں نے نقل کیا ہے اور اس کی سات ۷ صورتیں قرآن میں مستعمل ہیں جن میں سے ایک ساکنہ میں اور چار ساکن کے بعد حرکت والے میں اور دو ۲ حرکت کے بعد حرکت والے ہمزہ میں جاری ہیں ۱؎ ہمزہ ساکنہ کا پہلی حرکت کے موافق حرف مد سے ابدال جیسے فَادّٰرَءۡتُمۡ۔ شِئۡتَ یُؤۡفَکُوۡنَ ۲؎ الف کے سوا حرفِ اصلی ساکن کے بعد حرکت والے ہمزہ میں نقل عام ہے کہ یہ ساکن صحیح ہو یا واو یا ہو یا لین زائد نہ ہوں جیسے اَلۡخَبۡءَ۔ اَلۡمَرۡءِ۔ دِفۡءٌ۔ مِلۡءُ۔ سِیۡٓئَتۡ۔ سُوۡٓءَ۔ شَیۡءٌ۔ کَھَیۡئَةِ ۳؎ الف کے بعد ہمزۂ متوسطہ میں تسہیل بین بین مد اور قصر کے ساتھ جیسے جَآءَنَا۔ مِنۡ نِّسَآئِهِمۡ۔ اٰبَآؤُکُمۡ۔ اَبۡنَآؤُکُمۡ ۴؎ الف کے بعد ہمزۂ متطرفہ کا الف سے ابدال کر کے ان میں سے ایک الف کا حذف یا دونوں کو باقی رکھ کر جدائی کے لئے طول توسط اور قصر بھی صحیح ہے ۵؎ واو اور یائے زائدہ کے بعد ہمزہ کا واو اور یا سے ابدال اور پہلے واو اور یا کا دوسرے میں ادغام جیسے اَلنَّسِیٓءُ۔ بَرِیٓءٌ۔ قُرُوٓءٍ۔ هَنِیٓئًا۔ خَطِیٓئٰتِکُمۡ ۶؎ پیش کے بعد زبر والے ہمزہ کا واو سے اور زیر کے بعد زبر والے کا یا سے ابدال جیسے مُؤَجَّلًا۔ یُؤَخِّرُ۔ نَبِّئۡنَا۔ تُکُمۡ ۷؎ حرکت کے بعد حرکت والے ہمزہ کی باقی سات ۷ حالات میں تسہیل بین بین یعنی زبر کے بعد تینوں حرکتوں والے ہمزہ میں جیسے سَاَلَهُمۡ بِئِسَ۔ رَءُوۡفٌ زیر کے بعد زیر اور پیش والے میں جیسے خٰطِئِیۡنَ۔ فَمَالِئُوۡنَ اور اسی طرح پیش کے بعد زیر و پیش والے میں جیسے سُئِلُوۡا۔ بِرُءُوۡسِکُمۡ

دوم مختلف فیہ جو عربیت کے بعض علماء کے یہاں مستعمل ہے اور قرآن میں اس میں سے تین صورتیں آئی ہیں جن میں سے ایک ساکن کے بعد حرکت والے میں اور ایک حرکت کے بعد حرکت والے میں اور ایک دونوں میں جاری ہے (۱) واو اور یائے اصلیہ کے بعد والے ہمزہ میں بھی اسی طرح ابدال و ادغام جس طرح زائدہ کے بعد والے میں ہوتا ہے جیسے شَیۡئًا۔ شَیۡءٌ۔ سُوۡٓءَ۔ سِیۡٓئَتۡ۔ اَسۡوَءَ۔ سُوۡٓءٌ۔ یہ بعض نحاۃ کا مذہب ہے اور حمزہ سے نصًّا منقول ہے اور ابو محمد مکیؒ اور دانیؒ اور شاطبیؒ وغیرہ اس کو جائز بتاتے ہیں اور یہ زیادات میں سے ہے۔ (۲) الف کے اور حرکت کے بعد زیر و پیش والے ہمزہ میں تسہیل کے ساتھ روم جیسے مِنۡ نَّبَاِی۔ تَفۡتَؤُا۔ اَلسَّمَآءِ۔ یَشَآءُ یہ بعض نحاۃ اور ابو الفتح اور دانی اور شاطبی وغیرہ اکثر قراء کے نزدیک جائز ہے (۳) پیش کے بعد زیر والے ہمزہ کا واو سے اور زیر کے بعد پیش والے کا یا سے ابدال جیسے سُوِلُوۡا۔ سَنُقۡرِیُکَ۔ مُسۡتَهۡزِیُوۡنَ۔ نحاۃ میں سے اخفش اور اہل ادا میں سے شاطبی اس کو بلا شرط جائز بتاتے ہیں اور یہ بھی زیادات میں سے ہے۔ اور دانیؒ کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ جس جگہ ابدال رسم کے موافق ہو وہاں جائز (جیسے لُؤۡلُؤٌ اور سَنُقۡرِئُکَ) ورنہ ضعیف ہے اور یہی حق ہے۔ (شرح سبعہ) یہ دسوں قسمیں آئندہ اشعار میں تفصیل کے ساتھ آ رہی ہیں۔ یہاں ان کو ذہن نشین کر لینے سے باب کے سب اشعار آسانی سے سمجھ میں آ جائیں گے۔

پہلی قسم ہمزۂ ساکنہ اور اس کی چھ ۶ شاخیں ہیں

۲۳۷- فَاَبۡدِلۡهُ عَنۡهُ حَرۡفَ مَدٍّ مُّسَکِّنًا ۔۔۔ وَمِنۡ قَبۡلِهٖ تَحۡرِیۡکُهٗ قَدۡ تَنَزَّلَا

ترجمہ:۔ پس تو اس (ہمزہ) کو ان (حمزہ) کے لئے حرف مد سے بدل دے۔ اس حالت میں کہ تو (اس ہمزہ کو) ساکن

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(ادا) کرنے والا ہو (خواہ اس طور پر کہ وہ پہلے ہی سے ساکن ہو جیسے اِقْرَاْ نَبِّئْ یا تم نے وقف کی بناء پر ساکن کیا ہو جیسے اللُّؤلُؤ اور اس حالت میں کہ اس (ہمزہ) سے پہلے (جو حرف ہو) اس کی تحریک واقع ہوئی ہو (اور حرکت کے شرط کرنے کی ضرورت صرف دوسری قسم کے ساکن میں ہے جس کا سکون وقفی ہو تاکہ یَشَآءُ ۔ سَوْءِ ۔ شَیْءٌ ۔ اور قُرُوْءٍ بَرِیْٓئٌ وغیرہ سے احتراز ہو جائے اور ان صورتوں کے احکام آگے آئیں گے اور جو ہمزہ وصل میں ساکن ہو اس سے پہلے تو ہمیشہ حرکت ہی ہوتی ہے۔ یعنی ہمزہ ساکنہ کو ہر جگہ اس حرف سے بدل لیتے ہیں جو اس سے پہلے حرف کی حرکت کے موافق ہو)۔

شرح:- یعنی اگر ہمزہ ساکن ہو اور اس سے پہلا حرف متحرک ہو تو اس ہمزہ کا حرف مد سے ابدال کرتے ہیں۔ فتحہ کے بعد الف سے اور کسرہ کے بعد یا سے ضمہ کے بعد واو سے عام ہے کہ اس ہمزہ کا سکون اصلی ہو۔ (جیسے فَادّٰرَءْتُمْ ۔ اِطْمَاْنَنْتُمْ ۔ فَاْوٗا ۔ دَاْبًا ۔ اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ ۔ اِقْرَاْ ۔ بِئْسَ ۔ اَنْبِئْہُمْ ۔ نَبِّئْہُمْ ۔ نَبِّئْنَا ۔ تُؤْفَكُوْنَ ۔ وَالْمُؤْتَفِكَةَ) یا عارضی ہو جو وقف کی وجہ سے پیدا ہوا ہو۔ (جیسے اَلْمَلَاْ ۔ بَدَاْ ۔ تَفْتَؤُا ۔ یَعْبَؤُا ۔ لِكُلِّ امْرِئْ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئْ ۔ الْمَكْرُ السَّيِّئْ ۔ اِنِ امْرُؤٌا اور لُؤْلُؤْ جس طرح بھی آئے) آخری مثال میں پہلے ہمزہ کا سکون اصلی ہے اور دوسرے کا عارضی۔

فائدہ: ۱ اس شعر میں ہمزہ ساکنہ کا قاعدہ بیان کیا ہے کہ اس کا حرف مد سے ابدال ہوتا ہے یہ کلمہ کے درمیان بھی ہوتا ہے اور آخر میں بھی۔ اوّل کو متوسط اور دوسرے کو متطرفہ کہتے ہیں اسی لحاظ سے اس ہمزہ کی چھؔ قسمیں ہیں۔ **اوّل** وہ متطرفہ جس کا سکون لازمی ہو جیسے اِقْرَاْ ۔ نَبِّئْ ۔ یہ ضمہ کے بعد نہیں آتا۔ **دوم** متوسط بنفسہ جو خود کسی کلمہ کے درمیان ہو جیسے یَاْلَمُوْنَ وَبِئْرٍ تُؤْفَكُوْنَ ۔ **سوم** متوسط بالحرف جو کسی حرف زائد کی وجہ سے درمیان آگیا ہو یہ صرف فتحہ کے بعد آتا ہے جیسے فَاْوٗا ۔ وَاْتَمِرُوْا ۔ **چہارم** متوسط بالکلمہ جس سے پہلے کوئی کلمہ آرہا ہو اور اسی لئے وہ درمیان میں ہو گیا ہو جیسے قَالَ ائْتُوْنِیْ ۔ الَّذِی اؤْتُمِنَ قَالُوا ائْتِنَا چاروں قسموں میں ہمزہ کا صرف حرف مد سے ابدال ہے اور بعض نے جو تیسری قسم میں تحقیق اور ابدال دونوں اور چوتھی قسم میں فقط تحقیق بتائی ہے وہ شاذ ہے **پنجم** وہ متوسط بنفسہ جس کے بعد یا ہو یا واو ہو یہ صرف تین کلمات میں آیا ہے ۱ رِءْيًا ۲ تُؤْوِیْ ۳ رُءْيَا ۔ رُءْیَایَ ۔ رُءْیَاكَ اس میں قیاسی وجہ کے موافق صرف ابدال ہے اور اس کے بعد بعض کے قول پر اظہار (رِيْيًا ۔ تُوْوِیْ ۔ رُوْيَا) اور بعض کے قول پر ادغام (رِيًّا ۔ تُوِّیْ ۔ رُيَّا) ہے اور رسم کی موافقت کی بناء پر رِءْيًا اور تُؤْوِیْ میں ادغام اولیٰ ہے۔ **ششم** وہ متطرفہ ساکنہ جس کا سکون وقف کے سبب عارضی ہو۔ یہ بھی قیاسی تخفیف کی بناء پر زبر کے بعد الف سے اور زیر کے بعد یا سے اور پیش کے بعد واو سے بدل جاتا ہے اور یہ اکثر کا مذہب ہے اور تفصیل یہ ہے کہ ان میں سے ۱ زبر والے ہمزہ میں تو صرف ابدال ہے زبر کے بعد الف سے جیسے بَدَاْ اور زیر کے بعد یا سے جیسے قُرِئَ ۲ اور زبر کے بعد زیر اور پیش والا ہمزہ الف کی صورت میں ہو تو اس میں دوؔ وجوہ ہیں (۱) اکثر کے مذہب پر الف سے ابدال جیسے لِلْمَلَاْ ۔ وَقَالَ الْمَلَاْ ۔ (۲) بعض کے مذہب پر روم کے ساتھ تسہیل ۳ اگر زبر کے بعد زیر والا یا کی صورت میں لکھا ہوا ہو جو صرف مِنْ نَّبَإِیْ (انعام ع) میں ہے تو اس میں چاؔر وجوہ ہیں۔ (۱) الف سے ابدال (مِنْ نَّبَاْ) (۲) روم کے ساتھ ہمزہ کی تسہیل (۳) یائے ساکنہ سے ابدال (مِنْ نَّبَایْ) (۴) اس یا کے زیر میں روم۔ ۴ اگر زبر کے بعد پیش والا ہمزہ واو کی صورت میں ہو جیسے اَتَوَكَّؤُا تو اس میں پانچ وجوہ ہیں: (۱) الف سے ابدال (اَتَوَكَّاْ) (۲) ہمزہ کی تسہیل روم کے ساتھ (۳) رسم کی بناء پر ہمزہ کا واو سے ابدال اور اس پر سکون کے ساتھ وقف (اَتَوَكَّوْا) (۴) اس واو میں اشمام (۵) واو کے پیش میں روم اور اس قسم کے یہ گیارہؔ کلمات آئے ہیں۔ (۱) یَبْدَؤُا ہر جگہ (۲) تَفْتَؤُا (یوسف ع) (۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يَتَفَيَّؤُا (نحل ع۶) (۴) اَتَوَكَّؤُا (۵) لَا تَظْمَؤُا (طٰہٰ ع۱ و ع۷) (۶) اَلْمَلَؤُا۔ چار جگہ (مومنون ع۲ نمل ع۲ و ع۳) والا نکل گیا کیونکہ اس میں ہمزہ الف کی صورت میں ہے۔ (نمل ع۲ میں ایک اور ع۳ میں دو) (۷) وَيَدْرَؤُا (نور ع۱) (۸) يَعْبَؤُا (فرقان ع۶) (۹) يُنَشَّؤُا (زخرف ع۲) (۱۰) يُنَبَّؤُا (قیامہ ع۱) (۱۱) نَبَؤُا چار جگہ (ابراہیم ع۲، ص ع۴ و ع۵ و تغابن ع۱) ان سب میں واو کے بعد ایک الف زائد بھی ہے جو قَالُوْا کے الف کی طرح ہے۔ لیکن آخری دو میں بعض مصاحف میں ہمزہ الف کی اور بعض میں واو کی صورت میں ہے۔ پہلی صورت میں یعنی دو اور دوسری میں پانچ وجوہ ہوں گی۔ ۵؎ اور زیر کے بعد زیر والے میں تین ہیں۔ (۱) جمہور کے مذہب پر یائے ساکنہ سے ابدال (مِنْ شَاطِئِ) اور اب اس میں روم نہ ہوگا (۲) ہمزہ میں روم کے ساتھ تسہیل۔ (۳) اخفش کے مذہب پر یا کے زیر میں روم کیونکہ وہ اس کے قائل ہیں کہ اولاً ہمزہ کو زیر والی یا سے بدلا گیا ہے پھر یا وقف کے سبب ساکن کی گئی ہے پس چونکہ اصل کے لحاظ سے یا پر حرکت تھی اس لئے روم جائز ہوگیا۔ ۶؎ زیر کے بعد پیش والے میں چار ہیں: (۱) جمہور کے مذہب پر یائے ساکنہ سے ابدال (وَمَا اُبَرِّئُ) اور اب اس میں روم و اشمام نہ ہوں گے۔ (۲) روم کے ساتھ ہمزہ کی تسہیل (۳ و ۴) اخفش کے مذہب پر اس یا میں اشمام و روم کیونکہ وہ ہمزہ کو پیش والی یا سے بدلنے کے بعد ساکن کرتے ہیں ۷؎ پیش کے بعد زیر والے میں تین ہیں: (۱) واو ساکنہ سے ابدال (وَلُؤْلُؤٍ) (۲) روم کے ساتھ ہمزہ کی تسہیل (۳) اخفش کے مذہب پر ہمزہ سے بدلے ہوئے واو میں روم ۸؎ پیش کے بعد پیش والے میں چار ہیں: (۱) ہمزہ کا واو سے ابدال (مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ) (۲) دوسرے ہمزہ کی تسہیل روم کے ساتھ (۳ و ۴) اخفش کے مذہب پر ہمزہ سے بدلے ہوئے واو میں اشمام و روم۔

سوال: ناظمؒ نے اسی باب کے شعر ۱۲ میں بیان کیا ہے کہ جو ہمزہ حرف مد سے بدل جائے اس میں روم و اشمام جائز نہیں اور اسی چھٹی قسم کی آخری چار صورتوں میں روم و اشمام کو جائز بتایا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ **جواب:** اس عارضی سکون والے ہمزہ میں دو اعتبار ہیں: ۱؎ ہمزہ کو ساکن کرنے کے بعد واو اور یا سے بدلا گیا ہے۔ اس صورت میں یہ واو اور یا خالص حرف مد ہیں۔ اس لئے ان میں اشمام و روم جائز نہیں ۲؎ ہمزہ کو حرکت والے واو اور یا سے بدلنے کے بعد وقف کیلئے ساکن کیا گیا ہے۔ اس صورت میں اس میں حرکت کے لحاظ سے اشمام و روم جائز ہیں۔

فائدہ: ۲؎ (۱) قیاس کی رو سے ہمزۂ ساکنہ کی تخفیف کے لئے ابدال ہی متعین ہے۔ کیونکہ اس پر حرکت نہیں ہوتی تاکہ اس میں تسہیل و نقل جاری ہو سکے۔ (۲) چونکہ ساکنہ سے پہلی حرکت بنائی ہونے کے سبب بدلتی نہیں اور بعد والی اکثر اعرابی ہوتی ہے جس میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے اس لئے تخفیف میں پہلی ہی حرکت کا اعتبار کیا گیا۔ کیونکہ بعد والی کے اعتبار سے تخفیف ہوتی تو کلمہ کی بنا فاسد اور خراب ہو کر مہمل بن جاتا۔ مثلاً رَأْسٌ میں رفعی حالت میں ہمزہ واو سے اور نصبی میں الف سے اور جری میں یا سے بدلتا تو رُوْس، رَاس، رِیْس بن جاتا نیز تخفیف میں پہلے حرف کا اعتبار لغوی قیاس سے قریب تر ہے دیکھو الف سے پہلے حرف پر زبر ہونے کو ضروری قرار دیا ہے نہ کہ بعد والے پر نیز اوّل کے اعتبار میں تخفیف زیادہ ہے۔

تنبیہ: (۱) ابدال کے بعد جو حرف علت ہمزہ کے بجائے آتا ہے۔ لَمْ يُنَبَّأْ۔ اِقْرَاْ۔ نَبِّئْ وغیرہ میں جازم یا امر کے سکون کے سبب اس کا ساقط کرنا جائز نہیں جازم کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ (۲) اس ابدال میں قیاس و رسم متحد ہیں۔ لیکن ہمزہ وصلی کے ساتھ قَالَ ائْتُوْنِيْ۔ الَّذِي اؤْتُمِنَ وغیرہ میں ماقبل کے ساتھ ملا کر پڑھنے کی صورت میں دشواری کے سبب وصلاً رسم کا اعتبار ساقط اور معاف ہو جاتا ہے کیونکہ زبر کے بعد یا اور زیر کے بعد واو پڑھنے سے کلمہ بالکل غلط ہو جاتا ہے۔ سخاوی کہتے ہیں کہ حرکت کے بعد عارضی سکون والے ہمزہ میں قراء کی ایک جماعت ابدال کو پسند نہیں کرتی اور رسم کی پیروی کر کے اس قسم میں بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تسہیل ہی پر اکتفاء دیتے ہیں اور ابدال سیبویہ کا مذہب ہے اور ماہر اماموں کا اسی پر اعتماد ہے اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اس قسم میں مد سے ابدال کے علاوہ دو وجوہ اور بھی ہیں: ۱ روم کے ساتھ ہمزہ کی تسہیل۔ ۲ رسم کی بناء پر ہمزہ کا یا اور واو سے ابدال اور صاحب روضہ نے عجیب وغریب بات نقل کی ہے کہ تم نَبِّئْ عِبَادِيْ جیسے کلمات میں ہمزہ کے بغیر وقف کروگے۔ پس اگر ہمزہ کو اس کے اثر سمیت حذف کردو گے تو نَبِّ رہ جائے گا اور اگر اثر باقی رکھو گے تو نَبِّیْ ہوجائے گا ان میں سے پہلی وجہ بالکل شاذ ہے۔

دوسری قسم ہمزہ متحرکہ جس سے پہلا حرف ساکن ہو اور اس کی بارہ[۱۲] شاخیں ہیں

۲۲۷/۳۔ وَحَرِّكْ بِهِ مَا قَبْلَهُ مُتَسَكِّنًا وَأَسْقِطْهُ حَتَّى يَرْجِعَ اللَّفْظُ أَسْهَلَا

ترجمہ: اور تو اس (حرف) کو جو اس (ہمزہ) سے پہلے ہو اس حالت میں کہ وہ ساکن ہو اس (ہمزہ کی حرکت) سے متحرک کردے اور اس (ہمزہ) کو حذف کردے تاکہ (اس نقل کے سبب کلمہ کا) تلفظ نہایت سہولت والا (اور ہلکا) ہوجائے (چنانچہ یَسْئَلُوْنَ کی بہ نسبت یَسَلُوْنَ کا ادا کرنا آسان ہے)

۲۲۸/۴۔ سِوَى أَنَّهُ مِنْ بَعْدِ مَا أَلِفٍ جَرَى يُسَهِّلُهُ مَهْمَا تَوَسَّطَ مَدْخَلَا

ترجمہ: (ساکن کے بعد والے ہر ہمزہ میں یہی قاعدہ جاری کر) سوائے اس (صورت) کے کہ وہ (ہمزہ) الف کے بعد آرہا ہو (یا ایسے الف کے بعد ہو جو ہمزہ کے سبب دراز ہو رہا ہو۔ پس فَادّٰرَءْتُمْ تو شامل ہوگیا اور یَتَسَآءَلُ نکل گیا اس صورت میں نقل کے بجائے) اس (ہمزہ) کی تسہیل کرتے ہیں جبکہ وہ (ہمزہ) جگہ کے اعتبار سے (کلمہ کے) درمیان واقع ہو رہا ہو۔ (آخر میں ہو اور نقل اس لئے نہیں کرتے کہ الف پر حرکت نہیں آسکتی ورنہ وہ الف نہیں رہے گا)

۲۲۹/۵۔ وَيُبْدِلُهُ مَهْمَا تَطَرَّفَ مِثْلَهُ وَيَقْصُرُ أَوْ يَمْضِي عَلَى الْمَدِّ أَطْوَلَا

ترجمہ: اور (سوائے اس صورت کے کہ) جب ہمزہ کلمہ کے آخر میں ہو (یا اور جب وہ کلمہ کے آخر میں ہو) تو وہ (حمزہ) اس (ہمزہ) کو اس کے (ماقبل) جیسے (دوسرے الف) سے بدلتے ہیں۔ (اس بناء پر کہ پہلے الف کو فاصل شمار نہیں کرتے۔ پس گویا پہلا زبر ہمزہ سے متصل ہے اور زبر کے بعد ساکنہ کا الف ہی سے ابدال ہوا کرتا ہے) اور (اس ابدال کے بعد اس الف میں یا تو) قصر کرتے ہیں یا مد پر جاری ہوتے ہیں۔ اس حالت میں کہ وہ (مد) نہایت طویل ہو (یعنی الف کے بعد متوسطہ میں تو مد وقصر کے ساتھ تسہیل کرتے ہیں اور متطرفہ کو الف ہی سے بدل لیتے ہیں۔ پھر مد کے سبب میں تغیر ہوجانے کی بناء پر مد اور قصر دونوں ہوتے ہیں اور وقفی سکون کے لحاظ سے توسط بھی ہوتا ہے اس لئے تین وجوہ ہوجاتی ہیں۔ اور اگر یہ مان لیں کہ اس قسم میں ہمزہ رسمی تخفیف کی بناء پر حذف ہوگیا ہے تو اس صورت میں الف میں صرف قصر ہوگا)

۲۴۰/۶۔ (ص) وَيُدْغِمُ فِيهِ الْوَاوَ وَالْيَاءَ مُبْدِلًا إِذَا زِيدَتَا مِنْ قَبْلُ حَتَّى يُفَصَّلَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: اور حمزہ (اس ہمزہ کو واؤ اور یا سے) بدلنے والے بن کر اس (ہمزہ) میں (اس سے پہلے واو اور یا کا) ادغام کرتے ہیں جبکہ وہ دونوں (واو اور یا) اس (ہمزہ) سے پہلے زیادہ کئے گئے ہوں۔ (اور اصلی نہ ہوں جو فا - عین - لام کے مقابلہ میں آیا کرتے ہیں) تاکہ وہ (حمزہ یا ادغام واؤ یاء اصلی اور زائدہ میں) جُدائی کردیں (یا حکم میں واؤ اور یا زائدہ دونوں واؤ اور یائے اصلیہ سے جُدا کردیئے جائیں۔ اس طرح پر کہ واو اور یائے اصلیہ کے بعد والے ہمزہ میں تو نقل بھی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اصلی حرُوف میں حرکت وسکون دونوں اصل ہیں پس ان کو حرکت دینا اصل کے خلاف نہیں۔ اور زائدہ کے بعد والے میں صرف ادغام ہوتا ہے کیونکہ ان میں اصل سکون ہی ہے۔ پس سُننے والا ادغام کے سنتے ہی سمجھ لے گا کہ یہ واو اور یا زائدہ ہیں)

شرح: جو ہمزہ ساکن کے بعد متحرک ہو۔ اس کی چار قسمیں ہیں: **اوّل:** وہ ہمزہ جس سے پہلے الف اور واو اور یائے زائدہ کے سوا کوئی اور حرف ساکن ہو اور اس کی دو صورتیں ہیں۔ اور دونوں میں صرف ایک وجہ نقل اور ہمزہ کا حذف ہے۔ ۱ وہ جس سے پہلے ساکن صحیح ہو متوسط ہو جیسے مَسْـُٔولًا - مَذْءُومًا - اَلْاَفْـِٔدَةَ - اَلْقُرْاٰنُ - اَلظَّمْاٰنُ - شَطْـَٔهٗ - يَجْـَٔرُوْنَ - هُزُوًا - جُزْءًا - كُفُوًا - اَلنَّشْاَةَ یا متطرفہ ہو جیسے جُزْءٌ - دِفْءٌ - مِلْءُ - اَلْمَرْءِ - اَلْخَبْءَ۔ ۲ وہ ہمزۂ متوسط یا متطرف جس سے پہلے واو اور یائے اصلیہ ساکن ہو اور مدہ ہوں جیسے سِیْٓئَتْ۔ اَلسُّوْٓاٰی - اَلْمُسِیْٓءُ - تَنُوْٓاُ - یا لین ہوں جیسے کَهَيْـَٔةِ - اِسْتَيْـَٔسَ - شَيْـًٔا - سَوْءَةَ - سَوْاٰتِكُمْ - سَوْاٰتِهِمَا - شَيْءٍ - سَوْءٍ۔ پس اگر متطرفہ پر زبر تھا تو نقل وحذف کے بعد اس سے پہلے حرف میں صرف سکون ہوگا جیسے اَلْخَبْءَ - يِسِيْٓءَ - سُوْٓءَ میں ہے اور اگر اس ہمزہ پر زیر تھا (جیسے اَلسُّوْٓءِ - سُوْٓءٍ) تو اس حرف میں سکون بھی ہوگا اور روم بھی اگر ہمزہ پر پیش تھا (جیسے دِفْءٌ - سُوْٓءُ - شَيْءٌ) تو نقل وحذف کے بعد ہمزہ سے پہلے حرف میں سکون - اشمام - روم تین وجوہ ہوں گی۔ اور بعض نے واو اور یائے اصلیہ میں ابدال کے بعد ادغام بھی بتایا ہے۔ جیسا کہ اسی باب کے شعر ۱۷ میں آئے گا۔ یہ دونوں صورتیں وَحَرِّكْ بِهٖ (الخ میں مذکور ہیں۔ **دوم:** وہ ہمزہ جو الف کے بعد ہو اس کی بھی دو صورتیں ہیں: ۱ متوسط جیسے اَوْلِيَآؤُهٗ - جَآءُوْ - خَآئِفِيْنَ - اَلْمَلٰٓئِكَةِ - جَآءَنَا - دُعَآءً - نِدَآءً - هَآؤُمُ اس میں صرف ہمزہ کی حرکت کے اعتبار سے تسہیل بین بین ہوتی ہے۔ مد اور قصر دونوں کے ساتھ اور یہ صورت سِوٰی اَنَّهٗ (الخ میں مذکور ہے ۲ الف کے بعد متطرفہ ہو جیسے اَضَآءَ - جَآءَ - اَلسُّفَهَآءُ - اَلْمَآءُ - سَوَآءٌ اس صورت میں ہمزہ کا اس سے پہلے حرف کے موافق الف سے ابدال ہوتا ہے اور اب کلمہ میں دو الف جمع ہو جاتے ہیں ایک اصلی اور دوسرا ہمزہ سے بدلا ہوا۔ پس یا تو وقف کے سبب دونوں الفوں کو باقی رکھکر ان میں جدائی کرنے کے لئے مد کیا جائے۔ جس کی مقدار علامہ ابن عبدالحق نے تین الف کے برابر بتائی ہے اور عمل پانچ الفی مد پر ہے یا وقفی سکون ہی کی بناء پر توسط کیا جائے جس کی مقدار تین الف کے برابر ہے۔ کیونکہ جدائی کیلئے اتنی مقدار بھی کافی ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ دونوں میں سے ایک الف کو حذف کردیں۔ پس اگر پہلے کو محذوف مانیں اور یہی قیاس کے بھی موافق ہے تو دوسرے الف میں صرف قصر ہوگا کیونکہ اب یہ یا مُرِح کے الف کی طرح ہمزہ ساکنہ سے بدلا ہوا ہے۔ جس کے بعد مد کا سبب نہیں ہے اور اگر دوسرے کو محذوف مانیں تو پہلے میں عارض کا اعتبار کرنے اور نہ کرنے کی بناء پر قصر و مد دونوں ہوں گے۔ کیونکہ یہ الف اس ہمزہ سے پہلے ہے۔ جس میں اول ابدال سے پھر حذف سے تغیر ہو گیا ہے۔ پس اس قسم میں ہمزہ کا الف سے ابدال کرنے کے بعد طول و توسط و قصر تین وجوہ ہیں۔ طول وقفی سکون کے سبب دونوں الفوں کو باقی رکھکر دونوں میں جدائی کرنے کیلئے یا اس لئے کہ دوسرے الف کو حذف کردیا ہے اور پہلا الف اس ہمزہ سے پہلے ہے۔ جس میں تغیر ہو چکا ہے اور اس عارض کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ توسط دوسرے وقفی سکونوں پر قیاس کرنے کی بناء پر اور قصر یا تو اس لئے ہے کہ پہلے الف کو محذوف مانا ہے۔ یا اس لئے ہے کہ محذوف تو دوسرا ہی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن عارض کا اعتبار کر لیا ہے یہ صورت وَیُبۡدِلۡہٗ الخ میں مذکور ہے اور شعر ١٨ میں آئے گا کہ الف کے بعد کلمہ کے آخر والے ہمزہ میں بعض کے نزدیک روم کے ساتھ تسہیل بھی جائز ہے۔ یہ وہ قصر کے ساتھ ذوقی ہے اس لئے اس قسم میں پانچ وجوہ ہو گئیں۔
سوم و چہارم وہ ہمزہ جو یائے زائدہ اور واو زائدہ کے بعد ہو۔ اس میں ہمزہ کو واو کے بعد واو سے اور یا کے بعد یا سے بدل کر پہلے واو اور یا کا دوسرے میں ادغام کرتے ہیں جیسے خَطِیۡٓـَٔتُہٗ۔ ھَنِیۡٓـًٔا۔ مَرِیۡٓـًٔا۔ اَلنَّسِیۡٓءُ۔ بَرِیۡٓءٌ۔ دُرِّیٌّ۔ قُرُوۡٓءٍ۔ ان دونوں صورتوں میں صرف ابدال اور ادغام ہے۔ پھر اگر کلمہ کے آخر والے ہمزہ پر زبر تھا جیسے قُرُوۡٓءٍ میں ہے تو اس واو میں سکون اور روم ہے اور اگر پیش تھا جیسے اَلنَّسِیۡٓءُ۔ بَرِیۡٓءٌ۔ دُرِّیٌّ میں تو اس میں تین وجوہ ہوں گی۔ سکون۔ اشمام روم۔

فائدہ: ١ ان چار شعروں میں ہمزہ کی دوسری قسم کو بیان کیا ہے۔ اس کی اجمالی شاخیں تو وہی چار ہیں جو شرح میں درج ہوئی ہیں اور چونکہ ان میں سے پہلی اور دوسری قسم میں دو دو صورتیں نکلتی ہیں۔ اس لئے ان چار قسموں سے چھ بن جاتی ہیں لیکن اس ہمزہ کی تفصیلی اقسام بارہ ١٢ ہیں جن میں سے سات تو وَحَرِّكْ بِہٖ الخ میں مذکور ہیں جنہیں سے چار ساکن صحیح متصل کے بعد اور ایک میں ساکن منفصل کے بعد جو لین یا صحیح ہو مدہ نہ ہو اور دو میں واو یا اصلی کے بعد اور بارہ میں سے تین الف کے بعد ہیں۔ جن میں سے دو سِوٰی اَنَّہٗ الخ میں اور ایک وَیُبۡدِلۡہٗ الخ میں مذکور ہے اور دو قسمیں واو اور یائے زائدہ کے بعد ہیں جو وَیُدۡغِمُ الخ میں مذکور ہیں اور ان کی رسمی وجوہ کو اسی باب کے شعر ١٠ و ١١ میں اور تسہیل مع الروم کو شعر ١٨ میں بیان کیا ہے۔

تفصیل: وہ چار قسمیں جو ساکن صحیح متصل کے بعد ہیں ١ متطرفہ یہ ان پانچ کلمات میں آیا ہے۔ (١) اَلۡخَبۡءَ (نمل ع ٢) (٢) اَلۡمَرۡءِ (بقرہ ع ١٢ و انفال ع ٣) اور اَلۡمَرۡءُ (نبا ع ٢ و عبس) (٣) مِلۡءُ (آل عمران ع ٩) (٤) جُزۡءٌ (حجر ع ٣) (٥) دِفۡءٌ (نحل ع ١) اس میں صرف نقل اور حذف ہے جس سے ان کا تلفظ اَلۡخَبۡ۔ اَلۡمَرۡ۔ مِلۡ۔ جُزۡ۔ دِفۡ رہ جائے گا۔ پھر ان میں سے اَلۡخَبۡ میں تو صرف سکون ہے۔ کیونکہ ہمزہ پر زبر تھا۔ جو با پر آ گیا تھا اور اَلۡمَرۡءِ میں سکون و روم اور اَلۡمَرۡءُ اور باقی تین میں سکون و اشمام و روم تین وجوہ ہوں گی۔ ٢ متوسط بے صورت اس میں صرف نقل و حذف ہے جیسے یَجۡـَٔرُوۡنَ۔ یَسۡـَٔلُوۡنَ۔ ٣ متوسط با صورت یہ الف کی صورت میں بھی ہوتا ہے اور واو کی شکل میں بھی اور اس میں دو وجوہ ہیں: الف کی صورت والے میں جو اَلنَّشۡاَۃَ اور مَشۡطَاَہٗ۔ یَسۡاَلُوۡنَ میں ہے یہ دو ہیں: (١) نقل کے بعد حذف (اَلنَّشَۃَ شَطَۃٗ۔ یَسَلُوۡنَ) (٢) نقل کے بعد رسم کی بناء پر الف کا باقی رکھنا۔ (اَلنَّشَاۃَ۔ مَشَطَاہٗ۔ یَسَالُوۡنَ) اور واو کی صورت والے (ھُزُوًا۔ کُفُوًا) میں یہ دو ہیں: (١) نقل کے بعد حذف ھُزًا۔ کُفًا۔ (٢) نقل کے بغیر رسم کی بناء پر واو سے ابدال (ھُزُوًا۔ کُفُوًا) ٤ متوسط اَلۡ کے بعد جیسے اَلۡاَرۡضِ۔ اَلۡاٰخِرَۃ اس میں خلف کے لئے تو نقل اَلَارۡضِ اور تحقیق کے ساتھ سکتہ دو وجوہ ہیں اور خلاد کے لئے یہ تفصیل ہے کہ اگر وصلاً اَلۡ اور شَیۡءٍ میں سکتہ پڑھ رہے ہوں تو وقفاً یہی دونوں ہیں جو خلف کے لئے ہیں اور اگر عدم سکتہ پڑھ رہے ہوں تو وقفاً اَلۡ میں صرف نقل ہے سکتہ یا عدم سکتہ مع التحقیق قطعاً نہیں (کذا فی النشر و عامۃ کتب الفن) وہ ایک قسم جو ساکن منفصل کے بعد ہے یعنی ٥ وہ ہمزہ جو ساکن منفصل صحیح یا لین کے بعد ہو نہ کہ مد کے بعد جیسے عَذَابٌ اَلِیۡمٌ۔ مَنۡ اٰمَنَ۔ خَلَوۡا اِلٰی۔ اِبۡنَیۡ اٰدَمَ اس میں خلف کیلئے تین وجوہ ہیں (١) نقل عَذَابُنَ اِلِیۡم خَلَوَ اِلٰی۔ اِبۡنَیَ اٰدَمَ) (٢) سکتہ (٣) عدم سکتہ دونوں تحقیق کے ساتھ اور خلاد کے لئے دو ہیں۔ خلف کی نمبر ایک اور نمبر تین والی لیکن خلف کے لئے یہ تینوں اس تفصیل سے پڑھی جاتی ہیں کہ اگر وصلاً ساکن منفصل پر سکتہ پڑھتا ہو تو وقفاً اس ساکن میں عدم سکتہ کے سوا باقی دو ہوں گی اور اگر وصلاً عدم سکتہ پڑھتا ہو تو وقفاً سکتہ کے سوا باقی دو ہوں گی اور خلاد کے لئے چونکہ نظم کے طرق سے وصلاً اس ساکن پر سکتہ نہیں ہے اس لئے وقفاً بھی نہ ہوگا اور باقی دو ہوں گی۔ لیکن حق یہ ہے کہ اس قسم میں دونوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لئے نقل کی وجہ نظم کے طرق کے خلاف ہے گو صحیح ہے اور اگر یہ ساکن مدہ ہو جیسے فِیٓ اَنفُسِکُم۔ قَالُوٓا اٰمَنَّا تو اس میں نظم کے طرق سے صرف مد اور تحقیق ہے۔ وہ دو قسمیں جن میں ہمزہ واو یائے اصلی مدہ یا لین کے بعد ہو۔ ۱ متطرفہ جیسے سِیٓءَ سُوٓءِ۔ شَیْءٍ۔ اَلسَّوْءِ ۲ متوسط جیسے سِیْٓئَتْ۔ اَلسُّوْٓاٰی شَیْـًٔا۔ کَهَیْـَٔةِ۔ مَوْئِلًا ان دونوں قسموں میں دو وجوہ ہیں۔ ۱ جمہور کے قول پر نقل کے بعد ہمزہ کا حذف جیسے سِیَ۔ سُوْ۔ شَیْ۔ اَلسَّوْ۔ سِیَتْ۔ اَلسُّوٰی۔ شَیَا۔ کَهَیَهْ۔ سَوَهْ۔ ۲ بعض کے قول پر واو یائے زائدہ کی طرح ان واو اور یائے اصلیہ کے بعد بھی ابدال وادغام جیسے سِیّ۔ سُوّ۔ شَیّ۔ اَلسَّوّ۔ سِیَّتْ اَلسُّوّٰی۔ شَیًّا۔ کَهَیَّهْ۔ سَوَّهْ۔ لیکن اَلْمَوْءُدَةُ (تکویر) میں نقل قوی اور ادغام ضعیف ہے کیونکہ اس سے ثقل ہو جاتا ہے اور بعض نے اس میں تسہیل بین بین اور ہمزہ اور واو دونوں کا حذف یہ دو وجوہ اور بتائی ہیں اور یہ بھی ضعیف ہیں اور مَوْئِلًا (کہف ع ۸) میں بھی نقل وادغام ہے یعنی مَوِلًا اور مَوِّلًا اور النشر کی رو سے یا سے ابدال ضعیف ہے۔ اور ان میں سے پہلی قسم میں ہمزہ کی حرکت کے موافق اس واو اور یا میں سکون و روم و اشمام بھی جائز ہیں پس سِیٓءَ میں دو وجوہ ہیں یعنی سکون نقل کے ساتھ بھی اور ابدال و ادغام کے ساتھ بھی اور شَیْءٍ میں چار ہیں یعنی سکون و روم نقل میں بھی اور ادغام میں بھی اور شَیْءٌ میں چھ ہوں گی یعنی نقل و ادغام دونوں میں سے ہر ایک میں تین تین۔ سکون۔ اشمام۔ روم وہ تین قسمیں جن میں ہمزہ الف کے بعد ہے۔ ۸ متوسط بنفسہٖ جو خود کلمہ کے درمیان ہو جیسے جَآءَنَا اٰبَآءَهُمْ اَبْنَآءَکُمْ اس میں صرف تسہیل ہے۔ مد اور قصر کے ساتھ۔ ۹ وہ متوسط جو حرف زائدہ کے بعد ہو اور یہ صرف تنبیہ کی ھا اور یائے ندائیہ کے بعد آتا ہے جیسے یٰٓاٰدَمُ۔ هٰٓاَنْتُمْ۔ هٰٓؤُلَآءِ اس میں تین وجوہ ہیں: ۱ و ۲ تسہیل مد و قصر کے ساتھ ۳ تحقیق مد کے ساتھ پہلی دو سوٰی اٰنکہ میں اور تیسری اسی باب کے شعر ۱۴ میں مذکور ہے۔ ۱۰ متطرفہ الف کے بعد جیسے بِمَا شَآءَ۔ مِنَ السَّمَآءِ اٰنَآئِ۔ وَرَآئِ۔ اَلسُّفَهَآءُ۔ شُرَکٰٓؤُا یہ ہمزہ اگر بے صورت ہو اور زبر والا ہو تو اس میں صرف تین وجوہ ہیں۔ الف سے ابدال کے بعد طول و توسط۔ قصر جیسے بِمَا شَآ۔ وَالسَّمَآ اور اگر یہی بے صورت زیر اور پیش والا ہو جیسے مِنَ السَّمَآءِ۔ اَلسُّفَهَآءُ تو اس میں پانچ وجوہ ہیں: ۱ تا ۳ جمہور کے قول پر الف سے ابدال کے بعد طول توسط قصر۔ سکون کے ساتھ ۴ و ۵ تسہیل مع الروم مد و قصر کے ساتھ۔ اور اگر الف کے بعد متطرفہ کسرہ والا یا کی صورت میں ہو جو ان چار کلمات میں ہے تِلْقَآئِ (یونس ع ۲) وَاِیْتَآئِ (نحل ع ۱۳) اٰنَآئِ (طٰہٰ ع ۸) وَمِنْ وَّرَآئِ (شوریٰ ع ۵) تو اس میں نو وجوہ ہیں ۱ تا ۳ جمہور کے مذہب پر الف سے ابدال کے بعد طول۔ توسط۔ قصر ۴ و ۵ بعض کے مذہب پر ہمزہ میں تسہیل مع الروم مد و قصر سے ۶ تا ۸ رسم کی بنا پر ہمزہ کا یاء ساکنہ سے ابدال اور اس سے پہلے الف میں طول۔ توسط قصر سکون سے جیسے اٰنَآئِ ۹ اس یا میں روم قصر کے ساتھ اور وَاِیْتَآئِ کے پہلے ہمزہ میں تحقیق و تسہیل دونوں ہیں اور دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ دوسرے کی نو نو پڑھی جائیں گی تو کل اٹھارہ ۱۸ ہو جائیں گی اور یہ سب صحیح ہیں اور وَمِنْ اٰنَآئِ میں چونکہ پہلا ہمزہ ساکن منفصل کے بعد ہے جس میں تین وجوہ ہیں، نقل۔ ساکن منفصل پر سکتہ۔ عدم سکتہ ان تینوں میں سے ہر ایک کے ساتھ دوسرے کی نو نو پڑھی جائیں۔ تو کل ستائیس ۲۷ ہو جائیں گی۔ اور اس میں بھی سب صحیح ہیں اور بِلِقَآئِ وَلِقَآئِ (روم ع ۲ و ع ۲) میں ہمزہ کے بیصورت اور بصورتِ یا ہونے میں اختلاف ہے۔ ان میں پہلے قول پر پانچ ہونگی اور دوسرے پر نو ہونگی۔ اور اگر الف کے بعد ضمہ والا ہمزہ واو کی صورت میں ہو۔ تو اس میں بارہ ۱۲ وجوہ ہوں گی۔ پانچ قیاسی جمہور کے قول پر ۱ تا ۳ ابدال کے بعد طول و توسط و قصر اور بعض کے قول پر ۴ و ۵ تسہیل مع الروم مد اور قصر کے ساتھ اور سات رسمی یعنی ہمزہ کا واو سے ابدال کرنے کے بعد ۶ تا ۸ طول توسط قصر سکون کے ساتھ ۹ تا ۱۱ پھر یہی تینوں اشمام کے ساتھ پھر اس واو میں ۱۲ روم قصر کے ساتھ اور اس قسم کے یہ گیارہ ۱۱ کلمات آئے ہیں، ۱ جَزٰٓؤُا چار جگہ (مائدہ ع ۵ میں دو جو اس سورۃ کے اول والے ہیں و شوریٰ ع ۴ و حشر ع ۲) ۲ شُرَکٰٓؤُا دو جگہ (انعام ع ۱۱ و شوریٰ ع ۳) ۳ مَا نَشٰٓؤُا (ہود ع ۸) ۴ اَلضُّعَفٰٓؤُا

www.KitaboSunnat.com

دو جگہ (ابراہیم ع وغافر ع) میں ۵ شُفَعٰٓؤُا (روم ع) ۶ اَلْبَلٰٓؤُا (صٰفّٰت ع) اور بَلٰٓؤٌ (دخان ع) ۷ وَمَادُعٰٓؤُا (غافر ع) ۸ بُرَءٰٓؤُا (ممتحنہ ع) ان میں ہمزہ واو کی صورت میں ہے اور واو کے بعد الف زائد بھی لکھا ہوا ہے اور ہمزہ سے پہلا الف محذوف ہے اور بُرَءٰٓؤُا میں پہلا ہمزہ بے صورت ہے پس اس میں را کے بعد واو ہے جو دوسرے ہمزہ کی صورت ہے اور اس کے بعد الف زائد ہے ۹ اَنْبٰٓؤُا (انعام و شعراء ع) ۱۰ جَزٰٓؤُا (کہف ع وطٰہٰ ع) ۱۱ عُلَمٰٓؤُا (شعراء ع) اور اَلْعُلَمٰٓؤُا (فاطر ع) ان تین میں بعض مصاحف میں بصورت واو اور بعض میں بے صورت ہے پہلے قول پر ان میں بارہ اور دوسرے پر صرف پانچ قیاسی وجوہ ہوں گی۔ وہ دو قسمیں جن میں ہمزہ واو اور یائے زائدہ کے بعد ہے ۱۱ متطرفہ دونوں کے بعد اس قسم میں صرف ابدال اور ادغام ہے اور اس کے صرف چار کلمات آتے ہیں: ۱ بَرِیٓءٌ ۲ اَلنَّسِیٓءُ ۳ دُرِّیٓءٌ صرف حمزہؒ کی قراءۃ پر کیونکہ ہشامؒ اس کلمہ کو دونوں حالتوں میں ہمزہ کے بغیر تشدید والی یا سے پڑھتے ہیں ۴ قُرُوٓءٍ ان میں سے اول کے تین میں سکون۔ اشمام۔ روم تین تین اور نمبر چار میں سکون و روم دو وجوہ ہیں ۱۲ متوسطہ صرف یائے زائدہ کے بعد اس میں بھی فقط ابدال و ادغام ہے جیسے خَطِیٓئَتُہٗ۔ ھَنِیٓئًا۔ مَرِیٓئًا وغیرہ۔

فائدہ: ۲ (۱) مُتَسَکِّنًا سے ساکن متصل مراد ہے جو اسی کلمہ میں ہو جس میں ہمزہ ہے اور قرینہ یہ ہے کہ منفصل مَنْ اٰمَنَ وغیرہ کا حکم باب النقل ۲ میں بیان کر چکے ہیں (۲) ابو العلاءؒ نے اصلیہ کی طرح واو۔ یا زائدہ میں بھی نقل بیان کی ہے لیکن وہ اس میں منفرد ہیں (۳) چونکہ ساکن حروف کے بعد ہمزہ اکثر جگہ بے صورت ہوتا ہے اس لئے نقل ہی سے قیاس و رسم دونوں پر عمل ہو جاتا ہے (۴) جعبری اور علی قاریؒ نے قُرُوٓءٍ اور اَلنَّسِیٓءُ میں رسم کی بناء پر مد و قصر کے ساتھ حذف بھی بتایا ہے اور اصفہانی اس کو ناجائز بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ادغام ہی میں قیاس و رسم دونوں پر عمل ہو جاتا ہے اور علی قاریؒ نے اس کا رد کیا ہے لیکن اصفہانی کی رائے صحیح اور حق ہے (۵) نقل مابعد کی طرف اس لئے نہیں کی گئی کہ اس سے کلمہ کی بناء فاسد ہو جاتی ہے مثلاً قَدْ اَفْلَحَ سے قَدَ فْلَحَ بن کر باب بدل جاتا ہے اور عَنْ اَشْیَآءَ اور مِنْ اَزْوَاجٍ سے عَنَ شْیَآءَ اور مِنُ زْوَاجٍ بن جاتا ہے۔

تیسری قسم وہ ہمزہ جو خود بھی متحرک ہو اور اس سے پہلے حرف پر بھی حرکت ہو اور اس کی نو شاخیں ہیں

۲۴۱۔ وَیُسْمِعُ بَعْدَ الْکَسْرِ وَالضَّمِّ هَمْزَهٗ ۔۔۔ لَدٰی فَتْحِهٖ یَاءً وَّ وَاوًا مُّحَوَّلَا

ترجمہ:۔ اور حمزہ کسرہ اور ضمہ کے بعد اپنے (تخفیفی) ہمزہ کو اس کے مفتوح ہونے کے وقت (یا اور واو سے) بدلنے والے بن کر یا اور واو (کی شکل میں) سناتے ہیں (یا ایسے واو اور یا کی شکل میں سناتے ہیں جن میں سے ہر ایک ہمزہ سے یا اور واو کی طرف بدلا ہوا ہو۔ یعنی زبر والے ہمزہ کو زیر کے بعد یا سے اور پیش کے بعد واو سے بدلتے ہیں جیسے مِیَۃٌ اور مُؤَجَّلًا

۲۴۲۔ وَفِیْ غَیْرِ هٰذَا بَیْنَ بَیْنَ وَمِثْلُهٗ ۔۔۔ یَقُوْلُ هِشَامٌ مَّا تَطَرَّفَ مُسْهِلَا

ترجمہ:۔ اور اس (کسرہ اور ضمہ کے بعد فتحہ والے ہمزہ) کے سوا (باقی سات قسموں) میں (ہمزہ کی ایسی تسہیل کرتے ہیں جو ہمزہ کے) درمیان (ہے اور اس حرف مد کے) درمیان ہے (جو ہمزہ کی حرکت کے موافق ہو یعنی کسرہ کے بعد فتحہ والے ہمزہ کو یا سے اور ضمہ کے بعد فتحہ والے کو واو سے بدلتے ہیں جو اوپر کے شعر میں معلوم ہو چکا ہے اور فتحہ کے بعد تینوں حرکتوں والے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور کسرہ اور ضمہ دونوں کے بعد کسرہ اور ضمہ والے ہمزہ میں تسہیل بین بین کرتے ہیں) اور ہشام (حرف) اس (ہمزہ) کو جو (کلمہ کے) آخر میں ہو (بالکل) ان (حمزہ) ہی کی طرح (تخفیف سے) پڑھتے ہیں اس حالت میں کہ یہ (ہشام) آسانی کا طریق اختیار کرنے والے ہیں (یعنی حمزہ تو متوسط اور متطرفہ دونوں میں تخفیف کرتے ہیں اور ہشام حرف متطرفہ کی چھ قسموں میں تخفیف کرتے ہیں اور ان کے قاعدہ بھی بالکل وہی ہیں جو حمزہ کے لئے اوپر بیان ہو چکے ہیں)

شرح: یعنی جو ہمزہ حرکت کے بعد متحرک ہو اس کی نو قسمیں ہیں: ۱ کسرہ کے بعد فتحہ والا اس کا یا سے ابدال کرتے ہیں جیسے مِائَة - فِئَة - وَ نُنْشِئَكُمْ ۲ ضمہ کے بعد فتحہ والا اس کا واو سے ابدال کرتے ہیں جیسے مُؤَجَّلًا - فُؤَادُكَ اور باقی سات قسموں میں تسہیل بین بین کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں: ۳تا۵ فتحہ کے بعد تینوں حرکتوں والا ہمزہ (جیسے شَنَآنُ مَآرِبُ - لِجِبْرَئِيلَ - مُطْمَئِنٌّ - رَءُوفٌ - يَكْلَؤُكُمْ) ۶، ۷ کسرہ کے بعد کسرہ اور ضمہ والا جیسے بَارِئِكُمْ مُتَّكِئِينَ - يَسْتَهْزِءُونَ اور أُنَبِّئُونِي ۸، ۹ ضمہ کے بعد کسرہ اور ضمہ والا جیسے سُئِلُوا اور سُئِلَ اور بِرُءُوسِكُمْ۔ اور جو ہمزہ کلمہ کے آخر میں ہو۔ جس کی چھ قسمیں ہیں جن میں سے دو تو اسی باب کے شعر ۲ کے فائدہ نمبر ایک میں اول اور ششم میں بیان ہو چکی ہیں اور چار قسمیں شعر ۳تا۶ کے فائدہ نمبر ایک کے ذیل میں نمبر ایک اور نمبر چھ و نمبر دس و گیارہ میں بیان ہو چکی ہیں) اس کی تخفیف میں حمزہ کے ساتھ ہشام بھی شریک ہیں اور تمام اقسام میں حمزہ ہی کی طرح تخفیف کرتے ہیں لیکن یہ کلمہ کے درمیان والے ہمزہ میں کسی جگہ بھی تخفیف نہیں کرتے اور حمزہ اس میں بھی کرتے ہیں۔

فائدہ: ۱ ان دونوں شعروں میں ہمزہ کی تیسری قسم کو بیان کیا ہے۔ یہ حرف متوسط ہوتا ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں ۱ متوسط بنفسہٖ جو خود کسی کلمہ کے درمیان ہو اور خود اس پر بھی تینوں حرکتیں آتی ہیں اور اس سے پہلے حرف پر بھی اس لئے اس کی نو قسمیں ہو جاتی ہیں ۲ متوسط بزائدہ جس سے پہلے کوئی زائد حرف آرہا ہو خود اس پر تو تینوں حرکتیں آتی ہیں۔ لیکن اس سے پہلے حرف پر فتحہ اور کسرہ ہی آتا ہے ضمہ نہیں آتا۔ پس اس کی چھ قسمیں ہیں۔ ان میں سے متوسط بنفسہٖ میں تو بلا اختلاف تخفیف ہوتی ہے اور متوسط بزائدہ میں تحقیق اور جو قاعدہ پایا جائے اس کی رو سے تخفیف دونوں ہیں اور ان سب قسموں میں وجوہ کی تفصیل یہ ہے۔ ۱تا۳ فتحہ کے بعد تینوں حرکتوں والا جیسے سَأَلْتُمُوهُمْ - يَئِسَ - رَءُوفٌ متوسط بزائدہ جیسے كَأَنَّهُنَّ - أَفَأَمِنَ - أَوَأَمِنَ وَإِنَّهُ فَإِنَّمَا - وَأُوتِينَا - فَأُوَارِي - تینوں قسموں میں صرف تسہیل بین بین ہے اور ان تین کلمات میں تسہیل بھی ہے اور حذف بھی اور حذف میں شکل یہ ہوگی وَكَانَ يَطَوْنَ (توبہ ع) تَطَوهَا (احزاب ع) تَطَوهُمْ (فتح ع) اور طا پر اب بھی فتحہ ہی رہے گا۔ لیکن متوسط بزائدہ میں تحقیق و تسہیل دونوں ہیں ۴ کسرہ کے بعد فتحہ والا اس میں فتحہ والی یا سے ابدال ہے جیسے سَيِّئَاتِكُمْ - مِائَة - فِئَة متوسط بزائدہ جیسے بِأَنَّهُمْ - بِأَمْرِهِمْ اس میں تحقیق بھی ہے ۵ کسرہ کے بعد کسرہ والا جیسے بَارِئِكُمْ اس میں تسہیل بین بین ہے لیکن اگر ہمزہ کے بعد یائے ساکنہ ہو جیسے خَاطِئِينَ خَاسِئِينَ تو اس میں دو وجوہ ہیں: ۱ تسہیل ۲ حذف یعنی خَاطِينَ خَاسِينَ بزائدہ جیسے بِالْإِحْسَانِ - لِبِإِمَامٍ - لِإِيلَافِ اس میں تحقیق و تسہیل دونوں ہیں۔ ۶ کسرہ کے بعد ضمہ والا جیسے سَنُقْرِئُكَ - أُنَبِّئُكُمْ اس میں دو وجوہ ہیں: ۱ جمہور کے مذہب پر تسہیل ۲ اخفش کے مذہب پر یا سے [illegible] سَنُقْرِيكَ - أُنَبِّيكُمْ لیکن اگر بنفسہٖ یہ صورت ہو اور اس کے بعد واو ہو جیسے مُسْتَهْزِءُونَ - لِيُطْفِئُوا تو [illegible] ۱ یا سے ابدال (مُسْتَهْزِيُونَ - لِيُطْفِيُوا) ۲ ہمزہ کا حذف اور [illegible] سے پہلے حرف [illegible] مُسْتَهْزُونَ [illegible] لِيُطْفُوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برائدہ ۹ دَلَاٰمُ ۔ ۸ لاٰخرٰبھم اس میں تین وجوہ ہیں: ۱ تحقیق ۲ تسہیل ۳ یا سے ابدال۔ لیکن دانی کی تحقیق پر کسرہ کے بعد ضمہ والے میں یا سے ابدال صرف اسی کلمہ میں جائز ہے۔ جس میں ہمزہ یا کی شکل میں ہو۔ ۷ ضمہ کے بعد فتحہ والا اس میں فتحہ والے واو سے ابدال ہے جیسے یُؤَیِّدُ ۔ مُؤَجَّلًا ۸ ضمہ کے بعد کسرہ والا جیسے سُئِلُوا اس میں بھی دو ۲ وجوہ ہیں: ۱ جمہور کے مذہب پر تسہیل ۲ اخفش کی رائے پر کسرہ والے واو سے ابدال (سُوِلُوا) ۹ ضمہ کے بعد ضمہ والا جیسے بِرُءُوسِکُمْ بِرُءُوسِھِمْ اس میں صرف تسہیل ہے۔ لیکن بے صورت میں دو ۲ ہیں ۱ تسہیل ۲ رسم کی بناء پر حذف جیسے بِرُوسِکُمْ ان تین قسموں میں برائدہ نہیں آتا۔

فائدہ: ۲ جن ہمزوں میں امام حمزہ تخفیف کرتے ہیں ان کی کل ستائیس ۲۷ قسمیں ہیں۔ جن میں سے چھ ۶ اسی باب کے شعر نمبر ۲ کے فائدہ نمبر ایک میں اور بارہ ۱۲ شعر ۳ تا ۴ کے فائدہ نمبر ایک میں اور نو ۹ شعر ۷ و ۸ کے فائدہ نمبر ایک میں۔ غرض اس طرح سب قسمیں بیان ہو چکی ہیں اور ان میں جو وجوہ نکلتی ہیں وہ بھی تمام کی تمام یکجا بتادی گئی ہیں اور ناظم رح نے تخفیف قیاسی متفق علیہ کی سات ۷ صورتوں کو ان آٹھ شعروں میں اور مختلف فیہ کی تین صورتوں کو شعر ۱۱ و ۱۲ و ۱۷ و ۱۸ میں بیان کیا ہے اور اشمام و روم کو شعر ۱۶ میں اور رسمی وجوہ کو شعر ۱۰ و ۱۱ میں اور متوسطہ برائدہ کی دونوں وجوہ کو شعر ۱۴ و ۱۵ میں بتایا ہے اور حذف اکثر جگہ رسمی تخفیف ہی کی بناء پر ہوتا ہے۔ گو ہم نے رسمی کا لفظ ہر جگہ نہیں لکھا ہے اس لئے کہ یہ ضروری نہیں تھا پس جو وجوہ بیان ہوئی ہیں۔ ان کے علاوہ کسی اور وجہ سے تخفیف کرنا جائز نہیں بلکہ اس کو غلط اور شاذ تصور کریں۔ دوسری بات یہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ چونکہ امام حمزہ متوسطہ اور متطرفہ دونوں میں تخفیف کرتے ہیں اس لئے اگر کسی کلمہ میں دو یا تین ہمزہ جمع ہو رہے ہوں تو ان میں سے ہر ایک میں جو قاعدہ پایا جائے اس کے موافق تخفیف کی جائے یہ نہ ہو کہ صرف ایک ہمزہ میں تخفیف کرلی جائے اور باقیوں میں نہ کی جائے۔ اس کی چند مثالیں لکھی جاتی ہیں:

اوّل: وَلُؤْلُؤًا (حج ع ۳ و فاطر ع ۴) اس میں دو ۲ ہمزہ ہیں پہلے کا نقط واو سے ابدال ہے اور دوسرے میں تین وجوہ ہیں: ۱ واو سے ابدال اور اس میں سکون (وَلُولُو) ۲ دوسرے واو میں روم ۳ روم کے ساتھ تسہیل۔ **دوم:** لُؤْلُؤًا (دہر ع ۱) میں اس میں صرف ایک وجہ یعنی پہلے ہمزہ کا واو ساکنہ سے اور دوسرے کا زبر والے واو سے ابدال ہے (یعنی لُولُوًا) **سوم:** اللُّؤْلُؤُ (رحمٰن ع ۱) میں اس میں پہلا متوسط بنفسہ ہے اور دوسرا متطرفہ ہے۔ پس پہلے میں صرف واو سے ابدال ہے اور دوسرے میں چار ۴ وجوہ ہیں ۱ واو سے ابدال اور اس میں سکون (اللُّولُو) ۲ اس واو میں اشمام ۳ پھر واو میں روم ۴ روم کے ساتھ ہمزہ کی تسہیل۔ **چہارم:** وَ اَبْنَآئَنَا (بقرہ ع ۲۴) اس میں پہلا متوسط برائدہ ہے اور اس میں تحقیق و تسہیل ہے اور دوسرا الف کے بعد متوسط بنفسہ ہے۔ اس میں صرف تسہیل ہے مد و قصر کے ساتھ۔ پس اس میں چار ۴ وجوہ ہوگئیں۔ یعنی پہلے کی تحقیق و تسہیل دونوں کے ساتھ دوسرے میں دو، دو ۲۔ **پنجم:** وَ اَحِبَّآؤُهٗ (مائدہ ع ۳) اس میں بھی پہلا برائدہ اور دوسرا بنفسہ ہے۔ پس اوّل کی تحقیق و تسہیل دونوں کے ساتھ دوسرے میں صرف تسہیل ہے مد و قصر کے ساتھ یہ چار ۴ ہوگئیں اور چاروں ھا کے سکون کے ساتھ ہیں یہ تو سب کے نزدیک جائز ہیں۔ اور آٹھ اور ہیں جو صرف ان حضرات کی رائے پر جائز ہیں جو ضمہ کے بعد ضمیر کی ھا میں اشمام و روم کو جائز بتاتے ہیں ۵ تا ۸ ھا کے اشمام کے ساتھ بھی وہی چار جو اوپر گذریں ۹ تا ۱۲ پھر روم کے ساتھ بھی وہی چار۔ پس اس میں صحیح وجوہ کل بارہ ۱۲ ہیں اور بعض نے چوبیس ۲۴ اور بیان کی ہیں۔ یعنی پہلے کی تحقیق و تسہیل دونوں کے ساتھ دوسرے کا واو سے ابدال مد و قصر کے ساتھ چار ۴ تو یہ ہوگئیں اور پہلے کا الف سے ابدال کرکے دوسرے میں تسہیل مد و قصر کے ساتھ پھر واو سے ابدال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مد و قصر کے ساتھ چار۴ یہ ہوئیں اور ان آٹھوں میں سے ہر ایک ضمیر کی حالتیں تین تین سکون۔ اشمام۔ روم آٹھ تیے چوبیس ہو گئیں۔ لیکن ان میں پہلے کا الف سے اور دوسرے کا واو سے ابدال صحیح نہیں ہے۔ اس لئے ان کے ساتھ جو وجوہ نکلتی ہیں وہ سب کی سب غیر صحیح ہیں۔ — **ششم**: قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ (آل عمران ع ۲) اس میں تین ہمزہ ہیں پہلے میں تین وجوہ ہیں: ۱ نقل قُلَ ۲ قُلْ کے لام پر سکتہ اور ہمزہ کی تحقیق ۳ عدم سکتہ اور تحقیق اور دوسرے ہمزہ میں دو۲ ہیں ۱ تحقیق ۲ واو کے مانند تسہیل اور تیسرے میں بھی دو۲ ہیں ۱ واو کے مانند تسہیل ۲ ضمہ والی یا سے ابدال۔ اور تینوں ہمزوں کی وجوہ ملا کر اس مثال میں صحیح وجوہ کل دس۱۰ ہیں، ۱ اور ۲ پہلے کی نقل پر دوسرے میں نقط واو کے مانند تسہیل اور تیسرے میں دونوں یعنی واو کے مانند تسہیل اور یا سے ابدال (قُلَ اؤُنَبِّئُكُمْ) (اور نقل کی صورت میں دوسرے کی تحقیق جائز نہیں ہے۔ کیونکہ جب منفصل میں تخفیف ہو گئی تو متصل میں بھی تخفیف ہی ہونی چاہئے۔ پس اس کے ساتھ تیسرے کی دونوں ساقط ہو کر نقل میں دو۲ ہی وجوہ رہ گئیں) اور چار۴ لام پر سکتہ کرنے کی صورت میں ہوں گی۔ ۳ تا ۶ یعنی پہلے کی تحقیق پر دوسرے کی مذکورہ بالا دونوں اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ تیسرے کی وہی دو۲ دو ۷ تا ۱۰ اور یہی چار عدم سکتہ کی صورت میں ہوں گی (اور تیسرے میں یا کے مانند تسہیل صحیح نہیں اس لئے وہ نو۹ وجوہ کم ہو گئیں جو اول کی تین کو دوسرے کی تین میں ملانے سے پیدا ہوتیں اور ان سب کے ساتھ تیسرے میں یہی یا کے مانند تسہیل پڑھی جاتی اور دوسرے میں واو سے ابدال بھی صحیح نہیں اس لئے چھ۶ اور کم ہو گئیں جو اسی ابدال کی صورت میں اول کی تین کو تیسرے کی دو۲ (واو کے مانند تسہیل اور یا سے ابدال) کے ساتھ ملانے سے پیدا ہوتیں اور نقل کے ساتھ دوسرے میں تحقیق بھی صحیح نہیں۔ اس لئے نقل و تحقیق پر تیسرے کی دو۲ اور کم ہو گئیں تو ستائیس۲۷ میں سے سترہ۱۷ کم ہو کر وہی دس۱۰ صحیح وجوہ رہ گئیں جو اسی مثال میں اوپر درج ہوئی ہیں) اور یہ سترہ۱۷ جو قوسین میں لکھی گئی ہیں۔ محققین کی رائے پر ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں اور أَفَأُنَبِّئُكُمْ (حج ع ۹) میں دوسرا ہمزہ واو کی صورت میں نہیں ہے بلکہ الف کی صورت میں ہے اور صحیح وجوہ اس میں بھی وہی دس ہیں جو أَؤُنَبِّئُكُمْ میں ہیں۔ — **ہفتم**: هَٰؤُلَاءِ (نساء ع ۱۴) میں اس میں بھی دو۲ ہمزہ ہیں۔ پہلا الف کے بعد متوسط بزائدہ ہے۔ اس میں تین۳ وجوہ ہیں: ۱ تحقیق مد کے ساتھ ۲ اور ۳ تسہیل مد و قصر کے ساتھ اور دوسرا الف کے بعد متطرفہ ہے۔ اس میں پانچ وجوہ ہیں ۱ تا ۳ الف سے ابدال کے بعد طول۔ توسط۔ قصر تینوں سکون کے ساتھ ۴ و ۵ تسہیل مع الروم مد و قصر کے ساتھ۔ پس پہلے کی تینوں میں سے ہر ایک پر دوسرے کی پانچ پانچ پڑھی جائیں تو کل پندرہ۱۵ ہو جائیں گی۔ لیکن پہلے کی تحقیق اور مد کے ساتھ تو دوسرے کی پانچوں صحیح ہیں اور پہلے کی تسہیل مع المد پر دوسرے میں قصر مع الروم نہ ہوگا۔ باقی چار۴ ہوں گی اور پہلے کی تسہیل مع القصر پر دوسرے کی تسہیل مع الروم میں مد نہ ہوگا اور باقی چار۴ ہوں گی۔ اس لئے اس میں صحیح وجوہ تیرہ۱۳ ہیں اور بعض نے ان تیرہ۱۳ میں بارہ۱۲ اور ملا کر کل پچیس۲۵ بتائی ہیں ان میں سے پندرہ۱۵ تو وہی ہیں جو اوپر لکھی گئیں۔ جن میں دو۲ غیر صحیح بھی شامل ہیں اور باقی دس۱۰ غیر صحیح یہ ہیں: پہلے کا واو سے ابدال مد و قصر کے ساتھ اور دوسرے میں وہی پانچ پانچ جو اوپر درج ہو چکی ہیں۔ لیکن چونکہ پہلے کا واو سے ابدال صحیح نہیں ہے۔ اس لئے یہ دس۱۰ کی دس ساقط ہیں۔

فائدہ: ۳ (۱) مَوْئِلًا (کہف ع ۸) میں دو۲ وجوہ صحیح ہیں: ۱ نقل (مَوِلًا) ۲ ابدال و ادغام (مَوِّلًا) اور چار۴ وجوہ اور بیان کی گئی ہیں اور وہ سب ضعیف ہیں۔ ۱ رسم کی بناء پر ہمزہ کا کسرہ وال یا سے ابدال ۲ تسہیل ۳ یائے ساکنہ سے ابدال (مَوْيِلًا) ۴ واو سے ابدال بلا ادغام (مَوْوِلًا) (۲) علی قاری نے رسم کی بناء پر جَآءَنَا میں ہمزہ کا حذف اور أَبْنَآؤُهُمْ اور إِسْرَآءِيلَ میں یا سے اور جَزَٰٓؤُهُمْ اور جَآءُو میں واو سے ابدال بیان کیا ہے اور اس حذف و ابدال کے ساتھ مد و قصر بھی

سلہ اور دوسرے ... صحیح نہیں ہے۔ ۱۲ منہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بزائدہ کی ولہم - لاخرہم اس میں تین وجوہ ہیں: ١ تحقیق ٢ تسہیل ٣ یا سے ابدال - لیکن دانی کی تحقیق پر کسرہ کے بعد ضمہ والے میں یا سے ابدال صرف اس کلمہ میں جائز ہے - جس میں ہمزہ یا کی شکل میں ہو - ٧ ضمہ کے بعد فتحہ والا اس میں فتحہ والے واو سے ابدال ہے جیسے یؤیّد - مؤجّلاً ٨ ضمہ کے بعد کسرہ والا جیسے سُئلوا اس میں کلی دو وجوہ ہیں: ١ جمہور کے مذہب پر تسہیل ٢ اخفش کی رائے پر کسرہ والے واو سے ابدال (سُوِلوا) ٩ ضمہ کے بعد ضمہ والا جیسے برءوسکم برءوسہم اس میں صرف تسہیل ہے - لیکن بے صورت میں دو ہیں ١ تسہیل ٢ رسم کی بناء پر حذف جیسے برءوسکم ان تین قسموں میں بزائدہ نہیں آتا -

فائدہ: ٢ جن ہمزوں میں امام حمزہ تخفیف کرتے ہیں ان کی کل ستائیس ٢٧ قسمیں ہیں - جن میں سے چھ ٦ اسی باب کے شعر نمبر ٢ کے فائدہ نمبر ایک میں اور بارہ ١٢ شعر ٣ تا ٦ کے فائدہ نمبر ایک میں اور نو ٩ شعر ٧ و ٨ کے فائدہ نمبر ایک میں - غرض اس طرح سب قسمیں بیان ہو چکی ہیں اور ان میں جو وجوہ نکلتی ہیں وہ بھی تمام کی تمام یکجا بتا دی گئی ہیں اور ناظم رح نے تخفیفِ قیاسی متفق علیہ کی سات ٧ صورتوں کو ان آٹھ شعروں میں اور مختلف فیہ کی تین صورتوں کو شعر ١١ و ١٢ و ١٧ و ١٨ میں بیان کیا ہے اور اشمام و روم کو شعر ١٦ میں اور رسمی وجوہ کو شعر ١٠ و ١١ میں اور متوسط بزائدہ کی دونوں وجوہ کو شعر ١٤ و ١٥ میں بتایا ہے اور حذف اکثر جگہ رسمی تخفیف ہی کی بناء پر ہوتا ہے - گو ہم نے رسمی کا لفظ ہر جگہ نہیں لکھا ہے اس لئے کہ یہ ضروری نہیں تھا پس جو وجوہ بیان ہوئی ہیں - ان کے علاوہ کسی اور وجہ سے تخفیف کرنا جائز نہیں بلکہ اس کو غلط اور شاذ تصور کریں - دوسری بات یہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ چونکہ امام حمزہ متوسطہ اور متطرفہ دونوں میں تخفیف کرتے ہیں اس لئے اگر کسی کلمہ میں دو یا تین ہمزہ جمع ہو رہے ہوں تو ان میں سے ہر ایک میں جو قاعدہ پایا جائے اس کے موافق تخفیف کی جائے یہ نہ ہو کہ صرف ایک ہمزہ میں تخفیف کر لی جائے اور باقیوں میں نہ کی جائے - اس کی چند مثالیں لکھی جاتی ہیں:

اوّل: وَلُؤْلُؤًا (حج ع ٣ و فاطر ع ٤) اس میں دو ٢ ہمزہ ہیں پہلے کا فقط واو سے ابدال ہے اور دوسرے میں تین وجوہ ہیں: ١ واو سے ابدال اور اس میں سکون (وَلُولُو) ٢ دوسرے واو میں روم - ٣ روم کے ساتھ تسہیل - **دوم:** لُؤْلُؤًا (دہر ع ١) میں اس میں صرف ایک وجہ یعنی پہلے ہمزہ کا واو ساکنہ سے اور دوسرے کا زبر والے واو سے ابدال ہے (یعنی لُولُوًا) **سوم:** اللُّؤْلُؤُ (رحمٰن ع ٢) ہے اس میں پہلا متوسط بنفسہ ہے اور دوسرا متطرفہ ہے - پس پہلے میں صرف واو سے ابدال ہے اور دوسرے میں چار ٤ وجوہ ہیں ١ واو سے ابدال اور اس میں سکون (اللُّولُو) ٢ اس واو میں اشمام ٣ پھر واو میں روم ٤ روم کے ساتھ ہمزہ کی تسہیل - **چہارم:** وَأَبْنَاؤُنَا (بقرہ ع ٢٢) اس میں پہلا متوسط بزائدہ ہے اور اس میں تحقیق و تسہیل ہے اور دوسرا الف کے بعد متوسط بنفسہ ہے - اس میں صرف تسہیل ہے مد و قصر کے ساتھ - پس اس میں چار وجوہ ہو گئیں - یعنی پہلے کی تحقیق و تسہیل دونوں کے ساتھ دوسرے میں دو ٢، دو ٢ **پنجم:** وَأَحِبَّاؤُهُ (مائدہ ع ٣) اس میں بھی پہلا بزائدہ اور دوسرا بنفسہ ہے - پس اوّل کی تحقیق و تسہیل دونوں کے ساتھ دوسرے میں صرف تسہیل ہے مد و قصر کے ساتھ یہ چار ٤ ہو گئیں اور چاروں ھا کے سکون کے ساتھ ہیں یہ تو سب کے نزدیک جائز ہیں - اور آٹھ اور ہیں جو صرف ان حضرات کی رائے پر جائز ہیں جو ضمہ کے بعد ضمیر کی ھا میں اشمام و روم کو جائز بتاتے ہیں ٥ تا ٨ ھا کے اشمام کے ساتھ بھی وہی چار جو اوپر گذریں ٩ تا ١٢ پھر روم کے ساتھ بھی وہی چار - پس اس میں صحیح وجوہ کل بارہ ١٢ ہیں اور بعض نے چوبیس ٢٤ اور بیان کی ہیں - یعنی پہلے کی تحقیق و تسہیل دونوں کے ساتھ دوسرے کا واو سے ابدال مد و قصر کے ساتھ چار ٤ تو یہ ہو گئیں اور پہلے کا الف سے ابدال کر کے دوسرے میں تسہیل مد و قصر کے ساتھ پھر واو سے ابدال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مد قصر کے ساتھ چار۴ یہ ہوئیں اور ان آٹھوں میں سے ہر ایک ضمیر کی حالتیں تین تین سکون - اشمام - روم آٹھ تیے چوبیس ہوگئیں۔ لیکن پہلے کا الف سے اور دوسرے کا واو سے ابدال صحیح نہیں ہے۔ اس لئے ان کے ساتھ جو وجوہ نکلتی ہیں وہ سب کی سب غیر صحیح ہیں۔ **ششم:** قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ (آل عمران ع۲) اس میں تین ہمزہ ہیں پہلے میں تین وجوہ ہیں: ۱ نقل قُلَ ۲ قُلْ کے لام پر سکتہ اور ہمزہ کی تحقیق ۳ عدم سکتہ اور تحقیق اور دوسرے ہمزہ میں دو۲ ہیں ۱ تحقیق ۲ واو کے مانند تسہیل اور تیسرے میں بھی دو۲ ہیں ۱ واو کے مانند تسہیل ۲ ضمہ والی یا سے ابدال۔ اور تینوں ہمزوں کی وجوہ ملاکر اس مثال میں صحیح وجوہ کل دس۱۰ ہیں، ۱و۲ پہلے کی نقل پر دوسرے میں فقط واو کے مانند تسہیل اور تیسرے میں دونوں یعنی واو کے مانند تسہیل اور یا سے ابدال (قُلَ اَؤُنَبِّئُكُمْ) (اور نقل کی صورت میں دوسرے کی تحقیق جائز نہیں ہے۔ کیونکہ جب منفصل میں تخفیف ہوگئی تو متصل میں بھی تخفیف ہی ہونی چاہئے۔ پس اس کے ساتھ تیسرے کی دونوں ساقط ہوکر نقل میں دو۲ ہی وجوہ رہ گئیں) اور چار۴ لام پر سکتہ کرنے کی صورت میں ہوں گی۔ ۳تا۶ یعنی پہلے کی تحقیق پر دوسرے کی مذکورہ بالا دونوں اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ تیسرے کی وہی دو۲ دو۲ ۷تا۱۰ اور یہی چار عدم سکتہ کی صورت میں ہوں گی (اور تیسرے میں یا کے مانند تسہیل صحیح نہیں اس لئے وہ نو۹ وجوہ کم ہوگئیں جو اول کی تین کو دوسرے کی تین میں ملانے سے پیدا ہوتیں اور ان سب کے ساتھ تیسرے میں یہی یا کے مانند تسہیل پڑھی جاتی اور دوسرے میں واو سے ابدال بھی صحیح نہیں اس لئے چھ۶ اور کم ہوگئیں جو اسی ابدال کی صورت میں اول کی تین کو تیسرے کی دو۲ (واو کے مانند تسہیل اور یا سے ابدال) کے ساتھ ملانے سے پیدا ہوتیں اور نقل کے ساتھ دوسرے میں تحقیق بھی صحیح نہیں۔ اس لئے نقل و تحقیق پر تیسرے کی دو۲ اور کم ہوگئیں تو ستائیس۲۷ میں سے سترہ۱۷ کم ہوکر یہی دس۱۰ صحیح وجوہ رہ گئیں جو اسی مثال میں اوپر درج ہوئی ہیں) اور یہ سترہ۱۷ جو قوسین میں لکھی گئی ہیں۔ محققین کی رائے پر ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں اور أَفَأَنْبِئُكُمْ (حج ع۹) میں دوسرا ہمزہ واو کی صورت میں نہیں ہے بلکہ الف کی صورت میں ہے اور صحیح وجوہ اس میں بھی وہی دس۱۰ ہیں جو أَؤُنَبِّئُكُمْ میں ہیں۔ **ہفتم:** هٰٓؤُلَآءِ (نساء ع۲۱) میں اس میں بھی دو۲ ہمزہ ہیں۔ پہلا الف کے بعد متوسط بزائدہ ہے۔ اس میں تین۳ وجوہ ہیں: ۱ تحقیق مد کے ساتھ ۲و۳ تسہیل مد و قصر کے ساتھ اور دوسرا الف کے بعد متطرف ہے۔ اس میں پانچ وجوہ ہیں ۱تا۳ الف سے ابدال کے بعد طول۔ توسط۔ قصر تینوں سکون کے ساتھ ۴و۵ تسہیل مع الروم مد و قصر کے ساتھ۔ پس پہلے کی تینوں میں سے ہر ایک پر دوسرے کی پانچ پانچ پڑھی جائیں تو کل پندرہ۱۵ ہو جائیں گی۔ لیکن پہلے کی تحقیق اور مد کے ساتھ تو دوسرے کی پانچوں صحیح ہیں اور پہلے کی تسہیل مع المد پر دوسرے میں قصر مع الروم نہ ہوگا۔ باقی چار۴ رہیں گی اور پہلے کی تسہیل مع القصر پر دوسرے کی تسہیل مع الروم میں مد نہ ہوگا اور باقی چار۴ ہوں گی۔ اس لئے اس میں صحیح وجوہ تیرہ۱۳ ہیں اور بعض نے ان تیرہ۱۳ میں بارہ۱۲ اور ملاکر کل پچیس۲۵ بتائی ہیں ان میں سے پندرہ۱۵ تو وہی ہیں جو اوپر لکھی گئیں۔ جن میں دو۲ غیر صحیح بھی شامل ہیں اور باقی دس۱۰ غیر صحیح یہ ہیں: پہلے کا واو سے ابدال مد و قصر کے ساتھ اور دوسرے میں وہی پانچ پانچ جو اوپر درج ہو چکی ہیں۔ لیکن چونکہ پہلے کا واو سے ابدال صحیح نہیں ہے۔ اس لئے یہ دس۱۰ کی دس۱۰ ساقط ہیں۔

فائدہ: ۳ (۱) مَوْئِلًا (کہف ع۸) میں دو۲ وجوہ صحیح ہیں: ۱ نقل (مَوِلًا) ۲ ابدال وادغام (مَوِّلًا) اور چار۴ وجوہ اور بیان کی گئی ہیں اور وہ سب ضعیف ہیں۔ ۱ رسم کی بناء پر ہمزہ کا کسرہ دال یا سے ابدال ۲ تسہیل ۳ یائے ساکنہ سے ابدال (مَوْيِلًا) ۴ واو سے ابدال بلا ادغام (مَوْوِلًا) (۲) علی قاری نے رسم کی بناء پر جَآءَنَا میں ہمزہ کا حذف اور اَبْنَآؤُكُمْ اور إِسْرَآءِيْلَ میں یا سے اور جَزَآؤُكُمْ اور جَآءُوْ میں واو سے ابدال بیان کیا ہے اور اس حذف و ابدال کے ساتھ مد و قصر ہے

۱ اور دوسرے ہمزہ میں خالص واو سے ابدال صحیح نہیں ہے۔ ۱۲ منہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بتایا ہے۔ لیکن یہ ضعیف اور متروک ہے۔ پس ان میں قیاسی وجہ پر صرف تسہیل ہے (۳) رِسَائِۃٌ اور یُوَیِّدُ کے ہم شکلوں میں قیاسی اور رسمی متحد ہے۔

النحو والعربیۃ: ۲۳۵ (۱) ھَمْزَہٗ کی ھَا یا تو حمزہ کیلئے ہے یا وقف کیلئے اور اضافت ادنیٰ ملابست کی بناء پر ہے اور علاقہ یہ ہے کہ وقت تغیّر کا محل ہے اور حمزہ تغیّر کرنے والے ہیں۔ (۲) اِذَا شرطیہ ہے (۳) کَانَ یا تو تامہ ہے اور وَسْطًا اس کا ظرف ہے۔ ای فِیْ وَسْطِ الْکَلِمَۃِ یا ناقصہ ہے اور وَسْطًا خبر ہے کیونکہ جوہری کے قول پر یہ وَسَطْتُ الْقَوْمَ کا مصدر ہے اور وَسْطًا اور وُسُطَۃٌ دونوں طرح آتا ہے ای ذَا تَوَسُّطٍ (۴) تَطَرَّفَ جملہ کے معنیٰ پر معطوف ہے۔ ای اِذَا تَوَسَّطَ اَوْ تَطَرَّفَ (۵) مَنْزِلًا تمیز ہے جو فاعل سے محوّل ہے۔

۲۳۶ (۱) عَنْہُ میں روایۃً صلہ اور عدم صلہ دونوں ہیں۔ (۲) مُسَکِّنًا میں روایۃً کاف کا کسرہ ہے اور چونکہ فتحہ کی صورت میں یہ شبہ ہوتا تھا کہ شاید یہ حرف مدّ کی صفت ہو اور اس صورت میں یہ ظاہر نہ ہوتا کہ ہمزہ خود کس طرح کا ہو۔ آیا متحرک ہو یا ساکن حالانکہ قاعدہ ساکنہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لئے ناظم نے فتحہ کے بجائے کسرہ کو اختیار کیا اَفَادَہٗ اَبُوْشَامَۃَ اور جعبری کی رائے پر مجازًا ساکنًا کے معنیٰ میں ہے اور یہ سکون لازم اور عارض دونوں کو شامل ہے (۳) جملہ وَمِنْ قَبْلِہٖ۔ اَبْدِلْ کے پہلے مفعول سے حال ہے اور دونوں حال لَقِیْتُہٗ مُصْعِدًا مُنْحَدِرًا کے قبیل سے ہیں ای اَبْدِلِ الْھَمْزَ حَالَ کَوْنِکَ مُسَکِّنًا اِیَّاہُ وَحَالَ کَوْنِ مَاقَبْلَ الْاٰخِرِ مُتَحَرِّکًا (۴) مُحَرِّکُہٗ کی ھَا حرف کیلئے ہے۔ جس پر مِنْ قَبْلِہٖ دلالت کر رہا ہے۔

۲۳۷ (۱) بِہٖ ای بِحَرَکَۃِ الْھَمْزِ (۲) اَسْھَلَا اطلاقی الف کے ساتھ یَرْجِعُ بمعنیٰ یَصِیْرُ (فعل ناقص) کی تمیز ہے۔

۲۳۸ (۱) سِوٰی کا مستثنیٰ منہ مقدر ہے (۲) اَنَّ کے ہمزہ کا فتحہ اس لئے ہے کہ یہ مضاف الیہ ہونے کی بناء پر مفرد ہے اور اس کی ھَا ھمز کیلئے ہے اور جَرٰی۔ اَنَّ کی خبر ہے اور مِنْ اسی کے متعلق ہے اور مَا زائد ہے ای جَرٰی مِنْ بَعْدِ اَلِفٍ اور جَرٰی الف کی صفت ہے اور اس صفت کا فائدہ ترجمہ میں ظاہر کیا گیا ہے یا یوں کہو کہ اَنَّہٗ کی ھا حمزہ کے لئے ہے اور اس کی خبر یُسَہِّلُہٗ ہے اور مِنْ یا تو اسی کے متعلق ہے یا تَوَسَّطَ کے اور جَرٰی زائد ہے کیونکہ اس کے ساقط کرنے سے مطلب میں خرابی نہیں آتی اور حشو سے بچنا چاہو تو جَرٰی کو بتقدیر قَدْ یُسَہِّلُ یا تَوَسَّطَ کے فاعل سے حال بنا دو اور مِنْ کو اسی کے متعلق کر دو ای یُسَہِّلُہٗ جَارِیًا مِنْ بَعْدِ اَلِفٍ اَوْ تَوَسَّطَ جَارِیًا مِّنْ بَعْدِ اَلِفٍ (۳) مَھْمَا شرطیہ ہے اور یہ جواب سے بے نیاز ہے کیونکہ اس کا ماقبل جواب پر دلالت کر رہا ہے۔

۲۳۹ (۱) وَیُبْدِلُہٗ یا تو عطف کے ذریعہ مستثنیٰ کے سیاق میں شامل اور داخل ہے ای سِوٰی تَوَسُّطِہٖ وَتَطَرُّفِہٖ یا استثناء کے بغیر ہی مخصص ہے یعنی اس کو ماقبل کے حکم سے جدا تو کیا گیا ہے لیکن استیناف کے طور پر کیا گیا ہے۔ پس یہ قَامَ النَّاسُ اِلَّا بَکْرًا وَّعَمْرٌو لَمْ یَقُمْ کے قبیل سے ہے۔ (۲) مِثْلَہٗ۔ یُبْدِلُہٗ کا دوسرا مفعول ہے۔

۲۴۰۔ (۱) اِذَا جعبری کی رائے پر شرطیہ ہے جو ماقبل کی دلالت کے سبب جواب سے بے نیاز ہے۔ اور علی قاری کی رائے پر صرف ظرفیہ (یعنی یُدْغِمُ کا مفعول فیہ زمانی) ہے (۲) یُنَفِّصِلَا میں یا تو صاد کا کسرہ ہے اور الف اطلاقیہ ہے اور ضمیر یا تو حمزہ کے لئے ہے یا ادغام کے لئے یا اس میں صاد کا فتحہ ہے اور الف تثنیہ کا ہے جو ھا اور یا زائدہ دونوں کے لئے ہے۔

۲۴۱ (۱) یُسْمِعُ تین مفعولوں کی طرف متعدی ہے یا تو ان حضرات کی رائے پر جو اس کے قائل ہیں کہ سَمِعَ دو مفعولوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی طرف متعدی ہوتا ہے (پس اَسْمِعْ تین کی طرف ہو گیا) یا اس لئے کہ یہ یُعَلِّمُ کے معنیٰ کو متضمن ہے اور پہلا مفعول مقدر ہے ای اَلسَّامِعَ اور دوسرا هَمْزَهٗ اور تیسرا یَاءً وَّ وَاوًا ہے اور یہ واد اپنے معنیٰ پر ہے نہ کہ علی قاری کی رائے کے موافق اَوْ کے معنیٰ میں اور بَعْدَ اور لَدٰی دونوں یُسْمِعُ کے ظرف ہیں۔ (۲) فَتْحِهٖ کی ھا یا تو حمزہ کیلئے یا ہمزہ کیلئے پہلی صورت میں مصدر کی اضافت فاعل کی طرف ہے اور مفعول مقدر ہے ای فَتْحِ حَمْزَةَ اَلْهَمْزَ اور دوسری تقدیر پر اضافت مفعول کی طرف ہے اور فاعل مقدر ہے (۳) مُحَوَّلًا میں روایۃً تو داد کا فتحہ ہے جیسا کہ ابو شامہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے اور اس صورت میں یہ هَمْزَهٗ سے حال ہوگا۔ ای مُحَوَّلًا اِلَى الْيَاءِ وَالْوَاوِ اور ابو شامہ اور جعبری کی رائے پر یَاءً وَّ وَاوًا میں سے کسی ایک کی صفت ہے اور دوسرے کی صفت مقدر ہے اور وہ بھی مُحَوَّلًا ہے اور معنیً واد کا کسرہ بھی جائز ہے۔ اس صورت میں یُسْمِعُ کے فاعل سے حال ہوگا اور سہولت کی بنا پر ترجمہ میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ (۴) یَاءً وَّ وَاوًا میں لف ونشر مرتب ہے اور یہ وَمِنْ دُخْمِيَتِهٖ (قصص ۵) کے قبیل سے ہے پس ذہین حضرات سمجھ لیں گے کہ یا کا تعلق بَعْدَ الْكَسْرِ والی اور واد کا وَالضَّمِّ والی صورت سے ہے۔

۲۴۳/۸ (۱) وَفِيْ غَيْرِ هٰذَا کی تقدیر وَيُسَهِّلُ الْهَمْزَ فِيْ غَيْرِ هٰذَا ہے یا یہ بَعْدَ الْكَسْرِ وَالضَّمِّ پر معطوف ہے ای وَيُسْمِعُ فِيْ غَيْرِ هٰذَا (۲) بَيْنَ بَيْنَ کی تقدیر بَيْنَ الْهَمْزَةِ وَبَيْنَ الْحَرْفِ الْمُدِّ الْمُجَانِسِ لِحَرَكَةِ الْهَمْزَةِ ہے پس واو عاطفہ کو حذف کر دیا اور پہلا بَيْنَ درمیان میں ہونے کی بنا پر اور دوسرا حرف کے معنیٰ کو متضمن ہونے یا اضافت سے مقطوع ہونے کے سبب فتحہ پر مبنی ہو گیا اور بَيْنَ بَيْنَ مقدر کی صفت ہے ای تَسْهِيْلًا كَائِنًا بَيْنَ بَيْنَ پس اگر فِيْ غَيْرِ سے پہلے يُسَهِّلُ مقدر ہو تب تو تَسْهِيْلًا مفعول مطلق ہوگا اور اگر يُسْمِعُ مقدر ہو تو تَسْهِيْلًا مفعول بہ ہوگا (۳) وَمِثْلُهٗ میں لام کا رفع اور نصب دونوں ہیں اور ابو شامہ کی رائے پر نصب اولیٰ ہے۔ رفع کی صورت میں مبتدا اور يَقُوْلُ الخ خبر ہوگا یعنی حمزہ کی طرح کی تخفیف جو ہے ہشام بھی متطرفہ میں اسی کے قائل ہیں یا اسی کو پڑھتے ہیں اور نصب کی صورت میں يَقُوْلُ کے مفعول مطلق کی صفت ہوگا ای يَقُوْلُ هِشَامٌ قَوْلًا مِثْلَ قَوْلِ حَمْزَةَ اَوْ يَقْرَأُ قِرَاءَةً مِثْلَ قِرَاءَةِ حَمْزَةَ فِيْ تَخْفِيْفِ الْمُتَطَرِّفِ (۴) يَقُوْلُ یا تو اپنے معنیٰ پر ہے یا يَقْرَأُ کے معنیٰ میں پہلی صورت میں مَا تَطَرَّفَ کا مَا۔ مَهْمَا کے معنیٰ میں ہوگا۔ فَمَا اسْتَقَامُوْا (براءۃ ۷) کی طرح اور یہ يَقُوْلُ کا ظرف ہوگا اور دوسری تقدیر پر مَا موصولہ ہوگا یہ يَقُوْلُ بمعنیٰ يَقْرَأُ کا مفعول بہ بنے گا (۵) مُسْهِلًا۔ اَسْهَلَ اِذَا رَكِبَ الطَّرِيْقَ السَّهْلَ سے ہے۔

تخفیف قیاسی متفق علیہ کی ساتوں صورتوں سے فارغ ہونے کے بعد اس کے متعلق دو تنبیہیں اور رسمی تخفیف اور تخفیفِ قیاسی مختلف فیہ کی ایک صورت

۲۴۳/۹ وَرِئْيًا عَلٰى اِظْهَارِهٖ وَاِدْغَامِهٖ وَبَعْضٌ بِكَسْرِ الْهَا لِيَاءٍ تَحَوَّلَا

ترجمہ:۔ اور رِئْيًا جو ہے (اس کا ہمزہ یا سے ابدال کے بعد) اپنے اظہار پر بھی (پڑھا جاتا) ہے اور اپنے ادغام پر بھی اور بعض نے (جمع مذکر غائب کی ضمیر هُمْ کو ابدال کے بعد) ھا کے کسرہ سے پڑھا ہے اس یا کی وجہ سے کہ وہ (ہمزہ اس) یا کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔ (یا اس یا کی وجہ سے کہ وہ یا ہمزہ سے یا کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔ یعنی ابدال کے سبب ہمزہ یا بن گیا ہے۔ اس لئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعض حضرات اَنْبِئْهِم اور نَبِّئْهِم میں یا کی مناسبت سے ہا کا زیر پڑھتے ہیں)

۲۴۴ كَقَوْلِكَ اَنْبِئْهُمْ وَنَبِّئْهُمْ وَقَدْ ـ رَوَوْا اَنَّهُ بِالْخَطِّ كَانَ مُسَهِّلَا ۱۰

ترجمہ:- (جس قسم میں ابدال کے بعد بعض حضرات ھُمْ کی ہا کا کسرہ پڑھتے ہیں اس کی مثال) تیرے قول اَنْبِئْهُمْ اور نَبِّئْهُمْ کی طرح ہے اور (حمزہ کے) ناقلین نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ وہ (حمزہ قرآن کے) خط کے موافق بھی (ہمزہ کی) تخفیف کرنے والے تھے (یعنی ہمزہ میں قیاسی تخفیف کی طرح رسمی تخفیف بھی کیا کرتے تھے)

رسمی تخفیف کی کیفیت اور تخفیفِ قیاسی مختلف فیہ کی پہلی قسم

۲۴۵ فَفِي الْيَا يَلِي وَالْوَاوِ وَالْحَذْفِ رَسْمَهُ ـ وَالْاَخْفَشُ بَعْدَ الْكَسْرِ ذَا الضَّمِّ اَبْدَلَا ۱۱

۲۴۶ بِيَاءٍ وَّعَنْهُ الْوَاوُ فِي عَكْسِهٖ وَمَنْ ـ حَكٰى فِيهِمَا كَالْيَا وَكَالْوَاوِ اَعْضَلَا ۱۲

ترجمہ:- پس (صرف ہمزہ کے) یا اور واو (اور الف سے ابدال کرنے) میں اور (ہمزہ کے) حذف کرنے (کے بارہ) میں (حمزہ) اس (ہمزہ) کی رسم کی پیروی کرتے تھے (یعنی جو ہمزہ الف کی صورت میں لکھا ہوا ہوتا تھا اس کو الف سے بدل لیتے تھے جیسے یَسْئَلُوْنَ سے یَسَالُوْنَ اور یا کی صورت والے کو یا سے اور واو کی صورت والے کو واو سے بدل لیتے تھے جیسے اَنَآئِیْ سے اَنَایِ اور شُرَکٰٓؤُا سے شُرَکَوُا اور جو ہمزہ رسم سے محذوف اور بے صورت ہوتا تھا اس کو حذف کر دیتے تھے جیسے تَطَؤُھَا سے تَطَوْھَا) اور اخفش (ابوالحسن سعید بن مسعدہ نحوی) نے بھی کسرہ کے بعد ضمہ والے (ہمزہ) کا یا سے ابدال کیا ہے اور انہیں (اخفش) سے اس (صورت) کے عکس میں واو ہے (یعنی ضمہ کے بعد کسرہ والے کا واو سے ابدال کرتے ہیں پس مُسْتَهْزِءُوْنَ سے مُسْتَهْزِيُوْنَ اور سَنُقْرِئُكَ سے سَنُقْرِيُكَ اور سُئِلُوْا سے سُوِلُوا ہو جاتا ہے پس رسمی تخفیف میں حرکت کے بعد حرکت والے ہمزہ کا خالص حرفِ علت سے ابدال قیاس کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ قیاسی بھی ہے اور رسمی بھی اور اس کو رسمی اسی لئے کہتے ہیں کہ یہ تخفیف ہمزہ کی شکل کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ اس لئے نہیں کہ یہ قیاس کے خلاف ہے) اور جس نے ان دونوں (صورتوں) میں (ہمزہ کو) اس حالت میں روایت کیا ہے کہ وہ (تسہیل کی بنا پر) یا اور واو کے مانند ہو اس نے مشکل (اور سخت اور اعتراض کی) بات کو اختیار کیا ہے۔ (یعنی ایک روایت یہ بھی ہے کہ مُسْتَهْزِءُوْنَ جیسی مثالوں میں ہمزہ کی یا کے مانند اور سُئِلُوْا جیسی مثالوں میں واو کے مانند تسہیل ہے لیکن یہ روایت نقلاً بھی صحیح نہیں اور درایۃً بھی اس پر عمل نہیں ہو سکتا کیونکہ ضمہ والے ہمزہ میں یا کی اور کسرہ والے میں واو کی رعایت رکھنا اس پر موقوف ہے کہ یا تو ضمہ کو کسرہ سے اور کسرہ کو ضمہ سے بدل دیں ـ یا ان دونوں حرکتوں میں اشمام کریں اور یہ دونوں ثابت نہیں)

شرح:- وَرِءْیًا (مریم ع) میں وقفاً ہمزہ کا یائے ساکنہ سے ابدال ہے جیسا کہ اسی باب کے شعر نمبر (۳) میں معلوم ہو چکا ہے پھر ابدال کے بعد اس میں اظہار و ادغام دونوں ہیں یعنی وَرِیْیًا اور وَرِیًّا اور دونوں صحیح ہیں اظہار اصل کے لحاظ سے ہے کیونکہ پہلی یا اصل میں ہمزہ تھی اور اس صورت میں ادغام کا قاعدہ نہیں پایا جاتا تھا اور ابدال عارضی ہے پس یا گویا اب بھی ہمزہ ہی کے حکم میں ہے اور ادغام موجودہ حالت کے اعتبار سے ہے کہ ابدال کے بعد کلمہ میں مثلین جمع ہو گئے ہیں جن میں سے پہلا ساکن ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسم کی موافقت کی بناء پر یہی اولیٰ ہے کیونکہ اس میں ہمزہ بے صورت ہے اور کلمہ میں ایک یا لکھی ہوئی ہے اور ادغام میں بھی ایک ہی یا پڑھی جاتی ہے اور اسی طرح وَتُؤْوِی (احزاب ع) اور تُؤْوِیهِ (معارج ع) میں اور رِءْیًا میں ہر چند کہ ان میں بھی ابدال کے بعد اظہار و ادغام دونوں جائز ہیں لیکن تُؤْوِی میں ادغام اور رِءْیًا میں اظہار اولیٰ ہے۔ اظہار کی صورت میں تُوْوِی۔ رِیْیًا اور ادغام کی تقدیر پر تُوِّی اور رِیًّا ہے۔ ۱۲

اَنْبِئْهُمْ (بقرہ ع) اور وَنَبِّئْهُمْ (حجر ع وقمر ع) میں بھی وقفاً ہمزہ کا یائے ساکنہ سے ابدال کرنے کے بعد هُمْ کی ھا میں ضمہ اور کسرہ دونوں یعنی اَنْبِیهُمْ اور وَنَبِّیهُمْ اور دونوں صحیح ہیں۔ ضمہ حمزہ سے ابو الفتح کا مذہب ہے اور جمہور اہل ادا بھی اسی پر ہیں اور نشر کی رو سے یہی صحیح تر اور قیاس سے زیادہ موافق ہے۔ کیونکہ هُمْ کی ھا میں ضمہ ہی اصل ہے اسی لئے حمزہ عَلَیْهُمْ۔ اِلَیْهُمْ۔ لَدَیْهُمْ میں بھی ھا کا ضمہ ہی پڑھتے ہیں، اور کسرہ یا کی مناسبت سے ہے اور یہ دانی کے شیخ ابو الحسن طاہر کا مذہب اور بعض اہل ادا کا مسلک ہے۔

رسمی تخفیف

اب وَقَدْ رَوَوْا الخ میں رسمی تخفیف کو بیان کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ بعض ناقلین کی روایت ہے کہ امام حمزہ وقفاً ہمزہ کی تخفیف میں عثمانی مصاحف کی رسم کا بھی لحاظ رکھتے تھے اور ناظم اور دانی اور متاخرین کی ایک جماعت کی رائے پر رسمی تخفیف اس شرط سے صحیح ہے کہ عربیت کے موافق ہو۔ اور اس بارہ میں ضابطہ یہ ہے کہ ہمزہ کی رسم اکثر موقعوں میں تو قیاس کے موافق ہوتی ہے۔ اگرچہ ایک ہی وجہ سے ہو۔ پس وہاں تو ایک ہی تخفیف پر عمل کرنے سے قیاسی اور رسمی دونوں طرح کی تخفیف پر عمل ہو جاتا ہے[۵] اور بعض جگہ رسم قیاس کے خلاف ہوتی ہے اور ایسے کلمات کی دو صورتیں ہیں: (۱) وہ جن میں رسمی تخفیف پر عمل ہو ہی نہیں سکتا مثلاً کسرہ یا ضمہ کے بعد ہمزہ الف کی صورت میں ہو جیسے اَلسَّیِّئَاتِ ظاہر ہے کہ فتحہ کے سوا دوسری حرکات کے بعد الف کسی طرح بھی ادا نہیں ہو سکتا یا رسمی تخفیف کرنے سے دو یا زیادہ ساکن جمع ہو جاتے ہوں جیسے اِسْرَآءِیْلَ میں ہمزہ کے حذف کے بعد یہی صورت پیدا ہو جاتی ہے یا کوئی اور خرابی لازم آتی ہو یا واو کے بعد ہمزہ الف کی صورت میں ہو جیسے اَلسُّوْآیٰ (روم ع) میں ہے پس یہاں رسم کی بناء پر ہمزہ کا الف سے ابدال لغت اور نقل دونوں کے خلاف ہے نیز ساکن کے بعد الف ادا ہو بھی نہیں سکتا۔ اس صورت میں تو رسمی ساقط ہو کر قیاسی ہی متعین ہو جائے گی۔ (۲) یہ کہ دونوں پر عمل ہو سکتا ہو۔ اس صورت میں دونوں پر عمل کر لیں گے جیسے سَنُقْرِئُكَ اس میں قیاسی تخفیف تسہیل سے اور رسمی یا کے ساتھ ابدال سے ہوتی ہے۔ پس عربیت کے موافق ہونے کا لحاظ رکھتے ہوئے رسمی تخفیف اس طرح ہوتی ہے کہ جو ہمزہ الف کی صورت میں ہو اس کا الف سے اور یا کی صورت والے کا یا سے اور جو واو کی صورت میں ہو اس کا واو سے ابدال کرتے ہیں اور بے صورت کو حذف کر دیتے ہیں۔ اور ناظم نے الف کی صورت والے کا حکم اس لئے نہیں بتایا کہ واو اور یا کا حکم بیان کر دینے سے خود سمجھ میں آجاتا ہے کہ الف کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ یہ بھی حرف علت اور مدہ ہونے میں واو اور یا کے ساتھ شریک ہے۔ اور رسمی تخفیف پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کلمہ میں قیاسی تخفیف کی دو صورتیں پائی جائیں اور دونوں صحیح ہوں اور ان میں سے ایک راجح اور زیادہ قوی ہو لیکن ظاہراً رسم کے خلاف ہو اور دوسری اس درجہ کی قوی نہ ہو لیکن ظاہراً رسم کے موافق ہو تو وہاں اہل ادا کے نزدیک یہ دوسری ہی وجہ مختار ہوگی۔ کیونکہ اگرچہ یہ قیاس کے لحاظ سے زیادہ قوی نہیں۔ لیکن رسم کے موافق ہونے کے سبب اس کو قوت حاصل ہو گئی ہے۔ اور چونکہ رسمی تخفیف پر عمل کرنا اس پر موقوف ہے کہ ہمزہ کی رسم کے قواعد بھی معلوم ہوں۔ اس لئے ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے قواعد شرح کے بعد فائدہ میں درج کئے جائیں گے۔ اور وَمَا اَخْفَشُ سے فِیْ عَلَیْهِ تک کے دو جملوں میں تخفیف قیاسی مختلف فیہ کی تین صورتوں میں

[۵] جیسے مِاْئَةٌ اور لُؤْلُؤٌ پس ان میں قیاسی و رسمی تخفیف دونوں متحد ہیں۔ ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے ایک صورت کو بیان کیا ہے یعنی اخفش کسرہ کے بعد ضمہ والے ہمزہ کا یا سے اور ضمہ کے بعد کسرہ والے کا واو سے ابدال کرتے ہیں جیسے مُسْتَهْزِءُونَ اور سُئِلُوا پس ان دونوں قسموں میں دو دو وجوہ ہوگئیں: ۱۔ سیبویہ اور جمہور کے مذہب پر اول میں واو کے اور ثانی میں یا کے مانند تسہیل اس کو شعر نمبر آٹھ میں بیان کرچکے ہیں۔ ۲۔ اخفش کے مذہب پر اول میں ہمزہ کا یا سے اور ثانی میں واو سے ابدال۔ پس تخفیف میں سیبویہ خود ہمزہ کی اور اخفش اس سے پہلے حرف کی حرکت کا اعتبار کرتے ہیں اور مَن حَكَى الخ کا مطلب یہ ہے کہ بعض نے ان دونوں قسموں میں اخفش سے ایک تیسری وجہ بھی نقل کی ہے یعنی پہلی قسم مُسْتَهْزِءُونَ وغیرہ میں ہمزہ کی یا کے مانند تسہیل اور دوسری قسم سُئِلُوا وغیرہ میں واو کے مانند تسہیل یہ نقلاً بھی درست نہیں اور اس کا ادا کرنا بھی ناممکن ہے کیونکہ تسہیل قراء کے یہاں خود ہمزہ کی حرکت کے لحاظ سے ہوا کرتی ہے نہ کہ اس سے پہلے حرف کی حرکت کے اعتبار سے۔ اور اس کی باقی تقریر ترجمہ میں دیکھو۔

فائدہ: ۱۔ (۱) گو ہمزہ الف کی صورت میں بھی لکھا جاتا ہے لیکن ناظمؒ نے اس کا حکم اس لئے نہیں بتایا کہ الف کی صورت والے ہمزہ کی تخفیف ہر جگہ مذکورہ بالا قواعد کے مطابق ہوتی ہے جس سے رسم کی مخالفت لازم نہیں آتی کیونکہ ایسے ہمزہ میں یا تو تسہیل ہوتی ہے جیسے سَأَلَ میں ہے یا الف سے ابدال ہوتا ہے جیسے مَلْجَأً اور دونوں رسم کے موافق ہیں۔ پس رسم کی مخالفت یا تو واو اور یا کی صورت میں ہونے اور نہ ہونے کے اعتبار سے لازم آتی ہے یا ہمزہ کے رسم سے محذوف ہونے اور نہ ہونے کے لحاظ سے۔ چنانچہ مِن تِلْقَاءِ اور تَفْتَؤُا میں وقفاً الف سے بھی ابدال ہوتا ہے اور یا اور واو سے بھی۔ اور ان میں سے ثانی رسم کے موافق ہے نہ کہ اول۔ نیز کبھی ایک ہی کلمہ میں ہمزہ کی رسمیں دو ہوتی ہیں۔ چنانچہ الْمَلَؤُا میں سب جگہ الف کی اور چار جگہ واو کی صورت میں ہے پس ہر جگہ تخفیف اس کی رسم کے لحاظ سے ہوتی ہے اور حذف اس ہمزہ میں ہے جس کے بعد جمع کا واو ہو جیسے فَمَالِئُونَ يَطَـُٔونَ پس ان میں مذکورہ بالا قواعد کے لحاظ سے تسہیل اور رسم کے اعتبار سے حذف ہے۔ (ابراز) لیکن ابدال وحذف کے لئے شرط یہ ہے کہ کلمہ عربی قیاس کے خلاف نہ ہوجائے۔ ورنہ تسہیل ہی سے رسم کی موافقت حاصل ہوجائے گی۔ گویا فَفِي الْيَا يَلِي الخ کا مقصد یہ ہے کہ بے صورت اور واو اور یا کی صورت والے ہمزہ میں رسم کی موافقت اسی صورت میں ہوگی جبکہ ہمزہ کو حذف کیا جائے اور اس کا واو اور یا سے ابدال کیا جائے اور رہا الف کی صورت والا سو اس میں تسہیل و ابدال دونوں سے موافقت حاصل ہوجائے گی۔

(۲) اخفش دو ہیں: ۱۔ ابوالحسن سعید بن مسعدہ یہ نحوی ہیں اور سیبویہ کے ممتاز شاگردوں میں سے ہیں۔ اور یہاں شعر نمبر بارہ ۱۲ اور انعام نمبر تینتالیس ۴۳ میں انہیں کا ذکر ہے۔ ۲۔ ابو عبداللہ ہارون بن موسیٰ بن شریک یہ وہ ہیں جو ابن ذکوان کے شاگرد ہیں اور نحل نمبر سات میں یہی مذکور ہیں۔ (۳) یہاں وَالاَخْفَشُ الخ کا تعلق یا تو فَفِي الْيَا يَلِي شعر گیارہ ۱۱ سے ہے جس میں رسمی تخفیف کا بیان ہے یا اسکا تعلق شعر نمبر آٹھ کے وَفِي غَيْرِ هٰذَا بَيْنَ بَيْنَ سے ہے پہلی صورت میں مقصد یہ ہے کہ حمزہ نے جو رسمی تخفیف میں ہمزہ کا الف، یا، واو سے ابدال کیا ہے وہ قیاس کے خلاف نہیں بلکہ اسی قسم کا ابدال عربیت کے ایک بڑے امام اخفش سے بھی منقول ہے۔ چنانچہ تیسیر میں بھی ہے کہ اس قسم میں ابدال سے تخفیف کرنا اخفش کا قول ہے۔ پس ان کے مذہب پر حرکت کے بعد حرکت والے ہمزہ کا چار قسموں میں ابدال ہے ۱۔ کسرہ کے بعد فتحہ والے کا یا سے جیسے مِائَةً ۲۔ ضمہ کے بعد فتحہ والے کا واو سے جیسے مُؤَجَّلًا ۳۔ کسرہ کے بعد ضمہ والے کا یا سے جیسے سَنُقْرِئُكَ ۴۔ ضمہ کے بعد کسرہ والے کا واو سے جیسے سُئِلُوا اور باقی پانچ قسموں (فتحہ کے بعد تینوں حرکتوں والے اور کسرہ کے بعد کسرہ والے اور ضمہ کے بعد ضمہ والے) میں تسہیل ہے اور سیبویہ کی رائے پر پہلی دو قسموں میں ابدال اور باقی سات میں تسہیل ہے اور دوسری صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ متحرک کے بعد متحرک کی باقی سات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قسموں میں تسہیل ہے لیکن اخفش ان میں سے دو قسموں (کسرہ کے بعد ضمہ والے اور ضمہ کے بعد کسرہ والے) میں ابدال کرتے ہیں پس گویا یہ دو قسمیں وَرِئْيًا مُنْبِئُهُمْ۔ بَيْنَ بَيْنَ کے عموم سے مستثنیٰ ہیں۔ (۴) بعض کہتے ہیں کہ اخفش نے مُسْتَهْزِءُونَ اور سُئِلُوا وغیرہ میں ابدال اس لئے کیا ہے کہ تسہیل کی صورت میں ہمزہ واو ساکنہ اور یائے ساکنہ سے قریب ہوجاتا ہے۔ پس گویا کسرہ کے بعد واو ساکنہ اور ضمہ کے بعد یائے ساکنہ پائی جاتی ہے اور عربی میں اس کی مثال ایک بھی نہیں ہے چنانچہ مِائَةٌ اور مُؤَجَّلًا میں بھی اسی لئے ہمزہ کا یا اور واو سے ابدال کیا ہے کہ تسہیل کی صورت میں گویا کسرہ اور ضمہ کے بعد الف پایا جاتا ہے اور اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ ابدال کی صورت میں بھی کسرہ کے بعد فتحہ والی یا اور ضمہ کے بعد کسرہ والا واو پایا جاتا ہے اور یہ بھی عربیت میں مستعمل نہیں اور جو حضرات ان دو قسموں میں اخفش سے یا اور واو کے مانند تسہیل بتاتے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ یہ تسہیل ان دونوں اعتراضوں سے محفوظ ہے جو اخفش اور سیبویہ کے مذہب پر ہوتے ہیں اور جو اسی نمبر تین ۳ میں درج ہیں۔ ابو شامہ فرماتے ہیں کہ یہ تسہیل ان موقعوں میں قوی ہوجاتی ہے جن میں اس سے رسمی تخفیف حاصل ہوجاتی ہے۔ مثلاً اس لُؤْلُؤٍ میں جس کے ہمزہ پر زیر ہو۔ پس جب اس میں وقف بالروم کے ساتھ ہمزہ کی واو کے مانند تسہیل کریں گے تو یہ رسم کے موافق ہوگی اور سیبویہ کے مذہب پر چونکہ اس کی تسہیل یا کے مانند ہوتی ہے اور رسم کے موافق نہیں ہے پس وہ اس پر سکون ہی سے وقف کرتے ہیں تاکہ ہمزہ کا واو سے ابدال ہوکر رسم کے موافق ہوجائے اور جس طرح ان دونوں قسموں میں یا اور واو کے مانند تسہیل اخفش سے منقول ہے اسی قسم کی ایک وجہ يَشَاءُ إِلَى میں باب الهمزتين من كلمتين شعر نمبر ۲ میں بھی گذر چکی ہے کہ بعض اس میں دوسرے ہمزہ کی کسرہ والے ہمزہ اور واو کے درمیان تسہیل بتاتے ہیں الخ تعجب ہے کہ حافظ کبیر ابوشامہؒ اس تسہیل کی بڑے شد و مد سے تائید فرما رہے ہیں جس کو ناظمؒ نے معضل (مشکل) بتایا ہے اور یہی حق ہے۔ موصوف نے یہ خیال نہیں کیا کہ جب یہ تسہیل ادا ہی نہیں ہوسکتی تو پھر اس سے فائدہ کیا ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ پہلے حرف کی حرکت کے اعتبار سے ہمزہ کی تسہیل کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہمزہ پر وہی حرکت مان لیتے ہیں جو اس سے پہلے حرف پر ہو اور نُنَبِّئُهُمْ اور مُسْتَهْزِءُونَ میں ہمزہ کی ہمزہ اور یائے ساکنہ کے درمیان اور سُئِلُوا اور يَشَاءُ إِلَى میں ہمزہ اور واو ساکنہ کے درمیان تسہیل کرتے ہیں۔ یہ تو کھلی جہالت اور صریح غلطی ہے اور اگر اس کے قائل سے میں خود نہ سن لیتا تو میں کسی راوی کا یقین بھی نہ کرتا کہ ایسی بات بھی کوئی کہتا ہوگا۔ کیونکہ جب ہمزہ پر حرکت ہے اور تسہیل کی حاجت ہے جو اس کی حرکت پر باقی رہتے ہوئے بھی ہوسکتی ہے تو حرکت کی تبدیلی کی ضرورت کس لئے ہے حاجت تو صرف اس حرف علت کی ہے جس کے مانند تسہیل کی جائے اور صحیح مذہب والے کہتے ہیں کہ ہمزہ کی تسہیل خود اسی کی حرکت کے اعتبار سے ہوتی ہے کیونکہ وہ اس سے قریب تر ہے اور ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ جس طرح ساکنہ کا ابدال پہلے حرف کی حرکت کے لحاظ سے ہوتا ہے اسی طرح متحرکہ کی تسہیل بھی پہلی ہی حرکت کے لحاظ سے ہونی چاہئے حالانکہ متحرکہ اور ساکنہ میں بڑا فرق ہے کیونکہ ساکنہ پر تو حرکت نہیں ہوتی۔ اس لئے پہلے حرف کی حرکت کا اعتبار کرنے کی حاجت ہوتی ہے اور متحرکہ پر جب خود حرکت ہے تو پہلی حرکت کا اعتبار کس لئے ہے۔

فائدہ: جلیلہ ہمزہ کی رسم کے قواعد میں

(۱) ہمزہ کلمہ کے شروع میں ہر جگہ الف کی صورت میں اور دوسرے موقعوں میں اپنی تخفیف کے اعتبار سے لکھا جاتا ہے اور تخفیف تین طرح (ابدال۔ حذف۔ تسہیل) سے ہوتی ہے اور ابدال الف۔ یا۔ واو سے ہوتا ہے اور تسہیل الف کے یا یا کے یا واو کے مانند ہوتی ہے۔ پس الف سے ابدال والا اور الف کے مانند تسہیل والا ہمزہ الف کی صورت میں اور یا سے ابدال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والا اور یا کے مانند تسہیل والا یا کی صورت میں اور واو سے ابدال والا اور واو کے مانند تسہیل والا واو کی صورت میں لکھا جاتا ہے اور جس کی تخفیف حذف یا نقل یا ادغام سے ہوتی ہے وہ رسم سے محذوف ہوتا ہے اور اس کو بے صورت کہتے ہیں۔ دانی رحؒ نے رسم المصاحف کے باب میں جو قواعد بیان کئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمزہ کی دو۲ قسمیں ہیں ۱ ساکنہ ۲ متحرکہ۔ پس ساکنہ کلمہ کے درمیان ہو یا آخر میں ہر جگہ پہلے حرف کی حرکت کے موافق حرفِ علت کی صورت میں لکھا جاتا ہے۔ یعنی زبر کے بعد الف کی اور زیر کے بعد یا کی اور پیش کے بعد واو کی صورت میں جیسے بَأْسٌ۔ بِئْرٌ۔ بُؤْسٌ۔ اِقْرَأْ نَبِّئْ۔ اور متحرکہ کی دو۲ قسمیں ہیں: ۱ متحرک کے بعد ۲ ساکن کے بعد۔ **پہلی قسم**: حرکت کے بعد حرکت والا اور اس کی تین۳ صورتیں ہیں، **اوّل**: وہ جو کلمہ کے شروع میں ہو یہ ہر جگہ الف کی صورت میں ہوتا ہے۔ گو اس سے پہلے کوئی زائد حرف بھی آ رہا ہو جیسے سَأَصْرِفُ۔ نَبَأِيْ اور بِإِيْمَانٍ۔ **دوم**: وہ جو کلمہ کے درمیان ہو۔ یہ اپنی حرکت کے اعتبار سے لکھا جاتا ہے۔ یعنی زبر والا الف کی اور زیر والا یا کی اور پیش والا واو کی صورت میں لیکن ذیل کی تین۳ صورتوں میں پہلے حرف کی حرکت کے اعتبار سے لکھا جاتا ہے ۱ زیر کے بعد پیش والا جیسے سَنُقْرِئُكَ اور أُنَبِّئُكُمْ ۲ زیر کے بعد زبر والا جیسے نَبِيِّئُكُمْ یہ دونوں یا کی صورت میں لکھے جاتے ہیں ۳ پیش کے بعد زبر والا جیسے يُؤَيِّدُ۔ مُؤَجَّلًا یہ واو کی صورت میں لکھا جاتا ہے اور ان تین حالتوں میں بے صورت ہوتا ہے: ۱ زبر والے کے بعد الف ہو جیسے مَآرِبُ مَثَانٍ۔ ۲ زبر والے کے بعد یائے ساکنہ ہو جیسے خَاطِئِيْنَ۔ مُتَّكِئِيْنَ ۳ پیش والے کے بعد واو ساکنہ ہو جیسے لِيُطْفِئُوْا اور وَيَسْتَنْبِئُوْنَكَ۔ يَطَئُوْنَ **سوم**: وہ جو کلمہ کے آخر میں ہو۔ یہ ہر جگہ اپنے سے پہلی حرکت کے اعتبار سے لکھا جاتا ہے جیسے قُرِئَ۔ لِلْمَلَإِ۔ اَلْمَلَأُ۔ قُرِئَ۔ شَاطِئٌ۔ يُبْدِئُ۔ اَللُّؤْلُؤُ۔ وَلُؤْلُؤًا۔ **دوسری قسم**: ساکن کے بعد حرکت والا ہمزہ یہ ساکن صحیح کے بعد ہو خواہ حرفِ علت کے بعد نیز کلمہ کے درمیان ہو یا آخر میں ہر جگہ رسم سے محذوف (بے صورت) ہوتا ہے۔ لیکن الف کے بعد زبر والا تو بے صورت ہوتا ہے جیسے اٰبَآءَكُمْ۔ نِسَآءَنَا اور زیر والا یا کی صورت میں جیسے نِسَآئِهِمْ اٰبَآئِهِمْ اور پیش والا واو کی صورت میں ہوتا ہے جیسے دُعَآؤُكُمْ یہ تفصیل تو قیاس کے موافق ہے اور بہت سے کلمات ایسے بھی ہیں جن میں ہمزہ کی رسم ان قواعد کے خلاف واقع ہوئی ہے لیکن تخفیف کی وجوہ ان میں بھی وہی ہیں جو اوپر ہمزہ کی ستائیس۲۷ قسموں میں مندرج ہو چکی ہیں۔ ان کے سوا کسی اور طریق سے تخفیف کرنا جائز نہیں۔ اس کے بعد چھ۶ فائدوں میں ہمزہ کی وہ قسمیں درج کی جاتی ہیں جن میں رسم مذکورہ بالا قواعد کے خلاف ہے۔

فائدہ: ۱ ہمزۂ ساکنہ کے بیان میں ہمزۂ ساکنہ متوسطہ گیارہ۱۱ اور متطرفہ چار۴ کلمات میں قیاس کے خلاف آیا ہے۔ متوسطہ کے گیارہ۱۱ کلمات یہ ہیں: ۱ وَرِءْيًا (مریم ع۵) ۲ وَتُئْوِيْ (احزاب ع۶) ۳ تُئْوِيْهِ (معارج ع۱) تینوں میں ہمزہ بے صورت ہے اور اول میں ایک یا اور باقی دو میں ایک واو لکھا ہوا ہے تاکہ رسم میں تماثل یعنی ایک طرح کی دو۲ شکلیں جمع نہ ہوں اور اسی بناء پر دَاوٗدَ میں بھی ایک ہی واو لکھا جاتا ہے۔ ان کو رسم کی بناء پر ایک یا اور ایک واو سے وَرِيًا۔ تُوِيْ پڑھنا صحیح نہیں ۴ الرُّءْيَا ہر جگہ اس میں بھی ہمزہ بے صورت ہے اور ایک یا لکھی ہوئی ہے کیونکہ اگر ہمزہ کو لکھتے تو واو کی صورت میں ہوتا اور اس میں اندیشہ تھا کہ کوئی اس ہمزہ کو بھی را ہی سمجھ لیتا کیونکہ قدیم خط میں را تقریباً واو کی شکل میں لکھی جاتی تھی۔ یا اس لئے بے صورت ہے کہ ادغام کی قراءۃ کو بھی شامل ہو جائے اور نشر کی رو سے یہی اَبْ ہے اور گو اس میں ادغام رسم کے موافق ہے۔ لیکن اظہار اولیٰ ہے اور قیاس سے زیادہ موافق ہے۔ اور اکثر اہلِ ادا اسی پر ہیں اور نظم کے طرق سے بھی اظہار ہی ہے۔ اس میں بھی رسم کی بناء پر وقفاً ایک یا سے رُيَا پڑھنا صحیح نہیں ۵ فَادّٰرَءْتُمْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(بقرہ ع ۹) اس میں تخفیف کی بناء پر دال کے بعد والا الف بھی نہیں ہے اور ہمزہ بھی بے صورت ہے اور اس میں رسم کی بناء پر بھی ہمزہ کے حذف سے فَادّٰرَءتُمْ پڑھنا صحیح نہیں ۶ یَسْـَٔلُوْنَ ـ تَسْـَٔلُوْنَ ہر جگہ ۷ اسْتَاْجِرْهُ ۸ اسْتَاْجَرْتَ (قصص ع ۳) ۹ یَسْتَاْذِنُ جس طرح بھی آئے ۱۰ اِسْتَاْذَنُوْكَ (نور ع ۹) ۱۱ هَلِ امْتَلَـْٔتِ (قٓ ع ۳) ان چھوں میں معلوم اور ظاہر ہونے کی بناء پر اکثر مصاحف میں ہمزہ بے صورت ہے۔ لیکن تخفیف ابدال ہی سے ہوگی نہ کہ رسم کی بناء پر حذف سے بھی۔ متطرفہ ساکنہ[۵] کے چار کلمات یہ ہیں: ۱ وَهَيِّئْ ۲ وَيُهَيِّئْ (کہف ع ۲ ورع ۲) ۳ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۴ الْمَكْرُ السَّيِّئُ (فاطر ع ۵) ان چاروں میں بعض مصاحف میں ہمزہ یا کے بجائے الف کی صورت میں ہے۔ تاکہ ایک قسم کی دو شکلیں جمع نہ ہوں۔ لیکن دانی رح نے اس روایت کا انکار کیا اور سخاوی کہتے ہیں کہ میں نے ان کو شامی مصاحف میں الف ہی کی صورت میں دیکھا ہے اور صاحب نشر نے بھی اپنے مشاہدہ سے ان کی تائید کی ہے ان میں وقفاً ہمزہ کا صرف یا سے ابدال ہوگا نہ کہ رسم کی بناء پر الف سے بھی کیونکہ زیر کے بعد الف کا ادا کرنا کسی طرح بھی ممکن نہیں۔

فائدہ: ۴ اس ہمزہ کے بیان میں جو الف کے سوا کسی اور ساکن کے بعد ہو یہ ان پندرہ[۱۵] کلمات میں قیاس کے خلاف لکھا گیا ہے۔ ۱ هُزُوًا ہر جگہ جو گیارہ[۱۱] موقعوں میں آیا ہے ۲ كُفُوًا (اخلاص میں) ان میں واو کی صورت میں ہے ۳ مَذْءُومًا (اعراف ع ۲) ۴ مَسْـُٔوْلًا (اسراء ع ۴ و احزاب ع ۲) ان میں صرف ایک واو ہے اور ہمزہ قیاس کے موافق بے صورت ہے ۵ وَلَا تَايْـَٔسُوْا ۶ لَا يَايْـَٔسُ (یوسف ع ۱۰) ۷ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ (رعد ع ۴) تینوں میں تا اور یا کے بعد الف ہے جو یا تو بزی کی قراءۃ ظاہر کرنے کیلئے ہے یا انہیں اور يَئِسَ يَئِسُوْا میں فرق کرنے کی غرض سے اور ہمزہ ساکن کے بعد ہونے کی بناء پر بے صورت ہے پس ان میں قیاس کے خلاف کہنے کی حاجت نہیں گو بعض اس کے قائل ہوئے ہیں اور ہذلی نے ان میں حمزہ کیلئے ایک وجہ بزی کی طرح بھی نقل کی ہے ۸ لِيَسُوْٓءُا (اسراء ع ۱) اس میں ایک واو اور اس کے بعد الف ہے پس لِيَسُوْٓءَا والی قراءۃ پر تو الف ہمزہ کی صورت ہے جو ساکن کے بعد قیاس کے خلاف لکھا گیا ہے اور لِيَسُوْٓءُا والی قراءۃ پر ہمزہ قیاس کے موافق بے صورت ہے اور الف زائد ہے جیسا کہ قَالُوْا میں ہے ۹ مَوْئِلًا (کہف ع ۸) اس میں بے صورت ہونے کے بجائے تمام مصاحف میں یا کی صورت میں ہے۔ ۱۰ اَلنَّشْاَةَ تینوں جگہ (عنکبوت و واقعہ ع ۲ و نجم ع ۳) ۱۱ يَسْاَلُوْنَ (احزاب ع ۲) ان دونوں میں بے صورت ہونے کے بجائے بعض مصاحف میں الف کی صورت میں ہے اور نقل کے بعد ہمزہ کا الف سے ابدال بھی عرب سے سنا گیا ہے جو ان میں دوسری وجہ ہے ۱۲ السُّوْٓاٰى (روم ع ۱) اس میں بے صورت ہونے کے بجائے الف کی صورت میں ہے اور اس الف کے بعد یا ہے جو تانیث کے الف کی صورت ہے اور امالہ کی نیت کی بناء پر ہے اور اس میں وقفاً تسہیل ضعیف ہے۔ ۱۳ اَلْمَوْءٗدَةُ (تکویر) اس میں تماثل سے بچنے کے لئے صرف ایک واو ہے اور ہمزہ قیاس کے موافق بے صورت ہے۔ ۱۴ اَنْ تَبُوْٓاَ (مائدہ ع ۵) ساکن کے بعد متطرفہ صرف اسی کلمہ میں بے صورت ہونے کے بجائے الف کی صورت میں ہے۔ ۱۵ لَتَنُوْٓاُ (قصص ع ۸) اس میں واو کے بعد ایک الف لکھا ہوا ہے جو دانی رح اور شاطبی رح کی رائے پر ہمزہ کی صورت ہے اور قیاس کے خلاف ہے۔ لیکن اگر اس کو تَفْتَؤُا کے الف کی طرح زائد مانیں تو ہمزہ قیاس کے موافق بے صورت ہوگا اور قیاس کے خلاف کہنے کی حاجت نہ ہوگی۔

فائدہ: ۵ الف کے بعد ہمزہ متوسطہ بنفسہ کے بیان میں اس کے بھی چند کلمات قیاس کے خلاف

[۵] یہ ہمزہ ساکن نہیں پس اس کا یہاں ذکر کرنا محض طرداً للباب ہے۔ ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آئے ہیں اور اس کی تین صورتیں ہیں: ۱ زیر والا جیسے جَآءَنَا - اَبْنَآءَنَا - نِسَآءَكُمْ یہ ہر جگہ بے صورت ہوتا ہے تاکہ تماثل نہ ہو۔ ۲ زیر والا جس کے بعد یا ہو جیسے اِسْرَآءِيْلَ - وَرَآئِيْ اس قراءۃ پر جس میں ہمزہ کے بعد یا ہے۔ اس میں تماثل سے بچنے کے لئے صرف ایک یا لکھی جاتی ہے اور اٰنِیْ کی رسم اِلٰی جارہ کی طرح ہے تاکہ چاروں قراءتوں کو شامل ہو جائے۔ نشر میں ہے کہ اس میں سے الف تو اختصار کی بنا پر محذوف ہے پس اٰنِیْ والی قراءۃ پر تو یا ہمزہ کی صورت ہے تحقیق کی صورت میں بھی اور تسہیل کی تقدیر پر بھی اور اٰنِیْ والی قراءۃ پر یا خود یا کی صورت ہے اور اٰنِیْ والی قراءۃ پر ایک یا تماثل کی بناء پر محذوف ہے جو ظاہراً ہمزہ کی صورت تھی اور جو ثابت ہے وہ یا کی صورت ہے۔ واللہ اعلم ۳ پیش والا جس کے بعد واو ہو جیسے یَشَآءُوْنَ - یُرَآءُوْنَ - جَآءُوْ اس میں بھی تماثل سے بچنے کے لئے صرف ایک واو لکھا جاتا ہے اور ان دونوں قسموں میں دو احتمال ہیں: ۱ ہمزہ بے صورت ہو اور یا اور واو جو لکھے ہوئے ہیں وہ خود اپنی ہی صورت ہوں ۲ ہمزہ یا اور واو کی صورت میں ہو اور خود یا اور واو محذوف ہوں اور ذیل کے چار کلمات میں اختلاف ہے: ۱ اَوْلِيٰٓئُهُمْ (بقرہ ع۳۴ و انعام ع۱۵) ۲ اَوْلِيٰٓئِهِمْ (انعام ع۱۴) ۳ اَوْلِيٰٓئِكُمْ (احزاب ع۱) ۴ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ (فصلت ع۴) عراق کے اکثر مصاحف میں تو ان میں ہمزہ بے صورت ہے اور باقی میں پیش والا واو کی اور زیر والا یا کی صورت میں ہے۔ اور اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗ (انفال ع۴) میں اکثر مصاحف میں قیاس کے موافق واو کی صورت میں ہے اور بعض میں بے صورت ہے اور تخفیف صرف تسہیل سے ہوگی مد کے ساتھ بھی اور قصر کے ساتھ بھی اور علی ضباعؒ نے اس میں مد قصر دونوں کے ساتھ واو سے ابدال بھی بتایا ہے لیکن اتحاف اور غیث النفع وغیرہ کتب سے اس کی تائید نہیں ہوتی اس لئے متروک ہے اور اسی طرح جَزَآؤُهٗ (یوسف ع۹) میں غازی کی رائے پر بے صورت اور باقی حضرات کے قول پر واو کی صورت میں ہے اور تخفیف شروع سے یہاں تک کے تمام کلمات میں قیاس کے موافق تسہیل سے ہے جو مد و قصر کے ساتھ ہوگی اور تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ (شعراء ع۴) تمام مصاحف میں ایک الف سے لکھا ہوا ہے اور یہ الف بعض کی رائے پر پہلا ہے اور بعض کی رائے پر دوسرا ہے جو ہمزہ کی صورت ہے۔

فائدہ: ۱۲ الف کے بعد متطرفہ کے بیان میں اس کے بھی چند کلمات قیاس کے خلاف آئے ہیں یہ ہمزہ پیش والا بھی ہوتا ہے اور زیر والا بھی پیش والا ان گیارہ کلمات میں قیاس کے خلاف آیا ہے جو شعر ۱۱۳ کے پہلے فائدہ کی بارہ قسموں میں سے دسویں قسم میں تخفیف کی وجوہ سمیت درج ہو چکے ہیں۔ جن میں سے پہلا جَزٰٓؤُا اور گیارھواں عُلَمٰٓؤُا ہے اور الف کے بعد زیر والا چار کلمات میں یا کی صورت میں ہے اور یہ بھی اسی دسویں قسم میں بیان ہو چکے ہیں۔

فائدہ: ۱۳ اس ہمزہ متطرفہ میں جو زبر کے بعد حرکت والا ہو اس ہمزہ پر زیر بھی ہوتا ہے اور پیش بھی پس زبر کے بعد زیر والا صرف مِنْ نَّبَاِی (انعام ع۴) میں یا کی شکل میں ہے اور یا سے پہلے ایک الف بھی لکھا ہوا ہے اور نشر کی رو سے صحیح یہ ہے کہ اس میں الف زائد ہے اور یا ہمزہ کی صورت ہے لیکن چونکہ قاعدہ یہ ہے کہ متطرفہ حرکت کے بعد ہو تو پہلے حرف کی حرکت کے اعتبار سے لکھا جاتا ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ الف کو ہمزہ کی صورت اور یا کو زائد کہا جائے اور بعض کہتے ہیں کہ اس میں الف اور یا دونوں ہمزہ ہی کی صورتیں ہیں۔ الف وقف کے اعتبار سے ہے کیونکہ یہ وقفاً الف سے بدلتا ہے اور یا وصل کے اعتبار سے ہے۔ اس لئے کہ ہمزہ پر زیر ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اس میں چار وجوہ ہیں جو شعر نمبر ۲ کے بعد فائدہ نمبر ایک کے ششم میں نمبر تین کے ذیل میں بیان ہو چکی ہیں اور زبر کے بعد پیش والا گیارہ کلمات میں واو کی شکل میں ہے۔ جو اپنی پانچ وجوہ سمیت اسی ششم کے نمبر چار میں درج ہو چکے ہیں جن میں سے پہلا یَبْدَؤُا اور گیارہواں نَبَؤُا ہے۔

فائدہ: نمبر ۸ اس ہمزہ متوسطہ میں جو حرکت کے بعد حرکت والا ہو الغ اس کی دو صورتیں ہیں: اوّل جس کے بعد یا اور واو مدہ ہوں یہ ہر جگہ بے صورت ہوتا ہے یا تو تماثل کی بناء پر یا اس لئے کہ حذف و اثبات والی دونوں قراءتوں کو شامل ہو جائے اور اس کی چار قسمیں ہیں: نمبر ۱ زیر کے بعد زیر والا جس کے بعد یا ہو جیسے خٰطِئِیْنَ۔ خٰسِئِیْنَ نمبر ۲ زیر کے بعد پیش والا جس کے بعد واو ہو جیسے مُسْتَهْزِءُوْنَ۔ فَمَالِئُوْا نمبر ۳ پیش کے بعد پیش والا جس کے بعد واو ہو جیسے بِرُءُوْسِكُمْ ان تینوں قسموں میں ہمزہ کی حرکت کے موافق یا اور واو کے مانند تسہیل اور رسم کی بناء پر حذف ہے اور نشر میں رسم کی پیروی والوں کے لئے حذف ہی کو اولیٰ بتایا ہے اور دوسری قسم میں یا سے ابدال بھی ہے۔ پس اس میں تین وجوہ ہیں۔ نمبر ۴ زبر کے بعد پیش والا جس کے بعد واو ہو اس میں سے یَطَـُٔوْنَ (توبہ ع ۱۵) اور تَطَـُٔوْهَا (احزاب ع ۳) اور تَطَـُٔوْهُمْ (فتح ع ۳) ان تین کلموں میں تسہیل اور حذف ہے اور گو وَیَدْرَءُوْنَ (رعد ع ۳ و قصص ع ۶) اور لِیَـُٔوْسًا اور یَـُٔوْسٌ اور فَادْرَءُوْا (آل عمران ع ۱۷) بھی اسی قسم میں سے ہیں۔ لیکن ان میں حذف کسی کتاب میں بھی نہیں ملا۔ اس بناء پر ان میں تسہیل ہی پڑھنی چاہئے۔ دوم: وہ جس کے بعد یا اور واو مدہ نہ ہوں عام ہے کہ بالکل نہ ہوں یا ہوں۔ مگر لین ہوں۔ اس کی تین قسمیں ہیں: (الف) وہ ہمزہ جو زبر کے بعد ہو۔ اس میں سے زبر کے بعد زبر والا ان سات کلمات میں قیاس کے خلاف ہے: (۱) اِطْمَاَنُّوْا (یونس ع ۱) (۲) لَاَمْلَئَنَّ کا دوسرا ہمزہ ہر جگہ (۳) اِشْمَاَزَّتْ (زمر ع ۵) تینوں میں اکثر عراقی قرآنوں میں بے صورت اور بعض میں الف کی صورت میں ہے (۴) اَرَءَیْتَ۔ اَفَرَءَیْتَ۔ اَرَءَیْتُمْ۔ اَفَرَءَیْتُمْ جس طرح بھی آئے اس میں بھی ہر جگہ دوسرا ہمزہ بعض مصاحف میں الف کی صورت میں ہے اور بعض میں بے صورت ہے تاکہ دونوں قراءتوں کو شامل ہو جائے (۵) رَاٰ میں ہر جگہ را کے بعد الف ہے یا کے بغیر لیکن نجم (ع ۱) کے پہلے اور تیسرے میں الف کے بعد یا بھی ہے جو امالہ کے لغت کی بناء پر ہے۔ (۶) وَنَاٰ میں دونوں جگہ نون کے بعد ایک الف ہے تاکہ دونوں قراءتوں کو شامل ہو جائے۔ چنانچہ نَآءَ والی قراءۃ پر تو ظاہر ہے کہ الف اپنی صورت میں ہے اور ہمزہ بے صورت ہے اور دوسری قراءۃ پر الف ہمزہ کی صورت ہے اور جو الف یا سے بدلا ہوا ہے وہ محذوف ہے۔ اور زبر کے بعد زیر والا یَوْمَئِذٍ اور حِیْنَئِذٍ میں یا کی صورت میں ہے جو ماقبل سے متصل ہے اور یہ دونوں ایک کلمہ کے حکم میں ہیں اور ان سب میں صرف تسہیل ہوگی اور مَلَا۟ئِهٖ اور مَلَا۟ئِهِمْ میں ہمزہ قیاس کے موافق یا کی صورت میں ہے اور اس سے پہلے ایک الف زائد ہے اور دانی اور شاطبی کا یا کو زائد کہنا قاعدہ کے خلاف ہے۔ اور زبر کے بعد پیش والا صرف یَبْنَؤُمَّ (طٰہٰ ع ۵) میں واو کی صورت میں ہے جو ابن کے نون سے اور ابن یائے ندائیہ سے متصل ہے اور یائے ندائیہ کا الف محذوف ہے۔ پس یہ تمام رسماً ایک کلمہ ہے اور چونکہ یہ متوسط بغیرہ ہے۔ اس لئے اس میں تسہیل و تحقیق دو وجوہ ہیں (ب) وہ ہمزہ جو زیر کے بعد ہو (۱) زیر کے بعد متوسطہ زبر والا سَیِّئَةٌ کی جمع سَیِّاٰتِ جیسے سَیِّاٰتِكُمْ۔ سَیِّاٰتِهِمْ میں ہر جگہ تماثل کی بناء پر ہمزہ بے صورت ہے اور اس کے بجائے قیاس کے خلاف جمع مؤنث کے الف کو ثابت رکھا ہے اور سَیِّئَةٌ واحد میں ہمزہ یا کی صورت میں ہے اور مِائَةٌ اور مِائَتَیْنِ میں ہمزہ قیاس کے موافق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا کی صورت میں ہے اور اس سے پہلے الف زائد ہے (۲) زیر کے بعد پیش والا سَنُقْرِئُكَ ۔ وَلَا يُنَبِّئُكَ وغیرہ میں یا کی صورت میں ہے اور اس میں دو وجوہ ہیں: (۱) تسہیل واو کی طرح (۲) رسم کی بناء پر یا سے ابدال (سَنُقْرِيُكَ) (ج) وہ ہمزہ جو پیش کے بعد ہو۔ پیش کے بعد زیر والا صرف سُئِلَ ۔ سُئِلُوا اور سُئِلَتْ میں قیاس کے موافق یا کی صورت میں ہے اس میں بھی دو وجوہ ہیں: (۱) تسہیل (۲) واو سے ابدال اور متوسط بزائدہ جن کلمات میں قیاس کے خلاف ہے ان کا ذکر شعر ۲۴۸ اور ۲۵۱ کے فائدہ میں آئے گا۔

۲۴۷/۱۳ ۔ وَمُسْتَهْزِءُونَ الْحَذْفُ فِيهِ وَنَحْوِهِ ۔ وَضَمٌّ وَكَسْرٌ قَبْلُ قِيلَ وَأُخْمِلَا

ترجمہ: اور مُسْتَهْزِءُونَ جو ہے اس میں اور اس کے مانند (دوسرے تمام کلمات) میں (ہمزہ کا) حذف ہے اور (اس قسم میں حذف کے بعد واو سے پہلے حرف پر) ضمہ ہے۔ (تاکہ واو سالم رہے) اور (اسی قسم میں ہمزہ سے) پہلے (حرف پر) کسرہ بھی کہا گیا ہے اور یہ (کسرہ والی وجہ) پوشیدہ (اور ضعیف) پائی گئی ہے (یعنی نقل و دلیل کی رو سے ظاہر اور مشہور نہیں ہے کیونکہ اس سے مُسْتَهْزِوْنَ ہو جاتا ہے۔ اور کسرہ کے بعد واو ساکن پایا جاتا ہے۔ جس کی نظیر کلام عرب میں بالکل نہیں ہے۔ چہ جائیکہ قرآن میں)

تشریح: یعنی جن کلمات میں کسرہ کے بعد ہمزہ پر ضمہ ہو اور اس کے بعد واو ہو جیسے مُسْتَهْزِءُونَ ۔ لِيُطْفِـُٔوا ۔ لِيُوَاطِـُٔوا ان سب میں تیسری وجہ میں رسم کی بناء پر ہمزہ کا حذف اور واو سے پہلے حرف پر زیر کے بجائے پیش سے یعنی مُسْتَهْزُونَ یہ قیاس واداء دونوں کے اعتبار سے صحیح ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہمزہ کے حذف کے بعد واو سے پہلے حرف پر زیر ہی رہے گا یہ وجہ نہ تو نقلاً صحیح ہے اور نہ قیاس ہی کے موافق ہے اور اُخْمِلَا میں ناظم رح نے اسی وجہ کو ضعیف اور متروک بتایا ہے۔ پس اس قسم میں صحیح وجوہ تین ہو گئیں: (۱) تسہیل (۲) یا سے ابدال (۳) حذف۔

فائدہ: (۱) اُخْمِلَا میں الف اطلاق کیلئے ہے نہ کہ سخاوی اور ان کی پیروی میں دوسرے شارحین کے قول کے موافق تثنیہ کیلئے کیونکہ اس صورت میں تو مطلب یہ نکلے گا کہ ضمہ اور کسرہ دونوں ہی ضعیف ہیں حالانکہ ضمہ قیاساً بھی صحیح ہے اور اداءً بھی اور اگر دونوں وجوہ کا ضعیف بتانا منظور ہوتا تو دونوں فعلوں میں تثنیہ کا الف لا کر قِيلَا وَأُخْمِلَا کہتے اور اس سے وزن بھی درست رہتا تھا لیکن اس پر بھی واحد کا صیغہ لانا یہ بتا رہا ہے کہ صرف کسرہ کے ضعف کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں (۲) مُسْتَهْزِءُونَ کی قسم میں حذف رسمی تخفیف کے تحت میں معلوم ہو گیا تھا لیکن چونکہ حذف کے بعد پہلے حرف کے ضمہ اور کسرہ میں اختلاف تھا۔ اس لئے اس کو بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی (۳) یہ ضمہ یا تو نقل کی بناء پر ہے اس طرح پر کہ پہلے ماقبل کی حرکت کو گرا دیا پھر ہمزہ کا ضمہ اس کو دیدیا چنانچہ فَاطُونَ اور صَابُونَ میں بھی اسی طرح تعلیل کی گئی ہے یا ہمزہ سے پہلے حرف کا کسرہ گرا دینے کے بعد واو کے سالم رکھنے کے لئے اس پر ضمہ لے آئے ہیں اور سخاوی کا ضمہ کو بھی ضعیف قرار دینا اس بناء پر ہے کہ ان کے خیال میں یہ ضمہ ہمزہ کا ہے جو نقل کے ذریعہ ماقبل پر آ گیا ہے اور نقل ساکن کی طرف ہوا کرتی ہے نہ کہ متحرک کی طرف بھی لیکن اوپر اسی نمبر تین میں معلوم ہو چکا ہے۔ کہ پہلی حرکت گرا دینے کے بعد متحرک کی طرف بھی نقل صحیح ہے (۴) فراء کہتے ہیں کہ بعض عرب فعل ہی میں ہمزہ کو یا سے بدل لیتے ہیں یعنی اِسْتَهْزَيْتُ کہتے ہیں پس جو حضرات مُسْتَهْزُونَ پڑھتے ہیں ان کی قراءۃ اسی لغت کی بناء پر ہے مُسْتَقْصُونَ کی طرح اور کسائی سے بھی اسی طرح منقول ہے کہ ہمزہ کے بغیر وقف کرنے والے زا کے ضمہ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مُسْتَهْزِءُوْنَ پڑھتے ہیں اور اس قسم کے دوسرے کلمات میں بھی یہی صورت ہے اور زجاج کی رائے بھی یہی ہے اور اَلْخَاطُوْنَ میں نافع سے بھی ایک روایت پر ہمزہ کا حذف اور طا کا پیش آیا ہے اور صَابُوْنَ میں بھی ان کی قراءۃ یہی ہے۔ پس ضمہ کو ضعیف کہنے کی کوئی وجہ نہیں (۵) مُسْتَهْزِءُوْنَ وغیرہ میں مذکورہ بالا تین صحیح وجوہ کے علاوہ بعض نے تین اور بتائی ہیں: ۱۔ مُسْتَهْزُوْنَ اسی کو ناظمؒ نے ضعیف و متروک کہا ہے ۲۔ مُسْتَهْزِيُوْنَ ۳۔ ہمزہ کی تسہیل یا کے مانند اور تینوں غیر صحیح ہیں۔

متوسط بزائدہ

۲۴۸/۱۴ وَمَا فِيْهِ يُلْفٰى وَاسِطًا بِزَوَائِدٍ ۔ دَخَلْنَ عَلَيْهِ فِيْهِ وَجْهَانِ اُعْمِلَا

صفت مبع

ترجمہ: اور وہ (لفظ) جس میں ہمزہ اس حالت میں پایا جائے کہ وہ ان زائد حروف کے سبب متوسط بن جانے والا ہو جو اس (ہمزہ) پر داخل ہو گئے ہوں اس (لفظ کے ہمزہ) میں ایسی دو وجوہ ہیں جو (پڑھنے پڑھانے میں) استعمال کی گئی ہیں (یعنی متوسط بزائدہ میں ہر جگہ دو وجوہ میں ۱۔ تحقیق ۲۔ جو قاعدہ پایا جائے۔ اس کی رو سے تخفیف)

ان زائد حروف کی مثالیں جن کی بناء پر ہمزہ متوسط بزائدہ بن جاتا ہے

۲۴۹/۱۵ ۔ كَمَا هَا وَيَا وَاللَّامِ وَالْبَا وَنَحْوِهَا ۔ وَلَامَاتِ تَعْرِيْفٍ لِّمَنْ قَدْ تَأَمَّلَا

ترجمہ: (ان زائد حروف کی مثالیں تفصیل) ھا اور (ندا کی) یا اور لام (جارہ و ابتدائیہ) اور فا (استینافیہ یا جزائیہ) اور ان کے مانند (دوسرے حروف واو عاطفہ۔ با جارہ۔ ہمزہ استفہامیہ۔ سین استقبالیہ اور تشبیہ کے کاف) کی اور تعریف کے ان لامات کی طرح ہیں (جن کو میں) اس شخص کے لئے (ایک بار باب النقل میں بیان کر دینے کے بعد یہاں مکرر لایا ہوں) جو سوچے (اور غور کرے کیونکہ غور اور فکر سے کام لینے والا فوراً سمجھ لے گا کہ اَلْ کے بعد والا ہمزہ بھی متوسط بزائدہ ہے اس بناء پر کہ اَلْ کے جدا کر دینے پر بھی کلمہ درست اور صحیح رہتا ہے اس لئے اَلْ بھی زائد حرف کے مرتبہ میں ہے)

شرح: متوسط بزائدہ وہ ہمزہ ہے جس سے پہلے نہ کہ بعد میں کوئی ایسا زائد حرف آرہا ہو جس کے جدا کر دینے کے بعد بھی کلمہ درست رہتا ہو۔ عام ہے کہ وہ حرف رسماً ہمزہ سے ملا ہوا ہو یا اس سے جدا ہو لیکن جزو کے مرتبہ میں نہ ہو جیسے يٰاَيُّهَا۔ هٰاَنْتُمْ۔ لَاَنْتُمْ وغیرہ پس ایسے ہمزہ میں ہر جگہ دو وجوہ ہیں: ۱۔ جو قیاسی یا رسمی قاعدہ اس میں پایا جا رہا ہو اس کی رو سے تخفیف جو تسہیل سے بھی ہوتی ہے اور ابدال سے بھی اس بناء پر کہ یہ ہمزہ اس زائد حرف کے سبب متوسط بن گیا ہے اور عارض کا اعتبار کر لیا ہے یہ ابوالفتح کا اور اہل عراق اور اہل مصر اور اہل مغرب میں سے جمہور اہل ادا کا مذہب اور دانی کے نزدیک پسندیدہ ہے ۲۔ تحقیق اس بناء پر کہ حقیقت کے لحاظ سے ہمزہ کلمہ کے شروع میں ہے اور ان حروف کی زیادتی عارضی ہونے کی بناء پر اعتبار کے قابل نہیں۔ یہ ابوالحسن طاہر بن غلبون کا اور ان کی پیروی میں بہت سے قراء کا مذہب ہے اور حمزہ سے اس کی بابت نص بھی آئی ہے۔ اور قرآن مجید میں ہمزہ سے پہلے ایسے زائد حروف دس[5] آئے ہیں۔ ۱۔ تنبیہ کی ھا جیسے هٰاَنْتُمْ۔ هٰٓؤُلَآءِ ۲۔ ندا کی یا جیسے يٰاٰدَمُ۔ يٰاَيُّهَا۔ يٰاِبْرٰهِيْمُ۔ يٰاُخْتَ ان دونوں کے بعد والے ہمزہ میں مد تین بلا وجوہ ہیں (۱) تحقیق مد کے ساتھ (۲ و ۳) تسہیل مد و قصر کے ساتھ اور رسم کی بناء ھَاَنْتُمْ میں الف سے اور هٰٓؤُلَآءِ میں واو سے ابدال ضعیف اور متروک ہے اور جعبری

[5] یہ دسوں حروف ھیٌ لَبٌ اَسٌ کَفٌ وَاَلٌ میں جمع ہیں۔ ۱۲۔ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی رائے پر ہاأنتم کی ہا تنبیہ ہی کے لئے ہے اور اس کا استفہام کے ہمزہ سے بدلا ہوا ہونا ضعیف ہے ۳ لام ابتدائیہ جس پر زبر ہوتا ہے جیسے لَاَنْتُمْ - لَاِلَى اللّٰهِ اور لام جارہ جس پر زیر ہوتا ہے جیسے وَلِاَبَوَیْهِ - لِاُولٰهُمْ - لِاُخْرٰهُمْ ۴ باجارہ جیسے بِاَنَّهُمْ - بِاٰخَرِیْنَ - لَبِاِمَامٍ - فَبِاَیِّ - بِاَسْمَآئِهِمْ ۵ استفہام کا ہمزہ جیسے ءَاَنْذَرْتَهُمْ - ءَاَلِدُ - ءَاُلْقِیَ - اَئِنَّكَ ۶ سین جیسے سَاُصْرِفُ - سَاُورِیْكُمْ ۷ کاف جیسے كَاَنَّهُمْ - فَكَاَنَّمَا - كَاَنَّهُنَّ ۸ فا جیسے فَاٰتُوْهُنَّ - فَاٰمِنُوْا - فَاٰمَنْتُمْ - فَاَمَّا - فَاُوَارِیَ ۹ واو جیسے وَاَنْتُمْ وَاِمَّا - وَاُولٰٓئِكُمْ - ان سات حرفوں میں تفصیل یہ ہے کہ اگر ہمزہ ان میں سے لام جارہ یا با کے بعد ہو۔ تو اس میں یہ دو۲ وجوہ ہیں: ۱ تحقیق ۲ ہمزہ کا زبر والی یا سے ابدال وَلِاَبَوَیْهِ - لِئَلَّا - بِاَیِّکُمُ - فَبِاَیِّ - بِاٰخَرِیْنَ - اور اگر ہمزہ لام جارہ کے بعد ہو اور ہمزہ پر پیش ہو تو اس میں تین وجوہ ہیں ۱ تحقیق ۲ واو کے مانند تسہیل ۳ پیش والی یا سے ابدال - لِاُولٰهُمْ - لِاُخْرٰهُمْ اور باقی آٹھ حروف پر چونکہ زبر ہے۔ اس لئے ان کے بعد والے ہمزہ میں ہر حال میں دو۲ وجوہ ہیں: ۱ تحقیق ۲ ہمزہ کی حرکت کے اعتبار سے تسہیل بین بین ۱۰ تعریف کا لام (اَل) جیسے اَلْاٰخِرَةِ - اَلْاَنْهٰرُ اس کی وجوہ۔ اسی باب کے شعر ۲ تا ۶ کے فائدہ میں نمبر چار کے ذیل میں گذر چکی ہیں۔

فائدہ: ۱ متوسطہ بزائدہ بھی چند کلمات میں قیاس کے خلاف لکھا ہوا ہے اور ان کلمات کی دو۲ صورتیں ہیں:- اوّل وہ جن میں ہمزہ - ہمزہ ہی کے بعد ہو۔ ۱ زبر کے بعد پیش والا اَؤُنَبِّئُكُمْ (آل عمران ع) میں الف کے بجائے واو کی صورت میں ہے اور اس میں تیسرا ہمزہ یا کی صورت میں ہے اور اس میں وجوہ کی تفصیل شعر ۵ کے دوسرے فائدہ میں ششم کے ذیل میں گذر چکی ہے اور اس قسم کے دوسرے کلمات ءَاُنْزِلَ - ءَاُلْقِیَ میں دوسرا ہمزہ قیاس کے موافق الف ہی کی صورت میں ہے اور ان میں اور اُن تمام کلمات میں جن کے شروع میں دو۲ یا تین الف جمع ہو رہے ہوں۔ ایک ہی الف لکھا جاتا ہے جیسے ءَاَنْذَرْتَهُمْ - ءَاَلِدُ - ءَاٰلِهَتُنَا - ءَاٰمَنْتُمْ تاکہ رسم میں تماثل نہ ہو ۲ زبر کے بعد زیر والا جیسے ءَاِذَا - ءَاِنَّا وغیرہ اس قسم میں بھی ہر جگہ ایک ہی الف لکھا جاتا ہے جو پہلے ہمزہ کی صورت ہے اور دوسرا بے صورت ہوتا ہے۔ لیکن ان آٹھ کلمات میں وصل کی نیت کی بناء پر دوسرا ہمزہ بے صورت ہونے کے بجائے یا کی صورت میں ہے۔ (۱) اَئِنَّكُمْ چار جگہ (انعام و فصلت ع و نمل ع میں اور عنکبوت ع میں دوسرا۔ پس عنکبوت ع کے پہلے اِنَّكُمْ میں قیاس کے موافق الف کی صورت میں ہے اور اس میں بھی دو۲ ہمزہ پڑھنے والوں کیلئے ایک ہی الف لکھا جائے گا) (۲) اَئِنَّ لَنَا (شعراء ع) (۳) اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ (نمل ع) (۴) اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ (یٰس ع) (۵) اَئِمَّةً پانچوں جگہ (۶) اَئِفْكًا (صٰفّٰت ع) ان تینوں میں عراقی مصاحف میں پہلا ہمزہ الف کی اور دوسرا یا کی صورت میں ہے اور باقی مصاحف میں صرف ایک الف ہے۔ (۷) اَئِنَّا لَتَارِكُوْا (صٰفّٰت ع) (۸) اَئِذَا مِتْنَا (واقعہ ع) — اور اَئِمَّةً کا ہمزہ گو فا کلمہ میں ہے۔ لیکن یہ متوسطہ بنفسہ ہے کیونکہ پہلا ہمزہ جمع کیلئے ہے اور اس کو جدا کر دینے سے کلمہ درست نہیں رہتا۔ اس لئے اس میں وقفاً صرف تسہیل ہو گی۔ اور اسی قسم میں سے اَفَائِنْ مَّاتَ (آل عمران ع) اور اَفَائِنْ مِّتَّ (انبیاء ع) میں فا کے بعد الف پھر یا ہے اور نشر کی رو سے صحیح یہ ہے کہ الف زائد ہے اور یا ہمزہ کی صورت ہے۔ لیکن چونکہ اِنْ کا ہمزہ کلمہ کے شروع میں ہے۔ اس لئے قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یا کو زائد کہا جائے نہ کہ الف کو۔ دوّم: وہ جو ہمزہ کے سوا کسی اور زائد حرف کے بعد ہو ۱ زبر کے بعد پیش والا اس قسم میں سے سَاُورِیْكُمْ (اعراف ع و انبیاء ع) اور وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ (طٰہٰ و شعراء ع) دونوں میں سین اور لام کے بعد الف پھر واو ہے۔ نشر و اتحاف میں ہے کہ سَاُورِیْكُمْ میں اکثر مصاحف میں اور وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ (طٰہٰ اور شعرا) میں بعض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں واو زائد لکھا ہوا ہے اور دانیؒ کی مقنع میں ہے کہ میں نے ساور یکمؐ میں دونوں جگہ مدنی مصاحف میں اور تمام عراقی مصاحف میں الف کے بعد واو دیکھا ہے اور وَلَاُوَصَلِّبَنَّكُمْ (طٰہٰ اور شعرا) میں بعض میں ہمزہ کے بعد واو سے ہے اور بعض میں واو کے بغیر ہے۔ اور لَاُصَلِّبَنَّكُمْ (اعراف ع۱۴) میں تمام مصاحف واو کے حذف پر متفق ہیں۔ پھر ان دونوں میں بعض کے قول پر تو الف ہمزہ کی صورت ہے اور واو زائدہ ہے اور بعض عکس کے قائل ہیں اور قیاس کی رو سے اول اولیٰ ہے اور نشر کی تحقیق پر ظاہر یہ ہے کہ وَلَاْ اَوْضَعُوْا اور لَاْ اَذْبَحَنَّهٗ کی طرح ان دونوں میں بھی الف ہی کو زائد کہا جائے۔ نمبر ۲ زبر کے بعد زیر والا صرف وَلَئِنْ میں ہر جگہ یا کی صورت میں ہے جو لام سے ملی ہوئی ہے اور تخفیف تسہیل ہی سے ہوگی نہ کہ ابدال سے بھی نمبر ۳ زیر کے بعد زبر والا لِئَلَّا میں تینوں جگہ یا کی صورت میں ہے اور بِاَیْیدٍ (ذٰریٰت ع۳) اور بِاَیِّكُمُ (ن ع۱) دونوں میں با کے بعد الف پھر دو یائیں ہیں اور قیاس کی رو سے ان میں الف ہمزہ کی صورت ہے اور یا زائد ہے اور نشر کی رو سے مِائَةٌ کی طرح ان میں بھی الف زائد ہے اور پہلی یا ہمزہ کی صورت ہے لیکن چونکہ ان دونوں میں ہمزہ متوسط یا زائدہ اور مِائَةٌ میں منفصہ ہے اس لئے ظاہر یہ ہے کہ دونوں بابوں میں فرق کیا جائے۔ اور بِاٰیٰتِ اور بِاٰیٰتِنَا میں ہر جگہ بعض عراقی مصاحف میں با کے بعد الف پھر دو یائیں ہیں۔[۵] سو ایک جماعت کی رائے پر پہلی یا زائد ہے پس الف ہمزہ کی صورت ہوگا اور تخفیف چاروں میں یا کے ساتھ ابدال سے ہوگی اور چونکہ یہ زائد ہے اس لئے تحقیق ہی ہے۔ نمبر ۴ وہ ہمزہ جو تنبیہ کی ہا کے بعد ہو اس میں سے هٰٓؤُلَآءِ میں ہمزہ واو کی صورت میں ہے جو ہا سے ملا ہوا ہے اور اس کا الف محذوف ہے اَیُّهَا کے الف کی طرح اور اس کی وجہ شعر نمبر ۸ کے دوسرے فائدہ کے ضمن میں بیان ہو چکی ہیں اور هٰٓاَنْتُمْ میں جو الف ہے یہ ہمزہ کی صورت ہے اور تنبیہ کی ہا کا الف محذوف ہے اور اس میں مد و قصر کے ساتھ تسہیل اور صرف مد کے ساتھ تحقیق تین وجوہ ہیں اور رسم کی بناء پر الف سے ابدال ضعیف ہے۔ نمبر ۵ جو اَلْ کے بعد ہو اس میں سے اٰلْئٰنَ میں ہر جگہ (جن میں یونس ع۵ و ع۹ والا بھی شامل ہے) لام کے بعد والا ہمزہ بے صورت ہے۔ اس بناء پر کہ کلمہ کے شروع والے ہمزہ کو درمیان والے کے مرتبہ میں سمجھ لیا ہے اور سورہ جن کے اَلْئٰنَ میں بعض مصاحف میں لام کے بعد الف ہے جو ہمزہ کی صورت ہے اور اس کے بعد والا الف اختصار کی بناء پر محذوف ہے اور تخفیف اس میں بھی دو طرح ہے (۱) نقل سے (۲) سکتہ سے۔ اور اَلْئَیْكَةِ دونوں جگہ (شعراء ع۱۰ و ص ع۱) میں لام سے پہلے اور بعد والے دونوں الفوں کے بغیر لکھا ہوا ہے تاکہ دونوں قراءتوں کو شامل ہو جائے اور اس کی تخفیف بھی اٰلْئٰنَ کی طرح ہے۔

فائدہ: نمبر ۲ جعبری کی رائے پر ہشام متلانہ کی قیاسی کی طرح رسمی تخفیف میں بھی حمزہ کے ساتھ شریک ہیں۔ لیکن علی قاری فرماتے ہیں کہ اولاً تو یہ مشہور کے خلاف ہے۔ دوسرے ناظمؒ نے اس موافقت کو رسمی تخفیف سے پہلے بیان کیا ہے جس سے یہ نکلتا ہے کہ ہشام قیاسی ہی تخفیف میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔ تیسرے شعر نمبر ۱ کے رَوَوْا اَنَّهٗ بِالْخَطِّ میں اَنَّهٗ کی ہا بھی بلاشبہ حمزہ ہی کیلئے ہے۔ انتہیٰ اور تیسیر میں بھی رسمی تخفیف کی نسبت حمزہ ہی کی طرف کی ہے۔ لیکن طیبہ میں دونوں تخفیفوں کے بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے۔ ع

" وَمِثْلُهٗ خُلْفُ هِشَامٍ فِی الطَّرَفْ "

کلمہ کے آخر والے ہمزہ میں ہشام بھی حمزہ کی طرح ہیں لیکن ان کیلئے نشر کے طرق سے تحقیق بھی ہے۔ اس سے یہ نکلتا ہے کہ رسمی میں بھی ہشام شریک ہیں۔

فائدہ: نمبر ۳ هٰٓؤُلَآءِ میں الف کو محذوف کر کے ہا اور اسم اشارہ دونوں کو رسماً ایک کلمہ قرار دیا ہے اور اسی لئے اس

[۵] لیکن یہ قول مشہور و معمول نہیں ۱۲۰ ط۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ہمزہ کو واو کی صورت میں لکھا ہے۔ لیکن مد کے بارہ میں اس کو دو ہی کلموں کے مرتبہ میں رکھا ہے۔ اسی لئے اس کا مد منفصل ہے (۲) یا ندائیہ کے الف کو بھی اسی بناء پر حذف کیا ہے کہ یَا اور اس کا مابعد رسماً متصل ہو کر ایک کلمہ بن گیا ہے اور یٰٓاَیُّھَا اور یٰبَنَؤُمَّ میں جو الف یَا کے بعد ہے وہ یا ندائیہ کا نہیں بلکہ اَیُّھَا اور اِبْنَ کے ہمزہ کی صورت ہے اور یَا کا الف بدستور محذوف ہے اور دلیل یہ ہے کہ جب اس کے بعد وہ کلمات آتے ہیں جن کے شروع میں ہمزہ نہیں ہوتا اس وقت بھی اس کا الف محذوف ہوتا ہے جیسے یٰقَوْمِ۔ یٰمُوسٰی اور مد کے بارہ میں یَا ندائیہ کو بھی جدا کلمہ قرار دیا گیا ہے اور وقف کے بارہ میں ھَا اور یَا دونوں کو مستقل کلمہ نہیں سمجھا اسی لئے ان پر وقف درست نہیں۔ اور ھَآؤُمُ (حاقہ ع) ھٰٓاَنْتُمْ کی طرح نہیں ہے کیونکہ ھٰٓاَنْتُمْ میں تو ھَا تنبیہ کی ہے جو اَنْتُمْ پر آ رہی ہے اور ھَآؤُمُ میں ھَا اسم فعل ہے جو خُذْ کے معنیٰ میں ہے پھر اس کے آخر میں جمع کی ضمیر آ گئی ہے اور یہ وقفاً ھَاؤُمْ ہوگا اور چونکہ اس کا ہمزہ متوسط بنفسہٖ ہے اس لئے اس میں حمزہ کیلئے وقفاً صرف تسہیل ہوگی مد و قصر کے ساتھ اور مکی کی رائے یہ ہے کہ اس پر وقف نہیں کر سکتے کیونکہ ان کا خیال یہ ہے کہ یہ اصل میں ھَاؤُمُوْ تھا واو سے۔ پھر اِقْرَءُوْا کے ساتھ متصل کر دینے کی نیت سے واو کے بغیر لکھا ہے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ اس پر وقف کرنا بہتر نہیں کیونکہ اگر واو کے بغیر وقف کروگے تو اصل کے خلاف ہو جائے گا اور واو سے کروگے تو رسم کے خلاف ہو جائے گا اور شیخ سخاوی نے بھی قصیدہ کی شرح میں اسی طرح کی تقریر کی ہے حالانکہ یہ سہو ہے کیونکہ ھَآؤُمُ کا میم اَنْتُمْ کے میم کی طرح (جمع کی ضمیر) ہے جس میں اصل صلہ ہے جیسا کہ اس کا بیان ام القرآن ۱۱۲ میں ابن کثیر کی قراءۃ میں گذر چکا ہے اور رسم ھُمْ کُمْ تُمْ میں ہر جگہ اس صورت میں بھی واو کے بغیر ہے جس میں میم کے بعد والے حرف پر حرکت ہو پس جس جگہ ان کے بعد ساکن ہو وہاں تو بدرجہ اولیٰ رسم واو کے بغیر ہی ہونی چاہیئے (اور ھَآؤُمُ اقْرَءُوْا کا بھی یہی حال ہے کہ اس میں میم کے بعد قاف ساکن ہے) اور جب ھُمْ کُمْ۔ تُمْ میں صلہ والے ابن کثیر بھی اصل کے موافق واو سے وقف نہیں کرتے تو کیا صلہ نہ کرنے والے اس پر واو سے وقف کریں گے (نتیجہ یہ کہ ھَآؤُمُ میں وقف بلاشبہ میم ہی پر ہوگا) ابراز۔ (۳) یہاں زائد حروف سے مراد وہ ہیں جن کے جدا کر دینے سے کلمہ کی بناء فاسد نہ ہو۔ پس مضارع کی علامت اور اسم فاعل اور اسم مفعول اور اسم ظرف کے بعد والا ہمزہ متوسط بزائد نہیں ہے بلکہ بنفسہٖ ہے اور ابن القاصح نے وَاْمُرْ اور فَاْذَنُوْا کو بھی متوسط بزائدہ کی مثالوں میں شامل کر دیا ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ وَاْمُرْ اور فَاْذَنُوْا میں ہمزہ اصل کے لحاظ سے مبتدیہ ہے اور جو زائد حرف اس پر داخل ہوا ہے اس کے اعتبار سے متوسط ہے اور چونکہ اس واو اور فا پر وقف نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یہ کلمہ کے جزو کی طرح ہو گیا ہے اور الَّذِی اؤْتُمِنَ۔ یٰصٰلِحُ ائْتِنَا۔ اِلَی الْھُدَی ائْتِنَا بھی انہیں کی طرح ہیں کیونکہ ان تینوں مثالوں میں جو کلمہ ہمزہ سے پہلے ہے وہ بھی وَاْمُرْ اور فَاْذَنُوْا کے واو اور فا کے مرتبہ میں ہے (یعنی ان پانچوں مثالوں میں ابدال و تحقیق دونوں وجہ ہیں) انتہیٰ اور حق یہ ہے کہ ہمزہ ساکنہ کا اس باب سے کوئی تعلق نہیں۔ اس میں ہر حال میں صرف تخفیف ہے۔ اس کی تحقیق نقل کے خلاف ہے۔ (۴) اَدَاْمِنَ۔ اَفَاَمِنَ وغیرہ میں جعبری کا یہ فرمانا (کہ ہمزہ نے واو اور فا کے حکم کو منسوخ کر دیا) نہایت بعید ہے کیونکہ اگر ہمزہ کے ساتھ فا اور واو بھی جمع ہو رہے ہوں تب بھی تو ان کے بعد والا ہمزہ متوسط بزائدہ عارضیہ ہی رہتا ہے اس لئے کہ ظاہر ہے کہ یہ ہمزہ حقیقتاً متوسط نہیں ہے۔ (۵) گو یہاں لام تعریف کے بیان کرنے کی حاجت نہ تھی اس لئے کہ اَلْ کے بعد والے ہمزہ کا حکم باب النقل میں بیان کر چکے ہیں۔ لیکن چونکہ یہاں یہ بات بتانی تھی کہ اَلْ بھی اسی قسم میں داخل ہے اور ساکن منفصل کی بہ نسبت اس میں نقل اولیٰ ہے اس لئے اس کو بیان کر دیا یا یہ کہا جائے کہ لام تعریف میں دو اعتبار ہیں۔ (۱) حقیقی کہ یہ حقیقت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لحاظ سے ایک جدا کلمہ ہے (٢) مجازی کہ اَلْ اپنے مابعد سمیت ایک کلمہ ہے اس بناء پر کہ رسماً ان دونوں میں قوی درجہ کا اتصال ہے۔ پس باب النقل میں اس کا ذکر پہلے معنیٰ کے اعتبار سے تھا اور یہاں دوسرے معنیٰ کے لحاظ سے ہے اس لئے تکرار نہیں

ضروری تنبیہ:- (١) رسمی تخفیف کا تعلق صرف ہمزہ سے ہے پس مَا تَشٰٓؤُا۔ الْعُلَمٰٓؤُا میں الف کو اس لئے حذف نہیں کر سکتے کہ لکھا ہوا نہیں ہے اور لِشَاْیْءٍ (کہف) اور وَّ لَا اَوْضَعُوْا اور لَا اَذْبَحَنَّهٗ میں الف کو اس لئے ثابت نہیں رکھ سکتے کہ وہ لکھا ہوا ہے کیونکہ اس قسم کے حذف اور اثبات سے کلمہ کی بناء فاسد ہو جاتی ہے (٢) بُرَءٰٓؤُا (ممتحنہ ع ١) میں را کے بعد واو پھر الف ہے اور محققین کی رائے پر پہلا ہمزہ اور اس کے بعد کا الف محذوف ہے اور واو دوسرے ہمزہ کی صورت ہے اور اس کے بعد والا الف زائد ہے جو فاصلہ کے لئے ہے لیکن اس کے برخلاف ابو شامہ کی رائے یہ ہے کہ اس میں واو پہلے ہمزہ کی صورت ہے اور الف دوسرے کی۔ پس رسمی تخفیف میں پہلا ہمزہ زبر والے واو سے بدل جائے گا اور دوسرے میں قیاسی اور رسمی دونوں متفق ہیں کیونکہ ہمزہ وقف کی بناء پر ساکن ہو گیا اور اس سے پہلے حرف پر زبر ہے اس لئے الف سے بدل جائے گا اور اس صورت میں اس کا تلفظ بُرَوَا ہوگا نیز فرماتے ہیں کہ رسمی تخفیف میں رَاٰ اور تَرٰٓءَا میں متطرفہ کا قاعدہ جاری ہوگا۔ کیونکہ ان میں ہمزہ کے بعد کوئی حرف لکھا ہوا نہیں ہے اور دوسرے سب حضرات رَاٰ اور تَرٰٓءَا کے ہمزہ کو متوسط کہتے ہیں جو بالکل ظاہر ہے۔ نیز علی قاری فرماتے ہیں کہ رسم کی بناء پر اٰبَآؤُنَا میں ہمزہ کا حذف اور اَبْنَآئِكُمْ میں یا سے اور جَزٰٓؤُكُمْ میں واو سے ابدال ہے اور حذف و ابدال دونوں میں مد بھی ہے اور قصر بھی اور اِسْرَآءِيْلَ اور جَآءَكُمْ میں بھی مد قصر کے ساتھ یا اور واو سے ابدال کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ بے صورت ہونے کی تقدیر پر اَوْلِيٰٓـئُكُمْ بھی اٰبَآؤُنَا کی طرح ہے اور قُرُوْٓءٍ اور النَّسِيْٓءُ میں مد و قصر کے ساتھ حذف بھی ہے اور انصاب کی دلیل کی بناء پر بھی ظاہر ہے کیونکہ اس سے کلمہ اپنے اصل تلفظ پر رہتا ہے اور اصفہانی نے رسمی ابدال کو ضعیف بتایا ہے اور قُرُوْٓءٍ اور النَّسِيْٓءُ میں ادغام میں قیاسی اور رسمی دونوں کو متحد بتا کر مد و قصر دونوں کے ساتھ حذف کو ناجائز کہا ہے لیکن اس کی وجہ نہ عقلاً ظاہر ہے نہ نقلاً انتہیٰ تقریر علی القاری۔ مقام کی تقریر طویل ہے۔ یہاں ابو شامہ اور ملا علی قاری دونوں کے یہ ارشاد اس غرض سے نقل کئے گئے ہیں کہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ ایسے محققین نے بھی رسمی تخفیف میں بعض جگہ خلاف چیزیں بیان کر دی ہیں چنانچہ بُرَءٰٓؤُا۔ رَاٰ۔ تَرٰٓءَا۔ اٰبَآؤُنَا۔ اَبْنَآئِكُمْ۔ جَزٰٓؤُكُمْ۔ اِسْرَآءِيْلَ۔ جَآءَكُمْ۔ اَوْلِيٰٓـئُكُمْ۔ قُرُوْٓءٍ۔ النَّسِيْٓءُ سب محققین کی رائے پر غیر صحیح ہیں۔ اس لئے رسمی تخفیف میں خصوصاً اور دونوں تخفیفوں میں عموماً نہایت احتیاط سے کام لینا چاہیئے اور تخفیف صرف انھیں وجوہ سے کی جائے جو اوپر ستائیس قسموں میں بیان کی گئی ہیں۔ ان سے ذرا بھی تجاوز نہ کیا جائے ورنہ غلطی میں مبتلا ہونے کا سخت اندیشہ ہے۔ (٣) غیر قیاسی رسم والے الفاظ میں ہر جگہ تخفیف کا طریقہ اس لئے نہیں بتایا گیا کہ اس کے قواعد پوری تفصیل سے تین فائدوں میں بیان ہو چکے ہیں پس ان میں سے جس ہمزہ میں تخفیف کی وجہ معلوم کرنی ہو اس کو دیکھو۔ اگر وہ ساکنہ ہو تو شعر نمبر ٢ کے پہلے فائدہ میں دیکھو اور اگر ساکن کے بعد حرکت والا ہو تو شعر نمبر ٣٦ کے فائدہ نمبر ایک سے معلوم کر لو اور اگر حرکت کے بعد حرکت والا ہو تو شعر نمبر ٨٥ کے فائدہ نمبر ایک میں دیکھ لو۔

اشمام و روم وقفی کے جائز و ناجائز ہونے کے موقعوں کا بیان

(ص ١٧)

٢٥٠/١٤ - وَاَشْمِمْ وَرُمْ فِيْمَا سِوٰى مُتَبَدِّلٍ ‏ بِهَا حَرْفَ مَدٍّ وَّاعْرِفِ الْبَابَ مَحْفِلَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ:- (اور تو میرے بتائے ہوئے قواعد کے موافق ہمزہ کی تخفیف بھی کر) اور (اس کے باوجود) اس (ہمزہ) کے سوا (باقی ہمزوں) میں اشمام بھی کر اور روم بھی کر جو ان (کلمات کے آخر) میں حرف مد سے بدل جانے والا ہو (یعنی جو ہمزہ خالص حرفِ مد سے بدل جائے اس میں تو اشمام و روم ناجائز ہیں اور باقی ہمزوں میں سے پیش والے میں دونوں اور زیر والے میں صرف روم بھی جائز ہے پس ہمزہ کی تخفیف اشمام و روم کیلئے مانع نہیں ہے) اور تو اس (روم و اشمام کے یا ہمزہ کے پورے) باب (کے قواعد) کو سمجھ لے (اور یاد کرلے) اس حالت میں کہ تو (ان کا) اہتمام کرنے والا ہے (یعنی یہ بات تیری عادت میں داخل ہے کہ قواعد کو پورے اہتمام اور محنت سے یاد کرتا ہے یا اس حال میں کہ یہ باب قواعد کے مجتمع ہونے کی جگہ ہے کہ اس میں ہمزہ کی تخفیف اور اشمام و روم تمام چیزوں کے قواعد پوری طرح بیان کردئے گئے ہیں)

شرح: یعنی جو ہمزہ کلمہ کے آخر میں ہو اس کی تخفیف مذکورۂ بالا قواعد میں سے چاہے جس قاعدہ سے کی گئی ہو اس میں حرکت کے لحاظ سے اشمام و روم بھی جائز ہیں لیکن جو ہمزہ خالص حرفِ مد سے بدل جائے اس میں اشمام و روم جائز نہیں ہیں اور خالص حرف مد سے دو صورتوں میں بدلتا ہے (۱) یہ کہ الف کے بعد ہو جیسے مِنَ السَّمَآءِ - اَلسُّفَهَآءُ (۲) یہ کہ حرکت کے بعد ہو جیسے لِلْمَلَاِ - اَلْمَلَاُ عام ہے کہ اس ہمزہ کا سکون لازمی ہو جیسے اِقْرَاْ - نَبِّئْ یا عارضی ہو جیسے مِنْ شَاطِئِ - نَبَاُ اور اگر عارضی سکون والے میں یہ اعتبار کرلیا جائے کہ اولاً اس کو یا اور واو متحرک سے بدلا ہے پھر اس یا اور واو کو وقف کی بناء پر ساکن کیا گیا ہے۔ چونکہ اس صورت میں ہمزہ خالص حرف مد سے نہیں بدلا ہے۔ اس لئے اب اس میں حرکت کے موافق روم و اشمام جائز ہوں گے۔ اسی طرح جو ہمزہ متطرفہ الف کے بعد ہو یا حرکت کے بعد ہو اس میں بھی بعض کے قول پر تسہیل کے ساتھ روم جائز ہے۔ جو ہمزہ کی تخفیف کی ایک قیاسی وجہ ہے۔ جیسا کہ ابھی شعر ۱۸ میں آئے گا۔ اور یہ اشمام و روم کا قاعدہ ان چار ۴ قسموں کو شامل ہے اور اشمام و روم انہیں میں جائز ہیں۔ ۱۔ یہ کہ ہمزہ کی حرکت نقل کرکے اس سے پہلے ساکن کو دی گئی ہو۔ اور یہ ساکن صحیح بھی ہوتا ہے اور واو و یائے اصلی بھی جیسے اَلْمَرْءُ - دِفْءٌ - سَوْءٌ - شَيْءٌ - سُوْءٌ - پس چونکہ ان میں ہمزہ کی حرکت نقل کرکے را - فا - واو - یا کو دی گئی ہے۔ اس لئے ان حروف میں سکون کے ساتھ اشمام و روم بھی جائز ہیں ۲۔ یہ کہ ہمزہ کو واو - یا سے ابدال کرکے اس میں پہلے واو اور یا کا ادغام کیا گیا ہو اور یہ بھی دو ۲ قسموں میں ہوتا ہے۔ یعنی واو اور یائے زائدہ کے بعد آئیں بھی جیسے بَرِيٌّ - اَلنَّسِيُّ - قُرُوٌّ اور بعض کے قول پر واو و یائے اصلی کے بعد آئیں بھی جیسے سُوٌّ - سَوٌّ - شَيٌّ ۳۔ وہ ہمزہ جس کا رسمی تخفیف کی بناء پر واو اور یا سے ابدال کیا گیا ہو یہ الف کے بعد بھی ہوتا ہے جیسے اٰنَآءِ اور اِيْتَآءِ - شُرَكٰٓؤُا - نَشٰٓؤُا اور حرکت کے بعد بھی جیسے مِنْ نَّبَاِىْ - اَتَوَكَّؤُا ۴۔ وہ ہمزہ جو اخفش کے مذہب پر ضمہ کے بعد واو سے اور کسرہ کے بعد یا سے بدل گیا ہو جیسے لُؤْلُؤٌ - يُبْدِئُ -

فائدہ: (۱) چونکہ نقل و ادغام کی صورت میں آخری حرف پر حرکت ہوتی ہے۔ اس لئے ان میں اشمام و روم ہوتے ہیں۔ نقل کی صورت میں تو ظاہر ہے اور ادغام کی تقدیر پر اس لئے کہ ادغام حرکت ہی والے حرف میں ہوا کرتا ہے پس ادغام سے آخری حرف کی حرکت قوی ہو گئی۔ (۲) مد سے ابدال کی صورت میں ہمزہ يَخْشٰى - يَرْجِىْ - يَغْزُوْا کے الف - یا - واو کی طرح ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس میں اشمام و روم جائز نہیں اور اس بارہ میں کلیہ یہ ہے کہ جو ہمزہ الف کے اور حرکت کے بعد ہو اس میں تو اشمام و روم ناجائز ہیں کیونکہ انھیں دونوں صورتوں میں ہمزہ حرفِ مد سے بدلتا ہے اور جو ہمزہ الف کے سوا کسی اور ساکن کے بعد ہو اس میں حرکت کے لحاظ سے اشمام و روم دونوں یا صرف روم جائز ہے۔ (۳) گو اشمام و روم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا بیان اٹھارہویں باب میں بھی آئے گا۔ لیکن یہاں ان کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ شاید کسی کو یہ وہم گذرے کہ تخفیف والے ہمزہ میں اشمام و روم ناجائز ہوں گے (۴) تسہیل والے ہمزہ میں اشمام اس لئے نہیں ہوتا کہ تسہیل حرکت والے میں ہوا کرتی ہے اور اشمام سکون کے ساتھ مخصوص ہے۔ (۵) علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ ناظمؒ کے شعر سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اشمام و روم رسمی تخفیف میں بھی جاری ہیں حالانکہ صحیح مذہب کی رو سے قیاسی ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اس لئے میں نے بجائے حرفٍ مدّنِ کے بجائے بِمَدِّنِ قِیَاسًا کر دیا ہے۔ (۶) جعبری فرماتے ہیں چونکہ یہاں باب کے قواعد ختم ہو چکے تھے اس لئے وَاعْرِفِ الْبَابَ کہکر اس کے اہتمام کی تاکید کر دی کہ مذکورۂ بالا کلیات سے قیاس کے ذریعہ اس باب کی تمام جزئیات کا حکم نکال لو۔ (۷) وَاعْرِفِ الْبَابَ مَحْفِلًا کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اشمام و روم کی تعریف اور اس کے مواقع معلوم کرنا چاہو تو اس خاص (اٹھارہویں) باب کو سمجھ لو جس میں ہم نے ان کو بیان کیا ہے۔

تخفیفِ قیاسی مختلف فیہ کی دوسری قسم یعنی واو و یائے زائدہ کی طرح اصلیہ کے بعد والے ہمزہ میں بھی ابدال و ادغام

۲۵۱/۱۷ - وَمَا وَاوٌ اَصْلِيٌّ تَسَكَّنَ قَبْلَهُ ۝ اَوِ الْيَا فَعَنْ بَعْضٍ بِالْاِدْغَامِ حُمِّلَا

ترجمہ:- اور وہ (ہمزہ) جس سے پہلے اصلی واو یا (اصلی) یا ساکن ہو (جو عین کلمہ کے بجائے ہو) وہ بھی بعض (اہل ادا) سے (ابدال و) ادغام کے ساتھ متلبس ہو کر) روایت کیا گیا ہے (یعنی واو و یائے زائدہ کے بعد والے ہمزہ میں سب کے اور اصلیہ کے بعد والے میں بعض کے قول پر ابدال و ادغام ہے)

شرح: یعنی جس ہمزہ سے پہلے واو اصلی یا یائے اصلی ساکن ہو عام ہے کہ وہ ہمزہ متوسط ہو یا متطرف بعض اہل ادا اس کا بھی واو یا سے ابدال کر کے پہلے واو اور یا کا اس میں ادغام روایت کرتے ہیں جیسے اَلسُّوْٓاٰی - سِيْٓئَتْ - اِسْتَيْئَسَ سَوْءَةَ اور جیسے شَيْءٌ - اَلْمُسِيْٓءُ - لَتَنُوْٓءُ - سُوْٓءٌ اور اسی باب کے شعر ۲۲ میں معلوم ہو چکا ہے کہ اس قسم میں نقل ہے۔ اس لئے اس میں دو وجہ ہو گئیں: (۱) نقل شَيَا - شَيْ (۲) ابدال و ادغام شَيًّا - شَيٌّ اور واو و یائے زائدہ کے بعد والے میں صرف ابدال و ادغام ہے جو شعر ۱۵ میں بیان ہو چکا ہے هَنِيًّا - بَرِيٌّ - قُرُوٌّ -

فائدہ: اس قسم میں ادغام اس لئے ہے کہ نقل کی حرکت کے قبول نہ کرنے میں بعض نے اصلیہ کو زائدہ کے مرتبہ میں سمجھ لیا ہے اور یونس اور سیبویہ نے یہ وجہ عرب سے نقل کی ہے اور اس شعر کی باقی بحث رسالۂ تغیرات میں دیکھو۔

تخفیفِ قیاسی مختلف فیہ کی تیسری قسم تسہیل مع الرّوم

۲۵۲/۱۸ - وَمَا قَبْلَهُ التَّحْرِيكُ اَوْ اَلِفٌ مُّحَرْ ۝ رَكًا طَرَفًا فَالْبَعْضُ بِالرَّوْمِ سَهَّلَا

ترجمہ:- اور وہ (ہمزہ) جس سے پہلے (حرف پر) حرکت ہو یا (اس سے پہلے) الف ہو۔ اس حالت میں کہ وہ (ہمزہ) حرکت دیا گیا ہو نیز اس حالت میں کہ وہ (کلمہ کے) آخر میں ہو۔ بعض نے (اس ہمزہ کو) روم کے ساتھ (پڑھتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے اس کی) تسہیل کی ہے۔

تتمہ - تسہیل مع الروم کے بارہ میں دو مذہبوں کا رد جن میں سے اول پر تینوں حرکتوں میں ناجائز اور دوم پر تینوں میں جائز ہے

۲۵۷ وَمَنْ لَّمْ يَرُمْ وَاعْتَدَّ مَحْضًا سُكُونَهُ ۞ وَأَلْحَقَ مَفْتُوحًا فَقَدْ شَذَّ مُوغِلَا
۱۹

ترجمہ:- اور جس نے (تینوں حرکتوں میں سے کسی میں بھی تسہیل کے ساتھ) روم نہیں کیا اور اس آخری حرف کے سکون کو خالص سکون سمجھا ہے (اور ساکن حرف میں روم نہیں ادا کرتا۔ اس لئے اس میں بھی نہیں کیا) اور جس نے (تسہیل مع الروم کے جائز رکھنے میں) فتحہ والے کو بھی (کسرہ اور ضمہ والے سے) ملا دیا ہے۔ (اور تینوں حرکتوں میں روم کو جائز بتایا ہے) ان دونوں میں سے ہر ایک کا مذہب شاذ ہو گیا ہے۔ اس حالت میں کہ یہ (شاذ ہونے میں راہِ حق سے) دور چلا جانے والا ہے۔

شرح: یعنی اگر ہمزہ حرکت کے بعد یا الف کے بعد کلمہ کے آخر میں ہو اور خود ہمزہ پر بھی حرکت ہو جیسے لِلْمَلَإِ الْمَلَأُ اور اَلْمَآءِ - يَشَآءُ تو اس میں جمہور کے مذہب پر تو الف کے بعد الف سے اور حرکت کے بعد اسی حرکت کے موافق مدہ سے ابدال ہے جو اوپر شعر ۲۲۵ میں بیان ہو چکا ہے اور بعض کے مذہب پر اس میں روم کے ساتھ تسہیل بھی ہے اور یہ بھی حمزہ سے منقول ہے۔ اور اس بارہ میں چار مذہب ہیں۔ (۱) اگر ہمزہ پر کسرہ یا ضمہ ہو جیسے لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْ مَّآءٍ - مِنَ السَّمَآءِ - اللُّؤْلُؤُ - تَفْتَؤُا - يَبْدَؤُا نَشَآءُ - اَلْمَآءُ - اَلسُّفَهَآءُ تو روم کے ساتھ تسہیل جائز ہے اس بناء پر کہ اس میں حرکت کے بعض حصہ کو پوری حرکت کے قائم مقام قرار دے کر ہمزہ کو متحرک سمجھا ہے اور اسی لئے اس کی تخفیف حرکت والے کی طرح تسہیل سے کی ہے اور اگر ہمزہ پر فتحہ ہو جیسے بَدَأَ - شَآءَ تو ناجائز ہے یہ ابو الفتح اور سبط الخیاط اور ناظم رح اور اکثر قراء اور بعض نحاۃ کا مذہب ہے۔ (۲) اگر ان دونوں قسموں میں کسرہ اور ضمہ والا ہمزہ یا اور واو کی صورت میں لکھا ہوا ہو (جیسے مِنْ نَّبَإِي اور اَتَوَكَّؤُا - اَنۢبَآؤُا - شُرَكٰٓؤُا) تب تو رسم کی موافقت کی بناء پر روم کے ساتھ تسہیل جائز ہے۔ کیونکہ رسم سے اس کو قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ ورنہ ناجائز اور یہ مکی اور ابن شریح اور دوسرے حضرات کا مذہب ہے۔ (۳) تینوں حرکتوں میں ہر حال میں ناجائز ہے کیونکہ جب ہمزہ وقفاً ساکن ہو گیا تو الف ماقبل مفتوح کی طرح ہو گیا اور اس کا سکون خالص اور اصلی بن گیا۔ اس لئے اس کی تخفیف ساکنہ کی طرح ابدال سے کی جائے گی نہ کہ متحرکہ کی طرح تسہیل سے یہ جمہور کا مذہب ہے۔ (۴) تینوں حرکتوں میں اور ہر صورت میں جائز ہے اور اگرچہ فتحہ میں وقفاً روم کے ناجائز ہونے پر اتفاق ہے۔ لیکن اس کے لئے ان حضرات نے یہ عذر پیش کیا ہے کہ ہمزہ کی تخفیف کی بناء پر روم کی ضرورت پیش آ گئی۔ اس لئے جائز ہو گیا اور ناظم رح نے ان دونوں میں سے پہلے شعر میں تو صحیح مذہب بتایا ہے کہ روم کے ساتھ تسہیل جائز ہے پھر وَمَنْ لَّمْ يَرُمْ الخ میں تیسرے اور چوتھے دونوں مذہبوں کا رد کیا ہے۔ یعنی جو لوگ تینوں حرکتوں میں روم کے ساتھ تسہیل کو ناجائز بتلاتے ہیں اور ہمزہ کے سکون کو خالص اور اصلی سکون کہتے ہیں جیسا کہ جمہور کی رائے ہے اور جو تینوں حرکتوں میں جائز بتاتے ہیں۔ ان دونوں جماعتوں کا مذہب شاذ اور ضعیف ہے۔ اور ان میں سے دوسرا بعید تر ہے۔ کیونکہ یہ فتحہ میں بھی روم کو جائز بتاتے ہیں یہ دونوں مذہب اور ان کا رد زیادات میں سے ہے۔ پس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرکت اور الف کے بعد کسرہ اور ضمہ والے ہمزہ میں ۲۶ وجوہ ہو گئیں: ۱ ناظم رحمہ اللہ وغیرہ کے مذہب پر روم کے ساتھ تسہیل اور اب ہمزہ سے پہلے الف میں مد اور قصر دونوں جائز ہوں گے ۲ جمہور کے مذہب پر صرف ابدال اور نشر میں دونوں وجہ کو صحیح بتایا ہے۔

فائدہ: ۱ شرح سے یہ بات خوب واضح ہو گئی کہ ان دونوں شعروں میں تسہیل مع الروم کا بیان ہے پہلے شعر میں یہ بتایا ہے کہ روم کے ساتھ تسہیل جائز اور صحیح ہے اور دوسرے میں انکار کرنے والوں کا رد کیا ہے اور اتحاف اور تقریب النفع و سراج القاری و شرح سبعہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف تسہیل مع الروم ہی میں ہے نہ کہ اس اشمام اور روم میں جو سولہویں شعر وَأَشْمِمْ وَرُمْ الخ میں مذکور ہے۔ کیونکہ ان کا تو کوئی بھی منکر نہیں چنانچہ اتحاف میں مذکورہ بالا چار مذہبوں میں سے تیسرا یعنی جمہور کا مذہب بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے وَضَعَّفَهُ الشَّاطِبِيُّ وَمَنْ تَبِعَهُ وَعَدُّوهُ شَاذًّا کہ شاطبی اور ان کے متبعین نے اس کو ضعیف بتایا ہے اور شاذ شمار کیا ہے۔ لیکن ابو شامہ کی رائے پر یہ مطلب ضعیف ہے اور اسی لئے اس کو آخر میں بیان فرمایا ہے اور اولاً ایک اور تقریر کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وَمَنْ لَّمْ يَرُمْ الخ وَأَشْمِمْ وَرُمْ کا تتمہ ہے نہ کہ وَمَا قَبْلَهُ التَّحْرِيكُ کا۔ اور مطلب یہ ہے کہ وَأَشْمِمْ وَرُمْ الخ کی شرح میں جن چار صورتوں میں اشمام و روم کو جائز بتایا ہے بعض حضرات ان صورتوں میں بھی اشمام و روم کا انکار کرتے ہیں اور ضمہ اور کسرہ والے ہمزہ میں بھی اسی طرح اشمام و روم نہیں کرتے۔ جس طرح فتحہ والے میں نہیں کرتے۔ پس ان کے نزدیک تینوں حرکتوں کا ایک ہی حکم ہے اس بناء پر کہ یہ ہمزہ کے وقتی سکون کو خالص اور اصلی سکون سمجھتے ہیں اور گویا ان کا خیال یہ ہے کہ نقل کے موقعوں میں تو ہمزہ بے صورت ہونے کی بناء پر بالکل حذف ہو گیا ہے اور ہمزہ سے پہلا حرف جس طرح پہلے ساکن تھا اسی طرح اب بھی ساکن ہے اور ادغام و ابدال کی صورت میں جو حرف ہمزہ کی جگہ آیا ہے۔ جب وہ خود عارضی ہے تو اس کی حرکت بھی عارضی ہے۔ پس یہ حضرات جس طرح اَلْخَبْءَ میں اشمام و روم نہیں کرتے اسی طرح دِفْءٌ۔ اَلْمَرْءُ اور شَيْءٌ۔ سُوءٌ۔ سُوءٍ۔ شَيْءٌ۔ سُوءٌ۔ سُوءٍ۔ بَرِيءٌ۔ قُرُوءٌ اور اٰنَاۤئِ۔ مُتَّكَأً۔ نَبِيءٌ۔ لُؤْلُؤٌ اور شَاطِئِ۔ لُؤْلُؤٍ میں بھی نہیں کرتے۔ لیکن ان کا یہ مذہب تحقیق سے دور اور شاذ ہے کیونکہ حمزہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جو ہمزہ خالص حرفِ مد سے بدل جائے۔ اس کے سوا سب قسموں میں اشمام و روم جائز ہیں اور وَمَا قَبْلَهُ التَّحْرِيكُ الخ کا تتمہ اس لئے نہیں ہو سکتا کہ ۱۶ وَأَشْمِمْ وَرُمْ میں ناظم رحمہ اللہ نے بتایا ہے کہ جو ہمزہ حرفِ مد سے بدل جائے اس میں اشمام و روم جائز نہیں اور ہمزہ حرفِ مد سے ان دو صورتوں میں بدلتا ہے: (۱) الف کے بعد ہو (۲) حرکت کے بعد ہو۔ پھر انہیں صورتوں میں روم نہ کرنے والوں کے قول کو شاذ کہنا کیونکر صحیح ہو گا ــــــ اس کے جواب میں احقر عرض کرتا ہے کہ وہاں جس اشمام و روم کو ناجائز بتایا ہے یہ وہ ہے جو وقفی وجوہ میں ہر جگہ مستعمل ہے اور جس روم کا یہاں ذکر ہے یہ وہ ہے جو ہمزہ کی تخفیف کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ پس جب دونوں ایک دوسرے سے جدا ہیں تو اگر ایک کو جائز کہہ کر دوسرے کے منکر کے قول کو شاذ بتا دیا تو اس میں کوئی اشکال نہیں۔ نیز وہ ہمزہ جو مد سے بدل جائے اور وہ جس میں تسہیل کی جائے دونوں کی حقیقتیں ایک دوسرے سے جدا ہیں اس لئے وَأَشْمِمْ الخ میں قول ہی اشمام و روم کو ناجائز بتا کر وَمَا قَبْلَهُ الخ میں تسہیل والے ہمزہ میں روم کو جائز بتایا ہے اور وَمَنْ لَّمْ يَرُمْ الخ میں ثانی کے منکر کا رد کیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان دونوں میں ذرا بھی منافات نہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ ناظم رحمہ اللہ نے جو وَمَنْ لَّمْ يَرُمْ میں روم ہی کا ذکر کیا ہے اور اشمام کا نہیں کیا۔ ممکن ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کی وجہ یہ ہو کہ اس فریق نے روم ہی کا انکار کیا ہو اور اشمام کا نہ کیا ہو اس بناء پر کہ اس کا تلفظ سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ صرف عضو سے ہوتا ہے۔ اس لئے اس میں آسانی ہے اور یہ باب بھی تخفیف ہی کا ہے۔ پس اشمام اس باب کے مناسب ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ناظم رح نے روم ہی کے ذکر کو اشمام کے لئے بھی کافی سمجھ لیا ہو جیسے سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ میں وَالْبَرْدَ کا ذکر اسی لئے نہیں فرمایا کہ اَلْحَرَّ اس پر بھی دال ہے انتہیٰ۔ موصوف کو یہ تکلف اس لئے اختیار کرنا پڑا کہ صاف اور واضح تقریر کو چھوڑ کر مطلب کیلئے ایک نئی تقریر اختیار فرمائی ہے۔

خلاصہ یہ کہ وَمَنْ لَّمْ يَرُمْ ابو شامہ کی رائے پر لَوْ وَاَشْمِمْ وَرُمْ کا تتمہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ چاروں صورتوں میں جمہور کی رائے پر اشمام و روم جائز ہے لیکن بعض کی رائے پر ان میں بھی ناجائز ہے اگر روایت سے ثابت ہو جائے کہ بعض نے اشمام و روم کا بھی انکار کیا ہے تو یہ مطلب بھی بالکل صحیح ہے اور اس تقدیر پر وَمَنْ لَّمْ يَرُمْ میں اشمام و روم کے منکرین کا رد ہوگا اور دوسرے شارحین کی رائے پر وَمَنْ لَّمْ يَرُمْ، وَمَا قَبْلَهُ التَّحَرُّكُ کا تتمہ ہے پس وَمَا قَبْلَهُ الخ میں تسہیل مع الروم کو جائز بتا کر وَمَنْ لَّمْ يَرُمْ میں اس کے منکرین کا رد کیا ہے اور شرح میں دوسرے ہی مطلب کو اختیار کیا ہے۔

فائدہ: ۲ (۱) بعض حضرات نے ابدال کے مقابلہ میں تسہیل کو اس لئے اختیار کیا ہے کہ الف اور حرکت کے بعد کلمہ کے آخر والے ہمزہ کا جمہور کے مذہب پر مدہ سے ابدال ہوتا ہے جس میں اشمام و روم ناجائز ہیں پس ابدال سے وہ روم ترک ہو جاتا تھا جو تمام قراء کے یہاں مختار ہے۔ اس لئے انہوں نے ابدال نہیں کیا اور چونکہ وقف پوری حرکت پر نہیں ہو سکتا یا تو سکون سے ہو سکتا ہے یا روم سے اور سکون کی صورت میں تسہیل ہو نہیں سکتی تھی اس لئے روم کو اختیار کر لیا تاکہ وقف بھی ہو جائے اور تسہیل کی صورت بھی نکل آئے۔ پس اس تسہیل کو ان حضرات نے ابدال کے بجائے اختیار کیا ہے۔ (۲) علی قاری رح وَمَا قَبْلَهُ الخ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ سُوْءٍ۔ اَلْمُسِيْءُ۔ لِيَسُوْءَ۔ جِائِيَ۔ سِيْئَ میں ابدال و ادغام کی تقدیر پر تو واو اور یا میں مد نہ ہوگا کیونکہ مدہ پر حرکت آجاتی ہے اور حرکت کی صورت میں عام ہے کہ عارضی ہو یا لازمی مد نہیں ہوا کرتا لیکن نقل کی صورت میں ان کلمات کے واو اور یا میں مد بھی باقی رہے گا کیونکہ گو نقل کے سبب واو اور یا مدہ پر حرکت آجاتی ہے۔ لیکن سکون سے وقف کرنے کی صورت میں ان کا سکون لوٹ آتا ہے۔ انتہیٰ۔ ظاہر ہے کہ سُوْءٍ وغیرہ میں نقل کی صورت میں واو اور یا میں اشمام و روم بھی جائز ہیں جیسا کہ شعر ۱۶ میں معلوم ہو چکا ہے اور یہ اسی بناء پر ہے کہ اس حرکت کو اصلی سمجھ لیا ہے کیونکہ عارضی حرکت میں تو اشمام و روم ناجائز ہیں۔ پس حرکت کے اصلی ہوتے ہوئے سمجھ میں نہیں آتا کہ موصوف کس بناء پر ان کے عارضی سکون کو اصلی کا مرتبہ دے کر مد کو جائز بتاتے ہیں۔ محققین میں سے کوئی بھی اس قسم میں وقفاً حمزہ کے لئے مد کا قائل نہیں ۱۔ بندۂ ناچیز کو ایک طرف تو اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ اگر علی قاری رحمہ اللہ کی شرح کی خصوصاً اور دوسری شروح کی عموماً رہنمائی نہ ہوتی تو شاطبیہ کی شرح میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتا تھا اور دوسری طرف ادب کا پورا لحاظ رکھتے ہوئے یہ شکایت بھی ہے کہ اس باب میں ایسے معتبر و مسلم محقق نے بھی کئی موقعوں میں تحقیق و تدقیق سے کام نہیں لیا اور رسمی تخفیف میں بہت سی ایسی وجوہ درج فرما دی ہیں جن کو محققین نے ناجائز بتایا ہے۔ (۳) بعض کہتے ہیں کہ روم اور تسہیل دونوں ایک ہی ہیں۔ پس یہاں روم کو تسہیل سے بیان کر دیا ہے۔ لیکن یہ تاویل محض بے حقیقت ہے۔ اس لئے کہ روم حرکت کا کچھ حصہ ادا کرنے کا نام ہے اور تسہیل ہمزہ کے نرم کرنے کو کہتے ہیں۔ پس روم سے

ـــــــــ

۱ احقر عرض کرتا ہے کہ علی قاری کی مراد مدِّ اصلی ہے نہ کہ فرعی فلا اشکال۔ ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمزہ کے تلفظ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور تسہیل سے ہو جاتی ہے پھر دونوں کے ایک ہونے کے کیا معنیٰ (ابراز)

فائدہ: ۳ (۱) اگر کسی کلمہ میں دو تسہیلیں جمع ہو جائیں جیسا کہ ھٰٓؤُلَآءِ میں روم کے ساتھ تسہیل کرنے کی صورت میں ہیں تو اب دونوں سے پہلے الفوں کے مد کی مقدار میں برابری کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ پس روم کی حالت میں ھَا کے طول کے ساتھ اُولَآءِ کا قصر اور ھَا کے قصر کے ساتھ اُولَآءِ کا مد جائز نہیں ہے بلکہ دونوں میں ایک دم مد یا دونوں میں قصر ہونا چاہیے (۲) چونکہ ہشام صرف متطرفہ میں تخفیف کرتے ہیں اس بناء پر جُزْءًا میں ان کے لئے پہلے ہمزہ کی تسہیل نہ ہوگی اور دوسرے میں بارہ کی بارہ وجوہ ہوں گی کیونکہ یہ ہمزہ الف کے بعد زائد کی صورت میں ہے اور حمزہ کیلئے بھی یہی بارہ ہیں لیکن وہ سب میں پہلے ہمزہ کی بھی تسہیل کریں گے (۳) وَمَكْرَ السَّيِّئِ (فاطر ع ۵) میں ہشام کے لئے تو تین وجوہ ہوں گی: ۱۔ ہمزہ کا یائے ساکنہ سے ابدال ۲۔ اس یا میں روم ۳۔ روم کے ساتھ ہمزہ کی تسہیل۔ اور حمزہ کیلئے صرف پہلی وجہ ہے۔ کیونکہ وہ اس ہمزہ کو وصلاً بھی ساکن پڑھتے ہیں (۴) جَزَآءَنِ الْحُسْنٰی (کہف ع ۱۱) میں حمزہ کے لئے تو ہمزہ متوسطہ ہے کیونکہ وہ اس میں نصب اور تنوین پڑھتے ہیں پس ان کیلئے اس میں وقفاً دو وجوہ ہیں تسہیل مد و قصر کے ساتھ اور ہشام اس کو ایک پیش سے پڑھتے ہیں اس بناء پر ان کے لئے یہ ہمزہ متطرفہ ہے جس میں يَشَآءُ کی طرح پانچ وجوہ ہوں گی کیونکہ یہ الف ہمزہ کے بعد ہے اور شامی مصحف میں بے صورت ہے (۵) جب سَوَآءٌ اور السُّفَهَآءُ جیسی مثالوں میں ان دونوں کے لئے تسہیل اور روم کے ساتھ وقف کیا جائے تو مد کی صورت میں حمزہ کے لئے طول اور ہشام کے لئے توسط پڑھنا چاہیے۔ (۶) الْهُدَى ائْتِنَا میں صحیح مذہب کی بناء پر حمزہ کیلئے وصل کی طرح وقفاً بھی صرف فتحہ ہوگا امالہ نہ ہوگا کیونکہ ابدال کی صورت میں جو الف موجود ہے وہ ہمزہ سے بدلا ہوا ہے اور الْهُدٰی کا الف جس طرح وصل میں ابدال سے پہلے محذوف تھا اسی طرح اب بھی محذوف ہے اسی بناء پر اس میں ورش کے لئے بھی تقلیل نہ ہوگی اور بعض اس میں امالہ اور تقلیل بھی بتاتے ہیں یا تو اس لئے کہ ہمزہ سے بدلا ہوا الف حذف ہو گیا ہے اور یا سے بدلا ہوا لوٹ آیا ہے یا اس لئے کہ دونوں الفوں کو باقی رکھ کر ان میں مد سے جدائی کی گئی ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ کنز المعانی میں ہے ؎

وَفَتْحُ الْهُدَى اخْتَرْ اِنْ تَصِلْهُ مَعَ ائْتِنَا ... لِمُبْدِلِ هَمْزٍ فَالْهُدٰی عَنْ اَلِفٍ خَلَا

یعنی الْهُدٰی کو ائْتِنَا کے ساتھ ملا کر پڑھنے کی صورت میں ہمزہ کا ابدال کرنے والوں کے لئے فتحہ پسندیدہ ہے کیونکہ اس صورت میں هُدٰی امالہ والے الف سے خالی ہے۔

۲۵۴/۲۰۔ وَفِي الْهَمْزِ اَنْحَآءٌ وَعِنْدَ نُحَاتِهٖ ... يُضِيْٓءُ سَنَاهُ كُلَّمَا اسْوَدَّ اَلْيَلَا

ترجمہ:- اور (قیاسی تخفیف کی ان دس قسموں کے اور اس رسمی تخفیف کے علاوہ جو ہم نے بیان کی ہے) ہمزہ (کی تخفیف کے بارہ) میں (اور بھی بہت سی) وجوہ (اور قسمیں) ہیں (جو عربیت کی بڑی بڑی کتابوں میں تفصیل سے مذکور ہیں ہم نے ان میں سے صرف مشہور قسموں کو بیان کیا ہے) اور اس (ہمزہ) کے نحویوں کے نزدیک اس (ہمزہ) کی روشنی ہر اس چیز کو روشن کر دیتی ہے جو سیاہ (اور اندھیرے والی) ہو اس حالت میں کہ وہ چیز سخت اندھیرے والی رات سے تشبیہ دی گئی ہو (یا) اس ہمزہ کی روشنی اس کے نحاۃ کے نزدیک روشن ہو جاتی ہے۔ جب کبھی بھی وہ دوسروں پر سیاہ اور سخت مشکل ہوتا ہے۔ یعنی چونکہ عربیت کے علماء نے ہمزہ کے اور عربی زبان کے متعلق دوسرے امور کے لئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہت ہی اہتمام کیا ہے اس لئے ہمزہ وغیرہ کے جو قواعد دوسروں پر پوشیدہ ہیں اور ان کو بہت مشکل معلوم ہوتے ہیں وہ ان علماء پر نہایت ظاہر و باہر ہیں)

شرح:- یعنی مذکورہ بالا قسموں کے علاوہ ہمزہ کی تخفیف کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں جو عربیت کے ماہر علماء کو خوب معلوم ہیں اور ان میں سے جو قواعد دوسروں سے بالکل پوشیدہ ہیں وہ بھی ان علماء کے روبرو ظاہر اور روشن ہیں پس شعر میں سیاہی اور اندھیری سے جہالت اور روشنی سے علم مراد ہے جس طرح روشنی کے آنے سے اندھیری کافور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح علم کے سبب جہالت اور ناواقفیت دور ہو جاتی ہے۔

فائدہ: ۱ـ چونکہ یہ زائد وجوہ ناظم کے طرق کے موافق نہیں تھیں اس لئے ان کو بیان نہیں کیا اور طیبہ کے طرق سے وہ بھی صحیح ہیں چنانچہ ان کے طرق سے متوسط کی طرح مبتدیہ میں بھی تخفیف ہے۔ (۱) پس اگر مبتدئہ واو۔ یائے مدہ کے یا واو یائے لین کے بعد ہو جیسے فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۔ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۔ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۔ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ۔ اِبْنَيْ اٰدَمَ ۔ خَلَوْا اِلٰى تو اس میں چار وجوہ ہیں: ۱ـ نقل فِي انْفُسِكُمْ ۔ بِنِعْمَتِهِ خْوَانًا ۔ قَالُوا امَنَّا ۔ وَازْوَاجُهُ مَّهٰتُهُمْ ۔ ابْنَيَ ادَمَ ۔ خَلَوَ الٰى ۲ـ ابدال وادغام فِيَّ انْفُسِكُمْ ۔ بِنِعْمَتِهِيِّ اخْوَانًا ۔ قَالُوٓا اٰمَنَّا ۔ وَاَزْوَاجُهُوٓ اُمَّهٰتُهُمْ ۔ اِبْنَيَّ اٰدَمَ ۔ خَلَوّا اِلٰى ۳ـ واو اور یا پر سکتہ اور ہمزہ کی تحقیق ۴ـ سکتہ کے بغیر ہمزہ کی تحقیق اور اس تقدیر پر واو یا مدہ میں مد اور لین میں قصر ہوگا (۲) اور اگر الف کے بعد ہو جیسے بِمَآ اُنْزِلَ ۔ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ تو اس میں بھی چار ہیں: ۱ـ الف میں مد اور ہمزہ کی تحقیق ۲ـ الف پر سکتہ اور قصر اور ہمزہ کی تحقیق ۳ـ الف میں مد اور ہمزہ کی تسہیل ۴ـ الف میں قصر اور ہمزہ کی تسہیل (۳) اور اگر حرکت کے بعد ہو تو اس میں کسرہ کے بعد فتحہ والے میں تحقیق اور یا سے ابدال ہے (ثَلٰثَةِ يَّامٍ) (۴) ضمہ کے بعد فتحہ والے میں تحقیق اور واو سے ابدال ہے (تَرَبَّصُ وَرْبَعَةُ) (۵) حرکت کے بعد حرکت والے مبتدئہ میں باقی سات حالات میں تحقیق و تسہیل ہے جیسے قَالَ اَلَمْ ۔ لَعَلَيْكَ اِنَّكَ كَانَ اُمَّةً ۔ وَالَّيْلِ اِذَا ۔ الظّٰلِمِيْنَ اُولٰٓئِكَ ۔ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ ۔ الْاِنْسَانُ اِذَا ۔

فائدہ: ۲ـ (الف) یہاں حضرت قاریؒ نے پورے باب کے قواعد کی مشق اور ان میں پوری بصیرت پیدا کرنے کی غرض سے ستائیس ۲۷ مثالیں درج کی ہیں اور ان پر طویل تقریر کی ہے اور ان میں بھی تحقیق اور عربیت سے بعید وجوہ درج فرما دی ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی بتاتے گئے ہیں کہ طاہر اصفہانی نے اسی قصیدہ کی شرح میں ان وجوہ کو ضعیف اور ناجائز بتایا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اصفہانی کی شرح نہایت عمدہ اور محققانہ ہوگی۔ یہاں ان مثالوں کو درج کر کے ان پر تھوڑا تھوڑا کلام کیا جاتا ہے اور مقصود یہی ہے کہ شائقین کو مشق کے ذریعہ مہارت پیدا کرنے کا موقع میسر آجائے۔ (۱) لِقَآءَنَا ائْتِ اس میں وقفاً الف سے اور اعادہ میں ہمزہ کا یا سے ابدال ہے (لِقَآءَنَا امْتِ اور اِيْتِ) (۲) الَّذِي اؤْتُمِنَ میں وقفاً یا اور اعادہ میں واو ہے (اَلَّذِی، اُوْتُمِنَ اور اُوْتُمِنَ) (۳) يَقُوْلُ ائْذَنْ میں وقفاً واو اور اعادہ میں یا ہے (يَقُوْلُ اُوْذَنْ اور اِيْذَنْ لِّيْ) (۴) وَرِءْيًا میں جعبریؒ کی رائے پر ایک یا کے حذف سے وَرِيًا بھی صحیح ہے (اور تُؤْوِيْ اور رُءْيَا کا بھی یہی حکم ہے کہ ان میں بھی ایک واو کے حذف سے تُوِيْ اور رُيَا ہے) لیکن اصفہانی کے قول پر ان میں ابدال کے بعد یا اور واو کا اظہار اور ادغام یہ دو تو صحیح ہیں اور حذف کو فرماتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ حلال بھی نہیں ہے اور رسم کا اتباع ادغام ہی سے حاصل ہو جاتا ہے۔ (اس لئے حذف کی حاجت نہیں) اور فرماتے ہیں کہ الرُّءْيَا ۔ رُءْيَايَ ۔ رُءْيَاكَ ۔ لِلرُّءْيَا میں گو اظہار اور ادغام دونوں صحیح ہیں اور ادغام رسم کے بھی موافق ہے۔ لیکن نظم کے طرق سے اس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اظہار ہی صحیح ہے (اَلرُّءْیَا) (۵) مِنْ اَمْرِہٖ اور قَدْ اَفْلَحَ میں جعبری کی رائے پر رسم کی بناء پر الف سے ابدال منع ہے کیونکہ دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر مِنْ کے نون کو فتحہ اور قَدْ کے دال کو کسرہ دینا پڑے گا (اور اس سے کلمہ میں فساد آجائے گا) اور اس علت سے یہ نکلتا ہے کہ جب ہمزہ سے پہلے حرکت ہو تو الف سے ابدال صحیح ہے جیسے وَاَحِبَّاۤؤُہٗ وَ اَفْلَحَ اور اصفہانی نے اس کو بھی ضعیف بتایا ہے اور یہی ظاہر تر ہے۔ فَقَدْ جَآءَ۔ کیونکہ ہمزۂ مبتدئہ کلیہ کے طور پر الف کی صورت میں ہوتا ہے اور رسمی تخفیف کا حال بدلتا رہتا ہے۔ اس لئے مبتدیہ کو اس میں شامل کرنا مناسب نہیں۔ (۶) یَسْـَٔلُوْنَ میں جس موقع پر الف کی صورت میں ہو جو احزاب ع میں ہے وہاں رسم کی بناء پر یَسَالُوْنَ بھی صحیح ہے اور بے صورت کے موقعوں میں صرف یَسَاوُنَ ہے (۷) اَلنَّشْاَۃَ میں رسمی تخفیف (اَلنَّشَاۃَ) بالاتفاق جائز ہے کیونکہ گو ایک قراءۃ پر شین ساکن ہے اور اس کے بعد الف کا تلفظ نہیں ہو سکتا۔ لیکن دوسری قراءۃ میں شین پر حرکت بھی ہے (اس لئے الف آسانی سے ادا ہو سکتا ہے) (۸) دِفْءٌ اور جُزْءٌ میں حذف ہے اور اس میں قیاس و رسم دونوں ہی پر عمل ہو جاتا ہے۔ لیکن رسم کی بناء پر بلا نقل حذف ماننے کی صورت میں اشمام و روم جائز نہ ہوں گے کیونکہ اس تقدیر پر تو ہمزہ سے پہلا حرف ساکن ہی رہے گا اور اس قسم میں ادغام شاذ ہے (۹) ھُزُوًا اور کُفُوًا میں اصل کے لحاظ سے واو سے ابدال ہی میں قیاس و رسم دونوں پر عمل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اصل میں زا اور فا پر ضمہ تھا جس کے بعد متوسطہ واو ہی کی صورت میں ہوا کرتا ہے اور جو اس میں صرف ابدال کے قائل ہیں ان کی دلیل بھی یہی ہے اور موجودہ حالت کے اعتبار سے نقل بھی صحیح ہے۔ کیونکہ فی الحال ہمزہ سے پہلا حرف ساکن ہے۔ (۱۰) ھَیْـَٔۃِ۔ سَوْءَۃَ۔ سَیِّئَتٌ میں چونکہ یا اور واو کے بعد تانیث کی ھا اور تا ہے اس لئے رسم کی بناء پر حذف ناجائز ہے کیونکہ اس سے سَوْۃَ۔ ھَیَۃ ہو کر کلمہ کی بناء فاسد ہو جائے گی۔ البتہ نقل صحیح ہے جو قیاسی ہے۔ (۱۱) مَوْئِلًا میں نقل و ادغام صحیح اور یا سے ابدال ضعیف ہے۔ (۱۲) تَرَآءَ (شعراء ع) میں اصفہانی کے قول پر قیاسی تخفیف کی رو سے صرف دو وجوہ ہیں یعنی ہمزہ کی تسہیل مد و قصر کے ساتھ اور یہ ہمزہ دو امالہ والے الفوں کے درمیان ہے اور پہلا امالہ دوسرے امالہ کی مناسبت سے ہے اور یہی حق ہے اور اس تسہیل ہی سے رسم کی موافقت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ پس ان دونوں وجوہ میں قیاس و رسم متحد ہیں۔ اور چونکہ اس میں ہمزہ بے صورت ہے اور اس کے بعد وہ الف بھی لکھا ہوا نہیں ہے جو یا سے بدلا ہوا ہے۔ اس لئے بعض نے نقل کے خلاف محض عقل اور اپنے قیاس کی بناء پر اس میں ہمزہ کو متطرفہ قرار دے کر اسی کے احکام جاری کئے ہیں چنانچہ ہشام اور حمزہ کیلئے مد و قصر کے ساتھ تسہیل مع الروم بھی بتائی ہے اور الف کے بعد ہونے کے سبب الف سے ابدال کر کے مد کی تینوں وجوہ بھی جاری کی ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں رسم پر عمل دو اعتبارات سے ہو گا: ۱ اس لحاظ سے کہ نافع۔ ابو عمرو۔ کوفیین وقف میں رسم کی پیروی کیا کرتے ہیں جیسا کہ انیسویں باب کے پہلے شعر میں آئے گا ۲ اس لحاظ سے کہ اس میں ہمزہ بے صورت ہے۔ ناظرین غور فرمائیں کہ رسمی تخفیف کو ان حضرات نے کس قدر عام کر دیا ہے کہ ہمزۂ متوسطہ کو بھی متطرفہ بنا دیا۔ (۱۳) تَرَآءَتِ (انفال ع) میں مد و قصر کے ساتھ تسہیل ہے اور اسی میں قیاسی اور رسمی دونوں متحد ہیں اور بعض نے رسم کی بناء پر حذف اور الف میں مد بھی بتایا ہے (یعنی تَرَآتِ) یہ محض قیاس اور بے سند ہے (۱۴) اَیُّ اِلٰی جارہ کی طرح لکھا ہوا ہے اور اس کا ہمزہ یقینًا متوسطہ ہے اور ہشام و حمزہ کی قراءۃ پر یا ہمزہ کی صورت ہے اور اس کی وجوہ تَرَآءَتِ کی طرح ہیں اور تخفیف بھی صرف حمزہ کے لئے ہے اور اسی میں قیاسی اور رسمی متحد ہیں لیکن بلا تحقیق رسم پر عمل کرنے کے شیدائی اس میں بھی ہمزہ کو متطرفہ قرار دے کر ہشام حمزہ دونوں کے لئے ہمزہ کا یا سے ابدال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرکے اٰتی دٰ پڑھتے ہیں اور مد وقصر کے ساتھ یا یں روم بھی جائز بتاتے ہیں۔ (۱۵) جُزۡءًا اس کی رسم شعر ۲ تا ۶ کے بعد فائدہ نمبر ۱ میں نمبر دس کے ذیل میں بیان ہو چکی ہے اور وہیں یہ بھی مذکور ہے کہ اس میں بارہ وجوہ ہیں۔ اصفہانی کہتے ہیں کہ اس میں اس کے ہم شکلوں مَّا نَشٰٓؤُا اور شُرَكٰٓؤُا کی طرح بارہ وجوہ ہیں اور اس سے زیادہ رسم کی پیروی اس میں جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے کلمہ کی بناء غلط ہو کر معنیٰ فاسد ہو جاتے ہیں اور بعض حضرات یہاں بھی ہشام اور حمزہ دونوں کیلئے جُزَآءُ مد وقصر اور روم کے ساتھ جائز بتاتے ہیں اور واو کو پہلے ہمزہ کی اور الف کو اس کے بعد والے الف کی صورت مان کر اور اس کے بعد والے ہمزہ کو بے صورت قرار دے کر جُزَوًا بھی جائز رکھتے ہیں (۱۶) هُزُوًا اس کی تفصیل شعر ۸ ، ۹ کے بعد فائدہ نمبر ۲ کے ہفتم میں درج ہو چکی ہے۔ (۱۷) خَطِیٓـَٔةً میں چونکہ یا کے بعد تانیث کی تاء ہے۔ اس لئے رسم کی بناء پر ہمزہ کا حذف صحیح نہیں۔ (۱۸) قُرُوٓءٍ میں اصفہانی کے قول پر صرف ابدال وادغام ہے اور اس کے بعد سکون وروم دونوں جائز ہیں اور اسی سے رسم پر بھی عمل ہو جاتا ہے اور فرماتے ہیں کہ بعض نے مد وقصر کے ساتھ حذف بھی بتایا ہے جو صحیح نہیں ہے علی قاری فرماتے ہیں کہ اس میں بحث ہے اس لئے کہ ادغام ابدال کی فرع ہے کیونکہ یہ ہمزہ کے واو سے بدل جانے کے بعد ہوتا ہے (پس اس میں اصل کے لحاظ سے دو واو ہو گئے) اور تشدید والا واو ادا کے لحاظ سے دو واوں کے مرتبہ میں ہے اور قُرُوٓءٍ کی رسم ایک ہی واو سے ہے۔ پس یہاں قیاس ورسم میں اصل اور تلفظ دونوں ہی کے اعتبار سے منافات ہے (اس لئے اتحاد نہیں رہا) انتہیٰ۔ شاید موصوف نے یہ خیال نہیں فرمایا کہ تشدید والا حرف گو تلفظ کے لحاظ سے دو حرفوں کے حکم میں ہوتا ہے۔ لیکن لکھنے میں تو ایک ہی حرف آتا ہے (۱۹) وَنَـٰٔا اس میں نون کے بعد صرف ایک الف لکھا ہوا ہے۔ قیاس کی رو سے تو حمزہ کیلئے صرف تسہیل ہے اور اسی سے رسم پر بھی عمل ہو جاتا ہے اور رسمی تخفیف کے شیدائی یہاں بھی کہتے ہیں کہ اس میں دوسرے الف کو محذوف ماننے کی صورت میں وَنَا رہ جائے گا جو خلف کیلئے نون کے امالہ سے اور خلاد کے لئے فتحہ سے پڑھا جائے گا اور ہشام بھی خلاد کے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔ صد آفریں یہاں بھی متوسطہ کو متطرفہ بنا دیا۔ (۲۰) اَللُّؤۡلُؤُ اس کی وجوہ شعر ۱۲ کے فائدہ نمبر ایک میں ششم کے نمبر سات وآٹھ میں درج ہو چکی ہیں اور لِیَسُوٓءُ کے واو میں نقل کی صورت میں صرف قصر ہے اور ملا قاری مد بھی بتاتے ہیں جو غیر صحیح ہے اور یُضِیٓءُ میں نقل وادغام دونوں میں تین تین ہیں۔ سکون۔ اشمام۔ روم۔ (۲۱) قُلۡ اَؤُنَبِّئُكُمۡ (آل عمران ع ۲) اس میں جعبری نے ستائیس ۲۷ وجوہ بیان کی ہیں اور اصفہانی نے ان میں سے سترہ ۱۷ غیر صحیح کو کم کر کے کل دس ۱۰ وجوہ بتائی ہیں اس کی تفصیل شعر ۷ ، ۸ کے فائدہ ۲ کے ششم میں درج ہو چکی ہے (۲۲) فَادّٰرَءۡتُمۡ میں ہمزہ کا صرف الف سے ابدال ہے اور رسم کی بناء پر حذف صحیح نہیں کیونکہ اس سے کلمہ غلط ہو جاتا ہے اور دال کے بعد والا الف بالاتفاق ثابت ہے کیونکہ تخفیف کا تعلق صرف ہمزہ سے ہے۔ (۲۳) اِمۡتَلَـٔتِ۔ اِسۡتَـٔجَرۡتَ وغیرہ میں رسم کی بناء پر حذف صحیح نہیں کیونکہ ان میں حذف معلوم ہونے کی بناء پر محض تخفیف واختصار کی غرض سے ہے اَلۡعٰلَمِیۡنَ اور اَلصّٰلِحٰتِ کے الفات کی طرح اور ان کے حذف کر دینے سے کلمہ کی بناء فاسد اور معنیٰ باطل ہو جاتے ہیں۔ (۲۴) اِسۡرَآءِیۡلَ جَآءُوۡكُمۡ۔ یُرَآءُوۡنَ وغیرہ میں رسم پر عمل کرنا بالاتفاق دشوار ہے (۲۵) اَلۡمَوۡءٗدَةُ میں نقل وادغام ہے اور اول اولیٰ ہے اور ابن مجاہدؒ اور دانیؒ نے بیان کیا ہے کہ ابو ایوب ضبی کی روایت سے حمزہ سے نص آئی ہے کہ اَلۡمَوۡءٗدَةُ میں اس قسم کی تخفیف شاذ ہے کہ اس میں سے ہمزہ اور واو دونوں کو حذف کر کے اَلۡمَوۡدَةُ پڑھا جائے اور اس قسم کی وجوہ سننے پر موقوف ہیں اور اس کلمہ میں یہ سننے میں نہیں آئی۔ (۲۶) یَؤُدُهٗ اور تَؤُزُّهُمۡ میں صرف ابدال ہے

ـــ۵ ای لفظاً لا رسماً ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ضمہ والے واو سے ابدال اصفہانی کی رائے پر ضعیف ہے نیز کہتے ہیں کہ رُءُوس میں تسہیل و حذف دونوں صحیح ہیں جو نقل ثابت ہیں (۲۷) اَلْاَرْضِ اور اَلْاٰخِرَۃ وغیرہ میں متوسط بزائدہ ہونے کی بناء پر تین وجوہ ہیں ۱ سکتہ ۲ نقل ۳ تحقیق بلا سکتہ اور تیسری خلاد کیلئے زیادات میں سے ہے جو تبصرہ کے طریق سے ہے۔ سوال: نشر میں ہے کہ یہ (تیسری) وجہ کسی کتاب اور کسی طریق سے بھی نہیں ہے کیونکہ لام پر سکتہ نہ کرنے والوں کا وقفاً نقل پر اجماع ہے اور میں نے بعض متاخرین کو دیکھا ہے کہ وہ شاطبی کے ظاہر کلام کی بناء پر خلاد کیلئے اس وجہ کو اختیار کرتے ہیں حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ جواب: محقق کے شاگرد اصفہانیؒ شاطبیہ کی شرح میں اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ نشر ہی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم میں خلاد کیلئے عدم سکتہ کی وجہ بھی صحیح ہے جو تبصرہ کے طریق سے ہے۔ چنانچہ سکتہ کے باب میں فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے خلاد کیلئے ہر حال میں عدم سکتہ کو اختیار کیا ہے اور یہ ابوالفتح فارس بن احمد اور ابو محمد مکی کا مذہب ہے اور وقف حمزہ کے باب میں متوسط بزائدہ کے بیان میں فرماتے ہیں کہ اکثر اہل ادا نے اس قسم میں ہمزہ کو مبتدیہ قرار دے کر عدم سکتہ اختیار کیا ہے اور یہ ابوالحسن بن غلبون اور ان کے والد اور ابو محمد مکی کا مذہب ہے۔ انتہٰی۔ پس گویا حضرت کو اپنی اس تقریر کی طرف توجہ نہیں رہی جو ان دونوں بابوں میں کی ہے[ف] (ورنہ دوسرے باب کی تقریر پہلے باب والی کے خلاف نہ ہوتی) اگر فن کے شائقین اس بیان کو خوب سمجھ کر یاد کرلیں گے تو حق تعالیٰ کی توفیق سے ان کو تحقیق کا مقام نصیب ہو جائے گا۔ (ب) تخفیف کے قواعد بیان کرنے کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ ہمزہ والے ہر کلمہ پر بلا ضرورت بھی ارادۃً وقف کیا جائے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ جب وجوہ بتانے کیلئے اختیاری یا اختباری یا اضطراری یا انتظاری وقف کی ضرورت پیش آئے تو وہ اس کلمہ پر اس طرح ہوگا۔

النحو والعربیہ: ۲۴۳/۹ (۱) عَلٰی مَقْرُوْءٍ یا قَرَأَ مقدر کے متعلق ہے (۲) بِکَسْرِ اَلْهَا کی با بھی قَرَأَ کے متعلق ہے (۳) تَحَوَّلَهُ کی ضمیر یا تو یا کیلئے ہے یا ھمز کیلئے ای تَحَوَّلَ الْیَاءُ اِلَی الْھَمْزِ اَوْ بِالْعَکْسِ۔ ۲۴۴/۱۰ (۱) کَقَوْلِكَ کے بجائے بِقَوْلِكَ اولیٰ تھا کیونکہ اس قسم میں سے اَنْبِئْھُمْ اور نَبِّئْھُمْ کے سوا اور کوئی لفظ نہیں آیا۔ (۲) وَقَدْ کے بجائے مَعًا اولیٰ تھا کیونکہ اس سے نَبِّئْھُمْ کا دو جگہ ہونا واضح ہوجاتا (۳) بِالْخَطِّ کی با استعانت کی ہے کَتَبْتُ بِالْقَلَمِ کی طرح اور ظاہر یہ ہے کہ اس کو موافق کے معنیٰ میں لیا جائے۔ ۲۴۶/۱۲۔ اَعْضَلَ اَعْضَلَ الْاَمْرُ ای اِشْتَدَّ وَاسْتَغْلَقَ سے ہے یعنی معاملہ سخت اور دشوار ہوگیا اَمْرٌ مُعْضَلٌ اس پیچیدہ معاملہ کو کہتے ہیں جس سے نکلنا اور نجات پانا مشکل ہو جائے۔ ۲۴۷/۱۳ (۱) وَنَحْوِهٖ کے واو میں روایۃً جر ہے اور یہ کوفیین کے مذہب کے موافق جار کے اعادہ کے بغیر فِیْهِ کی ھا پر معطوف ہے یا جار کو مقدر مان لیا جائے اور معنیً واو میں رفع بھی جائز ہے ای وَنَحْوُہٗ کَذٰلِكَ (۲) وَضَمُّہٗ کی خبر قَبْلُ ای قَبْلَ الْھَمْزِ مقدر ہے جس کو دوسرے قَبْلُ کے قرینہ سے حذف کردیا ہے (۳) قِیْلَ وَکَسْرٌ کی خبر ہے (۴) اُخْمِلَا ای وُجِدَ خَامِلًا وَنُسِبَ اِلَی الْخُمُوْلِ اور خُمُوْل کے معنیٰ ہیں کسی چیز کا پوشیدہ اور غیر مشہور ہونا ہے ۲۴۸/۱۴ (۱) وَاسِطًا۔ وَسَطْتُ الْقَوْمَ سے ہے اور یہ یا تو تُلْفِیْ کا دوسرا مفعول ہے یا اس کے فاعل سے حال ہے (۲) عَلَیْهِ اَیِ الْھَمْزِ میں اشارہ ہے کہ زائد حروف ہمزہ سے پہلے ہونے چاہئیں۔ پس دُعَاءُکُمْ۔ اٰبَاءُکُمْ میں متوسط بنفسہ ہے نہ کہ بزائدہ (۳) فِیْھِمَا سے آخر تک کا جملہ مَا موصولہ مع صلہ کی خبر ہے۔ ۲۴۹/۱۵ (۱) کَمَا میں مَا زائد ہے اور کاف یا تو ظرف ہے یا مقدر کی خبر ہے (۲) لِعَجٍ۔ کَرَرْتُ مقدر کے متعلق ہے۔ ۲۵۰/۱۶ (۱) اَشِمَّ یا تو خَفِّفْ کے معنیٰ پر معطوف ہے

[ف] اس بیان کی پوری تحقیق و بحث اخیر کتاب ضمیمہ میں ملاحظہ کریں۔ ۱۲ ط۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا اس کا واو استینافیہ ہے اور اظہر یہ ہے کہ یہ واو ایک قاعدہ کا دوسرے پر عطف کرنے کیلئے ہے (۲) فِیْ یا تو اَشْمِمْ کے متعلق ہے یا رُمْ کے اور دوسرے فعل کیلئے بھی ایسا ہی متعلق مقدر مانا جائے گا۔ (۳) مَا یا تو موصولہ ہے ای فِی الْهَمْزِ الَّذِیْ هُوَ غَیْرُ مُتَبَدِّلٍ یا موصوفہ ہے ای فِیْ هَمْزٍ غَیْرِ مُتَبَدِّلٍ (۴) تَبَدَّلَ۔ بَدَّلَ کا مطاوع ہے اسی لئے مُتَبَدِّلٍ میں ایک مفعول کم ہوگیا (۵) بِهَا کی ضمیر کلمات کے آخری حروف کے لئے ہے نہ کہ شعلہ کے قول کے موافق ہمزہ کیلئے کیونکہ اس سے ظرف اور مظروف کا متحد ہونا لازم آتا ہے (۶) اَلْبَاب میں اَلْ عہد کیلئے ہے اور اس سے باب الوقف علیٰ اواخر الکلم مراد ہے جس میں اشمام وروم کی تعریف آئے گی یا اس سے یہی گیارہواں باب مراد ہے (۷) مُحْفَلًا مصدر ہے جو یا تو فاعل سے حال ہے پس یہ مُحْتَفِلًا ای مُهْتَمًّا کے معنیٰ میں ہوگا یا مفعول سے حال ہے اس صورت میں یہ اسم ظرف ہوگا جو مُجْتَمَعًا کے معنیٰ دے گا۔ ٢٥١/١٧ (۱) فَعَنْ کی فا عموم کے لئے ہے اس لئے کہ مبتدا (مَا) شرط کے معنیٰ کو متضمن ہے (۲) بِالْاِدْغَامِ۔ مُتَلَبِّسًا کے متعلق ہوکر مُحْتَمَلًا کے فاعل سے حال ہے۔ ٢٥٢/١٨ (۱) جملہ قَبْلَهُ التَّحْرِیْكُ یا تو اسمیہ ہے یا ظرفیہ۔ پہلی صورت میں اَلتَّحْرِیْكُ مبتدا اور دوسری تقدیر پر ظرف کا فاعل ہوگا (۲) مُحَرَّكًا اور طَرَفًا دونوں ہمزہ کی ضمیر سے حال ہیں یا اول ہمزہ کی اور ثانی خود مُحَرَّكًا کی ضمیر سے حال ہے اور اس صورت میں اس کو حال متداخلہ کہیں گے اور طَرَفًا کو تمیز قرار دینا صحیح نہیں کیونکہ طَرَفٌ میں ہمزہ پر حرکت آتی ہے نہ کہ طَرَف پر (۳) فَابْعَضُ کی فا بھی پہلے شعر فَعَنْ بَعْضٍ کی طرح ہے۔ ٢٥٣/١٩ (۱) لَمْ یَرُمْ میں یَرُمْ لَمْ کی اور مجموعہ مَنْ کی بنا پر مجزوم ہے فَاِنْ لَمْ تَفْعَلُوْا کی طرح اور لَمْ یَرُمْ کا مفعول مقدر ہے ای الْهَمْزَ فِی الْاَحْوَالِ الثَّلَاثِ (۲) وَاعْتَدَّ۔ عَدَّ ای حَسِبَ وَاعْتَبَرَ (۳) مَحْضًا دوسرا اور سُكُوْنَهٗ پہلا مفعول ہے اور ها۔ ہمزہ کیلئے ہے یا قاری کے لئے ــ اور اس سے جنس مراد ہے جو ہشام اور حمزہ دونوں کو شامل ہے اور وَاعْتَدَّ۔ لَمْ یَرُمْ پر معطوف ہے اور جعبری کے قول پر حال ہے (۴) اَلْحَقَ۔ مَنْ پر معطوف ہے تاکہ اس سے دو مذہبوں کا رد ظاہر ہوجائے اور لَمْ پر معطوف نہیں کیونکہ اس صورت میں تو اس سے ایک ہی مذہب کا رد نکلے گا۔ (۵) مَفْتُوْحًا۔ اَلْحَقَ کا پہلا مفعول ہے اور دوسرا مقدر ہے ای بِالْمَضْمُوْمِ وَالْمَكْسُوْرِ فِیْ جَوَازِ الرَّوْمِ (۶) مُوْغِلًا ای مُبْعِدًا فِیْ شِدَّتِهٖ اور اِیْغَال تیز رفتار اور پوری مشغولی سے چلنے کے معنیٰ میں آتا ہے۔ ٢٥٤/٢٠ (۱) اَنْحَاءٌ۔ نَحْوٌ کی جمع ہے جو قصد جانب۔ طریق اور ارادہ کے معنیٰ میں آتا ہے اور یہ ظرف بھی ہوتا ہے اور اسم بھی اور نَحْوُ الْعَرَبِیَّةِ بھی اسی قبیل سے ہے (۲) نُحَاةٌ۔ نَاحٍ کی جمع ہے جو نحوی کے معنیٰ میں ہے تَامِرٌ اور لَابِنٌ کی طرح اور یہ جمع فُعَلَةٌ کے وزن پر ہے (۳) یُضِیْئُ یا تو متعدی ہے یا لازم پہلی صورت میں كُلَّمَا اسْوَدَّ اس کا مفعول ہوگا اور اس میں مَا موصوفہ ہوگا ای كُلَّ شَیْءٍ مُسْوَدٍّ اور دوسری تقدیر پہ كُلَّمَا یُضِیْئُ کا ظرف ہوگا کیونکہ اس مَا کو ظرفیہ بھی کہہ سکتے ہیں اور لفظ کل بھی ظرف کی طرف مضاف ہونے سے ظرف بن جایا کرتا ہے كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ کی طرح ای كُلَّمَا اسْوَدَّ الْهَمْزُ عِنْدَ غَیْرِ النُّحَاةِ اَضَاءَ عِنْدَهُمْ اور یُضِیْئُ سَنَاهُ کو جَدَّ جِدُّهٗ کے قبیل سے بھی کہہ سکتے ہیں۔ (۲) سَنَا بمعنیٰ نور سے ظہور اور سواد (سیاہی) سے خفاء (چھپنا) مراد ہے (۴) اَلْیَلَ۔ لَیْلٌ سے ہے جو سخت اندھیری رات کے معنیٰ دیتا ہے اور اَیْوَمُ نہایت روشن دن کو کہتے ہیں اور مبالغہ کی بنا پر لَیْلٌ اَلْیَلُ اور یَوْمٌ اَیْوَمُ بولتے ہیں شِعْرٌ شَاعِرٌ کی طرح (۵) یہاں اَنْحَاءٌ اور نُحَاةٌ میں تجنیس اور یُضِیْئُ اور اِسْوَدَّ میں طباق ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ الاِظْهَارِ وَالاِدْغَامِ

بارھواں باب اظہار اور ادغام (صغیر) کے بیان میں

اس میں چار شعر ہیں

شارح :۔ ادغام صغیر اور کبیر کی تعریف تیسرے باب کے شروع میں معلوم ہو چکی ہے۔ تیسیر میں یہ عنوان اس طرح ہے۔ بَابُ الاِظْهَارِ وَالاِدْغَامِ لِلْحُرُوْفِ السَّوَاكِنِ یہ زیادتی نہایت عمدہ ہے کیونکہ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہاں ادغام صغیر مراد ہے اور یہاں سے بابُ الامالہ تک اسی باب کا سلسلہ ہے اور وہ کلیہ جو پورے باب کو شامل ہے یہ ہے کہ اس میں اس ساکن کے ادغام کا بیان ہے جس کے بعد حرکت والا حرف ہو اور مخرج یا صفات میں پہلے حرف سے قریب ہو یا اس کا ہم مخرج ہو اور اس کی تین قسمیں ہیں ۱ کلی جو ایک کلمہ کے آخری حرف کا بہت سے کلمات کے شروع کے حروف میں ہر جگہ ہو اور یہ اِذْ۔ قَدْ۔ تانیث کی تا۔ هَلْ اور بَلْ کے لام ان پانچ حروف کا ادغام ہے جو اختلافی بھی ہے اور اتفاقی بھی اور مثال کا بیان بَابُ اِتَّفَقُوْا فِیْهِمْ میں آئے گا جو تیرھواں باب ہے ۲ بعض حروف کا جزئی جو ایک یا دو ہی کلمات میں ہوا ہے اور بعض کا کلی جو ہر جگہ ہوتا ہے اس کا ذکر بَابُ حُرُوْفٍ قَرُبَتْ مَخَارِجُهَا میں آئے گا جو چودھواں باب ہے ۳ نون ساکن اور تنوین کا ادغام ان کا علیحدہ بیان کرنا اس بناء پر ہے کہ ان میں ادغام کے علاوہ اخفاء اور اقلاب بھی ہے ان کا بیان بَابُ اَحْكَامِ النُّوْنِ السَّاكِنَةِ میں آئے گا جو پندرھواں باب ہے۔ اس سلسلہ کے ختم ہونے کے بعد سولہواں باب بابُ الامالہ چلے گا۔

۲۵۵ / ۱ :۔ سَاَذْكُرُ اَلْفَاظًا تَلِيْهَا حُرُوْفُهَا ❊ بِالِاظْهَارِ وَالِادْغَامِ تُرْوٰى وَ تُجْتَلَا

ترجمہ :۔ میں ابھی (چار اشعار کے بعد) ایسے کلمات (اِذْ۔ قَدْ۔ اور خود تانیث کی تا۔ هَلْ اور بَلْ کے لام) کو بیان کروں گا جن کے بعد ان (کلمات) کے (وہ) حروف آئیں گے (جن میں ان کلمات کے آخری حروف کا ادغام ہوگا) نیز وہ (کلمات) ایسے ہیں جو اظہار اور ادغام (دونوں) سے روایت کئے جاتے ہیں اور (کتابوں میں بھی دونوں طرح) دیکھے جاتے ہیں۔

۲۵۶ / ۲ :۔ فَدُوْنَكَ اِذْ فِيْ بَيْتِهَا وَ حُرُوْفُهَا ❊ وَمَا بَعْدُ بِالتَّقْيِيْدِ قُدْهُ مُذَلَّلَا

ترجمہ :۔ پس تو اِذْ کو اور اس کے (مدغم فیہ) حروف کو اس (اِذْ) کے شعر میں لے لے (یعنی اِذْ اور اس کے وہ حروف جن میں اس کا ادغام ہوگا دونوں کو ایک ہی شعر میں لاؤں گا اور قَدْ اور تانیث کی تا اور هَلْ اور بَلْ میں بھی ایسا ہی کریں گے جیسا کہ اس کے بعد تیسرے شعر میں بتایا ہے) اور (اظہار یا ادغام کا) جو (حکم اس کے) بعد (والے شعر) میں ہو اس (حکم) کو (دیباچہ کی گذشتہ اور آئندہ شعر میں آنے والی) قید (اصطلاح) کے ذریعہ (اپنی طرف) کھینچ لے (اور سمجھ میں بٹھالے) حالانکہ وہ (حکم) آسان کیا ہوا ہے (یعنی ایک اصطلاح تو دیباچہ میں بیان ہو چکی ہے کہ اظہار کی ضد ادغام اور ادغام کی ضد اظہار ہے اور دوسری اصطلاح آئندہ شعر میں بتائیں گے دونوں کے ملانے اور ان پر عمل کرنے سے مطلب آسانی سے سمجھ میں آجائے گا اور کوئی اشکال نہیں رہے گا)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک نئی اصطلاح کا بیان

۲۵۷/۳ - سَاُسْمِی وَبَعْدَ الْوَاوِ تَسْمُو حُرُوفُ مَنْ (ص) تُسَمّٰی عَلٰی سِیْمَا تَرُوْقُ مُقَبَّلَا

ترجمہ:- (بن قراء کیلئے بعض حروف سے پہلے اظہار اور بعض میں ادغام ہے جس جگہ ان کے ناموں کے بجائے رمز استعمال کروں گا وہاں یہ دستور رکھوں گا کہ) میں (پہلے قراء کو ان کی رمز کے ذریعہ) بیان کروں گا (پھر واؤ فاصل لاؤں گا تاکہ اس کے ذریعہ قراء کی رموز اور ادغام کے حروف میں جدائی ہو جائے) اور (اس) واؤ کے بعد اس (قاری) کے حروف بلند ہوں گے (یعنی واؤ فاصل لے آنے اور بیان کر دینے کے سبب خوب ظاہر ہو جائیں گے اور ان میں شبہ نہیں رہے گا) جس نے (میرے اس بیان میں) نام پایا ہے (یعنی جس کے لئے میں نے رمز استعمال کی ہے یہ حروف اسی ایک یا کئی قراء کے مدغم فیہ ہوں گے اور میں اس نام کو ایسی علامت اور) ایسے طریق پر (لاؤں گا) جو بوسہ دینے کی جگہ کے (یا دانتوں کے یا منہ کے) اعتبار سے (یعنی عبارت کے لحاظ سے) عمدہ اور صاف (اور عجیب) ہوگا۔ (گویا یہ تمہاری وہ دلہن ہے جس سے تم نے رغبت اور شوق کے ساتھ نسبت کی ہے۔ اس لئے اس سے تم کو ہر قسم کی راحت ملے گی اور یہ سب عمدہ معنی والے استعارات ہیں جن کے الفاظ بھی مناسب اور ہم جنس ہیں اور مقصود یہ ہے کہ گو ہمیں یہاں ایک واؤ فاصل مزید کے اختیار کرنے کی ضرورت پڑ گئی ہے لیکن اس پر بھی ہم اس باب میں قراء کے اختلاف کو نہایت خوبی سے بیان کریں گے۔ پس یہ خیال نہ کرنا کہ اس نئی اصطلاح کے سبب مطلب کے واضح ہونے میں کوئی کمی رہ جائے گی)

۲۵۸/۴ - وَفِیْ دَالِ قَدْ اَیْضًا وَّتَاءِ مُؤَنَّثٍ (ص) وَفِیْ هَلْ وَبَلْ فَاحْتَلْ بِذِهْنِكَ اَحْیَلَا

ترجمہ:- اور (میں اپنی اسی پہلی اصطلاح کی طرف) لوٹنے والا بن کر قَدْ کے دال اور تانیث کی تا اور ھَلْ اور بَلْ (کے لام) میں بھی (ایسا ہی کروں گا یعنی ان میں بھی وہی طریق استعمال کروں گا جو میں نے ابھی اِذْ میں بتایا ہے کہ ایک شعر میں تو ان کو اور ان کے حروف کو لاؤں گا اور دوسرے شعر میں ان کا حکم بتاؤں گا جب میں نے اپنی اصطلاح وضاحت کے ساتھ بتا دی ہے) تو تو (مقصد سمجھنے کے لئے) اپنی سمجھ کے ذریعہ حیلہ (اور تدبیر) کر حالانکہ تو بہت حیلہ کرنے والا (اور سچا حیلہ کرنے والا نہایت ذہین) ہے۔

تشریح:- مصنف وعدہ فرماتے ہیں کہ اس باب میں چند کلمات اِذْ۔ قَدْ تانیث کی تا اور ھَلْ اور بَلْ کے لام کو بیان کریں گے جن میں روایات اور کتب سے اظہار اور ادغام دونوں ثابت ہیں مصنف اور ان میں بیان کی ترتیب یہ رہے گی کہ ان میں سے جس کا بیان شروع ہوگا۔ پہلے شعر میں تو اس لفظ (مثلاً اِذْ) اور اس کے ان تمام حروف کو لے آئیں گے جن میں اس کا ادغام ہوتا ہے اور وہ سب حروف کلمات کے شروع شروع سے لئے جائیں گے یعنی ہر کلمہ کے پہلے حرف کو شمار کریں گے مثلاً اِذْ کا ادغام چھ حرفوں میں ہوتا ہے تو ان کو بتانے کیلئے اِذْ کے بعد چھ کلمے لے آئیں گے۔ پھر واؤ فاصل لائیں گے تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ یہاں ادغام کے حرف ختم ہو گئے ہیں پھر اس کا حکم ان قراء کیلئے بتائیں گے جن کیلئے سب حروف میں اظہار یا سب میں ادغام ہے چنانچہ اِذْ۔ قَدْ۔ تانیث کی تا میں تو ان کو بیان کیا ہے جن کیلئے سب میں اظہار ہے اور ھَلْ اور بَلْ میں ان کسائی کو بیان کیا ہے جن کیلئے سب میں ادغام ہے اور ان ایک حکم والوں کے لئے تو ناموں کے بجائے رمز لانے کی صورت میں بھی کوئی شبہ پیدا نہیں ہوتا کیونکہ جب ان کیلئے سب میں اظہار یا سب میں ادغام ہے تو اب جو حروف اظہار یا ادغام کے بعد آئیں گے وہ قراء کی رموز ہی کے ہوں گے ادغام کے حروف نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو سکتے کیونکہ وہ تو پہلے آہی چکے ہیں ان کے دوبارہ لانے کی کیا ضرورت ہے (مثال ذکر اِذْ و قَدْ و تاءِ تانیث و هَلْ و بَلْ چاروں کے شعر ۲ میں دیکھو) ـــــــ پھر سب میں اظہار یا سب میں ادغام والوں اور فرق کرنے والوں میں جدائی کیلئے واو فاصل لائیں گے اور مثالیں انھیں اشعار میں دیکھو ۲ پھر دوسری مرتبہ ان قراء کو بیان کریں گے جن کیلئے بعض حروف میں ادغام اور بعض سے پہلے اظہار ہے اور ان کے نام دو طرح آئیں گے۔ اوّل یہ کہ قاری کا نام آئے نہ کہ رمز اس صورت میں بھی کوئی شبہ نہیں ہوتا اس لئے کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ناظم نے پورے قصیدہ میں یہ دستور رکھا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں قاری کا نام لے آتے ہیں تو پھر اس حکم کے ختم ہونے تک رمز بالکل نہیں لاتے نہ اس قاری کی نہ کسی اور کی پس یہاں جو حرف نام کے بعد آئے گا وہ ادغام ہی کا ہوگا رمز کا نہیں ہو سکتا جیسے وَاَدْغَمَ وَرْشٌ ضُرَّ ظَمْآنَ ذکرِ قد ۲ یعنی ورش نے قد کی دال کا ضاد اور ظا ہی میں ادغام کیا ہے پس یہ دونوں حروف قراء کی رمزیں نہیں ہیں۔ دوم یہ کہ نام کے بجائے رمز آئے اس صورت میں چونکہ دو قسم کے حروف جمع ہو جاتے ہیں ایک رمز کا اور دوسرے ادغام کے وہ حروف جن میں اس رمز والے کیلئے ادغام یا اظہار ہے اس لئے یہاں یہ شبہ رہتا کہ ان میں سے کون سا حرف قاری کی رمز ہے اور کون سے حروف ادغام کے ہیں پس اس شبہ کو دور کرنے کیلئے ایک واو فاصل اور مقامات سے زیادہ استعمال کیا ہے جس کو رمز کے بعد لاتے ہیں پس واو کے آنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ واو سے پہلا حرف قاری کی رمز تھا اور اس کے بعد والے حروف ادغام کے ہیں جن میں اس نے ادغام یا اظہار کیا ہے جیسے (وَ) اَظْهَرَ (رِ) يَّا (وَ) قَوْلُهُ (وَ) اَصِفٌ (جَ) ـلاَ اس میں راء کسائی کی اور قاف خلاد کی رمز ہے اور واو فاصل ہے اور جیم اظہار کا حرف ہے اور مطلب یہ ہے کہ خلاد اور کسائی کیلئے اِذْ کے ذال کا صرف جیم سے پہلے اظہار ہے اور باقی پانچ میں ادغام ہے اسی طرح اور بھی بہت سی مثالیں ہیں اب غور کیجئے کہ اگر یہاں یہ واو نہ ہوتا تو شبہ پیدا ہوتا یا نہیں غرض یہ کہ جن قراء کیلئے بعض حروف میں ادغام اور بعض سے پہلے اظہار ہے جب ان کے ناموں کے بجائے رمز لائیں گے تو وہاں دو واو فاصل آئیں گے جن میں سے پہلا قاری کی رمز اور اس کے ادغام کے حروف میں جدائی کرنے کیلئے ہوگا اور دوسرا وہ ہوگا جو مسئلہ کے ختم پر ہر جگہ آیا کرتا ہے جس کا ذکر دیباچہ کے شعر ۴۶ و ۴۷ میں آچکا ہے رہے باقی قراء سو ان کے لئے سب حروف میں ادغام یا سب میں اظہار ہوگا جو ضد سے سمجھا جائیگا۔ یعنی اگر اولاً سب میں اظہار والوں کو بیان کیا تھا جیسا کہ اِذْ۔ قَدْ اور تانیث کی تا کے بیان میں ہے تو ان باقین کیلئے سب میں ادغام ہوگا اور اگر اولاً سب میں ادغام والوں کو بیان کیا تھا جیسا کہ هَلْ و بَلْ کے ۲ میں ہے تو باقین کیلئے سب حروف سے پہلے اظہار ہوگا بخلاصہ یہ کہ ان بابوں میں قراء کی تین صورتیں ہو جائیں گی (۱) وہ جن کیلئے سب میں اظہار یا سب میں ادغام ہے (۲) وہ جن کیلئے بعض میں ادغام اور بعض سے پہلے اظہار ہے۔ (۳) باقین جن کیلئے پہلے والے حکم کی ضد سے سب میں اظہار یا سب میں ادغام ہے لیکن ان کو بیان نہیں کریں گے ضد سے سمجھے جائیں گے خوب سمجھ لو۔ (۴) اور یہ نئی اصطلاح صرف اِذْ میں نہیں بلکہ قَدْ اور تانیث کی تا اور هَلْ اور بَلْ کے لام میں بھی برتی جائے گی اور غور کرنے کا شوق دلانے کیلئے آخر میں یہ بھی فرما دیا کہ تم اپنی ذہانت کے ذریعہ مطلب سمجھنے کی کوشش کرنا کیونکہ تم تو بڑے مدبّر اور سمجھدار ہو۔

فائدہ:- ابو شامہ فرماتے ہیں چونکہ یہ چاروں اشعار ان اصطلاحات کے بیان کیلئے کافی نہیں تھے جو ناظم نے اس باب میں استعمال کی ہیں اس لئے میں نے ان کے بجائے دوسرے چار شعر لکھے ہیں جو اس مقصد کیلئے کافی اور وافی ہیں۔ انتہیٰ۔ احقر نے ان اشعار کو رسالۂ تغیرات میں جمع کیا ہے۔

تنبیہ:- قراء کی رموز اور ادغام کے حروف میں فرق ظاہر کرنے کیلئے یہ طریق اختیار کیا ہے کہ رموز کو تو صرف تو سین میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لکھدیا ہے۔ اوران کے نیچے حروف نہیں لکھے اور ادغام کے حروف توسین میں بھی ہیں اور ان کے نیچے حروف بھی بنادئے ہیں۔
النحو والعربیہ ۔ ۲۵۵ ؎ حُرُوْفُہَا کی تقدیر حُرُوْفُ کَلِمَاتِہَا یا کَلِمَاتُ حُرُوْفِہَا ہے اور اضافت ادنیٰ ملابست کی بناء پر ہے ؎ بِالْاِظْہَارِ یا تو شُرُوْعِیْ کے متعلق ہے یا اس کی ضمیر سے حال ہے اور شُرُوْعِیْ۔ اَلْفَاظًا کی دوسری صفت ہے۔ ۲۵۶ ؎ فَدُوْنَكَ کی فاجعبری کی رائے پر زائد اور علی قاری رح کی تحقیق پر فصیحہ ہے ؎ دُوْنَكَ اسم فعل ہے جو اَلْزِمْ یا خُذْ کے معنی میں ہے ؎ بَیْتِہَا میں اضافت ادنیٰ ملابست کی بناء پر ہے ؎ وَمَا بَعْدُ موصول مع صلہ یا تو اِذْ پر معطوف ہے یعنی اِذْ والے شعر کے بعد والے شعر کی رموز کو بھی لیلے یا یہ مبتدا ہے اور بِالتَّقْیِیْدِ قُدْ الخ خبر ہے ای مَقُوْلٌ فِیْ حَقِّہٖ قُدْ ؎ بِالتَّقْیِیْدِ ای بِالضَّبْطِ اور اس میں الف لام عہدی ہے جس سے یا تو آئندہ شعر میں آنے والی اصطلاح مراد ہے جو مَا سُمِّیَ الخ میں ہے یا وہ جو اضداد کے بیان میں گذر چکی ہے یا دونوں مراد ہیں ؎ مُذَلَّلًا ای مُسَہَّلًا چنانچہ بَعِیْرٌ مُذَلَّلٌ اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کی ناک میں نکیل ڈال دیتے ہیں تاکہ ہانکنے والے کے تابع رہے ۲۵۷ ؎ مَا سُمِّیَ ای مَا ذُکِرَ اور اس کا مفعول مقدر ہے ای تُسْرَاہٗ ؎ تَسْمُوْ سُمُوٌّ سے ہے جو بلند ہونے کے معنی میں ہے اور اس سے کنایہ کے طور پر ظہور مراد ہے۔ ؎ تُسَمّٰی قَبْلَ التَّسْمِیَۃِ ؎ علی علی قاری رحمۃ اللہ کی رائے پر تُسَمّٰی کے متعلق ہے یعنی اس رمز کے ذریعہ اس قاری نے عمدہ علامت اور طریق پر نام قبول کرلیا ہے اور ظاہر ہوگیا ہے اور ابو شامہ کی رائے پر اُذْکُرْ مقدر کے متعلق ہے اور ترجمہ میں اسی کو لیا ہے ؎ سِیْمَا علامت اور طریق کے معنی میں ہے اور یہ شعلہ کی رائے پر ممدود ہے جو مشہور کے خلاف ہے۔ ؎ تَرُوْقُ ای تَعْجَبُ وَتُعْجِبُ ؎ مُقْبَلًا اسم ظرف کے معنی میں ہے اور یہ یا تو تَرُوْقُ کے فاعل سے حال ہے یا تمیز ہے اور اس سے کنایہ کے طور پر عبارت مراد ہے اور علاقہ یہ ہے کہ اس میں محل بول کر حال مراد لیا ہے۔ ۲۵۸ ؎ وَفِیْ دَالِ قَدْ کی تقدیر وَافْعَلْ مِثْلَ ذٰلِكَ فِیْ دَالِ قَدْ ہے ؎ اَیْضًا۔ اَیْضًا (رَاجِعًا) کے معنی میں ہو کر اِفْعَلْ مقدر کی ضمیر سے حال ہے ؎ وَتَاءِ مُؤَنَّثٍ اور اس کے مابعد دال قد پر معطوف ہیں۔ جعبری کی رائے پر ان میں سے بعض میں جار محذوف ہے اور علی قاری رح کی رائے پر بعض میں جار کا اعادہ ہے بس محذوف ماننے کی حاجت نہیں ہے ؎ فَاحْتَلْ یا تو حِیْلَۃٌ سے ہے یا حَوَالَۃٌ سے یعنی تو تدبیر کر یا حوالہ قبول کر ؎ ذِہْنٌ ای نَہْمٌ ؎ اَحْیَلَا اطلاق الف سے یا تو صفت مشبہ ہے ای صَادِقَ الْحِیْلَۃِ یا اسم تفضیل ہے۔

ذِکْرُ ذَالِ اِذْ

یہ اِذْ کی ذال کا بیان ہے

اس میں تین شعر ہیں۔

۲۵۹ نَعَمْ اِذْ تَمَشَّتْ زَیْنَبٌ صَالَ دَلُّہَا سَمِیُّ جَمَالٍ وَّاصِلًا مَّنْ تَوَصَّلَا
(ت ز ص د س ج)

ترجمہ:۔ (گویا کسی نے سوال کیا کہ آپ نے جو الفاظ اور حروف کے بیان کرنے کا وعدہ کیا تھا کیا آپ اسے پورا کریں گے اس کے جواب میں فرمایا) ہاں (ابھی پورا کرتا ہوں۔ لو وہ حروف یہ ہیں جو تَمَشَّتْ سے جَمَالٍ تک کے چھ کلموں کے شروع شروع میں آرہے ہیں اور وَاصِلًا کا واد فاصل ہے اور ان کلمات کے معنی یہ ہیں کہ) جب زینب (نام محبوبہ) چلی (جو جنّت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی عورتوں میں سے ایک عورت ہے) تو اس کے ناز نے (یعنی خود زینب نے اپنے عاشقوں پر) حملہ کیا (اور اپنی ملاقات کا مشتاق بنا دیا اور حملہ کی نسبت زینب کے بجائے ناز کی طرف اس لئے کی ہے کہ اول تو زینب کی تعظیم مانع تھی اور دوسرے یہ بات بھی پیش نظر تھی کہ ناز کی کثرت ظاہر ہو جائے) حالانکہ وہ (ناز) بلند حسن والا ہے نیز اس حال میں کہ وہ (ناز) اس (عاشق) کو ناز دینے والا (اور وصال کرا دینے والا) ہے۔ جو (اس محبوبہ سے) ملنے کا ارادہ کرے (اور اس کی موافقت اور اطاعت کرے یعنی یہ ناز عاشق کے دل میں خوب گہرا اثر کرتا ہے جس سے وہ عشق کی راہ کی ہر مصیبت و محنت کو برداشت کرنے کے لئے مستعد رہتا ہے اور کسی حالت میں بھی عشق کی منزل سے منہ نہیں موڑتا حتیٰ کہ ایک دن اس کو محبوبہ کا وصل میسر آ ہی جاتا ہے اور جب مجازی عشق بھی ہر طرح کی تکلیف جھیلنے کیلئے باہمت بنا دیتا ہے تو پھر حقیقی عشق تو اس سے کہیں بلند ہے۔ اس میں یہ بات کیوں نہ ہو ؎

عشق آن شعلہ است کہ او چوں بر فروخت ٭ ہر چہ جز معشوق باشد جملہ سوخت

اور اس سے نکل آیا کہ جو اس کی نافرمانی کرتا ہے اور اس کی خواہش کے خلاف چلتا ہے وہ اس کے وصل سے محروم رہتا ہے پس عشق کی راہ میں استقامت اور پختگی اسی کو نصیب ہوتی ہے جو فرمانبرداری میں ترقی کرتا رہا اور نافرمانی سے ہر وقت ڈرتا رہے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ)

٢٦٠/٢ - فَإِظْهَارُهَا (أَ) جْرَى (دَ) وَامَ (نَ) سِيمِهَا (وَ) أَظْهَرَ (رَ) يَّا (قَ) وْلِهِ (وَ) اصِفُ (جَ) لَا

ترجمہ:۔ (یعنی نافع۔ ابن کثیر عاصم کیلئے چھیوں حرفوں سے پہلے اِذْ کی ذال کا اظہار ہے اور وَأَظْهَرَ کا واو فاصل ہے اور کسائی اور خلاد کیلئے حرف جیم سے پہلے اظہار ہے اور باقی پانچ میں ادغام ہے اور وَاصِفُ کا واو فاصل ہے اور جو معنی اشارۃً نکلتے ہیں وہ یہ ہیں) پس اس (زینب) کے (احوال کے) اظہار نے اس (محبوبہ) کی ہمیشہ رہنے والی عمدہ اور نرم ہوا (عجیب و نفیس اثر) کو جاری کر دیا ہے (یعنی اس کے اوصاف حسن کو عشاق کے دلوں میں نہایت مضبوط اور پائیدار اثر ہوا جس سے وہ ہمیشہ کیلئے اس کے فدائی اور شیدائی بن گئے اور ان اوصاف کے پیش نظر عشق کی راہ کی ہر منزل میں آرام ہی آرام نظر آنے لگا) اور اس تعریف کرنے والے نے اپنے کلام کی عمدہ خوشبو کو ظاہر کر دیا۔ جس نے (اپنے بیان کے ذریعہ اس کے اوصاف کو) واضح کر دیا ہے (یعنی محبوبہ کے اوصاف بیان کرنے سے تعریف کرنے والے کا کلام بھی خوشگوار اور مزیدار بن گیا ہے اور تانیث کی دونوں ضمیریں بظاہر بنت زینب کیلئے اور مراد کے لحاظ سے اِذْ کی ذال کے لئے ہیں)

٢٦١/٣ - وَأَدْغَمَ (ضَ) نْكًا (وَ) اصِلُ (تُ) وْمَ (دُ) رِّهِ ٭ (وَ) أَدْغَمَ (مَ) وْلًى (وَ) جْدُهُ (دَ) ائِمُ (وِ) لَا

ترجمہ:۔ (یعنی خلف کیلئے اِذْ کے ذال کا صرف تا اور دال میں ادغام ہے اور باقی چار سے پہلے اظہار ہے اور وَاصِلُ کا واو فاصل ہے اور ابن ذکوان کیلئے صرف دال میں ادغام ہے اور وَجْدُهُ اور وِلَا کا واو فاصل ہے اور اظہار کی ضد سے نکل آیا کہ باقی ذیڑھ ابوعمرو اور ہشام کیلئے چھیوں حرفوں میں ادغام ہے اور جس معنی کی طرف اشارہ ہے وہ یہ ہیں) اور اپنے موتی جیسے چاندی کے دانوں کو ملانے والے (اور پرونے والے یعنی لگاتار اور ہمیشہ حقیقی محبوب کی تعریف کرنے والے بندے) نے (اپنے دل کی) تنگی (عشق کی تکلیف) کو چھپا لیا (اور نااہلوں پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔ اس اندیشہ سے کہ کہیں عشق سے روکنے نہ لگ جائیں یا مذاق اڑانا شروع کر دیں اور اس سے میری مشغولی میں فرق آجائے) اور اس غلام (کامل عاشق) نے بھی (اپنی کامیابی کو) چھپا لیا جس کی دولت مندی لگاتار اور پے در پے ہونے کے لحاظ سے ہمیشہ رہنے والی ہے (یعنی ہر وقت محبوب کے وصل سے کامیاب اور لگاتار تجلیات سے مالا مال ہے اس نے بھی مناسب نہیں سمجھا کہ اپنے بھید اور خاص حالات نااہلوں سے بیان کرے۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرح :- یعنی تجد زسص کے چھ حروف سے پہلے اِذْ کی ذال کے اظہار اور ادغام میں اختلاف ہے اور یہ حروف اِذْ کے بعد سینتالیس ۴۷ جگہ آئے ہیں ۱ تا انیس ۱۹ جگہ آئی ہے جیسے اِذْ تَبَرَّاَ ۲ جیم انیس ۱۹ جگہ جیسے وَاِذْ جَعَلْنَا ۳ دال چار ۴ جگہ اِذْ دَخَلُوْا تین ۳ جگہ (حجر ع دص و ذریت ع) اور اِذْ دَخَلْتَ (کہف ع) میں ۴ زا دو ۲ جگہ وَاِذْ زَيَّنَ (انفال ع) اور وَاِذْ زَاغَتِ (احزاب ع) ۵ سین دو ۲ جگہ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ (نور ع میں دو جگہ) ۶ صاد ایک جگہ وَاِذْ صَرَفْنَا (احقاف ع) اور خلاصہ یہ ہے کہ نافع - ابن کثیر - عاصم کیلئے چھوں حرفوں سے پہلے ہر جگہ ذال کا اظہار ہے اور خلاد اور کسائی کیلئے صرف جیم سے پہلے اظہار اور باقی پانچ میں ادغام ہے اور خلف کیلئے تا اور دال میں ادغام اور باقی چار میں اظہار ہے اور ابن ذکوان کیلئے دال میں ادغام اور باقی پانچ میں اظہار ہے اور ابو عمرو و ہشام کیلئے چھ کے چھ میں ہر جگہ ادغام ہے۔

فائدہ :- ان تمام ابواب میں اظہار اصل ہے اور ادغام کی وجہ تخفیف ہے اس بناء پر کہ ان حروف کا مخرج ذال سے قریب ہے اور بعض میں ادغام اور بعض میں اظہار دونوں لغتوں کے جمع کرنے کیلئے ہے اور خلاد و کسائی کیلئے صرف جیم میں اظہار اس لئے ہے کہ اس کا مخرج ذال کے مخرج سے قدرے دور ہے۔

النحو والعربیہ :- ۲۵۹ ۱ نَعَمْ سوال مقدر اَتُنْجِزُ وَعْدَكَ الَّذِیْ وَعَدْتَ کا جواب ہے ۲ اِذْ صَالَ کا مفعول فیہ ہے جو اِسْتَطَالَ اور وَثَبَ کے معنیٰ میں ہے ۳ زَيْنَبُ ضرورت کی بناء پر غیر منصرف ہے ۴ دَلَّ (اور دَلَال) ناز اور کرشمہ کے معنیٰ میں ہے ۵ مَسِيَّ جَمَالٍ میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے ای ذَا حُسْنٍ رَفِيْعٍ اور سَمِيَّ اور وَاصِلَاهُ دونوں فاعل (دَلَّ) سے حال ہیں اور ثانی کو حال متداخلہ بھی کہہ سکتے ہیں ۶ مَنْ مع صلہ وَاصِلَاهُ کا مفعول ہے ۲۶۰/۲ ۱ اَجْرٰی کی ضمیر اظہار کیلئے ہے ۲ دَوَامَ نَسِيْمِهَا کی تقدیر نَسِيْمِهَا الدَّائِمَ ہے۔ ۳ رَيَّا مقصور عمدہ خوشبو کے معنیٰ میں ہے ۴ قَوْلِهٖ کی ہا وَاصِفٌ کیلئے ہے جو اَظْهَرَ کا فاعل ہونے کے سبب رَيَّا (مفعول) پر رتبۃً مقدم ہے ۵ وَاصِفٌ لغت میں صفات بیان کرنے والے کے معنیٰ میں ہے عام ہے کہ وہ صفات تعریف کے قبیل سے ہوں خواہ برائیوں کی قسم سے لیکن استعمال میں اکثر جگہ تعریفی والی صفات بیان کرنے کے معنیٰ میں آتا ہے ۶ جَلَا ای كَشَفَ وَاصِفٌ کی صفت ہے ۲۶۱/۳ ۱ ضَنَّتْ تنگی ۲ تُوَمُ تُوْمَةٌ کی جمع ہے جو چاندی کے اس دانہ کے معنیٰ میں ہے جو موتی کی طرح گول بنا ہوا ہو اور اس کی اضافت دُرّ کی طرف یا تو تشبیہ کی بناء پر ہے یعنی یہ دانے صفائی میں موتیوں جیسے ہیں پس یہ اضافت بیانیہ ہوگی یا شرکت و مصاحبت کی بناء پر ہے یعنی چونکہ لڑی میں چاندی کے دانوں کے ساتھ موتی بھی ہوتے ہیں اس لئے موتی کے دانے کہدیا یعنی موتی کے ساتھ رہنے والے اور تُوَمَ دُرِّهٖ سے مراد تعریف ہے جو دانوں اور موتیوں کی طرح ہے۔ ۳ دوسرے وَاَدْغَمَ کا مفعول مقدر ہے ای حَالَهٗ اَوْ حُبَّهٗ ۴ وُجْدٌ بمعنی اس میں روایۃً واد کا ضمہ ہے اور قراءۃً کسرہ بھی ہے چنانچہ طلاق ع میں روح کی قراءۃ وِجْدِكُمْ ہے اور لغۃً فتحہ بھی جائز ہے ۵ وِلَا میں دفعاً قصر ہے نہ کہ جعبری کی رائے کے موافق ضرورۃً اور یہ تمیز ہے جو فاعل سے محول ہے یا وُجْدُهٗ کی دوسری خبر ہے ای هُوَ ذُوْ وِلَا اور یہ معنیٰ ظاہر تر ہیں اور ابو شامہ فرماتے ہیں کہ اگر واو کا فتحہ پڑھا جائے تو یہ محبت کے معنیٰ میں ہو کر اَدْغَمَ کا مفعول ہو جائے گا اور پہلے اَدْغَمَ کی طرح اس کا مفعول بھی مذکور ہو جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ذِکْرُ دَالِ قَدْ

یہ قَدْ کی دال کا بیان ہے

اس میں چار شعر ہیں

۲۶۲ وَقَدْ سَحَبَتْ (ذَ) يْلًا (ضَ) فَا (ظَ) لَّ (زَ) رْنَبٌ — (جَ) لَتْهُ (صَ) بَاهُ (شَ) ائِقًا (وَ) مُعَلِّلَا
۱ س ذ ض ظ ز ج ص ش

ترجمہ:۔ (یعنی ان آٹھ حرفوں سے پہلے قَدْ کے دال کے اظہار وادغام میں اختلاف ہے جو سَحَبَتْ سے شَائِقًا تک کے آٹھ کلمات کے شروع میں ہیں اور وَمُعَلِّلَا کا واو فاصل ہے اِذْ کے باب کی طرح اس باب میں بھی زینب کے اوصاف بیان کرکے فرمانبرداری کا شوق دلایا ہے اور نافرمانی سے نفرت پیدا کرائی ہے پس معنیٰ یہ ہیں) اور اس (زینب) نے (چلتے وقت) اس دامن کو کھینچا جو دراز ہوگیا ہے (یعنی ناز وخرام سے دراز دامن کو کھینچتی ہوئی چلتی ہے) وہ زرنب (عمدہ خوشبودار بوٹی یا سونٹھ) جس کو اس دامن کی شرقی (اور کعبہ کی طرف سے چلنے والی) ہوا نے ظاہر کیا تھا (یعنی وہ بوٹی اس دامن کی ہوا کے فیض ہی سے پیدا ہوئی تھی) ہمیشہ (عاشق کو) مشتاق بنانے والی اور سیراب کردینے والی (یا دوسرے محبوبوں سے غافل کرنے والی اور اسی محبوبہ کی یاد میں لگا دینے والی) رہی۔ (یعنی چونکہ زرنب محبوبہ کے دامن کے فیض سے پیدا ہوئی ہے اور اس میں دامن کا اثر موجود ہے۔ اس لئے یہ عاشق جس وقت بھی زرنب کی خوشبو سونگھتا ہے اسی وقت یہ خوشبو اس محبوبہ کو یاد دلاکر اس کے وصل کا پہلے سے زیادہ مشتاق بنا دیتی ہے اور اسی اثر کے سبب عاشق کو ایک طرح کی تسکین بھی دیتی ہے یا اس کی توجہ کو اوروں کی طرف سے ہٹا کر ہمہ تن اسی کا بنا دیتی ہے)

۲۶۳ فَأَظْهَرَهَا نَجْمٌ (بَ) دَا (دَ) لَّ (وَ) اضِحًا — وَأَدْغَمَ وَرْشٌ (ضَ) رَّ (ظَ) مْآنَ (وَ) امْتَلَا
۲ ض ظ

ترجمہ:۔ (یعنی عاصم۔ قالون۔ ابن کثیر کیلئے ان آٹھوں حرفوں سے پہلے قَدْ کے دال کا اظہار ہے اور وَاضِحًا اور وَأَدْغَمَ کا واو فاصل ہے) اور ورش کیلئے ضٓظ کے دو میں ادغام اور جذ۔ زس۔ شص کے چھ سے پہلے اظہار ہے۔ اور وَامْتَلَا کا واو فاصل ہے) اور اس (زینب کے حسن) کو اس ستارہ (عالم) نے ظاہر کر دیا جو اس کے آنے سے پہلے ظاہر (طلوع) ہوا تھا اس (ستارہ) نے (زینب کے آنے کی) خبر دی ہے حالانکہ وہ (ستارہ) واضح (اور ظاہر) ہے (یعنی اس کے آنے سے پہلے جو ستارہ طلوع ہوا ہو نکہ وہ نہایت روشن تھا اسلئے اس کی روشنی نے زینب کے حسن کا پتہ دیدیا گویا یہ بتا دیا کہ جب اس کے فیض سے روشن ہونے کے سبب مجھ میں اتنا حسن ہے تو خود اس محبوبہ کا حسن کس پایہ کا ہوگا اور حاصل یہ ہے کہ اللہ کے عارف عالم نے جنت کی عورتوں کے اوصاف بیان کرکے سننے والوں کو آخرت کے درست کرنے اور وہاں کی نعمتیں حاصل کرنے کا مشتاق بنا دیا) اور (شراب کے پیالہ کے) حاصل کرنے نے (محبوبہ کے دیدار کے) پیاسے عاشق کی تکلیف کو چھپا لیا (سو اس نے اس شراب کو پی لیا) اور وہ سیراب ہوگیا۔ (یعنی محبوبہ کے اوصاف (جو شراب کے مانند ہیں) سُن کر عاشق کو تسکین حاصل ہوگئی)

۲۶۴ وَأَدْغَمَ (مُ) رْوٍ (وَ) اكِفٌ (ضَ) يْرَ (ذَ) ابِلٍ — (زَ) وَى (ظِ) لَّهُ (وَ) غْرٌ تَسَدَّاهُ كَلْكَلَا
۳ ض ذ ز ظ

ترجمہ:۔ (یعنی ابن ذکوان کیلئے قَدْ کے دال کا ضاد۔ ذال۔ زا۔ ظا ان چار حرفوں میں ادغام ہے لیکن وَلَقَدْ زَيَّنَّا ملک میں ادغام اور اظہار دونوں ہیں جیسا کہ آئندہ شعر میں آرہا ہے اور باقی چار جیم۔ سین۔ شین۔ صاد میں صرف اظہار ہے

www.KitaboSunnat.com

اور ذَاکِہٗ کا واو رمز اور ادغام کے حروف میں فاصل ہے اور وَغِرٌ کا واو بھی فاصل ہے جو مسئلہ کا خاتمہ بتانے کے لئے ہے اور یہ معنیٰ اشارۃً نکلتے ہیں وہ یہ ہیں) اور اس سیراب کرنے والے (انعامات اور بخششوں کے اعتبار سے) بہنے والے نے رقیق جس کے انعامات نہایت عام ہیں) اس دُبلے (عاشق) کے نقصان (اور اس کی تکلیف) کو چھپا لیا جس کے سایہ کو (نال کی) ان سخت سوزشوں (اور حرارتوں) نے جمع کر لیا (اور سمیٹ لیا) سبب جو اس (دُبلے عاشق) پر (یعنی اس کے) سینہ پر بلند ہوگئی (اور چھا گئی) ہیں (یعنی دل کی سوزشوں نے عاشق کو ایسا لاغر بنا دیا ہے کہ جس سے اس کا سایہ بھی سمٹ سمٹا کر ختم ہوگیا یا سایہ سے مراد خیال ہے اور اب ذَوِی ظِلّہٗ کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ دل کی سوزشوں نے عاشق کے خیال کو جمع کر دیا اور صرف محبوبہ کی طرف متوجہ کر دیا ہے جس سے وہ سب کو چھوڑ کر اسی کا ہوگیا ہے۔ اور پورے شعر کا مطلب یہ ہوا کہ پے درپے سیراب کرنے والے وصل نے اس لاغر عاشق کی تکلیف کو دور کر دیا جس کا سایہ بھی لاغری کے باعث باقی نہیں رہا تھا یا جو محبوبہ کے خیال میں اپنی ضروری حاجتوں سے بھی بے خبر ہوگیا تھا اور اس بناء پر اس کی کمزوری اور بھی بڑھتی جا رہی تھی)

۲۶۵/۴ - وَفِی حَرْفِ زَیَّنَّا خِلَافٌ (وَ) مُظْهِرٌ ہِشَامٌ بِصَادٍ (صٓ) حَرْفَهٗ مُتَحَمِّلَا

ترجمہ :- اور (وَلَقَدْ) زَیَّنَّا (ملک ع) کے کلمہ میں (انہیں ابن ذکوان کا) خلاف ہے (یعنی اظہار و ادغام دونوں ہیں اور طریق کے وافق اظہار ہی ہے کیونکہ یہ نقاش سے ہے) اور ہشام سورۂ صٓ میں اپنے کلمہ (لَقَدْ ظَلَمَکَ) کو اظہار سے پڑھتے ہیں۔ حالانکہ وہ (اس کو اپنے اساتذہ سے) روایت (بھی) کرنے والے ہیں (یعنی ہشام کیلئے قَدْ کے دال کا ظاء سے پہلے صرف اسی ایک جگہ اظہار ہے اور ظاء میں سے لَقَدْ ظَلَمَکَ کے سوا اور مواقع ہیں اور باقی سات حرفوں میں ہر جگہ قَدْ کے دال کا ادغام ہے اور چونکہ سورۂ صٓ میں ان آٹھ حرفوں میں سے صرف ظاء آئی ہے اور وہ بھی لَقَدْ ظَلَمَکَ میں ہے اس لئے حَرْفَهٗ کہنے سے اس کی تعیین ہوگئی اور ضد سے نکل آیا کہ باقی تین ابو عمرو۔ حمزہ اور کسائی کے لئے قَدْ کے دال کا آٹھوں حرفوں میں ہر جگہ ادغام ہے اور اس شعر سے جو معنیٰ اشارۃً نکالے گئے ہیں وہ یہ ہیں کہ وصال کے بارہ میں عُشّاق کے حالات مختلف ہیں بعض تو ایسے ہیں کہ وصل کے بعد ان کی رغبت اور بڑھ جاتی ہے اور قرب میں اضافہ حاصل کر کے موجودہ کمالات میں اور ترقی کرتے چلے جاتے ہیں اور اس شوق و طلب کی بدولت خود عشاق کے ظاہری حسن و جمال میں بھی ترقی ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ بعض آثار میں ہے کہ جو رات میں نماز زیادہ پڑھتا ہے۔ اس کا چہرہ دن کے وقت خوبصورت ہوتا چلا جاتا ہے اور بعض ایسے ہیں جن کو وصل کے بعد اپنے کمالات پر ناز ہو جاتا ہے اور خود پسندی کی بناء پر قرب کے درجات میں ترقی کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں اَللّٰھُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا اور سخی حضرات وصال کی خوشی میں اپنی تمام چیزوں کو نثار کر کے ضیافت کے برتنوں میں رکھ دیتے ہیں اور وہ فقر و فاقہ وغیرہ کا تحمل بھی کرتے ہیں)

شرح :- یعنی جذ سشص ضظ کے آٹھ حرفوں سے پہلے قَدْ کے دال کے اظہار اور ادغام میں اختلاف ہے اور قَدْ کے بعد یہ حروف اٹھانوے جگہ آئے ہیں ۱۔ جیم چھپن جگہ جیسے لَقَدْ جَآءَکُمْ ۲۔ ذال ایک جگہ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا (اعراف ع ۲۲) ۳۔ زا ایک جگہ وَلَقَدْ زَیَّنَّا (ملک ع ۱) ۴۔ سین گیارہ جگہ جیسے لَقَدْ سَمِعَ ۵۔ شین ایک جگہ قَدْ شَغَفَهَا (یوسف ع ۴) ۶۔ صاد گیارہ جگہ جیسے وَلَقَدْ صَرَّفْنَا ۷۔ ضاد چودہ جگہ جیسے فَقَدْ ضَلَّ ۸۔ ظا تین جگہ فَقَدْ ظَلَمَ (بقرہ ع ۲۹ و طلاق ع ۱) اور لَقَدْ ظَلَمَکَ (صٓ ع ۲) پس قالون۔ ابن کثیر۔ عاصم کیلئے آٹھوں حرفوں سے پہلے قَدْ کے دال کا ہر جگہ اظہار ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی نہ دال کو بعد کے حرف سے بدلتے ہیں اور نہ اس پر تشدید پڑھتے ہیں اور ورش کیلئے صرف ضاد اور ظا میں ادغام اور باقی چھ میں اظہار ہے اور اِذْ میں ان کیلئے تینوں حرفوں میں اظہار تھا اور ابن ذکوان کیلئے ذال - زا - ضاد - ظا میں ادغام ہے اور ان میں سے زا میں اظہار و ادغام دونوں ہیں۔ اظہار عبد العزیز فارسی سے ہے اور طریق کے موافق ہے اور ادغام ابوالحسن اور ابو الفتح سے ہے جو طریق کے خلاف ہے اور باقی چار جیم - سین - شین - صاد میں فقط اظہار ہے اور ہشام کیلئے صرف ظا سے پہلے ایک جگہ لَقَدْ ظَلَمَكَ (ص ع۲) میں اظہار ہے اور باقی سب جگہ آٹھوں حرفوں میں ادغام ہے ——— رہے باقی تین ابو عمرو - حمزہ اور کسائی سو ان کیلئے ہر جگہ آٹھوں حرفوں میں ادغام ہے۔

النحو والعربیۃ :- ۲۶۲/۱ ۱ ظَلَّتْ فعل ناقص ہے جو دَخَلَ فِی النَّهَارِ کے معنٰی دیتا ہے لیکن یہاں دَامَ کے معنٰی میں ہے ۲ زَرْنَبٌ اپنی صفت سے مل کر ظَلَّتْ کا اسم ہے اور شَائِقًا وَّمُعَلِّلًا اس کی خبر ہے اور جملہ ظَلَّتْ مستانفہ ہے۔ ۳ سَبَلَتْ میں تانیث کی تا اس لئے لائے ہیں کہ اس نام (صبا) مؤنث ہے ۴ صَبَا اس ہوا کو کہتے ہیں جو مشرق کی جانب سے چلتی ہے اور اس کا یہ نام اس لئے ہے کہ یہ کعبہ کی جانب چلتی اور مائل ہوتی ہے ۵ شَائِقًا شَاقَنِيْ سے ہے جو هَاجَنِيْ کے معنٰی میں ہے یعنی اس نے مجھے آمادہ اور مستعد کر دیا۔ پس یہاں یہ متعدی ہے اور مُشَوِّقًا کے معنٰی میں ہے ۶ مُعَلِّلًا لام کے زیر سے یا تو اس عَلَّلَهٗ سے ہے جو بار بار پانی پلانے کے معنٰی میں ہے یا اس عَلَّلَهٗ سے ہے جو اَلْهَاهُ کے معنٰی میں ہے یعنی اس نے اس کو غافل کر دیا اور دونوں معنٰی کی تقریر ترجمہ میں موجود ہے اور علی قاری کی رائے پر مُعَلَّلًا لام کے زبر سے ہے اس تقدیر پر معنٰی یہ ہوں گے کہ وہ زرنب سیراب کی ہوئی اور رونق دار رہی اور ابو شامہ کی تقریر سے زیر ہی کی تائید ہوتی ہے اس لئے یہاں متن میں زیر ہی لکھا گیا ہے۔ ۲۶۳/۲ ۱ فا عاطفہ ہے اور ضمیر منصوب لفظاً قَدْ کے دال کے اور معنًا زینب کے لئے ہے ۲ بَدَا النصر سے ناقص وادی ہے نہ کہ مہموز اللام اس لئے کہ بُدُوٌّ ظاہر ہونے کے اور بَدْءٌ شروع کرنے کے معنٰی میں ہے ۳ وَرْشٌ یہاں تَنَاوُلٌ (حاصل کرنے) کے معنٰی میں ہے اور حقیقتاً راوی کا نام ہے ۴ خُضَرٌ میں روایۃً ضماد کا نمبر ہے۔ ۵ ظَمْآنَ - ظَمَأٌ کا مذکر ہے اور یہ وصف اور الف اور نون زائدتین کی بنا پر غیر منصرف ہے اسی لئے اس کا جر نصب کے تابع ہے ۶ دَامِلًا کا آخری ہمزہ وقفاً الف سے بدل گیا ہے اور یہ فَشَرِبَ مقدر پر منصوب ہے اور شعلہ کے قول پر اَدْغَمَ پر معطوف ہے یہ لفظاً قریب اور معنًا بعید ہے۔ ۲۶۴/۳ ۱ وَاكِفٌ۔ وَكَفَ الْبَيْتُ اِذَا سَالَ وَهَطَلَ وَقَطَرَ سے ہے ۲ زَوٰی - جَمَعَ کے معنٰی میں ہے اور حدیث زُوِيَتْ لِيَ الْاَرْضُ اور زَاوِيَةٌ تَزْوِي الْفُقَرَاءَ اور زَوٰی فُلَانٌ بِالْمَالِ عَنْ وَرَثَتِهٖ بھی اسی معنٰی میں ہے ۳ ظِلّ سایہ یا اس سے کنایہ کے طور پر خیال مراد ہے ۴ وَغْرٌ علی قاری کے قول پر وَغْرَةٌ کا اسم جنس ہے جو گرمی کے تیزی سے بھڑکنے کے معنٰی میں ہے اور ابو شامہ اور ابن القاصح کی رائے پر وَغْرَةٌ کی جمع ہے اور آئندہ جملہ اسی کی صفت ہے۔ ۵ تَكَلَّلَ سینک کے معنٰی میں ہے اور تَسَدّٰاہُ کی ھا سے بدل البعض ہے۔ اِی تَسَدّٰی كَلْكَلَهٗ۔ ۲۶۵/۴ - ۱ خِلَافٌ اور هِشَامٌ دونوں مبتدائے مؤخر ہیں ۲ هِشَامٌ ظاہراً تو راوی کا نام ہے اور علی قاری کی رائے پر جُوْدٌ اور سَخَاوَۃٌ کے معنٰی میں بھی ہو سکتا ہے اِی رَجُلٌ ذُوْ هِشَامٍ اور یہ صورت اشارہ والے معنٰی میں ہوگی ۳ صَادٍ کا صرف ضرورت کی بنا پر ہے اور اگر اس کی دال کو تنوین نہ دیں تو دو ساکنوں کی بنا پر کسرہ دیا جائے گا اور اس تقدیر پر اس میں قبض (سکتہ) ہوگا - قاموس کی رو سے صاد رانگ اور تانبہ کے یا تانبہ کی ایک قسم کے معنٰی میں ہے اور یہ معنٰی معتل العین ہونے کی صورت میں ہیں اور اگر اس کو معتل اللام کہیں تو پھر یہ پیاسہ کے معنٰی میں ہوگا اور یہ بھی صحیح ہے کہ یہ صَادَاہُ اِذَا عَادَ ضَهٗ سے امر کا صیغہ ہو اور سورہ ص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے شروع میں یہ معنی مناسب تر ہیں یعنی کفار سے معارضہ کیجئے ہم۲ حرفُہٗ کی ضمیر مذکر ہونے کی بناء پر ہشام کیلئے ہے اور اضافت ادنیٰ ملابست کی بناء پر ہے۔ کیونکہ یہ قدؔ کے دال کا اسی ایک کلمہ میں اظہار کرتے ہیں اور یہ ھا سورہ صٓ کیلئے نہیں ہے ورنہ حرفہا کہتے۔

ذِکْرُ تَاءِ التَّانِیْثِ

(اس میں بھی چار ۴ شعر ہیں)

یہ تانیث کی تا کا بیان ہے

اس سے مراد وہ تا ہے جو ساکن ہو اور فعل کے آخر میں ہو اور چونکہ یہ باب ادغام صغیر ہی کا ہے جس میں مدغم ساکن ہی ہوا کرتا ہے اس لئے ناظم نے سکون کی قید ظاہر نہیں کی۔

۲۶۶ / ۱ وَاَبْدَتْ (سَ)نَا (ثَ)غْرٍ (صَ)فَتْ (زُ)رْقُ (ظَ)لْمِہٖ (جَ)مَعْنَ (وُ)رُوْدًا بَارِدًا عَطِرَ الطِّلَا
س ث ص ز ظ ج

ترجمہ:۔ (یعنی ان چھ ۶ حرفوں سے پہلے تانیث کی تائے ساکنہ کے اظہار و ادغام میں اختلاف ہے جو سَنَا سے جَمَعْنَ تک کے چھ ۶ کلمات کے شروع میں ہیں اور وُرُوْدًا کا واو فاصل ہے جو حروف کی تمامی ظاہر کر رہا ہے) اور اس (زینب) نے (مسکرا کر چلتے وقت) ایسے اگلے دانت کی روشنی کو ظاہر کر دیا جس کی چمک کے صاف پانی صاف (اور خالص) ہو گئے ہیں ان صفائیوں نے ایسے حضوری والے (لعاب) کو جمع کر رکھا ہے جو ٹھنڈک والا عمدہ خوشبودار شیرۂ انگور (یا اس لیپ) والا ہے (جو شفا حاصل کرنے کیلئے لگایا جاتا ہے۔ اور لعاب کو حضوری والا اس لئے کہا کہ وہ ہر وقت موجود رہتا ہے۔ یعنی اس محبوبہ میں چار ۴ وصف ہیں (۱) ظاہری اعضا نہایت خوبصورت ہیں (۲) دانت نہایت چمکدار ہیں (۳) منہ کا لعاب نہایت شیریں ہے (۴) خوشبو نہایت عمدہ ہے اور ان صفات سے اس کا نوعمر ہونا بھی ظاہر ہو گیا جو محبوبہ کیلئے کمال کی صفتوں میں سے ہے)

۲۶۷ / ۲ ۔فَاِظْهَارُهَا (دُ)رٌّ (نَ)مَتْهُ (بُ)دُوْرُهٗ (وَ) اَدْغَمَ وَرْشٌ (ظَ)افِرًا (وَ) مُخَوَّلَا
ظ

ترجمہ:۔ (یعنی ابن کثیر۔ عاصم۔ قالون کیلئے تانیث کی تا کا چھیوں حرفوں سے پہلے اظہار ہے اور وَاَدْغَمَ کا واو فاصل ہے اور ورش کیلئے صرف ظا میں ادغام اور باقی پانچ میں اظہار ہے اور واو فاصل ہے) پس اس (زینب) کا (مسکراتے وقت دانتوں کا) ظاہر کرنا (خوبی اور صفائی میں ایسے) موتی (کے مانند) ہے جس (کی صفات) کو اس (موتی) کے کامل چاندوں (دوستوں) نے (جو اپنے ارادہ کے روشن ہونے میں کامل چاند کی طرح ہیں) مرفوع کیا ہے (اور متصل سند سے ثابت کیا ہے یعنی اس کے دانت موتی کی طرح صاف اور شفاف ہیں جن کی صفات کو عشاق نے صحیح احادیث سے ثابت کیا ہے) اور ورش (یعنی کامل اور وصل سے کامیاب عاشق) نے ان لطائف کو غیروں سے) چھپالیا (جو اس کو حاصل ہوئے تھے) حالانکہ وہ (اس چھپانے میں) کامیاب ہونے والا ہے (چنانچہ اس طرح چھپایا کہ غیروں کو ان کمالات اور لطائف کی ہوا بھی نہیں پہونچی) اور وہ (عاشق یہ کمالات اس محبوبہ کے دوسرے عاشقوں کو بھی) دینے والا (اور ان کا مالک بنانے والا) ہے (یعنی عشق میں خود بھی کامل ہے اور اپنے فیوض سے دوسروں کو بھی واصل کر دیتا ہے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۶۸/۴ :- وَاَظْهَرَ كَهْفٌ (وَّ) افِرٌ (سَ)يْبُ (جُ)وْدِهٖ (زَ)كِيٌّ (وَ) فِيٌّ عُصْرَةً وَّ مُحَلِّلَا
س ج ز

ترجمہ :- (یعنی ابن عامر کے لئے تانیث کی تا کا سین ۔ جیم ۔ زا سے پہلے اظہار اور ثا اور ظا میں ہر جگہ ادغام ہے اور صاد میں سے حَصِرَتْ صُّدُوْرُهُمْ (نساء ع ۱۲) میں تو دونوں راویوں کے لئے صرف ادغام ہے اور لَهُدِّمَتْ صَّوَامِعُ ۔ (حج ع ۶) میں ہشام کیلئے اظہار اور ابن ذکوان کیلئے ادغام ہے جیسا کہ آئندہ شعر میں آئے گا اور وَّافِرٌ کا واو رمز اور اظہار کے حروف میں فاصل ہے اور وَفِيٌّ کا واو بھی فاصل ہے جو اظہار کے حروف کا خاتمہ بتانے کیلئے ہے) اور ایسے ذی (مرد) نے (محبت کے اسرار اور دوستی کے انوار کو) ظاہر کر دیا جس کے کرم کی عطا بہت (زیادہ) ہے جو (اپنے کمالات کے سبب لوگوں میں) خوب ظاہر (اور مشہور) ہے (نیز خالق و مخلوق دونوں سے وعدہ کا) خوب پورا کرنے والا ہے حالانکہ وہ (تو ہی مرد اللہ کے بندوں اور علم کے طلباء کا) ٹھکانہ اور (ان کے) نازل ہونے (اور ٹھہرنے) کی جگہ ہے (یعنی جو عاشق عشق میں کامل اور منضبط اور حال مقامات پر فائز اور اپنے احوال پر قابو رکھنے والا ہے اس نے محبت کے اسرار اور دوستی کے انوار کو بے کھٹکے ظاہر کر دیا اور کمزور عاشق کی طرح کسی کے ڈر سے ان اسرار کو چھپایا نہیں نیز یہ عاشق ایسا کامل ہے کہ اس نے کافی اور وافی توجہ سے ان اسرار کے حاصل کرنے کی قابلیت اوروں میں بھی پیدا کر دی اور جو حضرات اس کامل عارف کے صحبت یافتہ ہیں وہ دو ۲ قسم کے ہیں :- ۱ وہ جو اقرار کرتے ہیں کہ اگر یہ قطب ہمارے عیوب کی اصلاح نہ کرتا تو ہمارے اعمال ضائع ہو جاتے اور احوال فاسد ہو جاتے ۲ وہ جو حاذق اور سمجھدار ہیں وہ کامل ایمان کے تقاضہ کے موافق خوف و امید کے درمیان ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں کہ ہم خاتمہ کے لحاظ سے مقبول ہیں یا مردود سو ان کی نظر دونوں حالتوں پر ہے ۔ پس دونوں حالتوں میں غور کر کے ان میں سے عمدہ مقام کو اختیار کر لو)

۲۶۹/۴ وَاَظْهَرَ رَاوِيْهِ هِشَامٌ لَهُدِّمَتْ وَفِيْ وَجَبَتْ خُلْفُ ابْنِ ذَكْوَانَ يُفْتَلَا

ترجمہ :- اور ان (ابن عامر) کے راوی (یعنی) ہشام نے (صاد سے پہلے) لَهُدِّمَتْ (کی تا) کا اظہار کیا ہے اور وَجَبَتْ (جُنُوْبُهَا حج ع ۵ کے ادغام) میں ابن ذکوان کا ایسا خلاف ہے جو غور و تدبر سے دیکھا جاتا ہے (یعنی اس میں بعض نے ابن ذکوان کیلئے ادغام بھی بیان کیا ہے ۔ لیکن وہ صحیح نہیں ۔ پس اس میں ان کے لئے بھی ہشام کی طرح اظہار ہی ہے ۔ اور اظہار کی ضد سے نکل آیا کہ باقی تین ابو عمرو ۔ حمزہ اور کسائی کیلئے چھیوں حرفوں میں ہر جگہ ادغام ہے)

شارح :- یعنی ثَجَزٌ سَصَظٌ کے چھ ۶ حرفوں سے پہلے تانیث کی تائے ساکنہ کے اظہار و ادغام میں اختلاف ہے اور یہ حروف تا کے بعد چھبیس ۲۶ جگہ آئے ہیں ۱ ثا چھ ۶ جگہ رَحُبَتْ ثُمَّ (توبہ ع) بَعِدَتْ ثَمُوْدُ (ہود ع ۸) كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ (شعراء ع ۸ ۔ قمر ع ۲ ۔ حاقہ ع ۱ اور والشمس) ۲ جیم دو ۲ جگہ نَضِجَتْ جُّلُوْدُهُمْ (نساء ع ۸) اور وَجَبَتْ جُّنُوْبُهَا (حج ع ۵) ۳ زا ایک جگہ خَبَتْ زِّدْنٰهُمْ (اسراء ع ۱۱) ۴ سین بارہ ۱۲ جگہ اَنْۢبَتَتْ سَّبْعَ (بقرہ ع ۳۶) اَقَلَّتْ سَّحَابًا (اعراف ع ۷) مَضَتْ سُّنَّتُ (انفال ع ۵) اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ (توبہ ع میں ایک اور ع ۱۶ میں دو محمد ع ۳ میں ایک) وَجَآءَتْ سَّيَّارَةٌ (یوسف ع ۲) خَلَتْ سُّنَّةُ (حجر ع ۱) نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ (محمد ع ۳) وَجَآءَتْ سَّكْرَةُ (ق ع ۲) فَكَانَتْ سَّرَابًا (نبا ع ۱) ۵ صاد دو ۲ جگہ حَصِرَتْ صُّدُوْرُهُمْ (نساء ع ۱۲) لَهُدِّمَتْ صَّوَامِعُ (حج ع ۶) ۶ ظا تین جگہ حَرُمَتْ ظُّهُوْرُهَا اور حَمَلَتْ ظُّهُوْرُهُمَا (انعام ع ۱۶ و ع ۱۸) كَانَتْ ظَّالِمَةً (انبیاء ع ۱) پس قالون ۔ ابن کثیر ۔ عاصم کیلئے ہر جگہ چھیوں حرفوں سے پہلے تا کا اظہار ہے اور ورش کیلئے صرف ظا میں ادغام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور باقی پانچ میں اظہار ہے اور ابن عامر کیلئے جیم۔ زا۔ سین سے پہلے اظہار ہے اور ثا۔ ذال میں ادغام ہے اور صاد میں حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ (نساء ع۱۲) میں ہشام اور ابن ذکوان دونوں کیلئے ادغام ہے اور لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ (حج ع۶) میں ہشام کیلئے اظہار اور ابن ذکوان کیلئے ادغام ہے اور اس سے نکل آیا کہ وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا (حج ع۵) میں ابن ذکوان کیلئے صرف اظہار ہے اور ناظم نے حرز اس میں خلف بتایا ہے جس سے اظہار اور ادغام دونوں سمجھے جاتے ہیں اس کی بابت یہ ہے کہ اس میں ان کیلئے ادغام نہ نظم وتیسیر کے طرق سے صحیح ہے اور نہ نشر کے طرق سے پس اس میں اظہار ہی پڑھنا چاہئے اور باقی تین ابوعمرو۔ حمزہ اور کسائی کیلئے چھیوں حرفوں میں ہر جگہ تا کا ادغام ہے۔

فائدہ:۔ ۱ قَدْ کی دال کا آٹھوں اور تانیث کی تا کا چھیوں حرفوں سے پہلے اظہار قالون۔ ابن کثیر اور عاصم ہی کیلئے ہے لیکن تکرار سے بچنے کیلئے تا تانیث کے شعر نمبر ذلّو میں رموز کے الفاظ کو بھی بدل کر لائے ہیں اور جملہ بھی فعلیہ کے بجائے اسمیہ لائے ہیں نیز سب میں ادغام کرنے والے بھی قَدْ اور تانیث کی تا دونوں میں ابوعمرو۔ حمزہ اور کسائی ہی ہیں اور ورش کیلئے قَدْ کا ضاد اور ظا دو میں ادغام ہے اور تا کا فقط ظا میں ہے کیونکہ تا کے بعد قرآن میں ضاد کسی جگہ بھی نہیں آیا ۲ وَاَبْدَتْ میں تانیث کی تا اس لئے لائے ہیں کہ یہ تا کی مثال بن جائے چونکہ تا مختلف الفاظ میں آتی ہے۔ اور اِذْ اور قَدْ ایک ہی طرح آتے ہیں۔ اس لئے تا کا سمجھنا قدرے مشکل تھا اسی بنا پر ابوشامہ نے چھیوں حرفوں کی مثالوں کو اس شعر میں جمع کر دیا ہے ؎

وَمَعْ نَضِجَتْ كَانَتْ كَذٰلِكَ مُثِّلَا ۞ مَضَتْ كَذَبَتْ لَهُدِّمَتْ كُلَّمَا خَبَتْ

یعنی ان مثالوں کی طرح ان چھیوں حرفوں کی مثال بیان کی گئی ہے اور فرماتے ہیں کہ اس میں حروف کی ترتیب بھی ناظم ہی والی استعمال کی ہے صرف اتنا فرق ہے کہ جیم ظا سے پہلے آگیا ہے ۳ لَهُدِّمَتْ کو اس ادغام میں سے خاص اور خارج کیا ہے جو ضد سے سمجھا گیا ہے اور اس کو تخصیص من المفہوم کہتے ہیں اور وَجَبَتْ اس اظہار سے خاص ہے جو ذکر میں آرہا ہے اور اس کو تخصیص من المنطوق والمذکور کہتے ہیں ۴ وَجَبَتْ میں دونوں وجوہ دانی نے تیسیر کے علاوہ کسی اور کتاب میں بیان کی ہیں اور چونکہ اس میں ابن ذکوان کیلئے ادغام نشر کے طرق سے بھی صحیح نہیں ہے اسی لئے طیبہ میں کا وَجَبَتْ وَاِنْ نُقِلْ فرمایا ہے یعنی وَجَبَتْ میں ادغام صحیح نہیں گو منقول ہے ۵ چونکہ ابن ذکوان کا نام صراحۃً آچکا ہے اس لئے یُفْتَلٰی کی یا رمز نہیں ۶ یُفْتَلٰی میں اشارہ ہے کہ وَجَبَتْ میں ابن ذکوان کیلئے اظہار ہی مشہور اور اولیٰ ہے۔ ۷ یہاں وَاَبْدَتْ۔ اِذْ اور قَدْ کے قائم مقام ہے۔

النحو والعربیۃ:۔ ۲۶۶ ۱ وَاَبْدَتْ کا واو یا تو حالیہ ہے یا استینافیہ ۲ زُرْقٌ۔ اَزْرَقُ کی جمع ہے اور یہ پانی کی صفات میں مستعمل ہے جس سے نہایت صاف اور خالص پانی مراد ہوتا ہے چنانچہ نُطْفَةٌ زَرْقَاءُ بھی نُطْفَةٌ صَافِيَةٌ کے معنی میں ہے ۳ ظَلْم ظا کے زبر سے دانتوں کے پانی اور ان کی چمک کے معنی میں ہے چنانچہ ابن الفارض کہتے ہیں۔ فَعَدُّ لَكَ عَنْ ظَلْمِ الْحَبِيْبِ هُوَ الظُّلْمُ ۴ وُرُوْدًا پانی کے گھاٹ پر پہنچنے کے معنی میں ہے وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ کی طرح اور یہ جَمَعْنَ کا مفعول ہے اور رِيْقًا مقدر کی صفت ہے ای جَمَعْنَ رِيْقًا ذَا وُرُوْدٍ ۵ عِطْرُ الطِّلَا حَسَنُ الْوَجْهِ کے قبیل سے ہے اور الطِّلَا انگور کا وہ شیرہ ہے جس کو پکا لیا جائے اور اس میں سے ایک تہائی باقی رہ جائے اور اس لیپ کے معنی میں بھی آتا ہے جو اونٹ کے زخموں پر لگایا جاتا ہے۔ ۲۶۷ ۱ دُرٌّ کی تقدیر کَدُرٍّ ہے زَيْدٌ اَسَدٌ کی طرح اور اس کو تشبیہ بلیغ کہتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ مُبَالَغَةً محمول ہو رَجُلٌ عَدْلٌ کی طرح ۲ بُدُوْرُهُ کی جابجی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دریا کیلئے ہے اور اضافت ادنیٰ ملابست کی بناء پر ہے ۲ وَاَدْغَمَ الخ فعلیہ ہے جو اسمیہ پر معطوف ہے۔ ۲۶۸ ۱ وَاَظْهَرَ وَاَدْغَمَ پر معطوف ہے ۲ کَهْفٌ لغۃً غار کے اور یہاں مجازاً قَوِیٌّ کے معنیٰ میں ہے ۳ سَیِّبٌ اسم فاعل کا فاعل ہے ۴ عُصْرَۃٌ ٹھکانے کے اور مُحَلَّلٌ کثرت سے اُترنے اور ٹھہرنے کی جگہ کے معنیٰ میں ہے اور ان دونوں کا حاصل یُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَیْهِ اور یُحَلُّ الرِّحَالُ لَدَیْهِ ہے یعنی بندگانِ خدا ارادہ کرکے اس کے پاس آتے ہیں اور ٹھہرتے ہیں اور یہ دونوں کَهْفٌ سے حال ہیں اور گو ذوالحال نکرہ ہے لیکن ان کو قافیہ کی رعایت سے حال قرار دیا ہے اگر یہ مجبوری نہ ہوتی تو پہلے تینوں اسموں کی طرح یہ دونوں بھی کَهْفٌ کی صفت ہونے کے سبب مرفوع ہوتے۔ ۲۶۹ ۱ رَاوِیْهَا کی ھا لفظاً اور معنیً کَهْفٌ کے کان والے کیلئے ہے ۲ هِشَامٌ یا تو بدل ہے یا عطف بیان ۳ یُفْتَلٰی یا تو مستانفہ ہے یا خلف سے حال ہے اور یہ یا تو فَلَیْتُ الشِّعْرَ سے ہے جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ میں نے شعر میں غور کیا اور اس کے معنیٰ ظاہر کئے یا فَلَیْتُ الشَّعْرَ سے ہے جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ میں نے بالوں میں جوئیں تلاش کیں اور ان کو صاف کر دیا پس یہاں یُفْتَلٰی کے معنیٰ یہ ہیں کہ اس خلف کے متعلق بحث کی جاتی ہے کہ اس سے جو ادغام منقول ہے آیا وہ صحیح ہے یا نہیں۔

ذِکْرُ لَامِ هَلْ وَبَلْ

یہ هَلْ اور بَلْ کے لام کا بیان ہے

اس میں چار شعر ہیں

عنوان میں هَلْ کو اور شعر میں بَلْ کو پہلے لانے میں تفنّن (طرزِ بیان کا اختلاف) ہے جو کلام کی خوبیوں میں سے ہے۔

۲۷۰ ۔ اَلَا بَلْ وَهَلْ (تَ)رْوِیْ (ثَ)نَا (ظَ)عْنُ (زَ)یْنَبٍ (سَ)مِیْرَ (نَ)وَاهَا (طِ)لْحُ (ضُ)رٍّ (وَ) مُبْتَلَا
ت ث ظ ز س ن ط ض

ترجمہ :- (یعنی ان آٹھ حرفوں سے پہلے هَلْ اور بَلْ کے لام کے اظہار و ادغام میں اختلاف ہے جو تَرْوِیْ سے ضُرٍّ تک کے آٹھ کلمات کے شروع میں ہیں اور وَمُبْتَلَا کا واو فاصل ہے پس دونوں لاموں کا مجموعی طور پر ان آٹھ حرفوں میں ادغام ہوتا ہے اس طرح پر کہ هَلْ کے بعد تو ان میں سے تین حرف تا۔ ثا۔ نون آتے ہیں اور انہیں میں ادغام ہوتا ہے اور بَلْ کے بعد ثا کے سوا باقی سات حرف آتے ہیں اور انہیں میں ادغام ہوتا ہے۔ پس یہ مطلب نہیں کہ دونوں میں سے ہر ایک لام کا ان آٹھ حرفوں میں ادغام ہوتا ہے اور الفاظ کے معنیٰ یہ ہیں) خبردار (غلط بیانی نہ کر) بلکہ (صحیح روایت بیان کر) اور کیا تو (محبوب کے ذکر کی لذت سے فیضیاب کرنے کیلئے میرے اس قول کو) روایت کرے گا کہ زینب کے سفر نے اس کی جدائی کا قصہ سنانے والے (کی پیٹھ) کو موڑ دیا اور ٹیڑھا کر دیا ہے اس حالت میں کہ وہ (قصہ گو) تکلیف (کی حالت) کا تھکا ہوا اور (شوق و عشق کی جلن میں) پھنسا ہوا ہے (اگر تو یہ روایت کرے گا تو میرے حال پر بڑی عنایت ہوگی)

۲۷۱ ۔ فَاَدْغَمَهَا (رَ)اوٍ وَ(اَ)دْغَمَ (فَ)اضِلٌ (وَ)قُوْرٌ (ثَ)نَاهُ (سَ)رَّ (تَ)یْمًا (وَ)قَدْ حَلَا
س ت

ترجمہ :- (یعنی کسائی کیلئے دونوں لاموں کا آٹھوں حرفوں میں ادغام ہے اور وَاَدْغَمَ کا واو حکم کی تمامی بتانے کیلئے ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حمزہ کیلئے ثا۔ سین۔ تا ان تین حرفوں میں ادغام ہے ثا میں ھَلْ کا اور سین میں بَلْ کا اور تا میں دونوں کا اور دَ قُوْرٌ کا واو رمز اور ادغام کے حروف میں جدائی کرنے کیلئے ہے اور دَ قَدْ کا واو مسئلہ کا خاتمہ بتانے کیلئے ہے) پس اس (زینب کے محاسن ولطائف) کو (اس کے اوصاف کے) روایت کرنے والے نے چھپالیا اور ایسے بزرگی والے اور پختہ عقل والے (عالم) نے بھی (اس کے اوصاف کو) چھپالیا جس کی تعریف نے قبیلہ تیم کو (جو امام حمزہ کا قبیلہ ہے) خوش کردیا اور واقعی وہ (تعریف) شیریں ہوگئی ہے۔

۲۷۲۔ وَبَلْ فِي النِّسَا خَلَّادُهُمْ بِخِلَافِهِ وَفِي هَلْ تَرَى الْإِدْغَامُ حُبَّ وَحُمِّلَا

ترجمہ:۔ اور ان (قراء) میں سے خلاد نے سورۂ نساء میں اپنے خلاف کے ساتھ (بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ میں) بَلْ کا (ادغام کیا ہے یعنی اظہار اور ادغام دونوں ہیں اور اسی طرح خلف کیلئے بھی دونوں وجہ ہیں گو نظم سے ان کیلئے صرف اظہار نکلتا ہے) اور (صرف) هَلْ تَرٰى (ملک وحاقہ ع) میں (ابوعمرو کیلئے) ادغام پسند کیا گیا ہے اور (کثرت سے) نقل (بھی) کیا گیا ہے۔

۲۷۳۔ وَأَظْهِرْ لَدَى وَاعٍ نَبِيلٍ ضَمَانُهُ (ن ض) وَفِي الرَّعْدِ هَلْ وَاسْتَوْفِ لَا زَاجِرًا هَلَا

ترجمہ:۔ (یعنی ہشام کیلئے نون اور ضاد سے پہلے اظہار ہے نون سے پہلے دونوں لاموں کا اور ضاد سے پہلے صرف بَلْ کا اور رعد ع کے هَلْ تَسْتَوِي میں بھی اظہار ہے اور باقی چھ حرفوں میں ہر جگہ ادغام ہے ثا میں صرف هَلْ کا اور تا میں دونوں کا اور زا سین طا۔ ظا میں صرف بَلْ کا اور وَاعٍ کا واو رمز اور ادغام کے حروف میں فاصل ہے اور وَفِي الرَّعْدِ کا واو ادغام کے حروف کا اور وَاسْتَوْفِ والا مسئلہ کا خاتمہ بتانے کے لئے ہے) اور تو لیسے (قراآت کے) حافظ (ہشام) کیلئے (نون اور ضاد سے پہلے هَلْ اور بَلْ کے لام کا) اظہار کر جس کی سند (یا اس کا التزام) بلند اور بزرگ ہے اور سورۂ رعد میں انھیں کیلئے هَلْ (تَسْتَوِي کے لام) کا (اظہار کر) اور تو (ان قواعد کو) پوری طرح لیلے (اور یاد کرلے) اس حالت میں کہ تو ان کو (اس کلمہ) هَلَا کے ذریعہ دفع کرنے والا نہ ہو (جو کہ طالب کے جھڑکنے کیلئے مقرر ہے یعنی اس بیان کو تکلیف اور مشقت کے بغیر آسانی سے سمجھ لے کیونکہ میں نے اس کو واضح کر کے طالب کی سمجھ سے قریب تر کردیا ہے)۔

شرح: یعنی ثَ تْ زَ سَ ضَ طْ ظَ نَ کے آٹھ حروف سے پہلے هَلْ اور بَلْ کے لام کے اظہار وادغام میں اختلاف ہے اور یہ حروف ان دونوں لاموں کے بعد چونتیس ۳۴ جگہ آئے ہیں تا اور نون دونوں کے اور ثا صرف هَلْ کے اور باقی پانچ زا۔ سین۔ ضاد۔ طا۔ ظا صرف بَلْ کے بعد آتے ہیں۔ پس هَلْ کا تا۔ ثا اور نون تین میں پندرہ ۱۵ جگہ اور بَلْ کا ان کے سوا باقی سات میں انیس ۱۹ جگہ ادغام ہوتا ہے ۱ تا هَلْ کے بعد نو ۹ جگہ اور بَلْ کے بعد پانچ جگہ هَلْ تَنْقِمُوْنَ هَلْ تَسْتَطِيْعُ صرف کسائی کی قراءۃ پر (مائدہ ع ۹ و ع ۱۵) هَلْ تَرَبَّصُوْنَ (توبہ ع ۷) هَلْ تُجْزَوْنَ (یونس ع ۵ ونمل ع ۷) هَلْ تَرٰى (ملک وحاقہ ع ۱) هَلْ تَعْلَمُ اور هَلْ تُحِسُّ (مریم ع ۴ و ع ۶) بَلْ تَأْتِيْهِمْ (انبیاء ع ۳) بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا (فتح ع ۲) بَلْ تُحِبُّوْنَ (قیامہ ع ۱) اس میں حمزہ اور کسائی ہی کیلئے ادغام ہے کیونکہ ہشام اس میں تا کے بجائے یا پڑھتے ہیں بَلْ تُكَذِّبُوْنَ (انفطار) بَلْ تُؤْثِرُوْنَ (اعلیٰ) ۲ ثا صرف هَلْ کے بعد ایک جگہ هَلْ ثُوِّبَ (تطفیف) میں ۳ زا صرف بَلْ کے بعد دو ۲ جگہ بَلْ زُيِّنَ (رعد ع ۵) اور بَلْ زَعَمْتُمْ (کہف ع ۶) ۴ سین صرف بَلْ کے بعد دو ۲ جگہ بَلْ سَوَّلَتْ (یوسف ع ۲ و ع ۱) ۵ ضاد صرف بَلْ کے بعد ایک جگہ بَلْ ضَلُّوْا (احقاف ع ۴) ۶ طا صرف ایک جگہ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ (نساء ع ۲۲) ۷ ظاء صرف بَلْ کے بعد ایک جگہ بَلْ ظَنَنْتُمْ (فتح ع ۲) ۸ نون هَلْ کے بعد پانچ جگہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فَهَلْ نَجْعَلُ اور هَلْ نُنَبِّئُكُمْ (کہف ع۱۱ و ع۱۲) هَلْ نَحْنُ (شعراء ع۱۱) هَلْ نَدُلُّكُمْ اور وَهَلْ نُجٰزِيٓ (سبا ع۲ و ع۴) اور بَلْ سات جگہ بَلْ نَتَّبِعُ (بقرہ ع۲۱ و لقمٰن ع۳) بَلْ نَظُنُّكُمْ (ہود ع۳) بَلْ نَقْذِفُ (انبیاء ع۲) بَلْ نَحْنُ (حجر ع۱ و واقعہ ع۲ و ن ع۱)

پس کسائی کیلئے آٹھوں حرفوں میں دونوں لاموں کا ہر جگہ ادغام ہے اور حمزہ کیلئے صرف ث ، ت ، س میں ادغام اور باقی پانچ میں اظہار ہے لیکن بَلْ طَبَعَ (نساء ع۲۲) میں خلف اور خلاد دونوں کیلئے اظہار و ادغام دونوں ہیں اور نشر و اتحاف کی رو سے یہی صحیح ہے اور دونوں راویوں سے اظہار مشہور تر ہے۔ پس ناظم کا خلاف کو خلاد کے ساتھ خاص کر دینا مناسب نہیں اور ابو عمرو کیلئے صرف هَلْ تَرٰى (ملک و حاقہ) میں ادغام اور باقی سب جگہ آٹھوں حرفوں سے پہلے دونوں لاموں کا اظہار ہے اور ہشام کیلئے نون اور ضاد سے پہلے اور تا میں سے هَلْ تَسْتَوِي (رعد ع۲) میں اظہار اور باقی چھ میں ہر جگہ ادغام ہے پس هَلْ تَسْتَوِي (رعد) میں کسی کیلئے بھی ادغام نہیں کیونکہ حمزہ اور کسائی تو اس میں یا پڑھتے ہیں اور ہشام تا پڑھنے کے باوجود بھی ادغام نہیں کرتے اور ضد سے نکل آیا کہ باقی ساڑھے تین نافع و ابن کثیر۔ ابن ذکوان۔ عاصم کیلئے آٹھوں حرفوں سے پہلے هَلْ اور بَلْ کے لام کا اظہار ہے۔

فائدہ:- ۱ حمزہ نسب یا وِلا کے لحاظ سے تیمی ہیں پس تَنَاهُ سَرِيٌّ تَيِّمًا کے معنٰی یہ ہوں گے کہ امام حمزہ کی تعریف سن کر ان کی قوم کویا ان کے موالی کو خوشی حاصل ہوئی اور تیم قریش کے علاوہ ایک مستقل قبیلہ کا نام ہے اور یہاں تَيِّمًا تَيَّمَهُ الْحُبُّ اِذَا عَبَّدَهٗ وَعَشِقَهٗ وَتَيَّدَهٗ سے بھی ہو سکتا ہے اور اب معنٰی یہ ہوں گے کہ امام حمزہؒ نے جو زینب کی تعریف کی اس نے اس کے سچے عاشق اور وفادار غلام کو خوش کر دیا اور اس تقدیر پر شعر میں عجیب لطافت اور نہایت عمدہ صنعت ہوگئی چونکہ یہاں یہ شبہ ہوتا تھا کہ هَلْ اور بَلْ دونوں میں سے ہر ایک کے بعد آٹھوں حروف آتے ہیں اور واقع میں ایسا ہے نہیں جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے اس لئے ابو شامہ نے اس شعر میں تغییر کیا ہے جو رسالہ تغیرات میں مذکور ہے۔

النحو والعربیہ :- ۲۷۰ ۱ اَلَا تنبیہ کیلئے ہے اور کلام کے شروع میں آیا کرتا ہے اور بَلْ انتقال کے اور هَلْ استفہام کیلئے ہے ۲ جملہ تَنٰى الخ علی قاری کی رائے پر تَرُدِي کا مفعول ہے اور جعبری کے قول پر قَوْلِيْ مقدر کا مقولہ ہے اور قَوْلِيْ تَرُدِي کا مفعول ہے۔ ۳ تَنٰى۔ صَرَفَ یائی ہے اسی لئے اس کا الف یا کی صورت میں لکھا جاتا ہے ۴ سَمِيْر۔ مُسَامِر رات کو قصہ سنانے والے اور مُسَافِر اور مُعَاشِر کے معنٰی میں ہے اور اضافت ادنٰی تعلق کی بنا پر ہے ای الْمُحَدِّثُ بِاللَّيْلِ فِيْ نَوَاهَا ۵ شَ دِلْحِ میں روایۃً طا کا زیر ہے اور لغۃً زبر بھی جائز ہے اور یہ عَيِيٌّ تھکے ہوئے کے معنٰی میں ہے اور حدیث مَالِيْ اَرَاكَ طَلِيْحًا بھی اسی قبیل سے ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قیس سے فرمایا جبکہ ان پر بیہوشی طاری تھی کیا وجہ ہے کہ تم تھکے ہوئے معلوم ہوتے ہو اور یہ مفعول سے حال ہے اور ضُحٰی کی طرف اس کی اضافت اس لئے ہے کہ ضُحٰی اس کا سبب ہے اور اگر یہ مان لیں کہ تَنٰى۔ صَيَّرَ کے معنٰی کو متضمن ہے تو پھر طَلِيْحَ ضُحًى اس کا دوسرا مفعول ہوگا ۶ مُبْتَلًا یہاں مُخْتَبِرًا کے بجائے مُتَكَلِّفًا کے معنٰی میں ہے۔ ۲۷۱ ۱ مؤنث غائب کی ضمیر ظاہرًا هَلْ اور بَلْ کے لاموں کے اور حقیقۃً زینب کیلئے ہے ۲ تَنَاهُ میں مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے اور اس میں ضرورۃً تنوین ہے۔ ۳ سَرَّ متعدی ہے اور فَرَّحَ کے معنٰی میں ہے ۴ جملہ وَقَدْ حَلَا یا تو سَرَّ کے فاعل سے حال ہے یا مستانفہ ہے اور حَلَا کی حا یا تو تَنَاء کیلئے ہے یا ادغام کیلئے ۲۷۲ ۱ بِخِلَافِهٖ یا تو اَدْغِمْ مقدر کے متعلق ہے یا خَلَّادُهُمْ سے حال ہے ۲ حُمِّلَا اکثر نسخوں میں حا سے اور بعض میں جیم سے ہے جو زُيِّنَ کے معنٰی میں ہے۔ ۲۷۳ ۱ جعبری کی رائے پر وَاَظْهِرْ کا واؤ عاطفہ ہے اور یہ جملہ فعلیہ اَلَا اَدْغِمْ مُحَبٌّ پر معطوف ہے جو اسمیہ ہے اور علی قاری کے قول پر واؤ استینافیہ ہے یا ایک قاعدہ کا دوسرے پر عطف کرنے کیلئے ہے اور وَاَدْغِمْ ماضی پر عطف کرنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی صحیح ہے ۲ نَبِیْلٍ ۔ جَلِیْلٍ صفت مشبہ ہے اور ضَمَانُہٗ اِلْتِزَامُہٗ اس کا فاعل ہے ۳ زَاجِرًا حال ہے ۴ ھَـلَا کی تقدیر بِھَلَا ہے اور یہ حذف وایصال کے باب سے ہے۔

بَابُ اتِّفَاقِهِمْ فِي إِدْغَامِ إِذْ وَقَدْ وَتَاءِ التَّأْنِيثِ وَهَلْ وَبَلْ

تیرھواں باب اِذْ اور قَدْ اور تانیث کی تا اور ھَلْ اور بَلْ کے لام کے اس ادغام کے بیان میں جس پر سب کا اتفاق ہے

اس میں تین شعر ہیں۔

شرح :- یہ باب زیادات میں سے ہے کبیر کی طرح ادغام صغیر کی بھی تین قسمیں ہیں۔ ۱ دونوں حرف متقاربین ہوں ۲ متجانسین ہوں ۳ مثلین ہوں۔ پہلی قسم کو تو بارھویں باب میں بیان کر چکے ہیں اور اس باب میں دوسری اور تیسری قسم کو بیان فرماتے ہیں مثلین ومتجانسین میں سے جب پہلا حرف ساکن ہو اور مثلین کا پہلا مدہ اور متجانسین میں سے پہلا حلقی نہ ہو تو وہاں بالاتفاق پہلے کا دوسرے میں ادغام واجب ہے اور گو اس باب کے منعقد کرنے اور یہاں لانے کی حاجت نہ تھی کیونکہ فن قراءۃ کی کتابوں میں عموماً اور اس نظم میں خصوصاً اختلافی مسائل ہی کے بیان کرنے کا التزام کیا گیا ہے لیکن اس کے یہاں لانے کی تین وجوہ ہیں :- (۱) ناظم کی عادت ہے کہ فائدہ کے کامل کرنے کی غرض سے بعض جگہ اختلافی کے ساتھ اجماعی مسائل بھی بیان کر دیا کرتے ہیں اور سب جگہ اس لئے نہیں بیان کرتے کہ اجماعی مسائل اختلافی سے زیادہ ہیں پس ان کے ذکر سے درازی ہو جاتی۔ (۲) بعد کے حروف کے لحاظ سے اِذْ ۔ قَدْ ۔ تانیث کی تا ۔ ھَلْ اور بَلْ کے لام کی تین صورتیں ہیں۔ (الف) وہ حروف جن میں بعض کیلئے ادغام اور بعض کیلئے اظہار ہے اور یہ صورت بارھویں باب میں بیان ہو چکی ہے۔ (ب) وہ حروف جن میں ان پانچوں کا بالاتفاق ادغام ہے اس کو اس تیرھویں باب میں بیان کریں گے۔ (ج) وہ حروف جن سے پہلے بالاتفاق اظہار ہے اور یہ صورت زیادہ جگہ آئی ہے جیسے اِذْ قَالُوْا قَدْ نَرٰی ۔ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ ۔ ھَلْ یَنْصُرُوْنَکُمْ ۔ بَلْ قَالُوْا ۔ بَلْ ھُوَ ۔ بَلْ اَدْرٰکَ پس جب بارھویں باب میں اختلافی قسم کو بیان کر دیا تو صرف اجماعی صورت باقی رہ گئی اور اس کی دو قسمیں ہیں : ۱ وہ جس میں بالاتفاق ادغام ہے ۲ وہ جس میں سب کیلئے اظہار ہے اور ان میں سے پہلی قسم کو کم ہونے کی بناء پر اس تیرھویں باب میں بیان کر دیا پس ادغام کی اختلافی اور اجماعی دونوں صورتوں کے بیان کر دینے سے یہ بات متعین ہو گئی کہ ماسوا میں ان پانچوں کلمات کا بالاتفاق اظہار ہے۔ (۳) ان صورتوں میں اجماعاً ادغام بیان کر دینے سے اس پر تنبیہ ہو گئی کہ بعض حضرات نے جو ان میں سے بعض حروف میں اظہار کیا ہے وہ شاذ اور ضعیف ہے۔ چنانچہ (۱) قَدْ تَّبَیَّنَ (۲) اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ (۳) فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ (۴) اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا (۵) غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ (۶) طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ (۷) هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ (۸) وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ (۹) بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ (۱۰) قُلْ رَّبِّیْٓ میں بعض حضرات سے اظہار ہے جن کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفصیل یہ ہے کہ نمبر ایک اور نمبر دو میں ابو حمدون کے طریق سے اور مروزی کے ذریعہ ابن مسیب سے ہے اور نمبر تین میں محمد کے ذریعہ ابن مسیب سے اور نمبر چار میں محمد سے اور ترلّ کے ذریعہ حماد سے اور نمبر پانچ میں فضل بن شاہین کے ذریعہ حفص سے اور نمبر چھ میں ضحاک سے اور نمبر سات میں ابو سلیمان کے اور نمبر آٹھ میں ابو نشیط کے ذریعہ قالون سے اور نمبر نو و نمبر دس میں برجمی کے ذریعہ ابو بکر سے اظہار ہے۔ لیکن یہ سب شاذ ہیں۔

۲۷۴ - وَلَا خُلْفَ فِي الْإِدْغَامِ إِذْ ذَّلَّ ظَالِمٌ　　وَقَدْ تَّيَّمَتْ دَعْدٌ وَسِيمًا تَبَتَّلَا

ترجمہ:۔ (اِذْ کے ذال کا ذال اور ظا میں اور قَدْ کے دال کا تا اور دال میں سب کیلئے بلاخلاف ادغام ہے اور وَسِیمًا کا واو فاصل ہے) اور (اس وقت محبت کے) چھپانے میں (ذرا بھی) خلاف نہیں ہے جب (اس کے ظاہر کرنے کے سبب اپنے نفس پر) ظلم کرنے والا (شخص) ذلیل ہو جائے (یعنی اگر محبت و عشق کے ظاہر کرنے کی صورت میں نقصان پہونچنے اور قتل تک کی نوبت آجانے کا اندیشہ ہو جیسا کہ منصور حلاج کو یہی صورت پیش آئی تو اس وقت محبت کی شریعت اور عشق کی طریقت کا فیصلہ یہ ہے کہ عشق و محبت کو چھپانے کی کوشش کی جائے) اور دعد (محبوبہ) نے (جو جمال میں سب سے ہے) اس خوبصورت (آدمی کے دل) کو (عشق کا) بیمار کر دیا جو (اوروں سے) منقطع ہو کر اسی کا ہو گیا ہے (جب فانی محبوب کے عاشق کا یہ حال ہے کہ وہ ہر قسم کی مصیبت جھیلنے کے بعد بھی اس سے منہ نہیں موڑتا تو ذاتِ باقی کے عشاق کو تو بہت ہی زیادہ مستعد اور باہمت ہونا چاہئے)۔

۲۷۵ - وَقَامَتْ تُرِيهِ دُمْيَةٌ طِيبَ وَصْفِهَا　　وَقُلْ بَلْ وَهَلْ رَاهَا لَبِيبٌ وَيَعْقِلَا

ترجمہ:۔ (تانیث کی تا کا تا۔ دال۔ طا میں بلاخلاف ادغام ہے اور وَصْفِهَا کا واو فاصل ہے اور ہَلْ اور بَلْ کے لام کا بھی را اور لام میں بلاخلاف ادغام ہے اور وَيَعْقِلَا کا واو فاصل ہے) اور (ایک دوسری) تصویر (جیسی محبوبہ) کھڑی ہوئی حالانکہ وہ (تصویر جیسی محبوبہ) اس (عاشق) کو (صورت کی طرح) اپنی صفت کی خوشبو بھی دکھاتی (اور اس پر ظاہر کرتی) ہے۔ اور تو کہدے (اور دوسری بات کی طرف انتقال کر اور یہ بیان کر) کہ آیا اس (محبوبہ) کو کسی عاقل نے اس حالت میں دیکھا ہے کہ وہ (اپنی) عقل پر بھی قائم رہے (یعنی اس کو دیکھنا اور ہوش و حواس کا بجا رہنا یہ دونوں ضد والی حقیقتیں ہیں جو ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں پس اس کو دیکھنے کے بعد ہوش و حواس درست نہیں رہ سکتے اور اس میں اشارہ ہے کہ عشق کی منزل طے کرنے کیلئے محب اور محبوب میں مناسبت بھی ازبس ضروری ہے پس بندوں کو چاہئے کہ محبوب اعظم حق تعالیٰ کے اخلاق اختیار کر کے ان سے مناسبت و تعلق پیدا کریں)

شرح:۔ ذیل کے پانچ حروف کا ان چند حروف میں سب کیلئے بلاخلاف ادغام واجب ہے ۱ اِذْ کی ذال کا ذال اور ظا میں جیسے اِذْ ذَّهَبَ اور اِذْ ظَّلَمْتُمْ ۲ قَدْ کی دال کا دال اور تا میں جیسے قَدْ دَّخَلُوا اور قَدْ تَّبَيَّنَ اور اِذْ کے بعد تا اور قَدْ کے بعد ظا قرآن میں نہیں آئی اگر آتیں تو ہم مخرج ہونے کے سبب ان میں بھی ادغام واجب ہوتا اور اسی طرح بَلْ نَعْرِ کے پانچ حروف سے پہلے اِذْ کی ذال اور قَدْ کی دال کا اظہار واجب ہے ۳ تانیث کی تا کا تا۔ دال۔ طا میں جیسے رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ۔ اُثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ اور قَالَتْ طَّائِفَةٌ ۴ ہَلْ اور بَلْ دونوں کے لام کا را اور لام میں جیسے بَلْ رَّبُّكُمْ۔ ہَلْ لَّكُمْ۔ ہَلْ تَرَىٰ أَيْتُمْ۔ بَلْ لَّا تُكْرِمُونَ۔ ہَلْ لَّكُمْ لیکن ہَلْ کے بعد را قرآن میں نہیں آئی ۵ قُلْ کے لام کا بھی لام و را میں جیسے قُلْ لَّكُمْ۔ قُلْ رَّبِّ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ :- (۱) شعر نمبر ۲ کے وَقُلْ میں دو احتمال ہیں ۱ یہ کہ اس کی بابت بھی یہ بتانا ہو کہ قُلْ کے لام کا بھی لام اور را میں ادغام واجب ہے جس طرح ھَلْ اور بَلْ کا واجب ہے ۲ یہ کہ قُلْ حرف شعر کی تکمیل کیلئے ہو جیسا کہ دوسرے اشعار میں بھی اس قسم کے کلمات آتے رہتے ہیں اور یہ مطلب ظاہر تر ہے کیونکہ اس باب میں ان الفاظ کا اجماعی ادغام بیان کرنا منظور ہے جن کا ذکر پہلے باب میں اختلافی ادغام میں آچکا ہے اور اس میں ھَلْ اور بَلْ کا ذکر تو آیا ہے لیکن قُلْ کا نہیں آیا نیز یہ باب اجماعی ادغام کی تمام قسموں پر مشتمل نہیں ہے اور اسی لئے باب کے عنوان میں قُلْ کو نہیں لائے۔ اور علی قاری کی رائے پر یہاں قُلْ ذات کے لحاظ سے تو مقصود نہیں ہے لیکن صفات کے اعتبار سے ہے اور ایسی چیزوں کو طَرْدًا لِلْبَابِ کہتے ہیں اور اگر اس کو تکمیل کیلئے مانیں گے تو قُلْ کے لام کے را میں اجماعی ادغام کو ھَلْ اور بَلْ کے لام پر قیاس کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ (۲) چونکہ ھَلْ اور بَلْ مستقل کلمہ ہیں جن میں کوئی تغیر نہیں ہوا ہے اور قُلْ میں عین کے حذف سے تعلیل ہو چکی ہے اسلئے ھَلْ اور بَلْ کا تو تا میں ادغام جائز ہے اور قُلْ کا نہیں اسی لئے قُلْ تَعَالَوْا میں ادغام نہیں ہوتا اور قُلْ رَّبِّ میں ادغام اس لئے ہے کہ لام و را میں اتصال زیادہ ہے کیونکہ دونوں متجانسین یا متقاربین ہیں اور بعض صفات میں متحد ہیں اور لام و تا میں اتنا اتصال نہیں۔

۳۷۶ وَمَا اَوَّلُ الْمِثْلَیْنِ فِیهِ مُسَكَّنٌ ۔ فَلَا بُدَّ مِنْ اِدْغَامِهٖ مُتَمَثِّلَا (ص)

ترجمہ :- اور وہ (مثال) جس میں مثلین میں کا پہلا (حرف) ساکن کیا ہوا ہو (اس میں ہر جگہ) اس (پہلے ساکن حرف) کا (دوسرے حرف میں) ادغام ضروری ہے اس حالت میں کہ وہ (ساکن حرف) مشخص اور معین ہونے والا ہو (یعنی مدہ کے علاوہ ہو جس کی مقدار معین ہوتی ہے۔ رہا مدہ سو چونکہ اس میں درازی ہوتی ہے پھر وہ بھی یکساں نہیں ہوتی اس لئے وہ مقدار کے لحاظ سے مشخص اور معین نہیں ہوتا پس مُتَمَثِّلَا کی قید سے مدہ کو نکال دیا کہ اس کا ادغام نہیں ہوتا اور اس قید کا یہ فائدہ خود ناظم نے حاشیہ میں بیان کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں مُتَمَثِّلَا لَا هَوَائِیًّا لیکن ابو شامہ فرماتے ہیں کہ مُتَمَثِّلَا کے لفظ سے یہ معنی ظاہر نہیں ہوتے)

شارح :- یعنی جب مثلین میں سے پہلا حرف ساکن اور دوسرے پر حرکت ہو تو وہاں سب کیلئے اول کا دوسرے میں ادغام واجب ہے عام ہے کہ مثلین ایک کلمہ میں ہوں (جیسے یُدْرِکْکُمْ اور یُوَجِّهْهُ) یا دو کلموں میں (جیسے وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ) لیکن اگر مثلین میں سے پہلا حرف واو یا یائے مدہ ہو جیسے قَالُوْا وَهُمْ اور فِیْ یَوْمٍ تو اس میں سب کیلئے اظہار ضروری ہے کیونکہ یہاں ادغام کرنے سے حرف مد کا مدہ ہونا باقی نہیں رہتا۔ اور مَالِیَهْ هَلَكَ (حاقہ ع) میں وصلاً حمزہ تو ھا کو حذف کر دیتے ہیں اس لئے مثلین جمع ہی نہیں ہوتے اور باقی حضرات ھا کو ثابت رکھتے ہیں اور ان کے لئے اس میں اظہار و ادغام دونوں ہیں اظہار اس لئے کہ یہ ھا زائد ہے جو سکتہ کیلئے آئی ہے اور رسماً بھی مابعد سے جدا ہے اور ادغام اس لئے ہے کہ ظاہر میں مثلین جمع ہیں اور ھا کے زائد ہونے کی طرف توجہ نہیں کی گئی یعنی اظہار میں اصلی حالت کا لحاظ ہے اور ادغام میں کلمہ کی ظاہری صورت کا اور اس کلمہ کے متعلق ایک مضمون نویں باب کے شعر نمبر ۹ میں بھی گذر چکا ہے۔ مکی فرماتے ہیں کہ میں نے اس میں اظہار ہی پڑھا ہے اور عمل بھی اسی پر ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ یہی صحیح بھی ہے۔ ابو شامہ فرماتے ہیں کہ اظہار کی صورت میں مَالِیَهْ پر وقفہ لطیفہ (معمولی سا وقف) کرنا پڑے گا اور اگر وصل کریں گے تو اس میں ادغام ہی ہوگا یا پھر ھا کو حرکت دینی پڑے گی اور اگر ان دونوں میں سے ایک چیز بھی نہ ہو تو پھر وقف ہوگا گو وصل کی جلدی کے سبب قاری کو محسوس نہ ہو۔ انتہیٰ۔ اور اگر متجانسین ایک کلمہ میں جمع ہو رہے ہوں اور پہلا حرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساکن ہو اور حلقی نہ ہو جیسے حَصَدْتُّمْ وَعَدْتُّكُمْ یا متقاربین ہوں جیسے اَلَمْ نَخْلُقكُّمْ تو اس صورت میں بھی سب کیلئے ادغام واجب ہے کیونکہ ان میں بھی اتصال زیادہ ہے اس لئے کہ دونوں ایک کلمہ میں ہیں اور مخرج بھی دونوں کا ایک ہے یا قریب قریب ہے۔

فائدہ: - (۱) چونکہ اس باب کے شعر نمبر ایک اور نمبر دو میں یہ بیان ہوا تھا کہ اِذْ کے ذال کا ذال میں اور قَدْ کے دال کا دال میں اور تانیث کی تا کا تا میں اور هَلْ اور بَلْ کے لام کا لام میں ادغام واجب ہے اور اس سے یہ شبہ ہوتا تھا کہ مثلین کا ادغام انہیں صورتوں کے ساتھ مخصوص ہوگا - اور یہ واقع کے خلاف تھا اس لئے وَمَا اَوَّلُ الْمِثْلَيْنِ میں بتا دیا کہ مثلین کا ادغام قاعدۂ کلیہ کے طور پر ہر جگہ ہوتا ہے (۲) ابوعلی اہوازی کی الیضاح میں ہے کہ مدہ میں بالاجماع اظہار ہے اور اس کو تشدید کے بغیر تھوڑے سے (ایک الفی) مد سے پڑھنا چاہئے اور اس کے خلاف کرنے والا روایۃً غلط کار اور درایۃً قصور وار ہے اور واو لین کا بلا خلاف ادغام ہوتا ہے جیسے عَفَوْا وَّقَالُوْا اور عَصَوْا وَّكَانُوْا وغیرہ اور واو لین ہی کا ذکر کرنے میں اشارہ ہے کہ قرآن میں یائے لین کے بعد یا نہیں آئی - (۳) کنزالمعانی میں مثلین کے ادغام کا قاعدہ تین شعروں میں بیان کیا ہے جن میں سے ایک تو وَمَا اَوَّلُ الْمِثْلَيْنِ الخ ہے اور دو یہ ہیں ؎

لَدَى الْكُلِّ اِلَّا حَرْفَ مَدٍّ فَاَظْهِرَنْ ۔۔۔ كَقَالُوْا وَهُمْ فِىْ يَوْمِ وَامْدُدْهُ مُسْجَلَا

لِكُلٍّ وَاِلَّا هَاءَ سَكْتٍ بِمَا لِيَهْ ۔۔۔ فَفِيْهِ لَهُمْ خُلْفٌ وَالْاِظْهَارُ فُضِّلَا

علی قاری فرماتے ہیں کہ وَمَا اَوَّلُ الْمِثْلَيْنِ الخ میں غَيْرَ مَدٍّ وَّلَا مَنْوِىَّ الْوَقْفِ بھی ہونا چاہئے تھا تاکہ پہلی قید سے مدہ اور دوسری سے مَالِيَهْ کی ھائے سکتہ نکل جاتی (۴) بعض کہتے ہیں کہ اختلاف سے بچنے کیلئے مَالِيَهْ پر وقف کرنا اولیٰ ہے (۵) دانی کی ایجاز البیان میں ہے کہ مَالِيَهْ هَلَكَ میں تین مذہب ہیں: اوّل وصلاً ھا کا اثبات اس صورت میں ادغام کے سوا کوئی وجہ جائز نہیں کیونکہ دو صحیح حروف جو اصلی حروف کے مرتبہ میں ہیں جمع ہیں جیسا کہ قَدْ کی دال اور اِذْ کی ذال اور ان کے علاوہ دوسرے حروف جب اپنے مثل کے ساتھ متصل ہو کر آئیں (تب بھی حرف ادغام ہے) اور یہ عام قراء کا مذہب ہے - دوم وصلاً ھا کا حذف اور وقفاً اثبات اس صورت میں اظہار ہی مقرر ہے اور یہ نحاۃ کا مذہب ہے اور قراء کا قول نقل سے موافق تر ہے اور نحاۃ کا قول قیاس کی رو سے صحیح تر ہے - سوم وصل بہ نیتِ وقف اس بنا پر کہ مابعد کا اس سے جدا کرنا منظور ہے اس وجہ میں کسی حرح بھی اس کا ادغام جائز نہیں - کیونکہ یہ اس صورت میں بھی وقف والی ھا کی طرح ہے انتہیٰ اور یہ تیسری وجہ اس کے مطابق ہے جو ابویعقوب ازرق کے اصحاب کے طریق سے ورش سے منقول ہے کہ وہ كِتٰبِيَهْ اِنِّىْ میں نقل نہیں کرتے پس ناظم کے طریق پر مَالِيَهْ هَلَكَ میں ادغام بھی جائز ہے گو اظہار اولیٰ ہے جیسا کہ نویں باب کے شعر نمبر ۹ میں كِتٰبِيَهْ اِنِّىْ میں نقل کے ترک کو صحیح تر بتایا ہے جس سے یہ نکلتا ہے کہ نقل بھی جائز ہے اور اس تقدیر پر مَالِيَهْ هَلَكَ میں فقط ادغام ہے جیسا کہ وہاں معلوم ہو چکا ہے (۶) عَصَوْا وَّكَانُوْا میں طبری سب کیلئے واو کا اور اَلَمْ نَخْلُقكُّمْ میں ولید بن مسلم قاف کا اظہار بتاتے ہیں اور اَوَعَظْتَ (شعراء) میں رہمی اور محبوب اور ابوہذیل کسائی سے ظاء کا تا میں ادغام بتاتے ہیں - لیکن ابوہذیل کا مل اور رہمی اور محبوب اطباق سمیت ناقص - اور یہ سب شاذ ہیں۔ (۷) اِذْ اور قَدْ کے بعد بَلْ نَفَرٌ کے حروف کی مثالیں یہ ہیں: وَاِذْ بَوَّانَا وَاِذْ لَمْ وَاِذْ نَتَقْنَا - اِذْ فَزِعُوْا - اِذْ رَمَيْتَ - وَلَقَدْ بَعَثْنَا - لَقَدْ لَقِيْنَا - قَدْ نَرٰى - فَقَدْ فَازَ - لَقَدْ رَاٰى (نجم ع ۱) (۸) بعض کے قول پر قَالُوْا وَّهُمْ اور فِىْ يَوْمٍ کے باب میں ادغام اس لئے نہیں ہوتا کہ واو یائے مدہ اور متحرکہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مخرج جدا جدا ہیں پس مثلین جمع نہیں ہوئے (۹) چونکہ مثلین اور متجانسین میں سے ساکن کا ادغام واجب اور متحرک کا جائز ہے اس لئے ابو شامہؒ فرماتے ہیں کہ یہ دلیل ہے اس پر کہ مثلین اور متقاربین میں سے ساکن متحرک سے ثقیل تر ہے اور اس کی ایک مثال صفحہ ۲۱۱ پر فائدہ میں نمبر چار کے ذیل میں بھی گذر چکی ہے کہ اگر دو ہمزہ جمع ہو جائیں اور دوسرا ساکن ہو تو ساکن کا ابدال واجب ہے اور متحرک میں تسہیل جائز ہے۔

النحو والعربیۃ: ۲۷۴ ؎ اِذَا الْاِدْغَامِ کا مفعول فیہ ہے اور ذَلَّ کی طرف مضاف ہے ؎ ذَلَّ مضاف الیہ ہونے کے سبب محل جر میں ہے ؎ جملہ وَقَدْ تَمَّتْ الخ فعلیہ ہے جو اپنے سے پہلے جملہ اسمیہ پر معطوف ہے ؎ دَعْ دُ ساکن الاوسط ہونے کی بناء پر منصرف ہے ؎ وَسِیْمًا ای حَسَنًا ؎ تَبَتَّلَا ۔ اِنْقَطَعَ اور وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ بھی اسی معنی میں ہے۔ ۲۷۵ ؎ دُمْیَةٌ ہاتھی دانت وغیرہ کی اس تصویر کو کہتے ہیں جو عورت کے مشابہ ہوتی ہے۔ اسی لئے اس سے خوبصورت عورتیں مراد لی جاتی ہیں اور اس کی فاعلیت میں قَامَتْ اور هُرِیْ دونوں کا تنازع ہے اور دُمْیَةٌ کی جمع دُمًی ہے ؎ هُرِیْ اصل میں رَاٰهَا تھا اور اس کی تعلیل میں تین وجوہ ہیں (۱) اولاً آخری الف کو حذف کر دیا رَاَهَا ہو گیا جیسا کہ عِقْ کے اَنْ تَرَاهُ میں ثقیل کی روایت ہے جو لغت سے مؤید ہے پھر تخفیف کیلئے ہمزہ کو الف سے بدل لیا (۲) قلب مکانی کے ذریعہ رَاءَ ہو گیا پھر ہمزہ کو تخفیفاً حذف کر دیا (۳) اس کے مضارع کی موافقت کی غرض سے ہمزہ کو تخفیفاً حذف کر دیا۔ ؎ وَلِیَعْقِلَا میں مضارع کا نصب اس لئے ہے کہ یہ واو کے ساتھ استفہام کا جواب ہے پس واو کے بعد اَنْ مقدر ہے اور اس کا الف اطلاق ہے۔ ۲۷۶ ؎ مُتَمَثِّلًا مِنْ اِدْغَامِهٖ کی ھا سے حال ہے۔

بَابُ حُرُوْفٍ قَرُبَتْ مَخَارِجُهَا

چودھواں باب ان حروف کے ادغام کے بیان میں جن کے مخرج قریب قریب ہیں

اس میں نو شعر ہیں۔

شرح:۔ یہ عبارت ناظم ہی کی ہے تیسیر میں نہیں ہے اور ناظمؒ سے پہلے دوسرے مصنفین نے بھی اس کو استعمال کیا ہے اور تیسیر میں اسی چودھویں اور پندرھویں دونوں بابوں کے مضامین کو دو فصلوں میں بیان کیا ہے جو نہایت عمدہ ہے اور اس عبارت میں یہ بحث ہے کہ اس سے پہلے باب میں بھی قریب المخرج حروف ہی کے ادغام کا بیان تھا اور اس باب میں بھی انہیں کا بیان ہے پھر نیا باب منعقد کرنے کی کیا وجہ ہے پس اگر حُرُوْفٍ کے بعد اُخَرَ کا لفظ لے آتے تو بہتر ہوتا اور اشکال تو رفع ہو جاتا اور ذِکْرُ حُرُوْفٍ اُخَرَ کہتے تو مناسب تر ہو جاتا اور یہ جواب بھی ہو سکتا ہے کہ بارھویں اور تیرھویں باب میں تو ان پانچ حروف کا بیان تھا جن کا کئی کئی حروف میں ادغام ہوا ہے اور اس چودھویں باب میں ان حروف کا ذکر ہے جن کا صرف ایک یا دو حروف میں ادغام ہوا ہے کیونکہ اس باب میں آٹھ حرفوں کا بیان ہے جو بَثْ دَذَرَثْ لَنْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں جمع ہیں ان میں سے با کا فا اور میم میں اور ثا کا تا اور ذال میں اور دال کا ثا اور ذال میں اور ذال کا صرف ثا میں اور را کا صرف لام میں اور فا کا با میں اور لام کا ذال میں اور نون کا میم اور واو میں ادغام ہوتا ہے اور یہ کل ایک سو بارہ جگہ واقع ہوا ہے۔ پس اِذْ ۔ قَدْ ۔ تانیث کی تا اور ھَلْ اور بَلْ کا ادغام اصولی اور ان آٹھ حروف کا فرشی اختلاف کے مرتبہ میں تھا۔ اس لئے چودھویں باب کو ان سے علیحدہ کر دیا۔ پس گویا بَابُ حُرُوْفٍ قَرُبَتْ مَخَارِجُهَا کا عنوان بَابُ حُرُوْفٍ مَنْشُوْرَةٍ فِيْ مَوَاضِعَ مَخْصُوْصَةٍ کے معنیٰ میں ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس باب کیلئے جدا عنوان مقرر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ پہلے دو بابوں میں کلی ادغام کا بیان تھا اور اس میں جزئی کا بیان ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ تیرھویں باب میں متقاربین اور مثلین دونوں کا بیان ہے اور اس میں صرف متقاربین یا متجانسین کا ہے اس باب کے نو شعروں میں سے پہلے چار میں ادغام کا ذکر ہے اور اس کی ضد اظہار ہے اور باقی پانچ میں اظہار کا بیان ہے اور اس کی ضد ادغام ہے۔

ادغام کا بیان جس کی ضد اظہار ہے

۲۷۷ وَاِدْغَامُ بَاءِ الْجَزْمِ فِي الْفَاءِ (قَدْ (رَ)) سَا (حَ)مِيْدًا وَّخَيِّرْ فِيْ يَتُبْ (قَـ)اصِدًا (وَ)لَا

ترجمہ:- اور (خلاد۔ کسائی۔ ابو عمرو کیلئے) جزم (سکون) والی با کا فا میں ادغام کرنا (قوی نقل سے) ثابت ہو چکا ہے حالانکہ یہ (ادغام) پسندیدہ ہے (پس اس کو ضعیف بتانے والے غلطی پر ہیں) اور تو (ان میں سے خلاد کیلئے اسی فا سے پہلے جزم والی با کے الفاظ میں سے) یَتُبْ (فَاُولٰئِكَ) میں (اظہار اور ادغام میں) اختیار دیدے حالانکہ تو (اس تخییر والی وجہ کی) مدد کا ارادہ کرنے والا ہو۔

شرح: یعنی فا سے پہلے با ساکنہ پانچ جگہ آئی ہے ۱۔ یَغْلِبْ فَسَوْفَ (نساء ع) ۲۔ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ (رعد ع) ۳۔ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ (اسراء ع) ۴۔ فَاذْهَبْ فَاِنَّ (طٰہٰ ع) ۵۔ يَتُبْ فَاُولٰئِكَ (حجرات ع) پس ابو عمرو اور کسائی کیلئے پانچوں میں صرف ادغام ہے یعنی با کو فا سے بدل کر فا میں ملا دیتے ہیں اور خلاد کیلئے اول کے چار میں صرف ادغام ہے اور نمبر پانچ میں ابوالفتح سے اظہار و ادغام دونوں ہیں اور دونوں صحیح بھی ہیں اور ابوالحسن سے صرف ادغام ہے اور باقی ساڑھے چار کیلئے پانچوں میں صرف اظہار ہے۔ اور اگر فا سے پہلے والی با پر جزم کے بجائے پیش یا زیر ہو جیسے وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا اور مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ (بقرہ ع ۱۴ ع ۳۵) تو اس میں سب کیلئے اظہار ہے لیکن صرف ابو عمرو کیلئے ادغام کبیر کی صورت میں ایک شاذ روایت کی بناء پر ادغام ہے۔

فائدہ:- چونکہ کوفیین کے مذہب پر امر بھی معرب ہے اس لئے ان کی رائے پر ان پانچوں فعلوں کا سکون جزمی ہے اور ناظم نے بھی اسی پر اعتماد کر کے پانچوں کے سکون کو جزم سے تعبیر فرما دیا اور اسی لئے اس باب کے شعر نمبر چار میں بھی وَالرَّاءُ جَزْمًا کہا ہے حالانکہ وَالرَّا سُكُوْنًا بھی لا سکتے تھے اور بصریین کے مذہب پر امر مبنی ہے اس لئے ان کے نزدیک ان پانچوں میں سے اِذْهَبْ اور فَاذْهَبْ کا سکون وقفی ہے اور ناظم نے بَاءِ الْجَزْمِ کے بجائے بَاءِ الْوَقْفِ اس لئے نہیں کہا کہ نمبر ایک اور نمبر دو اور نمبر پانچ کا سکون کسی کی رائے پر بھی وقفی نہیں ہے اور اس سے اختصار مانع تھا کہ ہر قسم کو اس کے جدا نام اور صفت سے تعبیر کرتے۔

۲۷۸ وَمَعْ جَزْمِهٖ يَفْعَلْ بِذٰلِكَ (سَ)لَّمُوْا وَنَخْسِفْ بِهِمْ (رَ)اعَوْا وَّشَذًّا تَثَقَّلَا

ترجمہ:- اور ان (قرآآت کی علت اور توجیہ بیان کرنے والوں) نے (ابوالحارث کیلئے) ذٰلِكَ (کی ذال) میں يَفْعَلْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(کے لام کے ادغام) کو اس حالت میں کہ یہ (یَفْعَلْ) اپنے (لام کے) جزم کے ساتھ ہو (پیش سے نہ ہو اعتراضات سے) بچایا ہے اور ان (اہل ادا) نے (کسائی کیلئے) یَخْسِفْ بِهِمُ (سبا ع) کی فا کے ادغام) کو محفوظ کیا ہے (اور پڑھا ہے اور معترض کے اعتراض کی ذرا بھی پرواہ نہیں کی) اور یہ (یَفْعَلْ اور یَخْسِفْ) دونوں مشدد ہونے کی رو سے شاذ ہوگئے ہیں (یعنی ان دونوں کا ادغام لغت کی رو سے شاذ ہے پس یہاں مسبب (تشدید) سے سبب (ادغام) مراد لیا ہے)

شرح: یعنی وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ میں جبکہ اس کا لام ساکن ہو صرف ابوالحارث کیلئے لام کا ذال میں ادغام ہے اور یہ چھ جگہ آیا ہے یعنی بقرہ ع ۹ ۔ آل عمران ع ۳ ۔ نساء ع دع ۔ فرقان ع ۶ ۔ منافقون ع ۲ میں اور باقی ساڑھے چھ کیلئے چھوں جگہ اظہار ہے اور اگر لام پر سکون کے بجائے پیش ہو جیسے يَفْعَلُ ذَٰلِكَ (بقرہ ع) میں ہے تو اس میں سب کیلئے اظہار ہے اور يَخْسِفْ بِهِمُ (سباع ۱) میں صرف کسائی کیلئے فا کا با میں ادغام ہے اور باقی ۶ کیلئے اظہار ہے اور اگر با سے پہلے والی فا پر پیش یا زبر ہو جیسے يَقْذِفُ بِالْحَقِّ اور يَخْسِفَ بِكُمُ تو اس میں سب کیلئے اظہار ہے۔

فائدہ: (۱) شعر میں يَخْسِفْ بِهِمُ میں روایۃً یا ہے اور اس یا کے ساتھ فا کا ادغام بھی پڑھ سکتے ہیں اور اظہار بھی اور اوّل کسائی کی اور ثانی حمزہ کی قراءۃ ہے اس لئے یا اور اظہار میں بھی ترکیب نہیں اور بعض صحیح اور معتبر نسخوں میں نون بھی ہے اس صورت میں فا کا اظہار واجب ہے ورنہ قرآت میں ترکیب لازم آئے گی (۲) وَشَذَّا تَثَقُّلَا میں اشارہ ہے کہ کسی کلمہ کا لغوی اور صرفی قیاس کی رو سے شاذ ہونا (جیسا کہ بعض يَفْعَلْ ذَٰلِكَ اور يَخْسِفْ بِهِمُ میں ادغام کو شاذ بتاتے ہیں) اس کلمہ کے متواتر ہونے کے منافی نہیں۔ چنانچہ اَبَى۔ يَابَى اہل صرف کی رائے پر شاذ ہے حالانکہ وہ کثیر الاستعمال ہے اور تنزیل میں بھی (توبہ ع ۵ طٰہٰ ع واحزاب ع ۹ میں) واقع ہوا ہے اور یہ مطلب نہیں کہ ان میں ادغام قراءۃ کی رو سے شاذ ہے یا تمام نحاۃ کی رائے پر شاذ ہے کیونکہ قراء کے یہاں شاذ وہ ہے جو متواتر نہ ہو یعنی اس کے نقل کرنے والے کم ہوں یا اس میں قبولِ قراءۃ کے تین رکنوں میں سے کسی رکن کی کمی ہو اور یہ دونوں ایسے نہیں بلکہ ان میں ادغام متواتر اور مشہور ہے اور نحاۃ کی رائے پر شاذ وہ ہے جو قیاس کے خلاف یا قلیل الاستعمال ہو اور کوفیین کی رائے پر تو شعر کے دونوں کلمات میں دونوں میں سے ایک چیز بھی نہیں ہے البتہ بصریین کا خیال یہ ہے کہ ان میں ادغام قیاس کے خلاف ہے اور غالباً انہیں کی پیروی میں فارسی نے بھی يَخْسِفْ بِهِمُ کے ادغام کو ضعیف بتایا ہے اور دلیل یہ ہے کہ اس میں قوی حرف (فا کا ضعیف حرف (با) میں ادغام ہو رہا ہے اور ابوحیان رحمہ اللہ نے ان کا رد کیا ہے اور ظاہر ہے کہ با میں جہر۔ شدت۔ قلقلہ تین قوی صفتیں ہیں اور فا میں ہمس اور رخاوت ہے جو ضعیف صفات میں سے ہے پس اس حالت میں فا کو قوی اور با کو ضعیف کہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی دن کو رات کہنے لگے اور چونکہ قرآت صحیح سند کے ذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور عربیت کے قواعد قراءۃ کے تابع ہیں اور عکس نہیں ہے اس لئے اگر صرفی کسی قراءۃ کو شاذ بتائیں تو اس کا مطلب اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا کہ یہاں ان کا بنایا ہوا قاعدہ ٹوٹ گیا۔ اور چونکہ ان دونوں کلمات میں ادغام صرف لغت کی رو سے اور بعض نحاۃ کے قول پر شاذ ہے اس لئے جعبری کی رائے پر مناسب یہ تھا کہ وَشَذَّا تَثَقُّلَا میں کوئی ایسی قید لگا دیتے جس سے یہ بات ظاہر ہو جاتی۔ **سوال:** اس کی وجہ کیا ہے کہ وَمَنْ يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللَّهِ اور قُلْ نَعَمْ جیسی مثالوں میں تو سب کیلئے لام کا اظہار واجب ہے اور بَلْ نَتَّبِعُ اور هَلْ نُنَبِّئُكُمْ وغیرہ میں بعض کیلئے لام کا ادغام اور بعض کیلئے اظہار ہے حالانکہ لام و نون ایک قول پر متقاربین اور دوسرے پر متجانسین ہیں اس لئے ان کا حکم ہر جگہ یکساں ہونا چاہئے تھا۔ **جواب:** پہلی دونوں مثالوں میں لام کا سکون عارضی اور باقی دو ۲ میں لازمی ہے۔ پس دونوں سکونوں میں فرق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے کیلئے عارضی میں اظہار کو واجب قرار دیدیا اور لازمی سکون میں ادغام بھی جائز رکھا گیا۔

۲۷۹/۳ - وَعُذْتُ عَلَىٰ إِدْغَامِهِ وَنَبَذْتُهَا شَوَاهِدُ حَمَّادٍ وَأُورِثْتُمُو حُـلَا

۲۸۰/۴ - لَهُ شَرْعُهُ وَالرَّاءُ جَزْمًا بِلَامِهَا كَوَاصْبِرْ لِحُكْمِ طَالَ بِالْخُلْفِ يَذْبُلَا

ترجمہ:- اور (حمزہ - کسائی اور ابوعمرو کیلئے) عُذْتُ جو ہے اس کے اور فَنَبَذْتُهَا کے ادغام (کی صحت) پر کثرت سے (حق تعالیٰ کی) تعریف کرنے والے (قاری) کی دلیلیں ہیں (جن کو اس نے بیان کیا ہے) اور (ابوعمرو و ہشام - حمزہ اور کسائی کیلئے) أُورِثْتُمُوهَا (کی ثا کا تا میں ادغام) جو ہے - اس (حماد) کیلئے اس (ادغام کے ثبوت) کا طریق شیریں ہو گیا ہے (یعنی نہایت نفیس دلیل سے ثابت ہے کیونکہ ثا اور تا متقاربین ہیں) اور را جزم (والی ہونے) کی حالت میں (بھی) اپنے (اس) لام میں (مدغم ہے جو چوتھے باب میں بیان ہو چکا ہے یعنی جس طرح کبیر میں حرکت والی را کا لام میں ادغام ہوتا ہے اسی طرح یہاں صغیر میں بھی را ساکنہ کا لام میں ادغام ہوتا ہے جو دوری کیلئے تو خلاف کے ساتھ ہے یعنی ان کیلئے اظہار و ادغام دونوں ہیں اور طریق کے موافق ادغام ہی ہے اور سوسی کیلئے صرف ادغام ہے اور اس رائے ساکنہ اور لام کی مثال) وَاصْبِرْ لِحُكْمِ کی طرح ہے یہ (ادغام طا والے کے خلاف کے ساتھ ہو کر دراز ہو گیا ہے حالانکہ یہ (قوت میں) یذبل (مشہور پہاڑ سے تشبیہ دیا گیا) ہے (یا یہ ادغام خلاف کے ساتھ ہو کر قوت اور شہرت میں یذبل پہاڑ سے بھی بلند ہو گیا ہے)

شارح:- یعنی عُذْتُ بِرَبِّي میں دونوں جگہ (غافر ع و دخان ع میں) اور فَنَبَذْتُهَا (طٰہٰ ع) میں متن میں ابوعمرو حمزہ اور کسائی کیلئے ذال کا تا میں ادغام اور باقی چار کیلئے اظہار ہے اور أُورِثْتُمُوهَا (اعراف ع و زخرف ع) میں ابوعمرو - ہشام - حمزہ اور کسائی کیلئے ثا کا تا میں ادغام اور باقی ساڑھے تین کیلئے اظہار ہے اور وَاصْبِرْ لِحُكْمِ اور نَغْفِرْ لَكُمْ اور أَنِ اشْكُرْ لِي جیسی ان مثالوں میں جن میں رائے ساکنہ کے بعد لام ہو دوری کیلئے اظہار اور ادغام دونوں ہیں اور یہ ترتیب جگہ آیا ہے اور چونکہ دوری نے ان کی روایت میں عبدالعزیز فارسی سے ادغام ہی پڑھا ہے اور طریق بھی انہیں سے ہے اس لئے اظہار گو صحیح ہے لیکن طریق کے خلاف ہے اور سوسی کیلئے صرف ادغام ہے اور باقی چھ کیلئے اس قسم میں ہر جگہ صرف اظہار ہے۔

www.kitabosunnat.com

تنبیہ:- دوری کا یہ خلاف ادغام کبیر پر متفرع ہے یعنی کبیر کے وقتوں میں ادغام پڑھتے ہوئے تو رائے ساکنہ کا لام میں صرف ادغام ہوگا اور کبیر میں اظہار پڑھتے ہوئے لام سے پہلے رائے ساکنہ میں اظہار و ادغام دونوں ہوں گے پس بقرہ ع کے حَيْثُ شِئْتُمْ میں ادغام پڑھنے کی صورت میں تو نَغْفِرْ لَكُمْ میں صرف ادغام پڑھیں گے اور اول میں اظہار پڑھنے کی صورت میں ثانی میں دونوں وجوہ ہوں گی۔

فائدہ:- (۱) ضرورت کے سبب أُورِثْتُمُوهَا میں ضمیر کی ھا نہیں لائے اور اس میں اصل کا لحاظ کیا ہے کہ معنی کے اعتبار سے ضمیر کی ھا ایک جدا کلمہ ہے اور رسم الخط کی بھی رعایت نہیں کی گئی کہ اس میں اہل رسم نے جمع کے واو کے بعد الف نہیں لکھا ہے تاکہ یہ پتہ چل جائے کہ ضمیر کی ھا أُورِثْتُمُو ... سے متصل ہے جدا نہیں ہے (۲) لِحُكْمِ میں تنوین بھی وزن ہی کے کامل کرنے کیلئے لائے ہیں، اور اگر حکایۃً تنوین کے بغیر لاتے تو اس میں قبض ہوتا (۳) چونکہ بِالْخُلْفِ میں با سے پہلے واو نہیں ہے اس لئے ناظم کی رائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر خلاف دوری ہی کے ساتھ مخصوص ہے اور تیسیر میں بھی یہی ہے کیونکہ اس میں بخلف بَيْنَ أَهْلِ الْعِرَاقِ فرمایا ہے اور یہ دانی رحمہ اللہ کی اصطلاح ہے کہ اہل عراق سے دوری کی اور عِنْدَ الْعِرَاقِيِّيْنَ سے سوسی کی روایت مراد لیا کرتے ہیں اور بعض نے وہم کی بناء پر اہل عراق کے لفظ سے یہ سمجھ لیا کہ اس قسم میں ابوعمرو کیلئے اہل عراق کے مذہب پر ادغام ہے اس لئے ان حضرات نے دونوں راویوں کیلئے دونوں وجوہ بیان کردیں جو واقعہ کے خلاف ہے اور مکی کی رائے یہ ہے دوری کیلئے صرف اظہار اور سوسی کیلئے صرف ادغام ہے اور یزیدی سے ابوالعلاء اور ابن مجاہد نے بلا خلاف ادغام نقل کیا ہے اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ ادغام کی وجہ قوی ہے۔ (۴) ناظم رحمہ اللہ نے جو خلاف کی نسبت دونوں راویوں کے بجائے دوری ہی کی طرف ہے۔ اس کی دو وجوہ ہیں۔ اول: موصوف کا عمل یہ تھا کہ کبیر کے وقت میں سوسی کیلئے صرف ادغام پڑھا کرتے تھے پس جب راء متحرکہ کا لام میں ادغام ہوگیا تو ساکنہ کا بدرجہ اولیٰ ہونا چاہئے اسی بناء پر ان کیلئے خلاف نہیں بتایا اور دوری کیلئے کبیر میں اظہار پڑھتے تھے اس بناء پر ان کیلئے ساکنہ میں خلاف بیان کردیا تاکہ اظہار کی صورت میں ساکنہ اور متحرکہ دونوں کا حکم یکساں ہوجائے رہا ساکنہ کا ادغام سو اس کی وجہ یہ ہے کہ متحرکہ سے ساکنہ کا ادغام قوی تر ہے۔ دوم: یہ خلاف دوری سے خوب مشہور ہے جس کی طرف طَالَ بِالْخُلْفِ يُذْبُلَا میں اشارہ ہے اور سوسی سے اتنا مشہور نہیں یعنی اس صورت میں طَالَ بِالْخُلْفِ يُذْبُلَا میں اس طرف اشارہ ہوگا کہ چونکہ اس قسم میں دوری سے خلاف مشہور تر تھا اس لئے میں نے انہیں کی طرف منسوب کردیا (۵) حَلَا لَهُ شَرْعُهُ سے ایک اور معنی بھی نکلتے ہیں جو نہایت نفیس ہیں یعنی اس قاری حماد کیلئے اس کی شریعت شیریں ہوگئی ہے۔

اظہار کا بیان جس کی ضد ادغام ہے

۲۸۱ وَيٰسِيْنَ اَظْهِرْ عَنْ فَتًى حَقُّهٗ بَدَا ۞ وَنُوْنَ وَفِيْهِ الْخُلْفُ عَنْ وَّرْشِهِمْ خَلَا

ترجمہ:- اور تو (حفص۔ حمزہ۔ ابن کثیر اور ابوعمرو اور قالون کیلئے) یٰسٓ (وَالْقُرْاٰنِ) اور نٓ (وَالْقَلَمِ کے ہجاوالے نون) کا اس جوان سے اظہار کر جس (کی تعریف) کا حق ظاہر ہوگیا ہے اور اس (نٓ وَالْقَلَمِ) میں ان میں کے ورش سے خلاف گذر چکا ہے (یعنی متقدمین نے اس کو بیان کیا ہے پس یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جس کا انکار کیا جائے)

شرح:- یعنی یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ اور نٓ وَالْقَلَمِ دونوں میں قالون۔ ابن کثیر۔ ابوعمرو۔ حفص حمزہ کیلئے اس نون کا اظہار ہے جو سین اور نون کے ہجا میں آتا ہے اور ورش کیلئے یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ میں تو صرف ادغام ہے اور نٓ وَالْقَلَمِ میں اظہار اور ادغام دونوں ہیں اور اظہار مشہور تر اور اکثر کا مذہب ہے اور باقی اڑھائی ابن عامر۔ ابوبکر۔ کسائی کیلئے دونوں میں صرف ادغام ہے غنہ کے ساتھ۔

فائدہ: (۱) مناسب یہ تھا کہ یٰسٓ اور نٓ اور طٰسٓمٓ کے نون کو پندرھویں باب میں نون ساکن اور نون تنوین کے احکام میں بیان کرتے کیونکہ ان میں بھی نون ساکن ہے اور اس کے بعد واو اور میم آرہے ہیں پس یہ بھی اسی باب کی جزئیات میں سے ہیں لیکن ایسا اس لئے نہیں کیا کہ اس سے مقطعات یکجا نہ رہتے بلکہ مریم کا صاد تو یہاں چودھویں باب میں آجاتا اور باقی تین پندرھویں باب میں آتے اور دانی رحمہ اللہ نے ان حروف کو ان کی سورتوں میں الگ الگ بیان کیا ہے پس یہ مختص ہیں جو اپنے محل سے پہلے آگئے ہیں نیز چونکہ اس باب میں جزئیات کا بیان ہے جو فرشی مسائل کے مرتبہ میں ہیں اور پندرھویں باب میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کلیات کا ذکر ہے جو اصولی احکام میں سے ہیں اور ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس قصیدہ میں پہلے اصلی مسائل بیان کئے ہیں پھر فرشی اور اپنے دوسرے قصیدہ رائیہ میں اس کا عکس کیا ہے پس یہاں ان جزئیات کو کلیات سے پہلے لے آنے میں رائیہ کی ترتیب کی موافقت ہوگئی (۲) ان مقطعات میں ادغام تو اس لئے ہے کہ نون ساکن کے بعد واو اور میم موجود ہیں اور اس صورت میں ادغام ہوا کرتا ہے جیسا کہ آئندہ باب میں آئے گا۔ پس یہ بھی اسی عام قاعدہ میں شامل ہیں اور اظہار اس لئے ہے کہ ہجا کے حروف سورتوں کے شروع میں ہوں یا کسی اور جگہ۔ ان کا حق یہی ہے کہ ان کے آخری حروف کو ساکن کر کے ہر ایک کو جدا جدا رکھیں کیونکہ اصل کے لحاظ سے یہ سب جُدا ہی ہیں نہ تو ان سے کلمے بنائے گئے ہیں اور نہ ترکیب میں مابعد سے کوئی تعلق رکھتے ہیں اور اسی لئے یہ مبنی ہیں اور ان پر اعراب جاری نہیں ہوتا اور یہی وجہ ہے کہ ابوجعفر ان میں سے ہر ایک حرف پر سکتہ کرتے ہیں اور دوسرے حضرات جو ان پر وقف نہیں کرتے وہ بھی اس کو وصل بہ نیت وقف کہتے ہیں۔

۲۸۲/۶. وَحِرْمِيٌّ نَصْرٍ صَادَ مَرْيَمَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ لَبِثْتُ الْفَرْدَ وَالْجَمْعَ وَصَّلَا

ترجمہ: اور (قرآت کے) مددگار حرمی جو ہیں انھوں نے (نافع۔ ابن کثیر۔ عاصم کیلئے) مریم کے (شروع کے) صاد (اور دَ) مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ (آل عمران ع کے دال اور) لَبِثْتُ واحد (متکلم اور واحد حاضر) اور جمع (حاضر کی ثا تینوں) کو (ہم تک اظہار کے ساتھ) پہونچا دیا ہے (اور ان کو بھی اظہار میں یٰسٓ اور نٓ کے ساتھ شامل کر دیا ہے)

شرح: یعنی كٓهٰيٰعٓصٓ ذِكْرُ (مریم ع) اور وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ میں جو آل عمران ع میں دو جگہ ہے اور لَبِثْتُ اور لَبِثْتَ اور لَبِثْتُمْ تینوں میں جو چودہ جگہ آئے ہیں۔ نافع۔ ابن کثیر۔ عاصم کیلئے شعر کے تینوں کلمات میں دال کا ذال اور ثا سے اور ثا کا تا سے پہلے اظہار ہے اور باقی چار کیلئے تینوں میں ادغام ہے یعنی صٓ ذِكْرُ۔ يُّرِدْ ثَوَابَ اور لَبِثْتَ۔ لَبِثْتُ۔ لَبِثْتُمْ پڑھتے ہیں اور چونکہ لَبِثْتُ میں ثا کے بعد تا آ رہی ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ لَبِثْنَا جمع متکلم میں سب کیلئے اظہار ہے کیونکہ اس میں ثا کے بعد تا نہیں ہے بلکہ نون ہے اور ثا ونون میں اتصال نہیں۔

فائدہ: (۱) صاد کے ساتھ مریم کی قید لگا کر صٓ وَالْقُرْاٰنِ کو نکال دیا پس اس میں سب کیلئے اظہار ہے اور اس سے واضح ہو گیا کہ اصفہانی کا یہ قول صحیح نہیں کہ مَرْيَمَ کی قید تاکید اور وضاحت کیلئے ہے احترازی نہیں (۲) جعبری فرماتے ہیں چونکہ یہاں یہ اندیشہ تھا کہ کوئی یہ سمجھ لیتا کہ صٓ ذِكْرُ اور يُّرِدْ ثَوَابَ کا تعلق حِرْمِيٌّ نَصْرٍ سے ہے اور لَبِثْتَ اور آئندہ شعر کے طٰسٓمٓ کا فَازَ کی فا والے حمزہ سے ہے اس لئے وَصَّلَا لا کر بتا دیا کہ لَبِثْتُ کا تعلق بھی حِرْمِيٌّ نَصْرٍ ہی سے ہے اور علی قاسمی کی رائے یہ ہے کہ یہ احتمال تو وَصَّلَا اور وَطٰسٓمٓ کی واو ہی نے دور کر دیا ہے۔

۲۸۳/۷. وَطٰسٓمٓ عِنْدَ الْمِيْمِ (فَـ)ـازَ اتَّخَذْتُمْ (ص) اَخَذْتُمْ وَفِي الْاِفْرَادِ (عَـ)ـاشَرَ (دَ)غْفَلَا

ترجمہ: اور (حمزہ کیلئے شعرا اور قصص کے اول میں) میم کے پاس طٰسٓمٓ (کے نون کا اظہار) کامیاب ہو گیا ہے (اور حفص وابن کثیر کیلئے) (اتَّخَذْتُمْ (اور) اَخَذْتُمْ (کا اظہار، جو ہے اس نے (ان کی جمع حاضر میں) اور (ان دونوں کے واحد (حاضر و متکلم اتَّخَذْتَ اور اَخَذْتُ) میں وسعت والے (عیش یا ارزانی والے سال) کے ساتھ گذران میں شرکت کی ہے (یعنی اظہار خوب ظاہر اور مشہور اور بہت سی دلیلوں سے مؤید ہے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرح: یعنی طٰسٓمّٓ میں دونوں جگہ جو شعراء اور قصص کے شروع میں ہے حمزہ کیلئے سین کے نون کا اظہار ہے یعنی نہ تو نون میں غنہ کرتے ہیں اور نہ میم پر تشدید پڑھتے ہیں جس کی صورت یہ ہے طٰسٓمٓ اور باقی چھ نون کو میم سے بدل کر میم میں ادغام بھی کرتے ہیں اور اس کو ایک الف کے برابر کھینچتے بھی ہیں اور اَخَذْتُم اور اِتَّخَذْتُم اور فَاتَّخَذْتُمُوهُم جمع حاضر میں اور اَخَذْتُ اور اِتَّخَذْتُ اور لَتَّخَذْتَ واحد متکلم اور واحد حاضر میں یعنی جب اس مادہ میں ذال ساکن کے بعد تا ہو جس کے اظہار والے الفاظ آئے ہیں جن میں سے اَخَذْتُم چھ جگہ اور اَخَذْتُ پانچ جگہ اور اِتَّخَذْتُم اور اِتَّخَذْتُ سات جگہ ہے سب میں ابن کثیر اور حفص کیلئے ذال کا اظہار ہے اور باقی ساڑھے پانچ کیلئے ادغام ہے یعنی ذال کو تا سے بدل کر تا میں ملا دیتے ہیں اور تا پر تشدید پڑھتے ہیں جس سے اَخَذتُّ - اَخَذتُّم - اِتَّخَذتُّم - اِتَّخَذتُّمُوهُم - لَتَّخَذتَّ ہو جاتا ہے۔

۲۸۴ وَفِي ارْكَبْ (هُـ)ـدَى (بَـ)ـرٍّ (قَـ)ـرِيبٍ بِخُلْفِهِمْ ۔۔۔ كَمَا (ضَـ)ـاعَ (جَـ)ـا يَلْهَثْ (لَـ)ـهُ (دَ)ارُ (جُـ)ـهَّلَا

ترجمہ: ۔ اور (بزی - قالون - خلاد کیلئے خلاف کے ساتھ اور ابن عامر - خلف - ورش کیلئے بلا خلاف) اِرْكَبْ (کی با کے اظہار) میں (ایسے) نیکی کرنے والے (یا نیکی والے یا خلوص اور شائستگی والے عالم) کی ہدایت ہے جو (لوگوں سے) قریب (یعنی تواضع کرنے والا یا مہربان) ہے حالانکہ یہ (اظہار) ان (ہا - با - قاف والوں) کے خلاف کے ساتھ ہے (کہ ان کیلئے اظہار اور ادغام دونوں ہیں) یہ (اظہار اسی طرح) آیا (اور وارد ہوا) ہے جس طرح یہ (ناقلین میں) پھیل گیا ہے (اور مشہور ہو گیا ہے یعنی ہم تک متواتر طریقوں سے پہنچا ہے اور ہشام کی ورش کیلئے) يَلْهَثْ (کی ثا کا اظہار) جو ہے تو اس (کی حفاظت) کیلئے (اس پر سے) جاہلوں (کے اعتراض) کو دفع کر دے (یعنی اگر ناواقف لوگ یہ کہیں کہ يَلْهَثْ ذٰلِكَ میں ثا اور ذال متجانسین ہیں جن میں سے پہلا ساکن ہے اور اس صورت میں ادغام واجب ہے پھر ان حضرات نے اظہار کس لئے کیا ہے تو تم اس کے جواب میں یہ کہدینا کہ اس میں اظہار صحیح نقل کے ذریعہ ثابت ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ اس صورت میں ادغام واجب نہیں بلکہ جائز ہے یا تو اس کی حفاظت کے لئے جاہلوں پر مہربانی اور نرمی کر جب وہ تمہاری خوش خلقی کے سبب تم سے مانوس ہو جائیں گے تو چند روز کے بعد ان کو قرآت سے بھی محبت ہو جائے گی پھر اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوگی)

۲۸۵ وَقَالُونُ ذُو خُلْفٍ (وَ)فِي الْبَقَرَةِ فَقُلْ ۔۔۔ يُعَذِّبْ (دَ)نَا بِالْخُلْفِ (جَـ)ـوْدًا وَّمُوبِلَا

ترجمہ: ۔ اور (اسی يَلْهَثْ کے اظہار میں) قالون خلاف والے ہیں اور تو کہہ دے کر (ابن کثیر کیلئے خلاف کے ساتھ اور ورش کیلئے بلا خلاف) بقرہ (ع) میں (و) يُعَذِّبْ (کی با کا اظہار دال والے کے) خلاف کے ساتھ ہو کر (ہم سے) قریب ہو گیا ہے۔ حالانکہ یہ (اظہار) بہت بارش (سے تشبیہ دیا گیا) ہے اور بہت بارش لانے والا (بادل) ہے (یعنی نہایت قوی اور ثواب سے مالا مال کرنے والا ہے)

شرح: یعنی يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا (ہود ع) میں قالون - بزی - خلاد کیلئے دو دو وجوہ ہیں: (۱) با کا اظہار (۲) با کا میم میں ادغام يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا لیکن یہ خلاف مفرع نہیں بلکہ مرتب ہے جس میں ترتیب کا لحاظ ضروری ہے کیونکہ قالون کیلئے ابوالفتح سے اظہار ہے اور طریق بھی انہیں سے ہے اور ابوالحسن سے ادغام ہے اور خلاد کیلئے اس کا عکس ہے اور بزی کیلئے ادغام نقاش کے طریق سے ہے اور اظہار دوسرے طرق سے نتیجہ یہ کہ قالون کیلئے ادغام اور بزی و خلاد کیلئے اظہار گو صحیح ہے

ف خلاف مفرع و مرتب کی تفصیل صفحہ ۱۵۷ پر ملاحظہ کریں ۔ ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن طریق کے موافق نہیں ہے پس قالون کیلئے اظہار اور بزی و خلاد کیلئے ادغام طریق کے موافق ہونے کی بناء پر قوی ہے اور ورش ابن عامر۔ خلف کیلئے صرف اظہار ہے۔ اور باقی ساڑھے تین قنبل۔ ابو عمرو۔ عاصم۔ کسائی کیلئے صرف ادغام ہے اور یَلْهَثْ ذٰلِكَ (اعراف ع ۲۲) میں ورش۔ ابن کثیر۔ ہشام کیلئے ثا کا صرف اظہار ہے اور قالون کیلئے اظہار و ادغام دونوں ہیں لیکن اظہار ابو الفتح کے بجائے ابو الحسن سے ہے اور باقی ساڑھے چار کیلئے صرف ادغام ہے یعنی یَلْهَثْ ذٰلِكَ اور اگر اس پر وقف کر دیں تو پھر سب کیلئے اظہار ہی ہوگا رہا پہلا یَلْهَثْ سو اس میں سب کیلئے ہر حال میں اظہار ہے اور ناظم نے شہرت کو کافی سمجھ کر یَلْهَثْ کے ساتھ ثانی کی قید نہیں لگائی اور اسی قید کے بڑھانے کے لئے علی قاری رح نے اس باب کے آخری دونوں شعر وزن میں تغیر کیلئے ہے اور وَيُعَذِّبْ مَنْ يَّشَآءُ (بقرہ ع ۴۰) میں جو حضرات با کا جزم پڑھتے ہیں ان میں سے ورش کیلئے صرف اظہار ہے اور ابن کثیر کیلئے اظہار و ادغام دونوں ہیں لیکن نشر کی رو سے ادغام طریق کے خلاف ہے اور قالون و ابو عمرو اور حمزہ اور کسائی کیلئے صرف ادغام ہے وَيُعَذِّبْ مَّنْ يَّشَآءُ۔ اور ابن عامر اور عاصم چونکہ اس میں با کا پیش پڑھتے ہیں اس بناء پر ان کیلئے ادغام کا قاعدہ ہی نہیں پایا جاتا کیونکہ اس باب میں ساکن حروف کے ادغام کا بیان ہے۔

فائدہ:۔ (۱) ابن مجاہد جیسے محققین کی رائے پر واو اور فا سے پہلے میم ساکنہ میں صرف اظہار ہے اور ابن شریح نے کسائی سے فا سے پہلے اور لولوی نے ابو عمرو سے واو سے پہلے میم کا اخفا بھی روایت کیا ہے اور یہ دونوں شاذ ہیں اور ابو محمد بغدادی کی رائے پر با سے پہلے میم ساکنہ میں صرف اظہار ہے اور بصریین کی رائے پر صرف اخفاء ہے اور کسائی سے شاذ روایت کی بناء پر ادغام بھی ہے جو کوفیین کا مذہب ہے اور جمہور کے مذہب پر اظہار اور اخفاء دونوں ہیں اور علامہ جزری کی رائے پر اخفاء مختار ہے اور چونکہ اس میں جانبین کی رعایت ہے اس لئے یہی اولیٰ ہے اور دانی رح بھی اسی کے قائل ہیں اور مصر اور شام والوں کا عمل بھی اسی پر ہے اور چونکہ اقلاب کی صورت میں میم کے اخفاء پر اجماع ہے اس لئے اس سے بھی اخفاء ہی کی تائید ہوتی ہے (۲) اَدْغَمْتُ (شعراء ع) میں اصمعی نے ابو عمرو سے ادغام ناقص اور ابو ذہل نے کسائی سے ادغام کامل روایت کیا ہے اور حلوانی کے ذریعہ یزیدی سے ابن عون نے لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا (آل عمران ع ۱) میں اور یشکری نے ابو عمرو سے وَاسْمَعْ غَيْرَ (نساء ع) میں ادغام بتایا ہے اور یہ سب شاذ روایتیں ہیں جو صرف واقفیت کیلئے درج کی گئی ہیں نہ کہ عمل کیلئے (۳) دیباچہ صفحہ ۱ کے پہلے فائدہ میں دال کے ذیل میں گذر چکا ہے کہ ایک مسئلہ کے دو حکموں میں یا دو ترجموں میں رمز اور اسم صریح کو جمع کر دیتے ہیں اور ایک میں نہیں کرتے اور یہاں یَلْهَثْ میں خلف بھی دوسرے مسئلہ کے مرتبہ میں ہے اس لئے رمز کے بعد وَقَالُوْنُ ذُوْ خُلْفٍ میں قالون کا اسم صریح لے آئے اور وَبِصْرِ وَهُمْ اَدْرٰی یونس ع ۲ بھی اسی قبیل سے ہے پس گویا وَقَالُوْنُ ذُوْ خُلْفٍ سے ایک نیا مسئلہ شروع کیا ہے اور اسی لئے ذُوْ کو خبر ہونے کی بناء پر رفع سے لائے ہیں اور اگر یہ جدا مسئلہ کے حکم میں نہ ہوتا اور وَقَالُوْنُ کو ماقبل پر معطوف کرتے تو ذُوْ خُلْفٍ کے بجائے ذَا خُلْفٍ کہتے اور اس کا نصب حال ہونے کی بناء پر ہوتا۔

النحو والعربیۃ: ۲۷۷ بَاءِ الْجَزْمِ میں اضافت ادنیٰ تعلق کی بناء پر ہے کیونکہ جزم ۔۔۔ آب مد فی ادغام کے متعلق ہے ۲ رسا۔ رسو۔ ثبوت سے ہے ۳ حَمِيْدًا ای مَحْمُوْدًا ۔۔۔ اس میں ۔۔۔ کہ پہلے اس میں رَاَيْتُ زَيْدًا والے لغت کے موافق الف کے بغیر وقف کیا ہے ۔۔۔ کے ذیل میں گذر چکا ہے کہ اس میں قصر حمزہ کی قراءۃ کے موافق ہے اور ۔۔۔ قراءۃ کے ۔۔۔ کی حاجت نہیں۔ ۲۷۸ یَفْعَلْ بِذٰلِكَ کی تقدیر وَادْغَامُ لَامِ يَفْعَلْ فِيْ ذَالِ ذٰلِكَ ۔۔۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرف عطف اصل فعل پر تو آتا ہی ہے لیکن کبھی متعلق پر بھی داخل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے یہاں واو کو مَعْ پر داخل کر دیا اور وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ
يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (نساء ع ۲۲) بھی اسی قبیل سے ہے ای وَيَكُوْنُ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۲ مَعْ جَزْمِهٖ يَفْعَلُ
کے لام سے حال ہے ای مُصَاحِبَ الْجَزْمِ اور جَزْمِهٖ کی ھا يَفْعَلُ کیلئے ہے جو مبتدا ہونے کے سبب رتبۃً اس پر مقدم ہے
فِيْ بَيْتِهٖ يُؤْتِي الْحُكْمَ کی طرح ۳ يَفْعَلُ (مبتدا) کا عائد محذوف ہے ای يَسْلُمُوْهُ ۴ تَثَقَّلَا يَشَذَّا کے فاعل سے تمیز
ہے یعنی شَذَّ اِدْغَامُهُمَا الْمُعَبَّرُ عَنْهُ بِالتَّثَقُّلِ الَّذِيْ هُوَ الْمُسَبَّبُ لِلْاِدْغَامِ۔ ۲۷۹/۳ ۱ نَبَذْتُ یا تو اِدْغَامِهٖ
کی ھا پر معطوف ہے اور یہی سہل ہے یا عُذْتُ پر اور اس تقدیر پر ھا۔ كُلٌّ وَاحِدٍ کیلئے ہوگی یا یوں کہو کہ تقدیر وَنَبَذْتُهَا كَذٰلِكَ
ہے یا یہ اکتفاء کے باب سے ہے یعنی پہلے مبتدا کے بعد جو خبر آرہی تھی اسی کو دوسرے کے لئے بھی کافی سمجھ لیا۔ ۲۸۰/۴ ۱ جعبری کے قول
پر لَهٗ کی ھا حماد کے اور شَرْعُهٗ کی ھا ادغام کیلئے ہے اور علی قاری عکس کے قائل ہیں اور لَهٗ کا لام شَرْعُهٗ کے متعلق ہے جو شعر ۳
کے حَلَا کا فاعل ہے ۲ جَزْمًا ای مُجْزِمَةً اَوْذَاتَ جَزْمٍ ۳ بِلَاهَا میں اضافت ملابست کی بناء پر ہے۔ ای
بِلَا مِثْلِهَا الْمَعْهُوْدِ ۴ يَذْبُلَا وزن فعل اور علمیت کی بناء پر غیر منصرف ہے پس اس کا الف اطلاق ہے تنوین سے بدلا ہوا نہیں اور
یہ مُتَشَبِّهًا کا مفعول ہے جو طَالَ کے فاعل سے حال مترادف یا متداخل ہے اور جعبری کی رائے پر يَذْبُلَا طَالَ کا مفعول ہے۔
لیکن چونکہ یہ فعل لازم ہے اس لئے اس صورت میں طَالَ کو عَلَا کے معنیٰ میں ماننا پڑے گا ۲۸۱/۵ ۱ يٰسٓ اور نٓ اور حٰمٓ کے اور
شعر ۲ کے طٰسٓ کے ہجا والے نون اور دال کو شعری ضرورت کی بناء پر فتحہ دیا ہے کیونکہ نظم کے درمیانی حصوں میں دو ساکنوں کا جمع ہونا
جائز نہیں اگر یہ رکاوٹ نہ ہوتی تو حکائی حالت کے لحاظ سے مناسب یہ تھا کہ چاروں میں نون اور دال کو ساکن ادا کرتے اور تینوں حرکتوں
میں سے فتحہ کو اختیار کرنے کی وجہ الٓمّٓ اللّٰهُ کی موافقت ہے اور یہ توجیہ صحیح نہیں کہ یہاں ان حروف کا فتحہ اعرابی ہے اس بناء پر کہ یہ
مفعول بہ ہے جیسا کہ دوسرے مبنی حروف کو بھی اس صورت میں معرب کر دیتے ہیں جبکہ ان سے الفاظ مراد لیتے ہیں جیسا کہ فرقان ۴
کے وَكَمْ لَوْ دَلَيْتِ میں آئے گا کیونکہ اگر یہ مقصود ہوتا تو يٰسٓ اور نٓ دونوں کو تنوین سے لاتے اس لئے کہ جب ان سے سورتوں کے
نام کے بجائے الفاظ مراد ہیں تو ان میں منع صرف کے دو سبب باقی نہیں رہے پس یہ منصرف ہوگئے پھر تنوین سے کون سی چیز مانع ہے
اور اس سے وزن میں بھی کوئی فرق نہیں آتا اس لئے کہ نقل کی بناء پر وَيٰسِيْنَ نَ اَظْهِرْ کہہ سکتے تھے اور اسی طرح وَنُوْنَ میں بھی وَنُوْنًا
کہنا ممکن تھا (ابراز) اور علی قاری کی رائے پر اولیٰ یہ ہے کہ يٰسٓ۔ نٓ۔ طٰسٓ۔ صٓ کے آخری حروف کا فتحہ شاذ قراءۃ کی بناء پر ہے
کیونکہ ان میں تینوں حرکات آئی ہیں اور فتحہ ہی کو پسند کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اس نصب کی صورت پر ہے جو مقام کے مناسب ہے اور
بعض ان کو معرب قرار دے کر عجمہ اور علمیت کی بناء پر غیر منصرف کہتے ہیں لیکن اس کا ضعیف ہونا ظاہر ہے چنانچہ جعبری بھی یہی فرماتے
ہیں کہ ان میں اعراب کا احتمال نہیں لیکن علی قاری اس کو پسند نہیں کرتے اور فرماتے ہیں کہ اگر ان میں عجمہ نہ ہو تب بھی تانیث و علمیت
دو سبب موجود ہیں۔ لیکن ابو شامہ کی مذکورہ بالا تقریر میں غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ جب ان سے الفاظ مراد ہیں تو ان میں علمیت
قطعاً نہیں ۲ دوسرے مصرعہ کے دونوں جار مجرور خَلَا ای مَضٰى کے متعلق ہیں۔ ۲۸۲/۶ ۱ حِرْمِيٌّ نَصْرٍ میں موصوف کی اضافت
صفت کی طرف ہے ای وَحِرْمِيٌّ نَاصِرٌ اور چونکہ یہ رمز ہے علم نہیں اس لئے اس کے بعد دوسری رمز لے آنے میں کوئی اشکال
نہیں اور یہ یا تو مبتدا ہے جس کی خبر وَصْلُهٗ ہے اور صَادِمٌ يَمٌّ اور اس کے دونوں معطوف (جن پر سے عاطف مقدر ہے اور
معطوفات اس طرح بھی آتے ہیں) وَصْلُهٗ کے مفعول ہیں یا حِرْمِيٌّ نَصْرٍ۔ اَظْهَرَ مقدر کا فاعل ہے جس پر پہلے شعر کا
اَظْهِرْ دال ہے اور صَادِمٌ يَمٌّ اپنے معطوفوں سمیت اسی کا مفعول ہے اس صورت میں وَصْلُهٗ مستانفہ ہوگا ۲ اَلْفَرْدُ وَالْجَمْعُ

۵ فکانہ تعبیر السبب بالمسبب۔ ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دونوں یَاتِیُہَا کی صفت ہونے کی بناء پر منصوب ہیں اور سخاوی کے قول پر ان میں دال اور عین کا رفع ہے اور یہ ابن عامر کی قراءۃ پر دَکُلًّ
وَّعَدَ اللّٰہُ (حدید ع) کے قبیل سے ہے یعنی یہ مبتدا ہے اور وَعْدًا بحذف عائد خبر ہے اور ابو شامہ فرماتے ہیں کہ بعض نسخوں میں
دال اور عین کا رفع ہے لیکن اس نصب سے جو صَادِ مَرْیَمَ پر معطوف ہونے کی بناء پر ہے رفع کی طرف منتقل ہونے کی حاجت نہیں ہے
کیونکہ تینوں الفاظ کا حکم ایک ہی ہے پھر بلا وجہ بعض کو ضمیمہ کرنے کے کیا معنیٰ اور علی قاری فرماتے ہیں کہ روایت میں درایت کا
کوئی دخل نہیں ہے ۲ وَحُلَا کا الف اطلاق ہے اور ضمیر لفظ حِرْمِیٌّ نَصْرٍ کیلئے ہے کیونکہ حِرْمِیٌّ لفظاً مفرد ہے گو معنیٰ تثنیہ ہے اسی لئے
حِرْمِیُّہٗ کَلَا اعراف ۱۲ میں بھی فعل کو مفرد لائے ہیں اور چونکہ قراء ۲ دو ہیں اس لئے اس کا الف تثنیہ کیلئے نہیں ہو سکتا۔ ۲۸۳
۱ دَلِلسِّیْنَ کی تقدیر دَاِظْہَارُ نُوْنِ طٰسِیْنَ ہے اور عِنْدَ الْمِیْمِ اسی مصدر مقدر کا ظرف ہے ۲ دَفِی الْاِفْرَادِ کا معطوف علیہ
مقدر ہے ای فِی الْجَمْعِ دَفِی الْاِفْرَادِ اور جار یا تو عَاشِرٌ کے متعلق ہے یا الظہار مقدر کے اور علی قاری کی رائے پر دَفِی الْاِفْرَادِ
نیۃً مؤخر ہے اور تقدیر دَالْحُکْمُ فِیْ حَالِ اِفْرَادِہٖ اَیْضًا کَذٰلِکَ ہے اور پہلی ترکیب اولیٰ ہے جعبری فرماتے ہیں کہ دَفِی الْاِفْرَادِ
میں ہمزہ کا فتحہ جائز نہیں کیونکہ اس سے معنیٰ فاسد ہو جاتے ہیں اس بناء پر کہ دَفِی الْاَفْرَادِ کے معنیٰ یہ ہوں گے اور جمع میں۔ حالانکہ اس کا
معطوف علیہ اَخَذْتُمْ اور اِتَّخَذْتُمْ بھی جمع ہے پس معطوفین متحد ہو جائیں گے اور حاصل یہ ہوگا کہ جمع میں اور جمع میں) اور علی قاری
کی رائے پر کوئی فساد نہیں اس بناء پر کہ اَفْرَاد۔ فَرْد کی جمع ہے تو مفرد کے معنیٰ میں ہے) پس معنیٰ یہ ہوں گے کہ اَخَذْتُمْ اور اِتَّخَذْتُمْ
میں اور ان کے مفردوں میں ہے ۳ دَغَفْلًا (خِصْبًا وَّاسِعًا یعنی کشادہ ارزانی) عَاشِرٌ کا مفعول بہ ہے ۲۸۴ ۱ بَرٌّ صفت مشبہ
ہے اور اس کی جمع اَبْرَار ہے اور یہ اس بَارٌّ کے معنیٰ میں ہے جس کی جمع بَرَرَۃٌ ہے ۲ قَرِیْبٌ مُّتَطَلِّبٌ اَدْ مُتَوَاضِعٌ ۳ کَمَا
مصدر مقدر مَجِیْئًا کی صفت کے متعلق ہے ای مَجِیْئًا کَائِنًا کَضَوْعِہٖ وَّشُیُوْعِہٖ ۴ ضَاعَ۔ ضَاعَ الطِّیْبُ بمعنیٰ فَاحَ
وَانْتَشَرَ سے ہے اور کَمَا ضَاعَ جَاءَ کے معنیٰ یہ ہیں کہ جس طرح پہلے سے مشہور تھا اسی شہرت کے ساتھ ہم تک بھی پہونچا ہے ۵ دَارِ دَاہُ
سے امر ہے جو دَافِعْہُ یا لَاطِفْہُ کے معنیٰ میں ہے اور اس میں تخفیف کی بناء پر ہمزہ کو یا سے بدل کر حذف کر دیا ہے اور دَدَارِہِمْ
مَادُمْتَ فِیْ دَارِہِمْ بھی اسی قبیل سے ہے۔ ۲۸۵ ۱ دَفِی الْبَقَرَۃِ میں تا کا سکون اور ہا سے ابدال وصل بہ نیت وقف کی بناء پر
ہے نہ کہ ضرورت کی بناء پر کیونکہ اس صورت میں تو تا کا ساکن کر دینا بھی کافی تھا یا شاذ لغت کی بناء پر ہے جیسا کہ دَمَرْیَمَ
ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْ (تحریم ع) میں بھی شاذ قراءۃ میں وصلاً ہا سے ابدال ہے ۲ جملہ یُعَذِّبُ الخ جعبری کی رائے پر قُلْ کا
مقولہ ہے جو نیۃً ظرف پر مقدم ہے ای وَقُلْ فِی الْبَقَرَۃِ یُعَذِّبُ الخ لیکن علی قاری رحمہ اس کو اس بناء پر پسند نہیں فرماتے کہ اس میں دو
عاطف بلا فصل جمع ہو جاتے ہیں اور ان کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ دَفِی الْبَقَرَۃِ کو اجمال اور نَقُلُ الخ کو اس کی تفصیل قرار دیا جائے لیکن
اگر ایک عاطف کو زائد مان لیا جائے تو پھر عاطفین کا توارد نہیں رہے گا پس جعبری کی ترکیب واضح تر ہے ۳ جُوْدًا ای الْمَطَرُ الْغَزِیْرُ
یہ مُشْبِہًا جُوْدًا یا ذَا جُوْدٍ یا جَائِدًا کے معنیٰ میں ہو کر دَنَا کے فاعل سے حال ہے ۴ مُوْبِلٌ وَبْلٌ سے ہے اور یہ بھی بہت بارش
کے معنیٰ میں ہے اور اس میں اِفْعَال کا ہمزہ صیرورت کیلئے ہے ای صَارَ ذَا وَبْلٍ اور یہ جُوْدًا پر معطوف ہے اور دَاَرْسَلَ انعام ۲۷
بھی اسی معنیٰ میں ہے پس مُوْبِلٌ بہت بارش والے کے اور بعض کے قول پر بہت بارش لانے والے بادل کے معنیٰ میں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ اَحْكَامِ النُّوْنِ السَّاكِنَةِ وَالتَّنْوِيْنِ

پندرھواں باب نون ساکن اور تنوین کے احکام کے بیان میں

اس میں پانچ شعر ہیں

شرح: نون کے ساتھ سکون کی قید لگا کر متحرک کو نکال دیا اور تنوین اصل وضع ہی میں ساکن ہے اس لئے اس کے ساتھ قید نہیں لگائی اور گو یہ بھی نون ہی ہے لیکن چونکہ یہ کتابت میں نہیں ہوتا نیز وقفاً حذف ہو جاتا ہے یا الف سے بدل جاتا ہے اس لئے اس کا نام لینے کی ضرورت پیش آئی اور تنوین اس نون ساکن کا نام ہے جو اسم کے آخر میں آئے اور اصلی حروف میں سے نہ ہو اور تاکید کیلئے بھی نہ ہو اور یہاں وہ احکام مراد ہیں جو نون کو وصلاً پیش آتے ہیں اور جن کے ادا کرنے سے نون میں کمال پیدا ہو جاتا ہے اور ادا نہ کرنے سے کمی آ جاتی ہے۔ پس وصل کی قید سے وہ احکام نکل گئے جو وقفاً پیش آتے ہیں اور کمال کی قید سے وہ حرکت نکل گئی جو دو ساکن جمع ہو جانے کے سبب نون پر آتی ہے اور اس باب کے اکثر مسائل اجماعی ہیں جو تجوید سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ائمہ ان مسائل کو قراءۃ کی سب کتابوں میں اس لئے بیان کرتے ہیں کہ یہ قرآن میں کثرت سے واقع ہوتے ہیں اور اس لئے بھی کہ ان میں سے بعض مسائل اختلافی ہیں اور اکثر ائمہ کی طرح ناظم ؒ نے بھی ان دونوں نونوں کے چار احکام بتلائے ہیں (۱) ادغام بلا غنہ اور باغنہ (۲) اظہار (۳) قلب (۴) اخفاء اور جعبری کی تحقیق یہ ہے کہ ان کے تین احکام ہیں (۱) ادغام کامل و ناقص (۲) اظہار (۳) اخفاء قلب کے ساتھ اور بلا قلب اھ۔ لیکن چونکہ اخفاء انقلاب سے پیدا ہوتا ہے اور عکس نہیں ہے اس لئے انقلاب کو مستقل قسم شمار کرنا اولیٰ ہے اور اصل کے لحاظ سے یہ باب بھی چودھویں باب ہی میں شامل ہے اور گو اس میں مثلین کا بھی ذکر ہے لیکن وہ تبعاً ہے اور اس پر بھی جدا عنوان اس لئے منعقد کیا ہے کہ اس کے احکام دونوں نونوں ہی سے تعلق رکھتے ہیں پس گویا یہ جزئی احکام کے مرتب میں ہیں۔

۲۸۶ - ۱ وَكُلُّهُمُ التَّنْوِيْنَ وَالنُّوْنَ (مِ) اَدْغَمُوْا ۔ بِلَا غُنَّةٍ فِي اللَّامِ وَالرَّا لِيَجْمُلَا

ترجمہ :- اور ان (اہل ادا) میں کے سب نے نون (ساکن) اور تنوین کا لام و را میں (ایسا) ادغام کیا ہے (جو) غنہ کے بغیر (ہے) تاکہ دونوں (نون یا لام و را تلفظ میں) زینت دار (اور عمدہ) ہو جائیں۔

۲۸۷ - ۲ وَكُلٌّ بِيَنْمُوْ اَدْغَمُوْا مَعَ غُنَّةٍ ۔ وَفِي الْوَاوِ وَالْيَا دُوْنَهَا خَلَفٌ تَلَا

ترجمہ :- اور سب (قراء) نے یَنْمُوْ (کے چار حروف) میں (دونوں نونوں کا ایسا) ادغام کیا ہے (جو) غنہ کے ساتھ (ہے) اور خلف نے (ان چار میں سے) واؤ اور یا میں (ایسے ادغام سے) پڑھا ہے (جو) اس (غنہ) کے بغیر (ہے)

۲۸۸ - ۳ وَعِنْدَهُمَا لِلْكُلِّ اَظْهِرْ بِكِلْمَةٍ ۔ مَخَافَةَ اِشْبَاهِ الْمُضَاعَفِ اَثْقَلَا

ترجمہ :- اور ان دونوں (واؤ اور یا) کے پاس (حالانکہ یہ دونوں نون کے ساتھ) ایک کلمہ میں (ہوں) تمام (قراء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیلئے (نون ساکن کا) اظہار کر (اس مدغم کے) مضاعف کے ساتھ مشابہ ہوجانے کا خوف کرنے کی وجہ سے حالانکہ یہ (مضاعف ہمیشہ) مشدد (ہی ہوتا) ہے۔

۲۸۹۔ وَعِنْدَ حُرُوفِ الْحَلْقِ لِلْكُلِّ أُظْهِرَا ﴿ أَلَا هَاجَ حُكْمٌ عَمَّ خَالِيهِ غُفَّلَا

ترجمہ:۔ اور حلق کے حروف کے پاس (یعنی ان چھ حروف سے پہلے جو الا کے سے غفلا تک کے چھ کلمات کے شروع شروع میں آرہے ہیں) تمام (قراء) کیلئے دونوں (نون) اظہار سے پڑھے گئے ہیں (اور ان کلمات کے معنی یہ ہیں، خبردار ایسے حکم (موت یا قیامت) نے جس کا گذرنے والا حصہ (سب کو) شامل ہوگیا ہے (کہ کوئی بھی اس سے بچنے والا نہیں ہے بہت سے) غافل لوگوں کو گھبراہٹ (اور فکر) میں ڈال دیا ہے (اور ان کی چین اور خوشی سب خاک میں ملادی ہے اور ان کی غفلت دور کردی ہے پس ایسے عام حکم کی طرف سے بے توجہی رکھنا اور بے خبر رہنا مناسب نہیں ہے ورنہ غافلوں سے بھی بڑھ کر غافل کہلاؤ گے۔)

۲۹۰۔ وَقَلْبُهُمَا مِيمًا لَدَى الْبَا وَأُخْفِيَا ﴿ عَلَى غُنَّةٍ عِنْدَ الْبَوَاقِي لِيَكْمُلَا

ترجمہ:۔ اور (تیرا) ان دونوں (نونوں) کا با کے پاس میم سے بدل لینا (ثابت) ہے اور باقی (پندرہ حروف) کے پاس دونوں (نون ایسے) اخفا سے پڑھے گئے ہیں (جو) غنہ پر (شامل ہونے والا ہے) تاکہ (اس اخفا کے سبب) دونوں (نون) کامل (اور تلفظ میں عمدہ) ہوجائیں۔

شرح: یعنی نون ساکن اور تنوین دونوں کے چار حکم ہیں۔ اول ادغام اور وہ ان چھ حرفوں میں ہوتا ہے جو یرملون میں جمع ہیں (۱) یا میں مَنْ يَّقُولُ۔ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ (۲) را میں مِنْ رَّبِّهِمْ۔ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا (۳) میم میں مِنْ مَّالٍ۔ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ (۴) لام میں فَإِنْ لَّمْ۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (۵) واو میں مِنْ وَّالٍ۔ رَعْدٌ وَّبَرْقٌ (۶) نون میں عَنْ نَّفْسٍ۔ مَلِكًا نُّقَاتِلْ پس ان سب حروف میں تمام قراء دونوں نونوں کا ادغام کرتے ہیں لیکن لام اور را میں غنہ کے بغیر جس سے نون کی آواز بالکل نہیں رہتی (کیونکہ کامل قرب کے سبب نون اور لام اور را مثلین کے مرتبہ میں ہیں) اور نون و میم میں غنہ سے اور واو اور یا میں ظاہر غنہ کے بغیر ادغام کامل کرتے ہیں اور باقی قراء غنہ کے ساتھ ادغام ناقص کرتے ہیں اور اس باب کا یہی ایک مسئلہ اختلافی ہے باقی سب اتفاقی ہیں۔ اور نون ساکن کا واو اور یا میں ادغام اس شرط سے ہوتا ہے کہ نون کے بعد واو اور یا دوسرے کلمہ میں ہوں پس اگر نون ساکن اور واو اور یا ایک ہی کلمہ میں جمع ہوجائیں جو ان چار کلمات میں آئے ہیں ۱۔ قِنْوَانٌ (انعام ع) ۲۔ صِنْوَانٌ (رعد ع) ۳۔ دُنْيَا ۴۔ بُنْيَانٌ دونوں ہر جگہ تو اس صورت میں تمام قراء نون ساکن کو اظہار سے پڑھتے ہیں اور ادغام اس لئے نہیں کرتے کہ اس سے تشدید آجانے کے سبب کلمہ مضاعف کے مشابہ ہوجاتا ہے جس میں ایک ہی طرح کے دو حرف جمع ہو رہے ہوں یعنی یہ شبہ ہوجاتا ہے کہ مثلاً قِنْوَانٌ اور دُنْيَا میں پہلے ہی سے واو اور یا پر تشدید ہے اور ان میں اصل سے نون نہیں تھا اور یہ شبہ خلاف کی روایت پر تو ضرور ہی ہوجاتا کیونکہ وہ واو اور یا میں ادغام کامل کرتے ہیں جس میں نون کا اثر قطعاً نہیں رہتا۔ دوم اظہار اور وہ حلق کے ان چھ حرفوں سے پہلے ہوتا ہے جو اهعح۔ حغخ میں جمع ہیں اور یہ حروف نون تنوین کے بعد تو دوسرے ہی کلمہ میں آتے ہیں کیونکہ تنوین آخر ہی میں ہوا کرتی ہے اور نون ساکن کے بعد اسی کلمہ میں بھی آتے ہیں اور دوسرے میں بھی۔ اس لئے ان کی مثالیں اٹھارہ ہوئیں یعنی بارہ نون ساکن کی اور چھ تنوین کی ۱۔ ہمزہ جیسے يَنْئَوْنَ۔ مَنْ اٰمَنَ۔ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۲۔ ھا جیسے عَنْهُمْ۔ مِنْ هَادٍ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ ۳ عین جیسے اَنْعَمْتَ - مِنْ عَمَلٍ - حَقِيْقٌ عَلٰى ۴ حا جیسے وَانْحَرْ - مِنْ حَكِيْمٍ - عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۵ غین جیسے فَسَيُنْغِضُوْنَ - مِنْ غِلٍّ - مَآءٍ غَيْرِ ۶ خا جیسے وَالْمُنْخَنِقَةُ - وَاِنْ خِفْتُمْ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ پس ان چھوں حروف سے پہلے تمام قراء دونوں نونوں کو بالاتفاق اظہار سے پڑھتے ہیں اس بنا پر کہ نون کے اور حلقی حروف کے مخرج میں جدائی ہے جو یہ چاہتی ہے کہ نون کو بعد کے حرف سے بالکل جدا رکھا جائے اور پوری جدائی اظہار ہی سے ہوتی ہے - سوم قلب و اقلاب و ابدال اور یہ صرف با سے پہلے ہوتا ہے جیسے اَنْۢبِئْهُمْ - اَنْۢ بُوْرِكَ - سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ پس با سے پہلے تمام قراء نون ساکن اور تنوین دونوں کو خالص میم سے بدل کر اس میم کو غنہ اور اخفا سے پڑھتے ہیں ادغام نہیں کرتے اور قلب کے بعد اَنْۢ بُوْرِكَ اور اَمْ بِهٖ دونوں کا تلفظ بالکل یکساں ہو جاتا ہے لیکن اَنْۢ بُوْرِكَ اور اَلِيْمٌۢ بِمَا وغیرہ میں تو اقلاب کے بعد سب کے لئے صرف اخفا ہوتا ہے اور اس بدلے ہوئے میم میں اظہار کسی کے لئے بھی جائز نہیں اور اَمْ بِهٖ اور يَعْتَصِمْ بِاللّٰهِ وغیرہ ان تمام مثالوں میں جن میں با سے پہلے اصلی میم ساکن ہو بدلا ہوا نہ ہو سب کیلئے اظہار اور اخفا دونوں جائز ہیں اور محققین کی رائے پر اخفا اولیٰ ہے اور میم کے اخفا کے معنیٰ یہ ہیں کہ با سے پہلے میم کو ہلکا اور ضعیف ادا کیا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ میم کے ادا کرتے وقت ہونٹوں کو نرمی سے بند کریں اس سے میم کا کچھ حصہ چھپ جاتا ہے اور اس کا اخفا یہی ہے (انشراح الصدور - جمال القرآن - ضیاء القراءۃ - تحفۃ المبتدی) چہارم اخفا اور یہ باقی پندرہ حروف (تا - ثا - جیم - دال - ذال - زا - سین - شین - صاد - ضاد - طا - ظا - فا - قاف - کاف) سے پہلے ہوتا ہے اور یہ حروف نون ساکن کے بعد تو اسی کلمہ میں بھی آتے ہیں اور دوسرے میں بھی اور تنوین کے بعد دوسرے ہی میں آتے ہیں اس لئے ان پندرہ حروف سے پینتالیس ۴۵ مثالیں بن جاتی ہیں - تیس ۳۰ نون ساکن کی اور پندرہ تنوین کی ۱ تا جیسے كُنْتُمْ - مَنْ تَابَ - جَنّٰتٍ تَجْرِيْ ۲ ثا جیسے وَالْاُنْثٰى - فَمَنْ ثَقُلَتْ - اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۳ جیم جیسے اَنْجَيْنَا - وَاِنْ جَنَحُوْا - لِكُلٍّ جَعَلْنَا ۴ دال جیسے عِنْدَهٗ - مِنْ دَآبَّةٍ - عَمَلًا دُوْنَ ۵ ذال جیسے لِيُنْذِرَ - مِنْ ذَهَبٍ - وَكِيْلًا ذُرِّيَّةَ ۶ زا جیسے يُنَزِّلُ - مِنْ زَوَالٍ - نَفْسًا زَكِيَّةً ۷ سین جیسے اَلْاِنْسَانُ - اَنْ سَيَكُوْنُ - وَرَجُلًا سَلَمًا ۸ شین جیسے يُنْشِئُ - فَمَنْ شَهِدَ - غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۹ صاد جیسے يَنْصُرْكُمْ - وَلَمَنْ صَبَرَ - عَمَلًا صَالِحًا ۱۰ ضاد جیسے مَنْضُوْدٍ - مِنْ ضُعْفٍ - وَكُلًّا ضَرَبْنَا ۱۱ طا جیسے يَنْطِقُ - مِنْ طِيْنٍ - صَعِيْدًا طَيِّبًا ۱۲ ظا جیسے وَانْظُرْ - مِنْ ظَهِيْرٍ - ظِلًّا ظَلِيْلًا ۱۳ فا جیسے يُنْفِقُ - مِنْ فَضْلِهٖ - خَالِدًا فِيْهَا ۱۴ قاف جیسے وَيَنْقَلِبُ - مِنْ قَرَارٍ - بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۱۵ کاف جیسے اَنْكَالًا - مِنْ كُلٍّ - كِتٰبٌ كَرِيْمٌ - پس ان پندرہ حرفوں سے پہلے تمام قراء دونوں نونوں کو اخفا سے پڑھتے ہیں جس میں نون کے غنہ کی صفت باقی رہتی ہے پس اخفا اس حالت کا نام ہے جو اظہار و ادغام کے درمیان ہے اور نون کے اخفا کے معنیٰ ہیں نون کی ذات کو بالکل معدوم کر کے صرف اس کی صفت غنہ کا باقی رکھنا اور اس میں نون کا زبان سے تعلق نہیں رہتا پس نون اور میم کے اخفاء میں فرق یہ ہے کہ میم میں حرف اور غنہ دونوں چیزیں باقی رہتی ہیں اور مخرج یعنی ہونٹوں سے بھی تعلق رہتا ہے مگر میم کسی قدر ضعیف اور ہلکا ... ہوتا ہے اور نون کے اخفاء میں صرف غنہ رہتا ہے حرف نہیں رہتا اور نہ مخرج کے ساتھ تعلق رہتا ہے -

فائدہ ۱ نون ساکن اور تنوین کے واو اور یا میں مدغم ہونے کی صورت میں جو غنہ خلف کے علاوہ اوروں کی قراءۃ پر ظاہر ہوتا ہے وہ بالاتفاق نون ہی کا غنہ ہے اور اسی لئے اس کو ادغام ناقص کہتے ہیں - اور نون میں مدغم ہونے کی صورت میں جو غنہ ہے وہ بالاتفاق مدغم فیہ کا ہے اور میم میں مدغم ہونے کی صورت میں اختلاف ہے جمہور کی رائے پر تو یہ غنہ مدغم فیہ کا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ابن کیسان اصل کو غالب رکھنے کی بناء پر اس کو مدغم کا غنہ بتاتے ہیں نتیجہ یہ کہ پہلے قول پر ادغام کامل اور دوسرے پر ناقص ہے اور یہ بحث لفظی ہے جس کا ادا پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

فائدہ ۲ (۱) اس باب کے پہلے شعر میں نون سے نون ساکن مراد ہے اور عنوان پر اعتماد کرنے کے سبب اس قید کو ظاہر نہیں کیا پس وَالنُّوْنَ میں الْ عہد کیلئے ہے (۲) لام و را سے پہلے نون ساکن کلمہ کے آخر ہی میں آتا ہے درمیان میں کسی جگہ بھی نہیں آیا۔ (۳) چونکہ مصنفین کی عادت ہے کہ ادغام کے حروف کو یَرْمَلُوْنَ میں جمع کیا کرتے ہیں اس لئے ناظم نے بھی اسی پر عمل کیا ہے اور چونکہ را اور لام کے بعد چار حرف رہ گئے تھے اس لئے ان کو یَنْمُوْ میں جمع کر دیا تاکہ سلف کی پیروی ہو جائے (۴) یا اور واو میں خلف کے علاوہ دوسرے حضرات ادغام ناقص اس لئے کرتے ہیں کہ یہ دونوں نون سے را اور لام کی طرح کامل قرب نہیں رکھتے اور خَلَفْ نفس قرب کا لحاظ کرکے کامل ادغام کرتے ہیں اور نون و میم میں جمہور کی رائے پر کامل ہی ہے کیونکہ اس صورت میں مدغم اور مدغم فیہ دونوں میں غنہ کی صلاحیت ہے پس اول کا حذف ہو کر ثانی کا غنہ باقی رہتا ہے (۵) یا اور واو میں جو خلف کے علاوہ اوروں کے لئے ادغام ناقص ہے سخاوی اس کو ادغام کے بجائے اخفا قرار دیتے ہیں کیونکہ غنہ کے ہوتے ہوئے خالص ادغام نہیں ہو سکتا پس جو حضرات اس کو ادغام کہتے ہیں وہ مجاز کی بناء پر کہتے ہیں کیونکہ اس میں بھی قدرے تشدید ہے الخ لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس میں تشدید تو کامل ہے صرف اتنی بات ہے کہ نون کا غنہ باقی رہتا ہے پس جس طرح بَسَطْتَ۔ اَحَطْتُّ میں اطباق کی صفت باقی رہنے کے باوجود بھی سب کی رائے پر ادغام ہے اور اس میں سخاوی رحمہ اللہ بھی متفق ہیں اسی طرح مَنْ یَّقُوْلُ اور مِنْ وَّالٍ میں بھی ادغام ماننے والوں کا قول حق سے قریب تر ہے اور ائمہ اسی پر ہیں اور ناظم بھی انہیں میں سے ہیں اسی لئے بِیَنْمُوْ کہا ہے عِنْدَ یَنْمُوْ نہیں کہا (۶) یٰسٓ اور نٓ وَالْقَلَمِ کا ملفوظی نون اظہار والوں کی قراءۃ پر یَنْمُوْ کے قاعدہ سے مستثنیٰ ہے یعنی خلف کیلئے بھی اور دوسرے حضرات کے لئے بھی (۷) چونکہ نون ساکن کے بعد لام۔ را۔ میم ایک کلمہ میں کسی جگہ بھی نہیں آئے اس لئے ایک کلمہ میں ادغام نہ ہونے کے قاعدہ کو یَرْمَلُوْنَ میں سے واو اور یا ہی کے ساتھ مخصوص کر دیا اور اگر ان کے بعد نون آئے تو اس میں مثلیت کے سبب ادغام ہی ہوگا۔ رہا تنوین سو وہ کلمہ کے شروع اور وسط میں آتا ہی نہیں (۸) قِنْوَانٌ اور اس کے ساتھ کے ان کلمات کا مضاعف سے مشابہ ہو جانے کے اندیشہ سے مستثنیٰ کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ سوسی کیلئے وَرِءْیًا کو ابدال سے اس خوف سے مستثنیٰ کیا تھا کہ اس رِیًّا سے ملتبس نہ ہو جائے جو سیراب کرنے کے معنی میں ہے (۹) مضاعف وہ ہے جس کے اصلی حروف میں سے کوئی سا حرف تمام حالات میں دوبار آتا ہو جیسے حَتَّانٌ۔ حَیَّانٌ وغیرہ۔ (۱۰) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ لغت کی رو سے یَرْمَلُوْنَ کے سب حروف میں غنہ کا باقی رکھنا اور حذف کر دینا دونوں جائز ہیں (۱۱) نشر میں ہے کہ ابو بکر۔ حمزہ اور کسائی اور خلف کے سوا باقی قراء کیلئے را اور لام میں ادغام کرنے کے وقت غنہ کا باقی رکھنا بھی صحیح ہے لیکن شرط یہ ہے کہ نون ساکن کتابت میں موجود ہو اسی لئے اِلَّا تَفْعَلُوْهُ اور اِلَّا تَنْفِرُوْا اور فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا (ہود) میں اور ان جیسی اور مثالوں میں غنہ کے حذف پر اتفاق ہے (۱۲) گو ناقص ادغام کی صورت میں قِنْوَانٌ وغیرہ میں نون کا غنہ مضاعف کے ساتھ التباس سے مانع تھا لیکن چونکہ یہ قوی مانع نہیں تھا اس لئے اس کا اعتبار نہیں کیا (۱۳) ناظم کی رائے پر حلقی حروف سات ہیں اور ساتواں الف ہے لیکن یہاں اس کو اس لئے شمار نہیں کیا کہ وہ ساکن کے بعد نہیں آسکتا (۱۴) نون ساکن کے بعد اسی کلمہ میں ہمزہ صرف وَیَنْئَوْنَ (انعام ع) میں آیا ہے (۱۵) اَلَا هٰجَ حُكْمٌ الخ میں موت و قیامت کی اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر شخص کو اس کے اعمال کے موافق جزا ملے گی اور ظاہر ہے کہ یہ ایسا عظیم الشان حکم ہے جس نے غافلوں تک کو بھی جگا دیا اور ہوشیار کر دیا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيمٌ (ص ع ۵) میں اس کی عظمت ارشاد فرما کر بیدار کیا ہے اور حسن بصری رحمہ اللہ کی نصیحتوں میں ہے
اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ هٰذَا الْمَوْتَ قَدْ فَضَحَ الدُّنْيَا فَلَمْ يُبْقِ لِذِي لُبٍّ فَرَحًا لوگو! اس موت نے دنیا کو رسوا
کر دیا ہے سو اس نے کسی عاقل کیلئے کوئی خوشی نہیں چھوڑی اور بعض نے اسی مضمون کو عجیب انداز سے ان الفاظ
میں ادا کیا ہے ؎

يَا غَفْلَةً شَامِلَةً لِلْقَوْمِ ❊ كَاَنَّمَا يَرَوْنَهَا فِي النَّوْمِ ❊ مَيِّتُ غَدٍ يَحْمِلُ مَيِّتَ الْيَوْمِ

یعنی لوگوں کی غفلت بھی کس درجہ تک بڑھی ہوئی ہے کہ گویا اس بیداری میں پیش آنے والے معاملہ کو خواب میں دیکھ رہے
ہیں کہ جو شخص کل مرنے والا ہے وہ آج کی میت کا جنازہ لے جا رہا ہے روایت میں ہے کہ لوگ سو رہے ہیں پھر جب موت
آئے گی تو سب بیدار ہو جائیں گے اور اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ الخ بھی اسی معنی میں ہے۔

فائدہ ۲۷۰ (۱) چونکہ اخفاء میں نون اپنے اور بعد والے حرف دونوں کے مخرجوں سے جدا ہو کر خیشوم میں پہونچ جاتا ہے اس
لئے اس کے تلفظ میں حسن آجاتا ہے اور اس میں اظہار اور ادغام دونوں کا کچھ کچھ اثر ہوتا ہے (۲) اگر لِتَحْمِلَا یا کے بجائے
تا سے ہو تو اس کی ضمیر دونوں نونوں کے احکام کیلئے ہوگی اور الف اطلاقی ہوگا (۳) چونکہ اس باب کے اکثر مسائل اجماعی ہیں نیز کلٌّ
کا لفظ چار جگہ مذکور اور دو جگہ مقدر ہے اس لئے شعر ۲۸۵ کے لِتَكْمُلَا میں رمز ہونے کا شبہ نہیں ہوتا (۴) اقلاب تلفظ میں مزید سہولت پیدا
کرنے کیلئے ہوتا ہے کیونکہ نون کا مخرج با سے قدرے دور ہے اور میم و با کا مخرج ایک ہی ہے نیز میم میں نون کی طرح غنہ بھی ہے پس چونکہ
میم نون اور با دونوں کے درمیان تھا اور اس میں دونوں کا کچھ کچھ اثر تھا اس لئے نون کو میم سے بدل لیا اور اقلاب میں التباس کا بھی کوئی
اندیشہ نہیں کیونکہ ایک کلمہ میں با سے پہلے میم ساکن کلام عرب میں بالکل نہیں آتا۔ پس یہ بات واضح ہے کہ عَنْبَرٌ اور مِنْبَرٌ۔ اَنْبِئَاءُ
وغیرہ میں جو میم ہے وہ اصلی نہیں بلکہ نون سے بدلا ہوا ہے (۵) دو حرفوں کا مخرج اور صفات میں کامل درجہ کا قرب ادغام کا اور دوری
میں پوری جدائی اظہار کا اور درمیانی حالت پر رہنا اخفاء کا سبب ہے اور قرب کی زیادتی اور کمی کا فائدہ تشدید اور غنہ میں ظاہر ہوتا ہے یعنی
قرب زیادہ ہوگا تو تشدید کامل ہوگی اور غنہ بھی زیادہ ہوگا جو صرف نون اور میم میں ہوتا ہے (۶) مخارج کی ترتیب سے اخفاء کی مثالیں
بیان کی جائیں تو سب سے پہلے قاف کی اور سب کے آخر میں فا کی مثال آئے گی (۷) اگر مدغم اور مدغم فیہ ایک کلمہ میں ہوں تو ادغام وصل و
وقف دونوں میں ہوگا اور اگر دو کلموں میں ہوں تو صرف وصل میں ہوگا (۸) لِتَكْمُلَا میں لام عاقبت کا ہے یعنی اخفاء اس لئے کیا گیا ہے
کہ انجام کار نون ساکن اور تنوین کے چاروں حکم پورے ہو جائیں کیونکہ لغت کی رو سے بھی ان کے یہی احکام ہیں (۹) غنہ اس آواز کو کہتے
ہیں جو خیشوم (ناک کے بانسہ) سے نکلتی ہے۔

النحو والعربیۃ: ۲۸۶ ۔ بِلَا غُنَّةٍ مفعول مطلق مقدر کی صفت ہے ای اِدْغَامًا كَائِنًا بِلَا غُنَّةٍ ۔ ۲
لِيَجْمُلَا کا لام لامِ کَیْ ہے جس کے بعد ہر جگہ اَنْ ناصبہ مقدر ہوتا ہے۔ ۲۸۷ ۔ كُلٌّ کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے
ای وَكُلُّ الْقُرَّاءِ ۔ ۲ مَعَ غُنَّةٍ بھی اِدْغَامًا مقدر کی صفت ہے اور دُوْنَهَا بھی اسی طرح مقدر کی صفت ہے
ای تِلَاوَةً خَالِيَةً عَنِ الْغُنَّةِ ۲۸۸ ۔ بِكِلْمَةٍ عِنْدَهُمَا کی ضمیر سے حال ہے ۔ ۲ اِشْبَاهِ الْمُضَاعَفِ میں مصدر
کی اضافت مفعول کی طرف ہے عَجِبْتُ مِنْ اِكْرَامِ زَيْدٍ کی طرح جس کی تقدیر عَجِبْتُ مِنْ اِكْرَامِ عَمْرٍو لَهُ ہے ای خَوْفَ
اَنْ يُشْبِهَ الصِّنْوَانُ وَغَيْرُهُ الْمُدْغَمَ الْمُضَاعَفَ حَالَ تَشْدِيْدِهِ ۲۸۹ ۔ ۱ بِهَاءٍ اَلَا هَاجَ الخ یا تو حُرُوْفِ الْحَلْقِ
سے بدل ہونے کی بنا پر محلِ جر میں ہے ای هَمْزَةِ اَلَا یا مبتدا مقدر کی خبر ہے ای هِيَ اَوَّلُ اَلَا وَمَا بَعْدَهُ ۔ ۲ هَاجَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حَرَّكَ ۳ عَمَّ - اَشْمَلَ ۴ خَالِيَهِ خلا ای غنی سے ہے اور قَدْ خَلَتْ بھی اسی قبیل سے ہے ۵ عُقلاً یا تو ھاج کا مفعول ہے یا عَمَّ کا - ۲۹۰ ۱ لَدَى الْبَا - قَلْبُ کا ظرف ہے اور علی قاری کی رائے پر ثَابِتٌ مقدر کا ظرف ہے جو قَلْبُهُمَا کی خبر ہے ۲ وَاُخْفِيَا - قَلْبُهُمَا کے معنیٰ پر معطوف ہے ای قُلِبَا وَاُخْفِيَا ۳ عَلىٰ غُنَّةٍ بھی مقدر کی صفت ہے ای اِخْفَاءً كَائِنًا عَلىٰ غُنَّةٍ -

بَابُ الْفَتْحِ وَالْاِمَالَةِ وَبَيْنَ اللَّفْظَيْنِ

سولہواں ۱۶ باب فتح اور امالہ (محضہ) اور امالہ بین بین کے بیان میں

اس میں اڑتالیس شعر ہیں

شرح :- (۱) یہاں فتح سے حرف کو فتحہ دینا مراد نہیں اس بنا پر کہ امالہ اکثر جگہ الف میں ہوتا ہے حالانکہ وہ حرکت کو قبول نہیں کرتا۔ بلکہ حرف کا تلفظ کرتے ہوئے منہ کا کھولنا مراد ہے اور یہ امالہ کی ضد ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں ۱ فتح شدیدہ ۲ متوسطہ - شدیدہ وہ ہے کہ جس حرف کے بعد الف ہو اس کے ادا کرنے میں قاری اپنے منہ کو بہت زیادہ کھولدے اور اس کو تفخیم بھی کہتے ہیں اور قراء اس کے استعمال سے پرہیز کرتے ہیں اور یہ خراسانیوں اور ان کے ہمسایوں کی زبان میں کثرت سے پایا جاتا ہے اور وہ طبعی طور پر اس کے عادی ہیں اسی لئے انھوں نے اس کو عربی لغت میں بھی استعمال کرنا شروع کردیا اور یہ قرأۃ کا عیب اور اس میں مکروہ ہے اور فتح متوسطہ وہ ہے جو فتح شدیدہ اور امالہ متوسطہ (بین بین) کے درمیان ہو جس میں منہ زیادہ نہ کھولا جائے اور قراءۃ میں یہی مستعمل ہے۔ (۲) امالہ کے معنیٰ ہیں فتحہ کو کسرہ کی اور الف کو یا کی طرف جھکا دینا اور اس کی بھی دو قسمیں ہیں ۱ متوسطہ ۲ شدیدہ - پس متوسطہ وہ ہے جو فتح متوسطہ اور امالۂ شدیدہ کے درمیان ہو یعنی فتحہ کا کسرہ کی اور الف کا یا کی طرف جھکاؤ زیادہ نہ ہو اور اس کے نام پانچ ہیں - امالۂ بین بین - بین اللفظین - صغریٰ - تقلیل تلطیف - اور امالۂ شدیدہ وہ ہے جس میں کسرہ اور یا کی طرف میلان زیادہ ہو اور اس کے بھی بہت سے نام ہیں - امالۂ کبریٰ - امالۂ محضہ - اضجاع - بطح (۳) امالہ میں دو چیزوں کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔ ۱ فتحہ - خالص کسرہ اور الف خالص یا نہ بن جائے ۲ جب امالہ والے الف کے بعد مد کا سبب نہ ہو تو اس میں ایک الف سے زیادہ مد نہ کیا جائے۔ (۴) فتح اور امالہ دونوں مشہور اور عرب میں سے ان فصیح اور بلیغ حضرات کی زبان میں مستعمل ہیں جن کے لغت میں قرآن نازل ہوا ہے - فتح حجاز کا اور امالہ تمیم - قیس اسد جیسے عام اہل نجد کا لغت ہے۔ (۵) اس بارہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ فتح - امالۂ بین بین امالۂ محضہ تینوں میں سے کون سی وجہ اولیٰ ہے۔ دانی فرماتے ہیں کہ میں امالۂ بین بین کو پسند کرتا ہوں کیونکہ (اس میں تغیر بھی زیادہ نہیں ہوتا اور) اس سے امالہ کا مقصد بھی پورا ہو جاتا ہے جو ان تین میں سے کوئی ایک ہوتا ہے (۱) یہ ظاہر کردینا کہ یہ الف یا سے بدلا ہوا ہے (۲) یہ بتادینا کہ یہ الف (اسی مادہ کے) کسی صیغہ میں یا سے بدل جاتا ہے اگر اس وقت یا سے بدلا ہوا نہ ہو) (۳) الف کا اس کسرہ سے یا یا سے قریب کردینا جو اس کے قریب موجود ہو (۶) امالہ کے بارہ میں حذیفہ بن الیمان سے ایک حدیث بھی آئی ہے اور وہ یہ ہے کہ تم قرآن کو عرب کے الحان سے اور ایک روایت میں ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لحون سے اور انہیں کی آوازوں سے پڑھو اور فاسقوں اور توریت اور انجیل والوں کے الحان سے بچو اور اس میں شک نہیں کہ امالہ بھی عرب کے لحون اور ان کے لغات اور حروفِ سبعہ میں سے ہے (۷) ابوبکر بن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ ہم سے وکیع نے اور ان سے اعمش نے اور ان سے ابراہیم نے بیان کیا کہ متقدمین قراءۃ میں الف اور یا (فتح اور امالہ) کو برابر سمجھتے تھے (اور دونوں کو صحیح جانتے تھے) ابراز من الموضح للدانیؒ۔ (۸) ابو الطیب بن غلبون اور دانیؒ نے صرف امالہ اور اس کے متعلقات پر ایک ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور چونکہ دانی کی کتاب الامالہ مؤخر ہے اس لئے وہ زیادہ فوائد پر مشتمل ہے (۹) قرآن کے جن الفاظ میں امالہ ہوتا ہے ان میں سے اکثر کو تو ناظم نے اس باب میں بیان کر دیا ہے چنانچہ کلیہ قاعدہ بھی بتائے ہیں اور متفرق الفاظ بھی لائے ہیں اور چند الفاظ کے امالہ کو تیسیر کی پیروی کی بناء پر ان کے موقعوں پر بیان کیا ہے چنانچہ تَوْرٰىةَ اور تُقٰىةً کو آل عمران میں اور تَوَفّٰهُ اور اِسْتَهْوٰهُ اور رَءَا کو انعام میں اور سورتوں کے شروع والی را۔ ھا۔ یا۔ طا۔ حا اور اَدْرٰى کو یونس میں اور بُشْرٰىَ کو یوسف میں بیان کیا ہے اور دوسرے حضرات نے ان کو بھی باب ہی میں درج کیا ہے (۱۰) چونکہ امالہ کے بارہ میں امالۂ محضہ اصل ہے اس لئے جب امالہ کو بلا قید لاتے ہیں تو اس سے محضہ ہی مراد ہوتا ہے۔ (۱۱) پھر قراء میں سے ابن کثیر نے تو کسی جگہ بھی امالہ نہیں کیا اور قالون۔ ابن عامر۔ عاصم نے چند چند موقعوں میں کیا ہے اور باقی ساڑھے تین ورش۔ ابو عمرو حمزہ اور کسائی نے اکثر جگہ کیا ہے (۱۲) ورش کا مذہب ہر جگہ امالہ بین بین ہے صرف طٰہٰ کی ھا میں محضہ کیا ہے اور حمزہ اور کسائی کا مذہب امالہ محضہ ہے صرف بعض موقعوں میں حمزہ نے بین بین بھی کیا ہے اور ابو عمرو نے دونوں لغتوں کو جمع کرنے کیلئے دونوں قسموں کو اختیار کیا ہے۔

فائدہ: ۱ (۱) اس میں بحث ہے کہ فتح اصل ہے یا امالہ اور حق یہ ہے کہ فتح ہی اصل ہے کیونکہ وہ سبب پر موقوف نہیں اور امالہ سبب پر موقوف ہے نیز امالہ کے تمام موقعوں میں فتح بھی جائز ہے اور عکس نہیں ہے (۲) امالہ لغت میں جھکانے کے معنیٰ میں ہے اور قراء کے نزدیک امالہ کے معنیٰ ہیں فتحہ کو کسرہ کے اور الف کو یا کے مانند کر دینا۔ پھر اس میں دو قول ہیں ۱۔ یہ تغیر الف سے پہلے حرف میں اصلاً اور الف میں تبعاً ہوتا ہے اور دلیل یہ ہے کہ امالہ کا اثر اولاً حرف میں ہوتا ہے پھر الف میں سرایت کرتا ہے اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امالہ اس فتحہ میں بھی ہوتا ہے جس کے بعد الف نہیں ہوتا جیسا کہ رَءَا الشَّمْسَ میں اور دَفْعًا خَلِيفَةً جیسی مثالوں میں تانیث کی ھا سے پہلے حرف میں ہوتا ہے ۲۔ بعض الف کے تغیر کو اصل اور ما قبل کے تغیر کو اس کے تابع کہتے ہیں اور یہ محققین کی رائے پر ضعیف ہے۔ (۳) اور امالہ کے سبب دو ہیں۔ کسرہ اور یا پھر تفصیل کے درجہ میں علی قاری کی رائے پر ان دونوں کی آٹھ قسمیں ہو جاتی ہیں ۱۔ وہ کسرہ جو تلفظ میں فی الحال موجود ہو الف سے پہلے ہو جیسے كِلَا۔ اَلرِّبٰوا۔ مِشْكٰوةٍ یا الف کے بعد ہو جیسے اَلنَّاسِ۔ اَلنَّارِ ۲۔ وہ کسرہ جو بعض حالات میں الف سے پہلے حرف پر آجائے جیسے طَابَ۔ شَآءَ۔ زَادَ۔ جَآءَ کہ ان میں جمع مؤنث غائب سے آخر تک کے نو صیغوں میں فا کلمہ پر کسرہ آجاتا ہے جیسے طِبْنَ۔ شِئْنَ ۳۔ وہ یا جو تلفظ میں موجود ہو جیسے لَا ضَيْرَ کہ اس میں یا کے سبب را میں ورش کیلئے ترقیق ہوتی ہے جس کو کبھی امالہ بھی کہہ دیتے ہیں ۴۔ الف کا یا سے بدلا ہوا ہونا جیسے رَمٰى ۵۔ الف کا یا سے بدلے ہوئے الف کے مشابہ ہونا جیسے تانیث کا الف جو دَعْوٰى۔ ذِكْرٰى۔ بُشْرٰى۔ قُصْوٰى۔ اُنْثٰى وغیرہ میں ہے ۶۔ الف کا یا سے بدلے ہوئے الف کے مشابہ کے مشابہ ہونا جیسے مُوْسٰى۔ عِيْسٰى۔ يَحْيٰى ان کے الف کو تانیث کے الف کے مشابہ قرار دیا گیا ہے ۷۔ الف کا دوسرے اس الف کے قریب ہونا جس میں امالہ ہو رہا ہو اور اس کو امالہ للامالہ کہتے ہیں جیسے تَرٰٓءَا کہ اس کے پہلے الف کا امالہ دوسرے الف کے امالہ کی بناء پر ہے اور جیسے نَاٰ۔ رَاٰ کہ ان میں بھی نون اور را کا امالہ دوسرے امالہ کی بناء پر ہے ۸۔ الف کا یا کی صورت میں لکھا ہوا ہونا گو وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا کے بجائے واو سے بدلا ہوا ہو جیسے وَالضُّحٰی اور تَلٰىهَا۔ طَحٰىهَا وغیرہ اور اجمال کے درجہ میں ان سب پر یہ بات صادق ہے کہ ان کا امالہ کسرہ کی یا یا کی بناء پر ہے۔ (۴) پھر امالہ الف اور ہائے تانیث میں ہوتا ہے اور را میں ترقیق ہوتی ہے اور وہ بھی امالہ ہی کی ایک قسم ہے۔ اور ناظم نے اس مجموعہ کو تین بابوں میں بیان کیا ہے جو سلسلہ وار آ رہے ہیں پھر الف کی دو بڑی قسمیں ہیں (۱) مستقیم سیدھا یعنی فتح والا یہ باریک حرف کے بعد باریک اور پُر حرف کے بعد پُر ہوتا ہے (۲) موجہ امالہ کے سبب یا کی طرف جھکا ہوا (۵) امالہ بین بین فتح سے اور محضہ کسرہ سے قریب ہوتا ہے۔

فائدہ: ۲۔ صاحب نشر کی رائے پر امالہ کے دو سببوں (کسرہ اور یا) کی تفصیلی قسمیں بارہ ہیں۔ ۱۔ کسرہ متقدمہ وہ کسرہ جو امالہ کے الف سے پہلے ہو جیسے کِتٰبٌ۔ حِسَابٌ ۲۔ کسرۂ متاخرہ جو امالہ کے الف کے بعد ہو جیسے عَابِدٌ ۳۔ کسرۂ مقدرہ جو اس حرف پر ہو جو امالہ والے الف کی اصل تھا جیسے خَافَ کہ یہ اصل میں خَوِفَ تھا پھر واو الف سے بدل گیا ۴۔ کسرۂ عارضہ جو امالہ والے الف سے پہلے حرف پر بعض حالات میں آتا ہو جیسے طَابَ۔ جَآءَ۔ شَآءَ۔ زَادَ کہ ان میں ماضی کے آخری دو صیغوں میں فاء کلمہ پر فتحہ کے بجائے کسرہ آجاتا ہے اور یہ قول سیبویہ کا ہے (کہ ان میں امالہ کا سبب کسرۂ مقدرہ ہے) اور گو ان میں الف یا سے بدلا ہوا ہے لیکن ان کے امالہ کا سبب اس لئے نہیں قرار دیا کہ اہل عربیت جب امالہ کے باب میں کسی الف کو یا سے یا واو سے بدلا ہوا کہتے ہیں تو اس سے کلمہ کا آخری الف مراد ہوا کرتا ہے پس اس اصطلاح کے باعث کسرہ ہی کو سبب بنایا اور اسی طرح یا کی بھی یہی چار قسمیں ہیں ۵۔ یائے متقدمہ جو امالہ کے الف سے پہلے ہو جیسے اَلْاَيَامٰى۔ اَلْحَيٰوةِ۔ ۶۔ یائے متاخرہ وہ یا جو امالہ کے الف کے بعد ہو جیسے مُبَايِعٌ ۷۔ یائے مقدرہ وہ یا جو امالہ والے الف کی اصل ہو جیسے يَخْشٰى۔ وَالْهُدٰى۔ اَتٰى۔ الثَّرٰى کہ یہ اصل میں يَخْشَيُ اور هُدَيٌ تھے پھر یا الف سے بدل گئی اسی یا کے سبب اس الف میں امالہ ہوتا ہے ۸۔ یائے عارضہ وہ یا جو بعض حالات میں امالہ والے الف کی جگہ آجائے جیسے تَلَاهَا۔ غَزَا ان میں الف واو سے بدلا ہوا ہے لیکن امالہ کے لغت والے ان میں امالہ اس لئے کرتے ہیں کہ ان کی ماضی مجہول تُلِيَ۔ غُزِيَ میں الف کے بجائے یا آجاتی ہے حالانکہ حروف مجہول میں بھی وہی تین ہیں جتنے معروف میں تھے ۹۔ امالہ والے حرف کا ایسے ہی دوسرے حرف کے قریب ہونا جیسے تَرَآءَا اور رَاَيْتُ عِمَادًا کہ اول میں پہلے الف کا امالہ دوسرے الف کے امالہ کی بناء پر ہے جو یا سے بدلا ہوا ہے اور عِمَادًا میں پہلے الف کا امالہ کسرہ کی بناء پر ہے اور دوسرے کا پہلے الف کے امالہ کی وجہ سے ہے اور جیسے اَلضُّحٰى سَالْقُوٰى تَلٰىهَا۔ طَحٰىهَا کہ بعض کے قول پر ان کا امالہ پہلے اور بعد کے رؤوس آیات کے امالہ کی بناء پر ہے۔ اس لئے یہ بھی امالہ للامالہ ہے اور اسی طرح قتیبہ کی (شاذ) روایت پر کسائی کیلئے اِنَّا لِلّٰهِ کے پہلے الف کا امالہ دوسرے الف کے امالہ کی بناء پر ہے اور اسی لئے وَاِنَّآ اِلَيْهِ میں نون کے بعد والے الف میں امالہ نہیں کیونکہ اس میں کوئی اور امالہ والا حرف نہیں ہے ۱۰۔ الف کا یا سے بدلے ہوئے الف کے مشابہ ہونا جیسے تانیث کا الف جو اَلْحُسْنٰى وغیرہ میں ہے نیز الحاق کا الف جو اَرْطٰى وغیرہ میں ہے کیونکہ ان دونوں کا الف اَلْهُدٰى کے الف کے مشابہ ہے جو یا سے بدلا ہوا ہے اور کبھی یا سے بدلے ہوئے الف کے مشابہ ہونے کی بناء پر بھی امالہ ہوتا ہے جیسے مُوْسٰى۔ عِيْسٰى۔ يَحْيٰى کیونکہ ان کے الف کو تانیث کے الف کے اور اس کو اَلْهُدٰى کے الف کے مشابہ مانا گیا ہے اور تانیث اور الحاق کے الف میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان کا امالہ یائے عارضہ کی بناء پر ہے جو ان کے تثنیہ حُسْنَيَانِ اور اَرْطَيَانِ میں پائی جاتی ہے پس اس صورت میں یہ قسم آٹھویں سبب میں شامل ہو جائے گی ۱۱۔ کثرت استعمال کلمہ کا کلام میں بار بار آنا جیسے اَلْحَجَّاجِ جو علم ہے کہ اس کا امالہ سیبویہ کی تصریح کے موافق اسی بناء پر ہے اور اسی طرح اَلنَّاسِ کا امالہ تینوں حالتوں میں جو صاحب مبہج

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کی روایت ہے اور اس کا امالہ بھی کثیر الاستعمال ہونے کے سبب عربی لغت میں موجود ہے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اَلنَّاسُ میں امالہ اس لئے ہے کہ اس کا الف یا سے بدلا ہوا ہے جیسا کہ بعض نے تصریح کی ہے نمبر ۱۲ امالہ کے ذریعہ اسم اور حرف میں فرق کر دینا جیسے بَا، تَا وغیرہ حروفِ ہجا کا امالہ چنانچہ سیبویہ فرماتے ہیں کہ ان میں امالہ اسی لئے کیا ہے کہ یہ اسم ہیں اور مَا۔ لَا کی طرح حروف نہیں ہیں جو سکون پر مبنی ہیں اور سورتوں کے شروع کے جن مقطعات میں امالہ ہے وہ اسی سبب کی بناء پر ہے۔

ان بارہ اسباب میں سے نمبر ایک اور نمبر دو و پانچ کی مزید تفصیل

(۱) کسرۂ متقدمہ الف سے متصل نہیں آسکتا کیونکہ الف سے پہلے حرف پر فتحہ ہونا ضروری ہے پس اس کسرہ اور الف میں کم از کم ایک حرف کا فاصلہ تو از بس ضروری ہے جس پر فتحہ ہو جیسے کِتٰبٌ۔ حِسَابٌ ان میں تا اور سین کے فتحہ اور الف دونوں میں امالہ ہے سو الف اور کسرہ میں تو فتحہ والا حرف فاصل ہے لیکن امالہ والے فتحہ اور کسرہ میں کوئی بھی فاصل نہیں ہے اور فتحہ الف کا مبدا ہے کہ الف اسی کے دراز کرنے سے پیدا ہوتا ہے اور کسی شے کا مبدا اس کا جزو ہوتا ہے پس جب کسرہ الف کے جزو سے متصل ہے تو گویا الف اور کسرہ میں بھی کوئی فاصل نہیں اور کبھی کسرہ اور الف میں دو حرف بھی فاصل ہوتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ ان میں سے پہلا حرف ساکن ہو جیسے اَلْاِنْسَانُ یا پہلے حرف پر فتحہ ہو اور دوسرا حرف ھا ہو جیسے یَضْرِبَهَا کیونکہ ساکن کوئی قوی رکاوٹ نہیں ہے اور ھا خفی حرف ہے اس لئے ساکن اور ھا دونوں نہ ہونے کے حکم میں ہیں پس گویا کسرہ اور الف میں یہاں بھی ایک ہی حرف فاصل ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ جو حضرات مَرَرْتُ بِهَا میں امالہ کرتے ہیں ان کے نزدیک کسرہ حکماً الف سے متصل ہے اور گو تلفظ میں ھا فاصل ہے لیکن اس کا اعتبار نہیں۔ اور دِرْهَمَانِ میں گو بعض کے قول پر الف کا امالہ دال کے کسرۂ متقدمہ کی بناء پر ہے اور را اور ھا کو فاصل نہیں سمجھا لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ امالہ بعد کے کسرہ کی بناء پر ہے (۲) کسرۂ متاخرہ بھی عام ہے لازمی ہو جیسے عَابِدٌ میں ہے یا عارضی اعرابی ہو جیسے اَلنَّاسِ۔ اَلنَّارِ وغیرہ میں ہے کیونکہ اعرابی حرکت لازمی نہیں ہوتی بدلتی رہتی ہے (۵) یائے متقدمہ الف سے متصل بھی ہوتی ہے جیسے اَلْاَيَامٰى اور اَلْحَيٰوةِ اور جیسے سَيَالٌ یہ درخت کی ایک قسم کا نام ہے جو کانٹے دار ہوتی ہے اور کبھی الف اور یا میں ایک حرف فاصل ہوتا ہے جیسے شَيْبَانُ اور کبھی دو حرف ہوتے ہیں جن میں سے ایک ھا ہو جیسے يَدَهَا اور کبھی ھا کے علاوہ بھی ہوتا ہے جیسے رَأَيْتُ يَدَنَا۔

فائدہ نمبر ۳ : امالہ کی وجوہیں

اور وہ چار ہیں جو مذکورہ بالا تمام اسباب کو شامل ہیں اور اصل میں تو وہ دو ہی ہیں مناسبت اور اشعار۔ پس امالہ جس جگہ بھی ہوتا ہے انہیں دونوں میں سے کسی ایک غرض سے ہوتا ہے پھر مناسبت کی تو ایک ہی قسم ہے جو ان صورتوں میں پائی جاتی ہے جن میں دوسرے امالہ کی یا اس کسرہ اور یا کی وجہ سے امالہ ہوتا ہے جو تلفظ میں موجود ہو جن کا ذکر ابھی نمبر نو و ایک و دو و پانچ و چھ میں آچکا ہے۔ پس ان صورتوں میں عرب نے امالہ اس لئے کیا ہے کہ اس کے ذریعہ امالہ والے حرف اور امالہ کے سبب (کسرہ اور یا اور دوسرے امالہ) کے تلفظ میں قدرے یکسانی آجائے اور زبان کو ایک ہی قسم کا عمل کرنا پڑے۔ رہا اشعار (اصل وغیرہ کو ظاہر کرنے کے لئے امالہ کرنا) سو اس کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) امالہ کے ذریعہ اصل کا ظاہر کر دینا یعنی یہ بتا دینا کہ یہ الف کسرہ والے واو سے یا یا سے بدلا ہوا ہے جیسا کہ اوپر نمبر تین دو میں گزرا (۲) یہ بتا دینا کہ اس میں بعض صیغوں میں کسرہ یا یا ظاہر ہو جاتی ہے گو اصل میں نہیں ہے جیسا کہ نمبر چار و آٹھ میں طَابَ اور غَزَا جیسی مثالوں میں گذر چکا ہے (۳) تشبیہ کو ظاہر کر دینا جس سے اصل کا پتہ چل جاتا ہے یعنی یہ بتا دینا کہ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الف میں امالہ اس لئے ہے کہ یہ یا سے بدلے ہوئے الف کے مشابہ ہے اور یہ ان تین قسموں میں پائی جاتی ہے ۱۔ تانیث کا الف ۲۔ وہ الف جو اسی سے ملحق ہو ۳۔ وہ الف جو اس کے مشابہ ہو اور اس تشبیہ کا ذکر اوپر نمبر (ش) میں آچکا ہے۔ خلاصہ یہ کہ امالہ مناسبت ظاہر کرنے یا یا اور کسرہ کا پتہ دینے یا شبہ ظاہر کرنے کیلئے ہوتا ہے۔ اور امالہ کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے تلفظ میں سہولت ہو جاتی ہے کیونکہ فتحہ میں زبان اوپر کی طرف اُٹھتی ہے اور امالہ میں نیچے کو آتی ہے اور ظاہر ہے کہ بہ نسبت چڑھنے کے اُترنا آسان ہے اور فتح والوں نے اس کے اصل اور قوی اور متین ہونے کا لحاظ کیا ہے (نشر)

امالہ بوجہ یا

حمزہ اور کسائی دونوں کے امالہ کا بیان

۲۹۱ - وَحَمْزَةُ مِنْهُمْ وَالْكِسَائِيُّ بَعْدَهُ ۔۔۔ أَمَالَا ذَوَاتِ الْيَاءِ حَيْثُ تَأَصَّلَا

ترجمہ:- اور حمزہ نے (جو) انکئیں (قراء سبعہ) میں سے (ایک کامل فرد ہیں) اور کسائی نے (جو رتبہ میں اور قراءۃ کے اختیار کرنے میں) ان (حمزہ) کے بعد (ہیں کیونکہ کسائی حمزہ کے شاگرد بھی ہیں اور انہیں سے پڑھنے کے بعد قراءۃ کو اختیار کیا ہے دونوں نے) یا والے (یعنی یا سے بدلے ہوئے الفات) کا امالہ (محضہ) کیا ہے (۱) اس لئے کہ وہ (یا امالہ کے اسباب کے بارے میں) اصل ہو گئی ہے (کہ بہ نسبت دوسرے اسباب کے یہی اکثر جگہ مستعمل ہے پس یا سے بدلے ہوئے الفات میں امالہ اصل یعنی یا پر دلالت کرنے کیلئے ہوتا ہے۔ (۲) یا دونوں نے اس صورت میں امالہ کیا ہے جبکہ وہ یا جو الف کی اصل ہے اصلی ہو گئی ہو (یعنی الف۔ لام کلمہ کی یا سے بدلا ہوا ہو زائد نہ ہو (۳) یا جبکہ وہ یا اصل اور پختہ ہو گئی ہو یعنی کلمہ کا الف یا ہی کی صورت میں لکھا ہوا ہو واو کی صورت میں نہ ہو پس اس الف کا امالہ رسم کی موافقت کی غرض سے ہے (۴) یا دونوں نے اس موقع میں امالہ کیا ہے جس کے لئے ان دونوں نے (وَتَثْنِيَةُ الْأَسْمَاءِ الخ والا) قاعدہ مقرر کر دیا ہے پس جس الف کی جگہ اسم کے تثنیہ میں اور فعل کے متکلم میں یا آجائے اس میں تو امالہ کرتے ہیں اور جس کی جگہ واو آجائے اس میں نہیں کرتے (۵) یا دونوں نے امالہ اس لئے کیا ہے کہ یہ دونوں اس بارہ میں اصل ہو گئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے تمام ذوات الیاء میں امالہ کیا ہے دوسرے حضرات کی طرح ان میں سے بہت سے کلمات کو مستثنیٰ نہیں کیا پس جس کسی نے بھی امالہ کیا ہے وہ ان دونوں کے یا ان میں سے ایک کے تابع ہے اور یہ حکم اکثری ہے)

کلمہ کے یائی اور واوی ہونے کی پہچان

۲۹۲ - وَتَثْنِيَةُ الْأَسْمَاءِ تَكْشِفُهَا وَإِنْ ۔۔۔ رَدَدْتَ إِلَيْكَ الْفِعْلَ صَادَفْتَ مَنْهَلَا

ترجمہ:- اور (تیرا) اسموں کو تثنیہ بنا لینا اُن (ذوات الیاء یا امالہ کے الفات کے یائی ہونے) کو ظاہر کر دے گا (اور ان کو واوی کلمات سے جدا کر دے گا یعنی چونکہ تثنیہ میں یائی کلمات میں الف کی جگہ یا اور واوی کلمات میں الف کی جگہ واو آجاتا ہے اس لئے واحد کے الف کا پتہ چل جاتا ہے کہ یہ یا سے بدلا ہوا ہے یا واو سے) اور اگر تو فعل کو اپنی طرف لوٹا لے گا (اور متکلم کا صیغہ بنا لے گا) تو تو پانی پینے کے گھاٹ کو پا لے گا (اور علم کی دولت حاصل کر کے سیراب ہو جائے گا۔ یعنی متکلم کا صیغہ بنا لینے سے پتہ چل جائے گا کہ واحد غائب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا الف یا سے بدلا ہوا ہے یا واو سے)

ذوات الیاء کی مثالیں

۲۹۳ ۔ ھُدٰی وَ اشْتَرٰىہُ وَالْھَوٰی وَھُدٰىھُمْ وَفِیْ اَلِفِ التَّاْنِیْثِ فِی الْکُلِّ مَیَّلَا
۳

ترجمہ:۔ (اس یا سے بدلے ہوئے امالہ والے الف کی مثالیں) ھُدٰی اور اِشْتَرٰىہُ اور اَلْھَوٰی اور ھُدٰىھُمْ (کی طرح) ہیں (پہلے دو فعل اور باقی دو اسم ہیں) اور تانیث کے الف میں (یعنی اس کے) تمام (کلمات) میں (بھی) انھیں دونوں (حمزہ اور کسائی) نے امالہ (واقع) کیا ہے۔

صرف نہ جاننے والوں کی رعایت سے تانیث کے الف کے موقعوں کی توضیح

۲۹۴ ۔ وَکَیْفَ جَرَتْ فَعْلٰی فَفِیْھَا وُجُوْدُھَا وَاِنْ ضُمَّ اَوْ یُفْتَحْ فَعَالٰی فَحَصِّلَا
۴

ترجمہ:۔ اور فَعْلٰی جس حالت پر (ہوکر بھی) جاری ہو (یعنی اس کی فا پر زبر ہو خواہ زیر خواہ پیش) اس (فَعْلٰی) میں اس (تانیث کے الف) کا وجود ہے اور اگر فَعَالٰی (کا فا کلمہ) ضمہ سے پڑھا جائے یا فتحہ سے پڑھا جائے تو تو (اس میں بھی تانیث کے الف کو) ضرور حاصل کرلے (یعنی تانیث کا الف وہ ہے جو فُعْلٰی اور فُعَالٰی کے آخر میں ہوتا ہے)

۲۹۵ ۔ وَفِی اسْمٍ فِی الِاسْتِفْھَامِ اَنّٰی وَفِیْ مَتٰی مَعًا وَعَسٰی اَیْضًا اَمَالَا وَقُلْ بَلٰی (ص)
۵

ترجمہ:۔ اور (اس) اسم (یعنی) اَنّٰی میں (جو) استفہام (کے معنی) میں (استعمال کیا گیا ہے) اور مَتٰی میں (بھی) ان دونوں (حمزہ اور کسائی) نے امالہ (واقع) کیا ہے حالانکہ یہ دونوں (اسم اور استفہام میں یا یہ دونوں حضرات دونوں میں امالہ کرنے میں) شریک ہیں اور (ان دونوں نے) رجوع کرنے والے بن کر عَسٰی (کے الف) کو (بھی امالہ سے پڑھا ہے) اور تو کہہ دے کہ بَلٰی (کا الف بھی دونوں کیلئے امالہ سے پڑھا گیا ہے)

۲۹۶ ۔ وَمَا رَسَمُوْا بِالْیَاءِ غَیْرَ لَدٰی وَمَا زَکٰی وَاِلٰی مِنْ بَعْدُ حَتّٰی وَقُلْ عَلٰی (ص)
۶

ترجمہ:۔ اور (انھیں دونوں نے) ان (الفات) کا (بھی امالہ کیا ہے) جن کو ان (عثمانی مصاحف کے کاتبین) نے یا سے لکھا ہے سوائے لَدٰی اور مَا زَکٰی اور (اس) اِلٰی کے (جو ذکر میں) ان (دونوں) کے بعد ہے اور (سوائے) حَتّٰی کے (یا اور سوائے اس اِلٰی کے جو حَتّٰی کے استثناء کے بعد ہے) اور تو کہہ دے کہ عَلٰی (بھی اسی طرح مستثنیٰ الفاظ میں سے ہے یعنی ان پانچ کلمات میں کسی کیلئے بھی امالہ نہیں ہے)

۲۹۷ ۔ وَکُلُّ ثُلَاثِیٍّ یَزِیْدُ فَاِنَّہٗ مُمَالٌ کَزَکّٰھَا وَاَنْجٰی مَعَ ابْتَلٰی (ص)
۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ:- اور ہر وہ ثلاثی (تین حرفی لفظ) جو (علامت مضارع وغیرہ کسی زائد حرف کے مل جانے کی بناء پر حروف کے لحاظ سے) مزید ہو جائے (گو باب کے اعتبار سے مجرد ہی رہے) وہ بھی امالہ سے پڑھا گیا ہے (یعنی اس کے الف میں بھی دونوں امالہ کرتے ہیں اور اس قسم کی مثال) زَکّٰھَا اور اَنجٰی کی طرح ہے حالانکہ وہ اِبتَلٰی کے ساتھ ہے۔

شرح:- ذیل کی پانچ صورتوں میں حمزہ اور کسائی وقف و وصل دونوں حالتوں میں کلمہ کے آخری الف میں امالہ محضہ کرتے ہیں۔ اوّل الف کلمہ کے آخر میں یعنی لام کلمہ میں ہو اور تحقیقاً یا سے بدلا ہوا ہو اسم میں ہو جیسے اَلھُدٰی۔ اَلھَوٰی۔ اَبرٰی۔ وَمَأوٰہُ وَمَثوٰکُم اور جیسے اَدنٰی۔ اَزکٰی۔ اَلاَعلٰی۔ اَلاَتقٰی خواہ فعل میں جیسے اَتٰی۔ رَمٰی۔ سَعٰی۔ تَخشٰی۔ وَیَرضٰی۔ فَسَوّٰی۔ اِبتَلٰی۔ اِستَعلٰی پس ۱ وَسَارِبٌ۔ نَائِمٌ۔ قَائِمٌ ۲ اور وَمَنٰوۃَ اور اَلحَیٰوۃِ ۳ دُعَاءً اور عَصَاہُ کے الفات میں امالہ نہیں کیونکہ نمبر ایک کے تینوں میں نہ تو الف کلمہ کے آخر میں ہے اور نہ بدلا ہوا ہے بلکہ زائد ہے اور نمبر دو کے دونوں میں بعض کے قول پر الف واو سے اور بعض کی رائے پر یا سے بدلا ہوا ہے پس تحقیقاً یا سے بدلا ہوا نہیں اور نمبر تین کے دونوں میں الف واو سے بدلا ہوا ہے۔ اور چونکہ اس کی پہچان قدرے مشکل تھی کہ یہ الف یا سے بدلا ہوا ہے یا واو سے اس لئے دوسرے شعر وَتَثنِیَۃُ الاَسمَاءِ میں اس کا طریقہ بتا دیا کہ اگر وہ الف اسم میں ہو تو اس کا تثنیہ بنا کر دیکھ لو اور اگر فعل میں ہو تو ماضی معروف سے متکلم کا صیغہ بنا لو پس اگر اسم کے تثنیہ اور فعل کے متکلم میں الف کی جگہ یا آئے تو اس کو یا سے بدلا ہوا سمجھ لینا اور اگر واو آئے تو واو سے بدلا ہوا تصور کر لینا جیسے فَتٰھَا (یوسف ع) اَلعَمٰی (فصلت ع) ان کا تثنیہ فَتَیَانِ اور اَلعَمَیَانِ ہے اس لئے فَتٰی۔ اور اَلعَمٰی کے الف میں امالہ ہوگا اور اَلصَّفَا (بقرہ ع ۱۹) اور شَفَا (آل عمران ع ۱۱ وتوبہ ع ۱۳) اور سَنَا (نور ع ۶) اور عَصَا اور اَبَا اَحَدٍ ان کا تثنیہ اَلصَّفَوَانِ۔ شَفَوَانِ۔ سَنَوَانِ۔ عَصَوَانِ۔ اَبَوَانِ ہے اس لئے صَفَا۔ شَفَا۔ سَنَا۔ عَصَا۔ اَبَا کے الف میں امالہ نہ ہوگا کیونکہ یا سے بدلا ہوا نہیں ہے اور فعلوں کی مثالیں یہ ہیں: سَعٰی سے سَعَیتُ۔ رَمٰی سے رَمَیتُ اور عَفَا سے عَفَوتُ اور دَعَا سے دَعَوتُ پس سَعٰی اور رَمٰی کے الف میں تو امالہ ہوگا اور عَفَا اور دَعَا کے الف میں نہ ہوگا۔ اور اسی طرح ھَدٰی اور اِشتَرٰیھُ کے الف میں بھی امالہ ہوگا کیونکہ یہ فعل ہیں اور ان سے متکلم کا صیغہ ھَدَیتُ اور اِشتَرَیتُ ہے اور اَلھَوٰی اور ھُدٰیھُم کے الف میں بھی ہوگا کیونکہ یہ دونوں اسم ہیں اور ان کا تثنیہ اَلھَوَیَانِ اور ھُدَیَانِ ہے۔ دوم: تانیث کے الف میں یہ وہ ہے جو اصلی حروف میں سے نہ ہو اور کلمہ کے چوتھے یا اس سے زائد حرف کی جگہ آرہا ہو اور جو حقیقی یا مجازی مؤنث پر دلالت کرتا ہو اور چونکہ صرف نہ جاننے والوں کو اس الف کا معلوم کرنا مشکل تھا اس لئے اس کی نہایت آسان پہچان بتا دی کہ تانیث کا الف وہ ہے جو ان پانچ وزنوں میں سے کسی ایک کے آخر میں آتا ہے۔ ۱ فَعلٰی جیسے دَعوٰی۔ تَقوٰی۔ نَتلٰی ۲ فِعلٰی جیسے اِحدٰی۔ سِیمَا۔ ضِیزٰی ذِکرٰی ۳ فُعلٰی جیسے اَلقُصوٰی۔ اَلقُربٰی۔ اَلدُّنیَا۔ اَلعُلیَا۔ اَلاُنثٰی ۴ فَعَالٰی جیسے یَتٰمٰی۔ اَلاَیَامٰی اَلحَوَایَا النَّصٰرٰی ۵ فُعَالٰی جیسے کُسَالٰی۔ فُرَادٰی۔ سُکٰرٰی۔ اُسٰرٰی یہ الف یا سے بدلا ہوا تو نہیں ہے لیکن اس کو بدلے ہوئے کے مشابہ قرار دے کر اس میں امالہ کرتے ہیں اور یَحیٰی۔ عِیسٰی۔ مُوسٰی بھی اسی قسم میں شامل ہیں کیونکہ گو یہ عجمی کلمات ہیں اور وزن عربی کلمات کا ہوا کرتا ہے لیکن عربی زبان میں نقل کرنے کے بعد ان کو بھی انہیں وزنوں پر سمجھا گیا ہے اور اسی لئے ان میں امالہ جاری کر دیا گیا جو عربی کلمات کے احکام میں سے ہے۔ سوم: مَتٰی۔ عَسٰی۔ بَلٰی اور اَنّٰی استفہامیہ کے الف میں ——— اور اَنّٰی استفہامیہ کی پہچان یہ ہے کہ اس کے بعد سَلِیتَہٗ کے پانچ حرفوں میں سے کوئی سا حرف ہوتا ہے جیسے اَنّٰی شِئتُم۔ اَنّٰی لَکِ اَنّٰی یَکُونُ۔ فَاَنّٰی تُؤفَکُونَ اور اَنّٰی ھٰذَا نیز یہ کہ اس کی جگہ اَینَ۔ کَیفَ۔ مَتٰی لے آئیں تو معنیٰ درست رہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور استفہامیہ کی قید سے اَنّٰی اَنّٰی اِلَّا رُسُلٌ جیسے کلمات نکل گئے۔ پس ان میں امالہ نہیں ہے کیونکہ یہ اَنّٰی تشبہ بالفعل ہے جو اپنے اسم کے ساتھ آرہا ہے۔ **چہارم:** ان تمام الفات میں جو قرآن میں یا کی شکل میں لکھے ہوئے ہیں اسم میں ہوں خواہ فعل میں اصلی ہوں یا زائد جیسے یٰوَیْلَتٰی۔ یٰحَسْرَتٰی۔ یٰاَسَفٰی اور دَنٰی۔ جَزٰی۔ لَقِیَ۔ نَجّٰنَا لیکن اس قسم میں سے یہ پانچ کلمہ مستثنیٰ ہیں ۱ لَدَی دو جگہ (یوسف ۳ و غافر ۲ میں) ۲ مَا زَکٰی (نور ۳) ۳ اِلٰی جارہ جس جگہ بھی آئے ۴ حَتّٰی ۵ عَلٰی گو ان پانچوں میں بھی الف یا کی شکل میں ہے لیکن ان میں کسی کی قراءۃ پر بھی امالہ نہیں **پنجم:** ان تمام کلمات کے آخری الفات میں جو پہلے تین حرفی ہوں اور ان کا الف واو سے بدلا ہوا ہو پھر مضارع کی علامت یا کوئی اور زائد حرف مل جانے کے سبب تین سے زیادہ حرف والے ہو گئے ہوں عام ہے کہ وہ ثلاثی مجرد ہی میں رہیں یا مزید کے کسی باب میں داخل ہو جائیں جیسے تَلَا سے یُتْلٰی اور دَعَا سے یُدْعٰی اور زَکَا سے زَکّٰهَا اور نَجَا سے اَنْجٰنَا اور بَلَا سے اِبْتَلٰی اور جیسے تَجَلّٰی۔ اِعْتَدٰی۔ اِسْتَعْلٰی اور اَفْعَلُ کے وزن والے اسم بھی اسی قسم میں شامل ہیں جیسے اَرْبٰی۔ اَزْکٰی۔ اَعْلٰی کیونکہ حروف کی زیادتی کے سبب یہ واوی کلمات بھی یائی بن جاتے ہیں۔ چنانچہ ان سے ماضی کے متکلم میں اور اسموں کے تثنیہ میں الف کے بدلے یا آجاتی ہے جیسے اِعْتَدٰی سے اِعْتَدَیْتُ اور اَرْبٰی سے اَرْبَیَانِ وغیرہ گو عَدَا اور رَبَا میں یا نہیں تھی اسی طرح اوروں کو بھی سمجھ لو۔

فائدہ ۱ (۱) امالہ تین حرفوں (الف۔ تانیث کی ھا۔ را) میں ہوتا ہے اور را کے امالہ سے ترقیق مراد ہے الف کا امالہ اس سولہویں باب میں ہا اور ھا کا سترھویں میں اور را کی ترقیق کو اٹھارہویں میں بیان کیا ہے (۲) الف اصلی بھی ہوتا ہے اور یا اور واو سے بدلا ہوا بھی اور زائد بھی (۳) یا سے بدلا ہوا الف عین کلمہ بھی ہوتا ہے جیسے وَسَارَ۔ بَاعَ اور لام کلمہ بھی جیسے رَمٰی۔ سَعٰی اول میں لغت کے اعتبار سے مطلقاً اور قراءۃ کی رو سے صرف ان دس افعال میں امالہ ہوتا ہے جو شعر ۲۸ تا ۳۰ میں آئیں گے اور ثانی میں قراءۃ کی رو سے بھی امالہ والوں کیلئے ہر جگہ امالہ ہوتا ہے پس یہاں ذَوَاتُ الْیَاءِ سے صرف دوسری قسم کے الف مراد ہیں لیکن نظم سے اس کا پتہ نہیں چلتا اسی لئے ابو شامہ نے شعر ۱ میں تغیر کیا ہے (۴) اور قراء نے جو لام کلمہ ہی میں امالہ کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آخری حروف تغیر کا محل ہیں اور امالہ میں بھی تغیر ہے کہ الف کو اس کی استقامت سے پستی یعنی یا کے مخرج کی طرف مائل کیا جاتا ہے (۵) لغت کی رو سے وَسَارَ اور آتَابَ دونوں کے الف میں امالہ ہے اور ثانی میں اس لئے ہے کہ اِفْعَالٌ کے ہمزہ کے سبب کلمہ چار حرفی ہو گیا ہے گو مجرد میں یہ الف واو سے بدلا ہوا تھا۔

فائدہ ۲ شعر نمبر ایک کے آخر میں جو حَیْثُ تَاَصَّلَا ہے اس کے پانچ مطلب ہیں جو ترجمہ میں درج ہیں اور ان پر نمبر بھی لگا دیئے ہیں پہلی تین صورتوں میں الف اطلاقی ہے اور باقی دو میں تثنیہ کیلئے ہے ان میں سے پہلے مطلب پر حَیْثُ تعلیلیہ ہے کیونکہ ظروف مکان میں سے حَیْثُ میں اور ظروف زمان میں سے اِذْ میں تعلیل کے معنیٰ بھی ہیں۔ پس اس صورت میں حَیْثُ تَاَصَّلَا علت کے مرتبہ میں ہوگا نہ کہ شرط کے طور پر اس لئے کہ ذوات الیاء کے ہوتے ہوئے اس شرط کی کوئی حاجت نہیں۔ اسی بناء پر تیسیر میں بھی ذَوَاتُ الْیَاءِ ہی ہے اور کوئی قید نہیں اور ذوات الیاء سے مراد وہ کلمات ہیں جن کا الف تثنیہ اور جمع میں اور فعل ماضی کے متکلم وغیرہ میں یا سے بدل جائے عام ہے کہ یہ الف اصلی ہو جو لام کلمہ کی یا سے بدلا ہوا ہو یا تانیث کیلئے ہو اسی لئے تیسیر میں ذوات الیاء کی مثالوں میں سَعٰی اور رَمٰی بھی لائے ہیں اور مُوْسٰی، عِیْسٰی۔ اِحْدٰی، یَتٰمٰی بھی اور اس سے نکل آیا کہ ذوات الیاء کی دو قسمیں ہیں ۱ وہ جن میں الف اصلی ہو جو لام کلمہ کی یا سے بدلا ہوا ہو ۲ وہ جن میں الف تانیث کیلئے ہو اور ممکن ہے کہ ناظم کا مقصود بھی یہی ہو اور اسی لئے شعر نمبر ایک کے حَیْثُ تَاَصَّلَا میں پہلی اور شعر نمبر تین کے وَفِیْ اَلِفِ التَّاْنِیْثِ میں دوسری قسم کی طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اشارہ کیا ہو اور معنیٰ یہ ہوں کہ حمزہ اور کسائی ذوات الیاء کی دونوں قسموں میں امالہ کرتے ہیں ——— اور دوسرے مطلب پر حَيْثُ تَأَصَّلَا تاکید کیلئے ہوگا یعنی دونوں یا سے بدلے ہوئے الف میں اس شرط سے امالہ کرتے ہیں کہ وہ الف اصلی ہو زائدہ نہ ہو اسی لئے نَائِمٌ اور كَاعِبٌ کے الف میں امالہ نہیں کرتے اور یہ مطلب ذوات الیاء میں بھی آ گیا تھا کیونکہ صرفیوں کی اصطلاح میں ذوات الیاء انھیں کلمات کو کہتے ہیں جن کا الف لام کلمہ کی یا سے بدلا ہوا ہو لیکن چونکہ یہ مطلب لفظ سے نہیں سمجھا جاتا تھا اس لئے حَيْثُ تَأَصَّلَا میں اس کی تصریح کر دی -

فائدہ ۳ (۱) یہ یا سے بدلا ہوا الف یا کی صورت میں لکھا ہوا ہو خواہ الف کی شکل میں اس میں دونوں صورتوں میں امالہ کرتے ہیں۔ چنانچہ الْأَقْصَا الَّذِي (اسراء ع ۱) اور أَقْصَا الْمَدِينَةِ (قصص و یٰس ع ۲) اور طَغَا الْمَاءُ (حاقہ ع ۱) اور تَوَلَّاهُ (حج ع ۱) اور الدُّنْيَا الْعُلْيَا وغیرہ میں الف یا کی صورت میں نہیں ہے لیکن چونکہ یا سے بدلا ہوا ہے اس لئے اس میں امالہ یقینی طور پر ہے۔ مگر اول کے تین میں صرف وقفاً ہوگا کیونکہ وصلاً ان کا وہ الف جس میں امالہ ہے باقی نہیں رہتا پس بعض حضرات کا ان میں اس وہم کی بناء پر امالہ نہ کرنا کہ ان کا الف مشہور قول کی رو سے یا کی صورت میں نہیں ہے محض عقلی رائے ہے جس کی نقل سے تائید نہیں ہوتی (۲) رہا الْحَيٰوةِ سو اگرچہ بعض کی رائے پر اس کا الف یا سے بدلا ہوا ہے لیکن چونکہ قرآن میں واو کی صورت میں ہے اور اختلاف کی بناء پر امالہ کے سبب میں شک واقع ہو گیا ہے اس لئے اس میں بلا خلاف فتح ہے اور جس الف میں دونوں حضرات امالہ کرتے ہیں اس میں بعض جگہ ان میں سے بعض نے اپنے قاعدہ کے خلاف بھی کیا ہے اور بعض جگہ دوسرے قراء بھی ان کے ساتھ شریک ہو گئے ہیں اور تفصیل آگے آئے گی۔ (۳) اصفہانی کہتے ہیں کہ بعض حضرات تنوین سے بدلے ہوئے الف کو بھی یا سے بدلے ہوئے کے مشابہ قرار دے کر خَيْرًا اور بَصِيرًا وغیرہ میں وقفاً امالہ کرتے ہیں جو شاذ ہے (۴) ماضی کے متکلم اور مخاطب کی طرح تثنیہ مذکر غائب اور مضارع بنا لینے سے اور مشتق منہ سے بھی فعل کے یائی اور واوی ہونے کا پتہ چل جاتا ہے جیسے رَمَيَا دَعَوَا اور يَرْمِي۔ يَدْعُوا اور الرَّمْيُ اور السَّعْيُ اور الدَّعْوَةُ۔ الْعَفْوُ۔ الْعُلُوُّ۔ سوال کچھ اسم ایسے بھی ہیں جن کے الف میں امالہ تو ہوتا ہے لیکن ان سے تثنیہ نہیں آتا۔ چنانچہ الْحَوَايَا (انعام ع ۱۸) جو اصل میں الْحَوَاوِيُ تھا اس کے دوسرے الف میں امالہ تو یقیناً ہے اور یہ حَاوِيَةٌ کی جمع ہے سو اس کے واحد میں اور اسی واحد کے تثنیہ میں تو اس الف کے بجائے یا آتی ہے جو اس کی ماضی حَوٰى میں تھا لیکن خود الْحَوَايَا (جمع سے) تثنیہ نہیں آتا پھر یہ کہنا کیونکر صحیح ہوگا کہ اسم کا تثنیہ بنا لینے سے اس کے یائی اور واوی ہونے کا پتہ چل جاتا ہے۔ جواب امالہ والے الفاظ کے بارہ میں ذوات الیاء تو حد ہے جو جامع (تمام افراد کو شامل) اور غیر کے دخول سے مانع ہوا کرتی ہے چنانچہ مذکورہ بالا پانچوں قسموں میں سے ہر ایک الف پر یہ بات صادق ہے کہ یہ ذوات الیاء میں سے ہے اور الْحَوَايَا بھی انھیں قسموں میں شامل ہے اور تثنیہ سے اسم کے یائی اور واوی ہونے کا پتہ چل جانا علامت کے طور پر ہے جو اکثری ہوا کرتی ہے نیز اگر الْحَوَايَا سے ماضی کا متکلم بناؤ گے تو حَوَيْتُ آئے گا اور اس سے اس کے یائی ہونے کا پتہ چل جائے گا نیز دانی اس کو یَتَامٰی اور أَيَامٰی کے ساتھ لائے ہیں جس سے نکل آیا کہ اس میں امالہ اس لئے ہے کہ یہ فَعَالٰی کے وزن پر ہے اور اس میں الف تانیث کا ہے (۵) صَادَفْتَ مَنْهَلَا میں نفیس استعارہ ہے کیونکہ طالب علم علم کا پیاسا ہوا کرتا ہے پس اس کے مقصد کو پانی کا گھاٹ فرمانا مناسب تر ہے۔ چنانچہ جس نے خوب علم حاصل کر لیا ہو اس کے بارہ میں هُوَ رَيَّانُ مِنَ الْعِلْمِ استعمال کیا کرتے ہیں یعنی یہ علم سے سیراب ہے (۶) شیرازی نے کسائی سے بِعَصَاكَ میں اور کاہلی نے حمزہ سے ذِرَاعَا میں امالہ روایت کیا ہے جو شاذ ہے (۷) علی قاری فرماتے ہیں کہ تثنیہ کے ذریعہ اصل کا معلوم کرنا تعریف دوری ہے کیونکہ اصل کا معلوم کرنا تثنیہ بنانے پر اور تثنیہ کا صحیح بنانا اصل کے معلوم ہونے پر موقوف ہے الخ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غالباً مقصد یہ ہے کہ اس کے بجائے مشتق منہ کو علامت قرار دینا اولیٰ تھا (۸) رُءْیَا جس طرح بھی آئے اس میں حمزہ کیلئے امالہ نہیں ہے پس یہ تانیث کے الف میں سے مستثنیٰ ہے (۹) تانیث کا الف یاء سے بدلا ہوا نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اس کو علیحدہ ذکر کرنے کی ضرورت نہ ہوتی بلکہ پہلی ہی قسم میں شامل ہو جاتا البتہ یاء سے بدلے ہوئے کے مشابہ ہے اس بناء پر کہ یہ تثنیہ اور جمع (حُبْلَیَانِ اور حُبْلَیَاتٌ وغیرہ) میں یاء سے بدل جاتا ہے (۱۰) شعر نمبر ایک میں حَیْثُ تَأَصَّلَا کی قید تانیث کے الف کے خارج کرنے کے لئے نہیں ہے کیونکہ جب اصلی الف کی طرح اس میں بھی دونوں کیلئے امالہ ہے تو اس کے خارج کرنے کے کیا معنی (۱۱) یَحْیٰی۔ عِیْسٰی مُوْسٰی کا الف بھی تانیث کے الف کے ساتھ ملحق ہے۔ کیونکہ گو یہ تینوں عجمی ہیں لیکن عربی میں منقول ہونے کے بعد ان کو فُعْلٰی کے وزن پر مان لیا گیا ہے اور اسی لئے ابوعمرو ان میں تقلیل کرتے ہیں اور حمزہ اور کسائی کے لئے ان میں امالہ اس لئے بھی ہے کہ یہ چوتھی قسم میں داخل ہیں اس بناء پر کہ ان کا الف یاء کی صورت میں ہے۔

فائدہ ۱۴ (۱) شعر نمبر چار میں تَحَصَّلَا کی فا رمز نہیں ہے کیونکہ اس شعر میں کسی نئے حکم کا بیان کرنا مقصود نہیں۔ بلکہ تانیث کے الف کے مواقع بتائے ہیں۔ دوسرے اگر یہ فا رمز ہوتی تو ضروری تھا کہ اس کے بعد نیا مسئلہ بیان کرنے کیلئے جدید رمز یا قاری کا اسم صریح لاتے حالانکہ شعر نمبر پانچ کے اَمَالَا میں حمزہ اور کسائی کی ضمیر لائے ہیں اور پہلے قراء کی ضمیر اسی صورت میں لایا کرتے ہیں جبکہ ابھی انہیں کا بیان باقی ہو اور بیچ میں کوئی اور حکم نہ آیا ہو اور نہ کسی اور کی رمز آئی ہو۔ کیونکہ بیچ میں رمز آجانے کے بعد پہلے قراء کی ضمیر لانے سے یہ التباس ہو جاتا ہے کہ یہ ضمیر اس درمیانی رمز والوں کیلئے ہے یا اس سے پہلے قراء کیلئے۔

سوال: اسی باب کے شعر ۱۴ اور ۱۶ کے اَمَالَاهَا اور اَمَالَاهُ میں حمزہ اور کسائی کی ضمیر لائے ہیں حالانکہ اول کسائی کے اور ثانی کسائی کے دوری کے مخصوص امالوں کے بعد ہے پس یہ کہنا صحیح نہ رہا کہ پہلے قراء کی ضمیر اس صورت میں لاتے ہیں جبکہ انہیں کا بیان باقی ہو اور بیچ میں کوئی اور حکم نہ آیا ہو۔ **جواب:** چونکہ اول کسائی کے اور ثانی حفص (دوری) کے اسم صریح کے بعد ہے اس لئے التباس کا اندیشہ نہیں تھا۔

خلاصہ یہ کہ اگر پہلے حکم کے بعد دوسرا حکم رمز کے ذریعہ بیان کرتے ہیں تو اس کے بعد تو پہلے حکم والے قراء کی ضمیر نہیں لاتے بلکہ اس صورت میں جدید رمز یا اسم صریح لاتے ہیں اور ضمیر اس لئے نہیں لاتے کہ اس میں التباس کا اندیشہ ہے اور جس جگہ دوسرا حکم اسم صریح کے ذریعہ بیان کیا گیا ہو وہاں پہلے حکم والے قراء کیلئے ضمیر لے آتے ہیں پس اگر اس فا کو رمز بنائیں گے تو لازم آئے گا کہ بیچ میں رمز آجانے کے باوجود پہلے حکم والے قراء کی ضمیر استعمال کی ہے۔ (۲) اَنّٰی استفہامیہ بھی ہوتا ہے اور شرطیہ بھی جیسے اَنّٰی تَقُمْ اَقُمْ اور دونوں میں امالہ ہوتا ہے لیکن چونکہ شرطیہ قرآن میں نہیں آیا اس لئے استفہامیہ پر اکتفا کیا ہے اور اس قید کا منشاء یہ ہے کہ اس اَنَّا سے احتراز ہو جائے جو اِنَّ اور اس کے اسم کے ملنے سے بنتا ہے جیسے اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ لیکن چونکہ اس اَنَّا میں امالہ کا کسی کو بھی وہم نہیں ہوتا اس لئے اس احتراز کی حاجت نہ تھی قَالَہٗ اَبُوْشَامَۃَ۔ اور علی قاری کی رائے یہ ہے کہ اس کی حاجت تھی کیونکہ اس میں اکثر طلباء کو اور خصوصاً نابینا حفاظ کو التباس ہو جاتا ہے کہ کون سا اَنّٰی یائی ہے اور کون سا غیر یائی (۳) سخاوی فرماتے ہیں کہ وَفِی اسْمٍ فِی الْاِسْتِفْہَامِ سے ناظم رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ تانیث کا الف اَنّٰی اور مَتٰی استفہامیہ میں بھی ہوتا ہے چنانچہ اَنّٰی ابن مجاہد اور دانی رحمہ اللہ کی رائے پر فَعْلٰی کے وزن پر ہے اور اسی لئے اس میں ابن مجاہد ابوعمرو کیلئے تقلیل بھی کرتے تھے لیکن اس پر عمل نہیں ہے اور یہ تَوْمٌ تَلّٰی ای صَرْعٰی اور لَیْلَۃٌ غُمّٰی کی طرح ہے اور غُمّٰی ابر والی رات کو کہتے ہیں اور مَتٰی کا الف مجہول ہے اس لئے یہ بھی تانیث کے الف کے مشابہ ہو گیا اور اسی لئے اس میں امالہ ہوتا ہے اور نحاۃ نے تصریح کی ہے کہ اگر مَتٰی اور بَلٰی کو کسی کا علم قرار دیدیں تو پھر ان کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تثنیہ یا سے آئے گا۔ ابوشامہ فرماتے ہیں کہ یہ توجیہ ہے لیکن اگر مَتٰی کا الف مجہول ہے تو اس سے یہ کیونکر لازم آگیا کہ یہ تانیث کے لئے ہے بلکہ یہ تو فَعَلَ کے وزن پر ہے اور الف۔ لام کلمہ ہے۔ دوسرے وزن کرنا اور الف کا تانیث کیلئے ہونا اسماء اور افعال کے احکام میں سے ہے نہ کہ حروف اور ان کے ہم معنیٰ اسماء کے مسائل میں سے پس اس بارہ میں مَتٰی۔ اِلٰی اور بَلٰی کی طرح ہے (۲) عَسٰی یائی ہونے کی بناء پر پہلی قسم میں داخل ہے اور اَنّٰی۔ مَتٰی۔ بَلٰی کا الف یا کی صورت میں ہے پس یہ پانچویں قسم میں شامل ہیں اس لئے ان چاروں کو علیحدہ لانے کی حاجت نہ تھی اور اسی لئے علی قاریؒ اس شعر کو زائد بتاتے ہیں لیکن چونکہ تیسیر نے اَنّٰی کے بعد عَسٰی۔ مَتٰی۔ بَلٰی کو بھی لائے ہیں اس لئے ناظمؒ نے بھی انہیں کی پیروی کی ہے اور ممکن ہے کہ عَسٰی کو فعل ہونے کے باوجود اس بناء پر علیحدہ لائے ہوں کہ یہ فعل متصرف نہیں بلکہ فعل جامد ہے کیونکہ اس سے صرف ماضی کے دو تین صیغے آتے ہیں اور بعض نحاۃ کے قول پر عَسٰی حرف ہے چنانچہ زجاجی کَانَ اور اس کے ہمجنسوں کو اس اعتبار سے حرف کہتے ہیں کہ ان سے نئے نئے جملوں میں ایک نئے معنیٰ پیدا ہو جاتے ہیں۔ رہا بَلٰی سو چونکہ یہ سوال کے جواب میں کافی ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ فعل اور اسم کے مشابہ ہو گیا اور اسی بناء پر اس میں امالہ ہوتا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ بَلٰی اصل میں بَلْ تھا پھر اس کے آخر میں تانیث کا الف آگیا جس طرح رُبَّ اور ثُمَّ کے آخر میں تانیث کی تا آجاتی ہے۔ اور اسی طرح اَنّٰی میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ اَنَّ تھا پھر اس کے آخر میں تانیث کا الف آگیا پھر تانیث کے الف کے سبب اَنّٰی اور بَلٰی دونوں اپنے مشہور معنیٰ کے بجائے دوسرے معنیٰ میں ہوگئے اور اَنّٰی شَتّٰی کے وزن پر ہوگیا ـــــ اور ابوشامہ فرماتے ہیں کہ اَنّٰی۔ مَتٰی۔ بَلٰی۔ عَسٰی۔ یَحْیٰی۔ عِیْسٰی۔ مُوْسٰی ساتوں میں الف یا کی شکل میں ہے اور ان میں سے کسی کا الف بھی تانیث کے الف سے ملحق نہیں ہے پس اس کا قائل ہونا بعید ہے بلکہ یہ تو ایک مستقل قسم ہے اور گویا مطلب یہ ہے کہ حمزہ اور کسائی دونوں نے ان ذوات الیاء میں بھی امالہ کیا ہے جو اصلی ہوں اور ان میں بھی کیا ہے جو اصلی نہ ہوں اور یا کی صورت میں لکھے ہوئے ہوں پھر غیر اصلی کی دو قسمیں ہیں ۱۔ تانیث کا الف ۲۔ وہ جو اس سے ملحق ہو اور یَحْیٰی۔ عِیْسٰی۔ مُوْسٰی کے الف کو تانیث کیلئے کہنا بعید تر ہے کیونکہ عِیْسٰی و مُوْسٰی تو معرب ہیں اور یَحْیٰی اگر عربی ہے تو یَفْعَلُ کے وزن پر ہے پس اس کا الف زائد نہیں ہے اور اس سے مراد وہ یَحْیٰی ہے جو ایک نبی علیہ السلام کا نام ہے رہا وہ یَحْیٰی جو انفال ع اور طٰہٰ ع اور اعلیٰ میں ہے سو وہ بالاتفاق یَفْعَلُ کے وزن پر ہے کیونکہ وہ فعل ہے۔

فائدہ نمبر ۵ (۱) یا کی شکل والے الفات میں امالہ اس لئے ہے کہ رسم کی پیروی ہو جائے اور واوی کلمات میں اس لئے ہے کہ مزید میں ان کا واو یا ہو کر الف سے بدل جاتا ہے اور اس قسم کے پانچ کلمات آئے ہیں ۱۔ ضُحٰی (اعراف ع، طٰہٰ ع اور ضُحٰہَا (وَالنّٰزِعٰت ع میں دو جگہ اور والشمس میں ایک) اور وَالضُّحٰی سورہ ضحٰی میں ۲۔ دَحٰہَا (نزعٰت ع) ۳۔ تَلٰہَا ۴۔ طَحٰہَا والشمس میں ۵۔ سَجٰی والضحٰی میں یہ سب واوی ہیں لیکن ان کے الف یا کی شکل میں لکھے ہوئے ہیں جیسا کہ رائیہ میں مذکور ہے مگر آخری چار میں امالہ صرف کسائی کے لئے ہے اور ضُحٰی میں صرف وقفاً ہے جیسا کہ باب کے آخر میں آئے گا (۲) یٰوَیْلَتٰی۔ یٰاَسَفٰی کا الف یا کی شکل میں بھی ہے اور اضافت کی یا سے بدلا ہوا بھی ہے۔ اس لئے ان میں امالہ قوی ہو گیا ہے۔ اور اس شعر کا فائدہ انہی تین کلمات کے بارہ میں ظاہر ہوتا ہے کیونکہ ان کا الف، اصلی یا سے بدلا ہوا نہیں ہے اس لئے یہ حَیِیْتُ تَالِیَا میں شامل نہیں تھے اور ضُحٰی اعراف میں بھی ظاہر ہوتا ہے کیونکہ یہ رؤسِ آیات میں سے نہیں ہے۔ رہے ضُحٰی کے ساتھ والے باقی واوی کلمات جن کا الف یا کی شکل میں ہے سو ان کا حکم سولہویں شعر سے معلوم ہو جائے گا جس میں رؤسِ آیات کا امالہ مذکور ہے اور اَدْنٰی۔ اَزْکٰی۔ تُدْعٰی۔ تُتْلٰی چونکہ ایک حرف کی زیادتی کے سبب مزید ہو گئے ہیں اس لئے ان کا حکم شعر نمبر سات سے معلوم ہو گیا ہے (۳) ان الفات میں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پانچ کلمات کے الف مستثنیٰ ہیں جن میں سے لَدٰی اسم اور مَازَکٰی فعل اور حَتّٰی - عَلٰی - اِلٰی حرف ہیں - لَدٰی یوسف (ع) میں الف سے اور غافر (ع) میں یا سے لکھا ہوا ہے اور اسم جامد ہونے کے سبب اس کا الف مجہول ہے پس اس میں امالہ اس لئے نہیں کیا کہ دونوں کا حکم یکساں رہے اور مَازَکٰی واوی ہے اس میں امالہ نہ کرنا اس لئے ہے کہ اصل کی طرف اشارہ ہو جائے رہا اس کے الف کا یا کی صورت میں ہونا سو وہ مُیَزَکّٰی کی مناسبت سے ہے اور باقی تین میں فتح اس لئے ہے کہ اصل کی رو سے حروف کا امالہ سے کوئی علاقہ نہیں بلکہ یہ تو اسم اور فعل کے احکام میں سے ہے آخر حروف میں سے صرف بَلٰی - یائے ندائیہ - لَا نافیہ میں امالہ ہوتا ہے - کیونکہ یہ جملوں کی جگہ کام دینے کی بناء پر اسم اور فعل کے مشابہ ہیں (۴) عَلٰی - اِلٰی - لَدٰی کا الف یا کی صورت میں اس لئے ہے کہ جب ان کے بعد ھُم آتا ہے تو ان کا الف یا سے بدل جاتا ہے - اور حروف میں امالہ اس لئے بھی نہیں ہے کہ وہ تصرف سے بعید ہیں اور اَکَا ماضی میں بالاتفاق فتح ہے کیونکہ اس کا الف واو سے بدلا ہوا ہے (۵) کاہلی نے حمزہ سے مَازَکٰی میں اور عجلی نے حمزہ سے اور نصیر نے کسائی سے حَتّٰی میں امالہ روایت کیا ہے جو شاذ ہے (۶) جعبری کی رائے پر پانچویں قسم میں یہ قید بھی ہے کہ الف لام کلمہ میں ہو اور اس کے بارہ میں ناظم نے مثالوں پر اکتفا کیا ہے اور اس سے فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ جیسے کلمات نکل گئے اور علی قاری کی رائے پر یہ کلمات پہلے ہی سے خارج ہیں کیونکہ یہ باب آخری الف ہی کے امالہ کیلئے منعقد کیا گیا ہے (۷) گو دانی وغیرہ نے پانچویں قسم میں امالہ کی وجہ یہ بتائی ہے کہ تین حرف والا واوی کلمہ زائد حرف کے سبب یائی بن جاتا ہے لیکن حق یہ ہے کہ اس قسم میں امالہ کا سبب یا تو یائے مقدرہ ہے یا یہ ہے کہ تُدْعٰی - تُتْلٰی وغیرہ اس قسم کے تمام کلمات کا الف قرآن کریم میں یا کی شکل میں ہے یعنی یہ قسم یا تو پہلی قسم میں داخل ہے چنانچہ تُدْعٰی اور تُتْلٰی میں امالہ اس لئے ہے کہ دُعِیَ اور تُلِیَ میں الف کے بجائے یا آجاتی ہے اور چونکہ مضارع ماضی کی فرع ہے اس لئے اصل میں یا کا ظاہر ہو جانا فرع میں ظہور پذیر ہو جانے کے حکم میں ہے یا یہ چوتھی قسم میں داخل ہے اور زائد حرف کے سبب کلمہ یائی اس لئے نہیں بنا کہ جو حرف اول میں زائد ہوتا ہے وہ یا تو فتحہ والا ہوتا ہے جیسے یَدْعُوْا - یَتْلُوْا یا ضمہ والا جیسے تُدْعٰی - تُتْلٰی پہلی صورت میں واو ظاہر ہو جاتا ہے اور دوسری صورت میں واو الف سے بدل جاتا ہے پس یا اور وہ زیادتی کہاں ہے جو کلمہ کے یائی ہونے کو چاہتی ہے اگر یہ کہا جائے کہ وہ زیادت مضارع کی علامت ہے تو وہ تو جس طرح ضمہ کی صورت میں ہے فتحہ کی صورت میں بھی اسی طرح تھی - اور ضمہ اور فتحہ دو مقابل حرکتیں ہیں جن سے زائد حرف کے زائد ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا - (۸) علی قاری فرماتے ہیں چونکہ شعر نمبر پانچ کے اَمَالَا میں ضمیر آرہی ہے جو اسم صریح کے حکم میں ہے اس لئے اَیْضًا کا ہمزہ اور بَلٰی کی با رمز نہیں (۹) گو چوتھی قسم کے اکثر کلمات کا حکم دوسری قسموں سے نکل آتا ہے لیکن اس کو صرف اس لئے منعقد کیا ہے کہ اگر یہ نہ ہوتی تو ضُحٰی اعراف اور لَوْ یَلْتَنِیْ یٰحَسْرَتٰی - یٰاَسَفٰی کا امالہ کسی قسم سے بھی نہ نکلتا اور پانچویں قسم سے صرف انواع کا بتانا مقصود ہے کہ امالہ والے الفات کی ایک نوع یہ بھی ہے ورنہ اس کے سب کلمات کا حکم چوتھی ہی قسم سے نکل آتا ہے (۱۰) جن واوی کلمات میں کسی کیلئے بھی امالہ نہیں ان کو علامہ متولی رحمہ اللہ نے ان دو شعروں میں جمع کر دیا ہے ؎

عَصَاہُ شَفَا اِنَّ الصَّفَا وَ اَبَا اَحَدْ ۔۔۔ سَنَا مَا زَکٰی مِنْکُمْ خَلَا وَعَلَا وَرَدْ

عَفَا وَ نَجَا قُلْ مَعْ بَدَا وَ دَنَا دَعَا ۔۔۔ جَمِیْعًا بِوَاوٍ لَا تُمَالُ لَدٰی اَحَدْ

النحو والعربیہ: ۲۹۱ ۱ مِنْھُمْ صفت بیانیہ موضحہ ہے ای مِنْ بَیْنِھِمْ اور یہ اَنْتَ مِنْھُمُ الْفَارِسُ الشُّجَاعُ کے قبیل سے ہے۔ ۲ ذَوَاتِ الْیَاءِ - اَلِفَاتِ مقدر کی صفت ہے ۳ حَیْثُ تَاَصَّلَا میں حَیْثُ - اَمَالَا کا مفعول فیہ مکانی ہے - اس میں اور ظرف زمانی میں سے اِذْ میں تعلیل کے معنی بھی ہیں چنانچہ حَیْثُ جَآءَ زَیْدٌ فَلَا بُدَّ مِنْ اِکْرَامِہٖ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِذْخَرَجَ فَلاَبُدَّ مِنَ التَّزَاسِہٖ میں دونوں تعلیلیہ ہیں۔ ۲۹۲ ۱ تَثْنِیَۃُ معدر ہے جس کی اضافت مفعول کی طرف ہے اور ضمیر منصوب یا تو ذوات الیاء کے لئے ہے یا الفاتِ حال کے لئے جو کلام کے سیاق سے سمجھے گئے ہیں ۲ صَادَفْتَ ای وَجَدْتَ ۳ نَھَلَ پہلی بار اور عَلَلٌ دوسری بار پینے کو کہتے ہیں۔ ۲۹۳ ۱ فِی الْکُلِّ یا تو اَلِفِ التَّانِیْثِ کی تاکید ہے یا اس سے بدل ہے ۲ مَیَّلاَ کو فِیْ سے متعدی کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اَدْغَمَا کے معنی کو متضمن ہے۔ ۲۹۴ ۱ کَیْفَ جَرَتْ کے فاعل سے حال ہے اور فَعْلٰی مبتدا ہے۔ ای حَالَ کَوْنِ فَعْلٰی مُخْتَلِفَۃً بِاعْتِبَارِ حَرَکَاتِ الْفَاءِ ۲ وُجُوْدُھَا کی ھا تانیث کے الف کیلئے ہے۔ کیونکہ اس شعر میں اسی کے موقعوں کا بیان ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ ھا امالہ کے لئے ہوتی۔ ۲۹۵ ۱ فِی اسْمِ اَمَالاَ کے متعلق ہے۔ فِی الْاِسْتِفْھَامِ۔ کَائِنٍ یا مُسْتَعْمَلٍ کے متعلق ہو کر اِسْمٍ کی صفت ہے اور اَنّٰی۔ اِسْمٍ۔ سے بدل البعض ہے۔ ۲ وَفِیْ مَتٰی جار کے اعادہ سے بدل یا مبدل منہ پر معطوف ہے ۳ مَعًا یا تو مَتٰی اور اَنّٰی سے حال ہے۔ ای مُشْتَرِکَیْنِ فِیْ حُکْمِ الْاِمَالَۃِ یا اَمَالاَ کے فاعل سے ۴ عَسٰی یا تو مَتٰی پر معطوف ہے یا اَمَالاَ مقدر کا مفعول ہے۔ ۵ بَلٰی کی تقدیر یا تو بَلٰی کَذٰلِکَ ہے یا اَمَالاَ بَلٰی اَیْضًا ہے اور جملہ قُلْ کا مقولہ ہے ۲۹۶ ۱ بِالْیَاءِ علی قاریؒ کی رائے پر رَسْمُوْا کے متعلق ہے اور جعبری کے قول پر مَا کے عامل مقدر سے حال ہے۔ ۲ غَیْرَ کا نصب مفعول سے مستثنیٰ ہونے کی بنا پر ہے ۳ مِنْ بَعْدُ میں جعبریؒ کی تصریح کے موافق مشہور روایت کی بنا پر دال کا ضمہ ہے ای وَالَّتِیْ کَانَتْ مِنْ بَعْدِ لَدٰی وَمَا زَکٰی۔ اور حَتّٰی واو مقدر کے ذریعہ انہیں دونوں پر معطوف ہے اور دوسری روایت سے دال کا جر بھی ہے ای وَالَّتِیْ کَانَتْ مِنْ بَعْدِ حَتّٰی فِی الذِّکْرِ اور ابوشامہ فرماتے ہیں کہ مِنْ بَعْدِ حَتّٰی کی دال مجرور ہے اور بعض کی رائے پر اس میں ضمہ مختار ہے ۴ عَلٰی کی تقدیر یا تو عَلٰی کَذٰلِکَ ہے یا غَیْرُ مُمَالٍ ہے اور جملہ مقولہ ہے ۲۹۷ ۱ فَاِنَّہٗ کی فا سببیہ ہے اور ھا جعبری کی رائے پر تُلاَوِیْ کیلئے ہے اور علی قاریؒ کی رائے پر کُلٌّ کیلئے ۲ مَعَ ابْتَلٰی حال ہے اور عامل تنبیہ کے معنی ہیں۔

وہ سولہ [۱۶] کلمات جن میں صرف کسائی کیلئے امالہ ہے حمزہ کیلئے نہیں

۲۹۸ - وَلٰکِنَّ اَحْیَا عَنْھُمَا بَعْدَ وَاوِہٖ ۔ وَفِیْمَا سِوَاہُ لِلْکِسَائِیْ مُیِّلاَ

ترجمہ:- اور لیکن اَحْیَا (جو ہے) اس حالت میں کہ وہ اپنے واو کے بعد ہو (جو صرف وَاَحْیَا نجم ع میں ہے اس کا امالہ تو) ان دونوں (حمزہ اور کسائی) سے ہے اور اس (واو والے اَحْیَا) کے سوا (دوسرے اَحْیَا) میں (جو فا کے یا ثُمَّ کے بعد ہو جیسے فَاَحْیَا بِہٖ اور ثُمَّ اَحْیَاھُمْ یا واو۔ فا۔ ثُمَّ میں سے کسی کے بھی بعد نہ ہو جیسے وَمَنْ اَحْیَاھَا اور فَکَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ میں دقعاً صرف) کسائی کیلئے امالہ (واقع) کیا گیا ہے (پس وَاَحْیَا میں دونوں کیلئے اور باقی میں صرف کسائی کیلئے امالہ ہے)

۲۹۹ - وَرُءْیَایَ وَالرُّءْیَا وَمَرْضَاتِ کَیْفَ مَا ۔ اَتٰی وَخَطَایَا مِثْلُہٗ مُتَقَبَّلاَ

ترجمہ:- اور رُءْیَایَ اور اَلرُّءْیَا اور مَرْضَاتِ جس کیفیت پر (مکرر) بھی آئے (یعنی عام ہے کہ اس کی تا پر زبر ہو خواہ زیر نیز یہ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہو خواہ ضمیر کی طرف جیسے مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ ۔ مَرْضَاتِ اللّٰہِ ۔ مَرْضَاتِیْ ان کا امالہ بھی صرف کسائی کیلئے ہے) اور خَطَایَا (بھی کئی طرح کا ہونے میں اور امالہ میں) اسی (مَرْضَاتِ) کے مانند ہے (چنانچہ عام ہے کہ یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جمع متکلم کی ضمیر کی طرف مضاف ہو یا جمع مذکر حاضر و غائب کی ضمیر کی طرف جیسے خَطٰیٰنَا۔ خَطٰیٰکُمْ۔ خَطٰیٰھُمْ) حالانکہ یہ (خطایا امالہ کیلئے) قبول کیا ہوا (اور پسند کیا ہوا) ہے (یا یہ قبول اور پسندیدہ ہونے کے لحاظ سے مَرْضَاتِ کی طرح ہے۔ پس اس میں بھی کسائی ہی کے لئے امالہ ہے)

٣٠٠ / ١٠ ۔ وَمَحْیَاھُمْ اَیْضًا وَّحَقَّ تُقٰتِہٖ ۔۔۔ وَفِیْ قَدْ ھَدٰنِیْ لَیْسَ اَمْرُکَ مُشْکِلَا

ترجمہ: اور مَحْیَاھُمْ (جاثیہ ع ٢) اور حَقَّ تُقٰتِہٖ (آل عمران ع ١١ کا امالہ) بھی (انھیں کیلئے) ہے اور قَدْ ھَدٰنِ (انعام ع ٩) میں (بھی امالہ انھیں کیلئے ہے) تیرا (یہ ان کے امالوں کو کسائی کے ساتھ خاص کردینے کا) معاملہ (تجھے) دشواری میں ڈالنے والا نہیں ہے (یعنی چونکہ یہ خصوصیت نقل سے ثابت ہے اس لئے اس سے تم پر ذرا بھی اعتراض نہیں ہوسکتا یا یہ مطلب ہے کہ گو ان اشعار میں بعض حروف (جیسے شعر ١٠ کا آخری میم اور ١١ میں آخری تین کلموں میں سے لام۔ ہمزہ۔ میم اور ١١ میں سے یُجْتَلٰی کی یا اور ١٢ میں اَلَّذِیْ اَذَعْتُ کا ہمزہ اور اس کے بعد کے چار کلمات کے پہلے حروف اور ١٥ میں سے قاف اور اِنْجَلٰی کا ہمزہ) رمز بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن چونکہ تمہیں یہ معلوم ہوچکا ہے کہ میں ان اشعار میں وہ امالہ بیان کررہا ہوں جو کسائی ہی کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے یہ حروف رمز نہیں ہیں ورنہ کسائی کے ساتھ خصوصیت نہیں رہے گی پس تیرا یہ معاملہ کہ بعض حروف رمز بھی بن سکتے ہیں تجھے دشواری میں ڈالنے والا نہیں ہے قَالَہُ الْجَعْبَرِیُّ)

٣٠١ / ١١ ۔ وَفِی الْکَھْفِ اَنْسٰنِیْ وَمِنْ قَبْلُ جَآءَ مَنْ ۔۔۔ عَصَانِیْ وَاَوْصٰنِیْ بِمَرْیَمَ یُجْتَلٰی

ترجمہ:۔ اور (سورہ) کہف (ع ٩) میں (وَمَا) اَنْسٰنِیْہُ (کا امالہ بھی انھیں کیلئے ہے) اور (اس اَنْسٰنِیْ سے) پہلے (وَ) مَنْ عَصَانِیْ (ابراہیم ع ٦ کا امالہ بھی انھیں کیلئے) آیا ہے اور مریم (ع ٢) میں (وَ) اَوْصٰنِیْ (کا امالہ بھی انھیں کے لئے کتابوں میں) دیکھا (اور پایا) جاتا ہے۔

٣٠٢ / ١٢ ۔ وَفِیْھَا وَفِیْ طٰسِیْنَ اٰتٰنِیَ الَّذِیْ ۔۔۔ اَذَعْتُ بِہٖ حَتّٰی تَضَوَّعَ مَنْدَلَا

ترجمہ:۔ اور اس (مریم ع ٢) میں اور طٰس (نمل ع ٣) میں اٰتٰنِیْ (کا امالہ بھی انھیں کیلئے) ہے (چنانچہ مریم میں اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ اور نمل میں اٰتٰنِ ءَ اللّٰہُ ہے) تو اس اٰتٰنِیْ کو لیلے جس کو میں نے (اپنے بیان کے ذریعہ) ظاہر (اور مشہور) کردیا ہے (اور پوشیدہ نہیں رکھا) یہاں تک کہ یہ (اٰتٰنِیْ امالہ کے ساتھ) ایک قسم کی خوشبو (یا عود ہندی یا ہند کے مندل نام والے شہر) کے اعتبار سے مہک گیا ہے (اور خوب مشہور ہوگیا ہے یا تاکہ تو مندل سے مشابہ ہوکر مہک جائے اور تیرے نیک اعمال کی خوشبو اطراف و جوانب میں پھیل جائے)

٣٠٣ / ١٣ ۔ وَحَرْفُ تَلٰھَا مَعْ طَحٰھَا وَفِیْ سَجٰی ۔۔۔ وَحَرْفُ دَحٰھَا وَھْیَ بِالْوَاوِ تُبْتَلٰی

ترجمہ: اور تَلٰھَا کا لفظ حالانکہ یہ طَحٰھَا کے ساتھ ہے (اور دونوں والشمس میں ہیں) اور دَحٰھَا (نزعٰت ع ٢) کا لفظ (بھی انھیں کیلئے امالہ سے پڑھا گیا ہے) اور سَجٰی (والضحٰی کے الف) میں (بھی انھیں کیلئے امالہ کیا گیا ہے) اور یہ (چاروں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کلمات) واؤ کے ساتھ آزمائے (اور جانچے) جاتے ہیں (یعنی جب ان میں وہ قاعدہ برتتے ہیں جو اسی باب کے شعر نمبر ۲ میں بیان ہوا ہے اور ان سے ماضی کا متکلم بناتے ہیں تو الف کے بجائے واؤ آجاتا ہے جس سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان میں الف واؤ سے بدلا ہوا ہے اور اسی بناء پر ان میں حمزہ امالہ نہیں کرتے)

شرح: یعنی اَحْيَا تین طرح آتا ہے ۱ واؤ کے بعد جو صرف ایک جگہ اَمَاتَ وَاَحْيَا (نجم ع ۳) میں ہے اس میں تو حمزہ اور کسائی دونوں کے لئے امالہ ہے۔ ۲ فا یا ثُمَّ عاطفہ کے بعد جیسے فَاَحْيَا بِهِ. فَاَحْيَاكُمْ۔ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ۳ فا۔ ثُمَّ۔ واؤ تینوں سے خالی ہو جیسے وَمَنْ اَحْيَاهَا۔ فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ ان دونوں صورتوں میں صرف کسائی کیلئے امالہ ہے لیکن اَحْيَا النَّاسَ میں صرف وقفاً ہوگا —— اور ذیل کے پندرہ کلمات میں بھی فقط کسائی کیلئے امالہ ہے ۱ وہ رُءْيَا جس کے بعد متکلم کی یا ہو۔ جو دو جگہ (یوسف ع ۶ و ع ۱۱ میں) ہے ۲ اَلرُّءْيَا جو چار جگہ ہے (یوسف ع ۶ وصفّت ع ۳ فتح ع ۴ اور اسراء ع ۶ میں) لیکن آخری میں صرف وقفاً ہوگا (رہا رُءْيَاكَ سو اس کا ذکر شعر ۲۰۱ میں آئے گا) ۳ مَرْضَاتِ جس طرح بھی آئے ۴ خَطَايَا جس طرح بھی آئے اور یہ تین طرح آتا ہے اور اس کے دوسرے الف میں امالہ ہے نہ کہ پہلے میں اور قرینہ یہ ہے کہ یہاں کلمہ کے آخری الفات ہی کے امالوں کا بیان چل رہا ہے ۵ مَحْيَاهُمْ (جاثیہ ع ۲) ۶ حَقَّ تُقٰتِهٖ (آل عمران ع ۱۱ پس مِنْهُمْ تُقٰىةً ع ۳ والا نکل گیا اس میں قاعدہ کے موافق دونوں کیلئے امالہ ہے کیونکہ اول کا الف خود اپنی اور ثانی کا یا کی صورت میں ہے پس تُقٰىةً میں کسائی نے اصل کا اور حمزہ نے رسم کا اعتبار کیا ہے) ۷ وَقَدْ هَدٰىنِ (انعام ع ۹ اور قَدْ کی قید سے اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ انعام ع ۲۰ اور هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ زمر ع ۶ نکل گئے ان میں دونوں کیلئے امالہ ہے) ۸ وَمَا اَنْسٰىنِيْهُ (کہف ع ۹) ۹ وَمَنْ عَصَانِيْ (ابراہیم ع ۴) ۱۰ وَاَوْصٰنِيْ (مریم ع ۲) ۱۱ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ (مریم ع ۲) اٰتٰنِ َۦ اللّٰهُ (نمل ع ۳ پس وَاٰتٰنِيْ ہود ع ۳ و ع ۶ میں دونوں کیلئے ہے) ۱۲ دَحٰىهَا (نٰزعٰت ع ۲) ۱۳ تَلٰىهَا ۱۴ طَحٰىهَا (والشمس میں) ۱۵ اِذَا سَجٰى (والضحیٰ میں) اور ان چاروں میں الف واؤ سے بدلا ہوا ہے۔

فائدہ: ۱ (۱) یہ تفصیل صرف اَحْيَا میں ہے کہ واؤ کے بعد ہو تو اس میں دونوں کیلئے امالہ ہے ورنہ صرف کسائی کیلئے ہے اور وَنَحْيَا اور يَحْيٰى میں نہیں ہے بلکہ ان میں ہر حال میں دونوں کیلئے ہے واؤ کے بعد ہوں یا نہ ہوں کیونکہ یہ ذوات الیاء سے ہیں اور يَحْيٰى طٰہٰ اور اعلیٰ والا رؤوس آیات میں سے بھی ہے اور ان کا امالہ ظاہر ہے پس ابوشامہ کا يَحْيٰى کو اور جعبری کا وَنَحْيَا وَلَا يَحْيٰى کو اور ابن القاصح کا ان کو اور وَيَحْيٰى مَنْ کو بھی وَاَحْيَا کے ساتھ شامل کر دینا مناسب نہیں رہا یہ کہ دانی بھی تیسیر میں وَيَحْيٰى وَلَا يَحْيٰى کو وَاَحْيَا کے ساتھ شامل کر کے لائے ہیں سو اس کا حل یہ ہے کہ عبدالباقی بن حسن کی انفرادی روایت پر علی بن صالح کے طریق سے خلف کیلئے اور ابومحمد بن ثابت کے طریق سے خلاد کیلئے يَحْيٰى میں بھی وہی تفصیل ہے جو اَحْيَا میں ہے اور اس کو خلف اور خلاد نے سلیم کے ذریعہ حمزہ سے روایت کیا ہے پس يَحْيٰى کو دونوں کے متفق علیہ امالوں کے تحت میں لانے سے دانی کا مقصود یہ ہے کہ اس پر تنبیہ کر دیں کہ تیسیر کے طریق سے اَحْيَا والی تفصیل يَحْيٰى میں نہیں ہے بلکہ اس میں ہر حال میں دونوں کیلئے امالہ ہے واؤ کے بعد ہو خواہ نہ ہو۔ خلاصہ یہ کہ تفصیل اَحْيَا ماضی میں ہے نہ تو مضارع (وَنَحْيَا وَلَا يَحْيٰى وَيَحْيٰى) میں ہے اور نہ يَحْيٰى اسمی میں (۲) ان چار شعروں میں سولہ کلمات مذکور ہیں۔ جن کو حمزہ نے امالہ سے مستثنیٰ کیا ہے رہا یہ کہ مذکورۂ بالا پانچ قسموں میں سے کس کس قسم میں سے مستثنیٰ ہیں سو اس کو طلباء خود غور فرما کر متعین کریں (۳) مَرْضَاتِ بر رِضْوَانٌ سے مَفْعَلَةٌ کے وزن پر ہے اور یہ مزید واوی سے مستثنیٰ ہے اور اس میں امالہ کا سبب یہ ہے کہ اس کی جمع اور تثنیہ میں یا ظاہر ہو جاتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پس یہ مَغْزُوًّی اور مَدْعُوًّی کی طرح ہے نیز اس کی ماضی کا متکلم تَرْضِیْتُ ہے (۴) خَطَایَا جمع تکسیر ہے اور فَعَالَی کے وزن پر ہے اور دوسری قسم میں سے مستثنیٰ ہے اور اس میں امالہ کا سبب یا تو پہلی یا ہے یا یہ ہے کہ اس کا دوسرا الف بھی یا سے بدلا ہوا ہے اور یہ فراء کی رائے پر تو خَطِیَّۃٌ غیر مہموز کی جمع ہے هَدِیَّۃٌ اور هَدَایَا کی طرح اور دوسرے حضرات کی رائے پر خَطِیْئَۃٌ مہموز کی جمع ہے پس یہ خَطَایِئُ تھا یا اور ہمزہ سے اب بعض تو یہ کہتے ہیں کہ پہلے یا کو ہمزہ سے بدل لیا جس طرح صَحَائِفُ میں بدلا ہے اب خَطَائِئُ ہو کر کلمہ میں دو ہمزہ آ گئے اس لئے دوسرے کو یا سے بدل لیا اب جمع کے الف کے بعد عارضی ہمزہ اور یا یہ دو چیزیں جمع ہو گئیں اس لئے ہمزہ کا یا سے اور دوسری یا کا الف سے بدلنا ضروری ہو گیا پس خَطَایَا ہو گیا چنانچہ مَطَایَا میں بھی یہی تعلیل ہوئی ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اولاً ہمزہ کو پہلے لائے پھر یہ تعلیل جاری کی (۵) مَحْیَاھُمْ جعبری کی رائے پر پانچویں اور علی قاری کی رائے پر پہلی قسم میں سے مستثنیٰ ہے اور تُقٰتِہٖ بھی پہلی ہی قسم میں سے ہے کیونکہ یہ وِقَایَۃٌ سے ہے (۶) قَدْ هَدٰنِیْ کے فروع میں قَدْ اور آخر میں یا لانے سے هَدٰنِیْ انعام ع ۲۰ زمر ع نکل گئے کیونکہ ان میں اجماعاً یا ہے (۷) اَنْسٰنِیْہُ میں نی کی قید سے فَاَنْسٰہُ (یوسف ع ۵) نکل گیا اور فی الکہف صرف تاکید کیلئے ہے تاکہ عموم کا وہم نہ ہو کیونکہ اَنْسٰنِیْ اس کے سوا کسی اور سورۃ میں نہیں آیا (۸) وَاَوْصٰنِیْ کہنے سے وَاَوْصٰی بِهَا (بقرہ ع ۱۶) نکل گیا اور بِمَرْیَمَ بھی تاکید کیلئے ہے (۹) اَحْیَا بلا واو سے لیکر اٰتٰنِیْ تک کے تمام الفاظ میں کسائی تو اپنے قاعدہ پر ہیں کیونکہ یہ سب فی الحال یا مآل کے اعتبار سے ذوات الیاء میں سے ہیں اور حمزہ کا امالہ نہ کرنا دونوں لغتوں کے جمع کرنے کیلئے ہے اور فتحہ نقلاً بھی صحیح ہے جیساکہ امالہ نہ کرنے والوں کی قراءۃ ہے نیز ان میں سے اکثر میں امالہ کا الف اصطلاحی کلمہ کے درمیان ہے آخر میں نہیں جو تغیر کا محل ہے اور اَحْیَا اور عَصَانِیْ میں الف یا کی صورت میں نہیں ہے پس ان میں تین وجوہ ہو گئیں (۱۰) شعر نمبر تیرہ کے چاروں کلمات یا تو چوتھی قسم میں سے مستثنیٰ ہیں یا رؤسِ آیات میں سے۔ کسائی تو ان کلمات میں اپنے قاعدہ پر ہیں جس کی تین وجوہ ہیں ۱ یہ چوتھی قسم میں سے ہیں ۲ امالہ سے ان کا تلفظ پہلے اور بعد والے رؤسِ آیات کے مطابق ہو جاتا ہے پس یہ امالہ للامالہ کے قبیل سے ہے ۳ قرآنوں میں ان کا الف یا کی شکل میں اس لئے ہے کہ یہ اپنے ترتیب والے ذوات الیاء کے موافق نظر آئیں پس چونکہ کتابت میں موافقت کی رعایت رکھی گئی ہے اس لئے قراءۃ میں بھی موافقت کا لحاظ کر لیا اور حمزہ کا ان میں امالہ نہ کرنا اصل پر تنبیہ کرنے کے لئے ہے کیونکہ ان کا الف واو سے بدلا ہوا ہے۔ سبحان اللہ ان ائمہ نے قراءۃ کے اختیار کرنے اور ترتیب دینے میں کس قدر عجیب و غریب امور کا خیال رکھا ہے (۱۱) مُزْجٰىۃٍ (یوسف ع ۱۰) میں دونوں کیلئے امالہ ہے پس یہ مَرْضَاتِ کی طرح نہیں ہے۔ مکی نے مَرْضَاتِ اور کَمِشْکٰوۃٍ کو ثلاثی مزید میں بیان کیا ہے۔

فائدہ ۲:۔ شعر نمبر دس ۱۰ کے ترجمہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ ناظم کی اصطلاح کے اعتبار سے ان اشعار کے وہ بعض حروف رمز بن سکتے ہیں جو اسی مقام میں درج ہیں لیکن واقع میں وہ رمز نہیں ہیں جس کی دو ۲ وجوہ ہیں ۱ ان اشعار میں وہ امالے بیان ہو رہے ہیں جو کسائی کے ساتھ مخصوص ہیں پس اگر ان حروف کو رمز قرار دیں گے تو یہ خصوصیت کافور ہو جائے گی ۲ اس باب کے شعر ۱ تا ۱۳ میں حمزہ اور کسائی کے امالوں کا بیان ہے اکثر میں دونوں کے امالوں کا اور بعض میں کسائی کے اور بعض میں ان کے دوری کے امالوں کا بیان ہے اس لحاظ سے یہ تمام اشعار انہیں دونوں کے ساتھ مخصوص ہیں اور اسی لئے شعر ۱۴ تا ۱۶ میں اَمَالَا لے آئے ہیں جس کی ضمیر حمزہ اور کسائی کے لئے ہے حالانکہ پہلا اَمَالَا کسائی کے اور دوسرا دوری کے مخصوص امالوں کے بعد ہے لیکن چونکہ یہ سارا بیان ایک ہی تھا اس لئے ان مخصوص امالوں کو فاصل نہیں سمجھا اور ضمیر لے آئے پس اگر یہ حروف رمز ہوتے تو ضمیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا لانا صحیح نہ ہوتا کیونکہ جب ایک جماعت کا ذکر آجاتا تو ضمیر کا مرجع متعین نہ رہتا۔

النحو والعربیة: ٢٩٨/٨ ۱ لٰکِنَّ استدراک ہے جو اس وہم کے رفع کرنے کے لئے ہے کہ شاید ان پانچوں قسموں کے تمام الفاظ میں دونوں کے لئے امالہ ہو پس بتا دیا کہ بعض الفاظ کا امالہ کسائی یا ان کے دوری کے ساتھ مخصوص بھی ہے ۲ بَعْدَ کَوْنِ کا ظرف ہے ۳ فِیْمَا میں مَا زائد ہے اور دونوں جار مُمِیْلًا کے متعلق ہیں اور سِوَاہُ کی ھا مُحْیَیًا مقید کے لئے ہے ٢٩٩/٩ ۱ رُءْیَایَ اور اس کے بعد کے دو اسم مُمِیْلًا کی ضمیر پر معطوف ہیں اور ترجمہ میں ان کو مبتدا قرار دیا ہے علی قاری فرماتے ہیں کہ وَرُءْیَایَ کے بجائے کَرُءْیَایَ بہتر تھا کیونکہ واو کی صورت میں یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ مبتدا ہے اور پھر اس کیلئے لَہٗ کی تقدیر کی حاجت پیش آتی ہے ۲ مَرْضَاتَ میں تا کا فتحہ حکائی ہے اور کسرہ کے مقابلہ میں اس کو اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ خفیف ہے ۳ کَیْفَ مَا میں مَا زائد ہے اور یہ مَرْضَاتَ سے حال ہے ای مُتَنَوِّعًا ۴ مُتَقَبَّلًا مِثْلَہٗ کی ھا سے یا خَطَایَا سے حال ہے اور عامل تشبیہ کے معنیٰ ہیں یا یہ قَبُوْلًا کے معنیٰ میں ہو کر تمیز ہے اور اس صورت میں یہ عَلَی التَّمْرَۃِ مِثْلُھَا زُبْدًا کے قبیل سے ہو گا ٣٠٠/١٠ ۱ پہلے دونوں کلمات قرآنی رُءْیَا پر معطوف ہیں یا مبتدا ہیں ۲ اَیْضًا مصدر ہے جو اُنْضًا کے معنیٰ میں ہو کر کسائی کی ضمیر سے حال ہے ۳ فِیْ۔ اَلْاِمَالَۃُ مقدر کے متعلق ہے جو مبتدا ہے ۴ قَدْ ھَدٰنِیْ شعر میں جعبری کی رائے پر یا کے حذف سے ہے تا کہ قبض کے طریق پر وزن بھی درست رہے اور کسائی کی قراءۃ کے بھی مطابق رہے ابو شامۃ فرماتے ہیں کہ یہی صحیح بھی ہے لیکن اصفہانی کی رائے پر (یا کے اثبات کے ذریعہ) وزن کا کامل رکھنا اولیٰ ہے۔ ٣٠٢/١٢ ۱ اَلَّذِیْ اپنے صلہ سے مل کر اَتَیْنِیْ مقدر کی صفت ہے اور موصوفین کا مجموعہ خُذْ مقدر کا مفعول ہے کیونکہ اس صورت میں اَتَیْنِیْ مذکور پر جملہ تام ہو جاتا ہے اب اس کے متعلق یہ کہنا صحیح ہے کہ تو اس اَتَیْنِیْ کو لے لے جس کو میں نے ظاہر اور مشہور کیا ہے کیونکہ اس سے پہلے جملہ میں اس کا بیان آچکا ہے اور یہ اَلَّذِیْ اَتَیْنِیْ مذکور کی صفت نہیں ہے گو ظاہر عبارت سے اس کا وہم ہوتا ہے کیونکہ صلہ موصول کا ابہام دور کرنے اور اس کو معین اور مشخص کرنے کے لئے آیا کرتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ صلہ ایسے وصف کو بنایا جائے جو مخاطب کو معلوم ہو تبھی تو اس کے ذریعہ سے موصول کی مراد کی تعیین ہو گی اور جس صورت میں اَلَّذِیْ اَتَیْنِیْ مذکور کی صفت ہو اس میں اَتَیْنِیْ پر جملہ ہی تام نہیں ہوتا اور ناظم نے اَتَیْنِیْ کو صرف اسی شعر میں بیان کیا ہے اور جب اس پر جملہ بھی کامل نہیں ہوا تو اسی جملہ میں یہ کہنا کیونکر صحیح ہو گا کہ یہ اَتَیْنِیْ وہ ہے جس کو میں نے ظاہر کر دیا ہے ظاہر تو اس صورت میں ہوتا کہ کسی مستقل جملہ میں اس سے پیشتر اس کا ذکر آچکا ہوتا پس لازم آئے گا کہ اس صفت کو صلہ بنا دیا جو مخاطب کو پہلے سے معلوم نہیں ہے اسی لئے جَاءَنِی الَّذِیْ اَکْرَمْتُہٗ اس صورت میں جائز نہیں جبکہ مخاطب کو تمہارے اکرام کرنے کا علم صرف اسی عبارت سے ہوا ہو اور پہلے سے نہ ہو ۲ حَتّٰی۔ کے یا اِلٰی اَنْ کے معنیٰ میں ہے ۳ تَضَوَّعَ یا تو ماضی کا صیغہ ہے یا ایک تا کے حذف سے مضارع کے واحد حاضر کا اور واحد مؤنث غائب کا اس لئے نہیں کہ بہ میں جو مذکر کی ضمیر آ رہی ہے اس سے مناسبت نہیں رہے گی ۴ مَنْدَلْ کے تین معنیٰ ہیں: (۱) ایک طرح کی خوشبو (۲) عودِ ہندی جو تر ہو اور یہ ایک خوشبو دار لکڑی ہے (۳) ہند میں اس نام سے ایک شہر تھا جس میں عطر بنتا تھا جیسا کہ آجکل قنوج، لکھنؤ میں بنتا ہے۔ ٣٠٣/١٣ وَحَرْفٌ وَحَرْفٌ۔ وَحَرْفٌ معطوفین کا مجموعہ مُمَیَّلٌ لَہٗ مقدر کا فاعل ہے اور فِیْ مَسْجِیْ بھی اسی کے متعلق ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ پانچ واوی کلمات جن میں حمزہ اور کسائی دونوں کیلئے امالہ ہے

۳۰۴
۱۴
- وَأَمَّا ضُحٰهَا وَالضُّحٰى وَالرِّبٰوا مَعَ الْـ ... ـقُوٰى فَأَمَالَاهَا وَبِالْوَاوِ تُخْتَلَا

ترجمہ:- اور رہا (واوی کلمات میں سے) ضُحٰهَا اور اَلضُّحٰى اور اَلرِّبٰوا (اور اَلْعُلٰى) حالانکہ یہ (چاروں) اَلْقُوٰى کے ساتھ ہیں سوان (چاروں کے الفات) کا (حمزہ اور کسائی) دونوں نے امالہ کیا ہے (نہ کہ صرف کسائی نے) حالانکہ یہ (چاروں) بھی واو کے ساتھ حاصل کئے (اور پہنچے) جاتے ہیں (یعنی ان میں بھی الف واو سے بدلا ہوا ہے)

شرح: یعنی گو ذیل کے پانچ کلمات میں بھی الف واو سے بدلا ہوا ہے لیکن ان میں حمزہ اور کسائی دونوں کیلئے امالہ ہے اور وہ یہ ہیں ۱ ضُحٰهَا تین جگہ نزعت ع۲ میں دو اور والشمس میں ایک ۲ وَالضُّحٰى سورہ ضحیٰ میں ۳ الرِّبٰوا جس جگہ بھی آئے اور اسی طرح مِنْ رِّبًا روم ع۴ میں بھی دونوں کیلئے ہے لیکن اس میں صرف وقفاً ہے ۴ شَدِيْدُ الْقُوٰى نجم ع۱ میں ۵ اَلْعُلٰى طٰهٰ ع۱ میں پس ان میں دونوں کیلئے امالہ ہے نہ کہ شعر نمبر تیرہ کے چار کلمات کی طرح صرف کسائی کیلئے۔

فائدہ: (۱) ضُحٰى ضَحْوَةٌ اور قُوٰى قُوَّةٌ سے اور رِبٰوا رَبْوَةٌ سے ہے جو زیادت کے معنیٰ میں ہے اور عُلٰى عُلُوٌّ سے ہے ان چاروں کلمات میں سے اَلرِّبٰوا کے پہلے حرف پر کسرہ اور باقی میں ضمہ ہے اور یہ تینوں رؤس آیات میں سے بھی ہیں اور بعض عرب واوی ہونے کے باوجود بھی ایسے کلمات کے تثنیہ میں واو سے بدلے ہوئے الف کے بجائے یا لاکر رِبَيَانِ اور ضُحَيَانِ کہتے ہیں کیونکہ کسرہ اور ضمہ بھی ثقیل ہے اور واو بھی۔ اور بہ نسبت واو کے یا میں ثقل کم ہے اور چونکہ فتحہ ثقیل نہیں ہے اس لئے صَفَوَانِ۔ شَفَوَانِ وغیرہ میں واو کو یا سے نہیں بدلتے۔ مکی فرماتے ہیں کہ کوفیین کا مذہب یہ ہے کہ جن واوی کلمات کے پہلے حرف پر ضمہ یا کسرہ ہو ان کا تثنیہ یا سے بناتے ہیں پس چونکہ یہ دونوں بھی کوفی ہیں اس لئے ان میں امالہ کرتے ہیں اور اصل کا لحاظ نہیں کرتے اور چونکہ ان میں سے اَلرِّبٰوا رؤس آیات میں سے نہیں تھا گو باقی تھے اس لئے ان کو علیحدہ بیان کیا اور یہ بھی بتانا تھا کہ یہ چاروں واوی ہیں ورنہ اَلرِّبٰوا کے سوا باقی تین کلمات رؤس آیات کے کلیہ میں بھی داخل ہیں جو شعر ۱۱۶ و ۱۱۹ میں آئے گا۔ اور گو اَلْعُلٰى بھی انھیں میں سے ہے لیکن چونکہ یہ عُلْيَا کی جمع ہے اور اس میں واو یا سے بدل گیا ہے اس بناء پر گویا یہ یائی ہے اسی لئے اس کو بیان نہیں کیا نیز رؤس آیات کے کلیہ میں بھی شامل ہے (۲) اَلزِّنٰى چونکہ یائی ہے اس لئے ظاہر ہے کہ اس میں بھی دونوں کیلئے امالہ ہے (۳) ان دس کلمات کے سوا (جن میں سے آٹھ تو شعر ۱۳ و ۱۴ میں ہیں اور دو ضُحٰى اور اَلْعُلٰى ہیں) ثلاثی کے باقی واوی کلمات میں بالاتفاق فتحہ ہے اور یہ چودہ ہیں جو اسی باب کے شعر ۱۰ تا ۱۶ کے پانچویں فائدہ کے آخر میں علامہ متولی رح کے دو شعروں میں مذکور ہیں۔

اور گو ان میں سے اَبَا اَحَدٍ کا الف نہ تو یا سے بدلا ہوا ہے نہ لام کلمہ ہے بلکہ نصب کی علامت ہے لیکن اس کو اس لئے بیان کر دیا کہ ناواقف طلباء کو اس میں امالہ کا وہم نہ ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ پانچ کلمات جن میں کسائی کے دوری ہی کیلئے امالہ ہے حمزہ اور ابوالحارث کیلئے نہیں

۳۰۵/۱۵ - وَرُءْيَاكَ مَعْ مَثْوَايَ عَنْهُ لِحَفْصِهِمْ ؎ وَمَحْيَايَ مِشْكوٰةٍ هُدَايَ قَدِ انْجَلٰى

ترجمہ:- اور رُءْيَاكَ حالانکہ یہ مَثْوَايَ کے ساتھ ہے اور (وَ) مَحْيَايَ (اور) كَمِشْكٰوةٍ (اور) هُدَايَ (ان پانچوں کے الف کا امالہ) ان (کسائی) سے (منقول ہوکر) ان (قراء) میں کے حفص (دوری) کے لئے ہے یہ (خصوصیت والی نقل) خوب ظاہر ہوگئی ہے (بابیانِ مذکور قیود کے سبب خوب واضح ہوگیا ہے یعنی چونکہ ہم ان کو کاف اور یا کی طرف مضاف کرکے اور كَمِشْكٰوةٍ کو اسی کے اعراب سے لائے ہیں اس لئے یہ کلمات اپنے دوسرے ہم شکلوں سے ممتاز ہوگئے ہیں)

تشریح:- ذیل کے پانچ کلمات میں صرف کسائی کے دوری کیلئے امالہ ہے (۱) رُءْيَاكَ (۲) مَثْوَايَ (یوسف ع ۳) (۳) وَمَحْيَايَ (انعام ع ۲۰) (۴) كَمِشْكٰوةٍ (نور ع ۵) (۵) هُدَايَ (بقرہ ع ۴ وطٰہٰ ع ۷) پس رُءْيَايَ اور الرُّءْيَا اور مَحْيَاهُمْ میں پورے کسائی کے اور مَثْوٰلهُ ۔ مَثْوٰىكُمْ ۔ مَثْوًى لَّهُمْ اور فَبِهُدٰىهُمُ اور هُدٰىهَا اور الْهُدٰى میں حمزہ اور کسائی کیلئے امالہ ہے۔

فائدہ:- (۱) چونکہ ان کلمات کو کاف اور یا کی طرف مضاف کرکے لائے ہیں اس لئے ان کے ہم شکل وہ کلمات نکل گئے جو ایسے نہیں اور ان کا حکم ظاہر ہے (۲) عَنْهُ میں صلہ اور عدم صلہ دونوں ہیں اور ثانی اولیٰ ہے اور اس میں قبض ہے (۳) ان پانچ میں سے نمبر ایک دوسری اور نمبر دو پانچ پہلی اور نمبر تین و چار پانچویں قسم میں سے مستثنیٰ ہیں (۴) كَمِشْكٰوةٍ میں امالہ کا سبب یا تو صرف پہلا کسرہ ہے یا دونوں ہیں اور عرب مِشْلَال میں بھی کسرہ ہی کی بنا پر امالہ کرتے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ مِشْكٰوة معرب ہے (۵) عَنْهُ کی قید سے معلوم ہوگیا کہ یہاں حفص سے دوری مراد ہیں نہ کہ عاصم کے راوی (۶) ان میں حمزہ اور ابوالحارث کے امالہ نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ الف كَمِشْكٰوةٍ میں واو کی اور باقی چار میں الف کی صورت میں ہے پس گویا امالہ کا سبب نہیں ہے اور دوری نے كَمِشْكٰوةٍ میں کسرہ کا اور باقی میں اصل کا اعتبار کیا ہے (۷) طیبہ سے ابوعثمان ضریر کے طریق سے دوسرے الف کے امالہ کے سبب يٰتٰمٰى ۔ كُسٰالٰى ۔ نَصٰرٰى ۔ اُسٰرٰى ۔ سُكٰرٰى پانچوں کے پہلے الف میں بھی امالہ ہے پس اگر بعد میں ساکن آجانے کی بنا پر دوسرا الف نہ رہے (جیسے يَتٰمَى النِّسَآءِ اور النَّصٰرَى الْمَسِيحُ) تو پہلے الف میں بھی امالہ نہ ہوگا (۸) کی ؒ وغیرہ کی روایت پر رُءْيَاكَ امالہ سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

وہ گیارہ سورتیں جن کی آیات کے آخری الفات میں حمزہ اور کسائی دونوں کیلئے امالہ ہے

۳۰۶/۱۶ - وَمِمَّا اَمَالَاهُ اَوَاخِرُ اٰيِ مَا ؎ بِطٰهٰ وَاٰيِ النَّجْمِ كَيْ تَتَعَدَّلَا

ترجمہ- اور (قرآن کے) اس (حصہ) کی آیات کے جو طٰہٰ میں ہے اور نجم کی آیات کے آخر والے (الفات) بھی ان (الفات) میں سے ہیں جن کو (حمزہ اور کسائی) دونوں نے امالہ سے پڑھا ہے (یعنی ان سورتوں کی آیات کے آخری الف واو سے بدلے ہوئے ہوں خواہ یا سے سب میں دونوں نے امالہ کیا ہے) تاکہ یہ (سب آیات کے آخری الف امالہ کے سبب تلفظ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یکساں ہوجائیں (اور یہ فرق نہ رہے کہ واؤ سے بدلے ہوئے الفات میں تو فتح ہو اور یا سے بدلے ہوؤں میں امالہ)

۳۰۷ وَفِي الشَّمْسِ وَالْأَعْلَى وَفِي اللَّيْلِ وَالضُّحَى ۔۔۔ وَفِي اقْرَأْ وَفِي وَالنَّازِعَاتِ تَمَيَّلَا
۱۷

۳۰۸ وَمِنْ تَحْتِهَا ثُمَّ الْقِيَامَةِ ثُمَّ فِي الْـ ۔۔۔ ـمَعَارِجِ يَا مِنْهَالُ أَفْلَحْتَ مُنْهِلَا
۱۸

ترجمہ: اور (سورۂ) شمس اور اعلیٰ میں اور لیل (اور) والضحیٰ میں اور اقرأ میں اور وَالنّٰزِعٰتِ میں اور اس (نزعٰت کے نیچے (والی سورۂ عبس میں) اور قیامہ (میں) اور معارج میں (ان نو سورتوں کی آیات کے آخر میں بھی دونوں کیلئے) وہ (الف کا اضجاع) حاصل ہوا ہے (پس گیارہ کی گیارہ سورتوں کی آیات کے آخر میں دونوں کیلئے امالہ ہے) اے اونٹ کو بار بار پانی کے گھاٹ پر لانے والے (یعنی طلباء کو بہت علم عطا کرنے والے) تو کامیاب ہوگیا ہے (کیونکہ حدیث میں قرآن کے پڑھنے اور پڑھانے والے کے بارہ میں خَيْرُكُمْ الخ آیا ہے) حالانکہ تو پانی کے گھاٹ پر لانے والا (عطا کرنے والا) ہے۔

شرح: یعنی مذکورۂ بالا پانچ قسموں کی طرح ان گیارہ سورتوں (طٰہٰ۔ نجم۔ معارج۔ قیمہ۔ نزعٰت۔ عبس۔ اعلیٰ۔ شمس۔ والیل۔ والضحیٰ۔ علق) کی آیتوں کے آخری الفات میں بھی حمزہ اور کسائی دونوں کیلئے امالۂ محضہ ہے اور آیتوں کے آخری کلمات کو رؤس آیات کہتے ہیں لیکن قراءۃ کی کتابوں میں اکثر جگہ رؤسِ آیات سے انہیں گیارہ سورتوں کی آیتوں کے آخری الف مراد ہوتے ہیں پس جو الفات تحقیقاً یا تقدیراً ان سورتوں کی آیات کے آخر میں ہوں اور حمزہ کیلئے امالہ سے مستثنیٰ بھی نہ ہوں اور تنوین سے بدلے ہوئے بھی نہ ہوں عام ہے کہ یہ الفات واوی کلمات میں ہوں خواہ یائی میں نیز اصلی ہوں خواہ زائد اسم میں ہوں خواہ فعل میں جب یہ چھیوں شرطیں پائی جائیں جن پر نمبر لگے ہوئے ہیں تو حمزہ اور کسائی دونوں ان گیارہ سورتوں کی تمام آیات میں امالہ کرتے ہیں اور ان میں سے تین سورتیں اعلیٰ۔ شمس۔ لیل تو ایسی ہیں جن کے تمام فواصل میں امالہ ہے لیکن والشمس میں فَعَقَرُوْهَا پر مدنی اول اور مکی کے لئے ایک قول کی رو سے آیت تو ہے مگر اس میں امالہ اس لئے نہیں کہ ھا سے پہلے الف کے بجائے واو ہے جس میں امالہ کی صلاحیت نہیں۔

رہیں باقی آٹھ سورتیں سو ان میں سے صرف انہیں الفات میں امالہ ہوتا ہے جو امالہ کے لائق ہیں اور تفصیل یہ ہے کہ طٰہٰ میں تو شروع سے لیکر اِنَّهٗ طَغٰى ع کی تمام آیات میں ہے لیکن لِذِكْرِيْ میں نہیں پھر سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ع سے لِتُرْضٰى ع تک کی تمام آیات میں ہے لیکن عَيْنِيْ، لِنَفْسِيْ۔ فِيْ ذِكْرِيْ ع اور صَفًّا ع اور غَشِيَهُمْ ع ان چار میں نہیں پھر اِلَيْنَا مُوْسٰى ع میں ہے پھر اَبٰى ع سے لیکر آخر تک کی تمام آیات میں ہے لیکن بَصِيْرًا ع میں نہیں۔ اور نجم میں اِذَا هَوٰى سے اَلنُّذُرِ الْاُوْلٰى ع تک کی تمام آیات میں ہے لیکن مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ع میں نہیں۔ اور معارج میں صرف لَظٰى۔ لِلشَّوٰى وَتَوَلّٰى اور فَاَوْعٰى میں ہے۔ اور قیمہ میں وَلَا صَلّٰى سے آخر تک کی اور نزعٰت میں حَدِيْثُ مُوْسٰى سے آخر تک کی تمام آیات میں ہے لیکن وَلِاَنْعَامِكُمْ میں نہیں اور عبس میں وَتَوَلّٰى سے تَلَهّٰى تک کی دس آیات میں ہے اور وَالضُّحٰى میں اول سے فَاَغْنٰى تک کی اور علق میں لَيَطْغٰى سے يَرٰى تک کی تمام آیات میں ہے۔

فائدہ: جن چھ شرطوں پر نمبر لگے ہوئے ہیں ان کے فوائد یہ ہیں: (۱) الفات سے تانیث کی ھا نکل گئی جو نَاظِرَةٌ اور نَاضِرَةٌ وغیرہ میں ہے پس اس میں دونوں کے بجائے صرف کسائی کیلئے ہے (۲) تحقیقاً سے مراد یہ ہے کہ الف بالکل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آخر میں ہو اور اس کے بعد ھا نہ ہو جیسے ھُدٰی۔ فَتَرَدّٰی اَتَوٰی اور تقدیراً کے معنیٰ یہ ہیں کہ الف تَرَدّٰی کے مقابلہ میں ہو اور اس کے بعد ھا بھی ہو جیسے بَنٰهَا۔ فَسَوّٰهَا وغیرہ میں ہے اور اس قید سے بَنٰهَا کا پہلا الف امالہ میں شامل ہو گیا اور دوسرا نکل گیا (۳) آیات سے وہ الف نکل گئے جو آیت کے درمیان ہوں جیسے هَوٰىهُ۔ هُدٰىهَا۔ لِتُجْزٰی کیونکہ اس میں امالہ تو دونوں کیلئے ہے لیکن آیت ہونے کی بناء پر نہیں بلکہ دوسری قسموں میں شامل ہونے کی وجہ سے ہے (۴) آخر میں کہنے سے وہ الف نکل گیا جو آیت کے آخری کلمہ کے درمیان ہو جیسے تَتَمٰارٰی کا پہلا الف ہے (۵) امالہ سے مستثنیٰ نہ ہو کہنے سے شعر ۲۱۳ کے چاروں کلمات نکل گئے کیونکہ ان میں حمزہ کیلئے امالہ نہیں ہے (۶) الف تنوین سے بدلا ہوا نہ ہو کہنے سے صَفًّا۔ اَمْتًا جیسے کلمات کا الف نکل گیا پس یہ الف تثنیہ کے الف کی طرح ہے کہ ان دونوں میں امالہ قطعاً نہیں ہوتا کیونکہ اس کے بجائے یا کسی حالت میں بھی نہیں آتی۔ رہا وہ الف جو واو سے بدلا ہوا ہو سو اس کے بجائے ماضی مجہول میں یا آجاتی ہے پس دَحٰهَا کا امالہ تقدیری یا کی بناء پر ہے جو تثنیہ میں ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور عام ہے (سے) اسم ہو یا فعل خواہ فعل میں (تک) کی عبارت اقسام بتلانے کے لئے ہے۔

فائدہ: نمبر ۲ (۱) حمزہ اور کسائی کیلئے رؤسِ آیات والی قسم کے بیان کرنے کی حاجت نہیں تھی اس لئے کہ ان سب کا حکم مذکورہ بالا پانچ قسموں میں معلوم ہو چکا ہے یعنی ان ذوات الیاء کا بھی جن کا الف اصل یا سے بدلا ہوا ہو اور ان کا بھی جن کا الف یا کی صورت میں ہو اور شعر نمبر ۱۲۱۳ میں ان میں سے واوی کلمات کو بھی بیان کر چکے ہیں اور ضُحٰیٰ (طٰہٰ ع۳) کا حکم بھی اوپر چوتھی قسم میں معلوم ہو چکا ہے کیونکہ اس کا الف بھی یا کی صورت میں ہے پس رؤسِ آیات میں سے کوئی قسم بھی باقی نہیں رہی اور اسی لئے دانی رح اور اکثر مصنفین نے ان سورتوں کو باب الامالہ میں بیان نہیں کیا پس یہاں ان کا ذکر صرف یہ بتلانے کے لئے ہے کہ امالہ کی بہت سی انواع میں سے ایک نوع رؤسِ آیات بھی ہے اور اس کے بہت سے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ کلمہ ان آیات کے آخر میں آجائے۔ ہاں ورش اور ابو عمرو کی قراءۃ میں اس کا فائدہ ظاہر ہوتا ہے کیونکہ وہ رؤسِ آیات میں اور دوسرے یائی کلمات میں فرق کرتے ہیں جیسا کہ شعر نمبر ۲۴۲۲ میں آئے گا (۲) انہیں سورتوں کی آیات کو خاص کرنا اس لئے ہے کہ یہ اکثر ہیں ورنہ دوسری سورتوں کی آیتوں کے آخر میں بھی امالہ ہوتا ہے گو ان میں کثرت سے نہیں ہے جیسے هُدٰی (کہف ع۱۲) اور دَمْثُوٰىكُمْ (محمد ع۲) (۳) کی تَتَعَدّٰى لَه (تاکہ امالہ کے سبب ان سورتوں کی سب آیات تلفظ میں یکساں ہو جائیں) امالہ کی حکمت ہے لیکن اگر غور سے کام لیا جائے تو یہ امالہ کے بجائے فتح کی حکمت بنتی ہے اس لئے کہ فتح تو سب آیتوں کے آخری الفات میں آسکتا ہے کوئی الف بھی ایسا نہیں جس میں یہ ناجائز ہو اور امالہ سب میں نہیں آسکتا کیونکہ کچھ الفات ایسے بھی ہیں جن میں امالہ منع ہے سوال: ناظم کا مقصد یہ ہے کہ یائی کی طرح واوی کلمات میں بھی امالہ کیا جائے تاکہ دونوں قسمیں یکساں ہو جائیں پس اس سے تمام آیات کی یکسانی مراد نہیں تاکہ شبہ لازم آئے۔ جواب: چونکہ حمزہ واوی میں سے بھی چار کلمات میں امالہ نہیں کرتے اس لئے ان دونوں قسموں میں بھی یکسانی نہیں رہتی اور اگر کسی میں بھی امالہ نہ کرتے تو یکسانی یقیناً حاصل ہو جاتی۔

(۴) امالہ کے الف کے بعد مؤنث کی ھا صرف نٰزعٰت اور شمس میں ہے نٰزعٰت میں تو بَنٰهَا سے اَرْسٰهَا تک اور مُرْسٰهَا سے آخر تک ہے اور شمس میں تمام آیات میں ہے (۵) الف مقصورہ پر ختم ہونے والی آیات لگاتار اور کثرت سے انہیں گیارہ سورتوں میں آئی ہیں (۶) اگر تنوین والا اسم مقصور ہو جیسے هُدًى۔ مُصَفًّى تو اس میں صرف وقفاً امالہ ہوتا ہے جیسا کہ اسی باب کے شعر ۲۷۴ میں آئے گا (۷) امالہ والے تمام قراء آیات کے بارہ میں اپنے شہروں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے شمار کا اعتبار کرتے ہیں پس ورش مدنی اول کو اور ابوعمرو مدنی اول اور بصری دونوں کو اور حمزہ اور کسائی کوفی شمار کو لیتے ہیں اور ان گیارہ سورتوں کی آیات میں سے بھی بعض میں اختلاف ہے جس کے معلوم کرنے کی حمزہ اور کسائی کی قراءۃ میں تو کوئی ضرورت پیش نہیں آتی لیکن ورش اور ابوعمرو کی قراءۃ میں پیش آتی ہے اس لئے اس کا بیان شعر ۳۲۶ کے فائدہ میں آئے گا (۸) ان سورتوں کی جو آیات مذکورۃ بالا قواعد میں شامل نہیں ہیں ان کا امالہ تناسب کی بناء پر ہے جو عرب کے یہاں معتبر ہے چنانچہ غَدَایَا اور عَشَایَا میں بھی تناسب ہی کیلئے ہے حالانکہ غَدَایَا غُدُوٌّ سے ہے اور حدیث میں جو لَا دَرَیْتَ وَلَا تَلَیْتَ ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہے کیونکہ تلیت تِلَاوَۃ سے ہے اور سَلَاسِلًا وَّ اَغْلٰلًا بھی اسی نوع سے ہے۔

النحو والعربیۃ: ۳۰۵/۱۶ ۱ اَمَالَ کی تحقیق دیباچہ ۲۵ و ۲۶ کے ذیل میں گذر چکی ہے ۲ تُجْتَلَی ای تُجْتَنٰی یعنی چُنے جاتے ہیں اور یہ خَلَوْتُ الْحَشِیْشَ سے ہے جو گھاس کاٹنے اور اس کے حاصل کرنے کے معنیٰ میں ہے اور جملہ وَ بِالْوَاوِ تُجْتَلَی یا تو مستانفہ ہے یا اَمَالَاھَا کی ھا سے حال ہے ۳۰۵/۱۵ ۱ عَنْہُ یُں قبض (عدم صلہ، صلہ سے لذیذ تر ہے ۲ تَدِ انْجَلَی مستانفہ ہے ۳۰۶/۱۶ ۱ ضمیر منصوب مَا کا عائد ہے اور اس کی تذکیر مَا کے لفظ کی وجہ سے ہے کیونکہ معنیٰ تو اس سے الفات مراد ہیں ۲ اَوَاخِر ۔ اٰخِر کی جمع ہے اور یہ اَلِفَاتٌ مقدر کی صفت ہے اور موصوفین مبتدائے مقدم ہیں اور ترجمہ بھی اسی ترتیب سے کیا گیا ہے ۳ بِطٰہٰ ۔ مَا کا صلہ ہے اور بَا ۔ فِیْ کے معنیٰ میں ہے عَرَفْتُ مَا بِالدَّارِ کی طرح ۴ ای النَّجْم ۔ اِیِ مَا پر معطوف ہے اور اٰی ۔ اٰیَۃٌ کی جمع ہے تَمْرٌ اور تَمْرَۃٌ کی طرح اور عبارت کی تقدیر وَمِنَ الْاَلِفَاتِ الْمُمَالَۃِ لِحَمْزَۃَ وَالْکِسَائِیِّ اَلِفَاتٌ اَوَاخِرُ فَوَاصِلِ اٰیِ الْقُرْاٰنِ الْمَذْکُوْرَۃِ فِیْ طٰہٰ وَ اَوَاخِرُ اٰیِ النَّجْمِ ہے۔ ۳۰۷/۱۷ و ۳۰۸/۱۸ ۱ جعبری کی رائے پر فِی الشَّمْسِ اور اس کے تمام معطوفات تُمِیْلَا کے متعلق ہیں اور ان میں سے بعض میں جار کو مکرر لائے ہیں اور وَالنّٰزِعٰتِ کا واو تلاوتی ہے ای حَصَلَ اِضْجَاعُ الْاَلِفِ فِی الشَّمْسِ وَغَیْرِھَا لَھُمَا اور ملّا علی قاری کی رائے پر فِی الشَّمْسِ ۔ بِطٰہٰ پر معطوف ہے ای وَاَمَالَا فِیْ طٰہٰ وَفِی الشَّمْسِ وَمَا بَعْدَھَا ۔ اور تُمِیْلَا مستانفہ ہے اور فرماتے ہیں کہ اس سے نا کے رمز ہونے کا وہم بھی رفع ہو جاتا ہے لیکن چونکہ اس میں تُمِیْلَا بلا ضرورت مکرر ہے جس سے معنیٰ میں خوبی نہیں رہتی اس لئے احقر کے خیال میں جعبری والی ترکیب اولیٰ ہے ۲ مِنْ تَحْتِھَا ۔ کَا ئِنَۃٍ کے متعلق ہو کر فِیْ سُوْرَۃِ عَبَسَ مقدر کی صفت ہے وَمَا مِنَّا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ کی طرح ای وَاَمَالَا عَبَسَ الَّتِیْ ھِیَ بَعْدَ النّٰزِعٰتِ یعنی اَوْقَعَا الْاِمَالَۃَ فِیْ عَبَسَ اور اولیٰ یہ ہے کہ اس فِیْ عَبَسَ مقدر کو بھی تُمِیْلَا مذکور ہی کے متعلق کر دیا جائے ۳ ثُمَّ الْقِیٰمَۃِ میں فِیْ مقدر ہے چنانچہ اَلْمَعَارِج میں اس کو ظاہر بھی کر دیا ہے جو اول میں تقدیر کا قرینہ ہے اور ثُمَّ واو کے معنیٰ میں ہے ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَہٗ کی طرح ۴ یَا مِنْھَالُ میں یا تو خود کو پکارا ہے یا ہر اس شخص کو جو علم اور قراءۃ کی وجوہ اور ثابت شدہ روایات سے واقف ہوا اور اس جملہ میں حدیث خَیْرُکُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ کی طرف اشارہ ہے اور مِنْھَال اس شخص کو کہتے ہیں جو اونٹ کو بار بار پانی کے گھاٹ پر لائے اور یہاں یہ کَثِیْرُ الْعَطَاء کے معنیٰ میں ہے۔

وہ کلمات جن میں حمزہ اور کسائی کے ساتھ اوروں نے بھی امالہ کیا ہے

۳۰۹/۱۹ ۔ رَمٰی (صُحْبَۃٌ) اَعْمٰی فِی الْاِسْرَآءِ ثَانِیًا　　سِوًی وَّسُدًی فِی الْوَقْفِ عَنْھُمْ تَسَبَّلَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ:۔ (انفال ع۲ میں) رَمٰی (اور) اسرا (ع۸) میں اَعْمٰی (کے الف کا امالہ) حالانکہ یہ (اس سورۃ کا) دوسرا (اَعْمٰی) ہے صحبہ (ابوبکر۔ حمزہ اور کسائی کی قراءۃ) ہے (اور صرف) وقف میں سُوًی (طٰہٰ ع۲) اور سُدًی (قیمہ ع۲ کا) اضجاع بھی انہیں (حضرات) سے مقید (اور مخصوص اور ثابت یا مباح) ہوا ہے۔

شرح:۔ یعنی ذیل کے چار کلمات میں ابوبکر۔ حمزہ اور کسائی کیلئے امالہ ہے (۱) رَمٰی (انفال ع۲) (۲) اسرا (ع۸) کا دوسرا اَعْمٰی جو فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی میں ہے (رہا فِیْ هٰذِهٖ اَعْمٰی جو اسی سورۃ اور اسی رکوع میں پہلا ہے سو اس میں ان کے ساتھ ابوعمرو بھی شریک ہیں جیسا کہ شعر ۲۲ میں آرہا ہے) ان دو میں تو وصل اور وقف دونوں حالتوں میں ہے (۳) سِوًی (طٰہٰ ع۲) (۴) سُدًی (قیمہ ع۲) ان میں صرف وقفاً ہے کیونکہ ان پر تنوین ہے اور تنوین والے اسم میں وصلاً امالہ نہیں ہوا کرتا اور گو اس میں وقفاً خلاف بھی ہے جیسا کہ شعر ۴۷ و ۴۸ میں آئے گا لیکن عمل امالہ ہی پر ہے۔

فائدہ: (۱) یہ چاروں کلمات یائی ہیں اور گو یہاں صُحْبَةٌ کے بجائے شُعْبَةٌ لے آنا بھی کافی تھا کیونکہ ان کا امالہ حمزہ اور کسائی کیلئے تو مذکورۂ بالا قاعدے سے معلوم ہو چکا ہے اور ابوبکر کیلئے شُعْبَةٌ سے نکل آتا لیکن چونکہ اس سے یہ وہم ہو جاتا کہ شاید اس میں ابوبکر ہی کیلئے ہو اس لئے حمزہ اور کسائی کو بھی شریک کر لیا اور ناظم کی عادت ہے کہ شبہ کے موقع پر ان کو بھی لوٹا دیا کرتے ہیں جن کی وجہ پہلے بیان ہو چکی ہو (۲) اَعْمٰی کا یائی ہونا عَمِیَ سے اور سُدًی کا سُدَیَانِ سے نکلتا ہے اور ابوشامہ کی رائے پر اَسْدَیْتُ سے ظاہر ہوتا ہے جو اَهْمَلْتُ کے معنیٰ میں ہے لیکن ملا علی قاری اس کو اس بناء پر پسند نہیں کرتے کہ مزید سے مجرد کی اصل معلوم نہیں ہوا کرتی (بلکہ امر بالعکس ہے)

لیکن احقر عرض کرتا ہے کہ ابوشامہؒ کے کلام میں اَسْدَیْتُ کا ذکر اصل بتانے کیلئے نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ بعض حالات میں اس الف کے بجائے یا آجاتی ہے اب وہ مجرد میں آئے خواہ مزید میں اور بعض کے قول پر سُدًی وادی ہے اور امالہ دوسرے نواصل کی موافقت کیلئے ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ سِوًی اور سُدًی کا امالہ اس لئے ہے کہ ان کا الف یا کی صورت میں ہے کیونکہ یہ وجہ ابوبکر کی قراءۃ کو بھی شامل ہے۔

۲۱۲ - وَرَاءُ تَرَاءَا (فَـ)ـازَ فِیْ شُعَرَائِهٖ ۔ وَاَعْمٰی فِی الْاِسْرَا (حُـ)ـكْمُ (صُحْبَةٍ) (ص) اَوَّلَا

ترجمہ:۔ اور (حمزہ کیلئے) تَرَاءَا کی را اپنی (یا اس تَرَاءَا کی) شعراء میں (امالہ کے ساتھ) کامیاب ہو گئی ہے اور (ابوعمرو اور ابوبکر۔ حمزہ اور کسائی کیلئے) اسرا میں اَعْمٰی (کا امالہ) حالانکہ وہ (اس سورۃ کا) پہلا (اَعْمٰی) ہے ایک جماعت کا حکم کیا ہوا ہے (یعنی انھوں نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس میں امالہ کرنا چاہئے)

شرح: یعنی تَرَاءَا الْجَمْعٰنِ (شعراء ع۴) کی را اور اس کے بعد والے الف میں حمزہ کیلئے وصل و وقف دونوں حالتوں میں امالہ ہے اور جب اس پر وقف کرتے ہیں تو ہمزہ اور اس کے بعد والے الف میں بھی امالہ کرتے ہیں کیونکہ یہ یائی کلمات میں سے ہے اور اپنے قاعدے کے موافق مد و قصر کے ساتھ ہمزہ کی تسہیل بھی کرتے ہیں پس اس میں وقفاً امالہ والے چار حرف جمع ہو جاتے ہیں را اور اس کے بعد کا الف اور ہمزہ اور اس کے بعد والا الف اور اس میں ان کیلئے را کا امالہ ہمزہ کے امالہ کی مناسبت سے ہے اور گو وصلاً ہمزہ کا امالہ نہیں رہتا لیکن استصحاب (وقف کے حکم کو بدستور باقی رکھنے) کے لئے را میں وصلاً بھی امالہ کرتے ہیں۔ پس شعلہ کا یہ قول صحیح نہیں کہ را میں صرف وقفاً امالہ ہوتا ہے اور وصلاً چونکہ دوسرا امالہ نہیں رہتا اس لئے مناسبت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(جو اس امالہ کی علت تھی) نہ رہنے کے سبب را میں بھی امالہ نہیں کرتے اور کسائی صرف وقفاً ہمزہ اور اس کے بعد والے الف میں امالہ کرتے ہیں را میں نہیں کرتے اور وصلاً را اور ہمزہ دونوں ہی کا فتح پڑھتے ہیں اور ورش کیلئے بھی وقفاً صرف ہمزہ میں فتح اور تقلیل دونوں ہیں اور راٰ سراغ کے پہلے اَعْمٰی میں ابوعمرو۔ ابوبکر۔ حمزہ اور کسائی کیلئے امالہ ہے پس ابوعمرو کے لئے تو پہلے اَعْمٰی میں امالہ اور دوسرے میں فتح ہے اور ابوبکر۔ حمزہ اور کسائی کے لئے دونوں میں امالہ ہے اور ورش کے لئے دونوں میں فتح اور تقلیل دونوں ہیں اور باقین کیلئے صرف فتح ہے۔

فائدہ: ۱ (۱) استصحاب کے معنیٰ یہ ہیں کہ جو شے جس حالت پر ہو اس کو اسی پر باقی رکھا جائے جیسا کہ یہاں رَاٰ میں حمزہ کے لئے وقفاً ہمزہ کے امالہ کی مناسبت سے را میں امالہ تھا اس کو وصلاً بھی باقی رکھا گیا حالانکہ بعد کے ساکن کے سبب وصل میں دوسرا امالہ نہیں رہا۔ **سوال:** رَاٰ میں وصلاً ہمزہ کا امالہ نہ رہنے کے باوجود بھی استصحاب کی بناء پر را کا امالہ باقی رکھا گیا اس کا تقاضا یہ ہے کہ استصحاب کا لحاظ ہر جگہ کیا جائے حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے چنانچہ ابوعثمان ضریر کے طریق سے کسائی کے دوری یَتٰمٰی۔ کُسَالٰی۔ اُسٰرٰی۔ نَصٰرٰی۔ سُکٰرٰی ان پانچ کلمات میں دوسرے الف کے امالہ کی مناسبت سے پہلے الف میں بھی امالہ کرتے ہیں جیسا کہ حمزہ نے بھی رَاٰ کے پہلے الف میں اسی لئے کیا ہے اور جب دوسرے الف کے بعد ساکن آجاتا ہے جیسے یَتٰمَی النِّسَآءِ میں ہے تو دوسرا الف اور اس کا امالہ حذف ہوجاتا ہے اور راوی دوری پہلے الف میں بھی امالہ نہیں کرتے۔ اس فرق کی وجہ بتائی جائے کہ رَاَ الْجَمْعٰنِ میں تو وصلاً استصحاب کی بناء پر را میں امالہ ہوتا ہے اور یَتٰمَی النِّسَآءِ میں نہیں ہوتا **جواب:** فرق یہ ہے کہ رَاَ الْجَمْعٰنِ میں تو پہلا الف را کے بعد ہے اور یَتٰمَی النِّسَآءِ میں تا کے بعد ہے اور باب الامالہ کے احکام میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں را کیلئے کچھ ایسی خصوصیات ہیں جو اور حروف میں نہیں ہیں چنانچہ ورش کیلئے یائی کلمات میں تو فتح اور تقلیل دونوں ہیں اور رائی کلمات میں صرف تقلیل ہے اسی طرح ابوعمرو کیلئے یائی کلمات میں سے تو صرف فَعْلٰی۔ فِعْلٰی۔ فُعْلٰی میں تقلیل ہے اور باقی میں فتح ہے اور رائی کلمات میں سے سب میں امالہ محضہ ہے خواہ وہ ان تین میں سے کسی ایک وزن پر ہوں خواہ نہ ہوں۔ پس چونکہ را اس باب میں اور حروف سے جداگانہ خصوصیت رکھتی ہے اس لئے رَاَ الْجَمْعٰنِ میں تو استصحاب کا اعتبار کرلیا اور یَتٰمَی النِّسَآءِ میں نہیں کیا خوب سمجھ لو (۲) چونکہ فَلَمَّا رَاَتْ (انفال ع) میں دوسرا امالہ نہیں ہے جو پہلے امالہ کی علت تھی اس لئے وہاں را میں امالہ نہیں کرتے۔ اور شعر کی قید اسی کو نکالنے کے لئے ہے (۳) رَاَ الْجَمْعٰنِ میں اصل امالہ را کے بعد والے الف میں ہے لیکن چونکہ اس سے را میں بھی لازمی طور پر ہوجاتا ہے اس لئے ناظم نے مجازاً امالہ کی نسبت الف کے بجائے را کی طرف کردی اور تیسیر میں بھی مجازاً دونوں الفوں کے امالہ کو را اور ہمزہ کے فتحہ کے امالہ سے تعبیر کیا ہے۔ اور را والا مجاز ہمزہ والے سے قوی تر ہے کیونکہ را میں اس صورت میں بھی امالہ ہوتا ہے جبکہ اس کے بعد الف نہ ہو اور ہمزہ میں اس تقدیر پر قطعاً نہیں ہوتا۔ اور رَاَ الْقَمَرَ وغیرہ میں جو ایک ضعیف قول کی رو سے ہمزہ کا امالہ ہے وہ بھی اسی لئے ہے کہ عارض کے سبب الف کے حذف ہوجانے کا لحاظ نہیں کیا بلکہ اصل کا اعتبار کیا ہے کہ ہمزہ کے بعد الف تھا (۴) رَاَ الْقَمَرَ کی طرح رَاَ الْجَمْعٰنِ میں بھی وصلاً را ہی میں امالہ کرتے ہیں (۵) ابوعمرو نے جو دوسرے اَعْمٰی میں امالہ نہیں کیا اس کی چار وجوہ ہیں ۱ ان کی قراءۃ میں دونوں لغت جمع ہوجائیں ۲ صفت مشبہ اور اسم تفضیل میں فرق ہوجائے کیونکہ ان کی رائے پر ثانی اسم تفضیل ہے بمعنیٰ اَشَدُّ عَمًی کے معنیٰ میں ہے پس گویا اس کا الف وقفاً تنوین سے بدلا ہوا ہے اور عیب سے اسم تفضیل اس لئے آگیا کہ یہاں اس سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دل کا اندھاپن مراد ہے جو باطنی عیب ہے نہ کہ ظاہری ہے۔ جب ثانی اسم تفضیل ہے تو وہ مِنْ یا مضاف الیہ مقدر کا محتاج ہے پس گویا اس کا الف طرف میں نہیں ہے اور اس کا اسم تفضیل ہونا صحیح بھی ہے کیونکہ اس سے دل کا اندھاپن مراد ہے جو مجازی معنی ہیں اور آنکھوں سے اندھا ہونا مراد نہیں جو اس کے حقیقی معنیٰ ہیں یعنی جو دنیا میں حق سے جاہل ہے وہ آخرت میں جاہل تر ہوگا اور دونوں کا امالہ یا دونوں کا فتح پڑھنے والے ان کو یکساں رکھتے ہیں کیونکہ دونوں میں الف یاء سے بدلا ہوا ہے گو معنیٰ میں دونوں یکساں نہیں ہیں اور وہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ دونوں صفت مشبہ ہی ہیں یعنی جو دنیا میں حق سے اندھا ہے وہ آخرت میں بھی حق کے نتیجہ جنت کی راہ سے اندھا ہوگا اور اب اس کو مجازی معنیٰ میں بھی کہہ سکتے ہیں اور حقیقی میں بھی چنانچہ طٰہٰ ع میں دونوں جگہ اَعْمٰی سے وہی مراد ہے جو ظاہری آنکھوں سے اندھا ہوگا اس لئے کہ وہاں دونوں کے بعد وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ہے اور ظاہر ہے کہ قرآن اور دین حق سے منہ موڑنے والا دل کا بینا تو تھا نہیں آنکھوں ہی کا بینا تھا چنانچہ اسراء میں ہے کہ ہم ان کو اندھا۔ گونگا۔ بہرا ہونے کی حالت میں اٹھائیں گے۔ (قاری دابراز)

فائدہ: (۱) یہاں اَدْرٰی کا ہمزہ رمز نہیں ہے کیونکہ یہ اَعْمٰی کا مقام بتانے کے لئے ہے۔ پس یہ قراءۃ کے بیان کا تتمہ ہے اور رمز قراءۃ کا بیان پورا ہو جانے کے بعد آیا کرتی ہے اور یہ بھی انہیں موقعوں میں سے ہے جن میں رمز قید کے درمیان آرہی ہے چنانچہ بقرہ ۲۷۲-۴۳ میں بھی یہی صورت ہے نیز اسراء کے دونوں اَعْمٰی کے درمیان تَرَآءَ کے سلسلہ سے جدائی کردی ہے حالانکہ متصل رکھنا اولیٰ تھا اسی لئے اس شعر میں تغییر کیا گیا ہے (۲) ابن ابی شریح کی روایت سے تَرَآءَتِ انفال میں کسائی کیلئے امالہ ہے (۳) ابو عمرو کیلئے اسراء کے پہلے اَعْمٰی میں امالہ اور طٰہٰ (ع) کے پہلے میں تقلیل ہے اور دوسرے میں دونوں جگہ فتح ہے۔ اور لوری کی روایت پر ان کیلئے اَعْمٰی میں ہر جگہ امالہ ہے (۴) تَرَآءَ کا پہلا امالہ دوسرے کی مناسبت سے ہے اور یہ مناسبت مجاورت اور قرب کی قسم سے ہے نہ کہ سَلٰسِلاً وَاَغْلٰلاً کی طرح مقابلہ کے قبیل سے (۵) تَرَآءَ تمام عثمانی مصاحف میں ایک الف سے ہے جو بعض کے قول پر تَفَاعُل کا الف بعض کے نزدیک لام کلمہ کا ہے اور اعتماد پہلے ہی قول پر ہے۔

وہ قسم جس کے امالہ میں حمزہ اور کسائی کے ساتھ ابو عمرو نے بھی شرکت کی ہے

۳۱۱ وَمَا بَعْدَ رَاءٍ (شَـاعَ (حُـ)ـكْمًا وَّحَفْصُهُمْ يُوَالِيْ بِمَجْرٖىهَا وَفِيْ هُوْدَ اُنْزِلَا

ترجمہ:- اور (یائی کلمات کا) جو (الف) راء کے بعد ہو وہ (یعنی اس کا اضجاع حمزہ اور کسائی اور ابو عمرو کیلئے) حکم کے اعتبار سے مشہور (اور عام) ہوگیا ہے (چنانچہ یائی کلمات ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ان میں بھی ہوتا ہے جو یائی سے ملحق ہوں جیسے بُشْرٰی پس راء کے بعد والے ہر اس الف میں تینوں کیلئے امالہ ہے جو یائی شکل میں ہو) اور مَجْرٖىهَا (کے امالہ) میں ان (قراء) میں کے حفص (بھی ان تینوں کی) موافقت کرتے ہیں (پس ان میں ساڑھے تین کیلئے امالہ ہے) اور یہ (مَجْرٖىهَا) ہود (ع) میں نازل کیا گیا ہے۔

شرح: یعنی اگر یائی کلمات کا الف راء کے بعد ہو عام ہے کہ فعل میں ہو جیسے اِشْتَرٰی۔ اَرٰی۔ یَرٰی۔ فَتَرَىٰهُ۔ يُفْتَرٰی۔ تَتَمَارٰی۔ يَتَوَارٰی خواہ اسم میں ہو تانیث کیلئے ہو جیسے بُشْرٰی۔ ذِكْرٰی۔ اُسْرٰی۔ اَلنَّصٰرٰی۔ سُكٰرٰی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا لام کلمہ کا ہو جیسے اَلقُویٰ ۔ اَلثَّریٰ تو اس میں ہر جگہ حمزہ اور کسائی کے ساتھ ابوعمرو بھی امالۂ محضہ کرتے ہیں اور تَوْرَاۃ میں تفصیل ہے جو آل عمران ۱ میں آئے گی اور اسی قسم میں سے یٰبُشْرٰی (یوسف ع ۲) میں ابوعمرو کیلئے فتح ۔ محضہ اور تقلیل تینوں ہیں اور ان میں سے فتح افضل ہے پھر محضہ کا پھر تقلیل کا درجہ ہے اور مَجْرٖىهَا (ہود ع ۴) میں حفص بھی ان تینوں کے ساتھ شریک ہیں اور حفص کیلئے صرف اسی کلمہ میں امالہ ہے ۔

فائدہ ۱ (۱) مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا میں پانچ قراءتیں ہیں ۱ حمزہ اور کسائی کیلئے اول میں میم کا زبر اور ثانی میں پیش اور دونوں میں محضہ ۲ حفص کیلئے اول میں میم کا زبر اور محضہ اور ثانی میں پیش اور فتح ۳ ابوعمرو کیلئے اول میں پیش اور محضہ اور ثانی میں پیش اور فتح ۴ ورش کیلئے دونوں میں پیش اور اول میں صرف تقلیل اور ثانی میں فتح اور تقلیل دونوں ۵ باقی تین قالون ۔ ابن کثیر ۔ ابن عامر ۔ ابوبکر کیلئے دونوں میں پیش اور فتح ۔۔ پس وَمُرْسٰىهَا میں میم کے پیش پر ساتوں بلکہ دسوں اماموں کا اجماع ہے اور مطوعی کیلئے اس میں بھی زبر ہے جو شاذ ہے (۲) حفص کا یہ امالہ دونوں لغتوں کے جمع کرنے کیلئے ہے (۳) ابوعمرو سے منقول ہے کہ میں نے مجاہد کے شاگردوں کو دیکھا ہے سورہ قرآن میں سے وَمَآ اَدْرٰىهُ ۔ اِفْتَرٰى ۔ تَرٰى جیسے کلمات کے سوا کسی میں بھی کسرہ (امالہ) نہیں پڑھتے تھے (۴) کسائی فرماتے ہیں کہ را کے امالہ میں عرب کیلئے ایسی رائے (اور ایسا مذہب) ہے ۔ جو اس کے سوا اور حروف میں نہیں ہے یعنی را میں امالہ کثرت سے ہوتا ہے اسی لئے شَاعَ فرمایا ہے اور اسی بناء پر ابوعمرو اس قسم میں امالۂ محضہ کرتے ہیں (۵) یہاں حقیقی معنی کے موافق امالہ کی نسبت الف کی طرف کی ہے (۶) اس شعر میں حفص سے عاصم کے راوی مراد ہیں کیونکہ اس کو بلا قید لائے ہیں اور اس لئے بھی کہ دوری ابوعمرو اور کسائی کے ضمن میں آ رہے ہیں ۔

فائدہ ۲ تَتْرَا (مومنون ع ۳) میں حمزہ اور کسائی کے لئے تو صرف امالہ ہے کیونکہ وہ اس میں تنوین نہیں پڑھتے پس ان کی قراءۃ پر اس کا الف تانیث کیلئے ہے جیسے دَعْوٰى ۔ ذِكْرٰى ۔ مُوْسٰى میں ہے اور اسی طرح ورش کیلئے بھی تقلیل ہے اور یہ امالہ یا تقلیل حالین میں ہے اور بصری اس کو تنوین سے تَتْرًا پڑھتے ہیں سو اس میں وصلاً تو ان کے لئے بھی بلا خلاف فتح ہی ہے اس لئے کہ مانع (تنوین) موجود ہے اور وقفاً اختلاف ہے پس ایک جماعت تو فتح کی قائل ہے اس بناء پر کہ الف تنوین سے بدلا ہوا ہے اور اسی لئے بالاتفاق الف کی صورت میں لکھا ہوا ہے جیسا کہ جعبری نے عقیلہ کی شرح میں بیان کیا ہے اور تنوین کے الف میں جو ذِكْرًا ۔ سِتْرًا ۔ عِوَجًا ۔ اَمْنًا وغیرہ میں ہے امالہ نہیں ہوا کرتا ۔ دانی کتاب الامالہ میں فرماتے ہیں کہ قراء اور اکثر اہل ادا اسی پر ہیں اور میں نے بھی فتح ہی پڑھا ہے اور اسی کو اختیار کرتا ہوں اور یہی ابن مجاہد ۔ ابوطاہر بن ابی ہاشم اور باقی معلمین کا مذہب ہے کی ؒ کشف میں فرماتے ہیں کہ عمل اسی پر ہے کہ اس میں ابوعمرو کیلئے ہر قسم کا امالہ منع ہے اور یہی روایت بھی ہے ۔ اور اس بارہ میں ابوحیان کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اس میں الف کو تنوین سے بدلا ہوا کہنا غلط ہے کیونکہ اس صورت میں یہ نَصْرٌ کی طرح مصدر ہوگا اور ان کی رائے پر اس میں تینوں اعراب آئیں گے پس الف محفوظ نہیں رہے گا اس کے جواب میں بعض حضرات کہتے ہیں کہ الف کے محفوظ نہ رہنے سے اس کا ناجائز ہونا لازم نہیں آتا ۔ اور دوسری جماعت اس میں امالہ کی قائل ہے کیونکہ اس میں الف الحاق کیلئے ہے اور یہ سیبویہ کا مذہب ہے اور ان کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو جعفر کے ساتھ ملحق کیا گیا ہے پھر جب اس پر تنوین آ گیا تو اس نے الف کو حذف کر دیا اور جب وقف کے سبب تنوین نہیں رہتا تو الحاق کا الف لوٹ آتا ہے ۔ فَتَاَمَّلْ ۔ سوال : تَتْرًا مصدر ہے اور الحاق کا الف (جامد) اسموں ہی میں آتا ہے کیونکہ فَعْلٰى چار طرح آتا ہے ۱ جمع جیسے قَتْلٰى ۲ مصدر جیسے نَجْوٰى ۳ صفت جیسے سَكْرٰى ۴ اسم جامد جیسے اَرْطٰى یہ اس درخت کا نام ہے جس سے دباغت دیتے ہیں اور عَلْقٰى یہ ایک بوٹی ہے پہلی تین صورتوں میں اس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الف صرف تانیث کیلئے ہوتا ہے اور چوتھی صورت میں تانیث کیلئے بھی ہو سکتا ہے اور الحاق کے لئے بھی۔ جواب: الحاق کا الف کبھی نادر طور پر مصدر میں بھی آجاتا ہے اور تترا بھی اسی قبیل سے ہے۔ اہل مغرب میں سے ہمارے شیوخ کا عمل اسی پر ہے ہمارے شیخ الشیوخ ملا النصرة میں فرماتے ہیں کہ ہمارا عمل وقف میں امالہ ہی پر ہے اور میں اسی کو لیتا ہوں چنانچہ شاطبی رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ تیسی کہتے ہیں ؎

وَلِابْنِ الْعَلَاءِ فِي الْوَقْفِ تَتْرًا فَاَضْجِعَنْ ... اِذَا قُلْتَ لِلْاِلْحَاقِ وَافْتَحْهُ مَصْدَرَا

تترا کے الف کو الحاق کے لئے ماننے کی صورت میں تو وقفاً ابو عمرو کے لئے امالہ سے پڑھو اور اس کو مصدر ماننے کی صورت میں فتحہ سے پڑھو۔

اور دانی نے اس کو کتاب الامالہ کے علاوہ اور کتابوں میں بھی بیان کیا ہے اور اس بارہ میں ان کی عبارت مضطرب ہے۔ (جس سے کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا ـــ اور محقق رحمہ اللہ کا میلان فتح کی طرف ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ اکثر ائمہ کی عبارتوں سے یہی نکلتا ہے کہ اس میں ابو عمرو کیلئے فتح ہی پڑھا جائے گا اس کا الف الحاق کیلئے ہو کیونکہ یہ الف کی صورت میں لکھا ہوا ہے اور مکی۔ صاحب عنوان۔ ابن بلیمہ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ ابو عمرو ذوات الراء میں اس شرط سے امالہ کرتے ہیں کہ ان کا الف یا کی صورت میں ہو اور ان حضرات نے یہ شرط صرف تترا کے خارج کرنے کے لئے لگائی ہے ـــ ہمارے شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ؎

فَالْفَتْحُ فِي تَتْرًا لِاَنَّ شَرْطَ مَا ... يُمِيلُهُ الرَّسْمُ بِيَا نَجْلُ الْعَلَا
اِخْتَارَهُ لَهُ وَذَا بِوَقْفِهِ ... وَغَيْرُهُ لِاَهْلِهِ قَدِ اقْتَفَى

میں تترا میں ابو عمرو کیلئے فتح کو پسند کرتا ہوں کیونکہ ابن العلاء ذوات الراء میں بصری امالہ کرتے ہیں ان میں یہ شرط بھی ہے کہ وہ یا کی صورت میں ہوں (اور اس میں الف کی صورت میں ہے) اور ان کے سوا اوروں (ورش۔ حمزہ اور کسائی) نے اپنے قاعدہ کی پیروی ہے۔

خلاصہ یہ کہ تترا میں وقفاً بصری کیلئے فتح اور امالہ دونوں ہیں اور فتح قوی تر ہے۔ واللہ اعلم (غیث النفع للصفاقسی ص۱۸۴)

۳۱۲/۲۲ نَا (شَـ) ع (يُمْنٍ) بِاخْتِلَافٍ (وَ) شُعْبَةٌ ... فِي الْاِسْرَا (وَهُمْ) وَالنُّونُ (ضَـ) وْءُ (سَـ) نًا (تَـ) لَا
صف

ترجمہ (فصلت میں حمزہ اور کسائی کا بلا خلاف اور سوسی کا) اختلاف کے ساتھ نا (کے ہمزہ کا امالہ) مبارک طریق ہے اور اسرا میں شعبہ اور یہ (تینوں جو ہیں جن میں سے حمزہ اور کسائی بلا خلاف اور سوسی خلاف کے ساتھ ہیں ان کے لئے نا کے ہمزہ کا امالہ بھی مبارک طریق ہے) اور (خلف اور کسائی کے دونوں راویوں کے لئے فصلت و اسرا دونوں میں نا کے) نون (کا امالہ بھی) چمکدار روشنی ہے (یعنی اس کی وجہ ظاہر ہے جو ابھی آتی ہے) اس (نون کے امالہ) نے (ہمزہ کے امالہ کی) پیروی کی ہے (یعنی پہلا امالہ دوسرے کی مناسبت سے ہے یا نون کا امالہ جو ہے اس لئے چمکدار روشنی یعنی ہمزہ کے امالہ کی پیروی کی ہے اس صورت میں ضوء سنا نون کے بجائے ہمزہ کے امالہ کا وصف ہوگا)

شرح۔ یعنی وَنَاْ بِجَانِبِهٖ (اسراع و فصلت ع) میں دونوں جگہ چھ قراتیں ہیں: بما خلف اور کسائی کیلئے دونوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بجگہ نون اور ہمزہ دونوں کا امالۂ محضہ (کیونکہ ان کا ذکر دونوں حرفوں کے امالوں میں دو جگہ آیا ہے) ۲ خلاد کیلئے دونوں جگہ صرف ہمزہ کا امالہ (اس لئے کہ نون کے امالہ میں ان کا ذکر نہیں آیا) ۳ ابوبکر کیلئے اسرا والے میں فقط ہمزہ کا امالہ اور فصلت میں نون و ہمزہ دونوں کا فتح (اس لئے کہ ان کا ذکر صرف اسرا والے کے ہمزہ میں آیا ہے) ۴ ورش کے لئے دونوں جگہ ہمزہ میں فتح اور تقلیل دونوں) ۵ ابن ذکوان کیلئے دونوں جگہ وَنَآءَ ہے ہمزہ کی تاخیر سے جیسا کہ اسرا نمبر ۸۳ میں آئے گا ۶ باقی ساڑھے تین قالون ابن کثیر۔ ابوعمرو۔ ہشام اور حفص کیلئے دونوں جگہ نون اور ہمزہ دونوں کا فتحہ۔

اور گو ناظم نے سوسی کیلئے بھی خلاف کے ساتھ دونوں جگہ ہمزہ کا امالہ بیان کیا ہے جس سے ان کے لئے فتحہ اور امالہ دونوں نکلتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ ان کیلئے نَأیٰ میں دونوں جگہ صرف فتحہ ہے کیونکہ ہمزہ کا امالہ بیان کرنے میں دانی کے شیخ فارس بن احمد منفرد ہیں اور اسی لئے اس کو طیبہ میں باب کے آخر میں بیان کیا ہے اور قِیلَ سے اس کے ضعیف ہونے کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے۔

سوال: سوسی کے لئے ہمزہ کا امالہ تیسیر میں بھی تو مذکور ہے پھر ضعیف کیوں ہے۔ جواب: تیسیر میں اس کا ذکر فائدہ کے کامل کرنے کیلئے ہے اس لئے نہیں کہ اس کا پڑھنا بھی صحیح ہے چنانچہ ساتھ ہی مجہول کے صیغہ سے اس کے ضعف کی طرف بھی اشارہ کیا ہے اور اس طرح فرمایا ہے کہ ابوشعیب سے بھی اسی طرح (نون کا فتح اور ہمزہ کا امالہ) نقل کیا گیا ہے اور دوسرے حضرات کیلئے یقین کا صیغہ لائے ہیں نیز مفردات میں دانی رحمہ اللہ نے اس کو اشارۃً بھی بیان نہیں کیا اور باقی تمام ناقلین تمام طرق سے سوسی کے لئے فتح ہی پر متفق ہیں۔

فائدہ: (۱) نَأیٰ میں را بھی نہیں ہے اور اس میں امالہ للامالہ بھی ہے اس لئے مناسب یہ تھا کہ اس کو شعر ۱۲ وَمَا بَعْدَ رَاءٍ سے پہلے بیان کرتے لیکن چونکہ رائی کلمات میں امالہ قوی ہے اس لئے اس قسم کو پہلے لے آئے (۲) وَهُمْ کے ذریعہ حمزہ اور کسائی اور سوسی کو دوبارہ لانے کی وجہ شعر ۱۹ کے فائدہ میں نمبر ایک کے ذیل میں درج ہو چکی ہے (۳) جعبری فرماتے ہیں کہ دانی نے تیسیر وغیرہ میں سوسی کے لئے نَأیٰ کا امالہ ہی بتایا ہے اور خلاف کا ذکر نہیں کیا حالانکہ سوسی سے فتح کے خلاف کوئی نص نہیں پائی جاتی (۴) نَأیٰ یائی ہے اور امالہ کے جو اسباب اہل عربیت کے یہاں زیادہ مستعمل ہیں وہ یہ چار ہیں: ۱ الف کا یا سے بدلا ہوا ہونا ۲ الف سے پہلے فتحہ کا بعض حالات میں کسرہ سے بدل جانا ۳ الف کا کسرہ سے یا یا سے قریب ہونا ۴ ایک امالہ کا دوسرے امالہ کے قریب ہونا۔

۳۱۳/۲۳۔ اِنَاهُ لَهُ شَافٍ وَقُلْ اَوْ كِلَاهُمَا ... شَفَا وَلِكَسْرٍ اَوْ لِيَاءٍ تَمَيَّلَا

ترجمہ: (ہشام۔ حمزہ اور کسائی کیلئے) اِنَاهُ (کا اضجاع) جو ہے اس کے لئے شافی (اور کافی دلیل) ہے (اور وہ یہ ہے کہ اس کا الف یا سے بدلا ہوا ہے) اور تو کہدے کہ (حمزہ اور کسائی کے لئے) اَوْ كِلَاهُمَا (اسراء ۲۳ کا اضجاع) جو ہے اس نے (بھی دلیل کے اعتبار سے) شفا دی ہے اور یہ (كِلَاهُمَا کا ف کے) کسرہ کی وجہ سے یا (لام کلمہ کی) یا کی وجہ سے امالہ والا ہو گیا ہے (یعنی اِنَاهُ اور كِلَاهُمَا دونوں کسرہ کے یا یا کے سبب امالہ والے ہو گئے ہیں)

شرح: یعنی اِنَاهُ (احزاب ۵۳) کے الف میں حمزہ اور کسائی کے ساتھ ہشام کے لئے بھی امالہ ہے اور ورش کے لئے ان کے قاعدہ کے موافق فتحہ اور تقلیل دونوں ہیں اور ہشام کی شرکت ہی کے سبب اس کو علیحدہ بیان کیا ہے اور اَوْ كِلَاهُمَا (اسراء ۲۳) کے الف میں حمزہ اور کسائی کے لئے امالہ ہے پھر اس امالہ کی توجیہ میں فرماتے ہیں کہ كِلَاهُمَا کا امالہ یا تو کاف کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسرہ کی وجہ سے ہے یا اس لئے ہے کہ لام کے بعد والا الف یا سے بدلا ہوا ہے اور گو اس میں انھیں دونوں کیلئے امالہ ہے اور نہ اس میں تخصیص ہے اور نہ موافقت یعنی نہ تو ان دونوں میں سے کسی نے اس کو مستثنیٰ کیا ہے اور نہ کوئی دو سرا ان کے ساتھ شریک ہوا ہے لیکن اس کو علیٰحدہ اس لئے بیان کیا ہے کہ اس میں اختلاف ہے بعض کی رائے پر تو یہ مذکورہ بالا قواعد میں داخل ہے اور اسی لئے تیسیر میں اس کو علیٰحدہ بیان نہیں کیا اور بعض کی رائے پر ان قواعد میں شامل نہیں ہے۔

فائدہ: (۱) کِلَا اور کِلْتَا دونوں بصریین کی رائے پر لفظاً واحد اور معنیً تثنیہ ہیں اور کِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا میں اٰتَتْ لفظ کے لحاظ سے مفرد آیا ہے اور اس کا الف بعض کے قول پر واو سے بدلا ہوا ہے اور اسی لئے قرآنوں میں الف کی صورت میں ہے اور اس صورت میں یہ باب کے شروع والی پانچ قسموں میں شامل نہیں ہے اسی لئے اس کو علیٰحدہ بیان کرنے اور یہ بتانے کی ضرورت پیش آئی کہ اس میں امالہ کا سبب کاف کا کسرہ ہے اور واو سے بدلے ہوئے الف میں قلیل طور پر اس کسرہ کے سبب بھی امالہ ہوتا ہے جو اصل کے لحاظ سے ہو جیسا کہ خَافَ میں ہے اور بعد والے متصل کسرہ کی بناء پر کثرت سے ہوتا ہے جیسے اَلدَّارِ۔ وَالنَّاسِ اور بعض کی رائے پر کِلَا کا الف یا سے بدلا ہوا ہے اس لئے کہ سیبویہ نے بیان کیا ہے کہ اگر کِلَا کو علم قرار دے کر اس کو تثنیہ بناتے ہیں تو کِلَيَانِ آتا ہے اور اس تقدیر پر یہ ان قسموں میں شامل ہے۔ رہا کِلْتَا سو وہ فِعْلَى کے وزن پر ہے کیونکہ یہ اصل میں کِلْوَى تھا پھر تُجَاهٌ کی طرح اس میں بھی واو کو تا سے بدل لیا اور اس کا الف بصریین کی رائے پر تانیث کا اور کوفیین کے قول پر تثنیہ کا ہے اس بناء پر کہ اس کا واحد کِلْتٌ ہے اور تا تانیث کی ہے اور یہی ظاہر تر ہے۔ اسی لئے دانی کی کتاب الامالہ میں ہے کہ کِلْتَا میں امالہ والوں کے لئے محض بھی جائز ہے اور تقلیل بھی لیکن عام قراء اور اہل ادا فتح پر ہیں۔ اور ابو الطیب اور ابن شریح کہتے ہیں کہ اسی پر اجماع ہے یعنی ان دونوں کے طرق سے کیونکہ ابو العلاءؒ نے اس میں صرف امالہ اور مکیؒ نے دونوں مذہبوں کی رو سے دونوں وجہ بتائی ہیں ملا علی قاری فرماتے ہیں چونکہ کوفیین کی رائے پر اس کا الف تثنیہ کیلئے ہے اس لئے اس مذہب کی رو سے امالہ کی وجہ ظاہر نہیں ہے اور ممکن ہے کہ مکیؒ نے دو مذہبوں سے حمزہ اور کسائیؒ کا اور ابو عمرو کا مذہب مراد لیا ہو چنانچہ اصفہانی نے تصریح بھی کی ہے کہ اس میں وقفاً حمزہ اور کسائیؒ کیلئے فتح اور ابو عمرو کیلئے تقلیل ہے کیونکہ یہ فِعْلَى کے وزن پر ہے پھر فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ اس میں ورش کیلئے بھی فتح اور تقلیل دونوں ہیں گو مکیؒ کے مذہب پر ان کیلئے رؤس آیات کے ماسوا میں صرف فتح ہے۔

اور اِنٰىهُ کے امالہ کی وجہ یہ ہے کہ اس کا الف یا سے بدلا ہوا ہے یہ اَنٰى۔ يَاْنِىْ۔ اِنَاءٌ سے ہے جس کے معنیٰ ہیں کھانا پکنے کا وقت آگیا (۲) چونکہ عرب عِمَادٌ اور كِتَابٌ کے الف میں بھی امالہ کرتے ہیں حالانکہ ان میں کسرہ اور الف کے درمیان فاصل ہے اس لئے رِئَاهُمَا میں بھی لام کا فاصلہ امالہ کے لئے مانع نہیں بنا۔

النحو والعربیہ:- ۳۰۹ بیت ۱۹ رَمَى کی تقدیر اِضْجَاعُ رَمَى ہے اور فی الاِسْرَا اسی مصدر مقدر کا ظرف ہے یا رَمَى مبتدا ہے اور صُحْبَةٌ بتقدیر مُمَالُ صُحْبَةٍ خبر ہے اور فی الاِسْرَا مُمَالٌ کا ظرف ہے ملا تَسَلَّا۔ تَحَبَّسَ اور تَثَبَّتَ کے معنیٰ میں ہے اور اس کا الف اطلاقی ہے اور یہ اِضْجَاعُ سِوًى وَّسُدًى کی خبر ہے یا الف تثنیہ کیلئے ہے اور یہ سِوًى اور سُدًى دونوں کی خبر ہے اور ابو شامہ رَمَى صُحْبَةٌ کو ایک جملہ قرار دے کر اَعْمَى سے دوسرا جملہ شروع کرتے ہیں اور تَسَبَّلَا کو قرآن کے تینوں کلمات کی خبر قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرے گمان میں تَسَبَّلَا۔ اُبِيْحَ کے معنیٰ میں ہے یعنی ان کے لئے امالہ مباح ہو گیا ہے چنانچہ سبعہ میں سے اور کسی کے لئے بھی اس میں امالہ محضہ جائز نہیں اور اس صورت میں یہ سُبِلَتِ الْمَاءُ نُتَسَبَّلُ سے ہوگا۔ بیت ۲۰ (۱) فِیْ یا تو نَادَ کے متعلق ہے یا اِضْجَاعُ مقدر کے جبکہ رَاءٌ کی تقدیر رَاِضْجَاعُ رَاءٍ قرار دیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲) شُعَرَائِهٖ کی ھا یا تو رَا کیلئے ہے یا تَرَآءَ کیلئے کیونکہ دونوں شعراء ہیں پس یہ غُلَامُ زَیْدٍ فِی دَارِہٖ کے قبیل سے ہے (۳) فِی الْاِسْرَا اِضْجَاعٍ مقدر کا ظرف ہے کیونکہ دَاعُوْنِی کی تقدیر وَاِضْجَاعُ اَعْمٰی ہے (۴) حُکْمٌ - مَحْکُوْمٌ کے معنیٰ میں ہے (۵) صُحْبَةً رِوَايَةً منصرف ہے تاکہ اصل کی طرف اشارہ ہو جائے کا اصل میں یہ عَلَم نہیں ہے (۶) اَوَّلًا جعبری کی رائے پر اَعْمٰی سے حال ہے اسی مُتَقَدِّمًا اور علی قاری کی رائے پر اَلْوَجْہُ مقدر کا مفعول فیہ ہے۔ پہلی صورت میں اس کا الف اطلاقی اور دوسری تقدیر پر تنوین سے بدلا ہوا ہوگا۔ ۳۱۲/۲۱ ۱ یا جارہ فِی کے معنیٰ میں ہے ۲ چونکہ یہاں ہود میں عجمہ کے ساتھ تانیث اور علمیت بھی جمع ہے اس لئے اس کا غیر منصرف پڑھنا واجب ہے اور قَوْمِ هُوْدٍ اور اَخَاهُمْ هُوْدًا میں چونکہ وہ تانیث نہیں ہے جو سورۃ کا نام ہونے کی تقدیر پر تھی اس لئے ان موقعوں میں منصرف ہے ۳ اُنْزِلَا کا الف اطلاقی ہے۔ ۳۱۲/۲۲ ۱ نَا کی تقدیر اِضْجَاعُ هَمْزَةِ نَا ہے اور بِاخْتِلَافٍ کی با اسی مصدرِ مقدر کے متعلق ہے ۲ شَرْعٌ يُمْنٍ اصل میں شَرْعٌ مَيْمُوْنٌ تھا ۳ وَشُعْبَةُ وَهُمْ مبتدا ہے اور اس کی خبر مقدر ہے ای اِمَالَةَ نَا لَهُمْ شَرْعٌ يُمْنٍ ۴ ضَوْءُ سَنًا کے دونوں لفظ ہم معنیٰ ہیں اور اضافت یا تو مبالغہ کی بناء پر ہے یا لفظی جدائی کی بناء پر اور بعض کی رائے پر ضَوْء اور ضِیَاء نہایت کامل اور نُوْر اس سے کم اور سَنًا اس سے بھی کم روشنی کو کہتے ہیں اور دلیل جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا (یونس ع) اور يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ (نور ع) ہے اور مبالغہ کی تقدیر پر یہ کَجُلْمُوْدِ صَخْرٍ حَطَّهُ السَّيْلُ مِنْ عَلِ کے قبیل سے ہوگا کہ اس میں جُلْمُوْد اور صَخْر دونوں پتھر کے معنیٰ میں ہیں اور ضَوْءُ سَنًا رفع کی صورت میں تو وَالنُّوْنُ کی خبر ہے اور تَلَا مستانفہ ہے لیکن تا کا رمز ہونا یہ چاہتا ہے کہ اس کو مستانفہ نہ کہا جائے بلکہ دوسری خبر قرار دیا جائے اور نصب کی تقدیر پر ضَوْءَ - تَلَا کا مفعول ہے اور تَلَا - وَالنُّوْنُ کی خبر ہے۔

۳۱۳/۲۲ تَمَيَّلَا کا الف اکثر شارحین کے قول پر تو اطلاقیہ ہے اور ضمیر كِلَا کے لئے ہے اور بعض کی رائے پر تثنیہ کا ہے اور ضمیر اِنْشَاهُ اور كِلَا دونوں کے لئے ہے۔ لیکن چونکہ اس تقدیر پر اِنْشَاهُ میں بلا ضرورت سببِ قریب (یا) کے ہوتے ہوئے سببِ بعید (کسرۂ منفصلہ) کا اعتبار کرنا لازم آتا ہے۔ اس لئے الف کا تثنیہ کے لئے ہونا اولیٰ نہیں اور گو كِلَاهُمَا میں بھی کسرۂ منفصلہ کا اعتبار ہے لیکن وہ ضرورت کی بناء پر ہے کیونکہ اس میں الف کا یا سے بدلا ہوا ہونا اختلاف کے سبب قوی نہیں۔

ورش کی تقلیل کا قاعدہ

۳۱۴/۲۲ - وَذُوالرَّاءِ وَرْشٌ بَيْنَ بَيْنَ وَفِيْ اَرَاىٰ (ص) كَهُمْ وَذَوَاتُ الْيَا لَهُ الْخُلْفُ جُمِّلَا مُجِّلَا نسخہ

ترجمہ:- اور (یائی کلمات کا) را والا (الف) جو ہے ورش نے (اس کو ایسے امالہ سے پڑھا ہے جو فتح کے) درمیان (ہے اور امالۂ محضہ کے) درمیان (ہے) اور (رائی کلمات میں سے) اَرٰىكَهُمْ (انفال ع ۵ میں) اور ز غیر رائی میں سے) یا والے (تمام الفات) میں ان (ورش) کیلئے خلاف (توجیہ کے ذریعہ) خوبصورت بنا دیا گیا ہے (یا ان کیلئے ان ذوات الیاء میں سے ہر ایک خلف کی زینت دیا گیا ہے یا ان کیلئے خلف یعنی اس سے ظاہر ہونے والی دونوں وجوہ روایت کی گئی ہیں۔ پس اَرٰى اور الثَّرٰى اور اَسْرٰى جیسے رائی کلمات میں تو ان کے لئے صرف تقلیل ہے۔ عام ہے کہ گیارہ سورتوں کی آیات کے آخر میں ہوں جن کو رؤسِ آیات کہتے ہیں یا درمیان میں ہوں یا ان کے علاوہ اور سورتوں میں ہوں خواہ کسی جگہ ہوں اور رائی میں سے اَرٰىكَهُمْ (انفال ع ۵) میں اور مُوْسٰى اور فَتَلَقّٰى جیسے تمام یائی غیر رائی کلمات میں جبکہ وہ رؤسِ آیات میں نہ ہوں

ے یہ ترجمہ جُمِّلَا (حا کے ساتھ) والے نسخہ پر ہے - ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فتح اور تقلیل دونوں ہیں اور رؤسِ آیات کا حکم آئندہ شعر میں آرہا ہے)

(ص)

۳۱۵ / ۲۵ - وَلٰكِنْ رُءُوسُ الْآيِ قَدْ قَلَّ فَتْحُهَا　　لَهُ غَيْرَ مَا هَا فِيهِ فَاحْضُرْ مُكَمَّلَا

ترجمہ - لیکن رؤسِ آیات (کے الفات) جو ہیں (عام ہے کہ واوی ہوں جیسے وَالضُّحٰی اور سَجٰی یا یائی ہوں جیسے لِتَشْقٰی۔ یَخْشٰی) ان کا فتح ان (ورش) کیلئے (تقلیل کے سبب پورے فتح سے) کم ہوگیا ہے (یعنی رؤسِ آیات میں صرف تقلیل ہے نہ کہ دونوں وجوہ) سوائے اس (آیت) کے جس (کے آخر) میں ھا ہو (عام ہے کہ واوی ہو جیسے دَحٰہَا۔ تَلٰہَا۔ طَحٰہَا خواہ یائی جیسے جَلّٰہَا کہ اس میں دونوں وجوہ ہیں لیکن ذِکْرٰہَا نٰزعٰت میں رائی ہونے کی بناء پر صرف تقلیل ہے) پس تو (ان مسائل کے سمجھنے اور ان کی تحقیق کرنے کے لئے علم کی مجالس میں) کمّل ہونے کی حالت میں (اور پوری توجہ سے بدن اور دل دونوں سمیت) حاضر ہو (یا تو پوری حضوری سے حاضر ہو یا کمّل اور ماہر عالم یا کامل بنا دینے والے معلّم کے پاس حاضر ہو تب پورا پتہ لگے گا اور نشر کی رو سے اولیٰ یہ ہے کہ اس شعر کا ترجمہ اس طرح کیا جائے اور لیکن رؤسِ آیات جو ہیں ان کا فتح ان ورش کیلئے قلیل ہوگیا ہے یعنی رؤسِ آیات میں فتح کم حضرات کا اور تقلیل زیادہ ناقلین کا مذہب ہے سوائے اس آیت کے سرے کے جس میں ھا ہو کہ اس میں اس کا عکس ہے یعنی فتح اکثر کا اور تقلیل کم ناقلین کا مذہب ہے لٰخ اس قول کی رو سے رؤسِ آیات غیر رائی میں بھی دونوں وجوہ ہوں گی۔ رہیں رائی آیات سو ان میں صرف تقلیل ہے جیسا کہ غیر آیات کے رائی میں بھی فقط تقلیل ہے لیکن اَرٰىكَهُمْ میں دونوں وجوہ ہیں)۔

تشریح: ان دو شعروں میں ورش کے امالہ کا قاعدہ بیان کیا ہے اور ان کے مذہب پر امالہ والے کلمات کی پانچ قسمیں کردی ہیں جن میں سے تین پہلے شعر میں ہیں اور دو دوسرے میں اور یہ واضح رہے کہ ورش کیلئے صرف طٰہٰ کی ھا میں امالہ محضہ ہے جیسا کہ یونس ۱۲ میں آئے گا اس کے علاوہ سب جگہ بین بین ہی ہے وہ پانچ قسمیں یہ ہیں: اوّل اَرٰىكَهُمْ (انفال ع۵) کے سوا وہ یائی کلمات جن میں الف سے پہلے را ہو جیسے یَرٰی۔ تَرٰی۔ اَرٰىهُ۔ نَرٰىهَا۔ اِفْتَرٰىهُ وغیرہ جن میں سے ایک کو ذوالرا اور کئی کو ذوات الرا کہتے ہیں اور یہ قسم وہی ہے جو شعر ۱۲ میں بیان ہوچکی ہے جس میں حمزہ اور کسائی کے ساتھ ابوعمرو کیلئے بھی امالہ محضہ ہے عام ہے کہ یہ کلمات ان گیارہ سورتوں کی رؤسِ آیات میں ہوں جو شعر ۱۶ تا ۱۸ میں بیان ہوچکی ہیں۔ نیز ان میں امالہ والے الف کے بعد ھا ہو جو صرف ذِكْرٰىهَا نٰزعٰت میں ہے یا نہ ہو جیسے اُخْرٰی۔ اَلْكُبْرٰی۔ یُسْرٰی۔ اَلذِّكْرٰی یا رؤسِ آیات کے علاوہ دوسرے موقعوں میں ہوں جیسے اِفْتَرٰی۔ فَتَرٰىهُ۔ سُكٰرٰی۔ اُسٰرٰی وغیرہ دوم وہ یائی کلمات جن میں الف سے پہلے را نہ ہو جن میں سے ایک کو ذوالیا اور کئی کو ذوات الیا کہتے ہیں اور یہ کلمات رؤسِ آیات میں ہوں اور الف کے بعد ھا نہ ہو جیسے اَلْحُسْنٰی۔ یٰمُوْسٰی۔ طُوًی۔ سَطٰی۔ فَاَدْعٰی ان دونوں قسموں میں صرف امالہ بین بین ہے ان میں سے پہلی قسم شعر ۲۴ کے اور دوسری شعر ۲۵ کے شروع میں مذکور ہے۔ اور اسی طرح رَاٰی کے دونوں حرفوں (را اور ہمزہ) میں بھی ہر جگہ صرف تقلیل ہے عام ہے کہ اس کے بعد متحرک حرف ہو جیسے رَاٰ كَوْكَبًا۔ رَاٰهُ۔ رَاٰكَ۔ رَاٰهَا یا ساکن منفصل ہو اور رَاٰ پر وقف کردیا جائے جیسے رَاَ الْقَمَرَ کیونکہ اس میں فتحہ کسی نے بھی نقل نہیں کیا جیسا کہ انعام ۱۵ تا ۱۷ میں آئے گا۔ سوم رائی کلمات میں سے اَرٰىكَهُمْ (انفال ع۵) چہارم وہ یائی (غیر رائی) کلمات جو رؤسِ آیات میں نہ ہوں جیسے فَاَحْيَاكُمْ۔ ثُمَّ اسْتَوٰی۔ نَسْوٰىهُنَّ۔ وَنَا پنجم وہ رؤسِ آیات جن میں الف کے بعد ھا ہو اور الف سے پہلے را نہ ہو۔ عام ہے کہ واوی ہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جیسے دَحٰھَا وغیرہ خواہ یائی جیسے بَنٰھَا۔ فَسَوّٰھَا ان تینوں قسموں میں فتح اور امالہ بین بین دونوں ہیں ان میں سے تیسری اور چوتھی قسم شعر ۲۴ کے اور پانچویں قسم شعر ۲۵ کے آخر میں مذکور ہے اور یہ پانچوں قسمیں انھیں چھ ۶ قسموں میں سے کسی ایک قسم میں داخل ہیں جن میں سے پانچ اسی باب کے شعر ۱ تا ۷ میں اور چھٹی شعر ۱۶ تا ۱۸ میں بیان ہوئی ہیں۔ خلاصہ: یہ کہ کلمہ کے آخر کا جو الف یا سے بدلا ہوا ہو یا یا کی شکل میں ہو یا تثنیہ اور جمع میں یا سے بدل جاتا ہو گو وہ اصل کے اعتبار سے واو سے بدلا ہوا ہو اور الف ہی کی صورت میں ہو جیسا کہ دُنْیَا اور عُلْیَا میں ہے ان تینوں طرح کے الفات میں سے جن میں حمزہ اور کسائی دونوں نے یا ان کے ساتھ کسی اور نے بھی یا صرف کسائی نے یا کسائی کے دوری نے امالہ کیا ہے ان سب میں ورش کیلئے تقلیل ہے رائی میں اور بغیر ھا والے رؤسِ آیات میں بلاخلاف اور رائی میں سے اَرٰىكَهُمْ میں اور یائی غیر رائی میں اور ھا والے رؤسِ آیات میں خلاف کے ساتھ لیکن چار کلمات (مَرْضَاتِ ۔ اَلرِّبٰوا ۔ رِءْیَا ۔ كِلٰهُمَا اسراع كَمِشْكٰوةٍ نورع) میں کسائی کے دوری کے لئے تو امالہ ہے لیکن ورش کیلئے ان میں صرف فتح ہے۔

فائدہ ۱ (۱) دانی نے سوم میں تقلیل ابن خاقان اور ابوالحسن سے اور فتح ابوالفتح سے اور چہارم اور پنجم میں تقلیل ابن خاقان اور ابوالفتح سے اور فتح ابوالحسن سے پڑھا ہے اور تیسیر میں پہلی دو ۲ قسموں کی طرح سوم و چہارم میں بھی صرف تقلیل اور پنجم میں نَزَعٰتِ اور شمس میں صرف فتح درج ہے حالانکہ ورش کی روایت کا طریق ابن خاقان سے ہے اور ان سے پنجم میں تقلیل ہے اس لئے مناسب یہ تھا کہ اس میں تقلیل ہی بیان کرتے اور جامع البیان میں چہارم میں دونوں وجوہ ہیں اور نشر میں دونوں کو صحیح بتایا ہے (۲) ورش کی قراءۃ میں تقلیل کے لئے کلمہ کا فِعْلٰی کے وزن پر ہونا شرط نہیں بلکہ ہر وزن میں کرتے ہیں اور یہ شرط صرف ابوعمرو کی قراءۃ میں ہے (۳) اَرٰىكَهُمْ میں تقلیل اس لئے ہے کہ یہ کلیہ قاعدہ میں داخل ہے اور فتح اس لئے ہے کہ الف کلمہ کے آخر سے تین حروف کے فاصلہ پر ہے اور گو اَرٰىكُمْ اور هَدٰىكَ میں بھی بالکل آخر میں نہیں ہے لیکن ان میں الف کے بعد تین حرف نہیں ہیں اور تقلیل کی ایک وجہ جانبِ ارجح یعنی اصل کی رعایت بھی ہے اور رائی میں دونوں وجوہ دونوں لغات کے جمع کرنے کے لئے ہیں اور رؤسِ آیات میں صرف تقلیل اس لئے ہے کہ امالہ کے قبول کرنے والے تمام الفات کا تلفظ یکساں ہو جائے یعنی یائی آیات میں تو صرف تقلیل تھی ہی ان کی موافقت کے لئے اوروں میں بھی یہی ایک وجہ جاری کر دی اور ھا والی آیات میں خلاف اس لئے ہے کہ بغیر ھا والی آیات میں جو صرف امالہ تھا وہ موافقت اور یکسانی کے لئے تھا اور ضُحٰهَا وغیرہ میں پہلا الف اصطلاحی کلمہ کے آخر میں نہیں ہے تاکہ اس کے امالہ سے یکسانی حاصل ہو جائے بلکہ ان میں تو مشاکلت اور یکسانی پہلے ہی سے ہے اس لئے کہ سب کے آخر میں مؤنث کی ضمیر ھا ہے پس جب امالہ کے سبب مشاکلت حاصل نہیں ہوئی تو یہ کلمات آیات کے درمیان والے یائی کلمات کی طرح ہو گئے اور ان میں بھی انھیں کی طرح دونوں وجوہ جاری کر دیں اور جو وَالضُّحٰى کی طرح ضُحٰهَا وغیرہ ھا والی آیات میں بھی امالہ کرتے ہیں وہ اس لئے کرتے ہیں کہ امالہ اور ھا دونوں میں موافقت ہو کر پورے درجہ کی یکسانی حاصل ہو جائے یعنی درمیان میں امالہ سے اور آخر میں ھا سے۔

فائدہ ۲ (۱) نشر کی رو سے رائی کلمات کے علاوہ تمام یائی کلمات میں ازرق سے ورش کیلئے پانچ مذہب ہیں ۱ سب میں صرف امالہ رؤسِ آیات ہوں یا ان کے علاوہ ہوں نیز رؤسِ آیات میں تانیث کی ھا ہو یا نہ ہو ۲ سب میں فتح ۳ صرف ان رؤسِ آیات میں تقلیل جن میں ھا نہ ہو باقی سب میں فتح ان میں سے نمبر ایک عنوان کے مصنف ابوطاہر اور ان کے شیخ کا اور دانی کے شیوخ ابوالفتح اور ابن خاقان کا اور نمبر دو تجرید کے مصنف ابوالقاسم بن الفحام کا اور نمبر تین دانی کے شیخ ابوالحسن کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی اور جمہور اہل مغرب کا مذہب ہے کہ صرف ھا والے رؤس آیات میں فتح باقی سب میں تقلیل یہ تیسیر اور مفردات میں دانی کا مذہب ہے جوان کے شیوخ کے ان دو مذہبوں سے مرکب ہے جو ابھی نمبر ایک اور تین میں درج ہوئے ہیں چنانچہ ھا والی آیات کا فتح نمبر تین سے اور باقی کی تقلیل نمبر ایک سے لی ہے ۵ سب قسموں میں فتح اور تقلیل دونوں لیکن رؤس آیات میں سے ھا والوں میں تقلیل کم اور فتح اکثر ہے اور بغیر ھا والوں میں تقلیل اکثر اور فتح کم ہے اور یہ پہلے تین مذہبوں سے مرکب ہے اور فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک شاطبی کے کلام (شعر ۲۴ و ۲۵) کا یہی مطلب لینا اولیٰ ہے اس دلیل کی بنا پر جو میں نے اس مقام کے علاوہ دوسرے موقع میں بیان کی ہے چنانچہ شعر ۲۵ کے دوسرے ترجمہ میں اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے رہے رائی کلمات سوان میں سے صرف اراکھم میں دونو وجوہ ہیں اور باقی میں صرف تقلیل ہے رؤس میں ہوں خواہ غیر رؤس میں۔ اور جو حضرات رؤس آیات میں امالہ کرتے ہیں وہ ان کے واوی اور یائی ہونے کا کوئی فرق نہیں کرتے صرف کی کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تقلیل یائی کلمات ہی میں ہے اور ممکن ہے کہ یائی سے مراد وہ الف ہوں جو یا کی شکل میں ہیں (۲) ان پانچ میں سے دوسرا مذہب التفات کے لائق نہیں کیونکہ اس میں صاحب تجرید منفرد ہیں اور پانچواں بھی زیادہ قوی نہیں ہے اسی لئے محقق رحمہ اللہ نے طیبہ میں اس کو نہیں لیا اور عمل اسی تفصیل پر ہے جو شرح میں پانچوں قسموں میں درج ہو چکی ہے۔

فائدہ ۳ (۱) ابوشامہ فرماتے ہیں کہ امالۂ بین بین کی کیفیت یہ ہے کہ وہ فتح اور امالۂ محضہ کے درمیان ہوتا ہے کہ نہ خالص فتح ہی ہوتا ہے اور نہ بالکل محضہ جیسا کہ تسہیل والا ہمزہ بھی ہمزہ اور مد کے درمیان ہوتا ہے کہ نہ تو خالص ہمزہ ہی رہتا ہے اور نہ بالکل مدہ بنتا ہے اور بہت سے حضرات جن کی قراءۃ ہم نے خود بھی سنی ہے اور دوسروں سے بھی پتہ چلا ہے۔ امالۂ بین بین کو بالکل محضہ کی طرح ادا کرتے ہیں صرف اتنا فرق کرتے ہیں کہ محضہ کی آواز نیچی اور بین بین کی ذرا اونچی کر دیتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ آواز کو نیچا اور اونچا کرنے سے حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور مقصود یہی ہے کہ محضہ اور بین بین کی حقیقت ایک دوسرے سے بالکل ممتاز ہو جائے۔ پس امالۂ بین بین کی آواز (تقریباً) باریک رائی آواز کی طرح ہوتی ہے اور اسی لئے فن کے علماء راکے باریک ہونے کو بین بین سے تعبیر کر دیتے ہیں اور یہ دلیل ہے اس پر کہ ہم نے جو دونوں کی آواز کو (تقریباً) یکساں بتایا ہے وہ صحیح ہے گو اس کی توضیح کے لئے کسی دلیل کی حاجت نہیں ہے چنانچہ تیسیر میں بھی دونوں کو بین اللفظین سے تعبیر کیا ہے (ملاحظہ ہو تیسیر صلہ ۱۴ و ۴۶ اور تحبیر باب سترہ ۱۷ و انیس ۱۹) جس سے نکل آیا کہ ان کی رائے پر بھی دونوں کی حقیقت ایک ہی ہے۔ اور کتاب الامالہ میں دانی نے اور ان سے پہلے ابوالطیب نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔ ابن مہران سے منقول ہے کہ خلف فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن زیاد فراء نحوی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ عاصم کی قراءۃ میں فتح اور حمزہ کی قراءۃ میں کسرہ (امالہ) زیادہ ہے اور مجھے وہ قراءۃ زیادہ پسند ہے جو ان دونوں کے درمیان ہو خلف نے ان سے کہا کہ یہ کس شے ہو سکتا ہے انہوں نے جواب دیا مناسب یہ ہے کہ قراءۃ فتح اور کسرہ کے درمیان اسی طرح ہو جس طرح ابوعمرو رحمہ اللہ کی قراءۃ ہے اور جو لوگ اس کو ترک کرتے ہیں وہ اسی لئے کرتے ہیں کہ اس کے مشکل ہونے کے سبب اس کو ادا نہیں کر سکتے ابوشامہ فرماتے ہیں کہ فراء نے درست فرمایا اور اس کے دشوار ہونے ہی کی بنا پر اکثر لوگ اس کو امالۂ محضہ کی طرح ادا کرتے ہیں اور دونوں میں آواز کی اونچائی اور نیچائی سے فرق کرتے ہیں جو غلط ہے اور ذکریٰ جیسی مثالوں کی را میں امالۂ بین بین کی حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ تقلیل کا صحیح ادا کرنا بہت مشکل ہے جو ماہر شیخ سے سیکھنے اور مشق کرنے پر موقوف ہے (۲) تَتْرَا ذوالراء نہیں ہے کیونکہ اس کی را فاکلمہ ہے اسی لئے اس میں ورش کیلئے تقلیل نہیں لیکن چونکہ ناظم نے باب کے شروع میں اور یہاں الالہ والے الف کے طرف میں ہونے کی قید بیان نہیں کی اس لئے شبہ ہو سکتا ہے کہ تَتْرَا بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذوات الرا میں ہے (۳) اَرٰىكَهُمْ میں فتح اہل مصر کی روایت ہے اور پانچ قسموں میں سے چوتھی قسم میں نشر و ابراز کی رو سے دونوں وجوہ صحیح ہیں لیکن تقلیل صحیح تر اور اکثر کا مذہب ہے تیسیر میں صلاہ پر ہے کہ یہ تقلیل وہ ہے جس کے خلاف ورش سے کوئی نص نہیں پائی جاتی اور دوسرے مقام میں فرمایا ہے کہ یہی وہ صحیح وجہ ہے جس کو روایت اور تلاوت کے اعتبار سے لیا جاتا ہے (۴) ابوشامہ فرماتے ہیں کہ میں نے دانی کی کتاب الامالہ میں واوی کلمات کے باب کو بھی دیکھا اور اس کو بھی جس میں ان کلمات کا بیان ہے جن کے آخر میں الف مقصورہ ہے عام ہے کہ ان کے پہلے حرف پر زبر ہو جیسے فَتْهَا خواہ زیر ہو جیسے اَلرِّبٰی خواہ پیش ہو جیسے اَلضُّحٰى تو ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ جن رؤس آیات کے آخر میں ھَا نہیں ہے جیسے هَوٰى اور قُوٰى ان میں تو رائی کلمات کی طرح صرف تقلیل ہے اور جن رؤس آیات میں ھَا ہے جیسے تَغْشٰهَا جَلّٰهَا وغیرہ ان میں غیر رؤس آیات کے یائی کلمات کی طرح دونوں وجوہ ہیں لیکن تیسیر سے یہ مطلب نکالنا مشکل ہے کیونکہ اس میں پہلے تو ذوات الیا اور ذوات الرا میں ورش کا مذہب بیان کیا ہے اس کے بعد ایک فصل میں کسائی کے مخصوص امالے لائے ہیں جن میں چار واوی کلمات (دَحٰهَا۔ تَلٰهَا اور طَحٰهَا اور سَجٰى) بھی ہیں اور مَرْضَاتِ بھی ہے پھر اسی فصل میں حمزہ اور کسائی کے متفق علیہ امالہ بیان کئے ہیں جن میں كِلٰهُمَا بھی ہے اور اس کے بعد یہ جملہ ہے کہ ذوات الیا کے بارہ میں ورش کا مذہب اوپر بیان ہو چکا ہے اور اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ۱ اس فصل کے تمام کلمات میں ورش کیلئے وہی تقلیل ہے جو ذوات الیا میں ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ان کیلئے كِلٰهُمَا اور مَرْضَاتِ میں بھی تقلیل جائز ہو جو واقع کے خلاف ہے اس لئے کہ دانی نے کتاب الامالہ میں ان دونوں میں ورش کیلئے امالہ بیان نہیں کیا ۲ یہ کہ اس فصل میں سے صرف یائی کلمات میں امالہ ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ رؤس آیات کے واوی کلمات میں ان کیلئے امالہ نہ ہو حالانکہ کتاب الامالہ میں دانی نے ان میں بھی امالہ بتایا ہے پھر ایک فصل میں کسائی کے دوری کے مخصوص امالہ بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ باقین کے لئے ان سب میں فتح ہے۔ لیکن ان میں سے رُءْيَاكَ میں ورش اور ابو عمرو کیلئے ان کے قاعدہ کے موافق امالہ بین بین ہے اور هُدَایَ۔ مَحْيَايَ۔ مَثْوَايَ کو مستثنیٰ نہیں کیا حالانکہ ان میں بھی ورش کے لئے تقلیل ہے اور جب صورتِ حال یہ ہے تو عمل اسی پر کرنا چاہئے جو دانی کی کتاب الامالہ میں ہے کیونکہ اس میں ورش کا مذہب ہر فصل اور ہر باب اور ہر حرف میں جدا جدا تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اسی طرح اَلدُّنْيَا اور اَلْعُلْيَا نہ تو اصل کے لحاظ سے یائی ہیں اور نہ رسم کے اعتبار سے بلکہ الحاق کی رو سے یائی ہیں کیونکہ فُعْلٰى کے وزن پر ہیں اور ان کا الف تانیث کے لئے ہے جو تثنیہ اور جمع میں یا سے بدل جاتا ہے پس شعر ۲۴ و ۲۵ دونوں اس قصیدہ کے مشکل اشعار میں سے ہیں جن سے ورش کے مذہب کا نکالنا دشوار ہے بالخصوص جبکہ یہ بات بھی پیشِ نظر ہو کہ صرف تقلیل والی اور فتح اور تقلیل دونوں وجوہ والی قسمیں جدا جدا معلوم ہو جائیں ہاں اگر یائی کو عام کردیں کہ اصل کے اعتبار سے یائی ہوں خواہ رسم کے لحاظ سے یا الحاق کی رو سے تو پھر ان کے بہت سے امالہ ذوات الیا میں شامل ہو جائیں گے۔ رہے واوی کلمات سو ان میں تقلیل اس لئے ہے کہ وہ رؤس آیات میں سے ہیں جن کا بیان نمبر ۲ میں آرہا ہے۔

(۵) اَلرِّبٰوا میں دانی کی کتاب الامالہ سے تو ورش کیلئے تقلیل نکلتی ہے لیکن انھیں کی ایجاز البیان میں تصریح ہے کہ جو کلمات بھی واوی ہوں اسم ہوں خواہ فعل (پھر وہ کلمات بتائے ہیں جن میں اَلرِّبٰوا بھی ہے) ان سب میں ورش کے لئے خالص فتح ہے لیکن اگر یہ گیارہ سورتوں کی آیتوں کے آخر میں ہوں تو پھر ان میں تقلیل ہے (۶) ایجاز البیان میں ہے کہ رؤس آیات واوی ہوں خواہ یائی سب کا ایک ہی حکم ہے۔

فائدہ ۴ (۱) سخاوی دوسرے حضرات کی پیروی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان ھَا والی آیات کی تین قسمیں ہیں ۱ وہ جن میں الف سے پہلے را ہو جو حرف ذِكْرٰهَا (نزعت) میں ہے یہ تو وَذُو الرَّاءِ وَرْشٌ الخ میں شامل ہے اور اس میں ورش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقلیل ہے ۲ وہ جن کا الف واو سے بدلا ہوا ہو جیسے تَتْلُهَا اس میں صرف فتحہ ہے ۳ وہ جن کا الف یاء سے بدلا ہوا ہو ان میں دونوں وجوہ ہیں۔ نشر میں ہے کہ یہ سخاوی کا تفقہ (عقلی فیصلہ) ہے جس کی نقل سے تائید نہیں ہوتی۔ اور حق یہ ہے کہ ھا والے غیر رائی کلمات واوی ہوں خواہ یائی سب میں دو وجہ ہیں پس واوی میں محض فتح کا قائل ہونا صحیح نہیں اور ابو شامہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک واوی اور یائی دونوں کا حکم یکساں ہے۔ دانی کی کتاب الامالہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ھا والی آیات میں مجھے ابوالحسن نے فتح اور ابوالقاسم خلف بن خاقان اور ابوالفتح نے امالہ بین بین پڑھایا ہے (اور اس میں واوی اور یائی میں کوئی فرق نہیں کیا) (۲) فَلَمْحْضُرْ مُكَمَّلًا میں کمال سے شرعی اور عادی کمال مراد ہے ورنہ حقیقی اور مطلق کمال تو حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہی کی ذات میں پایا جاتا ہے اور یہ اس لئے فرمادیا کہ یہاں ورش کے مذہب کا سمجھنا قدرے دشوار ہے اس لئے اس میں خوب کوشش کرو اور بحث کرو اور ماہر عالم کے سمجھانے کے وقت پوری توجہ اور پورے دھیان سے سنو (ابراز) (۳) چونکہ رؤس آیات کو مختلف والی قسموں میں سے مستثنیٰ کیا ہے اس لئے ان میں صرف ایک وجہ یعنی تقلیل نکل آئی پھر ھا والی آیات کو انھیں ایک وجہ والی رؤس میں سے مستثنیٰ کیا ہے اس لئے ھا والی آیات پھر خلف والی قسموں میں داخل ہوگئیں (۴) قَلَّ فَتْحُهُ سے تقلیل مراد ہے کیونکہ جب فتحہ میں کسرہ کا کچھ حصہ مل گیا تو وہ پورا فتحہ نہیں رہا بلکہ قلیل ہوگیا اور اسی کا نام تقلیل ہے اور دوسرے موقعوں میں اس کے بیان کرنے کیلئے فعل متعدی قَلَّلَ یا قُلِّلَ یا تقلیل لائے ہیں پس معنیٰ یہ ہیں کہ ورش نے رؤس آیات کو تھوڑا فتحہ دیا ہے یا امالہ کے سبب فتح پورے فتح سے کم ہوگیا ہے اور بعض کے قول پر معنیٰ یہ ہیں کہ فتح والی وجہ کم لوگوں سے منقول ہے اور اس سے نکل آیا کہ رؤس آیات میں تقلیل کی وجہ زیادہ ناقلین سے ہے لیکن یہ مطلب نقل اور تعلیل کی رو سے ضعیف ہے (۵) ابن مہران کی جو تقریر تیسرے فائدہ کے نمبر ایک کے ذیل میں درج کی گئی ہے اس سے یہ نکلتا ہے کہ جو مسائل ادا سے تعلق رکھتے ہیں وہ متواتر نہیں ہیں جیسا کہ ابو شامہ نے اصول فقہ میں تصریح کی ہے (قاری)

فائدہ ۵ ابو شامہ نے تمام قسموں کے جمع کرنے اور مطلب کو آسان کرنے کی غرض سے ان دونوں شعروں کو اس طرح بدل دیا ہے

وَذُو الرَّاءِ وَرْشٌ بَيْنَ بَيْنَ وَفِي أُرُو ... سِ الْآيِ سِوَى الَّتِي بِهَا هَا تَحَمَّلَا
بِهَا وَارِدُهُمْ وَذِي الْيَا خِلَافُهُمْ ... كِلَا وَالرِّبَوا مَرْضَاتِ مِشْكَوٰةَ اُهْمِلَا

ان دو شعروں میں چھ قسمیں بیان کی ہیں اول وہ دو قسمیں ہیں جن میں صرف تقلیل ہے پھر وہ تین قسمیں ہیں جن میں فتح اور تقلیل دونوں ہیں پھر وہ چار کلمے ہیں جن میں صرف فتح ہے اور تقلیل ناجائز ہے۔

تنبیہ:۔ چونکہ ورش کیلئے بدل اور یائی اور بدل۔ لین کے اور بدل۔ یائی۔ لین تینوں کے جمع ہونے کی صورتیں بہت سی وجوہ پیدا ہو جاتی ہیں جن میں سے بعض صحیح ہیں اور بعض غیر صحیح اس لئے ان کی تفصیل درج کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کے جمع ہونے کی بارہ ۱۲ صورتیں ہیں۔ چھ ۶ دو دو کے جمع ہونے کی اور چھ ۶ تین تین کے جمع ہونے کی۔ پہلی قسم: دو دو کے جمع ہونے کی چھ ۶ صورتیں یہ ہیں: اول بدل۔ یائی جیسے وَ إِذْ تَأَذَّنَ ... (ابراہیم ع) اس میں عقلاً چھ ۶ وجوہ ہیں یعنی بدل کے طول و توسط و قصر تینوں میں سے ہر ایک پر یائی کی دو دو ۲ فتح اور تقلیل اور صحیح چار ہیں۔ بدل کے قصر پر یائی میں صرف فتح اور بدل کے توسط پر یائی میں صرف تقلیل۔ بدل کے طول پر یائی میں فتح اور تقلیل دونوں (اور قصر کے ساتھ تقلیل کسی طریق سے بھی درست نہیں اور توسط کے ساتھ فتح نشر کے طریق سے تو صحیح ہے لیکن نظم کے طریق سے صحیح نہیں) دوم یائی۔ بدل جیسے فَتَلَقَّىٰ آدَمُ (البقرۃ ع)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس میں بھی عقلی چھ ہیں یعنی یائی کی دونوں پر بدل کی تین تین لیکن چار صحیح ہیں۔ یائی (فَتَلَقّٰی) کے فتح پر دو یعنی بدل (اٰدَمُ) میں قصر و طول۔ یائی کی تقلیل پر بھی دو بدل میں توسط اور طول (اور تقلیل کے ساتھ قصر کسی طریق سے بھی درست نہیں اور فتح کے ساتھ توسط نشر کے طریق سے صحیح نہیں گو نشر کے طرق سے درست ہے) سوم بدل۔ لین جیسے اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا (بقرہ ع) اس میں بھی عقلاً چھ ہیں یعنی بدل کی تینوں میں سے ہر ایک پر لین کی دو دو لیکن صحیح چار ہیں۔ بدل کے قصر اور توسط دونوں پر لین میں صرف توسط۔ بدل کے طول پر لین میں توسط اور طول دونوں (اور بدل کے قصر و توسط دونوں کے ساتھ لین میں طول یہ دو صحیح نہیں) چہارم لین۔ بدل جیسے اَفَلَمْ یَایْـَٔسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا (رعد ع) اس میں بھی عقلاً چھ ہیں یعنی لین کے توسط اور طول دونوں پر بدل کی تین تین اور صحیح چار ہیں۔ لین کے توسط پر بدل کی تینوں۔ لین کے طول پر بدل میں صرف طول (اور لین کے طول کے ساتھ بدل میں قصر اور توسط یہ دو نا جائز ہیں) پنجم لین۔ یائی جیسے شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی (نساء ع) اس میں عقلاً چار ہیں اور چاروں صحیح ہیں۔ لین کے توسط اور طول دونوں پر یائی کی دو دو فتح اور تقلیل۔ ششم یائی۔ لین جیسے وَعَسٰٓی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا (بقرہ ع) اس میں بھی عقلاً چار ہیں اور چاروں صحیح ہیں۔ یائی کے فتح اور تقلیل دونوں پر لین کی دو دو توسط اور طول۔ دوسری قسم: تین تین کے جمع ہونے کی چھ صورتیں ہیں۔ اوّل بدل۔ یائی۔ لین جیسے وَّاٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْئًا (نساء ع) اس میں عقلاً بارہ ہیں یعنی بدل کی تینوں پر یائی کی دو دو۔ تین دونی چھ اور ان چھ میں سے ہر ایک پر لین کی دو دو چھ دونی بارہ لیکن ان میں سے صحیح چھ ہیں۔ بدل کے قصر پر صرف ایک یعنی یائی میں فتح اور لین میں توسط۔ بدل کے توسط پر بھی صرف ایک یعنی یائی میں تقلیل اور لین میں توسط۔ بدل کے طول پر چار یعنی یائی کے فتح اور تقلیل دونوں پر لین کی دو دو (اور بدل کے قصر کے ساتھ یائی میں فتح اور لین میں طول اور یائی میں تقلیل اور لین کی دونوں۔ اور بدل کے توسط کے ساتھ یائی میں تقلیل اور لین میں طول۔ اور بدل کے توسط ہی کے ساتھ یائی میں فتح اور لین کی دونوں یہ چھ غیر صحیح ہیں) دوم بدل۔ لین۔ یائی جیسے فَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (شوریٰ ع) اس میں بھی عقلاً بارہ ہیں یعنی بدل کی تینوں میں سے ہر ایک کے ساتھ لین کی دو دو تین دونی چھ۔ ان چھ میں سے ہر ایک پر یائی کی دو دو چھ دونی بارہ اور صحیح یہاں بھی چھ ہی ہیں۔ بدل کے قصر پر صرف ایک یعنی لین میں توسط اور یائی میں فتح۔ بدل کے توسط پر بھی صرف ایک یعنی لین میں توسط اور یائی میں تقلیل۔ بدل کے طول پر چار یعنی لین کے توسط و طول دونوں میں یائی کی دو دو فتح اور تقلیل (بدل کے قصر پر لین میں توسط اور یائی میں تقلیل۔ پھر بدل کے قصر ہی پر لین میں طول اور یائی کی دونوں فتح اور تقلیل۔ پھر بدل کے توسط پر لین میں توسط اور یائی میں فتح۔ پھر بدل کے توسط ہی پر لین میں طول اور یائی کی دونوں یہ چھ غیر صحیح ہیں) سوم لین۔ بدل۔ یائی اس میں بھی عقلاً بارہ ہیں لیکن چونکہ اس قسم کی مثال قرآن میں نہیں ہے اس لئے اس کی تفصیل کی بھی حاجت نہیں۔ چہارم لین۔ یائی بدل جیسے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ سے اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ تک (انفال ع) اس میں بھی بارہ ہیں یعنی لین کی دونوں میں سے ہر ایک پر یائی کی دو دو۔ دو دونی چار اور ان چاروں میں سے ہر ایک پر بدل کی تین تین۔ چار تیئے بارہ اور صحیح یہاں بھی چھ ہی ہیں۔ لین کے توسط پر چار یعنی یائی کے فتح کے ساتھ بدل میں قصر اور طول اور یائی کی تقلیل کے ساتھ بدل میں توسط اور طول۔ لین کے طول پر یائی کی دونوں اور دونوں کے ساتھ بدل میں فقط طول (لین کے توسط پر یائی میں تقلیل اور بدل میں قصر۔ لین کے توسط ہی پر یائی میں فتح اور بدل میں توسط۔ لین کے طول پر یائی کی دونوں فتح اور تقلیل اور دونوں میں سے ہر ایک پر بدل میں قصر اور توسط یہ چھ غیر صحیح ہیں) پنجم یائی۔ لین۔ بدل جیسے فَمَآ اَغْنٰی سے بِاٰیٰتِ اللّٰهِ تک (احقاف ع) اس میں بھی بارہ ہیں یعنی یائی کی دونوں میں سے ہر ایک پر لین کی دو دو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

در دونی چار اور ان چاروں میں سے ہر ایک پر بدل کی تین تین۔ چار تئے بارہ۔ اور صحیح یہاں بھی چھ ہی ہیں۔ یائی کے فتح پر تین یعنی لین کے توسط کے ساتھ بدل میں قصر و طول اور لین کے طول کے ساتھ بدل میں فقط طول۔ یائی کی تقلیل پر بھی تین یعنی لین کے توسط کے ساتھ بدل میں توسط اور طول اور لین کے طول کے ساتھ بدل میں صرف طول (یائی کے فتح پر لین اور بدل دونوں میں توسط پھر لین میں طول اور بدل میں قصر و توسط اور یائی کی تقلیل پر لین میں توسط اور بدل میں قصر پھر لین میں طول اور بدل میں قصر و توسط یہ چھ غیر صحیح ہیں) ششم یائی۔ بدل۔ لین جیسے اِنَّمَا النَّجْوٰی سے بِضَآرِّهِمْ شَیْئًا تک (مجادلہ ع) اس میں بھی بارہ ہیں یعنی یائی کی دونوں پر بدل کی تین تین۔ دو تئے چھ اور ان چھ میں سے ہر ایک پر لین کی دو دو چھ دونی بارہ اور صحیح یہاں بھی چھ ہی ہیں۔ یائی کے فتح پر تین بدل میں قصر اور لین میں توسط پھر بدل میں طول اور لین میں دونوں۔ یائی کی تقلیل پر بھی تین بدل اور لین دونوں میں توسط پھر بدل میں طول اور لین میں دونوں (یائی کے فتح پر بدل اور لین دونوں میں توسط پھر بدل میں قصر اور لین میں طول پھر بدل میں توسط اور لین میں طول۔ یائی کی تقلیل پر بدل میں قصر اور لین میں توسط اور طول پھر بدل میں توسط اور لین میں طول یہ چھ غیر صحیح ہیں) اور سَوْاٰتِ کی وجوہ ص۱۷۸ پر تنبیہ اول کے ذیل میں گذر چکی ہیں لیکن اگر اعراف (ع ۲) میں یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ سے ذٰلِكَ خَیْرٌ تک پڑھیں تو اس میں پانچ وجوہ ہوں گی۔ اٰدَمَ اور اٰتِ کے قصر پر صرف ایک یعنی سَوْ کے واو کا قصر اور التَّقْوٰی کا فتح۔ اور اٰدَمَ اور اٰتِ کے توسط پر دو یعنی سَوْ کے واو میں قصر و توسط اور دونوں کے ساتھ التَّقْوٰی میں صرف تقلیل۔ اور اٰدَمَ اور اٰتِ کے طول پر بھی دو یعنی سَوْ کے واو میں صرف قصر اور التَّقْوٰی میں فتح اور تقلیل دونوں اور باقی سات غیر صحیح ہیں۔

فائدہ۔ یہ بدل یائی کے جمع ہونے کی صورت میں جو چار وجوہ ہیں ان کے بارہ میں کسی عالم کے یہ دو شعر ہیں۔

وَاِنْ نَحْوُ مُوْسٰی جَآءَ مَعْ بَابِ اٰمَنُوْا ۔۔۔ تَوَجُّهَا کَمُوْسٰی مَعْ طِوَالٍ بِهٖ تَجْرِیْ

اگر موسٰی اور اٰمَنُوْا کی طرح یائی اور بدل جمع ہو جائیں تو بدل کے طول میں یائی کی دونوں وجوہ ہوں گی۔

وَیَاْتِیْ عَلَی التَّقْلِیْلِ فِیْهِ تَوَسُّطٌ ۔۔۔ وَمَعْ فَتْحِهٖ قَصْرٌ کَذَا قَالَ مَنْ یَّدْرِیْ

اور بدل کا توسط یائی کی تقلیل ہی پر ہوگا نہ کہ فتح پر بھی اور بدل کا قصر صرف یائی کے فتح پر ہوگا نہ کہ تقلیل پر بھی۔

ابو عمرو کی تقلیل کا قاعدہ

۳۱۶/۲۶ ۔ وَکَیْفَ اَتَتْ فَعْلٰی وَاٰخِرُ اٰیِ مَا ۔۔۔ تَقَدَّمَ لِلْبَصْرِیْ سِوٰی رَاهُمَا اعْتَلَا

ترجمہ:- اور فَعْلٰی جس کیفیت پر بھی ہو کر آئے (یعنی اس کی فا پر زبر ہو خواہ زیر خواہ پیش) اور ان (گیارہ سورتوں) کی آیات کا آخری الف جو اوپر (شعر ۱۶ تا ۱۸ میں) بیان ہو چکی ہیں (یہ دونوں قسمیں یعنی فَعْلٰی اور رؤس آیات ابو عمرو) بصری کیلئے (اسی امالہ) بین بین سے پڑھی جاتی) ہیں (جس کا ذکر شعر ۲۴ میں آیا ہے) سوائے ان (دونوں قسموں) کی را کے (یعنی اگر فَعْلٰی اور رؤس آیات میں الف سے پہلے را ہو جیسے تَتْرَا ۔ ذِکْرٰی ۔ بُشْرٰی اور الثَّرٰی ۔ اُخْرٰی ۔ اِفْتَرٰی تو ان میں بصری امالہ بین بین کے بجائے محضہ کرتے ہیں جیسا کہ اس کا بیان شعر ۲۱ میں گذر چکا ہے) یہ (بصری اپنے اس مذہب کی وجہ سے) بلند ہو گئے ہیں (کیونکہ انھوں نے اپنی قراءۃ میں تقلیل اور محضہ دونوں کو جمع کر لیا ہے یا یہ را امالہ کے بارہ میں بلند ہو گئی ہے کیونکہ اس کو اس باب میں مزید خصوصیت حاصل ہے جیسا کہ شعر ۲۷ کی شرح میں سوال و جواب کے ذیل میں گذر چکا ہے یا یہ اجماع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو راء میں سے بلند ہو گیا ہے اس لئے کہ یہ امالہ کا کامل فرد ہے)

شرح: یعنی ابو عمرو بصری ورش کی طرح تمام قسموں میں نہیں بلکہ صرف ذیل کی دو قسموں میں تقلیل کرتے ہیں (۱) تانیث کے ان الفات میں جو فَعْلیٰ۔ فِعْلیٰ۔ فُعْلیٰ کے وزن والے کلمات کے آخر میں ہوں جیسے نَجْوٰی۔ دَعْوٰی۔ سِیْمَا۔ ضِیْزٰی۔ رُءْیَا۔ قُرْبٰی۔ وُسْطٰی اور یَحْیٰی۔ عِیْسٰی۔ مُوْسٰی بھی اسی قسم میں سے ہیں جیسا کہ شعر ۱۱ کی شرح میں بیان ہو چکا ہے (۲) ان گیارہ سورتوں کی آیتوں کے آخری الفات میں جو شعر ۱۶ تا ۱۸ میں مذکور ہیں عام ہے کہ ان الفات کے بعد ھا ہو یا نہ ہو نیز یہ الفات واو سے بدلے ہوئے ہوں خواہ یا سے لیکن شرط یہ ہے کہ ان دونوں قسموں میں الف سے پہلے راء نہ ہو چنانچہ نَجْوٰی سے مُوْسٰی تک کی تمام مثالوں میں راء نہیں ہے کیونکہ اگر ان دونوں قسموں میں الف سے پہلے راء ہوتی ہے جیسے ذِکْرٰی۔ بُشْرٰی اور اِفْتَرٰی۔ یُسْرٰی۔ تو پھر ابو عمرو ان میں تقلیل نہیں کرتے بلکہ امالۂ محضہ کرتے ہیں جیسا کہ شعر ۱۲ میں گذر چکا ہے۔

فائدہ: (۱) فَعْلیٰ فا کے فتحہ سے ان گیارہ کلمات میں آیا ہے۔ اَلسَّلْوٰی۔ اَلْمَوْتٰی۔ تَقْوٰی۔ قَتْلٰی۔ مَرْضٰی۔ نَجْوٰی۔ دَعْوٰی۔ شَتّٰی۔ صَرْعٰی۔ طَغْوٰی۔ یَحْیٰی (۲) اور فا کے کسرہ سے ان چار میں آیا ہے۔ سِیْمَا۔ اِحْدٰی۔ ضِیْزٰی۔ عِیْسٰی (۳) فا کے ضمہ سے ان بیس کلمات میں آیا ہے۔ مُوْسٰی۔ اُنْثٰی۔ دُنْیَا۔ قُرْبٰی۔ وُسْطٰی۔ تُقْوٰی۔ عُزّٰی۔ وُثْقٰی۔ حُسْنٰی۔ اُوْلٰی۔ عُقْبٰی۔ سُفْلٰی۔ عُلْیَا۔ رُءْیَا۔ طُوْبٰی۔ مُثْلٰی۔ سُوْاٰی۔ زُلْفٰی۔ سُقْیٰی۔ رُجْعٰی مناسب یہ ہے کہ ان کلمات کو یاد کر لیا جائے تاکہ یہ تردد نہ رہے کہ کون سا کلمہ ان دونوں پر ہے اور کون سا نہیں ہے اور مَوْتٰی۔ مَفْعَلٌ ہے اور صحیح قول کی رو سے یَحْیٰی اسمی فَعْلٰی ہے اور فعلی یَفْعَلُ ہے اور اَدْنٰی۔ اَفْعَلُ ہے (۴) کِلْتَا الْجَنَّتَیْنِ (کہف ع ۵) میں کِلْتَا کا الف جمہور کی رائے پر تثنیہ کا اور بعض کے قول پر تانیث کا ہے پس اس میں وقفاً پہلے قول پر سب کیلئے فتح ہے اور دوسرے قول پر امالہ والوں کیلئے امالہ اور تقلیل والوں کیلئے تقلیل ہے۔ یعنی حمزہ اور کسائی کے لئے محضہ اور ابو عمرو کیلئے صرف تقلیل اور ورش کیلئے فتح اور تقلیل دونوں ہیں اور نشر میں ہے کہ کِلْتَا میں ان حضرات کیلئے فتح اور امالہ دونوں صحیح ہیں لیکن میرا میلان فتح کی طرف ہے۔

تنبیہ: آیات کے بارہ میں امالہ والے حضرات اپنے اپنے شہروں کے شمار کا اعتبار کرتے ہیں پس حمزہ اور کسائی کوفی شمار کو اور ابو عمرو ایک قول پر بصری کو اور دوسرے قول پر مدنی اول اور بصری دونوں کو اور ورش مدنی آخر کو اور دانیؒ اور جعبریؒ کے قول پر مدنی اول کو لیتے ہیں۔ علی ضباعؒ فرماتے ہیں کہ نشر کی پیروی کی بناء پر ہم ورش کیلئے مدنی آخر ہی کو لیتے ہیں۔ اور جن رؤس آیات میں امالہ ہے ان میں سے ذیل کی دس میں اہل شمار کا اختلاف ہے ان میں سے پانچ طٰہٰ میں ہیں ۱ طٰہٰ ۰ ع کوفی ۲ اِلٰی مُوْسٰی ع شامی ۳ وَاِلٰہُ مُوْسٰی ع مدنی اول اور مکی ۴ مِنِّیْ ھُدًی ۰ ع ۵ اَلدُّنْیَا ۰ ع دونوں کوفی اور حمصی کے سوا باقی پانچ کیلئے۔ اور دو نجم میں ہیں ۶ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی ۰ ع شامی ۷ اَلدُّنْیَا ۰ ع دمشقی کے سوا باقی چھ کیلئے ۸ مَنْ طَغٰی ۰ (نٰزعٰت ع) کوفی۔ بصری۔ شامی ۹ فَسَوّٰىهَا ۰ (والشمس) حمصی کے سوا باقی چھ کیلئے ۱۰ یَنْھٰی ۰ (علق) دمشقی کے سوا باقی چھ کیلئے اور اس اختلاف کا فائدہ صرف دو موقعوں وَاِلٰہُ مُوْسٰی (طٰہٰ ع) اور طَغٰی (نٰزعٰت) میں ظاہر ہوتا ہے پس اول میں ورش کیلئے دانی کے قول پر صرف تقلیل اور صاحب نشر کی رائے پر دونوں وجوہ ہیں کیونکہ اس پر مدنی اول میں آیت ہے اور مدنی آخر میں نہیں اور عمل نشر ہی کی رائے پر ہے۔ اور مَنْ طَغٰی میں بصری کیلئے صرف تقلیل اور ورش کیلئے دونوں وجوہ ہوں گی کیونکہ بصری شمار میں اس پر آیت ہے اور مدنی آخر میں نہیں اور اسی سے یہ بھی نکل آیا کہ ان گیارہ سورتوں میں امالہ کے جو الف آیات کے آخر میں نہیں ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان میں سب اپنے قواعد پر ہیں لیس نلہ میں سے اَتٰىكَ - اَتٰىهَا - لِتُجْزٰى - هَوٰىهُ - فَاَلْقٰهَا ۲ع میں اور اَعْطٰى ع میں - فَتَوَلّٰى - لَهُمْ مُوْسٰى - يٰمُوْسٰى اِمَّا - خَطٰيٰنَا ۲ع میں اور اِلٰى مُوْسٰى - مُوْسٰى اِلٰى قَوْمِهٖ - اَلْقَى السَّامِرِيُّ ۲ع میں - تَتَعٰلَى اللّٰهُ اَنْ يُّقْضٰى ۲ع میں - وَعَصٰى - اِجْتَبٰهُ - هُدٰى - حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى ۲ع میں اور نجم میں سے فَاَوْحٰٓى اِلٰى - اِذْ يَغْشٰى - وَمَا تَهْوٰى ع میں - عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۲ع میں اور وَاَعْطٰى - يُجْزٰىهُ - اَغْنٰى - فَغَشّٰهَا ۲ع میں اور معارج میں سے فَمَنِ ابْتَغٰى میں اور قیٰمہ میں سے بَلٰى - اَلْقٰى - اَوْلٰى لَكَ - ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ میں اور نزعٰت میں سے اَتٰىكَ - اِذْ نَادٰىهُ ع میں - وَنَهَى النَّفْسَ ۲ع میں اور اعلیٰ میں سے اَلَّذِيْ يَصْلَى میں اور لیل میں سے اَعْطٰى اور لَا يَصْلٰهَا میں - ان تمام کلمات میں ابوعمرو کیلئے صرف فتح ہے لیکن صرف مُوْسٰى میں سب جگہ فُعْلٰى ہونے کی بناء پر صرف تقلیل ہے اور ورش کیلئے ان سب میں فتح اور تقلیل دونوں ہیں اور يَصْلٰى اور لَا يَصْلٰهَا میں ان کیلئے لام کے پُر ہونے کے سبب فتح زیادہ قوی ہے جیساکہ انشاء اللہ باب اللامات میں آئے گا - اور حمزہ اور کسائی کیلئے ان سب میں محضہ ہے لیکن خَطٰيٰنَا میں صرف کسائی کے لئے اور هُدٰى میں فقط کسائی کے دوری کیلئے ہے اور ان میں سے جن میں الف کے بعد ساکن ہے ان میں تقلیل یا امالہ صرف وقفاً ہے۔

وہ چار کلمات جن میں ابوعمرو کے دوری ہی کیلئے تقلیل ہے سوسی کیلئے نہیں

(ص)

۳۱۷/۲۷ - وَيٰوَيْلَتٰى اَنّٰى وَيٰحَسْرَتٰى (طَـ)ـــوَوْا   وَعَنْ غَيْرِهٖ قِسْهَا وَيٰٓاَسَفٰى الْعُلَا

ترجمہ:- اور اہل ادا نے (ابوعمرو کے دوری کیلئے ایسے) يٰوَيْلَتٰى (اور) اَنّٰى (استفہامیہ) اور يٰحَسْرَتٰى اور يٰٓاَسَفٰى (کی تقلیل) کو محفوظ کیا ہے جو بلند ہیں اور ان (دوری) کے سوا (اوروں) سے ان (چاروں کے فتح اور امالہ) کو قیاس کرلے (اور سوچ لے کیونکہ وہ ظاہر ہے)

شرح:- یعنی ذیل کے چار کلمات میں ابوعمرو کے دوری ہی کیلئے تقلیل ہے سوسی کیلئے نہیں ۱- يٰوَيْلَتٰى ہر جگہ ۲- اَنّٰى استفہامیہ ہر جگہ ۳- يٰحَسْرَتٰى (زمرع) میں ۴- يٰٓاَسَفٰى (یوسف ع) ہیں لیکن اول کے تین میں صرف تقلیل اور يٰٓاَسَفٰى میں تقلیل اور فتح دونوں ہیں - گو شعر سے اس میں بھی تقلیل ہی نکلتی ہے اور تقلیل ایک جماعت کا اور فتح جمہور کا مذہب ہے اور تیسیر سے بھی اس کا فتح ہی نکلتا ہے کیونکہ اس کو ان کلمات میں نہیں لائے ہیں جن میں دوری کیلئے تقلیل ہے اور مناسب یہ تھا کہ ناظم اس میں فتح اور تقلیل دونوں بیان کرتے تاکہ فتح میں تیسیر کی پیروی ہو جاتی اور تقلیل زیادات میں سے ہو جاتی (غیث النفع) اور قیاس کرلے الخ میں اشارہ ہے کہ دوری کے سوا باقی حضرات ان چاروں کلمات میں اپنے اصول پر ہیں پس ورش کیلئے چاروں میں فتح اور تقلیل دونوں ہیں اور حمزہ اور کسائی کیلئے محضہ ہے - کیونکہ ان کا الف یا کی صورت میں ہے اور باقی چار قالون - ابن کثیر - سوسی ابن عامر - عاصم کیلئے صرف فتح ہے۔

فائدہ: (۱) يٰٓاَسَفٰى میں دوری کیلئے فتح اور تقلیل دونوں صحیح ہیں لیکن فتح صحیح تر ہے کیونکہ یہ جمہور اہل ادا کا مذہب ہے اور دانی نے ابوالحسنؒ سے فتح ہی پڑھا ہے اور ابن سوارؒ - ابوالعزؒ - سبط الخیاطؒ - ابن فارسؒ - ہذلیؒ وغیرہ اکثر مصنفین نے فتح ہی بیان کیا ہے اور ابو محمد مکیؒ نے بھی اس کے سوا کوئی اور وجہ نہیں پڑھی حالانکہ موصوف کثیر الروایت بھی ہیں اور ناظم نے جو صرف تقلیل ہی بیان کی ہے اور اسی کو پسند کیا ہے ممکن ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ اس سے یہ اپنے ہم شکلوں يٰوَيْلَتٰى - يٰحَسْرَتٰى کے موافق ہو جاتا ہے اس لئے کہ یہ اصل میں يٰٓاَسَفِيْ - يٰوَيْلَتِيْ - يٰحَسْرَتِيْ تھے پھر ثقل کے سبب فا کے کسرہ کو فتحہ سے بدل لیا جو خفیف ترین حرکت ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر یا الف سے بدل گئی اور اصل کی طرف اشارہ کرنے کیلئے اس کے الف کو یا کی صورت میں لکھا گیا ہے اور اسی لئے اس میں امالہ کیا گیا ہے اور اکثر حضرات جو اس میں ان کیلئے تقلیل نہیں کرتے وہ یہ کہتے ہیں کہ اس میں الف یا سے بدلا ہوا نہیں بلکہ ندبہ اور تفجّع کا ہے جس کا امالہ سے کوئی علاقہ نہیں (۲) اَلْعُلَا یا تو چاروں کلمات کی صفت ہے یا صرف یَاْسَفٰی کی اور دوسری تقدیر پر اس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ یَاْسَفٰی اس لئے بلند ہے کہ یہ تلاوت میں یٰحَسْرَتٰی سے پہلے ہے اور اس کو سب کے بعد لانے میں اشارہ ہے کہ یہ تیسیر میں دوری کی تقلیل والے الفاظ میں مذکور نہیں ہے (۳) جعبری اور اصفہانی فرماتے ہیں کہ یہاں اَلْعُلَا کا ہمزہ رمز نہیں ہے کیونکہ یہ قراءۃ کا تتمہ ہے اور اگر یَاْسَفٰی عَلَا کہتے تو اس کا رمز نہ ہونا خوب واضح ہوجاتا (۴) ابوشامہ فرماتے ہیں کہ تیسیر وغیرہ میں اس شعر کے چاروں کلمات کی تقلیل خود ابوعمرو بصری سے منقول ہے لیکن دانی نے مِنْ طَرِيْقِ اَهْلِ الْعِرَاقِ فرمایا ہے اور وہ دوری کا طریق ہے اور اہل رقہ سے جو سوسی کا طریق ہے چاروں کا فتح بتایا ہے۔ احقر کہتا ہے کہ تیسیر میں جن الفاظ کی نسبت اہل عراق کی طرف کی ہے ان میں یَاْسَفٰی شامل نہیں ہے بلکہ باقی تین میں تقلیل بتاکر وَیَاْسَفٰی بِالْفَتْحِ فرمایا ہے پس تیسیر میں یَاْسَفٰی کا فتح ہی مذکور ہے اس کے بعد ابوشامہ فرماتے ہیں اور ایک روایت پر یَاْسَفٰی میں فتح اور باقی تین میں تقلیل ہے اور یہ ابوالحسن اور ان کے والد ابوالطیب کا طریق ہے اور اسی لئے ناظم نے یَاْسَفٰی کو اس کے ہم جنسوں سے جدا کرکے لائے ہیں اور پھر انھیں کے حکم میں شامل کر دیا ہے اور مراد یہ ہے کہ یَاْسَفٰی کَذٰلِکَ اور گویا مَلُوْا میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے یعنی اہل ادا نے یَاْسَفٰی کو لپیٹ دیا اور چھپا دیا ہے اور اس کے ہم جنسوں کی طرح اس کو شہرت نہیں دی اسی لئے اس میں بہت اختلاف ہوگیا پھر فرماتے ہیں کہ ان چاروں میں دورش کیلئے فتح اور تقلیل دونوں ہیں گو تیسیر کے ظاہر سے یہ نکلتا ہے کہ ورش کیلئے ان میں تقلیل نہیں ہے کیونکہ دانی نے ان میں ابوعمرو کا مذہب بتانے کے بعد یہ فرمایا ہے کہ حمزہ اور کسائی نے ان میں اپنے قاعدے کے موافق امالہ کیا ہے اور باقی حضرات نے مذکورہ بالا تمام کلمات میں خالص فتح پڑھا ہے۔

ثلاثی مجرد کے دس افعال جن میں حمزہ نے اور بعض میں ان کے ساتھ اوروں نے بھی امالہ کیا ہے

۳۱۸/۲۸ - وَکَیْفَ الثُّلَاثِیْ (صِرْ) غَیْرَ زَاغَتْ بِمَاضِیٍ　　　اَمِلْ خَابَ خَافُوْا طَابَ ضَاقَتْ (فَ)تُجْمِلَا

ترجمہ:- اور (فعل) ثلاثی (مجرد نہ کہ مزید) ماضی (معروف) میں جس طرح بھی (یعنی اول کے چار صیغوں میں سے جس صیغہ سے بھی آئے) تو (اس میں سے حمزہ کیلئے) زَاغَتْ (احزاب ع ۲ وص ع ۴) کے سوا خَابَ (اور) خَافُوْا (اور) طَابَ (اور) ضَاقَتْ (کے الف) کا امالہ کر تاکہ تو عمدہ کام کرنے والا بن جائے۔

۳۱۹/۲۹ - وَحَاقَ وَزَاغُوْا جَآءَ شَآءَ وَزَادَ (فُ)زْ　　　وَجَآءَ ابْنُ ذَکْوَانٍ وَفِیْ شَآءَ مَـیَّلَا

صف

ترجمہ:- اور حَاقَ اور زَاغُوْا (اور) جَآءَ (اور) شَآءَ اور زَادَ (کے الف) کا (بھی حمزہ ہی کیلئے امالہ کر خدا کرے) تو (اپنے تمام مقاصد میں) کامیاب ہو اور (انھیں میں سے) جَآءَ (کے الف کا امالہ) ابن ذکوان (کی بھی قراءۃ ہے) اور شَآءَ (کے الف) میں (بھی) انھی (ابن ذکوان) نے امالہ (واقع) کیا ہے۔

۳۲۰/۳۰ - فَزَادَهُمُ الْاُوْلٰی وَفِی الْغَیْرِ خُلْفُهٗ　　　وَقُلْ (صُ)حْبَةٌ بَلْ رَانَ وَاصْحَبْ مُعَدَّلَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ:۔ (اور بقرہ ع۲۲ کے) پہلے فَزَادَهُمُ میں (بھی حمزہ کے ساتھ ابن ذکوان ہی نے امالہ واقع کیا ہے) اور اس (پہلے فَزَادَهُمُ) کے سوا (زَادَ کے باقی الفاظ) میں ان (ابن ذکوان) کا خلاف ہے اور تو کہدے کہ بَلْ رَانَ (کے الف) کا صحبہ (والوں ابوبکر۔ حمزہ اور کسائی) نے (امالہ کیا ہے) اور تو معتبر عالم کی صحبت اختیار کر (یعنی اس کی جس میں کمال اور شرافت کی تمام صفات موجود ہوں اور دیندار اور سنجیدہ حضرات نے اس کی علمیت اور تقوٰی کا لوہا مان لیا ہو)

شرح: یعنی ذیل کے دس[۱۰] الفاظ کے عین کلمہ میں حمزہ کے لئے امالہ محضہ ہے جبکہ یہ تین شرطیں پائی جائیں (۱) فعل ہوں اسم نہ ہوں (۲) ثلاثی مجرد ہوں یعنی ان کے فا کلمہ سے پہلے کوئی زائد حرف ہمزہ وغیرہ نہ آ رہا ہو (۳) ماضی معروف کے پہلے چار صیغوں میں سے کسی ایک صیغہ سے آ رہے ہوں اور وہ دس[۱۰] فعل یہ ہیں: ۱۔ خَابَ چار جگہ (ابراہیم ع۲ وطٰہٰ ع۳ و ع۶ والشمس میں) ۲۔ خَافَ۔ خَافُوا۔ خَافَتْ ہر جگہ (اور خَافُونِ آل عمران ع۱۸ میں امالہ نہیں کیونکہ وہ امر کا صیغہ ہے) ۳۔ طَابَ (نساء ع۱ میں) ۴۔ ضَاقَ (ہود ع۷ وعنکبوت ع۴) اور ضَاقَتْ (توبہ ع۱۴ اور ع۱۴ میں) ۵۔ حَاقَ ہر جگہ ۶۔ زَاغَ (نجم ع۱) اور زَاغُوا (صف ع۱) لیکن اس میں سے زَاغَتْ (احزاب ع۲ وص ع۵) مستثنیٰ ہے پس اس میں امالہ نہیں ۷۔ جَاءَ۔ جَاءَهُ۔ جَاءُوا۔ جَاءَتْ ہر جگہ ۸۔ شَاءَ ہر جگہ ۹۔ زَادَ اور زَادُوهُمْ۔ زَادَتْهُ۔ زَادَتْهُمْ ہر جگہ ۱۰۔ بَلْ رَانَ (تطفیف میں) اور ان میں سے جَاءَ اور شَاءَ کے امالہ میں حمزہ کے ساتھ ابن ذکوان بھی شریک ہیں اور زَادَ میں بھی شریک ہیں لیکن اس میں یہ تفصیل ہے کہ اس کے پہلے موقع فَزَادَهُمُ اللّٰهُ (بقرہ ع۲) میں تو ان کے لئے صرف امالہ ہے اور باقی سب موقعوں زَادُوا۔ زَادَتْ وغیرہ میں ان کیلئے فتح اور امالہ دونوں ہیں۔ دانیؒ نے فتح ابوالحسن سے اور امالہ عبدالعزیز فارسی اور ابوالفتح سے پڑھا ہے اور بَلْ رَانَ (تطفیف) میں حمزہ کے ساتھ ابوبکر۔ کسائی نے بھی امالہ کیا ہے۔ پس اس میں ان اڑھائی اماموں کیلئے امالہ ہے۔ پہلی شرط سے اسم ضَائِقٌ۔ خَائِفًا اور دوسری سے ثلاثی مزید کی ماضی فَأَجَاءَهَا۔ أَزَاغَ اللّٰهُ اور تیسری سے مضارع اور امر يَخَافُوا۔ يَخَافُ۔ يَشَاءُ۔ وَخَافُونِ نکل گئے۔ پس ان میں امالہ نہیں ہے۔

فائدہ: ۱۔ (۱) ان افعال کو جوف کہتے ہیں جو اس اجوف کی جمع ہے جس کے عین کلمہ میں حرفِ علت ہو ان میں سے شَاءَ کا عین کلمہ کسرہ والی یا اور خَافَ کا عین کسرہ والا واو اور باقی کا عین فتحہ والی یا ہے جو فتحہ کے بعد متحرک ہونے کی بنا پر الف سے بدل گیا ہے (۲) أَمِلْ میں اشارہ ہے کہ ان میں امالہ محضہ ہے کیونکہ اس کو بلا قید لانے کے وقت یہی مراد ہوا کرتا ہے اور عمری نے ابوجعفر سے دسوں میں بین بین بھی نقل کیا ہے جو شاذ ہے (۳) زَاغَتْ کا استثناء دونوں لغتوں کے جمع کرنے اور دونوں روایتوں کی پیروی کرنے کے لئے ہے (۴) ان میں سے خَابَ چار۴۔ اور خَافَ آٹھ۸۔ طَابَ ایک۱۔ ضَاقَ پانچ۵۔ حَاقَ دس۱۰۔ زَاغَ دو۲۔ جَاءَ۔ دو سو انتالیس۲۳۹۔ شَاءَ ایک سو چھ۱۰۶۔ زَادَ پندرہ۱۵۔ رَانَ ایک۱ جگہ آیا ہے (۵) پہلے زَادَ کے سوا اس کے باقی الفاظ میں ابن ذکوان کیلئے امالہ اکثر کا مذہب ہے۔ اور فتح کیؒ نے بیان کیا ہے (۶) رَانَ۔ رَيْنٌ سے ہے جو غلبہ کے معنی میں ہے (۷) پہلے جتنے امالہ تھے وہ سب کلمہ کے آخری الف میں تھے اور ان دس[۱۰] میں درمیانی میں ہے (۸) ثلاثی وہ ہے جس میں اصلی حروف تین ہوں۔ اگر اس میں کوئی زائد حرف نہ ہو تو مجرد ہے اور اگر زائد حروف بھی ہوں تو مزید ہے اور یہاں مجرد ہی مراد ہے کیونکہ ثلاثی کو مطلق لائے ہیں جس سے کامل فرد مراد ہوا کرتا ہے اور وہ مجرد ہے اور گو کیف سے عموم کا وہم ہوتا ہے لیکن چونکہ بیان میں مجرد ہی کے افعال لائے ہیں۔ اس لئے قید لگانے کی ضرورت نہیں سمجھی (۹) ان میں سے خَافَ واوی اور باقی دو یائی ہیں اور خَافَ میں امالہ کا سبب یا تو وہ کسرہ ہے جو حاضر اور متکلم کے صیغوں میں خا پر آ جاتا ہے یا یہ ہے کہ ماضی مجہول میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الف کے بجائے یا آجاتی ہے اور باقی نو میں بھی دو سبب ہیں ۱؎ الف یا سے بدلا ہوا ہے ۲؎ مجہول میں اس کے بجائے یا آجاتی ہے (۱۰) وَكَيْفَ الثُّلَاثِيْ کے معنیٰ یہ ہیں کہ ان افعال کے ساتھ تثنیہ اور جمع کی ضمیر اور تانیث کی تا ہو یا ان تینوں سے خالی ہوں اور میاں کا لطف دیکھئے کہ افعال کو تینوں ہی طرح لے آئے ہیں (۱۱) یہاں ثلاثی سے مراد وہ فعل ہے جس میں اصلی حروف تین ہوں اور اس کے شروع میں زائد ہمزہ نہ ہو کیونکہ حروف کی تعداد کے لحاظ سے أَفْعَلَ کو بھی رباعی کہتے ہیں اور اس قید سے صرف أَجَاءَهَا اور أَزَاغَ اللهُ کو نکالنا چاہتے ہیں یہ مراد نہیں کہ اس کے آخر میں بھی کوئی زائد حرف نہ ہو اسی لئے زَاغُوا اور خَافُوا میں امالہ ہے اور أَزَاغَ۔ أَجَاءَ میں نہیں حالانکہ حروف ان میں بھی چار ہی چار ہیں اس فرق کی بناء پر کہ ہمزہ تو فعل کے جزو کے مرتبہ میں ہے اور جمع کا واو اور تانیث کی تا جزو کی طرح نہیں (۱۲) ان میں سے خَافَ اور شَاءَ کا مضارع مفتوح العین ہے اس لئے اس میں الف تو آتا ہے لیکن امالہ نہیں ہے اور باقی کا مکسور العین ہے اس لئے ان میں الف کے بجائے یا آجاتی ہے جس میں امالہ متصور نہیں (۱۳) أَجَاءَ اور أَزَاغَ میں امالہ اس لئے نہیں کہ اس سے ثقل ہو جاتا ہے کیونکہ اول میں ہمزہ کے ادا کرنے کے بعد امالہ کیلئے آواز کو پست کرنے کی پھر دوسرے ہمزہ کیلئے بلند کرنے کی اور ثانی میں ہمزہ سے پستی کی طرف لیجانے کی پھر غین مستعلیہ کے لئے بلند کرنے کی حاجت پیش آتی ہے پس یہ ایسا ہی ہو گیا جیسے اونچائی سے کسی میدان میں اُتریں اور پھر دوسری اونچائی پر چڑھنا پڑے اس بناء پر تخفیف کی غرض سے فتح کو اختیار کر لیا تاکہ تلفظ یکساں رہے چنانچہ مسافر بھی یکساں راستہ ہی تلاش کیا کرتا ہے اور يَخَافُ اور يَشَاءُ میں امالہ اس لئے نہیں کہ ان کا الف فتح والی یا سے بدلا ہوا ہے اور اس سے پہلے نہ مضارع کے متکلم میں کسرہ آتا ہے نہ واحد حاضر میں نہ مضارع مجہول میں اور ماضی میں دس کے دس میں مجہول میں کسرہ آجاتا ہے اسی لئے ماضی میں امالہ اور مضارع میں فتح اختیار کیا گیا۔

فائدہ ۱؎ (۱) ابن ذکوان نے جوان دس میں سے جَاءَ۔ شَاءَ۔ زَادَ ہی میں امالہ کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں مستعلیہ حروف نہیں ہیں اور دوسرے افعال میں ہیں چنانچہ خَابَ۔ خَافَ۔ طَابَ میں الف سے پہلے اور حَاقَ۔ زَاغَ میں الف کے بعد اور ضَاقَ میں الف کے دونوں جانب استعلاء کے حروف ہیں اور یہ حروف اسم میں الف سے پہلے اور اس کے بعد ہونے کی صورت میں امالہ کیلئے مانع ہوا کرتے ہیں پس ابن ذکوان نے ان کو روایت کی پیروی کے بعد فعل میں بھی مانع قرار دیدیا اور رَانَ میں اس لئے نہیں کرتے کہ زبر اور پیش والی را جو الف سے متصل ہو وہ اکثر جگہ مستعلیہ کے حکم میں ہے (۲) زَادَ قرآن میں ہر جگہ ضمیری کے ساتھ متصل ہو کر آیا ہے (۳) چونکہ رمز میں صُحْبَةٌ آگیا تھا اس لئے اس کی مناسبت سے تلمیح کے طور پر اصحاب معدلا میں ماہر عالم اور عارف کی صحبت اختیار کرنے کا شوق دلا دیا چنانچہ توبہ ع ۱۵ میں ارشادِ باری ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ یہ حقیقت ہے کہ ایسے حضرات کی صحبت بیش بہا نعمت ہے۔

النحو والعربیۃ ۴۴/۳ ۱؎ یہاں وَذُو الرَّاءِ وَرْشٌ اور یونس ۲؎ میں وَذُو الرَّا لِوَرْشٍ ہے اور یہاں ذُو الرَّاءِ کی خبر مُمَالٌ یا أَمَالَ مقدر ہے ۲؎ بَيْنَ بَيْنَ عاطف کے حذف سے كَائِنَةً مقدر کا ظرف ہو کر مفعول مطلق مقدر کی خبر ہے ای إِمَالَةً كَائِنَةً بَيْنَ الْحَرْفَيْنِ ۳؎ فِي اور لام دونوں جُمِّلَا کے متعلق ہیں ۴؎ الْخُلْفُ مبتدا ہے اور اس میں ایک روایت نصب کی بھی ہے اس صورت میں یہ جُمِّلَا کا مفعول ہوگا اور فعل کی ضمیر كُلٌّ وَاحِدٌ مِنْ ذَوَاتِ الْيَا وَالرَّا لِكُلِّهِمْ کے لئے ہوگی ۵؎ جُمِّلَا کا الف یا تو اطلاقی ہے اور ضمیر خلف کیلئے ہے یا تثنیہ کا ہے اور ضمیر اب بھی خلف ہی کیلئے ہوگی۔ اس بناء پر کہ یہ معنیٰ وَجْهَانِ کا قائمقام ہے چنانچہ باب المد ۱۳؎ میں وَجْهَانِ جُمِّلَا صراحۃً بھی آچکا ہے۔ ۲۱۵/۲۵ ۱؎ یہاں الکن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استدراکیہ ہے نہ کہ عاطفہ کیونکہ اس سے پہلے واو عاطفہ موجود ہے ۱ غَیْرَ کا نصب کُتْبُهَا کی هَا سے مستثنیٰ ہونے کی بناء پر ہے
۲ غَیْرَ مَا هَا فِیْهِ کی تقدیر غَیْرَ رَأْسِ الْآیَةِ الَّذِیْ فِیْهِ لَفْظُ هَا ہے اور یہ لَفْظُ هَاءٍ بِالْمَدِّ والی تقدیر سے اولیٰ
ہے کیونکہ اس میں تین خرابیاں ہیں (۱) بلا ضرورت ممدود کو مقصور بنانا (۲) بلا مجبوری نکرہ کا ابتدا قرار دینا (۳) یہ شبہ کہ اس سے مراد
حرفِ ها ہے حالانکہ یہاں اس سے واحد مؤنث غائب کی ضمیر والی ها مراد ہے جس کے ساتھ الف بھی ہوتا ہے ۲ مُكَمَّلًا یا تو
امر کے فاعل سے حال ہے یا حُضُوْرًا مقدر کی صفت ہو کر مفعول مطلق ہے یا ضَابِطًا یا مُعَلِّمًا کی صفت ہو کر مفعول بہ ہے
اور مُعَلِّمًا کی صورت میں مُكَمَّلًا کے دوسرے میم میں فتحہ کے ساتھ کسرہ کا بھی احتمال ہے۔ ۲۴۶ ۱ شعر ۲۴۲۶ دونوں شعر ۱۴۲
وَذُو الرَّاءِ پر معطوف ہیں اور ان میں تعلیل عطف ہی سے سمجھی گئی ہے جیسا کہ چودھویں باب کے شعر ۱ میں وَادْغَامُ
مذکور تھا پھر چار شعر وِنْ تک ادغام عطف کے ذریعہ سمجھا گیا تھا اور اس کے بعد شعر ۵ میں اظہار تھا اور پھر شعر ۹ تک
اظہار عطف ہی سے سمجھا گیا تھا ۱ فِعْلیٰ۔ یُمَالُ بَیْنَ بَیْنَ مقدر کا فاعل ہے اور کَیْفَ اَتَتْ فِعْلیٰ سے حال ہے اور
اَتَتْ کی ضمیر فِعْلیٰ کیلئے ہے ۳ لِلْبَصْرِیْ اسی یُمَالُ مقدر کے متعلق ہے ۴ سِوٰی رَاهُمَا پہلی دونوں قسموں سے
مستثنیٰ ہے۔ ۲۴۷ ۱ وَاُولٰی کی تقدیر وَتَقْلِیْلُ اُولٰی ہے ۲ یَاأَسَفٰی یا تو پہلے تینوں کلمات پر معطوف ہے اور اَلْعُلَا
چاروں کلمات کی صفت ہے ای ذَوَاتِ الْعُلَا یا یَاأَسَفٰی الْعُلَا بتقدیر اَیْضًا مُتَقَلَّلُهٗ جملہ مستانفہ ہے۔ ۱
اَلثُّلَاثِیْ کی تقدیر اَلْفِعْلُ الثُّلَاثِیْ ہے اور یہ مبتدا ہے اور کَیْفَ۔ جَآءَ مقدر کا ظرف ہو کر اسی مبتدا سے حال ہے ۲
غَیْرَ کا نصب استثناء کی بناء پر ہے ۳ بِمَاضٍ میں ضرورت کے سبب منقوص کو صحیح کا حکم دے کر یا پر اعراب جاری کر دیا
ہے اور یہ صورت شعر ہی میں جائز ہے چنانچہ جریر کہتے ہیں ؎

فَیَوْمًا یُجَارِیْنَ الْهَوٰی غَیْرَ مَاضِیٍ   وَیَوْمًا تَرٰی مِنْهُنَّ غُوْلًا تَغَوَّلُ

۴ فَتُجْمِلَا۔ اَجْمَلَ (اس نے عمدہ کام کیا) سے ہے اور چونکہ یہ امر کا جواب ہے اور اس پر فا بھی ہے اس لئے
یہ اَنْ مقدرہ کے سبب منصوب ہے۔ ۲۴۹ ۱ پانچوں قرآنی کلمات پہلے شعر کے چار کلماتِ قرآنیہ پر معطوف ہو کر نوٹ کے نو
اَمِلْ کے مفعول ہیں جو پہلے شعر میں ہے ۲ فَتُزْ مستانفہ ہے ۳ ترجمہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ وَجَآءَ ابْنُ ذَکْوَانَ اسمیہ ہے
ابو شامہؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اس قصیدہ کے مقاصد سے ناواقف ہیں وہ جَآءَ کو فعل اور ابْنُ ذَکْوَانَ کو اس کا فاعل کہتے ہیں
(اور ظاہر ہے کہ اس تقدیر پر خود جَآءَ امالہ والے الفاظ میں شامل نہیں رہے گا) ۴ مَیِّلًا۔ اَوْقِعِ الْاِمَالَةَ کے معنیٰ میں
ہے نیز فرماتے ہیں کہ وَجَآءَ وَفِیْ شَآءَ ابْنُ ذَکْوَانَ مُمِیْلًا کہتے تو جَآءَ مَیِّلًا کا مفعول ہو جاتا اور ملا قاری کے قول
پر وَفِیْ جَآءَ مَعْ شَآءَ ابْنُ ذَکْوَانَ اولیٰ تھا۔ ۲۵۰ ۱ فَزَادَهُمْ واو مقدرہ کے ذریعہ پہلے شعر کے شَآءَ پر معطوف
ہے ای وَفِیْ شَآءَ وَفَزَادَهُمْ پس فا قرآن کا حرف ہے شعلہ کے قول کے موافق عاطفہ نہیں کیونکہ اس تقدیر پر بلا ضرورت
زَادَ موصول کا فا سے مقطوع کرنا لازم آتا ہے اور اگر یہ مقصود ہوتا تو فَزَادَهُمْ کے بجائے وَزَادَهُمْ کہتے۔ پس
صحیح یہی ہے کہ عاطف محذوف ہے اور ابو شامہ نے بھی یہی ترکیب بیان کی ہے ۲ صُحْبَةٌ بَلْ رَّانَ کی تقدیر یا تو
اَمَالَ صُحْبَةٌ اَلِفَ بَلْ رَّانَ ہے یا صُحْبَةٌ مُمَالٌ لَهُمْ بَلْ رَّانَ ہے ۳ صُحْبَةٌ اور وَاصْحَبْ
میں تجنیس ہے ۴ مُعَدَّلًا ای ظَاهِرَ الْعَدَالَةِ مُزَکًّی فِی الْحَالَةِ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امالہ بوجہ کسرہ

یہ الف کے بعد ہوتا ہے را پر ہو خواہ کسی اور حرف پر اور یہ امالہ کا دوسرا سبب ہے

۳۲۱ ۔ وَفِی اَلِفَاتٍ قَبْلَ رَا طَرَفٍ اَتَتْ ۔ بِکَسْرٍ اَمِلْ (تُ)دْعٰی (حَ)مِیْدًا وَّ تُقْبَلَا
۳۱

ترجمہ:۔ اور تو ان الفات میں جو (کلمہ کے) آخر کی اس را سے پہلے ہوں جو کسرہ کے ساتھ آرہی ہو (کسائی کے دوری اور ابو عمرو کیلئے) امالہ (محضہ واقع) کر تو (اس امالہ کے باعث) حمید (خوبیوں والا) ہونے کی حالت میں پکارا جائے گا (یا تو محمود نام رکھا جائے گا) اور تو ضرور مقبول بھی ہو جائے گا۔

۳۲۲ ۔ کَاَبْصَارِهِمْ وَالدَّارِ ثُمَّ الْحِمَارِ مَعْ ۔ حِمَارِكَ وَالْكُفَّارِ وَاقْتَسْ لِتَنْضُلَا
۳۲

ترجمہ:۔ (اس قسم کے الفات کی مثالیں) اَبْصَارِهِمْ اور اَلدَّارِ اور اَلْحِمَارِ اور اَلْكُفَّارِ کی طرح ہیں حالانکہ یہ چاروں حِمَارِكَ کے ساتھ ہیں (یا اس اَلْحِمَارِ کی طرح ہیں جو حِمَارِكَ اور اَلْكُفَّارِ کے ساتھ ہے) اور تو (ان مثالوں پر اس قسم کی دوسری مثالوں کو بھی) قیاس کرلے تاکہ تو (کمال میں اپنے ساتھیوں پر) غالب ہو جائے (اور علم میں ماہر اور مشہور ہو جائے)

شرح:۔ یعنی جن الفات کے بعد کسرہ والی را ہو اور کلمہ کے آخر میں ہو ان میں ہر جگہ کسائی کے دوری اور ابو عمرو کیلئے امالہ محضہ ہے اور ورش کے لئے تقلیل ہے جیسا کہ آگے آئیگا عام ہے کہ یہ الفات زائد ہوں یا عین کلمہ ہوں جیسے اَلْقَهَّارِ ۔ بِدِيْنَارٍ ۔ بِقِنْطَارٍ ۔ اَلنَّهَارِ ۔ بِمِقْدَارٍ ۔ وَّلَا بِكْرٌ ۔ اَلْاَشْرَارِ ۔ اور پانچ مثالیں شعر میں ہیں۔ اور وَاقْتَسْ قیاس کرلے میں اشارہ ہے کہ یہ قاعدہ انہیں مثالوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کلیہ ہے اور مقدمہ کے صفحہ ۲۴ پر تفصیل سے گذر چکا ہے کہ ایک قاعدہ کی مثالوں پر دوسری مثالوں کا قیاس کرلینا جائز اور کلیہ قاعدہ کا دوسرے ایسے ہی قاعدہ پر قیاس کرنا ناجائز ہے یعنی اپنی طرف سے مستقل قاعدہ بنا لینا منع ہے۔

فائدہ ۱: (۱) چونکہ فَلَا تُمَارِ (کہف ع۳) میں کسرہ والی را حقیقۃً کلمہ کے آخر میں نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد یا بھی تھی اس لئے اس میں نظم کے طریق سے کسی کیلئے بھی امالہ نہیں (۲) اس قسم میں سے آٹھ کلمات (اَلْجَبَّارِ نساء (ع۶) میں دو جگہ جَبَّارِيْنَ مائدہ (ع۴) وشعرا (ع۷) حِمَارِكَ بقرہ (ع۳۵) اور اَلْحِمَارِ جمعہ (ع۱) هَارٍ توبہ (ع۱۳) اَلْبَوَارِ ابراہیم (ع۵) اَلْقَهَّارِ ابراہیم (ع۷) وغافر (ع۲) اَنْصَارِیْ آل عمران (ع۵) وصف (ع۲) میں بعض قراء نے اپنے اصول کے خلاف کیا ہے ان کا بیان آگے آئے گا (۳) الف کے بعد کسرہ والی آخری را کے کلمات قرآن میں ان دس وزنوں پر آئے ہیں۔ اَفْعَال ۔ فَعْل ۔ فِعَال ۔ فُعَّال ۔ فِعَّال ۔ فَعَّال ۔ فَعَال ۔ مِفْعَال ۔ اِفْعَال ۔ فِعْلَال جیسے اَبْصَارِ ۔ اَلدَّارِ ۔ اَلنَّارِ ۔ اَلْحِمَارِ ۔ حِمَارِ ۔ اَلْكُفَّارِ ۔ اَلْفُجَّارِ ۔ بِدِيْنَارٍ جو اصل میں دِنَّارٍ تھا پھر پہلا نون یا سے بدل گیا ۔ اَلْغَفَّارِ ۔ اَلْقَهَّارِ ۔ كَفَّارٍ ۔ اَلنَّهَارِ ۔ بِمِقْدَارٍ ۔ وَّلَا اِبْكَارٍ ۔ بِقِنْطَارٍ ۔ ناظم نے پانچ مثالیں لاکر ان مختلف وزنوں کی طرف بھی اشارہ کردیا اور اس طرف بھی کہ یہ قسم غائب اور حاضر کی ضمیر کی طرف مضاف ہوکر بھی آتی ہے اور آل کے ساتھ بھی اور واحد سے بھی آتی ہے اور جمع سے بھی۔ (۴) لِلْحَوَارِيّٖنَ میں طیبہ کے طرق سے تو ابن ذکوان کے لئے امالہ ہے لیکن نظم کے طریق سے کسی کیلئے بھی نہیں کیونکہ نسبت کی یا کے سبب اس میں را کلمہ کے آخر میں نہیں رہی اور اسی لئے اعراب بھی یا ہی پر جاری ہوتا ہے اور معرب کا آخری حرف وہی ہوتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس پر اعراب آتا ہے۔ رہی وہ متصل ضمیر جو اَبۡصَارِهِمۡ - حِمَارِكَ وغیرہ میں را کے بعد ہے سو چونکہ یہ معنی کے اعتبار سے کلمہ کا جز نہیں اس لئے اس کے آنے سے را کلمہ کے درمیان نہیں ہوتی بلکہ آخر ہی میں رہتی ہے اور اسی لئے ان میں امالہ ہوتا ہے ——— اور دانی اور مکی - ابن شریح نے اس قسم میں کسرہ والی را کا لام کلمہ میں ہونا بھی شرط کیا ہے لیکن ان کی یہ شرط لِلۡحَوَارِيّٖنَ میں ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ اس میں را لام کلمہ تو ہے لیکن امالہ نہیں ہے (۵) اوپر کی تقریر سے نکل آیا کہ اَنۡصَارِیۡ بھی (جس میں کسائی کے دوری ہی کے لئے امالہ ہے) اسی قسم میں سے ہے کیونکہ متکلم کی یا ضمیر ہے جو کلمہ کا جز نہیں پس را معنیٰ کے اعتبار سے کلمہ کے آخر ہی میں ہے گو رسم کی رو سے درمیان ہے (۶) اَلدَّارِ میں الف عین کلمہ ہے اور باقی چار میں زائد ہے پہلی اور پانچویں مثال جمع تکسیر کی ہے اور باقی تین واحد کی (۷) اس قسم میں سے اَلۡغَارِ صرف توبہ (ع) میں آیا ہے (۸) اس قسم میں امالہ کی وجہ یہ ہے کہ عرب را میں کثرت سے امالہ کیا کرتے ہیں کیونکہ اس میں تکرار کی صفت ہے اس لئے یہ دو حرفوں کے مرتبہ میں سمجھی جاتی ہے اور اس قسم میں را پر کسرہ ہے جو دو کسروں کے مرتبہ میں ہونے کے سبب قوی ہے۔ اس لئے را سے پہلے الف میں امالہ کر دیا تاکہ کسرہ کے مناسب بھی ہو جائے اور را پوری طرح اور آسانی سے ادا بھی ہو جائے۔

فائدہ ۲: علی قاری رحؒ کی شرح سے اس قاعدہ کی گیارہ شرطیں اور ان کے فوائد

شرطیں (۱) الف کے بعد کسرہ ہو - (۲) را پر ہو - (۳) را الف سے متصل ہو (۴) را کلمہ کے آخر میں ہو - (۵) حقیقۃً آخر میں ہو نہ کہ صرف فی الحال (۶) اس را سے پہلے دوسری را نہ ہو نمبر ایک سے اَلنَّهَارَ - اَلۡاَنۡهٰرُ وغیرہ اور نمبر دو سے مِنۡ قِيَامٍ وغیرہ اور نمبر تین سے وَلَا طَٰٓئِرٍ اور اَوَّلَ كَافِرٍۭ وغیرہ اور نمبر چار سے وَنَمَارِقُ اور بِضَٰٓرِّيۡنَ اور نمبر پانچ سے فَلَا تُمَارِ اور اَلۡجَوَارِ اور نمبر چھ سے لِلۡاَبۡرَارِ وغیرہ نکل گئے چنانچہ نمبر ۱ تا ۳ تو ظاہر ہیں اور نمبر چار کے دونوں میں را آخر میں نہیں اور دانی اور ابن شریح نے چونکہ را کا لام کلمہ ہونے کی بھی شرط کی ہے اس لئے یہ دونوں بجائے نکلنے کے شامل ہو گئے کیونکہ دونوں میں را لام کلمہ ہے۔ اس لئے یہ شرط برمحل نہیں اور نمبر پانچ کے دونوں میں یا مقدر ہے اور ابن جبیر نے کسائی سے اور سلام نے ابو عمرو سے فَلَا تُمَارِ میں بھی امالہ روایت کیا ہے جو ہمارے طرق سے نہیں ہے اور نمبر چھ اس لئے نکل گیا کہ مثالیں ایسی لائے ہیں جن میں ایک را ہے لیکن چونکہ قاعدہ عام ہے اس لئے شامل ہونے کا بھی احتمال ہے (۷) گو را لفظاً ہی متصل ہو اصل کے لحاظ سے نہ ہو - (۸) گو تقدیراً آخر میں ہو نمبر سات سے هَارٍ اور نمبر آٹھ سے اَبۡصَارِهِمۡ وغیرہ شامل ہو گئے (۹) گو را کا کسرہ تقدیری ہو اس سے وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ وغیرہ ادغامی اور وقفی کو کی تقدیر پر قاعدہ میں شامل ہو گئے چنانچہ ناظم رحؒ اور دانی رحؒ کے اطلاق سے یہی ظاہر ہوتا ہے اور مکی رحؒ نے اس کی تصریح بھی کی ہے (۱۰) یہ الف اور را اسموں میں ہوں معرفہ ہوں خواہ نکرہ واحد ہوں خواہ جمع اسم کے لفظ سے قاعدہ اسموں ہی کے ساتھ خاص ہو گیا کیونکہ جرا نہیں میں آتا ہے اور اسموں کا عموم انواع بتانے کے لئے ہے۔ (۱۱) کلمات میں سے بعض کے لئے مستثنیٰ نہ ہو اس سے اَلۡجَارِ اور اَنۡصَارِیۡ وغیرہ نکل گئے۔

۳۲۳/۲۲ - وَمَعۡ كٰفِرِيۡنَ الۡكٰفِرِيۡنَ بِيَآئِهٖ (ص) وَهَارٍ (رَ)وٰی (مُ)رۡوٍ بِخُلۡفٍ (صَ)هٖلًا (حَ)لَا

۳۲۴/۲۳ - (بَ)دَارِ وَجَبَّارِيۡنَ وَالۡجَارِ تَمَّمُوۡا (ص) وَوَرۡشٌ جَمِيۡعَ الۡبَابِ كَانَ مُقَلِّلًا

ترجمہ:- ۳۲۳ اور وہ اَلۡكٰفِرِيۡنَ جو كٰفِرِيۡنَ کے ساتھ ہے حالانکہ یہ (ان دونوں میں سے ہر ایک) اپنی یا کے ساتھ ہو (اور واو کے ساتھ یعنی كٰفِرُوۡنَ نہ ہو اور كَافِرٌ واحد بھی نہ ہو ان کے الف میں بھی انھیں دونوں کسائی کے دوری اور پورے ابو عمرو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امالہ بوجہ کسرہ

یہ الف کے بعد ہوتا ہے را پر ہو خواہ کسی اور حرف پر اور یہ امالہ کا دوسرا سبب ہے

۳۲۱-۳۱ وَفِي أَلِفَاتٍ قَبْلَ رَا طَرَفٍ أَتَتْ بِكَسْرٍ أَمِلْ تُدْعَىٰ حَمِيدًا وَتُقْبَلَا

ترجمہ:- اور تو ان الفات میں جو (کلمہ کے) آخر کی اس را سے پہلے ہوں جو کسرہ کے ساتھ آرہی ہو (کسائی کے دوری اور ابو عمرو کیلئے) امالۂ (محضہ واقع) کر تو (اس امالہ کے باعث) حمید (خوبیوں والا) ہونے کی حالت میں پکارا جائے گا (یا تو محمود نام رکھا جائے گا) اور تو ضرور مقبول بھی ہو جائے گا۔

۳۲۲-۳۲ كَأَبْصَارِهِمْ وَالدَّارِ ثُمَّ الْحِمَارِ مَعْ حِمَارِكَ وَالْكُفَّارِ وَاقْتَسْ لِتَنْضُلَا

ترجمہ:- (اس قسم کے الفات کی مثالیں) اَبْصَارِهِمْ اور اَلدَّارِ اور اَلْحِمَارِ اور اَلْكُفَّارِ کی طرح ہیں حالانکہ یہ چاروں حِمَارِكَ کے ساتھ ہیں (یا اس اَلْحِمَارِ کی طرح ہیں جو حِمَارِكَ اور اَلْكُفَّارِ کے ساتھ ہے) اور تو (ان مثالوں پر اس قسم کی دوسری مثالوں کو بھی) قیاس کرلے تاکہ تو (کمال میں اپنے ساتھیوں پر) غالب ہو جائے (اور علم میں ماہر اور مشہور ہو جائے)

شرح:- یعنی جن الفات کے بعد کسرہ والی را ہو اور کلمہ کے آخر میں ہو ان میں ہر جگہ کسائی کے دوری اور ابو عمرو کیلئے امالۂ محضہ ہے (اور ورش کے لئے تقلیل ہے جیسا کہ آگے آئیگا عام ہے کہ یہ الفات زائد ہوں یا عین کلمہ ہوں جیسے اَلْقَهَّارِ - بِدِينَارٍ - بِقِنطَارٍ - اَلنَّهَارِ - بِمِقْدَارٍ - وَالْاَبْكَارِ - اَكَّا شْرَارِ اور پانچ مثالیں شعر میں ہیں - اور وَاقْتَسْ قیاس کرلے میں اشارہ ہے کہ یہ قاعدہ انہیں مثالوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کلیہ ہے اور مقدمہ کے صفحہ ۲۴ پر تفصیل سے گذر چکا ہے کہ ایک قاعدہ کی مثالوں پر دوسری مثالوں کا قیاس کرلینا جائز اور کلیہ قاعدہ کا دوسرے ایسے ہی قاعدہ پر قیاس کرنا ناجائز ہے - یعنی اپنی طرف سے مستقل قاعدہ بنالینا منع ہے۔

فائدہ:- (۱) چونکہ فَلَا تُمَارِ (کہف ع) میں کسرہ والی را حقیقۃً کلمہ کے آخر میں نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد یا بھی تھی اس لئے اس میں نظم کے طرق سے کسی کیلئے بھی امالہ نہیں (۲) اس قسم میں سے آٹھ کلمات (اَلْجَبَّارِ نساء (ع) میں دو جگہ جَبَّارِينَ مائدہ (ع) وشعراء (ع) حِمَارِكَ بقرہ (ع ۳۵) اور اَلْحِمَارِ جمعہ (ع) هَارٍ توبہ (ع) اَلْبَوَارِ ابراہیم (ع) اَلْقَهَّارِ (ع) وغافر (ع) اَنْصَارِي آل عمران (ع) وصف (ع) میں بعض قراء نے اپنے اصول کے خلاف کیا ہے ان کا بیان آگے آئے گا (۳) الف کے بعد کسرہ والی آخری را کے کلمات قرآن میں ان دس وزنوں پر آئے ہیں - اَفْعَالٍ - فَعَلٍ - فِعَالٍ - فُعَالٍ - فَعَالٍ - فُعَّالٍ - فَعَّالٍ - مِفْعَالٍ - اِفْعَالٍ - فِعْلَالٍ جیسے اَبْصَارِ - اَلدَّارِ - اَلنَّارِ - اَلْحِمَارِ - حِمَارِ - اَلْكُفَّارِ - اَلْفُجَّارِ - بِدِينَارٍ جو اصل میں دِنَّارٍ تھا پھر پہلا نون یا سے بدل گیا - اَلْغَفَّارِ - اَلْقَهَّارِ - كَفَّارٍ - اَلنَّهَارِ - بِمِقْدَارٍ - وَالْاِبْكَارِ - بِقِنطَارٍ - ناظم نے پانچ مثالیں لاکر ان مختلف وزنوں کی طرف بھی اشارہ کر دیا اور اس طرف بھی کہ یہ قسم غائب اور حاضر کی ضمیر کی طرف مضاف ہو کر بھی آتی ہے اور آل کے ساتھ بھی اور واحد سے بھی آتی ہے اور جمع سے بھی۔ (۴) لِلْحَوَارِيِّينَ میں طیبہ کے طرق سے تو ابن ذکوان کے لئے امالہ ہے لیکن نظم کے طرق سے کسی کیلئے بھی نہیں کیونکہ نسبت کی یا کے سبب اس میں را کلمہ کے آخر میں نہیں رہی اور اسی لئے اعراب بھی یا ہی پر جاری ہوتا ہے اور معرب کا آخری حرف وہی ہوتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس پر اعراب آتا ہے۔ رہی وہ متصل ضمیر جو اَبۡصَارِهِمۡ۔ حِمَارِكَ وغیرہ میں را کے بعد ہے سو چونکہ یہ معنی کے اعتبار سے کلمہ کا جزو نہیں اس لئے اس کے آنے سے را کلمہ کے درمیان نہیں ہوتی بلکہ آخر ہی میں رہتی ہے اور اسی لئے ان میں امالہ ہوتا ہے ——— اور دانی اور مکی۔ ابن شریح نے اس قسم میں کسرہ والی را کا لام کلمہ میں ہونا بھی شرط کیا ہے لیکن ان کی یہ شرط لِلۡحَوَارِيّنَ میں ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ اس میں را لام کلمہ تو ہے لیکن امالہ نہیں ہے (۵) اوپر کی تقریر سے نکل آیا کہ اَنۡصَارِیۡ بھی (جس میں کسائی کے دوری ہی کے لئے امالہ ہے) اسی قسم میں سے ہے کیونکہ متکلم کی یا ضمیر ہے جو کلمہ کا جزو نہیں پس، امعنی کے اعتبار سے کلمہ کے آخر ہی میں ہے گو رسم کی رو سے درمیان ہے (۶) اَلدَّارِ میں الف عین کلمہ ہے اور باقی چار میں زائد ہے۔ پہلی اور پانچویں مثال جمع تکسیر کی ہے اور باقی تین واحد کی (۷) اس قسم میں سے اَلۡغَارِ صرف توبہ (رکوع) میں آیا ہے (۸) اس قسم میں امالہ کی وجہ یہ ہے کہ عرب را میں کثرت سے امالہ کیا کرتے ہیں کیونکہ اس میں تکرار کی صفت ہے اس لئے یہ دو حرفوں کے مرتبہ میں سمجھی جاتی ہے اور اس قسم میں را پر کسرہ ہے جو دو کسروں کے مرتبہ میں ہونے کے سبب قوی ہے۔ اس لئے را سے پہلے الف میں امالہ کر دیا تاکہ کسرہ کے مناسب بھی ہو جائے اور را پوری طرح اور آسانی سے ادا بھی ہو جائے۔

فائدہ ۲: علی قاریؒ کی شرح سے اس قاعدہ کی گیارہ شرطیں اور ان کے فوائد

شرطیں (۱) الف کے بعد کسرہ ہو۔ (۲) را پر ہو۔ (۳) را الف سے متصل ہو (۴) را کلمہ کے آخر میں ہو۔ (۵) حقیقتہً آخر میں ہو نہ کہ صرف فی الحال (۶) اس را سے پہلے دوسری را نہ ہو نمبر ایک سے اَلنَّهَارَ۔ اَلۡاَنۡهٰرُ وغیرہ اور نمبر دو سے مِنۡ قِيَامٍ وغیرہ اور نمبر تین سے وَلَا طٰئِرٍ اور اَوَّلَ كَافِرٍ وغیرہ اور نمبر چار سے وَنَمَارِقُ اور بِضَارِّيۡنَ اور نمبر پانچ سے فَلَا تُمَارِ اور اَلۡجَوَارِ اور نمبر چھ سے لِلۡاَبۡرَارِ وغیرہ نکل گئے چنانچہ ملا تا ۳۲ تو ظاہر ہیں اور نمبر چار کے دونوں میں را آخر میں نہیں اور دانی اور ابن شریح نے چونکہ را کا لام کلمہ ہونے کی بھی شرط کی ہے اس لئے یہ دونوں بجائے نکلنے کے شامل ہو گئے کیونکہ دونوں میں را لام کلمہ ہے۔ اس لئے یہ شرط برمحل نہیں اور نمبر پانچ کے دونوں میں یا مقدر ہے اور ابن جبیر نے کسائی سے اور سلام نے ابوعمرو سے فَلَا تُمَارِ میں بھی امالہ روایت کیا ہے جو ہمارے طرق سے نہیں ہے اور نمبر چھ اس لئے نکل گیا کہ مثالیں ایسی لائے ہیں جن میں ایک را ہے لیکن چونکہ قاعدہ عام ہے اس لئے شامل ہونے کا بھی احتمال ہے (۷) گو را لفظاً ہی متصل ہو اصل کے لحاظ سے نہ ہو۔ (۸) گو تقدیراً آخر میں ہو نمبر سات سے هَارٍ اور نمبر آٹھ سے اَبۡصَارِهِمۡ وغیرہ شامل ہو گئے (۹) گو را کا کسرہ تقدیری ہو اس سے وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ وغیرہ ادغامی اور دقفی کو کی تقدیر پر قاعدہ میں شامل ہو گئے چنانچہ ناظمؒ اور دانیؒ کے اطلاق سے یہی ظاہر ہوتا ہے اور مکیؒ نے اس کی تصریح بھی کی ہے (۱۰) یہ الف اور را اسموں میں ہوں معرفہ ہوں خواہ نکرہ واحد ہوں خواہ جمع اسم کے لفظ سے قاعدہ اسموں ہی کے ساتھ خاص ہو گیا کیونکہ جرا نہیں میں آتا ہے اور اسموں کا عموم انواع بتانے کے لئے ہے۔ (۱۱) کلمات میں سے بعض کے لئے مستثنیٰ نہ ہو اس سے اَلۡجَارِ اور اَنۡصَارِیۡ وغیرہ نکل گئے۔

۳۲۳/۲۳ ـ وَمَعۡ كٰفِرِيۡنَ الۡكٰفِرِيۡنَ بِيَائِهٖ (ص) وَهَارٍ (رَ) وٰى (مُـ)رۡدٍ بِخُلۡفٍ (صَـ)هٗ (حَـ)لَا

۳۲۴/۲۴ ـ (بَـ)دَارِ وَجَبَّارِيۡنَ وَالۡجَارِ (ص) تَمَّمُوۡا وَوَرۡشٌ جَمِيۡعَ الۡبَابِ كَانَ مُقَلِّلَا

ترجمہ: ۳۲۳ اور وہ اَلۡكٰفِرِيۡنَ جو كٰفِرِيۡنَ کے ساتھ ہے حالانکہ یہ (ان دونوں میں سے ہر ایک) اپنی یا کے ساتھ ہو (اور واو کے ساتھ یعنی كٰفِرُوۡنَ نہ ہو اور كَافِرٌ واحد بھی نہ ہو ان کے الف میں بھی انھیں دونوں کسائی کے دوری اور پورے ابوعمرو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیلئے امالہ ہے) اور ھَارٍ (کے الف کے امالۂ محضہ) کو (کسائی۔ ابوبکر۔ ابوعمرو۔ قالون کے لئے بلا خلاف اور ابن ذکوان کیلئے) خلاف کے ساتھ (ہو کر شاگردوں کو) سیراب کرنے والے پیاسے (علم کی زیادتی کے شیدائی عالم) نے روایت کیا ہے (یعنی گو دوسروں کو علم کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے۔ لیکن اس پر بھی خود ترقی کا پیاسہ اور طالب رہتا ہے) یہ (نقل) شیریں ہو گئی ہے ۳۲۴ تو (ان مسائل کی طرف) تیزی سے بڑھ اور ان (ناقلین) نے جَبَّارِیْنَ (مائدہ ع اور شعراء ع) اور اَلْجَارِ (نساء ع کے دونوں کلمات کے الف کے امالہ) کو (کسائی کے دوری کیلئے کامل کر دیا ہے (یعنی زیادتی اور کمی کا کوئی تصرف نہیں کیا۔ یا ان دونوں میں امالہ کر کے اس باب کو کامل کر دیا ہے) اور ورش (اس) تمام باب کو (جو شعر ۲۱ تا ۳۲۴ میں بیان ہوا ہے) امالۂ بین بین سے پڑھنے والے ہیں۔

۳۲۵ وَهٰذَانِ عَنْهُ بِاخْتِلَافٍ وَمَعْهُ فِي الْـ　　ـبَوَارِ وَفِي الْقَهَّارِ حَمْزَةُ قَلَّلَا
۲۵

ترجمہ: اور یہ دونوں (جَبَّارِیْنَ اور اَلْجَارِ) ان (ورش) سے خلاف کے ساتھ ہیں (یعنی ان میں فتح اور تقلیل دونوں ہیں) اور حمزہ نے انہی (ورش) کے ساتھ (شامل ہو کر) اَلْبَوَارِ میں اور اَلْقَهَّارِ میں تقلیل کی ہے۔

شرح: یعنی اَلْكٰفِرِیْنَ جب یا کے ساتھ ہو واو سے نہ ہو نصبی حالت میں ہو خواہ جری میں اس پر اَلْ ہو یا نہ ہو ——— ان میں بھی ہر جگہ کسائی کے دوری اور پورے ابوعمرو ہی کیلئے امالۂ محضہ ہے لیکن ذیل کے پانچ کلمات (ھَارٍ ۱ - اَلْجَارِ ۲ - جَبَّارِیْنَ ۳ - اَلْبَوَارِ ۴ - اَلْقَهَّارِ ۵) میں بعض نے اس قاعدہ کے خلاف کیا ہے چنانچہ نمبر ایک ھَارٍ (توبہ ع ۱۳) میں قالون۔ ابوعمرو۔ ابوبکر۔ کسائی کیلئے صرف محضہ اور ابن ذکوان کیلئے فتح اور محضہ دونوں ہیں۔ فتح دانی کے شیخ عبدالعزیز فارسی سے ہے اور طریق بھی انہی سے ہے اور امالہ ان کے دوسرے شیوخ سے ہے اور یہ زیادات میں سے ہے اور ورش کیلئے صرف تقلیل ہے اور باقی تین ابن کثیر۔ ہشام۔ حفص۔ حمزہ کیلئے صرف فتح ہے اور نمبر دو وَالْجَارِ نساء (ع ۶) میں دو جگہ اور نمبر تین جَبَّارِیْنَ (مائدہ ع ۴ و شعراء ع ۷) میں صرف کسائی کے دوری کیلئے محضہ ہے ابوعمرو کیلئے نہیں اور ورش کیلئے ان تمام کلمات میں صرف تقلیل ہے جن کے آخر میں الف کے بعد کسرہ والی را ہو اور اَلْكٰفِرِیْنَ اور كٰفِرِیْنَ اور ھَارٍ کا بھی یہی حکم ہے لیکن وَالْجَارِ اور جَبَّارِیْنَ دونوں میں ان کیلئے فتح اور تقلیل دونوں ہیں۔ تقلیل ابن خاقان اور ابوالفتح سے ہے اور فتح ابوالحسن سے ہے اور طریق ابن خاقان ہی سے ہے اور اَلْبَوَارِ (ابراہیم ع ۵) اور اَلْقَهَّارِ را کے زیر والے میں ہر جگہ ان دو میں ورش کے ساتھ حمزہ کے لئے بھی تقلیل ہے۔

فائدہ ۱: (الف) ورش کیلئے اَلْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى اور وَالْجَارِ میں اہل ادا سے تین طریق آئے ہیں ۱ تینوں میں تقلیل پھر تینوں میں فتح ۲ اَلْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى میں فتح اور وَالْجَارِ میں تقلیل پھر فتح ۳ اَلْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى میں تقلیل اور وَالْجَارِ میں تقلیل پھر فتح (ب) چونکہ وَالْجَارِ میں تقلیل مشہور تر ہے اس لئے اَلْقُرْبٰى کی دونوں وجوہ میں وَالْجَارِ میں پہلے تقلیل ہو گی پھر فتح اور یہ چار ہو جائیں گی یعنی اَلْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى کے فتح اور تقلیل دونوں میں سے ہر ایک پر وَالْجَارِ میں پہلے تقلیل پھر فتح اور بہ شَیْئًا کے توسط اور طول دونوں میں ان کی چار چار ہو کر کل وجوہ آٹھ ہو جائیں گی (ج) یٰقَوْمِ اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ (مائدہ ع ۴) میں اہل ادا سے دو طریق ہیں ۱ دونوں میں فتح پھر دونوں میں تقلیل۔ ۲ اول کی ہر ایک کے ساتھ ثانی میں دو دو پہلے فتح پھر تقلیل، پس کل چار ہو گئیں، اور سب صحیح ہیں۔

فائدہ ۲: كٰفِرِیْنَ اور اَلْكٰفِرِیْنَ مجموعی طور پر ترانوے ۹۳ جگہ آئے ہیں۔

⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان دونوں کلمات کے امالہ کی چھ شرطیں اور ان کے فوائد

(۱) خود یہی دونوں کلمہ ہوں اس سے اَلصّٰبِرِیْنَ اور اَلشّٰکِرِیْنَ وغیرہ نکل گئے (۲) جمع ہو اس سے واحد نکل گیا جیسے اَوَّلَ کَافِرٍ اور دوری نے کسائی سے اس میں بھی امالہ روایت کیا ہے اور ابن زیاد نے تنیبہ کے ذریعہ انہی سے واحد میں بلا قید امالہ نقل کیا ہے جیسے فَمِنْکُمْ کَافِرٌ اور وَیَقُوْلُ الْکٰفِرُ اور کَافِرَۃٌ (۳) جمع صحیح ہو اس سے تکسیر کے صیغہ نکل گئے مذکر ہوں جیسے اَلْکُفَّارِ کیونکہ اس کے شامل رہنے سے تکرار لازم آتا اس بناء پر کہ اس کا امالہ شعر ۲۱ و ۲۲ کے کلیہ میں آچکا ہے خواہ مؤنث جیسے اَلْکَوَافِرِ اور ابن زیاد نے اس میں بھی قتیبہ سے امالہ روایت کیا ہے (۴) اس پر اَلْ ہو یا نہ ہو اس سے معرفہ اور نکرہ دونوں شامل ہوگئے (۵) را کے بعد یَا ہو اس سے واو والے وَالْکٰفِرُوْنَ وغیرہ نکل گئے اور قتیبہ سے ابن زیاد نے اس میں بھی امالہ نقل کیا ہے (۶) جری حالت میں ہو خواہ نصبی میں اس سے تصریح ہوگئی کہ اس کی دو قسمیں ہیں اور ابو حمدون نے کسائی سے مجرور ہی کا امالہ نقل کیا ہے۔

فائدہ ۳ (۱) عالم کو صدِ پیاسا کہنے میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے مَنْهُوْمَانِ لَا یَشْبَعَانِ طَالِبُ عِلْمٍ وَّطَالِبُ دُنْیَا دو بھوکے کبھی سیر نہیں ہوتے ایک علم کا طالب دوسرا دنیا کا طالب (۲) کٰفِرِیْنَ میں امالہ کسرہ اور یا کی اور قرآن میں کثرت سے آنے کی بناء پر ہے اسی لئے اس وزن کے دوسرے الفاظ اَلشّٰکِرِیْنَ۔ اَلصّٰبِرِیْنَ وغیرہ میں نہیں ہوتا (۳) هَارٍ یا تو هَاوِرٌ تھا یا هَایِرٌ اس بناء پر کہ یہ یَهُوْرُ یا یَهِیْرُ سے ہے پھر قلب کے ذریعہ عین کو لام اور لام کو عین کی جگہ لے آئے اور قَاضٍ والی تعلیل جاری کردی یا صفت کے صیغہ سے هَوِرٌ تھا واو الف سے بدل گیا اور یہ ظاہر تر ہے (۴) هَارٍ میں کسائی کے دوری اور ابو عمرو کو دو وجوہ سے مکرر لائے ہیں ۱ هَارٍ کی اصل میں اختلاف ہے ۲ تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ یہ ان دونوں کے لئے مستثنیٰ ہوگا (۵) چونکہ وَمَعْ کٰفِرِیْنَ سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اس کا واو فاصل ہو اور کٰفِرِیْنَ اور هَارٍ دونوں کا تعلق رَوٰی سے بَدَا اِرْ تَمْ کی پانچ رموز سے ہو اور مطلب یہ ہو کہ کٰفِرِیْنَ میں بھی انہی کیلئے امالہ ہے جن کے لئے هَارٍ میں ہے حالانکہ کٰفِرِیْنَ میں صرف دوری اور ابو عمرو کیلئے ہے۔ اس لئے ابو شامہؒ فرماتے ہیں کہ وَمَعْ الخ کے بجائے مَعَ الْکٰفِرِیْنَ کٰفِرِیْنَ یا کَذَا الْکٰفِرِیْنَ الْکٰفِرِیْنَ اولیٰ تھا یعنی شعر ۲۱ و ۲۲ والی قسم کی طرح کٰفِرِیْنَ میں بھی انہی دونوں نے امالہ کیا ہے کیونکہ اس صورت میں واو فاصل نہ رہتا جس سے شبہ ہو رہا ہے۔ علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ مَعَ الْکٰفِرِیْنَ سے بھی وہم پوری طرح رفع نہیں ہوتا کیونکہ شعر ۲۲ میں وَاُقَلِّلُ کا واو موجود ہے اس لئے ممکن ہے کہ کوئی اس کو فاصل سمجھکر کٰفِرِیْنَ کو هَارٍ ہی والی رموز میں شریک کردے نیز مَعَ الْکٰفِرِیْنَ کو حالِ مقدم بھی کہہ سکتے ہیں اور شرکت اور معیت سے یہ مراد لے سکتے ہیں کہ پہلی قسم کی طرح اس میں بھی محضہ ہی ہے گو اس میں دوسرے قراء کے لئے ہے اس لئے حق یہ تھا کہ شعر ۲۲ کے لِتَنْضُلَا کے بجائے وَمُیِّلَا کہکر شعر ۲۳ میں واو کے بغیر مَعَ الْکٰفِرِیْنَ کہتے (۶) مُقَلِّلًا سے مراد یہ ہے کہ امالۂ محضہ میں کمی کردیتے ہیں جس سے وہ بین بین بن جاتا ہے - یہ مراد نہیں کہ ورش کم موقعوں میں امالہ کرتے ہیں پس یہاں تقلیل تکثیر کے مقابلہ میں نہیں - (۷) طیبہ کے طرق سے اَلْقَهَّارِ میں حمزہ کے لئے فتح بھی ہے جو اکثر ناقلین کا مذہب ہے اور ابن فرح نے دوری سے اور انھوں نے سُلیم سے ان سب میں محضہ روایت کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس الف کا امالہ جو دو راؤں کے درمیان ہو

۳۲۶/۳۶ - وَاِضْجَاعُ ذِي رَاءَيْنِ حَجَّ (رُ) وَاتُهُ كَالْاَبْرَارِ وَالتَّقْلِيلُ (جَ)ادَلَ (فَ)يْصَلَا

ترجمہ:- اور (ابوعمرو اور کسائی کے لئے) دو راؤں (کے درمیان) والے (الف) کا امالہ محضہ سے پڑھنا جو ہے اس (اضجاع) کے ناقلین (حجت اور دلیل میں مخالفین پر) غالب آگئے ہیں (اور ان کا اعتراض بے حقیقت ہو کر رہ گیا ہے اور اس الف کی مثال) اَلْاَبْرَارِ کی طرح ہے اور (ورش و حمزہ کے لئے اس الف میں) تقلیل جو ہے اس نے (منکرین سے) مناظرہ (اور جھگڑا) کیا ہے حالانکہ وہ (تقلیل ان منکرین کی مخالفت کی بنا! (اور قطع) کر دینے والی ہے (کیونکہ تقلیل فتح اور محضہ کے درمیان ہے پس اس میں اصل اور موجودہ حالت دونوں کی رعایت ہے)

شرح: یعنی جس الف میں را کے کسرہ کی وجہ سے امالہ ہوتا ہے اگر وہ دو راؤں کے درمیان ہو اور دوسری را پر کسرہ ہو (جو صرف ان تین کلمات میں آیا ہے۔ ۱ اَلْاَبْرَارِ (آل عمران ع ۲۰ و تطفیف میں) ۲ اَلْقَرَارِ اور قَرَارٍ ہر جگہ جبکہ اس میں دوسری را پر کسرہ ہو۔ ۳ مِنَ الْاَشْرَارِ (ص ع ۴)) تو اس الف میں ابوعمرو اور پورے کسائی کیلئے امالہ محضہ ہے یعنی اس میں ابوالحارث بھی شریک ہیں (جو ایک را والی قسم میں نہیں تھے) اور اسی قسم میں ورش اور حمزہ کیلئے امالہ بین بین ہے اور باقی ساڑھے تین کیلئے صرف فتح ہے اور فَبِئْسَ الْقَرَارُ اور اِنَّ الْاَبْرَارَ وغیرہ میں چونکہ دوسری را پر کسرہ نہیں ہے اس لئے ان میں کسی کیلئے بھی امالہ نہیں ہے۔

فائدہ: (۱) پس ورش کیلئے تو ایک را والی اور دو را والی دونوں قسموں میں تقلیل ہے اور حمزہ کیلئے صرف دوسری قسم میں ہے اور پہلی میں سے صرف اَلْبَوَارِ اور اَلْقَهَّارِ میں ہے اور دوسری قسم میں حمزہ کیلئے تقلیل تیسیر۔ ہادی۔ ہدایہ۔ کافی۔ تبصرہ۔ تذکرہ میں ہے جو ان سے جمہور اہل مغرب اور اہل مصر کا طریق ہے اور طیبہ کے طریق سے ان کے لئے محضہ بھی ہے جو مشہور ہے اور تجرید اور غایہ اور جامع البیان میں ہے اور خلاد کیلئے فتح بھی ہے پس ان کیلئے تینوں وجوہ نکل آئیں۔ (۲) اہوازی کی وجیز میں قصیدہ کے برعکس دوسری قسم میں ورش کیلئے فتح اور قالون کیلئے تقلیل بھی ہے جو شاذ ہے۔

النحو والعربیہ: ۳۲۱/۲۱ ۱ فِيْ اَمِلْ کے متعلق ہے ۲ قَبْلَ كَائِنَةٍ کا مفعول فیہ ہے جو اَلِفَاتٍ کی صفت ہے۔ ۳ طَرَفٍ علی قاری کی رائے پر را کی پہلی اور اَتَتْ بِكَسْرٍ دوسری صفت ہے اور اس تقدیر پر طَرَفٍ۔ مُتَطَرِّفَةٍ کے معنی میں ہوگا اور اظہر یہ ہے کہ طَرَفٍ کو رَا کا مضاف الیہ کہا جائے۔ ۴ تُدْعىٰ امر۔ اَمِلْ کا جواب ہونے کی بناء پر مجزوم ہے اور اس میں الف کا اثبات اس لئے ہے کہ اس کو صحیح کے مرتبہ میں قرار دیا ہے اور یہ بھی ایک لغت ہے جس کی تفصیل دیباچہ ۲۶ د ۲۷ کے بعد مَتىٰ تَنْقَفِنِيْ کی تحقیق میں گذر چکی ہے اور قنبل کی روایت پر مَنْ يَتَّقِيْ (یوسف ع ۱۰) بھی اسی لغت کی بناء پر ہے۔ ۵ حَمِيْدًا یا تو تُدْعىٰ کی ضمیر سے حال ہے یا اس کا دوسرا مفعول ہے پہلی صورت میں تُدْعىٰ۔ تُنَادىٰ کے اور دوسری تقدیر پر تُسَمّٰى کے معنی میں ہوگا۔ ۶ وَتُقْبَلَا بھی تُدْعىٰ پر معطوف ہونے کی بناء پر مجزوم ہے اور اس کا الف نون خفیفہ سے بدلا ہوا ہے اور ابوشامہ کی رائے پر منصوب ہے کیونکہ یہ امر کا جواب ہے جس پر واو داخل ہے پس یہ زُرْنِيْ وَاُكْرِمَكَ کے قبیل سے ہے اور یہ تُدْعىٰ پر معطوف نہیں بلکہ اس کے مصدر دُعَاءً پر ہے ای اَمِلْ هٰذِهِ الْاَلِفَاتِ يَجْتَمِعْ دُعَاءُ النَّاسِ اِيَّاكَ بِالْحَمِيْدِ وَقَبُوْلُ مِنْهُمْ لَكَ اور نصب کی قراءۃ پر وَيَعْلَمَ الَّذِيْنَ (شوریٰ ع ۴) بھی اسی قبیل سے ہے اور رحمٰن ۲۳ کا ضم تُهْدىٰ وَتُقْبَلَا بھی اسی باب سے ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سخاوی وغیرہ کی رائے پر یہ اصل میں وَلْتَقَبَّلَنَّ تھا پھر پہلے لام کو حذف کر دیا اور نون کو الف سے بدل لیا۔ علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ عبارت سخاوی کی شرح کے اس نسخہ میں نہیں ہے جو ہمارے پاس ہے۔ اور جعبری۔ ابو شامہ کی مذکورہ بالا ترکیب کو اولیٰ کے خلاف بتا کر فرماتے ہیں۔ کہ بہ نسبت مقدر کے ملفوظ کی پیروی اولیٰ ہے اور یہ زُرْنِي وَاذْكُرِ مَالِكًا کے قبیل سے نہیں ہے اور نہ یہ تَدْعُنِي پر معطوف ہے بلکہ اس کے مصدر پر ہے ای دُعَاءً وَتَقَبُّلًا پس اس کا نصب مفعول معہ ہونے کی بناء پر ہے اور وَيَعْلَمَ الَّذِينَ (شوریٰ ع۴) بھی اسی قبیل سے ہے اور سورۂ شوریٰ میں فرماتے ہیں کہ نصب کی قراءۃ مشکل ہے اور اس کی عمدہ ترین توجیہ وہ ہے جو ابو عبید نے بیان کی ہے اور وہ یہ ہے کہ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِينَ (آل عمران ع۱۴) اور وَيَعْلَمَ الَّذِينَ (شوریٰ ع۴) دونوں کا نصب صَرف کی بناء پر ہے پھر فرماتے ہیں کہ زمخشری کی رائے پر وَيَعْلَمَ (شوریٰ) کا نصب اس لئے ہے کہ یہ لِيَنْتَقِمَ مقدر پر معطوف ہے۔ علی قاری فرماتے ہیں کہ صَرف کا مطلب یہ ہے کہ لفظ کو ایک معنیٰ سے دوسرے کی طرف منتقل کر لیتے ہیں اور اس انتقال سے اعراب بھی بدل جاتا ہے چنانچہ ان دونوں موقعوں میں اگر حرف عطف مقصود ہوتا تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ وَيَعْلَمَ کے میم پر جزم آئے اور شاذ قراءۃ میں جزم ہے بھی لیکن چونکہ محض عطف کے بجائے اجتماع کے معنیٰ مقصود ہیں یعنی حق تعالیٰ مجاہدین اور صابرین دونوں ہی کو ایک دم معلوم کرنا چاہتے ہیں اور جہاد اور صبر ابھی تک وقوع میں آیا نہیں تو پھر جنت میں پہنچ جانے کا گمان اس سے پہلے ہی کس بناء پر کر لیا (قاری) ۳۲۲/۳۲ ب۱ وَالْكُفَّارِ یا تو اَلْحِمَارِ پر معطوف ہے یا حِمَارِكَ پر۔ ب۲ اِقْتَسْ قیاس سے ہے اور قِسْ اور اِقْتَسْ دونوں ہم معنیٰ ہیں اِقْرَأْ اور اِقْتَرِئْ کی طرح ب۳ لِتَنْضُلَا۔ نَضَلَ سے ہے جو غَلَبَ کے معنیٰ میں ہے اور نَاضَلَ کا مطاوع ہے چنانچہ نَاضَلَهٗ فَنَضَلَ بولتے ہیں یعنی اس نے تیر اندازی میں اس سے مقابلہ کیا پھر وہ اس پر غالب آگیا۔ ۳۲۳/۳۲ ب۱ اَلْكٰفِرِينَ یا تو مبتدا ہے اور اِمَالَتُهٗ اَيْضًا لَهُمَا مقدر اس کی خبر ہے یا اَمَالَ مقدر کا مفعول ہے اور مَعَ كَافِرِينَ کے متعلق ہو کر اَلْكٰفِرِينَ کی صفت ہے یا اس سے حال ہے ب۲ بِيَائِهٖ۔ اَلْكٰفِرِينَ سے حال ہے اس کی ھا لفظاً اَلْكٰفِرِينَ کے اور معنیً دونوں کے لئے ہے اور اصفہانی کا یہ قول بعید ہے کہ لفظاً تو دونوں میں سے کسی ایک کے لئے ہے اور معنیً دونوں کے لئے۔ ب۳ وَهَارٍ ای اِمَالَتُهٗ هَارٍ یا تو رَوٰى کا مفعول ہے یا مبتدا ہے ب۴ بِخُلْفٍ فاعل (مُزْدٍ) سے حال ہے نہ کہ جعبری اور اصفہانی کی رائے کے موافق مفعول سے کیونکہ اس صورت میں یہ وہم ہوتا ہے کہ خلاف کسائی اور ابن ذکوان دونوں کے لئے ہے جو واقع کے خلاف ہے ب۵ صَدٍ۔ صَدِيَ يَصْدٰى سے ہے اور حَذِرٌ کے وزن پر ہے اور اس میں قَاضٍ والی تعلیل ہوئی ہے اور یہ مُزْدٍ کی صفت ہے اور ابو شامہ کی رائے پر اس کا مفعول بھی ہو سکتا ہے اور اس صورت میں اس کا منصوب نہ لانا ضرورت کی بناء پر ہوگا۔ ب۶ حَلَا مستانفہ ہے۔ ۳۲۴/۳۴ ب۱ بَدَارِ بَادِرْ کے معنیٰ میں ہے اور اسم فعل ہے جیسا کہ نَزَالِ۔ اِنْزِلْ کے معنیٰ میں ہے۔ ب۲ جَبَّارِينَ اور اَلْجَارِ یا تو تَمَّمُوْا کے مفعول ہیں یا مبتدا ہیں اور عائد محذوف ہے ای تَمَّمُوْهُمَا یعنی اَلْكَلِمَتَيْنِ اور جعبری کا يَعْنِي الْكَلِمَاتِ کہنا اس بناء پر ہے کہ یہ دونوں وقوع کے اعتبار سے چار ہیں۔ ۳۲۵/۳۵ ب۱ عَنْ اور بِا دونوں خبر کے متعلق ہیں اور علی قاری بِاخْتِلَافٍ کو حال کہتے ہیں لیکن متعلق کہنا اولیٰ ہے کیونکہ مقصود اختلاف ہی کا بیان کرنا ہے۔ ب۲ مَعَهٗ۔ قَلَّلَ کے فاعل سے حال ہے۔ ۳۲۶/۳۶ ب۱ ذِي رَائَيْنِ۔ اَلِفٍ مقدر کی صفت ہے ب۲ فَيْصَلًا۔ فَصْلٌ (قطع) سے ہے اور مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی خوب قطع کر دینے والی ہے۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ بارہ کلمات جن میں صرف کسائی کے دوری کیلئے امالہ محضہ ہے

۳۲۷/۲۷ - وَ اِضْجَاعُ اَنْصَارِی (تَـ)ـمِيمٌ وَّسَارِعُوا ۔۔۔ نُسَارِعُ وَالْبَارِی وَبَارِئِكُمْ (تَـ)ـمَثَّلَا

ترجمہ :- اور (کسائی کے دوری کیلئے) اَنْصَارِی (کے الف) کا امالہ محضہ سے پڑھنا تمیم (کامل) ہے (یا نہایت کامل ہے) اور (وَسَارِعُوا (اور) نُسَارِعُ اور اَلْبَارِیُٔ اور بَارِئِكُمْ (کے الف) نے (بھی امالہ میں اَنْصَارِی کی) پیروی کی ہے (یعنی ان چار میں بھی دوری ہی کے لئے امالہ ہے یا ان کو بھی تا والے دوری ہی نے امالہ سے پڑھا ہے)

۳۲۸/۳۸ - وَاٰذَانِهِمْ طُغْيَانِهِمْ وَيُسَارِعُوْ ۔۔۔ نَ اٰذَانِنَا عَنْهُ الْجَوَارِ (تَـ)ـمَثَّلَا

ترجمہ :- اور اٰذَانِهِمْ (اور) طُغْيَانِهِمْ اور يُسَارِعُوْنَ (اور) اٰذَانِنَا (کے الف کا امالہ بھی) انہی (دوری) سے ہے (اور) اَلْجَوَارِ (کا امالہ بھی انہی کے لئے) مُشَکَّل (اور معین) ہو گیا ہے۔

۳۲۹/۳۹ - يُوَارِی اُوَارِی فِی الْعُقُوْدِ بِخُلْفِهٖ ۔۔۔ ضِعَافًا وَّحَرْفَا النَّمْلِ اٰتِيْكَ (قَـ)ـوَّلَا

۳۳۰/۴۰ - بِخُلْفٍ (ضَـ)ـمَمْنَاهُ مَشَارِبُ (لَـ)ـامِعٌ ۔۔۔ وَاٰنِيَةٍ فِیْ هَلْ اَتٰكَ (لِـ)ـاَعْدَلَا

ترجمہ :- (اور سورۂ) عقود (مائدہ) میں يُوَارِی (اور) فَاُوَارِیَ (کے الف کا بھی دوری ہی نے امالہ کیا ہے حالانکہ وہ اس میں) اپنے خلاف کے ساتھ (ہیں یعنی ان کے لئے فتح اور محضہ دونوں ہیں اور چونکہ امالہ جعفر بن محمد کے بجائے ابوعثمان سے ہے اس لئے طریق کے خلاف ہے اور) ضِعٰفًا اور نمل کے دونوں لفظ (یعنی) اٰتِيْكَ (اٰتِيْكَ) جو ہیں یہ دونوں (ضِعٰفًا اور اٰتِيْكَ امالہ میں خلف کے لئے بلا خلاف اور خلاد کیلئے) ایسے خلاف کے ساتھ نقل کئے گئے ہیں جس کو ہم نے (اپنے بیان کے ذریعہ) ملا دیا ہے (یعنی چونکہ ہم نے خلاد کیلئے ضِعٰفًا اور اٰتِيْكَ دونوں میں خلاف بتایا ہے اس لئے گویا ایک خلاف کو دوسرے سے ملا دیا اور متصل کر دیا ہے یا ہم نے اس خلاف کو نظم میں جمع کر دیا ہے اور ہشام کے لئے (وَ) مَشَارِبُ (کے الف کا امالہ) چمکدار (اور ظاہر اور مشہور) ہے اور هَلْ اَتٰكَ (غاشیہ) میں اٰنِيَةٍ (کے الف کا امالہ بھی) بہت انصاف کرنے والے (عالم ہشام ہی) کے لئے ہے۔

۳۳۱/۴۱ - وَفِی الْكٰفِرُوْنَ عٰبِدُوْنَ وَعَابِدٌ ۔۔۔ وَخُلْفُهُمْ فِی النَّاسِ فِی الْجَرِّ (حُـ)ـصِّلَا

ترجمہ :- اور (سورۂ) کٰفِرُوْن میں عٰبِدُوْنَ (کے دونوں کلمات) اور عَابِدٌ (کے الف کا امالہ بھی ہشام ہی نے کیا) ہے اور (ابوعمرو کے لئے) اَلنَّاس میں (یعنی اس کے سین کے) جر (کے موقعوں) میں (وَمِنَ النَّاسِ اور لِلنَّاسِ وغیرہ میں) ان (ناقلین) کا خلاف (شیوخ اور کتب سے) حاصل کیا گیا ہے (جس کی صورت یہ ہے کہ سین کے زیر والے اَلنَّاس میں دوری کے لئے صرف محضہ اور سوسی کے لئے صرف فتح ہے)

تشریح: یعنی ان بارہ کلمات میں صرف کسائی کے دوری کے لئے امالہ محضہ ہے ۱۔ اَنْصَارِی (آل عمران ع ۵ وصف ع ۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں نمبر ۲ وَسَارِعُوْا (آل عمران ع۱۴) نمبر ۳ نُسَارِعُ (مومنون ع۴) نمبر ۴ اَلْبَارِئُ (حشر ع۳) نمبر ۵ بَارِئِكُمْ (بقرہ ع۶ میں دو جگہ) نمبر ۶ اٰذَانِهِمْ سات جگہ (بقرہ ع۲ والانعام ع۳ اسراء ع۵ وکہف ع۱ و ع۸ و فصلت ع۵ و نوح ع۱) اس کے دوسرے الف میں امالہ ہے جو ذال کے بعد ہے نہ کہ پہلے میں نمبر ۷ طُغْيَانِهِمْ پانچ جگہ (بقرہ و یونس ع۲ والانعام ع۱۳ و اعراف ع۲۳ و مومنون ع۴) نمبر ۸ يُسَارِعُوْنَ سات جگہ (آل عمران ع۱۲ و ع۱۸ و مائدہ ع۷ و ع۸ و ع۹ و انبیاء ع۶ و مومنون ع۴) نمبر ۹ اٰذَانِنَا (فصلت ع۱) اس میں بھی دوسرے الف میں ہے نمبر ۱۰ اَلْجَوَارِ تین جگہ (شوریٰ ع۴ ۔ رحمٰن ع۱ و تکویر میں) نمبر ۱۱ يُوَارِيْ نمبر ۱۲ فَأُوَارِيَ (مائدہ ع۵) میں ان دونوں میں فتح اور امالہ دونوں ہیں اور طریق کے موافق فتح ہی ہے اور ان میں امالہ جعفر بن محمد کے بجائے ابو عثمان ضریر سے ہے اس لئے طریق کے خلاف ہے اور اس کو دوری سے ابو عثمان کے سوا کسی اور نے نقل نہیں کیا اور ان سے يُوَارِيْ (اعراف ع۳) میں بھی امالہ ہے گو ناظم رحؒ نے مائدہ ہی کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور یہاں اس کا ذکر فائدہ کے کامل کرنے کے لئے ہے اور ضِعٰفًا (نساء ع۱) اور اٰتِيْكَ (نمل ع۳) میں دونوں جگہ تینوں میں خلف کے لئے صرف امالہ اور خلاد کے لئے فتح اور محضہ دونوں ہیں ابو الفتح سے تو تینوں میں فتح ہے اور طریق بھی انہی سے ہے اور ابو الحسن سے ضِعٰفًا میں دونوں ہیں اور اٰتِيْكَ میں صرف امالہ ہے پس ضِعٰفًا کے فتح پر تو اٰتِيْكَ میں دونوں وجوہ پڑھ سکتے ہیں اور اول کے امالہ پر ثانی میں بھی صرف امالہ ہی ہوگا ورنہ طرق میں خلط ہو جائے گا۔

اور ذیل کے چار کلمات میں صرف ہشام کے لئے امالہ محضہ ہے نمبر ۱ وَمَشَارِبُ (یٰس ع۵) نمبر ۲ اٰنِيَةٍ (غاشیہ) میں (پس بِاٰنِيَةٍ (دہر ع۱) میں سب کے لئے فتح ہے) نمبر ۳ عٰبِدُوْنَ دو جگہ نمبر ۴ عَابِدٌ دونوں کٰفِرُوْنَ میں (اور بقرہ ع۱۶ اور مومنون ع۳ کے عٰبِدُوْنَ میں سب کیلئے فتح ہے) اور اَلنَّاسِ میں جبکہ اس کے سین پر زیر ہو جیسے وَمِنَ النَّاسِ ۔ فِي النَّاسِ ۔ لِلنَّاسِ ہر جگہ دوری کیلئے امالہ محضہ اور سوسی کیلئے فتح ہے اور گو یہاں خلاف کی نسبت پورے ابو عمرو کی طرف کی ہے لیکن اس کا مطلب یہی ہے جو اوپر درج ہوا یہ معنی نہیں کہ دونوں راویوں کیلئے دو دو وجوہ ہیں پس یہ خلاف موزع ہے مرتب نہیں۔

فائدہ: نمبر ۱ (۱) شاذ روایت پر کسائی کیلئے طُغْيَانًا كَبِيْرًا میں بھی امالہ ہے (۲) شعر ۳۸ کے اَلْجَوَارِ میں روایۃً یا کا حذف ہے گو اس میں قبض ہے اور ابو شامہ کے قول پر یہی درست بھی ہے اور یہ شوریٰ میں دوری کی اور باقی دو میں سب کی قراءت کے موافق ہے اور چونکہ باقی دو میں را کے بعد ساکن ہے۔ اس بناء پر ان میں سب کیلئے یا کا حذف ہی ہے (۳) جعبری کے قول پر تَلَا اور تَمَثَّلَا میں رمز مکرر ہے اور علی قاری رحؒ اور ابو شامہ کی رائے پر ثانی بھی رمز ہے اور یہی اولیٰ ہے تاکہ وہم رفع ہو جائے (۴) يُوَارِيْ ۔ أُوَارِيَ میں جعفر بن محمد سے بھی دو طریق ہیں ایک طریق سے فتح ہے اور یہی مشہور تر ہے اور تیسیر کا طریق بھی یہی ہے اور دوسرے طریق سے امالہ بھی ہے (۵) ابو عثمان کے طریق سے يُوَارِيْ مائدہ کی طرح اعراف والے میں بھی امالہ ہے اور دانی اور ناظم کا خلاف کو مائدہ والے کے ساتھ خاص کر دینا مناسب نہیں (۶) ضِعٰفًا اور اٰتِيْكَ میں خلاد کے لئے فتح اکثر کا اور امالہ بعض کا مذہب ہے اور اٰتِيْكَ دونوں آیتوں میں یا تو مضارع متکلم ہے یا اسم فاعل پہلی تقدیر پر بعض نے اس کے امالہ کو ضعیف بتایا ہے کیونکہ اس کا الف ہمزہ سے بدلا ہوا ہے (۷) اٰنِيَةٍ (غاشیہ) فَاعِلَةٌ کے وزن پر ہے اور اس کا الف زائد ہے اور یہ اَنَى ۔ يَأْنِي سے ہے اور اَنَى کے معنی ہیں وہ چیز سخت اور بے حد گرم ہو گئی اور بِاٰنِيَةٍ (دہر) اِنَاءٌ کی جمع ہے پس یہ اَفْعِلَةٌ کے وزن پر ہے اور اس کا الف ہمزہ سے بدلا ہوا ہے اس لئے اول میں امالہ قوی اور ثانی میں ضعیف ہو گیا اور اسی لئے اول میں ہشام کیلئے امالہ ہے اور ثانی میں کسی کیلئے بھی نہیں ابو شامہ نے اس کی یہی توجیہ کی ہے اور اصل وجہ روایت کی موافقت ہے (۸) اَلْعٰبِدُوْنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(زخرف ع) میں دو کسروں اور یا کے باوجود بھی سب کیلئے فتح ہے یہ دلیل ہے اس پر کہ قرآت قیاس کی بناء پر نہیں بنائی گئیں بلکہ سب نقل سے ثابت ہیں۔ (۹) اَلنَّاس مجرور میں یزیدی کی روایت سے ابوعمرو کیلئے فتح اور محضہ دونوں ہیں اور اَلنَّاس کہنے سے اُنَاس نکل گیا اس میں سب کیلئے فتح ہے حالانکہ وہ نَاس کی اصل ہے اور اسی طرح اَلْوَسْوَاسِ اور اَلْخَنَّاسِ بھی نکل گئے اور مجرور کہنے سے لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ وغیرہ نکل گئے اور شاذ روایت پران میں بھی امالہ ہے۔ (۱۰) اس اَلنَّاسِ میں ناقلین کے تین مذہب ہیں: ۱۔ صرف فتح ۲۔ صرف محضہ ۳۔ فتح اور محضہ دونوں پھر اس میں اہل ادا کے دو طریق ہیں۔ ۱۔ اطلاق یعنی دوری اور سوسی دونوں کے لئے فتح اور محضہ دونوں اور قصیدہ اور تیسیر کی عبارت سے ظاہراً یہی نکلتا ہے ۲۔ ترتیب یعنی دُوری کیلئے محضہ اور سوسی کے لئے فتح چنانچہ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ (ناظمؒ) اسی طرح پڑھاتے تھے اور ائمہ کی کتب میں اسی طرح مذکور ہے اور جعبری نے بھی یہی بیان کیا ہے اور اس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں۔ ۱۔ قصیدہ کی عبارت کو اطلاق کے بجائے ترتیب پر محمول کرنا چاہئے ۲۔ یہ عبارت تو اپنے اطلاق ہی پر ہے لیکن اس میں دوسرے مذہب پر ترتیب بھی ہے علی قاری فرماتے ہیں کہ اکثر کے نزدیک ترتیب ہی مشہور ہے اور عمل بھی اسی پر ہے اور تقریب میں ہے کہ دانی کے نزدیک یہی مختار ہے۔ ابوشامہ فرماتے ہیں کہ ہمیں بھی ہمارے شیخ ابوالحسن سخاوی نے اسی طرح پڑھایا ہے اور ابوالحسن بن غلبون نے بھی صرف یہی وجہ بیان کی ہے۔ اصفہانی کہتے ہیں کہ سوسی سے اَلنَّاسِ کا امالہ نہ تو مشہور ہی ہے اور نہ فن کی کتابوں میں سے کسی کتاب میں مذکور ہے اور تیسیر میں (گو ظاہراً ابوعمرو کیلئے ہے لیکن حقیقتاً) دوری کے لئے مذکور ہے۔ چنانچہ جامع البیان میں تصریح کی ہے کہ میرے نزدیک ابوعمرو کی قراءۃ میں اہل عراق (دوری) کے طریق سے اَلنَّاسِ میں امالہ محضہ مختار ہے کیونکہ جن حضرات نے اس کو یزیدی سے روایت کیا ہے وہ مشہور بھی ہیں اور مسائل سے بخوبی واقف اور ان کے علم میں پوری طرح ماہر بھی ہیں اور تقریب النشر میں دوری کیلئے فتح اور محضہ دونوں ہیں اور سوسی کیلئے صرف فتح ہے۔ پس صاحب مکرر کا یہ قول معتبر نہیں کہ دوری کیلئے امالہ اور سوسی کیلئے فتح مشہور تر ہے اور اسی طرح ابن القاصح کا یہ قول بھی تحقیق سے دور ہے کہ دوری اور سوسی دونوں کے لئے فتح اور محضہ دونوں ہیں۔

فائدہ ۲۔ (۱) چونکہ یہاں شعر ۱۶ میں چار شبہات پیدا ہوتے ہیں اس لئے اس میں علی قاری۔ ابوشامہ اور اصفہانی رحمہم اللہ نے تغیر کیا ہے اس کے لئے رسالہ تغیرات کا مطالعہ کیجئے۔ (۲) ان پانچوں اشعار کے الفاظ میں سے ضِعفاً کا امالہ الف سے پہلے اور باقی کا الف کے بعد والے کسرہ کی بناء پر ہے اور بعض میں وہ کسرہ بھی را پر ہے اس سے اور قوت ہوگئی اور طُغْیَانِهِم میں الف سے پہلے یا بھی ہے۔

وہ چھ کلمات جن میں ابن ذکوان کیلئے امالہ ہے

۳۴۳/۴۳ حِمَارِكَ وَالْمِحْرَابِ اِكْرَاهِهِنَّ وَالْـ ــــ حِمَارِ وَفِي الْاِكْرَامِ عِمْرَانَ مُثِّلَا

ترجمہ: حِمَارِكَ اور اَلْمِحْرَابِ (اور) اِكْرَاهِهِنَّ اور اَلْحِمَارِ (کے الف کا اضجاع ابن ذکوان کیلئے) صورت بنایا گیا (اور معین کیا گیا) ہے اور اَلْاِكْرَامِ (اور) عِمْرَانَ میں (بھی انہی کیلئے امالہ واقع کیا گیا ہے)

۳۴۴/۴۴ وَكُلٌّ بِخُلْفٍ لِابْنِ ذَكْوَانَ غَيْرَ مَا ــــ يُجَرُّ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاعْلَمْ لِتَعْمَلَا

ترجمہ:۔ اور (ان چھوں میں سے) ہر ایک (لفظ) ابن ذکوان کے لئے خلاف کے ساتھ (امالہ سے پڑھا گیا) ہے (ان میں سے) اس (لفظ) کے سوا جو جر دیا جاتا ہے حالانکہ وہ (لفظ) اَلْمِحْرَاب ہے (یعنی جب اَلْمِحْرَاب کی با پر زیر ہو اس میں ان کے لئے خلاف نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلکہ صرف محضہ ہے) پس تو (اس باب کے تمام مسائل کو) جان لے تاکہ تو (ان کے موافق) عمل کرے۔

شرح : یعنی ذیل کے چھ کلمات میں ابن ذکوان کیلئے فتح اور محضہ دونوں ہیں ۱ حِمَارِكَ (بقرہ ع ۳۵) میں ۲ اِكْرَاهِهِنَّ (نور ع ۴) میں ۳ اَلْحِمَارِ (جمعہ ع ۱) ۴ وَالْاِكْرَامِ دو جگہ (رحمٰن ع ۲ و ع ۳) ۵ عِمْرَانَ تین جگہ (آل عمران ع ۴ میں دو اور تحریم ع ۲ میں ایک) ۶ وہ اَلْمِحْرَابَ جس کی با پر نصب ہو (جر نہ ہو) تو دو جگہ ہے ۱ زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ (آل عمران ع ۴) ۲ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ (ص ع ۲) ان سب میں امالہ دانی کے شیخ عبد العزیز فارسی سے اور فتح ابو الحسن سے ہے اور طریق فارسی ہی سے ہے اور اگر اَلْمِحْرَابِ کی با پر جر ہو جو فِي الْمِحْرَابِ (آل عمران ع ۴) اور مِنَ الْمِحْرَابِ (مریم ع ۱) میں ہے تو اس میں ان کیلئے صرف محضہ ہے (اور ان الفاظ میں طُرق کی مزید تفصیل کیلئے رسالہ طُرق کا ملاحظہ فرمائیں) اور ان میں سے حِمَارِكَ اور اَلْحِمَارِ میں ابوعمرو اور کسائی کے دوری کے لئے بھی اس قاعدہ کی بناء پر محضہ ہے جو شعر ۲۱ میں بیان ہو چکا ہے اور ورش کیلئے ان دونوں میں ان کے قاعدہ کے موافق تقلیل ہے اور باقی چار میں ان تینوں کیلئے فتح ہے اور باقی ساڑھے چار کیلئے چھ کے چھ میں صرف فتح ہے اور چونکہ یہاں امالہ کے اختلافی قواعد ختم ہو چکے ہیں اس لئے فَاعْلَمْ لا کر تنبیہ فرما دی کہ قواعد کا صرف مطالعہ کر لینا ہی کافی نہیں بلکہ عمل کرنے کیلئے ان کا سمجھنا اور یاد کرنا بھی ضروری ہے۔

فائدہ : (۱) چونکہ ان میں سے اِكْرَاهِهِنَّ اور وَالْاِكْرَامِ اور اَلْمِحْرَابَ میں ورش کیلئے ترقیق ہے نہ کہ تقلیل اس لئے ان میں ورش ابن ذکوان کے ساتھ شریک نہیں ہیں اور جعبری کی رائے پر مُمِيلًا کا میم رمز نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد شعر ۴۲ میں ابن ذکوان کا اسم صریح آ رہا ہے اور ناظم کی عادت یہ ہے کہ ایک حکم میں رمز اور صریح کو جمع نہیں کرتے اور ملا علی قاری اور ابو شامہ کی رائے پر میم رمز ہے اور یہی اولیٰ ہے کیونکہ شعر ۴۲ اجمال کے اور شعر ۴۳ اس کی تفصیل کے مرتبہ میں ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ اجمال میں بھی قاری کا ذکر آ جائے تاکہ حکم مکمل ہو جائے پھر اس پر وہ خلاف اور تفصیل مرتب ہو جو شعر ۴۳ میں مذکور ہے اور رمز اور صریح کا جمع کرنا مخالفت کی صورت میں منع ہے نہ کہ موافقت کی تقدیر پر بھی یعنی رمز سے شبہ اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ وہ اسم صریح والے کے سوا کسی دوسرے قاری کیلئے ہو اور یہاں رمز و صریح دونوں ایک ہی کیلئے ہیں (۲) شعر ۴۲ میں چونکہ ابن ذکوان کا اسم صریح آ چکا ہے اس لئے اس میں فا اور لام رمز نہیں۔ (۳) ان کلمات میں امالہ کی وجہ الف سے پہلا اور بعد والا کسرہ ہے اور فتح کی وجہ اصل کی موافقت اور مناسبت کا قصد نہ کرنا اور روایت کی پیروی ہے۔ **سوال** : اسی باب کے شعر ۱۹ تا ۲۳ میں موافقت والوں کے ساتھ حمزہ اور کسائی کو بھی دوبارہ لائے ہیں حالانکہ ان کے لئے ان الفاظ کا امالہ اس سے پیشتر کلیہ قاعدہ کے ذریعہ معلوم ہو چکا تھا اور یہاں حِمَارِكَ اور اَلْحِمَارِ میں ابوعمرو اور دوری کو ابن ذکوان کے ساتھ دوبارہ نہیں لائے اس فرق کی وجہ کیا ہے۔ **جواب** : جو الفاظ شعر ۱۹ تا ۲۳ میں مذکور ہیں ان کا ذکر اس سے پہلے معین طور پر کسی جگہ بھی نہیں آیا تھا پس اگر وہاں موافقت والوں ہی کو بیان کر دیتے اور حمزہ اور کسائی کو نہ لاتے تو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ ان دونوں کی قراءۃ پر یہ سب الفاظ امالہ سے مستثنیٰ ہوں گے جس طرح حمزہ کی قراءۃ پر وہ الفاظ مستثنیٰ ہیں جن کا بیان شعر ۸ تا ۱۲ میں گذر چکا ہے اور ان میں فقط کسائی کے لئے امالہ ہے اور حِمَارِكَ اور اَلْحِمَارِ میں یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ شعر ۲۲ میں معین طور پر بھی آ چکے ہیں اور ان میں ابوعمرو اور دوری کیلئے امالہ بیان ہو چکا ہے پس یہاں ان دونوں قراء کو دوبارہ نہ لانے سے یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہ دونوں ان کی قراءۃ پر مستثنیٰ ہوں گے۔

خلاصہ : یہ کہ مذکورۂ بالا قراء کو صرف شبہ کے موقعوں میں دوبارہ لایا کرتے ہیں اور یہاں شبہ تھا نہیں اس لئے نہیں لائے اور شعر ۲۹ کا وَجَاءَ ابْنُ ذَكْوَانٍ وَّفِي شَاءَ اور شعر ۳۰ کا زَادَ بھی اسی قبیل سے ہے یعنی ان میں بھی حمزہ کو دوبارہ اسی لئے نہیں لائے کہ ان کے لئے یہ الفاظ اس سے پیشتر شعر ۲۸ و ۲۹ میں معین طور پر آ چکے ہیں اس لئے مستثنیٰ ہونے کا شبہ نہیں ہوتا۔ **سوال** : یہاں حِمَارِكَ کو واو فاصل کے بغیر لائے ہیں اس سے شبہ ہوتا ہے کہ اس کا اور اس کے بعد والے تمام الفاظ کا تعلق مُحَصَّلًا کی حا والے ابو عمرو ہی کے ساتھ ہے جو شعر ۴۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں مذکور ہیں۔ جواب: چونکہ ان میں سے حِمَارِ لَكَ اور اَلْحِمَارِ شعر ۳۲۲ میں بھی آچکے ہیں اس لئے ذہین شخص فوراً سمجھ لے گا کہ ان کا تعلق پہلی رمز سے نہیں ہے ورنہ تکرار لازم آئے گا اور اس سے یہی نتیجہ نکلے گا کہ حِمَارِ لَكَ اور اس کے بعد والے تمام الفاظ کا تعلق گذشتہ کے بجائے آئندہ رمز کے ساتھ ہے اور مقصود بھی یہی ہے۔

النحو والعربیۃ: ۳۲۷/۳۷ ۱ تَمِيمٌ یا تو قبیلہ کا نام ہے یا تمام کا مبالغہ ہے پہلی صورت میں اس کی تقدیر لُغَةُ تَمِيمٍ ہوگی اور دوسری صورت میں تقدیر کی حاجت نہیں ۲ سَارِ عَوْدُ اور اس کے تینوں معطوفات مبتدا ہیں اور تلا خبر ہے اور یہ یا تو تلو سے ہے اور تبع کے معنی میں ہے یا تلاوۃ سے قَرَأَ کے معنی میں ہے ۳ اَلْبَارِئ میں ہمزہ کو ضرورۃً ساکن کرکے یاء سے بدلا گیا ہے۔ ۳۲۸/۳۸ ۱ یہ شعر دو اسمیوں سے مرکب ہے ۲ اَلْجَوَارِ کا یاء کے بغیر پڑھنا اولیٰ ہے اور روایت بھی یہی ہے۔ ۳۲۹/۳۹ ۱ يُوَارِي یا تو اسمیہ ہے ای وَاِضْجَاعُ يُوَارِي وَاُوَارِي حَاصِلٌ فِي الْعُقُوْدِ یا اَمَالَ مقدر کا مفعول ہے اور بِخُلْفِهٖ دونوں صورتوں میں حال ہے ۲ اٰتِيكَ یا تو حَرْفَا التَّمَلِّ سے بدل الکل ہے یا عطف بیان ہے اور تقدیر اٰتِيكَ اٰتِيكَ ہے اور چونکہ ان میں سے ایک کا ذکر دوسرے سے بے نیاز کر رہا تھا اس لئے ایک کو حذف کر دیا ۳ قُوِّلَا کا الف تثنیہ کا ہے ای رُوِيَ ضِعْفًا وَّاٰتِيكَ بِالْاِمَالَةِ پس حَرْفَا التَّمَلِّ کو تثنیہ ہے لیکن اس کو واحد کے مرتبہ میں قرار دیا ہے کیونکہ اٰتِيكَ ایک ہی کلمہ ہے جو دو بار آرہا ہے پس گویا تقدیر ضِعْفًا وَّاٰتِيكَ ہے اور جعبری نے جو قُوِّلَا کی تفسیر قِيْلَا سے کی ہے وہ ضعیف ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ اس کو تثنیہ کے صیغہ سے لانا کلمات کی جنس کے لحاظ سے ہے نہ کہ تعداد کی رو سے ۳۳۰/۴۰ لِاَعْدَلَا میں الف الاطلاق ہے اور اس کی تقدیر لِعَالِمٍ اَعْدَلَ ہے اور یہ وزن فعل اور وصف کی بناء پر غیر منصرف ہے ۳۳۱/۴۱ ۱ اَلْكٰفِرُوْنَ کا رفع حکائی ہے اور فِيْ اِمَالَةِ اَلِفِ عٰبِدُوْنَ یا اَمَالَ اَلِفَ عٰبِدُوْنَ مقدر کے متعلق ہے پس پہلا مصرع یا تو جملہ اسمیہ ہے اور اس صورت میں عَابِدٌ کے بعد لَهٗ مقدر ہوگا جو اِمَالَة کی خبر بنے گا یا فعلیہ ہے۔ بتقدیر اَمَالَ هِشَامٌ ۲ فِي الْجَرِّ یا تو فِي النَّاسِ سے بدل البعض ہے یا حال ہے اور علی قاری کی رائے پر فِي الْجَرِّ کے بجائے بِالْجَرِّ اولیٰ تھا تا کہ فِيْ مکرر نہ آتا۔ ۳۳۲/۴۲ ۱ حِمَارِ لَكَ اور اس کے معطوفات کا جر حکائی ہے کیونکہ یہ مبتدا ہیں ۲ وَفِي الْاِكْرَامِ عِمْرٰنَ دوسرا جملہ ہے اور فِيْ۔ اُمِيْلَ لَهٗ مقدر کے متعلق ہے اور عِمْرٰنَ سے پہلے عاطف بھی مقدر ہے۔ ۳۳۳/۴۳ ۱ كُلٌّ کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے ای كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَلْفَاظِ السِّتَّةِ الْمُتَقَدِّمَةِ اور اس کی خبر مُمَالٌ مقدر ہے ۲ بِخُلْفٍ کی با اور لام جارہ خبر مقدر کے متعلق ہیں اور علی قاری کی رائے پر لِابْنِ ذَكْوَانَ۔ خُلْفٍ کی صفت ہے جو احقر کے ذوق میں اولیٰ کے خلاف ہے ۳ غَيْرَ کا نصب استثناء کی بناء پر ہے ۴ مِنَ الْمِحْرَابِ۔ يُجَرُّ کے فاعل سے حال ہے ۵ فَاعْلَمْ مستانفہ ہے۔

پہلی تنبیہ

(ص)

۳۳۴/۴۴ وَلَا يَمْنَعُ الْاِسْكَانُ فِي الْوَقْفِ عَارِضًا ‏ ‏ اِمَالَةَ مَا لِلْكَسْرِ فِي الْوَصْلِ مُيِّلَا

ترجمہ: اور اسکان جس کی حالت یہ ہو کہ وہ وقف (یا ادغام) میں عارضی طور پر پیش آنے والا ہو۔ اس (الف یا ھ) کے امالہ کو منع نہیں کرتا جو وصل میں (بعد کے) کسرہ کے سبب امالہ (محضہ یا بین بین) سے پڑھا گیا ہو (یعنی گو وقفی اور ادغامی سکون میں الف کے بعد وہ کسرہ باقی نہیں رہتا جو امالہ کا سبب تھا لیکن چونکہ یہ سکون عارضی ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں کرتے اور کسرہ کو اب بھی حکماً موجود سمجھ کر امالہ اور تقلیل کرتے ہیں)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرح: اس کی شرح بعینہٖ وہی ہے جو باب الادغام کے آخر میں پہلی تنبیہ کے ذیل میں۔ صفحہ ۱۴۵ پر گذر چکی ہے ملاحظہ فرما لیا جائے چونکہ بعض حضرات مِنَ الْاَنْصَارِ اور اَلنَّارِ اور اَلنَّاسِ اور اَلْمِحْرَابِ وغیرہ میں سکون سے وقف کرنے کی صورت میں اور اسی طرح کسرہ والے حرف کا بعد والے حرف میں ادغام کرنے کی صورت میں اس بناء پر امالہ اور تقلیل نہیں کرتے کہ کسرہ جو امالہ کا سبب تھا باقی نہیں رہا اس لئے بتا دیا کہ محققین کا مذہب یہ ہے کہ جس الف میں بعد کے کسرہ کے سبب امالہ ہوتا ہے وہ امالہ وقفی اور ادغامی سکون میں بھی باقی رہتا ہے اس بناء پر کہ یہ سکون عارضی ہے اور کسرہ اصلی ہے اس لئے اسی کا اعتبار کرنا چاہئے۔

فائدہ: (۱) چونکہ اس قسم میں امالہ نہ رہنے کا شبہ ادغام اور وقف دو چیزوں سے پیدا ہوتا ہے اس لئے ادغام کا حکم بابُ الادغام میں اور وقف کا حکم یہاں بیان فرما دیا اور اولیٰ یہی تھا کہ دونوں کا ذکر ایک ہی جگہ آجاتا (۲) نشر کے طرق سے اس قسم میں سوسی کیلئے فتح بھی جائز ہے جو موجودہ حالت کا اعتبار کر لینے کی بناء پر ہے اور نشر میں ہے کہ سوسی سے فتح اور امالہ دونوں نقلاً بھی صحیح ہیں اور اداءً بھی اور بعض ناقلین سے اس قسم میں تقلیل بھی ہے پس جس طرح مدہ اور لین کے بعد عارضی سکون آنے کی صورت میں تین وجوہ ہیں۔ اسی طرح اَلنَّارِ وغیرہ میں بھی وقفاً محضہ اور تقلیل اور فتح تینوں وجوہ نکل آئیں لیکن باب المد میں عارض کا اعتبار کرنا اور باب الامالہ میں اعتبار نہ کرنا راجح ہے اور یہ فرق اس لئے ہے کہ مد کا سبب سکون ہے اور وہ عارض کے اعتبار پر حاصل ہو جاتا ہے اس لئے اس کا اعتبار کر لیا گیا اور امالہ کا سبب کسرہ ہے جو عارض کے اعتبار پر زائل ہو جاتا ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ نیز فرماتے ہیں کہ جو لوگ اس قسم میں فتح کے قائل ہیں ان کے لئے بھی فِی النَّارِ لَخَزَنَةِ (غافر ع ۵) میں امالہ راجح ہوگا کیونکہ اس میں ادغام کی تقدیر پر بھی الف کے بعد لام کا کسرہ موجود ہے اور یہ میں نے قیاس کی رو سے کہا ہے نیز فرماتے ہیں کہ اس قسم میں وقفاً بھی امالہ کا باقی رکھنا اکثر کا مذہب ہے اور بہت سے مؤلفین نے تو امالہ کے سوا کوئی اور وجہ بیان ہی نہیں کی کیونکہ وقف عارضی ہے اور اصل یہ ہے کہ عارض کا اعتبار نہ کیا جائے نیز وقف وصل ہی پر مبنی ہے تو اس کا حکم وصل ہی جیسا ہونا چاہئے نیز جس قسم میں علت کی بناء پر امالہ ہے اور جس قسم میں قطعاً امالہ نہیں ہے اس سے ان دونوں قسموں میں فرق بھی ہو جاتا ہے نیز جس طرح روم و اشمام سے وصل کی حالت کا پتہ چل جاتا ہے اسی طرح اس امالہ سے بھی وصل کی حالت کا علم ہو جاتا ہے (۳) جعبری کی رائے پر یہ شعر۔ شعر ۳۱۲ کا تتمہ ہے لیکن چونکہ اس کا تعلق اَلنَّاسِ اور اَلْمِحْرَابِ سے بھی ہے اس لئے حق یہی ہے کہ یہ شعر اپنے مناسب مقام پر ہے (قاری) (۴) جعبری کا یہ ارشاد عجیب ہے کہ ابن شریح کا یہ قول تحقیق (پر مبنی) ہے کہ اس قسم میں ابوعمرو سے اختلاف ہے چنانچہ بغدادی حضرات تو روم کرتے ہیں اور وصل سے کم درجہ کا امالہ کرتے ہیں اور بصریین سکون سے وقف کرتے ہیں اور فتح پڑھتے ہیں اور عجیب اس لئے ہے کہ قراءۃً روم وصل کے حکم میں ہے چنانچہ قصیدہ میں بھی اٹھارویں باب کے شعر ۵۱۱ میں آئے گا اسی لئے سخاوی فرماتے ہیں کہ حرکت میں روم کرنے کی صورت میں امالہ قوی تر ہے اور ابوشامہ فرماتے ہیں کہ روم کی حالت میں صرف امالہ ہے پس جعبری نے روم میں وصل سے کم درجہ کا امالہ بتا کر لغت اور قراءۃ کے حکم میں خلط کر دیا۔ (۵) اس قسم میں جو اختلاف ہے وہ ان دو شرطوں سے ہے ۱۔ امالہ کا سبب صرف الف کے بعد والا کسرہ ہو ۲۔ وہ کسرہ وقف کے سبب بالکل زائل ہو جائے اسی لئے کَمِشْكٰوةٍ ۔ مُزْجٰىةٍ اور اَبْصَارِهِمْ وغیرہ میں اور دَارُ الْقَرَارِ اور اَلنَّارِ وغیرہ میں روم سے وقف کرنے کی صورت میں جن کے لئے امالہ ہے بلا خلاف ہے کیونکہ اوّل کے دو میں سبب بعد کا کسرہ نہیں بلکہ الف سے پہلا کسرہ اور یا ہے۔ اور اَبْصَارِهِمْ کے کسرہ میں وقف کوئی اثر نہیں کرتا اور روم میں کسرہ بالکل زائل نہیں ہوتا اور اسی طرح ادغام کی حالت میں اَلنَّارِ رَبَّنَا وغیرہ بھی نکل گئے کیونکہ ان میں کسرہ وقف کے سبب زائل نہیں ہوا اور یہ قسم پانچویں باب کے آخر میں بیان ہو چکی ہے اس لئے یہاں وقف کی قید سے اس کو نکال دیا تاکہ تکرار لازم نہ آئے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

دوسری تنبیہ

۳۲۵ وَقَبْلَ سُكُوْنٍ قِفْ بِمَا فِيْ اُصُوْلِهِمْ وَذُو الرَّاءِ فِيْهِ الْخُلْفُ فِي الْوَصْلِ (يُ)جْتَلَا
۴۵

ترجمہ:- اور تو سکون سے پہلے (امالہ والے الف پر فتح اور تقلیل اور محضہ تینوں میں سے) اس (وجہ) کے موافق (عمل کرنے والا بن کر) وقف کر جو (اوپر) ان (قراء) کے قواعد میں (بیان ہو چکی) ہے اور را (کے بعد) والا (الف) جو ہے وصل میں (سوسی کے لئے) وہ (یعنی اس کا اضجاع فن کی کتابوں میں) دیکھا (اور پایا) جاتا ہے حالانکہ اس (را کے بعد والے الف) میں (ان کے لئے) خلاف بھی ہے (یعنی فتح اور محضہ دونوں ہیں)

۳۲۶ كَمُوْسَى الْهُدٰى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ وَالْقُرَى الْـ لَتِيْ مَعَ ذِكْرَى الدَّارِ فَافْهَمْ مُحَصِّلَا
۴۶

ترجمہ: (سکون سے پہلے بغیر را والے اور را والے الف کی مثالیں) مُوْسَى الْهُدٰى (اور) عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اور الْقُرَى الَّتِيْ کی طرح ہیں حالانکہ یہ (کلمہ) ذِكْرَى الدَّارِ کے ساتھ ہے پس تو (امالہ کے مسائل کو) سمجھ لے حالانکہ تو ان کا حاصل کرنے والا (اور سیکھنے والا) ہے

شرح: یعنی جس الف میں امالہ اور تقلیل کا قاعدہ پایا جاتا ہو اگر اس کے بعد کوئی ساکن حرف آ جائے۔ تنوین ہو یا کوئی اور حرف (جیسے مُوْسَى الْهُدٰى۔ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ۔ طَغَا الْمَآءُ۔ اَحْيَا النَّاسَ اور مُسَمًّى اور مَوْلًى) تو چونکہ وہ الف اس ساکن کے سبب وصلاً حذف ہو جاتا ہے اس لئے اس میں امالہ اور تقلیل بھی نہیں رہتی ہاں اگر اس الف سے پہلے را ہو اور اس پر تنوین نہ ہو جیسے نَرَى اللّٰهَ۔ وَسَيَرَى اللّٰهُ۔ وَيَرَى الَّذِيْنَ۔ ذِكْرَى الدَّارِ۔ اَلْقُرَى الَّتِيْ۔ اَلنَّصٰرَى الْمَسِيْحُ تو اس را میں اور قراء کے لئے تو فتح ہی ہے لیکن سوسی کے لئے وصلاً بھی را میں فتح اور محضہ دونوں ہیں جو خُلف سے نکلے ہیں۔ اور تیسیر میں صرف محضہ ہے اور یہی طریق کے موافق ہے۔ پس فتح زیادات میں سے ہے اور فتح دانی نے ابو الحسن سے پڑھا ہے اور تیسیر کے سوا اور کتابوں میں بیان کیا ہے اور نشر کی رو سے دونوں وجوہ صحیح ہیں۔ لیکن اگر اس الف پر (جس کے بعد ساکن ہو) وقف کر دیں (اور مُوْسَى الْهُدٰى میں مُوْسٰى اور عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ میں عِيْسٰى اور اَلْقُرَى الَّتِيْ میں اَلْقُرٰى اور ذِكْرَى الدَّارِ میں ذِكْرٰى اور مُسَمًّى میں مُسَمّٰى پڑھیں) تو پھر اس الف میں قراء کے اصول کے موافق فتح والوں کے لئے فتح اور تقلیل والوں کے لئے تقلیل اور محضہ والوں کے لئے محضہ تینوں وجوہ جاری ہوں گی اس بنا پر کہ وقف کے سبب امالہ والا الف لوٹ آتا ہے اور کوئی رکاوٹ نہیں رہتی عام ہے کہ یہ الف را کے بعد ہو یا کسی اور حرف کے بعد نیز اس اسم پر تنوین ہو یا نہ ہو وقفاً دونوں صورتوں کا حکم ایک ہی ہے۔

فائدہ: (۱) نَرَى اللّٰهَ وغیرہ میں سوسی کیلئے فتح اور محضہ دونوں وجوہ ان کلمات میں جاری ہیں جن میں را کے بعد والا الف جو یا کی صورت میں ہے کتابت میں موجود ہو چنانچہ مذکورۂ بالا سب مثالوں میں را کے بعد یا لکھی ہوئی ہے۔ پس جن کلمات میں یا نہیں ہے جیسے اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ وغیرہ ان میں اور قراء کی طرح سوسی کے لئے بھی صرف فتح ہے۔ (۲) را کے بعد والے جس الف میں سوسی کے لئے دو وجوہ ہیں اگر اس کے بعد لفظ اللہ ہو جیسے نَرَى اللّٰهَ اور وَسَيَرَى اللّٰهُ میں ہے تو اس میں امالہ کی صورت میں تو لام کو پُر اور باریک دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں اور اوّل اولیٰ ہے اور فتح کی صورت میں پُر ہی پڑھیں گے پس کل تین وجوہ ہو جائیں گی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۳) ساکن سے پہلے جس را میں سوسی کے لئے دو وجوہ ہیں اس میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس را پر تنوین نہ ہو جیسے مُفْتَرًى وغیرہ کیونکہ
اس صورت میں ان کے لئے بھی وصلاً صرف فتح ہے اور ناظم نے یہ شرط یا تو اس لئے بیان نہیں کی کہ تنوین والے الف کا حکم بھی
شعر ۳۴۷ میں آئے گا یا مثالوں پر اکتفا کی ہے کیونکہ ان میں را والی مثالیں بھی تنوین سے خالی ہیں (۴) مکی کی تصریح کے موافق طَغَا الْمَآءُ
(حاقہ ع ۱) بھی مُوسَى الْهُدَى کی طرح ہے کیونکہ یہ اصل کے لحاظ سے یائی ہے گو رسماً یا کی صورت میں نہیں ہے پس اس میں بھی وصلاً
صرف فتح اور وقفاً حمزہ اور کسائی کے لئے محضہ اور ورش کیلئے فتح اور تقلیل جاری ہوں گی اور باقین کیلئے صرف فتح ہوگا اس لئے جعبری
فرماتے ہیں کہ اگر ناظم کَمُوسَى الْهُدَى کے بجائے طَغَا الْمَآءُ مَعَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ کہتے تو دونوں قسم کی مثالیں جمع ہو جاتیں یعنی وہ بھی
جن کا الف یا کی صورت میں ہے اور وہ بھی جن کا الف اپنی صورت میں ہے اور مکی کی طرح ناظم کے کلام میں بھی اس طَغَا کے امالہ کی تصریح ہو جاتی
(۵) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ ذِكْرَى الدَّارِ (صٓ ع ۴) میں الف کے بعد ساکن آجانے کی بنا پر ورش کیلئے تقلیل تو نہیں ہوگی لیکن را کی ترقیق
ضرور ہوگی کیونکہ اس کا سبب موجود ہے اور وہ ذال کا کسرہ ہے اور درمیان میں جو کاف ساکن آرہا ہے اس کو رکاوٹ قرار نہیں دیتے پس
اس میں ترقیق اور امالہ بین بین کا تلفظ یکساں ہو جائے گا پس گویا انہوں نے اس میں (ساکن سے پہلے) الف کا وصلاً بھی امالہ کیا ہے اور میری نظر
سے نہیں گذرا کہ اس پر کسی نے بھی تنبیہ کی ہو (غالباً مقصد یہ ہے کہ جس طرح سوسی کے لئے را کے بعد والے الفات کو مستثنیٰ کر کے ان میں وصلاً
بھی امالہ بتایا ہے اسی طرح ورش کی قراءۃ پر ذِكْرَى الدَّارِ کو بھی مستثنیٰ کرنا چاہیئے تھا کیونکہ وہ اس میں ترقیق کہتے ہیں اور ترقیق و تقلیل
دونوں ایک ہی ہیں) پھر فرماتے ہیں کہ شیخ (سخاوی) نے جو باب الرامات ۵ میں فرمایا ہے کہ ذِكْرَى میں ترقیق کسرہ کی وجہ سے نہیں بلکہ یا
کے سبب سے ہے اس ترقیق سے مراد امالہ ہے کیونکہ ترقیق بھی امالہ کے ناموں میں سے ہے۔ ملی قاری فرماتے ہیں کہ (ذِكْرَى الدَّارِ کو
مستثنیٰ نہ کرنے کا) اشکال ہمیں بھی محسوس ہو رہا ہے لیکن یہ صرف متقدمین کے طریق پر ہے کہ ان کے یہاں امالہ اور ترقیق کے استعمال
میں وسعت ہے وہ ایک کو دوسرے کی جگہ استعمال کر لیتے ہیں ورنہ تحقیق کی رو سے تو یہ دونوں ممتاز حقیقتیں ہیں (اور اس لحاظ سے کوئی
اشکال نہیں) (۶) كِلْتَا (کہف ع ۵) میں وقفاً سب کے لئے فتح اولیٰ اور مشہور تر ہے اور ابن شریح وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے
اور محقق رح کا میلان بھی فتح ہی کی طرف ہے اور فرماتے ہیں کہ کسائی سے اسی کے موافق نص بھی آئی ہے اور اگر ہم ابن سوار۔ ابن فارس۔
سبط الخیاط وغیرہم جیسے اپنے تمام عراقی اماموں کے مذہب کے موافق اس میں امالہ کے قائل ہو جائیں تو پھر حمزہ اور کسائی کیلئے محضہ اور ورش
و بصری کیلئے تقلیل ہوگی کیونکہ یہ اِحْدَى اور سِيمَى کی طرح فِعْلَى ہے اور چونکہ اس میں نص سے فتح اور امالہ دونوں ثابت ہیں
اس لئے میرے (صاحب غیث کے) نزدیک ظاہر یہ ہے کہ اس میں ورش اور بصری کیلئے تو تقلیل کی جائے کیونکہ بصریین کی رائے
پر اس کا الف تانیث کا ہے اور تا واو سے بدلی ہوئی ہے اور یہ اصل میں كِلْوَى تھا اور حمزہ اور کسائی کے لئے امالہ نہ کیا جائے کیونکہ یہ
کوفیین میں سے ہیں جن کی رائے پر اس کا الف تثنیہ کا ہے جس میں امالہ نہیں ہوا کرتا اور اس کا واحد كِلْتُ ہے اور یہ صرف ہماری ہی
رائے نہیں کہ اس کا الف بصریین کے یہاں تانیث کا اور کوفیین کے مذہب پر تثنیہ کا ہے بلکہ قراءۃ اور نحو کے اکثر اماموں نے اس کی
تصریح کی ہے چنانچہ دانی نے موضح اور جامع البیان میں لکھا ہے اور سیبویہ نے بھی بیان کیا ہے (غیث النفع) مکی فرماتے ہیں کہ ابو عمرو
کے لئے كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ میں كِلْتَا پر امالۂ صغریٰ سے وقف کرنا واجب ہے کیونکہ یہ بصریین کی رائے پر فِعْلَى ہے اور اس کا الف
تانیث کے لئے ہے اور تا واو سے بدلی ہوئی ہے اور حمزہ اور کسائی کے لئے فتح سے وقف کرنا ضروری ہے کیونکہ کوفیین کی رائے پر اس کا الف
تثنیہ کا ہے اور کسائی نے اس کی تصریح کی ہے۔ جعبری فرماتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ جس کو روایت نہ ملے وہ اس پر وقف ہی نہ کرے
ملی قاری فرماتے ہیں کہ فتح اصل ہے اور اہل لغت کے اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں (۷) الْهُدَى ائْتِنَا (انعام ع ۹) میں ورش کے لئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حالین میں اور حمزہ کیلئے وقفاً فتح ہی مختار ہے کیونکہ دال کے بعد جو الف ہے وہ اَلْهُدٰى کا نہیں ہے بلکہ ہمزۂ ساکنہ سے بدلا ہوا ہے اور اس کی تفصیل صد ٢٦٣ پر گذر چکی ہے (٨) شعر ٤٦ میں فا اور میم رمز نہیں اور فَاَنْهُمْ کے بجائے وَاَنْهُمْ اولیٰ تھا۔

ساکن منفصل کے بعد ساکن متصل تنوین کے نحوی حکم میں

تتمہ

٣٣٧ / ٤٧ وَقَدْ فَخَّمُوا التَّنْوِيْنَ وَقْفًا وَّرَقَّقُوْا (ص) ۔۔۔ وَتَفْخِيْمُهُمْ فِي النَّصْبِ اَجْمَعُ اَشْمُلَا

ترجمہ:- اور ان (علماء) نے تنوین (والے اسم مقصور کے الف) کو (اس پر) وقف کرنے کی حالت میں تفخیم (فتح) سے بھی پڑھا ہے اور ترقیق (امالہ اور تقلیل) سے بھی پڑھا ہے (چنانچہ نحاۃ کی ایک جماعت کی رائے پر تینوں حالتوں میں فتح ہے اور دوسری جماعت کی رائے پر نصبی حالت میں فتح اور رفعی اور جری میں امالہ ہے اور قراء کے مذہب پر تینوں حالتوں میں تنوین والے اسم میں وقفاً امالہ والوں کے لئے امالہ اور تقلیل والوں کیلئے تقلیل ہے جیساکہ ابھی دوسری تنبیہ کے ذیل میں معلوم ہو چکا ہے) اور انھی (علماء) کا نصب (کی حالت) میں (اس الف کو) تفخیم (فتح) سے پڑھنا جماعتوں کے اعتبار سے زیادہ جامع ہے (کیونکہ یہ نحاۃ کی دو جماعتوں کا مذہب ہے اور رفعی اور جری حالت میں فتح ایک ہی جماعت کی رائے پر ہے اور اس سے یہ بھی نکل آیا کہ رفعی اور جری حالت میں ترقیق یعنی امالہ سے پڑھنا بھی جماعتوں کے لحاظ سے جامع تر ہے کیونکہ اس میں نحاۃ کی ایک جماعت کے ساتھ قراء کی جماعت بھی شریک ہے)

٣٣٨ / ٤٨ مُسَمًّى وَّمَوْلًى رَّفْعُهٗ مَعْ جَرِّهٖ ۔۔۔ وَمَنْصُوْبُهٗ غُزًّى وَّتَتْرًا تَزَيَّلَا

ترجمہ:- اس (تنوین والے اسم مقصور) کے مرفوع کی مثال حالانکہ وہ اس (اسم) کے مجرور (کی مثال) کے ساتھ ہے مُسَمًّى اور مَوْلًى ہے (جیسے وَاَجَلٌ مُّسَمًّى اور اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى اور لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى) اور اس (اسم) کے منصوب کی مثال غُزًّى اور تَتْرًا ہے یہ (منصوب کی مثال باقی دونوں کی مثالوں سے) جدا (اور ممتاز) ہو گئی ہے (یا یہ مجموعہ ایک دوسرے سے جدا ہو گیا ہے)

شرح:- اوپر دوسری تنبیہ میں ایک عام قاعدہ بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ امالہ والے الف کے بعد ساکن آجانے کی صورت میں وصلاً تو سب کے لئے صرف فتح ہے اور اس الف سے پہلے را ہونے کی صورت میں سوسی کیلئے فتح اور محضہ دونوں ہیں لیکن اگر اس الف پر وقف کر دیں اور وہ بعد کا ساکن الف سے متصل نہ رہے تو پھر اس الف میں قاعدہ کے موافق محضہ والوں کے لئے محضہ اور تقلیل والوں کے لئے تقلیل دونوں وجوہ ہوتی ہیں اور چونکہ اس ساکن کو عام رکھا تھا اس لئے وہ تنوین کو بھی شامل تھا اور دوسرے حروف کو بھی۔ چنانچہ تیسیر میں تصریح ہے کہ الف کے بعد والا ساکن تنوین ہو خواہ کوئی اور حرف (یعنی دونوں صورتوں کا حکم ایک ہی ہے) پس اس تنبیہ میں تنوین کا حکم بھی معلوم ہو گیا تھا کیونکہ یہ بھی اسی ہی کا ایک جزو ہے لیکن چونکہ اس میں اختلاف ہے اس لئے ناظم نے اس کو ان دو شعروں میں فائدہ کے طور پر علیحدہ بھی بیان کر دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ تنوین والے اسم مقصور میں وقفاً تین مذہب ہیں۔ اوّل: رفعی۔ نصبی۔ جری تینوں حالتوں میں امالہ والوں کیلئے امالہ اور تقلیل والوں کے لئے تقلیل ابو شامہ فرماتے ہیں کہ یہی صحیح تر اور قوی تر ہے اور تیسیر میں بھی صرف یہی درج ہے اور مکی کی رائے پر یہی مختار ہے اور موصوف نے اپنے شیخ ابوالطیب بن غلبون سے یہی وجہ پڑھی ہے اور فرماتے ہیں کہ ابوالطیب نے تصریح کی ہے کہ غُزًّى اور مُصَلًّى میں وقفاً حمزہ اور کسائی دونوں کیلئے امالہ ہے حالانکہ دونوں کلمے نصبی حالت میں ہیں اور جمہور اہل ادا بھی اسی کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ان کی دلیل یہ ہے کہ تنوین والے مقصور اسموں میں جو الف وقفاً پایا جاتا ہے وہ ان کا اصلی الف ہے جو وصلاً تنوین سے ملنے کے سبب حذف ہو گیا تھا اور وقفاً چونکہ تنوین باقی نہیں رہتی اس لئے الف لوٹ آتا ہے پس جب الف موجود ہے تو قاعدہ کے موافق امالہ اور تقلیل بھی ہونی چاہئے **دوم**: تینوں حالتوں میں فتح اس بنا پر کہ مُسَمًّى اور مَوْلًى وغیرہ میں جو الف وقفاً پایا جاتا ہے وہ اصلی نہیں بلکہ تنوین سے بدلا ہوا ہے جس میں امالہ نہیں ہوا کرتا کیونکہ جس فصیح لغت پر قرآن نازل ہوا ہے اس کی رو سے وقفاً تینوں حالتوں میں تنوین کا الف سے بدل لینا پسندیدہ ہے اس بنا پر کہ نصب کی تنوین جو الف سے بدلتی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اس سے پہلے حرف پر فتحہ ہوتا ہے اور مقصور معتل اسموں میں فتحہ تینوں حالتوں میں موجود رہتا ہے اور صحیح اسموں میں پہلے حرف کی حرکت بدلتی رہتی ہے۔ **سوم** نصبی حالت میں فتح اور رفعی اور جری میں امالہ کیونکہ وقف کے عام قاعدہ کے موافق نصبی حالت میں الف تنوین سے بدلا ہوا ہے اور رفعی اور جری میں تنوین حذف ہو گئی ہے اور الف اصلی ہے (ابراز) اور نشر کی تحقیق پر یہ دونوں نحاۃ کے مذہب ہیں۔ قراء کے نہیں جن کو فائدہ کے کامل کرنے کے لئے بیان کیا ہے۔ چونکہ نصبی حالت میں امالہ صرف پہلے مذہب کی رو سے ہے اور فتح دوسرے اور تیسرے دونوں مذہبوں کے لحاظ سے ہے اس لئے وَتَفْخِيمُهُمْ الخ میں یہ فرمادیا کہ نصبی حالت میں فتح زیادہ جماعتوں کا مذہب ہے اور اسی طرح رفعی اور جری حالت میں امالہ زیادہ جماعتوں کا اور فتح کم حضرات کا مذہب ہے کیونکہ یہ صرف دوسرے مذہب کی رو سے ہے۔

فائدہ: نمبر (۱) وَتَفْخِيمُهُمْ الخ کا مطلب یہ نہیں کہ ناظم کی رائے پر یہ وجہ مختار بھی ہے بلکہ صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نصب کی حالت میں فتح پر نحاۃ کے دو مذہب متفق ہو گئے ہیں لیکن اولیٰ اس میں بھی امالہ ہی ہے اور رسم و نقل اور عقلی دلیل تینوں سے اسی کی تائید ہوتی ہے رسم اور نقل تو ظاہر ہے اور عقلی دلیل یہ ہے کہ وصلاً اصلی الف تنوین کی وجہ سے حذف ہو گیا تھا اور وقف میں تنوین رہتے نہیں تو جب تک کوئی تغیر کا سبب پیش نہ آئے اس وقت تک کلمہ کو اس کے اصلی تلفظ (امالہ) ہی پر رکھنا چاہئے نیز یہاں اصلی حرف بھی الف ہے اور تنوین بھی الف ہی سے بدلتی ہے پس اصلی کو حذف کر کے اس کے بجائے ویسا ہی دوسرا حرف لانے کی کوئی حاجت نہیں اس لئے اولیٰ یہی ہے کہ اصلی الف کو محذوف نہ مانیں (۲) چونکہ تنوین فتح اور امالہ کو قبول نہیں کرتی اس لئے اس شعر میں تنوین مُنَوَّن کے معنیٰ میں ہے یا اس کی تقدیر ذَا التَّنْوِيْنِ ہے نہ کہ اَلِفَ التَّنْوِيْنِ کیونکہ اس صورت میں یہ شبہ ہو جائے گا کہ اَمْتًا۔ هَمْسًا وغیرہ کے الف میں بھی وقفاً تین مذہب ہیں حالانکہ تنوین سے بدلے ہوئے الف میں بالاتفاق فتح ہے (۳) چونکہ تفخیم ملزوم اور فتح لازم ہے چنانچہ اداکی رو سے تفخیم فتح ہی کے ساتھ صحیح ہے اور امالہ کے ساتھ قطعاً ناجائز ہے اور اسی طرح ترقیق لازم اور امالہ ملزوم ہے چنانچہ امالہ ترقیق ہی کے ساتھ ہوتا ہے اور تفخیم کے ساتھ بالکل منع ہے یعنی جس حرف میں امالہ کریں اس کا باریک پڑھنا بھی ضروری ہے اس علاقہ سے کبھی تفخیم سے فتح اور ترقیق سے امالہ مراد لے لیتے ہیں جو ان دونوں کے مجازی معنیٰ ہیں اور ناظم رحمہ اللہ نے بھی یہاں اسی اصطلاح پر عمل کیا ہے (۴) مُسَمًّى اور مَوْلًى الخ میں تینوں حالتوں کی مثالیں لائے ہیں پس مُسَمًّى اور مَوْلًى رفع اور جر والے مقصور کی مثالیں ہیں اور غُزًّى تمام قراءتوں پر اور تَتْرًا بصری کی قراءۃ پر نصب اور تنوین والے مقصور کی مثال ہے اول میں وقفاً حمزہ اور کسائی کے لئے محضہ اور ورش کے لئے فتح اور تقلیل دونوں ہیں اور ثانی میں حمزہ اور کسائی کیلئے حالین میں محضہ اور ورش کیلئے حالین میں صرف تقلیل ہے اور ابو عمرو کیلئے وصلاً صرف فتح اور وقفاً جمہور کی رائے پر فتح اور بعض کی رائے پر محضہ بھی ہے لیکن صحیح تر اور قوی تر فتح ہی ہے۔ (۵) غُزًّى۔ نُحَّلٌ کے وزن پر ہے اور غَازٍ کی جمع ہے اور گو یہ اصلاً واوی ہے لیکن اس میں امالہ اس لئے ہے کہ جمع میں آکر مزید (چار حرفی) بن گیا ہے (ابراز) (۶) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ تَتْرًا میں تنوین والے ابو عمرو کا فتح امالہ والوں (ورش حمزہ اور کسائی) کے امالہ کیلئے مانع نہیں بنا اور اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ ذِكْرَى الدَّارِ میں امالہ کا الف نہ رہنے کے سبب امالہ کا ترک ورش کی قراءۃ پر راکی ترقیق کے لئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فتح نہیں کیونکہ اس کا سبب کسرہ موجود ہے (۷) امالہ کے الف کے بعد تنوین ان پندرہ[۱۵] کلموں میں آئی ہے۔ مُفْتَرًى - قُرًى - هُدًى - مُسَمًّى - سِوًى - سُدًى - فَتًى - ضُحًى - عَمًى - غُزًّى - اَذًى - مُصَفًّى - مَثْوًى - مُصَلًّى - مَوْلًى اور حمزہ اور کسائی کی قراءۃ پر طُوًى (طٰہٰ و نازعات) اور رِبًا (روم ع ۴) بھی انھی میں شامل ہے اور ابوعمرو کی قراءۃ پر تَتْرًا (مومنون ع ۳) بھی بعض کے قول پر انھی میں سے ہے (۸) اس باب میں جس جگہ با تین کی قراءۃ نہیں بتائی گئی ان سب موقعوں میں فقد سے فتح سمجھ لیں (۹) مذکورہ بالا تین مذہبوں میں سے پہلا رَاَى فَعُوْا سے نکلتا ہے کیونکہ اس کو بلا قید لائے ہیں یعنی تینوں حالتوں میں امالہ ہے اور دوسرا فَخْمُوْا سے اور تیسرا وَتَفْخِيْمُهُمْ اور اس کے معطوف مقدر سے نکلتا ہے (۱۰) مقصور کی قید سے اَمْتًا اور هَمْسًا وغیرہ نکل گئے ان میں بالاتفاق فتح ہے اور تنوین کی قید سے اَلدُّنْيَا اور اَلذِّكْرٰى وغیرہ نکل گئے ان میں سب اپنے قاعدہ پر ہیں (۱۱) ترقیق اور امالہ میں ایک مناسبت یہ بھی ہے کہ دونوں سے حرف کا کچھ حصہ کم ہو جاتا ہے اور دونوں کی حقیقت ایک نہیں ہے جیسا کہ بعض کو وہم ہو گیا ہے (۱۲) اس باب کو پوری طرح سمجھنے کے لئے صرف کے قواعد اور رسم کا علم بھی ضروری ہے ورنہ غلطی سے بچنا دشوار ہے (قاری)

فائدہ ۲ : (۱) دانی جامع البیان میں فرماتے ہیں کہ جو حضرات (اس قسم میں) تنوین سے بدلے ہوئے الف کو محذوف مانتے ہیں دونوں قولوں میں سے ان کا قول عمدہ اور درستی سے قریب تر ہے اور اس کی تین وجوہ ہیں ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ سلف یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم نے بالاجماع ان اسموں کے الفات کو تمام قرآنوں میں یا کی صورت میں لکھا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عرب اور قراءۃ کے اماموں سے نص بھی ان الفات کے امالہ ہی کے ساتھ آئی ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ بعض عرب تنوین والے منصوب اسموں پر تنوین کے عوض (الف) کے بغیر وقف کرتے ہیں اور رَاَيْتُ زَيْدْ اور ضَرَبْتُ عَمْرُوْ کہتے ہیں چنانچہ فراء اور اخفش نے اس لغت کو عرب سے اپنے کانوں سے سن کر نقل کیا ہے اور ان وجوہ میں سے ہر ایک سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان کلمات میں جو الف وقفاً پایا جاتا ہے وہ پہلا الف ہے جو یا سے بدلا ہوا ہے نہ کہ دوسرا جو تنوین سے بدلا ہوا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اس کو یا کی صورت میں نہ لکھتے اس بناء پر کہ یہ یا سے بدلا ہوا نہیں ہے اور وقفاً اس میں امالہ بھی نہ ہوتا کیونکہ یا اور کسرہ جو بعض لغات میں امالہ کا سبب ہے وہ اس صورت میں اس سے پہلے معدوم ہوتا اور اس لئے بھی کہ تنوین والا الف تو بلا عوض وقف کرنے والوں کے لغت پر محذوف ہے اور قراء اور اہل ادا کا عمل اول یعنی امالہ ہی پر ہے اور میں بھی یہی کہتا ہوں کیونکہ اس کی بابت نص بھی آئی ہے اور عقلی دلیل کی رو سے بھی صحیح ہے (۲) تَتْرًا مُوَاتَرَةٌ سے ہے پس یہ وَتْرًا تھا پھر تُجَاهُ - تُرَاثٌ - تُخَمَةٌ کی طرح اس میں بھی واو کو تا سے بدل لیا اور یہ بغیر تنوین کی قراءۃ پر تو فَعْلٰى کے وزن پر ہے اور مفعول مطلق ہونے کی بناء پر نصب کے محل میں ہے اور یہ دَعْوٰى کی طرح ان مصادر میں سے ہے جن کے آخر میں تانیث کا الف آ رہا ہے اور اسی لئے تانیث کے الف اور اس کے لازمی ہونے کی بناء پر غیر منصرف ہے اور تنوین والی قراءۃ پر فَعْلٌ کے وزن پر ہے اور یہ بھی مصدر ہے اس میں را کے فتحہ پر تنوین آ گئی ہے اور اس قراءۃ پر اس میں وقفاً دو[۲] احتمال ہیں [۱] اس کا الف تنوین سے بدلا ہوا ہو اس صورت میں تو اس کی را پر تینوں اعراب آئیں گے [۲] یہ کہ اَرْطٰى کی طرح اس کا الف الحاق کے لئے ہو پہلی صورت میں تو اس میں ابوعمرو کیلئے وقفاً صرف فتح ہو گا اور دوسری تقدیر پر امالہ جائز ہو گا کیونکہ اس صورت میں اس کا الف یا سے بدلا ہوا ہے اور ناظم کی عبارت سے بھی یہی نکلتا ہے کہ اس کا الف الحاق کے لئے ہے۔ اصفہانی کہتے ہیں کہ ہمارے اکثر ائمہ کی نصوص کا تقاضا یہ ہے کہ اگر اس کا الف الحاق کے لئے ہو تب بھی اس میں ابوعمرو کے لئے فتح ہی پڑھا جائے اس بناء پر کہ یہ الف کی صورت میں لکھا ہوا ہے اور ہم نے اپنے شیخ محقق ابن الجزری رحمہ اللہ سے فتح اور امالہ دونوں وجوہ پڑھی ہیں اور تَتْرًا کی کچھ تفصیل صفحہ ۲۲۸ پر بھی گذر چکی ہے (۳) پہلے فائدہ کے نمبر پانچ میں ابراز کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ غُزًّى میں واوی الاصل ہونے کے باوجود امالہ اس لئے ہے کہ یہ چار حرفی ہو جانے کے سبب مزید بن گیا ہے

[۱۵] بندہ نے ان پندرہ کلمات کو درج ذیل دو[۲] اشعار میں جمع کیا ہے ؎ قُرًى مُفْتَرًى مَثْوًى سِوًى مَعْ ضُحًى عَمًى ... مُسَمًّى وَمَوْلًى قُلْ اَذًى فَادْرِ مُسْهِلَا
سُدًى مَعْ مُصَفًّى مَعْ مُصَلًّى فَتًى هُدًى ... وَغُزًّى وَتَتْرًا مَعْ طُوًى مَعْ رِبًا اَلَا - ۱۲ - ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن قاری رحمہ اللہ اس جواب کو پسند نہیں کرتے اور فرماتے ہیں کہ یہ اہل صرف کی اصطلاح پر درست نہیں بیٹھتا کیونکہ وہ مضارع اور (اس کے مشتقات) اسم فاعل وغیرہ کو مزید نہیں کہتے بلکہ صرف اس کو کہتے ہیں جس کی ماضی میں ایک یا اس سے زائد حروف کا اضافہ ہو جائے پس (صحیح) جواب یہ ہے کہ تُزَكّٰى میں امالہ اس لئے ہے کہ اس کا الف یا کی صورت میں ہے اور اسی باب کے ساتویں شعر میں معلوم ہو چکا ہے کہ یہاں ثلاثی مزید اپنے اصطلاحی معنیٰ میں نہیں ہے بلکہ لغوی معنیٰ مراد ہیں یعنی لفظ تین سے زائد حروف والا ہو جائے خواہ وہ مجرد ہی میں رہے اور خود علی قاری رح نے بھی وہاں یہی فرمایا ہے کہ حمزہ اور کسائی ہر اس الف کا امالہ کرتے ہیں جو واؤ سے بدلا ہوا ہو اور لام کلمہ میں ہو اور اس فعل یا اسم میں ہو جن میں تین سے ایک یا دو حرف زائد ہو گئے ہوں اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہاں موصوف کی رائے پر بھی لغوی معنیٰ ہی مراد ہیں پھر تعجب ہے کہ یہاں اصطلاحی معنیٰ کا لحاظ کر کے ابو شامہ کے جواب کو غیر صحیح بتا رہے ہیں۔

النحو والعربیہ: ۳۳۴/۴۸ ۱ فِي الْوَقْفِ۔ عَارِضٌ کے متعلق ہے کیونکہ عارضی سکون وقفی بھی ہوتا ہے اور ادغامی بھی اور ثانی کو چونکہ اب میں بیان کر چکے ہیں اس لئے یہاں فِي الْوَقْفِ کی قید احترازی ہے تاکہ تکرار لازم نہ آئے اور یہ فِي الْإِسْكَانُ کے متعلق نہیں اس لئے کہ اس صورت میں اس کا فائدہ کم ہو جائے گا یعنی یہ قید صرف وضاحت کے لئے ہوگی کیونکہ وقفی سکون تو ہمیشہ عارضی ہی ہوتا ہے۔ ۲ دوسرا فِي اور لام دونوں مُمِيلًا کے متعلق ہیں جو مَا کا صلہ ہے اور عبارت کی تقدیر یہ ہے۔ لَا يَمْنَعُ الْإِسْكَانُ الْعَارِضُ فِي الْوَقْفِ اِمَالَةَ الْاَلِفِ الْمُمَالِ فِي الْوَصْلِ لِلْكَسْرِ۔ ۳۳۵/۴۸ ۱ بِمَا۔ عَامِلًا کے متعلق ہو کر قِفْ کے فاعل سے حال ہے ۲ وَذُو الرَّاءِ ای وَاضْجَاعُ ذِي الرَّاءِ مبتدا ہے اور يُجْتَلَا خبر ہے اور فِي الْوَصْلِ اسی کے متعلق ہے اور فِيهِ الْخُلْفُ جملہ معترضہ حالیہ ہے اور جعبری کی رائے پر فِيهِ الْخُلْفُ خبر ہے اور يُجْتَلَا مستانفہ ہے اور چونکہ اصل مقصود امالہ کا بیان کرنا ہے اور خُلف کا ذکر تابع ہونے کے طور پر ہے اس لئے علی قاری رحمہ اللہ کی رائے پر يُجْتَلَا کو خبر ہی قرار دینا اولیٰ ہے۔ ۳۳۶/۴۸ پہلا مصرع اَلَّتِي کے پہلے لام پر ختم ہوتا ہے۔ ۳۳۷/۴۸ ۱ اَلتَّنْوِينَ ای ذَا التَّنْوِينِ یعنی اَلِفَ الْمُنَوَّنِ اَوِ الْاِسْمَ الْمُنَوَّنَ اور اس کی تقدیر اَلِفَ التَّنْوِينِ نہیں ہے کیونکہ اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ عِلْمًا۔ حُكْمًا وغیرہ میں بھی وقفاً تین مذہب ہیں حالانکہ تنوین سے بدلے ہوئے الف میں بالاتفاق فتح ہے ۲ وَقْفًا۔ وَاقِفِينَ کے معنیٰ میں ہے اور فاعل سے حال ہے اور دوسرے فعل میں بھی یہی قید ملحوظ ہے۔ ۳ اَشْمُلَا۔ شَمْلٌ۔ وَصْلٌ کی جمع ہے اور چونکہ جماعت کے افراد میں بھی اتصال ہوتا ہے اس لئے شَمْل سے مجازاً جماعت مراد لے لیتے ہیں۔ ۴ اسم تفضیل (اَجْمَعُ) کا متعلق مقدر ہے۔ ای مِنْ غَيْرِهِ ۵ وَتَفْخِيمُهُمْ الخ کا معطوف بھی مقدر ہے ای وَتَرْقِيقُهُمْ فِي الرَّفْعِ وَالْجَرِّ ۶ جَمْعُ مِنْهُ سَالَ كَوْنِهِ فِي النَّصْبِ۔ ۳۳۸/۴۸ ۱ رفع اور جر دونوں مشغول کے معنیٰ میں ہیں اور رَفْعُهُ بتقدیر مِثَالُ مَرْفُوعِهِ مبتدا ہے اور مُسَمًّى اور مَوْلًى خبر ہے اور اس کے عکس کی بھی گنجائش ہے ۲ مع علی قاری رح کی رائے پر صفت ہے اور ترجمہ مذکورہ کی بنا پر حال ہے ۳ تَزَيَّلَا۔ تَفَرَّقَ وَامْتَازَ کے معنیٰ میں ہے اور فَزَيَّلْنَا (یونس ع) اور لَوْ تَزَيَّلُوا (فتح ع) بھی اسی قبیل سے ہے اور ابو شامہ رح اور شعلہ رح کی رائے پر اس کے معنیٰ یہ ہیں ظَهَرَ التَّنْوِينُ ای اَلْاَعْمُهُ علی قاری رح فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ کسی عمدہ توجیہ کے بغیر ظاہر نہیں ہوتی۔

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ مَذْہَبِ الْكِسَائِیِّ فِیْ اِمَالَةِ هَاءِ التَّانِیْثِ فِی الْوَقْفِ

اس میں چار شعر ہیں۔

سترہواں باب تانیث کی ھا میں وقفاً امالہ کرنے کے بارہ میں کسائی کے مذہب کے بیان میں

شرح :- (۱) تانیث کی ھا سے مراد مؤنث کی تا ہے جو اسم کے آخر میں ہوتی ہے اور وقفاً ھا سے بدل جاتی ہے اور کسائی ’’یا ابت‘‘ کے سوا واحد کے صیغہ کی ہر ایک تائے تانیث کو وقفاً ھا سے بدل لیتے ہیں۔ اتفاقی موقعوں میں بھی اور اختلافی الفاظ میں بھی جیسا کہ اکیسویں باب میں آئے گا عام ہے کہ یہ تا۔ ھا کی شکل میں ہو جیسے ’’رَحْمَة‘‘ و ’’نِعْمَة‘‘ یا تا کی صورت میں جیسے ’’نِعْمَتَ اللّٰہِ‘‘ (بقرہ ع ۲۹) وغیرہ میں اور اس میں وقفاً صرف کسائی امالہ کرتے ہیں (۲) کسائی کیلئے تانیث کی ھا سے پہلے فتح میں تو بالاتفاق امالہ ہے اور ھا کے بارہ میں دو قول ہیں ۱؎ اس میں بھی امالہ ہے جیسا کہ ناظم رحمہ نے عنوان میں تصریح کی ہے اور تیسیر کی عبارت سے بھی یہی نکلتا ہے اور مہدوی۔ ابن شریح وغیرہ بھی اسی کے قائل ہیں پس اس قول پر ھا اور اس سے پہلے فتحہ دونوں میں امالہ ہے یعنی فتحہ کو کسرہ کی اور ھا کو قدرے یا کی طرف مائل کر دیتے ہیں چنانچہ امالہ والے الف کو بھی یا ہی کی طرف مائل کیا کرتے ہیں اور اکثر شارحین کا یہی مسلک ہے ۲؎ ھا میں امالہ نہیں جعبری فرماتے ہیں کہ یہی صحیح ہے جیسا کہ اہوازی اور ابو العلاء نے تصریح کی ہے پس ناظم نے باب کے عنوان میں اپنی اصل تیسیر کے موافق پہلے مذہب کی رو سے مجازاً امالہ کی نسبت ھا کی طرف کی ہے اور نظم میں دوسرے مذہب کے موافق ’’وَقَبْلَهَا‘‘ فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ کہ دانی، ناظم اور اکثر محققین کی رائے پر تو ھا سے پہلے حرف اور ھا دونوں میں امالہ ہوتا ہے اور یہی قیاس سے زیادہ موافق ہے۔ کیونکہ پہلے حرف کا امالہ تو ظاہر ہے اور ھا کے امالہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ اس میں قدرے ضعف آ گیا اور ھا ماقبل کے امالہ کے سبب اپنی اس حالت پر نہیں رہی جس پر پہلے حرف کے فتحہ کے وقت تھی اور جمہور کی رائے پر صرف پہلے حرف میں امالہ ہے کیونکہ امالہ کے معنیٰ ہیں فتحہ کو کسرہ کی طرف مائل کر دینا اور یہ بات پوری طرح پہلے ہی حرف میں پائی جاتی ہے ھا میں نہیں پائی جاتی لیکن غور کے بعد نتیجہ یہی نکلے گا کہ یہ اختلاف حقیقی نہیں صرف لفظی ہے کیونکہ پہلے حرف کے امالہ سے ھا میں ضعف آ جانا جمہور کے نزدیک بھی مسلّم ہے اور ھا میں پوری طرح امالہ نہ پایا جانا اس کو دانی وغیرہ بھی تسلیم کرتے ہیں

سوال : یہاں بھی پہلے مذہب کی رو سے ھا اور اس سے پہلے فتحہ دونوں میں امالہ ہے اور ’’مُوْسٰی‘‘ وغیرہ میں بھی الف اور اس سے پہلے فتحہ دونوں ہی میں ہوتا ہے پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ ناظم نے یہاں تو ھا سے پہلے حرف کے امالہ کی بھی تصریح کر دی اور پہلے باب میں الف ہی میں امالہ بتایا ہے اور الف سے پہلے حرف کے امالہ کی تصریح نہیں کی۔ جواب : یہ فرق اس لئے ہے کہ یہاں تو ھا سے پہلے فتحہ کا امالہ اصل ہے اور ھا میں تابع اور مستلزم ہونے کے طور پر ہوتا ہے اور یائی کلمات ’’مُوْسٰی‘‘۔ ’’مَرْضٰی‘‘ وغیرہ میں الف کا امالہ اصل ہے اور پہلے حرف کا اس کے تابع ہونے کی بناء پر ہے (قاری) اور ابو شامہ کی رائے پر فرق کی وجہ یہ ہے کہ ھا سے پہلے تو بعض حروف امالہ سے مستثنیٰ بھی ہیں جیسا کہ ابھی آئے گا اور الف سے پہلے کوئی حرف بھی مستثنیٰ نہیں ہے کیونکہ سبھی میں امالہ ہوتا ہے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

لیکن قاری رحمہ اللہ اس فرق کو پسند نہیں کرتے اور فرماتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بعض کلمات میں الف بھی مستثنیٰ ہے جیسا کہ کوبدیں۔ اب یہ معلوم ہوچکا ہے لیکن حق یہ ہے کہ جو فرق ابو شامہ نے بتایا ہے وہ بھی بالکل صحیح ہے کیونکہ وہ الف کے مستثنیٰ ہونے کے منکر نہیں بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ الف کے امالہ میں یہ تفصیل نہیں کہ اس سے پہلے فلاں فلاں حروف ہوں گے تو اس میں امالہ ہوگا اور اگر دوسرے حروف ہوں گے تو نہیں ہوگا اور تانیث کی ھا کے امالہ میں یہ تفصیل ہے۔ اسی لئے بتادیا کہ جب امالہ ہوگا تو ھا اور اس سے پہلے حرف دونوں میں ہوگا نہ کہ ھا میں۔

فائدہ: (۱) یہ ھا وصل میں تا ہوتی ہے اور مُوسٰی وغیرہ میں الف کا امالہ اکثر عرب کا اور تانیث کی ھا کا امالہ بعض کا لغت ہے جو لوگوں کی زبانوں پر کثرت سے جاری ہے کسی نے کسائی سے عرض کیا کہ آپ تانیث کی ھا سے پہلے حرف میں امالہ کرتے ہیں تو فرمایا ھی طِبَاعُ الْعَرَبِیَّۃ دانی فرماتے ہیں کہ اس جملہ سے ان کا مقصود یہ ہے کہ اس میں امالہ کرنا ان کا لغت ہے اور وہ ان میں اب تک بھی باقی ہے اور یہ حضرات عرب کی اولاد کا بقیہ ہیں چنانچہ اَخَذْتُ اَخْذَۃً۔ ضَرَبْتُ ضَرْبَۃً کہتے ہیں (یعنی ھا سے پہلے حرف میں امالہ کرتے ہیں۔ اس لغت کو ان سے اخفش سعید نے نقل کیا ہے (۲) اس ھا میں امالہ کی وجہ یہ ہے کہ یہ مخفی ہونے میں الف کے مشابہ ہے اور ایک قول کی رو سے دونوں کا مخرج بھی ایک ہی ہے اور تانیث کیلئے اور زائد ہونے میں بھی دونوں شریک ہیں نیز جس طرح الف سے پہلے فتح ہوتا ہے اسی طرح اس ھا سے پہلے بھی فتح یا الف ہوتا ہے اسی لئے امالہ تانیث ہی کی ھا کے ساتھ خاص ہوگیا چنانچہ اصلی اور ضمیر کی اور سکتہ کی ھا میں نہیں ہوتا جیسے تَوَجَّہَ۔ کِتٰبِیَہْ۔ سُلْطٰنِیَہْ۔ چنانچہ اصلی ھا میں تو اس لئے نہیں ہوتا کہ الف میں امالہ اس لئے ہوا کرتا ہے کہ وہ اصل کی رو سے یا تھا اور ھا کی کوئی اصل نہیں اور ضمیر کی ھا میں جری حالت میں تو ضرورت ہی نہیں اور نصبی میں اس لئے نہیں ہوتا کہ اس میں اور تانیث کی ھا میں فرق ہوجائے اور سکتہ کی ھا اس لئے لائی جاتی ہے کہ اس کے ذریعہ اس سے پہلا فتحہ پوری طرح ظاہر ہوجائے اور امالہ کے لئے پہلے حرف کی حرکت کا کسرہ کی طرف مائل ہونا ضروری ہے پس اس میں امالہ کرنے سے وہ حکمت فوت ہوجاتی ہے جس کیلئے اس کو لاتے ہیں اور ھٰذِہٖ میں چونکہ ھا سے پہلے کسرہ موجود ہے اس لئے امالہ کی حاجت نہیں۔ دانی کتاب الامالہ میں فرماتے ہیں کہ کسائی سے نص بھی تانیث ہی کی ھا میں آئی ہے اور عرب سے بھی اسی میں امالہ سنا گیا ہے اور مجھے خبر ملی ہے کہ ایک جماعت جن میں سے ابو مزاحم خاقانی بھی ہیں تانیث کی ھا کی طرح سکتہ کی ھا میں بھی امالہ کی قائل ہے اور جب ابن مجاہد کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے اس کا سختی سے انکار کیا اور اس بارہ میں نہایت عمدہ بات فرمائی۔ غرض یہ (اس جماعت کی) کھلی غلطی ہے۔ جو روایت اور درایت دونوں کے خلاف ہے (ابراز)

۳۳۹/۱ وَفِیْ ھَاءِ تَانِیْثِ الْوُقُوْفِ وَقَبْلَھَا ۔۔۔ مُمَالُ الْکِسَائِیْ غَیْرَ عَشْرٍ لِیَعْدِلَا

ترجمہ:- اور وقف (ہی) کی ھاءِ تانیث میں اور اس (ھا) سے پہلے (تمام حروف میں) کسائی کا امالہ (واقع) ہے سوائے دس (حرفوں مستعلیہ کے سات اور عین اور حا اور الف) کے (کہ ان سب میں فتح ہے اور اس سے نکل آیا کہ ان کے بعد ھا میں بھی فتح ہے کیونکہ اس کا امالہ اس سے پہلے فتحہ کے امالہ کے تابع ہے جب اسی میں امالہ نہیں رہا تو ھا میں بدرجہ اولیٰ نہیں رہے گا) تاکہ وہ (کسائی ان دس حروف کو اس فتح کے ذریعہ) معتدل (اور برابر) کردیں (جو ان حروف کے مناسب ہے)

۳۴۰/۲ وَیَجْمَعُھَا (حَقٌّ ضِغَاطٌ عَصٍ خَظَا) ۔۔۔ وَ(اَکْھَرُ) بَعْدَ الْیَاءِ یَسْکُنُ مُیِّلَا

۳۴۱/۳ اَوِالْکَسْرِ وَالْاِسْکَانُ (ص) لَیْسَ بِحَاجِزٍ ۔۔۔ وَیَضْعُفُ بَعْدَ الْفَتْحِ وَالضَّمِّ اَرْجُلَا

ترجمہ:- ۲۔ اور ان (دس حروف) کو (جن میں امالہ منع ہے) حَقٌّ ضِغَاطٌ عَصٍ خَظَا (کا مجموعہ) جمع کررہا ہے (جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے معنی یہ ہیں کہ آخرت اور قبر میں ہوٹے گنہگار کی تنگیاں اور تکلیف اُٹھانا حق اور بجا ہیں یعنی یہاں کی بے فکری وہاں بُرا رنگ لائے گی۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ) اور اَکْھَرُ (کے حروف کا مجموع) یا کے بعد حالانکہ وہ ساکن ہو یا کسرہ کے بعد امالہ سے پڑھا گیا ہے (پس کَھَیْئَۃِ ۔ اَلْاَیْکَۃِ ۔ لَکَبِیْرَۃٌ ۔ فِئَۃٌ ۔ وَالْمُؤْتَفِکَۃَ ۔ اٰلِھَۃً ۔ وَالْاٰخِرَۃُ میں وقفاً بلا خلاف امالہ ہے)۔

۳۔ اور (وہ) اسکان (جو کسرہ اور ان حروف کے درمیان آجائے امالہ کیلئے) مانع نہیں ہے (اسی لئے لَعِبْرَۃً وِجْھَۃٌ میں بھی بلا خلاف امالہ ہے) اور فتحہ اور ضمہ کے بعد یہ (ان چاروں حروف کا اضجاع) پیروں کے اعتبار سے ضعیف ہے (یعنی اس کے پیرجے ہوئے نہیں ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اگر اَکْھَرُ کے حروف فتحہ یا ضمہ کے بعد ہوں جیسے اِمْرَاَۃٌ ۔ بَکَّۃَ اَلتَّھْلُکَۃِ ۔ سَفَاھَۃٍ ۔ سَفَرَۃٍ ۔ وَالْعُمْرَۃَ تو ان کا امالہ صحیح تو ہے لیکن ایسا قوی نہیں جیسا کہ اس صورت میں ہے جبکہ یہ حروف کسرہ یا یائے ساکنہ کے بعد ہوں)

۲۴۲/۴ ۔ لَعِبْرَۃٌ مِائَۃٌ وِجْھَۃٌ وَالْاَیْکَۃُ وَبَعْضُھُمْ   سِوَی اَلْاَلِفِ عِنْدَ الْکِسَائِیْ مَیَّلَا

ترجمہ:۔ (اَکْھَرُ کے حروف میں امالہ ہونے کی صورتوں کی مثالیں) لَعِبْرَۃٌ (اور) مِائَۃٌ (اور) وِجْھَۃٌ اور لَیْکَۃَ ہیں اور ان (اہل ادا) میں کے بعض نے کسائی کیلئے الف کے سوا (تمام حروف) کو امالہ سے پڑھا ہے (یعنی بعض کے قول پر صرف الف جو اَلصَّلٰوۃَ وغیرہ میں ہے امالہ سے مستثنیٰ ہے اور اس کے علاوہ سب حروف میں امالہ ہے)

شرح:۔ یعنی جو ھا وصلاً تا ہو اور وقفاً کسائی کی قراءۃ میں ھا سے بدل جائے عام ہے کہ وہ تانیث کیلئے ہو جیسے جَنَّۃٌ ۔ بَرَرَۃٍ ۔ نِعْمَۃٌ یا تلفظ میں تانیث کی تا جیسی ہو گو تانیث پر دلالت نہ کرتی ہو جیسے ھُمَزَۃٍ ۔ لُمَزَۃٍ ۔ بَصِیْرَۃٌ ۔ کَاشِفَۃٌ اس میں کسائی وقفاً امالہ کرتے ہیں اور اس بارہ میں دو قول آئے ہیں۔ اوّل: (۱) اگر تانیث کی ھا سے پہلے فَجِئْتُ زَیْنَبَ لِذَوْدِ شَمْسٍ کے پندرہ حرفوں میں سے کوئی حرف ہو (جیسے خَلِیْفَۃً ۔ بَھْجَۃٍ ۔ ثَلٰثَۃٍ ۔ مَیْتَۃٌ ۔ اَعِزَّۃً ۔ خَشْیَۃً ۔ جَنَّۃٌ ۔ حَبَّۃٌ ۔ لَیْلَۃً ۔ لَذَّۃٍ ۔ قُوَّۃٍ ۔ بَلْدَۃٌ ۔ عِیْشَۃٍ ۔ رَحْمَۃٌ ۔ خَمْسَۃٍ) (۲) یا تانیث کی ھا سے پہلے اَکْھَرُ کے چار حروف میں سے کوئی حرف ہو اور ان حروف سے پہلے یائے ساکنہ ہو (جیسے کَھَیْئَۃِ ۔ خَطِیْئَۃٍ ۔ اَلْاَیْکَۃِ اور ھا سے پہلے یائے ساکنہ نہیں آتی اور جیسے صَغِیْرَۃٌ) یا ان چار حروف سے پہلے کسرہ ہو عام ہے کہ متصل ہو یا کسرہ اور ان حروف کے درمیان کوئی ساکن آرہا ہو (جیسے فِئَۃٌ ۔ مُشْرِکَۃٌ ۔ اٰلِھَۃً ۔ وِجْھَۃٌ ۔ وَالْاٰخِرَۃُ ۔ عِبْرَۃٌ) ان دو صورتوں میں تو بلا خلاف امالہ ہے (۳) اور اگر تانیث کی ھا سے پہلے قِظْ خُصَّ ضَغْطٍ حَاعٍ کے دس حرفوں میں سے کوئی حرف ہو (جیسے لَا طَاقَۃَ ۔ وَمَوْعِظَۃٌ ۔ اَلصَّاخَّۃُ ۔ خَالِصَۃً بَعُوْضَۃً ۔ صِبْغَۃً ۔ بَسْطَۃً ۔ وَالنَّطِیْحَۃُ ۔ اَلصَّلٰوۃَ ۔ سَبْعَۃٌ) (۴) یا ھا سے پہلے اَکْھَرُ کے چار حروف میں سے کوئی حرف ہو اور ان سے پہلے نہ تو کسرہ ہو نہ یائے ساکنہ ہو (جیسے اَلنَّشْاَۃَ ۔ بَرَآءَۃٌ ۔ بِبَکَّۃَ ۔ اَلتَّھْلُکَۃِ ۔ سَفَاھَۃٍ ۔ سَفَرَۃٍ ۔ لَحَسْرَۃٌ) تو ان دو صورتوں میں ھاء تانیث اور اس سے پہلے حرف کا صرف فتح ہے۔ ناظمؒ اور دانیؒ کی رائے پر یہی تفصیل مختار ہے اور دانی نے ابوالحسن سے اسی طرح پڑھا ہے۔ دوّم: اگر ھا سے پہلے الف ہو جیسے اَلصَّلٰوۃَ وغیرہ تو اس میں فتح اور باقی سب حرفوں میں امالہ اور دانی نے ابوالفتح سے اسی طرح پڑھا ہے ان دونوں قولوں کے جمع کرنے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ھا سے پہلے حروف کی چار صورتیں ہیں (۱) فَجِئْتُ زَیْنَبَ لِذَوْدِ شَمْسٍ کے پندرہ میں سے کوئی حرف ہو ان میں بلا خلاف امالہ ہے کیونکہ ان کو کسی نے بھی مستثنیٰ نہیں کیا (۲) تانیث کی ھا سے پہلے الف ہو اس میں بلا خلاف فتح ہے کیونکہ یہ سب کے قول پر مستثنیٰ ہے (۳) ھا سے پہلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قِظٍ خُصَّ ضَغْطٍ حَجٍ کے نو حرفوں میں سے کوئی حرف ہو ان میں فتح اور امالہ دونوں ہیں فتح پہلے قول سے اور امالہ دوسرے قول سے نکلتا ہے (۴) ھا سے پہلے اَکْهَرٌ کے حروف میں سے کوئی حرف ہو ان کی دو حالتیں ہیں اگر ان سے پہلے یائے ساکنہ یا کسرہ ہو چاہے کسرہ اور ان حروف کے درمیان ساکن بھی آرہا ہو اس صورت میں تو یہ پہلی قسم میں داخل ہیں اور ان میں بھی صرف امالہ ہے اور اگر ان سے پہلے فتحہ یا ضمہ ہو خواہ ساکن کے فاصلہ سے ہو تو پھر یہ تیسری قسم میں شامل ہیں اور قِظٍ خُصَّ ضَغْطٍ حَجٍ کے نو کی طرح ان چار میں بھی فتح اور امالہ دونوں ہیں۔

فائدہ: ۱ (۱) تانیث کی ھا سے پہلے الف ہونے کی صورت میں امالہ اس لئے منع ہے کہ اس صورت میں الف سے پہلے فتحہ اور الف اور ھا تین چیزوں کا امالہ کرنا لازم آتا ہے حالانکہ نقل سے صرف ھا اور اس سے پہلے فتحہ کا امالہ ثابت ہے پس تیسری چیز یعنی الف سے پہلے فتحہ کا امالہ مقصود کے خلاف اور زیادتی ہے (۲) اَلتَّوْرٰىةِ اور مَرْضَاتِ میں ہر جگہ اور تُقٰىةً (آل عمران ع۳) میں اور مُزْجٰىةٍ (یوسف غ) میں اور کَمِشْكٰوةٍ (نور ع۵) میں ان پانچوں میں امالہ والوں کیلئے حالین میں امالہ ہے اور اس لئے ہے کہ ان میں بالاتفاق الف موجود ہے پس یہ تانیث کی ھا کا امالہ نہیں تاکہ الف کی بناء پر منع ہو جائے یا وقفاً کسائی کے ساتھ مخصوص ہو۔

فائدہ: ۲ (۱) تانیث کی ھا سے پہلے الف ان دس اسموں اَلصَّلٰوةَ - اَلزَّكٰوةَ - حَيٰوةَ - نَجٰوةَ - غَدٰوةَ - مَنٰوةَ - هَيْهَاتَ - ذَاتَ - اَللّٰتَ - اور لَاتَ میں آیا ہے لیکن هَيْهَاتَ میں صرف بزی اور کسائی کی اور آخری تین میں صرف کسائی کی قراءت پر وقفاً ھا ہے اور با اٹھائیس اسموں میں اور تا صرف چار اسموں اَلْمَيْتَةَ - مَيْتَةً - بَغْتَةً - اَلْمَوْتَةَ - سِتَّةِ میں اور ثا صرف پانچ اسموں ثَلٰثَةٍ اور خَبِيْثَةٍ - دَرَثَةِ - مَبْثُوْثَةٌ - الثَّالِثَةَ میں ... اور جیم آٹھ اسموں وَلِيْجَةً - حَاجَةً - بَهْجَةٍ - نَعْجَةٌ - لُجَّةً - دَرَجَةً - زُجَاجَةٍ - اَلْحُجَّةُ میں اور حا سات اسموں صَيْحَةً - نَفْحَةٌ - لَوَّاحَةٌ - وَالنَّطِيْحَةُ - اَشِحَّةً - اَجْنِحَةٍ - مُفَتَّحَةً میں اور خا صرف دو اسموں نَفْخَةٌ - اَلصَّآخَّةُ میں اور دال اٹھائیس اسموں میں اور ذال تین اسموں وَالْمَوْقُوْذَةُ - لَذَّةٍ - اَخْذَةً میں آئی ہے اور را یائے ساکنہ کے بعد چھ اسموں كَبِيْرَةٌ - كَثِيْرَةٌ - صَغِيْرَةٌ - اَلظَّهِيْرَةِ - بَحِيْرَةٍ - بَصِيْرَةٌ میں اور کسرۂ متصلہ یا منفصلہ بساکن کے بعد تیس اسموں میں اور فتحہ اور ضمہ اور الف اور دوسرے ساکن حروف کے بعد باون اسموں میں آئی ہے۔ اور زا چھ اسموں اَعِزَّةَ - اَلْعِزَّةُ - بَارِزَةً - بِمَفَازَةٍ - هُمَزَةٍ - لُمَزَةٍ میں اور سین تین اسموں خَمْسَةٌ - وَالْخَامِسَةُ - اَلْمُقَدَّسَةَ میں اور شین چار اسموں اَلْبَطْشَةَ - فَاحِشَةٍ - عِيْشَةٍ - مَعِيْشَةً میں اور صاد چھ اسموں خَالِصَةٍ - شَاخِصَةٌ - خَصَاصَةٌ - خَاصَّةً - مَخْمَصَةٌ - غُصَّةٍ میں اور ضاد نو اسموں رَوْضَةٍ - قَبْضَةً - فِضَّةٍ - عُرْضَةً - فَرِيْضَةً - بَعُوْضَةً - خَافِضَةٌ - دَاحِضَةٌ - مَقْبُوْضَةٌ میں اور طا تین اسموں بَسْطَةً - حِطَّةٌ - لَمُحِيْطَةٌ میں اور ظا بھی تین اسموں غِلْظَةً - مَوْعِظَةً - حَفَظَةً میں اور عین اٹھائیس اسموں میں اور غین چار اسموں صِبْغَةً - مُضْغَةً - بَازِغَةً - اَلْبَالِغَةُ میں اور فا اکیس اسموں میں اور قاف انیس اسموں میں آیا ہے اور کاف یائے ساکنہ کے بعد صرف اَلْاَيْكَةِ میں اور کسرہ کے بعد چار اسموں ضَاحِكَةٌ - مُشْرِكَةً - وَالْمَلٰٓئِكَةُ - وَالْمُؤْتَفِكَةَ میں اور فتحہ اور سکون اور ضمہ کے بعد چھ اسموں بِبَكَّةَ - مَلَكَةً - دَكَّةً - اَلشَّوْكَةِ - مُبٰرَكَةً - اَلتَّهْلُكَةِ میں اور لام پینتالیس اسموں میں اور میم بتیس اسموں میں اور نون سینتیس اسموں میں اور واد سترہ اسموں میں آیا ہے اور ھا متصل کسرہ کے بعد دو اسموں اٰلِهَةٌ - فَاكِهَةٌ میں اور منفصل کسرہ کے بعد صرف وِجْهَةٌ میں اور الف کے بعد صرف سَفَاهَةٍ میں آئی ہے اور ہمزہ یائے ساکنہ کے بعد دو اسموں كَهَيْئَةِ - خَطِيْئَةً میں اور کسرہ کے بعد پانچ اسموں فِئَةً - مِائَةً - نَاشِئَةَ - سَيِّئَةً - خَاطِئَةٍ میں اور کسرہ اور یا کے ما سوا کے بعد چار اسموں اَلنَّشْاَةَ - سَوْءَةَ - اِمْرَاَةٌ - بَرَآءَةٌ میں آیا ہے اور یا چھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسموں میں آئی ہے۔

فائدہ: ۳ (۱) استاذ ابو سعید حسن بن عبد اللہ سیرانی کے مذہب پر بھی الف کے سوا سب حروف میں امالہ ہے چنانچہ جب موصوف سے امام عبد الباقی نے عبد الواحد وغیرہ کے مذہب کے بارہ میں دریافت کیا تو فرمایا کہ استثناء کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ یہ ھا کلمہ کے آخر میں ہے اور اطراف میں مستعلیہ وغیرہ کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا چنانچہ اَعْلیٰ۔ وَاتَّقِیْ وغیرہ میں امالہ والوں کے لئے بلا خلاف امالہ ہے اور تانیث کی ھا بھی اس سے پہلے الف نہ ہونے کی صورت میں الف ہی کی طرح ہے۔ (۲) دانی رح نے کسائی رح کی قراءۃ کی دونوں روایتیں ابو الفتح سے اور انھوں نے عبد الباقی سے پڑھی ہیں اور عبد الباقی نے دوری کی روایت محمد بن علی سے پڑھی ہے اور وہ الف کے سوا سب حروف میں امالہ روایت کرتے ہیں (شرح سبعہ) (۳) تانیث کی ھا و کہنے سے سکتہ کی اور ضمیر کی ھا نکل گئی ان میں بلا خلاف فتح ہے اور وقف کی قید سے نکل آیا کہ امالہ اس ھا میں ہے جو وقف میں ھا اور وصل میں تا ہوتی ہے اور اس سے ھٰذِہٖ کی ھا نکل گئی کیونکہ یہ حالین میں ھا ہی رہتی ہے (۴) کسائی تانیث کی ہر ایک تا کو گول ہو خواہ دراز وقفاً ھا سے بدل لیتے ہیں اور امالہ بھی دونوں ہی میں کرتے ہیں۔ سوال: تانیث کی علامت تو وقف و وصل دونوں میں تانیث ہی کے لئے ہوتی ہے اور یہاں ناظم نے تانیث کو وقف کی طرف مضاف کیا ہے جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس ھا میں تانیث وقف ہی میں پیدا ہوتی ہے۔ جواب: ناظم نے صرف تانیث کو مضاف نہیں کیا تاکہ یہ شبہ لازم آئے بلکہ ہائے تانیث (مرکب اضافی) کو مضاف کیا ہے اور اس اعتبار سے یہ وقف ہی کے ساتھ مخصوص ہے یعنی تانیث کی ھا وقف ہی کے سبب ھا بنتی ہے اور گو اس میں تانیث وصل میں بھی تھی لیکن اس صورت میں یہ تانیث کی ھا کے بجائے تانیث کی تا تھی اور حَبَّ رُمَّانِیْ بھی اسی قبیل سے ہے کہ اس میں نسبت کی یا سے صرف رُمَّانْ کا تعلق نہیں کیا گیا ہے بلکہ حَبُّ رُمَّانٍ مرکب اضافی کا یا سے تعلق کیا گیا ہے اور دیباچہ ۱۰۴ کا اَبُوْعَمْرِهِمْ اور ھاءُ الکنایہ ۲ کا کِلَابْنِ کَثِیْرِھِمْ بھی اسی قبیل سے ہے کہ ان میں مرکب اضافی کو ضمیر کی طرف مضاف کیا ہے نہ کہ صرف عمرو اور کثیر کو (۵) چونکہ مُوْسٰی وغیرہ کی طرح یہاں بھی امالہ کا اثر ھا اور اس سے پہلے فتحہ دونوں میں پایا جاتا ہے اس لئے یہ فرمادیا کہ کسائی دونوں ہی چیزوں میں امالہ کرتے ہیں اور اسی لئے سولہویں باب کے شعر ۲ کے مترآءٓ میں الف کے امالہ کو را کا امالہ کہدیا تھا (۶) حَقَّ ضِغَاطُ عَصٍ خَظًّا کا مطلب یہ ہے کہ جو گنہگار آخرت سے بے فکری کے سبب موٹا ہوجائے اور گناہوں میں بڑھتا چلا جائے اس کو قبر میں بہت تنگیاں پیش آئیں گی اور قبر اس کو بار بار اور بہت زور سے بھینچے گی اور وہ اسی لائق ہے پس موٹا کہنے میں گناہوں کی کثرت کی طرف اشارہ ہے چنانچہ بہت بڑے مالدار کو بھی مجازاً موٹا کہدیتے ہیں اور ہمارے محاورہ میں بھی موٹی مرغی بولتے ہیں اور علماء اور دینداروں کیلئے موٹاپا ناپسندیدہ صفات میں سے ہے کیونکہ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ کند ذہن بھی ہے اور اس کو آخرت کی فکر بھی بہت کم ہے اس لئے کہ یہ غم تو جسم کو گھلا دیتا ہے اور لاغر کردیتا ہے چنانچہ حدیث میں ہے اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ الْحَبْرَ السَّمِیْنَ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ موٹے عالم سے دشمنی رکھتے ہیں۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کی برائی میں فرمایا کہ ان کے دلوں میں عقل و سمجھ کم ہے اور ان کے پیٹوں میں چربی زیادہ ہے علماء کا ارشاد ہے کہ اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ جو شخص موٹا ہو اور اس کے بدن میں گوشت اور چربی زیادہ ہو اس میں سمجھ کم ہوتی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی اخبار میں ہے کہ میں نے ایک شخص کے سوا کسی موٹے آدمی کو عقلمند نہیں پایا ایک اور روایت میں ہے کہ میں نے محمد بن حسن کے سوا جتنے بھی موٹے آدمی دیکھے سب کو بڑے درجہ کا آرام طلب پایا۔ لیکن یہ واضح رہے کہ موٹاپا وہ برا ہے جو آخرت سے بے فکری کی بنا پر ہو اور جو کسی بیماری کی وجہ سے ہو وہ اس میں داخل نہیں (۷) ناظم نے کسائی کے لئے دو مذہب نقل کئے ہیں۔ اول پر حروف کی چار صورتیں ہیں: ۱ وہ جن میں صرف امالہ ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ ثَجْتُ مُ زَیْنَبَ لِذَوُدِ شَمْسٍ کے پندرہ حروف ہیں ۱۲ وہ جن میں صرف فتح ہے اور وہ قِظْ خُصَّ ضَغْطٍ حَاعٍ کے دس حروف ہیں ۱۳ وہ جن میں کسرہ اور یائے ساکنہ کے بعد ہونے کی شرط سے امالہ ہے اور وہ اَکْھَرُ کے چار حروف ہیں ۱۴ وہ جن میں فتح اور امالہ دونوں ہیں اور فتح قوی تر ہے اور وہ یہی اَکْھَرُ کے حروف ہیں جبکہ کسرہ اور یائے ساکنہ کے بعد نہ ہوں اور دوسرے مذہب پر الف کے سوا سب حروف میں امالہ ہے (۸) پہلے قول پر جو دس حروف میں امالہ منع ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مستعلیہ حروف میں تو زبان تالو کی طرف اٹھتی ہے اس لئے ان کے مناسب فتح ہی ہے نیز جب یہ ساتوں حروف اسم میں الف تک کے امالہ کے لئے مانع بن جاتے ہیں حالانکہ اس کا امالہ قوی بھی ہے تو ھا جس میں حرف الف کی مشابہت کی بناء پر امالہ ہوتا ہے اس بناء پر کہ یہ امالہ میں اصل نہیں ہے تو اس کے امالہ کے لئے تو یہ حروف بدرجۂ اولیٰ مانع ہونے چاہئیں اور عین اور حا میں اس لئے منع ہے کہ ان کا مخرج غین اور خا مستعلیہ سے قریب تر ہے اور الف میں اس لئے نہیں کہ تانیث کی ھا کے امالہ کا اثر خود ھا اور اس سے پہلے فتحہ پر ہوا کرتا ہے اور الف ساکن ہے اس کو تو کسرہ سے قریب کر نہیں سکتے اور اگر اس سے پہلے والے فتحہ کو کسرہ سے قریب کریں گے تو اس سے الف میں امالہ ہوگا نہ کہ تانیث کی ھا میں اور گو ان دس حروف سے پہلے کسرہ ہونے کی صورت میں الف کا امالہ جائز ہے اور اسی لئے ضِعٰفًا میں حمزہ کے لئے امالہ ہوتا ہے لیکن کسائی اس صورت میں بھی اَلْقَارِعَةُ ۔ اَلْبَالِغَةُ وغیرہ میں ان دس وجوہ کی بناء پر امالہ نہیں کرتے۔ ۱۵ پورے باب کا حکم یکساں رہے ۱۶ چونکہ بہ نسبت الف کے ھا کا امالہ ضعیف ہے اس لئے ھا میں یہ حروف اس صورت میں بھی مانع بن سکتے ہیں جس میں الف کے امالہ کے لئے مانع نہیں (۹) پہلے قول پر استعلاء کے حروف اس شرط سے مانع ہیں کہ ھا سے متصل ہوں اسی لئے رَقَبَةٍ اور مَسْغَبَةٍ میں بلا خلاف امالہ ہے (۱۰) اَکْھَرُ سخت ترین چیز کے معنی میں ہے اور کَھَرَہٗ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی کسی سے سختی سے پیش آئے اور کَھْرُ دن کے چڑھ جانے اور سخت گرم ہو جانے کے معنی میں ہے۔

فائدہ: ۱۷ (۱) کسرہ اور اَکْھَرُ کے حروف کے درمیان ساکن حرف ھا اور را میں آیا ہے ہمزہ اور کاف میں نہیں ھا میں فقط وِجْهَةٌ میں ہے اور را میں عِبْرَةٌ ۔ بِسِدْرَةٍ وغیرہ میں ہے (۲) فِطْرَتَ اللّٰهِ (روم ع۴) میں کسائی کے لئے وقفاً جمہور کے مذہب پر تو صرف امالہ ہے انہوں نے قاعدہ کو عام رکھا ہے اور ضعیف اور قوی ساکن میں کوئی فرق نہیں کیا اور ابن مجاہد اور ان کے شاگردوں کی ایک جماعت کی رائے پر بھی امالہ ہی مختار ہے اور شاطبی کی عبارت سے بھی یہی نکلتا ہے اور شذائی ۔ ابن شیطا ۔ سبط الخیاط ۔ حافظ ابو العلاء کی رائے پر فتح ہے کیونکہ کسرہ اور را کے درمیان جو ساکن ہے وہ طا ہے جو استعلاء اور اطباق کی بناء پر قوی ہے اس لئے اس کو فاصل شمار کر لیا (غیث) (۳) اَوِ الْكَسْرِ وَالْاِسْكَانُ الخ کا مطلب یہ ہے کہ اَکْھَرُ کے حروف یا تو کسرہ کے بعد ہوں یا اس ساکن کے بعد ہوں جس سے پہلے کسرہ ہو (۴) لغت کی رو سے اَکْھَرُ کے حروف میں ہر حال میں امالہ اور فتح دونوں جائز ہیں (۵) ابراز میں ہے کہ فِطْرَتَ میں اختلاف ہے کیونکہ درمیان کا ساکن مستعلیہ ہونے کے سبب قوی مانع بن گیا اور یہ عمدہ وجہ ہے اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ورش بھی اس میں طائے ساکنہ کو مانع قرار دے کر را میں ترقیق نہیں کرتے لیکن چونکہ یہ دو باب ہیں جو دو اماموں سے متعلق ہیں اس لئے ایک کا مذہب دوسرے کو مستلزم نہیں اور اسی کی ایک مثال عِمْرَانَ بھی ہے کہ اس میں ورش تو اس کے عجمی ہونے کے سبب را کی ترقیق نہیں کرتے لیکن ابن ذکوان عجمہ کا اعتبار نہ کرتے ہوئے الف کے امالہ کے سبب را میں ترقیق کرتے ہیں انتہی ——— اور یہ اس بناء پر ہے کہ ابو شامہ کی رائے پر امالہ اور ترقیق دونوں کی حقیقت ایک ہی ہے۔ (۶) وَيَضْعُفُ الخ کا مطلب یہ ہے کہ اَکْھَرُ کے حروف فتحہ اور ضمہ کے بعد امالہ کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور اَرْجُلٌ (پیروں) کا ذکر مجاز کے طور پر ہے چنانچہ محاورہ میں ہر کمزور بات اور دلیل کو کہا کرتے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ چلنے والی نہیں اور مناسبت یہ ہے کہ پیر چلنے کا آلہ ہے (۷) فتحہ کے بعد ہمزہ کی مثال اِمْرَاَۃٌ ہے اگر ہمزہ اور فتحہ کے درمیان ساکن ہو اور وہ الف ہو جیسے مَبْرَاٰۃٌ تو پہلے قول پر امالہ کیلئے مانع ہے اور اگر الف کے سوا اور کوئی ساکن ہو جیسے سَوْءَۃً۔ کَھَیْءَۃِ۔ اَلنَّشْاَۃَ تو اس میں فتح اور امالہ دونوں ہیں دانیؒ فرماتے ہیں کہ قیاس فتح ہی کو چاہتا ہے یعنی الف پر قیاس کرنے سے یہی نکلتا ہے کہ جس طرح الف کے بعد فتح ہے اسی طرح دوسرے ساکن کے بعد بھی فتح ہی ہو۔ یا قیاس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح کسرہ کے بعد ساکن کا آجانا امالہ کے لئے مانع نہیں اسی طرح سَوْءَۃً جیسے کلمات میں ساکن کا واقع ہونا فتح کیلئے مانع نہیں اور فتحہ کے بعد کاف کی مثال مُبٰرَکَۃً اور اَلشَّوْکَۃِ ہے اس میں فاصل ہو یا نہ ہو دونوں کا حکم ایک ہی ہے اور ھا اور را کا بھی یہی حال ہے اور ھا کسرہ اور الف ہی کے بعد آتی ہے اور صحیح تر یہ ہے کہ اَکْھَرْ کے حروف جب فتحہ اور ضمہ کے بعد ہوں ساکن کے فاصلہ سے ہوں یا بلا فاصلہ ہوں دونوں صورتوں میں ان میں دونوں وجوہ ہیں اور اسی لئے بَعْدَ الْفَتْحِ وَالضَّمِّ کو بلا قید لائے ہیں (۸) اَکْھَرْ کے حروف میں کسرہ اور یائے ساکنہ کے بعد امالہ اس لئے ہوتا ہے کہ یہ دونوں امالہ کے قوی سبب ہیں اس لئے یہ مانع کو کمزور کر دیتے ہیں اور دوسرے حالات میں فتح اس لئے ہے کہ ہمزہ اور ھا تو حلقی ہونے کے سبب الف۔ عین۔ حا۔ غین۔ خا کے حکم میں ہیں اور کاف۔ قاف سے قریب ہے اور را تکرار کی صفت کے سبب مستعلیہ کے مشابہ ہے (۹) چونکہ اَلْاَیْکَۃِ چار جگہ آیا ہے یعنی حجر ع دق ع میں اور شعراء ع اور ص ع میں اور اول کے دو میں سب کی قراءۃ اَلْاَیْکَۃِ ہے لام اور ہمزہ سے اور شعراء اور ص میں حجازی اور شامی قراءۃ لَیْکَۃَ ہے ہمزہ کے بغیر لام سے اور عراقی قراءۃ پر اَلْاَیْکَۃِ ہے اس لئے اگر شعر میں وَلَیْکَۃَ کے بجائے وَاَیْکَۃً کہتے تو چاروں موقعوں کو بھی شامل ہو جاتا اور امالہ والے (کسائیؒ) کی قراءۃ کے بھی موافق ہو جاتا اور یہ وہم نہ رہتا کہ اس کو کسائی کی قراءۃ کے بجائے دوسری قراءۃ کے موافق لائے ہیں اور الف لام کا جدا کرنا اس لئے مضر نہ ہوتا کہ اَلْ تو حقیقتاً اصل کلمہ سے جدا ہی ہے اور ممکن ہے کہ ناظم نے یہی ارادہ کیا ہو اور شعری ضرورت کی بنا پر ورشؒ کی قراءۃ کے موافق نقل سے لے آئے ہوں اور اسی لئے ابوشامہ کی رائے پر صحیح یہ ہے کہ شعر میں اس طرح لکھا جائے وَالَایْکَۃَ تاکہ وہم رفع ہو جائے پس یہ وَالَاٰخِرَۃُ الْمَرْفُوْعُ الانعام ۳۲ کی طرح ہو جائے گا۔ (۱۰) دانیؒ کی کتاب الامالہ میں ہے کہ خلف نے کسائی سے (الف کے سوا) کسی حرف کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا اور مجھے ابومزاحم خاقانیؒ سے بھی یہی روایت پہونچی ہے اور یہ کسائی کی وجوہ کے محفوظ رکھنے میں سب پر فائق تھے اور ابوبکر بن الانباری اور اہل ادا کی ایک جماعت کا بھی یہی مذہب ہے اور تحقیق بھی یہی ہے اور میں نے اپنے شیخ ابوالفتح سے اور انھوں نے اپنے شیوخ سے اسی طرح پڑھا ہے اور ابوبکر بن مجاہد۔ ابوالحسین بن المنادی۔ ابوطاہر بن ابی ہاشم اور ان تینوں کے شاگرد ان میں سے گیارہ حروف کو خاص کر کے ان میں فتح پڑھتے تھے پھر ان حروف کو بیان کیا ہے پھر فرماتے ہیں کہ ان حضرات نے تانیث کی ھا سے پہلے ہمزہ۔ کاف (ھا) را کے واقع ہونے کی صورت میں کئی حالات قرار دے کر بعض کا امالہ کیا ہے اور بعض میں فتح پڑھا ہے پھر ان کی اسی طرح تشریح کی ہے جس طرح اوپر گذر چکی ہے (۱۱) جن دس کلمات میں تانیث کی ھا سے پہلے الف ہے جو دوسرے فائدہ میں الف کے ذیل میں درج ہو چکے ہیں ان میں امالہ اس لئے نہیں کہ یہ الف امالہ کو قبول نہیں کرتے کیونکہ بعض میں تو الف واو سے بدلا ہوا ہے اور بعض میں اس کی اصل معلوم نہیں اور ایسے الفات کا امالہ سے کوئی علاقہ نہیں نیز اگر ان میں امالہ کریں گے تو سننے والا اس کو ھا کے بجائے الف کا امالہ سمجھے گا کیونکہ اس بارہ میں الف اصل ہے اور ھا اس کی فرع اور اس کے مشابہ ہے۔ چنانچہ تم خوب جانتے ہو کہ تَوْرٰىۃَ۔ مَرْضَاتِ۔ تُقٰىۃً۔ مُزْجٰىۃٍ۔ کَمِشْکٰوۃٍ پانچوں کا شمار ان الفاظ میں ہے جن میں الف کا امالہ ہے تانیث کی ھا کے امالہ والے الفاظ میں نہیں اور مکیؒ نے مَنٰوۃَ میں خلاف بیان کیا ہے جو الف کی اصل (کے اختلاف) پر مبنی ہے اور فتح کو پسند کیا ہے اور دانیؒ نے حَیٰوۃ کے الف میں بھی اختلاف بتایا ہے کہ ایک قول پر واو سے اور دوسرے پر یا سے بدلا ہوا ہے لیکن چونکہ قرآنوں میں واو کی صورت میں ہے اس لئے امالہ یا والے قول پر بھی نہیں ہے (ابراز)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: ۵۔ (۱) تانیث کی ھا کے امالہ کیلئے علی قاری نے تین قیدیں بیان کی ہیں ۱ وصلاً تاسے اور وقفاً ھا سے بدل جانے اس سے ھٰذِہٖ کی ھا نکل گئی ۲ ھا کی صورت میں ہو خواہ تا کی پس بَقِیَّتُ اللّٰہِ وغیرہ بھی شامل ہو گئے ۳ تا تانیث کے لئے ہو یا تاکید اور فرق اور مبالغہ کیلئے اس سے نُعْجَۃٌ۔ سَفِیْنَۃٍ۔ ھُمَزَۃٍ۔ لُمَزَۃٍ وغیرہ شامل ہو گئے۔ (۲) وَلَیْضْعُفْہُ سے جو امالہ کے ضعیف ہونے کا شبہ ہوتا ہے اس کے حل کے بارہ میں علی قاری فرماتے ہیں کہ میرے ذہن میں یہ آیا ہے کہ اس کی ضمیر سبب الامالہ کیلئے ہے یعنی کسرہ اور یائے ساکنہ نہ ہونے کی صورت میں امالہ کا سبب ضعیف ہے نہ کہ اس کی قراءۃ بھی (۳) وَمَنٰوۃَ میں فتح والوں کی دلیل یہ ہے کہ اس کا الف واو سے بدلا ہوا ہے کیونکہ اس کی جمع مَنَوَات آتی ہے اور امالہ والوں کی دلیل یہ ہے کہ یہ مَنَی اللّٰہُ یَمْنِیْہٖ سے ہے جو قَدَّرَہٗ کے معنی میں ہے۔ مکی فرماتے ہیں کہ بہترین قول پہلا ہی ہے کیونکہ اگر یہ الف یا سے بدلا ہوا ہوتا تو تُقٰۃً اور تُقٰتِہٖ کی طرح اس میں وصلاً بھی امالہ ہوتا کیونکہ اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے اور وقف کو وصل پر کوئی فضیلت بھی حاصل نہیں ہے نیز فتح اصل بھی ہے اس لئے روایت نہ ملنے کی صورت میں کلمہ کا اصل ہی پر رہنا اولیٰ ہے اور الصَّلٰوۃ اور الزَّکٰوۃ کی طرح اس کی رسم بھی واو سے ہے (قاری عن السخاوی)۔ (۴) علی قاری رحمہ اللہ نے وَاَکْھَرُ سے اَرْجُلًا تک کے تین مصرعوں سے اشارہ کے طور پر عجیب و غریب معنیٰ نکالے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ کافر سرکش جو اپنے خالص کفر میں ڈوبا ہوا ہے قسم قسم کی سزاؤں سے اس کے اعضاء کو توڑنے کے بعد پیشانی اور قدموں کے ذریعہ پکڑ کر اس کو دوزخ کی آگ کی طرف جھکایا جائے گا اور اس کے اعضاء کا وہاں ساکن کر دینا اور ٹھہرا دینا اس کیلئے عذاب سے مانع نہیں بن سکے گا اور اس کے جوڑوں کے کھول دینے اور ملا دینے کے بعد اس کے پیر یعنی کفر کے حق اور سچا ہونے کی دلیلیں سب ضعیف اور لچر اور محض بے کار ہو کر رہ جائیں گی پھر وہ سوچے گا کہ میں تو ان دلیلوں پر بڑا اعتماد رکھتا تھا آج انھوں نے کچھ بھی کام نہ دیا (۵) صاحب النشاذ فرماتے ہیں کہ سِوٰی اَلِفٍ الخ پر عمل نہیں ہے (اور یہ دوسرا قول ہے جس کی رو سے الف کے سوا سب حروف میں امالہ ہے) بلکہ اعتماد تفصیل (پہلے قول) پر ہے لیکن وہ عبارت سے نہیں نکلتی بلکہ ضد سے اشارۃً سمجھی جاتی ہے اس کو نقل کرنے کے بعد علی قاری فرماتے ہیں کہ اسی لئے میں نے شعر ۲۳۷ میں اس طرح تغیر کر دیا۔

کَعِبْرَۃٍ مِائَۃٍ وِجْھَۃٍ وَالْاَیْکَۃِ وَقَدْ حُکِیْ ۔۔۔ سِوٰی اَلِفٍ عِنْدَ الْکِسَائِیْ تَمَیَّلَا

(اس سے تفصیل والے قول کا قوی ہونا اور دوسرے قول کا ضعیف ہونا ظاہر ہو گیا) پھر فرماتے ہیں چونکہ مجھ پر واضح ہو گیا کہ صاحب النشاذ کا قول تحقیق پر مبنی نہیں ہے اس لئے میں نے اس سے رجوع کر لیا پھر دانی کی کتاب الامالہ کی وہ عبارت نقل کی ہے جس کا مفہوم اوپر چوتھے فائدہ کے نمبر ۳ میں درج ہو چکا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اس سے واضح ہو گیا کہ دانی کے دو طریق ہیں اور ان میں سے تفصیل والا طریق مختار ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرا قول متروک ہے (۶) علی قاری فرماتے ہیں کہ یہاں لِعِبْرَۃٍ کے بجائے کَعِبْرَۃٍ اولیٰ تھا اور بعض نسخوں میں اسی طرح ہے بھی اور اس سے عِبْرَۃٌ (یوسف ع۱۲) بھی شامل ہو جاتا ہے۔

النحو والعربیۃ: ۲۳۹ ۱ ھا کی اضافت تانیث کی طرف تخصیص کے لئے ہے اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اَلْوُقُوْف کی طرف اکیلا لفظ تانیث مضاف نہیں ہے بلکہ ھا و تانیث مرکب اضافی مضاف ہے اور وُقُوْفٌ اور وَقْفٌ دونوں مصدر ہیں ۲ قَبْلَھَا کی تقدیر مَا قَبْلَھَا ہے اور یہ ھائے تانیث پر معطوف ہے ۳ مُمَالٌ مُقَامٌ کی طرح مصدر میمی ہے ۴ اَلْکِسَائِیْ میں نسبت کی یا کی تخفیف لغۃً ہے اور اس ترجمہ کی رو سے وَفِیْ سے اَلْکِسَائِیْ تک کا مجموعہ جملہ اسمیہ ہے اور فِیْ۔ ثَابِتٌ مقدر کے متعلق ہے اور جعبری کی رائے پر فِیْ۔ عَلٰی کے معنی میں ہے اور قِفْ مقدر کے متعلق ہے اور وَقَبْلَھَا مُمَالُ الْکِسَائِیْ جملہ اسمیہ قِفْ کے فاعل سے حال ہے اور مصنف نے یہ ترکیب شاید اس لئے اختیار کی ہے کہ ان کی رائے ان حضرات کے موافق ہے جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرف تانیث کی علت سے پہلے فتحہ کے امالہ کے قائل ہیں اور ابوشامہ اور علی قاری رحمہما اللہ کی رائے پر پہلی ترکیب پسندیدہ ہے اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ امالہ تانیث کی ھا اور اس سے پہلے فتحہ دونوں میں ہے لیکن علی قاری وَقَبْلَھَا کے عطف کو عطفِ تفسیری فرماتے ہیں اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ موصوف بھی صرف پہلے فتحہ ہی کے امالہ کے قائل ہیں ۵ غَیْرَ کا نصب قَبْلَھَا سے مستثنیٰ ہونے کی بناء پر ہے ۶ عَشْرٍ کی تذکیر جعبری کی رائے پر تو اس لئے ہے کہ اس کا معدود فَتْحَۃٌ یا حَرَکَۃٌ ہے جو مؤنث ہے اور علی قاری کی رائے پر اس لئے ہے کہ حروف میں تذکیر و تانیث دونوں جائز ہیں اور ابوشامہ کے قول کی رو سے غَیْرَ۔ قَبْلَھَا کے موصوفِ مقدر سے مستثنیٰ ہے ای فِی الْحُرُوْفِ الَّتِیْ قَبْلَھَا غَیْرَ عَشْرٍ مِّنْ تِلْکَ الْحُرُوْفِ اور گو یہاں عَشْرٍ کے بجائے عَشْرَۃٍ اولیٰ تھا کیونکہ اس کا معدود حروف ہے جو حرف کی جمع ہونے کے سبب مذکر ہے لیکن اس کو تذکیر سے اس بناء پر لائے ہیں کہ یہاں حروف سے ہجاء کے حروف کے اسماء مراد ہیں جن میں تذکیر و تانیث دونوں ہیں پس چونکہ حروف کے مدلول (ہجاء کے حروف کے ناموں) میں تانیث بھی تھی اس لئے عَشْرٍ کو تا کے بغیر لے آئے اور عرب صیغوں کا استعمال لفظ کے لحاظ سے بھی کیا کرتے ہیں اور معنیٰ کے اعتبار سے بھی (اسی بناء پر مَنْ موصولہ کیلئے واحد کی ضمیریں بھی لے آتے ہیں اور جمع کی بھی اور

وَاِنَّ کِلَابًا ھٰذِہٖ عَشْرُ اَبْطُنٍ ۔۔۔ وَاَنْتَ بَرِیْءٌ مِّنْ قَبَائِلِھَا الْعَشْرِ

بھی اسی قبیل سے ہے کہ اس میں عَشْر کو پہلی جگہ معنیٰ کے اور دوسری جگہ لفظ کے لحاظ سے مذکر لائے ہیں کیونکہ اَبْطُنٍ۔ بَطْنٌ کی جمع ہونے کے سبب جمع مذکر ہے جس کی رو سے عَشْر کا تا سے لانا اولیٰ تھا لیکن چونکہ بَطْن سے قبیلہ مراد ہے اور وہ مؤنث ہے اس لئے عدد کو مذکر لائے ہیں اور دوسری جگہ قبائل کے لفظ کے اعتبار سے تذکیر سے آیا ہے ۷ لِیَعْدِلَا میں اشارہ ہے کہ مستعلیہ اور حلقی حروف فتح کو چاہتے ہیں اس لئے کسائی نے ان کو مستثنیٰ کرنے کے بارہ میں انصاف سے کام لیا ہے اور فتح کے ذریعہ ان کو معتدل اور عمدہ کر دیا ہے۔ ۸ ضِغَاطٌ۔ ضَغْطٌ (تنگی) کی جمع ہے اور یہ اپنے مضاف الیہ اور اس کی صفت سے مل کر یا تو مبتدا ہے اور حَقٌّ اس کی خبر مقدم ہے یا ضِغَاط۔ حَقٌّ کا فاعل ہے اور یہ ان حضرات کے مذہب کی رو سے ہے جو قَائِمٌ نِ الزَّیْدَانِ کو جائز بتاتے ہیں۔ ...... ۹ عَصٍ میں قَاضٍ والی تعلیل ہوئی ہے اور یہ صفت مشبہ ہے اور عَاصٍ کے معنیٰ میں ہے ۱۰ خَظًا۔ سَمِیْنٌ (موٹے) کے معنیٰ میں ہے اور یہ بھی صفت مشبہ ہے اور واوی ہے جو نَصَرَ سے ہے اور مصدر خُظُوًّا ہے ۱۱ اَکْھَرُ۔ کَھْرٌ سے ہے جو قَھْرٌ کے معنیٰ میں ہے اور شاذ قراءۃ پر فَلَا تَکْھَرْ (والضحیٰ) میں بھی کاف آیا ہے اور یہ وزنِ فعل اور وصف کی بناء پر غیر منصرف ہے اور اس کی تقدیر حُرُوْفُ اَکْھَرَ ہے پس مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کا اعراب دیدیا اور اسی لحاظ سے قافیہ کی رعایت کی بناء پر مُمِیْلًا کو مذکر لائے ہیں ورنہ مضاف کے لحاظ سے تو مُمِیْلَۃً آتا پس یہ وَکَمْ مِّنْ قَرْیَۃٍ (اعراف ع۱) کے قبیل سے ہے کہ یہ بھی وَکَمْ مِّنْ اَھْلِ قَرْیَۃٍ تھا پس مضاف کو حذف کر کے بعد کے فعلوں میں مضاف الیہ کے اعتبار سے ضمیروں کو مؤنث لائے ہیں اور اس کے بعد اَوْ ھُمْ قَآئِلُوْنَ میں مذکر کی ضمیریں لانا یا تو مضاف (اَھْل) کی رعایت سے ہے یا قافیہ کی مطابقت کے لئے ہے یا دونوں رعایتیں پیش نظر ہیں۔ ۱۲ وَالِاسْکَانُ لَیْسَ بِحَاجِزٍ میں جملہ فعلیہ صغریٰ ہے اور جملہ اسمیہ کبریٰ ہے اور جن موقعوں میں مبتدا کی خبر جملہ ہوتا ہے ان سب میں یہی صورت ہے اور لَیْسَ کی خبر میں با تاکید کیلئے ہے ۱۳ وزن کے سبب چاروں مثالوں میں وقف کر کے تا کو ھا سے بدل لیا ۱۴ عِنْدَ۔ مُمِیْلًا کا ظرف ہے اور یا تو لام جارہ کے معنیٰ میں ہے یا اس کی تقدیر عِنْدَ الْاَدَاءِ لِلْکِسَائِیِّ ہے ۱۵ سِوَی الْاَلِفِ۔ مُمِیْلًا کے مفعول مقدر جَمِیْعَ الْحُرُوْفِ سے مستثنیٰ ہے۔ ۱۶ مُمِیْلًا کا الف اطلاقیہ ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ مَذَاهِبِهِمْ فِي الرَّاءَاتِ

اٹھارہواں ۱۸ باب قرار کے ان قواعد کے بیان میں جو راءات کے پُر اور باریک پڑھنے کے بارہ میں ہیں

اس میں سولہ ۱۶ شعر ہیں۔

شرح:- (۱) را اور لام کے باریک پڑھنے کو ترقیق اور پُر پڑھنے کو تفخیم کہتے ہیں اور تغلیظ بھی تفخیم ہی کے معنیٰ میں ہے اور کبھی یہ فرق بھی کرتے ہیں کہ را کے پُر پڑھنے کو تفخیم اور لام کے پُر پڑھنے کو تغلیظ کہہ دیتے ہیں ترقیق کے معنیٰ ہیں حرف کی آواز کا پتلا اور باریک کردینا اور تفخیم و تغلیظ اس کی ضد ہے جس کے معنیٰ ہیں حرف کی آواز کا موٹا کردینا یا حرف کی آواز سے منہ کو بھر دینا اور امالہ کے معنیٰ ہیں الف کا یا کے اور فتحہ کا کسرہ کے مانند کردینا اور اس سے نکل آیا کہ ترقیق و امالہ دونوں ہم معنیٰ نہیں ہیں گو بعض اس کے قائل ہوگئے ہیں اور ابوشامہ بھی انھی میں سے ہیں کیونکہ اگر دونوں کی حقیقت ایک ہوتی تو ایک دوسرے سے جدا نہ پائے جاتے حالانکہ واقع اس کے خلاف ہے چنانچہ بہت سی راءات ایسی ہیں جن میں ترقیق تو ہے لیکن امالہ نہیں ہے اور مثالیں ظاہر ہیں اور بعض متاخرین کی تحقیق کی رو سے متقدمین کی عبارتوں کو دلیل بنانا صحیح نہیں کیونکہ وہ حضرات مجاز کی بنار پر ایک لفظ کو دوسرے کے بجائے استعمال کرلیتے تھے چنانچہ ترقیق و امالہ میں بھی ایسا ہی کیا ہے جیساکہ سولھویں باب کے شعر ۲۸۷ میں ناظم نے بھی اسی پر عمل کیا ہے۔ دانی رح کتاب التجوید میں فرماتے ہیں کہ ترقیق حرف میں ہوتی ہے حرکت میں نہیں اور امالہ حرکت میں ہوتا ہے حرف میں نہیں ہوتا اور ادغام کی طرح امالہ بھی تخفیف ہی کی غرض سے ہوتا ہے اور یہ نہایت عمدہ تحقیق ہے (قاری) (۲) را میں اصل تفخیم ہے اور ترقیق سبب پر موقوف ہے اور لام میں اس کا عکس ہے اور بعض کی رائے پر را میں نہ تفخیم اصل ہے نہ ترقیق۔ محقق رح فرماتے ہیں کہ دونوں مذہب درستی کا احتمال رکھتے ہیں اور ورش کی روایت کی رو سے دوسرا ظاہر تر ہے اور اس اختلاف کا فائدہ کسرہ والی اس را میں وقفاً ظاہر ہوتا ہے جس سے پہلے ترقیق کا سبب نہ ہو استاذنا و شیخ القراء مولانا الحافظ القاری ابو محمد محی الاسلام صاحب شرح سبعہ میں فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ کسی شئے کا لازمی خاصہ اس سے جدا نہیں ہوا کرتا جیسے مستعلیہ کا پُر ہونا اور را کا یہ حال نہیں اور نہ را ترقیق و تفخیم دونوں حالتوں سے خالی ہوسکتی ہے پس یہ کہنا زیادہ موزوں ہے کہ فتحہ اور ضمہ والی را کی اصل تفخیم ہے اور کسی سبب سے باریک ہوجاتی ہے اور کسرہ والی کی اصل ترقیق ہے (۳) کسرہ والی را تو بلا اختلاف باریک ہوتی ہے اور فتحہ اور ضمہ والی ورش کے لئے کسرہ اور یائے ساکنہ کے بعد باریک ہوتی ہے اور باقین کیلئے پُر اور را کی یہی ایک قسم اختلاف کے سبب قراءۃ کے فن سے متعلق ہے۔ اس لئے سب سے پہلے اسی کو بیان کیا ہے۔

فائدہ: (۱) بعض نسخوں میں بَابُ مَذَاهِبِهِمْ فِي الرَّاءَاتِ کے بجائے بَابُ الرَّاءَاتِ ہے چنانچہ ابرازاور ارشاد المرید میں اسی کو اختیار کیاہے اور یہ بَابُ اللَّامَاتِ کے بھی مطابق ہے (۲) ابوشامہ فرماتے ہیں کہ الفات اور تانیث کی علامات کا امالہ تو (سولھویں اور سترھویں باب میں) بیان ہوچکا ہے اور اس باب میں امالہ کو ترقیق فرمایا ہے تاکہ اس پر تنبیہ ہوجائے کہ یہ امالہ بین بین ہے اور دانی نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیسیر میں ترقیق کو امالہ ہی کہا ہے اور ترقیق بھی امالہ کے ناموں میں سے ہے اور ورش کیلئے رائی کلمات کا امالہ بین بین تو سولھویں باب میں بیان ہو چکا ہے اور یہ باب را کے امالہ کے بارہ میں ورش ہی کے مذہب کا تتمہ ہے کیونکہ را میں ان کے علاوہ کسی کے لئے بھی امالہ نہیں ہے اور یہ ترقیق اس صورت میں ہے جبکہ را کے بعد الف نہ ہو یا ہو لیکن کلمہ کے آخر میں نہ ہو یا تثنیہ کا الف ہو جیسے ذِکْرًا شَاكِرًا اور سٰحِرٰنِ پس یہ دونوں قسمیں (ذکری - افتری وغیرہ) رائی کلمات کے اس امالہ میں داخل نہیں ہیں جو سولھویں باب کے شعر ۲۱ میں بیان ہوا ہے کیونکہ وہاں اصل کی رو سے الف کا امالہ مذکور ہے رہی را سو اس میں تبعاً ہو جاتا ہے اور اس باب میں خود را ہی کا امالہ مذکور ہے اسی لئے اس کے بعد تثنیہ وغیرہ کے الف کا آجانا امالہ کیلئے مانع نہیں بنا گو مخالف نے اس قسم میں سے بعض میں اس کے خلاف بھی کہا ہے جیسا کہ انشاء اللہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔ یہ پوری تقریر اس پر مبنی ہے کہ موصوف کی رائے پر امالہ بین بین اور ترقیق دونوں ایک ہیں جو واقع کے خلاف ہے۔

ورش کے قواعد

۳۴۳ ۱ وَرَقَّقَ وَرْشٌ كُلَّ رَاءٍ وَّقَبْلَهَا مُسَكَّنَةً يَاءٌ اَوِ الْكَسْرُ مُوْصَلَا

ترجمہ:- اور ورش نے (فتحہ اور ضمہ والی) ہر ایک را کو باریک پڑھا ہے جس را کی حالت یہ ہو کہ اس سے پہلے ساکن کی ہوئی (ہونے کی حالت میں) یا ہو یا (اس را سے پہلے) کسرہ ہو حالانکہ وہ (یا اس را سے) متصل کی ہوئی ہو (یعنی یائے ساکنہ بھی اسی کلمہ میں ہو جس میں را ہو دوسرے کلمہ میں نہ ہو اسی لئے خَیْرٌ - غَیْرَ - خَبِیْرًا میں را کو باریک اور فِیْ رَیْبٍ اور مُقْنِعِیْ رُءُوْسِهِمْ میں پُر کرتے ہیں کیونکہ ان دونوں مثالوں میں یا دوسرے کلمہ کی ہے اور اسی طرح را سے پہلا کسرہ بھی متصل یعنی را ہی والے کلمہ میں ہو اسی لئے وَالْاٰخِرَةُ اور نَاضِرَةٌ میں را کو باریک اور اَبُوْكِ امْرَاَ اور وَقَالَتِ امْرَاَتُ میں پُر پڑھتے ہیں کیونکہ ان دو مثالوں میں کسرہ دوسرے کلمہ کا ہے نیز وہ کسرہ لازمہ ہو یعنی ایسے حرف پر ہو جس کے جدا کر دینے سے کلمہ درست نہ رہتا ہو چنانچہ نَاضِرَةٌ میں اگر ضاد کو جدا کر دیں تو رَةٌ رہ جاتا ہے اور وہ کوئی کلمہ نہیں ہے۔ اس لازمہ کی قید سے لام جارہ اور باجارہ کا کسرہ نکل گیا جو بِرَبِّهِمْ - لِرَسُوْلٍ - لِرُقِيِّكَ وغیرہ میں ہے پس ان میں را پُر ہوتی ہے کیونکہ لام و با کو جدا کر دینے سے بھی کلمہ میں کوئی کمی نہیں آتی یا ورش نے ہر ایک را کو باریک پڑھا ہے جس کی حالت یہ ہو کہ اس سے پہلے یائے ساکنہ یا کسرہ ہو حالانکہ وہ را اس یا اور کسرہ سے متصل کی ہوئی ہو یعنی را اسی کلمہ میں ہو جس میں یائے ساکنہ اور کسرہ ہے دوسرے کلمہ میں نہ ہو اور دونوں ترجموں کا آل ایک ہی ہے)

۳۴۴ ۲ وَلَمْ يَرَ فَصْلًا سَاكِنًا بَعْدَ كَسْرَةٍ سِوَى حَرْفِ الْاِسْتِعْلَا سِوَى الْخَا فَكَمَّلَا

ترجمہ:- اور ان (ورش) نے اس ساکن کو جو کسرہ کے بعد ہو (کسرہ اور را کے درمیان) فاصل نہیں سمجھا (اسی لئے وَالْاٰخِرَةُ وغیرہ کی طرح لَعِبْرَةً اور اِجْرَامِیْ وغیرہ میں بھی را کو باریک ہی پڑھتے ہیں کیونکہ ساکن حرف قوی فاصل نہیں ہے اس لئے اس کے ہوتے ہوئے بھی گویا کسرہ را سے متصل ہے) سوائے استعلاء کے (ساکن) حروف کے (کہ ان کو قوی ہونے کی بنا پر فاصل سمجھتے ہیں اور اسی لئے وِقْرًا - اِصْرًا - مِصْرًا - فِطْرَتَ وغیرہ میں را کو پُر پڑھتے ہیں) سوائے (مستعلیہ میں کی) خا (ساکنہ) کے (کہ اس کو ہمس و انفتاح کے سبب ضعیف ہونے کی بنا پر فاصل نہیں مانتے اور اسی لئے وَالْاِكْرَامِ وغیرہ کی طرح اِخْرَاجُهُمْ اور اِخْرَاجًا میں بھی را کو باریک ہی پڑھتے ہیں) پس ان (ورش) نے (مستعلیہ میں سے خا کو مستثنیٰ کر کے اپنی روایت کی خوبی کو کامل (اور عمدہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر دیا ہے (کہ صرف توی ہی کو فاصل قرار دیا ہے)

۳۴۵ — وَفَخَّمَهَا فِي الْأَعْجَمِيِّ وَفِي إِرَمَ ۞ وَتَكْرِيرِهَا حَتَّى يُرَى مُتَعَدِّلَا
۲

ترجمہ:- اور ان (ورش) نے اس (را) کو (کسرہ کے بعد ہونے کے باوجود بھی) عجمی (غیر عربی اسموں اِبْرٰهِیْمَ ۔ اِسْرَآءِیْلَ ۔ عِمْرٰنَ) میں اور اِرَمَ (والفجر) میں پُر پڑھا ہے اور (کلمہ میں) اس (را) کے دوبار آنے (کی صورت) میں بھی (پُر پڑھا ہے) تاکہ اس صورت میں) وہ (پہلی را تلفظ میں دوسری را کے ساتھ) برابر (اور یکساں) سنی جائے (یعنی سِرَارًا ۔ اِسْرَارًا ۔ فِرَارًا ۔ اَلْفِرَارُ ۔ ضِرَارًا میں دوسری را تو پُر ہے ہی کیونکہ اس سے پہلے باریک ہونے کا سبب نہیں ہے لیکن ورش اس کی مناسبت سے پہلی را کو بھی پُر ہی پڑھتے تاکہ دونوں کی آواز یکساں ہو جائے اور اگر پہلی را کو کسرہ کے سبب باریک پڑھتے تو یہ یکسانی حاصل نہ ہوتی اور اس پُر پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ را میں بہ نسبت کسرہ کی رعایت کے اس کی ہم جنس دوسری را کا لحاظ رکھنا اولیٰ ہے)

فِعْلًا کے وزن والی وہ قسم جس کی را میں تفخیم و ترقیق دونوں ہیں اور پُر پڑھنا اولیٰ ہے

۳۴۶ — وَتَفْخِيمُهُ ذِكْرًا وَّ سِتْرًا وَّ بَابَهُ ۞ لَدَى جِلَّةِ الْأَصْحَابِ أَعْمَرُ أَرْحُلَا
۴

ترجمہ: اور ان (ورش) کا ذِكْرًا اور سِتْرًا (کے وزن) اور اس کے باب (فعلًا منصوب غیر مشدد اِمْرًا ۔ وِزْرًا ۔ حِجْرًا ۔ صِهْرًا ۔ ان چھیوں کلمات کی راءات) کو پُر پڑھنا (ان کے) بڑی قدر والے اصحاب کے نزدیک منزلوں کی رو سے (بہ نسبت باریک پڑھنے کے) زیادہ آباد (اور رونق دار) ہے۔ (اور اس قسم میں ترقیق زیادات میں سے ہے)

۳۴۷ — وَفِي شَرَرٍ عَنْهُ يُرَقِّقُ كُلُّهُمْ ۞ وَحَيْرَانَ بِالتَّفْخِيمِ بَعْضُ تَقَبَّلَا
۵

ترجمہ:- اور بِشَرَرٍ میں ان (ورش) سے (ان کے) تمام (شاگرد فتحہ والی را کو بھی) باریک پڑھتے ہیں اور (ان کے) بعض (ناقلین) نے حَيْرَانَ کو (را کی) تفخیم کے ساتھ قبول کیا ہے (یعنی اس میں دونوں وجہ صحیح ہیں اور تفخیم زیادات میں سے ہے لیکن قیاس کے موافق ترقیق ہی ہے)

۳۴۸ — وَفِي الرَّاءِ عَنْ وَرْشٍ سِوَى مَا ذَكَرْتُهُ ۞ مَذَاهِبُ شَذَّتْ فِي الْأَدَاءِ تَوَقَّلَا
۶

ترجمہ:- اور را (کے مستثنیٰ ہونے کے بارہ) میں ورش سے اس (طریق) کے سوا جس کو میں نے (اسی باب کے شعر ۲ تا ۵ میں) بیان کیا ہے (اور بھی) طرق ہیں جو (ہم تک) منقول ہونے (اور پہنچنے) میں بلند ہونے کے اعتبار سے شاذ ہو گئے ہیں (یعنی جس طرح وہ اصلیں اور الفاظ ترقیق سے مستثنیٰ ہیں جو یہاں شعر ۲ تا ۵ میں مذکور ہیں اسی طرح اہل قیروان وغیرہم کی روایات پر کچھ اور الفاظ بھی مستثنیٰ ہیں جو فن کی کتب میں مل سکتے ہیں۔ لیکن ان روایات کو بلندی اور شہرت حاصل نہیں ہوئی اور ان کے ضعف ہی کی بنا پر ہم نے ان الفاظ کو بیان نہیں کیا)

تشریح:- یعنی ورش فتحہ اور ضمہ والی ہر اس را کو جو کلمہ کے درمیان یا آخر میں ہو۔ عام ہے کہ اس پر تنوین ہو یا نہ ہو۔ اس شرط سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باریک پڑھتے ہیں کہ راسے پہلے اسی کلمہ میں یائے ساکنہ ہو (جیسے خَیْرًا - خَبِیْرٌ - کَبِیْرَةٌ) یا کسرۂ متصلہ لازمہ ہو یعنی اسی کلمہ کا ہو اور لام اور بائے جارہ کا بھی نہ ہو۔ عام ہے کہ یہ کسرہ راسے ملا ہوا ہو جیسے وَالْاٰخِرَةُ - فَاقِرَةٌ - قَصِرٰتُ - یُبْصِرُوْنَ - طَهِّرْ کُمْ یا کسرہ اور را کے درمیان مستعلیہ کے صاد اور قاف اور طا کے سوا کوئی اور ساکن آرہا ہو جیسے اِکْرَاهِهِنَّ - اِجْرَامِیْ - اَلذِّکْرُ - اَلسِّحْرُ - کِبْرٌ - اِخْرَاجُهُمْ اِخْرَاجًا (پس اگر یائے ساکنہ را والے کلمہ میں نہ ہو جیسے فِیْ رَیْبٍ - فِیْ رَبِّهِمْ - مُقْنِعِیْ رُءُوْسِهِمْ یا کسرہ دوسرے کلمہ کا ہو جیسے اَبُوْكِ امْرَاَ اور اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ یا عارضی ہو جو ہمزۂ وصلی پر ہو جیسا کہ انھی دو مثالوں میں اِمْرَاَ اور اِمْرَاَتُ سے اعادہ کرنے کی صورت میں پایا جاتا ہے یا لام جارہ اور بائے جارہ پر ہو جیسے لِرَبِّهِمْ لِرُقِیِّكَ - بِرَسُوْلٍ - بِرُءُوْسِكُمْ ہیں ہے تو ان دونوں صورتوں میں اوروں کی طرح ورش بھی را کو پُر ہی پڑھتے ہیں اور منفصل اور عارضی کسرہ کا یہ حکم اسی باب کے شعر ۲۱ میں آئے گا) اور یہ باریک پڑھنے کا قاعدہ یائے ساکنہ کے بعد تو ہر جگہ اسی طرح ہے لیکن کسرہ کے بعد جو بلا فاصلہ ہو یا ساکن کے فاصلہ سے ہو ذیل کی پانچ صورتوں میں ورش بھی را کو باریک پڑھنے کے بجائے پُر ہی پڑھتے ہیں۔ اوّل: کسرہ اور را کے درمیان ساکن ہو جو مستعلیہ میں کے صاد - طا - قاف میں سے کوئی ایک ہو جو ان چار کلمات میں آگیا ہے:- ۱۔ مِصْرًا (بقرہ ع) مِصْرَ (چار جگہ) ۲۔ اِصْرًا (بقرہ ع) اور اِصْرَهُمْ (اعراف ع۱۹) ۳۔ قِطْرًا (کہف ع) ۴۔ فِطْرَتَ (روم ع) ۵۔ وِقْرًا (ذاریات ع) (پس اگر درمیان کا ساکن استعلاء کی خا ہو جو صرف اِخْرَاجُهُمْ - غَیْرَ اِخْرَاجٍ - اِخْرَاجًا میں ہے تو پھر را کو باریک ہی پڑھتے ہیں) اس صورت کا ذکر شعر ۲ میں ہے۔ دوم: جس را سے پہلے ساکن کے فاصلہ والا یا بغیر فاصلہ کا کسرہ ہو اس کے بعد اسی کلمہ میں مستعلیہ میں سے ضاد - طا - قاف آجائے جو صرف چار کلمات میں آئے ہیں ۱۔ اِعْرَاضًا (نساء ع۱۹) اور اِعْرَاضُهُمْ (انعام ع) ۲۔ صِرَاطَ - صِرَاطٍ - اَلصِّرَاطُ ہر جگہ ۳۔ فِرَاقُ (کہف ع) اور اَلْفِرَاقُ (قیامہ ع) ۴۔ وَالْاِشْرَاقِ (صٓ ع) لیکن ان میں سے نمبر چار میں را پُر بھی ہے اور باریک بھی اور چونکہ استعلاء کا قاف موجود ہے اس لئے تفخیم قیاس کے موافق ہے اور طریق بھی یہی ہے کیونکہ دانی نے ابن خاقان اور ابوالفتح سے تفخیم ہی پڑھی ہے اور بعض قاف کے کسرہ کے سبب ترقیق بتلاتے ہیں اور فِرْقٍ کا قیاس بھی یہی چاہتا ہے اور دانی نے ابوالحسن بن غلبون سے ترقیق ہی پڑھی ہے (غیث) اس صورت کو ناظم نے شعر ۸ میں بیان کیا ہے۔ سوم: ساکن کے فاصلہ والے کسرہ کے بعد را عجمی کلمات میں ہو جو بالاتفاق تو صرف تین آئے ہیں ۱۔ اِبْرٰهِیْمَ ۲۔ اِسْرَآءِیْلَ ۳۔ عِمْرٰنَ ہر جگہ اور چوتھا کلمہ اِرَمَ والفجر ہے جو بعض کے قول پر عجمی اور بعض کی رائے پر عربی ہے لیکن نظم اور تیسیر کے طرق سے اس کی را میں بھی بلا اختلاف تفخیم ہے۔ چہارم: دونوں طرح کے کسروں کے بعد کلمہ میں را دوبار آرہی ہو جو صرف ان چار کلمات میں ہے ۱۔ ضِرَارًا (بقرہ ع۲۹ و توبہ ع۱۳) ۲۔ مِدْرَارًا ہر جگہ (جو انعام ع - ہود ع۵ نوح ع میں ہے) ۳۔ فِرَارًا ہر جگہ (جو کہف ع۳ احزاب ع۲ نوح ع میں ہے) اور اَلْفِرَارُ (احزاب ع۲ میں) ۴۔ اِسْرَارًا (نوح ع) ان دونوں صورتوں کا ذکر شعر ۱۲ میں ہے۔ پنجم: ان کلمات کی را جو فِعْلًا کے وزن پر ہوں یعنی را پر دو زبر ہوں لیکن تشدید نہ ہو اور درمیان کا ساکن مستعلیہ بھی نہ ہو اور اس قسم کے یہ چھ کلمات آئے ہیں ۱۔ ذِکْرًا ہر جگہ ۲۔ سِتْرًا (کہف ع۱۱) ۳۔ اِمْرًا (کہف ع) ۴۔ وِزْرًا (طٰہٰ ع۵) ۵۔ حِجْرًا (فرقان ع۲ و ع۵) ۶۔ صِهْرًا (فرقان ع۵) ان سب کلمات میں حالتین میں تفخیم و ترقیق دونوں ہیں اور تفخیم اولیٰ ہے کیونکہ یہ جمہور کا مذہب ہے اور ترقیق صرف بعض کی رائے پر ہے اور دانی نے ان کلمات میں تفخیم ابوالفتح اور ابن خاقان سے اور ترقیق ابوالحسن سے پڑھی ہے (اور سِرًّا تشدید کے اور قِطْرًا استعلاء کے سبب اس قسم میں داخل نہیں ان میں سے اوّل میں صرف ترقیق اور ثانی میں فقط تفخیم ہے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تنبیہ:- اگر اس قسم کے چھ کلمات میں سے کوئی کلمہ مدبدل کے ساتھ جمع ہوجائے جیسے اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا (بقرہ ع۲۵) میں ہے تو اس میں بدل کی تینوں کو ذِکْرًا کی دو۲ میں ملانے سے چھ۶ وجوہ ہوجاتی ہیں لیکن قصر و طول کے ساتھ تو ذِکْرًا کی دونوں صحیح ہیں اور توسط کے ساتھ صرف را کی تفخیم درست ہے اس لئے پانچ وجوہ رہ جاتی ہیں علامہ متولی فرماتے ہیں کہ شیخ سلطان اور ان کے متبعین نے توسط کے ساتھ ترقیق کو ناجائز بتایا ہے لیکن مجھے معلوم نہیں کہ اس کی وجہ کیا ہے (ارشاد المرید، شعر ۵) - اور بُشْرَیٰ (مرسلت) کی پہلی را میں کسرہ اور یائے ساکنہ کے بعد نہ ہونے کے باوجود بھی ورش کیلئے بلاخلاف ترقیق ہے جو دوسری را کی ترقیق کی مناسبت سے ہے اور دانی اور مکی کی تصریح کے موافق یہ ترقیق وصل و وقف دونوں صورتوں میں ہوتی ہے اور ناظم کے اطلاق سے بھی یہی نکلتا ہے۔ اور حَیْرَانَ (انعام ع۹) میں تفخیم و ترقیق دونوں ہیں اور دونوں صحیح ہیں۔ دانی نے تفخیم ابن خاقان سے اور ترقیق فارس اور ابوالحسن سے پڑھی ہے اور فرماتے ہیں کہ یا کے سبب قیاس کا مقتضی یہی جانتا ہے۔

تنبیہ:- ارشاد المرید میں حَیْرَانَ میں تفخیم کے بجائے ترقیق کو زیادات میں سے بتایا ہے جو خود شیخ کے یا کاتب کے قلم کی لغزش کا نتیجہ ہے۔ شعر ۱۲۔ بعض حضرات نے ورش سے ان مذکورۂ بالا صورتوں کی راءات کے علاوہ دوسری راءات کو بھی ترقیق سے مستثنیٰ کیا ہے جو نظم اور تیسیر کے طرق سے شاذ ہیں اور ان میں سے اکثر غلط قیاسات پر مبنی ہیں چنانچہ ان کا بیان فوائد میں آئے گا۔

فائدہ ۱:- (۱) لام اور بائے جارہ کے کسرہ کو عارضی اور غیر لازمہ اصل وضع اور معنی کے اعتبار سے کہا گیا ہے کیونکہ لام اور با معنیً بعد کے کلمہ کا جزو نہیں ہیں ورنہ قراءۃ اور رسم کی رو سے تو چار کلمات کے سوا کسی جگہ بھی لام اور با کا بعد والے کلمہ سے جدا کرنا جائز نہیں اور اس اعتبار سے تو ان کا کسرہ اصلی اور لازمہ ہے (۲) مُوْصَلًا ملا علی قاری کی رائے پر تو کَلِّ رَآءٍ سے حال ہے یعنی را کسرہ اور یا سے متصل ہو اور یہ نہایت عمدہ ہے کیونکہ اس صورت میں اتصال کی شرط کسرہ اور یا دونوں کو شامل ہوجاتی ہے اور ابوشامہ کی رائے پر اَوِ الْکَسْرُ سے حال ہے اس صورت میں فِیْ رَیْبٍ سے شبہ ہوتا ہے کہ اس میں بھی را باریک ہونی چاہئے کیونکہ جب اتصال کو کسرہ کی قید بنا دیا تو یا عام رہ گئی متصل ہو خواہ منفصل حالانکہ فِیْ رَیْبٍ وغیرہ میں ترقیق کسی قول پر بھی نہیں ہے اور جعبری کی رائے پر یَآءٌ سے حال ہے اور فرماتے ہیں کہ اس کو قافیہ کی رعایت سے مؤخر لے آئے ہیں اور اگر اَوِ الْکَسْرُ سے حال بنائیں گے تو لازم آئے گا کہ ناظم نے ایک قید (یائے ساکنہ کے اتصال) کو تو ترک کر دیا اور دوسری قید (کسرہ کے اتصال) کو دوبار بیان کر دیا کیونکہ منفصل کسرہ سے احتراز اس شعر ۱۲ کے مُوْصَلًا سے بھی حاصل ہوگیا اور شعر ۱۰ کا اَوْ مُفَصَّلٍ بھی اسی مقصد کیلئے ہے دونوں سے یہی نکلتا ہے کہ منفصل کسرہ کے بعد والی را باریک نہیں ہوتی لیکن یَآءٌ سے حال بنانے کی تقدیر پر لِسِرِّ ہِمْ - بِرَسُوْلٍ - اَلْوِلْدٰنُ - اَمْرًا وغیرہ سے شبہ ہوگا کیونکہ جب اتصال یا کی قید بن گیا تو کسرہ عام رہا متصل ہو خواہ منفصل (۳) یائے ساکنہ اور کسرہ کے بعد فتحہ اور ضمہ والی جس را میں ورش کیلئے ترقیق ہے یہ را متوسطہ بھی ہوتی ہے اور متطرفہ بھی اوّل میں ورش کے لئے حالین میں ترقیق اور باقین کے لئے دونوں صورتوں میں تفخیم ہے اور ثانی میں ورش کے لئے حالین میں ترقیق اور باقین کے لئے وصلاً اور وقف بالروم میں تفخیم اور وقف بالسکون میں ترقیق ہے (۴) را سے پہلا کسرہ مستفلہ پر ہو خواہ مستعلیہ پر دونوں صورتوں میں ورش کے لئے ترقیق ہے اور مستعلیہ میں سے غین کے سوا چھ۶ حروف پر را سے پہلے کسرہ آیا ہے جیسے بِخٰرَةٌ - قٰصِرٰتُ - نَاضِرَةٌ - فَاطِرَ - نَاظِرَةٌ - فَاقِرَةٌ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس قاعدہ کی شرطیں اور اس کے فوائد

یا کی سات شرطیں اور ان کے فوائد

(۱) ساکن ہو (۲) متصل ہو (۳) مد ہو خواہ لین (۴) اس فَعۡلَانَ میں نہ ہو جس کا مؤنث فَعۡلٰی کے وزن پر ہے (۵) گو یہ یا واو سے بدلی ہوئی ہو (۶) گو زائد ہو (۷) گو اس کا سکون عارضی ہو۔ نمبر ایک سے اَلۡخِیَرَۃُ اور نمبر دو سے فِیۡ رَبَآئِبِ وغیرہ نکل گئے اور اکثر حضرات نے اس شرط کی طرف سے بے التفاتی کی ہے اور نمبر تین عموم اور انواع بتانے کے لئے ہے جس کی مثالیں اَلۡخَیۡرٰتِ اور قَدِیۡرٌ ہیں اور نمبر چار سے ایک قول پر حَیۡرَانَ نکل گیا اور نمبر پانچ سے مِیۡرَاثُ اور نمبر چھ سے نَقِیۡرًا اور نمبر سات سے فَالۡمُغِیۡرٰتِ وغیرہ شامل ہوگئے کیونکہ فَالۡمُغِیۡرٰتِ کی یا اصل کی رو سے متحرک تھی۔

کسرہ کی شرطیں اور ان کے فوائد

(۱) لازمہ ہو (۲) متصل ہو (۳) گو مستعلیہ پر ہو (۴) گو مستعلیہ میں سے خا کے اور مستفلہ میں سے کسی ساکن کے فاصلہ ہی سے ہو (۵) گو غیر مشدد کلمہ میں ہو لیکن شرط یہ ہے کہ اس کلمہ میں تنوین نہ ہو۔ (۶) گو کسرہ کامل نہ ہو جو امالہ کی صورت میں خود را پر ہوتا ہے (۷) یا را یَشۡتَرِیۡ کا میم ہو۔ گو اس میں کسرہ کے بعد نہیں ہے۔ (۸) کسرہ کے بعد را سے پہلے یا اس کے بعد فتحہ اور ضمہ والا یا ساکن مستعلیہ نہ ہو نہ بلا فاصلہ ہو اور نہ الف کے فاصلہ سے ہو (۹) فعل میں ہو خواہ اس اسم میں جو تحقیقاً عربی ہو۔ نمبر ایک سے بِرَبِّہِمۡ اور اَلۡوَالِدِ امۡرَاً وغیرہ نکل گئے اور نمبر دو سے کسرۂ منفصلہ نکل گیا کیونکہ علی قاری کے ارشاد کے موافق اس میں تفصیل ہے اور نمبر تین سے نَاضِرَۃٌ وغیرہ اور نمبر چار سے اِخۡرَاجُ اور عِبۡرَۃً۔ اِجۡرَامِیۡ وغیرہ شامل ہوگئے اور نمبر پانچ میں غیر مشدد پر تنوین نہ ہو کہنے سے شَاکِرًا اور خَبِیۡرًا جیسے تنوین والے وہ کلمات نکل گئے جو فِعۡلًا کے وزن پر نہ ہوں ان میں طیبہ کے طرق سے وصلاً تفخیم بھی ہے لیکن ترقیق قوی ہے اور اسی طرح فِعۡلًا کے وزن والے کلمات بھی نکل گئے کیونکہ ان میں تفخیم قوی ہے اور نمبر چھ سے اِشۡتَرٰی وغیرہ وہ رائی کلمات شامل ہوگئے جن کے الف میں تقلیل ہے۔ جیسا کہ دانی نے مفردات میں تصریح کی ہے اور نظم و تیسیر میں اس قسم کو اس لئے بیان نہیں کیا کہ تقلیل کے لئے ترقیق لازم ہے اور جعبری کے فرمان کے مطابق یہ وجہ نہیں کہ ترقیق و تقلیل مرادف ہیں کیونکہ اوپر دونوں کا جدا جدا حقیقتیں ہونا واضح ہو چکا ہے اور نمبر سات تا نو سے ان پانچ صورتوں میں سے پہلی چار صورتیں نکل گئیں جن کو شرح میں ترقیق سے مستثنیٰ کیا ہے۔

فائدہ ۲:۔ (۱) ترقیق لفظ کو معتدل اور ہلکا کرنے کے لئے ہوتی ہے (۲) چونکہ ساکن حرف قوت میں متحرک سے کم ہے اس لئے اس کو فاصل نہیں مانا اور عِبۡرَۃً وغیرہ میں یہ سمجھ لیا کہ کسرہ گویا را سے متصل ہے اور مستعلیہ میں سے صاد۔ طا۔ قاف ساکن کو اس لئے فاصل مان لیا کہ مستعلیہ قوی ہونے کے سبب ساکن ہونے کے باوجود بھی اسم میں امالہ کے لئے مانع بن جاتے ہیں اور ترقیق بھی امالہ ہی کے مرتبہ میں ہے رہی خا سو وہ ہمس و انفتاح کی بناء پر ضعیف ہے اس لئے اس کو فاصل نہیں مانا اور گو صاد میں بھی ہمس ہے لیکن وہ اطباق اور صفیر کے سبب قوی ہے (۳) عجمی اسم وہ ہے جس کو عرب نے دوسری زبانوں سے نقل کر کے اپنی زبان میں استعمال کیا ہو پس اگر اس کے حروف میں تبدیلی بھی کی ہو تو اس کو معرب کہتے ہیں (۴) عجمی میں تفخیم اس لئے ہوتی ہے کہ اس کے غیر عربی ہونے پر تنبیہ ہو جائے (۵) اِرَمَ کو علیحدہ اس لئے لائے ہیں کہ اس کے عربی اور عجمی ہونے میں اختلاف ہے اور چونکہ اس میں کسرہ اور را میں فاصلہ نہیں ہے اس لئے ابو الحسن بن غلبون نے اس میں ترقیق کی ہے۔ علی قاری ؒ فرماتے ہیں کہ اس کے عجمی کلمات میں شامل ہونے کے سبب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیسیر میں اس کو بیان نہیں کیا شاید موصوف کے مطالعہ میں تیسیر کا وہی نسخہ آیا ہوگا جس میں یہ مذکور نہیں ہوگا ورنہ موجودہ نسخوں میں تو اس کا ذکر برابر ہے اور یہ بِعَادٍ سے بدل ہونے کی بناء پر مجرور ہے اور بالاتفاق غیر منصرف ہے پس بعض کے قول پر تو یہ عربی ہے جو عَادٌ اولیٰ کا یا قبیلہ کا یا شہر کا نام ہے اس تقدیر پر تو منع صرف تانیث اور علمیت کی بناء پر ہے اور بعض کی رائے پر عجمی ہے اور نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کا نام ہے اور ابن مجاہد نے بھی اسی کو پسند کیا ہے اس صورت میں منع۔ علمیت اور عجمہ کی بناء پر ہے جو درمیانی حرف کے متحرک ہونے کی بناء پر سبب بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور نظم اور تیسیر میں اس میں صرف تفخیم ہے اور حصری بھی اسی کے قائل ہیں اور ورش کے جلیل القدر شاگرد بھی اسی پر ہیں (۶) اِرَمَ کی طرح عُزَیْرٌ میں بھی اختلاف ہے بعض کے قول پر تو عربی ہے اور تعزیر سے بنا ہے جو توقیر کے معنیٰ میں ہے اور یہ تصغیر ہے اور بعض کے قول پر عبرانی ہے جو اس عُزْرٌ کی تصغیر ہے جو نُوحٌ کے وزن پر ہے۔ جعبری فرماتے ہیں کہ ناظم نے (اختلافی کلمات میں سے) اِرَمَ ہی کو بیان کیا ہے اس سے یہ نکلتا ہے کہ عُزَیْرٌ میں صرف ترقیق ہے کیونکہ مشتق ہونے کے سبب اس کا عربی ہونا واضح ہے اور ابو حاتم اس کا عجمی ہونا بھی جائز بتلاتے ہیں اور اس تقدیر پر اس کی را میں دونوں وجوہ ہوں گی اور ابو شامہ کی بھی یہی رائے ہے اور اصفہانی بھی اس رائے سے متفق ہیں اور فرماتے ہیں کہ ترقیق اکثر اور ظاہر تر ہے۔ علی قاری فرماتے ہیں کہ ابو حاتم کے جائز قرار دینے سے یہ نہیں نکلتا کہ اس کا پڑھنا بھی صحیح ہے اور چونکہ عُزَیْرٌ کے عجمی ہونے میں اور اس کی تفخیم و ترقیق میں اختلاف ہے اس لئے اس میں تفخیم ہی صحیح ہے پس اگر شعر ۳۵۰ کے دوسرے مصرع کو اس طرح کہتے تو بہتر ہوتا۔ ع "عُزَیْرٌ وَتَكْرِيْرٌ بِهَا لِتَعَادُلَا"

(کیونکہ اس سے ظاہر ہو جاتا کہ عُزَیْرٌ کی عجمیت میں اختلاف ہونے کی بناء پر اس میں بھی تفخیم ہی ہے) احقر عرض کرتا ہے کہ تیسیر میں اس موقع پر وَنَقَضَ مَذْهَبَهُ مَعَ الْكَسْرَةِ فِي الضَّرْبَيْنِ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ورش نے صرف کسرہ کے بعد والی راءات کو ترقیق سے مستثنیٰ کیا ہے عام ہے کہ کسرہ ساکن کے فاصلہ سے ہو خواہ بلا فاصلہ اس سے نکل آیا کہ عجمی کلمات میں سے بھی وہی مستثنیٰ ہیں جن میں را کسرہ کے بعد ہے اور عُزَیْرٌ گو ایک قول پر عجمی ہے لیکن اس میں را یائے ساکنہ کے بعد ہے اس لئے تیسیر کی رو سے اس میں ترقیق ہی ہونی چاہئے اور اسی لئے ناظم بھی اس کو مستثنیٰ کلمات میں نہیں لائے۔ فَتَامَّلْ۔ سوال: وَتَكْرِيْرُهَا الخ کا تقاضا یہ ہے کہ فَتَحْرِيْرُ۔ حَرِيْرٌ۔ قَوَارِيْرَ۔ مُسْتَطِيْرًا۔ وَحَرِيْرًا۔ زَمْهَرِيْرًا۔ قَوَارِيْرَا۔ میں بھی پہلی را پُر ہونی چاہئے کیونکہ ان سب میں را دوبار آرہی ہے۔ جواب:۔ دوبار آنے سے مراد یہ ہے کہ ترقیق کے سبب کے بعد دوبار آرہی ہو اور ان میں ترقیق کا سبب یا ہے اور اس کے بعد را دوبار نہیں ہے نیز ورش ان دونوں میں سے پہلی را میں تفخیم اس صورت میں کرتے ہیں کہ اس را میں ان کے قاعدہ کی رو سے ترقیق کا سبب موجود ہو اور اس کلمہ کی دوسری را میں تمام قراء کے لئے تفخیم ہو اور ان میں یہ بات نہیں ہے کیونکہ دوسری را میں ورش کیلئے ترقیق اور باقین کے لئے تفخیم ہے نیز ضعیف قوی کے تابع ہوا کرتا ہے اور عکس نہیں ہوا کرتا اور ان میں دوسری را قوی نہیں ہے کیونکہ اس میں ورش کے لئے ترقیق ہے پس اس کی بناء پر پہلی میں تفخیم ہونے کے کوئی معنیٰ نہیں (اصفہانی و علی قاری) (۷) جس طرح فتحہ اور ضمہ والی را الف کے امالہ کے لئے مانع ہے اسی طرح دوسری را کی تفخیم پہلی کی ترقیق کیلئے بھی مانع ہے اور دونوں راؤں کے پُر پڑھنے سے لفظ میں یکسانی اس لئے آجاتی ہے کہ زبان ایک تفخیم سے دوسری تفخیم کی طرف منتقل ہوتی ہے جو آسان ترین چیز ہے (۸) سخاوی کی رائے پر ذِكْرًا کے باب سے مراد وہ را ہے جس پر فتحہ اور تنوین ہو اور اس سے پہلا حرف ساکن ہو اور اس سے پہلے کسرہ ہو اور چونکہ اس قسم میں را ساکن اور تنوین کے درمیان ہے اس لئے تفخیم کے اسباب قوی ہوگئے ابو شامہ فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں اس بارہ میں فتحہ اور ضمہ والی دونوں رائیں یکساں ہیں بلکہ ضمہ والی کا پُر پڑھنا اور بھی اولیٰ ہے کیونکہ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں تنوین بھی ہے اور ضمہ بھی جو ثقیل حرکت ہے اور اس کی مثال ذِکْرٌ ہے (اور اس میں تفخیم صرف طیبہ کے طرق سے ہے) (۹) اگر را سے پہلے ساکن کا را میں ادغام ہو رہا ہو جیسے سِرًّا اور مُسْتَقِرًّا تو اس میں صرف ترقیق ہے کیونکہ مدغم فیہ ایک حرف کی طرح ہے اور مدغم نہ ہونے کے حکم میں ہے پس گویا کسرہ را سے متصل ہے۔ اور ابو الحسن بن غلبون کے مذہب پر اس قسم کے سب کلمات میں ترقیق ہے لیکن مِصْرًا - إِصْرًا - قِطْرًا میں استعلاء کے حرف کی بناء پر تفخیم کرتے ہیں اور اسی لئے دانی نے ان کو وِقْرًا سے الزام دیا ہے (کیونکہ اس میں بھی تو قاف استعلاء کا حرف ہے) اور بعض کی رائے پر اس باب میں سے صرف صِهْرًا میں ترقیق ہے اس لئے کہ اس میں ھا ہے جو خفی حرف ہے اور ابو طاہر بن ابی ہاشم اور عبد المنعم بن غلبون وغیرہ ذِکْرًا اور سِتْرًا پر قیاس کر کے خَبِيرًا - مُدْبِرًا۔ شَاكِرًا جیسے ان کلمات میں بھی را کو پُر پڑھتے ہیں جن میں را یائے ساکنہ اور کسرہ کے بعد ہو اور را پر نصب کی تنوین ہو۔ دانی فرماتے ہیں کہ اہل مصر میں سے عام اہل ادا اس قسم میں حائلین میں سبب (کسرہ اور یائے ساکنہ) کے موجود ہونے کی بناء پر وقفاً را کو باریک پڑھتے ہیں اور یہی صحیح ہے اور میں نے ترقیق ہی پڑھی ہے اور اسی کو اختیار کرتا ہوں اور ذِکْرًا اور سِتْرًا کی قسم میں فرماتے ہیں کہ مجھے ابو الحسن کے علاوہ دوسرے شیوخ نے اس قسم میں را کی تفخیم پڑھائی ہے اور مصریین وغیرہ میں سے عام اہل ادا بھی اسی پر ہیں اور یہ دونوں لغتوں کے جمع کرنے کی نیت سے کیا ہے۔ خلاصہ: یہ کہ تنوین والے وہ منصوب کلمات جن میں را کسرہ اور یائے ساکنہ کے بعد ہو ان کی تین قسمیں ہیں: ۱ وہ جن میں بلا خلاف ترقیق ہے اور وہ سِرًّا اور مُسْتَقِرًّا وغیرہ وہ کلمات ہیں جن میں را پر تشدید ہو ۲ وہ جن میں اکثر کی رائے پر ترقیق ہے اور یہ خَبِيرًا - شَاكِرًا جیسے کلمات ہیں جن میں نہ تو را پر تشدید ہو اور نہ فِعْلًا کے وزن پر ہوں ۳ وہ جن میں اکثر کے مذہب پر تفخیم ہے اور وہ ذِکْرًا کے باب کے کلمات ہیں لیکن نظم و تیسیر کے طرق سے پہلی قسم کی طرح دوسری میں بھی صرف ترقیق ہے اور اس تنوین والی قسم میں جو خلاف ہے وہ وصل ہی میں ہے اور اسی لئے تنوین کو مانع شمار کیا ہے رہا وقف سو اس میں بعض کی رائے پر بلا خلاف ترقیق ہے۔ ابو الطیب بن غلبون فرماتے ہیں کہ وقف میں ورش سے اختلاف ہے ایک جماعت تو ترقیق سے وقف کرتی ہے اور ایک جماعت تنوین سے بدلے ہوئے الف کی بناء پر وقفاً تفخیم کی قائل ہے (۱۰) ذِکْرًا کے باب میں تفخیم اس لئے ہے کہ یہ عِلْمًا اور حِمْلًا کے وزن پر ہیں جن میں امالہ منع ہے۔

فائدہ: ۳ (۱) جعبری فرماتے ہیں کہ قِطْرًا - مِصْرًا - إِصْرًا میں ورش کیلئے را کے پُر ہونے کا سبب یا تو صاد اور طا کا استعلاء ہے یا یہ ہے کہ ان میں اطباق بھی ہے اور ان کی تفخیم بھی صرف استعلاء والے حروف کی بہ نسبت قوی تر ہے پہلی صورت میں الغی پر قیاس کرنے کے سبب وِقْرًا میں بھی را کا پُر پڑھنا ضروری ہوگا اور دوسری تقدیر پر اس میں را کی تفخیم ضروری نہ ہوگی۔ علی قاری فرماتے ہیں کہ اہل ادا کے نزدیک استعلاء ہی کا اعتبار کافی ہے اس لئے کہ قِسْطَاسِ اور ذِرَاعًا صَادًا اور فِرْقَةٍ میں بالاتفاق تفخیم ہے اور ان دونوں تفخیموں میں کوئی تفاوت نہیں (۲) **ذِکْرًا کے باب کی چھ شرطیں اور ان کے فوائد:** ۱ را پر نصب ہو۔ ۲ تنوین ہو ۳ کسرہ اور را کے درمیان ساکن ہو۔ ۴ وہ ساکن مستعلیہ نہ ہو ۵ وہ ساکن یا بھی نہ ہو ۶ مدغم بھی نہ ہو نمبر ایک سے مِنْ ذِكْرٍ اور ذِكْرٌ مُبَارَكٌ اور نمبر دو سے ذِكْرُ رَحْمَتِ اور نمبر تین سے شَاكِرًا وغیرہ اور نمبر چار سے قِطْرًا وغیرہ اور نمبر پانچ سے نَذِيرًا وغیرہ اور نمبر چھ سے سِرًّا اور مُسْتَقِرًّا نکل گئے پس ان میں سے قِطْرًا وغیرہ میں استعلائی ساکن کے سبب صرف تفخیم اور باقی سب میں فقط ترقیق ہے۔ اور ناظم نے ان قیود کے بارہ میں مثالوں اور وَمَا بِهِ کی تعمیم پر اکتفا کی ہے اور نصب کی قید سے نکل آیا کہ جعبری کا یہ ارشاد (جس میں وہ ابو شامہ کے ہم نوا ہیں) صحیح نہیں کہ نظم میں دو مثالیں عموم بتانے کیلئے ہیں پس ذِكْرٌ مُبَارَكٌ ضمہ والی را کی مثال ہے اور شعر میں اس کا نصب مصدر کا مفعول ہونے کی بناء پر ہے اور اگر اس کو حکائی اعراب سے لاتے تو بہتر ہوتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اسی بناء پر ان کا اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ کو اس قسم میں شامل کرنا بھی درست نہیں۔ اور اصفہانی نے بھی ان کی اس مقام کی تقریر پر تعجب ظاہر کیا ہے (۳) سخاوی کی تصریح کے موافق سِرًّا اور مُسْتَقَرًّا میں ترقیق پر اجماع ہے کیونکہ تلفظ میں کسرہ اور را کے درمیان فاصل نہیں ہے اس بناء پر کہ ادغام میں دونوں حرفوں کے لئے زبان ایک ہی مرتبہ اٹھتی ہے (۴) اصفہانی کہتے ہیں کہ تنوین کی قید سے وقف کی صورت نکل گئی کیونکہ (اس میں تنوین کے بجائے) الف (ہوتا) ہے یعنی ذِكْرًا کے باب میں وقفاً صرف ترقیق ہے لیکن چونکہ ناظم نے اس میں وصل کی قید نہیں لگائی۔ اس لئے حق یہ ہے کہ اس باب میں حالین میں دونوں وجوہ ہیں اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اَلْقُرَى الَّتِيْ جیسے رائی کلمات میں سوسی کی قراءۃ پر حالین میں امالہ ہے (۵) ناظم نے شعر ۲ کے اَعْمَرُ میں تفخیم کو اولیٰ بتایا ہے یہ قرینہ ہے اس پر کہ شَاكِرًا ۔ خَبِيْرًا جیسے کلمات رَبَابِيَة کے عموم میں شامل نہیں ہیں کیونکہ ان میں ترقیق اکثر ہے ورنہ راجح اور مرجوح میں خلط لازم آئے گا (۶) جعبری فرماتے ہیں کہ دانی نے جو یہ فرمایا ہے کہ مجھے سِرًّا کی ترقیق میں کسی کا بھی خلاف معلوم نہیں ہوا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خصوصیت سے اس (کی ترقیق) کے متعلق نص آئی ہے ورنہ قیاس کی رو سے تو اس میں دونوں وجوہ مساوی ہیں اس لئے کہ اس میں ذِكْرًا کی طرح ہونے کے اعتبار سے تفخیم اور صَابِرًا کی طرح ہونے کے لحاظ سے ترقیق اولیٰ ہے کیونکہ یہ لفظاً شَاكِرًا کی طرح ہے (اس بناء پر کہ اس میں کسرہ را سے متصل ہے) اور تقدیراً ذِكْرًا کی طرح ہے (کیونکہ اصل کے اعتبار سے اس میں دو رائیں ہیں) علی قاری فرماتے ہیں کہ لفظاً شَاكِرًا کی طرح ہونے کی وجہ ظاہر نہیں کیونکہ شَاكِرًا ۔ فَاعِلًا کے اور سِرًّا ۔ فِعْلًا کے وزن پر ہے پس اس کا ذِكْرًا کی طرح ہونا متعین ہو گیا لیکن چونکہ ادغام کے سبب ساکن کا فصل نہیں رہا اس لئے ترقیق واجب ہو گئی مگر تیسیر کی عبارت سے واضح ہو گیا کہ شَاكِرًا سے تشبیہ وزن میں نہیں ہے۔

فائدہ: ۴ (۱) بِشَرَرٍ (مرسلت) میں روم سے وقف کرنے کی صورت میں تو پہلی را کی ترقیق ظاہر ہے کیونکہ اس صورت میں کسرہ کے سبب دوسری را کی ترقیق باقی ہے جو پہلی را کی ترقیق کا سبب ہے پس روم میں بھی وصل کی طرح دونوں راؤں کی ترقیق ہوتی ہے البتہ سکون سے وقف کرنے کی صورت میں شبہ ہوتا ہے کیونکہ اس صورت میں دوسری را میں ترقیق کا سبب نہیں رہتا جس کا تقاضا یہ ہے کہ پہلی را میں بھی ترقیق نہ ہو اور اس کا حل یہ ہے کہ جب ناظم ترقیق کو بلا قید لائے ہیں تو اس کو وصل کے ساتھ مخصوص کر دینے کے کوئی معنی نہیں اور اس بارہ میں تیسیر کی یہ عبارت اور بھی واضح تر ہے کہ کسرہ والی را روم سے وقف کرنے کی صورت میں تو سب کیلئے باریک ہوتی ہے اور سکون سے وقف کرنے کی صورت میں پُر ہوتی ہے لیکن اگر اس سے پہلے کسرہ یا یائے ساکنہ یا ترقیق والی را ہو جو ورش کی قراءۃ پر بِشَرَرٍ (مرسلت) میں ہے تو یہ را دونوں حالتوں میں باریک ہوتی ہے اور اس سے نکل آیا کہ سکون سے وقف کرنے کی صورت میں بھی پہلی را کی ترقیق باقی رہتی ہے اسی لئے تو اس کی وجہ سے دوسری را میں ترقیق ہوتی ہے پس دونوں کی ترقیق ثابت ہو گئی۔ جعبریؒ فرماتے ہیں کہ مکیؒ نے بِشَرَرٍ میں سکون سے وقف کرنے کی صورت میں دوسری را کے پُر ہونے کی تصریح کی ہے حالانکہ اس سے پیشتر یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ اس میں پہلی را کی ترقیق کی علت دوسری کی ترقیق ہے۔ **سوال ۱**:۔ اوپر شرح میں درج ہو چکا ہے کہ مکیؒ بھی حالین میں پہلی را کی ترقیق کے قائل ہیں اور یہ دوسری را کی ترقیق کی صورت میں تو ظاہر ہے لیکن دوسری کے پُر ہوتے ہوئے پہلی کی ترقیق کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی پس مکی کے لئے ضروری ہے کہ جب دوسری کو پُر کرتے ہیں تو پہلی کو بھی پُر ہی پڑھیں۔ **جواب**: وجہ یہ ہے کہ گویا موصوف نے را کے عارضی سکون کا اعتبار نہیں کیا اور اس کے کسرہ کو اب بھی موجود سمجھ کر پہلی را میں ترقیق ہی کرتے ہیں۔ **سوال ۲**:۔ قیاس یہ چاہتا ہے کہ بِشَرَرٍ کی طرح اُولِي الضَّرَرِ (نساء ع ۱۴) میں اور عَلٰى سُرُرٍ میں بھی ہر جگہ پہلی را کی ترقیق کی جائے کیونکہ ان میں بھی دوسری را میں ترقیق ہے۔ **جواب**: چونکہ قراآت نقل کے تابع ہیں اور ان دونوں میں ترقیق نقل سے ثابت نہیں چنانچہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علی قاری فرماتے ہیں کہ میرے علم میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جس نے ان دونوں میں ترقیق اختیار کی ہو گو لغت کی رو سے سیبویہ ان دونوں میں بھی جائز بتلاتے ہیں اور جواب یہ ہے کہ جو حکم عام دلیل کے خلاف نقل سے ثابت ہو اس پر دوسرے حکم کا قیاس کرنا صحیح نہیں۔ (۲) امالہ للامالہ کی طرح بِشَرَرٍ میں ترقیق للترقیق ہے اور اس میں ترقیق کا سبب اس با کا کسرہ نہیں ہے جو اس سے پہلے ہے کیونکہ اول تو وہ عارضی ہے اور دوسرے اس میں اور را میں شین متحرک سے جدائی بھی ہو رہی ہے پس اس میں ترقیق کا سبب بعد کا کسرہ ہے اور اسی لئے یہ پہلے قاعدہ سے جدا ہے اور چونکہ را میں تکریر ہے اس لئے اس کا کسرہ دو کسروں کے حکم میں ہے (۳) دانی فرماتے ہیں کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ بِشَرَرٍ کی طرح اُولِی الضَّرَرِ میں بھی ترقیق کی جائے لیکن ہمارے شیوخ اس میں را کی ترقیق سے منع کرتے ہیں کیونکہ اس میں را سے پہلے استعلاء کا حرف ضاد آرہا ہے لیکن را کے کسرہ کے قوی ہونے کی بناء پر یہ وجہ ایسی نہیں جس سے ترقیق منع ہو جائے چنانچہ بِقِنطَارٍ۔ اَنصَارٍ۔ اَلْغَارِ۔ کَالْفَخَّارِ وغیرہ میں بھی استعلاء کا حرف اسی بناء پر امالہ کیلئے مانع نہیں ہوا نیز سیبویہ نے (شیوخ سے) سن کر اَلضَّرَرِ کی را کی ترقیق نقل بھی کی ہے اور اہل ادا بھی اس پر (مائل) ہیں۔ لیکن میں نے اس میں تفخیم ہی پڑھی ہے اور اسی کو اختیار کرتا ہوں اور عَلٰی سُرُرٍ میں ہر جگہ ورش کے ناقلین کا را کی تفخیم پر اجماع ہے لیکن بِشَرَرٍ کا قیاس یہ چاہتا ہے کہ اس میں بھی ورش کیلئے ترقیق واجب ہو کیونکہ بِشَرَرٍ میں را کے کسرہ ہی کے سبب ترقیق پر اجماع ہے (اور کسرہ سُرُرٍ میں بھی موجود ہے) (۴) دانی فرماتے ہیں کہ حَیْرَانَ میں تفخیم اہل ادا کی ایک جماعت کا مذہب ہے اور میں نے حَیْرَانَ اور اِجْرَامِیْ میں اور وَعَشِیْرَتُکُمْ میں صرف سورۂ توبہ میں دونوں وجوہ پڑھی ہیں لیکن آخری دو میں نظم و تیسیر کے طرق سے فقط ترقیق ہے (۵) بعض نے حَیْرَانَ میں را کے پُر ہونے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اس کو اس کے مؤنث حَیْرٰی پر قیاس کیا گیا ہے کیونکہ اس میں تو تانیث کا الف ہے اور حَیْرَانَ میں اس کے مقابلہ میں الف اور نون ہے پس اگر حَیْرٰی میں را الف سے پہلے آتی تو اس کی ترقیق یا کی وجہ سے نہ ہوتی بلکہ امالہ والے الف کے سبب سے ہوتی پس جس طرح مؤنث میں الف کے ہوتے ہوئے یا کا کوئی اثر نہیں رہتا اسی طرح مذکر میں الف اور نون کے ہوتے ہوئے بھی یا کا اثر ظاہر نہیں ہوا اور حَیْرٰی کی ایک نظیر ذِکْرَی الدَّارِ (ص ع۴) بھی ہے کہ جس طرح حَیْرٰی میں امالہ والے الف کی موجودگی میں یا کا اثر نہیں رہا اسی طرح ذِکْرَی الدَّارِ میں امالہ والے الف ہی کے سبب ذال کے کسرہ کا اثر نہیں رہتا چنانچہ ذِکْرٰی میں را وقفاً باریک اور وصلاً پُر ہوتی ہے۔ ابو شامہ فرماتے ہیں کہ غور کرنے والوں پر اس علت کا ضعیف ہونا ظاہر ہے (کیونکہ اس کی بناء محض فرض پر ہے واقع پر نہیں اس لئے کہ حَیْرٰی قرآن میں کسی جگہ بھی نہیں آیا پھر اس پر قیاس کرنے کے کیا معنی) نیز ذِکْرَی الدَّارِ میں (ورش کیلئے) وصلاً را کا پُر کہنا بھی صحیح نہیں کیونکہ اس میں حالین میں ترقیق ہے وقفاً امالہ والے الف کی بناء پر اور وصلاً ذال کے کسرہ کی وجہ سے اور جعبری نے حَیْرَانَ میں تفخیم ہی بیان کی ہے۔ علی قاری فرماتے ہیں چونکہ را میں اصل تفخیم ہے اور اس سے دونوں لغت بھی جمع ہو جاتے ہیں اس بناء پر حَیْرَانَ کی تفخیم کے لئے ان کمزور علتوں کی کوئی حاجت نہیں جو شارحین نے بیان کی ہیں۔

فائدہ ۵ : (۱) اہل قیروان وغیرہ کی رائے پر جو مذکورہ بالا پانچ صورتوں کے علاوہ اور راءات بھی مستثنیٰ ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل: وہ جن میں ترقیق کے بجائے تفخیم کی ہے چنانچہ (الف) ابو الحسن بن غلبون ان دس کلمات میں را کو پُر پڑھتے ہیں۔ ۱ وِزْرَكَ ۲ ذِكْرَكَ (انشراح میں) ۳ طِهْرًا (بقرہ ع۱۵) ۴ تَنْتَصِرَانِ (رحمن ع۲) ۵ سٰحِرٰنِ (طٰہٰ ع۳ و قصص ع۵) ۶ افْتِرَآءً (انعام ع۱۶ میں دو جگہ) ۷ مِرَآءً (کہف ع۳) ۸ ذِرَاعَيْهِ (کہف ع۳) ۹ ذِرَاعًا (حاقہ ع۱) ۱۰ سِرَاعًا (ق ع۳) ان میں سے نمبر ایک اور نمبر دو میں آیات میں مناسبت اور یکسانی پیدا کرنے کی غرض سے پُر کرتے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور دانی نے ان پہ کُوِّرَتْ اور سُیِّرَتْ تکویر سے اور فُجِّرَتْ اور بُعْثِرَتْ انفطار سے اعتراض کیا ہے (کہ ان میں بھی آیات کی رعایت سے پُر کرنا چاہئے تھا یعنی تکویر میں اِنْكَدَرَتْ کی اور انفطار میں اِنْفَطَرَتْ اور اِنْتَثَرَتْ کی مناسبت سے) اور جعبری اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ تکویر میں تو ترقیق والی را پہلے آرہی ہے (اس لئے سُیِّرَتْ میں بھی اسی کی رعایت رکھی) اور انفطار میں ازدواج (آیات کو جوڑا جوڑا رکھنا) منظور ہے (چنانچہ پہلی دو آیات میں را پُر ہے اور آخری دو میں باریک) اور نمبر تین تا پانچ میں تثنیہ کے الف کی وجہ سے کیونکہ اس کی اصل کا علم نہیں ہے کہ یہ واو سے بدلا ہوا ہے یا الف سے اور اس میں امالہ والے امالہ بھی اسی لئے نہیں کرتے اور نمبر چھ تا دس میں را کے بعد الف اور حلقی حرف ہمزہ اور عین ہونے کی بناء پر کیونکہ ان کے مناسب تفخیم ہی ہے لیکن ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ان کا اثر الف کے امالہ میں ہے (نہ کہ را کی ترقیق میں بھی)۔ (ب) اور ابوالفتح وِزْرَ اُخْرٰى میں ہر جگہ زا کی مناسبت سے پُر کرتے ہیں اور ان پر وِزْرَكَ سے اعتراض ہوتا ہے اور صقلی عِشْرُوْنَ میں شین کی اور كِبْرُهٗ وغیرہ میں با یا میم کے ہونٹوں کے بند ہو جانے کی مناسبت سے را کو پُر کرتے ہیں اور مکی اِجْرَامِیْ میں اور وَعَشِیْرَتُكُمْ توبہ میں پُر کرتے ہیں کیونکہ اول میں کسرہ اور را میں ساکن کی جدائی ہے اور ثانی میں شین ہے لیکن جدائی کا اثر ادغام میں ہوا کرتا ہے نہ کہ ترقیق میں بھی اور وَعَشِیْرَتُكُمْ کو توبہ کے ساتھ مخصوص کر دینے سے عَشِیْرَتَهُمْ مجادلہ سے اشکال ہوتا ہے اور ایک جماعت ہر اس را کو پُر کرتی ہے جس سے پہلے ساکن کے فاصلہ والا کسرہ ہو جیسے حِذْرَكُمْ اور مکی اور صقلی کی طرح حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ (نساء ع۱۲) میں دانی نے بھی تفخیم نقل کی ہے یعنی وصلاً کیونکہ اس کے بعد ضمہ والا صاد ہے لیکن چونکہ را اور صاد کے درمیان فاصل (تا) موجود ہے اس لئے یہ علت معتبر نہیں حالانکہ یہی حضرات اَلذِّكْرَ صَفْحًا میں ترقیق کے قائل ہیں۔ دوم: وہ جن میں بعض نے تفخیم کے بجائے ترقیق کی ہے۔ چنانچہ ایک جماعت عجمی کلمات میں ترقیق کی قائل ہے اور مدار روایت کی صحت پر ہے نہ کہ محض قیاس پر اور نشر کے طرق سے ان سب راءات میں تفخیم بھی صحیح ہے جیسا کہ طیبہ میں مصرح ہے لیکن چونکہ قصیدہ کے طرق سے ان میں ترقیق ہی تھی۔ اس لئے ناظم نے ان کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ (۲) فن کی کتابوں میں اور قراء کے یہاں لفظ ادا کثرت سے مستعمل ہے۔ اس کے معنیٰ ہیں قراء کا قراءۃ کو نقل کے ذریعہ اپنے سے پہلے حضرات سے ہم تک پہونچا دینا۔

•

النحو والعربیہ - ۳۴۲ ؎۱ جملہ وَقَبْلَهَا مُسَكَّنَةً یَاءٌ - رَاءٍ سے حال ہے ؎۲ مُسَكَّنَةً - یَاءٌ سے حال ہے جو ذوالحال کے نکرہ ہونے کی بناء پر وجوباً مقدم ہے اور اگر اس کو مؤخر لاتے تو یَاءٌ کا وصف ہوتا ؎۳ نیز جملہ وَقَبْلَهَا ظرفیہ ہے اور یَا کا رفع ظرف کا فاعل ہونے کی بناء پر ہے کیونکہ یہاں ظرف کا اعتماد ذوالحال پر ہے ؎۴ مُوَصَّلًا ابوشامہ کی رائے پر اَوِ الْكَسْرُ سے اور جعبری کی رائے پر یَاءٌ سے اور علی قاری کے قول پر كُلّ رَاءٍ سے حال ہے اور اس کی تفصیل پہلے فائدہ کے نمبر ۳ میں درج ہو چکی ہے۔ ۳۴۳ ؎۱ لَمْ یَرَ قلبی رویت سے ہے اور فَصْلًا بمعنیٰ فَاصِلًا اس کا دوسرا اور سَاكِنًا اَیْ حَرْفًا سَاكِنًا پہلا مفعول ہے اور علی قاری کی رائے پر فَصْلًا کے بجائے مَنْعًا ظاہر تر تھا ؎۲ بَعْدَ كَسْرَةٍ - كَائِنًا کا ظرف ہے جو سَاكِنًا کی صفت ہے ؎۳ چونکہ سَاكِنًا نکرہ ہے جو نفی کے سیاق میں عام ہو جایا کرتا ہے۔ اس لئے سِوٰی حَرْفِ الْاِسْتِعْلَاءِ کے ذریعہ اس سے مستثنیٰ کر دیا ؎۴ حرف سے مراد جنس ہے جو جمع کو بھی شامل ہے پس یہ حروف کے معنیٰ میں ہے اور اسی لئے سِوَی الْخَا کہکر خا کو اس سے مستثنیٰ کر دیا ؎۵ فَكَمَّلَا - لَمْ یَرَ پر معطوف ہے کیونکہ لَمْ مضارع کو ماضی منفی کے معنیٰ میں کر دیتا ہے اور اس کا مفعول مقدر ہے اَیْ فَكَمَّلَ اَصْلَهٗ بِضَمِّ الرَّاءِ الْوَاقِعَةِ بَعْدَ الْخَاءِ السَّاكِنَةِ اِلَى الْمُرْتَفِعَاتِ ؎۶ ممکن ہے کہ یہاں دو استثناؤں میں ناظم نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس مذہب کا لحاظ رکھا ہو کہ نفی کا مستثنیٰ مسکوت عنہٗ ہوتا ہے اور دوسرے حضرات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے قول کے مطابق مثبت نہیں ہوتا اور ایجاب کا مستثنیٰ بالاتفاق منفی ہوتا ہے اور اس کی تفصیل کا مقام اصول کی کتابیں ہیں اور اس کی فروع - فروع میں درج ہیں اور شعلہ کے اس قول کے بھی یہی معنیٰ ہیں کہ سِوَى حَرْفِ سَاكِنًا سے بدل ہونے کی بناء پر یا استثناء کی بناء پر منصوب ہے اور سِوَى الْخَا کا نصب استثناء ہی کی بناء پر ہے کیونکہ یہ اس موجب سے مستثنیٰ ہے جس میں مستثنیٰ منہ مذکور ہے اور ابوشامہ فرماتے ہیں کہ سِوَى حَرْفِ الْاِسْتِعْلَاءِ - سَاكِنًا کے عموم سے مستثنیٰ ہے اور سِوَى الْخَا حُرُوفِ الْاِسْتِعْلَاءِ سے پس یہ مستثنیٰ سے مستثنیٰ ہے اور مستثنیٰ الحکم میں مستثنیٰ منہ کے خلاف ہوا کرتا ہے پس استعلاء کے حروف تو فاصل ہیں اور ان میں سے خا فاصل نہیں ہے اور یہ کلام خَرَجَ الْقَوْمُ اِلَّا الْعَبِيْدَ اِلَّا سَالِمًا کی طرح ہے پس سَالِمٌ بھی انہی لوگوں میں شامل ہے جو خارج ہوگئے ہیں - ۳۴۵ ۱ فِي الْاَعْجَمِيِّ میں روایۃً ہمزہ کی تحقیق ہے اور اس صورت میں وزن تام رہتا ہے اور قبض کے طور پر نقل بھی جائز ہے ۲ وَفِي اِرَمَ عامل کے اعادہ سے فِي الْاَعْجَمِيِّ پر معطوف ہے اور چونکہ اس کے عجمی ہونے میں اختلاف ہے اس بناء پر اس کا معطوف کرکے لانا ضروری ہوگیا تاکہ معطوف علیہ سے قدرے علیحدہ بھی ہو جائے ۳ وَفِي تَكْرِيْرِهَا کی تقدیر ابوشامہ کی رائے پر وَفِي ذِي یا وَفِي حَالِ تَكْرِيْرِهَا ہے اور علی قاری کی رائے پر مصدر مفعول کے معنیٰ میں ہے ای وَفِي الْكَلِمَةِ الْمُكَرَّرَةِ فِيْهَا الرَّاءُ ۴ يُرَى مجازاً يُسْمَعُ کے معنیٰ میں ہے اور اس کی ضمیر یا تو اللَّفْظُ کیلئے ہے یا را کیلئے ۵ مُتَعَدِّلًا - يُرَى کے فاعل سے حال ہے اور اگر يُرَى قلبی رویت سے ہو تو پھر اس کا دوسرا مفعول ہوگا لیکن چونکہ یہ یہاں يُسْمَعُ کے معنیٰ میں ہے اس لئے مُتَعَدِّلًا کا حال ہی ہونا متعین ہے - ۳۴۶ ۱ لَدَى تفخیم کا ظرف ہے ۲ جِلَّةٍ - جَلِيْلٌ (عَظِيْمٌ) کی جمع ہے اور جِلَّةِ الْاَصْحَابِ میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے اَيِ الْاَصْحَابِ الْاَجِلَّاءِ ۳ اَعْمَرُ عَمَرَ الْمَكَانُ سے اسم تفضیل ہے یعنی مکان آباد ہوگیا اور یہ نَصَرَ سے ہے ۴ اَرْحُلًا - رَحْلًا (مَنْزِلًا) کی جمع ہے ای اَعْمَرُ مَنْزِلًا مِنْ غَيْرِهِ ۳۴۷ ۱ عَنْهُ میں صلہ روایت ہے ۲ كُلُّهُمْ - اَصْحَابُهُ مقدر کی تاکید ہے ۳ وَحَيْرَانَ ترجمہ کی رو سے تَقَبَّلَ کا مفعول ہے اور بِالتَّفْخِيْمِ فعل کا متعلق ہے اور جملہ بَعْضُ ای بَعْضُ النَّقَلَةِ کی خبر ہے اور علی قاری کی رائے پر حَيْرَانَ پہلا اور بَعْضُ النَّقَلَةِ دوسرا مبتدا ہے اور بِالتَّفْخِيْمِ - حَيْرَانَ سے حال ہے اور تَقَبَّلَهُ دوسرے مبتدا کی اور جملہ پہلے کی خبر ہے - ۳۴۸ ۱ مَذَاهِبُ ای مُعْتَقَدَاتٌ مبتدا ہے اور پہلے دونوں جار اس کی خبر ثَابِتَةٌ کے متعلق ہیں ۲ سِوَى مَا - مَذَاهِبُ سے مستثناء مقدم ہے ۳ فِي الْاَدَاءِ شَذَّتْ کے متعلق ہے ۴ تَوَقُّلًا - تَوَقَّلَ فِي الْجَبَلِ ای صَعِدَ سے ہے اور یہ یا تو شَذَّتْ کی ضمیر سے تمیز ہے یا حال ہے ای شَذَّ تَوَقُّلُهَا وَارْتِفَاعُهَا فِي طُرُقِ اَدَائِهَا اَوْ شَذَّتْ مُتَوَقِّلَةً فِيْهِ مُتَوَغِّلَةً -

تین اجماعی قواعد

www.kitabosunnat.com

پہلا قاعدہ

۳۴۹ وَلَا بُدَّ مِنْ تَرْقِيْقِهَا بَعْدَ كَسْرَةٍ اِذَا سَكَنَتْ يَا صَاحِ لِلسَّبْعَةِ الْمَلَا

ترجمہ :- اور اے (میرے) ساتھی اس (را) کا کسرہ کے بعد جبکہ وہ ساکن ہو ساتوں اشراف (قاریوں) کے لئے باریک پڑھنا ضروری ہے (اور اس کی مثالیں مِرْيَةٍ اور لَشِرْذِمَةٌ وغیرہ ہیں)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرا قاعدہ

۳۵۰/۸ وَمَا حَرْفُ الْاِسْتِعْلَاءِ بَعْدُ فَرَاؤُهٗ (ص) لِكُلِّهِمُ التَّفْخِيمُ فِيهَا تَذَلَّلَا

ترجمہ:- اور وہ (لفظ) جس (کی را) کے بعد استعلاء کا حرف ہو اس (لفظ) کی را جو ہے اس میں ان (ساتوں) میں کے تمام کے لئے تفخیم تابع (اور آسان) ہو گئی ہے (کیونکہ بہ نسبت ترقیق کے استعلاء کے حروف سے تفخیم زیادہ مناسبت رکھتی ہے اس لئے کہ باریک را کے بعد مستعلیہ کے ادا کرنے میں زبان کو پستی سے بلندی کی طرف چڑھنا پڑتا ہے جس میں دشواری ہے نیز استعلاء کے حروف الف کے بعد ہونے کی صورت میں تو امالہ کیلئے بلا شرط مانع ہوتے ہیں اور الف سے پہلے ہونے کی تقدیر پر اس شرط سے مانع بنتے ہیں کہ ان حروف پر کسرہ ہو یا کسرہ کے بعد ساکن ہوں اسی لئے نَاضِرَةٌ - يُبْصِرُونَ وغیرہ میں ورش کیلئے بلا خلاف ترقیق ہے کیونکہ را سے پہلے ہونے کی صورت میں استعلاء کا مانع ہونا زیادہ قوی نہیں ہے)

۳۵۱/۹ وَيَجْمَعُهَا قِظْ خُصَّ ضَغْطٍ وَخُلْفُهُمْ بِفِرْقٍ جَرَى بَيْنَ الْمَشَايِخِ سَلْسَلَا

ترجمہ:- اور ان (استعلاء کے حروف) کو قِظْ خُصَّ ضَغْطٍ (کا مجموع) جمع کر رہا ہے (جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ سخت گرمی کے زمانہ میں بھی سر کرٹے اور گھانس وغیرہ کے تنگ مکان میں سکونت اختیار کر یعنی معمولی طریقہ سے زندگی بسر کر چنانچہ عبد الملک بن عمیر سے منقول ہے کہ ابو وائل شقیق بن سلمہ رحمہما اللہ جو بڑے درجہ کے تابعی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فیض یافتہ تھے وہ اسی طرح گذر کرتے تھے چنانچہ موصوف نے سرکڑے کا مکان بنا رکھا تھا اور اپنے گھوڑے سمیت اسی میں گذر کرتے تھے جب جہاد کو جاتے تو اس کو گرا جاتے اور جب لوٹ کر آتے تو پھر بنا لیتے) اور (کُلّ) فِرْقٍ (شعراء) میں ان (قراء) کا خلاف مشائخ کے درمیان جاری (اور ثابت) ہو گیا ہے حالانکہ وہ (خُلف حلق میں) آسانی سے اتر جانے والے (اور بہنے والے طویل پانی سے تشبیہ دیا گیا ہے (یعنی مشہور و عمدہ ہے پس فِرْقٍ کی را میں دونوں وجوہ ہیں اور ترقیق زیادات میں سے ہے)

تیسرا قاعدہ

۳۵۲/۱۰ وَمَا بَعْدَ كَسْرٍ عَارِضٍ اَوْ مُفَصَّلٍ فَفَخِّمْ فَهٰذَا حُكْمُهٗ مُتَبَذِّلَا

ترجمہ:- اور وہ (را) جو عارضی (متصل) کسرہ کے بعد ہو یا منفصل (کسرہ) کے (بعد ہو جو عارضی ہو خواہ لازمی) تو تو (ان دونوں کسروں کے بعد والی را کو) پُر پڑھ۔ پس یہ (پُر پڑھنا) اس (را) کا حکم ہے (جو دونوں قسم کے کسروں کے بعد ہو) حالانکہ یہ (حکم ہر زمانہ کے قراء کی جانب سے بعد کے زمانہ والوں میں) خرچ ہونے والا ہے (یعنی مشہور و مستعمل ہے اور سب ائمہ اس قسم کی راءات میں تفخیم ہی پڑھاتے اور بتلاتے چلے آتے ہیں)

شرح:- ان چار شعروں میں تین قاعدہ بیان کئے ہیں جیسا کہ عنوانات سے ظاہر ہو چکا ہے۔ اوّل: جو را لازمی اور متصل کسرہ کے بعد ہو اور را ساکن ہو (کلمہ کے درمیان ہو خواہ آخر میں نیز اس کا سکون لازمی ہو خواہ عارضی جو وقف کی بنا پر آ گیا ہو اور را کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعد اسی کلمہ میں استعلاء کا حرف نہ ہو جیسے مِرْيَةٍ - فِرْعَوْنُ - وَاصْطَبِرْ - فَانْتَصِرْ - وَازْدُجِرَ) وہ ساتوں کے لئے باریک ہوتا ہے (اور جو قیدیں لگائی گئی ہیں ان کے فائدہ دوسرے اور تیسرے قاعدہ سے معلوم ہو جائیں گے) **دوم**:- جس راء میں صرف ورش کیلئے یا تمام قراء کیلئے باریک ہونے کا قاعدہ پایا جا رہا ہو اگر اس کے بعد اسی کلمہ میں استعلاء کے ان سات حرفوں میں سے کوئی حرف آجائے جو قظ خص ضغط میں جمع ہیں (عام ہے کہ راء کے بعد یہ حروف الف کے فاصلہ سے آرہے ہوں جیسا کہ ورش کے قاعدہ میں ہے یا بلا فاصلہ ہوں جیسا کہ اجماعی صورت میں ہے اور ان سات میں سے ورش کے قاعدہ پر ضاد - طا - قاف اور تمام قراء کے قاعدہ پر صاد - طا - قاف واقع ہوئے ہیں اور استعلاء کے حروف میں سے خا اور ظا اور غین - راء کے بعد کسی جگہ بھی نہیں آئے) وہ راء سب کیلئے پُر ہوتی ہے اور اس قاعدہ میں دو قسم کی رائیں شامل ہیں - (الف) کسرہ کے بعد فتحہ والی جو صرف ورش کیلئے باریک ہوا کرتی ہے اس راء کے بعد استعلاء کے حروف ان چار کلمات میں آئے ہیں: ۱ الصِّرَاطَ - صِرَاطِ ہر جگہ ۲ إِعْرَاضًا (نساء ع ۱۹) اور إِعْرَاضُهُمْ (انعام ع ۴) ۳ فِرَاقُ بَيْنِي (کہف ع ۱۰) اور الْفِرَاقُ (قیامہ ع ۱) ۴ وَالْإِشْرَاقِ (ص ع ۲) (ب) کسرہ کے بعد راء ساکنہ جو سب کیلئے باریک ہوا کرتی ہے اور اس کے بعد استعلاء کے حروف ان پانچ کلمات میں آئے ہیں ۱ قِرْطَاسٍ (انعام ع ۱) ۲ وَإِرْصَادًا ۳ فِرْقَةٍ (توبہ ع ۱۳ و ع ۱۵) ۴ مِرْصَادًا (نبا ع ۱) اور لَبِالْمِرْصَادِ (والفجر) ۵ كُلُّ فِرْقٍ (شعراء ع ۴) ان نو کے نو کلمات میں سب حضرات راء کو پُر پڑھتے ہیں اور استعلاء کے سبب ترقیق منع ہو جاتی ہے - لیکن ان میں سے وَالْإِشْرَاقِ میں ورش کیلئے اور فِرْقٍ میں سب کیلئے دونوں وجوہ ہیں تفخیم اس لئے ہے کہ قاف استعلاء کا ہے اور ترقیق اس بنا پر ہے کہ کسرہ کے سبب قاف کی استعلائی قوت میں کمی آگئی ہے اور جامع البیان میں ہے کہ فِرْقٍ میں عمل ترقیق ہی پر ہے اور نشر کی رو سے اس میں دونوں وجوہ صحیح ہیں اور فرماتے ہیں کہ ترقیق کے متعلق نصوص تواتر کے ساتھ آئی ہیں اور بہت سے حضرات نے اسی پر اجماع بھی نقل کیا ہے - علی ضباعؒ کی ارشاد المرید میں ہے کہ ہمارا عمل بھی دونوں پر ہے اور فِرْقٍ پر قیاس کرتے ہوئے فِرْقَةٍ (توبہ) میں بھی وقفاً کسائی کیلئے امالہ کی صورت میں دونوں وجوہ صحیح ہیں اور علت وہی ہے کہ قاف استعلاء کا ہے اور امالہ کے سبب اس کی قوت میں کمی بھی آگئی ہے - اور وَالْإِشْرَاقِ کی کچھ بحث ورش کے قواعد میں دوم کے ذیل میں بھی گذر چکی ہے ـــــ پس اگر راء کے بعد استعلاء کا حرف دوسرے کلمہ میں ہو تو اس صورت میں سب اپنے قاعدہ پر ہیں اسی لئے لِتُنْذِرَ قَوْمًا - الذِّكْرَ صَفْحًا اور الْمُدَّثِّرُ قُمْ وغیرہ میں ورش کیلئے راء باریک ہے اور باقین کیلئے پُر ہے اور وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ اور فَاصْبِرْ صَبْرًا اور أَنْذِرْ قَوْمَكَ وغیرہ میں سب کے لئے راء باریک ہے - **سوم**: جو راء کسرۂ عارضی یا کسرۂ منفصلہ کے بعد ہو (عام ہے کہ وہ راء فتحہ اور ضمہ والی ہو جس میں صرف ورش کیلئے ترقیق ہوا کرتی ہے - جیسے امْرَأَتُ - امْرُؤٌا وغیرہ جب کہ ان سے ابتدا کی جائے اور بِرَشِيدٍ - بِرُوحٍ - لِرَسُولٍ - بِإِذْنِ رَبِّهِمْ وَإِنِ امْرَأَةٌ - إِنِ امْرُؤٌا وغیرہ وصلاً یا راء ساکنہ ہو جو کسرہ کے بعد سب کیلئے باریک ہوا کرتی ہے جیسے ارْجِعُوا - ارْتَابُوا ارْجِعْ وغیرہ اور أَمِ ارْتَابُوا - إِنِ ارْتَبْتُمْ وغیرہ) وہ بھی سب کیلئے پُر ہی ہوتی ہے کیونکہ عارضی کسرہ تو عارضی ہے ہی اور منفصل دوسرے کلمہ کا ہے جو راء سے دور ہے اس لئے دونوں قسم کے کسروں کو نہ ہونے کے مرتبہ میں سمجھتے ہیں اور ان کو نہ ورش راء کے باریک ہونے کا سبب شمار کرتے ہیں اور نہ دوسرے حضرات۔

توضیح:- کسرہ کی چار قسمیں ہیں ۱ متصل لازمہ جو اصلی حرف پر ہو جیسے مِرْيَةٍ یا اس حرف پر ہو جو اصلی کے حکم میں ہو جس کے جدا کر دینے سے کلمہ درست نہ رہتا ہو جیسے مِرْفَقًا اور الْمِحْرَابَ اور إِخْرَاجُ اس کے بعد تو سب حضرات راء کو باریک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑھتے ہیں یعنی ساکنہ کو ساتوں اور فتحہ اور ضمہ والی کو صرف ورشؒ جبکہ را کے بعد اسی کلمہ میں استعلاء کا حرف نہ ہو۔ نمبر۲ متصلہ عارضہ جو ورشؒ کے قاعدہ پر تو ہمزۂ وصلی اور با جارہ اور لام جارہ پر آتا ہے جیسے اِمْرَاَةٌ۔ اِمْرُؤٌا اور بِرُءُوْسِكُمْ۔ بِرُءُوْسِكُمْ اور لِرُقِيِّهِم لِرُقِيِّكَ اور سب کے قاعدہ پر صرف ہمزۂ وصلی پر آتا ہے اور اس کے بعد را ساکن ہی ہوتی ہے جیسے اِرْجِعُوْا۔ اِرْجِعْ۔ اِرْجِعِيْ اِرْحَمْهُمَا اور با اور لام کے کسرہ کو عارضی اس لئے کہتے ہیں کہ ان دونوں کے جدا کر دینے پر بھی کلمہ پورا رہتا ہے اور چونکہ جار و مجرور معنیً دو کلمہ ہیں جن میں سے ایک حرف ہے اور دوسرا اسم اس لئے ابوشامہؒ بِرَسُوْلٍ اور لِرَسُوْلٍ وغیرہ میں با اور لام کے کسرہ کو منفصلہ قرار دیتے ہیں نمبر۳ منفصلہ لازمہ جو دوسرے کلمہ کا ہو اور بنائی ہو جیسے اَلَّذِى ارْتَضٰى امْرَأً اور فِيْهِ رَبِّيْ ورشؒ کے قاعدہ پر اور رَبِّ ارْجِعُوْنِ اور اَلَّذِى ارْتَضٰى اور يٰبُنَىَّ ارْكَبْ مَّعَنَا سب کے قاعدہ پر لیکن آخری مثال میں عاصمؒ کے سوا اوروں کی قراءۃ پر یا کا کسرہ ہے اور جعبریؒ اور اصفہانیؒ نے پہلی اور تیسری مثال میں کسرہ کو عارضہ قرار دیا ہے لیکن علی قاریؒ کی رائے پر ظاہر یہ ہے کہ ان میں کسرہ کو لازمہ کہا جائے۔ نمبر۴ منفصل عارضہ جو دوسرے کلمہ کا ہو اور ورشؒ کے قاعدہ پر اعرابی ہو جیسے اَلْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ۔ بِحَمْدِ رَبِّكَ اور بِاَمْرِ رَبِّكَ یا دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر آیا ہو جیسے قَالَتِ امْرَاَتُ۔ وَاِنِ امْرَاَةٌ اور اِنِ امْرُؤٌا وغیرہ اور سب کے قاعدہ پر صرف دو ساکن جمع ہو جانے کی وجہ سے آیا ہو جیسے اَمِ ارْتَابُوْا۔ مَنِ ارْتَضٰى۔ اِنِ ارْتَبْتُمْ وغیرہ ان تینوں کسروں کے بعد سب حضرات را کو پُر پڑھتے ہیں اور اسی طرح دوسرے کلمہ کی منفصل یا کے بعد بھی اوروں کی طرح ورشؒ بھی را کو پُر ہی پڑھتے ہیں جیسے مُغْنِيْ رَبُّهُمْ اور اَلَّذِيْ رُزِقْنَا۔

فائدہ: نمبر (۱) کسرہ لازمہ کے بعد راء ساکنہ کی ترقیق کی وجہ یہ ہے کہ اس را سے پہلے کسرہ کو خود را ہی سمجھ لیا ہے اور اسی بناء پر مُوْسٰى اور اَلسُّوْقِ وغیرہ میں واو کا ہمزہ سے ابدال جائز ہے کیونکہ ان میں بھی پہلے حرف کے ضمہ کو خود واو ہی کا ضمہ سمجھ لیا ہے اور اُجُوْهٌ اور اُقِّتَتْ کی طرح ان میں بھی ابدال کر دیا اور اسی لئے مَرْجِعُكُمْ میں ترقیق کسی کیلئے بھی نہیں ہے کیونکہ را کے بعد والے کسرہ کو اس سے بعید سمجھا جاتا ہے (۲) قاعدہ کی رو سے باریک را کے بعد استعلاء کا حرف آجانے کی صورت میں سب کیلئے تفخیم ہے یعنی اختلافی صورت میں بھی اور اتفاقی میں بھی (۳) چونکہ قاف میں صرف استعلاء ہے اور طا میں استعلاء بھی ہے اور اطباق بھی اس لئے وَالْاِشْرَاقِ میں ورشؒ کیلئے اور فِرْقٍ میں سب کیلئے دونوں وجوہ ہیں اور صِرَاطٍ میں ورشؒ اور باقی حضرات سب کیلئے را میں صرف تفخیم ہے (۴) چونکہ شعر ۳۰۸ سے یہ وہم ہوتا ہے کہ کسرہ کے بعد والی رائے ساکنہ کے بعد استعلاء کے ساتوں حروف آئے ہوں گے حالانکہ واقع میں ایسا نہیں ہے جیسا کہ دوسرے قاعدہ میں معلوم ہو چکا ہے۔ نیز شعر ۳۰۹ کے بجائے صرف ایک شعر کافی تھا اور شعر ۳۰۸ کی عبارت میں قدرے اشکال بھی ہے جو النجوم العربیہ میں آئے گا اس لئے ابوشامہ رحمہ اللہ نے اس شعر میں تغیر کیا ہے اور علی قاری کی رائے پر شعر ۳۰۸ میں یہ خوبی ہے کہ حَرْفُ الْاِسْتِعْلَا کے لفظ سے تفخیم کی علت معلوم ہو جاتی ہے اور ابوشامہؒ کے اصلاحی شعر میں یہ بات نہیں ہے (۵) گو ناظمؒ حَرْفُ الْاِسْتِعْلَاءِ کو بلا قید لائے ہیں لیکن چونکہ تیسیر سے یہ نکلتا ہے کہ تفخیم اس صورت میں ہوتی ہے جبکہ را کے بعد استعلاء کا حرف اسی کلمہ میں ہو اس لئے ناظمؒ کی عبارت سے بھی یہی مراد لینا چاہئے (۶) فِرْقٍ میں کی۔ صقلی۔ ابن شریح کے قول پر صرف ترقیق ہے اور تینوں نے اسی پر اجماع بتایا ہے (۷) وَالْاِشْرَاقِ میں تفخیم اس لئے ہے کہ دونوں کسرہ را سے بعید ہیں اور ابوالحسن بن غلبون نے کسرہ کا اعتبار کر کے ترقیق کی ہے اور دانیؒ نے ان پر اِلٰى صِرَاطٍ سے اعتراض کیا ہے لیکن دونوں کا فرق اوپر نمبر تین میں معلوم ہو چکا ہے۔ دانیؒ فرماتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ وَالْاِشْرَاقِ میں ترقیق شیخ ابوالحسن نے قیاس سے کی ہے نہ کہ روایت سے کیونکہ مجھے (ان کے سوا) کسی سے بھی اس کی ترقیق معلوم نہیں ہوئی۔ بلکہ سب کا تفخیم ہی پر اجماع ہے۔ جعبری فرماتے ہیں کہ نظر و درایت کی رو سے فرق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے کہ حِصۡرًا میں را دو پُر حرفوں کے درمیان آ رہی ہے (اور وَ اِلَی الۡاِشۡرَاقِ میں ایسا نہیں ہے) (۸) اصفہانی فرماتے ہیں کہ جب فِرۡقٍ (توبہ) میں کسائی کیلئے وقفاً امالہ کیا جائے تو اس کی رائیں جو دو وجوہ ہیں ان کے متعلق کوئی نص معلوم نہیں ہوئی۔ علی قاری فرماتے ہیں کہ اس کو فِرۡقٍ پر قیاس کرکے اس میں دونوں وجوہ جاری کرنا قیاس مع الفارق ہے کیونکہ امالہ کی صورت میں جو کسرہ ہے وہ عارضی ہے جو وقفاً ہی پایا جاتا ہے اور فِرۡقٍ میں خلاف حالین میں ثابت ہے لیکن چونکہ کسرہ کا اثر پایا جانے میں دونوں مساوی ہیں گو ایک میں وقفاً ہی ہے اس لئے قیاس مع الفارق قرار دینا مناسب نہیں (۹) حَصِرَتۡ (نساء ع) میں ورش کیلئے مکی نے تبصرہ میں وصلاً را کو پُر اور وقفاً باریک بتایا ہے کیونکہ اس کے بعد صُدُوۡرُہُمۡ میں صاد ہے جو وصلاً اس سے متصل رہتا ہے اور وقفاً جدا ہو جاتا ہے لیکن ابو شامہ کی رائے پر اس صاد کے سبب را کا پُر پڑھنا بعید ہے کیونکہ را اور صاد کے درمیان قوی فاصل (تا) موجود ہے اور گو اِصۡرًا وغیرہ میں بھی استعلاء اور را کے درمیان الف ہے لیکن وہ قوی فاصل نہیں ہے نیز یہ صاد دوسرے کلمہ میں ہے را والے کلمہ میں نہیں اس لئے اس کو سبب قرار دینا مناسب نہیں ورنہ اس قیاس کی رو سے لازم آئے گا کہ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا وغیرہ میں ورش کیلئے اور اَنۡذِرۡ قَوۡمَكَ جیسی مثالوں میں سب کیلئے بدرجۂ اولیٰ تفخیم ہو کیونکہ ان میں تو را اور استعلاء کے حرف میں فاصل بھی نہیں ہے اور حَصِرَتۡ میں پہلے صاد کی بناء پر بھی تفخیم نہیں ہو سکتی کیونکہ اس پر کسرہ ہے پس یہ یَنۡصُرُوۡنَ کی طرح ہے اور ظاہر تر یہ ہے کہ ان سب میں ترقیق ہے اس لئے کہ ان میں مانع کو مقتضی کے مرتبہ میں شمار کیا گیا ہے جس پر مقتضی کا مرتب ہونا ضروری نہیں ہوتا نیز کسرۂ منفصلہ کو ترقیق کا سبب نہیں بنایا گیا۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ منفصل حرفِ استعلاء کو بھی تفخیم کا سبب نہ بنانا چاہئے پس ہر کلمہ کا حکم علیحدہ ہونا چاہئے۔

فائدہ نمبر۲: (۱) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ منفصل کسرہ کے بعد والی را کی طرح منفصل یا کے بعد والی میں بھی تفخیم ہی ہے اور اس کو دوسرے حضرات نے تو بیان کیا ہے لیکن ناظم نے اس کی تصریح نہیں کی۔ احقر کہتا ہے کہ اگر علی قاری رحمہ اللہ کی رائے کے موافق اس باب کے شعر نمبر کے مُوۡصَلًا کو فَصۡلَ رَاءٍ سے یا یَاءً اور اَلۡکَسۡرُ دونوں سے ایک دم حال قرار دیدیں تو پھر ناظم کے کلام سے بھی نکل آئے گا کہ منفصل یا کے بعد تفخیم ہی ہے (۲) ابن شریح فرماتے ہیں کہ بہت سے قراء (مِرۡفَقًا اور اَلۡمِحۡرَابَ جیسی مثالوں میں) میم زائد کے بعد بھی را کو پُر پڑھتے ہیں لیکن یہ شاذ ہے۔

النحو والعربیہ:۔ ۳۴۹ نمبر۱ یَا صَاحِ اصل میں یَا صَاحِبُ تھا ترخیم کی بناء پر با حذف ہو گئی اور اس میں ترخیم شاذ لغت کی بناء پر ہے کیونکہ یہ عَلَم نہیں ہے اور گو یٰمٰلِكُ (زخرف ع) میں بھی شاذ قراءۃ کی رو سے ترخیم ہی کی بناء پر یٰمٰلِ ہے لیکن وہ عَلَم ہے صحاح میں ہے کہ یَا صَاحِ۔ یَا صَاحِبِیۡ کے معنیٰ میں ہے اور مضاف کی ترخیم صرف اسی لفظ میں جائز ہے جو عرب سے سُنی گئی ہے اور یَا صَاحِ ندا ہے اور باقی تمام شعر اس کا جواب ہے پس یہ نیتہً مقدم ہے نمبر۲ مُذۡ کبھی اثبات میں اور اکثر نفی میں استعمال ہوتا ہے نمبر۳ بَعۡدَ۔ تَرۡقِیۡقٍ کا ظرف ہے اور لام بھی اسی کے متعلق ہے نمبر۴ اِذَا یا تو صرف وقت کے معنیٰ میں ہے اور ترقیق کا مفعول فیہ ہے اور علی قاری کی رائے پر یہی ظاہر تر ہے یا شرطیہ ہے اور اس کا ماقبل اس کو جواب سے بے نیاز کر رہا ہے نمبر۵ اَلۡمَلَا اصل میں اَلۡمَلَاُ تھا پھر حمزہ کی قراءۃ کے موافق ہمزہ کو وقفاً ساکن کرکے الف سے بدل لیا جعبری کے قول کے موافق ضرورت کی بناء پر نہیں۔ ۳۵۰ نمبر۱ ترجمہ سے ظاہر ہو گیا کہ اس شعر میں مَا سے مراد وہ لفظ ہے جس میں کسرہ والی را کے بعد ساکن ہو اور یہ صلہ سے مل کر مبتدا ہے نمبر۲ فَرَاءُہٗ کی فا تعمیم کیلئے ہے اور دوسرا اور اَلتَّفۡخِیۡمُ تیسرا مبتدا ہے اور تَذَلَّلَا تیسرے کی اور یہ دونوں دوسرے کی اور جملہ اسمیہ پہلے کی خبر ہے اور فَرَاءُہٗ کی فا عطف کیلئے ہے اور سخاوی کی رائے پر مَا سے مراد خود را ہے اور فَرَاءُہٗ کی یا یا تو ما کیلئے ہے یا حرفُ الاستعلاء کیلئے اور دونوں ہی صورتیں مشکل ہیں کیونکہ مَا مبتدا ہے اور اس سے مراد را ہے تو اب فَرَاءُہٗ کی تقدیر فَرَاءُ الرَّاءِ ہوگی جس سے ایک شے کا خود اسی کی ذات کی طرف مضاف کرنا لازم آئے گا جس کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اضافۃ الشئ الی نفسہ کہتے ہیں اور اگر راءہ کی ھا کو حرف الاستعلاء کیلئے مانیں گے تو پھر پہلا ابتدا یعنی ما مع صلہ بلا عائد رہ جائے گا۔ (ابراز) ۳۵۱/۹ عا رقظ امر ہے قیظ سے جو سخت گرمی میں رہنے اور بسنے کے معنی میں ہے ۲ خص اس گھر کو کہتے ہیں جو سرکڑے وغیرہ سے تیار کیا گیا ہو ۳ ضغط ای ضیق پس خص ضغط میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے اور تقدیر فی خص ذی ضغط ہے اور یہ حذف و الایصال کے قبیل سے ہے واختار مؤمنی قومہ کی طرح اور اس جملہ سے مقصود یہ ہے کہ سلف کی طرح دنیا کے تھوڑے ہی سے حصہ پر قناعت کرنی چاہئے ۴ سلسلا ای طویلا مشبہا سلسلا جری کے فاعل سے حال ہے ۳۵۲/۱ ا او تنویع کیلئے ہے ۲ مفصل کا عطف متصل مقدر پر ہے ای بعد کسر عارض متصل او منفصل ۳ تفخم خبر ہے اور فا عموم کی بناء پر ہے ۴ حکمہ کی ھا علی قاری کی رائے پر سبب (کسرہ) کیلئے ہے اور اظہر یہ ہے کہ ما کیلئے ہے جس سے مراد را ہے ۵ متبذلا اس تبذل سے ہے جو بذل کا مطاوع ہے ای بذلتہ واعطیتہ فتبذل اور یہ مفعول معنوی سے حال ہے یعنی اس فعل کے مفعول سے جس پر اسم اشارہ دلالت کر رہا ہے اور عامل اشارہ کے معنی ہیں ای ھذا حکم الراء او سببہ من التفخیم بذلتہ لک فاتخذہ منہلا اور یہ شعر اس سبب (کسرہ) کے معتبر ہونے کی شرط بتانے کیلئے ہے جو شعر ۳۴۷ کے دو قاعدوں میں آیا ہے جن میں سے ایک ورش کا ہے اور دوسرا تمام قراء کا یعنی ورش کیلئے یا سب کیلئے را اس کسرہ سے باریک ہوتی ہے جو متصل لازم ہو۔

جو قاعدہ آئمہ سے منقول ہو اس پر قیاس کر کے محض رائے سے دوسرا کلیہ قاعدہ بنا لینے کا رد

۳۵۳/۱۱ وما بعدہ کسر او الیا فما لہم ۔۔۔ بترقیقہ نص وثیق فیمثلا

ترجمہ:۔ اور وہ (را جو مذکورۂ بالا قواعد کی بناء پر پُر ہو) جس کے بعد کسرہ (ہو) یا یا ہو (بعض حضرات اس قسم میں سے صرف تین کلمات المرء بقرہ ع ۱۲ و انفال ع ۳ میں اور مریم اور قریۃ میں ہر جگہ را کو باریک پڑھتے ہیں لیکن) ان (ہمارے مشائخ) کیلئے اس (قسم کی را) کے باریک پڑھنے پر (کوئی) مضبوط (و معتبر) تصریح نہیں ہے تاکہ وہ (نص) ظاہر (اور مشہور) ہو سکے (اور اس کے ذریعہ اس قسم میں را کا باریک پڑھنا ثابت ہو جائے اس لئے معتبر حضرات مذکورۂ بالا قواعد کے موافق اس قسم کی را کو ہر جگہ پُر ہی پڑھتے ہیں)

۳۵۴/۱۲ وما لقیاس فی القراءۃ مدخل ۔۔۔ فدونک ما فیہ الرضا متکفلا

ترجمہ:۔ اور قراءۃ (یعنی قرآن) میں قیاس کیلئے (کوئی) دخل نہیں ہے (پس کسی کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ ایک مستقل اور منقول قاعدہ کو دیکھ کر دوسرا ویسا ہی قاعدہ کلیہ اپنی رائے سے بنا لے جب یہ بات ہے) تو تو اس (نقل) کو لازم (اور مضبوط) پکڑ لے جس میں (ائمہ کی) پسندیدگی ہے (یعنی انہی وجوہ کو اختیار کر جن کو فن کے معتبر اماموں نے پسند کیا ہے) حالانکہ تو (اس نقل کی حفاظت کا) ذمہ دار بننے والا ہو (یعنی دوسروں تک روایت کر تب بھی پوری ذمہ داری کے ساتھ کمی اور زیادتی کے بغیر کر دیا حالانکہ وہ نقل پسندیدگی کی ذمہ داری کی گئی ہے یعنی مشہور ہونے کے سبب اس کو پسندیدگی کی سند حاصل ہے)

شرح:۔ بعض حضرات صرف ورش کیلئے اور بعض تمام قراء کیلئے بین المرء میں دونوں جگہ اور مریم اور قریۃ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ہر جگہ راکو باریک پڑھتے ہیں اس بنا پر کہ ان میں را کے بعد کسرہ اور یا ہے اور یہی دونوں چیزیں کسرہ اور یائے ساکنہ اگر را سے پہلے ہوتی ہیں تو را باریک ہوا کرتی ہے (جیسا کہ اسی باب کے شعر ۱۲۲ میں گذر چکا ہے) نیز وقف والی را بھی پہلے کسرہ اور یائے ساکنہ سے باریک ہوا کرتی ہے جیسا کہ ابھی شعر ۱۲۳ میں آئے گا۔ اسی طرح بعد کے کسرہ اور یا سے بھی را باریک ہی ہونی چاہئے نیز الف میں امالہ بھی دونوں جانبوں کے کسرہ اور یا سے ہوتا ہے اور ترقیق بھی امالہ ہی کی طرح ہے اس لئے اس میں بھی دونوں طرف کے کسرہ اور یا کا اعتبار ہونا چاہئے اس قیاس کے جواب میں ناظم رحمہ فرماتے ہیں کہ بعد کے کسرہ اور یا سے را کا باریک ہونا کسی معتبر دلیل سے ثابت نہیں ہے اور نہ اکثر اماموں سے منقول ہے اور پہلی یا اور کسرہ سے را کا باریک ہونا متواتر نقل سے ثابت ہے اس لئے دونوں قسموں میں فرق ظاہر ہے پھر یہ قیاس کیونکر صحیح ہو سکتا ہے چنانچہ نشر میں ہے کہ اَلْمَرْءِ اور مَرْيَمَ اور قَرْيَةٍ میں قیاس کی رو سے را کا پُر ہی پڑھنا صحیح ہے اور متقدمین میں سے کسی کی نص بھی اس کے خلاف نہیں پائی جاتی اور دانی نے اس کے خلاف کہنے والوں کو غلطی پر بتایا ہے۔ اور وَمَا لِقِيَاسٍ الخ میں ایک کلیہ بتا دیا کہ قرآن میں قیاس کا ایسا دخل نہیں ہے جس کی بناء پر کوئی مستقل قاعدہ اپنی رائے سے بنا لیا جائے پس ترقیق کا امالہ پر اور را کے بعد والی یا اور بعد والے کسرہ کا پہلی یا اور کسرہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔ اس لئے کہ قراءت کی وجوہ متواتر نقل سے منقول ہیں جن میں رائے کا ذرا بھی دخل نہیں اور یہ حق تعالیٰ کی خاص حفاظت ہے جس کی وجہ سے علماء نے لوگوں کو یہ موقع نہیں دیا کہ وہ اپنی رائے سے قرآن میں کوئی چیز شامل کر سکیں اگر یہ نہ ہوتا تو توریت اور انجیل کی طرح قرآن مجید میں بھی بہت کچھ غلط ملط ہو جاتا پس جب قراءۃ کا مدار قیاس پر نہیں بلکہ صحیح نقل پر ہے تو اسے خادم قراءۃ سمجھنا چاہئے کہ جن وجوہ کو قراء نے نقل کے موافق ہونے کی بناء پر پسند کیا ہے ان کی مدد کا اور ان کے شائع کرنے کا ذمہ دار بن کر ان کی پوری حفاظت کرے اور اپنے قیاس کو بالکل دخل نہ دے اور اس کی تفصیل مقدمہ کے صفحہ ۴۲ پر گذر چکی ہے کہ قیاس کن موقعوں میں جائز اور کن موقعوں میں ناجائز ہے۔

فائدہ:۔ (۱) اگر حرکت والی را کے بعد کسرہ یا یا ہو تو اس میں بالاتفاق تفخیم ہے جیسے رَحِيمٌ - رُزِقُوا - لِلْبَشَرَيْنِ - وَحَجَرًا مِّنَ الْبَحْرَيْنِ - قَدِ افْتَرَيْنَا اور رائے ساکنہ میں سے بھی صرف اَلْمَرْءِ اور مَرْيَمَ اور قَرْيَةٍ میں اختلاف ہے حالانکہ اگر کسرہ اور یا ترقیق کا سبب ہے تو یہ تخصیص کس بناء پر ہے (۲) مَرْيَمَ اور قَرْيَةٍ میں مکی رحمہ - مہدوی رحمہ - ابن سفیان رحمہ - ابن شریح رحمہ - ابن الفحام رحمہ اہوازی کے قول پر سب کیلئے اور ابن بلیمہ کے قول پر صرف ازرق کے طریق سے ورش کیلئے ترقیق ہے اور اَلْمَرْءِ میں اہوازی وغیرہ کے قول پر سب کیلئے اور ابوبکر اذفوی اور ابن الفحام وغیرہ کے اور اہل مغرب میں سے بہت سے حضرات کے قول پر صرف مصریین کے طریق سے ورش کے لئے ترقیق ہے اور محققین کی رائے پر تینوں کلمات میں سب کیلئے تفخیم ہی ہے وہ ورش اور باقین کی قراءۃ میں کوئی فرق نہیں کرتے اور ابن شریح کے قول پر تفخیم اکثر اور خوب تر ہے (۳) حصری بھی تینوں میں ترقیق کے قائل ہیں چنانچہ فرماتے ہیں ؎

وَإِنْ سُكِّنَتْ وَالْيَاءُ بَعْدُ كَمَرْيَمٍ فَرَقِّقْ وَغَلِّطْ مَنْ يُفَخِّمُ عَنْ قَهْرِ

اور اگر را ساکن ہو اور اس کے بعد یا ہو جیسے مَرْيَمَ تو تو اس را کو باریک پڑھ اور جو لوگ اُس کو پُر پڑھتے ہیں ان کا سختی سے رد کر۔

وَلَا تَقْرَأَنْ رَا الْمَرْءِ إِلَّا رَقِيقَةً لَدَى سُورَةِ الْأَنْفَالِ أَوْ قِصَّةِ السِّحْرِ

اور اَلْمَرْءِ کی را کو باریک ہی پڑھ سورۃ انفال میں بھی اور جادو کے بیان میں (البقرہ میں) بھی اور لطف یہ ہے کہ مِّنْ رَّبِّهِمْ اور فِي السَّرْدِ - رَبِّ الْعَرْشِ - وَالْأَرْضِ وغیرہ میں سب کا تفخیم پر اجماع ہے حالانکہ ان میں اور بَيْنَ الْمَرْءِ میں کوئی بھی فرق نہیں۔ دانی فرماتے ہیں کہ اَلْمَرْءِ میں را سے پہلے فتحہ ہونے کے سبب تفخیم ہی قیاس سے زیادہ موافق ہے اور میں نے بھی تفخیم ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑھی ہے (نشر) (۴) اصفہانی اور بخاری راکے بعد کسرہ کی بہت سی مثالیں درج کرکے فرماتے ہیں کہ ان سب میں راکے پُر پڑھنے پر اجماع ہے حالانکہ ان میں اور بَيْنَ الْمَرْءِ میں کوئی فرق نہیں نیز اس میں ہمزہ کا شدیدہ ہونا بھی ترقیق کے بجائے تفخیم ہی کو چاہتا ہے اور یہ مد کا سبب بھی نہیں ہے البتہ بنتا ہے کہ مد کے ذریعہ اس کی شدت کے ادا کرنے پر قدرت حاصل ہو جائے پھر ورش کیلئے مَرْيَمَ اور قَرْيَةٍ میں حرکت والی یَا کا خَيْرَ اور ضَيْرَ کی یَا ئے ساکنہ پر قیاس کرنا بھی عجیب و غریب ہے نیز قراء اور علماء عربیت کا اس پر اجماع ہے کہ ترقیق کا سبب بننے میں راکے بعد کا کسرہ کوئی اثر نہیں رکھتا اور اسی طرح را سے پہلے حرکت والی یَا کا ہونا بھی اس کی ترقیق کا سبب نہیں ہے۔ عام ہے کہ یَا اکیلی ہو جیسے يَرْتَعْ اور يَرِدُونَ یا بعد کے کسرہ سمیت ہو جیسے يَرْجِعُونَ (۵) شعر ۳۱۱ میں اس صورت کا بیان ہے جس میں کسرہ اور یَا راکے بعد ہو اور اس سے پہلے اس کا عکس تھا (۶) شرح سے واضح ہو گیا ہے کہ وَمَا بَعْدَهُ كَسْرٌ اَوِ الْيَا اپنے عموم پر نہیں بلکہ تین کلمات کے ساتھ مخصوص ہے (۷) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ قیاس کی رو سے تو اس قسم کی ہر ایک را باریک ہی ہونی چاہئے تھی جیسا کہ اس صورت میں ہوتی ہے جبکہ کسرہ اور یائے ساکنہ را سے پہلے ہو لیکن ایسی راءات کی ترقیق کے بارہ میں نص نہیں آئی۔ (۸) وَمَا لِقِيَاسٍ الخ کا مقصد یہ ہے کہ اگر راکے بعد والے کسرہ اور یَا کو را سے پہلے کسرہ اور یَا پر قیاس کرنے کی اجازت دیدی جائیگی تو اس میں بڑی گنجائش نکل آئے گی اور مَرْيَمَ میں راکے باریک پڑھنے سے لازم آئے گا کہ يَرْتَعْ کی را میں بھی ترقیق ہو کیونکہ دونوں میں یَا فتحہ والی ہے جبکہ را سے پہلے اور بعد میں ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ يَرْتَعْ میں بدرجۂ اولیٰ ترقیق ہونی چاہئے کیونکہ یائے ساکنہ را سے پہلے ہو تو ورش کیلئے ترقیق کا سبب بنتی ہے اور را کے بعد ہو جیسے وَحَيْرَيْنِ اور الْبَحْرَيْنِ وغیرہ تو سبب نہیں بنتی اس لئے فتحہ والی یَا کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے۔ اور جب يَرْتَعْ میں را کو باریک پڑھیں گے تو پھر ورش کیلئے يَرِدُنَ میں بھی را باریک ہی ہو گی اور ایک جماعت نے تکلف اختیار کرکے يَرْتَعْ اور مَرْيَمَ میں دو طرح فرق کیا ہے ۱۔ يَرْتَعْ میں یَا مضارع کی ہے اس لئے اس کے بعد را کا سکون عارضی ہے جو اس یَا ہی کی وجہ سے آیا ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں کیا گیا اور مَرْيَمَ کی یَا اصلی ہے اس لئے معتبر ہے پس اس میں را کا سکون لازمی ہے ۲۔ يَرْتَعْ میں یَا کی حرکت یَا اور راکے درمیان فاصل ہے اس لئے ترقیق کے سبب میں ضعف آگیا اور مَرْيَمَ میں یہ بات نہیں ہے کیونکہ حرکت کا درجہ حرف کے بعد ہوا کرتا ہے پس یَا را سے متصل ہے (۹) فَدُونَكَ الخ کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ تو طلباء پر ظاہر کرنے اور ان کے سامنے بیان کرنے کا ذمہ دار بن کر اسی را کی ترقیق اختیار کر جس میں وہ منقول بھی ہو اور ائمہ نے اسی کو پسند بھی کیا ہو یا صرف اسی ترقیق کو اختیار کر جس کو ائمہ نے خود بھی پسند کیا ہو اور اس کے پسندیدہ ہونے کی ذمہ داری بھی کی ہو لیکن یہ بتایا ہو کہ یہ ترقیق معتبر شیوخ کے یہاں مختار ہے اور وہ یہی ہے کہ را کی ترقیق اس سے پہلے کسرہ اور یَا کی بناء پر صحیح ہے نہ کہ بعد والے کسرہ اور یَا کی بناء پر (۱۰) وَمَا لِقِيَاسٍ کا یہ مطلب نہیں کہ قیاس مطلقاً ممنوع ہے اور قراءۃ میں کسی جگہ بھی اس سے کام نہیں لیا جاتا یہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ دانی رحمہ اللہ نے بہت سے موقعوں میں قیاس کا ذکر کیا ہے چنانچہ بَيْنَ الْمَرْءِ میں فرماتے ہیں کہ قیاس کی رو سے اس میں خالص تفخیم ہے اور دانی ہی کی کتاب الامالہ میں باب الراءات کے آخر میں ہے کہ یہ راءات پر وقف کرنے کے احکام ہیں جو بالکل اسی طرح ہیں جس طرح ہم نے ان کو اہل اداء سے حاصل کیا ہے اور (کچھ وہ بھی ہیں) جن کو ہم نے اصول پر قیاس کیا ہے اس لئے کہ ہمیں ان میں سے اکثر میں نص نہیں ملی نیز کتاب الامالہ وغیرہ میں ورش کے الف کو امالہ بین بین سے پڑھنے کے بیان میں بھی قیاس کو بہت جگہ استعمال کیا ہے۔ سوال:۔ ناظم نے باب الامالہ ۳۲۲ میں تو وَاَقْتَسْ (قیاس کرے) فرمایا ہے اور یہاں شعر ۳۱۷ میں قیاس سے منع کیا ہے ان دونوں میں ضدیت معلوم ہوتی ہے۔ جواب:۔ وَاقْتَسْ کا مطلب یہ ہے کہ ایک قاعدہ کی چند مثالوں پر دوسری مثالوں کو قیاس کر لینا اور ان میں بھی وہی حکم جاری کر دینا جائز ہے اور اس مقام کا مقصد یہ ہے کہ قیاس کے ذریعہ ایک مستقل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قاعدہ بنا لینا جائز نہیں اور ان دونوں میں ذرا بھی ضدیت نہیں۔ پس قیاس کی دو قسمیں ہو گئیں:۔ ۱ـــ وہ جس کی اجازت ہے ۲ـــ وہ جس کی ممانعت ہے۔ دانی رح باب الراءات میں فرماتے ہیں کہ ان کے بارہ میں نص معدوم ہے اور ہم نے ان کو مذکورۂ بالا قواعد کے موافق بیان کیا ہے۔ مکی رح فرماتے ہیں کہ اس باب کا اکثر حصہ قیاسی ہے اور بعض حصہ شیوخ سے سن کر حاصل کیا گیا ہے ان دونوں حضرات کے کلام میں قیاس سے اجازت والا قیاس مراد ہے نہ کہ ممانعت والا یہ مطلب نہیں کہ ان دونوں اماموں نے محض قیاس پر عمل کر کے لوگوں کیلئے رائے سے کام لینے کا دروازہ کھول دیا ہے کیونکہ یہ دونوں حضرات انتہائی احتیاط سے کام لیتے تھے اور نقل کی پیروی کو نہایت ضروری جانتے تھے پس ایسا نہ ہو کہ تم ان دونوں کی عبارتوں کا مطلب ان کی مراد کے خلاف لیکر اس ارشاد کی وعید میں داخل ہو جاؤ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ (آل عمران ع ۸) (قاری رحمہ اللہ) اور اس بارہ میں مکی رح کی کچھ تقریر مقدمہ کے صفحہ ۲۵ پر بھی گذر چکی ہے اور دانی رح کے اشعار شرح کے صفحہ ۲۲ پر شعر نمبر ۲۱ کے بعد فائدہ کے ذیل میں درج ہو چکے ہیں۔

وقف والی را کے باریک اور پُر پڑھنے کا قاعدہ

۳۵۵/۱۳ وَتَرْقِيقُهَا مَكْسُورَةً عِنْدَ وَصْلِهِمْ ۔۔۔ وَتَفْخِيمُهَا فِي الْوَقْفِ أَجْمَعُ أَشْمُلَا

ترجمہ:- اور (تیرا) اس (را) کو کسرہ والی ہونے کی حالت میں ان (قراء) کے وصل کے وقت (تو) باریک (ہی) پڑھنا (ثابت) ہے (یعنی کسرہ والی را وصل میں سب کیلئے باریک پڑھی جاتی ہے) اور (تیرا) اسی (کسرہ والی را) کو وقف میں پُر پڑھنا (جبکہ اس سے پہلے کسرہ اور یائے ساکنہ اور امالہ اور ترقیق والی را نہ ہو، بہ نسبت باریک پڑھنے کے) جماعتوں کے اعتبار سے زیادہ جامع ہے (کیونکہ مکی اور حصری کے سوا سب حضرات اس کو پُر ہی پڑھتے ہیں البتہ ان دونوں اماموں کے قول پر اس کا باریک پڑھنا بھی جائز ہے اس بناء پر کہ را کا سکون عارضی ہے۔ پس جو کسرہ وصل میں تھا وہ گویا وقفاً بھی موجود ہے یعنی اگر کسرہ والی را سے پہلے ترقیق کا سبب نہ ہو تو وہ سکون سے وقف کرنے کی صورت میں مکی اور حصری کے سوا سب کے قول پر پُر ہوتی ہے اور جب کسرہ والی را سے پہلے ترقیق کے چار اسباب میں سے کوئی سبب ہو وہ بالاتفاق باریک ہوتی ہے صرف مکی کے قول پر اس سے پہلے ترقیق والی را ہونے کی صورت میں پُر پڑھنا بھی جائز ہے اور یہ صورت صرف ورش کی روایت پر بِشَرَرٍ (مرسلت) میں ہے)

۳۵۶/۱۴ وَلَكِنَّهَا فِي وَقْفِهِمْ مَعْ غَيْرِهَا ۔۔۔ تُرَقَّقُ بَعْدَ الْكَسْرِ أَوْ مَا تَمَيَّلَا

۳۵۷/۱۵ أَوِ الْيَاءِ تَأْتِي بِالسُّكُونِ وَرَوْمُهُمْ ۔۔۔ كَمَا وَصْلِهِمْ فَابْلُ الذَّكَاءَ مُصَقَّلَا

ترجمہ:- اور لیکن وہ (کسرہ والی را جو کلمہ کے آخر میں ہو) حالانکہ وہ اپنے ماسوا (فتحہ اور ضمہ اور سکون والی را) کے سمیت ہے ان (قراء) کے (را پر) وقف (کرنے کی صورت) میں کسرہ اور اس (الف) کے بعد باریک پڑھی جاتی ہے جس میں امالہ واقع ہوا ہو ـــ اور یا کے (بعد بھی باریک پڑھی جاتی ہے) جس (یا) کی حالت یہ ہو کہ وہ سکون پر (شامل ہو کر) آ رہی ہو (یعنی را یائے ساکنہ کے بعد ہو اور خلاصہ یہ ہے کہ کسرہ والی را پر سکون سے وقف کریں تو وہ ہر حال میں پُر ہوتی ہے لیکن چار حالتوں میں یہ کسرہ والی اور فتحہ اور ضمہ والی اور ساکنہ ہر ایک را وقفاً باریک ہو جاتی ہے۔ ۱ـــ ۲ـــ کسرہ اور یائے ساکنہ کے بعد سب کیلئے ۳ـــ امالہ والے الف کے بعد صرف امالہ والوں کیلئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعد ترقیق والی را کے بعد صرف (بِشَرَرٍ میں فقط ورش کیلئے) اور ان (قراء) کا (را پر) روم (سے وقف کرنا) ان کے وصل کی طرح ہے (پس کسرہ والی را وصل کی طرح روم سے وقف کرنے کی صورت میں بھی سب کیلئے باریک ہوگی اور ضمہ والی کسرہ اور یائے ساکنہ کے بعد ہو تو روم میں ورش کیلئے باریک اور باقین کیلئے پُر ہوگی اور کسرہ اور یائے ساکنہ کے بعد نہ ہو تو سب کیلئے پُر ہوگی چنانچہ اس را کا وصل میں بھی یہی حکم تھا) پس تو (اس اجمال سے تفصیل کے نکالنے میں اپنی) سمجھ کی تیزی کو آزما حالانکہ وہ (سمجھ) خوب صاف کی ہوئی (نہایت عمدہ) ہے (یعنی مطلب کو ہوشیاری سے نکال ایسا نہ ہو کہ کوئی صورت باقی رہ جائے یا خلط ملط کر کے ایک صورت کا حکم دوسری میں جاری کر دو)

شارح:- یعنی جس را پر کسرہ ہو اس کو وصل میں سب حضرات باریک پڑھتے ہیں (عام ہے کہ یہ کسرہ کاملہ ہو لازمہ ہو۔ جیسے بِرَبِّكُمْ اَلْغَارِ - اَلرِّقَابِ - كَالْفَخَّارِ خواہ عارضہ جو دو ساکن جمع ہو جانے کی یا نقل کی بناء پر آیا ہو جیسے وَاَنْذِرِ النَّاسَ - وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اور وَانْحَرْ اِنَّ ورش کی روایت پر یا یہ کسرہ بعضیہ ہو جو اختلاس اور امالہ کی حالت میں ہوتا ہے جیسے وَاَرِنَا اور تَرَاءَ میں ہے نیز یہ را کلمہ کے شروع میں ہو یا درمیان میں یا آخر میں اور را سے پہلا حرف ساکن ہو یا اس پر کوئی حرکت ہو اور را کے بعد والا حرف مستعلیہ ہو خواہ مستفلہ اسم میں ہو خواہ فعل میں اور مثالیں ظاہر ہیں اور یہ سب قیدیں تعمیم و توضیح کیلئے ہیں یہاں پہونچکر را کے وہ احکام ختم ہو گئے جو وصل سے متعلق ہیں جیسا کہ وَصْلِهِمْ سے اس کو ظاہر کر دیا ہے) اب وَتَفْخِيْمُهَا سے را کے وقفی احکام شروع کرتے ہیں یعنی اگر یہی کسرہ والی را کلمہ کے آخر میں ہو اور اس سے پہلے حرف پر فتحہ ہو جیسے وَنَهَرٍ یا ضمہ ہو جیسے وَدُسُرٍ یا پہلا حرف ساکن ہو جو یا کے سوا ہو اور اس سے پہلے حرف پر فتحہ یا ضمہ ہو جیسے اَلْقَدْرِ - خُسْرٍ اور ان تینوں حالتوں میں را پر سکون سے وقف کریں تو یہ را سب کیلئے پُر ہوتی ہے اور اکثر اہل ادا اسی پر ہیں اور یہی صحیح بھی ہے اور مکی اور حصری وغیرہ وقفی سکون کو عارضی سمجھکر کسرہ والی را میں وصل کی طرح وقفاً بھی ہر حال میں ترقیق کو جائز بتلاتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں ہے۔ لیکن ذیل کی چار صورتوں میں کسرہ اور فتحہ اور ضمہ والی اور ساکنہ چاروں قسم کی را بالاتفاق باریک ہوتی ہے۔ ۱ را کسرہ کے بعد ہو بلا فاصلہ ہو جیسے كُفِرَ - مُنْهَمِرٍ - عَسِرٌ۔ فَانْتَصِرْ یا مستعلیہ کے سوا کسی اور ساکن کے فاصلہ سے ہو جیسے اَلذِّكْرَ - حِجْرٍ - ذِكْرٌ (لیکن اگر را اور کسرہ کے درمیان کا ساکن استعلاء کا حرف ہو جو صرف عَيْنَ الْقِطْرِ (سباع) اور مِصْرَ میں چاروں جگہ ہے تو اس صورت میں را کو پُر بھی پڑھ سکتے ہیں اور باریک بھی لیکن وصل واصل کا لحاظ کرتے ہوئے صاحب نشر کی رائے پر وقفاً مِصْرَ میں پُر اور اَلْقِطْرِ میں باریک پڑھنا اولیٰ ہے) ۲ را یائے ساکنہ کے بعد ہو عام ہے کہ یا سے پہلے حرف پر زیر ہو خواہ زبر جیسے خَبِيْرٌ - خَيْرٌ - اَلْخَيْرَ - ضَيْرَ كَبِيْرٌ ۳ را امالہ یا تقلیل والے الف کے بعد ہو جیسے اَلنَّارِ - اَلْاَبْرَارِ امالہ اور تقلیل والوں کی قراءۃ پر ۴ را ترقیق والی را کے بعد ہو جو صرف ورش کی قراءۃ پر بِشَرَرٍ (مرسلات) میں ہے نمبر ایک اور دو میں سب کیلئے اور تین میں صرف امالہ اور تقلیل والوں کیلئے اور نمبر چار میں صرف ورش کیلئے سکون سے وقف کرنے کی صورت میں را باریک ہوتی ہے اور کسرہ کے بعد تو را چاروں طرح کی آتی ہے اور یائے ساکنہ کے بعد تینوں حرکتوں والی آتی ہے ساکنہ نہیں آتی اور امالہ اور ترقیق والی را کے بعد صرف کسرہ والی را آتی ہے ——— اور اگر کلمہ کے آخر والی را پر روم سے وقف کیا جائے تو اس کا حکم وصل کی طرح ہے یعنی جو را وصل میں پُر تھی وہ روم میں بھی پُر ہوگی اور جو وصل میں باریک تھی وہ روم میں بھی باریک رہیگی پس اگر را پر کسرہ ہو جیسے مِنَ النَّارِ - مِنْ خَيْرٍ - وَدُسُرٍ - اَلْقَدْرِ - فِي الْكُفْرِ تو روم میں سب کیلئے باریک ہوگی اور اگر اس را پر ضمہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں ۱ اس را سے پہلے یائے ساکنہ ہو جیسے كَبِيْرٌ - خَيْرٌ یا کسرہ ہو بلا فاصلہ ہو جیسے عَسِرٌ یا یا کے سوا کسی اور ساکن کے فاصلہ سے ہو جیسے اَلسِّحْرُ - اَلذِّكْرُ اس صورت میں تو را ورش کیلئے باریک اور باقین کیلئے پُر ہوگی ۲ یہ کہ ضمہ والی را سے پہلے یائے ساکنہ اور کسرہ نہ ہو جیسے وَالْقَمَرُ - نُعْنِ النُّذُرُ - كُفْرٌ - مُسْتَمِرٌّ - اَجْرٌ - قَدْرٌ - اَلْكَفُوْرُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَلنَّارِ اس صورت میں روم میں راسب کیلئے پُر ہوگی

فائدہ: (۱) امالہ والی را کا حکم اس لئے نہیں بتایا کہ کسرہ والی را کا حکم اس پر بھی دلالت کرتا ہے کیونکہ امالہ میں بھی کسرہ کا جزو ہوتا ہے یا اس لئے کہ شعر ۳۴۵ کے اَوْمَا تُمِيْلُ لَا سے اس کا حکم بھی نکل آتا ہے کیونکہ جب امالہ کے اثر سے بعد والی را تک بھی باریک ہو جاتی ہے تو خود وہ را تو بدرجۂ اولیٰ باریک ہوگی جس میں امالہ ہے (۲) عِنْدَ وَصْلِهِمُ میں وصل کی تصریح اس لئے کردی کہ وَتَفْخِيمُهَا فِي الْوَقْفِ اس کا مقابل بن جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ اس سے پیشتر کے سب احکام وصلی تھے اور یہاں سے وقفی مسائل شروع ہوئے ہیں (۳) کسرہ والی را کلمہ کے شروع اور وسط میں ہو تو حالین میں باریک ہوتی ہے اور آخر میں ہو اور اس سے پہلے ترقیق کا کوئی سبب نہ ہو تو وقفاً پُر ہوتی ہے لیکن ابو شامہؒ کے قول پر اس میں اشکال ہے کیونکہ عارضی سکون جس طرح اَلنَّاسِ۔ اَلنَّارِ کے امالہ کیلئے مانع نہیں بنتا اسی طرح ترقیق کیلئے بھی مانع نہ ہونا چاہئے چنانچہ مکیؒ فرماتے ہیں کہ اس باب کے اکثر مسائل تو قیاسی ہیں اور بعض ایسے ہیں جو تخریج سے سن کر حاصل کئے گئے ہیں اور اگر کوئی قائل یہ کہے کہ میں تو (کسرہ والی را کے) پورے باب میں سکون و روم دونوں طرح کے وقف میں (را کو اس کی) اصلی (وصل والی) حالت کے موافق (باریک) پڑھوں گا۔ تو اس کا یہ قول بھی بے وجہ (اور غیر معتبر) نہ ہوگا کیونکہ وقف اور حرکت کا حذف دونوں عارضی ہیں اور قرأۃ کے اکثر مسائل میں ائمہ عارض کا اعتبار نہیں کیا کرتے۔ پس یہ وجہ قیاسی ہے جو بالکل صحیح ہے اور راول (یعنی اس راسے پہلے ترقیق کا سبب نہ ہونے کی صورت میں پُر پڑھنا) خوب تر ہے اور حصری کہتے ہیں ؎

وَمَا اَنْتَ بِالتَّرْقِيْقِ وَاصِلُهُ نَقِفُ ... عَلَيْهِ بِهِ اِذْ لَسْتَ فِيْهِ بِمُضْطَرِّ

جو را وصلاً باریک ہو تم اس کو وقفاً بھی باریک ہی پڑھ سکتے ہو کیونکہ (قیاس کی رو سے) تم (اس کے پُر پڑھنے پر) مجبور نہیں ہو۔ **سوال:** اس کی وجہ کیا ہے کہ عارضی سکون جمہور کے قول پر وَنُذُرِ۔ نُكُرٍ۔ اَلْقَدْرِ وغیرہ میں را کی ترقیق کیلئے تو مانع بن جاتا ہے اور کسرہ کو موجود سمجھتے ہوئے را کو پُر پڑھتے ہیں اور فِي النَّارِ وَمِنَ النَّاسِ وغیرہ میں یہی عارضی سکون امالہ کیلئے مانع نہیں بنتا اور ان میں کسرہ کو باقی جان کر امالہ کرتے ہیں۔ **جواب:** دونوں میں فرق یہ ہے کہ لغت کی رو سے بہ نسبت ترقیق کے امالہ قوی تر اور مشہور تر اور قیاس سے زیادہ موافق ہے۔ کیونکہ وہ الف سے پہلے کسرہ نہ ہونے کی صورت میں بھی ہوتا ہے جیسا کہ یائی کلمات میں ہے اور رَخَافَ میں خفت والے کسرہ کی بناء پر ہے اس لئے عارضی سکون اضعف یعنی ترقیق کیلئے تو مانع بن گیا اور قوی (امالہ) کیلئے نہیں بنا۔ **سوال:** یہ فرق تو ضعیف ہے اس بناء پر کہ بِشَرَرٍ میں پہلی را کی ترقیق دوسری را کے کسرہ کی وجہ سے ہے اور یہ دانیؒ اور مکیؒ کی تصریح کے موافق وصل کی طرح سکون سے وقف کرنے کی صورت میں بھی ہوتی ہے اور یہ دلیل ہے اس پر کہ اس میں سکون کے سبب زائل ہو جانے کے باوجود بھی را کے کسرہ کا اعتبار کیا گیا ہے پس سکون عارضی امالہ کی طرح ترقیق کیلئے بھی مانع نہیں رہا اور راول ادا یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کلمہ میں وقفاً دوسری را کی ترقیق پہلی را کی ترقیق کی بناء پر ہے اور راس سے یہ نکلتا ہے کہ اس میں دوسری را کے کسرہ کا اعتبار نہیں کیا گیا ورنہ دوسری را کی ترقیق میں وہ خود ہی اثر انداز ہوتا اور پہلی را کی ترقیق کو سبب بنانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ **جواب:** سکونِ عارضی ترقیق کیلئے مانع ہے نہ کہ امالہ کیلئے بھی اور بِشَرَرٍ میں جو پہلی را کی ترقیق ہے وہ اَلنَّارِ کے الف کے امالہ کے مرتبہ میں ہے کیونکہ دونوں بعد کے کسرہ کی بناء پر ہیں اس لئے یہ ترقیق الف کے امالہ کی طرح وقفی سکون کے سبب کسرہ کے زائل ہو جانے پر بھی باقی رہتی ہے۔ (۴) اَجْمَعُ اَشْمُلَا میں تفخیم کے قائلین کی کثرت کی طرف اشارہ ہے۔ **سوال:** کیا مَا انْفَرَقَتْ میں استعلاء کے قاف کے سبب را پُر ہوگی **جواب:** نہیں کیونکہ اس میں باریکی کا سبب قوی ہے اور وہ را کا ذاتی کسرہ ہے اور استعلاء کا حرف کسرہ والی را کے سوا دوسری راءات میں ترقیق سے مانع ہوا کرتا ہے جیسے نِسْرَقَةً اور اِعْرَاضًا اور صِرَاطِ۔ کیونکہ ان راءات میں ترقیق کا سبب خود ان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذات میں نہیں ہوتا بلکہ ماقبل میں ہوتا ہے اس لئے وہ ضعیف ہے اور اسی لئے ان میں استعلاء کا مانع ہونا قوی ہو جاتا ہے۔ دانی کا قول یہی کہ کسرہ والی را میں ترقیق کے سوا کوئی وجہ جائز نہیں اس سے پہلے حرف پر چاہے جو حرکت ہو (ابراز) (۵) کسرہ اور یائے ساکنہ کے بعد ضمہ والی راسکون کی طرح اشمام سے وقف کرنے کی صورت میں بھی باریک ہوتی ہے پس یہاں ملا علی قاری رحمہ اللہ کے اس ارشاد میں (کہ سکون اشمام وروم دونوں سے خالی ہو) اشمام کا ذکر قلم کی لغزش کا نتیجہ ہے (۶) بَعْدَ الْكَسْرِ میں وہ کسرہ مراد ہے جو ورش کے مذہب کی رو سے مؤثر ہے تاکہ حکم اَلْتَخْسِر۔ اَلذِّكْر وغیرہ کو بھی شامل ہو جائے (۷) روم کی شال میں یہیں کا خَيْرًا۔ خَبِيْرًا وغیرہ کو لانا مناسب نہیں کیونکہ ان میں وقف الف پر ہوتا ہے نہ کہ را پر اور ان میں را کا حکم وصل کی طرح ہے کہ ورش کیلئے باریک اور باقین کیلئے پُر ہے (۸) اَلْقِطْر اور مِصْر میں سکون سے وقف کرنے کی صورت میں دانی نے جامع البیان وغیرہ میں ترقیق بیان کی ہے اور اَلذِّكْر وغیرہ کے اجماعی قاعدہ کی رو سے یہی اولیٰ ہے اور ابن شریح وغیرہ کی رائے پر ان میں تفخیم مختار ہے اور ورش کے قاعدہ کی رو سے یہی قیاس کے موافق ہے۔ (۹) اہل فن نے بیان کیا ہے کہ بِشَرَرٍ میں پہلی را کی ترقیق کا سبب دوسری کا کسرہ ہے اور اس پر سکون سے وقف کرنے کی صورت میں دوسری کی ترقیق کا سبب پہلی را کی ترقیق ہے اور اس میں یہ اشکال ہے کہ جب دوسری کا کسرہ پہلی کی ترقیق کا سبب بن گیا تو دوسری کی ترقیق کا سبب کس لئے نہیں بنا حالانکہ وہ خود اسی را پر ہے۔ یعنی مناسب یہ تھا کہ دونوں کی ترقیق کا سبب ثانی کے کسرہ ہی کو قرار دیتے (ابراز)۔ (۱۰) روم کا حکم وصل کی طرح اس لئے ہے کہ وصل میں پوری اور روم میں تہائی حرکت ہوتی ہے۔

تنبیہ:۔ کلمہ کے آخر والی را کی چار صورتیں ہیں ۱تا۳ تینوں طرح کی حرکت والی ۴ ساکن۔ ہر ایک پر وقف کرنے کا حکم اور اس کی تفصیل طلباء سے دریافت کی جائے اور مشق کرائی جائے۔

۳۵۸/۱۶۔ وَفِيْمَا عَدَا هٰذَا الَّذِيْ قَدْ وَصَفْتُهٗ عَلَى الْاَصْلِ بِالتَّفْخِيْمِ كُنْ مُتَعَمِّلَا

ترجمہ:۔ اور تو ان (تمام راءات) میں جو اس (مجموعہ) کے سوا ہیں جن کو میں نے (اس باب میں) بیان کر دیا ہے (را کی) اصل کے موافق پُر پڑھنے کیلئے عمل (کوشش اور محنت) کرنے والا رہ (یعنی چونکہ اکثر کے قول پر را میں اصل تفخیم ہے اور ترقیق اسباب کی بناء پر ہوتی ہے اس لئے را کی جو صورتیں میں نے بیان نہیں کیں ان سب میں را کو پُر ہی پڑھنا چاہئے۔ چونکہ ترقیق کی ضد تفخیم خود بھی محل آئی تھی اس لئے یہ شعر پہلے مضمون کی تاکید کے طور پر ہے)

شارح:۔ راءات تین طرح کی ہیں:۔ ۱ وہ جن میں صرف ورش کیلئے ترقیق بیان کی ہے یہ تو ورش کیلئے باریک اور باقین کے لئے پُر ہوں گی ۲ وہ جن میں سب کیلئے ترقیق بتائی ہے یہ سب کیلئے باریک ہوں گی ۳ وہ جن کو بیان ہی نہیں کیا جیسے رَبَّنَا رُحَمَاءُ۔ يَرْجِعُوْنَ۔ اَرَضِيْتُمْ۔ يَرُدُّوْكُمْ۔ حَذَرَ الْمَوْتِ۔ يُغْفَرُ وغیرہ یہ سب کیلئے پُر ہوں گی۔ اس بناء پر کہ را میں اصل تفخیم ہے۔ پس جن راءات میں ترقیق کا کوئی سبب نہ پایا جائے۔ ان میں را کی اصل پر عمل ہو گا۔

فائدہ:۔ فَاَسْرِ (ہود ع ۸ حجر ع ۵ دخان ع ۱) میں دونوں قراءتوں پر اور اَنْ اَسْرِ (طٰہٰ و شعراء ع ۴) میں ہمزہ قطعی والی قراءۃ پر اور وَالْفَجْرِ۔ وَنُذُرِ (قمر) میں چھیوں جگہ اور اِذَا يَسْرِ (فجر) میں یا کے حذف والی قراءۃ پر ان چاروں کلمات کی را میں وقفاً دونوں وجوہ بیان کی گئی ہیں ۱ تفخیم قاعدہ کے عام ہونے کی بناء پر اور عمل بھی اسی پر ہے ۲ ترقیق اس لئے کہ ان میں را کا کسرہ بتلاتا ہے نیز ان میں را کے بعد اصل کی رو سے یا بھی تھی پس را کے باریک پڑھنے سے بنائی اور اعرابی کسرہ میں فرق بھی ہو جاتا ہے اور یا کی طرف اشارہ بھی محل آتا ہے اور اسی لئے ان میں ترقیق کو اولیٰ بتایا ہے۔ رہے نَحْجُرُ اور اُخْرِ وغیرہ سو ان میں نہ تو کسرہ بنائی ہے اور نہ را

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بعد یا نقی اس لئے ان ایں ترقیق کو جائز نہیں رکھا۔
النحو العربیہ :- ۲۵۳/۱۱ ۱ بَعْدَہُ کَسْرٌ یا تو فعلیہ ہے یا اسمیہ ۲ فَمَا کی ذا عموم کیلئے ہے ۳ دَقِیْقٌ اَیْ
قَوِیٌّ مُعْتَمَدٌ ۴ فَیَمْثُلَا نفی کا جواب ہونے کے سبب اَنْ مقدرہ سے منصوب ہے اور مُثُوْلٌ (ظُهُوْرٌ) سے ہے اَیْ
یَظْهَرَ اور جعبری نے جو یُذْکَرُ سے تفسیر کی ہے وہ حاصل معنیٰ کے طور پر ہے اور ملا قاری کی رائے پر اس سے اصل فعل کے مجہول
ہونے کا وہم ہوتا ہے۔ ۲۵۴/۱۲ ۱ فِیْ۔ مَدْخَلٌ (دُخُوْلٌ) کے متعلق ہے ۲ فَدُوْنَکَ کی فا تعقیبیہ ہے اور یہ اسم فعل ہے جو
اِلْزَمْ کے معنیٰ میں ہے ۳ اَلرِّضَا وادی ہے اس لئے اس کا الف اپنی صورت میں ہے ۴ مُتَکَفِّلًا اَیْ مُتَحَمِّلًا فا کے
کسرہ کی صورت میں فاعل سے اور فتحہ کی تقدیر پر مفعول سے حال ہے۔ ۲۵۵/۱۲ ۔ عِنْدَ وَصْلِهِمْ پہلے اور اَجْمَعُ دوسرے
مبتدا کی خبر ہے اور اَجْمَعُ دونوں کی خبر اس لئے نہیں ہو سکتا کہ کسرہ والی را میں اختلاف وقفاً ہی ہے وصلاً نہیں۔ ۲۵۶/۱۴ ۱ لٰکِنْ
استدراکیہ ہے پس یہ صورتیں استثناء کے مرتبہ میں ہیں ای تُفَخَّمُ الرَّاءُ الْمَکْسُوْرَۃُ وَقْفًا فِیْ جَمِیْعِ الْاَحْوَالِ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ بَعْدَ
کَسْرٍ اَوْ حَرْفِ مُمَالٍ اَوْ یَاءٍ سَاکِنَۃٍ ۲ مَعَ۔ کَائِنَۃً کے متعلق ہو کر تُرَقَّقُ کے فاعل سے حال ہے۔ ۳ اَوْ یہاں اور آئندہ
شعر دونوں میں یا تو واو کے معنیٰ میں ہے یا تنویع کے لئے ہے ۴ مَا نکرہ موصوفہ ہے ای بَعْدَ حَرْفٍ مُمَالٍ۔ ۲۵۷/۱۵ ۱ اَوِ الْیَاءِ
پہلے شعر کے اَلْکَسْرِ پر معطوف ہے ۲ تَاْتِیْ۔ اَلْیَاءِ سے اور بِالسُّکُوْنِ۔ تَاْتِیْ کی ضمیر سے حال ہے ۳ کَمَا وَصْلِهِمْ
میں مَا زائدہ ہے ۴ فَابْلُ۔ بَلَا۔ یَبْلُوْ سے ہے وَنَبْلُوْکُمْ (انبیاء ع) کی طرح ۵ اَلذَّکَاءَ۔ سُرْعَۃَ الْفَهْمِ
کے معنیٰ میں ہے ۶ مُصَقَّلًا۔ مَصْقُوْلًا کا مبالغہ ہے اور یہ یا تو اَلذَّکَاءَ سے حال ہے یا اس کی تقدیر بَلَاءً مُصَقَّلًا
ہے۔ ۲۵۸/۱۶ ۱ فِیْ۔ کُنْ مُتَعَمِّلًا کے حاصل معنیٰ کا ظرف ہے ۲ عَلٰی جعبری کی رائے پر تو با کے معنیٰ میں ہے اور
مُتَلَبِّسًا کے متعلق ہو کر مُتَعَمِّلًا کے فاعل سے حال ہے اور ابراز سے یہ نکلتا ہے کہ یہ مُتَعَمِّلًا کے متعلق ہے اور ملا قاری کی رائے
پر بِنَاءً مقدر کے متعلق ہو کر مفعول لہ ہے اور کُنْ مُتَعَمِّلًا کے متعلق نہیں اور یُبْنیٰ مقدر کا مفعول مطلق بھی کہہ سکتے ہیں نیز
ممکن ہے کہ عَلٰی۔ اَلْمَبْنِیِّ مقدر کے متعلق ہو کر بِالتَّفْخِیْمِ کی صفت ہو ۳ بَا۔ مُتَعَمِّلًا کے متعلق ہے اور جعبری کی
رائے پر لام کے معنیٰ میں ہے اور ملا قاری کی رائے پر با سببیہ ہے جو علت کے لام کے معنیٰ دیا کرتی ہے اور یہاں لِلتَّفْخِیْمِ
بھی کہہ سکتے تھے۔ ۴ عَدَا فعل بھی ہو سکتا ہے اور حرف بھی پہلی صورت میں جاوز کے اور دوسری تقدیر پر غَیْرَ
کے معنیٰ دے گا ۵ هٰذَا یا تو عَدَا کا منصوب ہے یا مجرور ۶ اَلَّذِیْ صلہ سمیت هٰذَا کی صفت ہے۔ ۷
مُتَعَمِّلًا۔ تَعَمَّلَ سے ہے جو آہستگی سے کام کرنے کے معنیٰ میں ہے چنانچہ تَعَلَّمَ بھی تھوڑا تھوڑا سیکھنے کے معنیٰ میں آتا ہے
اور تَعَمَّلَ لِکَذَا کے معنیٰ ہیں اس نے محنت سے کام کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَابُ اللَّامَاتِ

اس میں ۲ چند شعر ہیں۔

اُنیسواں۱۹ باب لام کے پُر اور باریک پڑھنے کے بیان میں

شرح :- را کے برعکس لام میں اصل ترقیق ہے اور یہاں اس اصل کا ترک تناسب اور یکسانی کے لئے ہے یعنی لام کا پُر حروف کے بعد آنا یہی چاہتا ہے کہ اس کو بھی پُر کیا جائے اور تغلیظ و تفخیم دونوں ہم معنیٰ ہیں ۔۔۔ ابراز میں ہے کہ اس باب کو قرآآت کے اکثر مصنفین نے بیان نہیں کیا ۔ چنانچہ اہل مغرب اور اہل مصر ہی نے اس کا اہتمام کیا ہے ۔ بغدادیین اور شامیین نے (ورش سے لام کی تغلیظ بیان) نہیں (کی) اور اس میں شک نہیں کہ اگر لام کا پُر پڑھنا لغت کی رو سے ثابت بھی ہو جائے تب بھی یہ ضعیف اور ثقیل لغت ہے اور عرب کے فصیح لغات میں ثقیل کے بجائے خفیف حروف کو پسند کیا جاتا ہے اور لام کا پُر پڑھنا اس کے برعکس ہے نیز ورش کی مشہور قراءۃ کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں امالہ بین بین اور را کی ترقیق اور ہمزہ کی تخفیف ہے جو نقل و ابدال و تسہیل سے ہوتی ہے اور اسی لئے باقین کی طرح ورش کے اکثر رواۃ نے بھی لام کی تغلیظ کو ترک کر دیا ہے یہ یونس بن عبد الاعلیٰ اور داؤد بن ابی طیبہ وغیرہ کی روایت ہے ۔ اور مکی رحمہ کہتے ہیں کہ لام کی تغلیظ کے بارہ میں ورش سے نقل مضطرب ہے اس کے متعلق تعریج نہایت کمی کے ساتھ پائی جاتی ہے ۔ انتہیٰ ۔ اس کے بارہ میں علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس باب میں ابوشامہؒ نے ایسی اجنبی بات فرما دی ہے جس کی بناء پر وہ درست راہ سے نکل گئے ہیں اور جعبریؒ نے پورے اہتمام سے اس تقریر کا رد کیا ہے ۔ کیا موصوف اللہ کے لام کی اجماعی تغلیظ کو بھی ثقیل بتا کر ترک فرمائیں گے ۔

۳۵۹/۱ ۔ وَغَلَّظَ وَرْشٌ فَتْحَ لَامٍ لِصَادِهَا (ص) اَوِ الطَّاءِ اَوْ لِلظَّاءِ قَبْلُ تَنَزُّلَا

ترجمہ :- اور ورش نے لام کے فتحہ کو (یا فتحہ والے لام کو) اس (لام) کے (تعلق والے) صاد یا طا کی وجہ سے یا ظا کی وجہ سے پُر پڑھا ہے حالانکہ یہ (تینوں حروف اس لام سے) پہلے (خوب) نازل (واقع) ہونے والے ہوں (یا اس حالت میں کہ ان تینوں میں سے ہر ایک حرف اس لام سے پہلے نازل ہوا ہو)

ان تینوں حروف کی شرطیں

۳۶۰/۲ ۔ اِذَا فُتِحَتْ اَوْ سُكِّنَتْ كَصَلَاتِهِمْ وَمَطْلَعِ اَيْضًا ثُمَّ ظَلَّ وَيُوصَلَا

ترجمہ :- (ان تینوں حرفوں کے بعد لام کو پُر اس صورت میں پڑھا ہے) جب یہ (تینوں حروف) فتحہ دیئے گئے ہوں یا ساکن کئے گئے ہوں (اور ان حروف کے بعد پُر لام کی مثالیں) صَلَاتِهِمْ کی اور نیز مَطْلَعِ کی اور ظَلَّ اور يُوصَلَ کی طرح ہیں ۔

* * * * *

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ چار صورتیں جن میں لام میں دونوں وجوہ ہیں اور پہلی تین میں دونوں مساوی اور چوتھی میں ترقیق افضل بلکہ صرف وہی صحیح ہے

۳۶۱ وَفِي طَالَ خُلْفٌ مَعْ فِصَالًا وَعِنْدَمَا ۔ يُسَكَّنُ وَقْفًا وَالْمُفَخَّمُ فُضِّلَا

ترجمہ:۔ اور اس طَالَ میں (تینوں جگہ) خُلف ہے جو فِصَالًا (بقرہ ع ۳۰ اور یَصّٰلٰحَا نساء ع ۱۹) سمیت ہے اور کلمہ کے آخر والے) اس (لام) میں (بھی خلاف ہے) جو وقف میں ساکن کر دیا جائے اور (دونوں صورتوں میں لام کا) پُر پڑھنا افضل قرار دیا گیا ہے (یعنی جب ان حروف اور لام کے درمیان الف فاصل ہو یا ان حروف کے بعد والے لام پر وقف کر دیا جائے تو ان دونوں صورتوں میں لام کو پُر اور باریک دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں لیکن پُر پڑھنا افضل ہے)

۳۶۲ وَحُكْمُ ذَوَاتِ الْيَاءِ مِنْهَا كَهٰذِهِ ۔ وَعِنْدَ رُءُوسِ الْآيِ تَرْقِيقُهَا اعْتَلَا

ترجمہ:۔ اور ان (لامات) میں سے (جن میں پُر پڑھنے کا قاعدہ موجود ہو) یا (سے بدل جانے) والے (الفات کے پاس والے لامات) کا حکم (بھی) اِنہی (لامات) کی طرح ہے (جو ابھی شعر ۳۶۱ میں مذکور ہوئے ہیں یعنی طَالَ اور یَطُلْ وغیرہ کی طرح مُصَلًّى اور یَصْلٰی وغیرہ کے لام میں بھی امالہ والوں کے قول پر دونوں وجوہ ہیں تغلیظ اس لئے کہ لام سے پہلے پُر پڑھنے کا سبب موجود ہے اور ترقیق امالہ والے الف کی بناء پر ہے اور اس قسم میں بھی لام کا پُر ہی پڑھنا اولیٰ ہے کیونکہ لام سے پہلے سبب بھی ہے اور لام بھی امالہ والے الف سے پہلے ہے پس اس الف کے آنے سے پیشتر ہی سبب لام میں اپنا اثر کر دیتا ہے چنانچہ دانی نے اس قسم میں بھی تفخیم ہی اولیٰ بتائی ہے رہے یائی کلمات میں فتحہ والے حضرات سو ان کے قول پر تو مُصَلًّى اور یَصْلٰی وغیرہ کے لام میں تفخیم ہی متعین ہے کیونکہ ترقیق کا سبب امالہ تھا اور وہ ان کے مذہب پر ہے ہی نہیں ۔ یا امالہ کے الف سے پہلے لامات کا حکم مذکورہ بالا لامات کی طرح ہونے کے معنی یہ ہیں کہ طَالَ اور یَطُلْ کی طرح مُصَلًّى اور یَصْلٰی میں بھی دونوں وجوہ ہیں یعنی فتحہ کے ساتھ لام میں تغلیظ اور امالہ کے ساتھ ترقیق ہوگی اور یہ دونوں وجوہ باب الامالہ کے شعر ۲۴۲ سے نکلی ہیں جس میں یہ ہے کہ یائی کلمات میں ورش کیلئے فتحہ اور تقلیل دونوں ہیں پہلی صورت میں تشبیہ دونوں وجوہ کے درست ہونے اور تفخیم اولیٰ ہونے کے مجموعہ میں ہوگی اور دوسری تقدیر پر صرف دونوں وجوہ کے جائز ہونے میں ہوگی اور مصرع کا مطلب یہ ہے کہ جو لام قاعدہ کی رو سے پُر ہوں اور ان الفات سے پہلے ہوں جن میں ورش کیلئے فتحہ اور تقلیل دونوں وجوہ ہوا کرتی ہیں (جو حرف صاد کے بعد ان چھ کلمات میں آئے ہیں ۱ مُصَلًّى (بقرہ ع ۱۵) میں وقفاً ۲ یَصْلٰهَا (اسراء ع ۲ اور واللیل) میں ۳ وَیَصْلٰی (انشقاق) ۴ الَّذِیْ یَصْلَی (اعلیٰ) میں وقفاً ۵ تَصْلٰی (غاشیہ) میں ۶ سَیَصْلٰی (تبّت) میں) ان لامات میں بھی دونوں وجوہ ہیں اور پُر پڑھنا اولیٰ ہے لیکن اس صورت میں لام کے بعد والے الف میں صرف فتحہ ہوگا امالہ قطعاً نہ ہوگا اور لام کو باریک پڑھنے کی صورت میں الف میں صرف امالہ ہوگا فتحہ ہرگز نہ ہوگا) اور رؤسِ آیات (صَلّٰی (قیامہ ۔ اعلیٰ ۔ علق)) میں اس (لام) کا باریک پڑھنا (اور اس کے بعد والے الف میں امالہ کرنا بہ نسبت پُر اور فتحہ سے پڑھنے کے) بلند (وافضل) ہو گیا ہے (اور اس سے نکل آیا کہ صَلّٰی میں ان تینوں جگہ لام کو پُر پڑھتے ہوئے الف کا فتحہ بھی صحیح ہے گو اولیٰ نہیں ہے لیکن یہ اس غیر مشہور مذہب کی بناء پر ہے جس کے لحاظ سے رؤس آیات میں بھی فتحہ اور تقلیل دونوں درست ہیں اور چونکہ مشہور مذہب کی بناء پر رؤس آیات میں صرف تقلیل ہے اس لئے صَلّٰی میں ان تینوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جگہ یہی ایک وجہ متعین ہے کہ لام کو باریک پڑھتے ہوئے الف میں امالہ بین بین کیا جائے)

شرح:- ورش ان تین شرطوں سے ہر ایک لام کو پُر پڑھتے ہیں نمبر ۱۔ لام پر فتحہ ہو عام ہے کہ اس پر تشدید ہو یا نہ ہو نمبر ۲۔ لام سے پہلے اسی کلمہ میں صاد۔ طا۔ ظا میں سے کوئی حرف آرہا ہو نمبر ۳۔ یہ تینوں حرف یا تو ساکن ہوں یا ان پر فتحہ ہو تشدید ہو خواہ نہ ہو صاد جیسے صَلَوٰتِهِمْ۔ صَلَوٰتِهِمْ۔ يُصَلَّبُوٓا۔ اَصْلَحَ۔ اِصْلَاحٍ۔ فَيُصْلَبُ۔ طا جیسے اَلطَّلَاقُ۔ اَنْطَلَقْتُمْ۔ طَلَّقْتُمُ۔ وَالْمُطَلَّقٰتُ۔ مُعَطَّلَةٍ۔ مَطْلَعِ۔ ظا جیسے ظَلَمَ۔ ظَلَمُوْٓا۔ ظَلَمْنَا۔ بِظَلَّامٍ۔ وَظَلَّلْنَا۔ فَيَظْلَلْنَ کا پہلا لام اور يُظْلَمُوْنَ اَظْلَمَ۔ ظَلَّ۔ فَظَلَّتْ اور لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ۔ يُصَلُّوْنَ۔ صَلْصَالٍ میں پہلی اور ضَلَلْنَا۔ اَضْلَلْنَ۔ خَلَاقٍ اور اَلْخَلْقُ میں دوسری اور اَلظُّلَّةِ۔ فُصِّلَتْ۔ ظِلٰلٍ میں تیسری شرط نہیں ہے اور لَسَلَّطَهُمْ۔ تَلَظّٰى۔ خَلَطُوْا میں طا اور ظا پہلے ہونے کے بجائے لام کے بعد میں اس لئے ان سب صورتوں میں لام کو باریک پڑھتے ہیں —— اور ذیل کی تین صورتوں میں نشر کی رو سے لام میں دونوں وجوہ صحیح ہیں اور پُر پڑھنا اولیٰ ہے۔ نمبر ۱۔ ان حروف اور لام کے درمیان الف فاصل ہو جو صرف تین کلمات طَالَ (طٰہٰ ع۔ انبیاء ع و حدید ع) میں اور فِصَالًا (بقرہ ع) میں اور يَصَّالَحَا (نساء ع) میں آیا ہے۔ نمبر ۲۔ ان حروف کے بعد لام کلمہ کے آخر میں ہو اور اس پر وقف کر دیا جائے اور ایسا لام ان چھ کلمات میں آیا ہے (۱) يُوْصَلَ (بقرہ و رعد ع) (۲) فَصَلَ (بقرہ ع) (۳) فُصِّلَ (انعام ع) (۴) وَبَطَلَ (اعراف ع) (۵) ظَلَّ (نحل ع و زخرف ع) (۶) وَفَصْلَ (ص ع) نمبر ۳۔ لام ان حروف میں سے صاد کے بعد ہو اور یائی کلمات میں ہو یعنی لام کے بعد امالہ والا الف آرہا ہو جیسے يَصْلٰهَا اور یہ بھی چند کلمات میں آیا ہے جو شعر نمبر کے ترجمہ میں درج ہو چکے ہیں۔ تینوں صورتوں میں تغلیظ اس لئے ہے کہ لام سے پہلے سبب موجود ہے رہی ترقیق سو وہ پہلی صورت میں تو الف فاصل کی بناء پر ہے اور دوسری صورت میں اس لئے ہے کہ وقف کے سبب لام پر فتحہ نہیں رہتا اور تیسری صورت میں اس لئے ہے کہ لام کے بعد امالہ والا الف آرہا ہے۔ اور جو لام صاد کے بعد رؤس آیات میں ہو جو صرف صَلّٰى میں ہے (جو قیامہ ع اور اعلیٰ اور علق میں آیا ہے) اس کا باریک پڑھنا اور اس کے بعد والے الف میں امالہ کرنا افضل ہے بلکہ یہی ضروری ہے اور اس صَلّٰى میں تینوں جگہ لام کا پُر پڑھنا صحیح نہیں اور تفصیل ترجمہ میں درج ہو چکی ہے۔

فائدہ نمبر ۱ (۱) جن تین صورتوں میں دونوں وجوہ بتائی ہیں علی ضباع کی رائے پر ان میں سے پہلی اور تیسری قسم میں تغلیظ زیادات میں سے ہے اور غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ تیسیر میں صاد۔ طا۔ ظا کا لام سے متصل ہونا بھی شرط کیا ہے اور طَالَ وغیرہ میں الف فاصل کی بناء پر اتصال نہیں ہے اور رؤس آیات میں ترقیق کو قیاس سے زیادہ موافق بتایا ہے اس سے نکل آیا کہ جو یائی کلمات رؤس آیات نہیں ہیں جیسے يَصْلٰهَا ان میں بھی ترقیق ہی ہے اور تیسیر میں ان دونوں قسموں کا ذکر صراحۃً نہیں ہے تاکہ یہ نتیجہ برآمد ہو سکے کہ اس میں صرف ترقیق ہے (۲) یہاں تغلیظ کے معنیٰ ہیں لام کے فتحہ کو زیادہ بلندی کی طرف لے جانا اسی لئے کسرہ اور ضمہ اور سکون والے لام میں جاری نہیں ہے اور اس کی ضد اس عمل کا ترک ہے جیسے يُصَلِّيْ۔ تَطَّلِعُ۔ وَصَلْنَا اور بعض صَلْصَالٍ میں پہلے لام کو استعلاء کے دو حرفوں کے درمیان ہونے کے سبب پُر پڑھتے ہیں لیکن اکثر کی رائے پر تغلیظ فتحہ ہی والے لام میں ہوتی ہے (۳) ابو الطیب طا کو سبب نہیں بناتے اور تشدید والے لام کو صاد کے بعد باریک اور ظا کے بعد پُر پڑھتے ہیں (۴) بعض وغیرہ ضاد کے بعد بھی ضَلَلْنَا۔ اَضْلَلْتُمْ۔ فَضَّلَا۔ وَضَلَّ وغیرہ میں لام کو پُر کرتے ہیں اور بعض ہر اس لام کو پُر بتاتے ہیں جو استعلاء کے دو حرفوں کے درمیان ہو اور تا کا فاصل معاف ہے جیسے خَلَطُوْا۔ خَلَقُوْا۔ اَخْلَصُوْا۔ وَغَلَّقَتِ۔ فَاسْتَغْلَظَ۔ الْمُخْلَصِيْنَ۔ خَلْقُ اللّٰهِ۔ مَا اخْتَلَطَ اور یہ سب قیاسات ہیں جو ان روایات پر مبنی ہیں جو نقل و لغت کی رو سے ضعیف ہیں۔ (۵) صقلی اطباق کے چاروں حروف کے بعد ضمہ والے لام کو پُر کرتے ہیں جیسے نَصْلُ۔ فَضْلُ اللّٰهِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تَطَلَّعَ۔ مَظْلُومًا لیکن محققین اسی پر ہیں جو ناظم نے بیان کیا ہے (۶) اصفہانی باقی قراء کی طرح ورش کے لئے بھی راءات کو پُر اور لامات کو باریک پڑھتے ہیں (۷) ان تینوں حروف کے مفتوح یا ساکن ہونے کی شرط اس بناء پر ہے کہ ان دونوں صورتوں میں بہ نسبت کسرہ اور ضمہ کی حالت کے مستعلیہ کی استعلائی صفت قوی ہو جاتی ہے اور اسی لئے عُطِّلَتْ۔ فُصِّلَتْ۔ ظِلَلٍ۔ ظُلَلٍ میں تفخیم نہیں ہوتی (۸) ان حروف کے بعد کلمہ کے درمیان والا لام تو حالین میں پُر ہی ہوتا ہے اور آخر والا وصلاً پُر ہی ہے اور وقفاً اس میں دونوں وجوہ ہیں (۹) چونکہ نظم کی عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ مختلف طَالَ اور فِصَالًا ہی میں ہے حالانکہ وہ یَصَّلَحَا کو بھی شامل ہے اس لئے ابو شامہ کی رائے پر وَعِنْدَ مَا۔ يُسَكَّنُ وَقْفًا کے بجائے وَسَاكِنٍ وَقْفٍ اولیٰ تھا۔ (۱۰) دانی فرماتے ہیں کہ طَالَ والی قسم میں تفخیم استعلاء کے حرف کی قوت کا اعتبار کرنے کی بناء پر ہے اور ترقیق اس (الف) فاصل کی بناء پر ہے جو استعلاء کے حرف اور لام میں جدائی کر رہا ہے لیکن اولیٰ تفخیم ہی ہے کیونکہ فاصل حرف الف ہے اور فتحہ بھی اسی کی جنس سے ہے (اس لئے گویا فتحہ لام سے متصل ہی ہے) (۱۱) چونکہ مشدد حرف ایک ہی حرف کے حکم میں ہوتا ہے اس لئے ظَلَّ اور يُصَلَّبُوا وغیرہ میں پہلا لام فاصل نہیں تاکہ طَالَ کی طرح ان میں بھی دونوں وجوہ جاری کی جائیں بلکہ ان میں سبب لام سے متصل ہی ہے۔ سوال:۔ باب الراءات کے شعر ۱۳ میں گذر چکا ہے کہ اگر کسرہ والی راء سے پہلے ترقیق کا سبب نہ ہو تو سکون سے وقف کرنے کی صورت میں راء میں صرف تفخیم ہوتی ہے اور ترقیق کا سبب (کسرہ) نہ رہنے کی بناء پر جمہور کے مذہب کی رو سے ترقیق بالکل نہیں ہوتی اس کا تقاضا یہ تھا کہ بَطَلَ وغیرہ میں جب لام وقفاً ساکن ہو جائے تو اس میں صرف ترقیق ہوتی کیونکہ تفخیم کی شرط نہیں رہتی اور وہ لام کا فتحہ ہے پس جب راء اور لام دونوں اس بات میں شریک ہیں کہ دونوں میں سبب و شرط کا نہ رہنا عارضی ہے تو دونوں کا حکم بھی یکساں ہونا چاہئے تھا یعنی جس طرح کسرہ والی راء میں وقفاً صرف تفخیم ہے اسی طرح لام میں صرف ترقیق ہوتی پھر یہ فرق کس بناء پر ہے کہ راء میں تو صرف تفخیم ہے اور لام میں دونوں وجوہ ہیں اور تفخیم اولیٰ ہے۔ جواب:۔ دونوں میں فرق ظاہر ہے جس کو آپ نے بھی تسلیم کر لیا ہے اور وہ یہ ہے کہ وقفی سکون کے باعث راء میں تو ترقیق کا سبب (کسرہ) ہی زائل ہو گیا ہے اور لام میں تغلیظ کا سبب تو موجود ہے اور وہ استعلاء کا حرف ہے اور لام کا فتحہ شرط ہے اس میں وقفی سکون نے اپنے عارضی اور سبب کے قوی ہونے کی بناء پر پورا اثر نہیں کیا جس سے لام میں صرف ترقیق متعین ہو جاتی پس چونکہ مقابل ضعیف تھا اس لئے سبب نے اپنا عمل کر لیا۔ پس لام کی تغلیظ کی صورت میں سبب کی قوت کا اور ترقیق کی صورت میں شرط کے نہ رہنے کا اعتبار کیا گیا ہے۔ (۱۲) ذوات الیاء سے مراد وہ یائی کلمات ہیں جن کے آخر میں یاء سے بدلا ہوا الف ہو جیسے يَصْلَى (۱۳) مُصَلًّى (البقرہ ع ۱۵) اور يَصْلَى النَّارَ (اعلیٰ) میں دونوں وجوہ (یعنی تغلیظ و فتحہ اور ترقیق و امالہ) صرف وقفاً ہوں گی اور وصل میں صرف تغلیظ و فتحہ ہے ترقیق و امالہ قطعاً نہیں کیونکہ وصلاً بعد کے ساکن کے سبب امالہ والا الف حذف ہو جاتا ہے (۱۴) ابراز اور جعبری کی شرح میں مُصَلًّى کو رأس آیت قرار دینا کاتب کے قلم کی لغزش کا نتیجہ ہے کیونکہ اس پر کسی شمار میں بھی آیت نہیں ہے۔ اسی لئے سخاوی نے اس کو غیر رؤس آیات میں بیان کیا ہے (۱۵) جو یائی کلمات رؤس آیات نہیں ہیں جیسے مُصَلًّى۔ يَصْلَى ان میں تغلیظ و فتح کا اور رؤس آیات والوں میں ترقیق و امالہ کا اولیٰ بتانا اس بناء پر ہے کہ رؤس آیات میں یہ بات پیش نظر ہوتی ہے کہ تمام آیات تلفظ میں یکساں رہیں اور تغلیظ سے یہ مقصد فوت ہو جاتا ہے اور غیر رؤس آیات میں موافقت و یکسانی کی رعایت منظور نہیں ہوتی (۱۶) یہاں رؤس آیات سے مراد وہ کلمات ہیں جن میں لام کی تغلیظ اور ترقیق و امالہ دونوں کا سبب موجود ہو جو صرف صَلَّى میں ہے اور وہ تین جگہ آیا ہے۔ دانی فرماتے ہیں کہ رؤس آیات میں دونوں وجوہ عمدہ ہیں اور ترقیق قیاس سے زیادہ موافق اور اولیٰ ہے اور اس کی تفصیل شعر نمبر ۴ کے ترجمہ میں درج ہو چکی ہے (۱۷) ترجمہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ كَمَا ذِهِ سے ان دو قسموں کے لامات کی طرف اشارہ ہے جو شعر ۳ میں مذکور ہیں۔

فائدہ نمبر ۱:۔ (۱) فتحہ والے لام سے پہلے طائے ساکنہ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ہی میں آئی ہے (۲) لام کے تشدید والا ہونے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تصریح شبہ دور کرنے کے لئے کی گئی ہے کیونکہ بعض حضرات مُصَلّٰی وغیرہ میں مدغم کی جدائی کا اعتبار کرکے ترقیق کرتے ہیں لیکن عمل تغلیظ ہی پر ہے (۳) لام سے پہلے یہ تینوں حروف اسی کلمہ میں ہوں اس قید سے صِرَاطَ الَّذِیْنَ نکل گیا اور جعبری کا اسی قید سے عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰکِبُوْنَ کا خارج کرنا مناسب نہیں کیونکہ وہ تو طا کے کسرہ کے سبب شامل ہی نہیں ہے (۴) جعبری کی رائے پر دَنِیْ ظَالَ کی تقدیر دَنِیْ کَظَالَ ہے تاکہ یَصَّلٰهَا کو بھی شامل ہوجائے اور قرینہ کَصَلْصَالٍ بِنَهِمْ شعر ۳۵۲ کا کاف ہے (۵) بعض نے صَلّٰی (قیامہ ـ اعلیٰ ـ علق) میں لام کی تغلیظ و ترقیق کو الف کے فتحہ اور تعلیل میں مزب دے کر اس میں چار وجوہ بتائی ہیں لیکن یہ ان کا وہم ہے اور شعر ۳۵۲ کے ترجمہ میں معلوم ہوچکا ہے کہ اس میں صرف ایک وجہ (ترقیق کے ساتھ امالہ) صحیح ہے (۶) اصفہانی فرماتے ہیں کہ لا یَصْلٰهَا میں (یعنی ان یائی کلمات میں جو رؤس آیت نہیں ہیں) امالہ والوں کیلئے دو وجوہ ہیں ۱۔ لام کی تغلیظ و فتح ۲۔ ترقیق و امالہ مگر پہلی وجہ میں فتح والوں کی وجہ بھی آجاتی ہے اس لئے معنی تین ہوجاتی ہیں اور رؤس آیات میں بھی یہی دو وجوہ ہیں اور ثانی کو افضل بتلایا ہے۔ لیکن ان میں اول غیر مشہور مذہب کی بنا پر ہے (۷) علی قاری کی رائے پر غیر رؤس آیات کے یائی کلمات میں ترقیق زیادات میں سے ہے کیونکہ تیسیر میں ان کے متعلق کچھ بھی بیان نہیں کیا۔ پس مفہوم سے نکل آیا کہ یہ تغلیظ کے عام قاعدہ میں داخل ہیں۔ احقر کہتا ہے کہ یہ تقریر نہایت عمدہ ہے پس علی ضباع کا اس قسم میں تغلیظ کو زیادات میں سے قرار دینا جیسا کہ اوپر گذرا مناسب نہیں۔

۳۶۳ وَكُلٌّ لَدٰى اسْمِ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ كَسْرَةٍ ... يُرَقِّقُهَا حَتّٰى يَرُوقَ مُرَتَّلَا
۵

ترجمہ:۔ اور ہر ایک (قاری) اللہ کے نام میں اس (لام) کو کسرہ کے بعد (ہونے کی حالت میں) باریک پڑھتا ہے تاکہ وہ (اللہ کا نام سننے والے کو) عمدہ (اور خوشنما) معلوم ہو حالانکہ وہ (نام لام کی باریکی کے سبب) ہموار (اور منتظم) بنا دیا گیا ہے (یعنی چونکہ کسرہ بھی باریک ہوتا ہے اور اس کے بعد لام کو بھی باریک پڑھا گیا اس لئے اسم اعظم کا تلفظ ہموار اور مناسب ہوکر عمدہ ہوگیا اور اگر کسرہ کے بعد لام کو پُر پڑھتے تو یہ ہمواری کی خوبی پیدا نہ ہوتی)

۳۶۴ كَمَا فَخَّمُوهُ بَعْدَ فَتْحٍ وَضَمَّةٍ ... فَتَمَّ نِظَامُ الشَّمْلِ وَصْلًا وَفَيْصَلَا
۶

ترجمہ:۔ (کسرہ کے بعد لام کو اسی طرح باریک پڑھتے ہیں) جس طرح ان سب (حضرات) نے اس (لام یا لفظ اللہ) کو فتحہ اور ضمہ کے بعد پُر پڑھا ہے پس (لام کی) جماعت (کے احکام) کا اکٹھا ہونا کامل ہوگیا ہے وصل (کی حالت) میں (بھی) اور فصل کی حالت) میں (بھی یعنی لام کے وصلی اور وقفی دونوں قسم کے احکام بیان ہوچکے ہیں یا لفظ اللہ کے ان تینوں حرکات سے متصل ہونے کی حالت میں بھی اور منفصل ہونے کی حالت میں بھی یعنی عام ہے کہ یہ تینوں حرکات لفظ اللہ سے متصل ہوں جیسے تَاللّٰهِ ـ بِاللّٰهِ ـ لِلّٰهِ یا منفصل ہوں جیسے قَالَ اللّٰهُ ـ قُلِ اللّٰهُ ـ رُسُلُ اللّٰهِ دونوں صورتوں کا حکم ایک ہی ہے کہ کسرہ کے بعد لام باریک اور فتحہ اور ضمہ کے بعد پُر ہوتا ہے)

تشریح:۔ یعنی اللہ کے لام کو کسرہ کے بعد سب حضرات باریک پڑھتے ہیں جیسے بِاللّٰهِ ـ اَفِی اللّٰهِ ـ بِسْمِ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ـ قُلِ اللّٰهُمَّ ـ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ ـ اَحَدٌ نِ اللّٰهُ اور فتحہ اور ضمہ کے بعد اس لام کو سب پُر پڑھتے ہیں جیسے وَاللّٰهِ ـ شَهِدَ اللّٰهُ ـ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ ـ رُسُلُ اللّٰهِ ـ قَالُوا اللّٰهُمَّ ـ

تنبیہ:۔ (۱) اگر اللہ کے لفظ سے پہلے امالہ والا الف آرہا ہو جو نَرَى اللّٰهَ ـ اور وَسَيَرَى اللّٰهُ میں سوسی کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روایت پر ہے تو اس لام میں دونوں وجوہ جائز اور صحیح ہیں۔ کیونکہ امالہ کی صورت میں لام سے پہلے خالص فتحہ کا نہ رہنا ترقیق کو اور خالص کسرہ کا نہ ہونا تفخیم کو چاہتا ہے اور نشر کی تصریح کے موافق ناظم رح کی رائے پر پُر پڑھنا اولیٰ ہے اتحاف البریہ میں ہے سے

وَعَنْ صَالِحٍ بَعْدَ الْمُمَالِ فَفَخِّمَنْ وَرَقِّقْ نُهًى اِذْ حُكْمُهُ مُتَبَدِّلًا

امالہ والے الف کے بعد صالح (سوسی) کیلئے اللہ کے لام کو پُر بھی پڑھ اور باریک بھی۔ (۲) اور اگر لفظِ اللہ زبر اور پیش والی باریک را کے بعد ہو جیسا کہ اَغَیْرَ اللّٰہِ اور ذِکْرُ اللّٰہِ میں ورش کی روایت پر ہے تو لام میں صرف تفخیم ہوتی ہے کیونکہ ترقیق سے فتحہ اور ضمہ میں ذرا بھی فرق نہیں آتا پس بعض حضرات کا یہ قیاس صحیح نہیں کہ امالہ کے بعد والے لام کی طرح ترقیق کے بعد والے میں بھی دونوں وجوہ درست ہیں اور اس کی تفصیل مقدمہ کے صفحہ ۲۵ پر ملے گی۔

فائدہ:۔ (۱) اللہ کے لام کے باریک اور پُر پڑھنے کے قاعدہ پر عربیت کے علماء بھی قراء کے ساتھ متفق ہیں یعنی غیر قرآن میں بھی جاری ہے (۲) کسرہ کے مناسب ترقیق ہی ہے تاکہ زبان کو پستی سے بلندی کی طرف جانے کی دشواری پیش نہ آئے اور حسن بھی اسی میں ہے (۳) اسمِ اعظم میں لام کا پُر پڑھنا تعظیم ظاہر کرنے کی غرض سے ہے۔ اور استعلاء کا حرف نہ ہونے پر بھی لام کا پُر ہونا اسی اسم کے ساتھ مخصوص ہے اسی لئے لَحْمٌ۔ لَبَنٌ اور لَیْلٌ وغیرہ کے سب لام باریک پڑھے جاتے ہیں (۴) چونکہ لام میں اصل ترقیق ہے اور را میں اصل تفخیم ہے اس لئے اللہ کا لام عارضی کسرہ سے بھی باریک ہی ہوتا ہے جیسے قُلِ اللّٰہُ اور را عارضی اور منفصل کسرہ سے باریک نہیں ہوتی اور اس فرق کی وجوہ دو ہیں ۱۔ را کی ترقیق اس کے امالہ کے حکم میں ہے جس کیلئے قوی سبب درکار ہے اور عارضی اور منفصل کسرہ قوی نہیں۔ اس لئے ان سے را میں ترقیق نہیں ہوتی اور لام کی ترقیق کے معنیٰ یہ ہیں کہ کسی قسم کی زیادتی کے بغیر لام کو اس کی اصل حقیقت پر رکھا جائے اور تغلیظ کے معنیٰ ہیں لام میں کسی قسم کی زیادتی کر دینا پس چونکہ لام کی ترقیق اصل کے موافق تھی اس بناء پر اس کیلئے عارضی کسرہ بھی کافی ہو گیا۔ ۲۔ را سے پہلے تو منفصل حرکتیں بھی آتی ہیں اور متصل بھی اس لئے اس میں دونوں کا اعتبار کرنے کی گنجائش تھی اس لئے کر لیا اور اللہ کے لام سے پہلے جو حرکت بھی آتی ہے وہ ہر جگہ منفصل ہی ہوتی ہے حقیقۃً ہو جیسے عَسَی اللّٰہُ۔ دَعَوُا اللّٰہَ بِہِ اللّٰہُ یا حکماً جیسے بِاللّٰہِ۔ لِلّٰہِ کیونکہ اصل کی رو سے بِا اور لام مابعد سے جدا ہیں گو رسماً نہیں اس لئے لام میں دونوں کے اعتبار کی گنجائش نہیں تھی اور یہ تفصیل اس صورت میں ہے کہ لفظ اللہ کو ماقبل سے ملا کر پڑھیں ورنہ اس سے ابتدا کرنے کی صورت میں تو لام ہر جگہ پُر ہی ہوتا ہے کیونکہ اس صورت میں ہمزہ وصلی پر زبر آتا ہے اور مثال آیۃ الکرسی وغیرہ کے شروع میں ہے (۵) امالہ کی تقدیر پر نَرَی اللّٰہَ میں تفخیم اس لئے ہے کہ لام سے پہلے فتحہ کا کچھ حصہ اب بھی موجود ہے اور ترقیق اس لئے ہے کہ امالہ کے سبب لام سے پہلے قدرے کسرہ آگیا ہے اور دانی کی رائے پر یہی اولیٰ ہے اور اس کی دو وجوہ ہیں۔ ۱۔ اس لام میں تفخیم فتحہ اور ضمہ سے ہوا کرتی ہے اور یہاں دونوں نہیں ہیں ۲۔ امالہ کے بعد وقف والی را باریک ہوا کرتی ہے اس لئے لام کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے (۶) رُسُلُ اللّٰہِ اللّٰہُ (انعام ع ۱۵) میں وصلاً پہلے اسم کا لام پُر اور دوسرے کا باریک ہوگا اور اَلْحَمِیْدِ اللّٰہِ (ابراہیم ع ۱) میں دونوں قراءتوں پر وصلاً باریک اور ابتداءً پُر ہوگا (ابراز) (۷) علی قاری رح کے قول پر اللہ کے لام کے پُر ہونے کی تین وجوہ ہیں: ۱۔ اسم اعظم کی تعظیم لیکن اس کا پورا حق اس وقت ادا ہوگا کہ اَللّٰہ کہتے وقت دل میں اس کے سوا کوئی بھی نہ ہو ۲۔ اس کا اظہار کہ یہ نام معبود برحق ہی کیلئے مخصوص ہے۔ ۳۔ تاکہ تفخیم کے ذریعہ اس میں اور اَللّٰتَ میں اس صورت میں فرق ظاہر ہو جائے جبکہ اس پر ہا سے وقف کریں (۸) بعض اہل مغرب اور مصریین اَفَلَا مُهُمْ نُعَلِّمُهُمْ۔ کُلٌّ یَّلُوْنَ۔ فَسَئَلُوْهُمْ میں بھی لام کو پُر پڑھتے ہیں اور یہ شاذ ہے (۹) دو لاموں کے جمع ہونے کی چار صورتیں ہیں ۱۔ دونوں باریک جیسے عَلَی الَّذِیْنَ ۲۔ دونوں پُر جیسے اَظْلَّ اللّٰہُ ۳۔ پہلا باریک اور دوسرا پُر جیسے اَجَلَ اللّٰہِ۔

ـــــــ

سے لیکن یہ صورت قرآن کریم میں واقع نہیں ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

و مُّصَلَّ اللّٰہِ بمعنی پہلا پُر اور دوسرا باریک جیسے وَظَلَّلْنَا پس ہر ایک لام کو اس کے قاعدہ کے موافق پڑھنا چاہیے اور اختلاف کی (یعنی تیسری اور چوتھی) صورت میں پوری طرح احتیاط کی جائے (۱۰) جعبری فرماتے ہیں کہ اَلصَّلٰوۃُ اور اَلطَّلَاقَ اور ظَلَّ وغیرہ میں پُر لام کے بعد والے الف کے پُر کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ یہ لحن ہے حالانکہ قراء کے یہاں مشہور یہ ہے کہ ادا میں الف اپنے سے پہلے حرف کے تابع ہے یعنی پُر حرف کے بعد پُر اور باریک کے بعد باریک پڑھا جاتا ہے اور یہی حق اور صواب ہے۔

النحو والعربیہ:۔ ۳۵۹ ع۱ علی قاری کی رائے پر فَتْحَ لَامِ کے بجائے لَامَ فَتْحِ اولیٰ تھا کیونکہ تغلیظ حرف میں ہوا کرتی ہے نہ کہ حرکت میں ع۲ لِصَادِھَا میں صاد کی اضافت لام کی طرف اتصال اور تاثیر کے تعلق کی بناء پر ہے یعنی صاد لام سے متصل بھی ہوتا ہے اور اس میں اثر بھی کرتا ہے ع۳ اَوْ تنویع کے لئے ہے ع۴ لِلظَّاءِ میں لام کا اعادہ وزن کی رعایت سے ہے ع۵ قَبْلُ اس نَازِلَاتٍ مقدر کا ظرف ہے جو تینوں حروف سے حال ہے ع۶ تَنَزَّلَا ایک روایت پر مصدر اور دوسری پر زاء کے فتحہ سے ماضی کا صیغہ ہے پہلی صورت میں نَازِلَاتٍ مقدر کا مفعول مطلق ہوگا اور دوسری تقدیر پر تینوں حروف سے حال ہوگا اور قَبْلُ بھی اسی کا ظرف بنے گا نہ کہ نَازِلَاتٍ مقدر کا۔ ۳۶۰ ع۱ اِذَا شرط ع۱ کے غَلَّظَ کا مفعول فیہ ہے ع۲ کَصَلَاتِہِمْ۔ اَلْمُغَلَّظُ۔ مقدر کی خبر ہے اور جعبری اور اصفہانی کی رائے پر اسی صَلَاتِہِمْ سے واضح ہو گیا کہ شعر ع۱ کے لِصَادِھَا میں صَادِ مہملہ مراد ہے نہ کہ معجمہ۔ یعنی اگر کوئی غلطی سے لِضَادِھَا پڑھ لے تو صَلَاتِہِمْ پر پہونچکر اپنی غلطی سے آگاہ ہو جائے گا۔ اور بعض کی رائے پر لِصَادِھَا کا بلا قید لانا ہی واضح کر رہا ہے کہ لِضَادِھَا مراد نہیں لیکن وہم ضرور ہوتا ہے ع۳ اَیْضًا مصدر ہے جو رَاجِعًا کے معنیٰ میں ہو کر صَلَاتِہِمْ سے حال ہے ای رَاجِعًا کُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَمْثِلَۃِ الثَّلَاثَۃِ مُنْضَمًّا اِلٰی صَلَاتِہِمْ یعنی ان تینوں مثالوں کو بھی صَلَاتِہِمْ کے ساتھ شامل کر لو ع۴ ثُمَّ واو کے معنیٰ میں ہے ع۵ یُوْصَلَا میں الف اطلاقی ہے۔ ۳۶۱ ع۱ فِیْ اور عِنْدَ ثَابِتٌ کے متعلق اور مفعول فیہ ہو کر خُلْفٌ کی خبر ہیں ع۲ وَقْفًا یا تو یُسَکَّنُ کا مفعول فیہ ہے ای فِی الْوَقْفِ یا اس کی ضمیر سے حال ہے ای ذَا وَقْفٍ اَوْ مَوْقُوْفًا عَلَیْہِ ع۳ وَالْمُفَخَّمُ یا تو مصدر میمی ہے یا اسم مفعول ہے۔ ۳۶۲ ع۱ مِنْھَا کَائِنَۃً کے متعلق ہو کر ذَوَاتِ الْیَاءِ سے حال ہے اور اس کی ھَا لامات کے لئے ہے اور ابو شامہ کی رائے پر ان الفاظ کے لئے ہے جن میں وہ لام ہو جس میں پُر ہونے کا قاعدہ پایا جا رہا ہو۔ ع۲ عِنْدَ یا تو ترقیق کا مفعول فیہ ہے یا اِعْتَلَا کا۔ ۳۶۳ ع۱ کُلٌّ کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے ای وَکُلُّ قَارِیٍٔ لَدَیٰ۔ مُرَقِّقٌ کا مفعول فیہ ہے ع۲ مِنْ یا تو مُرَقِّقٌ کے متعلق ہے یا اس کَائِنَۃً کے جو مُرَقِّقُھَا کی ضمیر منصوب سے حال ہے ع۳ مُرَقِّقٌ ای یُعْجِبُ ع۵ مُرَتَّلَا۔ ثَغْرٌ رَّاتِلٌ سے ہے یعنی وہ دانت جو ہموار ہوں۔ ۳۶۴ ع۱ کَمَا میں مَا مصدریہ ہے اور کَانَ کَائِنًا کے متعلق ہو کر تَرْقِیْقًا مقدر کی صفت ہے جو شعر ع۵ کے مُرَقِّقُھَا کا مفعول مطلق ہے ای تَرْقِیْقًا کَتَفْخِیْمِ کُلِّہِمُ اللَّامَ ع۲ فَخَّمُوْہُ کی ضمیر منصوب یا تو لام کے لئے ہے اور مُرَقِّقُھَا میں لام کی ضمیر کو مؤنث اور فَخَّمُوْہُ میں مذکر لانا تفنن کی بناء پر ہے نیز اس طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے کہ حروف کیلئے دونوں طرح کی ضمیریں لے آنا جائز ہے یا یہ ھَا لفظ اللہ کے لئے ہے اور مضاف مقدر ہے ای فَخَّمُوْا لَامَہٗ اور ابو شامہ کی رائے پر مُرَقِّقُھَا کی مناسبت سے یہاں بھی فَخَّمُوْھَا اولیٰ تھا ع۳ فَتْحٍ کی تا نصیر ہے۔ ع۴ نِظَامُ الشَّمْلِ ای اجتماع جماعۃ الاسلام ع۵ وَصْلًا وَّتَفْصِیْلًا دونوں مصدر ہیں۔ جو مفعول کے معنیٰ میں ہو کر نظام سے یا الشَّمْلِ سے حال ہیں اور ابو شامہ کی رائے پر فَخَّمُوْہُ کی ضمیر مفعول سے حال ہیں ای ذَوَاتِ وَصْلٍ وَّتَفْصِیْلٍ ای سَوَاءٌ کَانَتِ الْحَرَکَاتُ الْمَذْکُوْرَۃُ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

عَلٰی حُرُوْفٍ مُّتَّصِلَةٍ بِالْاِسْمِ الْعَظِیْمِ اَوْ عَلٰی حُرُوْفٍ مُّنْفَصِلَةٍ فِیْ کَلِمَةٍ اُخْرٰی +

بَابُ الْوَقْفِ عَلٰی اَوَاخِرِ الْکَلِمِ

بیسواں باب کلمات کے آخر پر سکون و روم و اشمام سے وقف کرنے کے بیان میں

اس میں گیارہ شعر ہیں

شرح :- (۱) قراء کے یہاں وقف کے معنیٰ یہ ہیں کہ جو کلمہ رسماً مابعد سے جدا ہو اس کے آخر پر اتنی دیر ٹھہرنا جس میں عادۃً سانس لے سکیں لیکن شرط یہ ہے کہ قراءۃ کو جاری رکھنے کا ارادہ ہو وقف کے بعد سے پڑھیں خواہ کچھ پہلے سے پس اگر قراءۃ کے بند کر دینے کے ارادہ سے ٹھہریں تو اس کو قطع کہتے ہیں اور سکتہ کے معنیٰ ہیں کلمہ کے آخر پر اتنی دیر ٹھہرنا جس میں سانس نہ لے سکیں اسی لئے قطع کے بعد تو اعوذ کی حاجت ہوتی ہے اور وقف و سکتہ کے بعد نہیں ہوتی اور نشر کی رو سے یہی تعریف مختار ہے اور بعض نے اس طرح تعریف کی ہے کہ کلمہ کے آخر پر کچھ دیر کیلئے آواز کا بند کر دینا پس آواز کا بند کر دینا جنس ہے اور کلمہ کے آخر پر فصل ہے جس سے کلمہ کے درمیان کا وقف نکل گیا کیونکہ یہ لغوی وقف ہے اصطلاحی نہیں اور کچھ دیر کیلئے کہنے سے سکتہ نکل گیا کیونکہ اس میں صرف ذرا سی دیر ٹھہرتے ہیں اور یہ قید اس سانس لینے کے بجائے ہے جس کی بعض نے تصریح کی ہے (۲) چونکہ تلاوت میں سانس لینے کی حاجت بھی ضرور پیش آتی ہے اس بنا پر قاری کیلئے لازم ہے کہ ایسی جگہ ٹھہرے جس سے عبارت کے معنیٰ اور مطلب میں خلل نہ آئے اور اس سلسلہ میں دو باتوں کا معلوم کر لینا نہایت ضروری ہے ۱۔ محلِ وقف کہ وقف کس جگہ کیا جائے ۲۔ کیفیتِ وقف کہ کس طرح وقف کیا جائے چونکہ پہلی بحث اتفاقی ہے اس لئے اس کا مقام تجوید کی کتب ہیں اور دوسری بحث کا بھی اکثر حصہ تو اتفاقی ہی ہے لیکن کچھ حصہ اختلافی بھی ہے اور اسی کی وجہ سے فن کی کتابوں میں یہ باب منعقد کیا جاتا ہے دونوں بحثوں کے متعلق ضروری اصول نہایت جامعیت و اختصار کے ساتھ شرح سبعہ میں درج کئے گئے ہیں فَجَزَی اللّٰہُ الْمُصَنِّفَ الْعَلَّامَ شَیْخَنَا اَحْسَنَ الْجَزَآءِ - اور قاری محب الدین صاحب الٰہ آبادی مد اللہ فیوضہم نے وقف کے بارہ میں دو رسالہ (معرفۃ الوقوف اور جامع الوقوف) نہایت جامع تصنیف فرمائے ہیں جو دلچسپ اور بے نظیر ہیں۔ یہاں ضرورت کے موافق نقل کیا جاتا ہے :

علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ ترتیل کے معنیٰ ہیں حروف کو تجوید سے پڑھنا اور وقف کے موقعوں کا معلوم کرنا۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کوئی سورۃ نازل ہوتی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس کے حلال و حرام اور امر و نہی اور وقوف کے موقع سکھاتے تھے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وقوف قرآن کی منزلیں ہیں۔ محقق رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ وقوف کا سیکھنا واجب ہے اور اس پر صحابہ کا اجماع ہے اسی لئے امام نافع - ابو عمرو - عاصم - ابو جعفر - یعقوب وغیرہ سے متواتراً منقول ہے کہ وہ وقوف کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ اسی لئے بعض ائمہ متاخرین نے معلمین کے لئے یہ شرط مقرر کی ہے کہ وہ اپنے شاگردوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں سے کسی کو بھی اس وقت تک اجازت نہ دیں جب تک وہ وقف وابتدا میں ماہر نہ ہو جائے۔

قراء سبعہ میں سے مدنی اور شامی حُسنِ وقف اور حُسنِ ابتدا کی رعایت رکھتے تھے (جیسے سَلٰمًا سَلٰمًا واقعہ ع کہ یہاں سابقین کے انعام ختم ہو کر وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ سے عام مومنین کے انعامات شروع ہوئے ہیں پس دونوں جانب بشارتوں کا مضمون ہے) اور مکی آیات پر وقف کرنا پسند کرتے تھے چنانچہ ابو الفضل رازی کہتے ہیں کہ ابن کثیر اِلَّا اللّٰهُ (آل عمران ع) اور وَمَا يُشْعِرُكُمْ (انعام ع) اور يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ (نحل ع) کے سوا آیات کے درمیان کسی جگہ بھی وقف نہیں کرتے تھے اور بصری سے تین قول منقول ہیں ۱ آیات پر وقف خود فرماتے ہیں کہ مجھے آیات پر وقف کرنا پسند ہے ۲ حُسنِ ابتدا جیسے شَيْءٍ قَدِيْرٌ (بقرہ ع) کے بعد توحید کا بیان شروع ہوتا ہے یا ہیا خٰلِدُوْنَ جو بقرہ ع میں ہے کہ اس کے بعد وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے مومنین کیلئے بشارت شروع ہوتی ہے ۳ حُسنِ وقف جیسے يَحْزَنُوْنَ (بقرہ ع د ش) پر بشارت کا مضمون ختم ہوا ہے دوسرا قول ابو الفضل خزاعی سے اور تیسرا ابو الفضل رازی سے منقول ہے اور عاصم وکسائی کلامِ تام پر کرتے تھے اور حمزہ اس جگہ وقف کرتے تھے جس جگہ سانس لینے کی ضرورت ہوتی تھی کیونکہ ان کے نزدیک تمام قرآن ایک سورۃ کے حکم میں ہے اور ترتیل کو پسند کرتے ہیں —— قرآن میں فقہی اصطلاح کے موافق نہ کوئی وقف واجب ہے نہ حرام لیکن اگر کسی جگہ وقف کرنے سے مراد کے خلاف دوسرے معنیٰ کا وہم ہوتا ہو اور کوئی بدعقیدہ اسی معنیٰ کی نیت سے وقف کرے تو اس صورت میں حرام ہو جاتا ہے اسی طرح اگر کسی جگہ وصل سے یہی صورت پیدا ہو جاتی ہو اور قاری نیت بھی اسی فاسد معنیٰ کی کرے تو وہاں وقف واجب ہو جاتا ہے اور اگر بلا ارادہ ایسی صورت پیش آجائے تب بھی اہل ادا کے نزدیک منع ہے گو اس صورت میں قاری گنہگار نہیں ہوتا اس لئے وقوف کا محفوظ رکھنا ہر شخص کیلئے ضروری ہے تاکہ وقف بے موقع نہ ہو —— اور جو حضرات معنیٰ نہیں جانتے ان کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ جس جگہ میم ۔ طا۔ جیم ۔ زا۔ صاد میں سے کوئی رمز بنی ہوئی ہو یا صرف گول آیت ہو۔ اسی جگہ وقف کریں اور جگہ نہ کریں۔

فائدہ:۔ (۱) وقف کی کیفیت کے بارہ میں نو طریق مستعمل ہیں ۱ الحاق سکتہ کی ھا کا زیادہ کرنا یہ قیاسی نہیں صرف ان تیرہ ۱۳ موقعوں میں آتی ہے جن میں منقول ہے جن میں سے پانچ۔ اکیسویں باب میں اور باقی باب الفرش میں آئیں گے ۲ اثبات اس واو۔ یا۔ الف مدہ کا ثابت رکھنا جو وصل میں دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر حذف ہو جاتے ہیں۔ اس کا بیان بھی انشاء اللہ تعالیٰ اکیسویں باب میں آئے گا ۳ حذف ان زائد یاآت کا وقفاً ثابت نہ رکھنا جن کو بعض قراء صرف وصل میں پڑھتے ہیں اس کا بیان تیئسویں ۲۳ باب میں آئے گا ۴ ادغام ۵ نقل ان کا بیان وقف حمزہ وہشام میں گزر چکا ہے ۶ ابدال اس کی تین صورتیں ہیں (الف) نصب کے تنوین کو الف سے بدل لیتے ہیں جیسے فُرَاتًا۔ رَقِيْبًا (ب) جو تانیث کی تا مفرد اسموں میں ہو اس کو ھا سے بدل لیتے ہیں جیسے اٰيَةٌ۔ رَحْمَتَ وغیرہ یہ بھی اکیسویں باب میں آئیں گی (ج) ہمزہ کو الف ۔ یا۔ واو سے بدل لیتے ہیں یہ قسم بھی گیارہویں باب میں بیان ہو چکی ہے ۷ اسکان آخر حرف کی حرکت کا حذف کر دینا۔ ۸ روم۔ زیر وپیش کی طرف اشارہ کرنے کیلئے دونوں کا تیسرا حصہ ادا کرنا ۹ اشمام پیش کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہونٹوں کو کلی کی طرح گول بنا لینا ان تینوں قسموں کا ذکر اس باب میں آئے گا (۲) ابو شامہ نے وقف کی کیفیت کے بارہ میں سات مذہب بیان کئے ہیں ۱ نصب کی تنوین کا الف سے ابدال اور رفع اور جر کی تنوین کا حذف ۲ روم ۳ اشمام اور فرماتے ہیں کہ مشہور طرق میں قرآءت اسی فصیح لغت کے موافق آئی ہیں یعنی قراء کے یہاں یہی تین وجوہ کثرت سے مستعمل ہیں ۴ تینوں حالتوں میں تنوین کا الف ۔ یا۔ واو سے ابدال ۵ تینوں حالتوں میں تنوین کا حذف اور یہ دونوں عرب کے لغات ہیں نہ کہ قراء کے ۶ نقل ۷ تشدید و ادغام ان دونوں کو کم موقعوں کے سوا کسی نے بھی نہیں پڑھا چنانچہ ابن مجاہد نے ابو عمرو سے روایت کیا ہے کہ وہ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ میں با (ئے ساکنہ) کو کسی قدر کسرہ کی بو دیتے تھے اور ابن مجاہد کہتے ہیں کہ یہ وقف ہی میں جائز ہے اس بناء پر کہ را کا کسرہ با کی طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نقل کردیتے ہیں اور ابو حمزہ کے بغیر زا ملام اور فا کی تشدید سے رمل، ردف، میں ہمزہ کے بغیر زاملام اور فا کی تشدید سے نقل کردیتے ہیں اور ابوالحارث نے قنبلی کے ذریعہ حمزہ سے نقل کیا ہے کہ وہ جُزْءًا۔ ردف وقف کرتے تھے اور چونکہ عنوان کا او اخر الکلم ہر کلمہ کے آخر کو شامل ہے اس لئے مناسب یہ تھا کہ باب میں ان تمام وجوہ کو بیان کرتے جو قرآن کی تلاوت میں وقف سے متعلق ہیں حالانکہ ناظم نے ان میں سے روم واشمام ہی کو بیان کیا ہے اور اس اعتبار سے عنوان بَابُ الرَّوْمِ وَالْاِشْمَامِ ہونا چاہئے تھا لیکن تیسیر کی عبارت کی پیروی کی بنا پر موجودہ عنوان اختیار کیا ہے (ابراز)

۳۶۵ وَالْاِسْكَانُ اَصْلُ الْوَقْفِ وَهُوَ اشْتِقَاقُهُ
مِنَ الْوَقْفِ عَنْ تَحْرِيكِ حَرْفٍ تَعَزَّلَا
۱

ترجمہ:- اور اسکان وقف کی اصل ہے (یعنی وقف میں اصل سکون ہے کیونکہ وقف راحت کیلئے ہوتا ہے۔ اور وہ پوری سکون ہی میں ہے اس لئے کہ اس میں حرکت کی طرف ذرا بھی اشارہ نہیں کرنا پڑتا نیز یہ تینوں حرکتوں میں جاری ہے اور نقلاً بھی سب سے ثابت ہے نیز وقف ابتدا کی ضد ہے اور ابتدا میں حرکت ہوتی ہے تو اس کی ضد (وقف) میں سکون ہونا چاہئے اور یہ چاروں باتیں روم واشمام میں نہیں ہیں اس لئے ان کو وقف میں اصل نہیں ٹھہرایا) اور یہ (اصطلاحی وقف) جو ہے اس کا نکلنا (اور بننا) اَلْوَقْفُ عَنْ تَحْرِيكِ حَرْفٍ تَعَزَّلَ سے ہے (جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ اس حرف کے حرکت دینے سے رُک جانا جو (وقف کے سبب تحریک سے) جدا (اور خالی) ہوگیا ہے یا حرف کی اس تحریک سے رُک جانا جو اپنے مقام سے جدا ہوگئی ہے یعنی قراء نے لفظِ وقف کو مذکورہ بالا عبارت میں سے مختصر کیا ہے اور مقصد یہ ہے کہ اصطلاحی وقف لغوی وقف سے لیا گیا ہے جس کی اصل اَلْوَقْفُ عَنِ الشَّيْءِ ہے اور مناسبت یہ ہے کہ دونوں میں ترک پایا جاتا ہے لغوی میں عام چیزوں میں سے کسی چیز کا ترک ہے اور اصطلاحی میں حرکت کا ترک ہے اور یہ اشتقاق اور اصل کا بتانا زیادات میں سے ہے)

۳۶۶ وَعِنْدَ اَبِيْ عَمْرٍو وَّكُوْفِيِّهِمْ بِهٖ
مِنَ الرَّوْمِ وَالْاِشْمَامِ سَمْتٌ تَجَمَّلَا
۲

ترجمہ:- اور ابو عمرو اور ان (قراء) میں کے کوفیین سے اس (وقف) کے بارہ میں (سکون کے علاوہ ایک اور) ایسا طریق (اور قصد اور ہیئت بھی) ہے جو (حرکت کی طرف اشارہ ہو جانے کے سبب) خوبصورت ہوگیا ہے حالانکہ وہ (طریق) روم واشمام میں سے ہے (یعنی ان چاروں حضرات سے سکون کی طرح روم واشمام سے وقف کرنا بھی نقلاً ثابت ہے)

۳۶۷ وَاَكْثَرُ اَعْلَامِ الْقُرْاٰنِ يَرَاهُمَا
لِسَائِرِهِمْ اَوْلَى الْعَلَائِقِ مِطْوَلَا
۳

ترجمہ:- اور قرآن (یعنی قراءۃ) کے اکثر (مشہور) علماء ان دونوں (روم واشمام) کو ان (قراء) میں کے تمام (یا باقی تین) کے لئے (بھی) رسّی (یعنی سبب ہونے) کے اعتبار سے (وقف کے) اسباب میں کا بہتر (سبب) خیال کرتے ہیں (یعنی یہ جانتے ہیں کہ روم واشمام بھی وقف تک پہونچانے کی بہترین رسّی اور عمدہ ذریعہ ہیں کیونکہ ان سے حرکت کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے روم واشمام سے وقف کرنا بھی پسندیدہ طریق ہے)

شرح:- یعنی وقف تین طرح ہوتا ہے ۱۔ سکون سے ۲۔ روم سے ۳۔ اشمام سے اور ان تینوں میں سے پہلی وجہ اصل ہے جس کی چار وجوہ ہیں جو ترجمہ میں درج ہو چکی ہیں اور وَهُوَ اشْتِقَاقُهُ الخ کا مطلب بھی وہیں بیان ہو چکا ہے اور اس جملہ کو لغوی اور اصطلاحی وقف میں مناسبت بتانے کیلئے لائے ہیں نہ کہ اصطلاحی وقف کی پوری تعریف بیان کرنے کے لئے غرض سکون سے وقف کرنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو تمام قراء سے ثابت ہے رہے روم و اشمام سو یہ نص کی رو سے ابو عمرو اور کوفیین ہی سے ثابت ہیں لیکن عملاً اہل ادا نے ان دونوں کو بھی سب کیلئے پسند کیا ہے نتیجہ یہ کہ تمام قراء کیلئے سکون و روم و اشمام تینوں سے وقف کرنا جائز ہے۔

فائدہ:- (۱) وقف میں سکون اصل ہے کیونکہ یہ آسان ہے اور اسی لئے اس پر اجماع ہے اور روم و اشمام سکون کی فرع ہیں (۲) روم کی وجہ یہ ہے کہ یہ حرکت کا پتہ دینے میں واضح تر ہے اور اشمام اس لئے ہے کہ اس میں اشارہ بھی ہوجاتا ہے اور اصل (سکون) کی رعایت بھی رہتی ہے (۳) اکثر سے نقل کیا کہ بعض روم و اشمام کو صرف انھی چار کے لئے اختیار کرتے ہیں جن سے نص کے طور پر آئے ہیں بسوال شعر ۱ میں ھُوَ کی ضمیر وقف کیلئے ہے پس وَهُوَ اشْتِقَاقُهُ مِنَ الْوَقْفِ سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ وقف. وقف سے مشتق ہے اور اس سے مشتق اور مشتق منہ کا ایک ہونا لازم آتا ہے پس مناسب یہ تھا کہ اس طرح بیان کرتے کہ اس کو وقف اس لئے کہتے ہیں کہ یہ وَقَفْتُ عَنْ كَذَا سے بنا ہے۔ **جواب:-** ھُوَ کو ضمیر شان مان لو پھر اشکال نہیں رہے گا (ابراز) احقر کہتا ہے کہ اشکال اب بھی باقی ہے۔ کیونکہ اشْتِقَاقُهُ کی ضمیر بھی وقف ہی کیلئے ہے پس جواب میں یہ کہنا اولیٰ ہے کہ پہلے وقف سے اصطلاحی اور دوسرے سے لغوی وقف مراد ہے یا یوں کہو کہ اول سے مجمل اور ثانی سے مفصل وقف مراد ہے اور ان دونوں میں اتحاد نہ ہونا ظاہر ہے (۴) اَعْلَام۔ عَلَمٌ کی جمع ہے جو راستہ کے نشانِ میل وغیرہ کے پتھر کے معنی میں ہے اور مناسبت یہ ہے کہ جس طرح راستہ کے نشانات سے راستہ کا پتہ چلتا ہے اسی طرح اہل ادا سے قراءۃ کے مسائل معلوم ہوتے ہیں اور ان کو قرآن کی طرف مضاف اس لئے کیا ہے کہ یہ اس کے خادم ہیں یا قرآن سے مراد قراءۃ ہے اور اس صورت میں اضافت اس لئے ہوگی کہ یہ اس فن کے امام ہیں۔

روم کی تعریف

۳۶۸ وَرَوْمُكَ اِسْمَاعُ الْمُحَرَّكِ وَاقِفًا (ص) بِصَوْتٍ خَفِيٍّ كُلَّ دَانٍ تَنَوَّلَا
۴

ترجمہ:- اور تیرا (کسرہ اور ضمہ میں) روم کرنا وقف کرتے ہوئے متحرک (حرف کی حرکت) کا پوشیدہ (ہلکی) آواز سے ہر اس نزدیکی والے کو سنا دینا ہے جس نے (سننے کی قوت کے درست ہونے اور چپ رہنے کے سبب تلاوت کو اپنے کانوں میں) لیا ہو (اور توجہ سے سن رہا ہو یعنی روم کے معنی ہیں کسرہ اور ضمہ کا ایسی ہلکی آواز سے ادا کرنا جس کو صرف وہ شخص سن سکے جو تلاوت کی طرف متوجہ ہو اور بہرا بھی نہ ہو۔ پس بہرا اور جس کا دھیان تلاوت کی طرف نہ ہو یہ دونوں روم کو معلوم نہیں کر سکتے)

اشمام کی تعریف

۳۶۹ وَالِاشْمَامُ اِطْبَاقُ الشِّفَاهِ بُعَيْدَمَا يُسَكَّنُ لَا صَوْتٌ هُنَاكَ فَيَصْحَلَا
۵

ترجمہ:- اور (تیرا ضمہ میں) اشمام کرنا اس (متحرک حرف) کے ساکن کئے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد (یعنی فوراً) ہونٹوں کا بند کر لینا (اور کلی کی طرح گول بنا لینا) ہے یہاں (اشمام میں) آواز (بالکل) نہیں (ہوتی) تاکہ (اس کے سبب) گلا گھٹ جائے (اور آواز ضعیف ہو جائے جس کو تلاوت کی طرف متوجہ ہونے والا سن سکے پس روم میں جو ہلکی سی آواز ہوتی ہے اس کو گلا گھٹنے کی حالت سے تشبیہ دی ہے کیونکہ گلا گھٹنے سے بھی آواز ضعیف ہو جاتی ہے اور روم میں بھی ضعیف ہی ہوتی ہے یعنی اشمام میں وہ ہلکی سی آواز بھی قطعاً نہیں ہوتی جو روم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ہوتی ہے اسی لئے روم کو نابینا معلوم کر سکتا ہے اور بہرا نہیں سن سکتا اور اشمام کو بہرا تو بینائی کے ذریعہ معلوم کر سکتا ہے کہ یہ قاری ہونٹوں کو گول کر کے اشمام کر رہا ہے اور نابینا معلوم نہیں کر سکتا)

۳۷۶/۶ وَفِعْلُهُمَا فِي الضَّمِّ وَالرَّفْعِ وَارِدٌ   وَرَوْمُكَ عِنْدَ الْكَسْرِ وَالْجَرِّ وُصِّلَا

ترجمہ:- اور ضمہ اور رفع میں (تو) ان (روم و اشمام) دونوں کا (ادا) کرنا آیا ہے اور کسرہ اور جر میں تیرا روم (ہی) کرنا (ہم تک) پہونچایا گیا ہے (یعنی نقل کیا گیا ہے)

۳۷۷/۷ وَلَمْ يَرَهُ فِي الْفَتْحِ وَالنَّصْبِ قَارِئٌ   وَعِنْدَ إِمَامِ النَّحْوِ فِي الْكُلِّ أُعْمِلَا

ترجمہ:- اور اس (روم) کو فتح اور نصب میں (قراء میں سے تو) کسی قاری نے بھی نہیں دیکھا ہے (اور جائز نہیں بتایا ہے) اور نحو کے امام (سیبویہ) کے (یا نحو کے بڑے بڑے اماموں کے) نزدیک یہ (روم) تمام (حرکات) میں استعمال کیا گیا ہے (یعنی نحاۃ فتحہ میں بھی روم کو جائز بتلاتے ہیں پس قراء کے یہاں ضمہ اور رفع میں سکون۔ اشمام۔ روم تین اور کسرہ اور جر میں سکون و روم دو وجوہ ہیں اور فتحہ اور نصب میں صرف سکون ہے اور نحاۃ کے یہاں اس میں روم بھی ہے اور یہاں نحاۃ کے مذہب کا بیان زیادات میں سے ہے)

۳۷۸/۸ وَمَا نُوِّعَ التَّحْرِيكُ إِلَّا لِلَازِمٍ   بِنَاءً وَإِعْرَابٍ غَدَا مُتَنَقِّلَا

ترجمہ:- اور (تینوں حرکتوں میں سے ایک ایک) حرکت کی (دو) دو قسمیں (کسی وجہ سے بھی) نہیں کی گئیں لیکن (صرف) بناء کی رو سے لازم ہو جانے والی اور اس اعراب والی (حرکت) کی وجہ سے (کی گئی ہیں) جو (عاملوں کے آنے سے) بدل جانے والی ہو گئی ہے (یعنی ہم نے جو شعر ۳۷۶ میں ایک ایک حرکت کے دو دو نام لئے ہیں اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ حرکات کی چھ قسمیں ہیں۔ قسمیں تو تین ہی ہیں لیکن دو دو نام لینے کی وجہ یہ ہے کہ حرکت دو طرح کی ہوتی ہے ۱ لازمی اور بنائی جو مبنی میں آتی ہے اور عاملوں کے آنے سے بدلتی نہیں جیسے عَادَ۔ هَٰٓؤُلَآءِ۔ مِنْ قَبْلُ ۲ اعرابی جو عاملوں کے آنے سے بدلتی رہتی ہے جیسے إِنَّ الْمَلَأَ۔ إِلَى الْمَلَإِ۔ قَالَ الْمَلَأُ پس نحاۃ کی اصطلاح میں بنائی حرکات کو فتحہ۔ کسرہ۔ ضمہ اور اعرابی حرکات کو نصب۔ جر۔ خفض۔ رفع کہتے ہیں۔ لیکن قراءۃ کی رو سے اشمام و روم دونوں کے جائز یا دونوں کے یا ایک کے منع ہونے میں سب قسموں کا حکم ایک ہی ہے اور اگر کتاب تجرید کی طرح ایک ایک ہی نام لیتے تو یہ شبہ باقی رہتا کہ شاید دوسرے نام والی حرکات کا حکم اور ہوگا)۔

شرح:- یعنی روم کی تعریف دو طرح کی گئی ہے ۱ وقف میں آخری حرف کے ضمہ اور کسرہ کو ایسی ہلکی اور کمزور آواز سے ادا کرنا جس سے ان کا اکثر حصہ ختم ہو کر کمتر حصہ باقی رہ جائے ۲ کسرہ اور ضمہ کے تین حصوں میں سے صرف ایک حصہ ادا کرنا اور دونوں تعریفوں کا حاصل ایک ہی ہے اور روم کو صرف وہی شخص سن سکتا ہے جو پڑھنے والے سے قریب ہو اور توجہ سے سن رہا ہو۔ پس بہرا اور دور والا اور وہ جو تلاوت کی طرف متوجہ نہ ہو گو نزدیک ہی ہو یہ تینوں روم کو معلوم نہیں کر سکتے ہیں اور اشمام کے معنی ہیں ضمہ اور رفع والے حرف کو ساکن کرنے کے بعد فوراً ہونٹوں کا اس طرح بند اور گول کر لینا جس سے ان دونوں میں کچھ کشادگی سانس نکلنے کیلئے باقی رہے اس میں آواز بالکل نہیں ہوتی اسی لئے اس کو نابینا معلوم نہیں کر سکتا اور بہرہ آنکھوں سے دیکھکر معلوم کر سکتا ہے اور اگر حرف کے ساکن کرنے کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر دیر بعد ہونٹوں کو گول بنائیں تو وہ محض سکون ہوگا اشمام نہ ہوگا اور روم واشمام کا فائدہ یہ ہے کہ ان سے سننے اور دیکھنے والے کو اس آخری حرف کی حرکت کا پتہ چل جاتا ہے جس پر وقف کیا ہے اسی لئے تنہائی میں تلاوت کرتے وقت سکون سے وقف کرنا بہتر ہے کیونکہ اس صورت میں روم واشمام کا فائدہ ظاہر نہیں ہوتا ہاں اگر مشق کرنے کی غرض سے تنہائی میں بھی اشمام وروم سے وقف کرے تو مضائقہ نہیں کیونکہ اس صورت میں یہ اشارہ بے فائدہ نہ ہوگا ——— اور سکون سے وقف کرنا تو تینوں حرکتوں میں جائز اور مستعمل ہے رہے روم واشمام سو ضمہ اور رفع میں تو دونوں درست ہیں جیسے مِنْ قَبْلُ - مِنْ بَعْدُ - نَسْتَعِيْنُ - عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور کسرہ اور جر میں صرف روم صحیح ہے جیسے هٰٓؤُلَآءِ فَارْهَبُوْنِ - يَوْمِ الدِّيْنِ - بَيْنَ الْمَرْءِ اور اشمام جائز نہیں کیونکہ کسرہ یا کے مخرج سے ادا ہوتا ہے اور اشمام ہونٹوں سے پس ان دونوں میں مناسبت نہیں ہے اور فتحہ اور نصب میں قراء کے نزدیک نہ تو روم جائز ہے اور نہ اشمام جیسے اِنَّ الَّذِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ روم اس لئے نہیں ہوتا کہ فتحہ ہلکی حرکت ہے اس لئے اس کا حصوں پر تقسیم کرنا قدرے دشوار ہے جب اس کا کوئی حصہ بھی ادا کریں گے تو یہ پورا ہی ادا ہو جائے گا اور اشمام اس لئے نہیں ہوتا کہ فتحہ منہ کے کھلنے سے اور اشمام ہونٹوں کے گول ہونے سے ادا ہوتا ہے اور یہ دونوں ضدیں ہیں جو ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں اور نحاۃ تینوں حرکتوں میں روم کو جائز بتاتے ہیں اور اس کا ذکر فائدہ کے کامل کرنے کی غرض سے کیا ہے۔ قراءۃ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ——— اور تینوں حرکات میں سے ہر ایک کے دو دو نام لینا شبہ کے دور کرنے کیلئے ہے جس کی تقریر ترجمہ میں درج ہو چکی ہے۔

فائدہ نمبر۱:- (۱) اَلْمُحَرَّكِ سے ساکن نکل گیا کیونکہ اس میں روم نہیں ہے (۲) لغتِ صحاح کے مصنف فرماتے ہیں کہ حرکت کا وہ روم جس کو سیبویہ نے بیان کیا ہے (اس سے مراد) اختلاس والی حرکت ہے جو ایک قسم کی تخفیف کے سبب پوشیدہ ہو جاتی ہے اور یہ بہ نسبت اشمام کے اکثر (اور قوی تر) ہے کیونکہ یہ سننے میں آتی ہے اور گو یہ حرکت اختلاس والی ہے لیکن بین بین والے ہمزہ کی طرح یہ بھی حرکت ہی کے مرتبہ میں ہے۔

(۳) روم کی قیود کے فوائد: نمبر۱ اِسْمَاعٌ سے اسکان واشمام نکل گئے نمبر۲ اَلْمُحَرَّكِ یہ بتانے کیلئے ہے کہ روم حرکت ہی والے حروف میں ہوتا ہے نمبر۳ وَاقِفًا سے اختلاس نکل گیا کیونکہ یہ تو وصل ہی میں ہوتا ہے۔

نمبر۴ بِصَوْتٍ خَفِيٍّ تعریف کے اجزاء میں سے ہے کیونکہ یہ لازم ہے اور تیسیر میں روم کی تعریف اس طرح کی ہے وَهُوَ تَضْعِيْفُكَ الصَّوْتَ بِالْحَرَكَةِ حَتّٰى يَذْهَبَ مُعْظَمُ صَوْتِهَا اور یہ مقصود کا پتہ دینے میں واضح تر ہے کیونکہ حرکت کی آواز کے اکثر حصہ کا نہ رہنا قطعی دلیل ہے اس پر کہ روم میں حرکت کا بعض حصہ رہتا ہے اور بِصَوْتٍ خَفِيٍّ میں یہ بات نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ آواز تو پوشیدہ ہی ہو لیکن حرکت پوری ادا کر دی جائے گر چونکہ صَوْت سے مراد حرکت کی آواز ہے اور اس کا پوشیدہ ہونا یہ ہے کہ وہ کم ہو جاتی ہے اس اعتبار سے آواز حرکت کی تبعیض کو بھی مستلزم ہو جاتی ہے سخاوی فرماتے ہیں کہ روم کی صحیح تعریف وہی ہے جو ہمارے شیخ (ناظمؒ) نے کی ہے نہ یہ کہ روم حرکت کے بعض حصہ کے ادا کرنے کا نام ہے کیونکہ حرکت خواہ کوئی سی ہو تبعیض (وتقسیم) کو قبول نہیں کرتی ہاں اگر حرکت کے بعض حصہ سے آواز کا بعض حصہ مراد لے لیا جائے تو صحیح ہو سکتا ہے اور اختلاس وروم دونوں تبعیض میں تو شریک ہیں لیکن ان میں فرق یہ ہے کہ اختلاس وصل کے اور روم وقف کے ساتھ مخصوص ہے نیز اختلاس میں حرکت کا زیادہ حصہ باقی رہتا ہے اور روم میں کم اور دونوں کا پورا اندازہ کامل شیخ سے سُن کر ہی ہو سکتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ روم واشمام وصل میں بھی ہوتے ہیں جیسا کہ لَا تَاْمَنَّا (یوسف ع۲) میں اکثر کی اور ادغام کبیر میں ابو عمرو کی قراءۃ پر اور مِنْ لَّدُنْهُ اور مِنْ لَّدُنِّيْ (کہف ع۱ وع۱۰) میں ابو بکر کی قراءۃ پر ہیں اور شرح کے صفحہ ۰۰۰ پر مفتم کے ذیل میں گذر چکا ہے کہ اختلاس کو اخفاء بھی کہتے ہیں۔ نمبر۵ کُلِّ دَانٍ تَنَوَّلَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قید نہیں بلکہ بیان اور توضیح کیلئے ہے۔

(۴) اشمام کی قیود کے فوائد:

۱؎ اِطْبَاقُ الشِّفَاہِ سے خالص اسکان نکل گیا ۲؎ بُعَیْدَ مَا سے وہ صورت نکل گئی جس میں اسکان کے بعد قدرے تاخیر سے ہونٹوں کو گول کیا جائے پس قراء کے یہاں اس کو اشمام نہیں کہتے ۳؎ یُسَکَّنُ سے روم نکل گیا نیز اشارہ ہو گیا کہ اشمام بھی متحرک حروف ہی میں ہوتا ہے ۴؎ کَالصَّوْتُ روم و اشمام میں فرق کرنے کے لئے ہے (۵) روم و اشمام کی یہ تعریف قراء اور بصریین کے مذہب کی رو سے ہے اور ابن کیسان اور کوفیین کے مذہب پر جو سننے میں آئے وہ اشمام ہے اور جو سننے میں نہ آئے وہ روم ہے یعنی ان کے یہاں امر بالعکس ہے۔ اور جب حقائق ایک دوسری سے ممتاز ہوں تو اصطلاح میں کوئی مضائقہ نہیں اور لغت سے دونوں جماعتوں کی تائید ہوتی ہے (۶) جوہری کہتے ہیں کہ حرف کا اشمام یہ ہے کہ تم اس کو ضمہ یا کسرہ کی بو دو اور یہ حرکت کے روم سے کمتر ہوتا ہے کیونکہ یہ سننے میں نہیں آتا بلکہ صرف اوپر کے ہونٹ کو حرکت دینے سے ظاہر ہوتا ہے اور چونکہ یہ ضعیف ہے اس لئے اس کو حرکت نہیں گنا جاتا یہ ان کی ایک جدا اصطلاح ہے کہ کسرہ میں بھی اشمام کے قائل ہیں۔ (۷) سخاوی رحؒ نے اشمام کی تعریف دو طرح کی ہے ۱؎ آواز کے بغیر حرکت کی طرف اشارہ کرنا ۲؎ دونوں ہونٹوں کا اس شکل سے بند کرنا جو ضمہ ادا کرنے کے وقت بن جاتی ہے۔

فائدہ ۱؎:۔ (۱) ابوشامہ نے فتحہ اور نصب میں روم نہ ہونے کی دو وجوہ بتائی ہیں: ۱؎ اس کو حصوں پر تقسیم نہیں کر سکتے اس بناء پر کہ یہ ہلکی حرکت ہے اور کسرہ اور ضمہ دونوں ثقل کی بناء پر تقسیم ہو سکتے ہیں ۲؎ نصب والے اسموں میں وقفاً تنوین الف سے بدل جاتا ہے اس لئے اس میں روم نہیں ہو سکتا پھر باب کا حکم یکساں رکھنے کیلئے بلا تنوین والے نصب میں اور فتحہ میں بھی یہی حکم جاری کر دیا گیا مکی رحؒ فرماتے ہیں کہ اس میں روم جائز تو ہے لیکن قراء کی عادت یہ ہے کہ اس میں روم نہیں کرتے اور سب کیلئے سکون ہی سے وقف کرتے ہیں اور اس بارہ میں (ہمارے شیخ) ابوالطیب رحؒ کی عبارت مختلف ہے اور میں نے ان سے نصب والے اسم میں تمام قراء کیلئے اسکان ہی سے (وقف کر کے) پڑھا ہے (۲) اور نحاۃ کی رائے پر کسی تفاوت کے بغیر کسرہ اور ضمہ کی طرح فتحہ میں بھی روم درست ہے پس شعر ۲؎ میں اِمَامُ النَّحْوِ سے یا تو سیبویہ مراد ہیں جو نحو کے مشہور پیشوا ہیں اور ان کی کتاب کو بھی اس فن میں امامت کا درجہ حاصل ہے یا یہ جنسی معنی کے طور پر اَئِمَّۃِ النَّحْوِ کے معنی میں ہے اور سیبویہ کی کتاب میں ہے کہ نصب اور جر میں روم تو جائز ہے لیکن ان میں اشمام کیلئے کوئی راہ نہیں (۳) چونکہ شعر ۱؎ کے اِسْمَاعُ الْمُحَرَّکِ میں یہ شبہ ہوتا تھا کہ اگر کوئی ہلکی آواز سے پوری حرکت ادا کر دے تو اس کو بھی روم کہیں گے حالانکہ روم میں پوری حرکت قطعاً نہیں ہوتی اس لئے علی قاری نے اس میں تغیر کر کے اِسْمَاعُ الْمُحَرَّکِ وَاقِفًا کے بجائے اِسْمَاعُ التَّحَرُّکِ بَعْضِہٖ فرمایا ہے پس بعض کے لفظ سے پوری حرکت مراد ہونے کا شبہ رفع ہو گیا نیز شعر ۳؎ میں وَلَمْ یَرَہٗ کی ضمیر منصوب روم کے لئے ہے کیونکہ وہ ضمیر سے قریب تر ہے نیز فتحہ میں اشمام کے منع ہونے میں کسی کا بھی خلاف نہیں اختلاف صرف روم میں ہے لیکن چونکہ اس میں شبہ تھا کہ کوئی اس ضمیر کو شعر ۱؎ کے یَفْعَلُھُمَا کی یا مذکور کی یا کُلٌّ وَّاحِدٍ کی طرف راجع کر دے اور اس سے مطلب خلاف نکل آتا ہے کہ نحاۃ کے مذہب پر فتحہ اور نصب میں روم کی طرح اشمام بھی جائز ہے حالانکہ اشمام نحاۃ کی رائے پر بھی درست نہیں اس لئے علی قاری رحمہ اللہ نے وَلَمْ یَرَہٗ فِی الْفَتْحِ وَالنَّصْبِ کے بجائے وَلَمْ یَرَ رَوْمَ الْفَتْحِ وَالنَّصْبِ فرمایا ہے پس روم کے لفظ سے تصریح ہو گئی کہ فتحہ میں اختلاف روم ہی میں ہے اشمام میں نہیں کیونکہ وہ تو بالاتفاق منع ہے (۴) فتحہ میں روم کے ناجائز ہونے پر قراء نحوی بھی قراء کے ساتھ متفق ہیں (۵) نصب سے مراد عام ہے حقیقتہً ہو خواہ حکماً تاکہ غیر منصرف کے جر کو بھی شامل ہو جائے جو فتحہ سے آتا ہے جیسا کہ بِاِبْرٰھِیْمَ اور بِاِسْحٰقَ میں ہے (۶) جعبری رحؒ فرماتے ہیں کہ فتحہ اور نصب میں روم کی طرح اشمام بھی بالاتفاق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منع ہے اور ناظم رحمہ اللہ نے جو روم ہی کی تصریح کی ہے اس کی دو وجوہ ہیں ۱۔ شبہ کا دفع کرنا ۲۔ اس جماعت کا رد جس نے تجوید میں ایک نئی بدعت پیدا کی ہے کہ فتحہ اور تشدید والے حرف پر فتحہ سے وقف کرتے ہیں جیسے صَوَافَّ اور علت یہ بیان کی ہے کہ اس صورت میں دو ساکن جمع ہو جاتے ہیں اور یعقوب کی قراءۃ سے بھی استدلال کیا ہے کہ وہ بھی تشدید والے حرف پر ھا سے وقف کرتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اور دو ساکنوں کو علت بنانا بھی درست نہیں کیونکہ وقف میں اجتماعِ ساکنین ہر حال میں معاف ہے اور جب قراء نے اِنَّ الْاَمْرَ جیسی مثالوں میں تحقیقی ساکن میں بھی ایسا نہیں کیا تو تقدیری ساکن (جو تشدید کی صورت میں ہوتا ہے اس) میں تو بدرجۂ اولیٰ فتحہ سے وقف نہ ہونا چاہئے اور یعقوب کی قراءۃ کو دلیل بنانا بھی صحیح نہیں کیونکہ وہ تو ان حضرات کی رائے پر شاذ ہے اور اگر یہ قراءۃ اُن کی رائے پر صحیح بھی ہو تب بھی اس کا دلیل بنانا درست نہیں اس لئے کہ یعقوب نے سکتہ کی ھا بنائی حرکت کے محفوظ رکھنے کے لئے زیادہ کی ہے نہ کہ دو ساکنوں کی بناء پر اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ ھُوَہْ اور ھِیَہْ میں بھی وقفاً سکتہ کی ھا زیادہ کرتے ہیں حالانکہ ان میں نہ تو دو ساکن ہیں نہ تشدید ہے (۷) بِنَاءً میں بناء عام ہے اصطلاحی ہو جو اعراب کے مقابلہ میں ہے خواہ لغوی ہو جو غَوَاشٍ اور ضِعْفَيْنِ وغیرہ میں ہے اور گو جزم و سکون بھی اعراب ہی کی قسم سے ہیں۔ لیکن ان کو اس لئے بیان نہیں کیا کہ ان کا اس باب سے کوئی تعلق نہیں اس لئے کہ ان میں روم و اشمام کا جاری نہ ہونا ظاہر ہے (۸) بنائی حرکت کو لازمی اس لئے کہتے ہیں کہ جب تک کلمہ صحیح اور سالم رہتا ہے اس وقت تک اس حرکت میں کوئی تغیر نہیں آتا۔ (۹) سیبویہ نے اعرابی اور بنائی حرکات کے نام اپنی کتاب میں ایک باب کے شروع میں بیان کئے ہیں اور تلقظ میں منسی کے ایک ہوتے ہوئے ناموں کے دو دو ہونے کا وہی عذر بیان کیا ہے جو ناظم رحمہ اللہ نے کیا ہے۔

وہ پانچ صورتیں جن میں روم و اشمام بالاتفاق ناجائز ہیں

(ص)

۳۴۳
۹ — وَفِي هَاءِ تَانِيثٍ وَمِيمِ الْجَمِيعِ قُلْ ۔۔۔ وَعَارِضِ شَكْلٍ لَمْ يَكُونَا لِيَدْخُلَا

ترجمہ:— اور تو کہدے کہ یہ دونوں (روم و اشمام) ایسے نہیں ہیں کہ تانیث کی ھا اور جمع کے میم اور عارضی حرکت (اور اصلی ساکن اور فتحہ) میں (بھی) داخل ہو جائیں (یعنی ان پانچ صورتوں میں روم و اشمام دونوں ناجائز ہیں)

ضمیر کی ھا کی وہ چار صورتیں جن میں اکثر کے قول پر روم و اشمام منع اور بعض کے قول پر جائز ہیں

(ص)

۳۴۴
۱۰ — وَفِي الْهَاءِ لِلْاِضْمَارِ قَوْمٌ اَبَوْهُمَا ۔۔۔ وَمِنْ قَبْلِهٖ ضَمٌّ اَوِ الْكَسْرُ مُثِّلَا

ترجمہ:— اور (مکی اور ابن شریح وغیرہ کی) ایک جماعت نے (واحد مذکر غائب کی ضمیر کی) اس ھا میں جو (فاعل کے نام کو اختصار کے ساتھ لانے کے لئے مقرر ہے ان (روم و اشمام) دونوں کا انکار کیا ہے (اور اسکان ہی کو معین کر دیا ہے) جس ھا کی حالت یہ ہو کہ اس سے پہلے ایسا ضمہ یا کسرہ ہو جو (یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک ھا سے پہلے) معین کیا گیا ہو (اور صورت بنایا گیا ہو یا ضمہ اور کسرہ دونوں ھا سے پہلے صورت بنائے گئے ہوں یعنی آرہے ہوں)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۷۵۔ اَوْ اُمَّاهُمَا وَاوٌ وَّيَاءٌ وَّ بَعْضُهُمْ　　يُرٰى لَهُمَا فِىْ كُلِّ حَالٍ مُّحَلِّلَا
۱۱

ترجمہ:۔ یا (اسی ضمیر کی ھا سے پہلے) ان دونوں (کسرہ اور ضمہ) کی مائیں (اور اصلیں یعنی) واو اور یا ہوں (اور مقصد یہ ہے کہ اگر ضمیر کی ھا سے پہلے ضمہ ہو جیسے اَمْرُهٗ یا کسرہ ہو جیسے بِهٖ یا واو ساکنہ ہو مدہ ہو جیسے رَادُّوْهُ خواہ لین جیسے رَاَوْهُ یا یائے ساکنہ ہو مدہ ہو جیسے فِيْهِ خواہ لین جیسے اِلَيْهِ تو ان چار صورتوں میں اکثر کے قول پر ضمیر کی ھا میں روم و اشمام منع ہیں کیونکہ ان صورتوں میں واو کے بعد ضمہ کا ادا کرنا یا اس کی طرف اشارہ کرنا اور یا کے بعد کسرہ ادا کرنا پڑتا ہے جو تین ضموں اور تین کسروں کے جمع ہو جانے کی بناء پر قدرے دشوار ہے اور رہیں اس ھا کی باقی تین حالتیں جن میں ھا الف کے بعد ہو جیسے يَدَاهُ یا فتحہ کے بعد ہو جیسے لَهٗ یا حرف صحیح ساکن کے بعد ہو جیسے عَنْهُ سو ان میں ان اکثر کی رائے پر بھی روم و اشمام دونوں جائز ہیں) اور ان میں کے بعض ان (روم و اشمام) دونوں کو ہر حال میں (یعنی ضمیر کی ھا کی ساتوں قسموں میں) جائز بتلانے والے دیکھے (اور پائے) جاتے ہیں (پس ان کی رائے پر ضمیر کی ھا کی ساتوں قسموں میں سکون کی طرح روم و اشمام بھی جائز ہیں اور پہلا مذہب جس کی رو سے ھا کی چار صورتیں مستثنیٰ ہیں وہ زیادات میں سے ہے اور وَبَعْضُهُمُ الخ کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ بعض حضرات نہ صرف ضمیر کی ھا میں بلکہ فتحہ اور نصب کے سوا تمام قسموں میں حتیٰ کہ تانیث کی ھا اور جمع کے میم اور عارضی حرکت میں بھی روم و اشمام کو جائز بتلاتے ہیں۔ لیکن اس مطلب کے بیان کرنے میں علی ضباعؒ اور دوسرے بعض حضرات منفرد ہیں۔ محققین میں سے کوئی بھی ان کا ہمنوا نہیں ہے)

شارح:۔ ذیل کی پانچ صورتوں میں سب کے لئے صرف سکون سے وقف ہوتا ہے اور روم و اشمام بالاتفاق منع ہیں۔

نمبر ۱ تانیث کی وہ ھا جو وصل میں تا رہتی ہے اور وقف میں ھا سے بدل جاتی ہے جیسے اَلْجَنَّةُ۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ۔ اَلْقِبْلَةُ۔ لَعِبْرَةً۔ هُمَزَةٍ پس نَفْقَهُ کی ھا میں سکون اور روم و اشمام تینوں اور هٰذِهٖ کی ھا میں سکون و روم دونوں جائز ہیں کیونکہ ان میں ھا اصلی ہے تا سے بدلی ہوئی نہیں اور جن کلمات میں تانیث کی ھا در از تا کی صورت میں ہو جیسے بَقِيَّتُ۔ رَحْمَتُ وغیرہ ان میں ابن کثیر اور ابو عمرو۔ کسائی کیلئے تو صرف سکون ہے کیونکہ یہ ان پر ھا سے وقف کرتے ہیں اور باقی چار کے لئے سکون و روم و اشمام تینوں درست ہیں کیونکہ وہ ایسی تا پر تا ہی سے وقف کرتے ہیں نمبر ۲ جمع کا میم ساکن ہو جیسے عَلَيْهِمْ۔ بِهِمْ۔ لَهُمْ خواہ ضمہ والا جیسے هُمُ الظّٰلِمُوْنَ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ بِكُمُ الْيُسْرَ یا صلہ والا ہو جیسے لَهُمُوْ کا صلہ والوں کی قراءۃ پر اس پر تینوں صورتوں میں روم و اشمام منع ہیں کیونکہ گو جمع کا میم اصل کے لحاظ سے ساکن نہیں ہے بلکہ ضمہ والا ہے لیکن اہل ادا وقفاً اس کے سکون کو لازمی سکون سمجھتے ہیں نمبر ۳ عارضی حرکت جو دو ساکن جمع ہو جانے کی یا نقل کی بناء پر آتی ہے جیسے قُمِ الَّيْلَ۔ وَاَنْذِرِ النَّاسَ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ۔ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ۔ اِشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ اور جیسے وَالْخَرَاتُ۔ مِنْ اِسْتَبْرَقٍ۔ فَقَدْ اُوْتِيَ۔ مَنْ اٰمَنَ اور يَوْمَئِذٍ اور حِيْنَئِذٍ بھی اسی قسم میں سے ہیں کیونکہ ان میں ذال اصل کی رو سے ساکن تھی پھر جب تنوین آئی تو دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر ذال کو کسرہ دیدیا گیا اور جب ان پر وقف کرتے ہیں تو تنوین حذف ہو جاتی ہے اور ذال اپنی اصل یعنی سکون کی طرف لوٹ آتی ہے اسلئے اصلی ساکن کی طرح ان میں بھی روم منع ہے اور غَوَاشٍ اور كُلٌّ میں اصل کے اعتبار سے آخری حرف پر حرکت تھی پس ان میں تنوین حرکت پر داخل ہوئی ہے نہ کہ سکون پر اس لئے ان میں وقفاً آخری حرکت کے اعتبار سے روم و اشمام بھی درست ہیں نمبر ۴ فتحہ اور نصب والا حرف جیسے اٰمَنَ۔ صُدَّ۔ مِثْقَالَ نمبر ۵ اصلی ساکن جیسے وَلَقَدْ۔ اٰمَنْ۔ يَكْفُرْ کیونکہ فتحہ تو ہلکی حرکت ہے جس کا حصوں پر تقسیم ہونا قدرے دشوار ہے اور باقی چار صورتوں میں آخری حرف محض ساکن ہے نمبر ۱ و ۵ میں حقیقۃً اور نمبر ۲ و ۳ میں حکماً۔ اور اشارہ حرکت کی طرف ہوا کرتا ہے نہ کہ سکون

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی طرف —— اور واحد مذکر غائب کی ھاءِ ضمیر کی سات صورتیں ہیں ۱ ضمہ کے بعد ہو جیسے اَمْرُہٗ ۔ رَبُّہٗ ۲ کسرہ کے بعد ہو
بِہٖ ۔ بِاَمْرِہٖ ۳ واو ساکنہ مدہ یا لین کے بعد ہو جیسے رَادُّوْہُ، رَاَوْہُ ۴ یائے ساکنہ مدہ یا لین کے بعد ہو جیسے فِیْہِ ۔ اِلَیْہِ
۵ فتحہ کے بعد ہو جیسے لَہٗ ۶ الف کے بعد ہو جیسے فَاٰہُ ۔ اِنَّہٗ ۷ ساکن صحیح کے بعد ہو جیسے عَنْہُ ۔ مِنْہُ اور اَرْجِئْہُ
ہمزہ والوں کی اور وَیَتَّقْہِ حفص کی روایت پر۔ ان میں روم و اشمام کے بارہ میں تین مذہب ہیں: ۱ یہ کہ پہلی چار صورتوں میں منع ہیں
جس کی وجہ ترجمہ میں درج ہو چکی ہے اور باقی تین صورتوں میں جائز ہیں اور نشر میں ہے کہ میرے نزدیک یہ درست ترین مذہب ہے۔
۲ ساتوں صورتوں میں روم و اشمام دونوں جائز ہیں اور یہ اکثر کا مذہب ہے اور تیسیر سے بھی یہی نکلتا ہے کیونکہ اس میں ضمیر کی ھا کی کسی
صورت کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا اور ناظم نے اس کی طرف وَبَعْضُهُمُ الخ سے اشارہ کیا ہے ۳ ساتوں صورتوں میں ناجائز اس کو دانی
نے تیسیر کے علاوہ دوسری کتابوں میں بیان کیا ہے اور نظم میں بھی اس کی طرف اشارہ موجود ہے کیونکہ ایک جماعت نے چار صورتوں
میں منع بتایا ہے اور بعض نے ہر حال میں جائز قرار دیا ہے تو اس سے نکل آیا کہ بعض ایسے بھی ہیں جن کی رائے پر ہر صورت میں منع ہیں۔

تنبیہ: شعر ۱۱ کے ترجمہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ فِیْ کُلِّ حَالٍ سے محققین کی رائے پر ضمیر کی ھا کے تمام حالات
مراد ہیں نہ کہ علی ضباعؒ کی رائے کے مطابق فتحہ اور نصب کے سوا تمام قسمیں جن میں وہ تین قسمیں بھی شامل ہیں جو شعر ۹ میں مذکور ہیں
اور جن میں روم و اشمام بالاتفاق منع ہیں اور بعض نے اس کے عموم میں فتحہ اور نصب کو بھی شامل کر دیا ہے لیکن یہ محض قیاس ہے۔

تفریع: جس حرف پر وقف کیا جائے اگر اس سے پہلے مدہ یا لین ہو اور اس آخری حرف پر ضمہ ہو جیسے یُجْبَالُ ۔
نَسْتَعِیْنُ ۔ اَلْکُفُوْرُ ۔ خَیْرٌ ۔ حَیْثُ تو اس میں سب کیلئے سات وجوہ ہیں، ۱ تا ۳ طول ۔ توسط ۔ قصر خالص اسکان کے ساتھ
۴ تا ۶ پھر یہی تینوں اشمام کے ساتھ ۷ پھر روم قصر کے ساتھ اور اگر مدہ یا لین کے بعد آخری حرف پر کسرہ ہو جیسے اَلرَّحْمٰنِ ۔ اَلْبَیْتِ ۔ مِنْ خَوْفٍ
تو اس میں چار وجوہ ہیں: ۱ تا ۳ طول ۔ توسط ۔ قصر اسکان کے ساتھ ۴ روم قصر کے ساتھ اور اگر مدہ اور لین کے بعد آخری حرف پر فتحہ ہو جیسے اَلْعٰلَمِیْنَ ۔
طَالُوْتَ ۔ بِالْخَیْرَ تو اس میں تین ہیں یعنی طول ۔ توسط ۔ قصر اسکان کے ساتھ لیکن اگر آخری حرف ہمزہ ہو اور مدہ کے بعد ہو اور اس
ہمزہ پر ضمہ ہو جیسے اَلسُّفَهَآءُ ۔ اَلْعُلَمٰٓؤُا ۔ تو اس میں ورش کیلئے تین وجوہ ہیں: ۱ سکون ۲ اشمام ۳ روم اور تینوں طول ہی
کے ساتھ ہوں گی اور توسط والوں کیلئے پانچ ہیں۔ ۱ تا ۳ سکون و اشمام و روم توسط کے ساتھ ۴ و ۵ سکون و اشمام طول کے ساتھ اور
طول کے ساتھ روم درست نہیں کیونکہ روم اسی وجہ میں جائز ہے جو وصلاً درست ہو اور توسط والوں کے لئے وصلاً طول صحیح نہیں۔
اسی لئے طول کے ساتھ روم ناجائز ہو گیا اور اگر مدہ کے بعد والے ہمزہ پر کسرہ یا جر ہو جیسے هٰٓؤُلَآءِ ۔ مِنَ السَّمَآءِ تو اس میں ورش
کے لئے دو ہیں یعنی سکون و روم طول کے ساتھ اور توسط والوں کے لئے تین ہیں: ۱ و ۲ سکون و روم توسط کے ساتھ ۳ طول صرف
سکون کے ساتھ اور اگر ہمزہ پر فتحہ یا نصب ہو جیسے جَآءَ ۔ شَآءَ ۔ وَالسَّمَآءَ تو اس میں ورش کے لئے صرف سکون ہے طول کے
ساتھ اور توسط والوں کیلئے دو ہیں یعنی سکون توسط و طول دونوں کے ساتھ اور اگر اس آخری ہمزہ سے پہلے حرفِ لین ہو اور ہمزہ پر ضمہ
ہو جیسے شَیْءٌ تو اس میں ورش کیلئے چھ وجوہ ہوں گی یعنی لین کے توسط اور طول دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ سکون اشمام و
روم اور ہشام اور حمزہ کیلئے بھی چھ ہیں یعنی سکون ۔ اشمام ۔ روم نقل کے ساتھ بھی اور ابدال و ادغام کے ساتھ بھی اور باقی حضرات
کے لئے سات ہوں گی جو اسی تفریع کے شروع میں نَسْتَعِیْنُ وغیرہ میں درج ہو چکی ہیں اور اگر لین کے بعد آخری ہمزہ پر کسرہ ہو جیسے
شَیْءٍ ۔ اَلسَّوْءِ تو اس میں ورش کیلئے چار ہیں ۔ یعنی سکون و روم توسط کے ساتھ بھی اور طول کے ساتھ بھی اور ہشام و حمزہ کے لئے
بھی چار ہی ہیں ۔ یعنی سکون و روم نقل کے ساتھ بھی اور ابدال و ادغام کے ساتھ بھی اور باقی حضرات کے لئے بھی چار ہیں یعنی قصر توسط ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طول اسکان کے ساتھ پھر قصر روم کے ساتھ اور ہشام وحمزہ کی وجوہ کی پوری تفصیل گیارہویں باب میں درج ہو چکی ہے ـــ اور اگر وقف والے حرف سے پہلے نہ مدہ ہو نہ لین تو اس میں سب کیلئے فتحہ کی صورت میں صرف سکون اور کسرہ کی صورت میں سکون و روم دو اور ضمہ کی تقدیر پر سکون و اشمام و روم تین وجوہ ہوں گی اور مد قطعاً نہ ہوگا جیسے حَسَدًا - الْفَلَقِ - أَحَدٌ -

فائدہ نمبر۱ (۱) اگر دو مد وقفی عارضی اس طرح جمع ہو جائیں کہ دونوں میں آخری حرف کی حرکت یکساں ہونے کے بجائے دو طرح کی ہو تو اس صورت میں اہل ادا کے دو مذہب ہیں اور اکثر محققین کی رائے پر دونوں صحیح اور قابل عمل ہیں نمبر۱ یہ کہ دونوں کی مقدار میں برابری رکھی جائے نمبر۲ دونوں کو دو بابوں سے قرار دے کر فرق کرنا بھی جائز ہے پس اگر آخری حرف پر اوّل میں فتحہ اور ثانی میں کسرہ ہو جیسے الْعٰلَمِيْنَ - الرَّحِيْمِ تو برابری والوں کے قول پر تو دونوں میں چار وجوہ ہیں نمبر۱ دونوں میں طول نمبر۲ دونوں میں توسط نمبر۳و۴ اول کے قصر پر ثانی میں قصر سکون کے ساتھ پھر روم کے ساتھ اور فرق والوں کے قول پر چھ ہیں یعنی اوّل کی تینوں میں سے ہر ایک کے ساتھ ثانی میں دو دو ایک وہی جو اوّل میں ہو اور دوسری روم قصر کے ساتھ اور اگر آخری حرف پر اوّل میں کسرہ اور ثانی میں ضمہ ہو جیسے الدِّيْنِ - نَسْتَعِيْنُ تو ان میں برابری والوں کے قول پر تو سات وجوہ ہیں: نمبر۱تا۶ اول کے اسکان کی تینوں میں سے ثانی میں دو دو یعنی سکون و اشمام یکساں مقدار کے ساتھ نمبر۷ دونوں میں روم قصر کے ساتھ اور فرق والوں کے قول پر سولہ وجوہ ہوں گی: نمبر۱تا۹ اول کے اسکان کی تینوں میں سے ہر ایک پر ثانی میں تین تین یعنی سکون - اشمام اور دونوں میں مقدار اوّل کے برابر رہے گی پھر ثانی میں روم قصر کے ساتھ نمبر۱۰تا۱۶ پھر اول کے روم مع القصر پر ثانی میں ساتوں یعنی طول - توسط - قصر اسکان کے ساتھ پھر یہی تینوں اشمام کے ساتھ پھر روم قصر کے ساتھ - (۲) نشر میں ہے کہ یہ بات ضروری ہے کہ صَوَآفَّ - يُحِقَّ الْحَقَّ - عَلَيْهِنَّ جیسی مثالوں میں تشدید اور فتحہ والے حرف پر حرکت کے ساتھ وقف کرنے سے پرہیز کیا جائے (پس اس پر سکون ہی سے وقف ہونا چاہئے اور) گو اس سے دو ساکن جمع ہو جاتے ہیں لیکن یہ وقف میں ہر حال میں معاف ہے (یعنی عام ہے کہ پہلا ساکن مدہ ہو خواہ لین خواہ صحیح) اور اکثر انجان لوگ (اس میں پہلے) ساکن کے سبب (دوسرے ساکن کے) فتحہ سے وقف کرتے ہیں اور یہ (بالکل) غلط ہے ـــ اور جب اس تشدید والے حرف پر وقف کرنا ہو جو کلمہ کے آخر میں ہو اور اس سے پہلے مد یا لین کا کوئی حرف ہو جیسے وَالدَّوَآبُّ (سب کی) اور تُبَشِّرُوْنِّ - هٰتَيْنِّ - اَللَّذَيْنِّ (ابن کثیر کی قراءۃ پر) تو اس پر تشدید ہی سے وقف کرنا چاہئے گو اس میں دو سے زیادہ ساکن جمع ہو جائیں اور کئی ساکنوں کے سبب مد بھی کرنا چاہئے (چنانچہ لین میں تینوں وجوہ ہیں) اور مدہ میں انہی کئی ساکنوں کے سبب زیادہ مد (طول) ہوتا ہے - لیکن دانی رح کی رائے اس کے خلاف ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ الف کے بعد تو تشدید سے وقف کرنا ممکن ہے اور واو اور یا کے بعد ممکن نہیں چنانچہ جامع البیان میں سورۂ حجر میں تُبَشِّرُوْنِّ کے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ابن کثیر کی قراءۃ میں اس پر نون کی تخفیف ہی سے وقف ہو سکتا ہے کیونکہ نون پر تشدید پڑھنے کی صورت میں اس میں تین ساکن جمع ہو جاتے ہیں اور یہ ناجائز ہے رہا وہ تشدید والا حرف جو الف کے بعد ہو جیسے دَوَآبُّ - صَوَآفَّ - مُضَآرٍّ - جَآنٌّ وغیرہ میں سب کی اور وَالَّذٰنِّ - هٰذٰنِّ میں ابن کثیر کی قراءۃ پر تو اس پر تشدید سے وقف ہو سکتا ہے کیونکہ الف سے پہلے حرف پر ہمیشہ حرکت ہی ہوتی ہے (اور وہ بھی فتحہ کی) اس لئے الف کا مدہ ہونا قوی ہو گیا اور یہ حرکت والے حرف کے مرتبہ میں ہو گیا اور واو - یا سے پہلے حرف کی حرکت بدلتی رہتی ہے اور اس تغیر کے سبب (ساکن ہونے کی صورت میں) ان کا سکون خالص بن گیا اسی لئے دو ساکنوں کا جمع ہونا الف کے بعد تو برداشت کر لیا گیا کیونکہ وہ متحرک کے حکم میں ہے (پس اس صورت میں تین ساکن جمع نہیں ہوتے) اور واو اور یا کے بعد دو ساکنوں کا جمع ہونا برداشت نہیں کیا گیا کیونکہ وہ تو دو بھی خالص ساکن ہیں (اس لئے اس صورت میں تین ساکن جمع ہو جاتے ہیں) اس کے نقل کرنے کے بعد محقق رح فرماتے ہیں کہ اس میں دانی منفرد ہیں اور میرے علم میں مذکورہ بالا تینوں ساکنوں میں فرق کرنے کے بارہ میں کسی نے بھی دانی کی موافقت نہیں کی - نیز میری واقفیت کی حد تک خود موصوف کے کلام میں بھی اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقام جیسی (الوکھی) تقریر کسی اور جگہ نہیں پائی جاتی اور اس میں جو کمزوری ہے وہ ظاہر ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان سب موقعوں میں (کسرہ اور ضمہ والے حرف پر) تشدید اور روم سے وقف کیا جائے اس صورت میں ان میں مذکورہ بالا تین ساکن جمع نہ ہوں گے۔ نیز تشدید والا وقف گو دو ساکنوں کے حکم میں ہے لیکن ایسے دو ساکنوں کے ادا کرنے کے مرتبہ میں نہیں ہے جو تشدید سے خالی ہوں کیونکہ مشدد حرف کے ادا کرنے کیلئے زبان ایک ہی مرتبہ اٹھتی ہے اسی لئے اس کا ادا کرنا آسان ہو جاتا ہے اور یہ حس کی رو سے ظاہر ہے اور اسی لئے صَوَآفَّ اور دَوَآبَّ وغیرہ میں تو اسکان سے وقف کرنا جائز ہے اور اَمْ آیٰتَ وغیرہ میں ابدال والی وجہ میں وقف درست نہیں جیسا کہ ہمزہ مفرد کے باب کے آخر میں بیان ہو چکا ہے۔

فائدہ ۲: (۱) تانیث کی ھا میں روم و اشمام اس لئے نہیں ہوتے کہ حرکت تو تا پر تھی اور وہ بھی وصل میں تھی رہی ھا سو وہ ساکن محض ہے کیونکہ یہ اس وقفی حالت میں تا کا عوض بنتی ہے جس میں حرکات معدوم ہو جایا کرتی ہیں پس جب خود تا پر ہی حرکت نہیں رہی تھی تو ھا پر کہاں سے آتی رہی دراز تا سو جو اس پر رسم کے سبب تا سے وقف کرتے ہیں ان کیلئے روم و اشمام دونوں ہوتے ہیں کیونکہ اس میں حرکت خود تا پر آتی ہے نہ کہ ھا پر اور مکی نے ان دونوں صورتوں کی اسی طرح تصریح کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ ھا حرکت والے حرف سے بدلی ہوئی تو ہوتی ہے لیکن خود اس پر تو حرکت نہیں ہوتی رہی دراز تا سو اس پر تا سے وقف کرنے والوں کیلئے وقف خود اسی حرف پر ہے جس کیلئے حرکت لازم تھی اس لئے اس میں روم و اشمام جاری ہوتے ہیں۔ (۲) ابراز میں ہے کہ جمع کے میم میں صلہ والوں کیلئے بھی روم و اشمام درست نہیں کیونکہ یہ میم ساکن ہی ہے اور اس پر حرکت صلہ کی وجہ سے آجاتی ہے اسی لئے جب اس پر وقف کرتے ہیں تو صلہ حذف ہو کر میم ساکن ہو جاتا ہے اور مکی نے ضمیر کی ھا پر قیاس کر کے جمع کے میم میں بھی روم و اشمام کو جائز بتایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ قراء نے میم جمع کے بارہ میں پہلے ہی کچھ نہیں کہا ہے ورنہ ان کے قیاس کی شرط کی رو سے تو یہ ضروری ہے کہ اس میں روم و اشمام دونوں جائز ہوں کیونکہ قراء اس کے قائل ہیں کہ روم و اشمام کے جائز ہونے کے بارہ میں بنائی اور اعرابی حرکت میں کوئی فرق نہیں ہے پس اس میم کی حرکت میں نص کے واقف روم و اشمام کرنے والے تو اجماع کے مخالف نہیں ہیں اور جو میم کی حرکت میں روم نہیں کرتے وہ روایت (کی تائید) کے بغیر نص کے مخالف ہوگئے ہیں پھر اَللّٰھُمَّ کہکر ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ہاں اگر کسی نص سے اس میم کا مستثنیٰ ہونا ثابت ہو جائے تو اس کے صحیح ہونے کی تقدیر پر اسی کی طرف رجوع کرنا واجب ہوگا لیکن نص (بالکل) نہیں پائی جاتی اور اس میم میں روم و اشمام کے درست ہونے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ قراء نے ضمیر کی ھا میں روم و اشمام کی تصریح کی ہے اور یہ میم بھی ھا کی طرح ہے کیونکہ دونوں کی حرکت کے بعد صلہ کا حرف زیادہ کیا جاتا ہے۔ میم کے بعد واو اور ھا کے بعد واو اور یا اور دونوں کا یہ صلہ وقفاً حذف ہو جاتا ہے۔ **سوال:** جب یہ میم ھا کی طرح ہے اور ھا کا حکم یہ ہے کہ جب وہ ضمہ اور کسرہ اور واو اور یائے ساکنہ کے بعد ہو تو اس میں اکثر قراء کی رائے پر روم و اشمام درست نہیں ہیں جیسا کہ شعر ۳۱ میں مذکور ہے تو میم کا حکم بھی یہی ہونا چاہئے۔ **جواب:** ھا خفی (پوشیدہ) حرف ہے اور میم ایسا نہیں اس لئے ھا میں تو ان صورتوں میں اشارہ منع ہو گیا اور میم میں درست رہا اور اگر میم بھی خفی ہوتا تو یَقُوْمُ اور یَحْکُمُ میں اشمام جائز نہ ہوتا حالانکہ اس کے درست ہونے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں اور جو حضرات جمع کے میم میں اشارہ منع ہونے کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ میم بھی ہونٹوں سے نکلتا ہے (اور اشارہ بھی دونوں ہی سے ہوتا ہے پس اس سے ایک طرح کے دو عمل جمع ہو کر ثقل ہو جاتا ہے) ان کا قول معتبر نہیں کیونکہ جو میم اسموں اور فعلوں کے آخر میں آتا ہے اور جمع کیلئے نہیں ہوتا اس میں روم و اشمام کے درست ہونے پر سب کا اجماع ہے اور اگر اس دلیل کو مان بھی لیا جائے تو اس سے صرف اشمام کی ممانعت ثابت ہوگی روم کی ممانعت پھر بھی دلیل رہے گی۔ پس قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جو حضرات اصل کی طرف اشارہ کرنے کے قصد سے جمع کے میم کا ضمہ پڑھتے ہیں ان کی قراءۃ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں اس پر بھی اسی طرح (روم و اشمام و اسکان سے) وقف کیا جائے جس طرح دوسرے متحرک حروف پر ہوتا ہے۔ ہاں اس میں اولیٰ اسکان ہی ہے اور جو قراء اس کو دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر حرکت دیتے ہیں ان کے لئے اس پر صرف سکون ہی سے وقف ہو گا۔ ابو شامہؒ فرماتے ہیں کہ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وغیرہ میں جو میم پر ضمہ یا کسرہ کی حرکت ہے وہ اکثر کی قراءۃ میں تو دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر ہے اس لئے اس کے ضمہ میں اشمام و روم دونوں ہوں گے اور کسرہ میں روم نہ ہو گا اور صلہ والوں کی قراءۃ پر اس کی حرکت دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر نہیں ہے۔ پس مکی کی تصریح کے مطابق ابن کثیر کی قراءۃ پر اس میں اشمام و روم درست ہوں گے۔ دانیؒ اس تقریر کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مکی نے اس میں اجماع کے خلاف کیا ہے اور غیر صحیح بات کے قائل ہوئے ہیں۔ پھر دانیؒ نے جمع کے میم اور ھاء الکنایہ میں یہ فرق بتایا ہے کہ ھا پر تو صلہ سے پہلے بھی حرکت تھی اور جمع کے میم پر صلہ سے پہلے حرکت نہیں تھی (جس کی دلیل اکثر کی قراءۃ ہے) اس لئے وقفاً ھا کی حرکت میں وہی حکم جاری کیا گیا جو دوسری حرکات میں ہوتا ہے اور میم پر حرکت تھی ہی نہیں اس لئے اس کو ساکن ہی رکھا گیا پس یہ اُن حروف کی طرح ہو گیا جن پر دو ساکن جمع ہونے کے سبب حرکت آیا کرتی ہے جن کا ذکر تیسری قسم عارضی حرکت میں آرہا ہے (۲) عارضی حرکت کی طرف اشارہ اس لئے منع ہے کہ جب دوسرے ساکن کے سبب پہلے ساکن پر حرکت آتی ہے وہ وقفاً پہلے ساکن سے جدا ہو جاتا ہے اور اسی طرح وہ ہمزہ بھی ساکن سے متصل نہیں رہتا جس کی حرکت ساکن کی طرف نقل کی گئی تھی رہی وہ عارضی حرکت جو پہلے ساکن کے سبب دوسرے ساکن کو دی گئی ہو جیسے وَمَنْ يُّشَاقِّ اللّٰهَ وغیرہ کے قاف پر ہے سو اس میں روم و اشمام و اسکان تینوں درست ہیں کیونکہ وہ ساکن مدغم جس کی بناء پر دوسرے ساکن کو حرکت دی گئی ہے حالتین میں باقی رہتا ہے۔

خلاصہ:۔ یہ کہ جس سبب سے ساکن کو حرکت دی جاتی ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں ۱ وہ سبب کلمہ کے لئے لازم نہ ہو بلکہ وقفاً اس سے جدا ہو جاتا ہو جیسے وَاَنْذِرِ النَّاسَ اور وَانْحَرْ اِنَّ میں ہے ۲ وہ سبب کلمہ کے لئے لازم ہو کہ وقفاً بھی ساکن سے جدا نہ ہوتا ہو جیسے وَمَنْ يُّشَاقِّ اللّٰهَ وغیرہ میں پہلا ساکن۔ ہے ان میں سے پہلی قسم میں اشارہ منع اور دوسری میں درست ہے اسی لئے جُزْءٌ۔ مِلْءُ۔ دِفْءٌ وغیرہ میں وقفاً ہشام و حمزہ کی قراءۃ پر نقل کے باوجود بھی اشمام و روم سے اشارہ درست ہے کیونکہ جس حرکت کی طرف اشارہ ہو رہا ہے وہ ہمزہ کی حرکت ہے جو اس پر دلالت کرتی ہے پس گویا ہمزہ تلفظ میں موجود ہے اور يَوْمَئِذٍ اور حِينَئِذٍ میں ذال کی حرکت عارضی ہے کیونکہ یہ اصل کی رو سے يَوْمَئِذْ اور حِينَئِذْ تھے پھر جب ان کے آخر میں مضاف الیہ کے عوض میں تنوین آئی تو دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر ذال کو کسرہ دیدیا گیا اور وقفاً تنوین کے حذف ہو جانے کے سبب دو ساکن جمع نہیں رہتے اس لئے ذال اپنی اصل (سکون) کی طرف لوٹ آتی ہے اسی لئے اس میں اشارہ درست نہیں اور گو كُلٌّ اور غَوَاشٍ میں بھی تنوین وقفاً حذف ہو جاتی ہے لیکن ان میں اصل کی رو سے آخری حرف پر حرکت تھی پس ان میں تنوین حرکت پر داخل ہوتی ہے اسی لئے ان میں اشارہ درست ہے۔

فائدہ ۳ (ا) تانیث کی ھا کی قیود اور ان کے فوائد: ۱ تانیث کی ھا ہو ۲ وہ اکیلی تانیث کے لئے ہو نہ کہ پورا کلمہ ۳ اس پر وقف بھی ھا سے کیا گیا ہو پہلی قید سے نَفْقَهُ اور فَوَاكِهُ وغیرہ کی ھا نکل گئی اور دوسری سے هٰذِهٖ کی ھا نکل گئی کیونکہ اس میں حرف ھا کے بجائے پورا کلمہ تانیث کیلئے ہے اور یہ قاعدہ میں داخل نہیں کیونکہ اس سے پہلے فتحہ نہیں ہے نیز یہ وصلاً بھی ثابت رہتی ہے اور اس میں صلہ بھی ہوتا ہے اور تیسری قید سے بَقِيَّتُ اللّٰهِ اور مَرْضَاتِ اللّٰهِ وغیرہ کی تا نکل گئی کیونکہ اس میں تفصیل ہے اور جعبری وغیرہ کی رائے کے موافق یہ ھاء التانیث سے نہیں نکلی ہے کیونکہ جس پر تا سے وقف ہوتا ہے وہ بھی تو ھاء تانیث ہی کہلاتی ہے تاء تانیث تو تاء ساکنہ کو کہتے ہیں جو قَالَتْ وغیرہ میں ہے سو یہ شامل ہی نہیں ہے تاکہ اس کے جدا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے کی حاجت پیش آتی (۲) اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ عارضی حرکت کی دو قسمیں ہیں ۱ وہ جو دو ساکنوں کی بناء پر آئی ہو ۲ جو نقل کی وجہ سے آئی ہو پھر اول کی دو صورتیں ہیں: ۱ وہ جس میں ساکن کو حرکت دینے کا سبب وقفاً بھی باقی رہے اور یہ وہ ساکن ہے جس کو اس سے پہلے ساکن کے سبب حرکت دی گئی ہو جیسے حَیْثُ ۔ اَمْسِ وغیرہ یہ لازمی حرکت کے حکم میں ہے اور اسی لئے اس میں روم و اشمام درست ہیں ۲ وہ ساکن جس کو حرکت دینے کا سبب وقفاً باقی نہ رہے اور یہ وہ ہے جس پر بعد کے ساکن کے سبب حرکت آئی ہو عام ہے کہ وہ دوسرا ساکن متصل ہو جیسے یَوْمَئِذٍ خواہ منفصل جیسے وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ ۔ وَاَنْذِرِ النَّاسَ اس قسم میں اشارہ درست نہیں ۔ اور جو عارضی حرکت نقل کی بناء پر آئی ہو اس کی بھی دو صورتیں ہیں: ۱ وہ جس میں ہمزہ ساکن سے متصل ہو یعنی اسی کلمہ میں ہو جیسے مِلْءُ ۔ اَلْمَرْءُ ۔ دِفْءٌ اس قسم میں نقل والی حرکت لازم کے حکم میں ہے اسی لئے اس میں ہشام و حمزہ کیلئے اشارہ درست ہے ۲ وہ جس میں نقل کا ہمزہ ساکن سے منفصل (دوسرے کلمہ میں) ہو جیسے وَانْحَرْ اِنَّ ۔ قُلُ اُوْحِيَ اس میں اشارہ درست نہیں ۔ کیؒ نے یہ تفصیل نصًّا بیان کی ہے پس گو دانی اور ناظم عارضی حرکت کو بلا قید لائے ہیں لیکن واقع کے اعتبار سے اس میں محض کی قید بھی ہے یعنی ہر اعتبار سے عارضی ہو حقیقتاً بھی اور حکماً بھی کیونکہ مطلق سے کامل فرد مراد ہوا کرتا ہے اور اسی قید کے بڑھانے کی غرض سے جعبری نے شعر ۹ کے دوسرے مصرع میں تغیر کیا ہے (۳) شعر ۱۰۱ کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر کی ھا میں جو تین مذہب ہیں ان میں سے تفصیل والوں کا مذہب افضل ہے ۔ پس تینوں کا اثبات یا تینوں کی نفی مقصود نہیں ۔ سوال :- وَبَعْضُهُمْ يُرِي الخ زائد اور بے فائدہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ بات تو شعر ۱ کے وَنَقْلُهُمَا فِي الْقِيَمِ سے بھی معلوم ہو چکی ہے ۔ جواب :- اس کو اس لئے بیان کر دیا کہ قَوْمٌ کا مقابل بن جائے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے قاف کے رمز ہونے کا شبہ رفع ہو گیا ۔ قالہ الجعبری اور علی قاری رحمہ اللہ کی رائے پر قَوْمٌ کے بجائے بَعْضٌ ظاہر تر تھا (۴) چونکہ تنوین اور ضمیر کی ھا کا صلہ دونوں حرکت کے کامل ہو جانے کے بعد آیا کرتے ہیں اور روم حرکت کا کچھ حصہ ادا کرنے کا نام ہے اس لئے روم میں تنوین اور صلہ محذوف رہتا ہے ورنہ لازم آئے گا کہ وقف پوری حرکت پر کیا گیا ہے ۔ (۵) وقف کے اجماعی احکام (الف) نصب کی وہ تنوین جو تانیث کی ھا کے علاوہ کسی اور حرف پر ہو الف سے بدل جاتی ہے اور رفع اور جر کی تنوین حذف ہو جاتی ہے اور ان دو بر حال میں پہلے حرف کی حرکت کے موافق مدہ سے ابدال کے اور ربیعہ تینوں حالتوں میں حذف کے قائل ہیں (ب) اِذًا کا نون اور وَلَيَكُونًا (یوسف ع) اور لَنَسْفَعًا (علق) کا نونِ تاکید خفیفہ بھی الف سے بدل جاتا ہے (ج) اَنَا کے نون کے بعد الف زیادہ کیا جاتا ہے (اور بعض حضرات الف کے بجائے ھا زیادہ کرتے ہیں جو قرآن میں صحیح نہیں) (۶) وقف کے اختلافی احکام (الف) اسم واحد میں تانیث کی تا کا ھا سے ابدال (لیکن طے والے تا ہی رکھتے ہیں) (ب) مِنْهُنَّ ۔ عَلَيْهِنَّ جیسی مثالوں میں سکتہ کی ھا کی زیادتی جو یعقوب کی قراءۃ سے ہوتی ہے (ج) غیر قرآن میں آخری حرف کا مشدد کر دینا جبکہ وہ حرکت کے بعد ہو اور ہمزہ اور حرف علت نہ ہو جیسے خَالِدُ ۔ فَرِحُ اور عاصم عصمہ کی قراءۃ بھی اسی کے موافق آئی ہے اور اہوازی نے جو جزءٌ سے جُزْءُ ۔ مِلْءُ ۔ دِفْءُ ۔ اَلْخَبْءُ میں زا ۔ لام ۔ فا ۔ با کی تشدید نقل کی ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہے (د) ایک کلمہ میں نقل چنانچہ ابن مجاہد کی یہ روایت اسی قبیل سے ہے کہ ابو عمرو بِالصَّبْرِ میں با کو بقدر کسرہ کی بو دیتے تھے لیکن دراز نہیں کرتے تھے (ہ) ترنم کی غرض سے روی کے الف کا نون سے ابدال (۷) علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ نا واقف قراء کی ایک جماعت اَيْدِيهِنَّ ۔ اَرْجُلِهِنَّ جیسی مثالوں میں تشدید اور فتحہ والے حرف پر روم سے وقف کرتی ہے اور علت یہ بتائی ہے کہ اس سے اجتماعِ ساکنین نہیں رہتا اور تائید و استشہاد میں یہ بات پیش کی ہے کہ ایسے موقعوں میں یعقوب وقفاً سکتہ کی ھا زیادہ کرتے ہیں اور یہ نقل ۔ علت ۔ استشہاد تینوں غلط ہیں ۔ نقل اس لئے کہ ہم نے اس کو مشہوروں کے اماموں میں سے کسی کی کتاب میں بھی نہیں پایا اور علت اس لئے صحیح نہیں کہ وقف میں تحقیقی اجتماعِ ساکنین بھی معاف ہے جو مِصْرَ جیسی مثالوں میں ہے پھر تقدیری تو بدرجہ اولیٰ معاف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہونا چاہیے اس لئے کہ مشدد حرف لفظاً تو ایک ہی ہوتا ہے۔ لیکن تقدیراً اور حکماً اس میں دو حرف ہوتے ہیں اور اس پر عربیت کے اماموں کا اجماع ہے اور استشہاد اس لئے درست نہیں کہ یعقوب تو حرکت کے ظاہر کرنے کی غرض سے هُوَهْ اور هِيَهْ میں بھی ھا زیادہ کرتے ہیں اس بنا پر کہ ان میں واو اور یا حرفِ علت اور خفی اور ضمیر میں ہونے کے سبب ضعیف ہیں حالانکہ ان میں دو ساکن بھی نہیں ہیں (۸) اَوْ اُمَّاهُمَا میں اشارہ ہے کہ حروفِ علت اصل ہیں اور حرکات فرع ہیں اور اس بارہ میں تین مذہب ہیں: ۱۔ حروف اصل ہیں کیونکہ یہ ذات اور جوہر ہیں اور حرکات فرع ہیں کیونکہ یہ عرض ہیں اور حروف کی صفت کے طور پر ہیں اور ناظم کی رائے پر غالباً یہی مختار ہے ۲۔ حرکات اصل ہیں کیونکہ انہی کے بڑھانے سے یہ حروف پیدا ہوتے ہیں پس گویا یہ ان حروف کیلئے مادہ ہیں۔ ۳۔ دونوں دو مستقل اصلیں ہیں۔ اور ناظم کی طرح حصری نے بھی اس شعر میں واو اور یا کو ضمہ اور کسرہ کی مائیں کہا ہے ؎

وَاَشْمِمْ وَرُمْ مَا لَمْ تَقِفْ بَعْدَ ضَمَّةٍ ۔۔۔ وَلَا كَسْرَةٍ اَوْ بَعْدَ اُمَّيْهِمَا فَادْرِهِ

فائدہ ۲۔ (۱) یہاں مشق کے لئے درج ذیل مثالیں وجوہ کی تعداد سمیت درج کی جاتی ہیں اور اس کی تعیین طلباء خود کریں کہ وہ وجوہ کیا کیا ہیں پس مِصْرَ میں ایک مِنَ الْاَمْرِ میں دو اور نَعْبُدُ میں تین اور اَلْعٰلَمِیْنَ میں بھی تین اور بِكَلِمٰتٍ میں چار اور نَسْتَعِیْنُ میں سات اور قَدِیْرٌ میں آٹھ وجوہ ہیں اور اس میں آٹھویں ورش کا روم مع الترقیق ہے اور یَسْتَهْزِءُوْنَ میں چھ ہیں تین حمزہ کیلئے اور تین باقی چھ کیلئے اور اِذَا الْاَغْلٰلُ میں سب قراءتوں کے ملا لینے کی تقدیر پر اکیس ہیں اور خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ میں چوبیس ہیں اور یہ سب قصیدہ کے طریق کے موافق ہیں (۲) دو نظمیں جو چیستاں کے طور پر ہیں جعبری کی ؎

یَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ حُیِّیْتُمْ ۔۔۔ مِنْ رَّبِّكُمْ بِالْعَفْوِ وَالْمَغْفِرَهْ

اے قراء کی جماعت تمہیں تمہارے رب کی طرف سے معافی اور مغفرت کا تحفہ عطا کیا جائے۔

اِنَّا رَاَیْنَا الرَّوْمَ فِیْ جَرِّهِمْ ۔۔۔ مُمْتَنِعًا فِیْ كَلِمٍ فَاذْكُرَهْ

یہ ھا سکتہ کی ہے نہ کہ ضمیر کی۔

ہم نے چند کلمات میں ان کے جر میں بھی روم کو ناجائز پایا ہے۔ پس تو ان کلمات کو یاد کر لے (یعنی بتاؤ وہ کلمات کون سے ہیں جن میں مجرور ہونے کے باوجود بھی روم درست نہیں)

وَقَدْ اُجِیْزَ الرَّوْمُ فِیْ نَصْبِهِمْ ۔۔۔ مِنْ غَیْرِ مَا خُلْفٍ وَّلَا مَعْذِرَهْ

اور (ایک قسم جمع مؤنث سالم میں) کسی خلاف اور مجبوری کے بغیر ان کے نصب میں بھی روم جائز بتایا گیا ہے۔

وَالرَّوْمُ وَالْاِشْمَامُ فِیْ رَفْعِهِمْ ۔۔۔ یَمْنَعُهُ الْكُلُّ فَفَكِّرْ تَرَهْ

اور (دو قسموں یعنی تقدیری اور حرفی اعراب میں) ان کے رفع میں بھی روم و اشمام کو سب ناجائز بتاتے ہیں۔ پس تو (ان قسموں کے متعین کرنے کے لئے) غور کر (ان شاء اللہ) تو (ان کو) پالے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جَوَابٌ لَهُ:۔ یَا اَیُّهَا الْمُلْغِزُ فِیْ نَظْمِهٖ خُذْ عِشْتَ مِمَّا قُلْتُهُ مُظْهِرَهْ

اے اس (بیان) کی نظم میں چیستان اور اشکال کا احساس کرنے والے (اللہ کرے) تو عیش سے رہے تو اس چیستان کا جواب میری اس تشریح سے حاصل کرلے جس کو میں نے واضح کرنے والا بن کر (اس کے بعد کے تین شعروں میں) بیان کیا ہے۔

فَرَوْمَ مَجْرُوْرٍ بِفَتْحٍ امْنَعَا کَالْفَتْحِ فِیْ مَمْنُوْعِ صَرْفٍ فَرَهْ

اس میں منع بجزی سے امر کا صیغہ ہے

پس تو اس مجرور کے روم کو ناجائز بتادے جس کا جر فتحہ سے آتا ہے اور اس جر کی مثال اس فتح کی طرح ہے جو غیر منصرف کی جری حالت میں آتا ہے پس تو اس کو دیکھ لے اور معلوم کرلے۔

وَلَا تُشِرْ تَقْدِیْرًا اَوْ مُعْرَبًا بِالْحَرْفِ کَالْاِسْکَانِ لَنْ تُنْکِرَهْ

اور تو تقدیری اور حرفی اعراب والے مُعرب کے رفع میں روم و اشمام سے اشارہ نہ کر پس یہ دونوں قسمیں اشارہ کے درست نہ ہونے میں اسکان کی طرح ہیں تو اس اشارہ نہ کرنے میں اجنبی نہیں سمجھا جائے گا۔

وَرُمْ مَنْصُوْبًا بِکَسْرٍ فَاجِزْ کَالْکَسْرِ فِیْ سَالِمِ جَمْعِ الْمَرَهْ

یہ اصل میں اَلْمَرْءَةِ تھا

اور تو اس منصوب کے روم کو جائز رکھ جس کا نصب کسرہ سے آتا ہے اس کی مثال اس کسرہ کی طرح ہے جو جمع مؤنث سالم کی نصبی حالت میں آتا ہے۔ اصفہانی ؒ

اَسْأَلُکُمْ یَا مَعْشَرَ الْقُرَّآءِ مَسْأَلَةً عَجِیْبَةَ الْاِنْشَآءِ

اے قراء کی جماعت! میں آپ حضرات سے ایک ایسا مسئلہ پوچھتا ہوں جس کا ظہور عجیب وغریب ہے۔

اِنَّا نَرَی الرَّوْمَ بِنَصْبٍ جَائِزًا وَالْجَرِّ مَمْنُوْعًا بِلَا امْتِرَآءِ

بلاشبہ ہم روم کو نصب میں درست اور جر میں ناجائز پاتے ہیں۔

وَالرَّوْمَ وَالْاِشْمَامَ مَمْنُوْعَیْنِ فِیْ رَفْعٍ فَمَا ذَا شَانُ ذِی الْاَشْیَآءِ

اور رفع میں روم و اشمام دونوں کو ناجائز پاتے ہیں۔ پس ان چیزوں کا کیا حال ہے یعنی یہ قسمیں کون سی ہیں اور ان کی وجہ کیا ہے۔

وَجَوَابُهٗ:۔ یَا اَیُّهَا الْمُلْغِزُ فِیْ تَسَاؤُلِهٖ وُقِیْتَ شَرَّ الْخَلْقِ وَالشَّحْنَآءِ

اے سوال میں چیستان پالنے والے تجھے مخلوق کے شر اور ان کی عداوت سے بچایا جائے اس چیستان کا جواب یہ ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو بعد کے تین شعروں میں آرہا ہے۔

اَلرَّوْمُ فِي النَّصْبِ لَدَى جَمْعِ الْإِنَا ثِ سَالِمًا كَمُسْلِمَاتٍ جَاءَ

نصب میں روم جمع مونث سالم میں آتا ہے جو مُسْلِمَاتٍ کی طرح ہے۔

وَامْنَعْهُ فِي مَجْرُورِ مَا لَمْ يَنْصَرِفْ كَمِثْلِ إِبْرٰهِيمَ بَعْدَ الْبَاءِ

اور جر والے غیر منصرف میں روم کو ناجائز رکھ اس کی مثال اس اِبْرٰهِيمَ کی طرح ہے جو باء کے بعد ہو (یعنی بِإِبْرٰهِيمَ)

وَامْنَعْهُمَا فِي الرَّفْعِ تَقْدِيرِيًّا أَوْ حَرْفًا كَذُو يَدْعُوا يَرَى وَالْيَاءِ

اور تقدیری یا حرفی رفع میں دونوں کو ناجائز رکھ جس کی مثالیں ذُوْ - يَدْعُوا - يَرٰى اور یائی مضارع (يَرْمِي) کی طرح ہیں

النحو العربیہ:- ۳۶۵ ؎۱ مِنْ - إِشْتِقَاقٌ کے اور عَنْ - الْوَقْفِ کے متعلق ہے ؎۲ تَعْزَلًا ای تجرّدا یا تو حرف کی صفت ہے یا تَعْزِيلًا کی اور تَعْزَلُهُ اور إِعْتَزَلَهُ دونوں ہم معنیٰ ہیں اور أَعْزَلُ بھی اسی سے ہے یعنی وہ شخص جس کے پاس ہتھیار نہ ہوں۔ ۳۶۶ ؎۱ عِنْدَ - ثَابِتٌ کا ظرف ہے جو سِمَةٌ کی خبر مقدم ہے اور بِهِ بھی اسی کے متعلق ہے۔ ؎۲ مِنَ الرَّوْمِ کائِنًا کے متعلق ہو کر تَجَمَّلًا کے فاعل سے حال ہے ؎۳ وَالْإِشْمَامِ کا واو أَوْ تولیعیہ کے معنیٰ میں ہے۔ پس معطوفین کا جمع ہونا بھی درست ہے ۳۶۷ ؎۱ أَكْثَرُ چونکہ معنیٰ جمع اور لفظاً واحد ہے اسی لئے اس کی خبر يَرَى بمعنی يَخْتَارُ میں ضمیر کو واحد لائے ہیں ؎۲ أَعْلَامِ کی تحقیق شعر ۱۳۱ کے بعد فائدہ میں نمبر چار کے ذیل میں درج ہو چکی ہے ؎۳ لِسَائِرٍ کا لام يَرَى کے متعلق ہے اور سَائِرٌ کے دو معنیٰ ہو سکتے ہیں جو ترجمہ میں درج ہو چکے ہیں ؎۴ أَوْلَى - أَحَقُّ کے معنیٰ میں ہے اور یہ مضاف الیہ سے مل کر يَرَى کا دوسرا مفعول ہے ؎۵ الْعَلَائِقِ - عِلَاقَةٌ کی جمع ہے جس میں عین کا فتحہ اور کسرہ دونوں درست ہیں اور مَا يُتَعَلَّقُ بِهِ کے معنیٰ میں ہے اور يَقُولُونَ لِي لَا تَرْكَبَنَّ عَلِيقَةً ۞ وَمِنْ لَذَّةِ الدُّنْيَا رُكُوبُ الْعَلَائِقِ بھی اسی معنیٰ میں ہے ؎۶ مِطْوَلًا - أَوْلَى کے فاعل سے تمیز ہے اور یہ لغۃً رسی کے اور یہاں مجاز کے طور پر سبب کے معنیٰ میں ہے۔ ۳۶۸ ؎۱ رَوْمُ مصدر ہے جو فاعل کی طرف مضاف ہے اور مفعول مقدر ہے ای وَرَوْمُكَ حَرَكَةَ الْحَرْفِ اور وَاتِّفَاقًا سَمَاعُ کے فاعل سے حال ہے ؎۲ إِسْمَاعُ کا فاعل مقدر ہے اور الْمُحَرَّكِ ای الْحَرْفِ الْمُحَرَّكِ لفظاً مصدر کا مضاف الیہ اور معنیٰ دوسرا مفعول ہے اور پہلا مفعول كُلَّ دَانٍ ہے اور جعبری اور ابوشامہ عکس کے قائل ہیں لیکن پہلی تقدیر اولیٰ ہے چنانچہ اس کی مثال میں ابوشامہ کا أَسْمَعْتُ زَيْدًا كَلَامًا کہنا بھی اسی پر دال ہے ؎۳ بِصَوْتٍ کی با إِسْمَاعُ کے متعلق ہے ؎۴ دَانٍ ای قَرِيبٌ عام ہے کہ یہ قرب واقعی طور پر ہو یا فرض کے طریق پر ؎۵ تَنَوَّلًا - أَخَذَ اور تَنَاوَلَ کے معنیٰ میں ہے اور یہ نَوَّلْتُهُ ای أَعْطَيْتُهُ نَوَالًا کا مطاوعہ ہے اور گویا اس میں اشارہ ہے کہ وہ سُن رہا ہو اور خاموش ہو اور قرأۃ کی طرف متوجہ ہو۔ ۳۶۹ ؎۱ شِفَاهٌ شَفَةٌ (ہونٹ) کی جمع ہے اور گو یہ دو ہی ہوتے ہیں لیکن اس کا جمع لانا ان تین وجوہ کی بناء پر ہے (۱) تلاوت کرنے والے بہت سے حضرات ہیں اور ان کے دو دو ہونٹ مل کر بہت سے ہو جاتے ہیں۔ (۲) یہ عَرِيضُ الْحَوَاجِبِ اور عَظِيمُ الْبُطُونِ کے قبیل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے پس یہ جمع مبالغہ کی بناء پر ہے (۲) یہ جمع لانا اس مذہب کی رو سے ہے جس پر جمع کے کم سے کم افراد دو ہیں ۳ بُعَیْدَ کی
تصغیر فاصلہ کی کمی بتلانے اور اتصال پر دلالت کرنے کے لئے ہے ۳ مَا مصدریہ ہے ۴ یُسَکَّنُ کی ضمیر اَلْمُحَرَّکُ کیلئے ہے
۵ لَا صَوْتٌ میں لَا لَیْسَ کے مشابہ ہے اور صَوْتٌ لَا کا اسم اور هُنَاکَ ای فِی الْوَقْفِ خبر ہے ۶ فَیَفْصَحَلَا نفی کا جواب
بالفاء ہے اور اسی لئے اَنْ مقدرہ کی بناء پر منصوب ہے اور یہ سَمِعَ سے ہے اور صَحِلَ صَوْتُهٗ اس وقت بولتے ہیں جب کسی
کا گلا گھٹ جائے جس سے آواز بلند نہ ہو سکے۔ پس روم میں جو آواز ضعیف ہو جاتی ہے اس کے ضعف کو آواز کے گھٹنے کی حالت سے
تشبیہ دی ہے اور علی قاری رحمہ اللہ کی رائے پر فَیَفْصَحَلَا۔ فَیُسْمَعَ مُضَعَّفَهٗ کے معنی میں ہے یعنی اشمام میں روم کی طرح ضعیف آواز
بھی نہیں ہوتی تاکہ اس کا ضعف سنا جا سکے۔ ۴۷۰ فِی مبتدا اور خبر دونوں کے متعلق ہو سکتا ہے اور دوسرے مصرع کا عِنْدَ بھی دونوں ہی
جزوں کا ظرف بن سکتا ہے۔ ۱ دوسرے مصرع کے عِنْدَ اور فِی کا تعلق اَعْمِلَا سے ہے۔ ۴۷۸ ۱ نفی اور اثبات حرکات
کے تعدد کی وجہ کو ان دو ہی قسموں میں منحصر کرنے کے لئے ہے ۲ اِلَّا کا مستثنیٰ منہ مقدر ہے ای وَمَا نَوْعُ التَّحْرِیْکِ لِوَجْهٍ
مِنَ الْوُجُوْهِ ۳ لِلَازِمٍ کا لام نَوْعُ کے متعلق ہے جو اِلَّا کے بعد مقدر ہے ۴ بِنَاءً یا تو لَازِمٍ کے فاعل سے تمیز ہے یا مفعول لہٗ
ہے ۵ غَدَا ای صَارَ ۶ مُتَنَقِّلَا ای مُتَحَوِّلًا۔ ۴۷۹ ۱ فِی۔ لَمْ یَکُوْنَا یا لِیَدْخُلَا کے معنی کے متعلق ہے ای
لَمْ یَتَعَاقَبِ الْمَذْکُوْرَاتِ اَوْ لَمْ یَدْخُلَا عَلَیْهِمَا ۲ فِیْ نِیَّةٍ مقدم ہے اور باقی سب حصہ اس کا مقولہ ہے ۳ عَارِضُ شَکْلٍ
میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے ای وَشَکْلٍ عَارِضٍ اور شکل لغت کی رو سے تو قید کے معنی میں ہے اور جاندار کی صورت کو
شکل اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ اس کو مقید اور محدود کر دیتی ہے اور مجازی معنی کے اعتبار سے خط کی اس دلالت کو بھی شکل کہتے ہیں جو حرکات
اور سکون پر ہوتی ہے اور کبھی مجاز در مجاز کے طور پر اس سے صرف حرکت بھی مراد لی جاتی ہے چنانچہ اس مقام میں یہی صورت ہے اور یہاں صرف
حرکت کے مراد ہونے پر قرینہ یہ ہے کہ کلام روم و اشمام میں ہو رہا ہے اور وہ حرکت ہی میں ہوا کرتے ہیں نہ کہ سکون میں بھی پس وَعَارِضُ شَکْلٍ
وَحَرَکَةٍ عَارِضَةٍ کے معنی میں ہے اور یہ حَسَنُ وَجْهِهٖ کے باب سے ہے اور چونکہ اس میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے
اس لئے اس کے جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے ایک اور موصوف مقدر مانا جائے یعنی مَرَرْتُ بِحَسَنِ وَجْهٍ اس شرط سے
جائز ہے کہ اس کی تقدیر مَرَرْتُ بِشَخْصٍ حَسَنِ وَجْهِهٖ مانی جائے پس اس لحاظ سے وَعَارِضُ شَکْلٍ کی تقدیر وَفِیْ لَفْظٍ عَارِضِ شَکْلٍ
ہے ۴ لِیَدْخُلَا۔ لَمْ یَکُوْنَا کی خبر ہے اور اس میں جو لام ہے وہ جحود کا ہے جو نفی کی تاکید کیلئے آیا کرتا ہے چنانچہ وَمَا کَانَ اللّٰهُ
لِیُعَذِّبَهُمْ (انفال ع) بھی اسی قبیل سے ہے۔ ۴۸۰ ۱ فِی۔ اَبَوْا کے متعلق ہے جو تَوْمٌ کی خبر ہے ۲ لِلْاِضْمَارِ۔ اَلْکَائِنَةِ
مقدر کے متعلق ہو کر اَلْهَاءِ کی صفت ہے اور اَلْهَاءِ سے حال بھی ہو سکتا ہے ۳ تَوْمٌ چونکہ معنی جمع ہے اس لئے اس کی خبر اَبَوْا
میں جمع کی ضمیر لائے ہیں ۴ جملہ وَمِنْ قَبْلِهٖ ضَمٌّ بھی اَلْهَاءِ سے حال ہے ۵ مُثِّلَا کا الف یا تو اطلاقی ہے اور ضمیر حرف اَلْکَسْرِ
کے لئے یا کُلٌّ وَاحِدٍ مِّنَ الْکَسْرِ وَالضَّمِّ کے لئے ہے یا الف تثنیہ کا ہے اور ضمیر دونوں کیلئے ہے اور یہ اِنْ یَّکُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا
فَاللّٰهُ اَوْلٰی بِهِمَا (نساء ع) کے قبیل سے ہے کہ اس میں بِهِمَا کی ضمیر غنی اور فقیر دونوں کی جنس کیلئے ہے فرد کیلئے نہیں ورنہ ضمیر کو مفرد
لاتے اور یہاں بھی یہی صورت ہے کیونکہ یک دم دونوں حرکتوں کا حکم بتانا مقصود ہے اور واو کے بجائے اَوْ یہ بتانے کیلئے لائے ہیں کہ ھا
سے پہلے دونوں حرکتیں ایک دم نہیں آئیں گی بلکہ صرف ایک حرکت آئے گی پس یہ تقریباً جَالِسِ الْحَسَنَ اَوِ ابْنَ سِیْرِیْنَ کی طرح ہے کیونکہ
اس جملہ کے معنی بھی یہی ہیں کہ ان دونوں حضرات کی صحبت اختیار کرو اور اس میں بھی واو کے بجائے اَوْ یہ بتلانے کے لئے لائے ہیں کہ جس
طرح تم ایک دم دونوں کی صحبت اختیار کر سکتے ہو اسی طرح ان میں سے کسی ایک کی ہم نشینی بھی اختیار کر لینا درست ہے اور زَیْدٌ اَوْ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

عَمْرٌو قَائِمٌ میں چونکہ دونوں میں سے صرف ایک کے قیام کی خبر دینا مقصود ہے اس لئے اس میں قَائِمَانِ کہنا درست نہیں ۳۷۵؎ یا اُو اَمَّا هُمَا کی تقدیر اَوْ تَبْلُهَا اَمَّا هُمَا ہے ؎۲ وَاوُ وَیَاءٌ لف ونشر مرتب کے طور پر اَمَّا هُمَا سے بدل ہے۔ ؎۳ وَبَعْضُهُمْ کی ضمیر ناقلین کیلئے ہے ؎۴ یُرِی یا کے ضمہ سے مجہول کا صیغہ ہے اور اس کی ضمیر پہلا اور مُحَلِّلاً دوسرا مفعول ہے اور لام وفِی دونوں اسم فاعل کے متعلق ہیں اور شعلہ کی رائے پر یہ بھی جائز ہے کہ یَرَی یا کے فتحہ سے معروف ہو اس صورت میں مُحَلِّلاً پہلا اور فِی کُلِّ حَالٍ دوسرا مفعول ہوگا اور بعض کی رائے پر یہ دونوں شعر ہا کے عموم کی تخصیص کیلئے ہیں اور یہ تخصیص زیادات میں سے ہے۔

بَابُ الْوُقُفِ عَلَى مَرْسُوْمِ الْخَطِّ

اس میں گیارہ شعر ہیں

اکیسواں ؎۲۱ باب رسم الخط کے موافق وقف کرنیکے بیان میں

شارح:۔ خط کی تعریف ہے کلمہ کو ان حروفِ ہجا کے موافق لکھنا جو اس پر وقف کرنے اور اس سے ابتدا کرنے کے وقت پائے جاتے ہیں اسی لئے ہمزہ وصل لکھا جاتا ہے اور رفع اور جر کی تنوین محذوف ہوتی ہے اور یہاں اس سے وہ خط مراد ہے جس کے موافق وہ عثمانی مصاحف لکھے گئے ہیں جن پر صحابہ رض کا اجماع ہے یہ خط اگر لفظ کے موافق ہو تو رسم قیاسی ہے اور اگر زیادت وحذف۔ بدل۔ فصل ووصل کے ذریعہ تلفظ کے خلاف ہو تو اصطلاحی ہے۔ اور مخالفت حرف کی ذات یا اس کی اصل ظاہر کرنے یا شبہ رفع کرنے کیلئے یا ان کے سوا اور حکمتوں کی غرض سے ہوتی ہے اور اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ رسم اہل کتاب کیلئے حجاب بن گئی کہ وہ کسی سے سیکھے بغیر قرآن کو صحیح نہیں پڑھ سکتے۔ اور رسم ووصل کی موافقت اور مخالفت کے اعتبار سے وقف کی چار قسمیں ہیں ؎۱ رسم ووصل دونوں کے موافق اور یہی اکثر ہے اور مثالیں ظاہر ہیں ؎۲ دونوں کے خلاف جیسے دراز تا پر ہا سے وقف کرنا ؎۳ وصل کے خلاف اور رسم کے موافق جیسے لٰكِنَّا۔ اَنَا ان پر وقف الف سے ہوتا ہے حالانکہ یہ الف وصلاً محذوف ہوتا ہے ؎۴ وصل کے موافق اور رسم کے خلاف جیسے ثَمُوْدَا۔ اَنْ تَبُوْءَا ان پر الف کے بغیر وقف ہوتا ہے حالانکہ رسم میں الف موجود ہے اور ضرورت کے اعتبار سے وقف کی چار قسمیں ہیں: ؎۱ اختیاری جو کسی مجبوری کے بغیر قصداً کیا جائے یہ اس کلام تام پر ہو سکتا ہے جس کے بعد سے ابتدا بہتر ہو اور اس لحاظ سے اس کی چار قسمیں ہیں جو جزری کی شرح الفوائد المرضیہ اور معرفۃ الوقوف اور جامع الوقوف میں پوری تفصیل سے مذکور ہیں ؎۲ اضطراری جو سانس ٹوٹنے اور کھانسی وغیرہ کی مجبوری سے کیا جائے ؎۳ اختباری جو وقف کا طریقہ سکھانے کی غرض سے کیا جائے ؎۴ انتظاری جو کسی کلمہ کی سب قراءتیں پوری کرنے کی غرض سے کیا جائے یہ تینوں وقوف ہر اس کلمہ پر درست ہیں جو رسماً مابعد سے جدا ہو اور چونکہ ان میں سے نمبر دو ؎۲ کی ضرورت اکثر جگہ پیش آتی ہے اور اس سے باقی قسموں کا حکم بھی نکل آتا ہے اس لئے ناظم نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خصوصیت سے اسی کو بیان کیا ہے اور علماء نے رسم میں بھی بہت سی کتب تصنیف فرمائی ہیں چنانچہ دانی کی مقنع۔ ناظم کی رائیہ اور ابو العلاء کی لطائف بھی انہی میں سے ہیں اور اس فن پر سب سے بڑی کتاب نثر المرجان ہے جس کا ذکر مقدمہ میں چودھویں صدی میں آچکا ہے ابو شامہ فرماتے ہیں کہ وقف کی معرفت اسی کو حاصل ہو سکتی ہے جو رسم کی کتب میں سے بھی کسی کتاب سے واقف ہو۔

۲۷۶ وَكُوفِيُّهُمْ وَالْمَازِنِيُّ وَنَافِعٌ عُنُوا بِاتِّبَاعِ الْخَطِّ فِي وَقْفِ الِابْتِلَا

ترجمہ:- اور ان میں کے کوفی اور (ابو عمرو) مازنی اور نافع (پانچوں) نے اختیاری (اور اضطراری) وقف میں (بھی) رسم الخط کی پیروی کرنے کا اہتمام کیا ہے (اور اس کو ضروری سمجھا ہے حالانکہ ان دونوں قسموں میں قاری وقف کیلئے قدرے مجبور بھی ہوتا ہے پس اختیاری اور انتظاری وقف میں رسم کی پابندی اور بھی ضروری ہوگی)

۲۷۷ وَلِابْنِ كَثِيرٍ يُرْتَضَى وَابْنِ عَامِرٍ وَمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ حَرٍ اَنْ يُّفَصَّلَا

ترجمہ:- اور (باقی دو) ابن کثیر اور ابن عامر کیلئے (بھی وقف میں) یہی (رسم کی پیروی) پسند کی جاتی ہے (یعنی اس بارہ میں ان دونوں سے نص تو آئی نہیں لیکن شیوخ نے اپنی رائے سے ان کیلئے بھی رسم کے موافق ہی وقف کرنے کو بہتر سمجھا ہے اور اسی پر عمل کیا ہے اور اس رسم کی پیروی کی دو قسمیں ہیں ۱ اختلافی اور ۲ اجماعی اور چونکہ قصیدہ کا اصل مقصود اختلافی مسائل ہی کا بیان کرنا ہے اس لئے فرماتے ہیں) اور (رسم کی) وہ (پیروی) جس میں ان (قراء سبعہ) نے اختلاف کیا ہے (کہ بعض نے رسم کے موافق اور بعض نے کسی حکمت کی بناء پر رسم کے خلاف وقف کیا ہے) اس لائق ہے کہ تفصیل سے بیان کر دی جائے (یعنی مناسب یہ ہے کہ وہ سب کلمات بتا دیئے جائیں جن میں بعض نے رسم کے خلاف وقف کیا ہے تاکہ ان کے لئے اسی پر عمل کریں کیونکہ اگر ان میں بھی سب کے لئے رسم کے موافق وقف کریں گے تو نقل کی مخالفت لازم آ جائے گی)

شرح:- یعنی شیوخ کا عمل یہ ہے کہ جب کسی کلمہ پر وقف کرتے ہیں تو وصل کی طرح نہیں کرتے بلکہ جس طرح وہ کلمہ مصاحف میں لکھا ہوا ہوتا ہے اس کے موافق وقف کرتے ہیں لہٰذا تَدْعُوْا وغیرہ میں تَدْعُوْا پر وقف کرتے ہوئے واو کو ثابت رکھتے ہیں اور يَدْعُ الدَّاعِ (قمر ع) میں وقفاً يَدْعُ پڑھتے ہیں اور واو کو ثابت نہیں رکھتے کیونکہ یہ واو رسم میں نہیں ہے اور رسم کی پابندی وقفِ اختیاری و اضطراری تک میں بھی کرتے ہیں جن میں قدرے مجبوری بھی ہوتی ہے اور اس سے نکل آیا کہ وقفِ اختیاری اور انتظاری میں رسم کی پابندی اور بھی ضروری ہے کیونکہ ان میں تو کوئی ایسی مجبوری ہی نہیں ہوتی جس کی بناء پر چار و ناچار وقف کرنا ہی پڑے لیکن اتنا فرق ہے کہ نافع۔ ابو عمرو اور تینوں کوفیین اِن پانچ سے تو اس بارہ میں نص بھی آئی ہے کہ یہ حضرات وقف میں رسم کی پابندی کیا کرتے تھے۔ رہے ابن کثیر اور ابن عامر سو ان سے کوئی نص تو آئی نہیں لیکن شیوخ نے ان کیلئے بھی رسم کے موافق ہی وقف کرنے کو پسند کیا ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ یہ رسم کی پابندی اکثر موقعوں میں ہوتی ہے نہ کہ سب جگہ۔ اسی لئے وَمَا اخْتَلَفُوا الخ میں فرماتے ہیں کہ مناسب یہ ہے کہ جن موقعوں میں کسی حکمت کی بناء پر قراء نے رسم کے خلاف وقف کیا ہے ان کو تفصیل سے بتا دیا جائے تاکہ ان میں رسم کے موافق وقف کرنے سے منقول کی مخالفت لازم نہ آئے اور یہ مخالفت ان پانچ میں سے کسی ایک طریق سے ہوتی ہے ۱ ابدال ۲ حذف ۳ نصل و قطع ۴ زیادت ۵ وصل۔ چنانچہ شعر ۲۷۸ تا ۲۹۹ میں سلسلہ وار انہی پانچوں کو بیان فرمایا ہے۔

فائدہ ۱:- (۱) اہوازی کے بیان کے موافق (نافع۔ ابو عمرو اور کوفیین کی طرح) ابن عامر بھی اور خاقانی کی تصریح کی رو سے ساتوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسم کی پابندی ہی سے وقف کرتے تھے یعنی ان کے قول پر سب سے نص آئی ہے (۲) وقفاً رسم کی پیروی کا حکم اپنے عموم پر نہیں ہے تاکہ ہر ایک حرف میں خواہ وہ درمیانی ہو اس کی گنجائش نکل آئے اور ہر قسم کے تغیر پر صادق آسکے بلکہ وقفاً رسم کی پیروی اس تغیر کو کہیں گے۔ جس میں یہ چار شرطیں پائی جائیں۔ ۱ آخری حرف میں ہو ۲ اس حرف میں ابدال وقف ہی کی بناء پر ہوا ہو ۳ نیز اس کا ابدال ہمزہ ہونے کی حیثیت سے نہ ہوا ہو۔ ۴ وہ تغیر حذف و اثبات۔ فصل و وصل میں سے کسی ایک قسم میں داخل ہو پہلی قید سے نکل آیا کہ اَلصَّلٰوۃ میں وقفاً واو کا ثابت رکھنا درست نہیں کیونکہ گو اس میں واو لکھا ہوا ہے لیکن وہ کلمہ کے درمیان ہے آخر میں نہیں نیز یہ کہ اَلرَّحْمٰن اور سُلَیْمٰن میں وقف الف کے اثبات ہی سے ہوگا حذف سے قطعاً نہ ہوگا کیونکہ گو ان کا الف رسم سے محذوف ہے لیکن وہ کلمہ کے درمیان میں ہے نہ کہ آخر میں اور دوسری قید سے تانیث کی تا تو شامل ہوگئی کیونکہ یہ وقفاً ہی ھا سے بدلتی ہے اور سَعٰی کا الف نکل گیا کیونکہ اس میں جو ابدال ہے وہ حالین میں ہے پس اس پر یہ صادق نہیں آتا کہ یہ وقفاً رسم کی پیروی کی بناء پر ہے اور تیسری قید سے نَشٰؤُا اور وَ اِیْتَآیِٔ وغیرہ نکل گئے کیونکہ گو ان میں حمزہ کیلئے آخری حرف کا ابدال وقفاً ہے لیکن وقف کی وجہ سے نہیں بلکہ ہمزہ ہونے کی وجہ سے ہے اور چوتھی قید سے قَالُوْا وغیرہ میں جو الف کی زیادتی ہے وہ نکل گئی پس ان میں وقفاً الف کا ثابت رکھنا درست نہ ہوگا کیونکہ یہ تغیر ان چار قسموں میں سے نہیں ہے (۳) اگر وقف ایسے موقع پر کریں جس کے مابعد سے ابتدا کرنا بہتر نہ ہو اس بناء پر کہ اس سے نامناسب معنیٰ کا وہم ہوتا ہو جیسے وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ (توبہ ع) اور مِنْ اِفْکِھِمْ لَیَقُوْلُوْنَ (صٰفّٰت ع۵) پر وقف کیا جائے تو وہاں اولیٰ یہ ہے کہ ماقبل سے اعادہ کیا جائے ورنہ کفار کے کافرانہ قول سے ابتدا لازم آئے گی گو کفر کی نقل کفر نہیں ہے نیز قرآن میں نہ تو بدون بدعقیدگی کے کوئی وقف واجب ہے اور نہ حرام ہے کیونکہ وقف و وصل معنیٰ پر دلالت نہیں کرتے تاکہ ان کے ترک سے معنیٰ میں خرابی آجائے کیونکہ یہ بات تو اعراب اور صیغہ اور لغت کی تبدیلی سے ہوتی ہے اور وَمَا ھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ (بقرہ ع۲) اور لَہٗ وَلَدٌ (نساء ع۲۳) بھی اسی قبیل سے ہیں جن میں وصل سے مراد کے خلاف معنیٰ کا وہم ہوجاتا ہے اور وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اور اِنِّیْ کَفَرْتُ اور لَآ اِلٰہَ پر وقف کرنے سے بھی پرہیز کرنا چاہئے اور یہ صرف وہم سے بچانے کیلئے ہے ورنہ حقیقۃً اس میں کوئی خرابی نہیں اس لئے کہ کوئی مسلمان بھی اس معنیٰ کا اعتقاد نہیں کرسکتا اور جو قرآن کے معنیٰ سے واقف ہو وہ تو ایسے فاسد اعتقاد سے بالخصوص نفرت رکھتا ہے اور اسی لئے ابن الانباری نے فرمایا ہے کہ (ان پر وقف کرنے والا) گنہگار نہ ہوگا۔ مکی فرماتے ہیں کہ یَقُصُّ (انعام ع۷) پر وقف نہ کرنا چاہئے کیونکہ اس سے رسم کی یا اصل کی مخالفت لازم آتی ہے (اس بناء پر کہ یا سے وقف کرنا رسم کے اور یا کے بغیر کرنا کلمہ کی اصل کے خلاف ہے) اور جعبری نے ان پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہاں اصل کی مخالفت معاف ہے۔ کیونکہ اس میں رَبِّ کی (یا کے کسرہ کی) طرح ضاد کا کسرہ یا پر دلالت کر رہا ہے (۴) ابوشامہ فرماتے ہیں کہ وقف میں رسم کی پابندی کلمات کے صرف آخری حروف کے اعتبار سے ہوتی ہے یعنی ہجاء کرنے میں جو حرف کلمہ کے آخر میں آتا ہو اس کو پڑھا جائے (ترک نہ کیا جائے) اور اس کا پورا ظہور اس صورت میں ہوتا ہے کہ کلمات کو ایک دوسرے سے جدا کرکے کلام کے حصّے بنا دئیے جائیں پس اگر دو کلمہ رسم میں ملاکر لکھے ہوئے ہوں ان میں تو دوسرے ہی پر وقف درست ہے اور اگر جدا جدا لکھے ہوئے ہوں تو ان دونوں میں سے ہر ایک پر وقف کرسکتے ہیں جیسے عَنْ مَّا کہ یہ قرآن میں جدا بھی لکھا ہوا ہے یعنی عَنْ مَّا اور ملاکر بھی لیعنی عَمَّا پس اوّل میں عَنْ اور مَا دونوں پر اور ثانی میں صرف مَا پر وقف صحیح ہے اور چونکہ وصل میں اس کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا (کیونکہ مقطوع اور موصول دونوں ایک ہی طرح پڑھے جاتے ہیں) اس لئے باب کو وقف کے ساتھ خاص کردیا (۵) رسم کی اجماعی موافقت کی مثالیں ۱ کلمات کا مقطوع و موصول ہونا جیسے عَنْ مَّا اعراف (ع۲۱) میں اور اِنْ مَّا رعد (ع۵) میں مقطوع اور باقی سب جگہ دونوں نون کے بغیر موصول ہیں ۲ مدہ کا اثبات و حذف چنانچہ یَدْعُ اسرا (ع۲) قمر (ع۱) اور سَنَدْعُ علق اور وَیَمْحُ اللّٰہُ شوریٰ (ع۳) ان چاروں میں لام کلمہ کا واو لکھا ہوا نہیں ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس لئے ان میں وقف بھی واو کے بغیر ہی ہوگا اور یمحوا اللہ (رعد ع ۶) میں واو لکھا ہوا ہے اس لئے اس میں وقفاً واو ثابت رہے گا۔ اور اجماعی رسم کا بیان نہایت طویل ہے اس کی پوری تفصیل کا محل رسم کی کتاب قصیدۂ رائیہ ہے اور یہاں باب کے ختم کے بعد فائدہ میں اس کا ذکر بقدر ضرورت کیا جائے گا۔

رسم کی اختلافی موافقت کا بیان

ابدال

۳۷۸/۲ - اِذَا كُتِبَتْ بِالتَّاءِ هَاءُ مُؤَنَّثٍ ۔۔۔ فَبِالْهَاءِ قِفْ (حَقًّا) (رِ)ضًى وَّمُعَوَّلَا

ترجمہ:- جب تانیث کی ھا (دراز) تا سے لکھی جائے تو تو (اس پر ابن کثیر۔ ابو عمرو۔ کسائی کیلئے) ھا سے (اور باقی چار کیلئے رسم کے موافق تا سے) وقف کر حالانکہ تو (اس عمل میں) درستی (والا نیز) پسندیدگی (والا) اور اعتماد (واعتبار والا) ہے۔

شرح: رسم کی رو سے تانیث کی تا کی دو صورتیں ہیں ۱۔ مدورہ گول جو ھا کی شکل میں ہو عام ہے کہ اس پر تنوین ہو جیسے وَرَحْمَةٌ یا نہ ہو جیسے اَلرَّحْمَةَ اس تا پر تو سب کے سب ھا ہی سے وقف کرتے ہیں ۲۔ مجرورہ یا مربوطہ جو دراز ہو اور تا کی شکل میں ہو اور ایسی تا والے کلمات کی چار صورتیں ہیں: اوّل وہ جو سب کیلئے واحد ہوں اور اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوں جیسے رَحْمَتَ اللّٰهِ اور ایسے کلمات تیرہ ہیں جو اکتالیس جگہ آئے ہیں ۱۔ رَحْمَتَ سات جگہ (بقرہ ع ۲۷ و اعراف و ہود ع ۔ مریم ع ۔ روم ع ۵ و زخرف ع میں دو جگہ) ۲۔ نِعْمَتَ گیارہ جگہ (بقرہ ع ۲۹ ۔ آل عمران ع ۱۱ ۔ مائدہ ع ۲ میں دوسرا (نہ کہ پہلا کیونکہ وہ گول تا سے ہے) ابراہیم ع ۵ میں دو اور نحل ع میں دو سرا یعنی وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ نہ کہ پہلا جو اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ ہے و نحل ع و ع ۱۵ ۔ لقمان ع ۴ و فاطر ع ۱ و طور ع ۲) ۳۔ اِمْرَاَتُ سات جگہ (آل عمران ع ۴ و یوسف ع ۳ و ع ۴ و قصص ع ۱ و تحریم ع ۲ میں تین جگہ) ۴۔ لَعْنَتَ دو جگہ (آل عمران ع ۶ و نور ع ۱ میں) ۵۔ كَلِمَتُ ایک جگہ (اعراف ع ۱۷ میں) ۶۔ سُنَّتَ پانچ جگہ (انفال ع ۵ و غافر ع ۹ میں ایک ایک اور فاطر ع ۵ میں تین) ۷۔ بَقِيَّتُ ایک جگہ (ہود ع ۸) ۸۔ قُرَّتُ (قصص ع ۱) ۹۔ فِطْرَتَ (روم ع ۴) ۱۰۔ شَجَرَتَ (دخان ع ۳) ۱۱۔ وَجَنَّتُ (واقعہ ع ۳) ۱۲۔ وَمَعْصِيَتِ (مجادلہ ع ۲ میں دو جگہ) ۱۳۔ اِبْنَتَ (تحریم ع ۲) ان سب میں ابن کثیر۔ ابو عمرو۔ کسائی ھا سے اور باقی چار تا سے وقف کرتے ہیں۔ دوم وہ کلمات جن کو بعض واحد کے اور بعض جمع کے صیغہ سے پڑھتے ہیں اور ایسے سات کلمات ہیں جو بارہ جگہ آئے ہیں ۱۔ كَلِمَتُ چار جگہ (انعام ع ۱۴ و یونس ع ۱۰ و ع ۱ و غافر ع ۱) ۲۔ اٰيٰتٌ دو جگہ (یوسف ع ۲ و عنکبوت ع ۵) ۳۔ غَيٰبَتِ (یوسف ع ۲ میں دو جگہ) ۴۔ الْغُرُفٰتِ (سبا ع ۵) ۵۔ بَيِّنَتٍ (فاطر ع ۵) ۶۔ ثَمَرٰتٍ (فصلت ع ۶) ۷۔ جِمٰلَتٌ (مرسلات ع ۱) ان میں جمع کی قراءۃ پر تو تا سے پہلے الف ہے اور وقف سب کیلئے تا ہی سے ہے اور واحد والی قراءۃ پر تا سے پہلے الف نہیں ہے اور یہ حضرات اگر ابن کثیر۔ ابو عمرو۔ کسائی میں سے ہوں تو ھا سے اور باقین میں سے ہوں تو تا سے وقف کرتے ہیں۔ سوم وہ کلمات جو سب قراءتوں پر جمع کے صیغہ سے ہیں جیسے حَسَرٰتٍ ۔ لَاٰيٰتٍ ۔ الْمَثُلٰتُ ان پر سب حضرات تا ہی سے وقف کرتے ہیں اور ان میں ھا سے وقف کرنا لحن اور قراءۃ اور عربیت دونوں کی رو سے غلط ہے۔ چہارم: وہ کلمات جو ضمیر کی طرف مضاف ہوں واحد ہوں جیسے نِعْمَتَهٗ ۔ لِنِعْمَتِيْ خواہ جمع جیسے وَكَلِمٰتِهٖ ۔ اٰيٰتِيْ ان میں تا کلمہ کے درمیان ہے اس لئے وقف تا سے بعد والے حرف پر ہوتا ہے پس تا تا ہی رہتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: (۱) تائے مجرورہ پر ھا سے وقف کرنا گو رسم کے خلاف ہے لیکن اصل کے موافق ہے کیونکہ قریش کا لغت یہی ہے جو فصیح تر ہے۔ پس چونکہ اس لغت کی رو سے تانیث کی ھا وصلاً تا اور وقفاً ھا ہے اس لئے ھا سے وقف کرنے کی صورت میں اس کی دونوں اصلوں پر عمل ہو جاتا ہے اور تا سے وقف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ظاہراً بھی رسم کے موافق ہے اور یہ بنی طے کا لغت ہے چنانچہ ندا۱ء یَآ اَھْلَ سُوْرَۃِ الْبَقَرَتْ اور اس کا جواب مَا مِنَّا مَنْ یَّحْفَظُ مِنْهَا اٰیَتْ اسی لغت کے موافق ہے (۲) اِذَا کُتِبَتْ بِالتَّآءِ سے خلاف کے محل کی تعیین ہو گئی یعنی اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ یہ ھا تا کی شکل میں ہو اور وقف کی قید سے نکل آیا کہ وصل میں تا ہی پڑھنے پر اجماع ہے۔ (۳) بِالتَّآءِ سے باقی چار کی قراءۃ بھی نکل آئی۔ اب شعر ۳۷۹ میں تا کے وہ پانچ کلمات بیان فرماتے ہیں جن میں مذکورۂ بالا کلیہ کے خلاف کیا گیا ہے کہ ھا سے وقف کرنے والوں میں سے کسی بعض نے تا سے وقف کیا ہے اور تا سے وقف کرنے والوں میں سے بعض نے ھا سے کیا ہے۔

تائے مجرورہ کے وہ پانچ کلمات جن میں بعض نے اس کلیہ کے خلاف وقف کیا ہے جو ابھی شعر ۳۷۸ میں بیان ہوا ہے

۳۷۹/۴ ۔ وَفِی اللّٰتَ مَعْ مَرْضَاتَ مَعْ ذَاتَ بَهْجَةٍ وَلَاتَ (رِ) ضًى هَيْهَاتَ (هَـ) ادِيْهِ (رُ) فِّلَا

ترجمہ:۔ اور (تو اس) اَللّٰتَ (نجم ع۱) میں جو مَرْضَاتِ کے ساتھ ہے (نیز) جو ذَاتَ بَهْجَةٍ (نمل ع۵) کے ساتھ ہے اور لَاتَ (صٓ ع۱) میں (چاروں میں صرف کسائی کیلئے ھا سے وقف کر یہ وقف اماموں کا) پسند کیا ہوا ہے (چنانچہ فراء کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ کسائی نے ابو فقعس اسدی سے سوال کیا تو انھوں نے اَللّٰتَ میں اَللّٰهْ اور لَاتَ میں لَاهْ اور ذَاتَ میں ذَاهْ بتایا) اور هَيْهَاتَ (مومنون ع۳) میں دونوں جگہ صرف بزی اور کسائی کیلئے ھا سے وقف کر یعنی هَيْهَاهْ طالب علم کی اس (هَيْهَاتَ پر ھا سے وقف کرنے) کی (طرف) ہدایت کرنے والا باعزت سمجھا گیا ہے (یعنی چونکہ اس پر دو اماموں نے ھا سے وقف کیا ہے اس لئے اس کے قائل کا قول معتبر اور زیادہ باوقعت ہے)

تائے مجرورہ کے جو پانچ کلمات کلیہ کے خلاف ہیں ان میں کا پانچواں کلمہ اور حذف یعنی کسی حرف کا کم کر دینا

۳۸۰/۵ ۔ وَقِفْ يَآ اَبَهْ (كُـ) فُوًا (دَ) نَا وَكَاَيِّنِ الْـ ـوُقُوْفُ بِنُوْنٍ وَّهُوَ بِالْيَآءِ (حُـ) صِّلَا

ترجمہ:۔ اور تو (یٰٓاَبَتِ میں صرف ابن عامر اور ابن کثیر کیلئے) یٰٓاَبَهْ (کہنے والا بن کر) وقف کر (یعنی تا کو ھا سے بدل دے) حالانکہ تو (قراءۃ کی توجیہ بیان کرنے میں دوسرے علماء کا ایسا) ہمسر (اور ہمجنس) ہے جو (تواضع کے سبب مخلوق سے یا زہد کے باعث خالق سے) قریب ہو گیا ہے اور کَاَيِّنْ جو ہے (اس میں اوروں کیلئے تو) وقف نون پر ہے (جو رسم کے موافق ہے) اور یہی (وقف اس میں ابوعمرو کے لئے) یا پر ہے (جو اصل کے موافق ہے کیونکہ یہ کلمہ اَیٌّ ہے جس پر تشبیہ کا کاف داخل ہو گیا ہے اور اس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عام قاعدہ کے خلاف تنوین کو نون کی شکل میں لکھا ہے پس یہ زیر کی تنوین کو وقف کے عام قاعدہ کے موافق اس میں حذف کر دیتے ہیں) حالانکہ یہ (وقف اہل ادا سے اسی طرح) حاصل کیا گیا ہے (یا یہ وقف اس میں یا پر حاصل کیا گیا ہے)

تشریح: یعنی شعر ۲۸ کے پہلے چار کلمات میں صرف کسائی ھا سے وقف کرتے ہیں اور اَللّٰہْ مَرْضَاہْ اور ذَاتَ بَھْجَۃٍ میں ذَاہْ اور وَلَاتَ حِیْنَ (صٓ ع) میں وَلَاہْ پڑھتے ہیں اور ھَیْھَاتَ میں صرف بزی اور کسائی کیلئے اور یٰاَبَتِ میں آٹھوں جگہ صرف ابن کثیر اور ابن عامر کیلئے ھا سے وقف ہے اور جو باقی رہے وہ چھوں کلمات میں تا سے وقف کرتے ہیں اور ذَاتَ بَھْجَۃٍ میں اختلاف ذَاتَ کی تا میں ہے نہ کہ بَھْجَۃٍ والی میں کیونکہ اس پر تو سب ہی ھا سے وقف کرتے ہیں اور بَھْجَۃٍ کی قید سے ذَاتَ بَیْنِکُمْ (انفال ع) اور ذَاتِ قَرَارٍ (مومنون ع۳) وغیرہ نکل گئے کیونکہ ان میں سب کے لئے تا ہی سے وقف ہے۔ اور وَکَاَیِّنْ میں ساتوں جگہ ابوعمرو یا پر اور باقی چھ نون پر وقف کرتے ہیں پس ان کے لئے تو وصل کی طرح وقفاً بھی وَکَاَیِّنْ رہتا ہے اور ابوعمرو کیلئے وَکَاَیْ ہو جاتا ہے۔

فائدہ ۱: (۱) ان کلمات میں ھا سے وقف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں جو تا ہے وہ چونکہ وصلاً متحرک ہی رہتی ہے اس لئے یہ تانیث کی اس تا کے مشابہ ہے جو اسموں میں آیا کرتی ہے پس کسائی پہلے پانچ کلمات میں اپنے عام قاعدہ پر عمل کرتے ہیں تاکہ پورے باب کا حکم یکساں رہے اور پہلے چار میں ابن کثیر اور ابوعمرو کے موافقت نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ھا سے وقف کرنے کی تقدیر پر اَللّٰتَ تو لفظ اَللّٰہْ کے مشابہ ہو جاتا ہے اور مَرْضَاتَ اس مَرْضَاہْ کے مشابہ ہو جاتا ہے جو مَرِیْضٌ کی جمع ہے جبکہ وہ ضمیر کی ھا کی طرف مضاف ہو اور ذَاتَ۔ ذُوْ کا مونث ہے جو مذکر کے صیغے کے طریق پر نہیں ہے اس لئے بِنْتٌ اور اُخْتٌ کی طرح اس پر بھی تا ہی سے وقف کرتے ہیں بخلاف اِبْنَتَ کے کہ وہ اپنے مذکر (اِبْنٌ) ہی کے وزن پر ہے صرف آخر میں تانیث کی تا آگئی ہے اس لئے اس میں وقفاً تا اور ھا دونوں لغت ہیں اور اسی لئے مکی اور بصری بھی اس میں تا کو ھا سے بدلتے ہیں اور وَلَاتَ میں جو تا ہے وہ اس تائے تانیث کی طرح ہے جو افعال کے آخر میں آیا کرتی ہے جس طرح قَامَتْ اور قَعَدَتْ میں ہے اور اس پر حرکت اس لئے آگئی ہے کہ اس میں دو ساکن جمع ہو رہے تھے نیز اس لئے کہ حروف اور افعال والی تائے تانیث میں فرق ہو جائے اور اسی لئے وَلَاتَ کی تا پر وصلاً ہمیشہ فتحہ ہی رہتا ہے پس یہ تا اس تائے تانیث کی طرح ہے جو کبھی کبھی ثُمَّ اور رُبَّ کے آخر میں آجاتی ہے جس سے ان کی شکل رُبَّتَ اور ثُمَّتَ ہو جاتی ہے لیکن اتنا فرق ہے کہ ان دونوں میں تا کا ساکن کرنا بھی جائز ہے اس بناء پر کہ ان میں دو ساکن جمع نہیں ہوتے اور وَلَاتَ میں ہو جاتے ہیں اس لئے یہ وصلاً متحرک ہی رہتی ہے پس چونکہ وَلَاتَ کی اور افعال کی تائے تانیث میں یہ فرق ہے کہ اول ہمیشہ متحرک اور ثانی ساکن رہتی ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ اس پر تا ہی سے وقف کیا جائے ابوشامہؒ۔ ابوبکر بن مہران کی کتاب سے جو کتاب سیبویہ کی شرح ہے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وَلَاتَ۔ رُبَّتَ۔ ثُمَّتَ تینوں میں تا اور ھا دونوں سے وقف کرنا درست ہے۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ وَلَاتَ حِیْنَ میں تا حِیْنَ کے ساتھ لکھی ہوئی ہے پس اس صورت میں وقف لَا پر ہوگا اور اس کے بعد تَحِیْنَ رہ جائے گا۔ فراء کہتے ہیں کہ اَللّٰتَ اور وَلَاتَ اور ذَاتَ میں بہ نسبت ھا کے تا سے وقف کرنا مجھے زیادہ پسند ہے اور کسائی نے جو ہمل کے اور باقی مقامات کے ذَاتَ میں فرق کیا ہے وہ دونوں لغتوں کے جمع کرنے کے لئے ہے (۲) دانیؒ کی مفردات میں ہے کہ میں نے ابوالحسن سے بزی کے لئے صرف دوسرے ھَیْھَاتَ میں ھا سے وقف پڑھا ہے اور اس فرق کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ ھَیْھَاتَ کے دونوں کلمہ مرکب بنائی خَمْسَةَ عَشَرَ کے قائم مقام ہیں پس پہلا درمیان میں آگیا ہے اور مکیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی اسی طرح پڑھا ہے اور ابوجعفر کی قراءۃ پر دونوں میں تا کا کسرہ ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ازرق نے ابوعمرو سے دونوں میں سکون نقل کیا ہے۔ اور فراء اور ابو حاتم کے قول پر ذَاتَ کے تمام کلمات میں ہَا سے وقف کرنا درست ہے لیکن سخاوی کی تصریح کے موافق یہ قول صحیح نہیں اس بناء پر کہ اعتماد درایت کے بجائے صحیح روایت پر ہے اور وہ معدوم ہے۔ (۳) اَللّٰتَ مونث ہے اور اس کی دلیل اِلَّآ اِنٰثًا (نساء ع) ہے اور یہ ایک پتھر کا نام ہے جو طائف میں تھا اور یہ اصل میں لَوُهَةٌ تھا چنانچہ شَاةٌ بھی اصل کی رو سے شَوْهَةٌ تھا لام کلمہ کو حذف کر کے عین کو حرکت دیدی گئی پھر وہ واو الف سے بدل گیا اور جمہور کی قراءۃ کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بعض کے قول پر لَاتَ۔ لَيْسَتْ کے معنیٰ میں ہے ای لَيْسَتْ تِلْكَ الْمُدَّةُ حِيْنَ مَنَاصٍ ای مَرْجِعٍ وَّخَلَاصٍ یعنی یہ وقت رہائی کا وقت نہیں ہے اور اس فن میں اصل اعتماد روایت ہی پر ہے رہیں توجیہات سو وہ یہ بتانے کیلئے کی جاتی ہیں کہ یہ درایت کی رو سے بھی صحیح ہے (۴) لَاتَ میں ہَا اور تَا سے وقف کی تفصیل خلیل۔ سیبویہ۔ کسائی۔ ابو عبیدہ کے مذہب کی رو سے ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اس میں تَا لَا کا جزو ہے حِيْنَ کا نہیں اور امام کے سوا باقی سات مصاحف میں بھی لَا ہی سے متصل ہے اور ابو عبید فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک وقف لَا پر ہے اور ابتدا تَحِيْنَ سے ہوگی کیونکہ میں نے اس کو مصحفِ امام میں دیکھا تو تَا کو حِيْنَ سے متصل پایا اور عرب زمانہ کے معنیٰ والے اسموں کے شروع میں تَا زیادہ کیا کرتے ہیں۔ اور ائمہ نے ابو عبید کے اس مذہب کو تسلیم نہیں کیا اور اس کی باقی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ رائیہ کی یا جزری کی شرح میں آئے گی (۵) هَيْهَاتَ۔ بَعُدَ کے معنیٰ میں ہے اور اسم ہے اور اسی لئے اس میں تینوں حرکتیں اور تنوین اور اس کا ترک سب وجوہ جاری ہیں اور یہ رباعی ہے اور یہ اصل میں هَيْهَيَةٌ تھا زَلْزَلَةٌ کے وزن پر اور کوفیین کے مذہب پر مضاعف ہے۔ بصریین کے قول پر نہیں۔ پس ہَا سے وقف کرنے والے تَوْرٰىةَ کی طرح اس کی تَا کو بھی تانیث کی تَا کے مشابہ قرار دیتے ہیں گو اس کے لئے مذکر نہیں ہے اور تَا سے وقف کرنے والے رسم کی پیروی کرتے ہیں۔ رہا مَنٰوةَ سو اس پر سب حضرات ہَا ہی سے وقف کرتے ہیں۔

فائدہ نمبر ۲ (۱) چونکہ يَآ اَبَهْ کے بجائے يَآ اَبَتْ پڑھنے کی صورت میں بھی وزن درست رہتا ہے اس لئے اس میں مذکور کیلئے ہَا تلفظ سے نہیں بلکہ عطف سے نکلی ہے (۲) اس میں جو تَا ہے وہ تانیث کی ہے جو اَبُ منادیٰ ہی کے آخر میں اضافت کی یَا کے عوض میں آتی ہے اور اسی لئے یہ یَا کے ساتھ جمع نہیں ہوتی گویا کہ بدل (الف) کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے اس بناء پر کہ اس میں قدرے مغایرت ہے چنانچہ يَا اَبَتَا عَلَّكَ اَوْ عَسَاكَا اسی قبیل سے ہے اور اس میں ابن کثیر تو اپنے قاعدہ پر ہیں اور ابو عمرو و کسائی اپنی اصل کے خلاف تَا سے وقف کرتے ہیں کیونکہ یہ تَا کلمہ کے آخر میں نہیں ہے اس بناء پر کہ اس کے بعد اضافت کی یَا مقدر ہے اور ابن کثیر نے اصل کے بجائے تلفظ کا اعتبار کیا ہے ابوبکر بن الانباری کہتے ہیں کہ تَا کے کسرہ والوں کیلئے تَا ہی سے وقف کرنا چاہئے کیونکہ یہ کسرہ متکلم کی یَا پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ يٰقَوْمِ۔ يٰعِبَادِ بھی اسی قبیل سے ہیں اور ان کیلئے ہَا سے وقف کرنا درست نہیں یہ ان کی رائے ہے جو ابن کثیر کی صحیح قراءۃ پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ اور ابن عامر کی قراءۃ میں اس تَا کا حکم باقی تَآت سے علیحدہ ہے کیونکہ وہ اس کو وصلاً فتحہ سے پڑھتے ہیں پس اسی جداگانہ حکم کی طرف اشارہ کرنے کیلئے اس پر ہَا سے وقف کیا ہے اور تَا سے وقف کرنے والے پورے باب میں رسم کی پیروی کرتے ہیں۔ (۳) وَكَاَيِّنْ میں زیر کی تنوین کا مرسوم ہونا وصل کے تلفظ کی بناء پر ہے اور اس میں جو واو ہے وہ تلاوت کا نہیں بلکہ عاطفہ ہے تاکہ فَكَاَيِّنْ کو بھی شامل ہو جائے۔

فصل یا قطع

یعنی جو کلمہ رسم میں دوسرے سے متصل ہو اس کو وقفاً جُدا کر دینا

۳۸۱ وَمَالِ لَدَى الْفُرْقَانِ وَالْكَهْفِ وَالنِّسَا ۔ وَسَالَ عَلٰى مَا حَجَّ وَالْخُلْفُ (رُ) تَـلَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ:۔ اور (وہ) مَالِ جو فرقان (ع ۱) اور کہف (ع ۶) اور نساء (ع ۱۱) اور سَالَ (معارج ع ۱) میں ہے (ان چاروں میں ابوعمرو کیلئے) مَا پر (وقف کرنا دلائل کے اعتبار سے) غالب (اور قوی) ہوگیا ہے اور (کسائی کیلئے مَا پر وقف کرنے میں) خلاف ظاہر (اور روشن اور خوبصورت) کردیا گیا ہے (یا یہ خلاف آہستگی اور اطمینان سے نقل کیا گیا ہے پس ان چاروں موقعوں میں ابوعمرو مَا پر وقف کرتے ہیں تاکہ اس پر تنبیہ ہوجائے کہ لام گو رسماً مَا کے ساتھ ہے لیکن معنیٰ کے لحاظ سے اپنے مابعد سے متصل ہے جو اس کا مجرور ہے اور باقی حضرات رسم کی پیروی کے سبب لام پر وقف کرتے ہیں کیونکہ یہ لام مَا سے متصل اور اپنے مجرور سے جدا لکھا ہوا ہے اور کسائی دونوں پر عمل کرنے کی غرض سے مَا اور لام دونوں ہی پہ وقف کرتے ہیں اور نشر کی رو سے قوی یہ ہے کہ مَا پر تو سب کیلئے درست ہے کیونکہ یہ مَا موصولہ ہے جو مستقل کلمہ ہے اور لام میں دونوں احتمال ہیں یعنی وقف کے جائز ہونے کا بھی کیونکہ یہ رسماً مابعد سے جدا ہے اور ناجائز ہونے کا بھی کیونکہ معنیٰ کی رو سے لام اپنے مجرور سے متصل ہے)

شرح:۔ یعنی فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ (نساء ع ۱۱) اور مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ (کہف ع ۶) اور مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ (فرقان ع ۱) اور فَمَالِ الَّذِيْنَ (معارج ع ۲) چاروں میں ابوعمرو مَا پر اور کسائی مَا اور لام دونوں پر اور باقی پانچ صرف لام پر وقف کرتے ہیں اور ان سب میں اختیاری یا اضطراری ہی وقف ہوسکتا ہے نہ کہ اختباری بھی اور وقف کے بعد مَا اور فَمَا سے لوٹانا ضروری ہوگا۔

فائدہ (۱) یہاں باقین کی تسرارۃ تلفظ سے نکلی ہے (۲) اتحاف البریہ میں صحیح تر مذہب کو اس شعر میں بیان کیا ہے ؎

وَمَالِ وَ اَيًّا اَوْ بِمَا فِيْهِمَا فَقِفْ ۔ لِكُلٍّ عَلَى التَّحْقِيْقِ فِيْ وَقْفِ الِابْتِلَا

اور مَالِ میں چاروں جگہ اور اَيًّا مَّا (اسراء ع ۱۲) میں پانچوں میں سب کیلئے تحقیقی قول کی بناء پر دونوں میں اختباری اور اضطراری وقف مَالِ اور اَيًّا پر کر خواہ مَا پر (۳) مَالِ کے ان چار موقعوں میں یہ اختلاف اس لئے ہے کہ ان میں لام جارہ اپنے مجرور سے جدا لکھا ہوا ہے تاکہ اس پر تنبیہ ہوجائے کہ یہ معنیٰ کی رو سے مابعد سے ملا ہے یعنی اس کا جزو نہیں (۴) کسائی کیلئے مَا پر وقف اکثر ناقلین نے اور لام پر کم ناقلین نے بیان کیا ہے (۵) لام جارہ میں دو اعتبار ہیں ۱ یہ ایک حرفی کلمہ ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو مابعد سے ملا کر لکھا جائے ۲ یہ لام معنیٰ کی رو سے مستقل کلمہ ہے اس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کو جدا لکھا جائے پس دوسرے موقعوں میں اول پر اور ان چار موقعوں میں ثانی پر عمل کیا گیا ہے تاکہ متروک اصل پر تنبیہ ہوجائے (۶) ان چار موقعوں میں لام کے مابعد سے جدا ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو ماقبل سے متصل لکھا جائے کیونکہ حقیقت کی رو سے تو یہ مَا سے بھی جدا ہی ہے اور متصل کردینے سے ان جدائی والے مقصد میں خلل آجائے گا اور جن موقعوں میں مَا موصول ہے جیسے فِيْمَا اور فَاَيْنَمَا وغیرہ وہ ان کے برعکس ہیں کہ ان سے کوئی خلل لازم نہیں آتا اور اس سے نکل آیا کہ ان چار موقعوں میں مَا پر تمام قراء کیلئے وقف جائز ہے۔ سوال: جب مَا پر سب کیلئے وقف درست ہے تو ناظم کے اس قول کے کیا معنیٰ ہوں گے کہ ابوعمرو مَا پر وقف کرتے ہیں پس تخصیص بے فائدہ ہوگی. جواب: ان کی خصوصیت اس اعتبار سے ہے کہ یہ مَا ہی پر وقف کرتے ہیں لام پر نہیں کرتے اور باقی قراء مَا اور لام دونوں پر کرتے ہیں پس نظم کا مقصود یہ ہے کہ ابوعمرو صرف مَا پر وقف کرتے ہیں لام پر نہیں کرتے اور کسائی ایک قول پر تو انہیں کے موافق ہیں اور دوسرے قول کی رو سے جمہور کی طرح مَا اور لام دونوں پر کرتے ہیں لیکن ظاہر الفاظ سے یہ شبہ ضرور ہوتا ہے کہ مَا پر وقف ابوعمرو ہی کیلئے درست ہے باقین کیلئے نہیں۔ اسی لئے ملا علی قاری رحمہ اللہ نے دوسرے مصرع میں اس طرح تغیر کردیا ہے وَمَالَ عَلٰى مَا حَجَّ لَا اللَّامِ حُصِّلَا اس سے واضح ہوگیا کہ ابوعمرو مَا ہی پر وقف کرتے ہیں لام پہ نہیں کرتے اور اس کے بعد کسائی اور باقی پانچ کا مذہب بتانے کیلئے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شعر کا اضافہ کیا ہے ۵

وَ قَدْ جَوَّزَ الْبَاقُوْنَ وَقْفًا عَلَيْهِمَا وَبِالْخُلْفِ فِي اللَّامِ الْكِسَائِيُّ رَتَّلَا ۹

یعنی باقین نے دونوں پر وقف جائز بتایا ہے اور کسائی نے لام پر خلاف کے ساتھ وقف کیا ہے اور اس کو ترتیل سے پڑھا ہے (۷) قرآن میں ان چاروں موقعوں میں مَا۔ اَیْ شَیْئٌ کے معنی میں ہے اور مبتدا ہے اور اس کا مابعد خبر ہے (۸) جعبری فرماتے ہیں کہ لام کو مابعد سے جدا کرنے کی صورت میں اَلَّذِیْنَ کے ہمزہ کو ثابت رکھیں گے یہ ارشاد ابتدا کی کیفیت بتانے کیلئے ہے یہ مقصد نہیں کہ مابعد سے ابتدا کرنا درست اور اولی بھی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ اختیاری اور اضطراری دونوں طرح کے وقف میں اعادہ اس موقع سے اولی ہوتا ہے جس سے معنی کی عدگی میں فرق نہ آئے۔ (۹) ابوعمرو نے جو لام پر وقف ناجائز بتایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ لام ایک حرفی کلمہ ہے۔ پس با اور تا کے بارہ وغیرہ کی طرح لام کا بھی اس کے مجرور سے جدا کرنا درست نہیں اور باقین نے جو دونوں پر جائز بتایا ہے۔ اس کی وجہ رسم کی موافقت اور اصل کی رعایت ہے اور کسائی کے خُلف کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے دونوں دلیلوں کا لحاظ کیا ہے یعنی مَا پر وقف کرنے کی صورت میں ابوعمرو والی دلیل کا اور دونوں پر کرنے کی صورت میں جمہور والی دلیل کا۔

زیادت یا اثبات

یعنی کلمہ کے آخر میں وقفاً کوئی حرف زیادہ کر دینا

۳۸۲/۷۔ وَيَا أَيُّهَا فَوْقَ الدُّخَانِ وَ أَيُّهَا لَدَى النُّورِ وَالرَّحْمٰنِ (رُ)افِقْ (حُ)مَّلَا ۹

ترجمہ:۔ اور یَاۤاَیُّھَا نے دخان کے اوپر (والی سورۂ زخرف ع۵ میں) اور اَیُّھَا نے نور (ع۴) اور رحمٰن (ع۲) میں ان (تینوں) نے (کسائی اور ابوعمرو کیلئے وقفاً ھا کے بعد الف والا ہو کر) ناقلین کی صحبت اختیار کی ہے (اور انہیں سے ہم تک پہونچے ہیں۔ یعنی قراءۃ کے ثبوت کے بارہ میں اصل اعتماد نقل پر ہے گو ان کلمات میں الف والی قراءۃ کی تائید کلمہ کی اصل سے بھی ہوتی ہے کیونکہ اصل کی رو سے اَیُّھَا الف کے ساتھ ہے)

۳۸۳/۸۔ وَفِي الْهَا عَلَى الْإِتْبَاعِ ضَمَّ ابْنُ عَامِرٍ لَدَى الْوَصْلِ وَالْمَرْسُومُ فِيهِنَّ أَخْيَلَا

ترجمہ:۔ اور ابن عامر نے وصل میں (ان تینوں کلمات کی) ھا میں (بھی) ایسا ضمہ واقع کیا ہے جو (یا کے ضمہ کی) پیروی (کی بناء) پر ہے (یعنی یا کے ضمہ کی مناسبت سے ھا کو بھی ضمہ دیتے ہیں) اور رسم نے ان (تینوں کلمات) میں (ضمہ کے لغت کو) ظاہر کر دیا ہے (کیونکہ ان تینوں موقعوں میں اَیُّھَ الف کے بغیر لکھا ہوا ہے پس جو اس رسم کو دیکھتا ہے اس کے ذہن میں یہ بات آجاتی ہے کہ ان کو بنی اسد کے لغت کے موافق لکھا ہے جس کی رو سے ھا پر ضمہ ہے اور علی قاری فرماتے ہیں کہ رسم ضمہ پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ ممکن ہے کہ وصل کے تلفظ کی موافقت کی غرض سے الف کے بغیر لکھے گئے ہوں بلکہ ضمہ رسم پر دلالت کرتا ہے اس لئے اگر اَلْمَرْسُوْمُ کے میم پر نصب ہوتا تو یہ معنی صفائی کے ساتھ نکل آتے اور خلاصہ یہ ہو جاتا کہ ضمہ نے یا ضمہ دینے والے نے رسم کو ظاہر کر دیا ہے اور احقر کے خیال میں اولی یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ رسم نے ان تین کلمات میں دوسری قراءۃ کو ظاہر کر دیا ہے کہ وہ وقفاً الف کے حذف سے ہے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرح:- یعنی یٰاَیُّهَ السّٰحِرُ (زخرف ع) اور اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ (نور ع) اور اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ (رحمٰن ع) تینوں میں ابوعمرو اور کسائی کے لئے وقفاً یٰاَیُّهَا اور اَیُّهَا ہے یعنی ھا کے بعد الف پڑھتے ہیں۔ جو تلفظ سے سمجھا گیا ہے کیونکہ ان کو شعر میں الف کے بغیر پڑھنے سے وزن درست نہیں رہتا اور گو ان میں رسماً الف نہیں ہے لیکن اصل کی رو سے تھا جو وصل میں بعد کے ساکن کے سبب حذف ہو گیا تھا۔ اور وصلاً ھا کا فتحہ اور الف کا حذف ہے اور ابن عامر کیلئے وصلاً یٰاَیُّهُ السّٰحِرُ اور اَیُّهُ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اَیُّهُ الثَّقَلٰنِ ہے یعنی یا کے ضمہ کی مناسبت سے ھا کا بھی ضمہ پڑھتے ہیں اور وقفاً یٰاَیُّهْ اور اَیُّهْ ہے اور ھا میں سکون۔ اشمام۔ روم تینوں درست ہیں اور باقی چار کیلئے وصلاً ھا کا فتحہ اور الف کا حذف ہے اور یہ فتحہ ضمہ کی ضد سے نکلا ہے اور وقفاً الف کا حذف اور ھا میں صرف سکون ہے اور ان تین کے سوا باقی مقامات میں اَیُّهَا میں ہر جگہ ھا کے بعد الف لکھا ہوا ہے اور وصلاً سب کیلئے ھا کا فتحہ اور الف کا حذف ہے اور وقفاً سب کیلئے یٰاَیُّهَا اور اَیُّهَا ہے الف کے اثبات سے۔

فائدہ:- (۱) شعر ۳ میں اَیُّهَا کو الف سے لائے ہیں پس گویا یہ فرمایا ہے کہ ان میں ابوعمرو اور کسائی کیلئے وقفاً الف کا اثبات ہے اسی بناء پر باقین کیلئے ضد سے حذف نکل آیا (۲) ان تینوں موقعوں میں حالتین میں دو قراءتیں ہیں اور باقی مقامات میں صرف ایک ہے۔ (۳) اَیُّهَا کے انھیں تین موقعوں میں اختلاف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں منادیٰ واحد۔ تثنیہ۔ جمع تینوں صیغوں سے آرہا ہے۔ (۴) چونکہ اَلْ والا اسم پہلے ہی سے معرفہ ہوتا ہے اور اس پر حرفِ ندا لانے میں تحصیلِ حاصل لازم آتی تھی اس لئے عرب نے یا اور اَلْ میں اَیّ مبہم سے جدائی کر دی جو منادیٰ پر بھی صادق ہے اور اَیّ کو منادیٰ کی طرف مضاف نہیں کیا تاکہ وہ منادیٰ ہونے سے نکل نہ جائے اور اس کے مضاف الیہ کے عوض میں تنبیہ کی ھا لے آئے اس لئے مناسب یہ تھا کہ اس کے الف کو ہر جگہ ثابت رکھا جائے لیکن ان تین موقعوں میں الف کے بغیر لکھا ہے جس کی دو وجوہ ہیں: ۱ تاکہ وقف کا تلفظ بھی وصلی تلفظ کے مطابق ہو جائے ۲ ھا کے ضمہ والے لغت پر تنبیہ ہو جائے جو بنی اسد کا لغت ہے چنانچہ اَیُّهُ الرَّجُلُ اَقْبِلْ بولتے ہیں پس انھوں نے اس ھا کو ضمیر کی ھا کے مرتبہ میں قرار دیا ہے اور اسی طرح کبھی ضمیر کی ھا کو ھائے سکتہ کے اور سکتہ کی ھا کو ضمیر کی ھا کے مرتبہ میں بھی سمجھ لیتے ہیں چنانچہ ضمیر کی ھا کو ساکن کر دیتے ہیں اور سکتہ کی ھا کو حرکت دیدیتے ہیں (۵) الف کے حذف کی وجہ رسم کی موافقت ہے اور اثبات کی وجوہ دو ہیں ۱ اصل کی طرف رجوع ۲ فصیح تر لغت (فتحہ) کی تصریح۔ اور ابن عامر کا ضمہ یا تو یا کے ضمہ کی پیروی کی بناء پر ہے یا رسم کی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے ہے۔ (۶) چونکہ زخرف میں یٰاَیُّهَا اور نور و رحمٰن میں اَیُّهَا ہے اس لئے اَیُّهَا کو دوبارہ لائے ہیں۔ (۷) اَیُّهَا ان تینوں موقعوں میں اصل کے لحاظ کے بغیر وصل کے تلفظ کے موافق الف کے حذف سے لکھا ہوا ہے جیسا کہ وَیَمْحُ اللّٰهُ (شوریٰ ع) بھی اسی بناء پر واو کے بغیر لکھا ہوا ہے اور وقف بھی سب کیلئے واو کے بغیر ہی ہے۔ سوال: ناظمؒ نے اَیُّهَا کا تلفظ رسم کے خلاف الف کے اثبات سے کیا ہے اس سے مذکوری قراءۃ تو نکل آئی لیکن باقین کی قراءۃ کہاں سے نکلتی ہے۔ جواب دو طرح سے ۱ الف سے تلفظ کرنا اس مرتبہ میں ہے کہ مذکور کیلئے الف کا اثبات ہے اور اس کی ضد حذف ہے ۲ شعر ۸ کے ضَمَّ ابْنُ عَامِرٍ سے یعنی ابن عامر نے ھا کو ضمہ دیا ہے اس سے نکل آیا کہ اس کی رسم بھی الف کے بغیر ہی ہے اور باقین کی قراءۃ بھی یہی ہے کیونکہ الف سے پہلے حرف پر ضمہ نہیں آسکتا (۸) سخاویؒ فرماتے ہیں کہ اَیُّهَا میں ھا جس طرح لفظاً کلمہ کے آخر میں ہے اسی طرح معنیً بھی اس کو آخر ہی میں سمجھ لیا اور جس طرح منادیٰ مفرد کے آخری حرف پر ضمہ آتا ہے اسی طرح اس ھا کو بھی ضمہ دیدیا (۹) چونکہ یہ ھا تنبیہ کی ہے جس کا الف بعد کے ساکن کی بناء پر حذف ہو گیا ہے اس لئے فتحہ والی قراءۃ اولیٰ ہے (۱۰) سخاویؒ کے بیان کی رو سے خود ناظمؒ نے ضَمَّ ابْنُ عَامِرٍ اور ضَمَّ ابْنِ عَامِرٍ دونوں وجوہ جائز بتائی ہیں اول فعل و فاعل کی اور ثانی ابتداء کی بناء پر ہے ابو شامہ فرماتے ہیں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلی صورت میں ضمہ۔ اَوْ تَبِعَ الضَّمَّ کے معنی میں ہے اور یہ یُعَرِّجُ فِی عَرَاقِیْبِهَا اور نُصَلِّی کے باب سے ہے (۱۱) ابراز میں ہے کہ
شیخ سخاوی رح کے قول پر وَالْمَرْسُوْمُ بَیْنَهُنَّ جملہ اسمیہ ہے اَیِ الْمَرْسُوْمُ مُسْتَقِرٌّ بَیْنَهُنَّ اور اَخْیَلُ یمنی چادر کے معنی میں ہے اور مُسْتَقِرٌّ
کی ضمیر سے حال ہے اَیْ اِسْتَقَرَّ الرَّسْمُ مُشْتَبِهًا ذٰلِكَ پس رسم کو یمنی چادر سے تشبیہ دی ہے اور اس میں دوسرے شارحین نے
بھی ان کی پیروی کی ہے حالانکہ لغت کی رو سے اَخْیَلُ پرندہ کے یا متکبر انسان کے معنی میں ہے رہے یمنی چادر والے معنی سو وہ
اہل لغت میں سے کسی نے بھی بیان نہیں کئے اور میں نے اس بارہ میں مشہور کتب کو تلاش کیا تو ان میں سے کسی میں بھی نہیں پایا پھر اگر اس کو
صحیح مان بھی لیں تب بھی اس لفظ سے جو معنی نکلتے ہیں ان سے کوئی مفید مطلب برآمد نہیں ہوتا اور میں مدتوں سوچتا رہا کہ کوئی ایسا صحیح مطلب
نکل آئے جو اس لفظ سے مراد لیا جاسکے تو میرے ذہن میں یہ آیا کہ اَخْیَلَهٗ خبر ہے اور ماضی کا صیغہ ہے اور مَرْسُوْمٌ۔ مَجْلُوْدٌ
اور مَفْتُوْنٌ کی طرح مصدر ہے جو رسم کے معنی میں ہے اور یہ جوہری اور ابن سیدہ کی نقل کے مطابق اَخَالَتِ السَّمَاءُ وَاَخْیَلَتْ
سے ہے جس کو اس وقت استعمال کرتے ہیں جب آسمان برابر ہو اور بارش کی امید ہو پس ناظم نے یہاں اس کو مجاز کے طور پر استعمال کیا
ہے پھر وہی معنی بیان کئے ہیں جو ترجمہ میں درج ہو چکے ہیں پھر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے قصیدہ کا ایک صحیح نسخہ ملا جس میں اس مقام میں
کنارہ پر حاشیہ تھا جو ابوعبداللہ قرطبی رح کے نسخہ کے حاشی سے منقول تھا اور وہ یہ تھا یُقَالُ سَحَابٌ مُخِیْلٌ اَیْ حَقِیْقٌ بِالْمَطَرِ یعنی بدلی
بارش کے لائق ہے اور یہی قول مجھے ایک اور نسخہ کے کنارہ پر ملا جو ناظم رح کے روبرو پڑھا گیا تھا اور اس میں شک نہیں کہ اس میں
جتنے بھی حواشی تھے وہ ناظم رح ہی کے کلام سے تھے اور اس میں اتنی عبارت اور زائد تھی وَكَانَ الرَّسْمُ حَقِیْقٌ بِضَمِّ الْهَاءِ اِذَا جَاءَ
بِغَیْرِ اَلِفٍ یعنی جب رسم الف کے بغیر آئی ہے تو وہ ھا کے ضمہ کے لائق (اور اس کے مناسب) ہے اور ایک اور نسخہ جو ناظم کے روبرو
کئی بار پڑھا گیا تھا اس کے حاشیہ پر یہ عبارت ملی وَهُوَ مِنْ قَوْلِهِمْ اَخَالَ السَّحَابُ وَاَخْیَلَ اِذَا كَانَ حَقِیْقًا بِالْمَطَرِ وَلَمَّا
رُسِمَتْ هٰذِهِ الْمَوَاضِعُ بِغَیْرِ اَلِفٍ اِجْمَاعًا كَانَ فِیْهِ حُجَّةٌ لِابْنِ عَامِرٍ اور یہ عرب کے قول اَخَالَ السَّحَابُ وَاَخْیَلَ
سے ہے یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی بدلی بارش کی امید کے لائق ہو اور چونکہ یہ تینوں موقع الف کے بغیر لکھے ہوئے ہیں اس لئے اس رسم
میں ابن عامر (کی قراءۃ) کیلئے دلیل (موجود) ہے میں کہتا ہوں کہ یہ دلیل ہے اس پر کہ ناظم رح کی مراد یہی ہے اور ابوعبداللہ وغیرہ نے اس کو ان سے
سنا ہے واللہ اعلم (۱۲) اَیُّهَا کو مرف انہیں تین موقعوں میں الف کے بغیر لکھنا اس اشارہ کیلئے ہے کہ ان کا اس طرح لکھنا بھی درست ہے
اور اس کی دو وجہ ہیں ۱۔ جمہور کی قراءۃ پر الف کے بجائے فتحہ کو کافی سمجھ لینا ۲۔ ابن عامر کی قراءۃ والے لغت کی موافقت۔

وصل وقطع ایضاً

٣٨٤ وَقِفْ وَيْكَاَنَّهٗ وَيْكَاَنَّ بِرَسْمِهٖ ... وَبِالْيَاءِ قِفْ (ر) فِقًا وَّبِالْكَافِ (ح) لِّلَا
٩

ترجمہ :- اور تو (سب کیلئے قصص ۸ کے وَيْكَاَنَّهٗ میں) وَيْكَاَنَّهٗ (اور وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ میں) وَيْكَاَنَّ (پر) اس
کی (یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک کی) رسم کے موافق (پورے کلمہ پر) وقف کر (یعنی اول میں ھا پر اور ثانی میں نون پر اور درمیان
میں بالکل نہ کر) اور تو (ان دونوں میں کسائی کیلئے) یا پر (بھی) وقف کر (یعنی وَیْ پر) حالانکہ تو (اس کی توجیہ کی تقریر اور معنی کے سمجھانے
میں طلباء پر) نرمی (اور مہربانی کرنے) والا ہو اور (ابوعمرو کیلئے ان دونوں میں) کاف پر (وقف کر یعنی وَیْكَ پڑھ) یہ (وقف معنی کی رو سے
جائز (اور مباح) کر دیا گیا ہے (پس جو اس کے منکر ہیں وہ غلطی پر ہیں)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرح:- یعنی قصص (رعٔ) کے وَيْكَأَنَّ اللّٰهَ اور وَيْكَأَنَّهُ دونوں میں تمام قراء پورے کلمہ پر وقف کرتے ہیں اور دُمیں وَيْكَأَنَّ اور ثانی میں وَيْكَأَنَّهُ پڑھتے ہیں اور ھا میں سکون۔ اشمام۔ روم تینوں درست ہیں اور چونکہ رسم کی رو سے پورا مجموعہ ایک کلمہ ہے اس بناء پر کہ وَیْ کاف سے اور کاف اَنَّ سے متصل ہے اس لئے نشر و طیبہ کی رو سے سب کیلئے پورے ہی کلمہ پر وقف کرنا اولیٰ ہے اور کسائی کیلئے یا پر وقف کرنا بھی درست ہے کیونکہ ان کی رائے پر یہ معنیٰ کی رو سے دو کلمہ ہیں جن میں سے ایک وَیْ اور دوسرا كَأَنَّ اور كَأَنَّهُ ہے اور ابوعمرو کیلئے یا پر تو نہیں لیکن کاف پر وقف کرنا درست ہے کیونکہ یہ بھی ان کو دو کلمہ ملتے ہیں جن میں سے ایک وَيْكَ اور دوسرا اَنَّ ہے اور امتحان میں ہے کہ وَیْ پر وقف کرکے کاف سے اور کاف پر وقف کرکے اَنَّ اور اَنَّهُ سے ابتدا کرنا درست نہیں بلکہ وَیْ سے لوٹانا چاہئے۔

فائدہ: (۱) اس کلمہ میں یہ تینوں وقف اختباری اور اضطراری ہیں نہ کہ اختیاری، اور وَيْكَأَنَّهُ کی ھا میں تینوں وجوہ درست ہیں اور اس کا ساکن لانا ضرورت کی بناء پر ہے۔ نیز یہ بتلانے کے لئے کہ اس میں ھا کا تلفظ بھی ضروری ہے یہ مقصد ہرگز نہیں کہ اس میں صرف اسکان ہوگا (۲) ابوعمرو اور کسائی کے سوا باقی پانچ کیلئے یا اور کاف پر وقف کرنا صحیح نہیں (۳) خلاصہ یہ کہ ابوالعلاء اور ابن الیزیدی کی تصریح کے موافق اختلاف صرف یا اور کاف میں ہے جو درمیانی حروف ہیں رہے نون اور ھا جو آخری حروف ہیں سو ان پر سب کیلئے وقف کرنا درست ہے۔ مکی فرماتے ہیں کہ مشہور یہ ہے کہ کسائی اور ابوعمرو بھی جماعت کی طرح ہیں (۴) جعبری فرماتے ہیں کہ وَیْ ایسا کلمہ ہے جس کو تعجب اور شرمندگی ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا کرتے ہیں اور یہاں کاف تشبیہ کے معنیٰ سے خالی ہے اور اس کو اَنَّ کے ساتھ ملا کر ایک کلمہ بنا دیا ہے اور اسی لئے ہمزہ پر فتحہ آگیا ہے اور حدیث كَأَنَّكَ بِالدُّنْيَا لَمْ تَكُنْ وَبِالْآخِرَةِ لَمْ تَزَلْ بھی اسی معنیٰ میں ہے اور امرؤ القیس کا قول كَأَنِّيَ لَمْ أَرْكَبْ جَوَادًا لِلَذَّةٍ بھی اسی قبیل سے ہے اور ابوشامہ فرماتے ہیں کہ وَیْ کے بعد کاف کی توجیہ یہ ہے کہ اس میں یقین حاصل ہوجانے کی بناء پر آئندہ پیش آنے والی حالت کو واقع شدہ حالت سے تشبیہ دی گئی ہے اور یقینی چیز آنکھوں سے دیکھی ہوئی کے مرتبہ میں ہوا کرتی ہے۔ اور ابوعمرو نے وَيْكَ کو ایک کلمہ قرار دیا ہے جس کی اصل وَيْلَكَ تھی پھر اس میں سے لام حذف ہوگیا اور یہ بھی ایک لغت ہے اور شعر

أَلَا وَيْكَ الْمَسَرَّةُ لَا تَدُومُ ۔۔۔ وَلَا يَبْقَى عَلَى الْبُؤْسِ النَّعِيمُ

بھی اسی قبیل سے ہے اور اَنَّ کے ہمزہ کا فتحہ اِعْلَمْ یا لام جارہ مقدر کی بناء پر ہے اور جماعت کی قراءۃ کے دونوں معنیٰ ہوسکتے ہیں یعنی ابوعمرو کی قراءۃ والے بھی اور کسائی کی قراءۃ والے بھی چنانچہ ابوالفتح بن جنی کہتے ہیں کہ وَيْكَأَنَّهُ بھی انھیں مثالوں میں سے ہے جن میں ایک لفظ سے دو معنیٰ لے سکتے ہیں اور سیبویہ اور خلیل کے مذہب کی رو سے وَیْ ایک جدا کلمہ ہے جو اسم فعل ہے اور خبر میں آتا ہے اور تعجب کے معنیٰ دیتا ہے یعنی میں تعجب کرتا ہوں پھر اس کے بعد استیناف کے طور پر فرماتے ہیں كَأَنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ اور ابوعلی سیبویہ کے قول کی تائید میں کہتے ہیں کہ كَأَنَّ کبھی زائد کے مرتبہ میں بھی ہوتا ہے اور اس کے ثبوت میں عمر رضی اللہ عنہ کا یہ شعر نقل کیا ہے ؂

كَأَنَّنِي حِينَ أُمْسِي لَا يُكَلِّمُنِي ۔۔۔ ذُو بُغْيَةٍ يَشْتَهِي مَا لَيْسَ مَوْجُودًا

شام کے وقت جو صاحب حاجت بھی مجھ سے بات کرتا ہے وہ وہی چیز طلب کرتا ہے جو موجود نہیں ہوتی یعنی میں شام کے وقت بالکل خالی ہوجاتا ہوں۔ اور كَأَنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ بھی اسی قبیل سے ہے ای هُمْ لَا يُفْلِحُونَ اور ابوالحسن (اخفش) کی رائے پر وَيْكَ کاف سمیت ایک کلمہ ہے جو اَعْجَبُ کے معنیٰ میں ہے یعنی تعجب ہے کہ انھوں نے کیسی بری حالت کو پسند کیا تھا پس اَنَّ کو نقل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے اس معنیٰ کا معمول قرار دیا ہے جو وَیْلَکَ میں ہیں اور کاف کو ذٰلِکَ اور مَنَالِکَ کے کاف کی طرح خطاب کا حرف مانا ہے۔

وصل

یعنی جو کلمہ رسماً دوسرے سے جُدا ہو اس کو وقفاً متصل کردینا

۳۸۵ - وَاَیًّا بِاَیًّا مَّا (شَـ)فَا وَسِوَاهُمَا بِمَا وَبِوَادِ النَّمْلِ بِالْیَا (سَـ)نَا (تَـ)لَا
۱۰

ترجمہ:- اور (حمزہ اور کسائی کیلئے) اَیًّا مَّا (اسراء ع۱۲) میں اَیًّا (پر وقف کرنا) جو ہے اس نے شفا دی ہے (اس بنا پر کہ اس کی دلیل ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ اَیًّا رسماً مَا سے جدا ہے) اور ان (دونوں) کے سوا (باقی پانچ) نے (اس میں) مَا پر (وقف کیا ہے اَیًّا پر نہیں کیا) اور وَادِ النَّمْلِ (نمل ع۲) پر (ابوالحارث اور دوری یعنی پورے کسائی کیلئے) یا سے (وقف کرنا) ایسی روشنی ہے جس نے (نقل کی) پیروی کی ہے۔

شرح:- یعنی اَیًّا مَّا تَدْعُوْا (اسراء ع۱۲) میں حمزہ اور کسائی ضرورت کے وقت اَیًّا پر وقف کرتے ہیں اور قاعدہ کے موافق تنوین کو الف سے بدل لیتے ہیں اور باقی پانچ مَا پر وقف کرتے ہیں اس بناء پر کہ مَا، اَیًّا کا تتمہ ہے اور گویا کہ مَا کلمہ اسی پر ختم ہوتا ہے۔ یہ وہ ہے جو نظم اور تیسیر اور قراءۃ کی عام کتب میں مذکور ہے اور نشر وطیبہ کی رو سے اولیٰ یہ ہے کہ تمام قراء کیلئے اَیًّا اور مَا دونوں پر وقف درست ہے کیونکہ دونوں رسم کے لحاظ سے ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ اور وَادِ النَّمْلِ (نمل ع۲) میں کسائی دال کے بعد یا زیادہ کرکے وقف کرتے ہیں اور وَادِیْ پڑھتے ہیں اور باقی چھ رسم کے موافق یا کے بغیر دال پر وقف کرتے ہیں اور وَادْ پڑھتے ہیں۔

فائدہ:- (۱) اَیًّا مَّا۔ اَیًّا اور مَا سے مرکب ہے اور یہ حَیْثُ مَا اور کَیْفَ مَا۔ عَنْ مَّا کی طرح ہے۔ **سوال:** یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ موصول کلمات میں صرف آخری پر اور مقطوع کلمات میں ہر ایک کلمہ پر وقف کرنا درست ہے اور اَیًّا مَّا میں اَیًّا بھی مَا سے جدا لکھا ہوا ہے پس عَنْ مَّا (اعراف ع۲۱) اور حَیْثُ مَا اور کَیْفَ مَا وغیرہ کی طرح اَیًّا مَّا میں بھی سب کیلئے اَیًّا اور مَا دونوں پر وقف جائز ہونا چاہئے تھا پھر یہ فرق کس لئے ہے کہ حمزہ اور کسائی تو اس میں دونوں پر وقف کرتے ہیں جو اَیًّا پر تو ناظم کے بیان سے معلوم ہوا ہے اور مَا پر ظاہر ہے اس میں کوئی اختلاف ہی نہیں کیونکہ یہ بعد والے کلمہ سے بالکل جُدا ہے اور باقی پانچ اَیًّا پر نہیں کرتے صرف مَا پر کرتے ہیں۔ **جواب:** عَنْ مَّا وغیرہ میں اور اَیًّا مَّا میں فرق یہ ہے کہ عَنْ مَّا کا مقطوع ہونا تو یقینی ہے کیونکہ اس کو متصل بھی لکھ سکتے تھے اور اس پر بھی جدا لکھا ہے اس سے نکل آیا کہ اس میں اتصال منظور ہی نہیں تھا اور اَیًّا مَّا گو ظاہراً مقطوع ہے لیکن اس میں موصول ہونے کا احتمال ہے کیونکہ اس میں یا کے بعد الف ہے اور الف کے بعد والا حرف خط میں الف سے متصل ہو ہی نہیں سکتا اور مَا زائدہ اکثر موقعوں میں ماقبل سے متصل ہی ہو کر آیا ہے جیسے فَاِمَّا اور فِیْمَا وغیرہ میں ہے اس لئے قراء نے اَیًّا مَّا پر بھی موصول ہی کا حکم جاری کردیا اور اَیًّا پر وقف نہیں کیا اس اندیشہ سے کہ شاید اہل رسم نے کسی تعلق اور حکمت کی بناء پر مَا زائدہ کے دوسرے موقعوں کی طرح اس میں بھی مَا کو موصول ہی لکھنا چاہا ہو اور پھر الف کی وجہ سے اس کو متصل نہ کرسکے ہوں اس لئے اس کا موصول ہی رکھنا مناسب ہے اور اس سوال وجواب کی حاجت صرف اس صورت میں ہے جبکہ نظم وتیسیر کے ظاہر پر عمل کیا جائے اور نشر کی تحقیق پر عمل کرنے کی صورت میں اشکال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ (۲) اَیًّا مَّا میں اَیًّا شرطیہ ہے اور اپنے مجزوم (تَدْعُوْا) کا مفعول بہ ہے اور تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے ای اَیَّ الاَسْمَآءِ اور مَا زائدہ ہے جو تاکید کیلئے ہے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا اور قَلِیْلٌ مَّا هُمْ کی طرح یا مَهْمَا کی طرح ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو اصل میں مَا مَا تھا اور تکرار تاکید کیلئے تھا پھر دونوں میں لفظاً فرق کر دیا یہ جعبری کی تحقیق ہے اور قاری رحمہ اللہ کی رائے پر مَا عوض کی تاکید کیلئے ہے مثلاً مَا کی طرح اور چونکہ یہاں اَیًّا میں الف ہے اس لئے مَا کا اَیًّا سے متصل لکھنا ممکن نہیں تھا اس لئے اب اس میں وقف احتمال ہیں: ۱ واقع کے اعتبار سے اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ (قصص ع) کی طرح متصل ہو ۲ حَیْثُ مَا کی طرح منفصل ہو، اور چونکہ اس میں تنوین بھی ہے اس لئے منفصل ہونا ظاہر ہے اور اسی لئے اَیًّا پر وقف واضح ہے (۳) اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ میں سب کیلئے وقف مَا ہی پر ہے (۴) بِالْیَاءِ کے بجائے بِالْیَا مُسْنَاتُلا فرمانا یہ بتانے کیلئے ہے کہ اس میں یا کے اثبات کی وجہ خوب ظاہر ہے (۵) وَادِ النَّمْلِ میں یا کو وصلاً بعد کے ساکن کے سبب سب حضرات حذف کرتے ہیں اور اس کے مرسوم نہ ہونے کی وجہ بھی وصل کے تلفظ کی موافقت ہے اور وقفاً حذف رسم کی پیروی کی بناء پر ہے اور اثبات اصل کی طرف اشارہ کرنے اور یہ بتانے کیلئے ہے کہ وصلاً اس کا حذف کسرہ کے بجائے ساکن کی بناء پر تھا جیسا کہ اٰتِی الرَّحْمٰنِ میں ہے۔ (۶) مناسب یہ تھا کہ جس طرح ھَادٍ - وَاقٍ - وَالٍ - بَاقٍ کو رعد میں اور یَوْمَ یُنَادِ کو سورۂ قٓ میں بیان کیا ہے اسی طرح وَادِ النَّمْلِ کو بھی سورۂ نمل میں بیان کرتے کیونکہ ان چھیوں کلموں کی یا کا حکم دوسری یا آت زوائد کی طرح نہیں ہے اس لئے کہ ان میں وصلاً کسی کے لئے بھی اثبات نہیں ہے۔

اثبات ایضاً

۳۸۶ - وَفِیمَهْ وَمِمَّهْ قِفْ وَعَمَّهْ لِمَهْ بِمَهْ ۔ بِخُلْفٍ عَنِ الْبَزِّیِّ وَادْفَعْ مُجَهِّلَا

۱۱

ترجمہ:۔ اور تو بزی کیلئے خلاف کے ساتھ (فیم - مِمَّ - عَمَّ - لِمَ - بِمَ میں) فِیمَهْ اور مِمَّهْ اور عَمَّهْ (اور) لِمَهْ (اور) بِمَهْ (کہنے والا بن کر) وقف کر (یعنی ان پانچوں پر بزی دو طرح وقف کرتے ہیں: ۱ سکتہ کی ھا زیادہ کر کے ۲ باقین کی طرح ھا کے بغیر) اور تو (ھا والی قراءۃ کو) جہالت کی طرف منسوب کرنے والے (کے اعتراض اور حملہ) کو (دلائل کے ذریعہ) دفع کر دے (اور یہ بتا دے کہ یہ ھا سکتہ کی ہے جو مَا استفہامیہ کے آخر میں ان دو وجوہ سے زیادہ کی گئی ہے ۱ یہ ھا اس الف کا عوض بن جائے جو حرف جر کے داخل ہونے کے سبب مَا استفہامیہ کے آخر میں سے حذف ہو گیا ہے۔ ۲ میم اپنے فتحہ پر باقی رہے جو الف پر دلالت کرتا ہے اور وقف کے سبب اس فتحہ کے نہ رہنے سے مَا میں جو دو حرفی کلمہ ہے الف کا حذف اور میم کا سکون دو تغیر جمع نہ ہو جائیں)

شرح:۔ یعنی بزی ان پانچ کلمات میں جو فِیمَ اَنْتَ - مِمَّ خُلِقَ - عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ - لِمَ اَذِنْتَ - بِمَ یَرْجِعُ وغیرہ میں آرہے ہیں دو طرح وقف کرتے ہیں ۱ ناظم کے تلفظ کے موافق سکتہ کی ھا زیادہ کر کے فِیمَهْ - مِمَّهْ - عَمَّهْ - لِمَهْ - بِمَهْ پڑھتے ہیں اور تیسیر - کافی - تبصرہ میں یہی درج ہے ۲ باقین کی طرح ھا کے بغیر اور دانی نے عبدالعزیز فارسی سے ان کے لئے یہی وجہ پڑھی ہے۔ پس یہی طریق کے موافق ہے اور یہ وجہ زیادات میں سے ہے اور اہوازی - ابوالعلاء وغیرہ اکثر ناقلین اسی پر ہیں اور ناظم نے یہاں خلف کے لفظ میں دانی کے اس بیان کی پیروی کی ہے جو تیسیر کے علاوہ ان کی دوسری کتابوں میں ہے پس اثبات میں تیسیر کی اور حذف میں طریق کی موافقت ہو گئی - یہاں رسم کی اختلافی موافقت کے سب کلمات ختم ہو گئے رہی وہ موافقت جو متفق علیہ ہے سو اس کی کچھ تفصیل فوائد میں درج کی جائے گی۔

فائدہ: ۱ (۱) قصیدہ کا وہ نسخہ جو ناظم کے روبرو پڑھا گیا تھا اس کے حاشیہ میں ہے کہ نوی برہان میں کہتے ہیں کہ یہ سکتہ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مَا کا زیادہ کرنا درست نہیں کیونکہ یہ رسم میں نہیں ہے اس پر اُن سے کہا گیا کیا ابن کثیر وغیرہ وقفاً زائد یا آت کو ثابت نہیں رکھتے حالانکہ وہ بھی رسم میں نہیں ہیں اور ایک جماعت نے بہت سے موقعوں میں رسم کے خلاف وقف کیا ہے اور اعتماد صرف صحیح نقل پر ہے (۲) اس مَا کے زیادہ کرنے میں بزی منفرد نہیں ہیں بلکہ یعقوب کی قراءۃ میں بھی یہ صورت ان پانچوں کلمات میں اور ان کے علاوہ اور کئی قسموں میں پائی جاتی ہے جس کی تفصیل وجوہ المسفرۃ میں درج ہے نیز ان کلمات میں سکتہ کی ھَا کا نہ لکھنا وصل کے اور یَتَسَنَّهْ وغیرہ میں لکھنا وقف کے تلفظ کے اعتبار سے ہے پس جس طرح یَتَسَنَّهْ وغیرہ میں بعض کیلئے وصلاً حذف ہے اسی طرح فِیْمَ وغیرہ میں بزی کیلئے وقفاً اثبات ہے۔ اگر حذف صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو پھر اثبات کے درست نہ ہونے کے کیا معنیٰ (۳) ان کلمات میں حذف رسم کی موافقت کیلئے ہے اور اثبات مَا استفہامیہ اور خبریہ میں فرق کرنے کیلئے ہے (۴) یہ کلمات عاطف کے بعد ہوں جیسے فَبِمَ۔ فَلِمَ تب بھی یہی حکم ہے (۵) استفہامیہ کی قید سے خبریہ نکل گیا جو بِمَا هُمْ۔ مِمَّا تَجْمَعُوْنَ۔ عَمَّا كَانُوْا۔ لِمَا مَنَعْتَ۔ بِمَا كَانُوْا وغیرہ میں ہے اور جار کے بعد ہونے کی قید سے مَالِیَ لَا وغیرہ نکل گئے۔

رسم کی اجماعی موافقت کا بیان

اس میں دو بحثیں ہیں: پہلی بحث وقفاً مدہ کے حذف و اثبات میں۔ جو مدہ وصلاً دو ساکن جمع ہو جانے کے سبب حذف ہو جائے اگر وہ رسم میں موجود ہو جیسے وَقَالَا الْحَمْدُ۔ فِی الْاَرْضِ۔ قَالُوا الْاٰنَ تو وقفاً ثابت رہتا ہے اور اگر رسم میں بھی نہ ہو جیسے یُؤْتِ اللّٰهُ (نساء ع۲۱) نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ (یونس ع۱۰) تو وقفاً بھی محذوف ہی رہتا ہے۔ اب مدہ کے تینوں حروف کو الگ الگ لکھا جاتا ہے۔

الف مدہ کا بیان

الف اسم میں ہو خواہ فعل میں اصلی ہو خواہ یا سے بدلا ہوا اگر یہ وصلاً بعد کے ساکن کے سبب حذف ہو جائے جیسے کَانَتَا اثْنَتَیْنِ۔ ذَاقَا الشَّجَرَةَ۔ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ۔ دَعَوَا اللّٰهَ۔ وَقَالَا الْحَمْدُ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ اور جیسے الْقَتْلَى الْحُرُّ۔ مُوْسَى الْكِتٰبَ۔ وَاٰتَى الْمَالَ۔ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وغیرہ) تو وقفاً ثابت رہتا ہے ـــ لیکن اَیُّهَا میں تین جگہ رسماً اور وصلاً محذوف ہے اور وقفاً اختلاف ہے اور ان کی تفصیل اسی باب کے شعر ۲۲۷ میں درج ہو چکی ہے ـــ اور ان پانچ کلمات میں بھی الف وقفاً سب کیلئے ثابت رہتا ہے (۱) مِصْرًا (بقرہ ع۷) (۲) وَلَیَكُوْنًا (یوسف ع۴) (۳) اِذًا تنوین والا ہر جگہ (۴) لٰكِنَّا (کہف ع۵) (۵) لَنَسْفَعًا (علق) میں اور ان میں وصلاً کسی کیلئے بھی الف نہیں ہے۔ صرف نمبر چار میں ابن عامر کیلئے ہے ـــ اور ان تین کلمات میں رسماً تو ثابت ہے اور وصلاً کسی کے لئے بھی نہیں اور وقفاً اختلاف ہے جو ان کے موقعوں پر آئے گا۔ (۱) ثَمُوْدَا چار جگہ (یعنی ہود ع۶ اور فرقان وعنکبوت ع۴ اور نجم ع۳ میں) (۲) سَلٰسِلَا (۳) قَوَارِیْرَا دو جگہ (دونوں دہر میں) ـــ اور ان تین کلمات میں رسماً ہے اور وصل و وقف میں ثابت رکھنے میں اختلاف ہے جو ان کے موقعوں پر آئے گا۔ (۱) الظُّنُوْنَا (۲) الرَّسُوْلَا (۳) السَّبِیْلَا (احزاب ع۲ و ع۸ میں) ـــ اور لُؤْلُؤًا (حج ع۳ و فاطر ع۴) میں رسماً ہے اور وصلاً کسی کیلئے بھی نہیں اور وقفاً جر سے پڑھنے والوں کیلئے نہیں اور نصب والوں کیلئے ہے اور دہر والے میں وقفاً سب کیلئے ہے اور باقی موقعوں میں کسی کیلئے بھی نہیں اور اَنَا میں رسماً اور وقفاً سب کیلئے ہے اور وصلاً کسی کیلئے بھی نہیں اور جس اَنَا کے بعد ہمزۂ قطعی ہو اس کا حکم بقرہ (ع۳۵) میں آئے گا۔

تنبیہ:۔ اس بیان اور مثالوں سے نکل آیا کہ تثنیہ کا الف بھی بعد کے ساکن کے سبب وصلاً حذف ہو جاتا ہے۔ پس بعض حضرات کا ذَاقَا الشَّجَرَةَ (اعراف ع۲) اور وَاسْتَبَقَا الْبَابَ (یوسف ع۳) اور وَقَالَا الْحَمْدُ (نمل ع۲) میں وصلاً تثنیہ کے الف کا باقی رکھنا لحن اور عربیت کے بالکل خلاف ہے اور لطف[1] یہ ہے کہ دَعَوَا اللّٰهَ (اعراف ع۲۴) میں یہ حضرات بھی الف

[1] دَعَوَا اللّٰهَ سے قدح وارد نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہاں الف کے حذف سے کسی دوسرے صیغہ کے ساتھ التباس لازم نہیں آتا ہے اور مذکورہ تین کلمات میں الف کے حذف سے واحد کے صیغہ کے ساتھ التباس واقع ہوتا ہے پس اصل جواب جو حضرت استاذ نے فرمایا وہ یہ ہے کہ اگر التباس کے اندیشہ سے ان تین کلمات میں الف کو باقی رکھا جاتا ہے تو وَلَا الَّذِیْنَ (نساء ع۳) میں بھی کسی قدر الف کو ظاہر کر دینا چاہئے ورنہ حذف سے دلالت: فیہ لام ابتدائیہ کے ساتھ ملتبس ہو جائیگا اسی وجہ سے اخفش نحوی اس کے قائل ہو گئے کہ یہ لام ابتدائیہ ہے اور اَلَّذِیْنَ مبتدا ہے اور اُولٰٓئِكَ الخ خبر ہے پس حل یہ ہے کہ معنی کا تعلق صرف تلفظ ہی سے نہیں بلکہ اس میں رسم کو بھی دخل ہے۔ پس جیسے لا کا نافیہ ہونا رسم سے معلوم ہو جاتا ہے اسی طرح ان کا تثنیہ ہونا بھی رسم سے معلوم ہو سکتا ہے۔ فلا اشکال ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے باقی نہ رکھنے پر متفق ہیں حالانکہ یہ الف بھی تثنیہ ہی کا ہے۔ سوال: شیخ القراء مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب محدث پانی پتی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ فیوض رحمانی میں درج فرمایا ہے کہ ذَاقَا الشَّجَرَةَ اور وَاسْتَبَقَا الْبَابَ میں تو وصلاً الف کا حذف ہی ہے لیکن وَقَالَا الْحَمْدُ میں تثنیہ کے الف کا قدرے اظہار شیوخ سے پہونچا ہے۔ پھر ایک علمی اور معقول تقریر کے ذریعہ اس میں اور ذَاقَا الشَّجَرَةَ اور وَاسْتَبَقَا الْبَابَ میں فرق بھی بتایا ہے اس کا تقاضا تو یہی ہے کہ وَقَالَا الْحَمْدُ میں الف کا قدرے اظہار کیا جائے۔ جواب: یہ بات بلاشک صحیح ہے لیکن فن کی کسی اور کتاب سے اس فرق کی تائید نہیں ہوتی بلکہ محقق رحمہ اللہ اپنی نشر میں وَقَالَا الْحَمْدُ کو بھی انھیں مثالوں میں لائے ہیں۔ جن میں بعد کے ساکن کے سبب مدہ حذف ہو جاتا ہے اس سے نکل آیا کہ موصوف کی رائے پر بھی اس میں اور دوسرے تثنیوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

یائے مدہ کا بیان

اس کی دو۲ صورتیں ہیں: ۱۔ وہ یاءات جو رسماً ثابت ہیں ۲۔ وہ جو رسم میں نہیں ہیں پھر دونوں قسموں میں یا کے بعد والے حرف پر حرکت بھی ہوتی ہے اور ساکن بھی ہوتا ہے اس لئے کل قسمیں چار ہو جاتی ہیں۔ اوّل: وہ یاآت جو رسم میں ہوں ان کی دو۲ قسمیں ہیں: (۱) وہ جن کے بعد حرکت والا حرف ہو جیسے اِنِّیْٓ اَعْلَمُ یٰبَنِیَّ لِلطَّآئِفِیْنَ یہ سب کے لئے حالین میں ثابت رہتی ہیں صرف فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ (کہف ع۹) میں ابن ذکوان کیلئے اثبات وحذف دونوں ہیں (۲) وہ یاآت جن کے بعد ساکن ہو جیسے وَلَا تَسْقِی الْحَرْثَ۔ اُوْفِی الْکَیْلَ۔ بِهٰدِی الْعُمْیِ (نمل ع۶) یہ یاآت وصلاً بعد کے ساکن کے سبب سب کے لئے محذوف ہوتی ہیں اور وقفاً ساکن کے جدا ہو جانے کے سبب ثابت رہتی ہیں دوم: وہ یاآت جو رسم میں نہ ہوں ان کی بھی دو۲ قسمیں ہیں (۱) وہ جن کے بعد حرکت والا حرف ہو جیسے وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ یہ ایک سو بائیس ۱۲۲ ہیں جن میں سے ساٹھ ۶۰ الوجوہ المسفرہ کے ترجمہ میں یاآت زوائد کے باب میں درج ہیں اور باسٹھ ۶۲ ابھی تیئسویں ۲۳ باب میں آئیں گی ان میں صرف بعض کے لئے حالین میں یا فقط وصل میں اثبات ہے جن کی تفصیل تیسیر اور وجوہ المسفرہ میں زوائد کے باب میں موجود ہے (۲) وہ محذوف یاآت جن کے بعد ساکن ہو جیسے یُؤْتِ اللّٰهُ ایسی یاآت گیارہ کلمات میں ہیں جو سترہ ۱۷ جگہ آئے ہیں اور یہ سب الوجوہ المسفرہ میں الوقف علی مرسوم الخط کے آخر میں درج ہیں۔ قراء سبعہ ان سب کو حالین میں حذف کرتے ہیں صرف ان تین کلمات میں بعض کیلئے وقفاً اثبات ہے چنانچہ وَادِ النَّمْلِ میں کسائی کے لئے اور بِهٰدِ الْعُمْیِ (روم ع۵) میں حمزہ اور کسائی کیلئے اور یُنَادِ الْمُنَادِ (قٓ ع۳) میں صرف ابن کثیر کیلئے ہے اور اس آخری میں حذف بھی ہے۔

تنبیہ:۔ ذیل کی دو۲ قسموں میں بھی یا رسم ووصل ووقف تینوں سے محذوف ہے ۱۔ متکلم کی وہ یا جو منادیٰ مضاف کے آخر میں ہو۔ عام ہے کہ اس پر ندا کا حرف ہو (جیسے یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ یٰعِبَادِ دونوں زمر (ع۲) میں۔ یٰقَوْمِ۔ یٰرَبِّ۔ یٰٓاَبَتِ) یا نہ ہو (جیسے رَبِّ اَرِنِیْ۔ رَبِّ قَدْ۔ رَبِّ هَبْ لِیْ۔ رَبِّ ابْنِ لِیْ) اس قسم میں جو یا ہے وہ اضافت کی ہے اور مستقل کلمہ ہے اس سے پہلے کسرہ کو کافی تصور کرنے کے سبب اس یا کے لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی لیکن اس قسم میں سے صرف ان تین کلمات میں یا لکھی ہوئی ہے۔ ۱۔ و ۲۔ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ (عنکبوت و زمر ع۶) ان میں تو یا تمام مصاحف میں ہے ۳۔ یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ (زخرف ع۷) اس میں صرف مدنی اور شامی قراءتوں میں ہے ۲۔ وہ یاآت جو تنوین کے سبب حذف ہو گئی ہیں اور یہ ان تیس ۳۰ کلمات میں ہیں۔ جو سینتالیس ۴۷ جگہ آئے ہیں۔ ۱۔ بَاغٍ ۲۔ عَادٍ دونوں تین تین جگہ (یعنی بقرہ ع۲۱۔ انعام ع۱۸۔ نحل ع۱۵ میں) ۳۔ مُوْصٍ (بقرہ ع۲۲) ۴۔ تَرَاضٍ (بقرہ ع۳۰ و نساء ع۵) ۵۔ حَامٍ (مائدہ ع۱۴) ۶۔ لَاتٍ (انعام ع۱۶ و عنکبوت ع۱) ۷۔ غَوَاشٍ ۸۔ اَیْدٍ (اعراف ع۵ و ع۲۴) ۹۔ هَارٍ (توبہ ع۱۳) ۱۰۔ نَعَالٍ (یونس ع۹) ۱۱۔ نَاجٍ (یوسف ع۵) ۱۲۔ هَادٍ پانچ جگہ (رعد ع۱ و ع۵ و زمر ع۴ و ع۲ و غافر ع۲) ۱۳۔ وَاقٍ تین جگہ (رعد ع۵ میں دو اور غافر ع۳ میں ایک) ۱۴۔ مُسْتَخْفٍ ۱۵۔ وَالٍ (رعد ع۲) ۱۶۔ وَادٍ (ابراہیم ع۶ و شعراء ع۱۱) ۱۷۔ بَاقٍ ۱۸۔ مُفْتَرٍ (نحل ع۱۳ و ع۱۴)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

۱۹ لَیَالٍ (مریم وحاقہ ع وفجر) ۲۰ قَاضٍ (طٰہٰ ع) ۲۱ زَانٍ (نور ع) ۲۲ جَازٍ (لقمٰن ع) ۲۳ بِکَافٍ (زمر ع) ۲۴ مُعْتَدٍ
تین جگہ (ق ع ون ع وتطفیف) ۲۵ فَانٍ ۲۶ اٰنٍ ۲۷ دَانٍ (رحمٰن ع وع) ۲۸ مُهْتَدٍ (حدید ع) ۲۹ مُلٰقٍ
(حاقہ ع) ۳۰ رَاقٍ (قیمہ ع) لیکن ان میں سے چار کلمات یعنی نمبر بارہ وتیرہ وپندرہ وسترہ میں صرف ابن کثیر کیلئے وقفاً یا کا
اثبات ہے جیساکہ رعد میں آئے گا۔

واو مدہ کا بیان جو واو وصلاً بعد کے ساکن کے سبب حذف ہو جائے عام ہے کہ واحد میں ہو خواہ جمع میں جیسے یَرْجُوا اللّٰہَ یَمْحُوا اللّٰہُ (رعد ع) تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ۔ نَسُوا اللّٰہَ۔ مُرْسِلُوا النَّاقَةِ وہ وقفاً سب کیلئے ثابت رہتا ہے۔ لیکن ان
چار فعلوں میں ہر لحاظ سے محذوف ہے ۱ وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ (اسراء ع) ۲ وَیَمْحُ اللّٰہُ (شوریٰ ع) ۳ یَدْعُ الدَّاعِ (قمر ع)
۴ سَنَدْعُ الزَّبَانِیَةَ (علق) اور وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ (تحریم ع) میں صَالِحُ ایک قول پر واحد ہے اور اِنَّ الْاِنْسَانَ (عصر) کی
طرح اسم جنس ہے اور دوسرے قول پر جمع ہے پہلی صورت میں واو کو محذوف قرار دینے کی حاجت نہیں اور دوسری تقدیر پر یہ بھی انھیں چار
کلمات کے ساتھ شامل ہے جن میں واو ہر اعتبار سے محذوف ہے۔

تتمہ:۔ جو مدہ کسی جازم کے سبب حذف ہو جائے (جیسے وَلَا یَاْبَ۔ وَلْیَخْشَ۔ وَلَا تَبْغِ۔ وَاتَّقِ ۔ وَلَا تَقْفُ۔
وَلْیَدْعُ) وہ بھی ہر اعتبار سے محذوف ہے۔

دوسری بحث مقطوع وموصول کلمات پر وقف کرنے کے بیان میں

اصل یہ ہے کہ ہر کلمہ کو (خواہ وہ دو حرفوں والا ہو یا زیادہ حرفوں والا) اس کے بعد والے کلمہ سے جدا لکھا جائے لیکن ذیل کے تینتیس ۳۳ کلمات اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں اور بعض حکمتوں کی بناء پر موصول لکھے جاتے ہیں ۱ وہ حرف معنوی جو ایک حرفی ہو جیسے بِسْمِ اللّٰہِ۔ وَلِرَسُوْلِہٖ۔ اٰبِاللّٰہِ۔ فَلَقٰتَلُوْکُمْ۔ لَاَنْتُمْ وغیرہ ۲ اَلْ تعریفی جیسے اَلْاَمْرِ۔ اَلْاٰمِنِ وغیرہ چونکہ یہ کثرت سے آتا ہے اس لئے اس کو بعد والے کلمہ کے جزو کے مرتبہ میں سمجھ کر متصل لکھتے ہیں ۳ ندا کی یا اس کا الف نہیں لکھا جاتا جیسے یٰاٰدَمُ۔ یٰبَنُؤُمَّ ۴ تنبیہ کی ھا اس کو بھی الف کے بغیر لکھتے ہیں جیسے ھٰذَا۔ ھٰؤُلَآءِ ۵ وہ تمام کلمات جن کے آخر میں متصل ضمیر آ رہی ہو ایک حرف والی ہو یا زیادہ حرف والی جیسے رَبِّیْ۔ رَبُّکُمْ۔ رَبُّکُمَا۔ سَلَکَکُمْ۔ مَنَاسِکَکُمْ۔ رَبُّکُمَا۔ ۶ ہجا کے وہ حروف جو بعض سورتوں کے شروع میں ہیں جیسے الٓمّٓ۔ الٓرٰ۔ الٓمّٓصٓ۔ کٓھٰیٰعٓصٓ وغیرہ لیکن ان میں سے حٰمٓ عٓسٓقٓ میں حٰمٓ کو علیحدہ لکھا ہے پس اس میں حٰمٓ پر بھی وقف درست ہے ۷ وہ تمام کلمات جن کے شروع میں ایسا ہمزہ ہو جو اپنی تخفیف کے اعتبار سے یا کی یا واو کی صورت میں لکھا ہوا ہو جیسے یَوْمَئِذٍ۔ لِئَلَّا۔ حِیْنَئِذٍ۔ اَؤُنَبِّئُکُمْ ۸ وہ مَا استفہامیہ جو فِیْ۔ مِنْ۔ عَنْ۔ لام اور بائے جارہ کے بعد ہو جیسے فِیْمَ۔ مِمَّ۔ عَمَّ۔ لِمَ۔ بِمَ ۹ اَمْ جس کے بعد مَا ہو اس کو ایک میم سے لکھتے ہیں جیسے اَمَّاذَا۔ اَمَّا اشْتَمَلَتْ ۱۰ وہ اِنْ جس کے ہمزہ پر کسرہ ہو اور اس کے بعد لَا ہو اس کو نون کے بغیر لکھتے ہیں جیسے اِلَّا تَفْعَلُوْہُ۔ اِلَّا تَنْصُرُوْہُ ۱۱ کَالُوْھُمْ ۱۲ وَزَنُوْھُمْ دونوں تطفیف میں گو ان دونوں کے آخر میں ضمیر متصل ہے اور اس اعتبار سے یہ نمبر پانچ میں شامل ہیں لیکن ان کو علیحدہ بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حذف وایصال کے قبیل سے ہیں یعنی اصل کی رو سے کَالُوْا لَھُمْ اور وَزَنُوْا لَھُمْ تھے پھر لام کو حذف کر کے فعل کو ضمیر سے متصل کر دیا پس یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ چونکہ یہ اصل میں متصل نہیں تھے اس لئے شاید ان کو مقطوع قرار دیا ہو ۱۳ مَهْمَا ہر جگہ ۱۴ کَاَنَّمَا ہر جگہ ۱۵ فَنِعِمَّا ۱۶ نِعِمَّا ۱۷ رُبَمَا یہ سب کلمات قرآن میں ہر جگہ موصول ہیں ان میں صرف دوسرے ہی پر وقف درست ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اعادہ پہلے کلمہ سے ہوگا مثلاً یَآدَمُ میں یا پر اور اَلْمَالُ میں اَلْ پر اور ہَآ اَنْتُمْ میں ہَا پر وقف نہیں کرسکتے اور اٰدَمُ ۔ مَالُ ۔ اَنْتُمْ سے اعادہ بھی صحیح نہیں ۔ ۱۸ اَلَّا ہمزہ کے فتحہ والا ہر جگہ اس کو نون کے بغیر لکھتے ہیں جیسے اَلَّا تَزِرُ ۔ اَلَّا یَسْجُدُوْا لیکن دس جگہ مقطوع ہے یعنی ان میں نون لکھا جاتا ہے جو ابھی مقطوع کلمات کے ذیل میں آئیں گے ۔ ۱۹ اِنَّمَا ہمزہ کے کسرہ والا ہر جگہ جیسے اِنَّمَا ، اَنَا ۔ اِنَّمَا نَحْنُ لیکن انعام (ع۱۶) میں مقطوع اور اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰہِ نحل (ع۱۳) میں ایک قول پر مقطوع اور دوسرے پر موصول ہے اور یہی مشہور تر ہے ۔ ۲۰ اَنَّمَا ہمزہ کے فتحہ والا ہر جگہ جیسے اَنَّمَا نُمْلِیْ ۔ اَنَّمَا نُمِدُّھُمْ لیکن وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ (حج ع۸ و لقمن ع۳) میں مقطوع ہے اور اَنَّمَا غَنِمْتُمْ (انفال ع۵) میں اختلاف ہے لیکن اکثر مصاحف میں موصول ہے اور بعض نے وَلَوْ اَنَّمَا (لقمن ع۳) کو بھی مقطوع بتایا ہے لیکن اس پر اعتماد نہیں ہے ۔ ۲۱ اِمَّا ہمزہ کے کسرہ والا ہر جگہ اس کو نون کے بغیر لکھتے ہیں جیسے فَاِمَّا تَثْقَفَنَّھُمْ لیکن وَاِنْ مَّا نُرِیَنَّکَ (رعد ع۶) میں مقطوع ہے یعنی اس کو نون سے لکھتے ہیں ۔ ۲۲ اَیْنَمَا (بقرہ ع۱۳ و نحل ع۱۰) میں اور نساء (ع۱۱) اور شعراء (ع۵) اور احزاب (ع۸) والا بعض میں موصول اور بعض میں مقطوع ہے لیکن نساء والا اکثر میں مقطوع ہے ۔ ۲۳ فَاِلَّمْ (صرف ہود ع۲ میں) اس کو نون کے بغیر لکھتے ہیں ۔ ۲۴ اَلَّنْ دو جگہ یعنی کہف (ع۷) اور قیامہ (ع۱) میں اس کو بھی نون کے بغیر لکھا ہے اور اَنْ لَّنْ تُحْصُوْہُ (مزمل ع۲) میں اختلاف ہے لیکن اس کا مقطوع اور نون سے ہونا مشہور تر ہے اور عمل بھی قطع ہی پر ہے ۔ ۲۵ عَمَّا ہر جگہ اس کو بھی نون کے بغیر لکھتے ہیں جیسے عَمَّا یَصِفُوْنَ ۔ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ لیکن عَنْ مَّا نُھُوْا (اعراف ع۲۱) مقطوع اور نون سے ہے ۔ ۲۶ مِمَّا ہر جگہ نون کے بغیر ہے جیسے مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ مِمَّا نَزَّلْنَا لیکن نساء اور روم (ع۴) میں مقطوع اور نون سے ہے یعنی مِنْ مَّا مَلَکَتْ اور منافقون (ع۲) والے میں اختلاف ہے ۔ ۲۷ مِمَّنْ ہر جگہ نون کے بغیر ہے جیسے مِمَّنْ مَّنَعَ اور مِمَّنِ افْتَرٰی ۔ ۲۸ اَمَّنْ ہر جگہ ایک میم سے ہے جیسے اَمَّنْ یَّمْلِکُ ۔ اَمَّنْ خَلَقَ لیکن نساء (ع۱۶) اور توبہ (ع۱۳) اور صٰفّٰت (ع۱) اور فصلت (ع۵) میں ان چار جگہ مقطوع اور دو میموں سے ہے یعنی اَمْ مَّنْ ۔ ۲۹ کُلَّمَا ہر جگہ جیسے اَفَکُلَّمَا جَآءَکُمْ ۔ کُلَّمَا جَآءَھُمْ لیکن مِنْ کُلِّ مَا ابراہیم (ع۵) تمام مصاحف میں مقطوع ہے اور نساء (ع۱۲) اعراف (ع۴) اور مومنون (ع۳) اور ملک (ع۱) میں اختلاف ہے مگر آخری تین اکثر میں موصول ہیں ۔ ۳۰ بِئْسَمَا یہ نو جگہ آیا ہے ۔ ۱، ۲ بقرہ ع۱۱ میں ۳ اعراف ع۱۸ میں ۴ بقرہ ع۱۲ ۵ آل عمران ع۱۹ میں ۶، ۷، ۸، ۹ مائدہ ع۹ و ع۱۱ میں دو دو جگہ ، ہر ایک سب میں موصول ہے اور نمبر دو تین یعنی بِئْسَمَا یَاْمُرُکُمْ اور بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ میں اختلاف ہے لیکن دونوں کا موصول ہونا مشہور تر ہے اور عمل بھی اسی پر ہے اور باقی چھ سب میں مقطوع ہیں ۔ ۳۱ فِیْمَا ہر جگہ موصول ہے جیسے فِیْمَا اَخَذْتُمْ لیکن ان دس موقعوں میں اختلاف ہے اور یہ اکثر میں مقطوع اور بعض میں موصول ہیں اور عمل قطع ہی پر ہے ۱ بقرہ (ع۳۱) ۲ مائدہ (ع۷) ۳، ۴ انعام (ع۱۸ و ع۲۰) ۵ انبیاء (ع۷) ۶ نور (ع۲) ۷ روم (ع۴) ۸، ۹ زمر (ع۱ و ع۵) ۱۰ واقعہ (ع۲) میں اور شعراء (ع۸) والا فِیْ مَا ھٰھُنَا سب میں مقطوع ہے چنانچہ بعض نے اس پر اجماع بھی بتایا ہے ۔ ۳۲ لِکَیْلَا چار جگہ آل عمران (ع۱۶) و حج (ع۱) و احزاب (ع۶) و حدید (ع۳) میں اور ان میں سے آل عمران والے میں اختلاف ہے لیکن موصول ہونا مشہور تر ہے اور باقی تین جگہ یعنی نحل ع۹ و احزاب ع۵ و حشر ع۱ میں مقطوع ہے یعنی کَیْ لَا ۔ ۳۳ یَوْمَھُمْ ۔ یَوْمَئِذٍ ہر جگہ جیسے یَوْمَھُمُ الَّذِیْ (زخرف ع۷ و طور و معارج ع۲) اور یَوْمِھِمُ الَّذِیْ (ذاریات ع۳) میں لیکن یَوْمَ ھُمْ غافر (ع۲) و ذاریات (ع۱) ان دو موقعوں میں مقطوع ہے ۔

پس موصول کلمات جتنے بھی ہیں خواہ یہ ہوں جو بیان ہوئے یا ان کے علاوہ ہوں سب میں صرف آخری کلمہ پر وقف کرنا چاہئے اور پہلے کلمہ پر صرف ان موقعوں میں درست ہے جن میں روایت سے ثابت ہے ۔

اور ذیل کے مبیّنہ کلمات بالاتفاق مقطوع ہیں : ۱ اَنْ لَّا گیارہ جگہ ان میں لام سے پہلے نون بھی لکھا جاتا ہے ۱، ۲ اعراف (ع۱۳ و ع۲۱) ۳ توبہ (ع۱۴) ۴، ۵ ہود (ع۲ و ع۳) ۶ انبیاء (ع۶) ۷، ۸ حج و یٰس (ع۴) ۹ دخان (ع۱) ۱۰ ن (ع۱) ۱۱ ممتحنہ (ع۲) میں ان میں سے انبیاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والے کو بعض نے موصول بھی بتایا ہے لیکن مقطوع ہونا مشہور تر ہے اور عمل بھی اسی پر ہے ۷ اِنَّ مَا صرف ایک جگہ یعنی اِنَّ مَا تُوعَدُونَ انعام (ع ۱۷) میں ۸ اَنَّ مَا دو جگہ حج (ع ۸) اور لقمٰن (ع ۳) میں ۹ اِنْ مَّا صرف ایک جگہ رعد (ع ۶) میں ۱۰ اَیْنَ مَا مذکورہ بالا پانچ موقعوں کے سوا سب جگہ جیسے اَیْنَ مَا کُنتُم ۱۱ اَنْ لَّمْ ہر جگہ اس کو نون سے لکھتے ہیں جیسے اَنْ لَّمْ یَکُنْ - اَنْ لَّمْ یَرَہٗ ۱۲ اِنْ لَّمْ ہمزہ کے کسرہ والا ہود (ع ۲) والے کے سوا باقی سب جگہ جیسے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا ۱۳ اَنْ لَّنْ کہف (ع ۶) وقیامہ (ع ۱) والے کے سوا ہر جگہ جیسے اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ ۱۴ اَنْ لَّوْ چار جگہ ۱ اعراف (ع ۱۲) ۲ رعد (ع ۴) ۳ سبا (ع ۲) ۴ جن (ع ۱) میں اور بعض نے جن والے میں اختلاف بتایا ہے لیکن عمل قطع ہی پر ہے ۱۵ عَنْ مَّا صرف ایک جگہ اعراف (ع ۲۱) میں ۱۶ مِنْ مَّا دو جگہ نساء اور روم (ع ۴) میں اور اسی طرح وہ مِنْ بھی مقطوع اور نون سے لکھا جاتا ہے جس کے بعد اسم ظاہر ہو یعنی مَا موصولہ نہ ہو جیسے مِنْ مَّالِ اللّٰہِ - مِنْ مَّارِجٍ - مِنْ مَّآءٍ - مِنْ نَّارٍ ۱۷ اَمْ مَّنْ چار جگہ نساء (ع ۱۶) وتوبہ (ع ۱۳) وصٰفّٰت (ع ۱) وفصلت (ع ۵) میں ۱۸ عَنْ مَّنْ دو جگہ نور (ع ۶) ونجم (ع ۲) میں ۱۹ حَیْثُ مَا دو جگہ - بقرہ (ع ۱۷ و ۱۸) میں ۲۰ مِنْ کُلِّ مَا صرف ایک جگہ ابراہیم (ع ۵) میں ۲۱ بِئْسَ مَا چھ جگہ بقرہ (ع ۲) و آل عمران (ع ۱۹) اور مائدہ (ع ۹ و ۱۱) میں دو دو جگہ ۲۲ کَیْ لَا تین جگہ نحل (ع ۹) واحزاب (ع ۵) وحشر (ع ۱) میں ۲۳ یَوْمَ هُمْ دو جگہ غافر (ع ۲) وذاریات (ع ۱) میں ۲۴ وَّلَاتَ حِیْنَ ص (ع ۱) میں اور بعض نے اس کو موصول بھی بتایا ہے لیکن اعتماد قطع ہی پر ہے۔ ۲۵ اِبْنَ اُمَّ اعراف (ع ۱۸) میں ــــ مقطوع کلمات میں سب کیلئے دونوں پر وقف درست ہے۔

تنبیہ:- اس باب میں جتنے کلمات بیان ہوئے ہیں ان میں اختیاری وقف کسی پر بھی صحیح نہیں کیونکہ محقق رح فرماتے ہیں کہ ان پر نہ وقف تام ہے نہ کافی نہ حسن اور جس میں یہ تینوں نہ ہوں وہ وقف قبیح ہوتا ہے - پس ان پر صرف اختباری اور اضطراری وقف ہو سکتا ہے جیسا کہ اسی باب کے فِیْ وَقْفِ الْاِبْتِلَا شعر ۱ میں بھی اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے یہ دونوں بحثیں عملی ضیاء ع کی ارشاد المرید سے لی گئی ہیں۔

فائدہ ۲ عجیبہ علی قاری رح کی علمی تحقیقات میں

(۱) تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ (آل عمران ع ۱) پر ابن عباس - ابن عمر - عائشہ رضی اللہ عنہم اور کسائی - اخفش اور اکثر علماء کے قول کی رو سے وقف تام ہے یہ حضرات فرماتے ہیں کہ راسخین ماہر علماء بھی متشابہات کی مراد سے واقف نہیں ہیں (پس وَالرّٰسِخُوْنَ کا واو عاطفہ نہیں بلکہ استینافیہ ہے) اور ربیع بن انس اور مجاہد کی رائے پر ماہر علماء بھی واقف ہیں اور ابن عباس کا دوسرا قول بھی یہی ہے اس صورت میں اِلَّا اللّٰهُ کا وصل بھی جائز ہوگا - لیکن اس پر وقف اولیٰ ہے ان دونوں قولوں میں تطبیق بھی ممکن ہے اور وہ یہ کہ پہلے قول پر متشابہات سے مراد حق تعالیٰ کی صفات ہیں (اور ان کی ماہیت اور کنہ سے کوئی بھی واقف نہیں ہے نہ ماہر علماء نہ عوام) اور دوسرے قول پر ان سے (مشکل اور پیچیدہ) مسائل مراد ہیں (اور ان سے ماہر علماء کا واقف ہونا ظاہر ہے) ــــ جعبری فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرفی (اور اصطلاحی) علماء میں شامل نہیں ہیں (کیونکہ اصطلاح میں تو عالم انھیں کو کہتے ہیں جو درسیات پڑھے ہوئے ہوں اور آپ کے زمانہ میں درسیات کا وجود بھی نہیں تھا پس جب آپ ان میں شامل نہیں ہیں تو آپ متشابہات کی حقیقت سے واقف ہیں اور) اس کی دلیل لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ (نحل ع ۶) ہے (یعنی ہم نے آپ پر قرآن اس لئے اتارا ہے کہ آپ لوگوں پر وہ احکام ظاہر کر دیں جو ان کے لئے بھیجے گئے ہیں - اور کسی چیز کا بیان کرنا اس کے جاننے پر موقوف ہے) موصوف کی یہ بحث تکلف پر مبنی ہے کیونکہ قرآن اس لئے نازل نہیں ہوا کہ (لغوی معنیٰ کو چھوڑ کر) اس کے الفاظ کے عرفی (اور اصطلاحی) معنیٰ لئے جائیں اور اس کی دلیل وَاُولُوا الْعِلْمِ (آل عمران ع ۲) اور وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (مجادلہ ع ۲) ہے (کہ ان میں اہل علم کی تعریف فرمائی ہے پس معلوم ہوا کہ ان سے عرفی علماء مراد نہیں ہیں) دوسرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان متشابہات کو بیان بھی نہیں فرمایا جو ذات اور صفات سے متعلق ہیں اور ہمیں اس کا بھی علم نہیں ہے کہ آیا آپ ان سے واقف تھے یا نہیں ان حالات کی حقیقت کا پورا علم حق تعالیٰ ہی کو ہے ہاں آپ نے متشابہ (اور مشکل) احکام کو بلاشک بیان فرمایا ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ آیت میں وہ مراد نہیں ہیں اور اس کی دلیل فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ زَیْغٌ ہے (اس میں متشابہات کی فکر میں لگنے والوں کو گمراہی پھیلانے والے بتایا ہے حالانکہ احکام میں غور کرنا کسی طرح بھی گمراہی نہیں ہے)

(۲) وَمَا یُشْعِرُکُمْ (انعام ع۱۳) پر ان حضرات کے لئے وقفِ تام ہے جو اَنَّھَا کے ہمزہ کا کسرہ پڑھتے ہیں اور فتحہ والی قراءۃ پر اس صورت میں تام ہے کہ اَنَّ کو لَعَلَّ کے معنیٰ میں لیا جائے ورنہ حسن ہے (۳) یُعَلِّمُہٗ بَشَرٌ (نحل ع۱۴) پر بھی وقفِ تام مانا گیا ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ اس پر تنبیہ ہو جائے کہ لِسَانُ الَّذِیْ میں جو لسان ہے وہ بَشَرٌ سے بدل نہیں ہے اور اسی لئے ان تینوں موقعوں پر ابن کثیر قصداً وقف کرتے تھے سوال: سجاوندی نے اعراف (ع۹ و ع۱۰) اور ہود (ع۵ و ع۶) میں اَخَاھُمْ ھُوْدًا پر طا وقفِ مطلق کی اور اَخَاھُمْ صٰلِحًا پر میم وقفِ لازم کی علامت لکھی ہے حالانکہ دونوں کے بعد قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ ہے اس لئے ظاہر یہ ہے کہ دونوں میں فرق نہ ہونا چاہئے تھا فرماتے ہیں کہ مجھ سے یہ سوال میرے ایک یمنی شاگرد نے کیا تھا۔ جواب: سجاوندی کی اصطلاح میں طا اس موقع کے لئے ہے جس میں وصل کرنا بہتر نہ ہو اور میم اس جگہ لکھتے ہیں جس میں وصل سے کسی فاسد معنیٰ کا وہم ہوتا ہو۔ پس چونکہ ہود اصل وضع ہی میں علم ہے اس لئے یہاں وصل کرنے سے یہ شبہ نہیں ہوتا کہ بعد کا جملہ ھُوْدًا کی صفت ہے کیونکہ جملہ نکرہ کی صفت ہوا کرتا ہے نہ کہ معرفہ کی بھی اور صالح اصل وضع میں صفت کا صیغہ ہے پھر وصف سے منقول ہو کر علم بن گیا ہے پس چونکہ اس میں ایک وجہ نکرہ ہونے کی بھی نکلتی ہے اس لئے یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو سکتا ہے کہ بعد کا جملہ صٰلِحًا کی صفت ہے اور یہ مراد کے خلاف ہے اس وہم سے بچانے کیلئے صٰلِحًا پر وقف لازم قرار دیا ہے۔ سوال: سجاوندی نے وَمَا بَیْنَھُمَا پر شعرا (ع۲) میں طا اور دخان (ع۱) میں میم لکھا ہے حالانکہ دونوں ترکیب میں یکساں ہیں اس لئے کہ دونوں کے بعد اِنْ کُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ہے اور اسی لئے صاحب خلاصہ نے سجاوندی پر اعتراض کیا ہے اور موصوف نے دونوں پر طا ہی لکھی ہے۔ ان دونوں میں فرق بتایا جائے۔ جواب: دونوں کو یکساں سمجھنا صحیح نہیں کیونکہ شعرا میں موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو فرعون سے ہو رہی ہے پس مخاطب فرعون اور اس کی قوم ہے اور یہاں وصل سے مراد کے خلاف معنیٰ کا وہم نہیں ہوتا اور دخان میں اس وقف سے پہلے مِنْ رَّبِّکَ میں خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے پس یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو سکتا ہے کہ اِنْ کُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ کے خطاب میں تغلیب ذمیم کے طور پر اوروں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں اور درست سمجھ والے پر اس کا فاسد ہونا ظاہر ہے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی یہ جوابی تحقیق بلند رتبہ شیوخ کی خدمت میں پیش کی جن میں سے مکہ میں شیخ سراج الدین عمر اور مدینہ میں شیخ ابو المحرم بھی تھے جو وہاں کے شیخ القراء تھے تو ان حضرات نے میرے اس جواب کو پسند فرمایا۔

(۴) بعض کلمات ایسے بھی ہیں جو ایک قراءۃ کی رو سے موصول اور دوسری پر مقطوع ہوتے ہیں چنانچہ اَوَاَمِنَ (اعراف ع۱۲) واو کے سکون والی قراءۃ پر اَوْ۔ اَمِنَ سے جدا ہے اور واو کے فتحہ والی پر اس سے متصل ہے کیونکہ اَوْ پورا حرف عطف ہے اور اَوَ میں ہمزہ استفہامیہ اور واو عاطفہ ہے اور اَءِذَا اَبَآؤُنَا صفّٰت (ع۱) و واقعہ (ع۲) بھی اسی قبیل سے ہے (۵) اگر کوئی کلمہ بعض مصاحف میں ایک طرح لکھا ہوا ہو اور بعض میں دوسری طرح تو اس میں ہر قاری کیلئے اس کے شہر کے مصحف پر عمل کرنا چاہئے اور شاذ و نادر موقعوں میں اس کے خلاف بھی ہوا ہے

وقف کی اجماعی صورتیں

عہ دُعَآءً۔ خَطَاً۔ مَلْجَاً جیسے کلمات جن میں ہمزہ پر نصب کی تنوین ہو۔ ان میں سب الف سے وقف کرتے ہیں۔ عہ۲ یُحْیٖ۔ یَسْتَحْیٖ وغیرہ وہ کلمات جو ایک یا سے لکھے ہوئے ہیں ان پر سب دو یاؤں سے وقف کرتے ہیں۔ عہ۳ جن چار موقعوں میں لُؤْلُؤٌ کا ہمزہ واو کی صورت میں ہے ان میں بھی تخفیف نہ کرنے والے سب ہمزہ ہی سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والے کو بعض نے موصول بھی بتایا ہے لیکن مقطوع ہونا مشہور تر ہے۔ اور عمل بھی اسی پر ہے ۲۔ اِنَّ مَا صرف ایک جگہ یعنی اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ انعام (ع) میں ۳۔ اَنَّ مَا دو جگہ حج (ع) اور لقمٰن (ع) میں ۴۔ اِنْ مَّا صرف ایک جگہ رعد (ع) میں ۵۔ اَیْنَ مَا مذکورہ بالا پانچ مقاموں کے سوا سب جگہ جیسے اَیْنَ مَا کُنْتُمْ ۶۔ اَنْ لَّمْ ہر جگہ اس کو نون سے لکھتے ہیں جیسے اَنْ لَّمْ یَکُنْ - اَنْ لَّمْ یَرَہٗ ۷۔ اِنْ لَّمْ ہمزہ کے کسرہ والا ہود (ع) والے کے سوا باقی سب جگہ جیسے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا ۸۔ اَنْ لَّنْ کہف (ع) وقیامہ (ع) والے کے سوا ہر جگہ جیسے اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ ۹۔ اَنْ لَّوْ چار جگہ ۱۔ اعراف (ع) ۲۔ رعد (ع) ۳۔ سبا (ع) ۴۔ جن (ع) میں اور بعض نے جن والے میں اختلاف بتایا ہے لیکن عمل قطع ہی پر ہے ۱۰۔ عَنْ مَّا صرف ایک جگہ اعراف (ع) میں ۱۱۔ مِنْ مَّا دو جگہ نساء اور روم (ع) میں اور اسی طرح وہ مِنْ بھی مقطوع اور نون سے لکھا جاتا ہے جس کے بعد اسم ظاہر ہو یعنی مَا موصولہ نہ ہو جیسے مِنْ مَّالِ اللّٰہِ۔ مِنْ مَّارِجٍ - مِنْ مَّآءٍ - مِنْ نَّارٍ ۱۲۔ اَمْ مَّنْ چار جگہ نساء (ع) وتوبہ (ع) وصٰفّٰت (ع) وفصلت (ع) میں ۱۳۔ عَنْ مَّنْ دو جگہ نور (ع) ونجم (ع) میں ۱۴۔ حَیْثُ مَا دو جگہ۔ بقرہ (ع وع) میں ۱۵۔ مِنْ کُلِّ مَا صرف ایک جگہ ابراہیم (ع) میں ۱۶۔ بِئْسَ مَا چھ جگہ بقرہ (ع) وآل عمران (ع) اور مائدہ (ع وع) میں دو دو جگہ ۱۷۔ کَیْ لَا تین جگہ نحل (ع) واحزاب (ع) وحشر (ع) میں ۱۸۔ یَوْمَ هُمْ دو جگہ غافر (ع) وذاریات (ع) میں ۱۹۔ وَلَاتَ حِیْنَ ص (ع) میں اور بعض نے اس کو موصول بھی بتایا ہے لیکن اعتماد قطع ہی پر ہے۔ ۲۰۔ اِبْنَ اُمَّ اعراف (ع) میں ــــ مقطوع کلمات میں سب کیلئے دونوں پر وقف درست ہے۔

تنبیہ:- اس باب میں جتنے کلمات بیان ہوئے ہیں ان میں اختیاری وقف کسی پر بھی صحیح نہیں کیونکہ محقق فرماتے ہیں کہ ان پر نہ وقف تام ہے نہ کافی نہ حسن اور جس میں یہ تینوں نہ ہوں وہ وقف قبیح ہوتا ہے - پس ان پر صرف اختباری اور اضطراری وقف ہو سکتا ہے جیسا کہ اسی باب کے فِیْ وَقْفِ الْاِبْتِلَاءِ شعر ۱۔ میں بھی اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے یہ دونوں بحثیں عسل ضباع کی ارشاد المرید سے لی گئی ہیں۔

فائدہ ۲ عجیبہ علی قاریؒ کی علمی تحقیقات میں

(۱) تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ (آل عمران ع) پر ابن عباس - ابن عمر - عائشہ رضی اللہ عنہم اور کسائی - اخفش اور اکثر علماء کے قول کی رو سے وقف تام ہے یہ حضرات فرماتے ہیں کہ راسخین ماہر علماء بھی متشابہات کی مراد سے واقف نہیں ہیں (پس وَالرّٰسِخُوْنَ کا واو عاطفہ نہیں بلکہ استینافیہ ہے) اور ربیع بن انس اور مجاہد کی رائے پر ماہر علماء بھی واقف ہیں اور ابن عباس کا دوسرا قول بھی یہی ہے اس صورت میں اِلَّا اللّٰهُ کا وصل بھی جائز ہوگا۔ لیکن اس پر وقف اولیٰ ہے - ان دونوں قولوں میں تطبیق بھی ممکن ہے اور وہ یہ کہ پہلے قول پر متشابہات سے مراد حق تعالیٰ کی صفات ہیں (اور ان کی ماہیت اور کنہ سے کوئی بھی واقف نہیں ہے نہ ماہر علماء نہ عوام) اور دوسرے قول پر ان سے (مشکل اور پیچیدہ) مسائل مراد ہیں (اور ان سے ماہر علماء کا واقف ہونا ظاہر ہے) ــــ جعبری فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرفی (اور اصطلاحی) علماء میں شامل نہیں ہیں (کیونکہ اصطلاح میں تو عالم انھیں کو کہتے ہیں جو درسیات پڑھے ہوئے ہوں اور آپ کے زمانہ میں درسیات کا وجود بھی نہیں تھا پس جب آپ ان میں شامل نہیں ہیں تو آپ متشابہات کی حقیقت سے واقف ہیں اور اس کی دلیل لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ (نحل ع) ہے (یعنی ہم نے آپ پر قرآن اس لئے اُتارا ہے کہ آپ لوگوں پر وہ احکام ظاہر کردیں جو ان کے لئے بھیجے گئے ہیں - اور کسی چیز کا بیان کرنا اس کے جاننے پر موقوف ہے) موصوف کی یہ بحث تکلف پر مبنی ہے کیونکہ قرآن اس لئے نازل نہیں ہوا کہ (لغوی معنیٰ کو چھوڑ کر) اس کے الفاظ کے عرفی (اور اصطلاحی) معنیٰ لئے جائیں اور اس کی دلیل وَاُوْتُوا الْعِلْمَ (آل عمران ع) اور وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (مجادلہ ع) ہے (کہ ان میں اہل علم کی تعریف فرمائی ہے پس معلوم ہوا کہ ان سے عرفی علماء مراد نہیں ہیں) دوسرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان متشابہات کو بیان بھی نہیں فرمایا جو ذات اور صفات سے متعلق ہیں اور نہ ہمیں اس کا بھی علم نہیں ہے کہ آیا آپ ان سے واقف تھے یا نہیں ان حالات کی حقیقت کا پورا علم حق تعالیٰ ہی کو ہے ہاں آپ نے متشابہ (اور مشکل) احکام کو بلا شک بیان فرمایا ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ آیت میں وہ مراد نہیں ہیں اور اس کی دلیل فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ ہے (اس میں متشابہات کی فکر میں لگنے والوں کو گمراہی پھیلانے والے بتایا ہے حالانکہ احکام میں غور کرنا کسی طرح بھی گمراہی نہیں ہے)

(۲) وَمَا یُشْعِرُكُمْ (انعام ع۱۳) پر ان حضرات کے لئے وقفِ تام ہے جو اَنَّهَا کے ہمزہ کو کسرہ پڑھتے ہیں اور فتحہ والی قراءۃ پر اس صورت میں تام ہے کہ اَنَّ کو لَعَلَّ کے معنی میں لیا جائے ورنہ حسن ہے (۳) یُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ (نحل ع۱۴) پر بھی وقفِ تام مانا گیا ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ اس پر تنبیہ ہو جائے کہ لِسَانُ الَّذِیْ میں جو لسان ہے وہ بَشَرٌ سے بدل نہیں ہے اور اسی لئے ان تینوں موقعوں پر ابن کثیر قصداً وقف کرتے تھے سوال: سجاوندی نے اعراف (ع۹ وع۱۰) اور ہود (ع۶ وع۸) میں اَخَاهُمْ هُوْدًا پر طا وقفِ مطلق کی اور اَخَاهُمْ صٰلِحًا پر میم وقف لازم کی علامت لکھی ہے حالانکہ دونوں کے بعد قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ ہے اس لئے ظاہر یہ ہے کہ دونوں میں فرق نہ ہونا چاہئے تھا فرماتے ہیں کہ مجھ سے یہ سوال میرے ایک یمنی شاگرد نے کیا تھا۔ جواب: سجاوندی کی اصطلاح میں طا اس موقع کے لئے ہے جس میں وصل کرنا بہتر نہ ہو اور میم اس جگہ لکھتے ہیں جس میں وصل سے کسی فاسد معنیٰ کا وہم ہوتا ہو۔ پس چونکہ ہود اصل وضع ہی میں علم ہے اس لئے یہاں وصل کرنے سے یہ شبہ نہیں ہوتا کہ بعد کا جملہ هُوْدًا کی صفت ہے کیونکہ جملہ نکرہ کی صفت ہوا کرتا ہے نہ کہ معرفہ کی بھی اور صالح اصل وضع میں صفت کا صیغہ ہے پھر وصف سے منقول ہو کر علم بن گیا ہے۔ پس چونکہ اس میں ایک وجہ نکرہ ہونے کی بھی نکلتی ہے اس لئے یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو سکتا ہے کہ بعد کا جملہ صٰلِحًا کی صفت ہے اور یہ مراد کے خلاف ہے اس وہم سے بچانے کیلئے صٰلِحًا پر وقف لازم قرار دیا ہے۔ سوال: سجاوندی نے وَمَا بَیْنَهُمَا پر شعرا (ع۲) میں طا اور دخان (ع۱) میں میم لکھا ہے حالانکہ دونوں ترکیب میں یکساں ہیں اس لئے کہ دونوں کے بعد اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ہے اور اسی لئے صاحب خلاصہ نے سجاوندی پر اعتراض کیا ہے اور موصوف نے دونوں پر طا ہی لکھی ہے۔ ان دونوں میں فرق بتایا جائے۔ جواب: دونوں کو یکساں سمجھنا صحیح نہیں کیونکہ شعرا میں موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو فرعون سے ہو رہی ہے پس مخاطب فرعون اور اس کی قوم ہے اور یہاں وصل سے مراد کے خلاف معنیٰ کا وہم نہیں ہوتا اور دخان میں اس وقف سے پہلے مِنْ رَّبِّكَ میں خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے پس یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو سکتا ہے کہ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ کے خطاب میں تغلیب و تعمیم کے طور پر اوروں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں اور درست سمجھ والے پر اس کا فاسد ہونا ظاہر ہے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی یہ جوابی تحقیق بلند مرتبہ شیوخ کی خدمت میں پیش کی جن میں سے مکہ میں شیخ سراج الدین عمر اور مدینہ میں شیخ ابو الحرم بھی تھے جو وہاں کے شیخ القراء تھے تو ان حضرات نے میرے اس جواب کو پسند فرمایا۔

(۴) بعض کلمات ایسے بھی ہیں جو ایک قراءۃ کی رو سے موصول اور دوسری پر مقطوع ہوتے ہیں چنانچہ اَوَاَمِنَ (اعراف ع۱۲) واو کے سکون والی قراءۃ پر اَوْ۔ اَمِنَ سے جدا ہے اور واو کے فتحہ والی پر اس سے متصل ہے کیونکہ اَوْ پورا حرف عطف ہے اور اَوَ میں ہمزہ استفہامیہ اور واو عاطفہ ہے اور اسی طرح اَىِٕذَا وَ اَىِٕنَّا صفّٰت (ع۱) و واقعہ (ع۲) بھی اسی قبیل سے ہے (۵) اگر کوئی کلمہ بعض مصاحف میں ایک طرح لکھا ہوا ہو اور بعض میں دوسری طرح تو اس میں ہر قاری کیلئے اس کے شہر کے مصحف پر عمل کرنا چاہئے اور شاذ و نادر موقعوں میں اس کے خلاف بھی روا ہے۔

وقف کی اجماعی صورتیں

۱۔ دُعَآءً۔ خَطَاً۔ مَلْجَاً جیسے کلمات جن میں ہمزہ پر نصب کی تنوین ہو۔ ان میں سب الف سے وقف کرتے ہیں۔ ۲۔ یُحْیِیْ۔ یَسْتَحْیِیْ وغیرہ وہ کلمات جو ایک یا سے لکھے ہوئے ہیں ان پر سب دو یاؤں سے وقف کرتے ہیں۔ ۳۔ جن چار موقعوں میں لُؤْلُؤٌ کا ہمزہ واو کی صورت میں ہے ان میں بھی تخفیف نہ کرنے والے سب ہمزہ ہی سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقف کرتے ہیں اور لُؤلُؤًا میں نصب والے الف سے اور جر والے تنوین کے حذف سے وقف کرتے ہیں حالانکہ یہ تمام قرآنوں میں واو کے بعد الف سے لکھا ہوا ہے۔ ع۴ ثَمُودًا پر تنوین والے الف سے اور بلا تنوین پڑھنے والے حذف سے وقف کرتے ہیں حالانکہ یہ تمام قرآنوں میں الف سے لکھا ہوا ہے۔

فائدہ ۳:۔ (۱) رسم کا ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ اگر کسی کلمہ کا آخری حرف مدغم ہو اور اس کو دوسرے کلمہ کے ساتھ موصول لکھا گیا ہو تو وہاں مدغم فیہ ہی کو کافی سمجھ کر مدغم کو حذف کر دیتے ہیں عام ہے کہ اس کا ادغام غنہ کے ساتھ ہو جیسے مِمَّا۔ عَمَّا۔ أَمَّنْ اور أَمَّا اشْتَمَلَتْ وغیرہ لیکن وَ اَمَّا الْجِدَارُ وغیرہ اس قبیل سے نہیں ہیں کیونکہ یہ تو پہلے ہی سے ایک کلمہ ہیں یا ادغام بلا غنہ ہو جیسے اِلَّا تَنْصُرُوْهُ۔ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ۔

تیقظ اور بیداری پیدا کرنے کی غرض سے علماء کی چند لغزشوں کا ذکر

ملہ ابن مالک کو جلیل القدر امام ہوتے ہوئے بھی یہ وہم ہو گیا

کہ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ میں اِلَّا ایک کلمہ ہے اور یہ استثناء کیلئے ہے اور یہ خیال نہیں رہا کہ یہ اِنْ شرطیہ اور لَا نافیہ سے مرکب ہے اور نہ یہ سوچا کہ نحوی قاعدہ کی رو سے استثناء کے حرف کے بعد فعل نہیں آیا کرتا اور نہ اس پر غور کیا کہ صرفی قاعدہ کی رو سے نون اعرابی کے حذف کیلئے کسی جازم کی حاجت ہے۔ خلاصہ یہ کہ معنی کی طرف توجہ نہ کرنے کے سبب لفظی غلطی میں مبتلا ہو گئے ع۲ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ (نساء ع) میں رسم کی طرف توجہ نہ کرنے کی بناء پر اخفش کو یہ وہم ہو گیا کہ لام اَلَّذِيْنَ سے متصل ہے اس لئے کہتے ہیں کہ یہ لام ابتداء کا ہے اور اَلَّذِيْنَ مبتدا اور اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا خبر ہے اور ابو البقاء بھی انھیں کے ہم خیال ہیں حالانکہ یہ لَا نافیہ ہے جو پہلی نفی کی تاکید کیلئے ہے اور اسی لئے اس پر (اختیاری اور اضطراری) وقف جائز ہے لیکن لَا تَفْضَحُوْا۔ لَا تَنْدَدُوْا۔ لَا تَنْتَصِرَ جیسی مثالوں میں الف پر وقف درست نہیں کیونکہ یہ دوسرے کلمہ کا جزو ہے اور لام سے متصل ہے اسی طرح لَا إِلَى اللّٰهِ۔ لَا إِلَى الْجَحِيْمِ۔ وَلَا أَوْضَعُوا لَا أَذْبَحَنَّهُ۔ لَا أَنْتُمْ میں بھی لَا پر وقف جائز نہیں کیونکہ الف محض زائد ہے اور جو الف لام سے ملا ہوا ہے وہ ہمزہ ہے جو دوسرے کلمہ کا پہلا حرف ہے اور یہ لام قسمیہ ہے لَا نافیہ نہیں پس یہاں ظاہری رسم پر عمل کرنے سے معنی فاسد ہو جاتے ہیں ع۳ اَيُّهُمْ اَشَدُّ (مریم ع) میں ابن طراوہ رسم سے بے خبر ہو کر محض عقل کی بناء پر کہتے ہیں کہ اَيٌّ اضافت سے منقطع ہے اور اسی لئے ضمہ پر مبنی ہے اور هُمْ اَشَدُّ مبتدا اور خبر ہے حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ تمام قرآنوں میں اَيُّهُمْ متصل لکھا ہوا ہے ع۴ بعض نحاۃ کہتے ہیں کہ اِنَّ هٰذٰنِ (طٰہٰ ع) میں ھا قصہ کی ضمیر ہے اور تقدیر اس طرح ہے اِنَّهَا ذٰنِ اس قول کو ابو حیان نے بیان کیا ہے حالانکہ تمام مصاحف میں ھا۔ ذٰنِ سے متصل ہے ع۵ بعض کہتے ہیں کہ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ میں مَا مصدریہ ہے اى وَمِنْ رَزْقِنَا اور هُمْ يُنْفِقُوْنَ جملہ اسمیہ ہے حالانکہ یہ تمام قرآنوں میں متصل ہے جس کی علامت یہ ہے کہ نون کے بعد والا الف رسم میں نہیں ہے پس ان میں سے کوئی ترکیب بھی صحیح نہیں۔

فائدہ ۴:۔ مَاذَا میں اہل عربیت کا اختلاف ہے کہ یہ ایک کلمہ ہے یا دو ہیں اور اسی بناء پر اس میں قراءۃ کی رو سے بھی اختلاف نکل آئے گا کہ ایک کلمہ والے قول کی رو سے تو مَا پر وقف درست نہ ہوگا اور دو کلموں والے قول کی رو سے صحیح ہوگا (قاری رحمہ اللہ)

النحو العربیہ:۔ ۳۲۷ ع۱ عُتُوًّا اصل میں عُتُوْوًا تھا یا کا ضمہ نقل کر کے نون کو دیدیا اور اس کے کسرہ کو حذف کر دیا پھر یا کو واو سے بدل کر دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر ایک واو کو حذف کر دیا اور عین کلمہ (نون کے ضمہ کی مناسبت سے فا کلمہ

ع۵ لَا أَنْتُمْ کی صحیح رسم بلا الف زائدہ ہے۔ ۱۲ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(نین) کو بھی ضمہ دیدیا اس لئے عَنُوْا ہو گیا اَیِ الْتَزَمُوْا بِاتِّبَاعِ الْخَطِّ پس جعبری کی اس تحقیق کی رو سے یہ معروف کا صیغہ ہے اور معنی سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے اصفہانی کے قول کے مطابق مجہول نہیں ہے ۲ اَلْاِبْتِلَاء - اَلْاِخْتِبَار کے معنی میں ہے اور آزمائش مصیبت اور راحت دونوں سے ہوتی ہے لیکن اس کا زیادہ استعمال مصیبت ہی سے آزمانے کے معنی میں ہوتا ہے اور کبھی دونوں معنی میں بھی آتا ہے چنانچہ وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً (انبیاء ع) بھی اسی قبیل سے ہے ۳۷۷/۲ ۱ حَرِی - خَلِیْقٌ - جَدِیْرٌ - حَقِیْقٌ ای لَائِقٌ کے معنی میں ہے اور اس میں وزن و معنی کی رو سے را کا کسرہ اور فتحہ دونوں درست ہیں لیکن روایۃً کسرہ ہی ہے اور یہ اس صورت میں منقوص ہے جس سے تثنیہ اور جمع کے صیغے بھی آتے ہیں اور فتحہ کی تقدیر پر مقصور ہے اس سے صرف واحد ہی آتا ہے ۲ اَنْ یُفَصَّلَا - اَنْ کے ذریعہ مصدر ہو کر حَرِی کا فاعل ہے ای حَقِیْقٌ تَفْصِیْلُهٗ ۳۷۸/۲ ۱ قِفْ - اِذَا کا جواب ہے ۲ تینوں منصوبات قِفْ کے فاعل سے حال ہیں ای ذَا حَقٍّ وَذَا رِضًی وَذَا تَعْوِیْلٍ پس مُعَوَّلًا مصدر میمی ہے یا تینوں حَقًّا وَرِضًی ذٰلِكَ وَعُوِّلَ عَلَیْهِ مقدر کے مفعول مطلق ہیں۔ ۳۷۹/۴ ۱ فِی اللَّاتَ - قِفْ مقدر کے متعلق ہے ۲ مَرْضَاتَ میں مناسبت کی بنا پر اور باقی چار الفاظ میں اعراب حکائی کے طور پر تا کا فتحہ ہے اور درایت کی رو سے پانچوں میں اعراب کی بناء پر تا کا کسرہ بھی جائز ہے ۳ پہلا مَعَ - اللَّاتَ کی اور دوسرا مَرْضَاتَ کی صفت ہے - اَیِ الْکَائِنَةِ مَعَ مَرْضَاتَ الخ یا دونوں اسی ترتیب سے حال ہیں ۴ رِضًی وَذٰلِكَ الْوَقْفُ مقدر کی خبر ہے ۵ هَیْهَاتَ واو مقدر کے ذریعہ اللَّاتَ پر معطوف ہے یا یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر مقدر ہے ای كَذٰلِكَ ۶ هَادِیْهِ میں اسم فاعل کی اضافت اس کے دوسرے مفعول کی طرف ہے اور اس پر سے اِلٰی کو حذف کر کے هَادِیْ کو بلا واسطہ متعدی کر دیا - ای هَادِی الطَّالِبِ اِلَیْهِ ۷ رُفِّلَا ای عُظِّمَ ۳۸۰/۵ ۱ آیَابَهْ - تَابِلًا مقدر کا مفعول بہ ہے جو قِفْ کے فاعل سے حال ہے یہ ابو شامہؒ کی تحقیق ہے اور علی قاری رحمہ اللہ کی رائے پر وَقِفْ آیَابَهْ کی تقدیر وَقِفْ عَلٰی یَا اَبَهْ ہے ۲ اَلْوُقُوْفُ دوسرا مبتدا ہے اور اس کے بعد عَلَیْهِ مقدر ہے جو پہلے مبتدا (یَا اَبَتِ) کا عائد ہے ۳ مُحَصَّلَا اطلاقی الف کے ساتھ بتقدیر قَدْ یا بلا تقدیر هُوَ کی خبر ثَابِتٌ مقدر کے فاعل سے حال ہے اور یہ بھی درست ہے کہ اس کو وَهُوَ کی خبر ٹھہرا کر بِالْیَاءِ کو اس کے متعلق کر دیں اور ابو شامہ اور اصفہانی مُحَصَّلَا کے الف کو تثنیہ کیلئے کہتے ہیں یعنی یہ دونوں وقف جو دونوں کلمات پر ہیں اہل ادا سے حاصل کئے گئے ہیں لیکن اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ دونوں وقف ابو عمرو ہی سے ہیں حالانکہ پہلا کاف اور دال والوں کیلئے ہے - ابراز میں ہے کہ یہ صورت درست نہیں کہ بِالْیَاءِ کو اس بناء پر وَهُوَ کے متعلق کر دیں کہ اس کا مرجع وقف ہے (پس گویا یہ اَلْوَقْفُ ہی کے متعلق ہے) اور مُحَصَّلَا کو هُوَ کی خبر قرار دیں کیونکہ اہل عربیت نے مَرُوْرِیْ بِزَیْدٍ حَسَنٌ وَهُوَ بِعَمْرٍو قَبِیْحٌ کو ناجائز بتایا ہے (اور اس کی وجہ یہی ہے کہ اس میں بِعَمْرٍو کی با کو مَرُوْر کے بجائے اس کی ضمیر کے متعلق کیا گیا ہے) ۳۸۱/۶ ۱ لَدَی الْفُرْقَانِ اپنے معطوفات سے مل کر مَالِ کی صفت ہے یا اس سے حال ہے اور مَالِ پہلا مبتدا ہے ۲ عَلٰی - اَلْوُقُوْفُ مقدر کے متعلق ہے - جو دوسرا مبتدا ہے اور اس کے بعد فِیْهَا بھی مقدر ہے جو پہلے مبتدا کا عائد ہے ۳ حَجَّ دوسرے مبتدا کی اور جملہ پہلے کی خبر ہے ۴ رُتِّلَا ای حُسِّنَ اَوْ نُقِلَ عَلٰی تَأَنٍّ ۳۸۲/۷ ۱ فَوْقَ اور لَدٰی - رَافَقَنَ کے مفعول فیہ ہیں جو یَا اَیُّهَا کی خبر ہے ۲ اَیُّهَا کو دوبارہ اس لئے لائے ہیں کہ یکے نہ ہونے میں یہ اول کے خلاف ہے اور تیسرا چونکہ دوسرے کے بالکل موافق تھا اس لئے اس کو نہیں لائے اور اس کے بجائے دوسرے ہی کو کافی سمجھ لیا ۳ رَافَقَنَ ای صَحِبْنَ کر تبع اس لئے لائے ہیں کہ اَیُّهَا وقوع کے لحاظ سے تین جگہ ہے گو لفظاً دو ہی آ رہے ہیں ۴ حُمَّلَا - حَامِلٌ (نَاقِلٌ) کی جمع ہے ۳۸۳/۸ ۱ پہلا فِیْ اور عَلٰی دونوں ضُمَّ کے متعلق ہیں اور لَدٰی بھی اسی کا ظرف ہے یا عَلٰی عَائِشَا مقدر کے متعلق ہو کر ضُمَّ کے مفعول مطلق مقدر کی صفت ہے ای ضُمًّا كَائِنًا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَلَی الْاِتِّبَاعِ ہے ۲ اور جس روایت پر ضمّ ابنِ عامر ہے اس کی رو سے فِي الْهَا اسی ضمّ کی خبر مقدم ہے ۳ فِيهِنَّ عَنْ قَدْرِي کی اس پر الْمَرْسُوْمِ کے متعلق ہے لیکن اُخْیِلًا کے متعلق کرنا اولیٰ ہے ۴ اُخْیِلًا ای بَیِّنْ ۳۸۴/۹ ۱ وَقِفْ وَیْکَاَنَّهٗ کی تقدیر وَقِفْ عَلٰی وَیْکَاَنَّهٗ ہے یا یہ قَائِلًا مقدر کا مفعول ہے جو قِفْ کے فاعل سے حال ہے اور وَیْکَاَنَّهٗ میں مَعًا کا سکون وصل بہ نیت وقف کی بناء پر ہے۔ ۲ پہلی اور دوسری با قِفْ مذکور کے اور تیسری قِفْ مقدر کے متعلق ہے یا پہلی دونوں مُتَلَبِّسًا مقدر کے متعلق ہیں جو قِفْ کے فاعل سے حال ہے اور تیسری حُلِّلَا کے متعلق ہے ۳ بِرِفْقًا مصدر ہے ای ذَا رِفْقٍ ۳۸۵/۱۰ ۱ وَاَیًّا کی تقدیر وَالْوَقْفُ عَلٰی اَیًّا ہے پس اَلْوَقْفُ مبتدا ہے اور عَلٰی مقدر اور با اسی کے متعلق ہے اور شَفَا خبر ہے ۲ سِوَاهُمَا اپنے مستثنیٰ منہ مقدر سے مل کر وَقَفَ مقدر کا فاعل ہے اور بِمَا اسی کے متعلق ہے ای وَقَفَ الْکُلُّ سِوٰی حَمْزَةَ وَالْکِسَائِیِّ عَلٰی مَا پس با عَلٰی کے معنیٰ میں ہے اور اگر سِوَاهُمَا کی تقدیر وَوَقْفُ الْکُلِّ سِوَاهُمَا مان لیں تو پھر یہ جملہ اسمیہ ہوگا ۳ تیسری با عَلٰی کے معنیٰ میں ہے اور اَلْوَقْفُ مقدر کے متعلق ہے اور چوتھی با مصاحبت کیلئے ہے اور اس کا تعلق بھی اَلْوَقْفُ مقدر ہی سے ہے اور سَنًا اسی مبتدا مقدر کی خبر ہے اور وقف کا صلہ عَلٰی اور با دونوں سے آتا ہے ۳۸۶/۱۱ ۱ پانچوں کلماتِ قرآنیہ جن کے آخر میں ھا ہے ایک دوسرے پر معطوف ہو کر یا تو عَلٰی مقدر کے مجرور ہیں اور عَلٰی۔ قِفْ کے متعلق ہے یا قَائِلًا کے مفعول ہیں جو قِفْ کے فاعل سے حال ہے ۲ با اور عَنْ دونوں قِفْ کے متعلق ہیں یا بِمُخْلِفٍ۔ قِفْ کے فاعل سے حال ہے اور عَنْ متعلق ہے ۳ مُجَهِّلًا۔ مُجَهِّلًا مقدر کی صفت ہو کر موصوف صفت کا مجموعہ مفعول بہ ہے یا یہ وَادْفَعْ کے فاعل سے حال ہے ای حَالَ کَوْنِكَ مُجَهِّلًا مَنْ یَعْتَرِضُ عَلٰی قِرَاءَةِ الْهَاءِ

بَابُ مَذَاهِبِهِمْ فِي يَاءَاتِ الْاِضَافَةِ

بائیسواں ۲۲ باب۔ قراء کے ان قواعد میں جو اضافت کی یا کے (فتحہ اور سکون کے) بارہ میں ہیں

اس میں تینتیس ۳۳ شعر ہیں۔

شارح:۔ اضافت کی یا سے مراد متکلم کی یا ہے جو اکثر جگہ مضاف الیہ ہوا کرتی ہے اور اسی بناء پر اس کو اضافت کی یا کہتے ہیں اور بعض جگہ کسی ناصب حرف کے بعد آنے یا مفعول واقع ہونے کی بناء پر منصوب بھی ہوتی ہے پس اس صورت میں اس کو اضافت کی یا کہنا مجاز کی بناء پر ہے۔

فائدہ: (۱) یَاءَاتُ الْاِضَافَةِ بعض نسخوں میں تو اسی طرح جمع کے صیغہ سے ہے جو تیسیر کے بھی مطابق ہے اور بعض میں یَاءُ الْاِضَافَةِ ہے واحد کے صیغہ سے اور اس سے جنس مراد ہے (۲) یہ یا اسم سے متصل ہو کر بھی آتی ہے جیسے بِرِسٰلٰتِیْ اور فعل و حرف سے بھی جیسے لَیَحْزُنُنِیْٓ اور لِیْ - اِنِّیْٓ پس اسم کے ساتھ والی کو حقیقت کی اور فعل و حرف کے ساتھ والی کو مجاز کی بناء پر اضافت کی یا کہتے ہیں (۳) اضافت کی یا رسم میں ہوتی ہے اور زائدہ محذوف ہوتی ہے اول میں اختلاف فتحہ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکون میں ہوتا ہے اور ثانی میں اثبات و حذف میں (۴) جب اس سے پہلا حرف ساکن ہوتا ہے تو اکثر جگہ اس یا پر فتحہ ہی آتا ہے تاکہ دو ساکن جمع نہ ہو جائیں لیکن اگر مدہ کے بعد ہو تو مد کی جدائی کے سبب بعض جگہ ساکن بھی ہوتی ہے (۵) اضافت کی یا میں فتحہ اور سکون دونوں مشہور اور فصیح لغت ہیں جو قرآن میں بھی مستعمل ہیں اور کلام عرب میں بھی۔ چنانچہ امرؤ القیس کے اس شعر میں یا کے دونوں لغت جمع ہیں ؎

فَفَاضَتْ دُمُوعُ الْعَيْنِ مِنِّيْ صَبَابَةً عَلَى النَّحْرِ حَتَّى بَلَّ دَمْعِيَ مِحْمَلِيْ

اور اسکان اکثر ہے کیونکہ اجماعی یاآت میں سے اکثر ساکن ہی ہیں (۶) فتحہ کی وجہ یہ ہے کہ ضمیر کے کاف اور ہا کی طرح متکلم کی یا بھی ایک حرفی ضمیر ہے اس لئے کاف اور ہا کی طرح یا کو بھی فتحہ دیدیا اور اس میں دونوں شرطیں بھی موجود ہیں ۱؎ اس یا پر فتحہ کا آنا منع نہیں ۲؎ یہ یا نصب اور جر کے موقعوں میں آرہی ہے پہلی شرط اس لئے ہے کہ جس یا سے پہلے کسرہ ہو اس یا پر کلام نثری میں کسرہ اور ضمہ کا آنا منع ہوتا ہے نہ کہ فتحہ کا آنا بھی اور دوسری شرط اِفْعَلِيْ کی یائے مؤنث کو نکالنے کیلئے ہے کہ اس پر فتحہ نہیں آسکتا اور سکون کی وجہ تخفیف ہے کیونکہ حرف علت پر فتحہ کی حرکت بھی قدرے ثقیل ہی ہے نیز مد حرکت کے قائمقام ہو جاتا ہے پس مد کے سبب یائے ساکنہ بھی متحرک ہی کے مرتبہ میں ہو جاتی ہے (۷) واحد کی متصل ضمیر منصوب ہو خواہ مجرور متکلم کی یا اور خطاب کا کاف اور غائب کی ہا ان تینوں میں سے ہوتی ہے سو یا میں تو تخفیف سکون سے ہو جاتی ہے اور کاف صحیح حرف ہے اور حرکت والا ہے وہ تخفیف کا محتاج ہی نہیں اور ہا گو صحیح ہے لیکن اس میں قدرے ضعف ہے اس لئے قوی کرنے کی غرض سے اس میں پہلے حرف کی حرکت کے اعتبار سے واو یا یا کے ساتھ صلہ کرتے ہیں (۸) یہ یا قرآن میں فتحہ اور سکون کے اعتبار سے تین طرح آتی ہے ۱؎ وہ جو سب کیلئے ساکن ہے اور یہی اکثر ہے جیسے فَمَنْ تَبِعَنِيْ۔ مِنِّيْ۔ اِنِّيْ جَاعِلٌ وغیرہ ۲؎ وہ جس پر سب کیلئے فتحہ ہے اور یہ وہ اضافت کی یا ہے جو الف کے بعد ہو جیسے هُدَايَ۔ عَصَايَ لیکن ان میں سے وَمَحْيَايَ میں اختلاف ہے نیز وہ یا ہے جس کے بعد الف لام ہو جیسے بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ۔ نِعْمَتِيَ الَّتِيْ وغیرہ لیکن ان میں سے وہ یاآت بعض کیلئے مستثنیٰ ہیں جو اسی باب کے شعر ۲۱ تا ۲۴ میں آئیں گی اور اضافت کی جو یا یائے ساکنہ کے بعد ہو اس میں پہلی یا کا ادغام ہوتا ہے اور یا پر فتحہ آتا ہے جیسے اِلَيَّ۔ لَدَيَّ وغیرہ اور ان میں سے بِمُصْرِخِيَّ اور يٰبُنَيَّ میں فتحہ اور کسرہ کا اختلاف ہے اور بعض کیلئے يٰبُنَيْ میں سکون بھی ہے اور ان سب کا ذکر باب الفرش میں ان کے موقعوں پر آئے گا۔ ۳؎ جس میں بعض کیلئے فتحہ ہے اور بعض کیلئے سکون جیسے اِنِّيْٓ اَعْلَمُ اس باب میں اسی قسم کا بیان مقصود ہے (۹) ابن مجاہد نے اضافت کی یاآت ہی کے تفصیلی احکام میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے (۱۰) چونکہ یا کئی طرح کی ہوتی ہے اس بناء پر اضافت کی یا کا پہچاننا قدرے مشکل تھا اس لئے باب کے شروع میں اس کی علامت بتلاتے ہیں تاکہ جو حضرات عربی کم جانتے ہیں وہ بھی اس کو آسانی سے معلوم کر سکیں۔

اضافت کی یا کی حقیقت

۳۸۷ وَلَيْسَتْ بِلَامِ الْفِعْلِ يَاءُ اِضَافَةٍ وَمَا هِيَ مِنْ نَّفْسِ الْاُصُوْلِ فَتُشْكِلَا

ترجمہ:- اور اضافت کی یا فعل کا لام (کلمہ) نہیں ہے اور نہ وہ (یا کلمات کے) نفس اصول (اصلی حروف) میں سے ہے تاکہ وہ (یا تمہیں) مشکل میں ڈال دے (اور اس کا معلوم کرنا دشوار ہو جائے۔ کیونکہ اگر اضافت کی یا اصلی حروف میں سے بھی ہوتی اور زائد میں سے بھی تو پھر اصلی یا میں بھی یہ تلاش کرنا پڑتا کہ ان میں سے کون سی اضافت کی ہے اور کون سی نہیں ہے اور جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ معلوم ہوگیا کہ اضافت کی یا اصلی نہیں ہوا کرتی تو اب اصلی کو دیکھتے ہی سمجھ میں آجائے گا کہ یہ اضافت کی نہیں ہے اس کو تو زائد یا آت ہی میں تلاش کرنا چاہیئے)

اضافت کی یا کی علامت

۳۸۸/۲ ۔ وَلٰکِنَّہَا کَالْہَآءِ وَالْکَافِ کُلُّ مَا ۔۔۔ تَلِیْہِ یُرٰی لِلْہَآءِ وَالْکَافِ مَدْخَلَا

ترجمہ:۔ اور لیکن یہ (اضافت کی یا اس بات میں ضمیر کی) ھا اور (اس کے) کاف کی طرح ہے (کہ) ہر وہ (لفظ) جس سے یہ (یا) متصل ہو کر آتی ہے وہ (ہر ایک لفظ) ھا اور کاف کیلئے داخل ہونے کی جگہ خیال کیا جاتا ہے۔

شرح:۔ یعنی اضافت کی یا نہ تو لام کلمہ ہی ہے اور نہ کلمہ کے اصلی حروف میں سے ہے بلکہ ہمیشہ زائد ہوا کرتی ہے اس لئے اس کا پہچاننا مشکل نہیں ہے اور اگر یہ یا اصلی حروف میں سے بھی ہوا کرتی تو پھر دیکھنے والے کو دشواری پیش آتی اور یہ سوچنا پڑتا کہ کون سے اصلی حرف کو اضافت کی یا قرار دے اور کون سے کو نہ قرار دے اور اس یا کی علامت یہ ہے کہ جس لفظ کے ساتھ یہ مل کر آرہی ہو اس کے ساتھ اس یا کے بجائے ضمیر کی ھا اور کاف آسکے پس نَفْسِیْ ۔ لِیَبْلُوَنِیْ ۔ اِلَیَّ کے بجائے نَفْسَہٗ اور نَفْسَکَ اور لِیَبْلُوَہٗ اور لِیَبْلُوَکَ اور اِنَّہٗ اور اِنَّکَ بھی کہہ سکتے ہیں اور فَاذْکُرُوْنِیْ ۔ حَشَرْتَنِیْ اَتَعِدَانِنِیْ میں صرف ھا ہی لا سکتے ہیں نہ کہ کاف بھی کیونکہ اس سے معنیٰ فاسد ہو جاتے ہیں۔ پس اَلدَّاعِیْ ۔ اَتَکْتَدِیْ ۔ اَذْرِیْ ۔ اُلْقِیَ ۔ اُوْحِیَ ۔ اَلَّتِیْ ۔ اَلَّذِیْ ۔ اَلّٰئِیْ کی یا نکل گئی اور اسی طرح مؤنث کی ضمیر کی اور جمع مذکر سالم کی یا بھی نکل گئی جو ھُزِّیْ وَاشْرَبِیْ ۔ عَابِرِیْ وغیرہ میں ہے کیونکہ اگر ان مثالوں میں یا کے بجائے ھا اور کاف لے آئیں تو لفظ بھی عمدہ نہیں رہتا اور معنیٰ بھی بدل جاتے ہیں اور اسی طرح ھِیَ کی یا بھی نکل گئی اس لئے کہ یہ زائد نہیں ہے بلکہ اصلی حروف میں سے ہے۔ گو شعر میں اَلَّذِیْ ۔ اَلَّتِیْ ۔ اَلّٰئِیْ کی یا میں حذف و تشدید اور ھِیَ کی یا میں سکون اور تشدید جائز ہے۔

فائدہ: (ا) چونکہ کلام عرب میں کلمات دو طرح کے ہیں ۱ وہ جن کا فا ۔ عین ۔ لام کے ذریعہ وزن کیا جاتا ہے اور وہ ماضی ۔ مضارع ۔ اسم فاعل اور مصدر وغیرہ ہیں ۲ وہ کلمات جن کا وزن نہیں کیا جاتا اور وہ مبہم اسماء ہیں موصول ہوں جیسے اَلَّتِیْ ۔ اَلّٰئِیْ ۔ اَلَّذِیْ خواہ ضمیر ہو جیسے ھِیَ اس بناء پر شعر ۱ میں ان دونوں قسموں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے دو باتیں بیان فرمادیں ۱ اضافت کی یا موزون کلمات میں لام کی جگہ نہیں آیا کرتی اس کا ذکر پہلے مصرع میں ہے پس جو یا وزن کرنے میں لام کی جگہ آئے (جیسے اُلْقِیَ ۔ یَاْتِیْ ۔ اَلزَّانِیْ ۔ بِالنَّوَاصِیْ) وہ اضافت کی یا نہ ہوگی اور ایسی یا پر ماضی میں ہمیشہ فتحہ آتا ہے اور مضارع میں رفعی حالت میں سکون اور نصبی میں فتحہ آتا ہے اور جزمی میں حذف ہو جاتی ہے اگر اسم میں ہو تو اس میں اختلاف حذف و اثبات میں ہوتا ہے بعض میں تو سب کیلئے اثبات ہے جیسے اَلزَّانِیْ ۔ بِالنَّوَاصِیْ وغیرہ اور بعض میں اختلاف ہے جیسے اَلدَّاعِ ۔ اَلْمُتَعَالِ اور ان کا ذکر زوائد کے باب میں آئے گا ۲ جو یا غیر موزون کلمات (موصول و ضمیر) میں ان کے اصلی حروف کے مقابلہ میں آتی ہے وہ بھی اضافت کی یا نہیں ہوتی اس کو دوسرے مصرع میں بیان کیا ہے ۔ اور اگر صرف دوسری بات پر اکتفا کر لیتے تو یہ مقصود کیلئے تو کافی تھی لیکن اس صورت میں کلمات کی مذکورۂ بالا دو قسموں کی طرف اشارہ نہ ہوتا اور ناظم کو کوئی قید مؤنث کی ضمیر کی یا اور جمع مذکر سالم کی یا کے نکالنے کیلئے بھی بڑھانی چاہیئے تھی جو اُتِنِّیْ ۔ وَاسْجُدِیْ ۔ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ ۔ مُحِلِّی الصَّیْدِ ۔ عَابِرِیْ سَبِیْلٍ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دونوں بھی اضافت کی یا نہیں ہیں اور اگر یہ فرمادیتے کہ اضافت کی یا متکلم کی یا ہوتی ہے تو بالکل کافی ہوجاتا۔ لیکن شرح سے ظاہر ہوچکا ہے کہ یہ دونوں یائیں کالھاء والکاف الخ سے نکل گئیں ہیں (ابراز) (۲) علی قاری رحمۃ اللہ نے مطلب کی تقریر دوسری طرح کی ہے اور وہ یہ ہے کہ اضافت کی یا اگر موزون کلمہ میں ہو تب تو اس کی علامت یہ ہے کہ وہ لام کے مقابلہ میں نہیں ہوا کرتی بلکہ اس کی جگہ یا ہی آتی ہے اور اگر غیر موزون میں ہو تو اس کی علامت یہ ہے کہ وہ بعض حالات میں حذف ہو جاتی ہے کیونکہ وہ کلمہ کے اصلی حروف میں سے نہیں ہے بلکہ زائد ہے اور اس کو وَمَاهِيَ مِنْ نَّفْسِ الْأُصُوْلِ کا حاصل بنایا ہے پھر فرماتے ہیں کہ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اضافت کی یا زائد ہوتی ہے اور چونکہ اس تعریف پر اس یا میں دوسری یا آت بھی شامل تھیں اس بناء پر ان کے نکالنے کیلئے ایک اور ضابطہ بیان کر دیا اور وہ یہ ہے کہ جس کلمہ میں متکلم کی یا آتی ہے اس میں اس یا کی جگہ ضمیر کی ھا اور خطاب کے کاف کا آنا بھی درست ہے (۳) شعر ملا کے کُلُّ مَا تَلِيهِ سے ظاہر ہوگیا کہ ھا اور کاف اس لفظ کے بعد آتے ہیں جس کے بعد یا آرہی تھی نہ کہ صرف یا کی جگہ میں کیونکہ لِيَبْلُوَنِي میں ھا اور کاف کا فقط یا کی جگہ لے آنا عمدہ نہیں ہے اس بناء پر کہ اس صورت میں لِيَبْلُوَهٗ یا لِيَبْلُوَكَ ہوجاتا ہے (۴) نیز كُلُّ مَا کے عموم سے یہ نکلتا ہے کہ جن کلمات میں بھی یا آتی ہے ان سب میں ھا اور کاف دونوں آسکتے ہیں حالانکہ فَاذْكُرُوْنِيْ اور حَشَرْتَنِيْ میں صرف ھا آسکتی ہے جیسا کہ شرح میں معلوم ہوچکا ہے اس لئے اگر لِلْهَاءِ وَالْكَافِ کے بجائے لِلْهَا أَوِ الْكَافِ فرماتے تو یہ اشکال رفع ہوجاتا (۵) ابوشامہ فرماتے ہیں کہ میں نے دو شعر کہے ہیں جن میں تین چیزیں جمع ہیں ملا یا کی تعریف ملا یا کے تینوں طرح کے کلمات سے متصل ہونے کی مثالیں ملا جن مذکورہ بالا قسموں کو اس یا سے جدا کیا ہے ان کی مثالیں ملا

هِيَ الْيَاءُ فِيْ إِنِّيْ عَلٰى مُتَكَلِّمٍ   تَدُلُّ وَضَيْفِيْ فَاذْكُرُوْنِيْ مُمَثِّلَا
وَلَيْسَتْ كَيَأْتِيْ وَهِيَ أَدْعِيْ وَاسْجُدِيْ   وَيَاءِ الَّتِيْ وَالْمُهْتَدِيْ حَاضِرِيْ اعْتَلَا

یہ یا جار اور ناصب حروف - اسم - ماضی - مضارع - امر چیزوں کے ساتھ آتی ہے اور دوسرے شعر میں اصلی یا کی مثالیں ہیں جو متکلم کی نہیں ہے (۶) علی قاری رحمہ اللہ کو ابوشامہ کی ایک تحریر ملی جس میں یہ تھا کہ میں نے دمشق کی جامع کے ایک خطیب سے سنا کہ اس نے منبر پر بھی اور محراب میں بھی يُوْحِيْ إِلَيَّ (سبا ع) اور يَأْتِيْ أٰمِنًا (فصلت ع) میں یا کا فتحہ پڑھا پس اس نے یہ خیال کر لیا کہ یہ دونوں یا آت إِنِّيْ أَعْلَمُ اور وَأُمِّيَ إِلٰهَيْنِ کی یا کی طرح ہیں۔

تعریف اور علامت کے بعد مقصود کا بیان

۳۸۹/۲ - وَفِيْ مِائَتَيْ يَاءٍ وَّعَشْرٍ مُّنِيْفَةٍ   وَثِنْتَيْنِ خُلْفُ الْقَوْمِ أَحْكِيْهِ مُجْمِلَا

ترجمہ:- اور (ان میں سے) دو سو یا آت میں اور (ان) دس میں جو (دو سو پر) زائد ہونے والی ہیں اور دو میں (یعنی دو سو بارہ میں قراء کی) جماعت کا خلاف ہے میں اس (خلاف) کو بیان کروں گا۔ حالانکہ وہ مختصر کیا ہوا ہوگا (یا اس حالت میں کہ میں مختصر کرنے والا ہوں گا یا ایسا بیان کرنا جو مجمل ہے)

شرح:- یعنی اضافت کی یا آت میں سے کل دو سو بارہ (۲۱۲) میں قراء سبعہ کا اختلاف ہے جو فتحہ اور سکون کی قسم سے ہے یہاں اس کو مختصر طور پہ بیان کریں گے اس طرح پر کہ یا آت کی قسمیں بنا کر یہ بتاتے جائیں گے کہ اس قسم کی یا آت میں فلاں کیلئے فتحہ یا سکون ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور دوسری وجہ ضد سے نکل آئے گی پس اس قسم کی جو یاآت اس قاعدہ کے موافق ہوں گی ان کو تو بیان نہیں کریں گے اور جو اس کے خلاف ہوں گی ان کو بتادیں گے پھر باب الفرش میں سورتوں کے آخر میں ان تمام یاآت کو لائیں گے تاکہ ان سب کی تعیین ہوجائے اور طلباء کو شبہ نہ رہے لیکن وہاں حکم نہیں بتائیں گے وہ اس باب ہی سے نکلے گا اور تیسیر میں یاآت الاضافت اور زوائد دونوں کو تاکید اور توضیح کی غرض سے دونوں جگہ یعنی اصول میں بھی اور فرش میں بھی احکام سمیت بیان کیا ہے۔ اور تیسیر میں اضافت کی یاآت دوسو چودہ بتائی ہیں۔ اس بناء پر کہ ءَاتٰىنِۦَ اللّٰهُ (نمل ع۳) اور فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ (زمر ع۲) کو بھی انھیں میں شامل کیا ہے پھر سورتوں میں اول کو زوائد میں اور ثانی کو اضافت کی یاآت میں گنا ہے اور چونکہ ان دونوں میں فتحہ اور سکون کا بھی اختلاف ہے اور حذف و اثبات کا بھی اس لئے ان کا دونوں ہی بابوں سے تعلق ہے اور ناظم رحمہ ان دونوں کو زوائد میں لائے ہیں کیونکہ تمام مصاحف ان کے حذف پر متفق ہیں۔ پھر زوائد ناظم کے بیان پر تو باسٹھ ۶۲ ہیں کیونکہ یہ دونوں بھی ان میں شامل ہیں اور تیسیر کی رو سے اکسٹھ ۶۱ ہیں انھوں نے ان دونوں کو تو نہیں گنا لیکن يٰعِبَادِ (زخرف ع۷) کی یا کو اضافت کی یاآت میں بھی شمار کیا ہے اس لئے کہ جن یاآت کے بعد ہمزہ نہیں ہے وہ تیس ۳۰ بتائی ہیں اور ان کے پورا ہونے کی صورت صرف یہی ہے کہ يٰعِبَادِ کو بھی ان میں گنا جائے غرض یاآت الاضافت میں تو اس کا ذکر صرف شمار میں ضمناً کیا ہے۔ خود اس لفظ کو نہیں لائے ہیں اور زوائد میں اس کو لائے بھی ہیں اور اس کا حکم بھی بتایا ہے اور چونکہ اس میں بھی دونوں طرح کا اختلاف ہے اس لئے اس کا بھی دونوں بابوں سے علاقہ ہے۔ اسی لئے سورۂ زخرف میں دانی رحمہ نے اس کو اضافت کی یاآت میں بیان کیا ہے۔ اور اس باب میں جتنی بھی یاآت ہیں سب میں فتحہ اور سکون ہی کا اختلاف ہے لیکن يٰعِبَادِ زخرف میں یہ بھی ہے اور حذف و اثبات کا بھی ہے اس لئے اس میں دونوں کو بیان کیا ہے اور اسی طرح زوائد کے باب میں ءَاتٰىنِۦَ اللّٰهُ اور فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ میں بھی ایسا ہی کیا ہے پس یہ تین یاآت ایسی ہیں جو دونوں بابوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ناظم رحمہ نے يٰعِبَادِ زخرف کو اضافت کی یاآت میں اس لئے شامل کیا ہے کہ اس کی یا مدنی اور شامی مصاحف میں لکھی ہوئی ہے پس اس کے حذف پر اتفاق نہیں ہے۔

فائدہ: (۱) جانبین کے لحاظ سے اس یا کی چار صورتیں ہیں ۱۔ دونوں طرف ساکن ہو جیسے اِلَىَّ الْمَصِيْرُ ۲۔ دونوں طرف متحرک ہو جیسے بَنٰتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ ۳۔ پہلے حرف پر حرکت ہو اور بعد والا ساکن ہو جیسے قُلْ لِّعِبَادِىَ الَّذِيْنَ ۴۔ پہلے ساکن ہو بعد میں متحرک جیسے وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِىْ۔ اور ناظم رحمہ نے تیسیر کی ترتیب کے موافق بعد کے حرف کے اعتبار سے اس یا کی چھ ۶ قسمیں کی ہیں اور یہ ترتیب نہایت نفیس ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یا کے بعد یا تو ہمزہ ہوتا ہے یا کوئی اور حرف پھر ہمزہ قطعی بھی ہوتا ہے جس پر تینوں حرکتیں آتی ہیں اور وصلی بھی ہوتا ہے جو لام کے ساتھ بھی آتا ہے اور لام کے بغیر بھی۔ اس طرح کل چھ ۶ قسمیں ہوگئیں۔ پانچ ان یاآت کی جن کے بعد ہمزہ ہو اور ایک ان کی جن کے بعد کوئی اور حرف ہو اور بیان میں ترتیب ذیل اختیار کی ہے ۱۔ وہ یاآت جن کے بعد فتحہ والا ہمزۂ قطعی ہو جیسے اِنِّىْٓ اَعْلَمُ یہ ننانوے ۹۹ ہیں اور ان کو سب سے پہلے اسی لئے لائے ہیں کہ یہ شمار میں بھی باقی سب قسموں سے زیادہ ہیں اور ان میں سے اکثر میں فتحہ بھی تین قاریوں کیلئے ہے اور بعض میں تین سے زائد کیلئے بھی ہے گو بعض میں کم بھی ہوجاتے ہیں ۲۔ وہ یاآت جن کے بعد ہمزۂ قطعی کسرہ والا ہو جیسے اَجْرِىَ اِلَّا یہ باون ۵۲ ہیں پس یہ شمار میں بھی پہلی قسم سے کم ہیں اور ان میں فتحہ بھی دو ۲ ہی قاریوں کیلئے ہے گو بعض میں زائد اور کم کیلئے بھی ہے ۳۔ وہ جن کے بعد ضمہ والا ہمزۂ قطعی ہو جیسے اِنِّىْٓ اُمِرْتُ یہ دس ۱۰ ہیں جو شمار میں بھی پہلی دونوں سے کم ہیں اور ان میں فتحہ بھی صرف نافع کیلئے ہے ۴۔ وہ جن کے بعد ہمزہ وصلی مع لام ہو جیسے رَبِّىَ الَّذِىْ یہ چودہ ۱۴ ہیں ۵۔ وہ جن کے بعد ہمزہ وصلی بلا لام ہو جیسے اَخِى اشْدُدْ یہ سات ۷ ہیں اور چوتھی قسم کا پانچویں سے پہلے لانا بھی شمار کی زیادتی ہی کی بناء پر ہے۔ ۶۔ وہ جن کے بعد ہمزہ کے سوا کوئی اور حرف ہو جیسے وَجْهِىَ لِلّٰهِ یہ تیس ۳۰ ہیں (۲) اضافت کی یاآت میں سکون اکثر ہے چنانچہ پانسو چھیاسٹھ ۵۶۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں سب کیلئے سکون ہے اور فتحہ والیوں میں سے زیادہ وہ ہیں جن کے بعد ہمزۂ قطعی ہے تاکہ فتحہ کے ذریعہ مد نہ ہونے کی صورت نکل آئے۔ ابن مجاہد اپنی کتاب میں فراء سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کسائی نے فرمایا کہ عرب اَلْ کے ہمزہ کے سوا سب ہمزوں سے پہلے یا کا فتحہ پسند کرتے ہیں۔ فراء کہتے ہیں لیکن میں نے اس کے خلاف یہ دیکھا ہے کہ عرب یا کو ساکن رکھکر عِنْدِیْ اَبُوْاَكَ کہتے ہیں اور فتحہ صرف ہمزہ کے حذف کردینے ہی کی صورت میں دیتے ہیں۔ پس (نقل کے سبب) ہمزہ کا فتحہ یا پر آجاتا ہے پھر خود ابن مجاہد فرماتے ہیں کہ بِیَ اَبَوَانِ اور بِیَ اَخَوَایَ کَفِیلَانِ میں یا کو اس لئے فتحہ دیتے ہیں کہ بِیْ اور بِیَ میں حروف کم ہیں یعنی حروف کی کمی کی صورت میں فتحہ اولیٰ ہے نہ کہ زیادتی کی تقدیر پر بھی اور جو قول انھوں نے فراء سے نقل کیا ہے اس سے یہ نکلتا ہے کہ اکثر عرب یا کے اسکان ہی پر ہیں اور جو فتحہ دیتے ہیں وہ بھی زیادہ تر انہیں یاآت کو دیتے ہیں جن کے بعد ہمزۂ قطعی ہو نہ کہ ان کو بھی جن کے بعد ہمزۂ وصلی ہو کیونکہ یا کو ساکن کرنے سے قطعی ہی کی صورت میں مد پیدا ہوتا ہے نہ کہ وصلی کی تقدیر پر بھی (اس لئے کہ وہ تو خود ہی حذف ہوجاتا ہے) لیکن قراء میں سے اکثر اس کے برعکس لام تعریف سے پہلے یا کا فتحہ پسند کرتے ہیں تاکہ یا باقی رہے اور دو ساکن جمع ہوجانے کے سبب حذف نہ ہوجائے اور جن کے بعد ہمزۂ وصلی بلا لام ہو ان میں ویسا ہی اختلاف ہے جیسا ان میں ہے جن کے بعد ہمزہ قطعی ہو اور ممکن ہے کہ وصلی کی دونوں قسموں میں فرق کرنے کی وجہ یہ ہو کہ اَلْ والے ہمزہ پر تو فتحہ ہوتا ہے پس گویا وہی فتحہ نقل ہوکر یا پر آجاتا ہے اور ہمزۂ وصلی بلا لام پر کسرہ یا ضمہ ہوتا ہے (پس اس تقدیر پر یہ کہنا ممکن نہیں کہ یا کا فتحہ نقل کی بنا پر ہے) چنانچہ ابو عبید رحؒ نے سورۂ صف کے مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗ میں تقریباً یہی فرق اشارہ کے طور پر بیان کیا ہے (۳) اس یا میں جو اختلاف ہے وہ فتحہ اور سکون میں ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوچکا ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد نہیں ہیں پس اضافت کی یاآت میں دوسری قراءۃ ضد کے بجائے نظم کی دلالت سے نکلتی ہے کیونکہ بعض یاآت میں فتحہ والوں کو بیان کرتے ہیں اور بعض میں سکون والوں کو اس سے فہیم آدمی سمجھ سکتا ہے کہ اس کا اختلاف انھیں دونوں میں دائر ہے پس فتحہ کے ذکر سے دوسروں کیلئے سکون اور سکون کے ذکر سے دوسروں کیلئے فتحہ خود نکال لے گا۔

تنبیہ: اضافت کی یاآت میں باقین کی قراءۃ شرح میں ہر جگہ نہیں بتائی جائیگی بلکہ ناظرین کو خود نکالنی ہوگی جو فتحہ بیان کرنے کی صورت میں سکون سے اور سکون بیان کرنے کی تقدیر پر فتحہ سے ہوگی۔

پہلی قسم وہ ننانوے ۹۹ یاآت جن کے بعد فتحہ والا ہمزۂ قطعی ہو

۳۹۰/۴ ـ فَتِسْعُوْنَ مَعْ هَمْزٍ بِفَتْحٍ وَتِسْعُهَا (سَمَا) فَتْحُهَا اِلَّا مَوَاضِعَ هُمَّلَا

ترجمہ: پس (ان دوسو بارہ ۲۱۲ یاآت میں سے) نوّے ۹۰ اور ان (یاآت) میں کی نو ۹ (یعنی ننانوے ۹۹) تو ایسی ہیں جو اس ہمزۂ (قطعی) کے ساتھ ہیں جو فتحہ کے ساتھ ہو (یعنی ننانوے ۹۹ یاآت تو فتحہ والے ہمزۂ قطعی سے پہلے ہیں) ان (سب یاآت) کا فتحہ (نافع - ابن کثیر - ابوعمرو کیلئے) بلند ہوگیا ہے۔ سوائے (ان یاآت کے چند) ایسے موقعوں کے جو متروک ہیں (اور اس قاعدہ سے جدا کردئے گئے ہیں)

شرح: یعنی دوسو بارہ ۲۱۲ یاآت میں سے ننانوے ۹۹ تو ایسی ہیں جن کے بعد فتحہ والا ہمزۂ قطعی آرہا ہے ان سب میں نافع، ابن کثیر، ابوعمرو ہی کیلئے فتحہ ہے لیکن ان میں سے پینتیس ۳۵ یاآت اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں اور ان کی تین قسمیں ہیں: ۱ـ وہ جن میں ان تینوں میں سے بھی بعض نے فتحہ کے بجائے سکون پڑھا ہے اور وہ چوبیس ۲۴ ہیں جو شعر ۳۹۱ تا ۳۹۶ میں مذکور ہیں ۲ـ وہ جن کے فتحہ میں ان تینوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ دوسرے بعض حضرات بھی شامل ہوگئے ہیں اور وہ دس ۱۰ ہیں جو شعر ۱۲ کے چار کلمات میں ہیں ۳ وہ ایک یا جس میں ان تینوں میں سے ابن کثیر کیلئے فتحہ اور سکون دونوں ہیں اور وہ عِنْدِیَ اَدْکُمْ (قصص ع) کی یا ہے رہیں باقی چھ ۶ تو ۷۶ یاآت سو وہ قاعدہ کے موافق ہیں پس ان میں سَمَا کیلئے فتحہ اور باقی چار کیلئے سکون ہے۔

فائدہ: شامی کی قراءۃ پر اس قسم کی یاآت ننانوے ۹۹ کے بجائے سو ۱۰۰ ہیں کیونکہ وہ اَخِیَ اَشْدُدْ (طٰہٰ ع ۲) میں بھی وصلی کے بجائے ہمزہ قطعی پڑھتے ہیں۔

وہ چار یاآت جن میں سب کیلئے سکون ہے اور یہ ان ننانوے ۹۹ کے علاوہ ہیں

۳۹۱/۵ فَاَرِنِیْ وَتَفْتِنِّیْ اتَّبِعْنِیْ سُکُوْنُھَا　　لِکُلٍّ وَّتَرْحَمْنِیْ اَکُنْ وَّلَقَدْ جَلَا

ترجمہ: پس اَرِنِیْٓ (اَنْظُرْ اعراف ع ۱۷) اور تَفْتِنِّیْ (اَلَا توبہ ع ۷ اور) فَاتَّبِعْنِیْٓ (اَھْدِلکَ مریم ع ۳) اور تَرْحَمْنِیْٓ اَکُنْ (ھود ع ۴) ان (چار یاآت) کا سکون تمام (قراء) کیلئے ہے (پس ان میں فتحہ کسی کیلئے بھی نہیں ہے) اور اس (مذکور یا ناظم یا ان یاآت کے سکون) نے (اختلافی یاآت کو) ظاہر کر دیا ہے (یعنی چونکہ ان میں سب کیلئے سکون ہے اس لئے اس سے نکل آیا کہ جن ننانوے ۹۹ یاآت میں اختلاف ہے وہ ان کے علاوہ ہیں اور ان چار کے بیان کر دینے سے یہ دو ۲ فائدہ ہوئے ۱ یہ معلوم ہوگیا کہ اضافت کی یاآت میں فتحہ کا مقابل سکون ہے۔ ۲ اختلافی یاآت اجماعی سے جدا اور ممتاز ہوگئیں کہ ان چار کے علاوہ جتنی بھی یاآت ہیں سب اختلافی ہیں پس ان کے شمار کرانے کی حاجت نہیں رہی اور یہ چار جس طرح ننانوے ۹۹ میں شامل نہیں ہیں اسی طرح کل مجموعہ یعنی دو سو بارہ میں بھی شامل نہیں ہیں کیونکہ وہ اختلافی ہیں اور یہ چار اجماعی ہیں)

فائدہ: (۱) جعبری فرماتے ہیں کہ مناسب یہ تھا کہ اس شعر کو فَتِسْعُوْنَ الخ سے پہلے لاتے کیونکہ اس سے معلوم ہو جاتا کہ یہ چار یاآت اختلافی یاآت کے علاوہ ہیں نیز الا مَوَاضِعَ ھُمَّلَا بھی ذَرُوْنِیْ سے متصل ہو جاتا کیونکہ ذَرُوْنِیْ سے مواضع کی تفصیل شروع ہوتی ہے۔ لیکن علی قاری رح فرماتے ہیں کہ ناظم رح کے پیش نظر یہ ہے کہ جس طرح دوسری قسموں کی اجماعی یاآت کا ذکر ان قسموں ہی میں آیا ہے۔ اسی طرح اس نوع کی اجماعی یاآت بھی نوع ہی میں آجائیں (اس لئے ان کو پہلے نہیں لائے) ہاں اولیٰ یہی تھا کہ ان چار یاآت کو اس قسم کی اختلافی یاآت کے ختم ہونے کے بعد بیان کرتے چنانچہ دوسری اور تیسری قسم میں بھی ایسا ہی کیا ہے مگر جب تصریح کر دی کہ ان میں سب کے لئے سکون ہے تو پھر ان چار یاآت کے فتحہ والی یاآت میں شامل ہونے کا وہم نہیں رہا۔ (۲) چونکہ ان چار یاآت کے بعد بھی فتحہ والا ہمزہ قطعی ہے اس لئے اگر ان میں سب کیلئے سکون نہ بتاتے تو یہ شبہ رہتا کہ ان میں بھی سَمَا کے لئے فتحہ ہوگا اور کسرہ اور ضمہ والے ہمزہ سے پہلی یاآت میں بھی ایسا ہی کیا ہے کہ ان میں بھی شبہ رفع کرنے کی غرض سے ان یاآت کو بیان کر دیا ہے جن میں سب کے لئے سکون ہے (۳) جَلَا کی ضمیر کو سکون کے لئے ماننے کی تقدیر پر مطلب یہ ہوگا کہ ان یاآت کے اجماعی سکون نے سکون والے لغت کی فصاحت کو ظاہر کر دیا ہے۔ اور جن یاآت کے بعد کسرہ اور ضمہ والا ہمزہ ہے ان میں بھی یہی صورت ہے کہ کسرہ کی تقدیر پر نو ۹ اور ضمہ کی صورت میں دو ۲ یاآت میں سب کیلئے سکون ہے اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اضافت کی یا میں سکون اکثر ہے اور ان دو قسموں میں اجماعاً فتحہ ہے تاکہ دو ۲ ساکن جمع نہ ہو جائیں ۱ وہ یاآت جن سے پہلے مدغم ہو جیسے اِلَیَّ ۔ لَدَیَّ ۲ وہ جو الف کے بعد ہوں جیسے ھُدَایَ اور اَلْ سے پہلی یاآت میں اکثر کیلئے فتحہ ہے تاکہ یا باقی رہ کر کلمہ خوبصورت رہے۔ (۴) بعض کے قول پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان چار یاآت میں سکون کی وجہ ان کے قریب والی یاآت کی مناسبت ہے چنانچہ اَرِنِیْ کے بعد دو جگہ شَرٌّ بِیْ میں اور تَفْتِنِّیْ سے پہلے اِیْذَنْ لِّیْ میں اور سَتَرْحَمْنِیْ سے پہلے اِنَّ اَبِیْ میں اور فَاتَّبِعْنِیْ سے پہلے جَآءَنِیْ میں یا ساکن ہے۔

پہلی قسم میں سے وہ چوبیس یاآت جن کو سما والوں میں سے بھی بعض نے اپنے قاعدے کے خلاف ساکن پڑھا ہے

۳۹۲- ذَرُوْنِیَ وَادْعُوْنِیْ اذْکُرُوْنِیَ فَتْحُهَا　　(د)وَاءٌ وَاَوْزِعْنِیَ مَعًا (ج)ادَ (هـ)طَّلَا
۶

ترجمہ: ذَرُوْنِیَ (اَقْتُلْ) اور اُدْعُوْنِیَ (اَسْتَجِبْ غافر ع و ع اور) فَاذْکُرُوْنِیَ (اَذْکُرْکُمْ بقرہ ع) جو ہیں ان تینوں کی یاآت کا فتحہ (عجیب) دواء ہے (جس سے قاری کو فرحت اور مسرت حاصل ہوتی ہے یعنی ان تینوں میں ابن کثیر ہی کیلئے فتحہ ہے) اور اَوْزِعْنِیَ (اَنْ) جو دو جگہ ہے۔ وہ (یعنی اس کا فتحہ) عمدہ ہوگیا ہے (یا زیادہ ہوگیا ہے یا اس نے سخاوت کی ہے اور ثواب دلایا ہے) حالانکہ وہ (فتحہ ثواب کا نفع دلانے میں) لگاتار برسنے والی بارشوں سے تشبیہ دیا گیا ہے (یعنی اَوْزِعْنِیَ اَنْ اَشْکُرَ نمل و احقاف ع میں ورش و بزی ہی کے لئے فتحہ ہے)

۳۹۳- لِیَبْلُوَنِیَ مَعَهُ سَبِیْلِیَ لِنَافِعٍ　　وَعَنْهُ وَلِلْبَصْرِیْ ثَمَانٍ تُنُخِّلَا
۷

ترجمہ: لِیَبْلُوَنِیَ (ءَاَشْکُرُ نمل ع) جو ہے حالانکہ اس کے ساتھ سَبِیْلِیَ (اَدْعُوْا یوسف ع بھی) ہے (ان دونوں کا فتحہ فقط) نافع کیلئے ہے اور ان (نافع) سے اور بصری سے (ایسی) آٹھ (یاآت) ہیں (جن میں سے) ہر ایک (فتحہ دینے کیلئے) چن لی گئی ہے۔

۳۹۴- بِیُوْسُفَ اِنِّیَ الْاَوَّلَانِ وَلِیَ بِهَا　　وَضَیْفِیَ وَیَسِّرْ لِیَ وَدُوْنِیَ تَمَثَّلَا
۸

ترجمہ: (ان آٹھ یاآت میں سے پہلی اور دوسری) یوسف (ع) میں (اس) اِنِّیَ (اِنِّیْ کی یا) ہے جو پہلے ہیں (یعنی اِنِّیَ اَرٰنِیْ ع میں دو جگہ پس اِنِّیْ اَرٰی سَبْعَ ع اور اِنِّیَ اَنَا ع اور اِنِّیْ اَعْلَمُ ع کی یا نکل گئی کیونکہ ان تینوں میں قاعدہ کے موافق سما والے تینوں کے لئے فتحہ ہے) اور (تیسری) اسی (یوسف ع) میں لِیَ (اَبِیْ کی یا) ہے اور (چوتھی) ضَیْفِیَ (اَلَیْسَ ہود ع کی یا) ہے اور (پانچویں) یَسِّرْ لِیَ (اَمْرِیْ طٰہٰ ع کی یا) ہے اور (چھٹی میں) دُوْنِیَ (اَوْلِیَآءَ کہف ع کی یا) ہے (ان پانچ کلمات کے ذریعہ) یہ (چھ یاآت کا مجموعہ) معین (اور ظاہر) ہوگیا ہے۔

۳۹۵- وَیَا اٰنِیْ اجْعَلْ لِّیَ وَاَرْبَعُ (اِ)ذْ (حَ)مَتْ　　هُدَاهَا وَلٰکِنْ بِهَا اثْنَانِ وُکِّلَا
۹

ترجمہ: اور (ساتویں اور آٹھویں) دو یائیں اِجْعَلْ لِّیَ (اٰیَۃً آل عمران ع و مریم ع) میں ہیں (پس ان آٹھوں میں نافع اور ابو عمرو ہی کیلئے فتحہ ہے) اور چار (یاآت نافع اور ابو عمرو و بزی ہی کیلئے فتحہ دی گئی ہیں) اس لئے کہ ان (یاآت) نے اپنے (فتحہ کی طرف) ہدایت کرنے والوں (یا ہدایت پانے والوں) کی حفاظت کی ہے (یعنی فتحہ کے صحیح ہونے کے سبب کسی کو تاتلین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر اعتراض کرنے کا موقع نہیں دیا اور) وَالْکِنِیْٓ (اَرٰىكُمْ جو ہے) اس میں (ان چار میں سے ایسی) دو (یائیں) ہیں جو (ہود واحقاف ع ہی میں) مقرر کی گئی ہیں (چنانچہ یہ لفظ کسی اور صورت میں نہیں آیا یا وَالْکِنِیْٓ ایسے دو ہیں جو اسی تلفظ سے مقرر کئے گئے ہیں)

۳۹۶ وَ تَحْتِیْٓ وَ قُلْ فِیْ ھُوْدَ اِنِّیْٓ اَرٰىكُمْ ۔۔۔ وَ قُلْ فَطَرَنْ فِیْ ھُوْدَ (ھَا) دِیْهِ (اَ) وْ صَلَا
۱۰

ترجمہ:- اور (ان چار میں سے تیسری) تَحْتِیْٓ (اَفَلَا زخرف ع ۵ کی یا) ہے اور تو کہدے کہ (ان میں سے چوتھی) ہود (ع) میں اِنِّیْٓ اَرٰىكُمْ (کی یا) ہے۔ اور تو کہدے کہ (انھیں چوبیس مستثنیٰ یاآت میں سے) ہود (ع) میں فَطَرَنِیْٓ (اَفَلَا کی یا) ہے (اس میں بزی اور نافع ہی کے لئے فتحہ ہے) اس (یا کے فتحہ) کی (طرف) ہدایت کرنے والے (نقل کرنے والے) نے (اس کو ہم تک) پہونچایا ہے۔

۳۹۷ وَیَحْزُنُنِیْٓ (حِرْ) مِیْھُمْ تَعِدَانِنِیْٓ ۔۔۔ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی تَاْمُرُوْنِیْٓ وَصَلَا
۱۱

ترجمہ:- اور ان (قراء) میں کے حِرْمِیْ (نافع - ابن کثیر دونوں) نے (یا ان میں سے ہر ایک نے) لَیَحْزُنُنِیْٓ (اَنْ یوسف ع اور) اَتَعِدَانِنِیْٓ (اَنْ احقاف ع اور) حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی (طٰہٰ ع اور) تَاْمُرُوْنِیْٓ (اَعْبُدُ زمر ع ان چار یاآت کے فتحہ) کو (ہم تک) پہونچایا ہے (پس ان چاروں میں نافع - ابن کثیر ہی کیلئے فتحہ ہے)

شرح: یعنی شعر ۷ کے پہلے تین کلمات میں صرف ابن کثیر کیلئے اور چوتھے میں جو دو جگہ ہے درش و بزی ہی کیلئے فتحہ ہے اور شعر ۸ کے پہلے دو کلمات میں صرف نافع کیلئے فتحہ ہے اور شعر ۸ کے اِنِّیْٓ اَلْاُوْلَانِ سے شعر ۹ کے اِجْعَلْ لِّیْٓ تک کے چھ کلمات کی آٹھ یاآت میں نافع و ابو عمرو ہی کیلئے فتحہ ہے اور شعر ۹ کے وَالْکِنِیْٓ سے شعر ۱۰ کے اِنِّیْٓ اَرٰىكُمْ تک کے تین کلمات کی چار یاآت میں نافع - ابو عمرو اور بزی ہی کیلئے فتحہ ہے اور شعر ۱۰ ہی کے فَطَرَنِیْٓ اَفَلَا میں نافع اور بزی ہی کے لئے فتحہ ہے اور شعر ۱۱ کے چاروں کلمات میں صرف نافع اور ابن کثیر کیلئے فتحہ ہے۔

فائدہ: (۱) سوال دیباچہ ۲۶ میں اصطلاح بتائی ہے کہ مفرد رمزیں جب اکیلی ہوں گی تو ہر جگہ کلمۂ قرآنی کے بعد آئیں گی اور یہاں شعر ۹ کے (اِ) ذْ (حَھِمَتْ (ھُ) دَا) ھَا میں رموز پہلے آرہی ہیں اور کلمات اس کے بعد ہیں جو وَالْکِنِیْٓ سے اِنِّیْٓ اَرٰىكُمْ تک ہیں۔ جواب کیونکہ ان رموز سے پہلے لفظ وَاَرْبَعٌ آرہا ہے اور اس سے یہی چار یاآت مراد ہیں لیکن چونکہ وہ مجمل تھا اس لئے وَالْکِنِیْٓ سے اس کی تفصیل کردی پس رموز یہاں بھی کلمۂ قرآنی کے بعد ہی آرہی ہیں۔ (۲) وَاَرْبَعٌ کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے وَالْکِنِیْٓ کے دونوں موقعوں کے مستثنیٰ یاآت میں شامل ہونے کی تصریح ہوگئی اور یہ احتمال نہیں رہا کہ گو یہ دو جگہ ہے لیکن شاید مستثنیٰ ایک ہی ہو (۳) فَطَرَنْ میں یا کا حذف اور نون کا اسکان ضرورت کی بناء پر ہے کیونکہ بحر طویل میں فَطَرَنِیْ سے وزن درست نہیں رہتا اس بناء پر کہ اس میں لگاتار تین ہی حرکتوں کا جمع ہونا درست ہے چار کا نہیں (۴) شعر ۱۱ میں ضرورت کے سبب دو یاآت کو ساکن اور دو کو فتحہ سے لائے ہیں اور حَشَرْتَنِیْٓ میں جو یا کا فتحہ ہے اس میں دو احتمال ہیں ۱ یہ کہ اضافت کی یا کی حرکت ہو اور ضرورت کے سبب اَعْمٰی کے ہمزہ کو وصلی بنا دیا ہو ۲ یہ کہ نقل کی بناء پر ہو اور یہی اولیٰ ہے (۵) اس قسم میں سے جو یاآت مستثنیٰ ہیں ان کی دو نوعیں ہیں ۱ نوع الاخراج جن میں تثنا والوں میں سے بھی بعض نے فتحہ کے بجائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکون پڑھا ہے اور ان کی دو ۲ صورتیں ہیں ۱ وہ جن میں سما والوں میں سے فتحہ کم کے لئے ہے اور سکون زیادہ کے لئے ۲ وہ جن میں سکون زیادہ کے لئے ہے اور فتحہ کم کے لئے اور ان دونوں صورتوں کی یا آت کل چوبیس ۲۴ ہیں جو بیان ہو چکی ہیں ۲ نوع الادخال یہ وہ دس ۱۰ یا آت ہیں جن کے فتحہ میں سما والوں کے ساتھ اور حضرات بھی شامل ہو گئے ہیں یہ شعر ۱۲ میں آرہی ہیں۔

پہلی قسم میں سے وہ دس ۱۰ یا آت جن کے فتحہ میں سما والوں کے ساتھ دوسرے بعض حضرات بھی شامل ہیں اور گیارہویں وہ یا جس میں ان تینوں میں سے ابن کثیر کیلئے دونوں وجوہ ہیں

۳۹۸/۱۲ - اَرَهْطِيَ (سما) (م) وَلِيَّ وَمَالِيَ (سما) (ل) وِيَ ــ لَعَلِّيَ (سما) (ك) فُوًّا مَعِيَ (نفر) (ا) لُعُلَا

۳۹۹/۱۳ - (ع) مَادُ وَتَحْتَ النَّمْلِ عِنْدِيَ (ح) سْنُهُ ــ (ا) لِي (د) رَّ بِالْخُلْفِ وَافَقَ مُوْهَلَا

ترجمہ: ۱۲ اَرَهْطِيَ (اَعَزُّ ہود ۶ کی یا کا فتحہ) بلند ہو گیا ہے حالانکہ یہ (فتحہ) سردار (اور باعزت) ہے (یا اپنے قاریوں کا مددگار ہے پس اس میں سما اور ابن ذکوان کیلئے فتحہ ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اس میں ہشام کیلئے بھی فتحہ اور سکون دونوں ہیں اور دونوں صحیح ہیں لیکن فتحہ مشہور تر اور طریق کے موافق ہے گو ناظم نے تیسیر کی پیروی کرتے ہوئے اس کو بیان نہیں کیا اور باقی تین کوفیین کے لئے صرف سکون ہے) اور مَالِيَ (اَدْعُوكُمْ غافر ۵ کی یا کا فتحہ بھی) بلند ہو گیا ہے حالانکہ یہ (فتحہ) جھنڈے والا ہے (یعنی خوب مشہور ہے پس اس میں سما اور ہشام کیلئے فتحہ اور ابن ذکوان اور کوفیین کیلئے سکون ہے اور) لَعَلِّيَ (کی یا کا فتحہ بھی) بلند ہو گیا ہے حالانکہ یہ (فتحہ صحیح اور فصیح ہونے میں اضافت کی دوسری یا آت کے فتحہ کا) ہمسر (اور ہم مثل) ہے (پس لَعَلِّيَ میں سب جگہ سما اور ابن عامر کیلئے فتحہ ہے اور یہ چھ ۶ جگہ آیا ہے یعنی یوسف ۶ اور طٰہٰ ۶ اور مومنون ۶ و غافر ۶ میں ایک ایک جگہ اور قصص ۶ میں دو ۲ جگہ اور کوفیین کیلئے اس میں چھوں جگہ سکون ہے اور) مَعِيَ (کی یا کا فتحہ) بلند دلیلوں والی جماعت کی قراءت ہے (پس اس میں ابن کثیر۔ ابو عمرو۔ ابن عامر۔ نافع۔ حفص کیلئے فتحہ ہے اور یہ دو جگہ آیا ہے مَعِيَ اَبَدًا توبہ ۶ مَعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ملک ۶ میں اور باقی ابوبکر۔ حمزہ اور کسائی کیلئے ان دونوں میں سکون اور مد ہے) ۱۳ (یہ نَفَرٌ لُعُلَا عِمَادُ والے سب حضرات اس یا کے فتحہ کے بارہ میں) اعتماد کے لائق (اور معتبر) ہیں اور نمل کے نیچے (سورۂ قصص ۶ میں) عِنْدِيَ (اَوَلَمْ کی یا کا فتحہ) ہے (جو نافع اور ابو عمرو کیلئے بلا خلاف ہے اور ابن کثیر کے لئے خلاف کے ساتھ ہے پس ان کے لئے فتحہ اور سکون دونوں ہیں لیکن طریق کے موافق بزی کیلئے صرف سکون اور قنبل کے لئے صرف فتحہ ہے کیونکہ سکون ابو ربیعہ سے ہے اسی بناء پر قنبل کے لئے طریق کے خلاف ہے) اس (فتحہ) کی خوبی اس کی چمک کی طرف (ملا دی گئی) ہے (یعنی عِنْدِيَ کا فتحہ فصاحت اور شہرت دونوں ہی سے متصف ہے) حالانکہ یہ (فتحہ دال والے کے) خلاف کے ساتھ ہے اس (فتحہ) نے (اپنے قاری کی) موافقت (اور مدد) کی ہے حالانکہ یہ (فتحہ موافقت کے لئے) لائق بنایا گیا ہے (کیونکہ یہ دلائل سے مؤید ہے یا اس فتحہ نے لائق بنائے ہوئے نیک عالم کی موافقت کی ہے)

شرح:- یعنی اَرَهْطِيَ میں سما اور ابن ذکوان کے لئے فتحہ اور ہشام کیلئے فتحہ اور سکون دونوں اور کوفیین کیلئے صرف سکون ہے اور مَالِيَ اَدْعُوكُمْ میں سما اور ہشام ہی کیلئے فتحہ ہے اور لَعَلِّيَ میں چھوں جگہ سما اور ابن عامر ہی کے لئے فتحہ ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور مَعِیَ اَبَدًا اور مَعِیَ اَوْ دونوں میں ابوبکر۔ حمزہ اور کسائی کے لئے سکون اور مد اور باقی ساڑھے چار کیلئے فتحہ ہے اور عِنْدِیْ اَوَلَمْ (قصص ۵) میں نافع اور ابو عمرو کیلئے صرف فتحہ اور ابن کثیر کیلئے فتحہ اور سکون دونوں ہیں اور چونکہ سکون کی صورت میں یہ بھی مستثنیٰ یا آت میں شامل ہو جاتا ہے اس لئے اس کو بیان کیا ہے ورنہ فتحہ کی رو سے تو یہ قاعدہ کے موافق ہے اور یہ معلوم ہو ہی چکا ہے کہ اس میں بزی کیلئے فتحہ اور قنبل کے لئے سکون طریق کے خلاف ہے اور اس پر پہونچکر وہ ننانوے ۹۹ اختلافی یا آت پوری ہوگئیں جو فتحہ والے ہمزہ قطعی سے پہلے ہیں ان میں سے جن پینتیس ۳۵ میں فتحہ اور سکون والوں میں سے بعض نے اپنی اصل کے خلاف کیا ہے ان کو تو شعر ۴۰۶ تا ۴۱۲ میں بیان کر دیا۔ رہیں باقی چونسٹھ ۶۴ سو ان میں قاعدہ کے موافق سما والوں کے لئے فتحہ اور ابن عامر اور کوفیین کے لئے سکون اور مد ہے۔

فائدہ:۔ (۱) عِنْدِیْ اَوَلَمْ کو ابن کثیر کے خلاف ہی کی وجہ سے بیان کیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس کو بھی مستثنیات میں شامل کرنا چاہتے ہیں (۲) خُلْف سے یہ نکلتا ہے کہ عِنْدِیْ کی یا میں بزی اور قنبل دونوں کے لئے فتحہ اور سکون دونوں ہیں۔ پس خلاف مطلق ہے اور دانی غیر تیسیر میں فرماتے ہیں کہ میں نے ابو ربیعہ کی روایت میں اسکان پڑھا ہے اور یہ بزی کی روایت ہے اور ابن مجاہدؒ کے طریق سے فتحہ پڑھا ہے اور یہ قنبل کی روایت ہے اس سے یہ نکلتا ہے کہ یہ خلاف مرتب ہے یعنی بزی کے لئے سکون اور قنبل کے لئے فتحہ ہے اور ابو العلاء کی عبارت سے بھی یہی نکلتا ہے اور تیسیر میں یہ ہے کہ ابو ربیعہ نے قنبل اور بزی دونوں سے اسکان روایت کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے حضرات نے دونوں سے فتحہ نقل کیا ہے چنانچہ قنبل سے ابن مجاہد اور بزی سے لہبی اسی پر ہیں یہ ناظمؒ کے بیان کے موافق ہے چنانچہ اس سے بھی یہی نکلتا ہے کہ خلاف مطلق ہے لیکن اس سے طرق میں خلط ضرور ہو جاتا ہے اور طرق کی چھان بین کریں گے تو نتیجہ یہی نکلے گا کہ طریق کے موافق وہی وجہ ہے جو دانی نے غیر تیسیر میں بیان کی ہے اور اس صورت میں بزی کے لئے فتحہ کی اور قنبل کے لئے سکون کی وجہ روایت کی رو سے زیادات میں سے ہوگی اور ابن شریح نے ابن کثیر کے لئے صرف فتحہ بیان کیا ہے اور اہوازی کہتے ہیں کہ ابن کثیر سے اختلاف ہے اور یہ مطلق بھی ہو سکتا ہے اور مرتب بھی نتیجہ یہ کہ دونوں راویوں کے لئے دونوں وجوہ صحیح ہیں۔ (۳) سکون والوں کا بعض یا آت میں فتحہ پڑھنا دونوں لغتوں کے جمع کرنے کیلئے ہے۔

النحو والعربیہ:۔ بَابُ مَذَاھِبِھِمْ کی تقدیر بَابُ بَیَانِ مَذَاھِبِھِمْ ہے ۳۸۷/۱ بِلَازِمِ الْفِعْلِ ای بِلَازِمٍ مُوْزُوْنِ الْفِعْلِ لَیْسَتْ کی خبر ہے اور اس میں با زائد ہے جو نفی کی تاکید کے لئے ہے اور یہ بائے زائدہ نفی کی خبر میں اس کثرت سے آتی ہے کہ بعض جگہ یہ مذکور نہیں ہوتی لیکن اس پر بھی اس کو مقدر سمجھ کر اس کے محل پر عطف کر دیتے ہیں اور معطوف کو مجرور لے آتے ہیں چنانچہ یہ شعر اسی قبیل سے ہے ؎

بَدَا لِیَ اَنِّیْ لَسْتُ مُدْرِكَ مَا مَضٰی وَلَا سَابِقٍ شَیْئًا اِذَا كَانَ جَائِیًا

مجھ پر یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ میں گذرے ہوئے وقت کو نہیں پا سکتا اور جو چیز پیش آنے والی ہے میں اس سے سبقت بھی نہیں کر سکتا ۲ نَفْسُ الْاُصُوْلِ۔ اصل کی رو سے اَلْاُصُوْلُ نَفْسُھَا تھا یعنی لفظِ نفس۔ اَلْاُصُوْلِ کی تاکید تھا پھر قلب کر دیا چنانچہ عَیْنُ الشَّیْءِ بھی اسی قبیل سے ہے کہ یہ بھی اصل میں اَلشَّیْءُ عَیْنُہٗ تھا اور دونوں میں اضافت صرف لفظی مغایرت کی وجہ سے ہے ۳ تَتَشَكَّلَا ای تَتَصْعَبَ یہ نفی کا جواب ہے اور اَنْ مقدرہ کی بنا پر منصوب ہے اور گو یہاں صرف دوسرا مصرع کافی تھا لیکن مقصود یہ ہے کہ دونوں قسموں پر تنبیہ ہو جائے۔

۳۸۸/۲ : ۱ کَالْھَاءِ وَالْكَافِ کی تقدیر کَھَاءِ الضَّمِیْرِ وَكَافِہٖ ہے پس اَلْ مضاف الیہ کے عوض میں ہے ۲ كُلُّ مَا مبتدا ہونے کے سبب مرفوع ہے اور ایک روایت پر لام کا فتحہ بھی ہے جس کا سبب یہ ہے کہ یہ غیر متمکن کی طرف مضاف ہے اور ایسے اسم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں اعراب اور اس کا فتحہ پر مبنی ہونا دونوں درست ہیں پس یہ مِثْلَ مَا اَنَّكُمْ (ذاریات ع) کے قبیل سے ہے اور بعض اس کو منصوب کہتے ہیں اور اس کو كُلَّمَا اُلْقِيَ کی طرح سمجھتے ہیں اور یہ صحیح نہیں کیونکہ وہاں تو كُلَّمَا شرطیہ ہے اور یہاں ایسا نہیں اور اس کے ساتھ جو مَا ہے یہ یا تو موصولہ ہے یا موصوفہ اور چونکہ مَا مضاف الیہ ہے اس لئے یہاں كُلَّ کو مَا سے جدا لکھنا چاہئے لیکن ابو شامہ فرماتے ہیں کہ قصیدہ کے نسخوں میں یہ تم کو متصل ہی ملے گا ۳ تَلِيهِ ۔ تَصِلُهُ وَتَقْرُبُهُ ای تَدْخُلُ عَلَيْهِ اور یہ یا تو وَلِيَ بمعنی تَبِعَ سے ہے ای اَتٰی بَعْدَهٗ یا وِلَایت سے ہے جو حکومت کے معنیٰ میں ہے یعنی یہ یا جس لفظ پر بھی حاکم بنتی ہے اور اس میں حلول کرتی ہے اس میں ضمیر کی فا اور کاف بھی اسی طرح کا تصرف کر سکتے ہیں ۳۸۹/۳ ۱ مُنِيفَةٍ ای زَائِدَةٍ اور یہ اَنَافَ عَلٰی كَذَا ای اَشْرَفَ عَلَيْهِ سے ہے اور اَنَافَتِ الدَّرَاهِمُ عَلٰی مِائَةٍ کے معنیٰ یہ لیتے ہیں کہ درہم سو سے زائد ہو گئے اور نَافَ ۔ نَفَرَ سے ہے جو طَالَ اور اِرْتَفَعَ کے معنیٰ میں ہے ۲ اَحْكِيهِ مستانفہ ہے ۳ مُجْمَلًا میں میم کا فتحہ اور کسرہ دونوں ہیں فتحہ کی صورت میں مفعول سے اور کسرہ کی تقدیر پر فاعل سے حال ہے اور مفعول مطلق بھی ہو سکتا ہے جو فعل کے مادہ سے تو نہیں ہے لیکن اس کا ہم معنیٰ ضرور ہے کیونکہ اَحْكِيهِ ۔ اَذْكُرُهٗ کے معنیٰ میں ہے ای اَذْكُرُهٗ ذِكْرًا جَمِيلًا سَهْلًا اور اجمال کے تین معنیٰ ہیں اور یہاں سب درست ہو سکتے ہیں (۱) کسی چیز کو تفصیل کے بغیر بیان کرنا (۲) اجمال العدد سے یعنی متفرق اعداد کو جمع کر دینا (۳) عمدہ کام کرنا اور یہ تینوں معنیٰ تینوں ترکیبوں پر چسپاں ہو سکتے ہیں ۳۹۰/۴ ۱ تِسْعُونَ اور اس کا معطوف وَتِسْعُهَا مبتدا موصوف ہے اور مَعْ ۔ كَائِنَةً کا ظرف ہو کر اس کی صفت کی اور بِفَتْحٍ ۔ هَمْزٍ کی صفت ہے اور اس کی خبر مقدر ہے ای فَمِنَ الْمِائَتَيْنِ وَاثْنَتَيْ عَشْرَةَ تِسْعُونَ يَاءً الخ اور علی قاری رحمہ اللہ کی رائے پر پہلا مصرع تمام کا تمام مبتدا ہے اور ثَمَا خبر ہے ۲ مَوَاضِعَ مستثنیٰ ہے اور موصوف ہے اور ان کی تفصیل فَاَمَانِیْ کو بھی کہہ سکتے ہیں اور ذَرُوْنِيَ الخ کو بھی پہلی صورت میں مستثنیٰ منقطع ہے کیونکہ اَرُونِيَ الخ کی چار یاآت میں صرف سکون ہے پس وہ فتحہ والی یاآت میں داخل نہیں ہیں اور دوسری تقدیر پر مستثنیٰ متصل ہو گا کیونکہ ذَرُوْنِيَ الخ بھی فتحہ والی یاآت میں داخل ہیں ۳ هُمَّلًا ۔ مَوَاضِعَ کی صفت ہے اور یہ هَامِلٌ ای مَتْرُوكٌ کی جمع ہے اور مُهْمَلٌ بھی اسی مادہ سے ہے اور هَامِل اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کو چرواہے کے بغیر چھوڑ دیا گیا ہو ۳۹۱/۵ ۱ اِتَّبِعْنِيْ سے پہلے واو عاطفہ مقدر ہے ۲ تُرْحَمْنِيْ اَكُنْ کو اگر سُكُوْنُهَا لِكُلٍّ سے نیز مقدم مان لیں تو عطفِ مفرد کے قبیل سے ہے اور اگر اس کی خبر كَذٰلِكَ مقدر مانی جائے تو عطف الجملہ علی الجملہ کی قسم سے ہو گا ۳ وَلَقَدْ جَلَا مستانفہ ہے ۳۹۲/۶ ۱ اَوْزِعْنِيْ کی تقدیر یا تو فَتْحُ يَاءِ كَلِمَتَيْ اَوْزِعْنِيْ ہے یا فَتْحُ يَاءِ اَوْزِعْنِيْ اَوْزِعْنِيْ ہے ۲ مَعًا کی تحقیق صفحہ ۲۱۵ پر النحو والعربیہ میں گذر چکی ہے ۳ جَادَ تین معنیٰ میں آتا ہے (۱) حَسُنَ (۲) كَثُرَ الْمَطَرُ وَغَزُرَ (۳) سَمَحَ بِمَالِهٖ یعنی اس نے سخاوت کی ۴ هُطَّلًا ۔ هَاطِلٌ کی جمع ہے اور هَطْلٌ لگاتار بارش ہونے کے معنیٰ میں ہے اور یہ یا تو حال ہے ای سَحَائِبُ هُطَّلًا یا تمیز ہے جو تَفَقَّأَ زَيْدٌ شَحْمًا کے قبیل سے ہے ای جَادَ هَطْلُهٗ اور جَادَ اپنے پہلے معنیٰ پر جُوْدَةٌ سے ہے ۳۹۳/۷ ۱ وَعَنْهُ وَلِلْبَصْرِيْ خبر مقدم ہے اور لِلْبَصْرِيْ میں جار کے اعادہ سے عطف کرنا بصرین کے مذہب کی بناء پر ہے اور جعبری کی رائے پر عَنْ کے بجائے لام وزن کی بناء پر لائے ہیں اور علی قاری مغنی اللبیب سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ لام عَنْ کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔ ہاں گنجائش اس کی بھی تھی کہ وَعَنْهُ وَعَنْ بَصْرٍ کہدیتے ۲ ثَمَانٍ ای ثَمَانِ يَاآتٍ اور اس میں نون کا کسرہ یا کے منوی ماننے کی بناء پر ہے اور یہ جَوَارٍ کی طرح ہے جس کی رفعی اور جری حالت تقدیری ہوتی ہے اور بعض اس یا کا اعتبار نہیں کرتے اور وہ نون پر اعراب جاری کرتے ہیں اور شعر ؎

لَهَا شَنَا يَا اَرْبَعٌ حِسَانٌ ۔۔۔ وَاَرْبَعٌ فَكُلُّهَا ثَمَانٌ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی اسی قبیل سے ہے اور علی قاریؒ کی رائے پر اس کی تقدیر فَتْحُ ثَمَانٍ یَاآتٍ ہے ہے ۳ تَنَخَّلَا اطلاقی الف سے ثَمَانٍ کی صفت ہے
اور اس کی ضمیر کُلٌّ وَاحِدٍ کی تاویل سے ثَمَانٍ کے لئے ہے اور علی قاریؒ کی رائے پر یہ فَتْحُ مقدر کی صفت ہے اس تقدیر پر
تاویل کی حاجت نہیں اور جعبری اور ابوشامہ فرماتے ہیں کہ اگر اس کو مجہول کے بجائے معروف کے صیغہ سے لاتے یعنی تَنَخَّلَا کہتے
تو اس کا الف تثنیہ کیلئے ہو جاتا اور اس صورت میں بلا تکلف ثَمَانٍ کی صفت بن جاتا یعنی الیسی آٹھ یاآت ہیں جن کو ان دونوں نے فتحہ
دینے کے لئے چن لیا ہے ۳۹۴/۸ ۱ پانچوں کلماتِ قرآنی مبتدا ہیں اور ہر ایک سے پہلے اس کی خبر مقدر ہے جو ثَابِتَانِ اور
ثَابِتٌ ہے اور ہر ایک سے پہلے مِنْهَا بھی مقدر ہے ۲ بِیُوسُفَ ثَابِتٌ کے متعلق ہے ۳ اِنِّیْ کی تقدیر شعر ۲ کے اَوْزِعْنِیْ
کی طرح ہے یعنی یَاءُ کَلِمَتَیْ اِنِّیْ یا یَاءُ اِنِّیْ اِنِّیْ لیکن کلام کی دلالت کے سبب ایک اِنِّیْ کو حذف کردیا ۴ اَلْاَوَّلَانِ ۔ اِنِّیْ
کی صفت ہے ۵ ثَمَّ تَسَرَا متانفہ ہے اور ترجمہ میں ان پانچوں کلمات کو اَلْاَوَّلُ وَالثَّانِیْ وَالثَّالِثُ وَالرَّابِعُ وَالْخَامِسُ
وَالسَّادِسُ کی خبر بنایا ہے اور اس سے آسان صورت یہ ہے کہ ان پانچوں کلمات کو شعر ۲ کے ثَمَانٍ سے بدل کہدیا جائے اس تقدیر
پر ترجمہ اس طرح ہوگا یعنی یوسف میں اِنِّیْ اِنِّیْ ہے جو پہلے ہیں اور اسی میں لِیْ ہے اور فَفِیْهِمْ بِیْ الخ ۳۹۵/۹ ۱ اَرْبَعٌ ای
اَرْبَعُ یَاآتٍ ۔ فُتِحَتْ مقدر کا فاعل ہے ۲ اِذْ اسی مقدر کا ظرف ہے ۳ هُدَاهَا ای ذَوِی الْهُدٰی اَوِ الْمُهْتَدِیْنَ ۔
حَمَتْ کا مفعول ہے ۴ وَلٰکِنِّیْ ای اَلْاَوَّلُ وَالثَّانِیْ وَلٰکِنِّیْ یا وَمِنْهَا یَاءُ وَلٰکِنِّیْ اسمیہ ہے اور اس کا واؤ تلاوتی ہے ۵
بِهَا اثْنَانِ دوسرا اسمیہ ہے ۶ وَکِلَا اِثْنَانِ کی صفت ہے یا وَلٰکِنِّیْ مبتدا ہے اور اسمیہ خبر ہے یا بِهَا ۔ وَکِلَا کے متعلق ہے
ای وَلٰکِنِّیْ اِثْنَانِ وَکِلَا بِهٰذَا اللَّفْظِ ۳۹۶/۱۰ ۱ قرآن کے تینوں کلمات سے پہلے جملہ کا ایک جزو مقدر ہے جو اول کے دو میں
مبتدا اور تیسرے میں خبر ہے اور یہ ترجمہ سے ظاہر ہے ۲ جعبری فرماتے ہیں کہ دوسری جگہ وزن کے سبب فِیْهَا کے بجائے
فِیْ هُوْدَ لائے ہیں اور اس میں وضع الظاہر موضع المضمر ہے اور یہ لَا اَرَی الْمَوْتَ یَسْبِقُ الْمَوْتَ شَیْءٌ کے قبیل سے ہے علی قاری
فرماتے ہیں چونکہ دوسرا فِیْ هُوْدَ الگ اور مستقل جملہ میں ہے جو دوسرے قُلْ کا مقولہ ہے اس بناء پر یہ لَا اَرَی الْمَوْتَ الخ کے
قبیل سے نہیں ہے ۳۹۷/۱۱ ۱ قرآن کے چاروں کلمات عطف کے ذریعہ ایک ہو کر وَصَّلَا کے مفعول ہیں اور علی قاری کی رائے
پر یہ چاروں مل کر پہلا اور حِرْمِیُّهُمْ دوسرا مبتدا ہے اور اول کا عائد محذوف ہے ای وَصَّلَاهَا ۲ چونکہ حِرْمِیٌّ لفظاً مفرد ہے
اور معنی کے اعتبار سے تثنیہ ہے اس لئے وَصَّلَا کا الف پہلی صورت میں اطلاقی اور دوسری تقدیر پر تثنیہ کے لئے ہے ۳
وَیَحْزُنُنِیْ کے بجائے لَیَحْزُنُنِیْ اولیٰ تھا تاکہ بلا ضرورت رسم کی مخالفت لازم نہ آتی ۴ حَشَرْتَنِیْ اَعْمٰی میں ہمزہ کا حذف
نقل کی بناء پر لغۃً ہے نہ کہ شعلہ کے قول کے مطابق ضرورت کی بناء پر اور اصفہانی نے اس میں یا کا حذف بھی جائز بتایا ہے لیکن یہ رسم
کے موافق نہ ہونے کے سبب روایۃً و درایۃً دونوں ہی کے خلاف ہے ۔ ۳۹۸/۱۲ ۱ اس شعر میں چار اسمیہ ہیں ۲ لِیْ یَا میں فردۃً
اور اَلْعُلَا میں وقفاً قصر ہے ۳ نصب والے تینوں اسم یا تو حال ہیں یا تمیز ۴ نَفَرُ الْعُلَا ای ذُوْ نَفَرِ الْاَدِلَّةِ الْعُلَا
مَعِیْ کی خبر ہے یا یہ دوسرا مبتدا ہے اور شعر ۱۳ کا عِمَادُ اس کی اور جملہ مَعِیْ کی خبر ہے ۳۹۹/۱۳ ۱ عِمَادُ ۔ هُمْ مقدر کی خبر ہے
۲ تَحْتَ النَّمْلِ ۔ ثَابِتٌ مقدر کا ظرف ہے جو عِنْدِیْ کی خبر ہے ۳ اِلٰی ۔ مَضْمُوْمُ مقدر کے متعلق ہے جو حُسْنُهُ کی خبر
ہے ۴ ذُرِّهِ ای تَلَأْلُؤُهُ ۵ بِالْخُلْفِ ۔ مَضْمُوْمُ مقدر کی ضمیر سے حال ہے ۶ وَافَقَ علی قاری کی رائے پر قَدْ کی تقدیر
سے یا بلا تقدیر حال ہے لیکن متانفہ قرار دینا اولیٰ اور معنیً نفیس ہے ۷ مُؤَهَّلَا ۔ اَهَّلَكَ اللّٰهُ لِكَذَا ای جَعَلَكَ لَهُ
اَهْلًا سے ہے پس مُؤَهَّلًا کے معنی یہ ہوئے مَجْعُوْلًا اَهْلًا لِلْمُوَافَقَةِ اور یہ یا تو وَافَقَ کی ضمیر سے حال ہے یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عِلْمًا مقدر کی صفت ہو کر وَافَقَ کا مفعول بہ ہے اور ابو شامہؒ کی رائے پر وَافَقَ۔ حُسْنُہٗ کی خبر ہے یعنی اس فتحہ کی وہ خوبی جو اس کی چمک کی طرف ملا دی گئی ہے اس نے قاری کی موافقت کی ہے۔

دوسری قسم وہ باون ۵۲ یاآت جن کے بعد کسرہ والا ہمزۂ قطعی ہو

۴۱۴۔ وَثِنْتَانِ مَعْ خَمْسِينَ مَعْ كَسْرِ هَمْزَةٍ بِفَتْحِ (أُ)وْلِي (حُـ)ـكْمٍ سِوَى مَا تَعَزَّلَا

ترجمہ:۔ اور (وہ) دو جو پچاس کے ساتھ ہیں (یعنی باون ۵۲ یاآت) ہمزۂ (قطعی) کے کسرہ کے ساتھ ہیں (یہ سب یاآت نافع اور ابو عمرو ہی کیلئے) انصاف والوں کے فتحہ کے ساتھ ہیں سوائے (ان باون ۵۲ میں سے) اس (مجموعہ) کے جو (اس قاعدہ سے) جدا ہو گیا ہے (اور وہ چھبیس ۲۶ یاآت ہیں جن میں سے پچیس ۲۵ تو یہاں شعر ۱۵ تا ۱۸ میں مذکور ہیں اور ایک حٰمٓ السجدہ کے آخر میں آئے گی اور ان چھبیس ۲۶ یاآت کی تین صورتیں ہو جاتی ہیں جو ابھی شرح میں آئیں گی)

تشریح:۔ یعنی دو سو بارہ میں سے باون اختلافی یاآت ایسی ہیں جن کے بعد کسرہ والا ہمزۂ قطعی ہے ان میں صرف نافع اور ابو عمرو کے لئے فتحہ ہے لیکن ان میں سے کچھ یاآت اس قاعدہ سے مستثنیٰ بھی ہیں اور ان سب کے شامل کر لینے کے بعد اس قسم کی کل یاآت کی تین نوعیں ہو جاتی ہیں اوّل وہ جو نہ تو یہاں مذکور ہیں اور نہ قصیدہ میں ان کے لئے اس کے سوا کوئی اور حکم بتایا ہے کہ ان میں نافع اور ابو عمرو کے لئے فتحہ ہے اور ایسی یاآت چھبیس ۲۶ ہیں جیسے مِنِّيٓ إِنَّكَ (آل عمران ع) اور رَبِّيٓ إِنَّهٗ (مریم ع) ان چھبیس ۲۶ میں تو قاعدہ کے موافق صرف نافع اور ابو عمرو کیلئے بلا خلاف فتحہ ہے۔ دوم وہ جو یہاں شعر ۱۵ سے شعر ۱۸ کے تَوْفِيقِيٓ تک مذکور ہیں اور یہ پچیس ۲۵ ہیں اور چھبیسویں ۲۶ رَبِّيٓ إِنَّ لِي ہے جو فصلت کے آخر میں آئے گی اور ان چھبیس ۲۶ کی تین صورتیں ہیں ۱ وہ جن کو نافع اور ابو عمرو میں سے بھی بعض فتحہ کے بجائے سکون سے پڑھتے ہیں اور یہ نو ہیں جن میں سے آٹھ تو شعر ۱۵ میں ہیں اور ایک شعر ۱۶ کی پہلی ہے ۲ وہ جن کے فتحہ میں نافع اور ابو عمرو کے ساتھ بعض دوسرے حضرات بھی شریک ہو گئے ہیں اور یہ پندرہ ہیں جن میں سے ایک شعر ۱۶ کی دوسری یا ہے اور بارہ شعر ۱۷ کی ہیں اور دو شعر ۱۸ کی پہلی ہیں ۳ وہ جن میں فتحہ پڑھنے والے تو دو ہی ہیں کم وبیش نہیں لیکن اس پر بھی وہ قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) وَرُسُلِيٓ إِنَّ اللّٰهَ (مجادلہ ع) اس میں نافع اور ابن عامر ہی کے لئے فتحہ ہے پس اس میں عام قاعدہ کے خلاف ابو عمرو سکون والوں میں اور ابن عامر فتحہ والوں میں شامل ہو گئے ہیں، (۲) رَبِّيٓ إِنَّ لِي (فصلت ع) اس میں فتحہ تو نافع اور ابو عمرو ہی کے لئے ہے۔ لیکن قالون کے لئے اس میں فتحہ اور سکون دونوں ہیں اور اس کا ذکر فصلت کے شعر ۳ میں آئے گا۔ پس یہ پہلی قسم کے عِنْدِيٓ أَوَ لَمْ کی طرح ہے جو ابھی شعر ۱۳ میں بیان ہو چکا ہے۔ سوم وہ جن میں سب کے لئے سکون ہے اور یہ نو ہیں۔ جو شعر ۱۸ کے یُصَدِّقُنِيٓ سے شعر ۱۹ کے خطابہ تک مذکور ہیں اور ان کے شامل کر لینے سے اس قسم کی کل یاآت اکسٹھ ۶۱ ہو جاتی ہیں اور اس اجمال کی تفصیل ابھی شعر ۱۵ تا ۱۹ میں آتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باون ۵۲ میں سے وہ پچیس ۲۵ یا آت جو نافع اور ابوعمرو کے فتحہ کے عام قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں اوّل وہ آٹھ جن میں صرف نافع کے لئے فتحہ ہے۔

۴۰۱ بَنَاتِيْ وَاَنْصَارِيْ عِبَادِيْ وَلَعْنَتِيْ ۔ وَمَا بَعْدَهُ اِنْ شَآءَ بِالْفَتْحِ (اُ) هُمِّلَا
۱۵

ترجمہ:۔ بَنَاتِيْ (اِنْ كُنْتُمْ حجر ع) اور اَنْصَارِيْ (اِلَى اللهِ آل عمران ع وصف ع اور) بِعِبَادِيْ (اَنَّكُمْ شعراء ع) اور لَعْنَتِيْ (اِلٰى ص ع) اور وہ (سَتَجِدُنِيْ) جس کے بعد اِنْ شَآءَ (اللّٰهُ) ہے (جو کہف ع وقصص وصفّت ع میں ہے یہ آٹھوں نافع ہی کے لئے یا کے) فتحہ کے ساتھ ہیں یہ (آٹھ یا آت کا مجموع مذکورہ بالا قاعدہ سے) علیٰحدہ چھوڑ دیا گیا ہے (چنانچہ ان آٹھوں میں ابوعمرو کیلئے فتحہ کے بجائے سکون ہے)

۴۰۲ وَفِيْ اِخْوَتِيْ وَرْشٌ يَدِيْ (عَ)نْ (اُ)وَلِيْ (حِ)مًى ۔ وَفِيْ رُسُلِيْ (اُ)صُوْلٌ كَسَوْا نَفَرَ الْمُلَا
۱۶

ترجمہ: اور اِخْوَتِيْ (اِنَّ یوسف ع کی یا) میں ورش (ہی کا فتحہ) ہے (اور) يَدِيْ (اِلَيْكَ مائدہ ع کی یا کا فتحہ حفص نافع - ابوعمرو ہی کیلئے قرارۃ کی) حفاظت والوں سے (منقول) ہے (پس اس میں حفص ان دونوں کے ساتھ شریک ہو گئے ہیں) اور (نافع - ابن عامر ہی کیلئے وَ) رُسُلِيْ (اِنَّ اللهَ مجادلہ ع کی یا کے فتح) میں ایسی اصل (صحیح نقل کا حصول) ہے جس نے (فتحہ کو کامل (اور) سفید چادریں پہنادی ہیں (اور اعتراضات سے محفوظ کر دیا ہے یا اس اصل نے فتحہ کو لباس پہنایا ہے حالانکہ یہ اصل کامل اور سفید چادروں والی ہے یعنی گو اس کلمہ میں عام قاعدہ کے خلاف ابوعمرو نے سکون اور ابن عامر نے فتحہ پڑھا ہے لیکن چونکہ یہ ان سے صحیح سند کے ذریعہ ثابت ہے اس لئے اعتراض سے اسی طرح محفوظ ہے جس طرح چادر اوڑھ لینے والا گرمی اور سردی سے امن میں ہو جاتا ہے)

۴۰۳ وَاُمِّيْ وَاَجْرِيْ سُكِّنَا (دِ)يْنَ (صُ)حْبَةٍ ۔ دُعَآءِيْ وَاٰبَآءِيْ لِكُوْفٍ تَجَمَّلَا
۱۷

ترجمہ: اور (وَ) اُمِّيْ (اِلٰهَيْنِ مائدہ ع) اور اَجْرِيْ (اِلَّا سب جگہ) دونوں (ابن کثیر - ابوبکر - حمزہ اور کسائی ہی کیلئے یا کے) سکون سے پڑھے گئے ہیں (اضافت کی یا میں) ایک جماعت کے عادت بنا لینے کی طرح (ان حضرات نے بھی یا کے اسکان کو اپنا طریق بنا لیا ہے اور ان میں سے اَجْرِيْ اِلَّا نو جگہ آیا ہے یعنی یونس ع ہود ع میں اور شعراء ع تا ع میں اور سبا ع میں اور ایک یا وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ کی ہے ان دس کی دس یا آت میں ابن کثیر اور صحبہ کے لئے سکون ہے اور ابن کثیر یا کو قصر سے اور صحبہ والے مد سے پڑھتے ہیں اور مد سے نکل آیا کہ باقی ساڑھے تین نافع - ابوعمرو - ابن عامر - حفص کیلئے ان دونوں کلمات میں دس کی دس جگہ یا کا فتحہ ہے پس ان میں ابن عامر اور حفص فتحہ والوں کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں اور دُعَآءِيْ (اِلَّا نوح ع) اور اٰبَآءِيْ (اِبْرٰهِيْمَ یوسف ع کی یا کا سکون) کوفیین (ہی) کیلئے خوبصورت ہو گیا ہے (یا یہ دونوں کلمات کوفیین کے لئے یا کے سکون کے ساتھ خوبصورت ہو گئے ہیں - پس باقی چار نافع اور ابن عامر کیلئے ان دونوں میں یا کا فتحہ ہے اور ان میں ابن کثیر اور ابن عامر فتحہ والوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں)

وہ نو یاآت جن میں سب کیلئے سکون ہے

۴۰۴ / ۱۸ ۔ وَحُزْنِيَ وَتَوْفِيقِيَ (ظِـ)ـلَالٌ وَكُلُّهُمْ ۔ يُصَدِّقُنِيَ انْظُرْنِيَ وَأَخَّرْتَنِيَ إِلَى

تیسری قسم وہ دس یاآت جن کے بعد ضمہ والا ہمزۂ قطعی ہو

۴۰۵ / ۱۹ ۔ وَذُرِّيَّتِي يَدْعُونَنِي وَخِطَابُهُ ۔ وَعَشْرٌ يَلِيهَا الْهَمْزُ بِالضَّمِّ مُشْكِلَا

ترجمہ:۔ اور (ابن کثیر اور کوفیین ہی کیلئے ی) حُزْنِيَ (إِلَى اللّٰهِ یوسف ع) اور (وَمَا) تَوْفِيقِيَ (إِلَّا ہود ع کی یا کا سکون حق تعالیٰ کی حفاظت کے) سایوں والا ہے (اور باقی تین نافع۔ ابوعمرو اور ابن عامر کیلئے دونوں میں یا کا فتحہ ہے پس ابن عامر فتحہ والوں کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں) اور تمام (قراء) يُصَدِّقُنِيَ (إِنِّي قصص ع کی پہلی اور) أَنْظِرْنِيَ (إِلَى اعراف ع و حجر ع و ص ع) اور أَخَّرْتَنِيَ إِلَى (منافقون ع) اور ذُرِّيَّتِيَ (إِنِّي احقاف ع اور) يَدْعُونَنِيَ (إِلَيْهِ یوسف ع کی یا) کو (ساکن پڑھتے ہیں) اور اس (يَدْعُونَنِي) کا خطاب (والا صیغہ وَتَدْعُونَنِيَ إِلَى النَّارِ اور تَدْعُونَنِيَ إِلَيْهِ غافر ع بھی غائب والے کی طرح ہے کہ اس میں بھی سب کے لئے سکون ہے) اور (اختلافی یاآت میں سے وہ) دس (یاآت بھی) ہیں جن سے ہمزہ ضمہ کے ساتھ حرکت دیا ہوا ہونے کی حالت میں ملتا ہے (یعنی ضمہ والے ہمزۂ قطعی سے پہلے اختلافی یاآت دس آئی ہیں)

۴۰۶ / ۲۰ ۔ فَعَنْ نَافِعٍ فَافْتَحْ وَأَسْكِنْ لِكُلِّهِمْ ۔ بِعَهْدِي وَآتُونِي لِتَفْتَحَ مُقْفَلَا

ترجمہ:۔ پس تو (ان دس کی دس یاآت کو) نافع (ہی) کیلئے فتحہ دے (اور اس قسم کی مثال إِنِّي أُمِرْتُ کی طرح ہے) اور بِعَهْدِيَ (أُوفِ بقرہ ع) اور آتُونِيَ (أُفْرِغْ کہف ع کی یا) کو تمام (قراء) کے لئے ساکن کر دے (اور ان دونوں یاآت کو بھی یاد کر لے) تاکہ تو قفل سے بند کئے ہوئے (دروازہ) کو کھول لے (یعنی چونکہ تیسیر میں ان دونوں کو بیان نہیں کیا ہے اس لئے یہ مقفل شی کی طرح تھیں جو میرے بیان سے ظاہر ہو گئی ہیں)

شرح: شعر ۱۵ سے شعر ۲۰ تک کے چھ شعروں میں چھیالیس ۴۶ یاآت بیان ہوئی ہیں ان میں سے ۱ تا ۸ میں صرف نافع کے لئے اور ۹ میں صرف ورش کیلئے اور نمبر ۱۰ میں نافع ابوعمرو۔ حفص کیلئے اور ۱۱ میں نافع اور ابن عامر کے لئے فتحہ ہے اور ۱۲ تا ۲۱ میں جو اِنِّي اور اَجْرِيَ میں ہیں ابن کثیر اور صحبہ کیلئے سکون اور باقی ساڑھے تین کے لئے فتحہ ہے اور ۲۲ و ۲۳ میں کوفیین کے لئے سکون اور باقی چار کیلئے فتحہ ہے اور ۲۴ و ۲۵ میں ابن کثیر اور کوفیین کے لئے سکون اور باقی تین کے لئے فتحہ ہے اور يُصَدِّقُنِيَ سے تَدْعُونَنِيَ إِلَيْهِ تک کی نو میں سب کیلئے سکون ہے اور تَدْعُونَنِيَ کی دونوں یاآت کی طرف خِطَابُهُ سے اشارہ کیا ہے اور جن یاآت سے پہلے ضمہ والا ہمزۂ قطعی ہو جیسے إِنِّي أُرِيدُ وہ کل بارہ آئی ہیں ان میں سے بِعَهْدِي اور آتُونِي میں سب کے لئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکون ہے اور باقی دس ۱۰ میں صرف نافع کیلئے فتحہ اور باقی چھ ۶ کیلئے سکون ہے۔

فائدہ: (۱) عِبَادِیْ میں یَا کا حذف ضرورت کی بناء پر ہے اور چونکہ اس کے بعد کسرہ والا ہمزہ صرف ایک ہی جگہ آیا ہے اس لئے حذف کرنے میں شبہ کا اندیشہ نہیں تھا۔ (۲) سَتَجِدُنِیْ کو یہاں وَمَا بَعْدَہٗ اِنْ شَآءَ سے اور کہف کے آخر میں وَمَا قَبْلَ اِنْ شَآءَ سے اور قصص اور صٰفّٰت کے آخر میں وَذُو الثُّنْيَا ای ذُو الاِسْتِثْنَآءِ سے بیان کیا ہے اور خود اس کلمہ کو نہیں لائے سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں پانچ حرکتیں لگاتار جمع ہیں جن کو شعر کا وزن برداشت نہیں کرتا (۳) نظم کی گنجائش کے موافق ایک ہی باب میں دونوں ضدوں سے کام لیتے ہیں کچھ حصہ میں ایک سے اور بعض میں دوسری سے چنانچہ چودھویں باب میں اول کے چار اشعار میں ادغام والوں کو بیان کیا ہے اور باقی پانچ میں اظہار والوں کو اور اسی طرح اس باب کے شروع سے شعر ۱۶ تک فتحہ والوں کو بیان کیا ہے اور شعر ۱۷ سے شعر ۱۹ تک یعنی دوسری قسم کے ختم تک اسکان والوں کو بیان کیا ہے اور آیندہ بھی یہی دونوں صورتیں حسب موقع آئیں گی اور اس باب میں فتحہ کے بجائے اسکان سے بیان کرنا اولیٰ تھا کیونکہ ضد سے دوسروں کے لئے فتحہ کی حرکت نکل آتی رہا فتحہ سو اصطلاح کی رو سے اس کی ضد کسرہ ہے اور اگر حَرِّكْ بِالْفَتْحِ کہتے تو یہ بھی صحیح تھا چنانچہ دوسرے موقعوں میں بھی تحریک کے ساتھ تینوں حرکتوں کی قید لگا کر لاتے رہتے ہیں اس صورت میں بھی تحریک سے اسکان نکل آتا (۴) وَحُزْنِیْ وَتَوْفِیْقِیْ ظِلَالٌ سے ایک نفیس معنی نکلتے ہیں کہ میرا رنج اور میری توفیق دونوں سایوں والے ہیں یعنی اگر مجھے گذشتہ کوتاہیوں پر رنج اور ان سے توبہ اور آیندہ کے لئے حق تعالیٰ کی طاعت و عبادت کی توفیق ہو جائے تو ان کے ذریعہ مجھے اس روز عرش کا سایہ ملے گا جس روز حدیث کی رو سے عرش کے سایہ کے سوا کوئی اور سایہ کسی جگہ بھی نہ ہوگا اور انجام کار دوزخ سے بھی ابتداءً ہی نجات نصیب ہو جائے گی اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی (۵) یُصَدِّقُنِیَ انْظُرْنِیْ کو ضرورت کے سبب تین طرح پڑھ سکتے ہیں ۱۔ یُصَدِّقْنِیَ انْظُرْنِیْ جمہور کی قراءۃ کے موافق قاف کے جزم سے اور یَا کا فتحہ یا تو نقل کی بناء پر ہے اور یہ عرب کے لغت (اَبْنَتِیَ امْرَءُہٗ) کے موافق ہے پس گویا یَا تقدیراً ساکن ہے کیونکہ فتحہ نقل کی بناء پر آیا ہے اور یہ وہ فتحہ نہیں جو اضافت کی یَا پر آیا کرتا ہے یا فتحہ اس لئے ہے کہ ہمزہ کو وصلی قرار دے کر حذف کر دیا پھر یَا کو فتحہ دیدیا اور اول اولیٰ ہے ۲۔ یُصَدِّقُنِیْ انْظُرْنِیْ عاصم اور حمزہ کی قراءۃ کے موافق قاف کے پیش سے اور ہمزہ کا حذف اس کو وصلی ماننے کی اور یَا کا حذف دو ۲ ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر ہے ۳۔ یُصَدِّقْنِ انْظُرْنِیْ قاف کے جزم نون کے کسرہ اور یَا کے حذف اور ہمزہ کے فتحہ سے اور جب شعر ۱۰ کے نَظْرَنِیْ میں یَا کا حذف اور نون کا سکون دونوں جائز تھے تو یہاں یَا کا حذف بدرجۂ اولیٰ جائز ہونا چاہئے کیونکہ اس میں تو ایک ہی تغیر ہے اور یہ تینوں وجوہ محض ضرورت کی بناء پر درست ہیں قراءۃ کی موافقت کی بناء پر نہیں کیونکہ اس کی کوئی قراءۃ بھی ان وجوہ کے موافق نہیں ہے اور چونکہ نمبر ایک میں تغیر کم ہے اور لغت کے بھی موافق ہے اور اس میں یَا کا بھی اثبات ہے اس لئے وہ اوروں سے اولیٰ ہے اور روایت سے بھی یہی ثابت ہے (۶) اَخَّرْتَنِیْ سے منافقون والا مراد ہے نہ کہ اسرا (ع ۷) والا اور اس کی دو ۲ وجوہ ہیں ۱۔ اسرا والے کو اس کے بعد باب الزوائد میں بیان کیا ہے ۲۔ یہ باب یاآت الاضافت کا ہے اور ان کا کتابت میں ہونا ضروری ہے اور یہ شرط منافقون والے ہی میں پائی جاتی ہے (۷) تیسری قسم کی دس ۱۰ اختلافی یاآت یہ ہیں: ۱۔ وَاِنِّیْ اُعِیْذُھَا (آل عمران ع ۴) ۲و۳۔ اِنِّیْ اُرِیْدُ (مائدہ ع ۵ وقصص ع ۳) ۴۔ فَاِنِّیْ اُعَذِّبُہٗ (مائدہ ع ۱۵) ۵و۶۔ اِنِّیْ اُمِرْتُ (انعام وزمر ع ۲) ۷۔ عَذَابِیْ اُصِیْبُ (اعراف ع ۱۹) ۸۔ اِنِّیْ اُشْهِدُ اللّٰهَ (ہود ع ۵) ۹۔ اَنِّیْ اُوْفِی الْكَيْلَ (یوسف ع ۸) ۱۰۔ اِنِّیْ اُلْقِیَ (نمل ع ۲) (۸) تیسیر میں تینوں قسموں میں سے کسی میں بھی اجماعی سکون والی یاآت کو بیان نہیں کیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تمام اختلافی یاآت کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورتوں کے آخر میں ان کے حکم سمیت بتا دیا ہے اس سے نکل آیا کہ بقیہ میں سکون پر اتفاق ہے ورنہ ان کو بھی بیان کرتے (۹) چونکہ شعر نمبر ۱۲ میں نافع کا صریح اسم آ رہا ہے اس لئے لِتَفْتَحَ کا لام رمز نہیں ہو سکتا ہاں اگر کوئی غلطی سے وَالْوُمِّیْ کے واو کو فاصل سمجھ لے تو پھر وہم ہو سکتا ہے اور اسی لئے علی قاریؒ کی رائے پر لِتَفْتَحَ کے بجائے وَتَفْتَحُ اولیٰ تھا۔

چوتھی قسم وہ چودہ یا آت جن کے بعد ہمزۂ وصلی مع لام ہے

۴۰۷/۲۱ ۔ وَفِي اللَّامِ لِلتَّعْرِيفِ اَرْبَعَ عَشْرَةً فَاِسْكَانُهَا فَاشٍ وَعَهْدِي فِي عُلَا

ترجمہ:۔ اور (اس) لام میں جو تعریف کیلئے ہے (یعنی اَل سے پہلے اختلافی یا آت میں سے) چودہ ۱۴ یا آت ہیں پس ان (سب) کا سکون (وحذف حمزہ ہی کیلئے) شائع (اور مشہور) ہے اور عَهْدِي (الظّٰلِمِيْنَ) بقرہ ۱۵ کی یا کا سکون حمزہ اور حفص ہی کیلئے) بلند ہونے والی (نقلوں اور دلیلوں) میں ہے (یعنی عالیشان نقل اور دلیلوں سے ثابت ہے)

۴۰۸/۲۲ ۔ وَقُلْ لِعِبَادِي كَانَ شَرْعًا وَفِي النِّدَا حِمًى شَاعَ اٰيَاتِي كَمَا فَاحَ مَنْزِلَا

ترجمہ: اور قُلْ لِعِبَادِي (الَّذِيْنَ ابراہیم ۵ کی یا کا سکون ابن عامر۔ حمزہ اور کسائی ہی کیلئے) طریق (والا) ہے (یعنی عمدہ طریق سے ثابت ہے اور ملا قاریؒ۔ سخاویؒ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قُلْ لِعِبَادِي کی یا کا اسکان شریعت والا تھا اس بناء پر کہ قُلْ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کا حکم تھا جو آپ کی وفات سے ختم ہو گیا اس لئے ناظمؒ نے تھا فرمایا ہے لیکن احقر کے ذوق میں یہ معنی اس مقام میں چسپاں نہیں ہوتے کیونکہ اگر اس کو صحیح مان بھی لیں تو اس میں امر شریعت والا تھا نہ کہ اسکان) اور (یہی اسکان) ندا (کے بعد والی یا یعنی يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ عنکبوت وزمر ۶ میں (ابوعمرو۔ حمزہ اور کسائی ہی کیلئے) حفاظت کے اعتبار سے مشہور ہو گیا ہے (کہ قراء اس کی حفاظت کرتے چلے آتے ہیں اور) اٰيَاتِيَ (الَّذِيْنَ اعراف ۱۷ کی یا کا سکون ابن عامر اور حمزہ ہی کیلئے اسی طرح ثابت اور صحیح ہو گیا ہے) جیسا کہ یہ (اٰيَاتِيْ سکون کے ساتھ) منزل کے اعتبار سے مہک گیا ہے (یعنی جس طرح اپنی ذات میں عمدہ اور رونق دار ہے اسی طرح نقلاً بھی ثابت و صحیح ہے اور چونکہ اَل سے پہلے کل یا آت بتیس ۳۲ ہیں اور اختلاف چودہ ۱۴ ہی میں ہے اور باقی میں ساتوں کیلئے فتحہ ہے اس لئے آیندہ دو شعروں میں ان چودہ ۱۴ یا آت کو شمار کراتے ہیں تاکہ اختلافی یا آت اجماعی سے ممتاز ہو جائیں)

اس قسم میں سے جن یا آت میں اختلاف ہے ان کا شمار

۴۰۹/۲۳ ۔ فَخَمْسُ عِبَادِي اعْدُدْ وَعَهْدِي اَرَادَنِي وَرَبِّيَ الَّذِي اٰتَانِ اٰيَاتِيَ الْحُلَا

ترجمہ:۔ پس تو عِبَادِي کے پانچ (کلمات کی یا) کو (جو یہ ہیں۔ قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِيْنَ ابراہیم ۵ ۲ عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ انبیاء ۷ ۳ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ سبا ۲ ۴ و ۵ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ عنکبوت وزمر ۶ میں ہیں) اور ۶ عَهْدِي (الظّٰلِمِيْنَ بقرہ ۱۵ اور ۷) اَرَادَنِيَ (اللّٰهُ زمر ۲) اور ۸ رَبِّيَ الَّذِي (بقرہ ۳۵ اور ۹) اٰتَانِيَ الْكِتٰبَ مریم ۲ اور ۱۰) اٰيَاتِيَ (الَّذِيْنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اعراف ع ان سب ایسے کلمات کی یاآت) کو شمار کرلے جو زیادہ والے ہیں۔

۴۱۰ / ۴۲۴ وَ اَهْلَكَنِىْ مِنْهَا وَ فِىْ صَـــادَ مَسَّنِىْ مَعَ الْاَنْبِيَآ رَبِّىْ فِى الْاَعْـــرَافِ كَمَّلَا

ترجمہ: اور ۱۱ اَهْلَكَنِىْ (اللّٰہُ ملک ع بھی) انھیں (چودہ یا آت) میں سے ہے اور ص (ع) میں ۱۲ مَسَّنِىْ (الشَّيْطٰنُ بھی انھیں میں سے) ہے حالانکہ یہ انبیاء (ع والے ۱۳ مَسَّنِىْ الضُّرُّ) کے ساتھ ہے (اور ۱۴ رَبِّىْ (الْفَوَاحِشَ) جو اعراف (ع) میں ہے اس نے (ان چودہ یاآت کے شمار کو) کامل کردیا ہے۔

شرح: اس قسم کی اختلافی یاآت چودہ ہیں جو شعر ۴۲۲ و ۴۲۴ میں مذکور ہیں حمزہ کیلئے ان سب میں وصلاً سکون اور حذف ہے اور پانچ یاآت میں دوسرے حضرات بھی ان کے ساتھ شامل ہوگئے ہیں چنانچہ نمبر ایک میں ابن عامر اور کسائی نے اور نمبر چار و پانچ میں ابوعمرو اور کسائی نے اور نمبر چھ میں حفص نے اور نمبر دس میں صرف ابن عامر نے ان کی موافقت کی ہے نتیجہ یہ کہ حرمی اور ابوبکر کیلئے ان سب یاآت میں فتحہ ہے اور حمزہ کیلئے سب میں سکون اور حذف ہے اور ابوعمرو کیلئے صرف يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ عنکبوت و زمر میں سکون وحذف اور باقی بارہ میں فتحہ ہے اور ابن عامر کے لئے اٰيٰتِىَ الَّذِيْنَ اعراف (ع) اور قُلْ لِّعِبَادِىَ الَّذِيْنَ ابراہیم (ع) میں سکون وحذف اور باقی بارہ میں فتحہ ہے اور حفص کیلئے عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ میں سکون وحذف اور باقی تیرہ میں فتحہ ہے اور کسائی کے لئے قُلْ لِّعِبَادِىَ الَّذِيْنَ میں اور دونوں جگہ يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ ان تین میں سکون اور حذف اور باقی گیارہ میں یا کا فتحہ ہے اور وقفاً سب کے لئے سب میں یا کا اثبات اور سکون ہے اور وصلاً سکون والوں کے لئے یا کا حذف بعد کے ساکن کی بناء پر ہے۔

فائدہ: (۱) اس قسم کی باقی اٹھارہ یاآت جن میں ساتوں کیلئے فتحہ ہے یہ ہیں ۱ تا ۳ نِعْمَتِىَ الَّتِىْ (بقرہ ع ۵ و ع ۶ و ع ۱۵) ۴ و ۵ حَسْبِىَ اللّٰهُ (توبہ ع و زمر ع) ۶ تا ۹ شُرَكَآءِىَ الَّذِيْنَ (نحل ع و کہف ع میں ایک ایک اور قصص ع میں دو) ۱۰ بَلَغَنِىَ الْكِبَرُ (آل عمران ع) ۱۱ بِىَ الْاَعْدَآءَ ۱۲ مَسَّنِىَ السُّوْٓءُ ۱۳ رَبِّىَ اللّٰهُ (اعراف ع و ع و ع) ۱۴ مَسَّنِىَ الْكِبَرُ (حجر ع) ۱۵ اَرُوْنِىَ الَّذِيْنَ (سبا ع) ۱۶ رَبِّىَ اللّٰهُ ۱۷ جَآءَنِىَ الْبَيِّنٰتُ (غافر ع و ع) ۱۸ نَبَّاَنِىَ الْعَلِيْمُ (تحریم ع) رہا اٰتٰنِۦَ اللّٰهُ (نمل ع) اور فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ (زمر ع) سو ان کا ذکر تیئیسویں باب میں آئے گا کیونکہ ان میں یا لکھی ہوئی نہیں ہے نیز ان میں اختلاف حذف واثبات کا بھی ہے (۲) فَاَسْكَنَا ذُمًا فاش میں اشارہ ہے کہ کسائی نے جو عرب سے اس کا ترک نقل کیا ہے وہ مضر نہیں جیسا کہ اوپر اسی باب کے شعر ۴۱۳ کے فائدہ میں بھی گذر چکا ہے (۳) ندا والے يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ سے عنکبوت و زمر (ع) والا ہی مراد ہے نہ کہ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ زمر (ع) والا بھی کیونکہ یہ ندا کے بعد تو ہے لیکن اس میں یا لکھی ہوئی نہیں ہے پس فتحہ اور سکون کے خلاف کا محل ہی نہیں ہے (۴) مَسَّنِىْ کے ساتھ ص اور انبیاء کی قید مَسَّنِىَ السُّوْٓءُ اور مَسَّنِىَ الْكِبَرُ کے نکلنے کیلئے ہے (۵) چونکہ اس قسم میں اجماعی یاآت زیادہ تھیں اس لئے اختلافی کے تمام مواقع بتادئے اور پہلی تین قسموں میں اجماعی یاآت میں سکون تھا اور یہاں ان میں فتحہ ہے (۶) موافقت والوں میں حمزہ کا اعادہ تصریح کیلئے ہے تاکہ خصوصیت کا شبہ پیدا نہ ہوسکے (۷) لِلتَّعْرِيْفِ کی قید سے ہمزہ کا وصلی ہونا ظاہر ہوگیا اور اسی لئے مجاز کی بناء پر اَللّٰه کے لام کو اصل کے اور اَلَّذِىْ کے لام کو صورت کے اعتبار سے تعریفی قرار دیا ہے اور ہمزہ کے ساتھ لام کی قید پانچویں قسم کے نکلنے کے لئے ہے (۸) نِعْمَتِىَ الَّتِىْ میں عاصم کے لئے مفصل ہے اور بَلَغَنِىَ الْكِبَرُ میں دوری کے لئے حلوانی سے سکون ہے (۹) وَفِى النِّدَا کی قید سے فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ نکل گیا اور يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ (زمر ع) میں شبہ انھیں کو ہوتا ہے جو رسم سے واقف نہیں ہیں اس لئے کہ اس باب میں اس یا کا ذکر ہے جو

۔ ان یاآت کو احقر نے درج ذیل دو اشعار میں جمع کیا ہے ؎ وَعَنْ كُلٍّ يٰ افْتَحْ حَسْبِىَ اللّٰهُ مَسَّنِىْ — فِى الْاَعْرَافِ حِجْرٌ جَآءَنِىْ بَلَغَنْ حُلَا
دِلِىْ وَرَبِّىْ غَافِرٍ نَبَّاَنْ وَبِىْ — اَرُوْنِىْ ثَلَاثٌ نِعْمَتِىْ شُرَكَا عُلَا ۱۲ منہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسماً ثابت ہے (۱۰) چونکہ رَبِّیْ کے بعد اَلَّذِیْ بقرہ ہی میں آیا ہے اس لئے اس کی تعیین اسی سے ہوگئی اور رَبِّیْ کے ساتھ اعراف کی قید رَبِّیَ اللّٰهُ کے نکالنے کے لئے ہے (۱۱) مَنْزِلًا کا میم معنیٰ مکرر ہے۔

پانچویں قسم ان سات یاآت میں جن کے بعد ہمزۂ وصلی بلالام ہے

۴۱۱/۲۵ - وَسَبْعٌ بِهَمْزِ الْوَصْلِ فَرْدًا وَفَتْحُهُمْ أَخِي مَعَ إِنِّي حَقُّهُ لَيْتَنِي حَلَا

ترجمہ: اور (دو سو بارہ میں سے) سات (یاآت) ہمزۂ وصلی کے ساتھ ہیں (یعنی اس سے پہلے ہیں) حالانکہ وہ (ہمزہ لام سے) اکیلا ہو (یعنی یا کے بعد ہمزۂ وصلی تو ہو لیکن اس کے بعد لام نہ ہو) اور (اس قسم میں سے) ان (قراء) کا (ابن کثیر اور ابو عمرو ہی کیلئے) أَخِيَ (اشْدُدْ طٰهٰ کی یا) کو إِنِّيَ (اصْطَفَيْتُكَ اعراف) سمیت فتحہ دینا جو ہے اس (فتحہ) کا حق (مشہور ہو گیا ہے اور) يٰلَيْتَنِيَ (اتَّخَذْتُ فرقان کی یا کا فتحہ ابو عمرو ہی کیلئے) شیریں ہو گیا ہے۔

۴۱۲/۲۶ - وَنَفْسِي سَمَا ذِكْرِي سَمَا قَوْمِي الرِّضَا حَمِيدُ هُدًى بَعْدِي سَمَا صَفْوُهُ وِلَا

ترجمہ: اور لِنَفْسِيَ (اذْهَبْ طٰهٰ کی یا کا فتحہ سَمَا والوں ہی کیلئے) بلند ہو گیا ہے (اور) ذِكْرِيَ (اذْهَبَا طٰهٰ کی یا کا فتحہ بھی سَمَا والوں ہی کیلئے) بلند ہو گیا ہے (اور) قَوْمِيَ (اتَّخَذُوا فرقان کی یا کا فتحہ نافع ۔ ابو عمرو اور بزی ہی کیلئے) پسندیدگی والا ہے (یہ فتحہ) ہدایت (والے قاری) کا پسند کیا ہوا ہے (یا ہدایت کی رو سے خوبی والا ہے اور) بَعْدِيَ (اسْمُهُ صف کی یا کا فتحہ) جو ہے اس کی صفائی (سَمَا اور ابو بکر ہی کیلئے) موافقت کے اعتبار سے بلند ہو گئی ہے (یعنی چونکہ اس کا فتحہ صحیح نقل سے ثابت ہے اس لئے اس کی موافقت اور عمدگی بلند اور مشہور ہے)

شارح: ان دو شعروں میں سات یائیں مذکور ہیں ان میں سے نمبر ا اور نمبر ۲ میں ابن کثیر اور ابو عمرو ہی کے لئے اور نمبر ۳ میں صرف ابو عمرو کیلئے اور نمبر ۴ و ۵ میں سَمَا والے تینوں کے لئے اور نمبر ۶ میں نافع ۔ بزی ۔ ابو عمرو کیلئے اور نمبر ۷ میں سَمَا اور ابو بکر کے لئے فتحہ ہے اور ہر ایک یا میں جو باقی رہے ان کیلئے یا کا سکون اور بعد کے ساکن کی بناء پر اس کا حذف ہے اور اس سے نکل آیا کہ طٰہٰ میں حفص کیلئے بھی وصلاً لِنَفْسِي اذْهَبْ اور ذِكْرِي اذْهَبَا ہے۔

فائدہ: (۱) اس قسم میں پہلی چار قسموں کی طرح عمل نہیں کیا یعنی کلیہ قاعدہ کے طور پر کسی کیلئے بھی فتحہ نہیں بتایا بلکہ ساتوں یاآت کو الگ الگ بیان کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے صرف دو یائیں رمز میں پہلی یا کے موافق تھیں یعنی نمبر ۲ نمبر ا کے اور نمبر ۵ نمبر ۴ کے موافق تھیں اور ان کے سوا سب کی رمزیں جدا جدا تھیں اس لئے دو دو کو اکٹھا اور باقی کو الگ الگ بیان کیا ہے (۲) جعبری فرماتے ہیں کہ ابو عمرو کیلئے ان ساتوں یاآت میں فتحہ ہے لیکن چونکہ یہ صرف ایک ہی یا میں اوروں سے علیحدہ تھے اس لئے ان کا اصل ہونا ضعیف ہو گیا ۔ پھر شعر ۲۵ میں تغیر کر کے فرماتے ہیں کہ اگر اس شعر کو اس طرح لے آتے تو اس قسم میں بھی پہلی چار قسموں والے قاعدہ پر عمل ہو جاتا یعنی ابو عمرو اصل ہوتے اور فتحہ والے باقی حضرات ان کے تابع ہو کر شریک ہو جاتے اور اصلاح اس طرح کی ہے۔

وَسَبْعٌ بِهَمْزِ الْوَصْلِ فَرْدًا وَفَتْحُهَا حَقِيقٌ وَإِنِّي مَعْ أَخِي دَارِمًا حَلَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس میں دوسرے قاعدہ پر عمل کیا ہے یعنی جس میں اکثر کیلئے فتحہ تھا اس کو پہلے اور جس میں کم کیلئے تھا اس کو بعد میں لائے ہیں اور وَدَیْنِیْ کی یا ہے (۳) شعر ۲۱ میں سَمَا کا دوبارہ لانا محض ضرورت کی بناء پر ہے اور اگر جعبری کی رائے کے موافق وَنَفْسِیْ مَعْ ذِکْرِیْ سَمَا فرماتے تو تکرار کی حاجت نہ ہوتی۔ علی قاری فرماتے ہیں کہ مَعْ سے یہ شبہ ہو جاتا کہ نَفْسِیْ تلاوت میں ذِکْرِیْ کے ساتھ ہے کیونکہ اس کے بعد ہی کی آیت میں آ رہا ہے (یعنی حکم میں شرکت نہ نکلتی) نیز جو تکرار توضیح کیلئے ہو وہ مضر نہیں (۴) ابو عمرو کیلئے اس قسم کی ساتوں یاآت میں فتحہ ہے اور ابن عامر اور کوفیین کے لئے سب میں سکون اور حذف ہے لیکن ابن عامر کی قراءۃ پر اس قسم کی یاآت چھ ہی ہیں اس بناء پر کہ وہ اَخِیْ اَشْدُدْ پڑھتے ہیں پس ان کیلئے یہ یا وصل کے بجائے قطعی سے پہلے ہے اور بزی کیلئے یَالَیْتَنِیْ کے سوا باقی چھ میں اور قنبل کے لئے یَالَیْتَنِیْ اور قَوْمِیْ کے سوا باقی پانچ میں اور نافع کے لئے ہما آتا ۳ کے سوا باقی چار میں فتحہ ہے۔

النحو والعربیہ: $\frac{۴۰۰}{۱۴}$ ۱ پہلا مَعْ۔ ثِنْتَانِ کی صفت ہے اور دوسرا کَائِنَاتٌ کا ظرف ہو کر ھُنَّ مقدر کی اور جملہ ثِنْتَانِ کی خبر ہے اور علی قاری کی رائے پر دوسرا مَعْ۔ خَمْسِیْنَ کی صفت ہے لیکن اس صورت میں معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ وہ پچاس یاآت جو ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہیں حالانکہ یہ بات اذنیؐ کی بارہ میں پائی جاتی ہے ۲ سِوٰی کا مستثنیٰ منہ مقدر ہے ای فِیْ جَمِیْعِ یاآتِ ھٰذَا الْقِسْمِ ۳ تَعَـزَّلَا اَیِ انْفَرَدَ $\frac{۴۰۱}{۱۵}$ قرآن کے تمام کلمات مبتدا ہیں اور عِبَادِیْ سے پہلے واؤ عاطفہ مقدر ہے اور بِالْفَتْحِ۔ کَائِنَۃٌ کے متعلق ہو کر خبر ہے اور اُھْمِلَا ای تُرِکَ عَنْ اَصْلِہِ الْمُقَرَّرِ فِیْمَا تَقَدَّمَ مستانفہ ہے اور علی قاری کی رائے پر یہ خبر ہے اور بِالْفَتْحِ حال ہے $\frac{۴۰۲}{۱۶}$ ۱ حِمًی مقصور اور منون ہے اور حفاظت اور احاطہ کے معنیٰ میں ہے اور حدیث اِنَّ لِکُلِّ مَلِکٍ حِمًی وَاِنَّ حِمَی اللّٰہِ مَحَارِمُہٗ بھی اسی قبیل سے ہے ۲ اَصْلُ ای حُصُوْلُ اَصْلٍ ۳ دَانِیَ الْمُلَاۃِ یا تو کَسَا کے فاعل سے حال ہے یا اس کا دوسرا مفعول ہے اور پہلا مقدر ہے یعنی الْفَتْحَ اور مطلب ترجمہ سے ظاہر ہے اور دَانِیْ کامل کے معنیٰ میں ہے ۴ مُلَاۃ بالمد مَلَاءَۃٌ کی جمع ہے جو سفید چادر کے معنیٰ میں ہے اور اس کی تحقیق دیباچہ کے صفحہ ۱۸ پر فائدہ کے ذیل میں گذر چکی ہے۔ $\frac{۴۰۳}{۱۷}$ ۱ دِیْنَ صُحْبَۃٍ میں دِیْنَ کا نصب یا تو اس بناء پر ہے کہ یہ دَانَ کا مصدر مؤکد ہے صِبْغَۃَ اللّٰہِ اور کِتٰبَ اللّٰہِ کی طرح اور دَانَ۔ اِعْتَادَ کے معنیٰ میں ہے یعنی یہ صحبہ والوں کی اس عادت کی طرح ہے جس کو وہ اضافت کی یاآت اور قرآن کی قراءۃ میں اختیار کرتے ہیں اور اپنا طریق بناتے ہیں یا یہ سَکِّنَا کے معنیٰ سے حال ہے ای اُدْعُ الْاِسْکَانَ فِیْہِمَا حَالَ کَوْنِہٖ دِیْنَ صُحْبَۃٍ ۲ لِکُوْفٍ کا لام فعل کے متعلق ہے جو خبر ہے اور اس میں الف اطلاقی بھی ہو سکتا ہے اور تثنیہ کیلئے بھی اور دوسری صورت میں معنیٰ یہ ہوں گے کہ یہ کوفیین کو اسکان کے ساتھ خوبصورت معلوم ہوئے اس لئے انہوں نے ان دونوں میں اسکان کو اختیار کر لیا $\frac{۴۰۴}{۱۸}$ ۱ ظِلَالٌ ای ذُوْ ظِلَالٍ ۲ یُمَدِّدُوْنَنِیْ سے شعر ۱۹ کے یَدْعُوْنَنِیْ تک کے پانچوں کلمات اَسْکَنَ یا یُسْکِنُ مقدر کے مفعول ہیں جو کُلُّھُمْ کی خبر ہے $\frac{۴۰۵}{۱۹}$ ۱ وَنِصَابُہٗ کی خبر مقدر ہے ای کَغَیْبِہٖ اور اس کی ضمیر یَدْعُوْنَنِیْ کیلئے ہے ۲ عَشْرٌ کی خبر مقدر ہے ای وَمِنَ الْمُخْتَلَفِ فِیْہَا عَشْرٌ ۳ مُشْکِلَا۔ شَکَلْتُ الْکِتَابَ اور اَشْکَلْتُہٗ ای اَعْرَبْتُہٗ سے ہے اور اس کی تحقیق آٹھویں باب کے آخر میں گذر چکی ہے اور یہ فاعل سے حال ہے $\frac{۴۰۶}{۲۰}$ ۱ پہلی فا تعقیبیہ ہے اور دوسری زائدہ ہے فَاِذَا ھَلَکْتُ فَعِنْدَ ذٰلِکَ فَاجْزَعِیْ کی طرح ۲ بَعْدِیْ کی یا احقر کے خیال میں تلاوت کی ہے اور تقدیر یَاءَ بَعْدِیْ ہے اور علی قاری رحمہ اللہ اس کو ظرف کہتے ہیں پس اس تقدیر پر یا تلاوت کی نہیں بلکہ رمزی کے معنیٰ میں ہے ۳ مُقْفَلَا ای مُغْلَقًا $\frac{۴۰۷}{۲۱}$ ۱ وَفِی اللَّامِ کی تقدیر وَفِیْ قَبْلَ اللَّامِ ہے اور اگر اس طرح لاتے تب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کبھی اس سے پہلے موصول محذوف ہوتا ای وَفِی اللَّفْظِ الَّذِیْ قَبْلَ اللَّامِ اور لغت میں ان دونوں کے نظائر موجود ہیں کہ صرف ظرف یا ظرف و موصول دونوں کو حذف کر دیتے ہیں ۲؎ لِلتَّعْرِیْفِ۔ اَللَّامِ کی صفت ہے ای وَفِی اللَّامِ الَّتِیْ لِلتَّعْرِیْفِ اور یہ اَرْبَعَ عَشْرَۃً کی خبر مقدم ہے اور مرکب بنائی کے دونوں جزو فتحہ پر مبنی ہوتے ہیں پس یہاں عَشْرَۃً کی تنوین ضرورت کی بناء پر ہے چنانچہ عرجی کہتے ہیں۔ نَجَاءَتْ تَعُوْدُ النَّاسُ فِیْ تِسْعَ عَشْرَۃً اور فراء کی رائے پر شعر میں پہلے جزو کی اضافت اور دوسرے میں تنوین بھی جائز ہے اسی لئے ابو شامہؒ کی رائے پر یہاں اَرْبَعُ عَشْرَۃٍ بھی درست ہے یعنی پہلے جزو کے رفع اور دوسرے کے جر اور تنوین سے ۳؎ فَاسْکَانُھَا کی ھا یا تو اَرْبَعَ عَشْرَۃً کے لئے ہے یا ان یاؤں کیلئے ہے جو اس کی تمیز ہے اور مقدر ہے ۴؎ عُلًا۔ عُلْیَا کی جمع ہے اور اس کا موصوف مقدر ہے ای فِیْ اَدِلَّۃٍ عَالِیَۃٍ $\frac{۴۰۸}{۲۲}$ ۱؎ وَفِی النِّدَا کی تقدیر وَاِسْکَانُ الْیَاءِ فِیْمَا بَعْدَ الْمُنَادٰی ہے پس فِیْ۔ اِسْکَانُ مقدر کے متعلق ہے اور ندا میں قصر وقفاً ہے نہ کہ ضرورۃً ۲؎ کَمَا میں مَا مصدریہ ہے اور کَانَ کَاْیِنًا کے متعلق ہے جو ثُبُوْتًا مقدر کی صفت ہے اور وہ ثَابِتٌ مقدر کا مفعول مطلق ہے اور وہ اِیْتِیْ کی خبر ہے ای ثَابِتٌ ثُبُوْتًا کَاْیِنًا کَکَوْنِہٖ ۳؎ مَنْزِلًا۔ فَاحَ کے فاعل سے تمیز ہے $\frac{۴۰۹}{۲۲}$ ۱؎ چونکہ یہاں خَمْسَ کا معدود کلمات ہے اس لئے اس کو تا کے بغیر لائے ہیں ۲؎ اِثْنَیْنِ میں یا کا حذف وزن کی بناء پر ہے نقل کے طریق پر اِتْنِیْ اِیْتِیَ الْحُلَا بھی درست تھا اور اسی طرح حَشْرِیْ تَتِیْ اَعْمٰی شعر ۱۱؎ میں بھی یہی دونوں وجوہ درست تھیں غرض یہ کہ دونوں ایک قبیل سے ہیں علی قاری فرماتے ہیں کہ اگر اثنین میں روایت حذف سے نہ ہوتی تو نقل اولیٰ تھی ۳؎ اَلْحُلَا۔ حِلْیَۃٌ کی جمع ہے اور یہ چھتوں کلمات کی صفت ہے $\frac{۴۱۰}{۲۴}$ ۱؎ مَتِّنِیْ کے بعد مِنْھَا مقدر ہے اور یہ مِنْ مقدر اور فِیْ صِحَابٍ کا فِیْ دونوں ثَابِتٌ کے متعلق ہیں جو مَتِّنِیْ کی خبر ہے ۲؎ مَعْ یا تو اَلْکَاْئِنُ کا ظرف ہے یا کَاْئِنًا کا پہلی صورت میں مَتِّنِیْ کی صفت ہے اور دوسری تقدیر پر اس سے حال ہے $\frac{۴۱۱}{۲۵}$ ۱؎ بِھَمْزِ الْوَصْلِ سَبْعٌ کی خبر ہے اور علی قاریؒ کی رائے پر صفت ہے ۲؎ حَقَّہٗ فعل مقدر کا فاعل ہے اَیِ اشْتَھَرَ حَقُّہٗ اور یہ بلا تقدیر بھی خبر بن سکتا ہے $\frac{۴۱۲}{۲۶}$ ۱؎ اَلرِّضٰی ای ذُوالرِّضٰی۔ نُوْرِیْ کی خبر ہے ۲؎ حَمِیْدُ ھُدًی ای مَحْمُوْدُ ھُدًی یا تو قَوْمِیْ کی دوسری خبر ہے یا ھُوَ مقدر کی خبر ہے اور حَمِیْدُ کے متعلق یہ فیصلہ نہیں ہو سکا کہ اس کی دال پر تنوین ہے یا نہیں اس لئے ترجمہ دونوں طرح کیا ہے تنوین کی صورت میں ھُدًی تمیز ہے اور ترک کی تقدیر پر مضاف الیہ ہے ۳؎ سَمَا صَفْوُہٗ وِلًا ای سَمَتْ مُتَابَعَۃُ صَفْوِہٖ۔

چھٹی قسم وہ تیس ۳۰ یا آت جن کے بعد ہمزہ کے سوا دوسرے حروف آرہے ہیں

$\frac{۴۱۳}{۲۷}$ وَمَعْ غَیْرِ ھَمْزٍ فِیْ ثَلَاثِیْنَ خُلْفُھُمْ ۔ وَمَحْیَایَ جِیْ بِالْخُلْفِ وَالْفَتْحُ خُوِّلَا

ترجمہ:۔ اور ہمزہ کے سوا (دوسرے حروف) کے ساتھ تیس ۳۰ (یا آت کے فتحہ و سکون) میں ان (قراء) کا خلاف ہے اور وَمَحْیَایَ (انعام ۱۱ کی یا) جو ہے تو (اس میں ورش ہی کیلئے) خلاف کو لے آ (یعنی چونکہ اس میں ان کیلئے سکون و فتحہ دونوں صحیح نقلوں سے ثابت ہیں اس لئے منکرین کا رد کرنے کیلئے ان نقلوں کو پیش کر دیا اس میں ان کے لئے خلاف لایا گیا ہے اور پیش کیا گیا ہے) اور (نافع کے سوا باقی چھ کیلئے اس یا کو) فتحہ دیا گیا ہے (اور یا کو اس کا مالک بنایا گیا ہے رہے غیر مذکور جو قالون ہیں سو ان کے لئے صرف سکون نکل آیا پس اس میں قالون کے لئے دونوں حالتوں میں صرف سکون اور اس سے پہلے الف میں طویل مد

۱۰؎ ای الْکَلِمَاتِ ذَوَاتِ الْحُلٰی ۱۲۔ ط

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

لیکن علی قاری فرماتے ہیں کہ اس میں دوسرے قاعدہ پر عمل کیا ہے یعنی جس میں اکثر کیلئے فتحہ تھا اس کو پہلے اور جس میں کم کیلئے تھا اس کو بعد میں لائے ہیں اور وَلِیَتَنِیْ کی یا ہے (۳) شعر ۲۶ میں سَمَا کا دوبار لانا محض ضرورت کی بناء پر ہے اور اگر جعبری کی رائے کے موافق وَنَفْسِیْ مَعْ ذِکْرِیْ سَمَا فرماتے تو تکرار کی حاجت نہ ہوتی۔ علی قاری فرماتے ہیں کہ مَعْ سے یہ شبہ ہو جاتا کہ نَفْسِیْ تلاوت میں ذِکْرِیْ کے ساتھ ہے کیونکہ اس کے بعد ہی کی آیت میں آ رہا ہے (یعنی حکم میں شرکت نہ نکلتی) نیز جو تکرار توضیح کیلئے ہو وہ مضر نہیں (۴) ابوعمرو کیلئے اس قسم کی ساتوں یاآت میں فتحہ ہے اور ابن عامر اور کوفیین کے لئے سب میں سکون اور حذف ہے لیکن ابن عامر کی قراءة پر اس قسم کی یاآت چھ ہی ہیں اس بناء پر کہ وہ اَخِیَ اشْدُدْ پڑھتے ہیں پس ان کیلئے یہ یا وصل کے بجائے قطعی سے پہلے ہے اور بزی کیلئے یٰلَیْتَنِیْ کے سوا باقی چھ میں اور قنبل کے لئے یٰلَیْتَنِیْ اور قَوْمِیْ کے سوا باقی پانچ میں اور نافع کے لئے سَمَا ۲ کے سوا باقی چار میں فتحہ ہے۔

النحو والعربیہ: ۱۴/۴۰۰ ۱ پہلا مَعْ۔ ثِنْتَانِ کی صفت ہے اور دوسرا کائِنَاتٌ کا ظرف ہو کر ھُنَّ مقدر کی اور جملہ ثِنْتَانِ کی خبر ہے اور علی قاری کی رائے پر دوسرا مَعْ۔ خَمْسِیْنَ کی صفت ہے لیکن اس صورت میں معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ وہ پچاس یاآت جو ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہیں حالانکہ یہ بات اذن کی باون میں پائی جاتی ہے ۲ سِوَی کا مستثنیٰ منہ مقدر ہے ای فِیْ جَمِیْعِ یاآتِ ھٰذَا الْقِسْمِ ۳ تَعَزَّلَا ای اِنْفَرَدَ ۱۵/۴۰۱ قرآن کے تمام کلمات مبتدا ہیں اور عِبَادِیْ سے پہلے واو بعاطفہ مقدر ہے اور بِالْفَتْحِ۔ کَائِنَةٌ کے متعلق ہو کر خبر ہے اور اُھْمِلَا ای تُرِكَ عَنْ اَصْلِهِ الْمُقَرَّرِ فِیْمَا تَقَدَّمَ مستانفہ ہے اور علی قاری کی رائے پر یہ خبر ہے اور بِالْفَتْحِ حال ہے ۱۶/۴۰۲ ۱ حِمیٰ مقصور اور منون ہے اور حفاظت اور احاطہ کے معنیٰ میں ہے اور حدیث اِنَّ لِکُلِّ مَلِكٍ حِمیً وَّاِنَّ حِمَی اللّٰہِ مَحَارِمُهٗ بھی اسی قبیل سے ہے ۲ اَصْلٌ ای حُصُوْلُ اَصْلٍ ۳ دَانِیَ الْمُلَا یا تو کَسَا کے فاعل سے حال ہے یا اس کا دوسرا مفعول ہے اور پہلا مقدر ہے یعنی اَلْفَتْحَ اور مطلب ترجمہ سے ظاہر ہے اور دَانِیْ کامل کے معنیٰ میں ہے ۴ مُلَا بالمد مَلَاءَةٌ کی جمع ہے جو سفید چادر کے معنیٰ میں ہے اور اس کی تحقیق دیباچہ کے صفحہ ۱۸ پر فائدہ کے ذیل میں گذر چکی ہے۔ ۱۷/۴۰۳ ۱ دِیْنَ صُحْبَةٍ میں دِیْنَ کا نصب یا تو اس بناء پر ہے کہ یہ دَانَ کا مصدر مؤکد ہے صِبْغَةَ اللّٰہِ اور کِتٰبَ اللّٰہِ کی طرح اور دَانَ۔ اِعْتَادَ کے معنیٰ میں ہے یعنی یہ صحبہ والوں کی اس عادت کی طرح ہے جس کو وہ اضافت کی یاآت اور قرآن کی قراءة میں اختیار کرتے ہیں اور اپنا طریق بناتے ہیں یا یہ مُسْکِنًا کے معنیٰ سے حال ہے ای اُدْرِعَ الْاِسْکَانُ فِیْهِمَا حَالَ کَوْنِهٖ دِیْنَ صُحْبَةٍ ۲ بِکُوْبٍ کا لام فعل کے متعلق ہے جو خبر ہے اور اس میں الف اطلاقی بھی ہو سکتا ہے اور تثنیہ کیلئے بھی اور دوسری صورت میں معنیٰ یہ ہوں گے کہ یہ کوفیین کو اسکان کے ساتھ خوبصورت معلوم ہوئے اس لئے انہوں نے ان دونوں میں اسکان کو اختیار کر لیا ۱۸/۴۰۴ ۱ ظِلَالٌ ای ذُوْ ظِلَالٍ ۲ یُصَدِّقُنِیْ سے شعر ۱۹ کے یَدْعُوْنَنِیْ تک کے پانچوں کلمات اَسْکَنَ یا یُسْکِنُ مقدر کے مفعول ہیں جو کُلُّهُمْ کی خبر ہے ۱۹/۴۰۵ ۱ وَخِطَابُهٗ کی خبر مقدر ہے ای کَغَیْبِهٖ اور اس کی ضمیر یَدْعُوْنَنِیْ کیلئے ہے ۲ عَشْرٌ کی خبر مقدر ہے ای وَمِنَ الْمُخْتَلَفِ فِیْهَا عَشْرٌ ۳ مُشْکِلًا۔ شَکَلْتُ الْکِتَابَ اور اَشْکَلْتُهٗ ای اَعْرَبْتُهٗ سے ہے اور اس کی تحقیق آٹھویں باب کے آخر میں گذر چکی ہے اور یہ فاعل سے حال ہے ۲۰/۴۰۶ ۱ پہلی فا تعقیبیہ ہے اور دوسری زائدہ ہے فَاِذَا هَلَكْتُ فَعِنْدَ ذٰلِكَ فَاجْزَعِیْ کی طرح ۲ بَعْدِیْ کی یا احقر کے خیال میں تلاوت کی ہے اور تقدیر یَاءُ بَعْدِیْ ہے اور علی قاری رحمہ اللہ اس کو ظرف کہتے ہیں پس اس تقدیر پر یا تلاوت کی نہیں بلکہ رفی کے معنیٰ میں ہے ۳ مُقْفَلًا ای مُغْلَقًا ۲۱/۴۰۷ ۱ وَفِی اللَّامِ کی تقدیر وَفِیْ قَبْلَ اللَّامِ ہے اور اگر اس طرح ناتے تب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی اس سے پہلے موصول محذوف ہوتا ای وَفِی اللَّفْظِ الَّذِیْ قَبْلَ اللَّامِ اور لغت میں ان دونوں کے نظائر موجود ہیں کہ صرف ظرف یا ظرف وموصول دونوں کو حذف کر دیتے ہیں ۲ لِلتَّعْرِیْفِ۔ اَللَّامِ کی صفت ہے ای وَفِی اللَّامِ الَّتِیْ لِلتَّعْرِیْفِ اور یہ اَرْبَعَ عَشْرَۃً کی خبر مقدم ہے اور مرکب بنائی کے دونوں جزء فتحہ پر مبنی ہوتے ہیں پس یہاں عَشْرَۃً کی تنوین ضرورت کی بناء پر ہے چنانچہ عرجی کہتے ہیں۔ نَجَاءَتْ تَعُوْنُ النَّاسُ فِیْ تِسْعَ عَشْرَۃً اور فراء کی رائے پر شعر میں پہلے جزء کی اضافت اور دوسرے میں تنوین بھی جائز ہے اسی لئے ابو شامہ کی رائے پر یہاں اَرْبَعُ عَشْرَۃٍ بھی درست ہے یعنی پہلے جزء کے رفع اور دوسرے کے جر اور تنوین سے ۳ فَاِسْکَانُھَا کی ھا یا تو اَرْبَعَ عَشْرَۃً کے لئے ہے یا اس یاء کیلئے ہے جو اس کی تمیز ہے اور مقدر ہے ۴ عُلًا۔ عُلْیَا کی جمع ہے اور اس کا موصوف مقدر ہے ای فِیْ اَدِلَّۃٍ عَالِیَۃٍ $\frac{۴۰۸}{۲۲}$ ۱ ای فِی النِّدَاءِ کی تقدیر ذَاِسْکَانُ الْیَاءِ فِیْمَا بَعْدَ الْمُنَادٰی ہے پس فِیْ۔ اِسْکَانٌ مقدر کے متعلق ہے اور ندا میں قصر وقفاً ہے نہ کہ ضرورۃً ۲ کَمَا میں مَا مصدریہ ہے اور کَانَ کَائِنًا کے متعلق ہے جو ثُبُوْتًا مقدر کی صفت ہے اور وہ ثَابِتٌ مقدر کا مفعول مطلق ہے اور وہ اَیْنِیْ کی خبر ہے ای ثَابِتٌ ثُبُوْتًا کَائِنًا کَکَوْنِہٖ ۳ مَنْزِلًا۔ فَاحَ کے فاعل سے تمیز ہے $\frac{۴۰۹}{۲۲}$ ۱ چونکہ یہاں خَمْسَ کا معدود کلمات ہے اس لئے اس کو تاء کے بغیر لائے ہیں ۲ اِثْنَیْنِ میں یاء کا حذف وزن کی بناء پر ہے نقل کے نزاق پر اِثْنِیْ اَیْنِیْ اَلْحُلَا بھی درست تھا اور اسی طرح حَشَرْتَنِیْ اَعْمٰی شعر ۱۱ میں بھی یہی دونوں وجوہ درست تھیں غرض یہ کہ دونوں ایک قبیل سے ہیں علی قاری فرماتے ہیں کہ اگر اِثْنَیْنِ میں روایت حذف سے نہ ہوتی تو نقل اولیٰ تھی ۳ اَلْحُلَا۔ حِلْیَۃٌ کی جمع ہے اور یہ خمسوں کلمات کی صفت ہے $\frac{۴۱۰}{۲۲}$ ۱ مَثْنِیْ کے بعد مِنْھَا مقدر ہے اور یہ مِنْ مقدر اور فِیْ صَادٍ کا فِیْ دونوں ثَابِتٌ کے متعلق ہیں جو مَثْنِیْ کی خبر ہے ۲ بَعْ یا تو اَلْکَائِنُ کا ظرف ہے یا کَائِنًا کا پہلی صورت میں مَثْنِیْ کی صفت ہے اور دوسری تقدیر پر اس سے حال ہے $\frac{۴۱۱}{۲۵}$ ۱ بِھَمْزِ الْوَصْلِ سَبْعٌ کی خبر ہے اور علی قاری رحمہ اللہ کی رائے پر صفت ہے ۲ حَقَّہٗ فعل مقدر کا فاعل ہے اَیِ اشْتَھَرَ حَقُّہٗ اور یہ بلا تقدیر بھی خبر بن سکتا ہے $\frac{۴۱۲}{۲۶}$ ۱ اَلرِّضٰی ای ذُوالرِّضٰی۔ قَوْمِیْ کی خبر ہے ۲ حَمِیْدٌ ھُدًی ای مَحْمُوْدٌ ھُدًی یا تو قَوْمِیْ کی دوسری خبر ہے یا ھُوَ مقدر کی خبر ہے اور حَمِیْدٌ کے متعلق یہ فیصلہ نہیں ہو سکا کہ اس کی دال پر تنوین ہے یا نہیں اس لئے ترجمہ دونوں طرح کیا ہے تنوین کی صورت میں ھُدًی تمیز ہے اور ترک کی تقدیر پر مضاف الیہ ہے ۳ سَمَا صَفْوُہٗ وِلًا ای سَمَتْ مُتَابَعَۃُ صَفْوِہٖ۔

چھٹی قسم وہ تیس[۳] یاآت جن کے بعد ہمزہ کے سوا دوسرے حروف آرہے ہیں

$\frac{۴۱۳}{۲۷}$ وَمَعْ غَیْرِ ھَمْزٍ فِیْ ثَلَاثِیْنَ خُلْفُھُمْ　　وَمَحْیَایَ جِیْ بِالْخُلْفِ وَالْفَتْحُ خُوِّلَا

ترجمہ:- اور ہمزہ کے سوا (دوسرے حروف) کے ساتھ تیس[۳] (یاآت کے فتح اور سکون) میں ان (قراء) کا خلاف ہے اور وَمَحْیَایَ (انعام ع ۲ کی یا) جو ہے تو (اس میں ورش ہی کیلئے) خلاف کو لے آ (یعنی چونکہ اس میں ان کیلئے سکون و فتحہ دونوں صحیح نقلوں سے ثابت ہیں اس لئے منکرین کا رد کرنے کیلئے ان نقلوں کو پیش کر دیا اس میں ان کے لئے خلاف لایا گیا ہے اور پیش کیا گیا ہے) اور (نافع کے سوا باقی چھ کیلئے اس یا کو) فتحہ دیا گیا ہے (اور یا کو اس کا مالک بنایا گیا ہے رہے غیر مذکور جو قالون ہیں سو ان کے لئے صرف سکون نکل آیا پس اس میں قالون کے لئے دونوں حالتوں میں صرف سکون اور اس سے پہلے الف میں طویل مد

۱۰ ای الْکَلِمَاتِ ذَوَاتِ الْحُلٰی - ۱۲ - ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور ورش کیلئے سکون اور فتحہ دونوں ہیں اور باقی چھ کیلئے صرف فتحہ ہے اور فتحہ والوں کیلئے اس میں وصلاً قصر اور وقفاً تینوں وجوہ ہیں اور سکون والوں کیلئے حالین میں فقط طول ہے)

۴۱۴/۲۸ وَ(عَمَّ) (عُـلاً وَجْهِيَ وَ بَيْتِيَ بِنُوحٍ (عَـنْ (لِوًى وَسِوَاهُ (عُـدَّ (اَ) صْـلاً لِيُحْفَلاَ

ترجمہ :- اور وَجْهِيَ (آل عمران ع والانعام ع کی یا کا فتحہ نافع - ابن عامر اور حفص ہی کیلئے) بلندی کے اعتبار سے عام ہوگیا ہے (یعنی اس کی بلندی اور قوت مشہور و معلوم ہے) اور (اس) بَيْتِيَ (مومنا کی یا کا فتحہ) جو نوح (ع) میں ہے حفص اور ہشام ہی کیلئے) جھنڈے والے (مشہور قاری) سے (منقول) ہے اور اس (نوح والے بَيْتِيَ) کے سوا (البقرہ ع دحج ع کا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ) جو ہے وہ (یعنی اس کی یا کا فتحہ حفص - نافع - ہشام ہی کیلئے) اصل شمار کیا گیا ہے (یا تو اس فتحہ کو اصل شمار کرلے یعنی چونکہ اضافت کی یا میں فتحہ بھی اصل ہے اس لئے اس میں تینوں جگہ فتحہ پڑھنے والے بھی حق پر ہیں) تاکہ یہ (فتحہ) ظاہر کیا جائے (اور اس کا اہتمام کیا جائے اور اس کو محفوظ کرلیا جائے پس ہشام و حفص کیلئے بَيْتِيَ میں تینوں جگہ فتحہ ہے اور نافع کیلئے نوح والے میں سکون اور باقی دو میں فتحہ ہے اور باقی پانچ کیلئے تینوں میں سکون ہے یعنی بَيْتِي)

۴۱۵/۲۹ وَمَعْ شُرَكَآءِيْ مِنْ وَّرَآءِيْ (دَ) وَّنُوْا وَلِيْ دِيْنِ (عَـنْ (هَـادٍ بِخُلْفٍ (لَهُ) الْحَـلاَ

ترجمہ :- اور ان (قراء) نے مِنْ وَّرَآءِيَ (مریم ع کی یا کے فتحہ) کو ثابت (اور جمع) کیا ہے حالانکہ یہ شُرَكَآءِيَ (فصلت ع کی یا کے فتحہ) کے ساتھ ہے (پس ان دونوں میں ابن کثیر ہی کیلئے فتحہ ہے اور) وَلِيَ دِيْنِ (کافرون کی یا کا فتحہ حفص ہشام - نافع کیلئے بلا خلاف اور بزی کیلئے) ہدایت کرنے والے (قاری) سے ایسے خلف کے ساتھ ہے جس کے لئے (دلائل کے) زیور ہیں (پس وَلِيَ دِيْنِ میں نافع - ہشام - حفص کیلئے صرف فتحہ اور بزی کیلئے فتحہ اور سکون دونوں ہیں لیکن مشہور اور طریق کے موافق سکون ہی ہے کیونکہ فتحہ فارسی کے بجائے ابوالفتح اور ابوالحسن سے ہے اور باقی ساڑھے چار کیلئے صرف سکون وَلِيْ دِيْنِ ہے اور چونکہ لِيْ میں اس قسم کی اختلافی یاآت آٹھ آئی ہیں اس لئے ان کو ممتاز کرنے کی غرض سے چھ کے ساتھ ان کے قریب والے الفاظ بڑھا دیئے اور دو کے ساتھ سورۃ کی قید لگا دی)

۴۱۶/۳۰ مَمَاتِيَ (اَ) تٰى اَرْضِيْ صِرَاطِيْ ابْنُ عَامِرٍ وَفِي النَّمْلِ مَالِيْ (دُ) مْ (لِمَنْ (رَ) اقَ (نَوْ) فَلاَ

ترجمہ :- (وَ) مَمَاتِيَ (انعام ع کی یا کا فتحہ نافع ہی کیلئے) آیا ہے (اور) اَرْضِيَ (وَاسِعَةٌ عنکبوت ع اور) صِرَاطِيَ (مُسْتَقِيمًا انعام ع کی یا کا فتحہ) ابن عامر (ہی کی قراءۃ) ہے اور نمل (ع) میں مَالِيَ (لا کی یا کا فتحہ ابن کثیر - ہشام - کسائی - عاصم ہی کیلئے) ہے (اور باقی ساڑھے تین نافع - ابوعمرو - ابن ذکوان - حمزہ کیلئے سکون (مَالِيْ) ہے) تو ہمیشہ اس (طالب علم) کیلئے سخی (اور علم کی دولت کا خوب تقسیم کرنے والا) رہ جو (ظاہر و باطن کے اعتبار سے) صاف (اور خوشنما) ہوگیا ہے (یا اس نے تعجب میں ڈالا ہے یا یہ فتحہ اس کے لئے ہے جو خوشنما ہوگیا ہے - حالانکہ وہ سخی ہے اللہ کرے تو ہمیشہ پسندیدہ عیش سے رہے)

۴۱۷/۳۱ وَلِيْ نَعْجَةٌ مَا كَانَ لِيْ اثْنَتَيْنِ مَعْ مَعِيْ ثَمَانٍ (عُـلًى وَالظُّلَّةُ الثَّانِ (عَـنْ (جِـلاَ

ـه وَمَحْيَايَ میں فتحہ التقائے ساکنین سے احتراز کے لئے اور سکون وصل بنیت وقف کی بناء پر ہے - ۱۲ ط

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ:- (اور) وَرِدَا نَعۡجَۃٌ (صٓ ع اور) مَا كَانَ لِيَ حالانکہ یہ دُڈ (کو پہنچنے والا) ہے (یا مگر ہے یعنی ابراہیم ع دُمیں ع میں ہے) حالانکہ یہ (دونوں) مَعِيَ کے ساتھ ہیں (اور وہ مَعِيَ) آٹھ ہیں (جو اعراف ع وتوبہ ع اور کہف ع وانبیاء ع وشعراء وقصص ع میں ایک ایک اور کہف ع میں دو ہیں ان گیارہ یا آت کا فتحہ حفص ہی کیلئے) بلندیوں والا ہے اور (سورۂ) ظُلَّۃ (شعراء یعنی اس کا دوسرا (مَعِيَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ جو ع میں ہے اس کا فتحہ حفص و ورش ہی کیلئے) ظہور (اور شہرت والے قاری) سے ہے۔

۴۱۸ وَمَعۡ تُؤۡمِنُوا لِي يُؤۡمِنُوا بِي (جـ) ـا وَيَا عِبَادِيَ (صِـ) ـفۡ وَالۡحَذۡفُ (عَـ) ـنۡ (شَـ) ـاكِرٍ (دَ) لَا
۳۲

ترجمہ: اور (ورش ہی کیلئے) وَلۡيُؤۡمِنُوا بِي (بقرہ ع کی یا کا فتحہ) آیا ہے حالانکہ یہ تُؤۡمِنُوا لِي (دخان ع کی یا کے فتحہ کے ساتھ ہے اور تو (ابوبکر ہی کیلئے) يٰعِبَادِيَ (زخرف ع کی یا کے فتحہ) کو بیان کردے (یا يٰعِبَادِيَ جو ہے تو اس کی یا کے فتحہ کو بیان کردے پس اس میں ان کیلئے وصلاً یا کا اثبات اور اس کا فتحہ ہے اور وقفاً يٰعِبَادِيۡ ہے یا کے سکون سے) اور (اس میں حالین میں یا کا) حذف (حفص۔ حمزہ۔ کسائی۔ ابن کثیر ہی کیلئے اس) شکر گزار (قاری) سے ہے جس نے (اپنا) ڈول بھر کر نکالا ہے (یعنی وہ قراءۃ کے علم میں خوب ماہر اور پورا کامیاب ہے اور حذف اور فتحہ کی ضد سے نکل آیا کہ باقی تین نافع۔ ابوعمرو۔ ابن عامر کے لئے حالین میں يٰعِبَادِيۡ ہے یا کے اثبات اور سکون سے نیز دَلَا میں حذف والی قراءۃ کی قوت کی طرف بھی اشارہ ہے کیونکہ منادیٰ کے آخر میں سے یا کا حذف۔ اثبات سے اولیٰ ہے اور بعض مصاحف کی رسم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے)

۴۱۹ وَفَتۡحُ وَلِيَ فِيهَا لِوَرۡشٍ وَحَفۡصِهِمۡ وَمَالِيَ فِي يٰسٓ سَكِّنۡ (فَـ) ـتُكۡمِلَا
۳۴

ترجمہ:- اور وَلِيَ فِيهَا (طٰہٰ ع کی یا) کا فتحہ ورش اور سارے ہی کے حفص ہی کیلئے ہے اور تو یٰسٓ (ع) میں (وَمَالِيَ لَا کی یا) کو (حمزہ ہی کیلئے) ساکن کردے تاکہ تو (اس کے ذریعہ تیس یا آت کے شمار کو) کامل کردے (یا تاکہ ان یا آت کی معرفت کامل ہو جائے اس آخری کلمہ میں قسم کے پورا ہونے کے ساتھ باب کے ختم ہونے کی طرف بھی اشارہ فرمادیا فللّٰہ درّہٗ)

شرح۔ اس باب میں فتحہ کی ضد سے دوسروں کیلئے سکون اور سکون کی ضد سے باقین کیلئے فتحہ خود سمجھ لینا چاہئے اور وَجۡهِيَ سے لِيَعِبَادِيَ تک کی تمام یا آت کا فتحہ وَالۡفَتۡحُ خُوِّلَا کے تحت میں داخل ہونے سے نکلا ہے اور ان سات اشعار میں تیس یا آت ہیں ان میں سے نمبر ایک وَمَحۡيَايَ میں ورش کیلئے سکون و فتحہ دونوں ہیں دانی نے ان کیلئے سکون ابن خاقان اور ابوالحسن طاہر سے پڑھا ہے اور طریق بھی ابن خاقان ہی سے ہے اور فتحہ ابوالفتح سے پڑھا ہے اس میں ورش نے نافع سے تو سکون ہی روایت کیا ہے رہا فتحہ سو اس کو نقلاً صحیح اور عربیت میں قوی ہونے کی بناء پر خود اختیار کر لیا تھا خلاصہ یہ کہ دونوں وجوہ صحیح ہیں اور سکون روایت کی اور فتح اختیار کی بناء پر ہے لیکن۔ اور قالون کیلئے اس میں صرف سکون اور مد ہے اور باقی چھ کیلئے صرف فتحہ ہے اور نمبر دو و تین یعنی وَجۡهِيَ میں نافع۔ ابن عامر۔ حفص ہی کیلئے فتحہ ہے اور بَيۡتِيَ میں نوح میں ہشام و حفص کیلئے اور بقرہ و حج میں نافع۔ ہشام حفص کیلئے فتحہ ہے چھ یا آت تو یہ ہو گئیں اور نمبر سات و آٹھ میں صرف ابن کثیر کیلئے فتحہ ہے اور نمبر ۹ میں نافع۔ ہشام۔ حفص کیلئے فتحہ ہے اور بزی کیلئے فتحہ اور سکون دونوں ہیں اور سکون مشہور تر اور طریق کے موافق ہے اور باقی ساڑھے چار کے لئے صرف سکون ہے اور نمبر دس میں صرف نافع کیلئے اور نمبر گیارہ و بارہ میں ابن عامر ہی کیلئے فتحہ ہے اور نمبر تیرہ مَالِيَ لَا (نمل) میں ابن کثیر۔ ہشام۔ عاصم۔ کسائی ہی کے لئے فتحہ ہے اور نمبر چودہ تا چوبیس تک کی گیارہ میں جو لِيَ کے تین اور مَعِيَ کے آٹھ کلمات ہیں ان میں صرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حفص کے لئے فتحہ ہے اور نمبر پچیس ۲۵ وَمَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (شعراء ع) میں جو اس سورت کا دوسرا مَعِیَ ہے ورش اور حفص ہی کیلئے فتحہ ہے پس غیر ہمزہ سے پہلے مَعِیَ نو جگہ آیا ہے۔ جن میں سے آٹھ میں فقط حفص کیلئے اور نویں یعنی شعراء کے دوسرے مَعِیَ میں ورش و حفص کیلئے فتحہ ہے اور نمبر چھبیس ۲۶ وستائیس ۲۷ میں صرف ورش کیلئے فتحہ ہے اور نمبر اٹھائیس ۲۸ یٰعِبَادِیَ میں ابوبکر کے لئے وصلاً فتحہ اور وقفاً سکون اور نافع - ابوعمرو - ابن عامر کے لئے دونوں حالتوں میں اثبات اور سکون ہے کیونکہ یہ یا مدنی اور شامی مصاحف میں لکھی ہوئی ہے اور باقی ساڑھے تین کیلئے حالتین میں حذف ہے کیونکہ ان کے مصاحف میں مرسوم نہیں ہے اور نمبر انتیس ۲۹ وَلِیَ فِیْهَا (طٰہٰ) میں ورش و حفص ہی کے لئے فتحہ ہے اور نمبر تیس ۳۰ وَمَالِیَ لَا (یٰسٓ ع) میں حمزہ کے لئے سکون اور باقی چھ ۶ کے لئے فتحہ ہے۔

فائدہ: بملہ (۱) ورش کیلئے وَمَحْیَایَ میں جو خلاف ہے وہ ازرق کے شاگردوں سے ہے چنانچہ اسکان ابن ہلال سے ہے جس کو انھوں نے نحاس کے ذریعہ ازرق سے پڑھا ہے اور فتحہ ابن عون سے ہے جس کو انھوں نے ازرق سے اور انھوں نے ورش سے پڑھا ہے اہوازی کہتے ہیں کہ میں نے ابن سیف سے اور انھوں نے ازرق سے اور ازرق نے ورش سے دونوں وجوہ پڑھی ہیں اور ابن شریح اور ابوالعلاء نے صرف اسکان بیان کیا ہے اور تیسیر میں ہے کہ مجھے ابن خاقان نے اپنے شیوخ سے (پڑھکر) اسکان ہی پڑھایا ہے اور میں اسی کو اختیار کرتا ہوں اور دانی ایجاز میں فرماتے ہیں کہ دونوں روایتوں میں پسندیدہ تر اور صحت سے قریب اسکان ہے اور جِیْ بِالْخُلْفِ میں انھیں صحیح نقلوں کی طرف اشارہ ہے (۲) اس میں فتحہ کی وجہ یہ ہے کہ دو ۲ ساکن جمع نہ ہونے پائیں اور سکون اس لئے ہے کہ مد سے دو ۲ ساکنوں میں جدائی ہو رہی ہے اور یہ سکون نَسَبًا کی طرح وصل بہ نیتِ وقف کی بنا پر ہے اور بعض جاہلوں نے سکون کی قراءۃ پر اعتراض کیا ہے اور دلیل یہ بیان کی ہے کہ نحاۃ کے قول پر حرفِ علت (ساکن) کے بعد متکلم کی یا پر فتحہ ہی آیا کرتا ہے اور یہ یا بھی الف کے بعد ہے لیکن چونکہ ممانعت کی وجہ اجتماع ساکنین ہے اور یہاں مد کے ذریعہ دو ۲ ساکنوں میں جدائی ہو رہی ہے اس لئے یہ دلیل صحیح نہیں اور اجتماع ساکنین کے درست اور نادرست ہونے کی تفصیلی بحث صفحہ ۱۴۸ پر شرح اور فائدہ کے ذیل میں درج ہو چکی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ورش نے خود نافع سے بھی پہلے اسکان پھر فتحہ روایت کیا ہے رہا بعض کا یہ قول کہ نافع نے سکون سے رجوع کر لیا تھا سو اس کے یہ معنی نہیں کہ اس کو بالکل ترک کر دیا تھا کیونکہ قالون کی روایت میں تو اس میں بلا خلاف سکون ہی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ سکون کے ساتھ ساتھ فتحہ کو بھی اختیار کر لیا تھا یا معنی یہ ہیں کہ درایۃً فتحہ کو اختیار کر لیا تھا اس بناء پر کہ یہ عربیت کی رو سے قوی ہے اور اس سے روایۃً سکون کا ناجائز ہونا لازم نہیں آتا اور ابوشامہ بھی اس بارہ میں راہ صواب سے نکل گئے ہیں اور جعبری نے پورے اہتمام سے ان کے اعتراض کا عمدہ جواب لکھا ہے جس کے ذکر سے اس کتاب میں درازی ہو جائے گی (۳) نشر میں ہے رہی یہ روایت کہ نافع نے سکون سے فتحہ کی طرف رجوع کر لیا تھا سو حافظ ابوعمرو دانی رح نے جو اس کی حقیقت سے سب سے زیادہ واقف ہیں اس کا رد کیا ہے اور اس پر اعتراض کیا ہے چنانچہ جامع البیان میں فرماتے ہیں کہ یہ خبر باطل ہے نہ تو یہ نافع سے ثابت ہے اور نہ صحیح ہے اور اس کی دو ۲ وجوہ ہیں اوّل یہ کہ یہ خبر منفرد اور شاذ ہے اور مذکورہ بالا ان خبروں کے خلاف ہے جن کو ان حضرات نے نقل کیا ہے جو معتبر بھی ہیں اور اس لائق بھی ہیں کہ ان کے قول کی طرف رجوع کیا جائے پس یہ خبر اس لائق نہیں کہ تواتر کے معارض ہو سکے اور اس کی بناء پر جمہور کے قول کو ترک کیا جا سکے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر نافع سکون کو ترک کر کے فتحہ کو اختیار کرتے تو اس کا علم ان حضرات کو تو ہونا چاہئے تھا جو آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور جنھوں نے آپ کی قراءۃ کو روایت کیا ہے اور آپ کی وجوہ کو جمع کیا ہے پھر یہ حضرات اس رجوع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو آپ سے روایت بھی کرتے اور اگر سب نہیں تو بعض تو ضرور ہی روایت کرتے چنانچہ اسحٰق بن محمد مسیبی - اسماعیل بن جعفر انصاری اور عیسیٰ بن میناء (قالون) وغیرہ جیسے حضرات کی تو شان یہ تھی کہ جب سے امام نافع قراءۃ کی مسند پر متمکن ہوئے اس وقت سے آپ کی وفات کے زمانہ تک آپ کے ساتھ رہے اور مجلس میں حاضر رہے پس ان حالات میں یہ امر محال ہے کہ امام اپنی قراءۃ میں سے کسی وجہ میں تبدیلی کرتے اور اس کو ترک کرتے اور ان حضرات کے مجلس میں ہوتے ہوئے بھی ان کو اطلاع نہ دیتے اور یہ نہ فرماتے کہ پہلے تو میں نے اسکان اختیار کر رکھا تھا اور اب اس کے بجائے فتحہ اختیار کر لیا ہے پس میری جانب سے اس کو لکھ لو اور جس سکون کو میں نے ترک کر دیا ہے اس کو فتحہ سے بدل دو ـــــ حالانکہ آپ کے تمام شاگردوں کا نقلاً اور اداءً اسکان ہی کے نقل کرنے پر اجماع ہے اور اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ جو روایت حمادی نے ورش سے نقل کی ہے وہ غلط ہے اور اس کے باطل ہونے میں کوئی شبہ نہیں لہٰذا اس کا ساقط کر دینا واجب ہے اور اسکان کی وجہ جو اس کی مخالف اور معارض ہے اس کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے انتہیٰ خلاصہ یہ کہ وَمَحْيَايَ کی یا میں ورش کیلئے دونوں وجوہ ثابت ہیں اور اکثر کتب میں اسکان اور بعض میں فتحہ ہے اور جمہور اسکان ہی پر ہیں (قاری رحمہ اللہ)

فائدہ: ۳ (۱) ابوشامہؒ کی رائے پر وَالْفَتْحُ خُذْ عُلًا ای مُعَلًّا میں اشارہ ہے کہ عربیت میں فتحہ قیاس سے موافق تر ہے اور اسکان اجتماعِ ساکنین کی بناء پر ضعیف ہے اور قرآن کی فصاحت کے مناسب فتحہ ہی ہے دیکھو مَثْوَايَ - هُدَايَ میں فتحہ پر اجماع ہے حالانکہ یہ دونوں بھی وَمَحْيَايَ کی طرح ہیں اور فرماتے ہیں کہ بعض عرب نے نافع کے اس امر کو پسند نہیں کیا اور اس پر تعجب ظاہر کیا ہے کہ موصوف نے وَمَحْيَايَ میں سکون اور وَمَمَاتِيَ میں فتحہ پڑھا ہے حالانکہ اولیٰ یہ تھا کہ اس کا عکس کرتے یا دونوں کا فتحہ پڑھتے اور گمان یہ ہے کہ انہوں نے دونوں کا فتحہ ہی پڑھا ہو گا اور یہی ان کے راوی ورش کی دو وجوہ میں سے ایک وجہ ہے اور یہی صحیح روایت ہے چنانچہ ابوبکر بن مجاہد نے کتاب الیاآت میں احمد بن صالح سے اور انہوں نے ورش سے اور ورش نے نافع سے نقل کیا ہے کہ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيَ میں دونوں یاؤں کا فتحہ ہے اور ایک اور روایت میں ہے کہ ورش فرماتے ہیں کہ نافع پہلے تو وَمَحْيَايَ میں یا کو ساکن پڑھتے تھے پھر اس کو فتحہ کی حرکت دینے کی طرف رجوع کر لیا تھا اس کو نقل کر کے ابوشامہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت تمام روایات پر حاکم ہے کیونکہ اس سے دونوں وجوہ معلوم ہوتی ہیں اور اتنی بات اور زائد ہے کہ اس سے سکون سے حرکت کی طرف رجوع کر لینے کا بھی پتہ چلتا ہے اور چونکہ اس میں اسکان کا بھی اعتراف ہے اور اس سے رجوع کرنے کا بھی۔ اس لئے اسکان کی روایت اس کے معارض نہیں ہو سکتی اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ امام نافع کے اعلیٰ ترین شاگرد اسماعیل بن جعفر کی روایت سے بھی اس فتحہ ہی کی تائید ہوتی ہے جو اس میں مختار ہے چنانچہ ابن مجاہد کہتے ہیں کہ محمد بن جہم نے ہاشم سے اور انہوں نے اسمٰعیل بن جعفر سے۔ اور انہوں نے ابوجعفر شیبہ نافع سے نقل کر کے مجھ سے بیان کیا کہ یہ تینوں وَمَحْيَايَ میں یا کو فتحہ دیتے تھے پھر فرماتے ہیں کہ اس آیت میں چار یائیں ہیں جن میں سے پہلی دو ان مشہور طرق کی رو سے بالاتفاق ساکن ہیں پس نافع نے ۳ کو سکون سے اور ۴ کو فتحہ سے پڑھا ہے اور جب ایک امام سے دو روایتیں منقول ہوں جن میں سے ایک دلیل کی رو سے اولیٰ ہو تو عقلمند کیلئے لائق یہی ہے کہ اس امام کے متعلق یہ اعتقاد رکھے کہ اس نے ضعیف سے قوی کی طرف رجوع کر لیا ہو گا اور دانیؒ کے اس کلام سے دھوکہ نہ کھانا جو ان کی کتاب ایجاز میں ہے کہ ان کی رائے پر سکون پسندیدہ ہے اور عربیت کی رو سے اس کی دلیل بھی بیان کی ہے کیونکہ ان کا انتہائی استدلال بعض عرب کے اس قول سے ہے اِلْتَقَتْ حَلْقَتَا الْبِطَانِ وَلَهُ ثُلُثَا الْمَالِ کہ ان دونوں میں الف کا اثبات ہے اور یہ ضعیف اور شاذ ہے جس کی تائید کسی قراءۃ سے بھی نہیں ہوتی دیکھو اس قسم کی مثالوں میں الف کے حذف پر اجماع ہے چنانچہ اُدْخُلُوا النَّارَ اور خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ بھی انھیں مثالوں میں سے ہیں نیز دانیؒ نے اَنِّیْٓ میں ابوعمرو کی سکون والی قراءۃ سے بھی استدلال کیا ہے سو اس کا ذکر سورۂ احزاب میں آئے گا اور اس کا حکم بھی وہی ہے جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَمَحْيَايَ کا ہے (۲) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ شعر ۳ مَمَاتِي الخ کو شعر ۲۷ کے بعد لانا اولیٰ تھا اس سے وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي دونوں کا بیان یکجا ہو جاتا (۳) سورۂ شعراء کو ظُلَّۃ فرمانا اس بنا پر ہے کہ اس میں يَوْمِ الظُّلَّةِ ہے (۴) يٰعِبَادِ فَاتَّقُونِ (زمر ۲) کی یا تمام مصاحف سے محذوف ہے اور چونکہ ندا میں یا کا حذف لغت کی رو سے بھی فصیح تر ہے اس لئے اس سے بھی اس کی تائید ہوگئی اسی لئے اس کے حذف پر سبعہ کا اجماع ہے (۵) وَلِيَ دِيْنِ میں تیسیر کی رو سے بزی کے لئے اسکان مشہور ہے اور جعبری کی شرح میں تیسیر کی عبارت اس طرح لکھی ہے وَفِي التَّيْسِيرِ بِخِلَافٍ عَنْهُ وَالْمَشْهُورُ هُوَ الْفَتْحُ پس یہاں هُوَ الْاِسْكَانُ کے بجائے هُوَ الْفَتْحُ قلم کی لغزش کا نتیجہ ہے (۶) علی قاری فرماتے ہیں کہ وَالظُّلَّةُ الثَّانِ عَنْ جِلاً میں ورش کے ساتھ حفص کا اعادہ تاکید کے لئے ہے۔ لیکن معمولی سے غور کے بعد معلوم ہو سکتا ہے کہ واقع میں ایسا نہیں کیونکہ شعراء کے دوسرے مَعِيَ کا ذکر اس سے پہلے بالکل نہیں آیا اس بناء پر کہ یہ تو مَعِيَ کا نواں کلمہ ہے اور جن میں صرف حفص کیلئے فتحہ بتایا ہے وہ آٹھ ہیں جو اس کے بغیر ہی پورے ہو جاتے ہیں۔ (۷) إِنِّيْ أَرَانِيْ (یوسف ۲) میں عمیری کیلئے اور لِعِبَادِيَ يَقُوْلُوا الَّتِيْ (اسراء ۶) میں ابن مجاہد کی روایت سے ابوبکر کیلئے یا کا فتحہ ہے۔

النحو والعربیہ: $\frac{۴۱۳}{۲۷}$ ۱ فِيْ۔ ثَابِتٌ مقدر کے متعلق ہے جو خُلْفُهُمْ کی خبر ہے ۲ جِيءَ بِالْخُلْفِ بتقدیر فِيْهِمَا مَقُوْلٌ فِيْ حَقِّهِ مقدر کا مقولہ ہو کر وَمَحْيَايَ کی خبر ہے اور شعلہ کے قول پر جِيءَ ماضی مجہول ہے اور ہمزہ کا حذف ضرورت کی بناء پر ہے ۳ خُوِّلَا ای أُعْطِيَ وَمُلِّكَ $\frac{۴۱۴}{۲۸}$ ۱ وَعَمَّ عُلًا۔ وَجْهِيَ ظاہراً فعلیہ ہے لیکن علی قاری رحمہ اللہ کی رائے پر عَمَّ خبر مقدم ہے اور وَجْهِيَ مبتدا ہے ای فَتْحُ يَاءِ وَجْهِيَ عَمَّ عُلَاهُ اور غالباً یہ اس لئے کیا ہے کہ یہ جملہ بھی اسمیہ ہو کر باقی جملوں کے ساتھ متحد ہو جائے ۲ بِنُوْحَ میں جعبری کے قول پر تنوین کا حذف وزن کے سبب سے ہے نہ کہ منع صرف کی بناء پر کیونکہ حا پر کسرہ آ رہا ہے جو غیر منصرف کے حکم کے خلاف ہے پس موصوف کی رائے کی رو سے اس میں حا کا کسرہ پڑھنا چاہئے اور علی قاری کی رائے پر اس کو غیر منصرف قرار دے کر فتحہ دینا بھی درست ہے کیونکہ یہاں یہ سورۃ کا عَلَم ہے (پس منع صرف تانیث اور علمیت کی بناء پر ہے) اور فرماتے ہیں کہ یہ شعلہ کے اس قول سے اولیٰ ہے کہ ثلاثی اور ساکن الاوسط ہونے کے باوجود اس کا غیر منصرف قرار دینا یا تو ضرورت کے سبب ہے یا ضعیف لغت کی بناء پر کیونکہ یہاں یہ نبی کا علم نہیں ہے (تاکہ شعلہ کی یہ تقریر جاری ہو سکے) ۳ لِوَى میں ضرورت کی بناء پر قصر ہے اور حدیث لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ میں بھی لِوَى اسی معنیٰ میں ہے ۴ وَسِوَاهُ ای فَتْحُ يَاءٍ سِوَى مَوْضِعِ نُوْحَ عُدَّ کبریٰ ہے ۵ عُدَّ یا تو ماضی مجہول ہے یا امر اور دوسری صورت میں اس کی تقدیر عُدَّهُ ہے ۶ لِيُحْفَلَا ای لِيُهْتَمَّ یا تو حَفَلْتُهُ ای كَشَفْتُهُ سے ہے یا حَفَلْتُ بِكَذَا ای بَالَيْتُ بِهِ سے ہے یعنی میں نے اس کی پرواہ کی اور خیال رکھا اور فُلَانٌ مُحْفَلٌ بِحَسَبِهِ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی اپنی ذاتی خوبی کو محفوظ رکھے $\frac{۴۱۵}{۲۹}$ ۱ پہلا مصرع فعلیہ بھی ہو سکتا ہے اور اسمیہ بھی ۲ وَلِيْ کا واو یا تو عاطفہ ہے یا تلاوت کا ۳ عَنْ اور بِا دونوں مَنْقُوْلٌ یا ثَابِتٌ مقدر کے متعلق ہیں جو وَلِيَ دِيْنِ کی خبر ہے اور علی قاری کی رائے پر بِخُلْفٍ حال ہے ۴ هَادٍ۔ تَارِيٍ مقدر کی صفت ہے $\frac{۴۱۶}{۳۰}$ ۱ لِمَنْ کے لام میں دو احتمال ہیں (الف) نَوْفَلًا کے متعلق ہو اور اس صورت میں نَوْفَلًا یا تو دُمْ کی خبر ہے جبکہ اس کو كُنْ کے معنیٰ میں کہا جائے یا دُمْ کے فاعل سے حال ہے (ب) یہ کہ لام ثَابِتٌ کے متعلق ہو جو مَالِيْ کی خبر ہے اور اس صورت میں نَوْفَلًا ۔ رَاقَ کے فاعل سے حال ہوگا اور دُمْ معترضہ ہوگا ای عِشْتَ عِيْشَةً مَرْضِيَّةً ۲ رَاقَ ای صَفَا اَوْ اَعْجَبَ ۳ نَوْفَلًا فَوْعَلًا کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے اور اَلسَّيِّدُ الْمُعْطِيْ کے معنیٰ میں ہے $\frac{۴۱۷}{۳۱}$ ۱ وَلِيْ نَعْجَةٌ کے واو میں بھی دونوں احتمال ہیں اور یہ اپنے معطوف مَا كَانَ لِيْ سے مل کر مبتدا ہے ۲ اِثْنَيْنِ یا تو بَالِغًا مقدر کا مفعول ہے جو مَا كَانَ لِيْ سے حال ہے یا اِثْنَيْنِ خود ہی مُكَرَّرًا کے معنیٰ میں ہو کر حال ہے ۳ مَعْ ۔ كَاثْنَيْنِ کا ظرف ہے جو

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلے دونوں کلمات سے حال ہے ۶ ثمانٍ شعلۃٌ کی رائے پر ھُوَ مقدر کی خبر ہے جو مُعِیٌّ کی طرف راجع ہے اور ملا علی قاری کی رائے پر مُعِیٌّ سے حال ہے اور یا کا حذف نَعْلِیْ اَمْرِیْ یَاتِ والے لغت کی بنا پر ہے جس کی رو سے منقوص کا نصب بھی جر کی طرح تقدیری ہوتا ہے۔ اِثْنَیْنِ کی تذکیر اس لئے ہے کہ رِیٌّ سے لفظ مراد ہے اور ثمانٍ کی تانیث اس لئے ہے کہ مُعِیٌّ کلمات کے مرتبہ میں سے ہے ۷ عُلًی ای ذُوْ عُلًی۔ فَنَتُحُھَا مقدر کی اور جملہ وَلِیْ نُعْجَۃٌ کی خبر ہے ۸ اَلتَّانِ میں یا کا حذف کسرہ کی دلالت کی بنا پر ہے اور یہ اَلظُّلَّۃُ سے بدل البعض ہے ۹ عَنْ جِلَآءٍ ای عَنْ ذِیْ ظُھُوْرٍ $\frac{۲۱۸}{۲۲}$ ۱۰ لِعِبَادِیْ کو مبتدا قرار دینے کی نسبت صفت کا مفعول ٹھہرانا اولیٰ ہے کیونکہ اس صورت میں عائد کی تقدیر کی حاجت نہیں ہوتی ۱۱ دَلَا اور اَدْلٰی دونوں اَخْرَجَ دَلْوَہٗ مَلَاْیٰ کے معنی میں مستعمل ہیں $\frac{۲۱۹}{۲۳}$ ۱ مسکن میں فتحہ سے سکون کی طرف انتقال کیا ہے ۲ فَتَکْمُلَا۔ اِکْمَالٌ سے بھی ہو سکتا ہے اور کمال سے بھی دوسری صورت میں اس میں تا کا فتحہ اور میم کا ضمہ ہوگا۔

بَابُ مَذَاھِبِھِمْ فِی الْیَاۤءَاتِ الزَّوَاۤئِدِ

تیئسواں ۲۳ باب قراء کے ان قواعد میں جو یاآتِ زوائد کے اثبات وحذف کے بارہ میں ہیں

اس میں پچیس شعر ہیں

شارح: یہ عنوان متن و شروح کے نسخوں میں کئی طرح درج ہے ۱ وہ جو یہاں لکھا گیا ہے ۲ بَابُ مَذَاھِبِھِمْ فِی الزَّوَاۤئِدِ ۳ بَابُ یَاۤءَاتِ الزَّوَاۤئِدِ ۴ بَابُ مَذَاھِبِھِمْ فِیْ یَاۤءَاتِ الزَّوَاۤئِدِ۔ یاآتِ زوائد ان یاآت کو کہتے ہیں جو قرآنوں میں لکھی ہوئی نہیں ہیں ان میں جو اختلاف ہے وہ اثبات وحذف میں ہے کہ بعض ان کو پڑھتے ہیں اور اس میں اصل کی موافقت ہے اور بعض حذف کرتے ہیں جو رسم کے مطابق ہے یہ یاآت کلمہ کے آخر میں ہوتی ہیں اسم میں بھی جیسے بِالْوَادِ۔ اَلتَّنَادِ۔ وَالْبَادِ اور فعل میں بھی جیسے نَرْتَعِ۔ نَبْغِ۔ یَاْتِ اور لام کلمہ بھی ہوتی ہے جیسا کہ ان مثالوں میں ہے اور اضافت کیلئے بھی جو مجرور بھی ہوتی ہے جیسے دُعَآءِ اور منصوب بھی جیسے اَخَّرْتَنِ اور ان کی دو ۲ قسمیں ہیں ۱ وہ جو آیت کے آخر میں ہیں جیسے اَلْمُتَعَالِ ۲ وہ جو آیت کے درمیان ہیں جیسے وَخَافُوْنِ ان میں سے جو یاآت رسماً ثابت ہیں ان میں تو سب کیلئے صرف اثبات ہے اور جو رسم میں نہیں ہیں ان کی دو ۲ صورتیں ہیں ۱ وہ جن میں سب کیلئے حذف ہے اور یہ اکثر ہے ۲ وہ جن میں اختلاف ہے ان میں سے اکثر کا ذکر تو اس باب میں آئے گا اور بعض کا سورۂ رعد اور سورۂ ق میں اور جو اس باب میں آئیں گی ان میں تو اثبات وحذف کا اختلاف صرف وصل میں یا وصل ووقف دونوں میں ہوتا ہے جو سورتوں میں آئیں گی ان میں وصلاً تو سب کیلئے حذف ہے اور وقفاً بعض کیلئے اثبات اور بعض کیلئے حذف ہے۔ اور اکیسویں ۲۱ باب میں گذر چکا ہے کہ وَادِ النَّمْلِ بھی اسی دوسری قسم میں سے ہے اس لئے اس کا

۱ یاآت زوائد میں اثبات حجازی اور حذف ہذلی لغت ہے۔ ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذکر سورۃ میں آنا چاہئے تھا۔

فائدہ:۔ (۱) جو یا دو یاؤں کے جمع ہونے کی بناء پر رسم سے حذف ہو جائے جیسے یُحْیِ یَسْتَحْیِ وغیرہ میں ہے اس کو زائد نہیں کہتے اسی لئے وہ یا حالین میں بالاتفاق ثابت رہتی ہے (۲) زائد چار معنی میں آتا ہے ۱؎ جو کلمہ کے اصلی حروف میں سے نہ ہو یہ اہل صرف کی اصطلاح ہے ۲؎ جو کسی عامل سے متعلق نہ ہو جیسے بِحَسْبِكَ زَيْدٌ اور وَكَفٰى بِاللّٰهِ کی با ۳؎ جس کا دخول اور خروج یکساں ہو یعنی اس کے نہ لانے سے بھی معنی میں فرق نہ آتا ہو جیسے نفی میں با اور مِنْ کی زیادتی جیسے مَا زَيْدٌ بِقَائِمٍ اور مَا جَاءَنِيْ مِنْ اَحَدٍ اور یہ دونوں اصطلاحیں نحاۃ کی ہیں۔ ۴؎ جو قرآن میں لکھا ہوا نہ ہو اور قرأۃ کے فن میں یہی مراد ہوتا ہے پس چونکہ اس کے کئی معنی تھے اس لئے بتاتے ہیں کہ اس فن میں اس سے یہی آخری معنی مراد ہیں۔

۴۲۰ وَدُونَكَ يَاءَاتٍ تُسَمَّى زَوَائِدًا لِاَنْ كُنَّ عَنْ خَطِّ الْمَصَاحِفِ مَعْزِلَا
۱

ترجمہ: اور تو ان یاآت کو لیلے (اور یاد کرلے) جو اس لئے زوائد نام رکھی جاتی ہیں (یا نام پاتی ہیں) کہ وہ (یاآت عثمانی قرآنوں کی کتابت سے علیحدگی والی ہیں (یعنی ان کو زائد اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مصاحف میں لکھی ہوئی نہیں ہیں)

وہ قراء جو ان یاآت کو وصل و وقف دونوں حالتوں میں ثابت رکھتے ہیں

۴۲۱ وَتَثْبُتُ فِي الْحَالَيْنِ (دُ) رًّا (لَ) وَامِعًا بِخُلْفٍ وَّ اُولَى النَّمْلِ حَمْزَةُ كَمَّلَا
۲

ترجمہ: اور یہ (یاآت ابن کثیر کیلئے بلا خلاف اور ہشام کیلئے) خلاف کے ساتھ ہونے کی حالت میں (وقف و وصل) دونوں حالتوں میں ثابت رہتی ہیں (یا ثابت رکھی جاتی ہیں) حالانکہ یہ (یاآت صفائی اور ظہور میں) چمکنے والے موتی (سے تشبیہ دی گئی) ہیں (کیونکہ اثبات اصل کے موافق ہے اس بناء پر کہ یہ یا یا تو لام کلمہ ہوتی ہے یا متکلم کی ضمیر اور ان دونوں یاآت میں اصل اثبات ہے رہا کسرہ پر اکتفا کرتے ہوئے حذف سو وہ فرع ہے اور ابن قتیبہ کی روایت پر اثبات حجازی لغت ہے اور اہل عربیت کی رائے پر جو یا فعل کا لام کلمہ ہو جیسے نَبْغِ۔ یَاْتِ اس میں اثبات اولیٰ ہے اور جو اَل والے اسموں میں لام کلمہ ہو جیسے الْكَبِيْرِ۔ اَلْجَوَارِ ان میں بھی اثبات ہی اولیٰ ہے لیکن فواصل وقوافی میں حذف خوب تر ہے) اور حمزہ نمل (۲۷) کی پہلی (ہی یا) کو (جو اَتُمِدُّوْنَنِ ۲۷ میں ہے دونوں حالتوں میں ثابت رکھتے ہیں رہی نمل کی دوسری یا جو فَمَا اٰتٰىنِ اللّٰهُ میں ہے سو اس میں ان کیلئے حذف ہی ہے) ان (حمزہ) نے (حالین میں ثابت رکھنے والوں کے شمار کو) کامل کر دیا ہے (یعنی حمزہ پر وہ قراء ختم ہو گئے جو ان یاآت کو حالین میں ثابت رکھتے ہیں یا حمزہ نے اس اَتُمِدُّوْنَنِ میں یا کے اثبات کو کمال کے درجہ تک پہونچا دیا ہے کیونکہ کمال یہی ہے کہ اثبات حالین میں ہو)

وہ چار قراء جو ان یاآت کو صرف وصل میں ثابت رکھتے ہیں

۴۲۲ وَفِي الْوَصْلِ (حَ) مَّادٌ (شَ) كُوْرٌ (اِ) مَامُهُ وَجُمْلَتُهَا سِتُّوْنَ وَاثْنَانِ فَاعْقِلَا
۳

ترجمہ:۔ اور (حرف) وصل میں (ابوعمرو۔ حمزہ اور کسائی۔ نافع کیلئے وہ) زیادہ تعریف کرنے والا (قاری) ان یاآت کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثابت رکھتا ہے) جس کا امام (یعنی شیخ حق تعالیٰ کا) بڑا شکر گذار ہے (اور جب شیخ کا یہ حال ہے تو اس کے فیوض سے شاگرد بھی صفت شکر کے کمال سے متصف ہوگا پس یہ حمد و شکر دونوں کا جامع ہے ان دونوں صفتوں میں اس مذہب کی قوت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ ان کی قراءۃ میں اصل و رسم دونوں کی رعایت ہے اور حذف کو وقف کے ساتھ خاص کرنا اس بناء پر ہے کہ وہ تخفیف کا محل ہے چنانچہ ہمزہ میں امام حمزہ بھی وقفاً ہی تخفیف کرتے ہیں) اور ان (یاآت زوائد) کا مجموعہ باسٹھ ۶۲ ہے پس تو (اس اصطلاح کو اور ان یاآت کو) خوب سمجھ لے (اور یاد کرلے)

شرح: یعنی یاآت زوائد میں سے جن میں قراء سبعہ کا اختلاف ہے وہ کل باسٹھ ۶۲ ہیں ناظم رح نے دوسرے ابواب کی طرح اس باب میں بھی بیان کیلئے نہایت عمدہ طریق اختیار کیا ہے کیونکہ ان یاآت کی چار ۴ صورتیں ہیں نمبر ۱ وقف و وصل دونوں حالتوں میں اثبات نمبر ۲ حالین میں حذف نمبر ۳ وصل میں اثبات اور وقف میں حذف نمبر ۴ نمبر تین کا عکس اور یہ صورت صرف سات ۷ کلمات میں پائی جاتی ہے جن میں سے ایک کلمہ اکیسویں ۲۱ باب کے شعر نمبر ۱ میں بیان ہوچکا ہے اور باقی رعد - نمل - قاف میں آئیں گے - پس چونکہ شعر میں اس کی گنجائش نہیں تھی کہ ہر جگہ یہ بتاتے کہ ان کیلئے صرف وصل میں اثبات ہے اور ان کیلئے حالین میں ہے اس لئے یہاں شعر نمبر ۲۲ میں اپنی اصطلاح بنادی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان یاآت میں قراء کے چار ۴ گروہ ہوجاتے ہیں نمبر ۱ ہشام - ابن کثیر پورے ہوں یا ان کا کوئی راوی ہو یہ ان باسٹھ ۶۲ میں سے جن یاآت کو ثابت رکھتے ہیں ان کو وصل و وقف دونوں میں پڑھتے ہیں نمبر ۲ حمزہ ان کے لئے نمل کی پہلی یا میں تو حالین میں اثبات ہے اور یہ اَتُمِدُّوْنَنِیْ میں ہے اور اس کے علاوہ جس یا میں ان کیلئے اثبات ہے اس میں صرف وصلاً ہے کیونکہ ان کا ذکر حالین والوں میں بھی آیا ہے جو شعر نمبر ۲ میں ہیں اور صرف وصل والوں میں بھی جو شعر نمبر ۲ میں ہیں نمبر ۳ نافع - ابوعمرو - کسائی ان کیلئے جن یاآت میں اثبات ہے ان میں صرف وصلاً ہے - عام ہے کہ یہ امام پورے ہوں یا ان کے کوئی راوی ہوں مثلاً قالون یا ورش ہوں نمبر ۴ باقی ڈیڑھ ابن ذکوان - عاصم ہیں ان کیلئے سب یاآت میں حالین میں حذف ہے صرف حفص کیلئے نمل کے اٰتٰنِۦَ اللّٰہُ میں اثبات ہے جیسا کہ شعر نمبر ۱ میں آئے گا اور ان کا یہ مذہب بیان نہ کرنے سے اور ضد سے نکلا ہے جو ظاہر ہے خلاصہ یہ کہ ایسے تو کوئی امام بھی نہیں ہیں جن کیلئے اس باب کی تمام یاآت میں اثبات ہو ہاں یہ فرق ضرور ہے کہ کسی کیلئے کم یاآت میں ہے اور کسی کیلئے زیادہ یاآت میں پس جس قاری کیلئے کسی یا میں وصل و وقف کی قید کے بغیر اثبات بتایا جائے اگر وہ ہشام اور ابن کثیر میں سے ہوں یا ان کے راویوں میں سے ہوں تو ان کیلئے تو حالین میں اثبات سمجھ لینا اور اگر وہ قاری حمزہ ہوں تو ان کے لئے ایک یا میں حالین میں اور باقی میں صرف وصلاً سمجھ لینا اور اگر نافع - ابوعمرو - کسائی میں سے ہوں یا ان کے کوئی راوی ہوں تو ان کے لئے ہر جگہ صرف وصلاً اثبات سمجھ لینا۔

فائدہ نمبر ۱ (۱) ہشام کے لئے صرف ایک یا ثُمَّ کِیْدُوْنِ (اعراف ع ۲۴) میں حالین میں اثبات ہے اور گو ناظم رح ان کے لئے بتکلف لائے ہیں جس سے حالین میں حذف و اثبات دونوں وجوہ نکلتی ہیں لیکن حق یہ ہے کہ نظم و تیسیر کے طرق سے ان کے لئے حالین میں اثبات ہی ہے رہا حذف سو وہ وصلاً تو کسی طریق سے بھی صحیح نہیں صرف وقفاً ہے اور وہ بھی نشر کے طرق سے ہے - بزی کے لئے باسٹھ ۶۲ میں سے پچیس ۲۵ یاآت میں اثبات ہے جن میں انیس ۱۹ تو شعر نمبر ۳ تا ۹ میں ہیں اور دو ۲ شعر نمبر ۱۱ میں اور ایک شعر نمبر ۱۳ میں اور تین شعر نمبر ۱۶ میں ہیں اور تیسیر میں چھبیس ۲۶ بتائی ہیں لیکن چھبیسویں تلاش کے باوجود بھی نہیں مل سکی ــــ اور قنبل کے لئے صرف تیئس ۲۳ میں اثبات ہے جن میں سے گیارہ ۱۱ شعر نمبر ۳ و ۵ میں اور ایک شعر نمبر ۶ میں اور دو ۲ شعر نمبر ۷ میں اور ایک شعر نمبر ۸ میں اور دو ۲ شعر نمبر ۱۱ میں اور ایک شعر نمبر ۱۳ میں اور ایک شعر نمبر ۱۵ میں اور تین شعر نمبر ۱۶ میں اور ایک شعر نمبر ۲۲ میں مذکور ہیں - ان تینوں ہشام - بزی - قنبل کے لئے تو حالین میں اثبات ہے ــــ اور حمزہ کے لئے صرف دو ۲ یاآت میں ہے نمبر ۱ اَتُمِدُّوْنَنِیْ (نمل ع ۳) میں حالین میں نمبر ۲ وَتَقَبَّلْ دُعَآءِیْ

۵ غالب خیال یہ ہے کہ چھبیسویں یا یُنَادِ (ق ع ۳) ہے - اور علامہ دانی نے اس کو بھی شامل فرمالیا ہے - ۱۲ ط -

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ابراہیم ع) میں صرف وصلاً ہے ——— اور قالون کیلئے بائیس ۲۲ یاآت میں اثبات ہے جن میں سے گیارہ ۱۱ شعر ۱۰ میں اور ایک شعر ۷ میں
اور دو ۲ شعر ۸ میں اور دو ۲ شعر ۹ میں اور ایک شعر ۱۰ میں اور دو ۲ شعر ۱۱ میں اور ایک شعر ۱۲ میں اور دو ۲ شعر ۱۳ میں ہیں لیکن
آخری دو ۲ میں دونوں وجوہ ہیں اور صحیح بھی ہیں اور حذف مشہور تر ہے اور اسی لئے تیسیر میں ان کو قالون کیلئے بیان نہیں کیا اور گو ان کے لئے
اَلتَّلَاقِ ۔ اَلتَّنَادِ (غافر ع ۲ و ع ۴) میں بھی دونوں وجوہ بتائی ہیں جو شعر ۱۴ میں مذکور ہیں لیکن ان دونوں میں ان کے لئے اثبات
ضعیف اور متروک ہے ——— اور ورش کیلئے سینتالیس ۴۷ یاآت میں اثبات ہے جن میں سے گیارہ ۱۱ شعر ۱۰ میں اور ایک شعر ۷
میں اور دو ۲ شعر ۸ میں اور ایک شعر ۸ میں اور دو ۲ شعر ۹ میں اور ایک شعر ۱۰ میں اور چار ۴ شعر ۱۱ میں اور ایک شعر ۱۲ میں اور دو ۲
شعر ۱۲ میں اور دو ۲ شعر ۱۳ میں اور انیس ۱۹ شعر ۱۸ تا ۱۹ میں ہیں ——— اور ابو عمرو کے دوری کے لئے چونتیس ۳۴ یاآت میں اثبات ہے
جن میں سے سولہ ۱۶ شعر ۱ تا ۷ میں اور ایک شعر ۱ میں اور چودہ ۱۴ شعر ۱۱ تا ۱۵ میں اور دو ۲ شعر ۱۱ میں اور ایک شعر ۱۲ میں ہے ۔
اور سوسی کیلئے پینتیس ۳۵ میں ہے اور تفصیل وہی ہے جو دوری کے لئے ہے صرف اتنا فرق ہے کہ ان کے لئے شعر ۱۲ کی ایک کے
بجائے دونوں میں اثبات ہے اور پہلی میں وقفاً بھی ہے ——— کسائی کے لئے صرف دو ۲ یاآت میں اثبات ہے ۱ یَاْتِ (ہود ع ۹) ۲
نَبْغِ (کہف ع ۹) میں اور قالون سے کسائی تک کے تینوں اماموں کے لئے صرف وصلاً اثبات ہے ——— اور حفص کے لئے صرف اٰتٰنِ
نمل میں اثبات ہے جو شعر ۱۲ میں آئے گا ۔ اور ابن ذکوان اور ابوبکر کیلئے باستثنا ۲ کی باستثنا میں حالین میں حذف ہے ۔
سوال قنبل کے لئے بِالْوَادِ فجر میں اور قالون ۔ ابوعمرو ۔ حفص کے لئے اٰتٰنِ نمل میں وقفاً دونوں وجوہ ہیں پس مناسب یہ تھا کہ ان
کے لئے بھی کوئی اصطلاح بیان کرتے ۔ جواب یہاں اصطلاح صرف ان کیلئے بتائی ہے جن کا ذکر آئندہ اشعار میں اجمالاً آئے گا یعنی
ان کے ساتھ وصل و وقف کی قید مذکور نہیں ہوگی ۔ رہے قنبل و حفص وغیرہ سو ان کا ذکر ان دونوں یاآت میں تفصیلاً یعنی وقف کی قید
سمیت آئے گا اس بناء پر ان کیلئے اصطلاح بتانے کی ضرورت نہیں سمجھی (۲) یعقوب کیلئے منادی کے آخر کی یا کے سوا تمام یاآت زوائد
میں اثبات ہے جس کی تفصیل الوجوہ المسفرہ میں ملے گی (۳) حمزہ کیلئے نمل کی پہلی کہنے سے دوسری نکل گئی جو اٰتٰنِیْ میں ہے اس میں ان
کیلئے حالین میں حذف ہے (۴) اَتُمِدُّوْنَنِیْ کو نمل کی پہلی یا کہنا قراء سبعہ کی قراءۃ کے اعتبار سے ہے کہ ان کا اختلاف اس صورت
کی دو ۲ ہی یاآت میں ہے اور یہ ان میں سے پہلی ہے باقی یعقوب کی قراءۃ کے اعتبار سے تو یہ یا نمل کی دوسری ہے اور ان کے لئے پہلی
حَتّٰی تَشْهَدُوْنِ میں ہے (۵) جب یہ کہا جائے کہ فلاں کیلئے وصل میں اثبات ہے تو اس سے یہ نکلے گا کہ ان کے لئے وقفاً حذف ہے
اور غیر مذکور کیلئے حالین میں حذف ان کی قراءت سے نکلا ہے جن کیلئے حالین میں اثبات ہے کیونکہ اس کی ضد حالین میں حذف ہی ہے (۶)
حالین میں اثبات اصل کی موافقت کی بناء پر ہے کیونکہ یہ یا تو لام کلمہ ہوتی ہے یا متکلم کی ضمیر اور دونوں میں اصل اثبات ہی ہے اور
یہ حجازی لغت ہے اور تقدیراً رسم کے بھی موافق ہے کیونکہ جو حرف کسی عارض کے سبب حذف ہو گیا ہو وہ موجود کے حکم میں ہے چنانچہ
اَلرَّحْمٰن ۔ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ کا الف اور دَاوٗدَ کا واو بھی اسی قبیل سے ہے اور حالین میں حذف کسرہ کی دلالت کو کافی سمجھ لینے کے سبب
تخفیف کی بناء پر ہے اور یہ ہذیل کا لغت ہے کسائی فرماتے ہیں کہ عرب اَلْوَالِ ۔ اَلْقَاضِ بھی کہتے ہیں اور اَلْوَالِیْ اور اَلْقَاضِیْ
بھی اور فراء کہتے ہیں کہ میں نے عرب سے لَا اَدْرِ اور لَعَمْرِ بھی سنا ہے چنانچہ اس یا کا مرسوم نہ ہونا اسی لغت کی بناء پر ہے اور وصلاً
اثبات اور وقفاً حذف میں اصل و رسم دونوں کی رعایت ہے اور اس سے دونوں لغت بھی جمع ہو جاتے ہیں اور وصل کے بجائے وقفاً ہی
حذف کرنا اس لئے ہے کہ وقف تغیر اور تخفیف کا محل ہے (۷) شرح کی اور فائدہ میں نمبر ایک کی تقریر سے واضح ہو گیا کہ جو اصطلاح
شعر ۲ تا ۳ میں بیان کی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ حالین والوں کے لئے حالین میں اور وصل والوں کیلئے وصلاً باستثنا کی باستثنا یاآت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں اثبات ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ جن یا آت میں کسی کیلئے اثبات بتایا جائے ان میں اس اصطلاح سے کام لینا چاہئے پس اگر وہ قاری یا راوی، حالین میں اثبات والوں میں سے ہوں تو حالین میں اثبات کریں اور اگر وصل والوں میں سے ہوں تو صرف وصلاً کریں رہے غیر مذکور سو ان کیلئے حالین میں حذف تصور کریں۔

فائدہ ۲: (۱) چونکہ رمز وصریح کو ایک حکم میں جمع نہیں کیا کرتے اس لئے یہاں کَمَا لَا کا کاف رمز نہیں ہے (۲) تیسیر میں یا آتِ زوائد اکسٹھ ۶۱ بتائی ہیں اور اٰتٰنِ نمل اور فَبَشِّرْ عِبَادِ زمر کو اس باب میں بیان نہیں کیا اور جب یہ دو کم ہوگئیں تو زوائد انسٹھ ۵۹ رہ گئیں پھر چونکہ یٰعِبَادِ زخرف کو اس باب میں شامل کیا ہے اس لئے اکسٹھ ۶۱ ہوگئیں۔

ان باسٹھ ۶۲ یا آت کی تفصیل

۴۲۳/۴ فَيَسْرِي إِلَى الدَّاعِ الْجَوَارِ الْمُنَادِيَهْ ۔۔۔ دِيَنْ يُؤْتِيَنْ مَعْ أَنْ تُعَلِّمَنِي وِلَا

۴۲۴/۵ وَأَخَّرْتَنِي الْإِسْرَا وَتَتَّبِعَنْ (سَمَا) ۔۔۔ وَفِي الْكَهْفِ نَبْغِي يَأْتِ فِي هُودَ (رُ) فِّلَا

۴۲۵/۶ (سَمَا) وَدُعَائِي (فِي) (جَنَا) (حُلْوِ) (هَدْيِهِ) ۔۔۔ وَفِي اتَّبِعُونِي أَهْدِكُمْ (حَقُّهُ) (بَلَا)

۴۲۶/۷ وَإِنْ تَرَنِي عَنْهُمْ تُمِدُّونَنِي (سَمَا) ۔۔۔ (فَرِيقًا) وَيَدْعُ الدَّاعِ (هَاكَ) (جَنَا) (حَلَا)

ترجمہ: ۴ پس (اِذَا) یَسْرِیْ (فجر اور مُّہْطِعِیْنَ) اِلَی الدَّاعِیْ (قمر ۸ نہ کہ یَدْعُ الدَّاعِ قمر ۶ اور دَعْوَةَ الدَّاعِ بقرہ ۲۳ کیونکہ ان میں سے اول شعر ۷ میں اور ثانی شعر ۱۷ میں آئے گا اور اَلدَّاعِ انھیں تین موقعوں میں آیا ہے اور اٰیٰتِہِ) الْجَوَارِ (شوریٰ ۴ کیونکہ وصلاً یا کا اثبات اسی میں ہوسکتا ہے نہ کہ رحمٰن اور تکویر والے میں بھی اس لئے کہ ان میں را کے بعد لام ساکن آرہا ہے ۲ کسائی کے دوری کا امالہ سو وہ ان تینوں ہی میں ہے اور حالین میں ہے اس بناء پر کہ اس کیلئے کوئی مانع نہیں ہے اور) الْمُنَادِ (مِنْ مَّكَانٍ ق ۳ اور عَسٰی اَنْ) يَهْدِيَنِ (کہف ۳ نہ کہ قصص ۳ والا کیونکہ اس میں یا لکھی ہوئی ہے نیز اس میں سب کیلئے اثبات ہے جیسا کہ شعر ۴۱۲ میں آئے گا اور وہ اَنْ) يُؤْتِيَنِ (جو اَنْ تُعَلِّمَنِ کے ساتھ ہے حالانکہ یہ (تینوں کلمات) اتصال والے ہیں (چنانچہ اسی ترتیب سے کہف ۴ ۵ ۹ میں لگاتار آرہے ہیں (ابراز) اور جعبری کی رائے پر اَنْ يَهْدِيَنِ قصص لفظ وِلَا سے نکل گیا کیونکہ وہ يُؤْتِيَنِ اور اَنْ تُعَلِّمَنِ سے متصل نہیں ہے لیکن علی قاری کی رائے پر یہ دلالت ظاہر نہیں ہے) ۵ اور اسرا (۷) کا (لَئِنْ) اَخَّرْتَنِ (اِلٰی نہ کہ منافقون والا جو بائیسویں ۲۲ باب کے شعر ۱۸ میں بیان ہوچکا ہے اس لئے کہ اس میں یا لکھی ہوئی ہے نیز اس میں سب کیلئے اثبات ہے۔ پس یہاں اسرا کی قید سے واضح ہوگیا کہ وہاں منافقون والا مراد ہے) اور (اَلَّا) تَتَّبِعَنِ (طٰہٰ ۵ ان نو کلمات کی یا کا اثبات سما والوں کیلئے بلند ہوگیا ہے (پس ان سب میں ابن کثیر کیلئے حالین میں اور نافع اور ابوعمرو کیلئے وصلاً یا کا اثبات ہے) اور (مَا كُنَّا) نَبْغِ جو کہف (۹) میں ہے (پس مَا نَبْغِيْ یوسف ۵ نکل گیا کیونکہ اس میں سب کیلئے یا ہے اور يَوْمَ) يَاْتِ جو ہود (۹) میں ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(پس بقرہ ع ۲۵ و انعام ع ۷ و فصلت ع ۵ وغیرہ کا یَأْتِ نکل گیا) یہ (ان دونوں میں سے ہر ایک کی یا کا اثبات کسائی اور سما والوں میلئے) باعزت سمجھا گیا ہے (یا یہ دونوں لفظ اثبات کے ساتھ باعزت سمجھے گئے) ۱۰ (ان دونوں میں) یہ (اثبات) بلند (بھی) ہو گیا ہے۔ (یعنی عمدہ بھی ہے اور مشہور بھی پس ان دونوں میں ابن کثیر کیلئے حالین میں اور نافع۔ ابو عمرو۔ کسائی کے لئے وصلاً اثبات ہے) اور (حمزہ اور ورش اور ابو عمرو کیلئے وصلاً اور بزی کیلئے حالین میں وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ (ابراہیم ع ۶ کی یا کا اثبات) اپنی شیریں عادت کا میوہ چننے میں (مشغول) ہے (یعنی اس قدر لذیذ ہے کہ اپنی لذت سے خود بھی بہرہ اندوز ہوتا ہے اور اس حالت میں دوسروں کو عمدہ اور پسندیدہ معلوم ہونا ظاہر ہے رہا دُعَآءِیَ اِلَّا نوح ع ۱ سو یہاں اس کا مراد نہ ہونا ظاہر ہے کیونکہ اس میں یا لکھی ہوئی ہے اور اجماعاً ثابت ہے اور بالمیسویں باب کے شعر ۱۷ میں اس کا ذکر تصریحاً بھی آچکا ہے) اور (ابن کثیر کیلئے حالین میں اور قالون وابو عمرو کیلئے وصلاً یٰقَوْمِ) اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ (غافر ع ۵ میں (یا کا اثبات جو ہے) اس کے حق نے (اس اثبات کو) آزمایا ہے (یعنی خود حق و صحت نے بھی تحقیق کی تو میرے بیان کے موافق اس میں اثبات ہی کو صحیح پایا نہ کہ حذف کو اور اَهْدِكُمْ کی قید سے فَاتَّبِعُوْنِیْ آل عمران ع ۴ وطٰہٰ ع ۵ نکل گیا کیونکہ ان میں سب کیلئے یا ہے اور زخرف ع ۶ والا بھی نکل گیا جس کا ذکر شعر ۲۲ میں آئے گا اور چونکہ اِتَّبِعُوْنِیْ اَهْدِكُمْ میں یا لکھی ہوئی نہیں ہے اس لئے اس کو اصطلاحاً اضافت کی یا نہیں کہہ سکتے) ۷ اور اِنْ تَرَنِ (اَنَا کہف ع ۵ کی یا کا اثبات بھی) انھیں (حق والوں اور قالون) سے ہے (اور تفصیل بھی وہی ہے جو ابھی اِتَّبِعُوْنِ کے شروع میں گذری اور ابن کثیر اور حمزہ کیلئے حالین میں اور نافع اور ابو عمرو کیلئے وصلاً) اَتُمِدُّوْنَنِ (نمل ع ۳ کی یا کا اثبات) جماعت کے اعتبار سے بلند ہو گیا ہے (یعنی اس کے ناقلین نہایت باعزت ہیں) اور (بزی کیلئے حالین میں اور ورش وابو عمرو کیلئے وصلاً) یَدْعُ الدَّاعِ (قمر ع ۱ کی یا کا اثبات) جو ہے تو (اس کے ذریعہ) اس میوہ (نظم) کو پیلے جو شیریں ہو گیا ہے۔ (یعنی اس کی نظم نہایت نفیس اور عمدہ ہے)

شرح: ان چار شعروں میں سولہ ۱۶ یا آت مذکور ہیں ان میں سے نمبر ایک ۱ تا نو ۹ میں ابن کثیر کے لئے حالین میں اور نافع اور ابو عمرو کیلئے وصلاً اثبات ہے اور نمبر دس ۱۰ و گیارہ میں ابن کثیر کے لئے حالین میں اور نافع اور ابو عمرو اور کسائی کے لئے وصلاً اثبات ہے اور کسائی ہاشم یا آت میں سے صرف انھیں دو کو ثابت رکھتے ہیں اور نمبر بارہ وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ میں ورش۔ ابو عمرو۔ حمزہ کیلئے وصلاً اور بزی کیلئے حالین میں اثبات ہے اور نمبر تیرہ ۱۳ اور چودہ ۱۴ اِتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ اور اِنْ تَرَنِ میں ابن کثیر کیلئے حالین میں اور قالون وابو عمرو کیلئے وصلاً اثبات ہے اور نمبر پندرہ اَتُمِدُّوْنَنِ (نمل ع ۳) میں ابن کثیر اور حمزہ کیلئے حالین میں اور نافع اور ابو عمرو کے لئے وصلاً اثبات ہے اور نمبر سولہ ۱۶ یَدْعُ الدَّاعِ (قمر) میں بزی کیلئے حالین میں اور ورش وابو عمرو کیلئے وصلاً اثبات ہے۔

تنبیہ:۔ اوپر شعر ۳ و ۴ میں ناظم کی اصطلاح سے بھی معلوم ہو چکا ہے کہ ابن کثیر پورے یا ان کے دونوں راویوں میں سے جو بھی ہو اور ہشام یہ تو ان میں سے ہیں جن کے لئے حالین میں اثبات ہے اور چار قرار دہ ہیں جن کے لئے صرف وصلاً ہے اور یہاں شعر ۲ تا ۴ میں بھی حالین اور وصل کی قید کو ظاہر کر دیا ہے تاکہ خوب سمجھ میں آجائے آئندہ ان قیدوں کو ناظرین خود متعین کریں اب شاید انھیں ظاہر نہ کیا جائے۔

فائدہ: (۱) یَهْدِیَنِ صرف دو ۲ جگہ آیا ہے یعنی کہف ع ۴ و قصص ع ۳ میں اور چونکہ ثانی کا ذکر آگے شعر ۲۲ میں آئیگا اس لئے واضح ہو گیا کہ شعر ۷ میں کہف والا ہی مراد ہے اور علی قاری رح نے اس کو واضح کرنے کے لئے شعر میں تغیر کیا ہے۔ یعنی یُؤْتِیَنِ مَعَ اَنْ تُعَلِّمَنِ کے بجائے یُؤْتِیَنِ کَہْفِ تُعَلِّمَنِ فرمایا ہے (۲) وزن کے سبب شعر ۷ کی سات یا آت میں سے پہلی اور ساتویں میں اثبات اور باقی پانچ میں حذف ہے اور پانچویں اور چھٹے کلمہ میں نون کا اسکان بھی وزن ہی کی بنا پر ہے اور ہر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کلمہ کو وزن ہی کی رعایت سے لکھا گیا ہے یعنی کسی کو یلک کے حذف سے اور کسی کو اثبات سے ذور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی ایسا ہی کیا جائے گا اور شعر ۵ کے نَبْغِیْ میں روایۃً تو اثبات ہے لیکن قبض کے طور پر وزن حذف سے بھی درست رہتا ہے اور شعر ۱۶ کی دونوں یاآت میں بھی یہی تفصیل ہے کہ اثبات سے وزن کامل رہتا ہے اور حذف قبض کے طور پر درست ہے (۳) شعر ۱۶ کا سَمَا ۔ نَبْغِیْ اور یَاْتِیْ کی رمز کا تتمہ ہے (۴) علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اِتَّبِعُوْنِیْ اَھْدِکُمْ میں ورش کیلئے اصبہانی کے طریق سے اثبات ہے ازرق سے نہیں اور تیسیر کا طریق انہیں سے ہے پس یہاں اثبات زیادات میں سے ہے انتہٰی احقر عرض کرتا ہے کہ جب ناظم نے اس میں ورش کیلئے اثبات بیان ہی نہیں کیا تو پھر اس کو زیادات میں سے شمار کرنے کے کیا معنیٰ (۵) سخاوی کی شرح میں ہے کہ اَتُمِدُّوْنَنِیْ میں حمزہ کے لئے حالین میں حذف اور صرف وقفاً حذف بھی منقول ہے لیکن اعتماد حالین میں اثبات ہی پر ہے ۔

۴۲۷/۸ ۔ وَفِي الْفَجْرِ بِالْوَادِيْ (دَ) نَا (جـ) ـهْـرًيَا ئُـهُ　　　وَفِي الْوَقْفِ بِالْوَجْهَيْنِ وَافَقَ قُنْبُلَا

ترجمہ: اور (وہ) بِالْوَادِیْ (جو) فجر میں (ہے کیونکہ وصلاً یا کا اثبات اسی میں ممکن ہے رہا طٰہٰ اور نازعات ۱۶ والا سو اس میں دال کے بعد لام ساکن ہے اس لئے وہ باب کی یاآت میں شامل نہیں) اس کا (ابن کثیر اور ورش کیلئے یا کے اثبات کے ساتھ ناقلین میں جاری (و مستعمل) ہونا ہم سے قریب ہوگیا ہے اور وقف میں اس (بِالْوَادِیْ) نے دو وجوہ کے ساتھ ہو کر قنبل کی موافقت کی ہے (یعنی وقفاً قنبل کے لئے اثبات و حذف دونوں ہیں اور دونوں ہی کسی تنگی کے بغیر آسانی سے ادا ہو جاتے ہیں پس اس میں ورش کے لئے وصلاً اور بزی کیلئے حالین میں اثبات ہے اور قنبل کے لئے وصلاً صرف اثبات اور وقفاً اثبات و حذف دونوں ہیں اور نشر میں ہے کہ اس میں قنبل کے لئے وقفاً دونوں وجوہ نقلاً بھی صحیح ہیں اور اداءً بھی اور میں نے دونوں ہی پڑھی ہیں اور دونوں ہی کو اختیار کرتا ہوں انتہٰی لیکن چونکہ اثبات دانی کے شیخ فارس سے ہے اور حذف ابوالحسن سے اس لئے طریق کے موافق اثبات ہی ہے)

فائدہ:۔ (۱) بِالْوَادِیْ کے ساتھ فجر کی قید جعبری کی رائے پر احترازی ہے جس سے بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ نکل گیا اور ملا قاری کی رائے پر توضیح کیلئے ہے اس بنا پر کہ یا کے اثبات کیلئے بعد کے حرف کا متحرک ہونا ضروری ہے اور وہ فجری والے میں ہے اس لئے بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ پہلے ہی سے خارج ہے پس یہ اَلْجَوَارِ (شوریٰ) کی طرح ہے (۲) ھَمٰی کے بجائے دَنَا فرمانا اس بنا پر ہے کہ قنبل کے لئے وصلاً اثبات کی وجہ نکل آئے اور بِالْوَجْهَيْنِ کے ساتھ وقف کی قید وصل کو نکالنے کے لئے ہے (۳) قنبل کے لئے بِالْوَادِیْ میں دو طریق نکل آئے : ۱۔ حالین میں اثبات ۲۔ وصلاً اثبات وقفاً حذف اور ورش و ابن کثیر کے سوا باقی ساڑھے پانچ کے لئے حالین میں حذف ہے (۴) بِالْوَادِیْ کے بعد جَـرْیَان کا ذکر عجیب لطف رکھتا ہے ۔

۴۲۸/۹ ۔ وَاَكْرَمَنِيْ مَعْـ ـهُ اَهَانَنِ (اِ) ذْ (هَـ) ـدٰى　　　وَحَذْفُهُمَا لِلْمَازِنِيْ عُدَّ اَعْدَلَا

ترجمہ: اور (نافع کیلئے وصلاً اور بزی کے لئے حالین میں) اَكْرَمَنِیْ (فجر کی یا کا اثبات نقل کیا گیا ہے) حالانکہ اس (اَكْرَمَنِیْ) کے ساتھ (اسی حکم میں) اَهَانَنِیْ (بھی شامل) ہے (ان دونوں میں یہ اثبات، اس لئے (نقل کیا گیا ہے) کہ اس نے (اپنے قاری کو ثواب کی راہ کی طرف) ہدایت کی ہے اور (ابوعمرو) مازنی کے لئے (وصلاً) ان دونوں (یاآت) کا حذف (اثبات سے) بہتر شمار کیا گیا ہے (یعنی ان کے لئے وصلاً حذف و اثبات دونوں صحیح ہیں لیکن حذف اولیٰ ہے پس ان دونوں کلمات میں نافع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لئے وصلاً اور بزی کے لئے حالین میں اثبات ہے اور ابو عمرو کیلئے وقفاً حذف اور وصلاً دونوں وجوہ ہیں اور نشر کی رو سے اس میں تخییر اکثر ہے ۔ اور حذف مشہور تر ہے اور تخییر کا مطلب یہ ہے کہ ابو عمرو حذف و اثبات دونوں کی اجازت دیتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں کہ میں آزادی سے دونوں میں سے جون سی وجہ چاہتا ہوں پڑھ لیتا ہوں اور باقی ساڑھے چار کے لئے حالین میں حذف ہے)

فائدہ:۔ (۱) بزی کے لئے حالین میں اثبات ابن مجاہد کی روایت سے ہے اور ناظم اور دانیؒ نے اسی پر اعتماد کیا ہے (۲) اَکْرَمَنِیْ اور اَهَانَنِیْ میں ابو عمرو کیلئے حذف کے مشہور تر ہونے سے یہ نکلتا ہے کہ حذف اولیٰ ہے اور تخییر سے یہ نکلتا ہے کہ دونوں وجوہ مساوی ہیں اور ناظمؒ کے قول اَعْدَلَا میں بھی دونوں معنیٰ کی گنجائش ہے اول حذف عمدہ ہے کیونکہ یہ ان سے مشہور تر بھی ہے اور ابو عمرو کے اس مذہب کے بھی موافق ہے کہ فواصل کی اکثر یا آت میں ان کے لئے حذف ہی ہے ۔ دوم حذف برابری والا ہے یعنی حذف و اثبات دونوں مساوی ہیں پہلی صورت میں اَعْدَلَا عَدَالَتْ سے اور دوسری تقدیر پر عَدْلٌ سے ہوگا جو برابر کرنے کے معنیٰ میں ہے ۔

۴۲۹ وَفِي النَّمْلِ اٰتٰنِیَ وَيُفْتَحُ (عَـ)ـنْ (اُ)وْلِي (حِـ)ـمًى وَخِلَافُ الْوَقْفِ (بَـ)ـيْنَ (حُـ)ـلًا (عَـ)ـلَا

ترجمہ: اور نمل (ع۲) میں اٰتٰنِیَ (اللّٰہ) کی یا کا اثبات حفص ۔ نافع ۔ ابو عمرو کیلئے) ہے اور (اثبات کے بعد) یہ (یا ان کیلئے وصلاً) فتحہ سے پڑھی جاتی ہے حالانکہ یہ (یا قراءۃ کی) حفاظت والوں سے (منقول) ہے اور (ان میں سے قالون ۔ ابو عمرو حفص کے لئے اس یا میں) وقف کا خلاف زیوروں (اور زینتوں) کے درمیان (ہوکر) بلند ہوگیا ہے (یعنی نہایت شاندار ہے پس اس یا میں ورش کے لئے تو وصلاً فتحہ اور وقفاً حذف ہے کیونکہ وقف میں ان کا ذکر نہیں آیا اور قالون ۔ ابو عمرو ۔ حفص کیلئے وصلاً یا کا اثبات اور اس کا فتحہ ہے اور وقفاً اثبات اور حذف دونوں ہیں اور قیاس یہ چاہتا تھا کہ وقفاً ورش کی طرح ان کیلئے بھی حذف ہی ہوتا کیونکہ یہ ان میں سے نہیں ہیں جن کیلئے زوائد میں حالین میں اثبات ہے لیکن چونکہ فتحہ کے سبب یہ یا اضافت کی یا کے مرتبہ میں ہوگئی اس لئے ان حضرات نے اثبات کی صورت میں اس کو اسی یا کا حکم دیدیا اور سوسی کی قراءۃ پر فَبَشِّرْ عِبَادِیْ زمر (ع۲) بھی اسی قبیل سے ہے اور ورش اپنے عام قاعدہ پر ہیں اسی لئے وقفاً حذف کرتے ہیں اور باقی ساڑھے چار کے لئے رسم کے موافق حالین میں حذف ہے)

تنبیہ:۔ نظم و تیسیر میں تو اس یا میں قالون ۔ ابو عمرو ۔ حفص تینوں ہی کیلئے وقفاً دونوں وجوہ بتائی ہیں لیکن دانی کی کتاب مفردات سے یہ نکلتا ہے کہ اس میں وقفاً قالون و ابو عمرو کے لئے تو صرف اثبات ہے اور حفص کے لئے دونوں وجوہ ہیں اثبات دانی کے شیخ ابو الحسن سے ہے اور طریق بھی انھیں سے ہے اور حذف ابو الفتح سے ہے (ارشاد المرید)

فائدہ: (۱) ابو العلاء نے اٰتٰنِیَ میں قالون و ابو عمرو و حفص کے لئے صرف حذف اور عبد الباقی نے فقط اثبات بیان کیا ہے (۲) ابن مجاہد سے منقول ہے کہ جن کے لئے اس یا میں وصلاً فتحہ ہے ان کے لئے وقفاً اثبات ہے ۔ دانی فرماتے ہیں کہ مجھ سے فارس بن احمد نے نافع کے شاگردوں سے پڑھکر بیان کیا کہ وہ اس میں اپنے تمام طرق سے یا کے بغیر وقف کرتے ہیں (۳) قالون و ابو عمرو کیلئے ائمہ کی کتب میں اس میں اثبات ہی ہے اور اوپر کے بیان سے قالون کے لئے حذف بھی معلوم ہوچکا ہے (۴) ورش کے لئے وقفاً حذف شعر ۴۲۲ کی اصطلاح سے نکلا ہے اور یہاں جو وقفاً خلاف ہے وہ ظاہر کے موافق فتحہ اور اسکان میں نہیں بلکہ حذف و اثبات میں ہے کیونکہ وقفاً فتحہ کا باقی رکھنا ادا کے خلاف ہے اور باقین کے لئے حذف بھی اسی اصطلاح سے نکلا ہے (۵) س

ہ لیکن اثبات ماخوذ اور طریق کے موافق ہے ۔ ۱۲ ط ۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یا میں اثبات کے بعد نحو دینا اس لئے ضروری ہو گیا کہ اگر ساکن رکھتے تو اجتماع ساکنین کی بنا پر حذف ہو جاتی ۔

۴۳۰ ۔ وَمَعْ کَالْجَوَابِ الْبَادِ (حَقٌّ) جَنَاهُمَا وَفِي الْمُهْتَدِ الْاِسْرَا وَتَحْتَ (اُ)خُو (حُـ)ـلَا
۱۱

۴۳۱ ۔ وَفِي اتَّبَعَنْ فِي آلِ عِمْرَانَ عَنْهُمَا وَكِيدُونِ فِي الْاَعْرَافِ (حَـ)ـجَّ (لِـ)ـيُحْمَلَا
۱۲

۴۳۲ بِخُلْفٍ وَتُؤْتُونِي بِيُوسُفَ (حَقُّـ)ـهُ وَفِي هُودَ تَسْئَلْنِي (حَـ)ـوَارِيهِ (جَـ)ـمَّلَا
۱۳

ترجمہ: ۱۱ اور (وہ نیہ وَ) الْبَادِي (ح ع ۳ جو) کَالْجَوَابِي (سبا ع) کے ساتھ ہے۔ ان دونوں (کی یا کے اثبات) کا چُنا ہوا میوہ حق (اور درست) ہے (پس ان دونوں میں ابن کثیر کیلئے حالین میں اور ورش و ابو عمرو کیلئے وصلاً اثبات ہے) اور اسرا (ع ۱۱) کے اور (اس کے) نیچے (کہف ع) کے (نحو) الْمُهْتَدِي میں (یا کا اثبات) زیوروں والا ہے۔ ۱۲ اور (اس وَمَنِ) اتَّبَعَنِي میں (بھی جو) آل عمران (ع ۲) میں (ہے وصلاً یا کا اثبات) انھیں دونوں (نافع اور ابو عمرو) سے ہے (پس الْمُهْتَدِي اسرا اور کہف اور وَمَنِ اتَّبَعَنِي آل عمران تینوں میں نافع اور ابو عمرو ہی کیلئے وصلاً یا کا اثبات ہے اور سورتوں کی قید سے الْمُهْتَدِي اعراف ع ۲۲ اور وَمَنِ اتَّبَعَنِي یوسف ع ۱۲ نکل گیا کیونکہ ان دونوں میں یا لکھی ہوئی ہونے کے سبب سب کے لئے ثابت ہے) اور (ثُمَّ كِيدُونِ (جو) اعراف (ع ۲۴) میں (ہے) وہ (یعنی اس کی یا کا اثبات دلائل کے اعتبار سے) غالب (اور قوی) ہو گیا ہے تاکہ وہ (اثبات لام والے کے) خلاف[1] کے ساتھ نقل کر دیا جائے (پس ثُمَّ كِيدُونِ اعراف میں ابو عمرو کے لئے وصلاً اثبات ہے اور ہشام کے لئے حالین میں اثبات و حذف دونوں ہیں جو شعر ۱۳ کے شروع کے بِخُلْفٍ سے نکلے ہیں اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ ہشام کیلئے اس میں حالین میں اثبات ہی صحیح ہے رہا حذف سو وہ وصلاً تو نہ نظم و تیسیر کے طرق سے صحیح ہے نہ نشر کے طرق سے اور وقفاً صرف نشر کے طرق سے صحیح ہے اور اعراف کی قید سے فَكِيدُونِي ہود ع ۵ اور فَكِيدُونِ مرسلات ع نکل گیا کیونکہ اول میں سب کے لئے یا ہے اور ثانی میں قراء سبعہ کے لئے محذوف ہے) ۱۳ (بِخُلْفٍ پہلے شعر میں گذر چکا ہے) اور (حَتّٰى) تُؤْتُونِي جو یوسف (ع ۸) میں ہے اس (کی یا کے اثبات) کا حق (مشہور ہو گیا ہے پس اس میں ابن کثیر کے لئے حالین میں اور ابو عمرو کیلئے وصلاً اثبات ہے) اور ہود (ع ۴) میں (ورش و ابو عمرو کیلئے وصلاً فَلَا) تَسْئَلْنِي (کی یا کا اثبات) ہے اس (اثبات) کے درست رکھنے والے (مدد کرنے والے) نے (اس کو دلائل کے ذریعہ) خوبصورت بنا دیا ہے (اور اس کلمہ میں پانچ قراءتیں ہیں جو تنویر شرح تیسیر میں ہود ع ۴ میں ملیں گی[2] اور ہود کی قید سے کہف والا نکل گیا اس کا بیان شعر ۲۱ میں آئے گا)

۴۳۳ ۔ وَتُخْزُونِ فِيهَا (حَـ)ـجَّ اَشْرَكْتُمُونِ قَدْ هَدَانِ اتَّقُونِي يَا اُولِي اخْشَوْنِ مَعْ وَلَا
۱۴

۴۳۴ ۔ وَعَنْهُ وَخَافُونِي وَمَنْ يَتَّقِي (زَ)كَا بِيُوسُفَ وَافٍ كَالصَّحِيحِ مُعَلَّلَا
۱۵

ترجمہ: ۱۴ اور اسی (ہود ع ۸ میں (وَلَا) تُخْزُونِي (کی یا کا اثبات بھی ابو عمرو ہی کیلئے) غالب (اور قوی)

[1] ثُمَّ كِيدُونِ میں ہشام کے لئے حالین میں اثبات طرق کے موافق ہے اور حذف وصلاً تو کسی طرق سے نہیں البتہ وقفاً صرف نشر و طیبہ کے طرق سے ہے ۔ ۱۲ ۔ ط ۔ [2] وہ پانچ قراءتیں یہ ہیں (۱) قالون و شامی کے لئے فَلَا تَسْئَلَنِّ (۲) ورش کے لئے وصلاً فَلَا تَسْئَلَنِي سے سوا وقفاً فَلَا تَسْئَلَنْ (۳) کے لئے فَلَا تَسْئَلْنِ (۴) نافع کے وصلاً فَلَا تَسْئَلْنِي اور وقفاً فَلَا تَسْئَلْنِ (۵) کوفیین کے فَلَا تَسْئَلْنِ ج ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو گیا ہے (کیونکہ یہ اصل کے موافق ہے اور ہود کی قید سے حجر ع۵ والا نکل گیا کیونکہ اس میں ساتوں کے لئے حذف ہے اور ۱۳ (آ) اَشْرَکْتُمُوْنِ (ابراہیم ع۴ اور ق) قَدْ ھَدٰىنِ (انعام ع۹ اور ق) اتَّقُوْنِ یٰۤاُولِی (الْاَلْبَابِ بقرہ ع۲۵ اور اس ق) اخْشَوْنِ (مائدہ ع۷ کی یا کا اثبات بھی انھیں ابو عمرو کے لئے ہے جو) وَلَا (تَشْتَرُوْا) کے ساتھ (ہے اور وَلَا کی قید سے بقرہ ع۱۸ اور مائدہ ع۶ والا نکل گیا کیونکہ اول میں سب کے لئے یا ہے اور ثانی میں ساتوں کے لئے حذف ہے) ۱۵ اور وَخَافُوْنِ (آل عمران ع۱۸ کی یا کا اثبات بھی) ان (ابو عمرو ہی سے ہے (پس وَلَا تُخْزُوْنِ سے وَخَافُوْنِ تک کی چھوں یاآت میں ابو عمرو ہی کیلئے وصلاً اثبات ہے) اور یوسف (ع۱۰) میں (قنبل کے لئے حالین میں) مَنْ یَّتَّقِ (کی یا کا اثبات قوت میں) بڑھ گیا ہے (کیونکہ یہ بھی لغت کے موافق ہے یا یہ اثبات معترض کے اعتراض سے پاک ہو گیا ہے اور) یہ (مَنْ یَّتَّقِ) معتل اللام ہوتے ہوئے بھی صحیح کی طرح آیا ہے (یعنی اس میں بعض لغات کے موافق جزم کو یا پر جاری کیا گیا ہے اور باقین کی طرح ان کی قراءۃ پر اس کا جزم یا کے حذف سے نہیں آیا اور یہ بھی فصیح لغت ہے یا یہ لفظ صحیح کی طرح آیا ہے حالانکہ یہ قنبل کے لئے شیریں دلیل سے سیراب کیا ہوا ہے یعنی صحیح دلیل سے مؤید ہے اور یہ دوسرے معنیٰ خود ناظم نے اپنے حاشیہ میں بیان کئے ہیں اور اس تقدیر پر مُعَلَّلًا عَلَّ سے ہوگا جو سیراب کرنے کے معنیٰ میں ہے اور ظاہر ہے کہ صاحب قصیدہ اس کے مطالب سے واقف تر ہیں)

شرح: ان پانچ اشعار میں پندرہ یاآت مذکور ہیں جن پر ۲۱ تا ۳۵ نمبر لگے ہوئے ہیں ان میں سے ۲۱ و ۲۲ میں ابن کثیر کے لئے حالین میں اور ورش و ابو عمرو کیلئے وصلاً اثبات ہے اور ۲۳ تا ۲۵ میں نافع اور ابو عمرو ہی کیلئے وصلاً اثبات ہے اور ۲۶ ثُمَّ کِیْدُوْنِ میں ابو عمرو کیلئے وصلاً اور ہشام کیلئے حالین میں اثبات ہے پس اس میں ان کیلئے بِخُلْفٍ کے لفظ کو زائد سمجھنا چاہیئے اور ۲۷ میں ابن کثیر کیلئے حالین میں اور ابو عمرو کیلئے وصلاً اثبات ہے اور ۲۸ میں ورش و ابو عمرو ہی کیلئے وصلاً اثبات ہے اور ۲۹ تا ۳۴ میں صرف ابو عمرو کیلئے وصلاً اثبات ہے۔ اور ۳۵ مَنْ یَّتَّقِ میں صرف قنبل کیلئے حالین میں اثبات ہے۔

فائدہ:- (۱) کِیْدُوْنِ میں ہشام کیلئے خلف کا ذکر اسی باب کے شعر ۷ میں بھی آچکا ہے اور یہاں اس کا دوبارہ لانا جعبری اور صاحب الشاد کی رائے پر تاکید کیلئے ہے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ اس میں ان کیلئے صرف اثبات ہے جیساکہ وَامْدُدْ لِوَا حَافِظٍ بَلَا (رعد ۵) میں خلف کے نہ لانے سے یہ وہم ہو گیا ہے کہ ہشام کے لئے استفہام مکرر میں صرف ادخال ہے حالانکہ اس میں نشر کی رو سے عدم ادخال بھی صحیح ہے گو قوی تر ادخال ہی ہے نیز اس لئے بھی دوبارہ لائے ہیں کہ فن کی اکثر کتب اس خلف کے ذکر سے خالی ہیں لیکن علی قاری رحمہ اللہ اس علت کو پسند نہیں فرماتے اس بناء پر کہ اہل فن کے بیان کی رو سے اعتماد اسی پر ہے کہ استفہام مکرر ساتویں باب کے شعر ۱۳ کے وَقَبْلَ الْکَسْرِ خُلْفٌ لَّہٗ سے مستثنیٰ ہے اور اسی باب کے شعر ۱۵ کے وَفِیْ سَبْعَۃٍ لَاخُلْفَ عَنْہُ میں داخل ہے چنانچہ ابو شامہ نے یہی بیان کیا ہے اور جعبری بھی اسی کو مختار بتلاتے ہیں اور تیسیر و مکی کی تصریح سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے چنانچہ مکیؒ فرماتے ہیں کہ اس پر ناقلین کا اتفاق ہے اور بعض کے قول پر دوبارہ لانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ گمان نہ ہو کہ پہلی جگہ جو خلف ہے وہ وقف کے ساتھ مخصوص ہے لیکن یہ گمان بے سند ہے (۲) دانی تیسیر کے علاوہ دوسری کتابوں میں فرماتے ہیں کہ جو قراءۃ میں نے ابو الحسن سے پڑھی ہے اس کی رو سے ہشام اس یا کو حالین میں ثابت رکھتے ہیں اور میں نے ابو الفتح سے دونوں وجوہ پڑھی ہیں حلوانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں کہ میں ابن ذکوان کی وفات کے بعد تین مرتبہ سفر کرکے ہشام کی خدمت میں حاضر ہوا پھر جب میں حُلوان لوٹ آیا تو میرے پاس ہشام کا خط آیا جس میں یہ تھا کہ میں نے تمہیں کَیْدُوْنِ میں وصلاً ہی یا بتائی تھی حالانکہ اس میں حالین میں یا ہے۔ جعبری کہتے ہیں کہ ابو الکرم اور ابو العلاء نے بھی حالین میں اثبات ہی بیان کیا ہے اور عبد الباقی نے صرف حذف بتایا ہے اور ہشام کے خط کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اثبات کسی دوسرے مخصوص طریق سے ہے اور ایک روایت پر ابن ذکوان سے بھی ہشام کی طرح ہے۔ اور ہشام یہ فرماتے تھے کہ یہ میری کتاب میں یا سے اور میرے حافظہ میں یا کے بغیر ہے اور نشر میں ہے کہ اس میں وقفاً تو دونوں وجوہ نصّاً بھی صحیح ہیں اور داؤد بھی لیکن وصلاً ہم اپنی کتاب کے طُرق سے اثبات کے سوا کسی اور وجہ کو اختیار نہیں کرتے (۳) تَسْـَٔلْنِیْ میں ہود کی قید تاکیدی بھی ہوسکتی ہے اور احترازی بھی (۴) هَـٰذٰنِیْ میں قَدْ کی قید سے انعام (ع۲) اور زمر (ع۶) والا نکل گیا کیونکہ ان میں سب کیلئے یا ہے (۵) وَاتَّقُوْنِ میں یٰاُولِیْ کی قید سے فَاتَّقُوْنِ بقرہ (ع۵) وزمر (ع۲) وغیرہ نکل گئے کیونکہ ان میں ساتوں کیلئے حذف ہے اور وَاخْشَوْنِ الْیَوْمَ (مائدہ ع۱) میں حذف رسم کی پیروی کی بناء پر بھی ہے اور اس لئے بھی کہ وصلاً تو دو ساکن جمع ہوجانے کی بناء پر اثبات نہیں ہوسکتا تھا پھر وقف کو بھی وصل ہی کا حکم دیدیا (۶) مَنْ یَّتَّقِ میں یوسف کی قید سے زمر (ع۳) والا نکل گیا کیونکہ اس میں سب کیلئے یا ہے (۷) مَنْ یَّتَّقِ میں حذف کی وجہ ظاہر ہے کہ اس پر مَنْ شرطیہ آرہا ہے اور یہ معتل اللام ہے پس قاعدہ یہی چاہتا ہے کہ جزم کے سبب یا کو حذف کردیا جائے اور رسم بھی اسی کے موافق ہے۔ اور اثبات کی وجوہ تین ہیں ۱ بعض عرب معتل کو صحیح کی طرح استعمال کرتے ہیں چنانچہ اس کے آخری حرف کو حذف نہیں کرتے بلکہ جازم کے سبب اس کے ساکن کردینے ہی کو کافی سمجھتے ہیں۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یا کے ضمہ کو ثقیل ہونے کے سبب جازم کے آنے سے پہلے ہی حذف کردیا تھا پھر جازم آیا ہے اب یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس میں جزم تقدیری ہے اور یہ بھی کہ ضمہ پھر لوٹ آیا اور جازم کے سبب حذف ہوگیا اور یہ لغت قلیل ہے ۲ اس میں یا کسرہ کے اشباع سے پیدا ہوگئی ہے اور اشباع لغت میں بہت سے موقعوں میں آیا ہے ۳ ابو علی کہتے ہیں کہ مَنْ یَّتَّقِیْ میں مَنْ۔ اَلَّذِیْ کے معنیٰ میں ہے اور یَتَّقِیْ اس کا صلہ ہونے کے سبب مرفوع ہے اور وَیَصْبِرْ کا جزم اس بناء پر ہے کہ یہ اس معنیٰ پر معطوف ہے جو عموم اور ابہام میں شرط کے مشابہ ہیں اور اسی لئے خبر میں فا آگئی جو شرط کے جواب میں آیا کرتی ہے پس گویا یَتَّقِیْ جزم کے محل میں ہے اور یَصْبِرْ اسی پر معطوف ہے (چنانچہ وَنُکَفِّرْ بقرہ ع۳۷ اور وَیَذَرُهُمْ اعراف ع۲۳ اور وَاَکُنْ منافقون ع۲ بھی اسی قبیل سے ہیں) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ یہ تینوں وجوہ ثابت تو ہیں لیکن فصیح لغت کی رو سے ضعیف ہیں اور ناظم رحمہ اللہ نے ان میں سے پہلی وجہ کو پسند کیا ہے۔ اور بعض کی رائے پر یَتَّقِیْ میں یا کے اثبات کی تقدیر پر وَیَصْبِرْ میں را کا سکون تخفیف کی یا وصل بہ نیتِ وقف کی بناء پر ہے۔

۴۲۵/۱۶ وَفِی الْمُتَعَالِیْ (دُ)رُّهُ وَالتَّلَاقِ وَالتْـ ـتَنَادِ (دَ)رَا (بَـ)ـاغِیْهِ بِالْخُلْفِ (جُـ)ـهَّلَا

ترجمہ:- اور (اَلْکَبِیْرُ) اَلْمُتَعَالِیْ (رعد ع۲ کی یا کے اثبات) میں اس کا موتی (یعنی اس اثبات کی روشنی) ہے (اور واضح دلیل سے ثابت ہے پس اس میں ابن کثیر ہی کیلئے حالین میں اثبات ہے) اور اَلتَّلَاقِ اور اَلتَّنَادِ (غافر ع۲ و ع۴ کی یا کا اثبات) جو ہے اس (اثبات) کے طالب (اور قاری قالون) نے (اپنے) خُلف کے سبب (اس پر سے) جاہلوں (کے اعتراض) کو دفع کردیا ہے (یعنی چونکہ اثبات و حذف دونوں فصیح لغت ہیں اس لئے قالون نے ان دونوں یا آت میں دونوں ہی کو اختیار کرلیا تاکہ ہر فریق خوش ہوجائے اور کسی کیلئے یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ اَلتَّلَاقِ اور اَلتَّنَادِ دونوں رؤس آیات ہیں اس لئے ان میں اثبات ضعیف ہے کیونکہ اس سے یہ دونوں آیتیں اپنے آس پاس کی آیتوں کی ہم شکل نہیں رہتیں۔ پس قالون کی طرف سے ان کو یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ اگر اثبات

۹۔ قالون کے لئے یہ خُلف صرف وصلاً ہے لیکن اثبات ضعیف اً متروک ہے اور وقفاً صرف حذف ہے ۔ ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والی قراءۃ پر ہم شکل نہیں رہتیں تو حذف والی پر تو رہتی ہیں **خلاصہ** یہ کہ اَلتَّلَاقِ اور اَلتَّنَادِ دونوں میں ابن کثیر کیلئے حالین میں اور ورش کے لئے صرف وصلاً اثبات ہے اور قالون کے لئے وقفاً صرف حذف اور وصلاً اثبات وحذف دونوں ہیں لیکن چونکہ ان کے لئے اثبات بیان کرنے میں فارس بن احمد منفرد ہیں جس کو انھوں نے عبدالباقی سے اور انھوں نے اپنے شیوخ کے ذریعہ قالون سے پڑھا ہے اور دانی رحمہ اللہ نے اس کے بیان کرنے میں اپنے شیخ فارس ہی کی پیروی کی ہے اس بناء پر ان کے لئے وصلاً بھی حذف ہی صحیح ہے اور باقی پانچ کے لئے حالین میں حذف ہے)

۴۳۶ - وَمَعْ دَعْوَةَ الدَّاعِ دَعَانِ (حَـ)ـلَا (جَـ)ـنَا ۔۔۔ وَلَيْسَا لِقَالُونٍ عَنِ الْغُرِّ سُبَّلَا

۱۷

ترجمہ:۔ اور (اِذَا) دَعَانِ (لبقرہ ۲۳ کی یا) دَعْوَةَ الدَّاعِ (کی یا) کے ساتھ ہے (یعنی اس کے متصل ہی واقع ہے یا حکم میں اس کے ساتھ شریک ہے کیونکہ دونوں میں ورش وابو عمرو کے لئے صرف وصلاً اثبات ہے اور قالون کے لئے وقفاً تو حذف ہی ہے اور وصلاً دونوں وجوہ ہیں لیکن حذف مشہور تر ہے اور ان کے لئے اثبات کی وجہ زیادات میں سے ہے) یہ (اثبات) میوہ کے اعتبار سے شیریں ہو گیا ہے (یعنی اپنے قاری کو ثواب کی شیریں ترین دولت سے مالا مال کر دیتا ہے) اور یہ دونوں (یاآت) قالون کے لئے مشہور (قراء) سے نہیں ہیں حالانکہ وہ (قراء) طرق میں مختلف (اور متردد اور غور کرنے والے اور باخبر) ہوں (یعنی ان دونوں یاآت میں قالون کیلئے اثبات کی وجہ صحیح تو ہے لیکن غیر مشہور ناقلین سے ہے یا قالون کے لئے یہ دونوں یاآت ان قراء سے نہیں ہیں جو طرق کے اعتبار سے مشہور رہیں)

فائدہ:۔ (۱) قالون کے لئے نشر کی رو سے ان دونوں یاآت میں حذف ہی مشہور تر ہے اور تیسیر میں بھی ان دونوں کو بیان نہیں کیا اس لئے اس سے بھی حذف ہی نکلتا ہے (۲) صقلی نے ابو نشیط کے ذریعہ قالون سے اَلدَّاعِ میں اثبات اور دَعَانِ میں حذف نقل کیا ہے اور یہ غریب ہے ۔جعبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قالون سے ابو مروان کے ذریعہ دونوں کا اثبات اور حلوانی کے ذریعہ دونوں کا حذف بھی منقول ہے اور اول کا حذف اور ثانی کا اثبات اور اس کا عکس بھی آیا ہے لیکن یہ چاروں قصیدہ کے طرق سے نہیں ہیں ۔پس جس خلاف کی طرف ناظم رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے اس سے ان چار وجوہ کا مراد لینا مناسب نہیں ۔علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں بحث ہے جو ظاہر ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ناظم رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہو کہ جو وجوہ نظم کے طرق سے نہیں ہیں وہ ضعیف ہیں پس تم ان کے لئے صحیح وجہ کو اختیار کر لو اور ضعیف کو ترک کر دو۔

باسٹھ ۶۲ میں سے وہ انیس ۱۹ یاآت جن میں صرف ورش کیلئے وصلاً اثبات ہے

۴۳۷ - نَذِيرِي لِوَرْشٍ ثُمَّ تُرْدِينِ تَرْجُمُو ۔۔۔ نِ فَاعْتَزِلُونِي سِتَّةٌ نُذُرِي جَلَا

۱۸

ترجمہ:۔ (كَيْفَ) نَذِيرِي (ملک ۴) پھر لَتُرْدِينِ (صفت ۴ اور اَنْ) تَرْجُمُونِ (اور) فَاعْتَزِلُونِ (دخان ۴ اور) چھ (الفاظ یعنی وَ) نُذُرِي (قمر ۴ کی یا کا اثبات) ورش کے لئے ہے ان (ورش) نے (وصلاً اثبات کے ذریعہ ان ۶ یاآت کو) ظاہر کر دیا ہے (یا اس بات کے ذریعہ ان یاآت کا اختلاف واضح ہو گیا ہے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۳۸ — وَعِیدِی ثَلَاثٌ یُنْقِذُونِ یُکَذِّبُو نِ قَالَ نَکِیرِی اَرْبَعٌ عَنْهُ وُصِّلَا
۱۹

ترجمہ:- وَعِیدِی (اور یہ) تین ہیں (جو ابراہیم ع دق ع دع میں ہیں اور وہ) یُنْقِذُونِ (یٰسٓ ع اور آن) یُکَذِّبُونِ قَالَ (سَنَشُدُّ قصص ع اور قَالَ کی قید سے اَنْ یُکَذِّبُونِ وَیَضِیقُ شعراء ع نکل گیا کیونکہ اس میں ساتوں کے لئے حذف ہے اور کَانَ) نَکِیرِی (کی یا کا اثبات بھی ورش ہی کے لئے ہے اور یہ نَکِیرِی) چار ہیں (جو حج ع وسبا ع وفاطر ع و ملک ع میں ہیں) یہ (انیس کی انیس یا آت کا اثبات یا مذکور وصلاً) ان (ورش) ہی سے نقل کیا گیا ہے۔

فائدہ:- (۱) مِنْ نَّکِیرٍ (شوریٰ ع) اس قبیل سے نہیں ہے کیونکہ یہ نکرہ ہے جو اضافت سے خالی ہے (۲) شعر ۱۵ کے وَاتَّقُونِ میں یا کا اثبات حذف سے اولیٰ ہے اور شعر ۱۶ کے اَلْمُتَعَالِی میں زحاف یعنی مفاعیلن میں قبض کے طور پر حذف بھی جائز ہے لیکن روایت کی رو سے اثبات ہی ہے اور شعر ۱۷ کے دَعَانِ میں روایۃً اثبات ہے اور وزناً حذف بھی درست ہے اور شعر ۱۸ میں پہلی یا میں اثبات اور دوسری اور تیسری میں حذف واجب ہے اور روایۃً نمبر ایک و چار و پانچ میں اثبات ہے گو وزن کی رو سے بعض کا حذف بھی صحیح ہے اور اس کا پہلا مصرع تَرْجُمُونِ کے واو پر ختم ہوتا ہے اور اس کو تنصیف الادراج کہتے ہیں اور شعر ۱۹ میں نمبر ایک اور چار میں روایۃً اثبات ہے اور اصفہانی رح کے قول پر ان میں وزناً حذف واثبات دونوں درست ہیں لیکن اوّل کا حذف اور چہارم کا اثبات فصیح تر ہے۔

۴۳۹ — فَبَشِّرْ عِبَادِی افْتَحْ وَقِفْ سَاکِنًا یَدًا وَ وَاتَّبِعُونِی حَجَّ فِی الزُّخْرُفِ الْعَلَا
۲۰

ترجمہ:- (اور) تو (سوسی ہی کے لئے) فَبَشِّرْ عِبَادِی (اَلَّذِیْنَ کی یا) کو (ثابت رکھکر وصلاً) فتحہ دے اور تو (اس یا پر) وقف اس حالت میں کر کہ یہ (یا) ساکن ہو حالانکہ تو (اس عمل میں) قوی ہے (یعنی گو اس میں سوسی کیلئے اور اقوال بھی ہیں لیکن میرا یہ بیان اس بنا پر قوی ہے کہ یہ تیسیر اور ابو العلاء کی تصریح کے موافق ہے پس تو اس میں قوت اور مضبوطی پر ہے (قاری) یا تو اس یا پر وقف کر حالانکہ تو ہاتھ کے اعتبار سے ٹھہرنے والا ہو اور یہ اعتراض نہ کرے کہ اٰتٰنِیَ اللّٰہُ (نمل ع) اور فَبَشِّرْ عِبَادِیَ الَّذِیْنَ (زمر ع) میں اختلاف تو ایک ہی طرح کا ہے کہ دونوں میں وصلاً یا کا فتحہ اور وقفاً سکون ہے۔ پھر یہ فرق کس لئے ہے کہ اوّل میں پورے ابو عمرو کیلئے اثبات ہے اور ثانی میں صرف سوسی کے لئے ہے اور یہ اعتراض اس لئے بجا نہیں کہ یہ فرق صحیح نقل سے ثابت ہے اور چونکہ عادت ہے کہ اعتراض کرتے وقت متکلم ہاتھ ہلایا کرتا ہے اس لئے سَاکِنًا یَدًا میں ہاتھ کے ٹھہرنے سے مجازاً اعتراض نہ کرنا مراد لے لیا (ابراز نقلاً عن السخاوی) پس فَبَشِّرْ عِبَادِیَ الَّذِیْنَ میں صرف سوسی کے لئے اثبات ہے اور وصلاً اس یا کو فتحہ سے اور وقفاً سکون سے پڑھتے ہیں اور اس کی باقی تفصیل تو زیر شرح تیسیر میں زمر ع میں دیکھو) اور وَاتَّبِعُونِ (ھٰذَا کی یا کا اثبات) بلندی والی زخرف (کے چھٹے رکوع) میں غالب (اور قوی) ہو گیا ہے (پس اس یا میں صرف ابو عمرو کے لئے وصلاً اثبات ہے)

فائدہ:- (۱) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ یہاں سَاکِنًا یَدًا میں دو اشکال ہیں ۱ سین میں ابو الحارث کی رمز ہونے کا شبہ ۲ اس سے سوسی کی قراءت بھی ظاہر نہیں ہوتی کیونکہ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ تو وقف کر حالانکہ تو ہاتھ کے اعتبار سے ٹھہرنے والا ہو۔ پس سکون یا کے بجائے ہاتھ پر صادق آرہا ہے۔ ہاں اگر تقدیر اس طرح مان لیں وَقِفْ عَلٰی هٰذَا الْیَاءِ

ف اس تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِیْنَ میں سوسی کے لئے تین وجہ ہیں (۱) حالین میں اثبات (۲) حالین میں حذف (۳) وصلاً اثبات اور وقفاً حذف۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حَـــانَ كَوْنِهٖ سَاكِـنًـا تو پھر یا سے حال بن کر قراءت نکل سکتی ہے (۲) یَدًا ہاتھ کے معنیٰ میں بھی ہے اور مجازاً قوت بھی مراد لی گئی ہے اور دونوں تقدیروں پر جو مطلب نکلتا ہے وہ ترجمہ میں درج ہو چکا ہے (۳) چونکہ زخرف سونے کو کہتے ہیں جو دونوں نقدوں میں اعلیٰ ہے اس لئے اس کو بلندی والا فرمایا ہے (قاری) اور ظاہر یہ ہے کہ یہ صفت قرآن کی سورت کا نام ہونے کی بناء پر ہے چنانچہ دوسرے موقعوں میں بھی اس قسم کے الفاظ لاتے رہتے ہیں (۴) یہاں اَلْعَـلَا کے ہمزہ میں نافع کی رمز ہونے کا شبہ ہوتا ہے اسی لئے ابوشامہ رح و علی قاری رح نے اس شعر کے دوسرے مصرع میں تغیر کیا ہے اور تفصیل رسالۂ تغیرات[۵] میں ملے گی (۵) جس مقدر اعتراض کی تقریر ترجمہ میں کی گئی ہے وہ قیاس کی رو سے وارد ہوتا ہے اور سَاكِـنًـا يَدًا کا یہ مطلب لینے کی صورت میں کلام کی تقدیر وَقِفْ عَلٰى هٰـذَا الْيَـاءِ بِالسُّكُوْنِ ہوگی تاکہ سکون کے لفظ سے قراءت نکل آئے کیونکہ اس صورت میں سَاكِـنًـا اعتراض سے رکنے کے معنیٰ میں ہے اس لئے اس سے قراءۃ ظاہر نہیں ہوتی (۶) وَدَاتَّبِعُوْنِيْ میں واو عاطفہ اس شوق میں لائے ہیں کہ کلمۂ قرآنی کسی تغیر کے بغیر پورا آجائے۔ اور يَدَأْتُ بِبِسْمِ اللّٰهِ بھی اسی قبیل سے ہے۔ (۷) فِي الزُّخْرُفِ کی قید آل عمران (عٓ) اور طٰہٰ (عٓ) و غافر (عٓ) والے کے نکالنے کے لئے ہے اور گو اس کے لئے واو بھی کافی تھا لیکن یہ زیادہ واضح نہیں تھا۔ (۸) ناظم رح اَتُمِدُّوْنَنِ نمل اور فَبَشِّرْ عِبَادِ زمر کو اس باب میں اسی لئے لائے ہیں کہ ان میں یا لکھی ہوئی نہیں ہے۔

۴۲۴/۲۱ وَفِي الْكَهْفِ تَسْئَلْنِيْ عَنِ الْكُلِّ يَاؤُهٗ عَلٰى رَسْمِهٖ وَالْحَذْفُ بِالْخُلْفِ مُثِّلَا

ترجمہ:- اور (وہ قول) تَسْئَلْنِيْ جو کہف (عٓ) میں ہے اس کی یا (کا اثبات) تمام (قراء) سے ہے حالانکہ یہ (یا اس اثبات میں) اپنی رسم کے موافق ہے (کیونکہ یہ یا رسم میں موجود ہے اسی لئے اس کو تمام قراء حالین میں ثابت رکھتے ہیں) اور (ابن ذکوان کے لئے اس یا میں) حذف (بھی) مشکّل (اور معیّن) کیا گیا ہے حالانکہ یہ (حذف ان کے) خلاف کے ساتھ ہے (یعنی ابن ذکوان کے لئے اس میں حالین میں حذف و اثبات دونوں ہیں۔ دانی رح نے ان کے لئے ابوالحسن سے دونوں وجوہ پڑھی ہیں اور فارس بن احمد اور عبدالعزیز فارسی سے صرف اثبات پڑھا ہے اس لئے اثبات ہی طریق کے موافق ہے)

فائدہ:- (۱) چونکہ یہ یا مصاحف میں موجود ہے اس لئے یہ ان زوائد میں شامل نہیں جن کا اس باب میں بیان کرنا مقصود ہے اور اسی لئے اس پر نمبر شمار نہیں لگایا گیا پس اس میں جو تمام قراء کے لئے اثبات ہے وہ دوسری ثابت یاآت کی طرح حالین میں ہے اور چونکہ اولاً تمام قراء کے لئے اثبات بیان کیا ہے۔ پھر ابن ذکوان کیلئے دونوں وجوہ بتائی ہیں اس لئے اس میں اشارہ ہے کہ ابن ذکوان کیلئے بھی اثبات ہی اولیٰ ہے۔ چنانچہ ابن شریح نے اس کی تصریح بھی کی ہے اور چونکہ تمام قراء کے لئے اثبات حالین میں ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اثبات کو مطلق لائے ہیں جس سے کامل فرد مراد ہوا کرتا ہے اور وہ حالین کا اثبات ہے اس لئے اس سے نکل آیا کہ ابن ذکوان کیلئے حذف بھی حالین ہی میں ہے کیونکہ حذف کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں:-
۱ صرف وصلاً حذف یہ تو یاآت میں کسی کا بھی مذہب نہیں ہے۔ نیز اگر یہ صورت مراد ہوتی تو اپنی اصطلاح کے موافق اس کو سورۂ کہف میں بیان کرتے ۲ صرف وقفاً حذف جو یاآتِ زوائد میں نافع۔ ابوعمرو۔ حمزہ اور کسائی کا مذہب ہے۔ اور ابن ذکوان ان میں شامل نہیں ہیں ۳ حالین میں حذف۔ پس جب پہلی دونوں صورتیں نہیں رہیں تو یہ تیسری متعین ہو گئی اور ناظم رح نے حالین کی قید اس اعتماد کی بناء پر ظاہر نہیں کی کہ ذہین حضرات خود سمجھ لیں گے (۲) ابن ذکوان کے لئے اثبات تو رسم کے

۵ ابوشامہ رح کی اصلاح یوں ہے وَدَاتَّبِعُوْنِيْ زُخْرُفٍ حَجَّ وَاعْتَلَا۔ اور علی قاری کی اصلاح اس طرح ہے فِيْ زُخْرُفٍ وَّلَا (از رسالۂ تغیرات صفحہ ۳۴) ۱۲ ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موافق ہے اور حذف یہ بتلانے کیلئے ہے کہ جو یاآت رسماً ثابت ہیں قراءۃ کی رو سے ان میں سے بعض کو حذف بھی کر سکتے ہیں مثلاً یا جو لکھی ہوئی ہے اس کو زائد قرار دیا گیا ہے جیسا کہ تنوین نہ پڑھنے والوں کی قراءۃ پر ثَمُوْدَا میں اور الف کے حذف والی قراءۃ پر اَلظُّنُوْنَا ۔ اَلرَّسُوْلَا ۔ اَلسَّبِيْلَا میں الف زائد ہے اور اس کو رسم کی مخالفت نہیں کہتے اور اس کی تفصیل مقدمہ کے صفحہ ۱۷ تا ۲۲ میں درج ہو چکی ہے (۳) بعض نے اس میں ابن ذکوان کیلئے اثبات ہی بیان کیا ہے ۔ دانی رح فرماتے ہیں کہ میں نے ابو الحسن سے اس میں حالین میں حذف و اثبات دونوں وجوہ پڑھی ہیں اور میں رسم کے سبب اثبات کو پسند کرتا ہوں (۴) چونکہ تَسْئَلْنِیْ ہود کی یا رسم سے محذوف ہے اور کہف والے کی ثابت ہے ۔ اس لئے اول ہی زوائد کے شمار میں شامل ہے نہ کہ ثانی بھی ۔

۴۲۱ وَفِیْ نَرْتَعِیْ خُلْفٌ (زَ)كَا وَجَمِيْعُهُمْ ۞ بِالْاِثْبَاتِ تَحْتَ النَّمْلِ يَهْدِيَنِيْ تَلَا

ترجمہ:- اور (قنبل کیلئے حالین میں) نَرْتَعِیْ (یوسف ع کی یا کے اثبات) میں ایسا خلاف ہے جو (اعتراضات سے) پاک ہو گیا ہے (یا قوت میں بڑھ گیا ہے کیونکہ یہ مَنْ يَّتَّقِیْ کی طرح ہے ۔ پس اس میں جزم کے باوجود یا کا اثبات یا تو اس لئے ہے کہ اس کو صحیح کے مرتبہ میں سمجھ کر جزم کو لفظاً یا تقدیراً یا پر واقع کیا ہے یا یہ یا کسرہ کے اشباع سے پیدا ہو گئی ہے ۔ خلاصہ یہ کہ اس میں صرف قنبل کے لئے حالین میں حذف و اثبات دونوں ہیں لیکن نشر کی رو سے اثبات ابن مجاہد کے بجائے ابن شنبوذ سے ہے) اور ان (قراء میں) کے تمام نے نمل کے نیچے (قصص ع میں اَنْ) يَّهْدِيَنِيْ (کی یا) کو (حالین میں) اثبات سے پڑھا ہے ۔

فائدہ :- (۱) چونکہ نَرْتَعِ میں یا اور نون کا اور عین کے سکون اور کسرہ کا اختلاف بھی ہے اس لئے اس میں چار قراءتیں ہو جاتی ہیں جو توجیہ میں درج ہیں اور اگر قنبل کی یا کے اثبات والی قراءۃ بھی ملالی جائے جو طریق کے خلاف ہے تو پھر پانچ قراءتیں ہو جاتی ہیں (۲) تَسْئَلْنِیْ کہف اور يَهْدِيَنِيْ قصص کی یا زوائد میں سے نہیں ہے ۔ اول کو ابن ذکوان کا خلاف بتلانے کے لئے بیان کیا ہے اور ثانی کو یہ ظاہر کرنے کیلئے لائے ہیں کہ اس باب کے شعر ۲۲ میں جو يَهْدِيَنِ تھا وہ قصص والا نہیں بلکہ کہف والا ہے اور یہ یا کے نصب سے دو ہی جگہ آیا ہے (۳) چونکہ اثبات کی ضد حذف ہے اس لئے اس باب میں باقین کے لئے ہر جگہ حذف خود نکال لینا چاہئے ۔ (۴) مناسب یہ تھا کہ اس شعر کو شعر ۲۵ کے بعد لاتے اس سے يَتَّقِیْ اور نَرْتَعِیْ جن میں قنبل ہی کیلئے اثبات ہے یکجا ہو جاتے نیز یہ دونوں ایک ہی سورت میں واقع ہیں یا شعر ۲۰ کے بعد لے آتے اس سے شمار والی سب یاآت متصل ہو جاتیں پھر تَسْئَلْنِیْ اور يَهْدِيَنِيْ کی یا آجاتی جو شمار سے خارج ہیں ۔ (۵) نَرْتَعِ میں یا کے اثبات کی تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ حال کے موقع میں ہونے کے سبب مرفوع ہے اور اس صورت میں وَنَلْعَبْ کی با کا سکون تخفیف کی بنا پر ہوگا (۶) جن یاآت میں سب کیلئے اثبات ہے ان کو سخاوی رحمہ اللہ نے چند اشعار میں جمع کر دیا ہے اور ان میں جو اشکال تھے ان کو بھی حل کیا ہے اور چونکہ ناظم رحمہ نے اختلاف والی باسٹھ ۶۲ یاآت کو بیان کر دیا ہے جس سے شبہ کا اندیشہ نہیں رہا اس لئے اجماعی اثبات والی یاآت میں سے قصص والی کے سوا کسی اور کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی اور یاآت الاضافت میں چونکہ سب یاآت کو بیان نہیں کیا تھا جس سے شبہ کا اندیشہ تھا اس لئے وہاں ہر نوع میں اجماعی سکون والی تمام یاآت کو بتا دیا اور جس طرح وہاں ان اجماعی سکون یا فتحہ والی

له لہذا اثبات طریق کے خلاف ہے اور حذف طریق کے موافق صحیح و مشہور تر ہے ۔ ۱۲ ط سه وہ چار قراءتیں یہ ہیں (۱) نافع کے لئے يَرْتَعِ (۲) مکی کے لئے نَرْتَعِ (۳) مازنی و شامی کے لئے نَرْتَعْ (۴) کوفیین کے لئے يَرْتَعْ ہے ۔ ۱۲ ط ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا آیت کو بیان نہیں کیا جن میں شبہ کا اندیشہ نہیں تھا اسی طرح یہاں بھی ایسی ہی اجماعی حذف یا اثبات والی یا آیت کو بیان نہیں کیا۔

۴۴۲ فَهٰذِيْ اُصُوْلُ الْقَوْمِ حَالَ اطِّرَادِهَا ۔۔ اَجَابَتْ بِعَوْنِ اللّٰهِ فَانْتَظَمَتْ حُلًا
۲۳

ترجمہ:- پس یہ (تیئیس ۲۳ کے تیئیس ابواب کے مضامین ان قراء کی جماعت کے قواعد ہیں ان (قواعد) نے اپنے کلیہ (اور ہر جگہ ایک طریقہ پر جاری ہونے والے) ہونے کی حالت میں اللہ کی مدد کے سبب (میری دعوت کو) قبول کرلیا (اور میری اطاعت کی یعنی جب میں نے ان کو بیان کرنا چاہا تو سب میرے ذہن میں آگئے) پھر وہ (سب قواعد قصیدہ میں) جمع ہوگئے۔ حالانکہ وہ زیوروں والے (اور خوبصورت) ہیں (یا زیوروں سے تشبیہ دئے گئے ہیں۔ یا زیوروں کے اعتبار سے یعنی ان کے زیور جمع ہوگئے ہیں)

۴۴۳ وَاِنِّیْ لَاَرْجُوْهُ لِنَظْمِ حُرُوْفِهِمْ ۔۔ نَفَائِسَ اَعْلَاقٍ تُنَفِّسُ عُطَّلَا
۲۴

ترجمہ:- اور بلا شک میں اس (اللہ یا اس کی مدد) ہی سے ان (قراء) کے (اختلافی فرشی) الفاظ (یا رموز) کے نظم کرادینے کی (بھی) امید رکھتا ہوں۔ حالانکہ وہ (حروف) ایسے نہایت نفیس (ہاروں سے تشبیہ دئے گئے) ہیں۔ جو زیوروں سے خالی گردنوں کو (بھی) خوبصورت (اور باعزت) بنا دیتے ہیں (یعنی جو ان مضامین کو یاد کرلیتا ہے وہ نہایت باکمال اور بلند مرتبہ والا شمار ہونے لگتا ہے)

۴۴۴ سَاَمْضِیْ عَلٰی شَرْطِیْ وَبِاللّٰهِ اَکْتَفِیْ ۔۔ وَمَا خَابَ ذُوْ جِدٍّ اِذَا هُوَ حَسْبَلَا
۲۵

ترجمہ:- میں (فرشی اختلافات کے بیان میں بھی) اپنی (اُسی) شرط (اصطلاح) پر چلوں گا (جو میں نے دیباچہ میں بیان کی ہے) اور میں اللہ (ہی کی مدد) پر کفایت کرتا ہوں اور کوئی (مفید) مقصد والا (کبھی) بے مراد نہیں ہوا جبکہ اس نے (اپنے مقصد کے شروع میں) حَسْبِیَ اللّٰہُ کہا ہو (یعنی جو کوئی بھی اپنے مقصد کو حَسْبِیَ اللّٰہُ کہکر شروع کرتا ہے وہ حق تعالیٰ کی عنایت سے اس میں کامیاب ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح انشاء اللہ تعالیٰ میں بھی اپنی مراد میں ضرور کامیاب ہوں گا۔ کیونکہ میں نے بھی وَبِاللّٰهِ اَکْتَفِیْ کے ذریعہ حَسْبِیَ اللّٰہُ کہہ لیا ہے)

شارح:- یعنی یہاں پہونچکر قراء کے اصولی اختلافات وہ کلیہ قاعدہ ختم ہوگئے جو اپنی تمام جزئیات میں جاری ہیں اور یہ حق تعالیٰ کے انتہائی لطف وکرم کا نتیجہ ہے جس سے یہ سب مضامین میرے ذہن میں بھی آگئے اور اشعار میں بھی نہایت نفیس عبارت کے ذریعہ بیان ہوگئے اب فرشی اختلافات باقی ہیں جن کیلئے کلیہ قاعدہ نہیں بن سکتے سو ان کی بابت بھی مجھے حق تعالیٰ ہی سے قوی امید ہے کہ اسی طرح ان کو بھی حسن وخوبی کے ساتھ پورا کرادیں گے اور یہ اختلافی الفاظ ایسے بابرکت اور بارونق ہیں کہ جو ان کو یاد کرلیتا ہے وہ خوبیوں کا جامع اور خلق وخالق سب کی نظروں میں باعزت اور بلند مرتبہ والا ہوجاتا ہے واقعی یہ ایسی لازوال عزت ہے جس پر فانی دنیا کی لاکھوں عزتیں اور سلطنتیں قربان ہیں حق تعالیٰ سب کو اس کے حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العٰلمین۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر آخر میں فرماتے ہیں کہ میں فرشی اختلافات کے بیان میں بھی اپنی اسی شرط پر عمل کروں گا جو دیباچہ میں گذر چکی ہے چنانچہ رمز میں بھی وہی لاؤں گا جو پہلے بتا چکا ہوں اور اصطلاحات بھی وہی استعمال کروں گا اور جو وجہ ضد والی ہوگی اس کی ضد کو بیان نہیں کروں گا اور میرا اعتماد گذشتہ کی طرح آئندہ مضامین میں بھی حق تعالیٰ ہی کی مدد پر ہے اور اسی کے لطف و کرم کو اپنے تمام مقاصد کے لئے کافی سمجھتا ہوں۔ کیونکہ جو بھی اپنے مقصد کو حَسْبِيَ اللّٰهُ کہکر شروع کرتا ہے وہ کبھی محروم و بے مراد نہیں رہتا اس لئے میں بھی اسی کلمہ کو زبان پر جاری کرتے ہوئے اپنے مقصد کو شروع کرتا ہوں۔

فائدہ:- (۱) ابو شامہ نَفَائِسَ أَعْلَاقٍ الخ کے بارہ میں سخاوی سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ناظم رحمہ اللہ نے ان اختلافات کو نظم تو کر ہی دیا ہے اب اگر کوئی ناواقف بھی اس نظم کو یاد کرلے گا تو وہ بھی اس شخص کے مشابہ ہو جائے گا جس کی گردن نفیس ہاروں سے مزیّن ہو (۲) أُصُوْل أَصْل کی جمع ہے جو بنیاد اور جڑ کے معنیٰ میں ہے اور یہاں اس سے کلیہ قاعدہ مراد ہیں جو ایک قسم کے تمام الفاظ میں جاری ہوں (۳) چونکہ ناظم رحمہ اللہ نے وَبِاللّٰهِ أَكْتَفِيْ کے ذریعہ حَسْبِيَ اللّٰهُ کہا تھا اس لئے حق تعالیٰ نے ان کو بھی اعلیٰ ترین کامیابی عطا فرمائی (۴) اصول کے ابواب میں سے ہر ایک باب میں کوئی نہ کوئی کلیہ قاعدہ ضرور پایا جاتا ہے جو ان تمام موقعوں میں جاری ہے جن میں اس قاعدہ کی شرط موجود ہو لیکن یہ امر یاآتِ الاضافۃ میں خفی اور زوائد میں خفی تر ہے چنانچہ اضافت کی یاآت میں یہ تو کلیہ ہے کہ فتحہ والے ہمزۂ قطعی سے پہلے سَمَا کے لئے اور کسرہ والے سے پہلے نافع اور بصری کیلئے اور تیسری قسم میں صرف نافع کیلئے فتحہ ہے اور اسی طرح زوائد میں یہ کلیہ ہے کہ ابن کثیر و ہشام کے لئے حالین میں اور نافع۔ ابو عمرو۔ حمزہ اور کسائی کے لئے وصلاً اثبات ہے اور دونوں بابوں کے باقی مضامین اصول کے بجائے فرش سے مشابہ تر ہیں اور اس کی نظیر باب الفرش میں بزی کی تشدید والی تاآت ہیں جو تقریباً زوائد کے مرتبہ میں ہیں۔

النحو والعربیہ:- ۴۲۰/۱ م۱ دُوْنَكَ۔ اغراء ہے یعنی کسی کو فعل پر آمادہ کرنا اسی بناء پر یہ اَلْزِمْ کے معنیٰ میں ہے م۲ تُسَمّٰی میں روایۃً تا کا ضمہ ہے اور معنیً فتحہ بھی درست ہے اس صورت میں اس میں سے ایک تا محذوف ہوگی اور ضمہ کی صورت میں دو مفعولوں کو چاہتا ہے جن میں سے پہلا یاآت کی ضمیر ہے اور نائبِ فاعل ہے اور فتحہ کی تقدیر پر ایک ہی کو چاہتا ہے م۳ زَوَائِدًا اور آئندہ شعر کا لَوَامِعًا تجمیر کی بناء پر منصرف ہے ضرورۃً نہیں اور اس کی تحقیق صفحہ ۱۷ پر فَوَائِدًا کے ضمن میں گذر چکی ہے م۴ لِأَنْ کا لام جارہ تُسَمّٰی کے متعلق ہے م۵ عَنْ۔ مُعْتَزَلًا کے متعلق ہے جو کُنَّ کی خبر ہے اور مصدر میمی ہے ای ذَوَاتِ عَزْلٍ یعنی خارجۃً ۴۲۱/۲ م۱ جعبری کی رائے پر تُثَبَّتُ مجہول کے صیغہ سے ہے اور اکثر نسخوں کی رو سے تَثْبُتُ ہے معروف کے صیغہ سے م۲ دُرًّا ای لُؤْلُؤًا کَبِیْرًا اسم جنس ہونے کے سبب جمع کے معنیٰ میں ہے اور یہ اس مُشْبِهَةً مقدر کا مفعول ہے جو تَثْبُتُ کی ضمیر سے پہلا حال ہے اور لَوَامِعًا دوسرا اور یُخْلِفُ تیسرا حال ہے (جعبری) اور لَوَامِعًا کو دُرًّا کی صفت بھی کہہ سکتے ہیں چنانچہ ترجمہ میں اسی کو اختیار کیا ہے م۳ أُولِي النَّمْلِ۔ یُثْبِتُ مقدر کا مفعول ہے اور حَمْزَةُ اسی کا فاعل ہے اور كُمَّلًا متنازعہ ہے یا أُولِي النَّمْلِ پہلا اور حَمْزَةُ دوسرا مبتدا ہے اور كُمَّلًا ثانی کی اور جملہ اسمیہ اوّل کی خبر ہے ای كُمَّلَهَا اور أُولِي النَّمْلِ کو كُمَّلًا کا مفعول بھی کہہ سکتے ہیں ۴۲۲/۳ م۱ فِي يُثْبِتُ مقدر کے متعلق ہے م۲ حَمَّادٌ۔ قَارِئٌ مقدر کی پہلی اور شَكُوْرٌ دوسری صفت ہے اور إِمَامُهُ۔ شَكُوْرٌ کا فاعل ہے۔ پس یہ اپنے فاعل سے مل کر صفت بنے گا یا إِمَامُهُ شَكُوْرٌ کا مبتدا مؤخر ہے اس صورت میں إِمَامُهُ شَكُوْرٌ جملہ اسمیہ ہو کر قَارِئٌ مقدر کی دوسری صفت واقع ہوگا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موصوفین کا مجموعہ ثَمَانِیَۃٌ مقدر کا فاعل ہے ۳ یہاں وَاثْنَانِ میں عدد کو مذکر اور اسی باب کے شعر ۱۹ میں اور یاآت الاضافت ۳۲ و ۴ و ۷ و ۹ و ۱۴ و ۱۹ و ۲۱ و ۲۳ و ۲۵ و ۳۱ میں مؤنث لانا یا تو اس بناء پر ہے کہ معدود یا ہے اور حروف میں دونوں وجوہ جائز ہیں یا تفنن کی بناء پر ہے ۴ فَاعْقِلَا کا الف نون خفیفہ سے بدلا ہوا ہے ۴۲۳ ۱ اس شعر کے پہلے چھ اور شعر ۵ کے پہلے دو یہ آٹھ قرآنی کلمات مبتدا ہیں اور شعر ۵ کا سَمَا خبر ہے ۲ مَعْ ۔ اَلْکَائِنُ یا کَائِنًا کے متعلق ہو کر صفت یا حال ہے یا تو صرف یُؤْتِیَنْ کے لئے یا پہلے پانچوں کلمات کے لئے ۳ وِلَا ای ذَوَاتِ وِلَاءٍ ۃ مُتَتَابِعَۃٍ یا تو آخری تین کلمات سے حال ہے یا چھٹوں کلمات سے اور اس شعر کی پہلی اور آخری یا میں روایۃً تو اثبات ہے اور وزن کی رو سے علی قاری کی رائے پر فَیَسْرِ میں حذف بھی درست ہے ۴۲۴ ۱ یہاں اَخَّرْتَنِ سے لفظ مراد ہے نہ کہ فعل اسی لئے اس کا اسرا کی طرف مضاف کرنا درست ہوگیا ۲ مُرِّفَلَا کا الف یا تو اطلاقی ہے یا تثنیہ کیلئے لیکن اول اولیٰ ہے اس بناء پر کہ اس صورت میں آئندہ شعر کے سَمَا سے موافقت رہتی ہے ۴۲۵ سَمَا یا تو مستانفہ ہے یا واو مقدر کے ذریعہ شعر ۵ کے مُرِّفَلَا پر معطوف ہے ۔ ۴۲۶ جَنًا ۔ ھَاكَ بمعنی خُذْ کا مفعول ہے اور علی قاری رحمہ اللہ کی رائے پر حال ہے اس صورت میں مفعول کی ضمیر مقدر ہوگی اور وہی ذوالحال ہے ای ھَاکَہٗ ۴۲۷ ۱ جَرَیَانُہٗ کا متعلق مقدر ہے ای بِاِثْبَاتِ الْیَاءِ اور علی قاری کی رائے پر بِالْوَادِیْ کی تقدیر اِثْبَاتُ یَاءِ بِالْوَادِیْ ہے ۲ بِالْوَجْھَیْنِ ۔ کَائِنًا کے متعلق ہے جو وَافِقْ کے فاعل سے حال ہے اور وَافِقْ تَنْبُلْ ۔ اصل کی رو سے وَافِقْ تَنْبُلْ اِثْبَاتَ بِالْوَادِ تھا پھر قلب کر لیا ۴۲۸ ۱ ترجمہ میں جملہ مَعَہٗ اَھَانَنِیْ کو نَقُلْ مقدر کے فاعل سے حال بنایا ہے اور اس جملہ کو اَکْرَمَنِیْ کی خبر بھی کہہ سکتے ہیں یعنی اَھَانَنِیْ کے ساتھ اَکْرَمَنِیْ بھی حکم میں شامل ہے چنانچہ جن اماموں کے لئے اَکْرَمَنِیْ میں اثبات ہے انہیں کے لئے اَھَانَنِیْ میں ہے ۲ اِذْ ۔ نَقُلْ مقدر کا ظرف ہے اور اسی کی تعلیل ہے ۳ لِلْمَازِنِیْ کا لام حذف کے یا عَنْ کے یا اَعْدَلَا کے متعلق ہے ۴ مَازِنِیْ میں یا کی تخفیف لغت کی رو سے ہے ۴۲۹ ۱ عَنْ یا تو مَنْقُوْلًا کے متعلق ہے جو یُفْتَحُ کی ضمیر سے حال ہے یا خود یُفْتَحُ کے متعلق ہے ۲ خِلَافُ الْوَقْفِ ھَلَا جملہ اسمیہ کبریٰ ہے ۳ بَیْنَ یا تو کَائِنًا کا ظرف ہے جو عَلَا کے فاعل سے حال ہے یا خود عَلَا کا ظرف ہے ۴۳۰ ۱ مَعْ ۔ اَلْکَائِنِ یا کَائِنًا کا ظرف ہے جو اَلْبَادِ کی صفت یا اس سے حال ہے اور اَلْبَادِ مبتدا ہے اور حَقٌّ جَنَاھُمَا میں جَنَاھُمَا ۔ حَقٌّ کا فاعل ہے اور یہ اپنے فاعل سے مل کر اَلْبَادِ کی خبر ہے اور یہ ترکیب جس میں حال ذوالحال پر مقدم ہے عَلَیْكَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ السَّلَامُ والی ترکیب سے اولیٰ ہے کیونکہ اس میں بھی معطوف اپنے معطوف علیہ (اَلسَّلَامُ) سے پہلے آرہا ہے اور اولیٰ ہونے کی وجہ غالباً یہ ہے کہ عَلَیْكَ الخ میں معطوف کیلئے کوئی ضمیر نہیں ہے اور یہاں جَنَاھُمَا میں تثنیہ کی ضمیر ہے جو حال اور ذوالحال دونوں کے لئے ہے ۲ وَفِی الْمُھْتَدِ الْاِسْرَا وَتَحْتُ کی تقدیر وَاِثْبَاتُ الْیَاءِ فِی الْمُھْتَدِ الْاِسْرَآءِ وَسُوْرَۃِ الْکَھْفِ الَّتِیْ ھِیَ تَحْتَ الْاِسْرَآءِ ہے پس فِیْ اِثْبَاتُ مقدر کے متعلق ہے اور اَلْمُھْتَدِیْ اَلْاِسْرَآءِ وَالْکَھْفِ کی طرف مضاف ہے اور چونکہ اَلْمُھْتَدِ سے مراد لفظ ہے اس لئے اَلْ کے ہوتے ہوئے بھی اضافت درست ہوگئی اور اس میں تَحْتُ مقطوع الاضافت ہونے کے سبب ضمہ پر مبنی ہے اور یہ سب عبارت مبتدا ہے اور اُخْرٰی حُلًا اس کی خبر ہے اور عبارت کی تقدیر اس طرح بھی ممکن ہے وَفِیْ یَاءِ الْمُھْتَدِ الْاِسْرَآءِ وَالْکَھْفِ الَّذِیْ ھُوَ تَحْتَ الْاِسْرَآءِ اِثْبَاتٌ اُخْرٰی حُلًا اور اس شعر کی آسان ترکیب یہ ہے کہ مَعْ کو ثَابِتٌ کا ظرف مان کر اَلْبَادِ کی خبر قرار دیں یعنی اَلْبَادِ اور کَالْجَوَابِ دونوں حکم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں شریک ہیں چنانچہ جن اماموں کیلئے اوّل میں اثبات ہے انھیں کے لئے ثانی میں ہے اور جنا ھُمَا - حَقٌّ کا مبتداءِ مؤخر ہوگا اس صورت
میں جملہ جنا ھُمَا حَقٌّ پہلے دونوں کلمات کا بیان ہوگا یعنی شرکت والوں کی رموز یہ ہیں اور فِی الْمُھْتَدِ الْاِسْرَآ کی تقدیر وَاشْتِرَاکٌ
فِی الْمُھْتَدِ الْاِسْرَآءِ وَالْکَھْفِ الَّذِیْ ھُوَ تَحْتَ الْاِسْرَآءِ ہے یعنی اسرا اور کہف کے اَلْمُھْتَدِ میں بھی شرکت واقع کی گئی ہے
خلاصہ یہ کہ ان کا حال بھی پہلے دونوں کلمات کی طرح ہے کہ ان میں بھی جن اماموں کیلئے اوّل میں اثبات ہے انھیں کیلئے ثانی
میں ہے اور اس صورت میں اَخُوْ حُلاً - ھُوَ مقدر کی خبر ہوگا ۴۳۱/۱۲ ملـ فِیْ اٰلِ عِمْرٰنَ - اَلْکَائِنُ یا کَائِنًا کے متعلق ہے
جو اتَّبَعَنْ کی صفت یا اس سے حال ہے مـ۲ فِی الْاَعْرَافِ کا فِیْ یا تو اَلْکَائِنُ کے متعلق ہے - جو کِیْدُوْنِ کی صفت ہے
یا کَائِنًا کے متعلق ہو کر اسی سے حال ہے یا عبارت کی تقدیر وَاِثْبَاتُ یَاءِ کِیْدُوْنِ فِی الْاَعْرَافِ ہے اور فِیْ -
اِثْبَاتُ مقدر کے متعلق ہے اور شعر مـ۵ کے فِی الْکَھْفِ اور فِیْ ھُوْدَ اور شعر مـ۸ کے فِی الْفَجْرِ میں بھی یہی دونوں ترکیبیں
جاری ہو سکتی ہیں ۴۳۲/۱۲ ملـ بِخُلْفٍ کی بَا جعبری کی رائے پر شعر مـ۱۲ کے حَجَّ کے متعلق ہے اور علی قاری کی رائے پر اُسی شعر
کے لِیَحْمِلَا کے متعلق ہے کیونکہ معنیٰ لفظ کی فرع ہیں پس چونکہ معنیً اس کا تعلق لِیَحْمِلَا کے لام سے ہے اس لئے لفظاً
بھی اسی فعل سے متعلق ہونا چاہئے مـ۲ حَقُّہٗ یا تو اِسْتَقَرَّ مقدر کا فاعل ہے اور جملہ تُؤْتُوْنِیْ کی خبر ہے اور اس صورت
میں بِیُوْسُفَ کی بَا اَلْکَائِنُ کے متعلق ہوگی - اور وہ تُؤْتُوْنِیْ کی صفت بنے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ عبارت کی تقدیر
وَاِثْبَاتُ یَاءِ تُؤْتُوْنِیْ بِیُوْسُفَ حَقُّہٗ ہو اور بَا اثبات مقدر کے متعلق ہو اور حَقُّہٗ اثبات کی خبر ہو یعنی یوسف میں تُؤْتُوْنِیْ
کی یا کا اثبات اس کا حق ہے اس بناء پر کہ وہ نقلاً صحیح ہے مـ۳ ترجمہ میں دوسرے مصرع کو دو اسمیوں سے مرکب قرار دیا ہے
اور علی قاری کی رائے پر اس میں ایک ہی اسمیہ ہے - پس فِیْ - اِثْبَاتُ مقدر کے متعلق ہے نہ کہ ثَابِتٌ کے یعنی ہود میں تَسْئَلْنِیْ
کی یا کا اثبات جو ہے اس کے مددگار نے اسے خوبصورت بنا دیا ہے مـ۴ حَوَارِیٌّ میں یا کی تخفیف لغت اور قراءت کی رو سے
ہے ضرورت کی بناء پر نہیں اور اس کی تحقیق دیباچہ مـ۹ میں گذر چکی ہے ۴۳۳/۱۴ ملـ اَشْرَکْتُمُوْنِ اور اس کے تینوں
معطوفات کی خبر مقدر ہے جو جعبری کی رائے پر مِثْلُہٗ یا لَہٗ ہے اور علی قاری کی رائے پر عَنْہُ ہے تاکہ شعر مـ۱۵
والے عَنْہُ کے مناسب رہے مـ۲ مَعْ وَلَا - اِخْشَوْنِ کی صفت یا اس سے حال ہے اور وَلَا - اِخْشَوْنِ کی قید ہے اور یہ
واو اور لَا نافیہ سے مرکب ہے وَلَا آ نہیں ہے ۴۳۴/۱۵ ملـ بِیُوْسُفَ کی بَا اِثْبَاتُ کے متعلق ہے جو مَنْ یَتَّقِیْ سے
پہلے مقدر ہے ۴۳۵/۱۶ ملـ دَرَا اصل میں دَرَأَ تھا جو دَفَعَ کے معنیٰ میں ہے وصل بہ نیتِ وقف کی بناء پر ہمزہ کو ساکن
کرکے یَأْمُرُ کے قاعدہ سے الف سے بدل لیا مـ۲ بِالْخُلْفِ کی بَا ابراز کی رو سے دَرَا کے متعلق معلوم ہوتی ہے اور ترجمہ
میں اسی کو اختیار کیا ہے اور علی قاری کی رائے پر کَاٰتِیًا کے متعلق ہے جو دَرَا کے فاعل سے حال ہے ۴۳۶/۱۷ ملـ
مَعْ - کَآئِنٌ کا ظرف ہے جو دَعَانِ کی خبر ہے اور قاری رحمہ اللہ کی رائے پر کَاٰتِیًا کا ظرف ہے اور وہ دَعَانِ
سے حال ہے اور دَعْوَۃَ کا نصب حکائی ہے مـ۲ قَالُوْنَ کا منصرف لانا لغت کی بناء پر ہے ضرورۃً نہیں اور اس کی تحقیق
دیباچہ صفحہ مـ۲۷ پر گذر چکی ہے مـ۳ اَلْغُرِّ اَغَرُّ بمعنیٰ مشہور کی جمع ہے مـ۴ سُبَّلًا - سَابِلَۃٌ کی جمع ہے
اور اَلْغُرِّ سے حال ہے ای مُخْتَلِفِیْنَ فِی الطُّرُقِ مُتَرَدِّدِیْنَ فِیْھَا ابوشامہ فرماتے ہیں کہ وَلَیْسَا الخ سے
ناظم رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ قالون کے لئے ان دونوں یاآت کا اثبات ان ناقلین سے نہیں ہے جنھوں نے روایات کی خوب تحقیق
کی ہے اور باخبر ہونے کی حالت میں ان کو قبول کیا ہے - خلاصہ یہ کہ غیر مشہور ناقلین سے ہے گو صحیح ہے پھر فرماتے ہیں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر مُسۡتَبۡلُہٗ کو مُسۡبِیۡلٌ کی جمع کہنا درست ہوتا تو ہم یہ کہتے کہ اس کا نصب اَلۡغُـــرِّ سے تمیز ہونے کی بناء پر ہے یعنی یہ دونوں یاآت ان سے نہیں ہیں جن کے طُرق مشہور ہیں ۴۳۷/۱۸ ـ۱ لِوَرۡشٍ یَۃٌ مؤخر ہے اور نَذِیۡرِیۡ اور اس کے چاروں معطوفات سب کی خبر ہے یا صرف نَذِیۡرِیۡ کی خبر ہے اور باقی چار کی خبر مقدر ہے اور وہ بھی لِوَرۡشٍ ہے اور جَلَا مستانفہ ہے یا یہی نَذِیۡرِیۡ کے سوا باقی کلمات کی خبر ہے ـ۲ نُذُرِیۡ - سِتَّـۃٌ کا بدل الکل ہے اور شعلہ نے ان الفاظ کی ترکیب میں چار عجیب وغریب باتیں فرمائی ہیں ـ۱ سِتَّـۃٌ - ہِیَ مقدر کی خبر ہے - حالانکہ اس میں اضمار قبل الذکر ہے ـ۲ یہ حال ہے حالانکہ روایۃً نصب ثابت نہیں ـ۳ سب اعداد اپنے ماقبل کی خبر ہیں اس تقدیر پر مطلب یہ نکلتا ہے کہ فَاعۡتَزِلُوۡنِ چھ ہیں اور یہ واقع کے خلاف ہے ـ۴ یا یہ مابعد کی خبر ہیں حالانکہ اَرۡبَعٌ کے بعد کوئی لفظ بھی ایسا نہیں ہے جو اس کا مبتدا بن سکے ۴۳۸/۱۹ ـ۱ وَعِیۡدِیۡ اور اس کے تینوں معطوفات کا مجموعہ مبتدا ہے اور خبر یا تو ثَابِتٌ مقدر ہے اور عَنۡـہُ اسی کے متعلق ہے اور وُصِّـلَا مستانفہ ہے یا وُصِّـلَا خبر ہے اور عَنۡـہُ اس کے متعلق ہے اور ثَلَاثٌ اور اَرۡبَعٌ دونوں بتقدیر اَلۡفَاظٌ ثَلَاثٌ وَاَلۡفَاظٌ اَرۡبَعٌ هُوَ مقدر کی خبر ہیں اور یہ دونوں اسمیہ معترضہ ہیں ۴۳۹/۲۰ ـ۱ ترجمہ سے ظاہر ہو چکا ہے کہ مَسَاکِنًا یا تو عَلٰی هٰذَا الۡیَاءِ مقدر سے حال ہے یا قِفۡ کے فاعل سے ہے ـ۲ یَدًا یا تو قِفۡ کے فاعل کا دوسرا حال ہے یا تمیز ہے ای قُوَّیًا اَوۡ قُوَّۃً ـ۳ فِیۡ - اِثۡبَاتُہٗ کے متعلق ہے جو وَاتَّبِعُوۡنِ سے پہلے مقدر ہے ـ۴ اَلۡعُـلَا ای ذِی الۡعُـلَا - اَلزُّخۡرُفِ کی صفت ہے اور ابو شامہ اس کو حَجَّ کا مفعول قرار دیتے ہیں یعنی اس یا کا اثبات بلندی پر بھی چھا گیا ہے ۴۴۰/۲۱ ـ۱ عَنِ الۡکُلِّ یَاۤ ءُہٗ کی اصل یَاۤ ءُہٗ مَنۡقُوۡلٌ عَنِ الۡکُلِّ ہے ـ۲ عَـلٰی رَسۡمِہٖ - مُوَافِقًا مقدر کے متعلق ہو کر خبر کے فاعل سے حال ہے ۴۴۱/۲۲ ـ۱ بِالۡاِثۡبَاتِ - تَلَا کے متعلق ہے اور قاری رحمہ اللہ کی رائے پر یَهۡـدِیَنِیۡ سے حال ہے ـ۲ تَحۡتَ النَّمۡلِ کی تقدیر فِیۡ سُوۡرَۃٍ کَائِنَـۃٍ تَحۡتَ النَّمۡلِ ہے پس تَحۡتَ - کَائِنَـۃٍ کا ظرف ہے اور فِیۡ تَلَا کے متعلق ہے ـ۳ تَلَا کا واحد لانا جَمِیۡعٌ کے لفظ کے اعتبار سے ہے ۴۴۲/۲۳ ـ۱ فَهٰذِیۡ میں فا تعقیبیہ ہے اور هٰذِیۡ اسم اشارہ ہے جو واحد مؤنث کے لئے ہے اور اُصُوۡلُ الۡقَوۡمِ اس کی خبر ہے اور یہ اَیَّامًا مَّعۡـدُوۡدَۃً کے قبیل سے ہے ـ۲ حَالَ اطِّرَادِهَـا یا تو حال ہے یا ظرف ہے اور عامل اسم اشارہ کے معنیٰ ہیں وَهٰـذَا بَعۡـلِیۡ شَیۡخًا (ہود ع) کی طرح یا یہ اَجَابَتۡ کا ظرف ہے ـ۳ مطرد اس قاعدہ وغیرہ کو کہتے ہیں جو اپنی تمام جزئیات میں یکساں طور پر جاری ہو ـ۴ حُـلًا یا تو اِنۡتَظَمَتۡ کی ضمیر سے حال ہے ای ذَوَاتِ حُـلًا اَوۡ مُشۡتَبِهَـۃً حُـلًا یا تمیز ہے ای فَانۡتَظَمَتۡ حُـلَاهَا ۴۴۳/۲۴ ـ۱ اِنِّیۡ کی ہمزہ کا کسرہ اس لئے ہے کہ یہ ابتدا میں ہے۔ ـ۲ رَجَآءٌ اس چیز کی امید کرنا جو حاصل ہو سکتی ہو اور تمنّا کے معنیٰ ہیں کسی شئے کی امید کرنا عام ہے کہ وہ حاصل ہو سکے یا نہ ہو سکے ـ۳ لِنَظۡمِ حُـرُوۡفِهِـمۡ میں مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے ای لِنَظۡمِیۡ حُـرُوۡفَهُـمۡ اور حروف سے اختلافی الفاظ اور رموز دونوں مراد لے سکتے ہیں لیکن اول اولیٰ ہے اس بناء پر کہ ثانی تابع ہے پس اگر فُـرُوۡعِهِـمۡ لے آتے تو مراد بالکل واضح ہو جاتی ـ۴ نَفَائِسَ - نَفِیۡسٌ کی جمع ہے جو عَظِیۡمٌ اور جَیِّـدٌ کے معنیٰ میں ہے اور اَعۡـلَاقٍ - عِلۡقٌ کی جمع ہے اور یہ بھی نفیس ہی کے معنیٰ میں ہے پس اضافت مبالغہ کے لئے ہے اَجۡوَدُ الۡجَـیِّـدِ اور خِیَارُ الۡخِیَارِ کی طرح اور نَفَائِسَ اَعۡـلَاقٍ یا تو حروف سے حال ہے یا نَظۡم کا دوسرا مفعول ہے ـ۵ تُنَفِّسُ ای تُعَظِّـمُ وَتُحَلِّیۡ ـ۶ عُطَّـلَا - عَاطِلٌ کی جمع ہے ـ۷ نَفَائِسَ اور تُنَفِّسُ میں تجنیس اور حُـلَا اور عُطَّـلَا میں طباق ہے اور نَفَائِسَ اَعۡـلَاقٍ - قَلَائِدَ مقدر کی صفت ہے ۴۴۴/۲۵ ـ۱ اِذَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرطیہ ہے اور اس کا ماقبل اس کو جواب سے بے نیاز کر رہا ہے ہو فعل مقدر حَسْبَلَہٗ کا فاعل ہے اور عامل کے محذوف ہونے ہی کے سبب ضمیر کو منفصل لائے ہیں اور حَسْبَلَہٗ اس کا مفسّر ہے اور یہ جعبری کی رائے پر منحوت ہے مرکب نہیں اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ منحوت وہ ہے جس کو دو کلموں سے ان کے کچھ کچھ حروف لے کر بنایا گیا ہو اور مرکب وہ ہے جس میں دو کلمہ پورے ہوں اور تیسرے کا بھی کوئی حرف شامل ہو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ حق سبحانہ وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہاں پہونچکر ان کے بے شمار لطف و کرم کی بناء پر شرح کی پہلی جلد ختم ہوگئی اور دوسری جلد کے کامل کرا دینے کی بھی انہیں سے امید ہے آخر میں یہ عرض کر دینا بھی مناسب بلکہ ضروری ہے کہ میری استعداد ہر اعتبار سے نہایت ناقص ہے پس شرح کے مضامین میں جو عیوب نظر آئیں ان کو ناظرین اعتراض کی طرف منسوب کریں اور جو خوبیاں معلوم ہوں ان کو علی قاریؒ۔ ابو شامہؒ۔ علی ضباعؒ وغیرہ شارحین کے علمی کمالات کا نتیجہ تصور کریں میری حیثیت محض مترجم کی ہے نہ اس فن میں اس کی گنجائش کہ کوئی اپنی طرف سے کچھ لکھے اور نہ مجھ میں اتنی قابلیت کہ کوئی علمی مضمون خود مرتب کر سکوں حقیقت یہ ہے کہ قصیدہ کی شرح کیلئے جن علوم کی از بس ضرورت ہے ان کا ایک ذرّہ بھی میرے پاس نہیں ہے اس اظہار کے بعد بھی اگر کوئی دوست مجھے صاحب علم سمجھیں تو اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُشْھِدُکَ عَلٰی قَوْلِیْ ھٰذَا فَعُدَّنِیْ بَرِیْئًا مِّنْہُ وَلَا تُؤَاخِذْنِیْ عَلَیْہِ اور چونکہ میرے معذور اور ناقص الاستعداد ہونے کے باوجود حق تعالیٰ شانہٗ نے یہ کام اپنے فضل و کرم سے کرا دیا ہے جو ان کا بہت بڑا انعام ہے اس لئے ان کے شکر پر مضمون کو ختم کرتا ہوں اور اس لئے بھی کہ شکر پر نعمتوں میں ترقی دینے کا انہوں نے وعدہ فرمایا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عَلٰی مَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ شُکْرًا لَّا مُنْتَھٰی لَہٗ دُوْنَ مَشِیَّتِکَ تَتَقَبَّلُہٗ مِنِّیْ وَاجْعَلْنِیْ شَاکِرًا لِّنَعْمَآئِکَ قَابِلَھَا وَمُثْنِیًا عَلَیْھَا وَاَتِمَّھَا عَلَیَّ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ اُعْظِمُ شُکْرَکَ وَاُکْثِرُ ذِکْرَکَ وَاَتَّبِعُ نَصِیْحَتَکَ وَاَحْفَظُ وَصِیَّتَکَ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ حَسْبِیْ وَاَنْتَ لِیْ نِعْمَ الْوَکِیْلُ وَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ اَفْضَلَ صَلَوَاتِکَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِکَ یَا رَبِّ افْتَحْ لِیْ بِخَیْرٍ وَّاخْتِمْ لِیْ بِخَیْرٍ وَّقِنِی السَّیِّئَاتِ ٭

۲۴ جمادی الثانی ۱۳۷۲ھ یوم یکشنبہ
دن کے چار بجکر ۲۲ منٹ

احقر فتح محمد پانی پتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ شرح شاطبیہ

ترجمہ امام شاطبیؒ : (از ۵۳۸ھ تا ۵۹۰ھ بعمر ۵۲ برس) نسب، اوصاف، ولادت، شیوخ، تلامذہ، احوال و مناقب (کرامات، تصنیف مرحمت قصائد، عظمت و وقار) وفات :- آپ قاسم بن فِیرُّہ بن خلف بن احمد ابوالقاسم رُعَینی شاطبی اندلسی ضریر ہیں (اور فِیرُّہ اندلس کے لغت میں "لوہے" کو کہتے ہیں اور آپکی کنیت ابومحمد بھی ہے) اللہ کے ولی، امام، علامہ، بلند پایہ فاضل، غضب کے ذکی و فطین بہت سے علوم و فنون کے ماہر حق تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اپنے زمانہ کے جلیل القدر قاری، کامل و عارف، حدیث کے حافظ، عربیت کے واقف کار لغت میں امام، ادب میں سرار زاہد و عابد، صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے، مذہباً شافعی ہیں، مادر زاد نابینا تھے، علاقہ اندلس کی بستی شاطبہ میں ۵۳۸ھ کے آخر میں پیدا ہوئے، شیوخ عظام:- آپ نے قرآآت اولاً اپنے شہر میں ابوعبداللہ محمد بن ابوالعاص نفزیؒ سے پڑھیں، اور ان میں پختگی اور مضبوطی حاصل کی اور انہوں نے اپنے زمانہ کے شیوخ کبار سے پڑھیں، پھر اپنے شہر کے قریبی مقام "بلنسیہ" کا سفر کیا اور وہاں اپنے حافظہ سے تیسیر اور قراآت شیخ ابوالحسن علی بن ہذیلؒ سے عرضاً حاصل کیں، اور انہوں نے ابوداؤد سلیمان بن خلفؒ سے اور انہوں نے علامہ ابوعمرو دانی سعید بن عثمانؒ مصنف تیسیر سے پڑھیں اور آپ نے ابن ہذیلؒ سے حدیث کی بھی سماعت کی ہے، نیز آپ نے ابن سعادہ، ابن شکر، ابومحمد عاشر مرسی، ابن شراز میل، علیم بن ہانی اور محمد بن حمید محمد بن عبدالرحیم، ابن نعمہ اور حبیش سے بھی مختلف کتابیں (کتاب سیبویہ، کامل للمبرّد، ادب الکاتب لابن قتیبہ) روایت کی ہیں، علوم سے فارغ ہو کر آپ نے حج کا سفر اختیار کیا اور اسکندریہ میں ابوطاہر سلفی وغیرہ مشائخ و فضلاء سے سماع کیا، اور جب آپ ۵۷۲ھ میں مصر تشریف لے گئے تو قاضی فاضل نے آپ کا بہت اکرام و اعزاز کیا۔ اور انتہائی قدر شناسی اور تعظیم و تکریم کا ثبوت دیتے ہوئے آپکو مدرسہ فاضلیہ میں مقیم کیا جسے اُس نے اندرون قاہرہ "درب ملوخیا" میں بنایا تھا، اور وہاں آپکو شیخ القراآت مقرر کر دیا، آپ نے اپنے دو قصیدے لامیہ اور رائیہ اسی مدرسہ میں نظم کئے اور ساتھ ساتھ قراآت کی تعلیم بھی دیتے رہے، یہاں ملک کے اطراف و اکناف سے بہت سی مخلوق آپ سے استفادہ کرنے کی غرض سے آتی رہی اور آپ سے اتنی مخلوق نے پڑھا جس کا شمار نہیں ہو سکتا، پھر جب صلاح الدین یوسفؒ نے "بیت المقدس" فتح کیا تو آپ ۵۸۹ھ میں زیارت کی غرض سے وہاں تشریف لے گئے پھر وہاں سے لوٹ کر مدرسہ فاضلیہ میں قیام پذیر ہو گئے، اور زندگی کے آخری سانس تک وہیں قراآت کی تعلیم دیتے رہے، آپ کے تلامذہ و اصحاب نے آپ کی بہت سی کرامات اور عجیب و غریب حکایات نقل کی ہیں جو مشہور ہیں، منجملہ ان کے یہ ہے کہ آپ کے پاس بیٹھنے والے بغیر کسی مؤذن کے (غیبی طور پر) اذان کی آواز سن لیتے تھے۔ نیز معتبر حضرات سے منقول ہے کہ آپ صبح کی نماز مدرسہ فاضلیہ میں کسی قدر سویرے ادا کرتے پھر طلباء کو قرآن اور اس کی قراآت پڑھانے کے لئے بیٹھ جاتے، طلبہ قراآت آپ سے علم حاصل کرنے کے شوق میں ایکدوسرے پر سبقت کرتے اور رات ہی کو سفر کر کے مدرسہ میں پہنچ جایا کرتے، پس آپ حسن انتظام کے پیش نظر بیٹھتے ہی یوں فرما دیتے مَنْ جَآءَ اَوَّلًا فَلْيَقْرَأْ (جو پہلے آیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے ، وہی پہلے پڑھے ، اور اسی ترتیب سے باری باری سب کو پڑھاتے ، ایک بار حسب معمول ایک طالب علم سبقت کر کے سب سے پہلے آیا جب شیخ پڑھانے کے لئے بیٹھے اور وہ طالب جو سب سے پہلے آیا تھا پڑھنے کے لئے آگے بڑھا تو آپ نے جلدی سے فرمایا مَنْ جَآءَ ثَانِیًا فَلْیَقْرَأْ (جو دوسرے نمبر پر آیا ہے وہ پڑھے) چنانچہ اس نے پڑھنا شروع کر دیا اور پہلا متفکر ہوا کہ شیخ سے جدا ہونے کے بعد سے اب تک مجھ سے کونسا ایسا گناہ سرزد ہوا ہے جس کی پاداش میں شیخ نے مجھے سبق سے محروم کر دیا ، فوراً اس کے ذہن میں آیا کہ میں اس رات جُنبی ہو گیا تھا اور جاگنے کے بعد اپنی باری کی حرص میں بلا غسل کئے ہی آ گیا ہوں ، اور اس بات کا حضرت کو انکشاف ہو گیا ہے ، ہو نہ ہو حضرت نے اسی وجہ سے مجھے مؤخر فرما دیا اور میرے بجائے دوسرے کو پڑھنے کا حکم فرمایا ، پھر یہ طالب علم جلدی سے اٹھا اور مدرسہ کے قریب والے حمام میں غسل کیا اور دوسرے نمبر پر آنے والے طالب علم کے فارغ ہونے سے پیشتر ہی واپس آ کر شیخ کی خدمت میں خاموشی کے ساتھ بیٹھ گیا ، شیخ نے اس کے فارغ ہونے کے بعد از خود فرمایا مَنْ جَآءَ اَوَّلًا فَلْیَقْرَأْ (اب پہلے نمبر پر آنے والا طالب علم پڑھے) چنانچہ اس نے پڑھنا شروع کر دیا ، حالانکہ آپ پیدائشی نابینا تھے ، فَلِلّٰهِ دَرُّهٗ وَعَلَى اللّٰهِ اَجْرُهٗ ۔ اس پر اتفاق ہے کہ آپ اللہ کے ولی اور اپنے زمانہ کے بڑے درجہ کے امام تھے نیز قراءات و تفسیر میں امام اور حدیث کے حافظ تھے ، آپ کے حافظہ سے لوگ بخاری و مسلم کے نسخوں کی تصحیح کرتے تھے اور ضرورت کے موقعوں پر آپ ان نسخوں میں اپنے ذہن سے حواشی کے طور پر نکات بھی لکھواتے جاتے تھے اس کے علاوہ آپ نحو کے استاذ اور تعبیر کے علم میں بھی ماہر تھے ، فضول کلام سے پرہیز کرتے تھے اور طلباء کے پڑھانے کے وقت نہایت ادب و پاکی وضو و عاجزی اور خشوع و خضوع سے بیٹھتے تھے اور کشف کے سبب اپنے شاگردوں کو بہت سی پوشیدہ باتیں بھی بتا دیتے تھے ، نیز ان کو قرآن اور علم کے سوا اور چیزوں میں غور و خوض کرنے سے منع فرماتے تھے ، آپ نابینا تھے لیکن کمال درجہ کے ذہین اور فہیم اور اللہ والے ہونے کے سبب نابیناؤں کی سی حرکات آپ سے سرزد نہیں ہوتی تھیں سخت بیمار ہو جاتے تب بھی شکوہ و شکایت اور آہ و زاری نہ کرتے اور عیادت کرنے والوں کے جواب میں صرف اَلْعَافِیَۃُ فرما دیتے کیونکہ زیادہ شکوہ و شکایت کرنا یقین کی کمزوری اور قضاء خداوندی سے ناراضی پر دلالت کرتا ہے نیز اس سے دشمنوں اور حاسدوں کی شماتت و خوشی کا بھی اندیشہ ہے ، آپ نے چار قصائد لکھے ہیں ۱ ناظمۃ الزُّہر جس کی شرح حضرت شارح نے "کاشف العُسر" کے نام سے لکھوائی ہے جس میں قرآنی آیات کا شمار اور ان کا اختلاف بتایا ہے یہ (۲۹۷) شعروں میں ہے ۲ عَقِیْلَۃ جو رائیہ کے نام سے مشہور ہے ، یہ عثمانی مصحف کی رسم الخط میں ہے اور (۲۹۸) اشعار میں ہے ، ناظمؒ جب اوّل اوّل مصر تشریف لائے تو آپ کے زبردست عالم ہونے کی بناء پر مصر کے علماء اور قراء ان سے حسد رکھنے لگے ، اور وہ آپ کے لئے سخت امتحان اور تکالیف کا زمانہ تھا ، ساتھی اور شاگرد وغیرہ بھی آپ کے ساتھ نہ تھے ، اسی حالت میں آپ نے یہ قصیدہ تصنیف فرمایا ، اور اس کے نظم کرنے کا سبب یہ ہوا کہ ناظمؒ کی رائے یہ ہوئی کہ جس طرح لامیہ میں تیسیر کے مضامین کا خلاصہ کیا ہے اسی طرح رسم عثمانی کی کتاب مُقنِع کے مسائل کا بھی ایک خلاصہ لکھیں ۳ دالیہ : اس کے (۵۰۰) شعر ہیں جس میں آپ نے ابن عبد البرؒ کی تمہید کا خلاصہ کیا ہے جو بارہ جلدوں میں تھی ۔

۴ حِرْزُ الْاَمَانِیْ : جو شاطبیہ اور قصیدۂ لامیہ سے مشہور ہے یہ سات قراءتوں میں ہے ، اور اس میں علامہ دانیؒ کی تیسیر کو نظم کیا ہے یہ قصیدہ (۱۱۷۳) اشعار پر مشتمل ہے ، قرطبیؒ سے منقول ہے کہ جب آپ اس قصیدہ کی تصنیف سے فارغ ہو چکے تو اس کو ساتھ لے کر بیت اللہ کے گرد بارہ ہزار طواف کئے اور جب دعا کے مقامات پر پہنچتے تو یہ دعا پڑھتے : اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ الْعَظِیْمِ اِنْفَعْ بِهَا كُلَّ مَنْ قَرَاَهَا (اے اللہ! اے آسمان، زمین کے بنانے والے اے غائب وظاہر چیزوں کے جاننے والے اس بزرگ والے گھر کے مالک! اس قصیدہ سے ہر اس شخص کو نفع دے جو اسے پڑھے نیز ناظم سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو سامنے کھڑے ہوکر خدمت بابرکت میں سلام عرض کیا اور کہا نیتیدی یا رسُوْلَ اللّٰہِ! اس قصیدہ پر نظر فرمالیجیے سو آپ نے اس کو اپنے دستِ مبارک میں لیا اور فرمایا، ھِیَ مُبَارَکَۃٌ مَنْ حَفِظَھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ (یہ بابرکت ہے جو اس کو حفظ کریگا وہ جنت میں داخل ہوگا) اور قرطبیؒ نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جو اس حالت میں مرے کہ اس کے گھر میں یہ قصیدہ ہو وہ بھی جنت میں داخل ہوگا۔ اگرچہ قراآت کو نظم میں لکھنے کے موجد ابوالحسن حُصریؒ ہیں لیکن پوری سات قراءتوں کو سب سے پہلے آپ ہی نے نظم کیا ہے۔ آپ کے زمانہ میں اور آپ کے بعد بہت سے اماموں نے قراآت پر قصیدے لکھے لیکن کوئی شاطبیہؒ کی گرد کو بھی نہ پاسکا۔ متاخرین کا اس پر اتفاق ہے کہ شاطبیہ کے بغیر قراآتِ سبعہ پر کامل عبور حاصل نہیں ہوسکتا (اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ) اور گو یہ ذیل کی پانچ وجوہ سے مشکل کتاب ہے (۱) عربیت بہت اونچی ہے (۲) وہ لغات استعمال کیے ہیں جو فن کی کتابوں میں نہیں آئے۔ (۳) خاص اصطلاحات ورموز سے کام لیا ہے جن کی وجہ سے چیستان سی معلوم ہوتی ہے (۴) کئی کئی مذہب ایک ایک ڈوڈو شعروں میں بیان کیے ہیں اور ایک مذہب بیان کرکے دوسرا فاری د طالب کے فہم پر چھوڑدیا ہے (۵) بعض جگہ قرآنی کلمہ کے حفظ کو کافی سمجھ کر حرکات وقیود ضبط نہیں کیں۔ مگر قبولیت کا یہ عالم ہے کہ پچاس کے قریب شروح وحواشی اور تکملات وتکملے اس پر لکھے گئے ہیں۔ محققؒ طبقات میں فرماتے ہیں "کہ جو شخص علامہ شاطبیؒ کے دو قصیدوں یعنی لامیہ اور رائیہ پر واقفیت پائے گا وہ بلاشبہ اس حقیقت پر پہنچے گا کہ حق تعالیٰ نے ناظمِ موصوفؒ کو اس فن میں بے انتہا کمالات واوصاف سے نوازا تھا خصوصاً قصیدۂ لامیہ کے مطالعہ سے تو اس بات کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کیونکہ یہ وہ قصیدہ ہے جس کے معارضہ وتقابل سے بعد کے تمام فصیح وبلیغ حضرات عاجز وبے بس ہوگئے ہیں اور کوئی بھی اس کا ہم پلہ قصیدہ نہ بناسکا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قصیدہ کی خوبیوں کی قدر وہی شخص جان سکتا ہے جو اس کے اُسلوب وطرز پر نظم کرے، یا اس کا اُن قصیدوں سے موازنہ کرکے دیکھے جو اسی کی نہج پر نظم کیے گئے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ میری معلومات کی رُو سے اس کتاب کو وہ شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی ہے جو اس فن کی کسی کتاب کو بھی میسّر نہیں ہوئی۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ غالباً کسی فن کی کوئی کتاب بھی اس درجہ کی مقبولیت وشہرت حاصل نہیں کرسکی۔ کیونکہ میرے خیال کی رو سے شاید ہی کوئی اسلامی شہر ایسا ہو جو اس کتاب سے خالی ہو بلکہ ظنِ غالب یہ ہے کہ فنِ قراآت کے طلباء میں سے شاید ہی کوئی طالب علم ایسا ہو جس کے پاس اس قصیدہ کا کوئی نسخہ نہ ہو اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ ہر زمانہ میں لوگوں نے اس قصیدہ کے پڑھنے پڑھانے میں ایک دوسرے پر سبقت کی ہے نیز اُس کے صحیح نسخوں کے حاصل کرنے اور اُن کا ذخیرہ کرنے میں انتہائی رغبت وشوق سے کام لیا ہے، یہاں تک کہ میرے پاس قصیدہ لامیہ ورائیہ کا ایک مُجلّد نسخہ تھا جو علامہ سخاویؒ کے شاگرد حجیجؒ کا لکھا ہوا تھا مجھے بعض حضرات نے اس کے وزن کے برابر چاندی دینا چاہی لیکن میں نے اسے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ اور لوگوں نے اس قصیدہ کی تعریف وعظمت اور پیروی میں انتہائی مبالغہ کیا ہے۔ حتیٰ کہ بعض لوگ اس کو ایک معصوم شخص کی تالیف جاننے لگ گئے اور بعض لوگوں نے حد سے تجاوز کرکے یہ گمان کرلیا کہ قراآتِ سبعہ بس وہی ہیں جو شاطبیہؒ میں درج ہیں اور ان کے علاوہ اور سب قراءتیں شاذ اور غیر صحیح ہیں جنکی تلاوت درست نہیں۔ اور اس کی شہرت ومقبولیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ شاطبیہ کی ایک سند کی رُو سے پوری قراآتِ سبعہ کی سند

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں میرے اور شاطبیؒ کے درمیان صرف دو واسطے ہیں نیز ہماری معلومات کے اعتبار سے اور کوئی کتاب بھی ایسی نہیں جو شاطبیہ کی طرح حفظ کی گئی ہو اور اس کو ایک ہی مجلس میں عرضاً حاصل کیا گیا ہو" ــــــ اھ امام شاطبیؒ کے اصحاب و تلامذہ آپکی انتہائی تعظیم و توقیر کرتے تھے چنانچہ حافظ ابو شامہ مقدسیؒ فرماتے ہیں کہ میں علامہ شاطبیؒ کے شاگردوں کی ایک جماعت سے ملا، جو مصر و شام میں اس وقت کے خاص لوگوں میں بڑے بڑے مشائخ اور ائمہ سمجھے جاتے تھے وہ سب کے سب آپ کے بارہ میں ولی ہونے کا بلکہ اس سے بھی زیادہ (مثلاً سَیِّدُ الْاَوْلِیَاءِ ہونے) کا اعتقاد رکھتے تھے۔ اور دل سے ان کی عزت و توقیر کرتے تھے حتیٰ کہ ان کی حالت کے مشاہدہ نے مجھے ان دو شعروں کے لکھنے پر آمادہ کر دیا ؎

لَقِیْتُ جَمَاعَۃَ الْفُضَلَاءِ فَازُوْا : بِصُحْبَۃِ شَیْخِ مِصْرَ الشَّاطِبِیِّ

وَکُلُّہُمْ یُعَظِّمُہٗ کَثِیْرًا : کَتَعْظِیْمِ الصَّحَابَۃِ لِلنَّبِیِّ ــــ اھ

آپ کے چند مشاہیر تلامذہ یہ ہیں (۱) سخاویؒ (۲) قرطبیؒ (۳) سدیدؒ (۴) ابن جماعہؒ (۵) کمال ضریرؒ (۶) زین الدینؒ (۷) ابو القاسم عبد الرحمٰنؒ (۸) عیسٰی بن یوسفؒ (۹) یوسف بن ابو جعفرؒ (۱۰) تجیبیؒ (۱۱) ابن اسماعیلؒ وغیرہم: آپ نے ۵۲ سال کی عمر پاکر ۲۸ جمادی الثانی ۵۹۰ھ کو اتوار کے روز عصر کے بعد مصر کے شہر قاہرہ میں وفات پائی: (رَحِمَہُ اللّٰہُ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً) علامہ ابو اسحاق (خطیب جامع مصر) نے نماز پڑھائی اور پیر کے دن مقطم پہاڑ کے قریب قرافہ صغریٰ میں (جو مصر و قاہرہ کے درمیان ہے) مقبرۂ قاضی عبد الرحیم بیسانیؒ میں مدفون ہوئے: محققؒ نے آپ کی قبر کے پاس بیٹھ کر بہت سے شاگردوں کو شاطبیہ پڑھائی ہے اور وہاں دعا کی قبولیت کا بارہا تجربہ کیا۔ آپ کی قبر اب بھی مشہور و معروف ہے اور لوگ اب بھی آپ کی قبر کی زیارت سے مشرف ہوتے اور برکات حاصل کرتے ہیں۔ فَرَحِمَہُ اللّٰہُ وَرَضِیَ عَنْہُ وَجَزَاہُ عَنَّا وَعَنْ جَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ خَیْرًا وَّتَغَمَّدَہٗ بِوَاسِعِ رَحْمَاتِہٖ وَاَفَاضَ عَلَیْنَا مِنْ خَیْرَاتِہٖ وَبَرَکَاتِہٖ (اٰمِیْنَ بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیْمِ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قصیدہ کے اوزان کی بحث

اسمیں چار مباحث ہیں :-

(۱) چند بنیادی امور (۲) بحر طویل کی تفصیل (۳) بحرِ طویل کے اوزان کی قسمیں (۴) اوزان کے معلوم کرنے کا طریقہ ،

پہلی بحث چند بنیادی امور میں

(الف) شعر وہ معنیٰ دار کلام ہے جس میں قصداً وزن و قافیہ کی رعایت رکھی گئی ہو (ب) شعر کئی جزؤوں سے مرکب ہوتا ہے اور ان کے نام پانچ ہیں تفاعیل، افاعیل، ارکان، امثلہ، اوزان۔ (ج) پھر یہ اجزاء چھ قسموں میں منحصر ہیں، سببِ خفیف، سببِ ثقیل، وتدِ مجموع، وتدِ مفروق، فاصلۂ صغریٰ، فاصلۂ کبریٰ۔

سببِ خفیف : وہ دو حروف جن میں سے پہلا حرکت والا اور دوسرا ساکن ہو (مِنْ)

سببِ ثقیل : دو متحرک حروف جو بلا فاصلہ آرہے ہوں۔ (مَعَ)

وتدِ مجموع یا مقرون : دو متحرک حروف جن کے بعد ساکن ہو (عَلیٰ)

وتدِ مفروق : دو متحرک جن کے درمیان ساکن ہو (اَمْسِ)

فاصلۂ صغریٰ : تین متحرک حروف جن کے بعد ساکن ہو (ضَرَبَتْ. پس یہ سببِ ثقیل و خفیف سے مرکب ہے)

فاصلۂ کبریٰ : چار متحرک حروف جنکے بعد ساکن ہو (ضَرَبَكُمْ. پس یہ سببِ ثقیل و وتدِ مجموع سے مرکب ہے)۔

اور یہ سب قسمیں لَمْ اَرَ عَلٰی ظَهْرِ جَبَلٍ سَمَكَةً میں جمع ہیں۔ (د) ان اجزاء کے موزوں بہ حروف کو "اَحْرُفُ التَّقْطِيْع" کہتے ہیں، اور وہ کُل دس ہیں جو لَمَعَتْ سُيُوْفُنَا میں جمع ہیں، اور بسا اوقات اہلِ عروض تقطیع کو تفعیل سے بھی تعبیر کردیتے ہیں۔ (ہ) بیت یا شعر دو مساوی حصّوں یا دو مصرعوں پر منقسم ہوتا ہے جن میں سے پہلے کو صَدْر اور دوسرے کو عَجُز کہتے ہیں، پھر صَدْر کے آخری جزو (وزن) کو عَروض اور عَجُز کے آخری جزو کو ضَرْب اور ان دونوں کے علاوہ دوسرے تمام اوزان و اجزا کو حَشْو کہتے ہیں (و) اجزا کے کامل و ناقص ہونے کے اعتبار سے بیت کی چار قسمیں ہیں :

۱ تام، جس کے تمام اجزا پورے ہوں ۲ مَجزُوءْ (بعض حصّہ لیا ہوا) جس کے دونوں مصرعوں میں سے ایک ایک جزو و رکن محذوف ہو، مثلاً بحرِ رجز میں ؎ قَدْ هَاجَ قَلْبِي مَنْزِلٌ ۞ مِنْ اُمِّ عَمْرٍو مُقْفِرٌ

۳ مشطور (نصف کیا ہوا) جس میں پورے ایک شطر و مصرعہ کے برابر اوزان محذوف ہوں مثلاً

؎ مَا هَاجَ اَحْزَانًا ۞ نَاوٌ شَجْوًا قَدْ شَجَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۶) منھوک (دُبلا) جس کے دو تہائی اجزاء محذوف ہوں، جیسے ؎
یٰلَیْتَنِیْ : فِیْھَا جَذَعْ اَخُبُّ فِیْـ ـھَا وَاَضَعْ
(ز) شعر کے اجزاء میں بعض دفعہ تبدیلی بھی ہو جاتی ہے، اور اس کی دو قسمیں ہیں (۱) زِحَاف (جلدی کرنا) یعنی کلمہ کے حروف یا اس کی حرکتوں کی کمی کے سبب اس کے تلفظ کا سُرعت و سہولت والا ہو جانا۔ ایسے جزء کو مُزَاحَف و مَزْحُوف کہتے ہیں یہ تبدیلی اسباب کے صرف دوسرے حرف میں ہوتی ہے۔ نیز یہ تبدیلی قصیدہ کے تمام اشعار کے لئے لازم نہیں ہے۔ (۲) علّت، جو اوتاد و اسباب دونوں میں مشترک ہے۔ یہ اعاریض و ضروب ہی میں واقع ہوتی ہے، نیز ان کے لئے لازم و ضروری ہے، بشرطیکہ قصیدہ کے پہلے شعر میں ثابت ہو جائے (ح) پھر زحاف کی ۲ قسمیں ہیں
مُنفرِد، مُزْدَوِج۔ زحافِ مُنفرِد کی ۸ صورتیں ہیں۔ خَبْن، وَقص، اِضمار، طَی، قَبض، عَقل، عَصْب، کَف
اور تفصیل یہ ہے
خَبْن۔ (کپڑے کے دامن کو آگے سے سینے کی طرف اکٹھا کرنا) یعنی جزء کے دوسرے ساکن کو حذف کر دینا (گویا تیسرے حرف کو پہلے کی طرف جمع کر دیا جاتا ہے) مثلاً مُسْتَفْعِلُنْ سے مُتَفْعِلُنْ جس کو مَفَاعِلُنْ کی طرف منتقل کرلیں گے۔
وَقص۔ (گردن توڑنا) یعنی مُتَفَاعِلُنْ کے دوسرے حرف کو حذف کرکے مَفَاعِلُنْ بنا لینا۔
اِضمار۔ (پوشیدہ کرنا) یعنی مُتَفَاعِلُنْ کے دوسرے حرف کو ساکن کرکے مُسْتَفْعِلُنْ کی طرف منتقل کر دینا۔
طَی۔ (لپیٹنا، تہ کرنا) یعنی رکن کے چوتھے ساکن حرف کو حذف کر دینا، مثلاً مُسْتَفْعِلُنْ کی فا کو حذف کرکے اس کو مُفْتَعِلُنْ کی طرف منتقل کرلینا۔
قَبض۔ (بند کرنا) یعنی پانچویں ساکن حرف کو حذف کر دینا، جیسے فَعُوْلُنْ کے نون کا یا مَفَاعِیْلُنْ کی یا کا حذف کر دینا۔
عَقل۔ (منع کرنا) یعنی مُفَاعَلَتُنْ کے پانچویں حرف (لام) کا حذف کرنا پھر اس کو مَفَاعِلُنْ کی طرف منتقل کر دیں گے۔
عَصْب۔ (روکنا) یعنی مُفَاعَلَتُنْ کے پانچویں حرف کو ساکن کرکے اس کو مَفَاعِیْلُنْ کی طرف منتقل کر دینا۔
کَف۔ (باز رکھنا) یعنی جزء کے ساتویں ساکن حرف کو حذف کرنا۔ مثلاً فَاعِلَاتُنْ یا مُسْتَفْعِلُنْ کے نون کا حذف کر دینا
(ط) زحافِ مُزدَوِج کی چار صورتیں ہیں۔ خَبْل، خَزْل، شَکْل، نَقْص۔
خَبْل۔ (فاسد ہونا) یعنی خبن اور طی کا جمع ہو جانا جیسے مُسْتَفْعِلُنْ کی سین کا خبن سے اور فا کا طی سے حذف ہو جانا، جس سے مُتَعِلُنْ بن جائے گا پھر اس کو فَعِلَتُنْ کی طرف منتقل کرلیں گے۔
خَزْل۔ (بازو کاٹنا) یعنی اضمار اور طی کا جمع ہو جانا، مثلاً مُتَفَاعِلُنْ کی تا کا اضمار سے ساکن اور اس کے الف کا طی سے حذف ہو کر مُتْفَعِلُنْ بن جانا، پھر اس کو مُفْتَعِلُنْ کی طرف منتقل کر دیں گے۔
شَکل۔ (باندھ دینا) یعنی خبن اور کف کا جمع ہو جانا، جیسے مُسْتَفْعِ لُنْ (جو وتد مفروق سے مرکب ہے) اس کے سین کا خبن سے اور نون کا کف سے حذف ہو کر مُتَفْعِ لُ رہ جانا۔
نَقص۔ (کم کرنا) یعنی عصب اور کف کا جمع ہو جانا، یہ صرف مُفَاعَلَتُنْ میں ہے پس عصب سے اس کا لام ساکن اور کف سے اس کا نون حذف ہو کر مُفَاعَلْتُ پھر مَفَاعِیْلُ ہو جائے گا۔
(ی) عِلّت کی دو قسمیں ہیں، اوّل جو زیادتی کے ذریعہ ہوتی ہے، یہ تین ہیں۔ دوم جو کمی سے ہوتی ہے، یہ دس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ زیادت کی تین علتیں یہ ہیں۔ ترفیل۔ تذییل۔ تسبیغ۔

ترفیل۔ (لمبا کرنا) یعنی جزو کے اخیر میں وتدِ مجموع پر ایک سببِ خفیف کا زیادہ کر دینا، مثلاً مُتَفَاعِلُنْ سے مُتَفَاعِلُنْتُنْ جس کو مُتَفَاعِلَاتُنْ کی طرف منتقل کر لیں گے۔

تذییل۔ (دامن کو کسی چیز کے ساتھ لگانا) یعنی جزو کے اخیر میں وتدِ مجموع پر ایک ساکن زائد کر دینا جیسے مُتَفَاعِلُنْ سے مُتَفَاعِلُنْنْ جس کو مُتَفَاعِلَاتْ کی طرف منتقل کر دیں گے۔

تسبیغ۔ (یا اسباغ دراز کرنا پورا کرنا) یعنی جزو کے اخیر میں سببِ خفیف پر ایک ساکن کی زیادتی کر دینا۔ جیسے فَاعِلَاتُنْ سے فَاعِلَاتُنْنْ جس کو فَاعِلَاتَانْ کی طرف منتقل کر دیں گے۔

اور نقص کی دس علتیں یہ ہیں۔ حذف، قطف، قصر، قطع، تشعیث، حذذ، صلم، کشف، وقف، بتر۔

حذف۔ یعنی جزو کے اخیر سے سببِ خفیف کو گرا دینا، مثلاً مَفَاعِیلُنْ سے مَفَاعِیْ پھر فَعُولُنْ۔

قطف۔ (پھلوں کا چننا) یعنی سببِ خفیف کو ساقط کر کے اس سے پہلے حرف کو ساکن کر دینا۔ جیسے مُفَاعَلَتُنْ سے مُفَاعَلْ پھر فَعُولُنْ۔

قصر۔ (منع کرنا) یعنی جزو کے اخیر میں سببِ خفیف کے دوسرے حرف (ساکن) کو ساقط کر کے اس سے پہلے حرف کو ساکن کر دینا، مثلاً مَفَاعِیلُنْ سے مَفَاعِیلْ (اور نقل کے بعد فَعُولَانْ) یا فَعُولُنْ سے فَعُولْ۔

قطع۔ (کاٹنا) یعنی جزو کے اخیر سے وتدِ مجموع کے آخری حرف کو حذف کر کے اس سے پہلے حرف کو ساکن کر دینا۔ جیسے مُسْتَفْعِلُنْ سے مُسْتَفْعِلْ پھر مَفْعُولُنْ۔

تشعیث۔ (تفریق کرنا) یعنی فَاعِلَاتُنْ کے وتدِ مجموع (علا) کے دو متحرک حرفوں میں سے ایک کو حذف کر دینا جس سے فَاعَاتُنْ یا فَالَاتُنْ ہو جائے گا، پھر اس کو مَفْعُولُنْ کی طرف منتقل کر لیں گے۔

حذذ۔ (قطع کرنا) یعنی جزو کے اخیر سے پورے وتدِ مجموع کو حذف کر دینا۔ جیسے مُتَفَاعِلُنْ سے مُتَفَا پھر فَعِلُنْ۔

صلم۔ (کان کاٹنا) یعنی جزو کے اخیر سے پورے وتدِ مفروق کا ساقط کر دینا مثلاً مَفْعُولَاتُ سے مَفْعُو پھر فَعْلُنْ۔

کشف۔ (کھولنا یا کسف قطع کرنا) یعنی وتدِ مفروق کے آخری حرف کا حذف کر دینا جیسے مَفْعُولَاتُ سے مَفْعُولَا پھر مَفْعُولُنْ۔

وقف۔ (روکنا، رکنا) یعنی وتدِ مفروق کے آخری حرف کو ساکن کر دینا مثلاً مَفْعُولَاتُ سے مَفْعُولَاتْ یا مَفْعُولَانْ۔

بتر۔ (دُم وغیرہ کاٹ دینا) یعنی قطع اور حذف کا جمع ہو جانا جیسے فَاعِلَاتُنْ میں حذف سے تُنْ کو گرا دینا اور قطع سے اس کے الف کو حذف کر کے لام کو ساکن کر دینا، جس سے فَاعِلْ رہ جائے گا پھر اس کو فَعْلُنْ کی طرف منتقل کر لیں گے۔

(ک) علل کی ایک قسم وہ بھی ہے جو غیر لازمی ہونے میں زحاف کے مشابہ ہے اور اس کو جاری مجری الزحاف کہتے ہیں، اور ایسی علتیں نو ہیں۔ خزم، خرم، ثرم، شتر، خرب، عضب، قصم، جمم، عقص۔

خزم۔ (اونٹ کی ناک میں چھلا ڈالنا) یعنی شعر کے شروع میں چار بلکہ آٹھ حروف تک کی اور عجز کے شروع میں ایک یا دو حرف تک کی زیادتی کر دینا، یہ زیادتی تقطیع میں نہیں آتی، نیز یہ پسندیدہ نہیں۔

خرم۔ (کاٹنا) یعنی شعر کے شروع میں وتدِ مجموع کے پہلے حرف کا ساقط کر دینا۔ مثلاً طویل میں فَعُولُنْ کی فا کا حذف کر دینا، پس عُولُنْ باقی رہ جائے گا جس کو فَعْلُنْ کی طرف منتقل کر لیں گے۔ اور اگر یہ جزو کسی اور تغیر سے سالم رہے تو اس کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثَلم کہتے ہیں۔

شَتَرم۔ (دانت کو جڑ سے توڑنا یا اس کا جڑ سے ٹوٹنا) یعنی شعر کے شروع میں وتدِ مجموع کے پہلے حرف کا حذف کرنا نیز اس جزء میں قبض پیدا کرنا۔ جیسے فَعُولُن سے عُولُ جس کو فَعْلُ کی طرف منتقل کر لیں گے۔

شَتَر۔ (پلکوں کا اُلٹنا) یعنی مَفَاعِیلُن میں خَرم اور قبض کا جمع ہو جانا پس اس کا میم خرم سے اور اس کی یا قبض سے حذف ہو جائے گی جس سے فَاعِلُن رہ جائے گا۔

خَرب۔ (کان کا پھاڑنا) یعنی مَفَاعِیلُن میں خَرم اور کف کا جمع ہو جانا پس اس کا میم خرم سے اور نون کف سے ساقط ہو جائے گا، جس سے فَاعِیلُ رہ جائے گا۔ پھر اس کو مَفْعُولُ کی طرف منتقل کر لیں گے۔

عَضب۔ (قطع کرنا) یعنی شعر کے شروع والے مُفَاعَلَتُن کے میم کا حذف کر دینا جس سے فَاعَلَتُن رہ جائے گا۔

قَصم۔ (توڑنا) یعنی مُفَاعَلَتُن میں خَرم اور عصب کا جمع ہو جانا کہ اس کا میم خرم سے حذف اور اس کا لام عصب سے ساکن ہو جائے گا۔ پس فَاعَلْتُن باقی رہ جائے گا جس کو مَفْعُولُن کی طرف منتقل کر لیں گے۔

جَمم۔ (جنگ میں آدمی کا بے نیزہ ہونا) یعنی مُفَاعَلَتُن میں خَرم اور عَقل کا جمع ہو جانا۔ پس اس کا میم خرم سے اور لام عقل سے حذف ہو جائے گا اور فَاعَتُن باقی رہ جائے گا جس کو فَاعِلُن کی طرف منتقل کر لیں گے۔

عَقص۔ (مڑے ہوئے سینگوں والا ہونا) یعنی مُفَاعَلَتُن میں خَرم وعصب اور کف تینوں کا جمع ہو جانا۔ پس خرم سے میم اور کف سے نون حذف ہو جائے گا اور عصب سے لام ساکن ہو جائے گا، جس سے فَاعَلْتُ رہ جائے گا۔ پس اب اس کو مَفْعُولُ کی طرف منتقل کر لیں گے۔

(ا) خلیل نحوی نے عرب کے اشعار کو پندرہ قسموں اور اصلوں میں ضبط کیا ہے۔ جن میں سے ہر ایک کو "بحر" کہتے ہیں کیونکہ اُس اصل کے ذریعہ بے شمار اشعار کا وزن معلوم ہوتا ہے، پس وہ بحر (دریا) کے مشابہ ہو گئی جس سے لاتعداد چُلّو بھرے جاتے ہیں۔ اِن پندرہ بحور کو کسی نے ذیل کے دو شعروں میں جمع کر دیا ہے ؎

طَوِيلٌ مَدِيدٌ وَالْبَسِيطُ وَوَافِرٌ	وَكَامِلُ اَهْزَاجِ الْاَرَاجِيزِ اَرْمَلَا
سَرِيعٌ انْسِرَاحٌ وَالْخَفِيفُ مُضَارِعٌ	وَمُقْتَضَبُ الْمُجْتَثُّ قَرِّبْ لِتَفْضُلَا

یعنی (۱) طویل (۲) مدید (۳) بسیط (۴) وافر (۵) کامل (۶) ہزج (۷) رجز (۸) رمل (۹) سریع (۱۰) منسرح (۱۱) خفیف (۱۲) مضارع (۱۳) مقتضب (۱۴) مجتث (۱۵) متقارب۔ پھر متأخرین میں سے بعض علماء عربیہ وفارسیہ نے ان چھ بحور کا اضافہ کیا ہے۔ (۱) جدید یا متئد (۲) قریب یا منسرد (۳) مطرد یا مشاکل (۴) مستطیل یا ممتد (۵) متوفر (۶) متدارک یا محدث یا مخترع۔ اور ان سب کی تفصیل عروض کی کتابوں میں ہے۔ فلیُراجع

واضح ہو کہ زیرِ نظر قصیدہ بحرِ طویل سے ہے، اس لئے دوسری بحث میں "طویل" کی قدرے تفصیل لکھی جاتی ہے۔

دوسری بحث بحرِ طویل کی تفصیل میں

طَوِیل پہلی بحر کا نام ہے۔ اور اس کے اجزاء کا وزن فَعُولُن مَفَاعِیلُن فَعُولُن مَفَاعِیلُن ہے جس کے دو بار دہرانے سے شعر پورا ہوتا ہے۔ اور اس کو طویل اس لئے کہتے ہیں کہ یہ استعمال کی رُو سے تمام بحروں میں کامل تر ہے، کیونکہ اسمیں جزو، شطر، نہک کا دخل نہیں ہے۔ نیز یہ طویل ترین بحر ہے اور اسمیں جاری مجری الزحاف میں سے خرم، ثلم اور ثرم اور زحاف میں سے فَعُولُن،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مفاعیلن میں قبض، اور مفاعیلن میں کف واقع ہوتا ہے۔ پس قبض کی صورت میں کفّ اور کف کی تقدیر پر قبض نہیں ہوتا۔ اور اس کو اصطلاح میں معاقبہ (ایک دوسرے کے پیچھے آنا) کہتے ہیں چنانچہ خزم بحرفِ واحد کی مثال بعض روایات کی رُو سے امرؤ القیس کا یہ قول ہے ؎

وَكَانَ ثَبِيرًا فِي عَرَانِينِ وَبْلِهِ   كَبِيرُ أُنَاسٍ فِي بِجَادٍ مُزَمَّلِ

(اور گویا کہ ثبیر پہاڑ بارش کے ابتدائی قطروں میں لوگوں کا وہ سردار ہے جو دھاریدار چادر میں لپٹا ہوا ہو) اس میں خزم بالواو ہے۔ اور تین حرفوں کے خزم کی مثال کعب بن مالکؓ کا قول ہے ؎

لَقَدْ عَجِبْتُ لِقَوْمٍ أَسْلَمُوا بَعْدَ عِزِّهِمْ   إِمَامَهُمْ لِلْمُنْكَرَاتِ وَلِلْغَدْرِ

(مجھے ان لوگوں پر تعجب ہے جنہوں نے قوت و شوکت کے باوجود اپنے امام حضرت عثمانؓ کو برائی اور غدر و خیانت کی سرزمین میں ذلیل و رسوا کیا) اس میں لَقَدْ کے ذریعہ خزم ثابت ہے۔ اور ثلم کی مثال صاحبِ حماسہ کا یہ قول ہے ؎

إِنْ كَانَ مَا بُلِّغْتِ عَنِّي فَلَامَنِي   صَدِيقِي وَشَلَّتْ مِنْ يَدَيَّ الْأَنَامِلُ

(وہ باتیں جو میری طرف سے تمہیں پہنچائی گئی ہیں اگر وہ سچ ہوں تو مجھے میرے دوست لعن طعن کریں نیز میرے ہاتھوں کے پورے مفلوج ہو جائیں) اس کا پہلا جزو (اِنْ کَا) اثلم ہے جس کا وزن فَعْلُنْ ہے۔

اور ثرم کا شعر یہ ہے ؎

مَا وَلَدَتْنِي حَاصِنٌ رَبَعِيَّةٌ   لَئِنْ مَالَأْتُ الْهَوَى لِاتِّبَاعِهَا

(البتہ میں اگر اس خاص عورت کی پیروی کی غرض سے اسکی خواہش کی موافقت کرتا تو مجھے قبیلۂ ربیعہ کی پاکدامن عورت نہ جنتی) پس اس کا پہلا جزو (مَاوَ) اثرم ہے جس کا وزن فَعْلُ ہے۔

ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

هَاجَكِ رَبْعٌ دَارِسُ الرَّسْمِ بِاللِّوَى   لِأَسْمَاءَ عَفَّى آيَهُ الْمُورُ وَالْقَطْرُ

(اے نفس! تجھے اسماء محبوبہ کے اس گھر نے ہیجان و اشتیاق میں ڈال دیا جس کے آثار مٹے ہوئے ہیں اور جو ریت کے موڑ پر واقع ہے۔ اور اس کے نشانات کو غبار اور بارش نے مٹا دیا ہے) اس کا پہلا جزو (هَاجَ) بھی اثرم ہے اور اس کا وزن بھی فَعْلُ ہے۔

اور قبض کا بیت یہ ہے ؎

أَتَطْلُبُ مَنْ أُسُودُ بِيشَةَ دُونَهُ   أَبُو مَطَرٍ وَعَامِرٌ وَأَبُو سَعْدِ

(بیشہ)

اس کے خماسی اور سباعی دونوں طرح کے تمام اجزاء مقبوض ہیں البتہ ضرب (اَبُوْ سَعْدٍ) غیر مقبوض ہے۔

اور کف و سلم دونوں کی مثال یہ ہے ؎

شَاقَتْكَ أَحْدَاجُ سُلَيْمَى بِعَاقِلٍ   فَعَيْنَاكَ لِلْبَيْنِ تَجُودَانِ بِالدَّمْعِ

(اثلم) (مکفوف) (مکفوف)

(مجھے عاقل پہاڑ میں سلیمیٰ محبوبہ کی سواریاں شوق میں ڈالتی ہیں، پس فراق کی بناء پر تیری آنکھیں خوب آنسو بہاتی ہیں) اس کا پہلا جزو (شَاقَتْ) اثلم ہے جس کا وزن فَعْلُنْ ہے۔ اور دو سباعی وزن جو حشو میں واقع ہیں یعنی كَ أَحْدَاجُ اور كَ لِلْبَيْنِ یہ دونوں مکفوف ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیسری بحث بحر طویل کے اوزان کی قسموں میں

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ اس بحر کا وزن فَعُوْلُنْ مَفَاعِیْلُنْ فَعُوْلُنْ مَفَاعِیْلُنْ ہے جس کے دو بار دہرانے سے شعر پورا ہوتا ہے۔ پھر اس کا عروض تو ایک ہی ہے جو قبض کے طور پر مستعمل ہوتا ہے اور اس کا وزن مَفَاعِلُنْ ہے۔ اور ضرب چار ہیں۔ صحیح۱، مقبوض۲، محذوف۳، مقصور۴۔ اور ان کے استعمال کی ترتیب بھی یہی ہے یعنی پہلی۱ زیادہ مستعمل ہے، پھر دوسری۲ کا پھر تیسری۳ کا پھر چوتھی کا درجہ ہے۔ اور تفصیل یہ ہے:

پہلی۱ ضرب صحیح : اس کا بیت یہ ہے:

اِذَا کَانَ حَظِّی الْھَجْرَ مِنْکُمْ وَلَمْ یَکُنْ ۔۔۔ بُعَادٌ فَذَاکَ الْھَجْرُ عِنْدِیْ ھُوَ الْوَصْلُ

(جب میرے نصیب میں تمہارا فراق ہی مقدر ہو، اور صورتِ حال یہ ہو کہ دلوں میں دُوری نہ ہو تو میرے نزدیک یہ فراق ہی عین وصال ہے) پس وَلَمْ یَکُنْ عروض ہے جس کا وزن مَفَاعِلُنْ ہے اور ھُوَالْوَصْلُ ضرب ہے جس کا وزن مَفَاعِیْلُنْ ہے۔

دوسری۲ ضرب مقبوض : عروض کی طرح، مثلاً ؎

وَلَمَّا انْقَضَیٰ صَحْوِیْ تَقَاضَیْتُ وَصْلَھَا ۔۔۔ وَلَمْ یَغْشَنِیْ فِیْ بَسْطِھَا قَبْضُ خَشْیَۃٍ

(اور جب میری ہوش ختم ہو گئی تو میں نے محبوبہ کا وصال چاہا اور اس کے وصال کی مسرت میں مجھ پر ملامت کے خوف وہراس کا انقباض ذرا بھی طاری نہیں ہوا) پس تُ وَصْلَھَا عروض اور ضُ خَشْیَتِہ ضرب ہے، اور دونوں۲ ہی کا وزن مَفَاعِلُنْ ہے۔

تیسری۳ ضرب محذوف : اس کا شعر یہ ہے: ؎

یُبَارِیْ شَبَاۃَ الرُّمْحِ خَدٌّ مُّذَلَّقٌ ۔۔۔ کَصَفْحِ السِّنَانِ الصُّلَّبِیِّ النَّحِیْضِ

(محبوب کا وہ رخسار جو تیز چمکدار باریک نیزہ کی چوڑائی کی طرح دھاریدار اور خوبصورت ہے صفائی وغیرہ میں نیزہ کی دھار اور نوک پر بھی غالب ہے) اس میں مُذَلَّقٌ عروض ہے جس کا وزن مَفَاعِلُنْ ہے اور نَحِیْضِ ضرب ہے جس کا وزن فَعُوْلُنْ ہے، اور یہ اصل میں مَفَاعِیْلُنْ تھا پھر حذف کے ذریعہ سببِ خفیف (لُنْ) ساقط کر دیا، پس مَفَاعِیْ باقی رہ گیا پھر اس کو فَعُوْلُنْ کی طرف منتقل کر لیا۔

چوتھی۴ ضرب مقصور : (جس کو اخفش نے زیادہ کیا ہے اس کا وزن مَفَاعِیْل (یا فَعُوْلَانْ) ہے جیسے امرؤ القیس کا قول ؎

ثِیَابُ بَنِیْ عَوْفٍ طَھَارَیٰ نَقِیَّۃٌ ۔۔۔ وَاَوْجُھُھُمْ بِیْضُ الْمَسَافِرِ غُرَّانْ

(قوم بنو عوف کے کپڑے صاف ستھرے اور ان کے چہروں کے ظاہری وکشادہ حصے چمکدار وخوبصورت اور روشن ہیں) اس میں نَقِیَّۃٌ عروض ہے جس کا وزن مَفَاعِلُنْ ہے، اور رِ غُرَّانْ ضرب ہے جس کا وزن مَفَاعِیْل یا فَعُوْلَانْ ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور یہ چوتھی ضرب قلیل تر ہے۔

حاصل یہ کہ اکثری استعمال کی رُو سے بحرِ طویل کے اشعار اِن تین[۳] اوزان پر آتے ہیں:

۱۔ فَعُوْلُنْ مَفَاعِیْلُنْ فَعُوْلُنْ مَفَاعِلُنْ + فَعُوْلُنْ مَفَاعِیْلُنْ فَعُوْلُنْ مَفَاعِیْلُنْ

۲۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 مَفَاعِلُنْ

۳۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 فَعُوْلُنْ

چوتھی[۴] بحث اوزان معلوم کرنے کے طریقہ کے بیان میں

شعر کو ابتداء سے دیکھنا شروع کریں اور تمعت سُیُوْفُنَا کے حروف سے تقطیع کریں۔ اس تقطیع میں صرف یہ بات ضروری ہے کہ متحرک کے مقابلہ میں متحرک اور ساکن کے مقابلہ میں ساکن حرف آجائے۔ لیکن اصلی اور زائد حروف میں اور اسی طرح حرکات کی قسم میں موزوں اور موزوں بہ کا یکساں ہونا ضروری نہیں، اور جب ایک وزن ختم ہوجائے تو پھر اس کے بعد والے حرف سے نیا وزن شروع کریں اور شعر کے آخر تک اسی طرح مقابلہ اور موازنہ کرتے چلے جائیں۔ اور یاد رکھیں کہ تقطیع میں تلفظ کا اعتبار ہے نہ کہ خط کا۔ اس وزن کو "عروضی" کہتے ہیں۔

اجراء اب مشق کے لئے (۲) اشعار کی تقطیع کی جاتی ہے اور ان میں سے پہلے شعر میں حرف حرف کی اور دوسرے میں وزن وزن کی تقطیع ہے۔

(حرف حرف)

۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴

بَ دَ أْ تُ بِـبِسْمِ اللّٰهِ فِي النَّظْمِ أَوَّلَا

۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴

فَعُوْلُ مَفَاعِیْلُنْ فَعُوْلُنْ مَفَاعِلُنْ

۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴

تَبَارَكَ رَحْمَانًا رَحِيْمًا وَمَوْئِلَا

۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴

فَعُوْلُ مَفَاعِیْلُنْ فَعُوْلُنْ مَفَاعِلُنْ

(وزن وزن)

۱ ۲ ۳ ۴

وَثَنَّيْتُ صَلَّى اللّٰهُ رَبِّي عَلَى الرِّضَى

۱ ۲ ۳ ۴

فَعُوْلُنْ مَفَاعِیْلُنْ فَعُوْلُنْ مَفَاعِلُنْ

۱ ۲ ۳ ۴

مُحَمَّدٍ الْمُهْدٰى إِلَى النَّاسِ مُرْسَلَا

۱ ۲ ۳ ۴

فَعُوْلُ مَفَاعِیْلُنْ فَعُوْلُنْ مَفَاعِلُنْ

(حاشیہ متعلقہ شرح شاطبیہ)

۵۔ اترج بتشدید الجیم واترنج وترنج ایک چیز ہے نارنگی، سنگترہ، مالٹا وغیرہ ——— علامہ انور شاہ فیض الباری ص ۱۹۲ ج ۴ میں فرماتے ہیں کہ ہندی میں اسکو (بجورا) کہتے ہیں ——— اور ترنجبین، مَنّ کا ترجمہ ہے یہ ایک قسم کی قدرتی شکر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے جو اونٹ کٹارا کے درختوں پر گر کر شبنم کی طرح جم جاتی ہے اور سفید ہوتی ہے نیز لیموں اور کھانڈ کا شربت ——— مفسرین لکھتے ہیں، "المنّ الترنجبين وهو شئٌ يشبه الصمغ (گوند) حلوٌ مع شئٍ من الحموضة كان ينزل على بني اسرائيل ——— فلہٰذا ترج کا ترجمہ ترنجبین نہیں اسی لئے طبع ثانی میں باجازت مؤلف مدظلہ' اترج کے ترجمہ میں ترنجبین کے بجائے نارنگی کے ذریعہ اصلاح کر دی گئی ہے۔ فائدہ: کئی احادیث میں اترج کا ذکر آیا ہے۔

(۱) علماء و اسلاف کا تجربہ ہے کہ جس مکان میں اترج ہو، اس مکان میں جن داخل نہیں ہوتے۔ مشہور محدث شافعی امام ابوالحسن بن الحسن الخلعی متوفی ۴۴۸ھ کے پاس جنات پڑھنے آتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ پورا ہفتہ گزر گیا کوئی جن نہ آیا۔ جب بعد میں آئے اور وجہ پوچھی، تو جنات نے کہا: "آپ کے گھر میں اترج تھا۔ وانا لا ندخل بيتًا هو فيه ——— اسی نکتہ کے پیش نظر مؤمن قاریٔ قرآن کی مثال اترج بتائی۔ كما في الصحيحين مثل المؤمن الذي يقرأ القرآن كالاترجة لونها طيّب وريحها طيّب وطعمها طيّب (الحديث) کیونکہ شیطان مومن قاری القرآن کے قلب سے یوں بھاگتا ہے جس طرح اترج والے مکان سے بھاگتا ہے۔

(۲) معجم طبرانی میں ہے۔ عن حبيب بن عبد الله عن ابي كبشة عن ابيه عن جدّه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعجبه النظر الى الحمام الاحمر والاترج۔

(۳) ترنجبین خود میٹھی شئے ہے بمنزلہ حلوا کے۔ اترج کا ذائقہ الگ ہے، اسی واسطے عرب لوگ (کما فی کتب الادب) اترج کو شہد سے ملا کر کھاتے تھے۔ ترنجبین کے لئے شہد کی کیا ضرورت (۴) مستدرک حاکم میں امام احمد بن حنبل مسلم بن صبیح سے روایت کرتے ہیں —: قال دخلت على عائشة رضى الله تعالىٰ عنها وعندها رجل مكفوف وهي تقطع له الاترج وتطعمه اياه بالعسل فقالت هذا ابن ام مكتوم الذي عاتب الله فيه نبيّه صلى الله عليه وسلم ما زال هذا له من آل محمد — ۱۲ — ط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاشیہ صفحہ ۲۶۷، شرح شاطبیہ سے

اَلتَّحْقِیْقُ اللَّطِیْفُ فِی الْوَقْفِ عَلٰی لَامِ التَّعْرِیْفِ

ہمارے پانی پت کے مشائخ عظام کے یہاں خلاد کے لیئے اَلْ کے بارہ میں جو مذہب اِسوقت مروّج و معمول ہے وہ یہ ہے کہ اس میں وصلاً سکتہ و عدم سکتہ دو اور وقفاً مجموعی طور پر سکتہ و عدم سکتہ و نقل تینوں اور ترتیب کے اعتبار سے فقط دو دو (سکتہ و نقل، یا عدم سکتہ و نقل) ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ اگر وصلاً اَلْ اور شَیْءٌ میں سکتہ پڑھ رہے ہوں تو اس میں وقفاً نقل و سکتہ ہے۔ اور اگر ان دونوں میں عدم سکتہ پڑھ رہے ہوں تو پھر اس میں نقل و عدم سکتہ ہے۔ اور دوسرے حضراتِ محققین و مؤلفین فن۔ علامہ محقق ابن الجزری صاحب النشر الکبیر، علامہ شیخ احمد بنا الدمیاطی صاحب اتحاف فضلا البشر۔ علامہ سید علی النوری الصفاقسی المصری صاحب غیث النفع، علامہ شیخ حسن خلف الحسینی صاحب اتحاف البریۃ فی نظم تحریر مسائل الشاطبیہ، علامہ شیخ علی محمد الضباع المصری صاحب مختصر بلوغ الامنیہ شرح اتحاف البریۃ و مؤلف ارشاد المرید الی مقصود القصید اور ان کے علاوہ اکثر شارحینِ شاطبیہ ان تمام حضرات کا مسلک جو ان کی صاف اور بے غبار اور انتہائی واضح و قطعی الدلالۃ نصوص و تصریحات۔ و عبارات سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ ہے کہ خلاد کے لیے اَلْ میں وصلاً سکتہ و عدم سکتہ دو اور وقفاً مجموعی حساب سے نقل، عدم سکتہ و سکتہ تینوں اور ترتیب کی رو سے یہ تفصیل ہے کہ وصلاً اَلْ اور شَیْءٌ میں سکتہ پڑھ رہے ہوں تب تو ماقبل کی طرح سکتہ و نقل دو۔ اور عدم سکتہ پڑھ رہے ہوں تو پھر اسمیں صرف نقل ہے نہ کہ عدم سکتہ بھی، کیونکہ وصلاً عدم سکتہ پڑھنے والے تمام حضرات کا وقفاً نقل پر اتفاق ہے۔

احقر کے ذاتی رجحان میں حضراتِ محققین ہی کا مذہب حق و صواب اور منصور و صحیح ہے کہ وصلی عدم سکتہ پر وقفاً صرف نقل ہے اور بعدم سکتہ کسی طریق سے بھی جائز نہیں جیسا کہ آگے آنے والی واضح الدلالۃ اور صریح نصوص و عبارات سے معلوم ہوگا انشاء اللہ

حضراتِ محققین کا استدلال

نشر کبیر جلد اول صفحہ ۴۸۶، ۴۸۷ میں ہے وحکی فیہ وجہٌ ثالثٌ وھو التحقیق من غیر سکتٍ کالجماعۃ ولا اعلمہٗ نصًا فی کتابٍ من الکتب ولا فی طریقٍ من الطرق عن حمزۃ لان اصحاب عدم السکت علی لام التعریف عن حمزۃ او عن احدٍ من رواتہ حالۃ الوصل مجمعون علی النقل وقفًا لا اعلم بین المتقدمین فی ذٰلک خلافًا منصوصًا یعتمد علیہ وقد رأیت بعض المتاخرین یاخذ بہ لخلاد اعتمادًا علی بعض شروح الشاطبیۃ ولا یصح ذٰلک فی طریقٍ من طرقھا۔ واللّٰہُ اعلم۔ اھ

ترجمہ:۔ اور اَلْ تعریفی میں (نقل و سکتہ کے علاوہ) ایک تیسری وجہ یعنی جماعت کی طرح تحقیق مع عدم السکت بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مروی ہے اور میرے علم کی رو سے یہ (تیسری وجہ) فن کی کتابوں میں سے کسی کتاب میں بھی نصًّا (اور صراحۃً) مذکور نہیں ونیز یہ حمزہ کے طرق میں سے کسی طریق سے بھی صراحۃً منقول نہیں کیونکہ حمزہ یا ان کے کسی راوی سے نقل کرکے وصلاً سکتہ نہ کرنے والوں کا وقفاً لام تعریفی میں نقل پر اجماع ہے۔ اور مجھے اسلاف کرام میں اس کی بابت کوئی ایسا خلاف معلوم نہیں جو منصوص ہو اور اس پر اعتماد کیا جاسکے۔ اور میں نے بعض متاخرین کو دیکھا ہے کہ وہ شاطبیہ کی بعض شروح پر اعتماد کرنے کی بناء پر خلاد کیلئے اس وجہ کو اختیار کرتے ہیں حالانکہ یہ شاطبیہ کے کسی طریق سے بھی صحیح نہیں ہے اور آگے اللہ ہی خوب جانتے ہیں۔ اھ

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی نصوص و تائیدات ہیں جو آگے آئیں گی اور ان سب کا حاصل یہی ہے کہ خلاد کے لیے الٓ تعریفی میں وصلی عدم سکتہ پر وقفاً فقط نقل ہے اور عدم سکتہ کسی کتاب اور کسی طریق سے بھی جائز و صحیح نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ روایت و نقل کے موقعوں میں صاف اور واضح الدلالت نصوص ہی کا اعتبار ہے اور محض ظنی الدلالت اور احتمالی تاویلات و اشارات کا ذرا بھی اعتبار نہیں ہے۔

حضرات مشائخ عظامؒ کا استدلال

محققؒ کے شاگرد علامہ اصفہانیؒ شاطبیہ کی شرح میں حضرت محققؒ کے مرقومہ بالا کلام کے جواب میں کہتے ہیں۔

"کہ نشر ہی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم میں خلاد کے لیئے عدم سکتہ کی وجہ بھی صحیح ہے جو تبصرہ کے طریق سے ہے۔ چنانچہ "سکتہ کے باب" میں فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے خلاد کے لیئے ہر حال میں عدم سکتہ کو اختیار کیا ہے اور یہ ابو الفتح فارس بن احمد اور ابو محمد مکیؒ کا مذہب ہے، اور "وقف حمزہؒ کے باب" میں متوسطہ بزائدہ کے بیان میں فرماتے ہیں کہ بہت سے اہل ادا نے اس قسم میں ہمزہ کو مبتدئہ قرار دیکر عدمِ سکتہ اختیار کیا ہے اور یہ ابو الحسن ابن غلبون اور ان کے والد اور ابو محمد مکیؒ کا مذہب ہے۔ انتہی پس گویا حضرت کو اپنی اس تقریر کی طرف توجہ نہیں رہی جو ان دونوں بابوں میں کی ہے۔ (ورنہ دوسرے باب کی تقریر پہلے باب والی کے خلاف نہ ہوتی)" اھ

(بحوالہ عنایات رحمانی جلد اول ص ۲۶۷)

علامہ شیخ اصفہانیؒ کے مندرجہ بالا کلام کا جواب

غایت ادب سے عرض ہے کہ علامہ اصفہانیؒ نے اپنی تائید میں حضرت محققؒ کی جو دو عبارتیں درج کی ہیں جناب ممدوحؒ سے دونوں ہی عبارتوں کا حقیقی مفہوم اور اصلی مطلب سمجھنے میں مسامحت و لغزش ہوئی ہے جس کا منشاء پہلی عبارت میں لفظِ مطلقاً اور دوسری میں لفظ التحقیق ہے۔ چنانچہ ہم یہاں دونوں عبارتوں کو بتمامہ و بلفظہ نقل کرکے ان پر قدرے تفصیلی کلام کرتے ہیں تاکہ حق مطلوب واضح ہوجائے۔ وباللہ التوفیق وبیدہٖ ازمۃ التحقیق۔

حضرت محققؒ کی پہلی عبارت کا اصل متن

وذھب جماعۃ الی ترك السکت عن خلاد مطلقًا وھو مذھب ابی الفتح فارس بن احمد وابی محمد مکی وشیخہ ابی الطیب وابی عبد اللہ بن شریح وذکرہ صاحب التیسیر من قراءتہ علی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابی الفتح فارس بن احمد وتبعه علی ذلك الشاطبی وغیره وهو احد طرق الکامل وهی طریق ابی علی العطار عن اصحابه عن البختری عن جعفر الوزان عن خلاد کما سنذکره فی اٰخر باب الوقف لحمزة انتهی۔

(نشر کبیر ج ۱ ص ۴۲۳ مطبوعہ مکتبہ تجاریہ کبری مصر "باب السکت علی الساکن قبل الهمز وغیره")

ترجمہ:۔ (سکتہ کے بارہ میں حمزہؒ کا چھٹا مذہب وطریق) اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ خلاد کے لیئے بالکل سکتہ ہے ہی نہیں (بلکہ صرف خلف کے لیئے ہے) یہ ابوالفتح فارس بن احمد اور ابو محمد مکی اور (ایک وجہ کی روسے) ان کے شیخ ابوالطیب و نیز ابو عبداللہ بن شریح ان چار حضرات کا مسلک ہے اور صاحبِ تیسیر نے یہ وجہ اپنی اُس قرارت کی روسے بیان کی ہے جو ابوالفتح فارس بن احمد پر ہے اور امام شاطبی وغیرہ نے بھی اس بارہ میں ان کی پیروی کی ہے اور یہ کامل کے طرق میں سے ایک طریق ہے و نیز یہ ابوعلی (حسن بن عبداللہ) عطار کا طریق ہے جس کو انہوں نے اپنے شیوخ (ابواسحٰق طبری از ابوبکر احمد بن بختری عرف ولی) کے ذریعہ بختری سے اور انہوں نے جعفر (بن محمد بن احمد) وزان سے اور انہوں نے خلاد سے نقل کیا ہے۔ جیساکہ ہم اس کو عنقریب حمزہ کے باب الوقف کے اخیر (یعنی اس باب کی فصل کے بالکل شروع) میں بیان کریں گے۔ انتہٰی۔

حضرت محققؒ کی مندرجہ بالا عبارتِ اُولیٰ پر تفصیلی تبصرہ و کلام

اوّل یہ کہ علامہ اصفہانیؒ کے مذکور الصدر کلام کا اصل عربی متن تو تاحال معلوم نہیں ہوسکا ہے البتہ ان کی عبارت کے محولہ بالا اردو ترجمہ میں قولہٗ ہر حال میں یہ حضرت محققؒ کے لفظ مطلقاً کا ترجمہ ہے جس سے یہ نکلتا ہے کہ اس سے وقف و وصل کا عموم واطلاق بھی مراد ہے حالانکہ یہ کسی طرح بھی درست نہیں اور حق یہ ہے کہ اس سے ہمزہ کے ماقبل والے اُن سواکن کی قسموں کا عموم واطلاق مراد ہے جن پر حمزہؒ کے لیئے سکتہ کیا جاتا ہے۔ پس مقصد یہ ہے کہ ہم نے اس سے پہلے سکتہ کے بارہ میں حمزہؒ کے لیے پانچ مذاہب وطرق بیان کیئے ہیں (۱) دونوں راویوں کے لیے صرف آل اور شیء میں سکتہ (۲) ان دونوں کے ساتھ ساکن منفصل غیر مدہ پر بھی سکتہ (۳) ان تینوں کے ساتھ ساکن متصل غیر مدہ پر بھی سکتہ (۴) ان چاروں کے ساتھ ساکن منفصل مدہ پر بھی سکتہ (۵) ان پانچوں کے ساتھ ساکن متصل مدہ پر بھی سکتہ اور چھٹا مذہب وطریق یہ ہے کہ سکتہ صرف خلف کے لیے ہے اور خلاد کے لیے کسی جگہ بھی سکتہ نہیں عام ہے کہ ماقبل کا ساکن آل اور شیء والا ہو یا ساکن منفصل غیر مدہ یا ساکن متصل غیر مدہ یا ساکن منفصل مدہ یا ساکن متصل مدہ والا ہو۔ غرضکہ اس طریق کی روسے ان کے لیئے کسی قسم کے ساکن پر بھی سکتہ نہیں۔ بلکہ ہر جگہ علی الاطلاق عدم سکتہ ہے اس سے بخوبی واضح ہوگیا کہ اس اطلاق کا وقف و وصل کے عموم سے ذرا بھی تعلق نہیں کیونکہ یہ نشر کی اس عبارت کے سیاق و سباق کے سراسر خلاف ہے اور تحقیق یہی ہے کہ اس سے سواکن کے اقسام کا عموم مراد ہے۔ جیساکہ اوپر گزرا۔

حاصل یہ کہ اس عبارت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ چونکہ یہ عبارت اپنے عموم کے سبب وقف و وصل دونوں کو شامل ہے اسلیئے ثابت ہوگیا کہ خلاد کے وصلی آل کے عدمِ سکتہ پر وقفی آل میں عدمِ سکتہ بھی صحیح ہے اور حضرت محققؒ کی دو عبارتوں میں تعارض ہے" کسی طرح بھی صحیح نہیں اور وجہ اوپر معلوم ہوچکی ہے۔

دوم یہ کہ اگر یہ تسلیم بھی کرلیں کہ یہاں مطلقاً سے وقف و وصل کا عموم بھی مراد ہے تو لازم آئے گا کہ خلاد کے لیئے اَلْقُرْاٰنُ، وَطْأً جیسے ساکن متصل والے کلمات میں بھی وقفاً بعینہٖ اسی طریق و مذہب کی روسے عدم سکتہ مع التحقیق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درست ہو کیونکہ اس طریق سے یہ نکلتا ہے کہ خلاد کے لیئے ہر جگہ اور ہر حال میں عدم سکتہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ حکم ساکن متصل والے کلمات کو بھی شامل ہے پس بعینہٖ اسی طریق سے یہ بھی نکل آیا کہ ساکن متصل والے کلمات میں بھی خلاد کے لیئے وقفاً عدمِ سکتہ ہے حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں فَمَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔

اور ظاہر ہے کہ حضرات مشائخ عظام کی طرف سے اس الزام کا یہی جواب دیا جائے گا کہ گو اس عموم سے تو یہی نکلتا ہے کہ اَلْقُرْاٰن جیسے کلمات میں بھی وقفاً خلاد کے لیے عدم سکتہ جائز ہو مگر چونکہ ان کلمات کے متعلق صاف تصریح ہے کہ وقفاً صرف نقل ہے اور ان میں وقف والی وجہِ تخفیف، وصلی وجہ کے لیے ناسخ بن جاتی ہے اسلیئے ان میں وقفاً صرف نقل ہے نہ کہ عدم سکتہ بھی۔ پس اسی طرح اَلْ کے بارہ میں بھی یہی جواب دیا جائے گا کہ گو اس طریق کے عموم سے یہی نکلتا ہے کہ اَلْ میں وقفاً خلاد کے لیے عدم سکتہ بھی صحیح ہو مگر چونکہ "وقفِ حمزہ" کی عبارت میں صاف تصریح ہے کہ اَلْ میں خلاد کے لیے وقفاً صرف سکتہ اور نقل ہے اور عدم سکتہ درست نہیں۔ جیسا کہ حضراتِ محققین کے "استدلال" کے عنوان کے تحت درج شدہ عبارت سے یہ مقصد بخوبی واضح ہو جاتا ہے اسلیئے اس عبارت کے قرینہ سے وقفی اَلْ میں عدم سکتہ والی وجہ کو منسوخ و ممنوع اور ناجائز ہی قرار دیں گے خصوصاً اس صورت میں تو یہ مقصد اور بھی مُحَقَّق و مؤیَّد ہو جاتا ہے جب کہ خود "باب السکت" ہی کی تنبیہ[۳] سے یہ نسخ والا مضمون بخوبی معلوم و مفہوم ہوتا ہے چنانچہ حضرت الشیخ العلامہ محقق[۲] "باب السکت" کی تنبیہات ص۴۲ میں فرماتے ہیں:۔

۳ الثالث ان من کان مذھبه عن حمزة السکت او التحقیق الذی ھو عدم السکت اذا وقف فان کان الساکن والھمز فی الکلمة الموقوف علیھا فان تخفیف الھمز کما سیأتی ینسخ السکت والتحقیق وان کان الساکن فی کلمة والھمز اول کلمة اخری فان الذی مذھبه تخفیف المنفصل کما سیأتی ینسخ تخفیفه سکتهٗ وعدمهٗ بحسب ما یقتضیه التخفیف کما سیأتی۔ ولذلك لم یتأت له فی نحو الارض والانسان" سوی وجھین: وھما النقل والسکت؛ لان الساکنین عنه علی لام التعریف وصلاً منھم من ینقل وقفاً کابی الفتح عن خلف والجمھور عن حمزة ومنھم من لا ینقل من اجل تقدیر انفصاله فیقره علی حاله کما لو وصل کابنی غلبون وابی الطاھر صاحب العنوان ومکی وغیرھم واما من لم یسکت علیه کالمھدوی وابن سفیان عن حمزة وکابی الفتح عن خلاد فانھم مجمعون علی النقل وقفاً لیس عنھم فی ذلك خلاف۔ انتھی۔

ترجمہ:۔ تنبیہ[۳]:۔ جن حضرات کے مذہب کی رو سے حمزہ کے لیے وصلاً (ہمزہ سے پہلے) سکتہ[۱] یا تحقیق[۲] یعنی عدمِ سکتہ ہے اگر ان کے مذہب کے اعتبار سے ہمزہ والے کسی کلمہ پر وقف کریں تو دو صورتیں ہیں اوّل یہ کہ وہ ساکن اور ہمزہ دونوں اس کلمہ میں ہوں جس پر وقف کیا ہے اس صورت میں تو ہمزہ کی وقفی تخفیف اُس کے وصلی سکتہ اور عدم سکتہ کو منسوخ و ساقط کر دے گی۔ جیسا کہ اس تخفیف کا پورا بیان عنقریب آجائے گا (مثلاً يَجْأَرُوْنَ۔ الْخَبْءَ، الْمَرْءِ وغیرہ) دوم یہ کہ ہمزہ سے پہلا ساکن ایک کلمہ کے اخیر میں اور خود وہ ہمزہ دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو (مثلاً الْاَرْضُ، يٰاَيُّهَا، قُلْ اُوْحِيَ وغیرہ) اس تقدیر پر ہمزۂ منفصلہ کی تخفیف والوں کے یہاں اس کی یہ تخفیف بھی ساکن کے سکتہ اور عدم سکتہ دونوں کو اپنے مقتضا اور ضابطہ کے موافق منسوخ و ساقط کر دیگی اور ان تخفیف کرنے والوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی۔ ونیز ان کی اس تخفیف کی تفصیل وتشریح عنقریب آجائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ حمزہ کے لیے اَلْاَرْضُ اور اَلْاِنْسَانُ جیسی مثالوں میں وقفاً صرف دو وجوہ ثابت وجائز ہیں اور وہ نقل اور سکتہ ہیں کیونکہ حمزہ کے لیئے وصلاً لام تعریف پر سکتہ کرنے والوں کے وقف کی صورت میں دو فریق بن جاتے ہیں۔ ایک وہ جو اسمیں وقفاً نقل کرتا ہے مثلاً ابو الفتح خلف سے اور جمہور اہل اداء حمزہ سے۔ دوسرا وہ جو نقل نہیں کرتا ہے اس بنا پر کہ الٓ (حکماً واصالۃً ومعنیً) منفصل کے حکم میں ہے۔ پس یہ فریق اس ہمزہ کو اس کے وصل والے حال پر برقرار رکھ کر اس سے پہلے ساکن پر سکتہ ہی کرتا ہے۔ یہ ابن غلبون کے دو صاحبزادوں (ابو الطیب عبد المنعم بیٹے اور ابو الحسن طاہر پوتے) اور ابو طاہر صاحب عنوان اور ابو محمد مکی اور ان کے علاوہ انہی جیسے دوسرے حضرات کا مذہب ہے رہے وہ حضرات جو اسمیں وصلاً سکتہ نہیں کرتے ہیں۔ مثلاً مہدوی اور ابن سفیان حمزہ سے اور ابو الفتح خلاد سے سو یہ تمام حضرات وقفاً نقل ہی پر متفق ہیں جسمیں ان سے کسی قسم کا بھی خلاف منقول نہیں۔ اھ

اس سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ برتقدیر تسلیم وذہب جماعۃ الخ والی عبارت خود باب السکت کی مندرجہ بالا عبارت (واما من لم یسکت الخ) اور اسی طرح باب وقف حمزۃ وہشام علی الہمز والی عبارت (وحکی فیہ وجہ ثالث الخ) ان دونوں کے ساتھ مقید و مخصص ہے گویا بعد والی دونوں عبارات سابقہ عبارت کی توضیح وشرح ہیں اور تقیید وتخصیص حضرات مؤلفین کے کلام میں خوب شائع وذائع ہے۔

سوم:۔ یہ کہ روایت ونقل کے موقعوں میں صاف اور واضح الدلالت نصوص وتصریحات پر عمل ہوگا اور اس بارہ میں مبہم وخفی اور غیر واضح الدلالت عبارات کا ذرا بھی اعتبار نہیں کیا جائے گا پس جب کئی مواقع میں یہ صاف تصریح موجود ہے کہ الٓ کے وصلی عدم سکتہ پر وقفاً صرف نقل ہے نہ کہ عدم سکتہ بھی تو اس کے مقابلہ میں محض ظنی الدلالۃ اور مبہم وغیر واضح اشارات وتاویلات کا قطعاً کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔

حضرت محققؒ کی دوسری عبارت کا اصل متن

وذھب کثیر من اھل الاداء الی الوقف "بالتحقیق" فی ھذا القسم واجرائہ مجری المبتدأ وھو مذھب ابی الحسن بن غلبون وابیہ ابی الطیب وابی محمد مکی واختیار صالح بن ادریس وغیرہ من اصحاب ابن مجاھد وورد منصوصا ایضا عن حمزۃ وبہ قرأ صاحب التجرید علی عبد الباقی۔ انتہی۔

(نشر کبیر ج ۱ ص ۴۳۴ باب الوقف علی الھمز)

ترجمہ:۔ اور بہت سے اہل اداء نے (یٰاَیُّھَا اور اَلْاَرْضُ جیسی مثالوں میں) ہمزہ کو مبتدئہ کے مرتبہ میں قرار دینے کی بناء پر وقف بالتحقیق کا مذہب اختیار کیا ہے اور یہ ابو الحسن بن غلبون اور ان کے والد معظم ابو الطیب اور ابو محمد مکی کا مذہب اور صالح بن ادریس کا ونیز ان کے ماسوا دوسرے حضرات یعنی ابن مجاہد کے تلامذہ کا اختیار وعمل ہے ونیز یہ وجہ بھی حمزہ سے نصاً وارد ہوئی ہے اور صاحب تجرید نے عبد الباقی سے اسی کے موافق پڑھا ہے۔ اھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت محققؒ کی مندرجہ بالا عبارتِ ثانیہ پر تفصیلی تبصرہ و کلام

اول یہ کہ علامہ اصفہانی کی مذکور الصدر مترجم اُردو عبارت میں قولہٗ عدم سکتہ یہ حضرت محققؒ کے لفظ التحقیق کا ترجمہ ہے اور خود "عدم سکتہ" کا لفظ حضرت محققؒ کی کسی عبارت میں بھی منصوص و مصرح نہیں ہے پس چونکہ دوسرے کئی مواقع میں یہ بات پوری صراحت وصفائی کے ساتھ موجود ہے کہ وقفی آلٓ میں نقل کے ساتھ تحقیق مع السکت تو جائز وصحیح ہے مگر تحقیق مع عدم السکت کسی طریق سے بھی ثابت وصحیح نہیں بلکہ وصلاً عدم سکتہ بتانے والے تمام ناقلین کا وقفاً نقل پر اتفاق ہے۔ اس لیئے ان مواقع کے قرینۂ صریحہ کی بناء پر یہ ماننا پڑے گا کہ یہاں لفظ التحقیق سے سکتہ مراد ہے نہ کہ عدم سکتہ مع التحقیق۔

دوم:۔ یہ کہ اگر تسلیم بھی کرلیں کہ التحقیق سے مراد عدم سکتہ ہے تو لازم آئے گا کہ وقفی آلٓ میں سکتہ والی وجہ جائز وصحیح نہ ہو کیونکہ جب تحقیق سے خاص عدم سکتہ والی وجہ مقصود ہے تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ سکتہ والی وجہ درست نہیں حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ اور اصل تحقیق یہ ہے کہ چونکہ یہاں لفظِ تحقیق، نقل و حذف اور تخفیف والے لفظ کے مقابلہ میں واقع ہوا ہے اسلیئے وہ اپنے عموم کے سبب سکتہ اور عدم سکتہ دونوں ہی کو شامل ہے پس اب مطلب یہ ہوگا کہ خلاد کے لیئے آلٓ میں وقفاً نقل، سکتہ وعدم سکتہ تینوں ہی وجوہ صحیح ہیں لیکن یہ خاص اُن انفرادی موقعوں کا حکم ہے جنمیں فقط آلٓ وقفی ہو اور آلٓ وصلی اس کے ساتھ نہ آرہا ہو۔ سو ایسے انفرادی موقعوں میں مجموعی طور پر اور فی نفسہٖ تینوں ہی وجوہ درست ہیں۔ رہے اجتماعی مواقع یعنی جنمیں وقفی آلٓ کے ساتھ وصلی آلٓ بھی آرہا ہو سو ان کا حکم وہ ہے جو اس کے علاوہ دوسرے مقامات میں صاف اور واضح طور پر منصوص و مصرح ہے کہ ان میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وصلاً آلٓ اور شیْءٍ میں سکتہ پڑھ رہے ہوں تو اس میں وقفاً نقل و سکتہ ہے۔ اور اگر ان دونوں میں عدم سکتہ پڑھ رہے ہوں تو پھر اسمیں صرف نقل ہے اور عدم سکتہ صحیح نہیں کیونکہ وصلاً عدم سکتہ بتانے والے جملہ ناقلین کا وقفاً نقل پر اجماع ہے اور ان میں سے کسی کا قول بھی وقفاً عدم سکتہ پڑھنے کا نہیں ہے چنانچہ آگے آنے والے متعدد حوالوں سے یہ تفصیل بخوبی معلوم و ثابت اور واضح ہو جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

پس اس طرح نشر کبیر کی اور اسی طرح فن کی دیگر تمام کتابوں کی جملہ عبارات میں تطبیق ہو جائے گی۔ کیونکہ حیثیتوں کے اختلاف سے تعارض نہیں رہتا ہے۔ پس جب یہاں انفراد و اجتماع کی حیثیتوں کا تفاوت موجود ہے تو عبارات میں ذرا بھی تعارض و مخالفت اور ضدیت باقی نہیں رہے گی۔ اور اس قسم کے بیانات سے کتب فن بھرپور ہیں کہ متعدد مواقع ایسے ہیں کہ ان میں بعض وجوہ انفرادی حیثیت سے تو درست ہوتی ہیں لیکن اجتماعی حیثیت سے وہی وجوہ ناجائز و ممنوع ہو جاتی ہیں مثلاً شاطبیہ کے طریق سے خلاد کے لئے الصِّرَاطَ کے خالص صاد پر آلٓ میں عدم سکتہ اور اشمام پر سکتہ ناجائز ہے حالانکہ فی نفسہٖ اور انفرادی حیثیت سے سکتہ اور عدم سکتہ دونوں صحیح ہیں۔ اور اس کی مثالوں میں اُن تمام مقامات کو پیش کیا جا سکتا ہے جن میں کئی کئی وجوہ والے متعدد کلمات جمع ہو رہے ہوں اور ان میں ضربی و عقلی اور حسابی وجوہ تو بہت سی نکلتی ہوں مگر جائز و صحیح صرف وہی چند وجوہ ہوں جن میں طرق کی عدم تخلیط و نیز صحتِ روایت کی رعایت ملحوظ ہو اور یہ مثالیں اصحابِ فضل و کمال پر مخفی نہیں ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوم یہ کہ روایت ونقل کے موقعوں میں خفی اشارات کے بجائے واضح وجلی تصریحات کا اعتبار ہوتا ہے اور تصریحات سے وہی ثابت ہوتا ہے جو ہم نے اوپر درج کیا ہے اسلئے عمل بھی اسی کے موافق ہوگا۔

حاصل یہ کہ حضرت محققؒ کی عبارات میں ذرا بھی منافات وضدیت نہیں بلکہ ہر عبارت اپنی جگہ پر بالکل صحیح اور صاف ہے اور یہ کہنا کسی طرح بھی درست نہیں ”کہ گویا حضرت کو اپنی اُس تقریر کی طرف توجہ نہیں رہی جو ان دو بابوں میں کی ہے“ خصوصاً اُس صورت میں تو یہ الزام اور بھی سنگین ہو جاتا ہے جبکہ خود باب السکت اور باب الوقف ہی میں متعدد جگہ یہ تصریح موجود ہے کہ اَل کے وصلی عدم سکتہ پر وقفاً اَل میں عدم سکتہ ناجائز وممنوع ہے جو کسی کتاب اور کسی طریق سے بھی ثابت نہیں اور اس الزام کے سنگین ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ مختلف بیانات دو مختلف ابواب میں ہوتے یا صرف ایک دو مواقع میں ایسا ہوتا تب تو یہ عذر بارد پیش کیا جا سکتا تھا کہ شاید حضرت محققؒ کو اپنی پہلی تقریر کی طرف توجہ نہ رہی ہو لیکن جب ایک ہی باب میں کئی موقعوں میں دو مختلف بیانات ہوں تو اس صورت میں یہ عذر پیش کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کیا حضرت محققؒ کا حافظہ اور ان کی توجہ اسقدر ضعیف ومختل تھی کہ ایک ہی باب میں جا بجا دو مختلف تقاریر فرماتے رہیں اور اس اختلاف کی طرف کہیں بھی توجہ مبذول و منتقل نہ ہو؟

یہ بات حضرت موصوفؒ کی شان سے نہایت بعید ہے۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ پس حضرت موصوفؒ کی عبارات کا صحیح مطلب اور اصل مفہوم وہی ہے جو ہم نے اوپر درج کیا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

خلادؒ کے لیئے اَل کے وصلی عدم سکتہ پر وقفاً فقط نقل کے ضروری اور عدم سکتہ کے ناجائز وممنوع ہونیکے متعلق حضرات ائمہ فن کی تصریحات

(۱) مسئلة وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ۔ ونحوه يصح فيه عشرة اوجه وهى الوجهان المذكوران من النقل والسكت فى تلك الخمسة المتقدمة فى الهمزة المتطرفة المضمومة وهى البدل مع المد والتوسط والقصر والروم بالتسهيل مع المد والقصر۔ ويمتنع وجه عدم السكت وعدم النقل كما قدمنا آنفا۔ لعدم صحته رواية۔

(النشر الكبير جلد ۲ صفحہ ۴۸۷ باب الوقف على الهمز)

(۲) وحكى فيه وجه ثالث وهو التحقيق من غير سكت كالجماعة۔ ولا اعلمه نصًّا فى كتاب من الكتب ولا فى طريق من الطرق عن حمزة لان اصحاب عدم السكت على لام التعريف عن حمزة او عن احد من رواته حالة الوصل مجمعون على النقل وقفًا لا اعلم بين المتقدمين فى ذلك خلافًا منصوصًا يعتمد عليه الخ

(النشر الكبير ج ۱ ص ۴۱۶ باب الوقف ايضًا)

(۳) ولذلك لم يكن له فى نحو الارض والانسان سوى وجهين وهما النقل والسكت (و بعد عدۃ سطور) واما من لم يسكت عليه كالمهدوى وابن سفيان عن حمزة وكابى الفتح عن خلاد فانهم

www.KitaboSunnat.com

مجمعون علی النقل وقفا لیس عنہم فی ذلک خلاف۔

(النشر الکبیر ج ۱ صفحہ ۴۲۲ باب السکت)

(۴) وکذلک لا یجوز لہ فی نحو الارض الانسان سوی وجہین وہما النقل والسکت۔ لان الساکتین عنہ علی لام التعریف وصلاً منہم من ینقل وقفا ومنہم من لا ینقل بل یسکت فی الوقف ایضا۔ واما من لم یسکت عنہ فانہم مجمعون علی النقل وقفا لیس عنہم فی ذلک خلاف۔

(اتحاف فضلاء البشر فی القراآت الاربع عشر للشیخ احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن عبد الغنی الدمیاطی الشافعی الشہیر بالبناء المتوفی ۱۱۱۷ھ۔ باب السکت علی الساکن قبل الہمز وغیرہ)

(۵) لکن وجہ التحقیق فی لام التعریف لا یکون الا مع السکت لما تقدم فی باب السکت عن النشر ان الوقف علی نحو الارض بوجہین فقط النقل والسکت وتقدم وجہہ ثم

(اتحاف الفضلاء صفحہ ۶۶ باب وقف حمزۃ وہشام علی الہمز)

ﷺ ۶ ۔ ویوقف لحمزۃ علیہ ونحوہ من المتوسط بزائد اتصل بہ رسما ولفظا نحو الارض الایمان الاولی الآزفۃ الاسلام بوجہین فقط النقل والسکت اما التحقیق من غیر سکت الذی اجازہ بعض شراح الحرز فقال فی النشر لا اعلمہ نصا فی کتاب من الکتب ولا فی طریق من الطرق

(اتحاف صفحہ ۱۲۷)

(۷) واما الوجہ الثالث وہو التحقیق من غیر سکت فقال المحقق لا اعلم ہذا الوجہ فی کتاب من الکتب ولا فی طریق من الطرق عن حمزۃ لان اصحاب عدم السکت علی لام التعریف عن حمزۃ او عن احد من رواتہ حالۃ الوصل مجمعون علی النقل وقفا۔ لا اعلم بین المتقدمین فی ہذا خلافا منصوصا یعتمد علیہ (وجہ عدۃ اسطر) وقد نظم ہذا شیخنا فی مقصورتہ فقال فی وقف نحو الارض بالنقل وبالسکت تلا خلاد ہم عن بلا ذی عقل ۱۲) نعدم السکت امنعن اذ من ترا … بہ بو … بل … انہ فی الوقف بہا۔

(غیث النفع صفحہ ۸۹ فی القراآت السبع لولی اللہ سید علی النوری الصفاقسی بہامش سراج القاری مطبوعہ مصر)

(۸)۔ اتحاف البریہ میں ہے :-

وفی ال بنقل قف وسکت … الکت … علیہا وعند التارکین لہ انقلا۔

شیخ علی ضباع مختصر بلوغ الامنیہ میں اس کی شرح میں فرماتے ہیں :-

ید وفی نحو الآخرۃ والانہر یوقف بالنقل والتحقیق مع السکت لمن لہ فیہ السکت وصلا وبالنقل فقط لمن لہ فیہ عدم السکت فی الوصل الخ۔

(مختصر صفحہ ۹ بلوغ الامنیہ شرح اتحاف البریہ بہامش سراج القاری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ع۹) وفي نحو الارض بالعكس لخلاد ثلثة اوجه (اى انفرادًا) ولخلف وجهان النقل والسكوت ـ
(ابراز المعاني صـ۱۵۰ شرح حرز الاماني لابي شامة المقدسي المتوفى سنة ۶۶۵ھ)
(ع۱۰) ومن اخذ بالسكت على ال وشئ وصلاً يجوز له في الوقف على نحو الاٰخرة والارض النقل والسكت ومن اخذ بتركه فيهما وصلاً فليس له في ذلك وقفاً غير النقل والى ذلك اشار صاحب اتحاف البرية بقوله ـ

وفي ال بنقل قف وسكت لساكتٍ ؛ عليها وعند التاركين له انقلا

(ارشاد المريد صـ۱۱۰ بهامش ابراز المعاني)
(ع۱۱) ـ واما في الوقف (اى على وبالاخرة) فيجوز لكل منهما وجهان السكت والنقل ولا يجوز الوقف عليها لحمزة من الروايتين بالتحقيق من غير سكتٍ ـ
(البدور الزاهرة في القراآت العشر المتواترة للشيخ عبد الفتاح القاضيؒ) وغيره وغيره

اوران تمام عبارتوں کا خلاصہ اور ماحصل وہی ہے جو ہم پہلے درج کر چکے ہیں پس ان سب نصوص و عبارات سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ خلاد کے لیے اٰل میں وصلاً عدم سکتہ پڑھتے ہوئے وقفاً صرف نقل ہے اور عدمِ سکتہ کسی طریق اور کسی کتاب سے بھی صحیح نہیں ہے ـ اس بنا پر عمل اسی کے مطابق ضروری ہے ـ

فقط
بندۂ ناچیز و خطاکار احقر محمد طاہر رحیمی عفا اللہ عنہ
حال مقیم جامعہ رحیمیہ اشاعۃ القرآت مسجد باب رحمت مغل آباد ملتان
۲۳ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۰۴ھ بمطابق ۶ فروری سنہ ۱۹۸۴ء بروز دوشنبہ
بوقت سات بجے صبح بعد از نماز فجر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

خاتمۃ الکتاب

میری دلی خواہش ہے کہ کتاب کی ابتداء کی طرح اس کا اختتام بھی ایک بابرکت اور مفید مضمون پر ہو اس لیے یہاں چند اشعار ترجمہ اور شرح سمیت درج کیے جاتے ہیں۔ حق سبحانہ وتعالیٰ کتاب کے اس خاتمہ کی طرح مجھے اور میرے تمام دوستوں اور بزرگوں کو بھی حسن خاتمہ کی دولت سے مالامال فرمائے آمین یارب العالمین۔

فائدہ جلیلہ کَلَّا پر وقف کرنے کے حکم میں

یہ لفظ قرآن مجید میں تینتیس ۳۳ جگہ آیا ہے جن میں سے پانچ ۵ پر وقف تام ہے اور نو ۹ پر وقف و وصل میں اختیار ہے اور انیس ۱۹ پر وقف نہیں ہے۔ قرآن کے کسی عاشق نے ان سب کو ان نو اشعار میں نظم کر دیا ہے۔

(۱) ثَلَاثُوْنَ کَلَّا قَدْ اَتَتْ وَ ثَلَاثَۃٌ | فَخَمْسٌ عَلَیْھَا الْوَقْفُ تَمَّ لِمَنْ قَرَا

ترجمہ: (قرآن مجید میں) کَلَّا تیس ۳۰ اور تین ۳ (یعنی تینتیس ۳۳) آئے ہیں۔ سو پانچ تو ایسے ہیں کہ جن پر وقف تام ہے اس شخص کے لیے جو (ان کو) پڑھے۔

(۲) فَفِی الشُّعَرَا مَعْ مَرْیَمٍ اَرْبَعٌ فَخُذْ | وَفِیْ سَبَاٍ فَاحْفَظْ وَکُنْ مُّتَدَبِّرَا

ترجمہ: پس (ان پانچ میں سے) شعراء (ع۲ وع۴) اور مریم (ع۵) میں (دو جگہ ان دونوں سورتوں میں) چار ہیں پس تو (ان کو) لے لے (اور یاد کرلے) اور (پانچواں) سبا (ع۴) میں ہے سو تو (ان سب کو) یاد بھی کرلے اور غور کرنے والا بن جا (یعنی سوچ لے کہ ابھی تینتیس ۳۳ میں سے کل پانچ آئے ہیں)

(۳) وَتِسْعٌ اَتَتْ فِی الْوَقْفِ وَجْھَانِ اِنْ تَشَا | عَلَیْھِنَّ قِفْ اَوْ دُوْنَھُنَّ مُخَیَّرًا ،

ترجمہ: اور (ان تینتیس ۳۳ میں سے) نو (ایسے) ہیں (جن میں) وقف کرنے کی صورت میں دو وجوہ آئی ہیں (یعنی) اگر تو چاہے تو (خود کَلَّا کے) ان (کلمات) پر وقف کرلے یا ان سے ورے (اور پہلے) کرلے (پس تو ان دونوں باتوں میں) اختیار دیا ہوا ہے

(۴) قَدْ اَفْلَحَ حَرْفٌ ثُمَّ حَرْفَانِ فِیْ سَاَلْ | وَمُدَّثِّرٍ حَرْفَانِ فِیْھَا تَفَرَّرَا

ترجمہ: قَدْ اَفْلَحَ (اَلْمُؤْمِنُوْنَ ع۶) جو ہے (اس میں کَلَّا کا) ایک کلمہ ہے پھر سَاَلَ (سَآئِلٌ ع۱ و ع۲) میں (ایک ایک جگہ) دو کلمہ ہیں اور مدثر جو ہے اس میں بھی ایسے دو لفظ ہیں جو ع۱ و ع۲ میں ثابت ہوگئے ہیں (اور یہ اس سورۃ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا پہلا اور تیسرا کَلَّا ہے پس دوسرے اور چوتھے پر توقف درست نہیں جیسا کہ آئندہ شعر میں تفصیل فرماتے ہیں)

(۵) فَفَوْقَ لَهَا حَرْفٌ كَذَا ثَالِثٌ بِهَا | وَ اَوَّلُ حَرْفٍ فِي الْقِيَامَةِ حُرِّرَا

ترجمہ :- پس (مذکورہ کے جن دو پر وقف و وصل دونوں درست ہیں ان میں سے) ایک لفظ (تو) اس (سورۃ) کے شروع میں (یعنی اٰمنا بذ کلا میں) ہے اسی طرح اس (سورۃ) میں تیسرا (کَلَّا) ہے (جس کے بعد بَلْ لَا ہے) اور پہلا لفظ (کَلَّا سورۃ) قیامہ میں (بھی انھی نوں میں سے) لکھا گیا ہے (جن میں اختیار ہے اور یہ وہ ہے جس کے بعد لا وزر ہے)

(۶) وَ ثَانِي تَطْفِيفٍ وَ اَوَّلُ فَجْرِهَا | وَفِي عَمَدٍ حَرْفٌ اَتَاكَ مُؤَثَّرَا

ترجمہ :- اور (انھی نوں میں سے) تطفیف کے دوسرے اور فجر کے پہلے (کَلَّا) کو (بھی لے لے اور) وہ ہیں جن کے بعد بَلْ ران اور بَلْ لا ہے) اور سورۂ عمد (ھُمَزَہ) میں (بھی ان میں کا) ایک (ایسا) لفظ (کَلَّا) ہے جو تیرے پاس (دل میں) اثر ڈالنے والا بن کر آیا ہے (کیونکہ وہ مال کو ہمیشہ باقی رہنے والا سمجھ لینے اور اس سے دھوکا کھانے سے روکنے کے لیے ہے۔)

(۷) وَعِشْرُوْنَ اِلَّا وَاحِدًا لَسْتَ وَاقِفًا | عَلَيْهَا اَيَا مَنْ سَادَ بِالْعِلْمِ فِي الْوَرٰى

ترجمہ :- اور ایک کم بیس (یعنی انیس) ایسے ہیں جن پر تو وقف کرنے والا نہیں ہے اے وہ شخص جو علم کے سبب مخلوق میں سردار بن گیا ہے (تو میری معروض کو غور سے سن)

(۸) وَمَجْمُوْعُهَا فِي خَمْسَ عَشْرَةَ سُوْرَةً | فَمَا كَانَ مَذْكُوْرًا فَلَسْتُ مُكَرِّرَا

ترجمہ :- اور ان (انیس کلمات) کا مجموع پندرہ سورتوں میں ہے پس جو (ان میں سے) ذکر کیا جا چکا ہے سو میں (اس کو) دوسری بار لانے والا نہیں ہوں (بلکہ تم خود اپنی کوشش سے نکال لینا اور شمار پورا کر لینا اور یہ سب انھی سورتوں میں سے نکل آئیں گے جن کے نام اوپر آ چکے ہیں)

(۹) مَعَ النَّبَاِ الْاَعْمٰى كَذَاكَ انْفِطَارُهَا | وَاِقْرَاْ وَاَلْهٰكُمْ فَخُذْهُ بِلَا امْتِرَا

ترجمہ: (سورۂ) نبا (اور) اعمٰی (یعنی عبس اور) اسی طرح ان (سورتوں) میں کی انفطار بھی ہے اور اقرا (یعنی علق) اور الھٰکم (التکاثر) ان پانچ سورتوں میں کلا کے گیارہ کلمات پائے جاتے ہیں وہ انھی انیس میں سے ہیں جن کا ذکر شعر ۸ میں آیا ہے۔ پس تو (ان نو شعروں کے) اس (مضمون) کو شک کے بغیر لے لے۔

فائدہ :- کَلَّا کے یہ تینتیس کلمات قرآن کی انھی سورتوں میں موجود ہیں جن کے نام اشعار میں آئے ہیں اور جس سورۃ میں کئی جگہ ہے اس پر کئی نمبر اکٹھے لگا دیئے ہیں اور غور کرنے سے اس کی تعیین بھی ہو جائیگی کہ اوپر جو تین قسمیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے کون سا کلمہ کس قسم میں داخل ہے

www.kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "